محبت دل پہ دستک

عفت سحر طاہر

حصہ اول

دیباچہ

معزز قارئین!

السلام علیکم۔

''محبت دل پہ دستک'' پیش خدمت ہے۔ میں نے یہ ناول بڑی محنت اور محبت سے لکھا تھا۔اور جتنی محبت سے یہ ناول لکھا گیا تھا اتنی ہی محبت اور پذیرائی قارئین کی طرف سے بھی اسے ملی تھی۔ ملک کے ایک مؤقر جریدے میں اکتیس ماہ تک آپ کے اس پسندیدہ ناول نے دھوم مچائے رکھی اور آپ (قارئین) کو مسلسل بے چین کئے رکھا۔اور اب قارئین ہی کے پُرزور اصرار پر آپ کا محبوب ناول کتابی شکل میں جناب محمد علی قریشی صاحب کے تعاون سے شائع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

لیجئے، اپنا پسندیدہ ناول یک جا، بلا انتظار کی صعوبت اٹھائے پڑھئے اور اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازیئے گا۔محبتوں کو یونہی قائم رکھئے گا۔

دعا گو

عفت سحر طاہر

''ساری دنیا ایک طرف اور یہ لڑکا ایک طرف۔ منگنی کروا کے تو گویا ہم پر احسان کر رہا ہے۔''
تائی جان واقعی عاجز دکھائی دے رہی تھیں۔
''سب دکھاوا ہے تائی جان! موصوف دل و جان بلکہ جگر و پھیپھڑوں سمیت اس منگنی پر راضی ہیں۔ یہ صرف اہمیت بڑھانے کی ادائیں ہیں جو ہر بات پر ناک بھوں چڑھائی جا رہی ہے۔'' ضحیٰ نے چائے کا کپ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے حقیقت آشکار کی تو چچی جان نے تفکر سے پوچھا۔
''اب کیا کہہ رہا ہے وہ؟''
''وہی بے کار کی ضد کہ منگنی کا سارا انتظام کسی میرج ہال یا پھر لان میں ہونا چاہئے۔'' تائی جان نے بے زاری سے کہا تو ضحیٰ کو استعجاب نے آ گھیرا۔
''گھر کا لان تو انہیں پسند نہیں۔ پھر یہ مرغزار کے لان کی فرمائش کیوں؟''
اس کے سوال کا جواب تائی جان نے تو نہیں البتہ عماد کے ساتھ اندر داخل ہوتے اس نے خود خاصے شاہانہ انداز میں دیا تھا۔
''لڑکی پسند کرنے سے لے کر اب تک ان لوگوں نے مجھے کسی مشرقی دوشیزہ کی طرح چپ رکھا ہے۔ لیکن اب میں صاحب اقتدار ہوں۔ لہٰذا میری ہر بات مانی جانی چاہئے۔''
''حالانکہ صاحب کردار ہوتے تو زیادہ مانی جاتی۔'' عماد کے کڑوے کریلے جیسے لقمے نے ضحیٰ کو بہت محظوظ کیا تھا۔
''ایسے ہوتے ہیں آستین کے سانپ۔'' انس نے کشن اٹھا کر عماد کو دے مارا تھا۔ پھر اٹل انداز میں بولا۔ ''تم لوگ کچھ بھی کہو مگر میں کسی بھی قیمت پر گھر میں یہ تقریب نہیں کروانا چاہتا۔
''اور میں کہیں بھی نہیں ہونے دینا چاہتا۔ مگر وائے قسمت۔'' عماد نے آہ بھری۔
''آخر تمہیں اعتراض کیوں ہے منگنی کی تقریب گھر میں کرنے پر؟'' چچی جان ان سب کی غیر سنجیدگی سے سخت الرجک تھیں۔ سو انہوں نے فوراً بات کو اصل موضوع کی طرف پلٹا تو انس نے بڑے تاسف سے دیکھا۔ جیسے ان سے کبھی اس سوال کی توقع ہی نہ رہی ہو۔
''آپ تو یہ سوال مت پوچھیں چچی جان! اس گھر کی تاریخ گواہ ہے کہ بچپن سے لے کر آج تک اس گھر کے وسیع و عریض لان میں جتنی بھی تقریبات منعقد ہوئی ہیں انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے کا سہرا ہمارے سر ہے۔ مگر اس کی آرائش و زیبائش کے نتیجے میں ہمیں جن جگر پاش مراحل سے گزرنا

پڑتا ہے ان سے شاید آپ واقف نہیں۔ والد صاحب سر پر کھڑے رہ کر ایک ایک پھول پتے کی جھاڑ پونچھ کراتے ہیں۔ معاف کیجئے گا معزز خواتین! میں ایسی منگنی جیسے عظیم موقع پر ایک معقول سا منگیتر دکھائی دینا چاہتا ہوں نہ کہ خاکروب۔"

اس کی جذباتی تقریر پر عماد اور ضحیٰ نے تالیاں بجا کر داد دی۔ مگر تائی جان سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھی رہیں۔

"پر بیٹا جی! ذرا سی محنت کے بعد لان کی شکل بھی تو نکل آتی ہے نا۔ سبھی ہمارے ہاں کی سجاوٹ کو سراہتے ہیں۔" چچی جان نے اسے گویا للچانے کی کوشش کی مگر وہ اپنے مقام سے ایک آدھ انچ بھی نیچے آنے کو تیار نہیں تھا۔

"نہ صرف لان کی بلکہ ہماری بھی شکل نکل آتی ہے۔ اس پر تو کبھی کوئی دھیان نہیں دیتا۔ اتنی خواری مجھے منظور نہیں ہے۔" اس کے صفا جواب پر ضحیٰ نے طنز کیا تھا۔

"میں نے زندگی میں پہلا مرد دیکھا ہے جو اپنی منگنی کے موقع پر اپنے حُسن کے لئے اس قدر ہلکان ہو رہا ہے۔"

"حالانکہ جو چیز ہے ہی نہیں، اس کے لئے پریشانی چہ معنی دارد؟" عماد نے سراسر پرسنل اٹیک کیا تھا۔ مگر انس نے جواباً بہت ٹھنڈے پن کا مظاہرہ کیا تھا۔ آرام سے بولا۔

"اس بات پر میں تمہارے دانت بھی توڑ سکتا ہوں۔"

"یہ بات آپ کو ذرا غصے سے کہنی چاہئے تا کہ عماد بھائی پریشرائز ہو سکیں۔" ضحیٰ نے اسے اکسایا تو عماد بھانڈا پھوڑنے والے انداز میں بولا۔

"اس سے نہیں، مجھ سے پوچھو۔ ابھی ابھی جینٹس بیوٹی پارلر سے ٹپ لے کر آ رہا ہے کہ مسکراہٹ حُسن کا زیور ہے۔"

تینوں خواتین کی ہنسی پر انس کی مسکراہٹ غائب ہونے میں پل بھر بھی نہیں لگا تھا۔

"بہت خبیث شخص ہو تم۔ ابھی آتے ہوئے تو مجھے کسی کو کچھ بتانے سے منع کر رہے تھے۔" اس نے دانت کچکچائے تو عماد نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

"یوں مت کرو ـــــ ایک بھی دانت اِدھر اُدھر ہو گیا تو سمجھو بیوٹیشن کی ٹپ بیکار اور منگنی کا شو فلاپ۔"

ان کا ہنسی ٹھٹھول چچی جان کو سخت ناگوار گزر رہا تھا۔ ایک انتہائی اہم مسئلے کو پس پشت ڈالے وہ خوامخواہ کی بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ مگر وہ سبھی ان کی توقعات کے بالکل برعکس تھے۔

"کبھی تو کسی مسئلے کا سنجیدگی سے حل نکال لیا کرو۔ اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔" وہ چڑ گئی تھیں۔ ضحیٰ نے انہیں تسلی دی۔

"امی! آپ پریشان مت ہوں۔ یہ انس بھائی تو بس ہوا بھرے غبارے ہیں۔ ابھی دیکھئے گا تایا جان کے آگے کیسے ان کی ہوا خارج ہوتی ہے۔ کل صبح اٹھتے ہی اگر باہر لان میں آپ کو کوئی مالی

ٹائپ کا بندہ پودوں کی کتر بیونت کرتا دکھائی دے تو پریشان مت ہوئیے گا۔ وہ انس بھائی ہی ہوں گے جو کہ آپ کو پھر منگنی والے روز ہی شاید اپنی اصل شکل وصورت کے ساتھ دکھائی دیں۔" ضحیٰ نے اس قدر دلچسپ نقشہ کھینچا تھا کہ تائی جان کو بھی ہنسی آ گئی۔ مگر چچی جان نے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

"بکو مت ضحیٰ! سنجیدگی سے بات کرو۔ ان لوگوں کو بھی تو فائنل پروگرام بتانا ہے۔ اور ادھر ہم لوگ ابھی تک جگہ ہی کا انتخاب نہیں کر پائے۔"

انس پہلے ہی ضحیٰ کی بدتمیزانہ گفتگو سے تپ رہا تھا۔ ان کی بات سن کر اٹل انداز میں بولا۔

"میں یہ فنکشن گھر میں ارینج کرنے کے بالکل خلاف ہوں۔"

"اور میں تو سرے سے اس فنکشن ہی کے خلاف ہوں۔ مگر میرے دوست! ہر خواہش تو پوری نہیں ہوتی نا۔" عماد نے آہ بھرتے ہوئے کارپٹ پر دراز ہو کر کشن سر کے نیچے رکھا تھا۔

"تمہارے ساتھ شروع ہی سے یہی مسئلہ رہا ہے۔ یعنی جیسا منہ ویسی ہی بات۔" انس نے تپ کر کہا تو وہ چہکا۔

"یعنی دونوں ہی خوب صورت۔"

"ہاں ـــــ بالکل الٹے توے جیسی۔" وہ جل بھن کر بولا تو تائی جان کا پارہ ہائی ہونے لگا۔

"یہ تو حال ہے ان لوگوں کا۔ مجال ہے جو سنجیدگی سے کوئی بات کر لیں۔ ابھی اصل بات شروع ہوئی نہیں کہ انہوں نے چونچیں لڑانا شروع کر دیں۔"

"ابھی بھی وقت ہے بڑی مامی! اگر یہ اس اعزاز کے قابل نہیں ہے تو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لیں۔ اور بھی بہت سے لوگ لائن میں کھڑے ہیں۔" عماد نے انہیں آفر کی تھی۔

"میر جعفر کو میں نے دیکھا تو نہیں مگر تمہارے کرتوت دیکھ کر مجھے ہمیشہ وہی یاد آتا ہے۔" انس نے دانت پیس کر کہا تو چائے پیتی ضحیٰ کو اچھو لگ گیا۔

تائی جان کو انس کی غیر سنجیدگی ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ ان سب کی شوخیوں اور شرارتوں کی سب سے بڑی حامی تھیں۔ مگر اب کی بار صورت حال سنجیدگی کی متقاضی تھی۔ مگر یہ بات ان مسخروں کو کون سمجھاتا۔

"مجھے تو لگ رہا ہے کہ ناحق اتنی پیاری بچی کو اس نالائق کے پلے باندھ رہی ہوں۔" تائی جان کے مایوسی کے عالم میں کہے جملے سے ضحیٰ اور عماد نے خوب حظ اٹھایا تھا۔

"والدہ صاحبہ! ذرا دھیان رہے۔ میں اس کے پلے بندھ رہا ہوں، نا کہ وہ میرے۔" انس خفا ہوا تھا۔

"پلے باندھے نہیں جا رہے بلکہ پلے پڑ رہے ہو۔" عماد کی زبان پھر چلی تو اب کی بار انس نے کشن سے اس کی تسلی بخش دھنائی کی تھی۔

"ان کا تو باوا آدم ہی نرالا ہے۔ میں ان سے نہیں نمٹ سکتی۔ اس کا تو باپ ہی اس سے بات کرے تو کوئی حل نکلے گا۔" تائی جان نے مایوسی سے کہا تو انس نے زچ ہو کر انہیں جواب دیا۔

’’خدا کے لئے امی! بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس قدر اہم موقع پر کیا میں لان کی صفائی، کھدائی کرتا اچھا لگوں گا؟‘‘

’’اکیلے تو نہیں ہو تم۔ اور پھر صفائی کیا کرنی ہے۔ اتنا صاف ستھرا لان ہے۔ بس ارینج منٹ ہی کا مسئلہ ہے۔ عماد، معید، چاند، احمر اور نعمان، ماشاء اللہ سے اتنے سارے جوان ہو۔ کام کرتے ہوئے پتہ بھی نہیں چلے گا۔‘‘

’’چاہے کچھ بھی ہو، میں کچھ نہیں کرنے والا۔ یہ لوگ سارا سیٹ اپ سنبھال لیں تو میں آ کر انگوٹھی پہن لوں گا۔‘‘ وہ بڑی بے نیازی سے بولا تو وہ جل کر رہ گئیں۔

’’تو بیٹا جی! اتنا احسان کرنے کی بھی کیا ضرورت ہے؟‘‘

’’اب ہر معاملے میں تو آپ کا دل نہیں توڑوں گا۔ اگر آپ لوگوں نے میری نصف بہتر کو تلاش کر ہی لیا ہے تو میں اسے گم کر کے آپ کے ارمانوں کی بستی کو آگ نہیں لگانا چاہتا۔‘‘ وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بڑی نیاز مندی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

’’ان لوگوں سے بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے تو بہتر ہے کہ بھائی صاحب خود ہی اپنی پسند کا بندوبست کر لیں۔‘‘ چچی جان بھی اکتا گئی تھیں۔

’’اور جب وہ کوئی بندوبست کر لیں تو مزدوروں کی لسٹ میں سے میرا نام خارج کروا دیجئے گا۔‘‘ انس نے پھر سے یاد دہانی کرائی۔ اس بار تو وہ واقعی کوئی مشقت کرنے کو تیار نہیں تھا۔ ہمیشہ ہی ان کی حالت بدتر ہونے کے بعد لان کی حالت نکھرتی تھی۔ تمام آرائش سے لے کر لائٹنگ تک تایا جان اسی سے کرواتے تھے۔

’’شرم کرو ــــــ ہینگ اور پھٹکری کے بغیر ہی چوکھا رنگ چاہ رہے ہو۔‘‘ عماد نے کہا تو وہ ڈھٹائی سے بولا۔

’’تو میں کون سا اپنی پسند کی منگنی کرنے جا رہا ہوں۔ میری فرمانبرداری کا کچھ تو صلہ ملنا چاہیے۔‘‘

’’ابھی پسند کی منگنی نہیں تو یہ حال ہے کہ پتھے پر ہاتھ نہیں دھرنے دے رہے۔ اگر خدانخواستہ ایسا کوئی حادثہ ہو جاتا تو پھر تو اللہ ہی مالک تھا۔‘‘ تائی جان نے طنز کیا تو وہ آرام سے بولا۔

’’پھر تو میں سر جھکا کر سب کچھ برداشت کئے جاتا۔‘‘

’’کیونکہ انسان کو اپنی غلطیوں کا خمیازہ خود ہی بھگتنا پڑتا ہے۔‘‘ ضحیٰ نے بڑی سمجھداری سے سر ہلایا تھا۔ چچی جان تو مزید بحث کو دردِ سر جان کر کچن میں چلی گئیں۔ تائی جان بھی سخت بدمزہ ہو کر اُٹھی تھیں۔ ان کے جاتے ہی عماد نے فہمائشی انداز میں انس کو لتاڑا تھا۔

’’بڑے لعنتی ہو یار! جب ایک گھر پر بہترین طریقے سے کام ہو سکتا ہے تو پھر عین ٹائم پر شوشے کیوں چھوڑ رہے ہو؟‘‘

’’کیونکہ اب میں مزدوروں جیسے کام نہیں کر سکتا۔ اُدھر لائٹنگ، اِدھر فٹنگ، اُدھر خیمے تو اِدھر شامیانے۔ یار! میرا رینک بڑھ رہا ہے۔ میں کسی کا منگیتر ہونے جا رہا ہوں۔ اب تو مجھے کچھ عزت دو۔‘‘ وہ جذباتی ہو چلا تھا۔ عماد نے اسے پچکارا۔

’’ناممکنات کی بات مت کرو میری جان! جو چیز اللہ نے نہیں دی وہ ہم سے لے کر کیا کرو گے؟‘‘

عماد کے انداز پر ضحیٰ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

’’تم تو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ ہر معاملے میں تمہاری موجودگی ضروری ہے کیا؟‘‘ انس اس پر چڑھ دوڑا اور ادھر سے بھی پٹاخ سے جواب موصول ہو گیا۔

’’کیا پتہ، کبھی کسی معاملے میں گواہی دینا پڑ جائے۔‘‘

’’ہاں جی۔ میرا بروک شیلڈ کے ساتھ افیئر جو چل رہا ہے۔‘‘ انس نے تمسخرانہ انداز میں کہا تو ضحیٰ بیچ بازار بھانڈا پھوڑنے والے انداز میں بولی۔

’’بروک شیلڈ نہ سہی مگر شیلا کے ساتھ تو چل ہی رہا ہے۔‘‘ اس قدر اچانک انکشاف پر عماد ہی نہیں خود انس بھی اچھل پڑا تھا۔

’’یہ شیلا کون ہے؟‘‘ عماد نے باری باری ان دونوں کو گھورا مگر انس تو اس وقت ضحیٰ کو تقریباً کچا چبا جانے کے موڈ میں تھا۔

’’تم نے میرے کمپیوٹر سے چھیڑ چھاڑ کی ہے؟‘‘

’’میں تو اپنی ای میل چیک کرنے گئی تھی مگر وہاں نی میل چیک ہو گئی۔‘‘ وہ معصومیت سے بولی مگر آنکھوں کی شرارتی چمک اس کی بات کی نفی کر رہی تھی۔

’’کسی روز تم میرے ہاتھوں ضائع ہو جاؤ گی۔‘‘ انس نے دانت کچکچائے تھے۔

’’تم بتاؤ ضوئی! یہ شیلا کون ہے؟‘‘ عماد نے تجسس سے پُر انداز میں پوچھا۔ اس کے حلقہ احباب میں یوں بھی لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ البتہ انس کے حوالے سے یہ پہلا انکشاف ہوا تھا۔

’’میں نے تو صرف آئی مس یُو کا کارڈ ہی پڑھا تھا، ہارٹ شیپ والا۔‘‘ وہ بڑے جوش سے بتانے لگی مگر انس کی خونخوار نظروں کے ڈر سے فوراً ہی بات بدل کر بڑے مدبرانہ انداز میں بولی۔

’’مگر ہو سکتا ہے مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی ہو اور انس بھائی نے اسے بہن بنا رکھا ہو۔‘‘

’’لعنت ہے۔‘‘ وہ بھڑک اٹھا تھا۔

ضحیٰ نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگایا۔

’’سوری! ــــــ اب نہیں بولوں گی۔‘‘

’’اگر یہ نہیں بولے گی تو میں بولوں گا۔ وہ بھی بڑے ماموں کے سامنے۔‘‘ عماد نے دھمکایا تو وہ سلگ اٹھا۔

’’خود کی تو سینکڑوں دوستیاں ہیں۔ مجھ سے تمہیں کیا مطلب؟‘‘

’’میں تو کھلی کتاب ہوں۔ تم بتاؤ، کس چکر میں ہو؟ اوپر سے اتنی رازداری؟ یاروں سے پردہ داری؟‘‘ عماد نے معنی خیزی سے پوچھا تو وہ ضحیٰ کو گھورنے لگا۔

’’یہ سب اس فتنی کا قصور ہے۔ ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا ڈالا۔‘‘

”ہاں جی، آپ سا معصوم تو اس دنیا میں کوئی گزرا ہی نہیں ہے۔“ ضحیٰ نے طنزیہ انداز میں کہا پھ عماد کو متوجہ کرتے ہوئے بولی۔

”پتہ ہے، عماد بھائی! ایک زمانے میں تو ان کے پر بھی ہوا کرتے تھے۔ فرشتے تھے نا یہ۔“

اس قدر دلچسپ انکشاف پر عماد نے بلا تکلف قہقہہ لگا کر داد دی تھی۔

”ضحیٰ! اب تم میرے ہاتھوں پٹ جاؤ گی۔“ انس کو غصہ آ گیا تھا۔

”ہاں جی۔ ایسا ہی اندھیر مچا ہوا ہے نا۔“ وہ خفا ہوئی تھی۔ پھر عماد سے پوچھنے لگی۔ ”حمرہ اور ص کب آ رہی ہیں؟“

”کل شام کو چھوڑ جاؤں گا یار! اتنی بھی کیا بے اعتباری ہے۔“ عماد نے کہا تو انس نے طنز کیا۔

”کام کرنے پڑ رہے ہوں گے نا اکیلے۔ اسی لئے ان کی یاد ستا رہی ہے۔“

”جی نہیں، آپ لوگوں کی شکلیں دیکھ دیکھ کر طبیعت بے زار ہو گئی ہے۔ اس لئے کہہ رہی ہوں۔“ اس نے فوراً حساب برابر کیا تھا۔

”بکواس نہیں کرو ضوئی!“ انس کو باوجود ضبط کے ہنسی آ گئی تھی۔

”السلام علیکم۔“ اسی وقت معید نے لاؤنج میں قدم رکھا تھا۔

”وعلیکم السلام۔“ بہت زور و شور کے ساتھ جواب دیا گیا تو وہ دھیمی سی مسکراہٹ لئے صوفے میں دھنس گیا۔

”آج آفس نہیں گئے تم؟“ انس کو وقت سے پہلے گھر میں موجود پا کر اس سے پوچھا تو وہ گہر سانس بھرتے ہوئے بولا۔

”وہی یار! مسئلہ تزئین و آرائشِ لان۔“

”کیا ——؟“ وہ چونک کر پوری طرح متوجہ ہوا تھا۔ ضحیٰ اور عماد معاملے سے واقفیت کی بنا ہنس رہے تھے۔

”والد صاحب کا ارشاد ہے کہ یہ تقریب بھی اسی لان کی گود میں ہو گی۔“ وہ ناگواری ۔ وضاحت کر رہا تھا۔

”ہاں تو اس میں قباحت کیا ہے؟“ وہ سمجھا نہیں تھا۔

”اس کا خیال ہے کہ اب یہ چونکہ منگیتر جیسے اعلیٰ عہدے پر فائز ہو رہا ہے، اس لئے اس ۔ لان کی صفائی ستھرائی کا کام لینے کا سوچا بھی نہ جائے۔“ عماد نے وضاحت کی تو وہ متاسفانہ نظروا سے انس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

”اتنا خوب صورت لان ہے ہمارا۔ تمہیں کس بات پر اعتراض ہے؟“

”میں اور کچھ نہیں کروں گا، سوائے انگوٹھی پہننے کے۔“

اس کے انداز پر معید مسکرا دیا تھا۔

”تو ٹھیک ہے۔ باقی سب میں سنبھال لوں گا۔“ اس نے انس کی ٹینشن دور کرنا چاہی تھی۔

اس کے پُرسکون چہرے کو ایک نظر دیکھ کر کپ ٹرے میں رکھنے لگی۔

”اور والد صاحب کو کون سمجھائے گا؟“ وہ جس قدر ریلیکس دکھا رہا تھا، اندر سے اتنا ہی مضطرب بھی تھا۔

”وہ کچھ نہیں کہیں گے۔ میں ان سے بھی بات کر لوں گا۔“ معید اسے تسلی دیتے ہوئے اٹھ گیا۔

”ہنہ، جیسے سب اس کی مٹھی میں بند ہیں۔ جب چاہے، جیسی چاہے بات منوا لیتا ہے۔“ ضحیٰ نے ر جھٹکا تھا۔

”صبا کہاں ہے؟“ معید نے پوچھا تو جواب عماد نے دیا۔

”صبا اور حمرہ ہماری طرف ہیں۔ کل شام تک واپس چھوڑ جاؤں گا۔ امی کو ڈرائنگ روم کی سیٹنگ وغیرہ چینج کرنا تھی اسی کے لئے بلوایا ہے۔“

”ابھی میں جا کر شاور لوں گا۔ دس منٹ کے بعد چائے میرے کمرے میں دے جانا۔“ اب کی بار اس نے یہ حکم ضحیٰ کے لئے جاری کیا تھا۔ جو باقی سب کو تو نہیں مگر ضحیٰ کو بہت محسوس ہوا تھا۔

”یہیں آ جاؤ نا۔ گپ شپ رہے گی۔“ عماد نے آفر کی تو وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔

”رات کو سٹنگ ہو گی یار! ابھی بہت تھکا ہوا ہوں۔“

”ہاں جی۔ کچہری انہی کے سر پر تو چل رہی ہے۔“ کچن کی طرف بڑھتی ضحیٰ جل کر بس سوچ ہی سکی تھی۔

تائی جان کچن ہی میں تھیں۔ اسے دوبارہ چائے کے لئے پانی چڑھاتے دیکھ کر پوچھنے لگیں۔

”اب کس کے لئے بنا رہی ہو؟“

”معید کے لئے۔“ اس نے مختصراً کہا تو وہ بولیں۔

”ساتھ میں کچھ کھانے کے لئے بھی دے دینا۔ فریج میں کیک بھی رکھا ہے۔“

”انہوں نے صرف چائے کا کہا ہے۔“ ضحیٰ کو یہ ڈیوٹی بالکل نہیں بھائی تھی۔

”پھر بھی —— تھکا ہوا آیا ہے۔ ہو سکتا ہے اسے بھوک لگی ہو۔“ تائی جان نے کہا تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

”تائی جان! آپ تو بالکل کسی ننھے بچے کی طرح اس کا خیال رکھتی ہیں۔“

معید کا ذکر آتے ہی ان کا چہرہ شفقت سے چمکنے لگا۔

”میرے لئے تو وہ آج بھی ننھا سا بچہ ہی ہے۔ چھ سال کا تھا جب ماں باپ کے سائے سے محروم ہونے کے بعد میری گود میں آیا تھا۔ ڈرا سہا، چھپ چھپ کر روتا ہوا۔ مہینوں لگے تھے مجھے اسے اپنا بنانے میں۔ اور پھر میں نے اسے اتنی محبت دی کہ انس کے مقابل لا کھڑا کیا۔ آج دیکھ لو، معید کے معاملے میں کوئی بھی مجھ پر انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ انس میں ہزار خامیاں ڈھونڈ لو۔“ ان کے لب و لہجے سے پیار ہی پیار جھلک رہا تھا۔

”یہ تو واقعی ماننے والی بات ہے —— لوگ تو اتنی محبت اور توجہ اپنی اولاد کو بھی نہیں دیتے جیسی

آپ نے اپنی نند کی اولاد کو دی ہے۔'' ضحیٰ نے قہوے میں دودھ ڈالتے ہوئے توصیفی انداز میں کہا تو وہ سادگی سے بولیں۔

''میں نے اسے ہمیشہ اپنی سگی اولاد ہی سمجھا ہے —— مجھے کبھی انس اور معید میں کوئی فرق لگا ہی نہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ وہ انس سے بڑھ کر میرا خیال کرتا ہے —— فرمانبرداری میں اپنی مثال آپ ہے۔''

ضحیٰ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے مگ میں چائے انڈیلنے لگی۔

واقعی معید کی فرمانبرداری اور سمجھ داری کے سبھی معترف تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سب اس کی ہر بات نہایت آسانی اور سہولت سے مان لیتے تھے اور تایا جان تو چلتے بھی بھانجے کے مشورے سے تھے۔ اس کے برعکس انس کی طبیعت میں حد درجہ جذباتیت اور قدرے ہٹیلا پن تھا۔ جسے تایا جان کی ''گرج چمک'' کے بعد صرف معید ہی سکون سے ہینڈل کرسکتا تھا۔ کوئی بھی بات وہ بہت آسانی سے منوالیتا تھا۔ اسی خوبی کی بناء پر عماد اسے انس کا ریموٹ کنٹرول کہتا تھا۔ خود انس بھی اپنی خامیوں اور معید کی خوبیوں کا اعتراف کھلے دل سے کرتا تھا۔ نہ تو کبھی کسی نے معید کی ان خوبیوں سے جلن محسوس کی تھی اور نہ ہی حسد۔ سوائے ضحیٰ میر کے۔

اس نے جب بھی معید سے کسی معاملے میں مدد طلب کی تھی مایوسی ہی پائی تھی۔ ایک بار کالج ٹرپ کے ساتھ تین روز کے لئے شمالی علاقہ جات کی طرف جانے کی اجازت نہ ملنے پر اس نے سب کی طرح بڑے مان کے ساتھ شاید پہلی بار معید سے مدد طلب کی تو اس نے چچا جان سے بھی زیادہ خشکی سے انکار کردیا۔ بلکہ ساتھ ہی آدھے گھنٹے کا ایک سیر حاصل لیکچر بھی دیا جس میں تعلیم کی افادیت اور تفریح کے مضر اثرات پر جی بھر کر روشنی ڈالی گئی تھی۔ تب پہلی بار معید کی طرف سے اس کا دل کھٹا ہوا تھا۔ یہی معید جب انس اور وجدان کو اس طرح کا کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وکیل بن کر اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ اس کے دوستوں نے واپسی پر وہاں بنائی تصویریں دکھائیں تو مسحور کن نظاروں نے پھر سے اس کا دل دکھی کردیا۔

دوسری بار اس کی بیسٹ فرینڈ کے بھائی کی مہندی کی تقریب میں جانے کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس سے پہلے کہ گھر میں کسی سے اجازت مانگنے کی نوبت پیش آتی سب سے پہلے معید ہی نے اعتراض جڑ دیا تھا۔

''لڑکی کی مہندی ہوتی تو تمہارا جانا بنتا تھا۔ یہ تو خالصتاً لڑکوں کی تقریب ہے۔ وہی مہندی وغیرہ نکالیں گے۔ تم انجان لوگوں میں جا کے کیا کروگی؟ وہ بھی اتنی دُور۔'' وغیرہ وغیرہ۔

اس کے یہ اعتراضات سب کو بہت معقول لگے تھے۔ سو ضحیٰ کو وہاں بھی جانے کی اجازت نہیں دی گئی۔ تب سے ضحیٰ نے معید سے مدد مانگنا تو ایک طرف بلاوجہ بات کرنا بھی ترک کردیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ ہر ایک کی مدد کرسکتا تھا سوائے اس کے۔ اور وہ معید حسن کا کوئی بھی احسان نہ لے کر بہت خوش تھی۔

چائے کا مگ لئے وہ دروازہ کھٹکھٹا کر اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو اسے دیکھ کر بستر پر آڑا ترچھا، نیم دراز وہ اٹھ بیٹھا۔ شاور لینے کے بعد اب یقیناً اس پر نیند کا غلبہ طاری ہونے لگا تھا۔

''چائے کا ایک کپ کتنی دیر میں بن جاتا ہے؟'' مگ تھامتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

''یہی کوئی پانچ منٹ میں۔'' اس کی زبان پھسل گئی۔

''اور میں پچھلے بیس منٹ سے ویٹ کر رہا ہوں۔'' جتانے والے انداز میں کہہ کر وہ چائے کا گھونٹ بھرنے لگا۔

''ہنہ، نوابزادہ کہیں کا۔'' ضحیٰ اسے ہلکا سا گھور کر پلٹ گئی۔

''آئندہ میرے لئے چائے بناؤ تو چینی صرف ایک چمچ ڈالنا۔'' اطلاع دی گئی۔

وہ جھنک کر پلٹی تھی۔ ''نہ تو یہ میری ڈیوٹی ہے اور نہ ہی آئندہ میں آپ کی باورچن کے عہدے پر تفویض ہونے والی ہوں۔''

اس کے غصے پر وہ حیران سا اسے دیکھنے لگا۔

''لڑکیوں کا اور کیا کام ہوتا ہے؟'' اس کی سیاہ آنکھوں میں نیند کی ہلکی سی سرخی دیکھ کر ضحیٰ کو خیال آیا۔ کل رات جب وہ اور صبا مووی دیکھ کر اٹھیں تو واپسی پر اس نے معید کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھی تھی۔ یعنی وہ رات گئے تک کوئی کیس اسٹڈی کرتا رہا تھا۔ اسی لئے اب نیند کے حصار میں تھا۔ صبح اٹھتا بھی تو جلدی تھا۔

''ساری دنیا کا بوجھ تو جیسے لڑکوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا رکھا ہے نا۔'' وہ کلس کر بولی تھی۔

''کتنی مرتبہ کہا ہے یوں پٹاخ سے جواب مت دیا کرو۔'' وہ ناگواری سے بولا تو وہ تپ گئی۔

''میں ایسی ہی ہوں اور کسی کے کہنے سے بدل نہیں جاؤں گی۔'' چیخ کر کہتے ہوئے وہ پھر اس کے کمرے میں رکی نہیں تھی۔ لاکھ اس سے چڑتی تھی مگر معید کا سنجیدہ اور لئے دیئے رہنے والا انداز کافی رعب بھی رکھتا تھا۔

''بے وقوف۔'' معید نے سر جھٹک کر مگ ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔

●●●●●

''میر ہاؤس'' میں یوں تو دو پورشنز تھے مگر کھانا ناشتہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ گھر میں خدا کی رحمت اور آپس میں محبت بے پناہ تھی۔

اگلے روز شام کو عماد نہ صرف صبا اور حمرہ بلکہ مریم پھپھو کو بھی ساتھ لے آیا تھا۔ ضحیٰ نے سکھ کی سانس لی۔

''اور بھئی برخوردار! کیا انتظامات کئے ہیں آپ نے؟'' کھانے کے بعد چائے سے فارغ ہو کر تایا جان کا روئے سخن انس کی طرف ہوا جو عماد کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔

''وہ ابو جی! سب سمجھیں ہو ہی گیا ہے۔'' وہ گڑبڑایا تو ضحیٰ نے محظوظ ہوتے ہوئے ساتھ بیٹھی صبا کے پاؤں پر پاؤں مارتے ہوئے اسے بھی گویا تماشا دیکھنے کی دعوت دی تھی۔

"وہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا ہو گیا ہے؟" تایا جان نے اکلوتی اولادِ نرینہ کو کھلایا سونے کا نوالہ مگر دیکھا ہمیشہ شیر کی نظر سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر وقت لاپرواہی اور لا ابالی پن دکھانے والے انس کی زبان ان کے سامنے تالو سے چمٹ جاتی تھی۔

"جی، وہ ـــــ تم بتاؤ نا معید!" کچھ سمجھ میں نہ آتے دیکھ کر اس نے جس طرح سے معید کو اس معاملے میں گھسیٹا تھا۔ اس پر سب ہنسنے لگے۔

"میں نے کہا بھی تھا کہ یہ نالائق ابھی اس ذمہ داری کے لائق نہیں ہے مگر ہر ماں کی طرح آپ کو اس کی شادی کا شوق چرا رہا ہے۔" وہ تائی جان سے کہہ رہے تھے۔ سب کے درمیان اپنی عزت افزائی پر انس نے خجل ہو کر معید کو گھورا۔ بات سنبھالنے کا اشارہ بھی کیا مگر شاید وہ بھی اس کی حالت سے حظ اٹھانے کے موڈ میں تھا۔ ان دیکھی کر گیا۔

"آپ کے ساتھ بزنس تو سنبھالنے لگا ہے۔ اور کیا ہوتا ہے لائق ہونا؟" تائی جان نے انس کی حمایت کی تو چچی جان کو بھی اس کے لٹکے ہوئے چہرے پر ترس آ گیا۔

"اچھا ہے بھائی صاحب! گھر میں کوئی رونق ہو گی۔ کافی عرصے سے کوئی بڑی تقریب نہیں ہوئی ہے۔"

"واقعی، دادا جان کے چالیسویں کے بعد سے اب تک کوئی بڑی تقریب نہیں ہوئی ہے۔" ضحیٰ نے صبا کی طرف جھک کر سرگوشی میں کہا تو اس کی گپ بازی پر صبا کو بہت زوروں کی ہنسی آئی مگر فوراً ہی معید کو خشمگیں نگاہوں سے ضحیٰ کو دیکھتے پا کر وہ سٹپٹا گئی۔ صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ بھی ضحیٰ کی خیال آرائی سے پوری طرح مستفید ہو چکا ہے۔ خود ضحیٰ بھی خفیف سی ہو گئی تھی۔

"میں بھی تو یہی کہہ رہا ہوں کہ اپنے گھر میں رونق ہونی چاہئے۔ یہ کیا فضول سی رسم چل نکلی ہے کہ میرج ہال میں جا کر منگنی شادی کر آئے۔ اپنی خوشیاں اپنے ہی گھروں میں منانی چاہئیں نہ کہ دوسروں کے ہاں جا کر۔ یہی تو خوب صورت یادیں ہوتی ہیں اپنے در و دیوار سے وابستہ۔" وہ بہت خوب صورتی سے اپنا مطمع نظر پیش کر رہے تھے۔ جس سے سبھی متاثر ہوئے تو انس منمنا کر بولا۔

"ابو جی! میں نے کب انکار کیا ہے؟"

"آپ بے فکر رہیں بڑے ماموں! میں نے اوپری کام نمٹا دیئے ہیں۔ ارینج منٹ بھی بہت اچھا ہو گا اور مینیو بھی۔" معید کو انس کی شکل پر ترس آ گیا تھا اور واقعی آج نہ صرف اس نے لائٹنگ والے بلکہ ہر ضروری کام سے متعلقہ شخص کو ہفتے کے روز کے لئے ہائر کر لیا تھا تا کہ اتوار کو منگنی والے روز لان کی ارینج منٹ اپنی حتمی شکل میں ہو۔

تایا جان نے مطمئن ہو کر سر ہلایا تو انس کی سانسیں آسان ہوئی تھیں۔

تایا جان اور چچا جان کے جانے کے بعد مریم پھپھو نے انہیں آفر کی تھی۔

"تم لوگ پھر کل شاپنگ کے لئے چل رہی ہو نا؟"

صبا نے فوراً نفی میں اور ضحیٰ اور حمرہ نے اثبات میں سر ہلایا تو انہیں تعجب ہوا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا؟"

"تمہیں کیا تکلیف ہے؟ ـــــ اکلوتے بھائی کی منگنی کی شاپنگ نہیں کرنی ہے کیا؟" ضحیٰ نے اسے گھورا تھا۔

"جون کی تپتی دوپہروں میں مجھے سڑنے کا کوئی شوق نہیں۔ ابھی تمہارے برتھ ڈے پر جو سوٹ سلوایا ہے وہ بالکل نیا ہے۔ وہی پہن لوں گی۔" اس نے بیٹھے بیٹھے ہی پروگرام بنا لیا تھا۔

"سبحان اللہ، یہ خیالات ہیں دولہا کی بہن کے۔" ضحیٰ نے تو سر ہی پیٹ لیا تھا۔ جس قدر وہ شاپنگ اور ملے گلے کی شوقین تھی صبا اسی قدر ان دلچسپیوں سے الرجک تھی۔

"دولہا نہیں، منگیتر۔" عماد نے ٹوکا تھا۔

"دولہا بھی بن ہی جاؤں گا۔" انس کے حوصلے بلند تھے۔

"ہاں، کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک۔" عماد نے آہ بھری۔

"میں جی لوں گا۔" انس نے اسے تسلی دی تھی۔

"انس بھائی! آپ منگنی والے روز کیا پہن رہے ہیں؟" ضحیٰ کا روئے سخن انس کی طرف ہوا تو وہ حیران ہوتے ہوئے بولا۔

"کپڑے پہن رہا ہوں۔ اور کیا۔"

"افوہ! میرا مطلب ہے کہ کیسے کپڑے بنوا رہے ہیں فنکشن کے لئے؟" وہ جھنجلا گئی تھی۔

"یہ سوچنے کے لئے ہم نے دو عدد خادم رکھے ہوئے ہیں۔" انس نے شاہانہ انداز میں کہتے ہوئے معید اور عماد کی طرف اشارہ کیا تھا۔ "خادم نمبر ایک! پہلے تم بتاؤ، تم نے ہماری ڈریسنگ کے لئے کیا سوچا ہے؟" اشارہ عماد کی طرف تھا جو پہلے ہی اس کے انداز پر تلملا رہا تھا۔ سکون سے بولا۔

"ویری یونیک سر! دھوتی، کُرتہ، پیروں میں کھسے، ایک ہاتھ میں حقہ۔ اب یہ آپ پر انحصار کرتا ہے کہ کھسہ سادہ پسند کریں گے یا تلّے والا؟"

سب کے ہنسنے پر انس خفیف سا ہو کر عماد کو گھورنے لگا۔

"پتہ نہیں یہ لوگ کب سنجیدہ ہوں گے۔" چچی جان سخت نا اُمید تھیں۔

"سب سے معقول میں ہوں۔" حمرہ نے تفاخر سے کہا تو صبا نے اسے گھور کر دیکھا۔

"جی ہاں۔ اگر منہ بند ہی رکھو تو۔"

"انس! اب تم تو کچھ سمجھدار ہو ہی جاؤ۔ کہیں مجھے اپنی سسرال میں بھی شرمندہ نہ کروا دینا۔ تمہارے ابو تو پہلے ہی اس منگنی کو میری جلد بازی قرار دے رہے ہیں۔" تائی جان اس پہلی پہلی ذمہ داری سے کافی گھبرا رہی تھیں۔

"کم از کم اس منگنی کے لئے تو میں دل و جان سے سنجیدہ ہوں امی حضور! آپ بسم اللہ کیجئے۔" بھرپور تسلی دی تو عماد نے برجستہ کہا۔

"بالکل بڑی مامی! چھری عین گردن پر پھیریئے گا۔"

مریم پھپھو نے بیٹے کو گھورتے ہوئے تائی جان کو تسلی دی تھی۔

"کوئی جلد بازی نہیں ہے بڑی بھابی! یہی اصل عمر ہے شادی کی۔"

"بس دوسروں کو ہی مشورے دیتی رہیں گی۔ خود کے بیٹے کی عمر بیتی جا رہی ہے، اس کا کچھ خیال نہیں۔" عماد نے متاسفانہ انداز میں کہا تو ان سب کو ہنسی آ گئی۔

"تمہاری شادی کا تو میں ابھی نام بھی نہیں لینے والی۔ سخت غیر ذمہ دار قسم کے انسان ہو تم۔ اور مجھے کسی بے چاری کی بد دعائیں سمیٹنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" انہوں نے صفا چٹ انداز میں کہا تو وہ منہ بسور کر بولا۔

"کوئی ذمہ داری ڈالیں گی جب ہی تو یہ غیر ذمہ داری ختم ہو گی نا۔"

"اس کی اکٹھی ہی چار کر دیں ـــــــ زیادہ ذمہ داریاں ہوں گی تو ذمہ داری کا احساس بھی زیادہ ہو گا۔"

انس کا مشورہ عماد کو بے حد پسند آیا۔ تبھی باقاعدہ کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملایا گیا تھا۔

"اس فیور کا بہت شکریہ۔"

"یہ لوگ صرف مسخرہ پن ہی دکھا سکتے ہیں۔ اور کچھ نہیں آتا نہیں۔" تائی جان زچ ہو گئی تھیں۔

ان دنوں انہیں انس کی غیر سنجیدگی بری طرح کھٹک رہی تھی۔ بالکل انجان لوگوں میں رشتہ طے ہو رہا تھا۔ اب کیا پتہ کون کیسی طبیعت کا مالک ہو ـــــــ اور ادھر سب ایک سے بڑھ کر ایک شگوفہ تھے۔ بنا سوچے سمجھے بولنے والے۔ حد تو یہ تھی کہ بولنے کے بعد بھی سوچنے کی زحمت نہیں کرتے تھے کہ کہا کیا ہے۔

"ذرا اس کی شادی ہو لینے دیں بڑی مامی! بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔" معید نے انہیں تسلی دی تھی۔ جس کا انس نے سختی سے نوٹس لیا۔

"میرا بھی کچھ خیال کرو۔ میں بھی ٹھیک ہونا چاہتا ہوں۔" عماد کی دہائی نے سب کو مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"انس بھائی کی شادی والے روز آپ بھی اپنے لئے کوئی لڑکی پسند کر لیجئے گا۔" حمرہ نے آئیڈیا پیش کیا۔ عماد نے توصیفی انداز میں اس کا شانہ تھپکا مگر انس نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"ابھی تو یہ اس گھر کی پہلی خوشی ہے۔ خیر سے نمٹ جائے تو پھر باقی سب کا بھی جلد ہی کوئی بندوبست کریں گے۔" مریم پھپھو نے کہا تو عماد لقمہ دینا نہ بھولا۔

"اگر یہ تجربہ کامیاب ہو گیا تو؟"

مریم پھپھو کا جھانپڑ اس کے شانے پر پڑا تھا۔

"یہاں کون سے میزائل تیار ہو رہے ہیں۔"

"بہو کو آ لینے دیں، وہ بھی تیار ہونے لگیں گے۔" وہ اپنا شانہ سہلاتا ان کی پہنچ سے دور کھسکا تھا۔

"زبان دیکھو ان کی ذرا۔ مجال ہے جو معید کا سایہ بھی پڑا ہو ان پر۔" وہ چڑ کر بولیں تو انس نے

ف کیا۔

"یہ صرف گھنا اور میسنا ہے۔"

"تم لوگوں کی بک بک سے تو اچھا ہے نا۔ کبھی جو کسی کو کوئی شکایت کا موقع دیا ہو۔" وہ صاف
ا سے کہہ رہی تھیں۔

"اپنا یار جو ہوا۔" عماد نے اس کا شانہ تھپک کر اس قدر تفاخر سے کہا جیسے اس کی تمام خوبیاں اسی
ر ہونِ منت ہوں۔ مریم پھپھو تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گئی تھیں۔ پھر ان کو سمجھانا عبث جان کر
سے مخاطب ہوئیں۔

"تم لوگ چلو۔ چل کے دیکھو کس کس چیز کی ضرورت ہے۔ تاکہ ابھی لسٹ بنا لی جائے۔ نگین
لئے بھی تو شاپنگ کرنی ہے۔"

میدان خالی پاتے ہی انس نے عماد کا گھیراؤ کیا تھا۔

"آج کل تم کن ہواؤں میں اُڑ رہے ہو؟ میں نے تمہیں میکڈونلڈز سے نکلتے دیکھا ہے۔"

"میکڈونلڈز جانا جرائم میں کب سے شمار ہونے لگا ہے؟" اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ
ل گئی تھی۔

"جب سے تم نے پری وشوں کے ساتھ گھومنا شروع کیا ہے۔" معید نے ٹکڑا لگا کر واضح کیا کہ
ہی صورت حال سے اچھی طرح واقف ہے۔

"اب بتاؤ گے یا مریم پھپھو سے پوچھنا پڑے گا؟" انس واضح طور پر دھمکا رہا تھا۔ جب تک یہ
شارجہ میں رہے تھے وہاں کے ماحول کو دیکھتے ہوئے مریم پھپھو نے عماد کو کبھی لڑکیوں سے دوستی
نے سے نہیں روکا تھا۔ مگر پاکستان سیٹل ہونے کے بعد تو وہ اس کی کڑی نگرانی کرنے لگی تھیں۔

"کیا بکواس ہے یار! آدمی کا کچھ پرسنل بھی ہوتا ہے۔"

"مگر آدمی جب اپنے پرسنلز کو خود ہی بغل میں لئے پھرتا رہے تو پھر کچھ بھی پرسنل نہیں رہتا۔"
نے رسانیت سے جتایا تو وہ شرم دلانے والے انداز میں بولا۔

"ویسے معید! تجھے میں اتنا خبیث نہیں سمجھتا تھا۔ انس کی صحبت کافی برا اثر ڈال گئی ہے تجھ پر۔"
معید ہی نہیں بلکہ بہت ڈھٹائی کے ساتھ انس نے بھی قہقہہ لگایا تھا۔

"شرم کرو تم لوگ۔ دوست ہے وہ میری۔" وہ چڑ گیا تھا۔

"اگر سنجیدہ ہو تو شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ یوں لئے، لئے پھرنے کا کیا مقصد ہے؟" معید کو اس
ح کے چکر پسند نہیں تھے۔ سو سیدھا سادھا سا مشورہ دیا۔

"ابھی سے شادی؟ ـــــــ ابھی تو ہم دونوں ایک دوسرے کو ٹھیک سے جانتے بھی نہیں ہیں۔"
ہنسا تھا۔

"یہ کیا لاجک ہے؟ اگر ابھی سے ایک دوسرے کو جان، سمجھ لو گے تو شادی کے بعد کیا کرو
ے؟" معید کو تعجب ہوا تھا۔

"میری جان! پہلے سے جانچ پرکھ ہوگی تبھی ہیپی لائف گزرے گی نا۔" وہ مطمئن تھا۔

"اور فرض کرو اس لڑکی سے تمہاری ذہنی مطابقت نہ ہوئی تو؟"

"تو پھر گڈ بائے۔" وہ ہنوز اسی طمانیت و لاپرواہی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"اس ذہنی مطابقت کے چکر میں تم کتنی لڑکیوں کو ریجیکٹ کرو گے؟ اس سے تو بہتر ہے کہ سے ایک لڑکی کے ساتھ شادی کر لو۔" معید کو اس کے اندازِ فکر نے کوفت میں مبتلا کیا تھا۔

"خواہ مخواہ ہی ایک انجان لڑکی کو گھر لے آؤں۔ بھئی پہلے ایک دوسرے سے جان پہچان چاہئے۔" عماد نے کہا تھا۔

"بکواس ہے یہ سب۔" معید نے سر جھٹکا تھا۔ پھر اسے قائل کرنے والے انداز میں
"ضروری نہیں ہے کہ جانچ پرکھ کے بعد ہی لڑکی کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا جائے۔ محبت کے ساتھ انجان لڑکی کو بھی اپنی ذہنی سطح تک لایا جا سکتا ہے۔"

"اتنا ٹائم کون ضائع کرے۔" وہ ہنسا تھا۔

"اور یہ جو اتنے دنوں تک ایک لڑکی پر اپنے جذبات لٹاتے ہو، اس کے ساتھ اپنی فیلنگز کرتے ہو یہ سب ویسٹ آف ٹائم نہیں ہے کیا؟"

"یونہی ایک روز مجھے اپنی فرسٹ لیڈی مل جائے گی۔" وہ اطمینان سے بولا تو انس کو ہنسی آ

"وہ فرسٹ لیڈی کہاں سے ہوگی۔ پتہ نہیں کیا نمبر ہوگا بے چاری کا۔"

"اینی ویز عماد! یو آر ٹوٹلی رانگ۔ ہمارے ہاں تو یہ صورت حال نہیں ہے۔ اب انس ہی کو لو۔ صرف تصویر ہی دیکھی ہے اس نے اور منگنی کروا رہا ہے ــــــ تم کیوں اتنے لمبے چکروں م رہے ہو؟"

"اپنی اپنی فطرت کی بات ہے یار!" انس نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا تھا۔ پھر مزے بولا۔ "میں بھی اپنی منگیتر کو فون کیا کروں گا۔"

"وہ دوسرا معاملہ ہے۔ یہ تو ہر لڑکی کو چیک کرتا پھر رہا ہے۔ یوں تو ذہنی مطابقت نہیں ہوتی معید اسے سمجھانا چاہ رہا تھا۔

"تو پھر کیسے ہوتی ہے؟" عماد نے زچ ہو کر پوچھا تھا۔

"باہمی رشتے میں بندھنے کے بعد ایک دوسرے پر اعتماد اور محبت کے سہارے۔ جب آپ محبت، آپ کا خیال، دوسرے کے دل و دماغ پر حاوی ہو جائے تو پھر ذہنی مطابقت ہوتے دیر لگتی۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"کیا تم محبت کی شادی نہیں کرو گے؟" عماد نے پوچھا تو وہ لحظہ بھر کے توقف کے بعد سنج سے بولا۔

"محبت کی شادی چاہے نہ کروں مگر جس سے شادی کروں گا اس سے محبت ضرور کروں گا۔"

"کیونکہ تمہارے پاس اور کوئی چوائس ہی نہیں ہوگی۔ یہ تو سراسر مجبوری کا سودا ہوا نا۔" وہ

رنے لگا۔

"مجبوری کیوں۔ ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر آہستہ آہستہ ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہونا پائیدار محبت کی بنیاد ہے۔"

"اور اگر تم دونوں میں ذہنی مطابقت نہ ہوئی تو؟" انس کو اس بحث میں لطف آ رہا تھا۔ کہنی کے نیچے کشن رکھتے ہوئے وہ دلچسپی سے معید کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"تو ـــــ" اس نے گہری سانس اندر کھینچی تھی پھر مسکرا دیا۔ "لگن ہونی چاہئے۔ ارادے میں پختگی ہونی چاہئے۔ ہر شے آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو سکتی ہے۔ انسان تو پھر اثر پذیر مخلوق ہے، سے اپنے قالب میں ڈھالتے کتنی دیر لگتی ہے۔"

"اچھی تھیوری ہے۔ مگر اس کے لئے صبر و برداشت چاہئے جو کہ صرف تم ہی کر سکتے ہو۔" اب کی بار عماد نے بھی اسے سراہا تھا۔

"تم اپنے افکار مت بدلنا۔" معید نے اسے گھورا تو وہ بڑے انداز سے بولا۔

"ہم تو آزاد فضاؤں کے پنچھی ہیں۔ ابھی کوئی ایسا پنجرہ ہی نہیں بنا جو ہمیں قید کر سکے۔"

"جس روز پھپھو کو بتا دیا نا، اس روز تمہارے پر کترنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کیونکہ انہیں خود ہی جھڑ جانا ہے۔" انس کی دھمکی پر معید بھی ہنس دیا تھا۔ عماد ان دونوں کو گھور کر رہ گیا تھا۔

●●●●●

شانوں پر لہراتے خوب صورت شہد رنگ بالوں، سیندور ملے دودھ جیسی رنگت اور حسین شربتی آنکھوں کے سنگ، بے باک انداز لئے وہ محفل کی جان بنی ہوئی تھی۔ مگر خود اس کی تمام تر توجہ کچھ دور اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑے شخص پر مرکوز تھی۔

بلیک سوٹ میں ملبوس ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے، دوسرے میں مشروب کا گلاس تھامے توں میں مصروف اس شخص کا سائیڈ پوز بہت جانا پہچانا لگ رہا تھا۔ سب اِدھر اُدھر گھوم پھر رہے تھے۔ اس لئے کوئی نہ کوئی درمیان میں آ جاتا تو لحظہ بھر کو وہ نظروں سے اوجھل ہو جاتا تھا۔ ورنہ اب تک شاید وہ اسے پہچان چکی ہوتی۔

"ایکسکیوز می۔" وہ اپنے گروپ سے معذرت کرتی ہوئی دل میں تجسس لئے اس کی طرف بڑھی جہاں اس شخص کو دیکھا تھا۔ مگر ٹھٹک کر رکنا پڑا۔ کیونکہ اب وہ وہاں پر نہیں تھا۔ وہ مایوسی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔

"کس کو ڈھونڈ رہی ہو ـــــ؟" سعد نے قریب آ کر پوچھا۔ اسی نے یہ بزنس پارٹی ارینج کی تھی مگر یہاں کی فضا کاروباری سے زیادہ دوستانہ تھی۔

"کسی کو بھی نہیں۔" وہ مسکرا دی۔

"پارٹی کیسی جا رہی ہے؟" وہ اچھے میزبانوں کی طرح پوچھ رہا تھا۔

وہ بشاشت سے مسکرا دی۔

"بہت زبردست ارینجمنٹ ہے۔" وہ توصیفی انداز میں بولی۔ مگر اس کی بات ادھوری ہ اسی وقت اسے وہی شخص کارنر والی ٹیبل کے پاس دکھائی دیا تھا۔

"ایکسکیوز می سعد! میں ابھی آتی ہوں۔" وہ بہ عجلت کہتی ہوئی چلی گئی تو وہ حیران دوستوں کی طرف بڑھ گیا۔ اس خوش لباس وخوبرو شخص کے قریب جانے تک وہ بہت اچھ پہچان چکی تھی۔

"ہیلو ڈیشنگ مین! کیا تم میرے نئے ایڈ میں کام کرنا پسند کرو گے؟" دلکش سی مسکرا ساتھ اس نے بہت شستہ انگریزی میں کہا تو وہ چونک کر پلٹا۔ اس شخص کی آنکھوں میں اترتی ج فوراً ہی بے یقینی غالب آگئی تھی۔

"آئی ڈونٹ بلیو دِس۔ ژالے آفریدی! کیا یہ واقعی تم ہو؟" وہ بے پناہ تحیر میں مبتلا تھا۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنسی تو کئی گردنیں ان کی طرف مڑ گئیں۔

"دیکھ لو ـــــ دے دیا نا سرپرائز۔" وہ اس کی حیرت سے حظ اٹھاتے ہوئے مسکرا رہ پھر اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے بے تکلفی سے بولی۔

"میں تو سمجھی تھی شاید مجھے ابھی تمہارے سامنے اپنا وزیٹنگ کارڈ پیش کرنا پڑے گا تب پہچانو گے۔"

نوفل نے گرم جوشی کے ساتھ اس کا مخروطی ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں تھاما تھا۔ پھر اسے ایک پیش کرتے ہوئے خود اس کے مقابل براجمان ہوتے ہوئے استعجاب سے پوچھنے لگا تھا۔

"تم پاکستان کب آئیں؟ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مجھے خبر کیوں نہیں کی؟"

"اُف......" وہ اپنے شہد رنگ خوب صورت بالوں کو شانوں سے پیچھے جھٹکتے ہوئے دلکشی ہنس دی تھی۔ "آہستہ۔ اب میں یہیں ہوں اور کہیں بھی نہیں جانے والی۔"

نوفل حیران ہوا تھا۔

"یعنی مستقل طور پر یہاں آگئی ہو؟"

"میں باقاعدہ پلان کر کے نہیں آئی۔ تمہیں تو پتہ ہے نا ڈیڈی کی ضد کا۔ ایک ہی رٹ تھ سب کچھ وائنڈ اپ کر کے پاکستان چلا جائے۔ بس مجھ ہی کو ہار ماننا پڑی۔ تین ماہ ہو رہے ہیں یہاں آئے ہوئے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ویٹر کو روک کر ٹرے میں سے کولڈ ڈرنک کے دو گلاس اٹھا کر ایک ژالے کی طرف بڑھا ہوئے وہ متاسفانہ انداز میں بولا۔

"اور ان تین ماہ میں تمہیں ایک بار بھی اتنی شرم نہیں آئی کہ مجھ سے کنٹیکٹ کر لیتیں۔"

"بائی گاڈ نوفل! امریکہ جیسے ملک اور نیو یارک جیسے شہر کو چھوڑ کر یہاں سیٹل ہونا میرے ایک خوف ناک خواب جیسا ہے۔ ابھی تک میں ایڈجسٹ نہیں کر پا رہی۔ کئی بار میں نے وا بھاگ جانے کا سوچا مگر تم جانتے ہو نا کہ میں ڈیڈی سے کتنی محبت کرتی ہوں۔" وہ بے بسی سے

رہی تھی۔ پھر اسے شرمندہ کرنے والے انداز میں بولی۔

"اور تم......تم نے پچھلے چار سالوں میں کتنا رابطہ رکھا ہے ہم سے؟ چند ایک کارڈز اور ای میلز۔ وہ بھی بھولے بھٹکے۔"

"چلو مان لیا کہ غلطی ہم دونوں کی تھی۔ تم یہ بتاؤ فریڈ، ڈینیئل، جوزف، شیری، جینی اور خاص طور پر اس بھگوڑے کی خبر سناؤ۔ کوئی اتہ پتہ ملا کہ نہیں؟" وہ بہت دلچسپی سے پوچھ رہا تھا۔

وہ بجھ سی گئی۔

"وہ واقعی بھگوڑا نکلا نوفل! ـــــ اس کے بعد پلٹا ہی نہیں۔ بالکل تمہاری طرح دوستوں سے کوئی کنٹیکٹ نہیں رکھا۔ حالانکہ وہ سب تمہیں اتنا یاد کرتے ہیں۔"

اس کے شکوے پر وہ قدرے توقف کے بعد مدھم لہجے میں بولا۔

"ابو کی ڈیتھ ہو گئی تھی ژالے!"

"وہاٹ؟ ـــــ اوہ نو ـــــ" وہ پہلے بے یقینی اور پھر تاسف کا شکار ہونے لگی تھی۔

"یہ کب ہوا؟"

"تین سال ہو چکے ہیں اب تو۔ اور پچھلے سال امی پیرالائز ہو گئیں۔" وہ ہاتھ میں تھامے گلاس پر نظر جمائے آہستگی سے بتا رہا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں اور چہرے سے مترشح دکھ اور تکلیف کے احساس نے ژالے کو اپنی جگہ فریز کر دیا تھا۔ کیا وہ نہیں جانتی تھی کہ نوفل احمد اپنے والدین سے کس قدر کلوز تھا۔

"یہ سب کیسے ہو گیا نوفل؟" وہ صدمے کا شکار تھی۔

"میں تو ابھی تک اس فیز سے نکل نہیں پایا۔ ان دونوں حادثوں نے تو مجھے توڑ پھوڑ کے رکھ دیا ہے۔ اب بھی جتنا سنبھل پایا ہوں یہ فقط امی اور نگین ہی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ تو جینے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔" وہ ایک بہت اچھی دوست کو سامنے پا کر ایک عرصے کے بعد دل کا درد بیان کر رہا تھا۔ اس کی دل گرفتگی نہ سہتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بے اختیار سسک اٹھی تھی۔

"اتنا کچھ سہہ گئے نوفل! اور دوستوں کو کچھ بتایا بھی نہیں۔"

اسے یوں آزردہ خاطر دیکھ کر اور کچھ وقت اور ماحول کا خیال کرتے ہوئے وہ تیزی سے خود کو سنبھال گیا تھا۔

"جو تقدیر میں لکھا تھا وہ تو ہو چکا۔ جینا تو پڑتا ہے نا۔"

"شیئر کرنے سے دکھ کا احساس کم ہو جاتا ہے نوفل! اندر کی گھٹن اور ذہنی ٹینشن سے نجات مل جاتی ہے۔"

"کیا کروں۔ ابھی تک کسی سے کچھ شیئر کرنے کی عادت ہی نہیں پڑی۔" وہ قدرے بشاشت سے مسکرایا تا کہ موضوعِ گفتگو بدل سکے اور اس میں کامیاب بھی رہا تھا۔

"یعنی ابھی تک یونہی آزاد پھر رہے ہو؟" وہ سب کچھ بھول کر حیرانگی سے پوچھ رہی تھی۔

''دیکھ لو ـــــ اتنا آسان شکار نہیں ہوں میں۔'' وہ لاپرواہی سے بولا تھا۔

''یو آر ٹوٹلی امپاسیبل نوفل!'' وہ حیران تھی اور بے یقین بھی کہ جس معاشرے میں وہ پلی بڑ[ھی] تھی وہاں تو اتنی عمر میں ایک لڑکی جانے کن کن حدوں کو پھلانگ لیتی تھی اور ایک نوفل احمد تھا [جسے] ابھی ایک ہی لڑکی نہیں مل رہی تھی جو اسے پسند آسکتی۔

''بھئی اب تک کوئی اتنی اچھی لگی ہی نہیں کہ اپنی پوری زندگی اسے سونپ سکوں۔'' وہ اطمینا[ن] سے کہہ رہا تھا۔

''آج بتا ہی دو نوفل احمد! ایسا کیا ہوا گا اس لڑکی میں جو جینی اور شیری میں نہیں تھا؟'' وہ زچ [ہو] کر پوچھ رہی تھی۔

نوفل مسکراہٹ دباتے ہوئے شرارت سے بولا۔

''اس کی آنکھیں شربتی اور بال شہد رنگ کے ہوں گے۔''

''یہ گلاس دیکھ رہے ہو نا؟ ضروری نہیں کہ زمین پر گر کر ہی ٹوٹے۔ میں اسے تمہارے سر پر [بھی] توڑ سکتی ہوں۔'' اس نے جواباً بڑے سکون کا مظاہرہ کرتے ہوئے گلاس کو ٹیبل پر گھمایا تو وہ ہلکا [سا] قہقہہ لگا کر تجسس بھرے انداز میں پوچھنے لگا۔

''اس کا مطلب ہے کہ شموئیل خان کا اثر اب بھی ختم نہیں ہوا۔''

''تم دیکھنا تو سہی، میں دنیا کے آخری کونے تک اس کا پیچھا کروں گی۔'' اس کا لہجہ اپنے اراد[وں] ہی کی طرح مضبوط تھا۔ ''وہی بزدل تھا۔ اسی لئے تو پڑھائی چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔''

''پڑھائی چھوڑ کر یا تمہیں چھوڑ کر؟'' نوفل نے اسے چھیڑا تو وہ بڑے ناز سے مسکرا کر بولی۔

''مجھے تو وہ کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ اسی لئے تو چھپتا پھرتا ہے۔'' پھر اسے قدرے گھورتے ہو[ئے] بولی۔ ''تم بات کو گھما پھرا کر کہاں لے آئے ہو۔ ہم تمہاری آئیڈیل لڑکی کی بات کر رہے تھے۔''

''آئیڈیل وغیرہ کچھ نہیں یار! مجھے صرف خالص پن چاہئے۔ اس کے جذبوں میں، سوچوں میں اس کے خوابوں میں۔ یعنی سب کچھ صرف میرے لئے ہو۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا چند لمحوں تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد گہری سانس لے کر وہ ہال میں موجود لوگوں پر نظر دوڑا[تے] ہوئے بولی۔

''پتہ نہیں تم مشرقی مردوں کو کیا کمپلیکس ہے۔ عورت خود سے تو کچھ ہونی ہی نہیں چاہئے۔ ا[س] کے حواس بلکہ سانسوں تک پر حکمرانی چاہتے ہو تم لوگ۔'' اس کا لہجہ بہت سلگتا ہوا تھا اور یہ آنچ کہاں سے اٹھ رہی تھی۔ نوفل احمد اچھی طرح جانتا تھا۔ اسی لئے رسان سے بولا۔

''میں اتنا ظالم نہیں ہوں ژالے آفریدی! کہ کسی عورت کی سانسوں پر حکمرانی کرنے کا سوچ بھ[ی] سکوں۔ ہاں مگر اپنی بیوی کے جذبات و احساسات پر ہر لحظہ، ہر ثانیہ صرف اور صرف اپنا تسلط دیکھ[نا] چاہتا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ اپنے مرد سے وفادار رہنا، اپنی نسوانیت کی حفاظت کرنا کسی بھ[ی] عورت کے باکردار ہونے کی دلیل ہے۔ اور یہی میری ڈیمانڈ ہے۔ عورتیں سبھی ایک جیسی ہو[تی]

ہیں۔ مگر جب بات کردار پر آتی ہے تو جینی، شیری اور مشرقی عورت میں بہت فرق آ جاتا ہے۔''

''اور خود تم لوگ سارے جہان کی عورتوں سے دوستیاں نبھاتے پھرتے ہو مگر اپنی بیوی سات پردوں میں قید چاہئے ہوتی ہے۔'' وہ اب بھی اسی جارحانہ موڈ میں تھی جس کا محرک وہ جانتا تھا۔

''یہ تو باہمی رضامندی کا رشتہ ہے ژالے! یونہی تو کسی سے دوستی نہیں ہو جاتی۔ اور جہاں تک بات ہے سات پردوں میں قید بیوی کی تو میرے نزدیک وہ مرد خوش قسمت ہوتا ہے جسے ایسی بیوی ملے۔ خود کو صرف اپنے شوہر کے لئے سمیٹ کر رکھنے والی۔ دوسرے مردوں کی نگاہوں سے محفوظ۔'' وہ نرمی سے اپنا مطمع نظر واضح کر رہا تھا۔

''تم بہت شدت پسند ہو۔ بالکل شموئیل کی طرح۔ وہ تو علی الاعلان خود کو شدت پسند ظاہر کرتا تھا جبکہ تم چھپاتے تھے۔ مگر ہو دونوں بالکل ایک جیسے۔'' وہ چڑ کر کہتے ہوئے طنز پر اتر آئی تھی۔ جسے نوفل نے کافی حوصلے سے برداشت کر لیا۔ وہ جس معاشرے سے آئی تھی وہاں ایسی باتوں کو شدت پسندی ہی تصور کیا جاتا تھا۔

''اوکے۔ اب یہ فضول بحث بالکل ختم۔'' نوفل نے مصالحانہ انداز میں ہاتھ اٹھائے تو وہ بھی ڈھیلی پڑ گئی۔ پھر وہ پوچھنے لگا۔

''آج کل کیا کر رہی ہو؟''

''ایڈورٹائزنگ کمپنی چلا رہی ہوں۔'' اس نے بتایا تو وہ ہنس دیا۔

''تبھی مجھے ایڈ کی آفر دی جا رہی تھی۔

''وہ بہت سیریس آفر تھی۔ تم کسی بھی ماڈل سے زیادہ ہینڈسم ہو۔'' وہ صاف گوئی سے بولی تھی۔

نوفل نے اسے چھیڑا۔

''شموئیل خان سے بھی زیادہ؟''

''میں نے صرف ماڈل کہا ہے۔'' وہ فوراً جتانے والے انداز میں بولی تھی۔

''اچھا یہ بتاؤ کہ کمپنی کیسی چل رہی ہے؟'' نوفل نے سنجیدہ ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ بولی۔

''پہلے ہی سے بہت اچھی چل رہی تھی۔ مجھ سے پہلے میرا کزن اسے سنبھال رہا تھا۔ وہ جاپان چلا گیا تو ڈیڈی نے میرا انٹرسٹ دیکھ کر مجھے خرید دی۔''

''تمہارا یوں بھی ان کاموں میں کافی انٹرسٹ تھا ـــــ پھر کبھی ایکٹنگ نہیں کی ژالے؟'' وہ پوچھ رہا تھا اور یہ سوال یونہی نہیں تھا بلکہ اس کا اچھا خاصا بیک گراؤنڈ تھا۔

فریڈ کالج کی ڈرامیٹک سوسائٹی کا پریذیڈنٹ تھا اور ژالے سیکرٹری تھی۔ اس سے پہلے ہمیشہ وہ لوگ شیکسپیئر کو ایکٹ کرتے رہے تھے مگر اس بار نوفل کو عجیب سا خیال سوجھا تھا۔ اس نے شیکسپیئر کو ریجیکٹ کر کے وارث شاہ کا نام ان کے سامنے رکھ دیا۔ وہ سب وارث شاہ سے نا آشنا، ہیر رانجھے کی داستان سے نابلد تھے۔ مگر نوفل نے دنوں میں سارا مواد حاصل کر کے ایک ڈرامے کی صورت صفحات پر بکھیر کر ان کے ہاتھوں میں تھما دیا تھا۔

''انگریزی میں ویسی چاشنی تو نہیں جیسی پنجابی میں ہے مگر میرا وعدہ ہے کہ ڈرامہ فلاپ ہوگا۔'' نوفل نے ان سب کو تسلی دی تو خود میں سمٹا رہنے والا شموئیل خان بدک اٹھا۔

''خدا کا خوف کھاؤ نوفل! میرے باپ کو پتہ چل گیا نا کہ میں ژالے آفریدی کا رانجھا ہوں تو وہ فون پر ہی مجھے شوٹ کر دے گا۔''

مگر اس کی کسی نے ایک بھی نہیں سنی تھی۔

وہاں موجود پاکستانی بوتیکس سے اسپیشل آرڈر پر ہیر رانجھے کے ڈریسز بنوائے گئے۔ تمام نوفل ہی نے برداشت کی مگر ژالے بہت پُر جوش تھی۔

''اب دیکھنا نوفل! یہ پراؤڈ خانزادہ کیسے میرے سحر میں گرفتار ہوتا ہے۔''

ڈرامہ اپنے مقررہ وقت پر پیش کیا گیا۔ بلا مبالغہ وہاں سینکڑوں لوگ موجود تھے۔ مغربی لہ خالصتاً مشرقی الفاظ۔

ژالے اور شموئیل ان کرداروں میں یوں ڈھلے کہ سبھی مبہوت رہ گئی۔ ان کے ڈریسز، ان ڈائیلاگ ڈیلیوری، کچھ بھی تو ڈرامہ نہیں لگ رہا تھا۔ تب ان سب نے کہا تھا کہ خانزادہ شموئیل نے ژالے آفریدی کی شربتی آنکھوں میں خودکشی کر لی ہے۔

ڈرامہ بے حد کامیاب رہا۔ ان سب کی ایکٹنگ بہت پسند کی گئی۔

ژالے خوش تھی۔ بے پناہ خوش۔

''وہ اسٹیج پر میرے سامنے مسمریز کھڑا تھا نوفل۔''

اور وہ پاگل خانزادہ، ژالے آفریدی سے بھاگتا پھرتا تھا۔ اور شاید ابھی تک بھاگ رہا مگر ژالے پُر سکون ہی رہی تھی۔ تب بھی جب شموئیل خان کسی کو اطلاع کئے بغیر ہی فائنل ٹرم پہلے وہاں سے بھاگ آیا۔

''کہاں تک بھاگے گا وہ۔ محبت سے بھلا کبھی کوئی بھاگ سکا ہے؟'' ژالے کے سکون نے نوفل حیران کیا تھا اور یہ کہانی اب تک ژالے کے یقین ہی کے بل بوتے پر چل رہی تھی۔

''آج ایک بات بتا ہی دو ژالے! تمہیں اس بھگوڑے میں کیا دکھائی دیا تھا؟'' نوفل کے میں منجمد سوال برسوں بعد پگھل ہی گیا تھا۔ وہ کچھ سوچ کر ہنسی پھر بولی۔

''تمہیں نہیں لگتا نوفل! جیسے وہ ننھا سا سہما ہوا خرگوش ہو یا پھر گھبرایا ہوا میمنا۔''

''شاباش ہے تم پر ژالے آفریدی!'' وہ بے اختیار ہنس دیا تھا۔ ''وہ اپنی مونچھ نیچی نہیں ہونے تھا اور تم یوں اس کی مردانگی کی توہین کر رہی ہو۔''

''لڑکی سے ڈر کر بھاگنا کہاں کی مردانگی ہے؟'' اس نے ناک چڑھا کر ناگواری سے کہا تو نو نے تصحیح کی۔

''وہ تم سے نہیں اپنے باپ سے ڈر کر بھاگا ہوگا۔''

''جو بھی ہو مگر میں اسے بزدل ہی کہوں گا۔ وہ جان گیا تھا کہ میں اس سے محبت کرتی ہوں

پہلے وہاں مجھ سے چھپتا رہا، پھر بھاگ کر پاکستان آ گیا۔'' وہ چاہے کتنی بھی لاپرواہی سے کیوں نہیں کہہ رہی تھی مگر اس کے لب و لہجے سے مترشح آزردگی نوفل کو اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

''چلو دیکھ لیں گے شموئیل خان کو بھی۔'' نوفل نے اسے تسلی دی تو وہ دلکشی سے مسکرا دی۔

''اسے تو میں ایسا دیکھوں گی کہ تم لوگ بھی دیکھتے رہ جاؤ گے۔''

''صحیح بھاگتا ہے وہ تم سے بولڈ لڑکی! جیسے تم آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتی ہو ویسے تو وہ مرد ہو کر مجھ سے بات نہیں کر سکتا۔'' نوفل نے گہری سانس لی تھی پھر توصیفی انداز میں بولا۔

''مگر اس کے باوجود تمہاری روح مشرقی ہے۔ تمہارا کردار مضبوط ہے۔ تم اس آزاد ماحول کی پروردہ ہونے کے باوجود وہاں کی لڑکیوں کی طرح بے راہ روی کا شکار نہیں ہو۔''

''مشرقی روح تو اس میمنے کی ہے نوفل! یاد ہے نا جب کبھی ہم اسے زبردستی آؤٹنگ کے لئے لے جاتے تھے۔ وہ سارا وقت استغفر اللہ کا ورد کرتا رہتا تھا۔'' وہ محظوظ ہوتے ہوئے یاد کر رہی تھی۔ پھر اس کی نگاہوں سے جھلکتی محبت نرمی بن کر اس کے لفظوں میں سمٹ گئی۔

''تبھی تو وہ مجھے بالکل ننھا سا چوزہ لگتا تھا۔ گھبرایا، سہما ہوا سا۔''

''وہ اب تم سے بچ کے کہیں نہیں جا سکتا ژالے! اب کی بار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑی ہو گی تو وہ اپنا دل نکال کر تمہارے قدموں میں رکھ دے گا۔'' نوفل نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے چھیڑا تھا۔

''کبھی نہیں نوفل! اس کی محبت میں جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے اس کے بعد اگر وہ دل کی بجائے اپنی ایک نظر ہی میری نذر کر دے تو میں اس کی بھی کبھی بے توقیری نہ ہونے دوں۔''

خالصتاً مغربی ماحول میں پلنے والی ژالے آفریدی کو یوں جوگن کے روپ میں دیکھ کر وہ ساکت رہ گیا تھا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے والی ژالے تو نہیں لگ رہی تھی۔ بات بے بات ہنستی، قہقہے لگاتی۔ اس کی شربتی آنکھوں میں چمکتی نمی نے نوفل کو ششدر کیا تھا۔ یہ کیسی محبت تھی جسے یہ ہجر، یہ دوری ختم کرنے کی بجائے بڑھاوا دے رہی تھی۔ اور امریکہ جیسے ملک کی باسی ژالے آفریدی، نیویارک کی سڑکوں پر استغفر اللہ اور لاحول ولا پڑھنے والے شموئیل پر مرمٹی تھی۔

''پہلے بھی میں وصل کو محبت سمجھتی تھی نوفل! لیکن میں غلط تھی۔ محبت تو ہجر میں چھپی ہے، جدائی میں بسی ہے۔ ورنہ یہ جدائی اس محبت کو ختم کرنے کی بجائے بڑھا نہ دیتی۔'' اس کی آنکھوں کی طرح اس کا لہجہ بھی نم ہوتے ہوئے شکستہ ہونے لگا۔

''میں کیا کہوں، مجھ پر تو ابھی یہ واردات بیتی ہی نہیں ہے۔'' اس نے بے چارگی سے کہا۔ مقصد اسے آزردگی کے حصار سے نکالنا بھی تھا۔ تب وہ اسے گھورتے ہوئے ہنس دی۔

''تم تو ہو ہی بدھو۔''

''یوں دربدر پھرنے اور خاک ہونے سے تو بہتر ہی ہوں۔'' نوفل نے اس پر چوٹ کی تو اس کی آنکھوں میں پھر سے چمک اتر آئی۔

''بہت لطف ہے اس میں بھی نوفل احمد! اور بے بسی سی، بے بسی کہ پلٹنا بھی اپنے اختیار میں نہیں ہے۔''

''اگر کوئی مجھے یوں محبت میں ہرٹ کرتا تو میں اس پر سو بار لعنت بھیج چکا ہوتا۔'' وہ سنجیدہ تھا مگر ژالے نے اس سے بھی زیادہ سنجیدگی سے جواب دیا۔

''وہ محبت نہ ہوتی نوفل! محبت پلاننگ کے ساتھ کسی کی خامیوں، خوبیوں کو جانچ پرکھ کر نہیں کی جاتی۔ کسی کو ٹھونک بجا کر دیکھنے کے بعد چاہنا آپ کی ضرورت کی تکمیل تو ہو سکتی ہے، محبت نہیں۔ اس زمین پر یہ واحد آسمانی چیز ہے اور آسمانی چیز میں کھوٹ نہیں ہو سکتا۔''

''محبت بھی تو ایک ضرورت ہے......'' نوفل نے کہنا چاہا مگر وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

''محبت کو ضرورت کے پلڑے میں مت تولو نوفل! ضرورت تو کہیں سے بھی پوری کی جا سکتی ہے۔ مگر محبت ہر کسی سے نہیں ملتی۔'' اس کے انداز و الفاظ متاثر کن تھے۔ مگر نوفل احمد تک ابھی اس جذبے کی آنچ نہیں پہنچی تھی اس لئے وہ ابھی بھی قائل نہیں ہوا تھا۔

''یہ تو ماننے والی بات نہیں ہے کہ کسی کی خاطر دن رات جلتے سلگتے رہو، اسے چاہے پرواہ بھی نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس بے مہر سے محبت کیسے رہ سکتی ہے؟''

''جیسے میں کر رہی ہوں۔ ایک دو بار نہیں، سو بار وہ مجھ سے کترایا ہے، بھاگا ہے۔ مگر میں اب بھی اسی کو مرکز بنائے اس کے گرد چکرا رہی ہوں۔ اس کا یہ بھاگنا، یہ کترانا بہت تکلیف دہ ہے مگر بہت دلکش ہے۔ اس محبت نے میری ساری متلون مزاجی ختم کر دی ہے نوفل! میرے اندر بہت ہمت اور برداشت پیدا کر دی ہے۔ مجھے انتظار کی لذت سے روشناس کرایا ہے۔ اینڈ اِٹس امیزنگ۔'' وہ جینز شرٹ میں ملبوس مغربی انداز لئے محبت پر بولتی لڑکی نوفل احمد کو شاید حیرت کی مار مارنے کے موڈ میں تھی۔

''کسی کی بے وفائی کا علم ہونے کے بعد محبت کیسے باقی رہ گئی؟''

اس کی بات سن کر ژالے نے مایوسی سے کہا۔

''تم نہیں سمجھ سکتے نوفل! محبت کی ایک ہی تھیوری ہے۔ جس انداز میں بھی شروع کرو گے، حالات و واقعات میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔ ہاں، تجربات و مشاہدات ضرور الگ ہو سکتے ہیں۔ مگر ہر بار محبت زندہ باد ہی کے نعرے بلند ہوتے ہیں باوجود تلخی حالات اور محبوب کی بے اعتنائی کے۔ ورنہ دوسرے بہت سے کاموں کی طرح پچھتا کر انسان محبت کرنا بھی چھوڑ دیتا۔''

''مگر یہ تو فطرت انسانی ہے۔'' وہ بے اختیار بول اٹھا تھا۔ اس کے اس غیر متوقع جملے پر ژالے دل کھول کر ہنسی تھی۔

''اب آئے ہو نا لائن پر۔ جب ایک چیز آپ کی فطرت میں شامل ہے تو چاہے کیسے بھی دگرگوں حالات کیوں نہ ملیں آپ اسے ترک نہیں کر سکتے۔''

یک لخت ہی نوفل نے ٹیبل پر ہلکے سے ہاتھ مارا تھا۔

''بس کرو اکیسویں صدی کی ہیر صاحبہ!_____ مجھ میں اس ٹاپک پر مزید بحث کرنے کی طاقت نہیں رہی۔''

''ہار گئے ہو؟'' ژالے نے اس کی حالت سے جیسے لطف اٹھایا تھا۔

''کبھی نہیں۔'' وہ فی الفور بولا تھا۔ ''اس بحث میں تمہارے نظریے سے ہارنے کا مطلب ہے اپنے لائف پارٹنر کے کھوٹ اور بے وفائی کو برداشت کرنا جو کہ ناممکن ہے۔ اگر بقول تمہارے محبت آسمانی شے ہے تو پھر اس میں کھوٹ نہیں ہو سکتی۔ اگر کھوٹ ہے تو پھر یہ جذبہ محبت کے علاوہ اور کچھ بھی کہلا سکتا ہے۔''

''تھینک گاڈ، نوفل! میں تم سے محبت نہیں کر بیٹھی۔ تم تو مجھے دیوار پر بیٹھے کوے کے متعلق بھی سوچنے نہ دیتے۔ اس قدر جذباتی ہو تم۔'' اس نے مصنوعی خوف سے کہا تو وہ اطمینان سے بولا۔

''تو صحیح ہے نا_____ اتنے ڈیشنگ بندے کے ہوتے ہوئے کسی کو لے کر سوچنے کا مطلب بھی کیا ہے؟''

''اوہ مائی گاڈ۔'' ژالے ہنستی چلی گئی تھی۔ ''خدا کرے تمہاری زندگی میں اتنی ہی خالص لڑکی آئے جتنے کہ تم خود ہو۔'' اس کے دعائیہ انداز پر نوفل نے زور و شور سے آمین کہا تھا۔

''عشق کے ماروں کی دعاؤں میں بہت اثر ہوتا ہے۔ اور تم تو ویسے بھی جوگن بنتی جا رہی ہو۔''

''اڑا لو مذاق۔ جب خود اس کیفیت میں آؤ گے تب پوچھوں گی کہ عقل کس بھاڑ بکتی ہے۔'' ژالے نے مسکرا کر کہا تو وہ بولا۔

''اتنے سالوں کے بعد ملے ہیں اور کس بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔ چاروں طرف سے نہایت خونخوار نظریں میری طرف اٹھ رہی ہیں تمہاری وجہ سے۔''

ژالے نے محظوظ کن انداز میں قہقہہ لگایا تھا۔

''پھر تو تمہیں خود کو بہت خوش قسمت محسوس کرنا چاہیے۔''

''خوش قسمت یا خطرے میں؟'' اس نے بھنوئیں اچکائی تھیں۔ وہ ہنس کر بولی۔

''ان سب باتوں کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ مجھے گھر کب لے جا رہے ہو؟''

''کہیں تم اس میمنے کو چھوڑ کر مجھ جیسے شیر کو پھانسنے کے چکر میں تو نہیں_____؟'' وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

''شٹ اپ۔'' اس نے نوفل کو گھور کر دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ ''تم ان کے بارے میں اتنا کچھ بتایا کرتے تھے کہ میرے دل میں ہمیشہ ان سے ملنے کی خواہش رہتی تھی۔ انہیں اس حال میں دیکھنا بہت دکھ کی بات تو ہے مگر میں واقعی ان سے ملنا چاہتی ہوں۔''

''تو پھر ابھی چلو۔ نگی بھی تم سے مل کر بہت خوش ہو گی۔ تصویروں کی حد تک تو تم سب سے واقف ہی ہو۔'' نوفل نے کہا تو وہ کلائی میں بندھی خوب صورت سی گھڑی پر ایک نظر ڈال کر سوچنے والے انداز میں بولی۔

''اس وقت؟ ـــــ ڈیڈی کو فون کرنا پڑے گا۔''

''تو کرلو۔'' نوفل نے اپنے موبائل کی طرف اشارہ کیا تو وہ اپنا بیگ کھنگال کر اپنا موبائل نکالتے ہوئے بولی۔

''میری کمپنی اتنا اچھا بزنس تو کر ہی رہی ہے کہ میں اپنا موبائل فون رکھ سکوں۔''

''او کے۔'' وہ اس کی بات پر مسکرا دیا تھا۔

ژالے نے ڈیڈی کو نوفل کے بارے میں بتایا تو انہوں نے بہت خوش ہو کر اس سے بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ نوفل کے ساتھ ان کے بہت دوستانہ روابط رہے تھے۔

''تم سے بہت شکایتیں ہیں انکل کو۔ بہت تنگ کرنے لگی ہو انہیں۔'' موبائل آف کر کے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے نوفل نے فہمائشی انداز میں کہا تو وہ ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے بولی۔

''اب تم میری کلاس لینے مت بیٹھ جاؤ۔ پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے مجھے۔'' سعد اور اس کے ڈیڈی سے الوداعی کلمات کے بعد رخصت لے کر وہ ہوٹل سے نکل کر پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھے تو رات کے سائے پھیل رہے تھے۔

''میں اپنی گاڑی میں آئی ہوں۔'' ژالے نے اسے مطلع کیا تو نوفل نے سوچتے ہوئے حل پیش کیا۔

''تم یوں کرو، میری گاڑی کو فالو کرو۔''

''کسی لڑکی کا یوں کسی لڑکے کو فالو کرنا اچھا تو نہیں لگتا مگر........ مجبوری ہے۔'' وہ شانے اچکا کر شوخی سے بولی تو نوفل نے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''اور وہ جو اس خانزادے کو فالو کیا جا رہا ہے؟''

''وہ بھی مجبوری ہے۔'' وہ ہنستے ہوئے اپنی گاڑی کے ڈور لاک میں چابی گھمانے لگی۔

نوفل نے بہت عرصے کے بعد اپنی ذہنی پژمردگی کو چھٹتا محسوس کیا تھا۔ مین روڈ پر آ کر گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہوئے اس نے سائیڈ مرر میں ریڈ گاڑی کو اپنے پیچھے آتے دیکھا تو لبوں کی تراش میں دھیمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

اسے نوفل کے ساتھ دیکھ کر نگین فوراً اسے پہچان گئی تھی اور اس قدر محبت اور جوش سے ملی کہ ژالے کی طبیعت بھی خوش ہو اٹھی۔ اسے نگین کے حوالے کر کے نوفل کپڑے تبدیل کرنے چلا گیا تھا۔ وہ اسے لئے صالحہ بیگم کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ بھی بہت محبت اور شفقت سے ملی تھیں۔ وہ بے تکلفی سے ان کے پاس بستر پر ہی ٹِک گئی۔

''میں بھی آپ لوگوں سے اسی طرح واقف ہوں جیسے کہ آپ لوگ مجھ سے۔ اور اس کا کریڈٹ یقیناً نوفل کو جاتا ہے۔''

''لیکن بیٹا! نوفل نے تو تمہارے آنے کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔'' صالحہ بیگم کو حیرت ہو رہی تھی۔

''اسے خود کہاں پتہ تھا؟ بلکہ اتنا اچانک یہ سب ہوا کہ مجھے خود پتہ نہیں چلا۔'' وہ اپنی بات پر خود

ہنسی تھی۔ پھر کچھ خیال آنے پر رک سی گئی۔ ان کا ہاتھ تھام کر دل گرفتگی سے بولی۔

''اور میں نے کب سوچا تھا کہ آپ کو اس حالت میں دیکھوں گی۔ اور پھر انکل کے متعلق پتہ

''

''قدرت کا قانون ہے بیٹا! ہر ایک کو اس مالک حقیقی کی طرف لوٹنا ہے۔ کسی کو ابھی تو کسی کو بعد

ـ'' وہ بھی آزردہ ہو گئی تھیں۔

''میں تو آپ کی اُردو سن کر حیران ہوں۔ نوفل بھائی نے بتایا تو تھا مگر مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ
ری عمر امریکہ میں گزار کر بھی کوئی اتنی اچھی اُردو بول سکتا ہے۔'' نگین نے فوراً ہی موضوع اور
دل بدلنے کی سعی کر ڈالی تھی۔ وہ دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''نوفل نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ میں پاک اُردو لینگویج سوسائٹی کی مستقل ممبر بھی رہی ہوں۔ یہ
ڈمی وہاں بہت سے پاکستانی اسٹوڈنٹس نے بنا رکھی ہے جہاں اُردو سیکھنے کی خواہش رکھنے والے
ت سے امریکن نژاد پاکستانی بہت اچھی اُردو سیکھ سکتے ہیں۔ میں نے یہ اکیڈمی ڈیڈی کی خواہش پر
ائن کی تھی اور یہ اسی کا صلہ ہے کہ میری اُردو بہت اچھی تو نہیں مگر بہتر ضرور ہے۔ باقی ڈیڈی کی
یانی ہے۔''

''نگی! سست لڑکی! تم نے ژالے کی کوئی خاطر مدارات کی ہے یا صرف باتیں ہی بگھار رہی ہو؟''
ل کپڑے تبدیل کر کے چلا آیا تھا۔

''آئیں نا۔ ڈرائنگ روم میں چلتے ہیں۔'' نگین خجل سی ہو گئی تھی۔

''میں تو یہیں ماما کے پاس بیٹھوں گی۔'' وہ بہت لاڈ سے بولی تو صالحہ بیگم نہال ہو گئیں۔

''جہاں جی چاہے بیٹھو ـــــ تمہارا اپنا گھر ہے۔'' اس کی صبیح پیشانی چوم کر انہوں نے محبت
ے کہا تھا۔

''دھیان سے امی! یہ پوری ساحرہ ہے۔ جادو کر دیتی ہے بندے پر۔''

''اسے تو جادو کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہو گی۔ اس کی تو شخصیت ہی میں جادو ہے۔'' وہ
حقیقت ژالے کی دوستانہ فطرت سے متاثر ہوئی تھیں۔

''اسے چھوڑیں ماما! یہ مجھ سے جلتا ہے۔''

''جلے تو وہ جو تم سے کم ہو۔'' نوفل نے اسے چھیڑا۔

ان دونوں کی تکرار کے دوران صالحہ بیگم نے بہت شدت کے ساتھ نوفل کو اپنے پرانے روپ
ں لوٹتے دیکھا تھا۔

نگین تھوڑی ہی دیر میں نوری کی مدد سے چائے پر کافی اہتمام کر لائی تھی۔

''ابھی ہم لوگ پارٹی اٹینڈ کر کے آ رہے ہیں اور وہاں تو سارا وقت ہی کولڈ ڈرنکس اینڈ اسنیکس
تے رہے ہیں۔'' ژالے نے صرف چائے ہی لی تھی۔

''تم بنا خوف و خطر سب کھا سکتی ہو۔ کیونکہ ان میں سے کچھ بھی نگی نے نہیں بنایا۔'' نوفل نے تسلی

دیتے ہوئے در پردہ نگین کو چھیڑا تھا۔

''جی نہیں۔ نہ صرف چائے بلکہ یہ چکن رول بھی میں نے ہی بنائے ہیں۔'' نگین نے فور کارکردگی بیان کی تھی۔

''اور مجھے تو یہ بھی بنانے نہیں آتے۔'' ژالے نے چکن رول اٹھاتے ہوئے صاف گوئی سے تو نگین سادگی سے بولی۔

''نوفل بھائی نے بتایا تھا کہ آپ نے ایک مرتبہ چائے بنائی تھی۔ اس کے بعد سے آپ ڈیڈی نے چائے پینا ہی چھوڑ دی۔''

نوفل نے قہقہہ لگایا تھا۔

''اور بہانہ یہ بنایا کہ ڈاکٹر نے منع کر دیا ہے چائے پینے سے۔ حالانکہ ڈاکٹر نے چائے سے نہیں بلکہ ویسی چائے پینے سے منع کیا تھا جیسی ژالے بناتی ہے۔''

''نوفل! تم نے ژالے کو انوی ٹیشن دیا ہے؟'' صالحہ بیگم کو یاد آیا تھا۔

''کہاں امی! ابھی اس پارٹی میں تو اس سے ملاقات ہوئی ہے۔'' اس نے چائے کا کپ تھ ہوئے بتایا تو ژالے نے تجسس سے پوچھا۔

''کیسا انوی ٹیشن؟ کہیں نوفل کی شادی تو نہیں ہو رہی؟''

''جی نہیں۔ مجھے اپنی آزادی فی الحال بہت عزیز ہے۔'' وہ مسکرایا تھا۔

''نگین کی انگیج منٹ کا فنکشن ہے۔ اور پھر انشاء اللہ اگلے دو تین ماہ کے بعد شادی کا ہے۔'' صالحہ بیگم نے بتایا تو وہ مسکراتی نظروں سے نگین کو دیکھنے لگی جس کی سنہری رنگت کے نیچے دوڑ اُٹھی تھی۔

''یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔ مبارک ہو نگی!''

''میں تب زیادہ خوش ہوں گی جب آپ بھی آئیں گی۔'' نگین نے کہا تو وہ پوچھنے لگی۔

''فنکشن کب ہے؟''

''سنڈے کو۔'' وہ بولی۔

''نیکسٹ سنڈے کو؟'' اس نے پوچھا تو نوفل نے بتایا۔

''نہیں، پرسوں۔''

''پرسوں؟ــــــ پھر تو میری طرف سے بہت معذرت۔ کل ہم لوگ ایک ایڈ کی شوٹنگ کے شارجہ جا رہے ہیں ــــــ ایک ہفتہ تو وہیں لگ جائے گا۔'' اس نے تاسف سے کہا تو ان سب افسوس ہوا تھا۔

''خیر، تمہاری شادی تو میں ضرور اٹینڈ کروں گی۔ بے فکر رہو۔'' ژالے نے نگین کو تسلی دی جھینپ گئی تھی۔

●●●●●

معید نے واقعی اپنے کہے کا پاس رکھا تھا۔ سارا انتظام بے حد خوش اسلوبی سے مکمل ہوا تھا۔ وسیع یض لان کے چپے چپے سے اس نے پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ سب سے زیادہ محنت اسٹیج بنانے پر کی گئی ا۔ کچھ قدرت بھی مہربان تھی کہ موسم نے بھی اپنے تیور بدل لئے تھے۔ سر شام ہی ٹھنڈی ہوا چلنے تھی۔ اس کے چند دوستوں نے آرکسٹرا کا انتظام کر کے چار چاند ہی لگا دیے تھے۔ خود چاند بہت ا گٹارسٹ تھا۔

''زیادہ بے سُرا ہونے کی ضرورت نہیں۔ کہیں میری منگنی ہی فلاپ نہ کروا دینا۔'' انس نے انہیں ہ کی تو چاند نے بھی ادھار نہیں کھا رکھا تھا۔

''زیادہ تر ڈرامے کاسٹ کی وجہ سے فلاپ ہوتے ہیں۔ اس لئے فلاپ ہونے کا زیادہ چانس تو اری وجہ سے ہے۔''

''اب تو عزت کروانے کی عادت ڈال لو۔ بقول تمہارے اب تو رینک بڑھ رہا ہے۔'' عماد نے ا پر طنز کیا تو وہ تفاخر سے بولا۔

''اپنی تو پہلے بھی بہت عزت ہے۔''

''بالکل۔ اس کی تو کتے تک عزت کرتے ہیں۔ کل ہی ایک کتے نے اسے آتے دیکھ کر سائیڈ پر ر راستہ چھوڑ دیا تھا۔'' نعمان نے فوراً گواہی دی تو ان سب کے قہقہوں نے انس کو تپا دیا۔

''بہت بکواس کرتے ہو تم۔''

''فی الحال تو اسی بکواس پر اکتفا کرو۔ نسوانی گالیاں تو شادی کے بعد پڑیں گی۔'' عماد نے اس مستقبل کا خاکہ تراشا تو وہ دانتوں پر دانت جما کر بولا۔

''یہ شاید تم وہ زائچہ پڑھ کر سنا رہے ہو جو تم نے اپنے لئے نجومی سے بنوایا تھا۔''

''جی نہیں۔ میگزین میں تمہارا، ''یہ ہفتہ کیسا رہے گا'' پڑھ کر سنا رہا ہوں۔'' ہارنے والوں میں ، وہ بھی نہیں تھا۔

''تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ تم سے بات کی جائے۔'' وہ فوراً جذباتی ہو گیا۔ اس کی طبع یونہی ا۔ کبھی شعلہ، کبھی شبنم۔

''اور تم بھلا کہاں منہ لگائے جانے کے قابل ہو۔ مگر بعض شریف لوگ ہماری طرح ان باتوں کا ل نہیں کرتے۔ تمہاری سسرال والوں کو ہی لو۔ انہیں پتہ ہی نہیں کہ اپنی لڑکی کو کہاں پھنسا رہے ا۔'' چاند نے برجستہ کہا تو باوجود ضبط کے وہ بھی ہنس دیا۔ ان سب کا مقابلہ کرنا اس کے بس میں ں تھا اس لئے ہار ماننے میں ہی بہتری تھی۔

''ضحیٰ!'' وہ کھلے بال اور ہاتھ میں ہیئر برش لئے اس کے کمرے میں چلی آئی تھی مگر اس کے کچھ نے سے پہلے ہی ضحیٰ نے کراہ کر کہا۔

''خدا کے لئے صبا! کم از کم آج کے دن مجھے یہ جنجال سمیٹنے کو مت کہنا۔''

''ضوئی، پلیز!'' وہ ملتجیانہ انداز میں بولی۔ اس کے بے حد خوب صورت، سیاہ بال گھٹنوں کو

چھوتے تھے۔ اپنی تیاری کے اس موڑ پر آ کر وہ ہمیشہ اٹک جاتی تھی۔ ”تمہیں کون کہہ رہا
سنبھالو یا سنوارو۔ بس کوئی اسٹائل بتا دو۔“

”کٹوا دو۔“ بہت آسان اسٹائل بتایا گیا۔

”تمہاری گردن ہی نہ کٹوا دوں؟“ وہ تڑپ اٹھی تھی۔

”آپی! گنج ہی کروالیں۔ بھائی کی منگنی کے موقع پر خصوصی اسٹائل۔“ حمرہ نے اضافہ کیا تو د
دونوں سے الجھنا بے کار سمجھ کر بالوں کو سمیٹ کر سیدھی چٹیا بنانے لگی۔

”میں کیسی لگ رہی ہوں؟“ ضحیٰ بڑے انداز سے اس کے سامنے گھومی تھی۔

جدید تراش اور نفیس کڑھائی سے مزین مار بل کا بلیو سوٹ اس کے سراپے کو بھرپور دلکشی عطا
تھا۔ ڈھنگ سے کیے میک اپ نے اس کے ایک ایک نقش کو اجاگر کر دیا تھا۔

”ویسی ہی، جیسی پہلے تھیں۔“ صبا نے اس کی دلکشی کو نظرانداز کرتے ہوئے بدلہ چکایا تو و
ہی تو اٹھی۔

”یعنی ان دو گھنٹوں کی محنت کا کچھ حاصل وصول نہیں؟“

”جو ہے وہ بتا دیا۔“ وہ اطمینان سے بولی تھی۔

”تم ذرا سی تعریف نہیں کرسکتیں میری۔“ حمرہ کی ہنسی کو نظرانداز کرتے ہوئے اس نے
پوچھا تو وہ بھولپن سے کہنے لگی۔

”تو یوں کہو نا کہ جھوٹ بولنا ہے۔“

”یعنی تمہارا مطلب ہے کہ میں اچھی نہیں لگ رہی؟“ ضحیٰ کو صدمہ پہنچا تھا۔

”اوں...... ہاں، اچھی ہی لگ رہی ہو۔“ اس کے یوں کنجوسی سے تعریف کرنے پر وہ جل
بولی۔

”رہنے دو۔ حلق میں پھنس پھنس کر الفاظ نکل رہے ہیں۔ خواہ مخواہ مشکل میں پڑ رہی ہو۔“

”بچپن کی عادت ہے...... جب بھی جھوٹ بولنا پڑے میری یہی حالت ہوتی ہے۔“
نے اطمینان سے کہا تو اس نے چڑ کر حمرہ کے شانے پر ہاتھ دے مارا جو اس بحث سے کافی
ہو رہی تھی۔

”اب اس جھوٹ سچ کی بحث کو چھوڑیں۔ مہمان پہنچنے ہی والے ہوں گے۔“ حمرہ نے
احساس دلایا تو انہوں نے جلدی سے اپنی تیاری کے باقی مراحل طے کیے تھے۔

●●●●●

”یہ شام اور تیرا نام
دونوں کتنے ملتے جلتے ہیں
میں تیرا نام نہیں لوں گا
بس تجھ کو شام کہوں گا

”یہ شام اور تیرا نام“

چاند اور اس کا گروپ آرکسٹرا پر بہت خوب صورت دھن بجا رہے تھے۔ مہمان آ چکے تھے۔ تعارف کے مراحل طے ہو رہے تھے۔ وہیل چیئر پر بیٹھی صالحہ بیگم بہت پُرتمکنت لگ رہی تھیں۔ نوفل ان کی چیئر دھکیل رہا تھا۔

”کتنی سوبر لگتی ہیں نا آنٹی، صبی!“ ضحیٰ نے اسے ٹھوکا دیا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔ مگر اس کی سرگوشیاں جاری تھیں۔

”یار! یہ انس بھائی کا اکلوتا سالا بھی بہت ہینڈسم ہے۔“

”ضوئی! دفع ہو جاؤ۔ ابھی کسی نے سن لیا تو جوتے پڑیں گے۔“ صبا نے دانت پیسے تھے۔

”آپی! اب دھیان سے رہیے گا۔ وجدان اپنا ہینڈی کیم لئے اپنی پوری صلاحیت آزمانے کے موڈ میں ہے۔“ حمرہ نے انہیں مطلع کیا تو ضحیٰ نے کہا۔

”اب کی بار اس نے بدتمیزی کی تو ابو سے جوتے لگواؤں گی اسے۔ جہاں بھی منہ پھاڑ کے ہنسو یہ اپنا کیمرہ لے کر پہنچ جاتا ہے۔“

”ہر بار اس کی بنائی ہوئی مووی میں سب سے زیادہ فضول سین ہوتے ہیں۔ تمہارے برتھ ڈے پر حمرہ کے جمائی لینے کا سین اس نے کس قدر مشاقی سے بنایا تھا۔ بعد میں سب دیکھ کر ہنستے رہے تھے۔“ صبا کو یاد آ گیا تھا۔

”اور کہتا ہے، میں حقیقت سے قریب ترین شوٹنگ کرتا ہوں۔“ حمرہ نے جل کر کہا۔

”صبا!...... میں نے تمہیں لینس والا کیمرہ دیا تھا۔ کہاں ہے؟“ معید نے بہ عجلت پوچھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

”وہ تو شاید امی کی الماری میں ہوگا۔ یا پھر......“

”جہاں بھی ہے، جا کر لے آؤ۔“ معید نے کہا تو وہ سعادت مندی کا مظاہرہ کرتی فوراً اٹھ گئی۔

”تم لوگوں کو ذرا بھی مینرز نہیں آتے۔ نوفل کی کزن بھی ساتھ ہیں۔ انہیں کمپنی دو۔“ وہ اب ضحیٰ اور حمرہ کو ڈانٹ رہا تھا۔ حمرہ تو کان دبا کر بھاگ گئی تھی۔

”ہماری کون سی ان کے ساتھ جان پہچان ہے۔“ ضحیٰ نے تنک کر کہا تو وہ فہمائشی انداز میں بولا۔

”وہ ہماری مہمان ہیں۔ اس سے بڑھ کر پہچان اور کیا ہوتی ہے۔“

”مگر میں ہر کسی سے فرینک نہیں ہوسکتی۔“

”بحث مت کیا کرو ضحیٰ! جو کہا ہے اس پر عمل کرو۔“ وہ چڑ گیا تھا۔ ایک یہی تھی جو ہر وقت بدتمیزی اور نافرمانی پر تیار رہتی تھی۔ کیا مجال تھی جو کبھی بات مان لی ہو۔ وہ سر جھٹک کر اسٹیج کی طرف دیکھنے لگی جہاں صالحہ بیگم انس کو انگوٹھی پہنا کر منگنی کی رسم ادا کرنے والی تھیں۔

وہ لب بھینچے چلا گیا تو ضحیٰ نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

صالحہ بیگم کے ساتھ آنے والوں میں ان کی نند زرینہ بیگم اور ان کی بیٹی ادینہ نمایاں تھی۔ بہت

پُراعتماد اور طرح دار۔ ادینہ کو شادی کے سال بھر بعد طلاق ہو چکی تھی۔

"پھپھو کہہ رہی ہیں آپ اور آپی بھی آکر تصویر بنوالیں۔" حمرہ نے آکر اطلاع فراہم کی تو شاکی انداز میں بولی۔

"بہت جلدی خیال آگیا ہمارا۔"

"شکر کریں کہ باری آگئی ہے۔ ورنہ تو بھائی جان ہی کے پوز ختم ہونے میں نہیں آرہے تھے۔" حمرہ نے انس کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"اسی دن کے لئے تو سر توڑ کوششیں کر کے بیوٹی ٹپس آزماتے رہے ہیں۔" ضحیٰ نے جل کر کہا وہ بھی ہنسنے لگی۔ پھر اسے ڈراتے ہوئے بولی۔

"اگر انہیں پتہ چل گیا تو وہ چھوڑیں گے نہیں۔"

"ارے چھوڑو۔ انہیں کون بتا رہا ہے؟" ضحیٰ نے بے فکری سے ہاتھ ہلایا تھا۔

"آپی ڈیئر! میں ہوں نا بلا معاوضہ یہ خدمت سرانجام دینے والا۔" وجدان ہینڈی کیم لئے سر بلائے ناگہانی کی طرح موجود تھا۔

"وجی! ——— خبیث!" وہ دانت کچکچا کر اس کے پیچھے لپکی مگر وہ کہاں قابو میں آنے والا تھا۔ اپنا من پسند سین بمعہ ڈائیلاگز کیمرے میں محفوظ کئے وہ چھلاوے کی طرح غائب ہوا تھا جانے کیسے پاؤں رپٹا اور وہ سنبھلتے سنبھلتے بھی معید کے ساتھ محو گفتگو نوفل احمد سے جا ٹکرائی۔ گلاس میں سے پیپسی چھلک کر اس کی سفید شرٹ داغ دار کر گئی تھی۔ ضحیٰ کا رنگ بدلا۔ معید بھی ششدر کھڑا رہ گیا تھا۔

"آئی ایم سوری! وہ میں وجدان......." وہ ہکلا کر رہ گئی۔ بھلا معید حسن کی خشمگیں نگاہوں کے آگے کوئی کیا کہہ سکتا تھا۔

"اٹس اوکے۔" نوفل اب بھلا کیا کہتا۔ جیب میں سے رومال نکال کر شرٹ صاف کرنے لگا۔

"کتنی مرتبہ کہا ہے یوں اندھوں کی طرح مت بھاگا کرو۔" معید نے بنا لحاظ کئے اس کی طبیعت صاف کر دی تھی۔

شرم و خجالت سے اس کی رنگت سرخ پڑ گئی۔ نوفل کو اس کی رونی صورت پر ترس آگیا۔

"ڈونٹ وری معید! ہو جاتا ہے ایسے۔"

وہ تیزی سے واپس پلٹ گئی تھی۔

"سوری یار! تمہاری شرٹ برباد ہو کے رہ گئی ہے۔" معید تاسف سے کہہ رہا تھا اور واقعی وہ خود بھی اتنی الجھن محسوس کر رہا تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد حمرہ سے واش روم کا حدود اربعہ معلوم کرنے کے بعد اندر کی طرف بڑھ گیا۔ کوریڈور سے گزرنے کے بعد وہ شش و پنج میں مبتلا کھڑا تھا۔

"دائیں یا بائیں؟" حمرہ کا بتایا ہوا ایڈریس ذہن سے محو ہو گیا۔ پھر اللہ توکل اس نے دائیں طرف والے دروازے کا رخ کیا۔ اسی وقت کوئی اپنی جھونک میں دروازہ کھول کر نکلا تو بری طرح

نوفل سے متصادم ہو گیا۔ غیر ارادی طور پر ہی اس نے سامنے والے کو گرنے سے بچایا تھا۔

"اُف اللہ!" ہلکی سی چیخ نسوانی تھی۔ نوفل سٹپٹا گیا۔ وہ وحشت زدہ سی خوب صورت آنکھیں اس کے مدمقابل تھیں۔ وہ تڑپ کر ہراساں و خائف سی پیچھے ہٹی تو وہ اپنے اس غیر ارادی فعل پر قصور نہ ہوتے ہوئے بھی شرمندہ سا ہو گیا۔

"سوری! آپ اتنی اچانک آئیں، مجھے نہیں پتہ تھا۔" وہ وضاحت کر رہا تھا۔ مگر صبا کو اپنا دل ابھی تک ہاتھوں پیروں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"مجھے واش روم میں جانا تھا۔ آپ کی کزن کی مہربانی سے یہ پیپسی میری شرٹ کو خراب کر گئی تھی۔" اس نے پھر کہا تو صبا کے حواس بحال ہوئے۔ تاسف سے اس کی شرٹ کو دیکھا۔

"کس نے ——— ضحیٰ نے؟"

"جی، وہی تھیں۔" نوفل نے دلچسپی سے اسے دیکھا تھا۔

"وہ، واش روم ادھر ہے۔ گیسٹ روم کے ساتھ۔" اس کی ایک نظر سے صبا کی ہتھیلیاں پسیج گئی تھیں۔ وہ گڑبڑا کر کہتی بہ عجلت اس کے پاس سے گزرتی باہر نکل گئی تھی۔ نوفل کی نگاہ بیساختہ اس کے گھٹنوں کو چھوتی ناگن جیسی سیاہ چٹیا میں اٹکی تھی۔ اس کا سادہ سا لب و لہجہ اور گھبراہٹ یاد کر کے وہ بے اختیار مسکراتا ہوا واش روم میں گھس گیا۔ سد باب یہی تھا کہ گیلے رومال کے ساتھ شرٹ کو صاف کیا جائے۔

●●●●●

سب مہمانوں کی واپسی کے بعد کمرے میں آتے ہی ضحیٰ کا غصہ انتہا کو چھونے لگا تھا۔

"اس شخص کو تو مجھ سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ کیا مجال ہے جو کبھی کوئی بھی فنکشن خوشی سے اٹینڈ کرنے دیا ہو۔"

"الٰہی خیر! یہ نزلہ کس پر گر رہا ہے؟" صبا نے تحیر سے اسے دیکھا تو وہ بہت بدلحاظی سے بولی۔

"وہی تمہارا لاڈلا بھائی۔ کسی روز منہ کی کھائے گا مجھ سے۔"

"معید بھائی کا کہہ رہی ہو؟" صبا نے بے یقینی سے پوچھا تو وہ چڑ کر بولی۔

"اور کون ہے جسے میں اس گھر میں کھٹکتی ہوں۔"

"اب جیسی حرکتیں تم کرتی ہو ان پر تمہیں گولڈ میڈل تو دینے سے رہے۔" صبا نے ٹاپس اتارتے ہوئے اطمینان سے کہا۔ پھر پوچھنے لگی۔ "ہوا کیا ہے؟"

"میں اس خبیث وجدان کا پیچھا کرتی نوفل بھائی سے جا ٹکرائی تو ان کے کپڑوں پر پیپسی گر گئی۔ اور اس فضول شخص نے ان کے سامنے ہی مجھے بری طرح ڈانٹ دیا۔ حالانکہ میں نے نوفل بھائی سے سوری کہہ دیا تھا۔" وہ غصے سے لال ہو رہی تھی۔

صبا کو یک لخت ہی اپنے شانوں پر دو ہاتھوں کا لمس محسوس ہونے لگا۔

"سوری کہہ دینے سے ان کے کپڑے تو نہیں دھل گئے تھے نا۔" اس نے بہ مشکل خود کو اس

عجیب سی کیفیت سے نکالتے ہوئے کہا تو وہ جل کر بولی۔

"ہاں تو جب کسی مسئلے کا کوئی حل نہ نکل سکتا ہو تو ڈانٹنے سے کیا حاصل؟"

"انہوں نے اس لئے ڈانٹا ہے کہ تم آئندہ ایسی فضول حرکت نہ کرو۔" صبا نے اسے سمجھایا گویا چلا ہی اٹھی۔

"تمہارا خیال ہے کہ مجھے شوق ہے فضول حرکتیں کرنے کا؟ اور اسے تو جیسے سات خون معا ہیں۔ بس نہیں چلتا گھر ہی میں کچہری کھول لے۔ ساری وکالت ہمارے لئے ہی رکھی ہے نا۔"

"کوئی نہیں۔ اتنے نائس ہیں میرے بھائی۔" صبا نے محبت آمیز لہجے میں کہا تو وہ کلس کر بولی

"ہنہ ـــــ نائس۔ سڑیل مزاج، کڑوا کریلا۔ بلکہ کریلا تو اس سے کچھ میٹھا ہی ہوگا۔"

"اوہ ـــــ" دروازے میں جانے کب سے ایستادہ معید کو دیکھ کر صبا گڑبڑا گئی تھی۔

"صبی! ایک کپ چائے تو بنا دو۔" وہ پُرسکون انداز میں بولا تو ضحیٰ بھی جہاں کی تہاں رہ گئی۔ فوراً وہاں سے کھسکی تھی۔

"جل تُو جلال تُو، معید حسن کو ٹال تُو۔" وہ سر جھکائے محو دعا تھی۔ مگر ہر وقت کی دعا تو پوری نہ ہوتی نا۔"

"ہاں، تو کیا خطا ہوگئی ہے مجھ سے؟" وہ استہزائیہ انداز میں کہتا اس کے سر پر آ کھڑا ہوا تھا۔ ضحیٰ کی نگاہ اس کے چمکدار سیاہ جوتوں میں اٹکی تھی۔

"تم میری غلطی پر مجھے سب کے درمیان ڈانٹ چکے ہو۔" بہت ہمت مجتمع کر کے اس نے جتانے والے انداز میں کہا تو وہ پہلے سے زیادہ طنزیہ انداز میں بولا۔

"بھول ہوگئی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ گولڈ میڈل سے نوازتا۔"

"میں نے ان سے ایکسکیوز کرلیا تھا۔"

"تو ایسی غلطی کریں ہی کیوں جس پر ایکسکیوز پیش کرنا پڑے؟" وہ بالکل بھی معاف کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا۔ میں تو وجدان کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ نوفل بھائی خو ہی بیچ میں آ گئے تھے۔" اس نے تھوڑا سا جھوٹ بولنے میں عار محسوس نہیں کی تھی۔ یہ بھی خیال نہیں کیا کہ یہ جھوٹ وہ ایک عینی شاہد کے سامنے بول رہی ہے۔

"چہ...... چہ...... واقعی غلطی تو نوفل کی تھی۔ ڈانٹنا تو مجھے اس کو چاہئے تھا۔" ضحیٰ کو اپنی پیشانی تپتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"یہ تمہارا معاملہ نہیں ہے۔" وہ تڑپ گئی تھی۔ ایک تند و تیز نگاہ معید پر ڈالی جو اپنے لب و لہجے کی سختی کے برعکس بہت پُرسکون انداز میں سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا۔

"وہ یہاں مہمان تھا۔ اگر مائنڈ کر جاتا تو بات بڑھ بھی سکتی تھی۔" اس کا ناصحانہ انداز ضحیٰ کو چڑا گیا تھا۔

"نہ تو انہوں نے مائنڈ کیا تھا اور نہ ہی بات بڑھی تھی۔"

"آئندہ ایسی بدتمیزی نہ ہو۔ شکر کرو چھوٹے ماموں نے نہیں دیکھ لیا۔"

"تم سے تو بہتر تھا کہ وہی دیکھ لیتے۔" وہ لال بھبھوکا چہرہ لئے اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر رسان سے پُرانداز میں بولا۔

"بہرحال آج کے واقعے سے تمہیں نصیحت پکڑنی چاہئے۔"

ضحیٰ کو اس کا انداز بالکل وکیلوں جیسا لگا تھا۔ جیسے وہ کسی مجرم کو نصیحت کر رہا ہو۔ اس کا جی چاہ ہا تھا کوئی شے اٹھا کر معید حسن کے سر پر دے مارے۔ ٹھنڈے لفظوں کی مار مارتا تھا مگر تپا کر رکھ یتا تھا۔ اسی وقت صبا چائے لے کر آ گئی تو وہ اس عدالتی کارروائی کو مؤخر کر کے چائے کا مگ لئے چلا گیا۔

"بڑا آیا قانون دان، پھنے خان۔" اس کا غصہ فزوں تر ہو چکا تھا۔

"قافیہ تو خوب ملایا ہے۔ اور یہ لال ٹماٹر جیسا چہرہ، لگتا ہے کافی رومینٹک گفتگو ہوئی ہے۔" صبا نے مزہ لیا تو وہ سلگ اٹھی۔

"بہت رومینٹک۔ بالکل ویسی جیسی دفعہ چارسوبیس کے مجرم کے ساتھ کرتے ہیں۔"

"بہت جھاڑ پڑی ہے کیا؟" صبا کو فوراً ہی ترس آنے لگا اور ضحیٰ کو طیش۔

"اگر اسے تایا جان کی سپورٹ نہ ہو تو میں اسے چھٹی کا دودھ یاد دلا دوں۔"

"چلو اب بس کرو۔ وجدان مووی لگانے لگا ہے۔ ذرا چل کے دیکھیں تو سہی آج کس کس کے گولڈن شارٹس لئے ہیں اس نے۔" صبا نے کہا تو اپنا گولڈ شارٹ و ڈائیلاگز ذہن میں لہراتے ہی وہ راس کے ہمراہ چل دی۔

●●●●●

اگلے روز نگین کی منگنی کی رسم ادا کی گئی تھی۔

وہ کوئی دل پھینک آدمی نہیں تھا اور خصوصاً محبت سے متعلق تو اس کا نظریہ الگ ہی تھا۔ مگر یہ بھی تھا کہ بناشعوری کوشش کے اس کی نگاہ پلٹ پلٹ کر صبا میر کے نقوش میں اٹکی تھی۔

"کم آن نوفل احمد!" وہ قدرے حیران سا خود کو سرزنش کرتا دوسری طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ مگر سمت اسے صبا میر کے مقابل لانے پر تلی ہوئی تھی۔

نگین کے کمرے سے نکل کر پلٹتی وہ ایک بار پھر نوفل سے ٹکرا گئی اور اس مرتبہ یہ ٹکراؤ اور صبا کی دمج نظرانداز کرنے کے قابل نہیں تھی۔

"آئی ایم سوری ـــــ" پہل نوفل نے کی تھی۔ الفاظ کے برعکس لہجہ مسکراتا ہوا تھا۔ جبکہ وہ ابھی چکراتا ہوا سر ہی سنبھال نہیں پائی تھی۔ اتنی زور سے تو وہ اس کے شانے سے جا ٹکرائی تھی مگر اس آواز نے جادو اثر کیا تھا۔ گڑبڑا کر مقابل کو دیکھا تو دو ساحر آنکھوں کو پُرشوق انداز میں خود پر لوز پایا۔

"آپ دیکھ کے چلنا کب سیکھیں گے؟" وہ بدتمیز نہیں تھی اور یوں منہ پھاڑ کے جواب دی کی سرشت میں شامل ہی نہیں تھا۔ مگر اس وقت نوفل کا وارفتہ سا انداز اسے سخت ناگوار گزرا تھا۔

"میں تو بہت دیکھ بھال کے چلتا ہوں مس! یہ تو قسمت کی بات ہے کہ میری راہ میں ہر آپ ہوتی ہیں۔" وہ بہت اطمینان سے اس کو اپنی نظروں کی گرفت میں لئے معنی خیزی سے اس نے جھٹکا کھا کر نوفل کو دیکھا۔

"یہ صرف اتفاق ہے۔" وہ اندر سے تلملا اٹھی تھی مگر سادہ سے جتانے والے انداز میں مگر ساتھ ہی نظر نوفل کے شانے پر پڑی جہاں اس کے ٹکرانے سے لپ اسٹک کا خوب صور نشان اپنی پوری آن بان کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔ اس کے بدلتے تاثرات پر استفہامیہ اندا بھنوؤں کو جنبش دے کر نوفل نے اپنی شرٹ کی جانب نگاہ کی تو ہونٹوں کی تراش میں بے مسکراہٹ جگمگا اٹھی۔

"ایکسکیوز می۔" وہ بھاگنے کے سے انداز میں وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔ شرمندگی و خجا احساس دل و دماغ پر پوری طرح حاوی ہوگیا تھا۔ اس پر مقابل کی مسکراہٹ پیروں تلے سے نکالنے کو کافی تھی۔

چند لمحے وہ بہت عجب مگر خوشگوار سے احساس میں گھرا وہیں کھڑا رہا تھا۔ اس کی خوشبو ا خود کو لپیٹ میں لیتی محسوس ہو رہی تھی۔

"صبا ۔۔۔ بادِ صبا ۔۔۔" وہ گہری سانس لیتا خود کو ایک نئی کیفیت میں گھرا پا کر محفو شرٹ بدلنے کے خیال سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"خیریت تو ہے؟ تمہارے پیچھے جن لگ گئے ہیں کیا؟" اس کی زرد رنگت اور متوحش سا اندا کو پریشان کر گیا تھا۔

"ضوئی! وہ جو نوفل ہے نا۔" وہ روہانسی سی کچھ کہنے لگی تھی کہ ساتھ کھڑی ادینہ کے ایکدم ان دونوں کی طرف مڑنے پر وہ گڑبڑا کر چپ ہوگئی۔

"کیا ہوا؟" اس کی نظریں صبا کو اپنے وجود پر چبھتی محسوس ہوئی تھیں۔

"کچھ نہیں۔ یونہی وجدان اس روز کی طرح یہاں بھی کیمرہ لئے سب کے گولڈن شارٹس لے رہا ہے۔ اسی سے پیچھا چھڑا کے آ رہی تھی۔" ضحیٰ نے جلدی سے بات بنائی۔ جب کہ صبا کا مارے خوف کے لرز رہا تھا۔ اگر ادینہ نے اس کی آدھی ادھوری بات سن کر ان کی طرف دیکھا پھر کوئی بھی غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی۔

"میں کہہ رہی تھی کہ وہ جو نوفل ہیں نا نگین کے بھائی۔ وہ پوچھ رہے ہیں کہ نگین کے تصویریں کمرے میں بھی بنوانی ہیں کہ نہیں۔" بہ مشکل ہی سہی مگر وہ بات سنبھال ہی گئی تھی۔

"کہاں ہے نوفل؟" ادینہ نے بھنوؤں کو معنی خیزی سے جنبش دے کر پوچھا تو وہ گڑبڑا کر ضح دیکھنے لگی جو پہلے ہی کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"وہ وہیں ہیں، نگین کے کمرے میں۔" بے چینی سے دونوں ہاتھ مسلتے ہوئے کہا تو وہ ضحیٰ کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

"تو چلو نا، اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔"

"نن ۔۔۔۔۔ نہیں۔ ابھی تو اتنی ساری تصویریں بنوائی ہیں۔" وہ بے تحاشا گھبرائی تھی۔

"شکریہ ادینہ! ۔۔۔ ابھی تو ہماری واپسی کا پروگرام بن چکا ہے۔" ضحیٰ نے اس کی مشکل آسان کی تھی۔

"ہاں، پھر کبھی سہی۔" وہ قدرے سکون سے مسکرائی مگر اسی وقت ہال میں داخل ہوتا نوفل اس کو مضطرب کر گیا۔ ادینہ نے ہاتھ ہلا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا اور وہ بھی جیسے کھنچا چلا آیا تھا۔

"کہاں تھے تم؟" اس کا انداز بہت استحقاقانہ تھا۔

"میں ذرا کپڑے چینج کرنے گیا تھا۔" اس نے اپنی شرٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اچٹتی نگاہ صبا پر ڈالی تو اسے اپنی پیشانی تپتی محسوس ہونے لگی۔ جیسے کسی نے سلگتا انگارہ رکھ دیا ہو۔

"صبا بتا رہی تھی کہ تم ہماری تصویریں بنانا چاہ رہے ہو۔" ادینہ نے لطف لینے والے انداز میں کہا تو صبا کا زمین میں گڑ جانے کو جی چاہنے لگا۔

"جو لوگ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتے ہوں ان کی تصویریں کیا بنانا۔" مسکرا کر بہت جاندار لہجے میں کہا تو صبا کی ہتھیلیاں پسیجنے لگیں۔ نوفل نے سرسری نگاہ اس کے گھبرائے ہوئے بے چین سے انداز پر ڈالی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" ادینہ نے اسے گھورا تو وہ بے پرواہی سے بولا۔

"بھئی اب اتنی بھی اچھی شکلیں نہیں کہ گھر میں دیکھنے کے ساتھ ساتھ تصویروں میں بھی دیکھی جائیں۔"

"نوفل بھائی!" بے اختیار ہی ضحیٰ نے شکایتی انداز میں کہا تو وہ ہنس دیا۔

"سوری، مذاق کر رہا ہوں۔" پھر وہ ادینہ کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم نے ان لوگوں کی کوئی خاطر مدارات بھی کی یا نہیں؟"

"بہت شکریہ نوفل بھائی! ہم لوگوں نے بہت انجوائے کیا ہے آپ سب کی میزبانی کو۔" ضحیٰ نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

"ضوئی! میرے خیال میں امی بلا رہی ہیں۔" صبا نے کہا تو وہ مزید کوئی بات کئے بغیر ان دونوں سے معذرت کرتی صبا کو ساتھ لئے تائی جان کی طرف چل پڑی۔

"بہت بے وقوف ہو تم صبی! یہ کیا کر رہی ہو؟" ضحیٰ نے اسے جھاڑا تو وہ روہانسی ہونے لگی۔

"میں ڈر گئی تھی۔ وہ شخص اچھا نہیں ہے۔"

"کیا؟" ضحیٰ ٹھٹک گئی تھی۔

"وہ، تم نے دیکھا نہیں کیسے گھور رہا تھا۔" وہ منمنائی تو ضحیٰ نے دانت پیس کر کہا۔

"شکل سے تو آدم خور نہیں لگ رہا تھا۔"

"سمجھو نا ضحیٰ! وہ مجھے کچھ اور ہی انداز سے دیکھ رہا تھا۔" صبا نے اپنے اندر سنسنی سی محسوس کرتے ہوئے صورت حال کی سنگینی کو ضحیٰ پر بھی پوری طرح واضح کرنے کی کوشش کی تھی۔

"مانا کہ بندہ بہت ہینڈسم ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم اپنے حواس ہی کھو بیٹھو۔" ضحیٰ دانت پیسے تھے۔

"ضوئی! وہ خوامخواہ مجھ سے فری ہو رہا تھا۔" صبا کو وہ دو ساحر آنکھیں یاد آنے لگیں۔ نوفل انداز، نظر انداز کئے جانے والے تو نہیں تھے۔

"تم سے تو میں گھر چل کے بات کروں گی۔" ضحیٰ کو اس کی ذہنی حالت پر شک ہونے لگا تھا۔

"تائی جان! آپ نے بلایا تھا؟" اس نے صالحہ بیگم سے محوِ گفتگو تائی جان سے پوچھا تو صبا جلدی سے اس کے پہلو میں چٹکی کاٹی۔

"کیا تکلیف ہے؟" وہ تلملائی تھی۔

"امی نے نہیں بلایا۔ وہ تو وہاں سے ہٹنے کے لئے......" وہ منمنائی تھی۔

"بالکل ڈفر ہو تم صبا!" وہ گہری سانس لیتی وہیں خواتین کے پاس بیٹھ گئی تو صبا نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

ضحیٰ کا یہ اطمینان صرف وہیں تک رہا تھا۔ گھر آتے ہی اسے ساری بات جاننے کا تجسس ہونے لگا تھا۔ مگر انس تو ایک ایک کے حلق سے ساری تقریب کا احوال اگلوانے پر تلا ہوا تھا۔

"بھئی میں تو سونے جا رہا ہوں۔ یہ ڈیپارٹمنٹ تو لڑکیوں کا ہے۔ ان سے ساری تفصیل پوچھ لو۔" معید سب سے پہلے جان چھڑا کے بھاگا تھا اور جب کوئی بھی اس مشقت پر راضی نہیں ہوا تو وجدان نیکی کے فرشتے کی مانند حاضر ہوا تھا۔

"زبانی کلامی کیا کریں گے سن کر؟ میری بنائی ہوئی شاہکار مووی کس روز کام آئے گی؟"

"دل خوش کیا ہے تم نے وجدان!" اس نے وجدان کا شانہ تھپکا تو چاند نے ہاتھ جوڑے۔

"جا میرے بھائی! اب تو مشکل آسان ہو گئی نا۔ سونے دے ہمیں۔"

"جہنم میں جاؤ اب تم لوگ۔" وہ انہیں چڑاتا ہوا مووی دیکھنے چلا گیا تو وہ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنس دیئے۔

سخت نیند آنے کے باوجود ضحیٰ اس کے کمرے میں موجود تھی۔

"اب بتاؤ کیا بدحواسیاں ہو رہی تھیں وہاں؟"

جواباً صبا نے گزشتہ اور حالیہ دونوں ملاقاتوں کا احوال شرافت سے بیان کر دیا۔

"ہاں۔" اس نے آنکھیں پھاڑ کر صبا کو دیکھا تھا۔ "اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں۔"

"تم کون سا یقین کر لیتیں؟ اب بھی تو نہیں مان رہی تھیں۔" وہ نروٹھے انداز میں بولی تھی۔

"کہیں معاملہ گڑبڑ تو نہیں ہے؟" ضحیٰ نے شرارت سے پوچھا تو صبا نے اس کے شانے پر تھپڑ دے مارا۔

"بکواس نہیں کرو۔ اور اب دفع ہو جاؤ۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"اوہو ــــ آج کچھ زیادہ جلدی ہی نیند نہیں آ رہی؟" وہ شرارت کے موڈ میں تھی۔ مگر صبا اس انداز میں کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اس لئے جتانے والے مگر روکھے انداز میں بولی۔

"میرے پاس فضول باتوں کو سوچنے کے لئے ٹائم نہیں ہے۔"

"چلو بھئی، ہمیں کیا۔" وہ شانے اچکاتی لاپرواہی سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پھر دروازے کے قریب رکتے ہوئے بولی۔ "لیکن کل کو اگر کچھ اور گڑبڑ ہو گئی تو اپنی رونی صورت لے کر میرے پاس مت آنا۔"

"ضوئی! ــــ بدتمیز!" وہ دانت پیستی اس کی طرف بڑھی مگر وہ تیزی سے دروازہ کھول کر بھاگ گئی تھی۔

"اسٹوپڈ۔" سر جھٹکتی وہ الماری میں سے کپڑے نکالنے لگی۔

اپنی طرف سے ہر فضول سوچ کو ذہن سے جھٹک کر نائٹ بلب آن کر کے وہ اپنے بستر پر دراز ہوئی تھی۔ مگر آنکھیں بند کرتے ہی وہ پُرشوق نگاہیں ذہن کی اسکرین پر جگمگا اُٹھیں تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

●●●●●

"خدا کے لئے انس بھائی! اب مجھے ناشتہ بنا لینے دیں۔ منگنی نہ ہوئی، کے ٹو سر کر لی ہے آپ نے۔" وہ سخت جھنجلائی ہوئی تھی۔

"کے ٹو نہیں، ماؤنٹ ایورسٹ۔" ضحیٰ نے اپنے لئے چائے نکالتے ہوئے لقمہ دیا تو انس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم نے کون سا معرکہ مار لیا ہے؟ ایک ذرا سا کام کہا تھا، وہ تو ہو نہیں سکا۔"

"تو آپ خود کیوں نہیں کر لیتے یہ ذرا سا کام؟" ضحیٰ نے جواب دیا تھا۔

"اچھا لگوں گا میں فون کر کے اپنی منگیتر سے ٹیلی فونک ملاقات کی اجازت لیتے ہوئے؟" انس نے کہا تو صبا نے پوچھا۔

"آخر آپ کو ضرورت کیا پڑی ہے اس ٹیلی فونک ملاقات کی؟"

"واقعی، دو چار ماہ میں تو یوں بھی فیس ٹو فیس ملاقات ہو جانی ہے۔" ضحیٰ نے وہیں کیبنٹ ٹاپ پر بیٹھ کر چائے کا کپ تھام لیا تھا۔

"بس، مشورے ہی تو ہیں تم لوگوں کے پاس۔ وہ بھی بالکل بے کار۔" وہ سلگ اٹھا تھا۔

کتنی خواہش تھی دل میں کہ منگنی کے بعد وہ اپنی منگیتر سے فون پر ڈھیروں باتیں کرے۔ کچھ اس کے بارے میں جانے، کچھ اپنے بارے میں بتائے مگر اس کے لئے بہرحال پہلے نگین سے پوچھنا ضروری تھا اور یہی کام انس نے ان دونوں کے ذمہ لگایا تھا جس کا انہیں بالکل بھی یاد نہیں

رہا تھا۔

''بھئی اب وہ آپ کی منگیتر ہیں۔ آپ جب جی چاہے انہیں فون کر سکتے ہیں۔'' صبا نے
ضحیٰ برجستہ بولی۔

''منہ اٹھا کے......''

''بکواس نہیں کرو۔'' وہ حقیقتاً ناراض تھا۔ ان دونوں کو ہنسی آنے لگی۔

''سچی بتائیں، کہیں پہلے نگی سے ملتے تو نہیں رہے آپ؟'' ضحیٰ نے وثوق سے پوچھا تو وہ
گھور کر رہ گیا۔

''تم کیوں پوچھ رہی ہو؟'' صبا نے حیرت سے کہا تو وہ اطمینان سے بولی۔

''جتنی بے قراری یہ دکھا رہے ہیں وہ صرف تصویر کی مرہون منت تو نہیں لگتی۔''

''بس بکواس کروا لو ان سے جتنی جی چاہے۔'' ان دونوں کے ہنسنے پر وہ کڑھتا ہوا کچن
گیا تھا۔

''کوئی جواب نہیں ان کا بھی۔ کہاں تو موصوف کے مزاج ہی نہیں مل رہے تھے اور اب
حالِ دل کہنے سننے تک نوبت آ پہنچی ہے۔'' ضحیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بولی۔

''ویسے ہمیں نگین سے پوچھ لینا چاہئے تھا——— کافی آزاد خیال لوگ ہیں۔ وہ یقیناً مائنڈ
کرے گی۔''

''اب پہلے دن کی منگیتر سے اس طرح کی باتیں کرنا اچھا تو نہیں لگتا نا۔ اسی لئے میں
نے نہیں پوچھا۔'' ضحیٰ نے اطمینان سے کہا تو وہ ہنس دی۔

''یہ خوب کہا تم نے——— پہلے دن کی دلہن تو سنا تھا اب پہلے دن کی منگیتر بھی ضرب المثل بن
جائے گا۔''

''میرے خیال میں انس بھائی پر جو ٹیلی فونک ملاقات کا دورہ پڑا ہوا ہے نا اس میں زیادہ
منگنی والے روز کی مووی دیکھ کر آئی ہے۔ نگین لگ بھی تو کتنی اچھی رہی ہے۔'' صبا نے فراً
ایک پلیٹ میں نکالتے ہوئے خیال آرائی کی تو ضحیٰ نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔

''اب یہ سب کچھ لے جا کر ٹیبل پر لگاؤ۔ ابھی حمرہ اور وجدان کی چیخیں شروع ہو جائیں گی
نے کہا تو اس نے اپنی چائے ختم کر کے کپ سنک پر رکھا اور ناشتے کے لوازمات سے بھری ٹرے
کر ڈائننگ روم کی طرف چل پڑی۔

''یونیورسٹی جا رہی ہو تم؟'' چچی جان نے ضحیٰ سے پوچھا تھا۔

''بالکل جا رہی ہوں۔ پہلے ہی خوامخواہ ایک ہفتہ ضائع کر دیا ہے میں نے۔'' وہ انس کو
سے دیکھتے ہوئے بولی تو وہ تلملا اٹھا۔

''ویسے تمہاری کوئی خاص ضرورت تو نہیں تھی اس منگنی میں۔ خوامخواہ کا احسان کر ڈالا ہم
''بس کرو اب اور جلدی سے اٹھ جاؤ۔ ساڑھے آٹھ بجے تمہیں آفس میں ہونا چاہئے

نے اسی وقت انس کو ٹوک دیا تھا۔

''اوہو، یہ حکم کس نے صادر کیا ہے؟'' صبا نے دلچسپی سے پوچھا تو معید کے لبوں کی تراش میں
مسی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بڑا صحیح اندازہ ہے تمہارا۔ یہ بڑے ماموں کا حکم ہے۔''

''کوئی بات نہیں بھائی! کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا ہی پڑتا ہے۔'' ضحیٰ نے یونیورسٹی جانے کے
لئے اٹھتے ہوئے ہمدردانہ انداز میں انس کا شانہ تھپکا جو کبھی بھی باقاعدہ ٹائمنگ کے ساتھ آفس نہیں
جاتا تھا۔ یہ تو اسٹاف کی مہربانی تھی جو محنت اور مخلصی سے کام کرتا تھا ورنہ تو شاید اب تک کاروبار ٹھپ
چکا ہوتا۔

''تم اپنے اقوال اپنے پاس ہی رکھو۔'' وہ رُکھائی سے بولا تو بیگ چیک کرتی ہوئی وہ ہنس پڑی۔

''امی جی! آپ نے میرے بیگ میں پیسے نہیں رکھے؟'' اس نے چچی جان سے اپنی پاکٹ منی
کی بابت استفسار کیا تو انہوں نے پیشانی پر ہاتھ مار کر اپنی یادداشت کو کوسا۔

''وہ تو رات میں نے الگ کر کے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں رکھ دیئے تھے۔''

''کتنے پیسے چاہئیں؟'' اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی معید نے اپنا والٹ نکالتے ہوئے پوچھا تو
لب بھینچ کر ذرا سا مسکرائی اور پھر بولی۔

''میں اپنے پیسوں کی بات کر رہی ہوں۔''

''یہ بھی تمہارے اپنے ہی پیسے ہیں۔'' تائی جان نے در پردہ اسے معید سے پیسے لے لینے کو کہا
مگر وہ اس کا کوئی بھی احسان لینے کی روادار نہیں تھی۔

''خیر ابھی تو ضرورت نہیں۔ واپسی پر لے لوں گی۔'' وہ بہ عجلت کہتی نکل گئی تو لب بھینچتے ہوئے
معید نے اپنا والٹ جیب میں ڈال لیا تھا۔

''ایک تو یہ لڑکی میری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی ہے۔'' چچی جان نے اس
پلیٹ میں بچا کھچا پراٹھا اور انڈا دیکھتے ہوئے ناگواری سے کہا۔ تائی جان نے ہمیشہ کی طرح انہیں
سمجھا دی۔

''ابھی پڑھائی میں مصروف ہے۔ فارغ ہو گی تو ٹھیک ہو جائے گی۔''

''او کے جی، میں چلتا ہوں پھر۔'' انس اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ معید نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

●●●●●

''صبی! وہ معید کے کیمرے والی ریل کا کیا بنا؟ عماد بھائی نے اس سے ہماری کتنی ہی تصویریں
لی تھیں۔'' چھت پر ٹہلتے ہوئے ضحیٰ کو یاد آیا تھا۔ سبھی تصویریں دُھل کے آ گئی تھیں۔ ایک معید والی
ریل ہی کا پتہ نہیں چلا تھا۔

''وجدان دُھلوا کے لایا تو تھا۔ معید بھائی کے پاس ہی ہوں گی۔ میں نے پوچھا ہی نہیں۔'' صبا
کو بھی ابھی خیال آیا تھا۔

"وہ ہے بھی لینس والا کیمرہ۔ بہت اچھا رزلٹ آیا ہوگا ہماری تصویروں کا۔ جاؤ ذرا پتہ کر آؤ۔" ضحیٰ نے کہا تو وہ صاف گوئی سے بولی۔

"میں تو اتنی مشکلوں سے سیڑھیاں طے کر کے اوپر آئی ہوں۔ اگر تمہیں اتنا ہی شوق ہے تو لے آؤ۔"

"بہت بدتمیز ہو تم۔" ضحیٰ چڑ گئی تھی۔

"یوں بھی ابھی تو شاید وہ گھر بھی نہیں۔" صبا نے کہا تو دفعتہً اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"یعنی یہ اچھا موقع ہے اس کے کمرے سے تصویریں اُڑانے کا۔"

"جی نہیں ـــــ یہی ایک موقع نہیں ہے ان کے کمرے میں جانے کا۔" صبا نے فہمائشی انداز کہا تھا۔

"تم یہاں اپنی اسمارٹنس کے سو چکر پورے کرو، میں ابھی ایک کامیاب ڈاکہ مار کے آتی ہوں" وہ بولی تو صبا نے اسے روکنا چاہا۔

"معید بھائی خفا ہوں گے ضوئی!"

"وہ پہلے کب مجھ سے راضی ہے۔ تھوڑا سا خفا اور ہو لینے دو۔" وہ لاپرواہی سے کہتی سیڑھیاں گئی۔ صبا اس کی ہٹ دھرمی پر سانس بھر کے رہ گئی۔

بہت احتیاط سے معید کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانک کر اس نے معید کی غیر مو کا اندازہ کرنا چاہا تو باتھ روم کا بند دروازہ اور شاور چلنے کی آواز اس کی امیدوں پر پانی پھیر گئی یقیناً باتھ روم میں تھا اور شاور لے رہا تھا۔

'جلدی جلدی چیک کر لیتی ہوں ـــــ یہ کون سا اتنی جلدی باہر آنے والا ہے۔' اندر داخل آہستگی سے دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے سوچا پھر کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر اندازہ چاہا کہ اس نے البم کہاں رکھی ہوگی۔ سب سے پہلے اس نے سائیڈ ٹیبلز کی درازیں کھنگالیں مگر اس کے ضروری کاغذات اور فائلوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔

'چہ ـــــ کہاں ہوسکتی ہے؟' وہ اُلجھی تھی۔ پھر کچھ سوچ کر اس کی دیوار گیر الماری کی طر بڑھی۔ ناب گھماتے ہوئے اس کا ہاتھ ٹھٹکا تھا۔ اس طرح بغیر اجازت کسی کے کمرے میں آ یوں تلاشیاں لیتے پھرنا یقیناً اخلاقیات کے خلاف تھا۔

'میں کون سا کچھ چرانے آئی ہوں۔ بس البم لے کر چلی جاؤں گی۔' خود کو تسلی دیتے ہوئے تھپک کر اس نے الماری کھول لی۔ دراز چیک کی مگر ناکامی ہوئی ـــــ لاکر چیک کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر لاکر میں چابی لگی دیکھ کر بے اختیار ہی اس نے لاک کھول ڈالا تھا۔ احتیاط سے ہینڈل گھما کر لاکر کا دروازہ کھولا تو وہاں نہ صرف البم بلکہ ایک خوب صورت سی ڈائری رکھی ہوئی تھی ـــــ اس کا ارادہ صرف البم اٹھانے کا تھا مگر برا ہو اس متجسس طبع کا جو عقل پر غال گئی۔

"کیا پتہ کسی نے گفٹ ہی کی ہو اور موصوف اس میں اپنے دل کی باتیں لکھتے ہوں۔"

بہت احتیاط کے ساتھ اس نے نیلی جلد والی ڈائری اٹھا کر کھولی تھی۔ پہلے ہی صفحے پر معید کی لکھائی خوب صورتی سے بکھری ہوئی تھی۔

میری زندگی میں اِک کتاب ہے
اِک چراغ ہے
اِک خواب ہے اور تم ہو
یہ کتاب و خواب کے درمیان جو منزلیں ہیں
میں چاہتا ہوں
تمہارے ساتھ سفر کروں
وہی کل اثاثۂ زندگی ہے
اس کو زادِ سفر کروں
میرے دل کے جادہ خوش خبر پہ
بجز تمہارے کبھی کسی کا گزر نہ ہو
مگر اس طرح کہ
تمہیں بھی اس کی خبر نہ ہو

'اوہو۔' اُس کے ہونٹوں پر بے ساختہ سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ اس نے صفحہ پلٹ کر آگے پڑھنے ی کوشش کی مگر فقط اس نظم کے بعد ڈائری کے باقی صفحے خالی تھے۔ تبھی ڈائری کے صفحات میں سے وئی کاغذ پھسل کر نیچے گرا تو وہ چونک کر دیکھنے لگی۔ یہ کوئی تصویر تھی جو اوندھی پڑی تھی۔ ایک سنسنی میز احساس میں گھر کر اس نے نیچے بیٹھتے ہوئے بے اختیار تصویر اٹھانی چاہی۔ تبھی کسی نے ایک دم ں کی کلائی کو بہت سختی سے تھام لیا تو وہ تھرا کر رہ گئی۔

معید حسن کو سامنے دیکھ کر رہی سہی جان بھی ہوا ہو گئی۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے؟" وہ غرایا تھا۔ بلیو لائننگ والے نائٹ ڈریس میں ملبوس وہ یقیناً شاور لے کر نکلتے ہی نگاہ پڑنے پر ضحیٰ کی طرف لپکا تھا۔

"وہ......وہ......میں...... یہ......" کچھ خوف تھا تو شرمندگی بھی حد سے سوا تھی۔ گھبراہٹ ے مارے کوئی بہانہ بھی تو نہیں سوجھا تھا۔

"شرم نہیں آتی تمہیں ایسی حرکت کرتے ہوئے؟" معید نے غصے سے کہتے ہوئے اس کی کلائی کو کا دیا تو اس کی سخت گرفت میں کتنی ہی چوڑیاں ٹوٹ گئیں جو یقیناً اس کی کلائی میں بھی کھبی تھیں۔

"میں یہ البم لینے آئی تھی ـــــ" کلائی زخمی ہونے سے زیادہ شرمندگی کے مارے اسے رونا نے لگا تھا۔

"میری اجازت کے بغیر تم نے میری الماری کو ہاتھ بھی کیوں لگایا؟ ـــــ اتنی بھی سینس نہیں

ہے تمہیں؟'' وہ مشتعل ہو رہا تھا۔

''سوری۔'' اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''بہت آسان کام ہے تمہارے لئے کچھ بھی کر کے ایکسکیوز کر لینا۔'' وہ طنزیہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ کیا کہتی۔ اتنی اہانت کے بعد اور کہا بھی کیا جا سکتا تھا۔ بالکل چوروں کی طرح رنگے ہاتھ پکڑی گئی تھی۔

''میں تو صرف یہ......'' اس نے رُندھے ہوئے لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش ک وہ اس کی بات کاٹ کر سختی سے پُر لہجے میں بولا۔

''گیٹ آؤٹ اور آئندہ کبھی ایسی فضول حرکت کی تو......'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر لب بھینچ تھا۔ اس نے کسمسا کر اپنی کلائی چھڑانا چاہی تو معید نے اپنی گرفت چھوڑ دی۔ چوڑیوں کے کتنے ٹکڑے کارپٹ پر بکھر گئے۔ البم وہیں پھینک کر وہ بھاگنے کے سے انداز میں اُٹھ کر دروازے طرف بڑھی تھی۔ وہ گہری سانس لے کر اوندھی پڑی تصویر اٹھانے لگا تو نگاہ کارپٹ پر بکھری چوڑیو پر ٹھٹک گئی۔

●●●●●

صبا اسے ڈھونڈتی ہوئی ان کے پورشن میں چلی آئی تھی۔

چچی جان سے پتہ چلا کہ وہ اپنے کمرے میں جا چکی ہے تو اسے بہت حیرت ہوئی۔ کیونکہ وہ ا جلدی سونے کی کبھی بھی عادی نہیں رہی تھی۔ صبا اس کے کمرے میں چلی آئی۔ وہ تکیے میں منہ د لیٹی تھی۔ صبا اس کے پاس جا بیٹھی۔ لائٹ جل رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ جاگ رہی ہے۔

''تم تو البم لینے گئی تھیں۔'' اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے صبا نے پوچھا تو اس ہاتھ جھٹک کر وہ بولی۔

''میں نہیں گئی تھی۔ لائٹ آف کر دو۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔'' اس نے اپنی طرف سے اپنے لہج کتنا ہی نارمل کر کے کیوں نہ کہا ہو، اس کی آواز کی نمی صبا سے چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

''کیا بات ہے ضحیٰ؟'' اس نے پُرتشویش لہجے میں پوچھا اور اسے سیدھا کرنے کی کوشش کی۔

''صبا پلیز! سونے دو مجھے۔'' اس نے صبا کا ہاتھ پیچھے کیا تو اس کی نظر ضحیٰ کی زخمی کلائی پر پڑی۔

''ضوئی! یہ کیا ہوا ہے؟''

''کچھ بھی نہیں ہوا۔'' وہ زچ ہو کر اٹھ بیٹھی تھی۔

''تم رو رہی تھیں؟'' صبا کو یقین نہیں آ رہا تھا مگر اس کی سرخ ہوتی آنکھیں اور بھیگی پلکیں اس گریہ وزاری کو ظاہر کر رہی تھیں۔

''میں کوئی رو نہیں رہی۔ تم جا کر سو کیوں نہیں جاتیں؟'' وہ تنگ آ کر بولی تو صبا نے تاسف سے اسے دیکھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے، یوں میں جا کر سو جاؤں گی؟'' وہ کچھ کہے بغیر تکیہ گود میں رکھے بیٹھی ر

تو صبا نے اس کی کلائی کو نرمی سے تھام لیا۔

''یہ کیا ہوا ہے؟'' اس کے انداز میں اتنی محبت اور ملائمت تھی کہ ضحیٰ کو رونا آنے لگا۔

''چوڑیاں ٹوٹنے کی وجہ سے خراشیں آ گئیں۔''

''اور رو کیوں رہی تھیں؟ کہیں معید بھائی سے ڈانٹ تو نہیں پڑ گئی؟'' صبا کو یکلخت یاد آیا تھا۔ ابھی آتے ہوئے اس نے معید کو لاؤنج میں کھانا کھانے میں مصروف دیکھا تھا۔ اب مزید چھپانا تو بے کار ہی تھا۔ سو ضحیٰ نے اپنی کارکردگی اور معید کی چھاپہ مار مہم کی ساری تفصیل بتا دی۔

''کس قدر بری بات ہے ضوئی! تمہیں ان کی الماری بلکہ لاکر کی تلاشی لینے کو کس نے کہا تھا؟'' صبا نے متاسفانہ انداز میں کہا تو وہ ڈھٹائی سے بولی۔

''اس نے البم بھی تو وہیں رکھی ہوئی تھی۔''

''پھر بھی۔ بہت غلط حرکت تھی تمہاری۔ آدمی کی پرسنل اشیاء بھی ہو سکتی ہیں۔'' صبا کو افسوس ہو رہا تھا۔ دفعتہً اس کی آنکھیں چمکیں اور وہ جوش بھرے لہجے میں بولی۔

''وہ بھی لاکر میں اپنے پرسنلو چھپا کے رکھتا ہے۔ ڈائری میں اتنی رومینٹک سی نظم لکھی ہوئی تھی اور کسی لڑکی کی تصویر بھی تھی۔''

''ابھی تو تم کہہ رہی تھیں کہ تم نے تصویر دیکھی ہی نہیں۔'' صبا نے مشکوک انداز میں اسے دیکھا تھا۔

''کسی لڑکے کے پاس لڑکی ہی کی تصویر ہو سکتی ہے۔'' وہ اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

''معید بھائی کی نیچر ایسی نہیں ہے۔'' صبا نے تیقّن بھرے لہجے میں کہا تو وہ جل کر رہ گئی۔

''وہ تو جیسے ہر سال گنگا نہا کے آتے ہیں نا۔ لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز تو ہے نہیں۔''

''لڑکیوں سے نہ سہی، چور ڈاکوؤں سے بہت اچھی طرح ڈیل کرتے ہیں۔'' صبا نے اس پر چوٹ کی تو وہ خفیف سی ہو گئی۔

''میں نے صرف وہاں سے البم نکالی تھی، وہ بھی ہماری تصویروں والی۔ اسے تو خوامخواہ ہی مجھ سے الجھنے کی عادت ہے۔''

''کیا خبر یہ خوامخواہ کا الجھنا ہی کسی روز رنگ لے آئے۔'' اس کی کلائی پر پڑی خراشوں کا جائزہ لیتے ہوئے صبا نے مسکراہٹ دبا کر کہا تو وہ چلا اُٹھی۔

''دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟''

''میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔'' اس کے انداز نے صبا کو سٹپٹا دیا تھا۔

''خبردار جو آئندہ یہ یونہی منہ سے نکالا تو۔'' وہ دانت پیس کر بولی تھی۔

''کیوں، ایسی کیا برائی ہے میرے بھائی میں؟'' صبا کو اس کے لب و لہجے سے خاصی تکلیف پہنچی تھی۔ سو خاصا تڑپ کر پوچھا۔

''اس میں کوئی برائی نہیں۔ البتہ تم میں ضرور ہے۔ اور وہ برائی یہ ہے کہ تم معید حسن کی بہن

ہو۔" ضحیٰ نے اطمینان سے کہا تو وہ برا مان جانے والے انداز میں بولی۔

"تمہیں ایسا کیا کہہ دیا ہے انہوں نے؟ غلطیوں پر تو سبھی ڈانٹتے ہیں۔"

"غلط فہمی ہے تمہاری کہ وہ مجھے صرف غلطیوں پر ڈانٹتا ہے۔ اسے تو شوق ہے مجھے ڈانٹنے کا۔ جو کسی کا لحاظ کر کے ڈانٹ کو ملتوی کیا ہو۔" ضحیٰ سخت برگشتہ ہو رہی تھی۔ پھر قطعی انداز میں بو[لی]

"اور تم دیکھ لینا۔ یہ جو تمہارا اگھنا، میسنا بھائی ہے نا، اس نے ضرور کہیں نہ کہیں بہت زبردست سا چلا رکھا ہوگا۔ وہ کیا لکھا ہوا تھا اس نے کہ

میری زندگی میں اِک کتاب ہے
اِک چراغ ہے
اِک خواب ہے اور تم ہو"

وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔

"اور تم جو اس کے آگے پیچھے خدمت گار بنی گھومتی رہتی ہو نا، تو تمہارا نام کتاب ہے نہ خواب، چراغ اور باقی رہ گئی 'تم' تو یہ تصویر والی ہوگی جس کے لئے اس نے لکھا ہوا تھا۔

میرے دل کے جادہ خوش خبر پہ
بجز تمہارے کبھی کسی کا گزر نہ ہو
مگر اس طرح کہ تمہیں بھی اس کی خبر نہ ہو

وہ تو اسے خبر نہیں ہونے دینا چاہتا، تم لوگ کیا شے ہو؟" ضحیٰ نے لمحوں میں صورت حال کا خطرناک سا تجزیہ کر کے رکھ دیا تھا۔

"میرے خدا!" صبا دنگ سی بیٹھی سن رہی تھی۔

"کتنی بکواس کرتی ہو تم ضحیٰ! معید بھائی ایسے نہیں ہیں۔"

"وہ ویسے بھی نہیں ہیں جیسا تم نے سوچ رکھا ہے۔" ضحیٰ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ پھر اٹل انداز میں بولی۔ "تم دیکھنا، میں اس کے لاکر میں سے وہ تصویر نکال کے ہی رہوں گی۔ پھر دیکھنا، سب کے سامنے معید حسن کیسے بے نقاب ہوتا ہے۔"

"اب کی بار تو وہ تمہارا گلا ہی دبا دیں گے۔" صبا نے اُسے ڈرانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی کلائی سے اٹھتی ٹیسوں کو نظر انداز کرتے ہوئے شاعرانہ انداز میں بولی۔

"باطل سے ڈرنے والے اے آسماں ہم نہیں
سو بار لے چکا ہے تُو امتحاں ہمارا"

"اب بس کرو اور ان خراشوں پر کریم لگا لو۔ لگ رہا ہے زہر سر چڑھ کے بول رہا ہے۔" صبا چڑ کر کہا تھا۔ مگر وہ واقعی معید کی پول کھولنے سے متعلق پلان کر رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے شرمندگی اور خوف اُڑن چھو ہو گیا تھا۔ اس کا ارادہ ایک مرتبہ پھر سے معید کے لاکر کو کھولنے کا تھا۔

●●●●●

یونیورسٹی سے باہر آتے ہی اس کی نگاہوں نے گزشتہ دن کی طرح کسی دل پسند چہرے کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھٹکنا شروع کر دیا۔

وہ پورے ایک ہفتے کے بعد یونیورسٹی آئی تھی مگر کل بھی وہ کہیں دکھائی نہیں دیا تھا اور آج بھی اس کی نگاہیں مایوس ہو کر پلٹنے لگی تھیں کہ درخت سے ٹیک لگائے بہت تحمل سے کھڑے عمر کاظمی نے اس کی تمام تر توجہ سمیٹ لی۔ وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھی تھی۔

"کس قدر بدتمیز ہو تم عمر!"

"میں تو اتنے دنوں کے بعد کسی بہت اچھی ملاقات کا سوچ کر آیا تھا اور تم نے آتے ہی اسرائیلی حملہ شروع کر دیا۔" دھوپ کی شدت سے سرخ ہوتی رنگت کے ساتھ وہ مسکراتا ہوا اچھا لگ رہا تھا۔

ضحیٰ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"کل کہاں تھے تم؟ ـــــ تمہیں پتہ تھا کہ کل میں یونیورسٹی آ رہی ہوں۔"

"سوری یار!" وہ سر کھجا کر بولا۔ پھر اسے دیکھتے ہوئے ہنس دیا۔ "خود بھی تو ایک ہفتے کی چھٹیاں گزار کے آ رہی ہو۔ میں تو صرف ایک ہی دن نہیں آیا۔" وہ ایک طرف کو چل پڑا تو وہ بھی درختوں کی ٹھنڈی گھنی چھاؤں میں اس کی ہم قدم ہو گئی۔ عمر کاظمی کے ساتھ یوں بے وجہ چلنا بھی اس کی ساری تھکن لمحوں میں مٹا دیتا تھا۔

"فنکشن کیسا رہا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

ضحیٰ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ "بہت زبردست ـــــ بہت مزہ آیا۔"

"میں نہیں تھا، پھر بھی؟" وہ امتحان لینے والے انداز پر اتر آیا تو ضحیٰ نے تنک کر کہا۔

"ہاں تم نہیں تھے پھر بھی۔"

"چہ ـــــ یہ ویلیو ہے تمہاری عمر کاظمی!" سر جھٹک کر وہ متاسفانہ انداز میں بولا تو ضحیٰ کو ہنسی آ گئی۔

"تم بتاؤ، اتنے دنوں میں میرے بغیر تمہیں کتنا مزہ آیا ہے؟" اس کے پوچھنے پر وہ چپ سا ہو گیا۔ پھر مدھم سے انداز میں بولا۔

"مجھے تو خود زندگی مزہ چکھانے پر تلی ہوئی ہے ضحیٰ! میں کیا زندگی کا مزہ چکھوں گا؟"

ضحیٰ نے تحیر سے اس کی طرف دیکھا پھر خفگی سے بولی۔

"شٹ اپ عمر! یوں بزدلوں کی طرح بات مت کرو۔"

"تو اور کیا تلوار لے کر زندگی سے جنگ کرنے نکل پڑوں؟" وہ چڑ گیا تھا۔ ضحیٰ خاموش ہو گئی۔ ان گزرے دو سالوں سے وہ بہت بدلتا جا رہا تھا۔ اس کی ساری شگفتگی اور شوخی کہیں کھوتی جا رہی تھی۔ بلند و بانگ دعوے دم توڑ رہے تھے اور شکستگی و تھکن اس کے وجود کا گھیراؤ کر رہی تھی۔

"تمہارے انٹرویو کا کیا بنا؟" ضحیٰ نے پوچھا تو وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ٹھوکر سے پتھر اڑاتے ہوئے بے دلی سے بولا۔

"وہی جو پہلے بنتا رہا ہے۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ تب وہ قدرے شگفتہ لہجے میں بولا۔

"دعا کرو ضحیٰ! مجھے اچھی سی جاب مل جائے۔ تاکہ میں اپنی دونوں بہنوں کی شادیاں کر کے فرض ادا کر سکوں۔"

"دو؟ ——— اور تیسری بہن؟" وہ حیران ہوئی تھی۔ کیونکہ عمر کی تین بہنیں تھیں۔ ایک اس سے بڑی اور دو اس سے چھوٹی تھیں۔

"تیسری کی شادی ہم دونوں مل کے کریں گے۔" وہ اطمینان سے کہہ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر اس کی رنگت میں مزید سرخیاں گھلنے لگی تھیں۔

"میں تو بہت دعا کرتی ہوں تمہارے لئے عمر! کہ جلدی سے تمہیں اچھی سی جاب مل جائے۔" اس کی توجہ اپنی طرف سے ہٹانے کی خاطر وہ بولی تھی۔

"اوہو ——— یعنی جلدی سے میں اپنے فرائض سے نمٹوں اور تم میرا سر کھانے میرے گھر آ جاؤ۔" وہ ابھی بھی شوخی کے موڈ میں تھا۔

"اچھا بدتمیزی مت کرو۔ پتہ ہے نا روڈ پر لڑکیوں سے چھیڑ خانی کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟" وہ فوراً رکھائی سے بولی ساتھ ہی دھکا بھی دیا تو وہ ہنس دیا۔ پھر گرمی کی شدت سے سرخ پڑتی اس کی رنگت دیکھ کر دل کو تاسف نے گھیرا تو وہ رک گیا۔

"تم پوائنٹ پکڑو اور گھر چلی جاؤ۔ بہت گرمی ہو رہی ہے۔"

"کوئی گرمی نہیں ہے۔" ضحیٰ نے بدستور چلتے ہوئے طمانیت سے کہا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "تمہارے ساتھ ان درختوں کی چھاؤں میں چلنا بہت اچھا لگتا ہے۔"

"میرے راستوں میں تو کڑی دھوپ کا سفر ہے ضحیٰ! یہ چھاؤں تو فقط وہاں تک ہے۔" اس نے دل گرفتگی سے مسکراتے ہوئے درختوں کی قریب الختم قطار کی طرف اشارہ کیا جہاں سے آگے ہر طرف کو تپتی سلگتی جھلسا دینے والی دھوپ نے ڈھانپ رکھا تھا۔

"عمر! کبھی تو خوش ہونے اور خوش کرنے والی بات کر لیا کرو ——— دو منٹ میں بندے کو فرش پر پٹخ دیتے ہو۔" وہ برا مان گئی تھی۔

"بندے کو اپنی اوقات ہی میں رہنا چاہئے۔ عرش پر خدا ہی کی ذات اچھی لگتی ہے۔" وہ مدبرانہ انداز میں کہتا اسے چڑا گیا۔

"عرش پہ کون جا رہا ہے۔ مگر ہواؤں میں تو اُڑ سکتے ہیں نا۔" اس کی بچگانہ سی خواہش پر عمر نے بہ مشکل اپنے قہقہے کو ہنسی میں ڈھالا تھا۔ پھر اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

"تمہیں تو میری صاف گوئی اور پریکٹیکل ہونا اچھا لگتا ہے۔"

"کبھی کبھار افسانوی باتوں سے بھی دل کو بہلا لینا چاہئے عمر کاظمی! زندگی سہل لگنے لگتی ہے۔" وہ جل کر بولی تھی۔

"یعنی زندگی سہل ہوتی نہیں بلکہ لگنے لگتی ہے۔ یعنی محض دھوکا، جاگتی آنکھوں کا سپنا۔ افسانوی باتیں کرنے کا مطلب ہے خیالی دنیا میں رہنا، حقیقت سے نظریں چرانا ——— یہ عادت بہت تکلیف پہنچانے والی ہوتی ہے ضحیٰ! کیونکہ پھر حقیقت کا سامنا کرنے کی عادت نہیں رہتی ——— اور اگر کبھی سچائی کا سامنا کرنا پڑ جائے تو بہت شاک پہنچتا ہے۔ اس لئے دی بیسٹ تھنگ اِز کہ آپ شروع ہی سے بہت پریکٹیکل ہو کر فیصلہ کریں۔" اس نے حقیقت پسندی پر پورا لیکچر ہی دے ڈالا تھا۔

ضحیٰ نے فائل سر پر رکھ کر دھوپ سے بچنے کی سعی کرتے ہوئے اسے خشمگیں نظروں سے دیکھا اور دانت پیس کر بولی۔

"میں بھی تمہاری طرح بیسٹ ڈیبیٹر رہی ہوتی تو ابھی تمہارے ان سب پوائنٹس کی ایسی کی تیسی کر دیتی۔"

اس کے انداز و الفاظ سے حظ اٹھاتے ہوئے وہ ہنس رہا تھا۔ مجبوراً ضحیٰ کو بھی مسکرانا پڑا۔

"چلو، تمہارا غصہ ٹھنڈا کرتا ہوں۔" وہ ایک دم سے بولا تھا۔ ضحیٰ نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔

"آئس کریم کھلاتا ہوں یار!" اس نے ان دو سالوں میں پہلی بار کہیں باہر کچھ کھانے پینے کی آفر کی تھی۔ اس سے پہلے وہ لوگ کیفے ٹیریا ہی میں کھانے پینے کا بندوبست رکھتے تھے۔

"آئس کریم ———؟" حسب عادت اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ آئس کریم میں تو اس کی جان اٹکی رہتی تھی۔ مگر چونکہ پہلے کبھی عمر کے ساتھ کسی پبلک پلیس پر جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اس لئے وہ متامل تھی۔

"بالکل ——— اور اس بار تمہارا پسندیدہ فلیور۔" عمر نے جیسے اسے للچایا تھا۔

"عمر! اچھا نہیں لگے گا یوں کھلے عام۔" وہ قدرے خوف زدہ بھی تھی۔

یونیورسٹی میں عمر اس سے سینئر تھا۔ یونہی فنکشنز اور دوستوں کے درمیان اس سے ملاقات ہوئی۔ ملاقات دوستی سے بڑھ کر جذباتی پسندیدگی تک کیسے پہنچی اس کا احساس ضحیٰ کو ہوا تھا اور نہ ہی عمر کو۔ مگر پھر بھی وہ دونوں جانتے تھے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے بہت اہم ہیں۔ یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد بھی وہ اس سے ملنے آتا رہتا تھا مگر یوں اس کی آفر قبول کرنے میں اسے ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔

"اوکے ——— دل نہیں مان رہا تو دفع کرو۔" وہ بشاشت بھرے انداز میں بولا۔ تب وہ غیر متوقع طور پر مان گئی۔

"چلو ٹھیک ہے ——— مگر صرف پندرہ منٹ رکوں گی میں۔"

تب وہ اسے لئے قریبی ریسٹورنٹ میں چلا آیا تھا۔ وہ اس قدر کانشس تھی کہ اِدھر اُدھر نگاہ دوڑائے بغیر عمر کے ساتھ سیدھی ٹیبل تک چلی آئی تھی۔

"بہت مشکل کام ہے یہ۔" کرسی پر گرتے ہوئے وہ یوں گہری سانس لے کر بولی جیسے میلوں سا کے آئی ہو۔

"یونیورسٹی میں پڑھ کے بھی گنوایا ہی ہے تم نے۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تو وہ ویٹر قریب آتے دیکھ کر اسے محض گھور کر رہ گئی۔

اپنی اور ضحیٰ کی پسندیدہ آئس کریم کا آرڈر دے کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ جو اتنے عرصے سے اندر ہی اندر کڑھتی رہی تھی، جتانے والے انداز میں بولی۔

"چاہے میں نے یونیورسٹی میں پڑھ کے کچھ پایا ہو یا گنوایا ہو مگر تمہارے ساتھ میں پہلی اور آخری مرتبہ یہاں آئی ہوں۔"

"اچھا بابا! اچھا۔" وہ ہارنے والے انداز میں بولا۔ پھر شرارت سے اضافہ کیا۔

"اچھا تو آخری بار سہی۔ شادی کے بعد تو آؤ گی نا؟"

اس کی بات پر وہ جھینپ سی گئی تھی۔

"اچھی لگتی ہو یوں شرمائی ہوئی۔" وہ اسے دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"عمر! اب اگر تم نے کوئی بکواس کی تو پبلک کا خیال کئے بغیر میں یہ فائل تمہارے سر پر دے ماروں گی۔" اس کے ارتکاز نے لمحوں میں ہتھیلیاں پسیج دی تھیں۔ وہ اس پر سے نگاہ ہٹاتے ہوئے بے ساختہ ہنس دیا تھا۔ ویٹر نے خوب صورت بلوریں پیالوں میں آئس کریم لا کر ان کے درمیان رکھ دی تھی۔ تب ضحیٰ کو خیال آیا تھا۔

"یہ آئس کریم میری طرف سے ہو گی۔" اس نے رعب سے کہا تو چمچ سے آئس کرم مکس کرتے ہوئے وہ بھنوئیں اچکا کر استفہامیہ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"وہ کس خوشی میں؟ ــــــ جہاں تک میرا خیال ہے میں نے ابھی تک تمہیں پروپوز نہیں کیا۔"

"عمر ــــــ!" دانت پیستے ہوئے وہ مدھم آواز میں غرائی تو وہ ہنسنے لگا۔

"پھر کیوں حاتم طائی کی رشتے دار بن رہی ہو؟" لاپرواہی سے پوچھا تو وہ بولی۔

"کیونکہ میرے بھائی کی منگنی ہوئی ہے۔"

"تمہارے بھائی کی منگنی ہوئی ہے نا ــــــ جس روز تمہاری ہو گی تب ٹریٹ دے دینا۔" وہ ہنوز رسانیت بھری شرارت سے کہہ رہا تھا۔

وہ زچ ہو کر آئس کریم کھانے لگی۔ ایک یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ ناحق اس کی دعوت قبول کر لی۔ پتہ نہیں اس کے پاس پیسے تھے بھی کہ نہیں۔ اور اگر تھے بھی تو ایک بالکل غیر ضروری کام پر خرچ ہو رہے تھے۔ یہی پیسے اس کے گھر کی کسی ضرورت کو پورا کر سکتے تھے۔

اس کا دل بوجھل ہونے لگا۔ دفعتہً اسے احساس ہونے لگا کہ ان دنوں وہ ٹیوشنز پڑھا رہا تھا۔ اور اتنی محنت سے کمائے روپوں کو یوں کسی شغل میں گنوانا تو صریحاً گناہ تھا۔

"ناراض ہو گئی ہو کیا؟" اس کی خاموشی اور آئس کریم کے پیالے میں یونہی چمچہ گھماتا عمر کو ٹھٹکا گیا تھا۔

"نہیں۔" وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر قدرے شگفتگی سے مسکرا کر بولی۔ "اچھا، اگر

میری ٹریٹ تمہیں قبول نہیں تو پھر یوں کرتے ہیں کہ میری آئس کریم کی پے منٹ تم کر دو اور تمہاری آئس کریم کی پے منٹ میرا ذمہ۔"

اس کی بات سن کر چند ثانیوں تک وہ اس کو دیکھتا رہا تو وہ پزل ہونے لگی۔ چمچہ پیالے میں رکھ کر دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنساتے ہوئے وہ رسان بھرے لہجے میں بولا۔

"تم کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہو؟ اتنے پیسے تو ہیں میرے پاس کہ تمہیں آئس کریم کھلا سکوں۔" وہ اتنی آسانی سے بات کی تہہ میں پہنچ جائے گا یہ ضحیٰ کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ گڑبڑا گئی۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

مگر وہ اس کے معذرتی انداز سے قطع نظر یونہی لب بھینچے بیٹھا تھا۔

"اگر تمہیں برا لگا ہے تو سوری۔" وہ سراسیمہ ہونے لگی۔ اس کی خود داری کو ٹھیس پہنچانے کا تو کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے مسکرا دیا۔

"برا تو نہیں لگا۔ ہاں، اتنا احساس ضرور ہوا ہے کہ تم مستقبل میں ایک کفایت شعار بیوی ثابت ہو گی۔" اس نے دفعتہً بات کا رخ بدلا تو وہ جو اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی، سٹپٹا گئی۔

"جی چاہ رہا ہے کہ یہ آئس کریم تمہارے سر پر دے ماروں۔ بہت فضول بولتے ہو تم۔"

"کیا کروں یار! اتنے دنوں کے بعد ملی ہو تو بہت اچھا لگ رہا ہے ــــــ یوں لگ رہا ہے جیسے بہت فریش ایئر میں سانس لے رہا ہوں۔" وہ عجیب سے انداز میں بولا تو وہ قدرے توقف کے بعد گویا ہوئی۔

"کوئی بھی وقت ہمیشہ کے لئے نہیں ہوتا عمر! آج دُکھ ہے تو کل سُکھ بھی آئے گا۔" اس کے تسلی دینے پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"اور میرا سب سے بڑا سُکھ یہ ہو گا کہ میرے ساتھ تم ہو گی۔ میری ہم قدم، میری غمگسار۔"

"تب غم کہاں ہوں گے عمر! صرف خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔" اس نے بچوں کی سی معصومیت سے کہا تو وہ جو بہت پریکٹیکل اپروچ رکھتا تھا اس پل اسے ٹوک بھی نہیں پایا۔ بلکہ رشک سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

'کس قدر آسان زندگی گزار رہی ہو تم ضحیٰ میر! تمہیں کیا خبر؟ اور پتہ نہیں تمہیں اپنے ساتھ اس کانٹوں بھری رہگزر میں گھسیٹ کر میں تمہارے ساتھ انصاف بھی کر رہا ہوں کہ نہیں؟' اُس کی سوچ منتشر ہونے لگی تھی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" ضحیٰ نے اسے ٹوکا تو وہ گہری سانس لیتا حال میں لوٹ آیا۔

"سوچ رہا ہوں کہ کہیں میں تمہیں بھی تو اپنے ساتھ خارزار میں تو نہیں گھسیٹ رہا۔" وہ بہت صاف گوئی سے بولا تو ضحیٰ نے اسے فوراً ٹوک دیا۔

"یہ میری قسمت ہو گی عمر! تم اس بارے میں مت سوچو۔ جتنا خدا نے میرے نصیب میں لکھ دیا وہ چاہے مجھے کسی جھونپڑی میں ملے یا محل میں۔ آئی ڈونٹ کیئر۔"

''قسمت پر اعتبار ہے تمہارا؟'' عمر نے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا پھر بولی۔

''بالکل ہے۔ خدا نے جو کچھ قسمت میں لکھ دیا ہے اس سے ایک ذرّہ بھی زیادہ نہیں حاصل سکتا۔ ہاں، یہ البتہ فیکٹ ہے کہ جو قسمت میں لکھا ہے وہ حاصل کرنے کے لئے تھوڑی جدوجہد پڑتی ہے۔''

''اور اگر ہم وہ چاہتے ہوں جو قسمت میں نہیں لکھا تو؟'' وہ عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

''جو قسمت میں نہیں لکھا وہ کیسے مل سکتا ہے؟'' اس نے لاپرواہی سے کہا تھا۔ پھر کچھ سوچ بولی۔ ''ہاں، اسے حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرنی چاہئے۔ کیونکہ کوشش کر کے ناکام ہو جانا ہے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے۔ کم از کم دل میں کوئی خلش تو باقی نہیں رہتی نا کہ شاید کوشش کرنے سے یہ چیز حاصل ہو جاتی۔''

''اور اگر کوشش کے باوجود وہ چیز نہ ملے تو؟'' اس کے نقوش پر نرم سی نگاہ دوڑا کر پوچھا تو پیپر سے ہونٹ صاف کرنے کے بعد اسے مسل کر پیالے میں پھینکتے ہوئے وہ لاپرواہی سے بولی۔

''پھر یہ کہ دُکھ تو ہوتا ہی ہے۔ مگر آہستہ آہستہ آدمی کا ہر زخم مندمل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر جیسی کوئی شے ہو یا نہ ہو مگر اس کا متبادل ضرور ہوتا ہے۔''

اس کی بات سن کر عمر نے ہلکی سی سانس بھری تھی۔ پھر ہلکا سا مسکرا کر بولا۔

''یعنی میرا بھی کوئی نہ کوئی متبادل ضرور ہو گا تمہارے لئے۔'' اس کی بات سمجھنے میں ضحیٰ کو ایک ہی لگا تھا۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کہہ دینے کے بعد وہ آرام سے بیٹھا ہوا تھا۔

''آئی ہیٹ یُو عمر! بہت برے ہو تم۔'' وہ دفعتہً ہی ڈھے گئی تھی۔ نچلا لب دانتوں تلے دبا کر مشکل آنسوؤں کو روکا تو وہ بھی گھبرا گیا۔

''ارے ضحیٰ! ـــــ یار! مذاق کر رہا تھا میں۔''

''یہ مذاق کرنے والی بات ہے کیا ـــــ؟'' وہ دھیمی آواز میں چلّائی تو وہ پریشان سا اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔

''کیا کر رہی ہو یار! ـــــ پبلک پلیس پر پھینٹی لگواؤ گی میری؟''

''تمہارے ساتھ اس سے بھی برا ہونا چاہئے۔'' اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔

''میں نے کبھی تمہارے علاوہ کسی کو نہیں سوچا۔ اور تم کتنی آسانی سے کہہ گئے ہو کہ میرے لئے تمہارا کوئی متبادل ہو سکتا ہے۔''

''بہت اُلّو ہوں میں۔ یار! معاف کر دو۔ بس یونہی ایک فضول سی بات منہ سے نکل گئی۔'' بات کر کے پچھتا رہا تھا۔

''تم بہت برے ہو عمر کاظمی!'' وہ خفگی سے پُر انداز میں بولی تو وہ مسکرا دیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔

''ناراض مت ہوا کرو
یہ چاندنی کھلی کھلی چمک تمہارے رنگ کی
یہ سردیوں کی دھوپ سی تپش تمہارے روپ کی
اوپر سے یاسیت کا رنگ
ہمیں تو کچھ جچا نہیں
لبوں پہ مسکراہٹیں سجاؤ خوش رہا کرو
ناراض مت ہوا کرو۔''

وہ اپنے مسحور کر دینے والے لہجے میں دلکشی کے سارے رنگ سموئے ہوئے تھا۔

''بہت بدتمیز ہو تم۔ ایک تو فضول گفتگو کرتے ہو اوپر سے خفا بھی نہیں ہونے دیتے۔'' اس کا از و الفاظ بہت اثر پذیر تھے۔ تبھی تو وہ پل بھر میں اپنی خفگی بھول گئی تھی۔

''تھینک گاڈ! میں تو سمجھ رہا تھا کہ ایک اور آئس کریم کا خرچ پکا ہے۔'' عمر نے گہری سانس کھینچتے ئے دلچسپی سے اسے دیکھا تھا۔

''آئندہ کبھی ایسی فضول بات کہی تو میں بہت سنجیدگی سے ناراض ہو جاؤں گی۔''

''کہو تو کان پکڑ کے سوری کر لوں؟'' وہ مسکرا رہا تھا۔

''ایسی حرکتیں کیا ہی مت کرو جن کی تلافی میں کان پکڑنے پڑیں۔'' تنبیہی لہجے میں کہتے ہوئے نے کلائی الٹ کر ٹائم دیکھا پھر اسے اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ویٹر کو بلانے لگا۔

وہ بیگ شانے پر ڈالنے کے بعد فائل سنبھالتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ دوپٹے کو ٹھیک کرتے ہوئے نے یونہی ریسٹورنٹ میں بیٹھے لوگوں پر سرسری سی نگاہ ڈالی تو داہنی طرف اپنے سے تیسری میز پر پڑتے ہی اس کی دھڑکن رُک سی گئی۔

''اب چل بھی پڑو ضحیٰ! کیوں فریز ہو گئی ہو؟'' عمر کی آواز اسے یکبارگی حواس میں لے آئی تھی۔

''ہوں ـــــ'' اپنے ہاتھوں پیروں میں سنسناہٹ محسوس کرتے ہوئے اس نے عمر کی طرف اٹھا۔

''چلو۔'' وہ اپنی نشست چھوڑے کھڑا تھا۔ وہ من من ہوتے قدم بمشکل اٹھاتی اس کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھی تو اسے اپنی پشت پر معید حسن کی نگاہوں کی تپش بہت اچھی طرح ہو رہی تھی۔

تم ملے تو کیا خود سے کلام
ورنہ ہم چپ تھے بہت
اپنے ہی آپ سے بھی چپ تھے بہت
بات معمولی نہیں ہوتی اگر سوچیں تو
بات قرآن ہوا کرتی ہے
بات فرمان ہوا کرتی ہے
بات میں ذات ہوا کرتی ہے شامل ورنہ
گفتگو میں کوئی تفریق ہی باقی نہ رہے
خود سے اِک عمر خاموشی میں کٹی
جانے کس خوف نے، کس خدشے نے جکڑی تھی زباں
جانے زنجیر تھی کیا لفظوں میں
اور تم آئے تو کیوں ٹوٹ گئی
خود کلامی کا یہ انداز بھی کیا خوب کہ ہم
تم سے بولے ہی چلے جاتے ہیں
بات رُکتی ہی نہیں
ایک سے ایک پڑی روح کے ہونٹوں میں گرہ
کھولے ہی چلے جاتے ہیں
رنگ گھولے ہی چلے جاتے ہیں

وہ اپنے بستر پر چت لیٹا چھت پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ تصور میں شاید کوئی بہت ہی دل پ منظر تھا یا پھر کوئی دلربا چہرہ۔ تبھی ہونٹوں پر مستقل مسکراہٹ کا ڈیرہ تھا۔

"تو نوفل احمد! اس طرح اسیر محبت ہونا تھا تمہیں ——— نہ کوئی افسانوی ملاقات، نہ خو صورت گفتگو۔"

اسے پھر سے صبا میر سے ملاقات کا منظر یاد آنے لگا۔ تبھی ذہن کو جھٹکا سا لگا تو بے اختیار اٹھ بیٹھا۔

"لاحول ولا قوۃ۔ یہ محبت کہاں سے بیچ میں آ گئی؟"

اپنی سوچ کو لگام ڈالتے ہوئے وہ تحیر میں مبتلا ہونے لگا۔

مگر اس قدر دل پھینک بھی وہ کبھی نہیں رہا تھا کہ پہلی ہی، وہ بھی سخت اَن رومینٹک ملاقات میں ی لڑکی کو یوں اپنے خیالات کا محور بنا لیتا۔ ہاں، یہ سچ ضرور تھا کہ صبا میر کی سادگی اور بے نیازی نے اسے کافی متاثر کیا تھا۔

"اور اُس کی آنکھیں ——— پتہ نہیں اُس کی آنکھیں زیادہ خوب صورت ہیں یا پھر اس کے بال۔"

اس کی سوچ پھر سے بہکنے لگی تھی۔

پچھلے ایک ہفتے میں کوئی دن ایسا نہیں گزرا تھا جب وہ اس کشمکش میں مبتلا نہ ہوا ہو۔ امریکہ جیسے لک میں کئی سال گزارنے کے بعد بھی اس نے خود کو لڑکیوں سے بے نیازی برتنے کی ادا بہت ھی طرح سے سکھا رکھی تھی۔ مگر صبا کے لئے دل کا یوں مضطرب و بے قرار ہونا خود نوفل کے لئے بھی ناقابل یقین امر تھا۔ مگر کسی وقت یوں بھی ہوتا کہ اسے اپنی یہ مغلوب سی کیفیت لطف دینے لگتی تھی۔

"بہت ناقابل تسخیر سمجھتے تھے خود کو نوفل احمد! تم تو اس کی ایک نظر نہیں سہار سکے۔" وہ بے ساختہ کرا اٹھتا تھا۔

"کچھ بھی ہو نوفل احمد! تم اس حقیقت کو تسلیم کرو یا نہ کرو، مگر لڑکی ہے زبردست۔ سادہ اور معصوم۔ اسے پاک نگاہوں والی، اداؤں سے مبرا۔" اُس کے دل نے قطعی فیصلہ صادر کیا تو وہ گہری سانس اٹھ کھڑا ہوا۔ سائیڈ بورڈ پر سے کی چین اور موبائل اٹھایا، ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں جھانک کر لوں کو ہاتھوں ہی سے ذرا سا سنوارا اور باہر نکل آیا۔

دل و ذہن کسی خوشگوار سے احساس میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس لئے موڈ بھی بہت اچھا تھا۔ نج تک آتے ہوئے وہ ژالے کا نمبر ملا چکا تھا۔

"ہیلو ڈشنگ مین!" کال ریسیو کرتے ہی ژالے کی کھلکھلاتی آواز گونجی تو وہ ہنس دیا۔

"کیسی ہو ———؟"

"بالکل ٹھیک۔"

"کہاں ہو ابھی؟" نوفل نے پوچھا تھا۔

"واپس آ چکی ہوں۔ مگر بہت بزی ہوں۔" وہ بے چارگی سے بولی۔

نوفل نے ایک نظر کلائی پر بندھی گھڑی پر ڈالی۔

"لنچ تک تو فارغ ہو سکتی ہو نا؟"

"بہت مشکل ہے۔" وہ بولی۔ پھر اضافہ کیا۔ "لیکن اگر تم جیسا بندہ لنچ کی آفر قبول کرے تو ہو ہے کہ میں اپنی مصروفیات ترک کر دوں۔" اس کی شرارت سمجھتے ہوئے نوفل نے فوراً کہا۔

"اوکے ——— تو پھر میکڈونلڈز ———"

"نو وے ——— میں سیریسلی بہت بزی ہوں۔ تم میری طرف آ جاؤ نا، میرا ویڈنگ کارڈ تو ——

نا تمہارے پاس۔"

"ہاں، ہے میرے پاس۔تم یہ بتاؤ کہ میں کتنے بجے آؤں؟"

"نوفل! سب ٹھیک تو ہے نا؟ ـــــ بہت موڈ میں ہو۔کہیں مجھے پروپوز تو نہیں کرنے وا

ژالے کی مسکراتی ہوئی آواز پر نوفل نے ہلکا سا محظوظ کن قہقہہ لگایا تھا۔

"ہوسکتا ہے، تمہیں پروپوز کرنے ہی کا ارادہ ہو۔"

"تو پھر سرخ گلاب ضرور لے کر آنا۔ بہت رومینٹک لگے گا۔ میں ابھی سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔" وہ اسی انداز میں بولی تو نوفل نے مسکراتے ہوئے "خدا حافظ" کہہ کر موبائل کر دیا۔

اس کے پیچھے کھڑی ادینہ ششدر تھی۔ یہ کیا ہونے جا رہا تھا۔نوفل احمد ایک بار پھر ہاتھوں نکلنے والا تھا۔خود کو تیزی سے سنبھالتی وہ اس کے سامنے والے صوفے پر آ بیٹھی۔

"کہاں کی تیاری ہے؟"

"تیاری؟" نوفل نے ایک نظر اپنے حلیے پر ڈالی۔ بلیو جینز اور بلیک ٹی شرٹ، پیروں میں پہنے وہ عام طور سے زیادہ رف حلیے میں تھا۔

"یہ تمہیں تیاری لگ رہی ہے؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا تو وہ بڑے انداز سے بولی۔

"تم تو عام سے حلیے میں بھی بہت خاص لگتے ہو۔تم بہت خاص ہو نوفل! کیونکہ تم "تم" ہو۔"

"یہ تو تمہارا حُسنِ نظر ہے۔ ویسے تم ابھی سو کر تو نہیں اٹھیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں تو۔کیوں؟" وہ اسے دیکھنے لگی۔

"ایسی باتیں عموماً نیند کی حالت میں منہ سے نکلتی ہیں نا، اس لئے پوچھ رہا ہوں۔" وہ مسکرا

ادینہ نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا، پھر رعب سے بولی۔

"تم یہ بتاؤ کہ جا کدھر رہے ہو؟"

"تمہیں کیا الہام ہوا ہے؟ میں تو آرام سے بیٹھا ہوا ہوں۔" نوفل نے کہا تو وہ آرام سے بولی

"ابھی تم فون پر بات کر رہے تھے کسی سے کہ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

"پکی جاسوس ہو تم۔ بھئی ژالے کی طرف جا رہا تھا میں۔" وہ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے بو

ادینہ کی دھڑکن تھمنے لگی۔

"خیریت تو ہے نا؟ ــــ تم ژالے سے کچھ زیادہ ہی ملنے نہیں لگ گئے؟" اس نے ہوئے لہجے میں پوچھا تو اس کے انداز کو سمجھے بغیر وہ مسکرا کر بولا۔

"ابھی وہ بھی یہی پوچھ رہی تھی کہ کہیں میں اسے پروپوز تو نہیں کرنے والا۔"

ادینہ کے سر پر جیسے کسی نے دھماکا کر دیا تھا۔

"تو کیا تم واقعی ــــ؟"

"کیوں؟ ــــ اچھی نہیں ہے کیا؟" نوفل نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا۔

"لیکن نوفل! تم......"

ادینہ کو اپنے قدموں تلے سے زمین نکلتی دکھائی دینے لگی۔مگر اسی وقت وہ مذاق ختم کرتے ہوئے ہنس کر بولا۔

"وہ واقعی بہت خوب صورت ہے۔مگر میرا دل اس کو دیکھ کر اس انداز میں نہیں دھڑکتا جیسے کہ میں چاہتا ہوں۔" اس کی سانسیں آسان ہونے لگیں۔

"اور ویسے بھی وہ کسی سے کمٹڈ ہے۔ ڈونٹ وری اباؤٹ می۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"خیر ــــ لڑکی تو اچھی ہے۔ بلکہ کافی سے زیادہ حسین ہے۔تمہارے ساتھ اچھی لگتی۔" وہ خود کو سنبھال گئی تھی۔ بے نیازی سے بولی۔

"حسین تو لگتی ہے مگر دل کو نہیں لگتی یار!" وہ بے تکلفی سے بولا تھا۔

ادینہ کا دل تھم تھم کر دھڑکنے لگا۔کبھی صالحہ بیگم نے نوفل کے لئے باتوں باتوں میں اس کے رشتے کا بھی تو اظہار کیا تھا۔ وہ تو ادینہ ہی کو جلیل نے اپنی چکنی چپڑی باتوں میں ایسا پھنسایا کہ وہ اسی سے شادی پر اڑ گئی۔سب سے زیادہ حماقت نوفل ہی نے کی تھی۔ اس نے صاف طور پر کہہ دیا کہ زندگی ادینہ کو گزارنی ہے۔سو اس کے فیصلے کو سب سے زیادہ اہمیت دی تھی۔ اس طرح وہ اپنی خواہش کے ہنڈولے میں بیٹھ کر جلیل الرحمٰن کے آنگن میں اتری۔مگر گلی کوچوں اور سڑکوں پر شروع ہونے والی محبتیں کب عروج دیکھتی ہیں۔سال بھر ہی میں دونوں کے سر سے عشق و عاشقی کا بھوت اتر گیا اور چاہے جلیل الرحمٰن کی سختیاں ہوں یا ادینہ کی آزادیاں، قصور تو وہاں دیکھا جاتا ہے جہاں پیچھے کوئی رشتہ رہ گیا ہو۔مگر وہ طلاق لئے راضی بہ رضا گھر آ گئی اور دنوں رو رو کر اپنی مظلومیت اور جلیل رحمٰن کے مظالم کے قصے سناتی رہی۔اور پھر اس نے اپنے آپ کو ایک بالکل نئے سانچے میں ڈھال لیا۔بے حد طرح دار اور پُر اعتماد۔اور اب اس کا شکار نوفل احمد تھا۔

"تو پھر وہ کون ہے جو دل کو لگتی ہے؟"

"وہ ــــ" وہ کچھ سوچ کر ہلکے سے ہنسا تھا۔

"پتہ نہیں ابھی۔ ہے بھی یا نہیں۔"

"اتنے بے خبر رہو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ ہو سکتا ہے تمہارے آس پاس ہی کہیں ہو۔مگر تم ہی بان بن رہے ہو۔" اس نے طنز کیا۔ وہ تو جانے کیا گھول کر پیئے بیٹھا تھا۔مسکراہٹ ہونٹوں سے ب ہی نہیں ہو رہی تھی۔

"ہاں ــــ لگتا تو یہی ہے کہ میرے آس پاس ہی ہے۔مگر میں اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہیں کرنا ہتا۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے مسکرایا تو وہ کھل اٹھی۔

"کہیں موقع گنوا نہ دینا نوفل احمد!" بڑے ناز سے کہا تو نوفل نے اٹھتے ہوئے موبائل ہلکا سا اکے سر سے ٹکرایا۔

"ڈونٹ وری۔ تم دیکھنا تو سہی، جونہی میرے دل نے پورے سگنلز وصول کرنے شروع کئے میں

سب سے پہلے تمہیں بتاؤں گا۔"

اس کا انداز بہلانے والا مگر بہت دلچسپ تھا۔ مگر ادینہ کا تو رواں رواں کھل اٹھا۔ اسے تھا کہ اب نوفل احمد اسے نظر انداز کر ہی نہیں سکتا۔ وہ تو اب بھی کئی بار خود کو کوستے بیٹھ جاتی نے جلیل الرحمٰن کو نوفل جیسے شاندار بندے پر فوقیت کیسے دے دی تھی۔ مگر پھر خیال آ جاتا جائے گدھی پر تو پری کیا چیز ہے؟

بہرحال اس نے خود کو پوری تیاری کے ساتھ نوفل کے پیچھے لگا دیا تھا۔

"اچھا ___ اب مجھے تو دیر ہو رہی ہے۔ میں چلتا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

ادینہ نے نظر بھر کر اونچے، لمبے، شاندار سے نوفل احمد کو دیکھا۔ اس عام سے حلیے میں دیکھنے کے قابل لگ رہا تھا۔ اس کی گہری سیاہ آنکھیں اور کھڑی مغرور سی ناک اس کی وجاہت حصہ تھیں۔

"کبھی گھر بھی بیٹھ جایا کرو نوفل!" ادینہ نے اسے ٹوکنا اپنا حق سمجھا تھا۔

"ساری عمر تمہارے ساتھ ہی تو بیٹھنا ہے۔ ابھی فی الحال ژالے سے ملنا بہت ضروری کہتا ہوا چلا گیا۔ مگر ادینہ تو جیسے ہواؤں میں اڑنے لگی۔

یہ کن خوشیوں کا اذن دے گیا تھا وہ؟

کن خوشبوؤں کا در کھول گیا تھا کہ اسے اپنی پور پور مہکتی محسوس ہونے لگی تھی۔

●●●●●

سیاہ گلاس ڈور کو دھکیلتا وہ سیدھا ریسپشن پر پہنچا جہاں ایک ماڈرن سی لڑکی بطور ریسپ براجمان تھی۔

"مجھے مس ژالے آفریدی سے ملنا ہے۔"

"آپ کا نام؟" اس کے ہونٹوں پر کاروباری مسکراہٹ تھی۔ اس کی شاندار شخصیت دیکھ یقیناً اسے کوئی نیا ماڈل سمجھ رہی تھی۔

"نوفل ___ نوفل احمد۔"

وہ مسکرا کر بولا تو اس کا نام سن کر لڑکی نے کان سے لگا ریسیور ہٹا کر کریڈل پر رکھ دیا ا رکھی پرچی اٹھا کر پڑھتے ہوئے خوش دلی سے بولی۔

"آپ کے لئے تو میڈم نے خاص ہدایت کر رکھی ہے کہ آپ کو انتظار کی زحمت بالکل نہ جائے۔"

"تھینک یو۔ وہ کہاں ہوں گی اس وقت؟" نوفل نے پوچھا۔

"سیکنڈ فلور۔ لفٹ سے نکلتے ہی رائٹ ہینڈ سائیڈ پر بالکل سامنے میڈم کا آفس ہے۔" وہ سے بولی تو "محلِ وقوع" ذہن نشین کرتے ہوئے نوفل نے اس کا شکریہ ادا کیا اور سامنے موجو کی طرف بڑھ گیا۔ جب کہ ریسپشنسٹ ایک مرتبہ پھر ریسیور اٹھا کر شاید ژالے کو اس کی آمد

رنے لگی تھی۔ اس کا آفس ڈھونڈنا نوفل کو مشکل نہیں لگا تھا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ وہ خود اپنے نس کا دروازہ کھولے کھڑی تھی۔

"تم تو ریڈ روزز لانے والے تھے۔" ژالے نے اسے گھورا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"کیوں مجھے اس خان زادے کے ہاتھوں مرحوم کروانے پر تلی ہوئی ہو؟ کہیں تم سچ مچ تو نہیں رہیں کہ میں تمہیں پروپوز کرنے کا ارادہ لے کر آیا ہوں؟"

"ہماری ایسی قسمت کہاں صاحب؟" ژالے نے ہلکی سی متاسفانہ سانس بھرتے ہوئے اسے اندر نے کا راستہ دیا تو اس کی آنکھوں سے شرارت جھلک رہی تھی۔

"نگی کی انگیج منٹ کا فنکشن کیسا رہا؟" اس نے ایک سائیڈ پر دھرے صوفے کی طرف بڑھتے وئے پوچھا تو وہ بولا۔

"اچھا رہا ___ بلکہ میرے لئے تو شاید بہت ہی اچھا رہا۔"

"کیا مطلب؟" اس کے سامنے والے صوفے میں دھنستے ہوئے ژالے نے اسے قدرے گھور کر یکھا تو وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے اس کے آفس کی خوب صورت ڈیکوریشن دیکھنے لگا۔ بلیک ووڈ نیچر، جاذب نظر پردے اور ان سے میچنگ دبیز کارپٹ۔

"آفس تو بہت اچھا ہے تمہارا۔"

"ایکسکیوز می نوفل احمد! تم ایک انتہائی ضروری بات چھوڑ کر احمقانہ باتوں میں الجھ رہے ہو۔" لے نے کچھ اس یقین سے کہا کہ وہ مزید اداکاری نہیں کر سکا۔ مگر پھر بھی حیران ہو کر پوچھنے لگا۔

"کون سی ضروری بات؟"

"وہی جو اس فنکشن میں ہوئی ہے۔" ژالے نے کھوجتی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا تو لحظہ بھر ے دیکھتے رہنے کے بعد وہ بڑی بے بسی سے بولا۔

"ژالے یار! یہ محبت کیا ہوتی ہے؟"

"یہ بتانے کی نہیں، بیتنے کی چیز ہے۔" اس نے اطمینان سے کہا، پھر حیرت سے بولی۔ "مگر تم ں پوچھ رہے ہو؟ تمہیں تو اس لفظ سے بھی الرجی ہے۔"

"اچھا یہ بتاؤ کہ اگر کسی کو محبت ہو جائے تو اس کا پتہ کیسے چلتا ہے؟"

اس کے پوچھنے پر ژالے کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"گڈ گاڈ ___ نوفل! تم تو یوں پوچھ رہے ہو جیسے میں محبت کے سبجیکٹ میں ماسٹرز کر چکی ں۔"

"جب تمہیں شمائل سے محبت ہوئی تھی تب تم نے کچھ تو فیل کیا ہوگا نا۔" اس نے وضاحت چاہی اس تذکرے پر ژالے کی آنکھوں میں جگر جگر کرتے ستارے اتر آئے۔ جانے کتنے حسین و لے پل اس نے اپنی یادوں میں ذخیرہ کر رکھے تھے۔

"میں نے بھی پتہ نہیں کتنے حسین چہروں کو ٹھکرایا تھا نوفل احمد! میں بھی محبت جیسے جذبے کو

خرافات سمجھتی تھی۔ مگر وہ ایک پل تھا، ایک پل ـــــ جس میں اس آسانی چیز نے ہمیں ج
آپ کو کچھ سمجھنے اور محسوس کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ یہ خود بخود دلوں میں گھر کر
خون میں شامل ہو کر رگ رگ میں سرایت کر جاتی ہے۔ سمجھنا، سمجھانا کچھ نہیں پڑتا، سب
سمجھ میں آ جاتا ہے۔“

وہ دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ بولتے ہوئے چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تو وہ بولا۔

”یونہی معلومات میں اضافے کی خاطر پوچھ رہا ہوں۔“

”اچھا ـــــ حلیہ تو تمہارا کچھ اور ہی کہانی سنا رہا ہے۔“ ژالے نے سرتا پا اس کو طنز
تو وہ خجل سا ہو کر سر کھجانے لگا۔

”لگتا ہے کیوپڈ کا نشانہ بہت صحیح جگہ پر لگا ہے اس بار۔ کون ہے وہ؟“ اس نے محظو
ہوئے بڑے تجسس سے پوچھا تو وہ بے بسی سے مسکرا دیا۔

”پتہ نہیں یار! میں نے ابھی اس سے صرف ایک آدھ بار ملاقات کی ہے۔ اس ا
ملاقات میں اور کچھ بھی نہیں ہوا۔ صرف چند عام سے جملوں کا تبادلہ، بے ضرر سی نگاہوں کا ملا
میں بھٹک بھٹک کر ان لمحوں کا اسیر ہو رہا ہوں۔ اس کے نقوش کو دہرانا اچھا لگنے لگا ہے۔“

اس کا انداز اس قدر مجرمانہ اور بے بس سا تھا کہ ژالے ہنسنے لگی۔

”یہی محبت ہے نوفل احمد!“

”کم آن ژالے! یہ محبت کیسے ہو سکتی ہے؟ نہ تو میں نے اس کے بارے میں سوچا
سوچے سمجھے مجھے کیسے کسی سے محبت ہو سکتی ہے بغیر دیکھے بھالے؟“ وہ کسی طور اس ”شکنجے“ میں
تیار نہیں تھا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔ ژالے کی اجازت پا کر پیون اندر آیا اور ان د
خدمت میں کولڈ ڈرنکس پیش کئے اور واپس چلا گیا۔

ژالے نے ملامتی نظروں سے اسے دیکھا اور سمجھانے والے انداز میں بولی۔

”محبت بہت زور آور جذبہ ہے نوفل احمد! یہ دست بستہ تمہارے سامنے کھڑی ہو کر تمہاری
یا موڈ کا انتظار نہیں کرتی اور نہ ہی کسی کو دیکھ بھال یا ٹھونک بجا کر پسند کرنے کا نام محبت ہ
آناً فاناً بندے کی تمام حسیات مفلوج کر کے پورے وجود پر تسلط قائم کر لیتی ہے۔“

”لیکن میں تو اسے پوری طرح سے جانتا بھی نہیں۔“ وہ واقعی الجھا ہوا تھا۔

”اگر ہم کسی کو پوری طرح جان لیں تو کبھی اس سے محبت نہ کر پائیں۔“ وہ اپنی بات سے لطف لیتے ہوئے ہلکے سے مسکرائی تھی۔

”یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ شاید وہ مجھے صرف اچھی ہی لگی ہو۔“ نوفل نے اپنا خیال پیش ک
جیسے اس کی بے وقوفی پر مسکرائی۔

”کیوں یقین اور بے یقینی کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہو نوفل احمد؟ ـــــ محبت کو اپنی قید میں لانے کی کوشش مت کرو۔ بلکہ خود کو اس کے دھارے پر بے دست و پا چھوڑ دو۔ اگر ایسا کچھ معاملہ ہوا تو یہ طوفان بلاخیز تمہیں اپنی گہرائیوں میں کھینچ لے جائے گا ورنہ.........“

”ورنہ ـــــ؟“ اس کے رک جانے پر وہ بے قرار ہوا تھا۔

”وری سمپل۔ ورنہ ساحل پر پٹخ دے گا۔“ ژالے نے ہنستے ہوئے گلاس ہونٹوں سے لگا لیا تو اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

”مگر مجھے یہ اعتراف کرنا کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔“

”صرف اس لئے کہ تم دریا کی مخالف سمت تیرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ کبھی خود کو دریا کے بہاؤ پر چھوڑ دو تو منزل پر بہت آسانی سے پہنچ جاؤ گے۔“ ژالے نے بہت سنجیدگی سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا۔

”ویسے ژالے! جب سے اس آگ نے تمہیں چھوا ہے تم کندن بننے لگی ہو۔ پہلے تو کبھی ایسی باتیں تمہیں نہیں آتی تھیں۔“

”غلط۔“ وہ فوراً اسے ٹوک گئی۔ نوفل کو ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں بکھرے ہوئے ستاروں جیسی روشنی جگمگاتی محسوس ہوئی تھی۔

”یہ آگ نہیں اُجالا ہے نوفل! ملتی تو دونوں سے روشنی ہے۔ مگر تاثیر میں بہت فرق ہوتا ہے۔ آگ میں جلا دینے کی خاصیت ہوتی ہے۔ جب کہ اجالا آپ کی روح تک میں تراوٹ اتار دیتا ہے۔ اسی اجالے میں تو میں نے اپنی خامیوں، اپنی خوبیوں کی پہچان پائی ہے۔ آگ ہوتی تو کب کی مجھے جلا کر راکھ کر دیتی۔“

”ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی کچھ ہو۔ مگر یار! میں اُلجھ سا گیا ہوں۔“ نوفل نے اب کی بار بہت سچائی سے اپنا تجزیہ پیش کیا تو ژالے نے اطمینان سے کہا۔

”کیونکہ یہ تمہارے اندر کی کشمکش ہے ـــــ تم کسی کو خود پر حاوی نہیں ہونے دینا چاہتے۔ میری مانو تو اعتراف کر لو اپنی شکست کا۔ جتنا نفی کرو گے اتنی ہی شدت پیدا ہو گی اس جذبے میں۔ اعتراف کر لو گے تو مدھم پڑ جائے گا اور سوچنے سمجھنے میں بھی آسانی پیدا ہو گی۔“

”واقعی یار! میں کچھ سوچنا سمجھنا چاہتا ہوں۔ یوں ایک ہی نظر میں فدا ہو جانا کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔“ نوفل نے کہا تو وہ اس کی بے بسی سے محظوظ ہوتے ہوئے مسکرائی۔

”مان لو نوفل احمد! کوئی ایسا بھی ہے جس نے تمہیں چاروں شانے چت کر دیا ہے۔“

وہ کچھ کہے بغیر اسے خفیف سا گھور کر اپنا گلاس خالی کرنے لگا۔ ژالے اسے دلچسپ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

”اب یہ تو بتا دو کہ وہ ”فاتح نوفل“ ہے کون؟“ اس نے بہت دلچسپی سے پوچھا تو نوفل کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

''نگی کی نند ہے ——— صبا۔''

اس نے یوں نام لیا جیسے منہ میں شیرینی گھل گئی ہو اور یہ بے اختیاری ژالے نے بھی محسوس تھی۔

''بھئی اب تو دیکھنا ہی پڑے گا کہ وہ کون ہے جو اس ڈشنگ مین کو پہلی ہی ملاقات میں ک بولڈ کر گئی۔''

وہ اسے چھیڑ رہی تھی مگر نوفل اسے ٹوک گیا۔

''یہ بات صرف تمہیں پتہ ہے ژالے! ابھی میں نے کسی سے کچھ نہیں کہا۔ یار! میں اپنی زندگ اتنا بڑا فیصلہ صرف دل کے مجبور کرنے یا دھڑکنوں کے انداز بدلنے پر نہیں کرنا چاہتا ——— تمہیں معلوم ہے نا؟''

''اتنا پھونک پھونک کر قدم رکھو گے تو بہت پچھتاؤ گے۔ مجھے دیکھو، میں اگر بہت دیکھ بھال خالص اپنی پسند کی محبت کرتی تو وہ کوئی الف لیلوی شہزادہ ہی ہوتا جو مجھ پر فدا ہوتا، نہ کہ میں اس پیچھے اسے پکارتی پھرتی۔ تمہارا کیا خیال ہے، شموئیل خان اپنی مرضی سے مجھے اپنے دربدر پھرا ہے؟ ——— نہیں نوفل احمد! یہ محبت کی شدت ہے جو مجھے جنگل جنگل بھٹکا رہی ہے اور میں خو ہوں۔ بہت خوش۔''

''لنچ کب تک ریڈی ہوگا؟'' نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا تو چند لمحوں تک خاموشی سے ا دیکھتے رہنے کے بعد ژالے نے ایک نظر وال کلاک پر ڈالی اور اسی کے انداز میں بولی۔

''بس دس منٹ اور انتظار کر لو۔''

وہ صوفے کی پشت سے سر ٹکائے بیٹھ گیا اور ژالے آفریدی اسے ہمدردی سے دیکھ رہی تھی محبت سے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ جانے بغیر کہ اب دائیں بائیں، آگے پیچھے صرف جنگل ہے۔ تاریک اور عمیق جنگل۔

جس میں صرف محبت کی لو سے جلتا دل ہی روشنی کر سکتا ہے۔

●●●●●

گھر پہنچنے تک ضحیٰ کی جان گویا سولی پر ٹنگی رہی تھی۔ مگر سب کو اپنے معمولات میں مصروف ماحول کو پُرسکون پا کر اس نے سکھ کی سانس لی تھی۔

''کھانا نکالوں تمہارے لئے؟'' چچی جان نے پوچھا تو وہ بولی۔

''میں ابھی کپڑے چینج کر کے شاور لوں گی۔ آپ آرام کریں جا کر۔ بھوک لگی تو میں خود لوں گی کھانا۔''

کمرے میں آ کر پنکھا آن کرتے ہوئے وہ اپنے بستر پر گر سی گئی۔

'اب کیا ہوگا؟' کا نیون سائن اس کے ذہن میں پوری طرح جگمگا رہا تھا۔ وہ خود کو لعنت ملا کر رہی تھی کہ عمر کی آفر قبول ہی کیوں کی۔ معید شاید اپنے کسی دوست یا پھر کلائنٹ کے ساتھ

ل

ٹھا تھا اور جس انداز میں وہ اسے دیکھ رہا تھا اس کے تیوروں نے ضحیٰ کو دہلا دیا تھا۔

ریسٹورنٹ سے باہر نکلتے ہی وہ عمر کو خدا حافظ کہتی پوائنٹ پکڑ کر گھر آ گئی تھی۔

'معید کیا سوچ رہا ہوگا میرے متعلق؟'

اسے شرمندگی سی محسوس ہونے لگی۔ مگر پھر فوراً ہی معید سے ہونے والی چڑ نے سر اُبھارا تو اس نے قدر بے پرواہی سے سوچا۔

'خیر، مجھے معید حسن سے ڈرنے کی تو کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں وہ گھر میں کسی کو نہ بتا دے۔'

وہ معید کو کوئی اہمیت دینا نہیں چاہتی تھی۔

'اور اگر اس نے مجھ سے پوچھا تو میں صاف کہہ دوں گی کہ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔'

معید حسن کے خوف سے باہر نکل کر اس نے سوچا تو اپنی غلطی بہت چھوٹی لگنے لگی۔

'واقعی۔ اس میں اتنی پریشانی والی تو کوئی بات نہیں۔ اور اچھا ہے، اس طرح معید کو بھی پتہ چل ائے گا کہ میں اس سے ڈرنے والی نہیں ہوں۔ باقی سب پر تو اس نے جادو کر رکھا ہوگا مگر میں اس ی مٹھی میں نہیں ہوں۔'

اس کا خوف مکمل طور پر ختم ہو گیا تھا۔ الماری سے کپڑے نکال کر جب وہ شاور لینے کے لئے ھسی تو بے پرواہی سے کچھ گنگنا بھی رہی تھی۔

معید سے اس کا سامنا کھانے کی میز پر ہوا تھا۔

تب اسے صحیح معنوں میں اندازہ ہوا کہ سوچنا آسان مگر عمل کرنا بہت مشکل کام ہے۔ وہ جو خود کو پنی من پسند تاویلیں دے کر مطمئن کر چکی تھی اس پل پسینوں میں ڈوبنے لگی۔

'اور اگر یہ اس وقت سب کے سامنے باز پرس شروع کر دے تو میری کیا عزت رہ جائے گی؟ ابو مجھے یہیں شوٹ کر دیں گے۔'

اس کا دل ڈوب ڈوب کر اُبھرنے لگا تھا۔ مگر ہوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے سب سے پہلے کھانا تم کیا اور کوئی ضروری کیس اسٹڈی کرنے کا کہہ کر اٹھ گیا۔ ضحیٰ نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

مگر اس وقت اس اطمینان کی دھجیاں بکھر گئیں جب حمرہ نے آ کر اسے معید کے بلاوے کی خبر ی تھی۔

''کوئی کام ہے کیا؟''

''مجھے کیا پتہ؟'' حمرہ خفیف سے شانے اچکا کر پلٹ گئی تو ضحیٰ نے بہ عجلت پوچھا۔

''اچھا یہ تو بتا دو کہ اس کا موڈ کیسا ہے؟''

''ویسا ہی جیسا روزانہ ہوتا ہے۔ لگتا ہے آپ نے اس بار کوئی بڑی گڑبڑ کی ہے۔'' حمرہ نے اسے بانچتی نظروں سے دیکھا تو وہ گڑبڑا گئی۔

''نہیں تو ——— میں تو اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ کہیں اپنا کوئی کام ہی میرے ذمے نہ لگا دے۔''

''خیر کام ہوتا تو مجھے بھی کہہ سکتے تھے ——— بہرحال آپ جلدی آئیں۔'' حمرہ نے کہا تو اسے

خیال آیا۔

"صبا کہاں ہے؟"

"وہ لیں۔ وہ تو نو بجے کی سو بھی گئیں۔ اب تو ساڑھے دس ہو رہے ہیں۔ امی بھی سو گئی ہیں ٹی وی پر کوئی ڈاکومنٹری دیکھ رہے ہیں۔" اس نے تفصیل بتائی تو ضحیٰ چڑ گئی۔

"تمہی رہ گئی ہو جاگنے کے لئے؟"

"میں سائیکالوجی کے ٹیسٹ کی تیاری کر رہی ہوں ــــ اب میں بھی سونے لگی ہوں ہنس رہی تھی۔

"تم ایسا کرو معید سے جا کر کہہ دو کہ میں بھی سو رہی ہوں۔" اسے یکلخت ہی بہانہ سوجھا تھا

"ابھی یہ جو آپ فل والیوم میں میوزک سن رہی تھیں نا اس کی آواز دوسرے پورشن میں جا رہی ہے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تو میں نے کہہ دیا کہ آپ جاگ رہی ہیں۔" حمرہ نے ا طمانیت پر پانی پھیر دیا۔

"اچھا تم جاؤ۔ میں آ رہی ہوں۔" وہ بے چینی اور اضطراب کا شکار ہونے لگی۔

'آ گئی احتساب کی گھڑی۔'

اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہ نہ جائے۔ مگر پھر خیال آیا کہ کہیں وہ خود ہی دندناتا ہوا آ نہ جائے بات سارے گھر میں پھیل جائے۔

امی کو بتا کر وہ ڈائننگ روم سے ہوتی ہوئی کوریڈور میں پہنچی۔ پہلا کمرہ معید ہی کا تھا۔ اس آگے ٹی وی لاؤنج تھا۔ جہاں سے ٹی وی چلنے کی آواز آ رہی تھی۔ دل مضبوط کر کے اس نے گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔ اس نے اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں لی تھی مگر د کھولنے اور پھر بند ہونے کی خفیف سی آواز معید کو متوجہ کر گئی۔ فائل دراز میں رکھتا وہ اس کی طر پلٹا تھا۔

اس کی چبھتی نظروں سے وہ جز بز ہو گئی۔

وہ اس کے مقابل آ گیا تھا۔

"کون تھا ریسٹورنٹ میں تمہارے ساتھ؟" آواز مدھم مگر سختی سے پُر تھی۔ اس کے لہجے سے والا خفیف سا اشتعال ضحیٰ کا دل بند کرنے لگا۔ پلکیں شرمساری سے رخساروں پر جھک گئیں۔ بہادری سے یہاں تک آ تو گئی تھی مگر معید کے سوالات کا سامنا کرنا کس قدر شرمناک اور ذلت آ بات تھی۔ اس کا اندازہ اسے پہلے ہی سوال پر ہو گیا تھا۔

"کیا پوچھ رہا ہوں میں؟" وہ بھنچے ہوئے لہجے میں جیسے غرایا تھا۔

بہت لئے دیئے رہنے والے معید حسن کا یہ انداز ضحیٰ کو خوفزدہ کر رہا تھا۔

"وہ........ عمر ہے۔"

"پسند کرتے ہو دونوں ایک دوسرے کو؟" وہ وکیل تھا۔ لمبی چوڑی بحث میں نہیں پڑا۔ یہی جا

وہ اس کے منہ پر مارنے کے ارادے سے آئی تھی۔ مگر اب معید کے ہونٹوں سے یہ سوال کی صورت نکلا تو احساسِ ذلت سے اسے رونا آنے لگا۔

اس کے مجرمانہ انداز میں سر جھکا کر کھڑے رہنے پر معید کے اندر کی تپش میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

"ذرا بھی نہیں سوچا تم نے کہ اگر کوئی جاننے والا تمہیں کھلے عام غیر مرد کے ساتھ ہوٹلنگ کرتے دیکھ لے تو کیا ہو گا۔ ماں باپ کی عزت کو یوں سڑکوں پر رول رہی ہو تم۔" اس کے مدھم لہجے میں غصے کی تمام تر شدت سموئی ہوئی تھی۔ سیاہ آنکھوں سے نکلتے شعلوں کی تپش سے ضحیٰ کو اپنا چہرہ جھلستا محسوس ہو رہا تھا۔

"میرا جی چاہ رہا تھا کہ وہیں سے مارتا ہوا تمہیں گھر تک لاؤں۔" اس کے تند و تیز لفظوں کے تیروں سے گھائل ہوتی اس کی انا گویا انگڑائی لے کر بیدار ہوئی تھی۔

"تمہیں ایسا کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔" بے حد ناگواری اور اشتعال کی خفیف سی لہر کے زیر اثر وہ کہہ گئی تھی۔ معید کی آنکھوں سے جھلکتے غصے پر حیرت کی چمک حاوی ہو گئی مگر اگلے ہی پل وہ مشتعل ہو اٹھا تھا۔

"بکواس مت کرو۔" اس کا بازو پکڑ کر جھٹکا دیا تو وہ بری طرح لڑکھڑا گئی۔

"تمیز سے بات کرو معید!" ضحیٰ کو غصہ آنے لگا تو وہ پھنکارا۔

"جو کچھ تم کرتی پھر رہی ہو اس کے بعد تم اس سے بھی برے سلوک کی حق دار ہو۔"

"تم میرے گارجین بننے کی کوشش مت کرو ــــ میرا برا بھلا دیکھنے والے ابھی موجود ہیں۔"

"ہاں ــــ موجود ہیں۔ اور اگر ابھی جا کر میں انہیں تمہاری اس حرکت سے متعلق بتا دوں تو وہ تمہیں زمین میں گاڑ دیں۔"

"ہر کسی کی سوچ تمہارے جیسی نہیں ہوتی۔ میں انہیں بتا دوں گی کہ میری عمر کے ساتھ کمٹ منٹ ہے۔" اس کا لہجہ رندھ گیا تھا۔

کئی لمحوں تک وہ اسے یونہی دیکھتا رہا۔ پھر ایک طویل سانس اندر کھینچتے ہوئے جیسے اندر کی تپش کو کم کرنا چاہا۔

"اگر تم دونوں شادی کرنا چاہتے ہو تو اسے اپنا پروپوزل بھیجنا چاہئے۔ یوں تمہیں سڑکوں پر لئے کیوں پھرتا ہے؟" وہ اب بھی سختی سے پوچھ رہا تھا۔

"وہ ــــ ابھی وہ جاب لیس ہے۔" وہ جھجک سی گئی تھی۔

"سو واٹ؟ ــــ منگنی تو ہو سکتی ہے نا۔" وہ اب قدرے تحمل سے بات کر رہا تھا مگر اس کی آنکھوں سے ایک عجیب سی کیفیت مترشح تھی۔

"ابھی دراصل اس کی تین بہنوں کی ذمہ داری ہے اس پر ــــ ابھی کچھ عرصہ تک وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔"

"کس چکر میں پڑ رہی ہو ضحیٰ؟ تین بہنوں کی شادیوں میں اسے چھ سال لگ جائیں گے اس صورت میں اگر اسے آج ہی جاب مل جائے تو۔ اور یہاں چھوٹی مامی تمہارا ماسٹرز کمپلیٹ ہی تمہاری شادی کرنے کے چکر میں ہیں۔"

معید جانے کس دل سے ضبط و برداشت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"میں امی سے بات کرلوں گی۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"اچھا ـــــ کیا بات کرلو گی تم؟" اس کے انداز میں استہزا اُتر آیا تھا۔

"میں نے کہا نا معید! اس کے فادر ہارٹ پیشنٹ ہیں۔ اس پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں۔ کل جاب ڈھونڈ رہا ہے۔" وہ بے بس ہونے لگی۔ اس کی زرد پڑتی رنگت معید سے مخفی نہیں رہ

"چھ سال ـــــ کم سے کم بھی چھ سال لگیں گے اسے اپنی بہنوں کے فرض سے سبکدوش میں۔ اور اس وقت تم اٹھائیس سال کی ہو چکی ہو گی۔ فرض کرو تب وہ تم سے شادی سے انکار ہے پھر؟" وہ تیز لہجے میں بولا تو اسے رونا آ گیا۔

"تم محض مفروضوں پر بات کر رہے ہو۔ عمر ایسا نہیں ہے۔"

"کب سے مل رہی ہو اس سے؟" وہ دھیما پڑ گیا تھا۔

"ہم پچھلے دو سالوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ وہ مجھ سے سینئر تھا لیکن میں کبھی اس ساتھ ہوٹلنگ کے لئے نہیں گئی۔ عمر کو بھی یہ بات پسند نہیں ہے۔" اس نے صفائی پیش کرنے انداز میں کہا تھا۔

"چلو مان لیا کہ وہ تمہارے ساتھ بہت فیئر ہے مگر اس کے حالات دیکھ کر میں یہ ضرور کہوں تم دونوں کو بہت پریکٹیکل ہو کر سوچنا چاہئے۔ نہ تو وہ ایک آدھ سال میں شادی کی پوزیشن میں ہے اور نہ ہی تمہیں کوئی اتنے سالوں تک اس کے انتظار میں بیٹھنے دے گا۔ اس لئے بہتر یہی. تم لوگ وقت پر ہی کوئی مناسب فیصلہ کرلو۔"

معید نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا تو وہ ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"تمہارا کیا خیال ہے کہ میں صرف اس وجہ سے اپنی راہ بدل لوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کی سے فی الحال مجھ سے شادی نہیں کر سکتا۔"

اس کی ناگواری میں چھپی خفگی محسوس کر کے معید نے متاسفانہ لہجے میں کہا۔

"تم سراسر ایک احمقانہ فیصلہ کر رہی ہو اور اپنے ساتھ ساتھ عمر کو بھی باندھے ہوئے ہو۔ ڈھیروں ذمہ داریاں ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ جاب لیس ہے۔ ان تمام فکروں کے ساتھ سب بڑی ٹینشن اسے تمہارا خیال دیتا ہو گا۔ کیونکہ تم بھی اس کی ذمہ داری ہو۔ اور ان حالات میں تم پر شادی کے لئے جتنا زور دو گی وہ اتنا ہی ٹینس ہو گا۔ کیونکہ وہ اپنی ترجیحات اچھی طرح جانتا پہلے اس کا گھر، پھر اس کی بہنوں کی شادیاں اور اس کے بعد اس کی اپنی لائف یعنی کہ تم۔" معید بہت سفاکی سے تجزیہ کیا تھا۔

"میں اس کا انتظار کر سکتی ہوں۔"

اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو معید کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم اس کا انتظار کر سکتی ہو، یہ صرف تمہاری سوچ ہے ضحیٰ! گھر والوں میں سے کوئی بھی تمہاری طرح جذباتیت سے نہیں سوچے گا۔ کوئی بھی بہترین پروپوزل آتے ہی تمہاری شادی کر دی جائے گی۔ اس لئے تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم ابھی سے اس معاملے کا غیر جانبدارانہ جائزہ لو تا کہ وہ بھی ایک ٹینشن اور اسٹریس سے آزاد ہو۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ میں اس ساری صورت حال سے گھبرا کر عمر سے قطع تعلق کرلوں؟"

"میں نے تمہیں صورت حال کا غیر جانبدارانہ جائزہ لینے کا مشورہ دیا ہے۔ اب آگے جو تم کرو گی وہ تمہاری مرضی۔" وہ پہلو بچا گیا تھا۔

"میرا فیصلہ کبھی نہیں بدلے گا۔" وہ اٹل لہجے میں بولی تو معید کو اپنے پہلو سے آنچ سی اُٹھتی محسوس ہوئی۔

"اینی ویز ـــــ یہ صرف ایک مشورہ ہے۔ اس سے زیادہ میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو، کچھ ایسا جو تمہارے لئے بھی بہتر ہو اور عمر کو بھی اس سے ریلیف ملے۔"

"تم ـــــ معید! تم میری مدد نہیں کر سکتے کیا؟" وہ بہت آس سے پوچھ رہی تھی۔ اپنی تمام ضد اور انا بھلا کر۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ معید حسن نے کبھی اس کی کوئی مدد نہیں کی تھی۔

لحظہ بھر کو لب بھینچنے کے بعد وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"صرف اتنی کہ اگر عمر کا پروپوزل آئے تو اس کی حمایت کروں گا۔ لیکن اگر اسے ریجیکٹ کرنے کے بعد چھوٹے ماموں نے کوئی اور فیصلہ کرنا چاہا تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔" اس کی یہ "امداد" بہت غیر متوقع اور غیر معمولی تھی۔ ضحیٰ کی آنکھیں جھلملا اٹھیں۔

"تھینک یو معید ـــــ!"

"لیکن یہ غلطی آئندہ نہیں ہونی چاہئے۔ اور نہ ہی عمر سے بار بار ملنے کی ضرورت ہے۔ اسے پروپوزل بھیجنے کا کہو اور پھر انتظار کرو۔"

وہ یقیناً ہوٹلنگ کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ ضحیٰ نے بہ دقت تمام اثبات میں سر ہلایا تو وہ بولا۔

"اب جاؤ تم۔"

اس کی طرف سے اجازت پا کر وہ پلٹ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ جب کہ وہ کتنی ہی دیر وہیں کھڑا نہ جانے کیا کچھ سوچتا رہا تھا۔

●●●●●

فون کی مسلسل بجنے والی بیل پر وہ جھنجلا کر کچن سے نکلی تھی۔

بی۔ اے کے بعد سب نے لاکھ چاہا کہ وہ ایم اے میں ایڈمیشن لے کر پڑھائی جاری رکھے مگر

اس نے تو جیسے سب کتابوں کو تالے میں رکھ دیا تھا۔ ضحیٰ نے بھی اس کے ساتھ سر کھپانے
آگے ایڈمیشن لے لیا تھا۔ مگر صبا کو کوکنگ کے جنون نے باندھ رکھا تھا۔ سو اکثر و بیشتر وہ کچن
دکھائی دیتی تھی۔ اب بھی وہ ایپل پائی کے ساتھ نبرد آزما تھی مگر یہ فون کی بیل مصیبت بن گئی
تائی جان یقیناً دوسرے پورشن میں تھیں اس لئے فون پڑا اس کی جان کو رو رہا تھا۔

"بڑا ہی ڈھیٹ بندہ ہے کوئی۔"

اس نے سی ایل آئی پر ایک نظر ڈال کر بڑبڑاتے ہوئے ریسیور اٹھایا تھا۔

"ہیلو۔" لہجہ بھی شاید پھاڑ کھانے والا ہی تھا۔

"السلام علیکم!" دوسری طرف سے کچھ اس شائستگی سے سلامتی بھیجی گئی کہ وہ شرمندہ ہو گئی۔

"وعلیکم السلام۔ جی آپ کون؟" فوراً ہی شائستگی کا لبادہ اوڑھا۔

"میں نوفل احمد بول رہا ہوں۔ نگین کا بھائی۔" تعارف کرایا گیا۔

"اوہ ــــ جی فرمائیے۔" سیدھے سبھاؤ پوچھا گیا تو وہ بولا۔

"امی کہاں ہیں آپ کی؟"

"امی یہیں ہیں۔ چچی جان کی طرف۔ بلاؤں انہیں؟" صبا نے کہا تو وہ بولا۔

"پہلے میری امی سے بات کرلیں۔"

وہ حیران تو ہوئی مگر جب صالحہ بیگم نے حال احوال کے بعد ان سب کو رات کے کھا
انوائٹ کیا تو وہ بوکھلا گئی۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں آنٹی! یہ تو امی ہی بتائیں گی۔"

"تو بیٹا! آپ بتا دیں نا ان کو۔" انہوں نے اپنے مخصوص پیار بھرے انداز میں کہا تو وہ بے
بولی۔

"آنٹی! آپ پلیز ایک منٹ ہولڈ کیجئے گا۔ میں ابھی انہیں بلا کر لاتی ہوں۔"

"کیوں نہیں ــــ ان سے بھی تو بات کرنی ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ ریسیور تپائی پر ر
تائی جان کو بلانے کے لئے بھاگ گئی تھی۔

●●●●●

"ضحیٰ! تم کون سا سوٹ پہن رہی ہو رات کو؟"

صبا نے اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ بے زار کن لہجے میں بولی۔

"میں کہیں نہیں جا رہی۔"

"جھوٹ مت بولو۔ تم اور کوئی انوی ٹیشن مس کرو، ہو ہی نہیں سکتا۔" صبا کو یقین نہیں آیا تھا۔

"مت یقین کرو۔ لیکن میں واقعی نہیں جا رہی۔" ضحیٰ نے اسی انداز میں کہا تو وہ ٹھٹک گئی۔ ا
یاد آیا، دوپہر کو جب وہ یونیورسٹی سے لوٹی تھی تب صبا نے اسے بڑے زور و شور سے رات کی ڈ
کے بارے میں بتایا تو بھی اس نے کوئی تاثر نہیں دیا تھا۔

"کیا بات ہے ضوئی! آج کل تمہارا موڈ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔"

"کیا ہوا ہے مجھے؟ ــــ ٹھیک تو ہوں۔" وہ اکتا کر بولی تو صبا نے کہا۔

"تم جب ٹھیک ہوتی ہو تو ایسی نہیں ہوتیں۔ سچ بتاؤ، کیا بات ہے؟"

"اُفوہ ــــ یونہی بس سر میں درد ہے۔" اس نے اپنی اندرونی اور ظاہری پژمردگی پر پردہ ڈالنا
ہا تھا۔

"چائے بنا دوں؟"

"اونہوں ــــ ابھی ٹھیک ہو جائے گا۔ کھانا کھا کر فوراً سو جاؤں گی۔" ضحیٰ نے اسے منع کرتے
ئے کہا تو وہ مایوسی سے بولی۔

"یعنی تم واقعی نہیں جا رہیں؟"

"اب کیا لکھ کر دوں؟" وہ چڑ گئی تھی۔

"کیا بات ہے ضحیٰ! پچھلے کئی دنوں سے میں دیکھ رہی ہوں تمہارا موڈ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا۔ کسی
ی بات میں دلچسپی نہیں لے رہیں تم۔"

صبا نے اسے کھوجتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا تو وہ یونہی دونوں ہاتھوں سے اپنے رخسار رگڑتے
ئے آہستگی سے بولی۔

"کچھ بھی نہیں ہوا مجھے۔"

"جھوٹ مت بولو ضحیٰ! کیا پریشانی ہے؟ مجھ سے بھی نہیں کہو گی؟"

صبا نے بہت مان سے پوچھا تھا۔ ضحیٰ کا جی چاہا کہ اس کے مہربان شانے پر سر رکھ کر خاموشی سے
نے اندر کی ساری الجھنیں آنسوؤں کے سنگ بہا دے۔ مگر وہ پھر سے اسی ذلت کا سامنا نہیں کرنا
ہتی تھی جیسا معید کے سامنے ہوا تھا۔

"کچھ نہیں یار! پتہ تو ہے تمہیں، دو ماہ کے بعد فائنل ایگزیمز ہیں، بس انہی کی ٹینشن ہے۔" وہ
ا سے نظر چرائے یونہی سائیڈ ٹیبل کی دراز چیک کرنے لگی۔

"کمال ہے ضوئی! اس قدر کریز ہے تمہیں پڑھنے کا۔ تم نے تو کبھی بھی پڑھائی کو ٹینشن نہیں بنایا
اور ہر بار اتنے اچھے گریڈ میں پاس ہوتی رہی ہو۔ پھر اب یہ زرد رنگت اور بجھا بجھا انداز۔"

"میر ہاؤس" میں سب کے دل ایک دوسرے کے اندر دھڑکتے تھے۔ صبا کے انداز میں حد درجہ
ویش سمٹ آئی تو وہ بہ وقت تمام ہنستی ہوئی اس کی طرف پلٹی اور اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر
ب پلا کو اسے دیکھا پھر آگے ہو کر اس کا رخسار چوم کر محبت سے بولی۔

"یہ سب تمہارا پیار ہے ــــ اسی لئے تمہیں کمزور اور بجھی بجھی سی دکھائی دے رہی ہوں۔"

جواباً صبا نے بھی اسے پیار کیا اور مسکرا کر بولی۔

"تو پھر چلو نا ہمارے ساتھ۔"

ضحیٰ اسے گھورتے ہوئے پیچھے ہٹی تھی۔

"ایموشنلی بلیک میل کرنے کی کوشش مت کرو۔ میرے سر میں واقعی درد ہو رہا ہے۔ ا
چائے پی کر سونے لگی ہوں۔"

"دفع ہو جاؤ تم۔ اب بات مت کرنا مجھ سے۔" وہ منہ پھلا کر کہتی چلی گئی تھی۔ ضحیٰ ہلکی ی
بھرتے ہوئے آزردگی سے مسکرا دی۔

"تمہیں کیا بتاؤں صبا! کس بھنور میں چکرا رہی ہوں میں۔ ذرا سی بے احتیاطی پوری زند
کرنے کو کافی ہے۔ نہ تو آگے کوئی جگنو، ستارہ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی پیچھے۔"

●●●●●

گیٹ پر ہی نوفل اور نگین نے ان کا استقبال کیا تھا۔

"انس بھائی ہمیں ڈراپ کرنے آئے ہیں۔" نگین کے گلے لگتے ہوئے صبا نے سرگوشی ک
لجا کر رہ گئی۔

نوفل تو انس کو بھی اندر بلانے پر بہ ضد تھا اور وہ موصوف سر کے بل آنے پر تیار۔ مگر تائی جا
چچی جان کی تنبیہی نگاہوں نے زبردستی اسے آپے میں رہنے پر مجبور کر دیا۔ نتیجتاً وہ باہر ہی سے
لے کر رخصت ہو گیا۔

"آپ لوگ پلیز اندر چلیں۔ امی آپ کا بہت بے چینی سے انتظار کر رہی ہیں۔" نوفل نے
ایک گہری نگاہ ڈالتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ سب ان کی معیت میں ڈرائنگ روم میں چلے
جہاں نہ صرف صالحہ بیگم بلکہ زرینہ بیگم اور طرحدار ادینہ بھی موجود تھی۔

"یہ تو سخت نا انصافی ہے آپا! میں نے تو سب کو انوائٹ کیا تھا اور وہ شرارتی سی ضحیٰ کیوں
آئی؟" صالحہ بیگم نے محبت بھرا شکوہ کیا تو تائی جان نے کہا۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ورنہ وہ تو ایسے مواقع پر سب سے آگے ہوتی ہے۔ باقی
معید تو اس کی جاب ہی کچھ ایسی ہے۔ نہ دن کا پتہ چلتا ہے نہ رات کا۔"

"اور ہم تو اپنی سویٹ سی بھابی کی محبت میں چلے آئے ہیں۔" وجدان نے شرارت سے
سب کے بیچ اس طرز تخاطب پر نگین جھینپ گئی۔

"یعنی ہم سب کا کوئی ذکر ہی نہیں۔" نوفل نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو وہ فوراً بولا۔

"دیکھیں، ہم تو یہاں کھانے پر مدعو ہیں اور آج تو اسپیشل "بھجوائے" گئے ہیں کہ ان کی
داری کے مظاہرے دیکھ سکیں۔"

"وجدان ——!"

سب کے ہنسنے اور نگین کے خجالت و شرم سے سرخ پڑنے پر صبا نے سب سے نظر بچا کر وجدا
دھمکانا چاہا تھا مگر نوفل نے دیکھ لیا۔

"بچے ایسی شرارتیں کرتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہیں۔" بطور خاص صبا سے مخاطب ہو کر کہا
سٹپٹا گئی۔ یہ وجدان کا بچہ جو ضحیٰ سے چھوٹا ہونے کے باوجود بڑا بھائی جان لگتا تھا، یہ حضرت

بچوں میں شمار کر رہے تھے۔

اس کی گھبراہٹ محسوس کرتے ہوئے نوفل، چچی جان کی طرف متوجہ ہو گیا جو اپنے اکلوتے نورِ نظر کی قینچی کی طرح چلتی زبان پر خفا ہو رہی تھیں۔

"بھئی یہ تو میرا اور بھابی کا معاملہ ہے۔" وہ مطمئن تھا۔

"پھر تو تمہاری خواہش عنقریب ایک بہت بڑی اور ناکام حسرت میں بدلنے والی ہے۔" نوفل نے اطمینان سے کہا تو سبھی بے اختیار اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کون سی خواہش؟" وجدان نے پوچھا تو وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

"یہی، اپنی بھابی کے ہاتھوں سے بنے کھانے سے لطف اندوز ہونے کی۔"

"کیوں؟" وجدان حیران ہوا تھا۔ "خدانخواستہ کہیں بھوکا تو واپس نہیں بھجوانے والے؟"

"ایسا تو کچھ نہیں۔ مگر یہ تم لوگوں کو ضرور بھوکا رکھے گی۔ مستقبل قریب میں کیونکہ محترمہ ایک ناکام ترین خاتونِ خانہ ہیں۔"

نوفل کے انکشاف پر جہاں سب کو ہنسی آئی وہیں نگین نے پُر زور احتجاج بھی کیا تھا۔

"اتنا برا تو نہیں پکاتی میں۔"

"ہاں —— ویسے اتنا برا بھی نہیں پکاتی۔ پرسوں جو پڈنگ تم نے لان کے کارنر میں پھینکی تھی وہ مالی کی بلی کو بہت پسند آئی تھی۔"

نوفل اس کا مذاق اُڑا رہا تھا اور وہ سسرال والوں کے سامنے اس عزت افزائی پر خجل ہو رہی تھی۔

"بھئی اتنا تنگ مت کرو ہماری بہو کو۔ اگر کچھ کمی ہے بھی تو ہم ہیں نا بتانے والے۔" تائی جان نے محبت سے نگین کو ساتھ لگایا تو ان کی محبت بھری بات پر صالحہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"میں نے تو ان لوگوں کی تربیت میں کوئی کسر نہیں اٹھا چھوڑی۔ اب اگر آپ نگین میں کوئی کمی پائیں تو میری غلطی سمجھ کر درگزر کر دیجیے گا۔"

"کمال کرتی ہیں آپا! بہو بنا کر نہیں، بیٹی بنا کر لے جاؤں گی۔ اور بیٹیوں کی خطائیں تو کبھی ماؤں کو دکھائی ہی نہیں دیتیں۔"

تائی جان نے اپنے مخصوص انداز میں انہیں تسلی دی۔ نگین نے ادینہ کو اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ ساتھ صبا کو بھی لیتی چلی گئی۔

"توبہ ہے —— کیسی رُلانے والی گفتگو کر رہے ہیں سب۔" نگین کی طبیعت میں قدرے بچکانہ پن تھا اور یہ یقیناً صالحہ بیگم اور نوفل کے لاڈ پیار کا نتیجہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہر وقت ہنستی مسکراتی رہتی تھی اور اس کا یہ روپ اس کی دلکشی کو بڑھاتا تھا۔

"واقعی، ایسی باتوں سے تو شادی کے نام سے ڈر لگنے لگتا ہے جیسے سسرال نہ ہوئی، کوئی محاذ ہو گیا۔"

صبا نے ہنستے ہوئے کہا تو نگین نے اس کی بات سے لطف لیتے ہوئے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا

تھا۔ ادینہ نے تیکھی نظروں سے صبا کو دیکھا۔

”ساحل پر بیٹھ کر سمندر کی گہرائی کا اندازہ لگانا بے وقوفی ہوتی ہے۔ یہ تو وہی جان سکتے ہ
کبھی اپنی کشتی لے کر سمندر کے سینے پر اترے ہوں۔“

ادینہ کے سنجیدہ سے انداز پر وہ گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگی۔

”مگر ہر جگہ تو ایسا نہیں ہوتا۔ ہم نگین کو بہت محبت سے رکھیں گے۔“

”اب ہر کوئی پہلے ہی سے تو طے نہیں کرتا کہ کتنی محبت اور کتنی ذلت دینی ہے۔ یہ تو وقت کے
ساتھ پتہ چلتا ہے۔“

ادینہ کے انداز میں چبھن سی تھی ___ اس کا انداز نگین کے لئے نیا نہیں تھا اسی لئے تو وہ
کے سر پر کھڑی ہو کر چائے کے لوازمات ٹرالی میں رکھوانے لگی مگر صبا نے مسکرا کر بات سمیٹنے کی کو
کی تھی۔

”واقعی، دعووں کا فائدہ بھی کوئی نہیں ہوتا۔ حقیقت تو وقت کے ساتھ ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے۔

”تم لوگوں نے کیا بحث شروع کر رکھی ہے۔ یار! میری کچھ ہیلپ ہی کروا دو۔ ہو تو میری ہ
والی نند مگر اس وقت تو میری سسرال پر امپریشن کا معاملہ ہے، تمہیں میرا ساتھ دینا چاہئے۔“

نگین اس کی طرف پلٹی تو صبا نے شکر ادا کرتے ہوئے اس کے ساتھ مل کر ٹرالی سیٹ کرنا ش
کر دی۔ ادینہ کا خشک سا اندازِ گفتگو اس کو گھبراہٹ میں مبتلا کرنے لگا تھا۔ مگر یہ بات بھی پیش نظ
کہ ابھی اس کا گھر اجڑے بمشکل سال بھر ہی ہوا تھا۔ شاید اسی وجہ سے اس کی باتوں میں تیکھا
گیا تھا۔

”میرے خیال میں، میں یہاں بالکل فارغ ہوں اس لئے مجھے ڈرائنگ روم میں چلے
جانا چاہئے۔“ ادینہ کچھ اکتا کر کہتی ہوئی نگین کے روکنے سے پہلے ہی کچن سے نکل گئی تو نگین نے
سے کہا۔

”مائنڈ مت کرنا صبا! ادینہ بہت جلدی کسی سے گھلتی ملتی نہیں ہے۔ بلکہ یہ سمجھ لو کہ پل میں
اور پل میں ماشہ ہے۔ اس کی نیچر تو اچھی ہی ہے مگر جو ٹریجڈی اس کے ساتھ ہوئی ہے اس کی
سے کبھی کبھار بگڑ بھی جاتی ہے۔“

”اس میں مائنڈ کرنے والی کیا بات ہے؟ اور پھر ابھی تو ایک آدھ ہی ملاقات ہوئی ہے۔ آ
یقیناً ہماری دوستی بھی ہو جائے گی۔“

صبا نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو وہ ہنس دی۔

”لگتا ہے تمہاری میری خوب جمے گی۔“

”اور انس بھائی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

صبا شریر ہوئی تو ایک نظر دانت نکالتی نوری کو دیکھ کر نگین نے صبا کو آنکھیں دکھائیں مگر سنہری
میں گھلتی سرخیاں اور لبوں کے گوشوں میں تھرکتی مسکراہٹ اس کے دل کی حالت عیاں کر رہی تھی۔

”نوری! تم جا کر ٹیبل پر برتن لگا کر آؤ۔“ نگین نے نوری کو ٹالا تھا۔

”یہ کیا فضول حرکت تھی؟“ مصنوعی غصے سے صبا کو گھورا۔

”یہ تو کچھ بھی نہیں۔ انہوں نے تو آپ کے لئے ایک پیغام بھی بھیجا ہے۔“ صبا مزے سے
مسکرائی تو اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

”کیا؟“

”یونہی بتا دوں؟“ وہ معصوم بنی تھی۔

”تو نہ بتاؤ۔“ نگین نے بھی بے نیازی دکھانی چاہی۔

”چلو، پھر چائے لے چلیں۔“

صبا نے ایک بسکٹ اٹھاتے ہوئے اطمینان سے کہا تو نگین بے بسی سے اسے دیکھنے لگی۔

”پوچھ کیوں نہیں لیتیں کہ کیا پیغام آیا ہے؟“ صبا کو اس کے انداز پر ہنسی آ گئی تو وہ بھی ہنس دی۔

”خود ہی بتا دو نا یار!“

”ایکچولی وہ جو انس بھائی ہیں نا، وہ تم سے بات کرنا چاہتے ہیں فون پر۔“ صبا نے آرام سے کہا
ذ دہ شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

”کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟“

”یہ تو وہی بتائیں گے نا۔“ صبا نے جیسے اس کی بے وقوفی پر تاسف سے سر ہلایا تھا۔

”مگر میں تو انہیں جانتی بھی نہیں۔ میں ان سے کیا بات کروں گی؟“

نگین نے پھر سے بے نیازی کا مظاہرہ کرنا چاہا تو صبا بولی۔

”یہ تو ہے ___ پھر میں جا کر انہیں منع کر دوں گی۔ وہ تو آج ہی کال کرنے کا پروگرام بنائے
دئے تھے۔“

”امی سے اجازت لے لینا۔ اگر انہوں نے اجازت دے دی تو پھر۔“ وہ جلدی سے بولی تو صبا
لو اس کے بننے پر ہنسی آ گئی۔

”میں نے برتن لگا دیئے ہیں جی۔“ نوری نے حسب عادت دانت نکوستے ہوئے آ کر اطلاع دی
وہ اپنی گفتگو موقوف کر کے ڈائننگ روم کی طرف بڑھ گئیں۔ چائے اور لوازمات سے بھری ٹرالی
لین دھکیل رہی تھی۔

بڑوں کی آپسی گھریلو باتوں، وجدان کے چٹکلوں اور نگین سے باتوں کے دوران کئی بار وہ بے
تیب ہوئی تھی۔

کئی بار ان سب کی طرف سے دھیان ہٹا تھا۔

کئی بار ہنستے ہوئے کانشس ہو کر وہ ہونٹ بھینچ گئی تھی۔

اور اس کی وجہ دائیں طرف قدرے کارنر میں بیٹھا نوفل احمد تھا۔

اس قدر جانچتی پرکھتی نگاہ۔

مضطربانہ انداز میں کئی بار اس نے پہلو بدلا مگر نشست ایسی جگہ پر تھی کہ بہرطور وہ نوفل اح
نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکتی تھی۔

'بس اب اس سے زیادہ نہیں۔'

وہ چاہے کتنی بھی چھوٹے دل کی مالک اور شرمیلی کیوں نہیں تھی مگر یہ صورت حال تو قابل ؟ نہیں تھی۔

یکبارگی اس نے نوفل احمد پر ایک لمحے کو نظر ڈال کر ہٹا لی۔

اور اس نگاہ میں اس قدر خفگی اور ناپسندیدگی کا تاثر تھا کہ خجل سا ہو کر نہ صرف نوفل اس پر نگاہ ہٹا گیا بلکہ اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ صالحہ بیگم کو کچھ بتاتا، سب سے معذرت کرتا ڈرائنگ سے نکل گیا تو صبا کو اطمینان ہوا۔

'اس قدر ڈیسنٹ سا بندہ، پتہ نہیں کیوں؟' لحظہ بھر کو وہ اُلجھی تھی مگر موقع اور ماحول نے اسے مسئلے پر زیادہ دیر تک غور و خوض نہیں کرنے دیا تھا۔

''نگی! جاؤ، صبا کو گھر وغیرہ دکھاؤ۔'' صالحہ بیگم نے پیار سے کہا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ صبا بھی اس کی تقلید کی بلکہ اس نے ادینہ کو بھی آفر کی تھی۔

''تم دیکھو جا کر۔ میرا تو ہزار بار کا دیکھا ہوا ہے۔''

اس کا اپنا ہی تیکھا سا انداز تھا۔ اس پر مستزاد لبوں کی دھیمی سی مسکراہٹ۔ نہ کوئی برا مانے او ہی جواب سن کر خوش ہونے پائے۔ اور صبا تو یوں بھی کسی کی کھوج یا کرید میں نہیں رہتی تھی اس رسمی سا مسکرا کر نگین کے ہمراہ ڈرائنگ روم سے نکل آئی۔

جدید انداز میں ڈیکوریٹ کیا گیا گھر واقعی اپنی خوبصورتی، انفرادیت اور نفاست میں اپنی مثال آپ تھا۔ ہر کمرے کی کلر اسکیم، فرنیچر اور پردوں، کارپٹس سے لے کر ڈیکوریشن پیسز تک آرٹسٹک مزاجی کی جھلک موجود تھی۔

''بہت خوب۔ اگر کبھی میں نے گھر بنایا تو اسی شخص کو ہائر کر کے سیٹنگ اور ڈیکوریشن کراؤں جس سے تم لوگوں نے کرائی ہے۔''

صبا خود نفاست پسند اور آرٹسٹک مزاج تھی۔ سو بے اختیار پُر ستائش انداز میں بولی تو نگین لگی۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے شرارت سے بولی۔

''اس بندے کو ہائر کر کے نہیں بلکہ ''ہائی جیک'' کر کے لے جانا پڑے گا۔''

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ کلر اسکیم سے لے کر دیواروں پر لگی ہر پینٹنگ اور چھوٹے سے چھوٹا ڈیکوریشن پیس تک نوفل بھائی کی چوائس ہے۔''

نگین نے بڑے مزے سے بتایا تو وہ ابھی کچھ دیر پہلے کی جانے والی اپنی بات کو یاد کر کے جھینپ گئی۔

''اچھا ــــــ لگتا تو نہیں۔'' یونہی بات کا تاثر ختم کرنے کی خاطر وہ بولی تو نگین نے سیڑھیاں ...رنے کے بعد سامنے کمرے کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

''تم تو یہی کہو گی۔ کیونکہ تم انہیں جانتی نہیں ہو۔ ایک ایک چیز کو انہوں نے اتنی محنت سے خریدا ...کہ کیا بتاؤں۔ بقول ان کے، میں ایسی چیز اپنے پاس رکھ ہی نہیں سکتا جس سے مجھے محبت نہ ہو۔''

صبا نے مروت کے مارے یوں سر ہلایا جیسے بہت دلچسپی سے سن رہی ہو۔

''یہ اس گھر کا سب سے خوب صورت کمرہ ہے۔ جسے میں ''ڈریم لینڈ'' کہتی ہوں۔''

وہ دروازہ کھولتے ہوئے نگین نے بہت ڈرامائی انداز میں کہا۔ اسی وقت نیچے سے ادینہ کے ...نے کی آواز آئی تھی۔

''یہ شاید مجھے بلا رہی ہے۔'' نگین نے اس کی طرف دیکھا تو صبا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''تم اندر چلو۔ میں دو منٹ میں بات سن کر آتی ہوں۔ شاید آنٹی لوگوں نے بلایا ہو۔'' وہ اسے ...کر تی سیڑھیاں اتر گئی۔ صبا نے بھی اس کے پیچھے اترنے کا قصد کیا مگر نگاہ کمرے کے ادھ کھلے ...زے پر پڑی تو رک گئی۔

'ہوں ــــــ ڈریم لینڈ۔' خفیف سے انداز میں بھنوئیں اچکاتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی ...اہٹ پھیل گئی۔

''ہم بھی تو دیکھیں خوابوں کے اس جزیرے میں کون بستا ہے۔''

وہ آہستہ سے دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوئی تو پاؤں نرم و دبیز قالین میں دھنس سے گئے۔ یوں لگا جیسے آبِ رواں پر پاؤں رکھ دیئے ہوں۔

کوریڈور سے آتی روشنی کی مدد سے سوئچ بورڈ ڈھونڈ کر اس نے بمشکل ہی سہی مگر ٹیوب لائٹ آن ...ی لی تھی۔ اور پہلی ہی نظر میں وہ دنگ رہ گئی تھی۔

اسکائی بلیو کلر اسکیم اس قدر خوب صورت لگ سکتی ہے اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اس نے اپنے جوتے اتار دیئے۔

'اس ڈریم لینڈ کی کسی بھی شے کو داغ دار کرنا سخت بدذوقی اور ناانصافی ہو گی۔'

...دال پینٹنگز اس کی خاص توجہ کا مرکز بنیں اور چند پینٹنگز تو اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر اللہ نے ...یا تو وہ بھی اپنے بیڈ روم میں ضرور لگائے گی۔ بلیک وڈ فرنیچر کسی بے تاج بادشاہ کے سے کروفر ...اتھ کمرے کی رونق بڑھا رہا تھا۔ تبھی اس کی نظر کارنر میں رکھے ڈیکوریشن پیس پر پڑی تو خون ...س کی رگوں میں پارے کی طرح دوڑا تھا۔

یہ ایک عورت کا پلاسٹر آف پیرس کا اڑھائی فٹ کا بے حد خوبصورت مجسمہ تھا مگر جس چیز نے ...مسمرائز کیا تھا وہ اس عورت کے دعا کی صورت بلند ہوتے ہاتھوں میں رکھا کرسٹل کا سرخ ...ہ تھا۔

...وہ بے اختیار آگے بڑھی تھی۔

کیا کوئی نقل اصل کے اس قدر نزدیک ہوسکتی ہے؟
کرسٹل کے سرخ گلاب میں کوئی سقم، کوئی کمی نہیں تھی۔ وہ واقعی کھلتا ہوا اصلی گلاب لگ ر
تبھی تو وہ بے ساختہ جھک کر اسے سونگھنے جیسی بچکانہ حرکت کر بیٹھی تھی۔
'اٹس سو بیوٹی فل۔'
اس نے بے حد نرمی اور احتیاط آمیز محبت کے ساتھ اس کی پتیوں کو انگلیوں سے چھوا تھا
نرم و لطیف احساسات جیسے اس کی پوروں کے راستے اس کے وجود میں سرایت کرنے لگے
سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ٹھہر گئی۔
اندرونی کمرے سے نکلتا نوفل بے تحاشا ٹھٹکا تھا۔
وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ صبا اس کے کمرے میں ہوسکتی ہے۔ پلاسٹر آف پیرس کے مجسّ
سامنے ساکت کھڑی صبا کو دیکھ کر وہ مسکرا دیا۔ گلاب کے اس پھول نے کبھی نوفل احمد کو بھی یوں
کر دیا تھا۔ تبھی تو وہ قیمت کی پرواہ کئے بغیر اسے خرید بیٹھا تھا۔ اور پھر پیرس سے واپس نیو یار
دو ماہ بعد نیو یارک سے پاکستان واپسی تک وہ اس کی جی جان سے حفاظت کرتا آیا تھا۔ لو
بیچنے والے کا کہنا تھا کہ یہ ہلکی سی ٹھیس لگنے سے چکنا چور ہوسکتا ہے اور ٹوٹنے کے بعد اس کے
کا کوئی امکان نہیں تھا۔ کیونکہ اس کے ٹکڑے بے حد چھوٹے چھوٹے ہو جاتے تھے۔
وہ اسے چونکانا نہیں چاہتا تھا مگر بے اختیار کھنکار بیٹھا۔ بھاری مردانہ آواز نے اسے گھبرا
پر مجبور کر دیا تو مقابل نوفل احمد کو دیکھ کر وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔
یوں ایک دم پلٹنے سے اس کے آنچل کا پلو کرسٹل کے نازک سے گلاب پر جا پڑا تھا۔
''ذرا احتیاط سے پلیز ــــــ!'' وہ بے اختیار آگے بڑھا تو صبا گھبرا کر تیزی سے ایک
ہوگئی۔ نوفل کا اضطرابی انداز اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔
مگر اسی وقت اپنے دوپٹے کے ساتھ اٹک کر کسی چیز کے گرنے اور ''چھناک'' کی آواز
پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کر دیا۔
''اوہ گاڈ ــــــ!''
کرسٹل کا سرخ گلاب دبیز قالین پر گرنے کے باوجود چھوٹے چھوٹے اتنے ٹکڑوں میں
ہوا تھا کہ گننا بھی شاید مشکل ہوتا۔
اس کی آنکھوں کے سامنے تیزی سے دھند پھیلی تھی۔
بے اختیار گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے اس نے قالین پر بکھرے کانچ کے ان ٹکڑوں کو
ہاتھوں میں سمیٹنے کی کوشش کی تھی۔
''سس......'' اس کے لبوں سے نکلنے والی سسکاری کی آواز نے متاسف کھڑے نوفل
سے اس کی طرف بڑھنے پر مجبور کر دیا۔
''یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟ اس قدر باریک کانچ آپ کو زخمی بھی کر سکتا ہے۔'' پنجوں کے

کے پاس بیٹھتے ہوئے نوفل نے تفکر سے کہا۔''
''آئی ایم سوری .... میں نے جان بوجھ کر.......''
اس نے رندھے ہوئے لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنا چاہی مگر برا ہوا آنسوؤں کا، اسی وقت رخساروں پر بہہ گئے۔ آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔
وہ شاید سن نہیں سکا تھا۔
اس کا سارا دھیان ان دو بھوری آنکھوں، ان پر سجی گھنی پلکوں اور ان سے بہتے آنسوؤں نے سمیٹ لیا تھا۔
نوفل نے ہلکی سی سانس اندر کھینچتے ہوئے اس کے ہاتھ تھام کر کانچ کے ٹکڑوں کو نیچے گرا دیا۔ اس کی مخملیں ہتھیلی پر کئی خراشیں آئی تھیں۔
''اس قدر بے وقعت سی شے کے لئے آنسو بہا کر مجھے شرمندہ مت کریں۔'' اسے ریلیکس کرنے کی خاطر وہ بہت نرمی سے کہتے ہوئے دوستانہ انداز میں مسکرایا بھی تھا۔
''میں نے...... جان بوجھ کر نہیں توڑا۔'' وہ شرمندگی اور ندامت کی انتہا پر تھی۔
ایک قطعی انجان شخص کے کمرے میں بلا اجازت آنا، اس کے بعد پتہ نہیں کتنا قیمتی ڈیکوریشن پیس ضائع کر دینا۔ معمولی بات تو نہ تھی۔
''آپ جان بوجھ کر بھی توڑ دیتیں، آپ کو حق تھا۔ برتر کے مقابلے میں کم تر ہمیشہ شکست کھاتا آیا ہے۔''
الفاظ بہت نئے اور لہجہ بہت خاص تھا۔ تبھی تو سیدھے سبھاؤ بات کرنے والی صبا کے اندر عجیب سا احساس اُبھرا تھا۔ غیر محسوس کن انداز میں اس نے اس کے مضبوط ہاتھوں سے اپنے ہاتھ کھینچے تھے۔
نوفل نے بغور اس کی بھیگی پلکوں اور رخسار پر اٹک جانے والے آنسو کو دیکھا تھا۔ پھر دل میں ہلچل مچانے والے کسی احساس سے گھبرا کر وہ اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا تھا۔
''آپ کا ہاتھ زخمی ہوگیا ہے۔''
وہ بہت شکست خوردہ انداز میں اٹھی تھی۔ نگین نے بتایا تھا کہ اس گھر میں موجود ہر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی چیز نوفل نے بے حد محبت سے خریدی تھی۔ تو اب یہ نقصان کوئی معمولی بات تو نہیں تھی نا۔
''نگین کہہ رہی تھی کہ .... یہ کمرہ ڈریم لینڈ ہے۔ میں تو یونہی دیکھ رہی تھی........ پتہ نہیں کیسے......'' وہ پشیمان سی کہتی ہوئی رونے کے قریب ہوگئی۔
اس قدر سادگی و معصومیت نوفل کو ششدر کر گئی تھی۔
''کم آن صبا! ایسے ڈیکوریشن پیسز تو چند روپوں میں مل جاتے ہیں۔'' دفعتاً نوفل نے ہنس کر کہا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ نوفل سے نگاہ چرانا مشکل ہونے لگا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"بالکل ـــــ دیکھا نہیں آپ نے، کس قدر نا قص تھا۔ گرتے ہی سینکڑوں ٹکڑوں میں تقسیم گیا۔" وہ لاپرواہی سے کہہ رہا تھا۔ مگر انداز اور لہجہ یقین دلانے والا تھا۔

"مگر یہ تو اتنا خوب صورت تھا۔" صبا نے بے حد دُکھ سے ان بکھرے ٹکڑوں کو دیکھا جواب شکل و ہیئت کے ساتھ ساتھ اپنی وقعت بھی کھو چکے تھے۔

"سو وہاٹ ـــــ اتنا قیمتی تو پھر بھی نہیں تھا کہ اس کی خاطر آپ اپنے آنسو بہائیں۔"

نوفل کا لہجہ پھر سے بہکا تو وہ حواس میں آنے لگی۔ چہرے کی سرخی واپس لوٹی تو اس نے ہاتھ پشت سے چہرہ رگڑ رگڑ کر آنسوؤں کے داغ صاف کرنے کی سعی کی۔

"میں خوامخواہ ہی......."

اس کی خفت زدہ شکل پر نوفل کو ترس آنے لگا۔ صاف لگ رہا تھا کہ اب وہ وہاں سے بھا کے چکر میں ہے۔

"آپ کی ہتھیلی پر خراشیں آئی ہیں، ان پر کریم لگا لیں۔" نوفل نے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلا دونوں ہاتھ یوں پیچھے کر لئے جیسے وہ زبردستی لگا ہی دے گا۔

"یوں تو سب پوچھیں گے کہ کیا ہوا ہے۔" نوفل نے بہ مشکل مسکراہٹ دبائی تھی۔

"آپ چھپانا چاہ رہی ہیں سب سے؟"

"نہیں۔" وہ خفت سے سرخ پڑ گئی۔ "مگر امی سے ڈانٹ پڑے گی۔"

"او کے، جیسی آپ کی مرضی۔ یہاں نہیں تو گھر جا کر کوئی کریم ضرور لگا لیجئے گا۔" نوفل نے اس کے چہرے پر بہت نرم سی نگاہ ڈالتے ہوئے کہا تو اس کی نظروں کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے بھی صبا وہاں مزید کھڑے ہونا محال ہونے لگا۔

"تھینک یو۔" جھکی پلکوں کے ساتھ کہتے ہوئے وہ پلٹ کر دروازے تک گئی اور وہاں رک کر اپنے جوتے پہننے لگی۔

"یہ اپنے ہاتھ میں رکھیں۔" نوفل نے خیال آنے پر ٹشو پیپرز کے ڈبے میں سے دو تین لیف نکال کر اس کو دیئے تھے جنہیں تھامتے ہی وہ بہ عجلت دروازے سے نکلتی چلی گئی۔

بہت لطیف اور دلکش احساس میں گھرا نوفل بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

کھانے کی میز پر وہ بہت خاموش اور کترائی ہوئی سی رہی۔ اب تو یہی جی چاہ رہا تھا کہ جلد سے گھر جایا جائے۔

"سچ سچ بتائیں، آپ نے ان میں سے کون سی ڈش بنائی ہے؟" وجدان ابھی بھی نگین کا دماغ رہا تھا۔

"صرف رشین سلاد۔ کیونکہ اس کو صرف بنانا پڑتا ہے، پکانا نہیں۔" نوفل نے اپنی پلیٹ پر سر اٹھائے بغیر اطمینان سے کہا تو وہ سب ہنس دیئے۔ وہ ساتھ ہی تو بیٹھا تھا۔ نگین نے پہلو میں کہ

ہو کر خاموش رہنے کا سگنل دیا تو وہ اسے دیکھ کر ہنس دیا۔

"بھئی آپ لوگ خواہ مخواہ میری بیٹی کو تنگ مت کریں۔" تائی جان نے کہا تو نگین نے اپنی نائی پیش کی۔

"نوری اکیلی تو کھانا نہیں بناتی۔ ساتھ میں بھی اس کی ہیلپ کراتی ہوں۔ ہر نئی ڈش ہم دونوں کر بناتی ہیں۔"

"اور مل کر ہی کھاتی ہیں۔ کیونکہ مجھے اور امی کو اپنی زندگی بہت عزیز ہے۔" نوفل شرارت پر آمادہ اور اس کی غیر متوقع بشاشت صالحہ بیگم کو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ ورنہ پچھلے چار سالوں سے تو وہ ہل کر ہنسنا بھی بھول گیا تھا۔ انہوں نے بے اختیار دل میں اس کی دائمی مسکراہٹ کی دعا مانگی تھی۔

"کر لیں تنگ۔ اب تو فاقے کراؤں گی آپ کو۔" نگین چڑ کر بولی تھی۔

"ہوٹل زندہ باد، ڈیئر سسٹر! تم جیسے لوگوں کے بنائے ہوئے کھانوں سے بچنے کے لئے ہی ہوٹل نے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ پھر بہت غیر متوقع طور پر اپنے سامنے والی کرسی پر بیٹھی صبا سے طب ہوا۔

"ایکسکیوز می، ذرا ایک گلاس پانی دے دیں پلیز۔"

اس نے بے حد گڑبڑا کر نوفل کی طرف دیکھا۔ بے ضرر سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ منتظر تھا۔ جگ کے پاس ہی دھرا تھا۔ اس نے خاموشی سے گلاس میں پانی انڈیل کر اس کی طرف کھسکا دیا۔

"تھینک یو۔"

اس کے شکریہ کے جواب میں وہ کچھ کہے بنا دوبارہ اپنے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی۔ نوفل کا ا کرنے کی تو گویا تاب ہی نہیں رہی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اس کا نقصان کر کے آئی تھی اور آ کر کسی کے آگے اس واقعہ کا ذکر بھی نہیں کیا تھا۔ اوپر سے وہ آ کر سامنے براجمان ہو گیا تھا۔

اس کے انداز صبا کو کچھ کچھ الجھانے لگے تھے۔

اس کی آنکھوں میں صبا کو دیکھ کر چمک اُبھرتی تھی مگر وہ ڈرانے والی چمک نہیں تھی کیونکہ اس کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھرکنے لگتی تھی۔

چائے کے بعد وہ لوگ فوراً ہی اٹھ گئے کیونکہ انس انہیں لینے آ گیا تھا۔

"یہ تو زیادتی ہے آنٹی! میں خود آپ کو ڈراپ کر آتا۔" نوفل نے کہا تو چچی جان مسکرا دیں۔

"اب تو یہ آنا جانا عمر بھر کا ہے بیٹا! خاطر جمع رکھو۔ پھر کبھی سہی۔"

"اینی ٹائم آنٹی!" وہ ان کے آگے جھک کر مسکراتے ہوئے بولا تو انہوں نے اس کے شانے پر ت آمیز ہاتھ پھیرا تھا۔

"بہت بہت شکریہ آنٹی! نہ صرف اچھے کھانے کا بلکہ آپ لوگوں کی بہترین کمپنی کا بھی۔" صبا نے کر صالحہ بیگم سے الوداعی ملاقات کے دوران شائستگی سے کہا۔

"آپ کا بھی شکریہ کہ آپ نے ہمیں میزبانی کا شرف بخشا۔"

نوفل یوں اچانک کہہ دے گا، صبا کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ اس نے سٹپٹا کر اس کی
دیکھا۔ ہونٹوں پر ہلکی سی دلفریب مسکراہٹ لئے وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

ادینہ کے اندر کسی عجیب سے احساس نے اپنا پاؤں دھرا تھا۔

صبا تو فوراً ہی پلٹ کر تائی جان کی طرف چلی گئی مگر نوفل کے ہونٹوں پر سجی مسکراہٹ ادینہ
گئی تھی اور ثانیہ بھر کو صبا کا پیچھا کرتی نظر، وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

"بہت خوش قسمت ہے انس۔ جسے اتنی اچھی سسرال مل رہی ہے۔"

گاڑی میں سفر کے دوران چچی جان نے ایماندارانہ رائے دی تو وہ بولا۔

"مجھ سے زیادہ لکی وہ ہیں جنہیں مجھ سا حسین وجمیل داماد مل رہا ہے۔"

"سچ بتائیں انس بھائی! کب سے آئینہ دیکھنا چھوڑ رکھا ہے آپ نے؟" وجدان نے فوراً
صبا نے بھی اس کی تائید کی۔

"نگین آپ سے بھی اچھی ہے۔"

"لگتا ہے تگڑی رشوت لگائی ہے تم دونوں کو۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"اور ایک صدمے والی بات بھی سن لیں۔ محترمہ کو کھانا پکانے کی الف ب بھی نہیں آتی۔"
نے لطف لیتے ہوئے کہا تھا۔

"لو جی، یہ تو سارا پلان ہی چوپٹ ہو گیا۔ میں تو صرف اس لئے شادی پر راضی ہوا
میرے لئے بھی کوئی کھانا پکانے والی، کام کاج کرنے والی آ جائے گی۔" انس نے مظلومیت کا
کیا تو صبا جل کر رہ گئی۔

"تو پھر باجی پیاری بری تو نہیں تھی۔" اس نے گھریلو کام کاج کے لئے رکھی ملازمہ کا نام
اطمینان سے بولا۔

"وہ تو باجی ہے نا۔"

"مگر ہے تو پیاری نا۔" وجدان نے بھی اسی ٹون میں کہا۔ اب کی بار چچی جان خاموش نہ
سکی تھیں۔

"شرم کر لو تم لوگ کچھ۔ خواہ مخواہ اس بے چاری کو بیچ میں گھسیٹ رہے ہو۔"

"امی جان! بے چاری نہیں، پیاری۔" وجدان نے تصحیح کرنا ضروری سمجھا تو وہ کڑھ کر رہ گئیں۔

"تم لوگوں کو سمجھانا تو جوئے شیر لانے کے برابر ہے۔"

"یہ شیروں کی کون سی قسم ہے؟" وجدان نے بہت دلچسپی کا اظہار کیا تھا۔

"لو .... تمہیں پتہ ہی نہیں۔" انس نے گویا اس کا مذاق اڑایا۔ پھر اپنی ذہانت جھاڑتے
بولا۔

"یہ شیر صرف افریقہ کے جنگلوں میں پائے جاتے ہیں۔ بہت خونخوار ہوتے ہیں اور شاید
جوئیں بھی پڑی ہوتی ہیں۔ اس لئے جوئے شیر کہلاتے ہیں۔ یا ہو سکتا ہے ایک آدھ کو جوئے

ل

مخف رہا ہو۔"

"صاف پتہ چل رہا ہے کہ چنے دے کے پاس ہوتے رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے دودھ کی
ہر نکالنا۔" صبا نے ان کا تمسخر اڑایا تھا مگر وہ ہارنے والوں میں سے نہیں تھے۔

"تمہاری تو بات ہی جھوٹی ہے۔ دودھ کی کون سی نہر دیکھی ہے آج تک تم نے؟ شیر تو جگہ جگہ
کھائی دیتے ہیں۔ ہمارے پاس تو شیر کی صورت میں ثبوت موجود ہے۔ آپ بھی دودھ کی نہر میں
سے سیر سوا سیر بھر کر لائیں تو مانیں گے۔" وجدان نے بے نیازی سے کہا تو وہ چڑ گئی۔

"کس قدر فضول اور بے معنی گفتگو کرتے ہو تم لوگ۔"

"میں تو کتنی بار اس لڑکے سے کہہ چکی ہوں کہ ہوش کے ناخن لو۔ اب تو منگنی بھی ہو چکی۔"

تائی جان بے چاری خود ان کی قینچی کی طرح چلتی زبانوں سے تنگ آ چکی تھیں۔

"ہائی داوے، والدہ صاحبہ! یہ ہوش کے ناخن کیا بیوٹی پارلر والوں کی نئی پراڈکٹ ہے؟"
معلومات میں اضافہ چاہا گیا۔

"جی نہیں ـــــ یہ اللہ میاں کی پراڈکٹ ہے اور صرف نصیب والوں ہی کو ملتی ہے۔" صبا نے
طنز کیا تو وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ڈھٹائی سے ہنسنے لگے۔ وہ تاسف سے سر ہلا کر رہ گئی۔

●●●●●

ضحیٰ کو ٹی وی لاؤنج میں "محوِ مووی" دیکھ کر صبا کو انتہائی غصہ آیا تھا۔

"بہت ذلیل ہو تم ضوئی! یہ کون سا نسخہ ہے سر درد ٹھیک کرنے کا؟"

"نیند نہیں آ رہی تھی۔ میں نے سوچا کب سے اس مووی کو ٹال رہی ہوں، آج فرصت ہے، دیکھ
ہی لوں۔"

وہ ڈھٹائی سے بولی تو صبا جوتے اتارتی وہیں کارپٹ پر بیٹھ گئی۔

"کیسا رہا ڈنر؟"

"تمہیں کیا۔ جیسا بھی رہا ہو۔" وہ خفگی سے بولی تو ضحیٰ کو ہنسی آ گئی۔

"تمہاری شکل اس وقت کسی شاعر کی ناراض محبوبہ کی طرح ہو رہی ہے۔"

"تم سے تو اچھی ہی ہے۔"

وہ ابھی بھی اسی انداز میں بولی تو ضحیٰ نے سرخ و سیاہ امتزاج شیفون کے پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس
صبا کو پُرستائش نظروں سے دیکھتے ہوئے فراخ دلانہ انداز میں کہا۔

"یہ بات تو واقعی بالکل سچ ہے۔ اور باقی دنوں کو تو چھوڑو، آج خاص طور پر بہت اچھی لگ رہی
ہو۔ یوں لگ رہا ہے جیسے کوئی کھلتا ہوا گلاب۔"

"گلاب ـــــ؟" صبا کو بھولا ہوا بہت کچھ یاد آ گیا۔

"کیوں ـــــ کچھ زیادہ تعریف ہو گئی ہے کیا؟" ضحیٰ نے شرارت سے پوچھا تو صبا نے اس کی
طرف دیکھتے ہوئے مرے مرے سے انداز میں کہا۔

"ضوئی! پتہ ہے وہاں مجھ سے ایک بہت بڑی گڑبڑ ہوگئی ہے۔"
"اُف ــــ کہیں انس بھائی کا رشتہ تو نہیں توڑ آئیں؟"
وہ اچھل ہی تو پڑی۔ مگر صبا کو اس کی یہ غیر سنجیدگی قطعی نہیں بھائی تھی۔
"بکومت ــــ کچھ اور ہوا ہے۔"
"سب سے بڑی گڑبڑ تو وہاں یہی ہوسکتی تھی۔ اب مجھے اطمینان ہوگیا ہے۔ تم کھل کر
نے کیا گڑبڑ کی ہے؟" ضحیٰ نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے پوچھا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
"یہاں نہیں ــــ میرے کمرے میں آؤ۔"
"ایسا بھی کیا سیکرٹ ہے؟ کہیں وہاں سے کچھ چرا تو نہیں لائیں؟" ضحیٰ حیران ہوئی تو
کشن اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا۔
"بس یہاں بیٹھی بکواس ہی کرتی رہنا۔ شرلاک ہومز کی نانی نہ بنو۔" وہ خفا خفا سی چلی
مارے تجسس کے ضحیٰ کو بھی مجبوراً اس کے پیچھے بھاگنا پڑا۔
"اب جلدی سے بتا دو، کیا ہوا وہاں؟" پھولی سانسوں کے دوران اس نے پوچھا تو
اسے پکڑ کر اپنے سامنے بٹھا لیا۔
"جو میں تمہیں بتاؤں گی وہ تم کسی اور کو بالکل نہیں بتاؤ گی۔" وہ متذبذب تھی۔ پہلی بار ضحیٰ
تھی۔
"کم آن صبی! ــــ اس سے پہلے کبھی ایسا ہوا ہے کیا؟" اس کا ہاتھ تھام کر اسے تسلی دی۔
"اب بتا بھی دو نا، میرا تجسس کے مارے ہارٹ فیل ہونے والا ہے۔" اسے خاموش دیکھ کر
کا ہاتھ دبایا تو وہ مدھم سے انداز میں بولی۔
"وہ جو ہے نا...... نوفل......"
"نوفل کون؟" اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی متجسس انداز میں سوال آیا تو صبا نے ا
چبا جانے والے انداز میں دیکھا۔
"نگین کا بھائی۔" دانت پیس کر بتایا۔
"ارے ہاں، وہ ہیرو۔" ضحیٰ کی آنکھیں چمکی تھیں۔ "کہیں پھر کوئی فلمی سین تو نہیں ہوگیا؟"
"ضحیٰ! بہت بکواس کرنے لگی ہو تم۔" اسے حقیقتاً غصہ آیا تو ضحیٰ شپٹا گئی۔
"اچھا، اب نہیں بولتی۔ تم بولو۔"
"وہ جو ہے نا، بڑا نظر باز سا ہے۔" بہت سوچ کر صبا نے نوفل پر دفعہ عائد کی تھی۔
"کوئی نہیں۔ اتنا پراؤڈ سا تو ہے وہ۔ منگنی والے روز تو اس نے کسی کی طرف آنکھ بھی اٹھا کر
دیکھا تھا۔" پہلے کی طرح ضحیٰ کو اس کی بات پر ایک فیصد بھی یقین نہیں آیا تھا۔
"مائنڈ یو ضحیٰ بی بی! اپنی گلی میں تو کتا بھی شیر ہوتا ہے۔" وہ نوفل کی حمایت پر تلملا اٹھی تھی۔
"بی ہیو یو صبی!" اس کے الفاظ ضحیٰ کو ناگوار گزرے تھے۔

"سوری ــــ میں نے صرف مثال دی تھی۔" وہ فوراً اپنی غلطی مان گئی جو کہ اس کی بہت بہترین
عادت تھی۔
"تم اسے کیوں ایسے کہہ رہی ہو؟" ضحیٰ اصل بات کی طرف پلٹی تو وہ رک سی گئی۔
"یار! وہ پتہ نہیں کیوں، مجھے گھور گھور کے دیکھے جا رہا تھا۔" جس طرح وہ منمنا کر بولی تھی۔ ضحیٰ کو
بے ساختہ ہنسی آ گئی۔
"ویری سمپل۔ تم اسے اچھی لگی ہوگی۔"
"بکواس نہیں کرو۔" ضحیٰ کا تجزیہ اسے اچھا نہیں لگا تھا۔
"تو پھر تمہاری شکل نگین سے ملتی ہوگی۔" وہ چڑ کر بولی تو صبا نے نفی میں سر ہلایا۔
"ایسا کچھ نہیں ہے۔ ورنہ انس بھائی تو کبھی بھی اس منگنی پر راضی نہ ہوتے۔"
"تو پھر جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہ بالکل صحیح ہے۔" ضحیٰ نے قطعی انداز میں کہا تو وہ چڑ کر بولی۔
"مگر میں نے بھی زیادہ دیر تک برداشت نہیں کیا۔"
"تم نے کیا، کیا؟" ضحیٰ نے ڈر کر پوچھا تو وہ تفاخر سے بولی۔
"میں نے بھی جواباً اسے گھور کر دیکھا۔"
"کیا ــــ؟" ضحیٰ بے اختیار اچھلی تھی۔ "کس قدر بے شرم ہو تم صبی!"
"چہ ــــ یار! بے شرمی سے نہیں بلکہ شرم دلانے والے انداز میں دیکھا تھا۔" اس نے جھنجلا
کر صحیح کی تو ضحیٰ کی سانسیں معمول پر آئیں۔
"پھر اس دیکھنے کا کیا رزلٹ آیا؟"
"ہنڈرڈ پرسنٹ پازیٹو۔" وہ اطمینان سے بولی۔ "نہ صرف اس نے گھورنے کا سلسلہ بند کیا بلکہ
کے بھی چلا گیا۔"
"تھینک گاڈ ــــ کچھ گڑبڑ نہیں ہوئی۔" ضحیٰ نے سکون کی سانس لی تو صبا نے ڈرتے ہوئے کہا۔
"گڑبڑ تو اس کے بعد ہی ہوئی تھی۔"
"کیسی گڑبڑ؟" ضحیٰ نے اسے گھورا تو اب کی بار اس نے بنا رکے اسے ساری بات بتا دی۔ وہ
ت بدنداں تھی۔
"صبا! تمہیں ڈر نہیں لگا اکیلے اس کے کمرے میں؟"
"بس تم سائیڈ انیکٹ پر ہی غور کرنا۔ وہ بس چھچھورا ہی لگ رہا تھا، لفنگا تو نہیں۔" اس خیال سے
صبا کو بھی کئی بار جھرجھری آ چکی تھی۔ مگر اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اس پہلو کو نظر انداز
ای بہتر تھا۔
"اس نے تمہیں ڈانٹا تو نہیں نا؟"
ضحیٰ نے تفتیش کا آغاز کیا تو صبا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے ایمانداری سے کہا۔
"بلکہ وہ تو میرے ہاتھ پر آئی خراشوں پر کریم بھی لگانے کو تیار تھا۔"

"اُف ـــــ لگوا لی؟"

وہ جس طرح چیخ کر بولی تھی، صبا ڈر گئی۔ فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔

"بہت اچھا کیا ـــــ" ضحیٰ نے اطمینان کی سانس لی تھی۔ "کیا خبر صرف ہاتھ پکڑنے بہانہ ہوتا۔"

صبا کے وجود میں پھریری سی دوڑ گئی۔

"کیسی خوف ناک باتیں کر رہی ہو؟ ـــــ اُس نے تو مخلصانہ آفر کی تھی۔ میں نے انکا تو پھر اس نے اصرار نہیں کیا بلکہ کسی کو بتایا بھی نہیں کہ میں نے اس کا کتنا بڑا نقصان کر دیا ہے۔"

"کوئی بڑا نقصان نہیں کیا۔ اس نے کہا تو تھا کہ چند روپوں کا ڈیکوریشن پیس تھا۔" ضحیٰ نے

وہ قدرے توقف کے بعد مجرمانہ انداز میں بولی۔

"میں نے یونہی باتوں باتوں میں نگین سے اس کی قیمت پوچھی تھی۔"

"تو پھر؟"

"پانچ سو ڈالرز۔"

"پانچ سو ......ڈالرز......؟" ضحیٰ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ ڈالر تو جیسے حلق ہی میں گئے تھے۔

صبا نے مجرمانہ انداز میں اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"یعنی اگر اسے پاکستانی روپوں میں تبدیل کیا جائے تو اندازاً تیس ہزار کے قریب قیمت ہے۔" ضحیٰ نے فوراً موٹا موٹا حساب کیا تھا۔ پھر بے یقینی و استعجاب سے بولی۔ "پھر بھی اس مخبو تمہیں نہیں ڈانٹا بلکہ الٹا تمہارے "قیمتی" آنسوؤں کی فکر کرتا رہا؟"

"ایسا کچھ نہیں ہوا ـــــ وہ بس مجھے خاموش کرانا چاہ رہا تھا شاید۔"

صبا نے جزبز ہو کر اسے ٹوکا اور ساتھ ہی اپنے حرف بہ حرف بات بتانے والی عادت پر لعنت ملامت بھی کی۔

"ہاں ـــــ تو دل کو کچھ ہو رہا ہو گا نا۔" ضحیٰ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے بے نیازی سے وہ اسے گھورنے لگی۔

"میں نے تمہیں یہ سب انجوائے کرنے کے لئے نہیں بتایا۔ بلکہ اس لئے بتایا ہے کہ اب مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"اب تو بات ختم ہو چکی۔ اب کیا کرنا ہے؟" ضحیٰ نے استفہامیہ انداز میں بھنوئیں اچکائیں بے یقینی سے بولی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ بات ختم ہو چکی ہے؟"

"بالکل ـــــ وہ والی بات ختم اور نئی بات شروع۔" اس نے آرام سے کہا تھا۔

"نئی بات کیا؟" صبا نے تحیر سے اسے دیکھا۔

"نئی بات یہ کہ وہ موصوف تم میں انٹرسٹڈ ہیں۔"

ضحیٰ کی اطمینان سے کہی گئی بات صبا کے لئے کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔

"حواس میں تو ہو تم؟" وہ غرائی تھی۔

"میں بالکل حواس میں ہوں مائی ڈیئر! یہ میں نہیں بلکہ حالات و واقعات کہہ رہے ہیں۔" ضحیٰ کا اطمینان قابل دید تھا۔

"اصل میں تو تم اس بندے کو منگنی والے روز ہی اچھی لگ گئی ہو گی ـــــ اس دن بھی تو ٹکراؤ ہوا تھا۔"

"کوئی نہیں۔ خوامخواہ تکے مت لگاؤ۔" صبا کا دل گھبرانے لگا تھا۔

"او کے ـــــ ہم کون سا رشتہ طے کرنے بیٹھے ہیں۔ جب وقت آئے گا، دیکھی جائے گی۔"

ضحیٰ نے اسے خوف زدہ دیکھ کر تسلی دی تھی۔ پھر پُر سوچ انداز میں بولی۔

"ویسے اس بندے کا جتنا تم نے نقصان کیا ہے اس کی پنالٹی تو دینی چاہئے تمہیں۔"

"میں کیا پنالٹی دے سکتی ہوں؟ میری تو جمع پونجی بھی تیس ہزار کی نہیں ہو گی۔" وہ بدکی تھی۔

"اوفوہ! میں کون سا جائیداد اس کے نام لگانے کو کہہ رہی ہوں۔ جب موقع آئے گا دیکھی جائے گی۔" ضحیٰ نے بات بدل دی۔ پھر دوستانہ لب و لہجے میں پوچھنے لگی۔

"ویسے تمہارا نوفل احمد کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ سمجھی نہیں تھی۔

"مطلب یہ کہ تمہارے دل کی گھنٹی بجی کہ نہیں؟" وہ شرارت سے بولی تو اسے گھورتے ہوئے صبا نے چٹکی بجائی۔

"اٹھو اور دفع ہو جاؤ۔ تمہیں سخت نیند آ رہی ہے۔"

"بتا دو یار! پھر چلی جاؤں گی۔" ضحیٰ نے کہا تو وہ سختی سے پُر لہجے میں بولی۔

"نہ ابھی نہ پھر کبھی۔ نوفل احمد میری چوائس کبھی نہیں ہو سکتا۔"

"کوئی خاص وجہ؟" ضحیٰ کو تحیر نے گھیرا تو وہ بھی ایک دم سے مسکرا دی۔

"کوئی خاص وجہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ اسے دیکھ کر میرے دل کی گھنٹی نہیں بجی۔"

"صحیح جا رہی ہو۔" ضحیٰ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"حمرہ کا فون نہیں آیا؟" صبا نے چھوٹی بہن سے متعلق پوچھا جو مریم پھپھو کی طرف گئی ہوئی تھی۔

"نہیں ـــــ بلکہ مجھے خود فون کرنا پڑا محترمہ کو یاد دلانے کے لئے کہ ان کا ایک عدد کالج بھی ہے جس کی وہ نئی نئی اسٹوڈنٹ ہوئی ہیں۔ اس لئے آ جائیں واپس۔" ضحیٰ نے تفصیل بتائی تو وہ اس انداز پر مسکرا دی۔

ضحیٰ جاتے جاتے دروازے کے قریب رکی تھی۔

"ویسے صبی! تم کوشش کر کے دل کی گھنٹی کو ذرا ہلاؤ جلاؤ۔ شاید اسے زنگ لگ چکا ہے۔ کیونکہ

نوفل احمد بندہ تو بہت زبردست ہے۔"
صبا کی خونخوار نظروں سے ڈر کر وہ بھاگ لی تھی۔
لحظہ بھر کو ضحیٰ کی بات میں ذہن الجھا تو وہ سر جھٹکتی اٹھ کھڑی ہوئی۔
'بندہ تو واقعی بڑا زبردست ہے مگر——'
ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ لئے وہ اپنے کپڑے نکال کر باتھ روم میں گھس گئی۔

●●●●●

جب سے معید نے اس کی کھنچائی کی تھی وہ دانستہ عمر سے نہیں ملی تھی۔ کچھ خوف اور کچھ تھی جس نے اسے کانشس کر دیا تھا۔
مگر کب تک؟
وہ پیریڈ آف ہونے پر کلاس روم سے باہر نکلی تو کوریڈور کے پلر کے پاس وہ اپنے کسی ساتھ محو گفتگو دکھائی دے گیا۔
وہ گومگو کی سی کیفیت میں اپنی دوستوں کے ہمراہ اس کے پاس سے گزر گئی۔ سمجھ نہیں آئی طرف دیکھے یا نہیں۔
مگر جتنی لاپرواہ وہ تھی اتنا بے خبر عمر کاظمی نہیں تھا۔ اسے کیمسٹری لیب کی سیڑھیوں پر تنہا چلا آیا۔ نوٹس کو پن اَپ کر کے ترتیب سے فائل میں رکھتی وہ ٹھٹک کر آنے والے کی طرف ہوئی تھی۔
"کس سے بھاگ رہی ہو ضحیٰ میر؟—— مجھ سے یا اپنے آپ سے؟" وہ چبھتے ہو میں پوچھ رہا تھا۔
وہ کچھ بولے بغیر دوبارہ اپنی مصروفیت میں گم ہو گئی تو وہ لب بھینچ کر لحظہ بھر اسے دیکھنے اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔
"کیا ہوا ہے تمہیں؟"
"کچھ بھی نہیں ہوا۔" اس نے بے زاری سے فائل بند کرتے ہوئے کہا تو وہ چہرہ موڑ کر دیکھنے لگا۔
"پھر اتنے دنوں سے ملی کیوں نہیں؟"
"کیوں ملتی؟" وہ بہت تیکھی ہو رہی تھی۔
عمر نے قدرے دھیان سے اس کے تاثرات دیکھے تھے۔
"کیا ہمارے درمیان ایسا کوئی تعلق نہیں ہے جس کے بل بوتے پر ہم مل سکیں؟" اپنی حیر اپنے ٹھنڈے پن میں چھپا کر وہ سکون سے بولا تھا۔
"تو اس کے لئے روز ملنا کیا ضروری ہے؟" اس نے تنک کر پوچھا تو اس کے شاہانہ انداز بے ساختہ مسکرا دیا۔

"ناراض کس بات پر ہو——؟" تیقن سے پوچھا تو وہ چپ ہو گئی۔ پھر قدرے توقف کے بعد ناراضگی سے بولی۔ "تمہاری بے احتیاطی رنگ لے آئی ہے۔ اس روز معید نے ہمیں ریسٹورنٹ میں دیکھ لیا تھا۔"
"اوہ نو—— پھر؟" اس کے انداز میں تشویش اُتر آئی۔
"پھر وہی ہوا جو ہو سکتا تھا۔ اس نے مجھے خوب جھاڑا اور تم سے ملنے سے سختی سے منع کر دیا۔" وہ چڑ کر بولی تو عمر نے اطمینان سے کہا۔
"یہ تو اس نے بالکل ٹھیک کیا۔ نائس مین۔"
"بکومت—— تمہاری وجہ سے پہلی بار میں نے اس کی ڈانٹ ڈپٹ سنی ہے۔ اور تمہیں ابھی بھی وہ نائس مین لگ رہا ہے۔" ضحیٰ کو شدید غصہ آیا تھا۔
"دیکھو اگر وہ چاہتا تو تمہاری پوری فیملی کو یہ بات بتا سکتا تھا مگر اس نے صرف تمہیں ڈانٹا جو کہ اس کا فرض بھی تھا اور حق بھی۔" عمر نے رسانیت سے کہا تو اسے رونا آنے لگا۔
"میری اتنی انسلٹ ہو گئی اور تمہیں یہ سب معمولی بات لگ رہی ہے۔"
"دیکھو ضحیٰ! یہ انسلٹ اس انسلٹ سے بہتر ہے جو سب گھر والوں کے درمیان ہوتی۔ اور میں بہت شرمندہ ہوں کہ میری وجہ سے یہ سب ہوا۔ مجھے اس روز اصرار ہی نہیں کرنا چاہئے تھا۔" وہ واقعی شرمسار ہو رہا تھا۔
"اس نے اور تو کچھ نہیں کہا، زیادہ تو ہوٹلنگ پر ہی ڈانٹ پڑی ہے۔" ضحیٰ نے کہا تو وہ اعتراف کرنے والے انداز میں بولا۔
"وہ بھی ٹھیک تھا—— جس طرح تمہیں اس نے دیکھ لیا، کوئی اور فیملی ممبر بھی دیکھ سکتا تھا—— آئی ایم سوری۔"
"اِٹس او کے۔ ہم کون سا پھر کبھی ہوٹلنگ کرنے والے ہیں؟"
ضحیٰ نے اسے شرمندگی کے حصار سے نکالنا چاہا تھا۔ پھر وہ بات بدل گئی۔
"تمہارے انٹرویو کا کیا بنا؟"
اس کے سوال پر وہ چپ سا ہو گیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔
"وہی جو اس سے پہلے کے ساڑھے چار سو انٹرویوز کا بن چکا ہے۔"
"یہ سب کیا ہے عمر؟ تم تو اس قدر بریلیٹ ہو۔ اتنا شاندار اکیڈمک ریکارڈ ہے تمہارا۔ پھر کیا بارہ جاتی ہے؟" اسے ایسی جھنجھلاہٹ کبھی نہیں ہوئی تھی جیسی اب ہو رہی تھی۔
"صرف دو اسناد کی کمی ہے میرے پاس۔ جو ہمارے ملک میں کوئی بھی بہترین سے بہترین جاب حاصل کرنے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔" وہ اپنی دو انگلیاں اٹھا کر بولا تو ضحیٰ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔
"وہ کون سی دو اسناد ہیں جو اس قدر خاص ہیں؟"

"رشوت اور سفارش۔" وہ بہت اطمینان سے بولا تھا۔

"شرم کرو عمر! یہ خیالات ہیں تمہارے؟" ضحیٰ کو اس کی بات اچھی نہیں لگی تھی۔

"تمہیں کیا پتہ۔ ابھی بچی ہو تم۔" وہ اس کی سادگی پر مسکرا دیا تھا۔

"میں کوئی بچی وچی نہیں ہوں۔" وہ خفا ہونے لگی۔

گھنی پلکوں تلے سیاہ آنکھوں میں ناراضگی کے رنگ لئے وہ عمر کو خواہ مخواہ ہی تفاخر ؛ کرنے لگی۔

کسی کا دل آپ کے نام پہ بے ترتیبی سے دھڑکتا ہو اس سے زیادہ دلنشین اور دلفریب اور کیا ہو سکتی ہے؟

"اوکے ——— تو میں تمہیں آنٹی بلا سکتا ہوں؟" وہ شرارت پر آمادہ تھا۔ اس قدر فضول ضحیٰ کی رنگت تمتما اٹھی۔ جی چاہا نوٹ سے وزنی فائل اس کے سر پر دے مارے۔ وہ تن فن کر کر چل دی تھی۔

"ارے ——— ضحیٰ!" وہ فوراً اس کے پیچھے لپکا تھا۔

"بات مت کرو میرے ساتھ۔" وہ واقعی غصے میں تھی۔

"مذاق کر رہا تھا یار!"

"بہت برے ہو تم۔"

کیفے ٹیریا کی طرف بڑھتے ہوئے وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ عمر نے بھی چپ اس کے ساتھ چلنے کو ترجیح دی۔ قدرے کارنر والی ٹیبل سنبھالتے ہی عمر نے اس کے آ جوڑے تھے۔

"میں نے یہ کرنے کو تو نہیں کہا۔" وہ جز بز ہونے لگی۔ آس پاس بیٹھے کئی اسٹوڈنٹس کی ادھر ہی تھیں۔

"تو پھر کیسے مانو گی؟" وہ مسکرا دیا۔

"تم یہ بتاؤ کہ تمہیں جاب کب ملے گی؟" اس نے سنجیدگی سے بات بدلی تو وہ چپ سا

"بتاؤ نا۔" وہ اس کی خاموشی سے تنگ آ کر بولی تو اس نے ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے کہا

"بہت مشکل ہے ضحیٰ! ——— بہت مشکل۔" اس کے لب و لہجے سے جھانکتی شکستگی ضحیٰ رہ سکی تھی۔

یہ پہلا موقع تھا جب وہ ہارا ہوا، بہت تھکن زدہ سا لگ رہا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے تو و کے بعد تازہ دم ہو کر اگلی بار کے لئے کوشش کرنے لگتا تھا۔

"کیسی بات کر رہے ہو تم؟ ——— یہ تمہاری اشد ضرورت ہے۔" ضحیٰ ہرٹ ہوئی تھی

"تو میں کب اس کی ضرورت سے انکار کر رہا ہوں؟" وہ پانی سے بھرے گلاس پر نظر پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو قدرے توقف کے بعد ضحیٰ نے اسے جتانے والے انداز

"معید نے سب سے زیادہ اعتراض تمہارے جاب لیس ہونے پر کیا ہے۔"

وہ لحظہ بھر اس کو دیکھنے کے بعد پُرسکون لہجے میں بولا۔

"وہ کچھ غلط بھی نہیں ہے۔ اسی لئے میں آج تمہیں کہہ رہا ہوں کہ تم اپنے مستقبل کے لئے کوئی بھی بہتر فیصلہ کرنے میں بالکل آزاد ہو۔"

اس کے الفاظ اس قدر غیر متوقع تھے کہ وہ ششدر رہ گئی۔

"میں کوئی جاب کر بھی لوں ضحیٰ! تب بھی تمہیں وہ آسائشیں مہیا نہیں کر سکتا جن میں تم نے آنکھ کھولی ہے۔ جن کی تم عادی ہو۔"

"شٹ اپ عمر! ——— شٹ اپ۔" وہ دفعتہ ہی شدید اشتعال کے تحت اسے روک گئی تھی۔

"یہ ایک تلخ حقیقت ہے ضحیٰ! کل بھی تو اسے فیس کرنا ہی ہے۔ پھر آج ہی سے کیوں نہیں۔"

وہ ہنوز اسی سکون سے بات کر رہا تھا۔ مگر اس کی آنکھوں سے چھلکتا انتشار اور اضطراب اس کی نام بے چینیوں کا راز افشا کر رہا تھا۔

وہ یکلخت ہی اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اپنا ذہن پُرسکون کرنے لگی در اپنی اس کوشش میں قدرے کامیاب ہو جانے کے بعد اس نے خاموش بیٹھے عمر کی طرف متوجہ دتے ہوئے تلخی سے کہا۔

"میں نے اگر سوچ سمجھ کر تمہیں پسند کیا ہوتا تو میں ضرور تمام لگژریز کا حساب کتاب رکھتی عمر ناظمی! شاید تم نے مجھ سے محبت کرتے ہوئے یہ سب دیکھا ہو۔"

اس کا طنز بہت بھرپور تھا۔ مگر وہ اس کا وار بہت حوصلے سے برداشت کرتے ہوئے بولا۔

"میں بھی یونہی بہت ایموشنلی سوچا کرتا تھا۔ مگر حالات کی ٹھوکروں نے بہت جلد مجھے حقیقت کی نیا میں لا پٹخا۔ میں بھی جب تک اسٹوڈنٹ لائف میں رہا، بہت آئیڈیلسٹک رہا۔ اپنے اکیڈمک ریکارڈ .نازاں، اپنی اسناد پر مغرور۔ مگر ان دو ——— فقط دو ہی سالوں میں مجھے احساس ہو گیا کہ یہ سب ری کے ٹکڑے ہیں۔ اس ملک میں تعلیمی ادارے صرف نوجوانوں کے سال کھا رہے ہیں، ان کی ندگیاں برباد کر رہے ہیں اور بس۔ میں بھی بہت سے خواب لئے اس یونیورسٹی سے نکلا تھا۔ اور دیکھ ،تمہارے سامنے بالکل خالی ہاتھ ہوں۔ اس تعلیم نے مجھے اتنا بھی نہیں لوٹایا جتنا میں نے اس پر .چ کیا ہے۔ تو پھر میں تمہیں کیا دے سکتا ہوں ضحیٰ؟"

"ایسا صرف تم سوچتے ہو عمر! تم کوشش کرو تو بہت اچھی جاب مل سکتی ہے تمہیں۔ ٹاپ کیا ہے تم نے۔ گولڈ میڈلسٹ ہو۔" ضحیٰ نے ناراض لہجے میں کہا تو وہ تلخی سے مسکرا دیا۔

"ہاہ ——— گولڈ میڈل۔ پتہ ہے ضحیٰ! وہ گولڈ میڈل میرے بہت کام آیا۔ پچھلے دنوں ابو کے بلڈ اپ کے لئے میں نے اسی کو بیچا تھا۔ میں نے سوچا تعلیم نہ سہی، گولڈ میڈل تو کام آ گیا۔"

وہ تاسف میں گھری کئی ثانیوں تک اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔

کیا وہ اس عمر کاظمی کو بھول سکتی تھی جو آج سے دو اڑھائی سال پہلے پوری یونیورسٹی میں ٹاپ

پوزیشن حاصل کرنے پر کسی منسٹر کے ہاتھوں گولڈ میڈل وصول کرتا چہرے پر تفاخر اور خوشیو
لئے فاتح عالم لگ رہا تھا۔

اور یہ عمر کاظمی تو کوئی اور تھا۔

پژمردہ، تھکا ہوا۔

شکستہ دل۔

اس کی شگفتگی اور اس کے چہرے کی چمک کہاں کھو گئی تھی؟

اس کے ہونٹوں پر ہمہ وقت پھیلی رہنے والی مسکراہٹ کیوں دم توڑ گئی تھی؟ وہ جو ہر وقت
ہنسانے میں آگے رہتا تھا، یوں زہر کیوں اگلنے لگا تھا؟

وہ اب بھی بڑے اطمینان سے بتا رہا تھا۔

"تمہیں بڑے مزے کی ایک بات بتاؤں۔ پچھلے ہفتے میں ایک کلرک کی اسامی کے لئے دینے گیا تھا اور پتہ ہے رزلٹ کیا نکلا؟"

وہ بات کرتے کرتے ڈرامائی انداز میں اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ مگر وہ تو اتنے بڑے
شکار ہوئی تھی کہ ایک لفظ بھی ہونٹوں سے نکلنا محال تھا۔ وہ خود ہی بتانے لگا۔

"میں نے فائل ان صاحب کے سامنے رکھی تو انہوں نے پہلے میری ڈگریوں اور مختلف
کے سرٹیفکیٹس کو دیکھا پھر مجھے دیکھا۔ میرے اکیڈمک ریکارڈ کی دل کھول کر تعریف کی۔ میں
کہ اس ویکنسی کے لئے تو میں ہاتھوں ہاتھ لیا جاؤں گا۔ مگر انہوں نے بہت آرام سے کہا کہ

"سوری جنٹلمین! یہ نوکری آپ کے لئے نہیں ہے۔"

میں نے کہا۔

"مگر سر! میں اس ویکنسی کے لئے انٹرویو دینے آیا ہوں۔"

"آپ اس ملازمت کے اہل نہیں ہیں ـــــ ویسے بھی ہمیں اس قدر ہائی کوالیفائیڈ کلرک
چاہیے۔ آپ نے ایڈمن کوالیفکیشن تو پڑھی ہوگی۔"

"لیکن سر! میں اپنی اس کوالیفکیشن کے ساتھ اس ویکنسی پر جاب کرنے کو تیار ہوں۔"

وہ میری مجبوری کی انتہا تھی۔

مگر ہر کسی کا دل مجبوریوں سے آشنا نہیں ہوتا ضحیٰ میر! ـــــ اس شخص نے آرام سے کہا۔

"سوری ینگ مین! میں کسی اور کا حق نہیں مار سکتا۔ تمہیں تو کہیں بھی جاب مل سکتی ہے۔ گ
شخص کی جگہ پر تم بیٹھو گے اسے شاید کہیں اور جاب نہ ملے۔"

میں اس روز اس مذاق پر بہت ہنسا تھا۔ کیا کہیں میرے لئے بھی کوئی سیٹ ہوگی، جس
صرف میرا انتظار کیا جا رہا ہوگا؟"

ضحیٰ کے لئے یہ تلخ حقیقت ایک بالکل نئی بات تھی۔ اسٹوڈنٹ لائف تو یوں بھی بہت آئیڈ
ہوتی ہے۔ سب بہت جوش اور امنگوں بھرا دل لے کر تعلیمی اداروں سے نکلتے ہیں۔ من پسند جا

ں، اپنے خوابوں کی دل پسند تعبیریں۔ اور حقیقت کیا تھی؟

یہ جو عمر کاظمی بتا رہا تھا۔

اس قدر بریلینٹ اسٹوڈنٹ کہ پروفیسرز بھی جس کی نالج سے متاثر تھے۔ جس کی ذہانت کی تمام
ڈمنٹس میں دھوم تھی۔ جس کے بنائے ہوئے نوٹس پیپرز کے دنوں میں لڑکے لڑکیاں، منہ مانگی
پر خریدنے کو تیار رہتے تھے۔ اور آج اسے ایک نوکری نے رول کے رکھ دیا تھا۔

جس کا گولڈ میڈل تو کام آ گیا تھا۔ مگر گولڈ میڈلسٹ ہونا کوئی وقعت نہیں رکھتا تھا۔

س کی آنکھوں میں دھند اترنے لگی۔

'یوں مت ہارو عمر! مجھے لگ رہا ہے جیسے ـــــ جیسے تم مجھے ہار جاؤ گے۔" اس نے گویا شکستہ
میں عمر کی منت کی تھی۔

'میں تمہیں ہارنا نہیں چاہتا ضحیٰ! اپنی محبت سے کٹ کے بھلا کون جی پایا ہے؟ مگر میری مجبوریاں
رہی ہیں۔" اس کی آنکھوں میں خفیف سی سرخی اتر آئی تھی۔

'میں ہر حال میں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں عمر!" وہ بے حد جذباتی انداز میں بولی تو اسے
ے دیکھنے کے بعد گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

ید کے کہنے پر وہ اسے جلد از جلد نوکری کرنے اور شادی کرنے کا کہنا چاہتی تھی۔ مگر جو کچھ اس
یا تھا اس کے پیش نظر ضحیٰ کو یہ سب کہنا بہت گھٹیا پن محسوس ہوا تھا۔ سو وہ خاموش ہو رہی۔ یہ
قع تھا جب عمر سے ملاقات کے بعد وہ خود کو بہت پژمردہ محسوس کر رہی تھی۔

نکل کی طبیعت کیسی ہے اب؟" ضحیٰ نے پوچھا تو وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ضحیٰ نے
غائب دماغی کیفیت کو بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔

نکل کا پوچھا ہے میں نے۔"

ہی ڈاکٹرز کا ایک ہی مشورہ ـــــ آپریشن کروا لیں۔ ابھی تک تو صرف دواؤں کا علاج
ہے۔"

کا حوصلہ ضحیٰ کو قابل دید لگا تھا۔

ر! تم لوگوں کو ان کا آپریشن کروا لینا چاہیے۔ دو بار انہیں ہارٹ اٹیک ہو چکا ہے اور ان کے
دو والوز بھی بند ہیں۔ پھر تم لوگ کیوں رسک لے رہے ہو؟"

ورہ دینا واقعی آسان ہوتا ہے ضحیٰ بی بی! کیونکہ یہ مفت ہوتا ہے۔ مگر آپریشن، وہ بھی دل کا
۔ ہم غریبوں کے لئے تو روز کی دال روٹی پوری کرنا ہی بہت مشکل ہوتا ہے۔"

کے تلخ لہجے پر وہ چپ سی ہو گئی۔ پھر قدرے جھجک کر پوچھنے لگی۔

ل نے جاب تو چھوڑ دی ہے۔ پھر گھر کا خرچ؟"

ا چند ٹیوشنز پڑھا رہا ہوں۔ اور رابعہ بھی۔" اس نے بے تاثر انداز میں بتایا تھا۔

! اگر تم مائنڈ نہیں کرو تو میں ابو سے کسی طرح تمہاری جاب کی بات کروں؟" ضحیٰ نے ہزار

بار کا دہرایا ہوا سوال ایک مرتبہ پھر سے دہرایا تو اس نے جبڑے بھینچ لئے۔

"ضحیٰ پلیز!"

"خدا کے لئے عمر! ـــــ اب تو اپنی اس خوامخواہ کی انا کے خول سے باہر نکل آؤ۔ م
کہ آج نہیں تو کل تمہیں جاب مل جائے گی۔ مگر جب سب در بند ہیں تو اس در پر کوشش ک
کیا حرج ہے؟"

"میں نے کہا نا، نہیں۔" وہ سختی سے بولتا ضحیٰ کے اندر کی کھولن کو راہ دے گیا۔

"یوں ہی تم مجھے کھو دو گے عمر! ـــــ مجھے اتنی جلدی شادی کرنے کا شوق نہیں ہے۔
خاطر چھ سات سال مجھے کون گھر بٹھائے رکھے گا؟"

اس کے سوال میں چھپی حقیقت بہت زہریلی تھی۔

مگر وہ بھی عمر کاظمی تھا۔ دل میں لاکھوں طوفان چھپائے اوپر سے بالکل پُرسکون۔

"اسی لئے تو میں نے تمہیں آپشن دیا ہے، تم اپنے لئے بہتر راستہ چن سکتی ہو۔ میں تو
خارزار پر گھسیٹنے کا روادار نہیں ہوں۔"

"تم مجھے اس قدر گرا ہوا سمجھتے ہو عمر! کہ میں تمہیں کرائسز میں مبتلا دیکھ کر کسی اور کا ہاتھ
گی؟"

"یہ حالات کا تقاضا ہے ضحیٰ! حقیقت کو فیس کرنا سیکھو۔"

"اور جب تم مجھے اس راہ پر لا رہے تھے تب تم نے کیوں حقیقت سے متعلق نہیں سوچا
اس کا جی چاہ رہا تھا عمر کو ایک تھپڑ دے مارے۔

"وہ میری غلطی تھی ضحیٰ! مگر حالات نے میرے خیالات ہی نہیں، میری خواہشات اور
کو بدل ڈالا ہے۔"

"بہت ظالم ہو تم عمر!" وہ رو دی تھی۔ بنا جگہ اور ماحول کا خیال کئے۔

وہ پریشان و دل گرفتہ سا پیشانی کو مسلنے لگا۔

"آئی ایم سوری ضحیٰ! ـــــ شاید پریشانی میں کچھ زیادہ ہی بکواس کر گیا ہوں میں۔
سا بولا تھا۔ مگر اس کی کہی باتیں اتنی تلخ تھیں کہ وہ حسب عادت اپنی ناراضگی بھول کر
پائی تھی۔

"ہمارا تعلق کھیل نہیں ہے عمر! کہ جسے تم جب جی چاہے آدھا ادھورا چھوڑ کر چل
میں مٹی کی بے جان مورت ہوں کہ احتجاج بھی نہ کروں۔"

وہ یکلخت میز پر جھکا تھا۔

"میں یہ سب کب چاہتا ہوں ضحیٰ! مگر میں کیا کروں؟ ہر طرف ناکامی میرا راستہ
ہے۔ ہر راستہ اندھیرے میں ڈوبا ہے۔ تمہارے ہاتھوں میں امیدوں کے جگنو کہاں
تم جانتی ہو اس حقیقت کو بھی کہ میں نے ہمیشہ اپنے ساتھ صرف اور صرف تمہیں سوچا

ھرنا تو خود میرے لئے سوہانِ روح ہے۔ مگر مجھے بھی تو بتاؤ کہ میں کیا کروں؟ کون سا اسم پڑھوں
ہر کام ٹھیک طریقے سے ہو جائے اور تم مجھے مل جاؤ؟"

اس کے لہجے کی شکستگی اور تھکن اس کے ذہنی و قلبی انتشار کا واضح ثبوت تھی مگر وہ اس سے کیا
ردی کرتی، جو اسے ہی زندہ درگور کئے دے رہے رہا تھا۔ پھر بھی اس نے خود کو بہت سنبھالا تھا۔

"تم ہار رہے ہو۔ نہ صرف خود سے بلکہ دنیا سے بھی۔ اور کوئی وجہ نہیں ہے اس شکستگی کی۔ مگر اتنا
ن لو عمر! کہ میں پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ مجھے محبت چاہئے، لگژریز نہیں۔"

ضبط کرنے کے باوجود اس کی آواز بھرا گئی۔ وہ ایک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر گہری سانس اندر
کھینچتے ہوئے مسکرا دیا۔

"واقعی ـــــ میں ہار رہا ہوں۔ خود سے، اس دنیا سے اور اس کے قوانین سے۔ مگر.......تمہارا
ا ہے نا مجھے تقویت دینے والا۔ مجھ گرتے کو سنبھالنے والا۔"

"تو پھر یہ سب بکواس کیا تھی؟" وہ معاً غصے سے بولی تو وہ بے اختیار ہنس دیا۔

"اچھا لگتا ہے۔ اپنی اہمیت کا کچھ تو اندازہ ہو جاتا ہے۔"

وہ اپنا بیگ سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کدھر ـــــ؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"گھر۔" وہ ناراضگی سے پُر لہجے میں بولی۔

"ابھی تو موڈ ٹھیک ہوا ہے اور تم......."

"مگر میرا موڈ بہت خراب ہو چکا ہے عمر کاظمی! ایک بار گھر جا کر ٹھیک طرح سے سوچ لو کہ
ے راستے میں کہیں میں بھی موجود ہوں یا نہیں۔ اور اگر جواب ہاں میں آئے تو یہ یاد رکھنا کہ
وز تم حوصلہ ہارو گے، سمجھ لینا کہ ساتھ ہی محبت کی بساط پر ضحیٰ میر کو بھی ہار گئے ہو۔"

ا رندھے ہوئے لہجے میں اس کی بات کاٹ کر کہتی اس کے پکارنے کے باوجود مزید نہیں رکی

ر کاظمی نے اسے حد نگاہ تک دیکھا اور اس کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی جیسے اعصاب پر
اری بوجھ آن گرا ہو۔ تھکن رگ رگ میں سرایت کرنے لگی تھی۔
تم کیا جانو ضحیٰ! ـــــ تمہیں کیا پتہ ـــــ"

●●●●●

ر آ کر ابھی اس نے ٹھیک سے سانس بھی نہیں لی تھی کہ صبا اس کے سر پر آ سوار ہوئی۔ اس
ب کہ وہ صرف اور صرف ذہنی سکون چاہتی تھی، صبا کی آمد زندگی میں پہلی بار اس کے لئے
ا باعث بننے لگی۔

ھانا لاؤں تمہارے لئے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

وک نہیں ہے مجھے۔ اور تم کیوں لاؤ گی؟ کیا میں خود نہیں جا کر کھا سکتی؟" ٹھنک کر اس نے

پوچھا تو وہ اسی محبت سے بولی۔

"اچھا، تو پھر ٹینگ تو پیو گی نا، ٹھنڈا یخ۔"

"خیریت تو ہے۔ اس سے پہلے تو تم اتنے خدمت گارانہ موڈ میں کبھی نہیں آئیں۔"
جھک کر پیروں کو جوتوں کی قید سے آزاد کرتے ہوئے طنزاً کہا تھا۔

"کیوں کہ،

بابل کا یہ گھر گوری، کچھ دن کا ٹھکانہ ہے
بن کے دُلہن ایک دن، تجھے پیا گھر جانا ہے"

وہ گنگنائی تو ضحیٰ نے قدرے دھیان سے اس کے کھلے کھلے انداز کو دیکھا۔ لبوں کے گو دبکی مسکراہٹ لبوں پر بکھرنے کو تیار تھی۔

"کہیں نوفل احمد نے پروپوزل تو نہیں بھجوا دیا تمہارے لئے؟" بالوں میں ہاتھ چلا کر بر کرتے ہوئے اس نے تنک کر پوچھا تو صبا کی مسکراہٹ غائب ہونے میں ایک پل بھی نہیں

"قتل ہو جاؤ گی کسی روز میرے ہاتھوں۔" وہ غرائی تھی۔

"خوش تو ایسے ہی ہو رہی ہو۔" ضحیٰ نے بے نیازی سے شانے اچکائے تھے۔

"یعنی، تمہارا مطلب یہ ہے کہ میں اس نظر باز شخص کی پروپوزل کی آس میں بیٹھی ہوئی
صبا نے صدمے کا شکار ہوتے ہوئے کہا تو وہ بالوں کو لپیٹ کر بینڈ میں جکڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"حرج بھی کیا ہے؟ ___ اتنا زبردست بندہ ہے۔" اس کا انداز کونس کرنے والا تھا۔

"مجھے نہیں چاہئے کوئی زبردست اور نہ ہی زیردست۔" وہ جی بھر کر خفا ہوئی تھی۔

"تو پھر بلاوجہ ہی دھمال ڈال رہی ہو؟" ضحیٰ چڑ گئی تھی۔

"بلاوجہ نہیں ___ ایک بہت مزے کی وجہ ملی ہے۔" سب کچھ بھول کر اس کی آنکھیں چمکی تھیں۔

"یا تو اگلے ایک منٹ میں اصل بات بتا دو یا پھر دفع ہو جاؤ۔ میں اس وقت شرلاک کے موڈ میں بالکل بھی نہیں ہوں۔"

مجبوراً ضحیٰ کو ماتھے پر بل ڈالنے پڑے تھے مگر وہ پھر بھی باز نہیں آئی۔

"ضرورت بھی نہیں ہے کوئی الٹی سیدھی چیز بننے کی۔ کیونکہ اب تم ایک بہت اچھی چ ہو۔"

ضحیٰ چڑ گئی۔

"کتنی بار کہا ہے، مجھے "چیز" مت کہا کرو۔ انسانوں اور چیزوں میں بھلا کیا مماثلت؟"

"خیر، تم میں اور کئی چیزوں میں تو کافی مماثلت ہے۔" صبا نے شانے اچکائے گھورنے لگی۔

"بہر حال وہ مزے کی بات بلکہ خوش خبری یہ ہے کہ تمہارے لئے ایک بہت ز

پروپوزل آیا ہے۔"

صبا کی بات اس کے لئے کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔

وہ بے یقینی سے اسے دیکھے گئی۔

"یقین نہیں آرہا نا ___؟" صبا ہنسی۔ "مجھے بھی نہیں آیا تھا۔ کوئی مجھ جیسی حسین دوشیزہ کو چھوڑ کر بھلا تمہارے لئے پروپوزل کیسے بھیج سکتا ہے؟"

"تمہیں کس نے بتایا ہے؟" وہ بمشکل پوچھ پائی تھی۔

"بتانا کیا ___ آج لڑکے کی ماں اور بہن آئی ہوئی تھیں۔ وہ بات کر کے گئی ہیں۔ انس بھائی کی انگیج منٹ والے روز وہ کلف دار کپڑے پہنے ہوئے تھا اور تم نے نہ صرف اس کے ہیئر اسٹائل بلکہ اس کی ہائٹ کی بھی کافی تعریف کی تھی۔" صبا نے منٹوں میں سارا معاملہ سامنے رکھ دیا تھا۔

"وہ معید بھائی کا کولیگ ہے۔ اب وہ آئیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیسا بندہ ہے۔ ویسے اچھا ہی ہوگا، بھائی لوگ یونہی تو کبھی کسی کو گھریلو فنکشن میں نہیں لاتے۔"

ضحیٰ غائب دماغی کی کیفیت میں اسے سن رہی تھی۔ 'معید کا کولیگ ___' اس کے ذہن میں اسپارکنگ سی ہوئی تھی۔

"تو یہ سب معید نے کرایا ہے۔" وہ بے اختیار بولی تو صبا نے کہا۔

"انہوں نے کرایا ہوتا تو پہلے وہ گھر میں کسی سے تذکرہ کرتے۔ یہ اس بندے کی کارستانی ہے جس نے تمہیں دیکھتے ہی "پالیا" کا نعرہ مارا ہوگا۔ تبھی تو دو ہفتوں کے اندر ہی پروپوزل بھجوا دیا۔"

"امی نے کیا کہا ہے ان لوگوں سے؟" ضحیٰ کا جی گھبرانے لگا۔ آج کا تو دن ہی اسے راس نہیں آ رہا تھا۔

"یہی کہ سوچ کر جواب دیں گے ___ اب تم اتنی بھی بری نہیں کہ پہلی باری میں ہاں کر دی جائے۔" وہ مزے سے بولی تو ضحیٰ کو غصہ آنے لگا۔

"نہ پہلی، نہ دوسری اور نہ پانچویں بار میں ہاں ہوگی۔"

"ہیں ___ کتنے چکر لگواؤ گی ان کے؟" صبا تحیر کا شکار ہوئی تو اس نے قطعیت سے کہا۔

"میں اس پروپوزل کو ریجیکٹ کر رہی ہوں۔"

"ہنہ ___ اس سے پہلے کون سے فیصلے تمہارے من پسند کے ہو رہے ہیں جو اس فیصلے پر تمہاری حماقت کی مہر ثبت کی جائے گی؟" صبا نے اس کا تمسخر اڑایا تو وہ غصے سے بولی۔

"یہ میری زندگی ہے۔ اور اسے گزارنے کا حق بھی صرف مجھ ہی کو ہے۔ اور میں یہ فیصلہ کسی کو نہیں کرنے دوں گی۔"

اس کے سرد و لاتعلق انداز نے صبا کو ٹھٹک جانے پر مجبور کر دیا۔

"تمہیں خوشی نہیں ہوئی ضحیٰ؟" بغور اس کے تاثرات کو دیکھا۔ مگر وہاں خوشی کی ہلکی سی رمق بھی موجود نہ تھی۔

"بالکل نہیں۔ اور تم باقی سب کو بھی بتا دو کہ وہ میری شادی کا خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔ میں پڑھ رہی ہوں۔" وہ اسی سختی سے پُر لہجے میں کہتی پلٹ کر الماری میں سے کپڑے نکالنے لگی۔

"سو وہاٹ؟۔۔۔۔ ایک آدھ ماہ تو رہ گیا ہے فائنل ایگزیمز میں۔ اس کے بعد تو فر فرصت ہو گی۔ لگے ہاتھوں شادی ہی کروا لینا۔"

اس کا مسئلہ جان کر صبا ریلیکس ہوئی تو وہ تپ کر اس کی طرف پلٹی تھی۔

"اور تم جو پہلے ہی فرصت میں ہو، تم کیوں نہیں لگے ہاتھوں یہ فریضہ ادا کروا لیتیں؟"

"ہاہ۔۔۔۔ میں تو دل و جان سے تیار ہوں۔ مگر کیا، کیا جائے کہ اطہر کا دوانی صاحب کی نگا آپ کے حُسنِ جہاں سوز میں اٹکی ہے۔" وہ شرارت سے بولی تھی۔

"فضول باتیں مت کرو صبا! میں نے کہہ دیا نا کہ میں ابھی شادی نہیں کروں گی۔ کم از کم پو چھ سال تک۔"

اس قدر قطعی حساب کتاب نے صبا کو ششدر کیا تھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟ چار ماہ بعد پورے بائیس برس کی ہو جاؤ گی اور چھ سال کے اٹھائیس برس کی۔ پھر کون بیاہنے آئے گا تمہیں؟" صبا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔ اس نے پہلے ضحیٰ باتوں کو مذاق ہی سمجھا تھا۔ مگر وہ تو جیسے سبھی کچھ طے کئے بیٹھی تھی۔

"یہ تم لوگوں کا نہیں، میرا مسئلہ ہے۔" وہ ایک دم سے بولی، پھر چپ ہو گئی۔ صبا نے تاسف اسے دیکھا تھا۔

"بہت خوب۔۔۔۔ میں پوچھ سکتی ہوں کہ تم نے خود کو "میر ہاؤس" سے الگ کب سے شروع کر دیا ہے؟" اس کے انداز میں طنز کی کاٹ تھی۔

"بال کی کھال مت اتارو صبا!۔۔۔۔ میں ابھی اس سب کے لئے بالکل بھی تیار نہیں ہوں۔" تیزی سے سنبھلی تھی۔

"تو کیا۔۔۔۔ کوئی اور تمہیں۔۔۔۔؟"

صبا کو اپنے سوال پر یقین نہیں تھا اس لئے جھجک کر پوچھ بھی نہیں پائی تھی۔

"کوئی نہیں ہے۔۔۔۔ کوئی بھی نہیں ہے۔" وہ اس کی طرف سے رخ موڑ کر ہینگر پر سے اتارنے لگی۔

"ہر بات، ہر مسئلہ صبا سے ڈسکس کرنے کی عادی ہونے کے باوجود پتہ نہیں کیسے وہ عمر کا اس سے مخفی رکھ گئی تھی۔

"تو پھر اس قدر طویل بن باس لینے کا کیا مطلب ہے؟" صبا برا مان کر بولی۔

"بکواس نہیں کرو صبی! میں کوئی بن باس نہیں لے رہی۔ اور تم......" وہ غصے سے کہتے لب بھینچ گئی۔ پھر سختی سے پُر لہجے میں بولی۔ "میں خود امی سے کہہ دوں گی۔"

"ضحیٰ! پاگل تو نہیں ہو گئیں؟" صبا اس کے تیوروں سے پریشان ہو اٹھی۔

"اس میں پاگل پن کی کیا بات ہے۔ بہت سے لوگ تو عمر بھر شادی نہیں کرتے۔ میں تو پھر بھی پانچ چھ سال رکنے کی بات کر رہی ہوں۔" وہ آرام سے بولی تو صبا کا موڈ خراب ہونے لگا۔

"جب تم سے پوچھا جائے تو خود ہی یہ سب کہہ دینا۔ مجھ پہ یہ ذمہ داری مت ڈالو۔"

"میں خود کہہ لوں گی۔ جب میرا ذہن اتنی جلدی ایک بات کو قبول نہیں کرتا تو پھر خوامخواہ اس جھنجٹ میں پڑنے سے کیا حاصل۔"

وہ لاپرواہی سے کہتی کپڑے لئے باتھ روم میں گھس گئی۔ جب کہ صبا وہیں کھڑی کتنی ہی دیر ضحیٰ کے اس قدر بدلے ہوئے اور عجیب سے رویے پر غور کرتی رہی تھی۔

ضحیٰ منتظر ہی رہی مگر صبا کے علاوہ کسی نے بھی اس کو اس آنے والے پروپوزل کے متعلق بتانا شاید ضروری خیال نہیں کیا تھا۔ اس کا اطمینان پہلے جھنجلاہٹ اور پھر پریشانی میں بدلنے لگا۔ شاید اندر ہی اندر پوچھ گچھ کا مرحلہ جاری تھا۔ مگر ایک اطمینان یہ بھی تھا کہ ابھی تک وہ لوگ باضابطہ طور پر اسے دیکھنے نہیں آئے تھے۔

وہ اس مسئلے کو عمر سے بھی ڈسکس کرنا چاہتی تھی۔ مگر اس روز کی جھڑپ کے بعد وہ ملا ہی نہیں تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ وہ مسلسل ایک ہفتے تک غائب رہا ہو۔

کتاب سامنے رکھے وہ مسلسل سوچوں میں گم تھی۔ تبھی کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو وہ بری طرح چونکی۔

"آ جاؤ۔۔۔۔" خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے قدرے حیرت سے دروازے کی طرف دیکھا۔ ایسا کون آ گیا تھا اس گھر میں جو کمرے میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کی زحمت کرنے لگا تھا۔

اس سے بھی زیادہ حیرت اسے دروازے میں معید کی شکل دیکھ کر ہوئی۔ اس سے پہلے ضحیٰ کو نہیں یاد تھا کہ وہ کبھی اس کے کمرے میں آیا ہو۔ اسی حیرت کی وجہ سے وہ اپنی جگہ بیٹھی اسے دیکھتی رہی۔ ایک طائرانہ نظر اس کے پورے کمرے پر ڈالتا وہ اندر آیا تو وہ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔

"خیریت۔۔۔۔؟"

"شاید تمہارے لئے خیریت نہ ہو۔" ٹراؤزر کی جیب میں ہاتھ ڈالے وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" اس کی نگاہوں میں الجھن تیرنے لگی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ عمر سے بات کرو۔" اب کی بار وہ سیدھے سبھاؤ انداز میں بولا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"مم...... میں تو اس روز کے بعد اُس سے ملی ہی نہیں۔"

"کیوں۔۔۔۔؟" اس کی آنکھوں میں حیرت اتر آئی تھی۔ پھر اس کے جواب دینے سے پہلے ہی ناگواری سے پُر لہجے میں بولا۔ "میں نے تم سے کہا تھا کہ فوری طور پر عمر سے بات کرو۔"

"میں اس سے کیا کہوں؟" وہ دھیمے سُروں میں بولی تھی۔
"شادی نہ سہی، انگیج منٹ تو ہو سکتی ہے نا۔" وہ بہت ضبط کا مظاہرہ کر رہا تھا۔
ضحیٰ نے اضطرابی انداز میں انگلیاں مسلیں۔
"وہ اس پوزیشن میں بھی نہیں ہے۔"
"اور تم ــــ تمہاری پوزیشن کیا ہے؟" معاً وہ طنزیہ لہجے میں بولا تھا۔ "پتہ تو چل گیا تمہیں، پروپوزل آیا ہے تمہارے لئے۔ اور کسی طور پر ریجیکٹ کئے جانے کے قابل نہیں ماسوا مدمقابل پروپوزل ہونے کے۔"
وہ زرد پڑ گئی۔
"مجھ سے تو کسی نے بھی بات نہیں کی۔"
"مجھ سے تو کی ہے نا۔" وہ جتانے والے انداز میں بولا تھا۔ "میرا کولیگ ہے وہ۔"
"تم انہیں انکار بھی تو کر سکتے ہو۔" وہ اس سے نظریں ملائے بغیر مدھم لہجے میں بولی تو وہ بھینچ گیا۔ پھر قدرے تمسخرانہ انداز میں بولا۔
"کس بیس پر انکار کر سکتا ہوں میں؟"
"تم جانتے تو ہو۔" اس کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔ بہ دقت تمام بولی۔
"میں جانتا ہوں۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولا۔ "میں جانتا ہوں تو اس کا کیا مطلب ہے سب گھر والوں کو بھی بتا دوں؟"
"تم نے ...... میری ہیلپ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔"
"اس صورت میں جب وہ تمہارے لئے پروپوزل بھیجتا۔" معید نے سختی سے اسے باور کرایا۔ "میں تمہیں صرف اسی صورت میں سپورٹ کر سکتا ہوں جب عمر اپنا پروپوزل بھجوائے گا۔ ورنہ دماغ خراب نہیں ہے کہ اچھے خاصے پروپوزل کو ریجیکٹ کرتا پھروں۔"
"معید! ــــ میں نے تمہیں اس کی پرابلم بتائی تو تھیں۔ وہ جاب لیس ہے۔ چند ایک ٹیوشنز پڑھاتا ہے اور بس۔"
وہ بے بسی سے بولی تو معید نے تاسف سے اسے دیکھا۔
"مجھ سے تم کیا توقع کرتی ہو؟ اب اپنی نوکری تو اسے دینے سے رہا۔" وہ اُکتاہٹ آمیز لہجے میں بولا۔ پھر اس کی روہانسی صورت دیکھ کر قدرے نرم پڑ گیا۔
"تم کہو تو میں بڑے ماموں سے اس کی جاب کی بات کرتا ہوں۔ شاید کوئی ویکنسی ہو۔"
"میں نے اس سے کہا تھا۔ وہ نہیں مانتا۔" وہ تھک کر بستر کے کنارے پر ٹِک گئی تھی۔
"وہ اپنی "چوائس" کی پوزیشن میں نہیں ہے ــــ مجبوری میں تو مُردار بھی حلال ہوتا ہے۔ اگر وہ تم سے جان چھڑانا چاہتا ہے تب وہ اس مدد سے انکار کر سکتا ہے۔" معید کا تجزیہ بہت تلخ سفاکانہ تھا۔

"وہ ایسا نہیں ہے۔" ضحیٰ کو رونا آنے لگا۔ کبھی معید کے سامنے اس قدر شرمسار ہونا پڑے گا، اس نے سوچا بھی نہ تھا۔
"مانا کہ ہم برے ہیں۔ وہ بہت اچھا ہے۔ مگر اتنا تو اسے بھی معلوم ہونا چاہئے کہ بہت سے مواقع زندگی میں ایسے بھی آتے ہیں جب آدمی کو اپنی پسند اور طبع کے خلاف بھی فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ یوں تو وہ تمہیں کھو دے گا۔ اینڈ دیٹس آل۔"
وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ معید کو شک ہوا کہ وہ رو رہی ہے مگر اس نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔
"اس سے فائنل بات کرو ضحیٰ! اس قسم کی باتیں ہم لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ تم سے فیئر ہے تو پروپوزل بھیج دے گا۔ ورنہ پھر وہی کرو جو گھر والوں کی منشاء ہے۔"
وہ اس کی خاموشی سے اُکتا کر سخت لب و لہجے میں بولا تو بہت غیر متوقع طور پر وہ چیخ کر بولی۔
"تمہیں مجھے ڈکٹیشن دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ جتنی تم نے میری ہیلپ کرنی تھی، کر لی۔ بہت بہت شکریہ۔"
معید کی آنکھوں میں اتری حیرت پر غصے کی چمک حاوی ہونے لگی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اتنی کمزور پوزیشن میں ہونے کے باوجود وہ اس قدر خودسری کا مظاہرہ بھی کر سکتی ہے۔
"اوکے ــــ مجھے اب اس معاملے سے باہر سمجھو ــــ مگر ایک ہفتے کے اندر اگر اس "اچھے" نے اپنا پروپوزل بھجوا دیا تو ٹھیک ہے۔ ورنہ میرے پاس اطہر کاردانی کو ریجیکٹ کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"
اشتعال کی لہر پر قابو پاتے ہوئے اس نے بھی بہت سرد مہری کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر وہ وہاں ایک پل بھی مزید نہیں رکا تھا۔
اس کے جاتے ہی گویا ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا تھا۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے رو دی۔ کس قدر سہل زندگی گزار رہی تھی۔ یہ سب مشکلات تو کبھی سوچی ہی نہیں تھیں۔ وہ ہمیشہ سے بہت آرام دہ اور آسان زندگی گزارتی چلی آئی تھی۔ پھر عمر کاظمی ملا تو یوں لگا جیسے زندگی مکمل ہو گئی ہو۔
مہکتے دن، دمکتی شامیں۔
کوئی غم، کوئی خدشہ بھی تو کبھی پاس نہیں پھٹکا تھا۔
مگر اب تو یکلخت ہی محبتوں کا دھیمے دھیمے بہتا دریا بپھرے ہوئے سمندر میں جا گرا تھا۔ جہاں اندیشوں کے طوفان اور خدشات کی تیز و تند ہوائیں تھیں۔
اور وہ ــــ وہ تو پہلے ہی تھپیڑے میں ہمت ہارنے لگی تھی۔
اس نے ہتھیلیوں سے رگڑ کر آنکھیں خشک کرنے کی سعی کی تھی۔
اور زندگی ــــ کیا زندگی عمر کاظمی کے بغیر زندہ رہنے کا نام ہے؟
ہرگز نہیں۔ کبھی نہیں عمر! ــــ تمہارے بغیر تو میں نے خود کو اب کبھی سوچا ہی نہیں ہے ــــ

معید حسن کو کیا معلوم۔ کسی کو یوں مشورہ دے دینا بہت آسان ہوتا ہے۔ مگر دل کی دنیا ا
مشکل۔'

عمر سے بچھڑنے کا خیال ہی اس کی دھڑکنوں کو منتشر کرنے لگا تھا۔ وہ اس کے تمام مسا
طرح سمجھتی تھی۔ مگر اس نے پھر بھی کبھی اپنی راہ بدلنے یا عمر سے قطع تعلق کرنے کا سوچا تک
اور اس روز جو کچھ عمر نے کہا تھا وہ دکھ کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گئی تھی۔

وہ عمر سے محبت کرتی تھی۔ صاف شفاف محبت۔ جس میں کوئی کھوٹ، کوئی ملاوٹ نہیں تھ
اسے پتہ تھا کہ وہ بھی اس سے بہت محبت کرتا ہے۔ اس کا یہ رویہ، اس کے انداز گواہ تھے
آنکھوں سے محبت جھلکتی تھی۔

مگر اس روز عمر کو کیا ہو گیا تھا؟

اس کا سر درد کرنے لگا۔ مگر کسی پل چین، کسی کروٹ قرار نہ تھا۔

کیا وہ تھکنے لگا ہے؟

مگر تھکنا تو مجھے چاہئے۔ نہ کہ اسے۔ کیا اسے میری وفا کا یقین نہیں ہے؟

پھر کیوں کہا اس نے یہ سب؟ کیا وہ مجھے اس قدر مادیت پسند اور خود غرض سمجھتا ہے کہ
کے مسائل اور غربت دیکھ کر اس سے منہ موڑ لوں گی؟ 'بہت غلط کیا ہے تم نے عمر! ___
برے ہو تم۔'

معید حسن کی باتوں نے اس کے سوئے زخموں کو پھر سے جگا دیا تھا۔

●●●●●

ژالے مسلسل ہنستی ہوئی اس کا مذاق اڑا رہی تھی۔

"زہر لگ رہی ہو اس وقت مجھے۔" نوفل نے دانت پیس کر کہا تو اس نے بے اختیار
قہقہہ لگایا۔ وہ اس وقت کے۔ایف۔سی میں بیٹھے تھے۔ ایک تو ژالے آفریدی کا حسن، اوپر
کا انداز۔ کئی گردنیں ان کی طرف مڑی تھیں۔

"شہد تو تم بھی کبھی مجھے نہیں لگے تھے، جب مجھ پر ہنسا کرتے تھے۔" وہ چھیڑ رہی تھی۔

"فی الحال تو تم اپنی ہنسی پر کنٹرول کرو۔ اس قدر رش ہے یہاں۔ اور ہر دوسری نظر ہماری
پر لگی ہوئی ہے۔" نوفل نے اسے گھورا تو وہ ٹیبل پر کہنی ٹکا کر بڑے انداز سے چاروں طر
دوڑاتے ہوئے محظوظ کن انداز میں بولی۔

"کیا گارنٹی ہے کہ ہنسی بند کر کے بیٹھنے سے سب لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوں گے؟"

"جب تمہاری توجہ صرف میری طرف ہو گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اس وقت ا
میں الجھا ہوا تھا۔

"مگر ایسا ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ میرا دل تو اس "میمنے" میں اٹکا ہوا ہے اور تمہاری جان"
میں۔ پھر توجہ صرف تم پر کیسے مرکوز ہو ___؟" ژالے شاید اس وقت سارے بدلے چکانے

میں تھی۔

لمحہ بھر اسے گھورنے کے بعد وہ برگر کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"اب تمہیں پتہ چلے گا کہ اس محبت میں دل و دماغ کا کیا حال ہوتا ہے۔" ژالے نے پیپسی کا
گھونٹ بھرتے ہوئے جیسے مزہ لیا تھا۔ نوفل کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"کوئی حال نہیں ہو رہا میرا۔" ناراضگی سے کہتے ہوئے وہ برگر کھانے لگا تو ژالے کو پھر سے ہنسی
آ گئی۔

"واقعی ___ حال تو تمہارا ہے ہی نہیں کچھ۔"

"پتہ نہیں ___ پتہ نہیں وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں یہ مسئلہ تم سے ڈسکس کر بیٹھا تھا۔"
بچا کھچا برگر اس نے واپس پٹخ دیا تو ژالے نے جلدی سے پیپسی اس کی طرف کھسکا دی۔ ساتھ ہی
مشورہ بھی دے ڈالا۔

"دماغ کی گرمی دور ہو جائے گی۔"

چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد وہ ہنس دیا تھا۔

"بہت فضول لڑکی ہو تم ژالے آفریدی! ___ یہ شموئیل خان ہی کا حوصلہ تھا جو تمہیں برداشت
کر لیتا تھا۔"

نوفل نے سر ہلاتے ہوئے شموئیل خان کو غائبانہ خراج تحسین پیش کیا تو ژالے نے یاد دہانی کے
ور پر اضافہ کیا۔

"یہ مت بھولو کہ پھر ایک روز بھاگ بھی گیا تھا۔"

"خیر ___ چھوڑنے والے تو ہم بھی نہیں اسے۔ ڈھونڈ نکالیں گے کہیں نہ کہیں سے۔"

نوفل نے تسلی آمیز انداز میں کہا تو وہ پل بھر توقف کے بعد بولی۔

"وہ بڑی نیک روح ہے ___ تم نے دیکھا نہیں اس کے گلے میں ایک تعویذ تھا اور بازو پر
ی پتہ نہیں کیا باندھ رکھا تھا اس نے۔"

"امام ضامن۔" نوفل نے اس کی بات کاٹ کر مسکراتے ہوئے لقمہ دیا تو وہ ہنسی۔

"ہاں، وہی۔ مجھے یقین ہے کہ مجھے سومیل کے فاصلے پر پا کر ہی اس کے موکل اسے خبر کر دیتے
ں گے۔" اس نے بات ہی اس قدر شگفتگی سے کی تھی کہ نوفل کو بھی ہنسی آنے لگی۔

"اگر وہ یہ سب سن لے تو ___ کتنی بری بات ہے ژالے!"

"وہ یہ سب سن کر نہ صرف خوش ہو گا بلکہ اس کا سینہ اور چوڑا ہو جائے گا کہ وہ اپنے عقیدے اور
مان پر اس قدر پختہ ہے۔" وہ اطمینان سے بولی۔ پھر کچھ یاد آنے پر اس کی آنکھیں چمکیں۔ وہ
تے ہوئے اسے بتانے لگی۔

"اس کے نیو یارک سے غائب ہونے سے چند روز پہلے کی بات ہے۔ میں تم لوگوں کے
رٹمنٹ میں گئی۔ باہر کا دروازہ کھلا تھا۔ تم بھی غائب تھے۔ میں یونہی سارے اپارٹمنٹ میں دیکھتی

بالکنی میں چلی آئی تو وہاں شوئیل ایکسرسائز کر رہا تھا۔ میں مبہوت کھڑی اس کی باڈی اور مر
رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ یقین کرو نوفل! اتنا کبھی وہ کسی جن کو بھی سامنے د
ڈرتا جیسے مجھے دیکھ کر ڈر گیا۔ وہ صرف جینز پہنے ہوئے تھا۔ مجھے دیکھ کر پہلے تو وہیں منجمد ہو گ
بعد سکڑ سمٹ کر اندر بھاگا اور جا کر اُلٹی شرٹ پہن لی۔ مائی گاڈ ـــــ" وہ اس منظر کو ذہن م
کرتی بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ "اتنی شرم و حیا تو آج کل لڑکیوں میں بھی نہیں ہوتی نوفل!"

"اس کے یوں بھاگنے میں تمہارا ہی قصور ہے۔ اس کی نیچر جاننے کے باوجود تم اسے ت
اور تنگ کرنے سے باز نہیں رہتی تھیں۔" نوفل نے سارا الزام اس پر ڈالا تو وہ متاسفانہ نظر
اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور تم لوگ کون سا کم کرتے تھے اُس کے ساتھ۔ جان بوجھ کر اسے سڑکوں پر لئے پھر
اور وہ بے چارہ ہر وقت "لاحول" یا پھر "نعوذ باللہ" ہی پڑھتا رہتا تھا۔

"بھئی وہ ملک ہی ایسا ہے ـــــ اب وہاں تو ہم اپنی مرضی کا ماحول پیدا کرنے سے ر
تو سڑکوں پر بھی آنکھیں بند کر کے چلتا تھا کہ کہیں کوئی اخلاق سے عاری منظر دکھائی نہ دے
کتنی ہی دفعہ تو پول سے ٹکر ہوئی تھی اس کی۔ اور شرافت دیکھو کہ نظر اٹھائے بغیر "سوری" کہہ
طرف ہٹ گیا۔ وہ تو ہم سب کے قہقہوں کے بعد اسے اصل معاملے کا پتہ چلتا تھا۔"

نوفل کو بھی سیدھا سادھا مگر اپنی پختون روایات کا امین شوئیل خان بہت اچھا لگتا تھا۔
باپ کی ضد پر پڑھنے کے لئے امریکہ چلا تو گیا تھا مگر وہاں سیٹ نہیں ہو پایا تو فائنل ٹرم سے
بھاگ نکلا تھا۔

"ہاں ـــــ اور اس وقت وہ کیسا معصوم سا چکن لگتا تھا بلکہ تم اسے ننھا سا خوفزدہ خرگوش
لو سرخ رنگت لئے، جھینپا ہوا سا۔"

وہ کھوسی گئی تھی۔ نوفل نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا، پھر بولا۔

"فرض کرو اگر وہ تمہیں مل جائے تو؟"

"فرض کیوں کرو، وہ ضرور ملے گا مجھے۔" ڈالے نے فوراً کہا تو نوفل نے ہلکی سی سا
ہوئے بھنوؤں کو جنبش دی۔

"اوکے ـــــ چلو، اگر وہ مل گیا تو کیا کرو گی تم؟"

"تمہیں کیوں بتاؤں کہ میں کیا کروں گی؟" وہ شرارت سے بولی تو وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

"خیر ایسا ویسا تو کچھ اس نے امریکہ میں بھی تمہیں نہیں کرنے دیا۔ یہ تو پھر پاکستان ہے۔"

"تم دیکھنا تو سہی، میں اس کا حشر کر دوں گی۔ پھر کبھی بھاگ نہیں پائے گا۔" اس کی
چمک رہی تھیں۔

"کیا کرو گی؟ ـــــ شادی کر لو گی اس سے؟" نوفل سنجیدہ ہو گیا تو وہ اسے بغور دیکھ
بولی۔

"کیا نہیں کرنی چاہئے؟"

"اس کا فیصلہ تو تمہیں اس کی فیملی سے ملنے اور ان کا لیونگ اسٹائل دیکھنے کے بعد ہی کرنا ہوگا۔"
نوفل پہلو بچا گیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ شوئیل خان جس قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، ان کی
اقدار اور اپنی ہی رسومات تھیں اور جس قدر شدت سے یہ لوگ اپنی روایات و اقدار کی پاسداری
کرتے تھے۔ اس سے بھی وہ واقف تھا۔ پھر ڈالے آفریدی جیسی "پوری" امریکن کو اپنی برادری میں
کھپاتا؟

"مگر تمہارا پیرؒ تو کچھ اور ہی کہتا ہے۔"

وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے اطمینان سے بولی تو نوفل بھنوؤں کو استعجابیہ انداز میں جنبش دے کر
دیکھنے لگا۔

"وارث شاہ کی بات کر رہی ہو؟" نوفل ہنس دیا تھا۔ "مجھے لگتا ہے اتنی تفصیل سے وارث شاہ کو
نے نہیں پڑھا جتنی تفصیل سے تم نے پڑھ لیا ہے۔"

"دیکھو، میں اس وقت کا انتظار کروں گی کہ رانجھا میرے لئے سب کچھ چھوڑ کر میری چاکری میں
ہو جائے ـــــ محبت میں آپ کو ہر وقت ایک سمجھوتہ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ سو میں بھی
ہوں۔" وہ اسے سمجھانے والے انداز میں بولی۔

"محبت میں کچھ بھی کمپرومائز نہیں ہوتا ڈالے!" نوفل نے تصحیح کی تھی۔

"اونہوں ـــــ محبت ہی میں تو کمپرومائز ہوتا ہے۔" ڈالے نے بھی نرمی سے اختلاف کیا تو وہ
سے بولا۔

"سمجھوتہ اور محبت دو بالکل الگ چیزیں ہیں ڈالے! سمجھو مشرق اور مغرب۔"

"یہ سطحی سوچ ہے نوفل! سمجھوتہ نام ہے جھک جانے کا۔ کسی کا مان رکھ کر کسی کی محبت کا سر بلند
کا۔"

پتہ نہیں کس منطق کے حوالے سے بات کر رہی تھی۔ نوفل سر جھٹک کر رہ گیا۔

"اور اپنی محبت چاہے مٹی میں مل جائے۔"

"محبت میری، تمہاری نہیں ہوتی نوفل احمد! دو فریقین کے درمیان ایک محبت ہوتی ہے اور اس
کوئی بھی قربانی دے، وہ کسی پر احسان نہیں ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔ نہ تو شرتی آنکھوں
رت کا کوئی عکس تھا اور نہ ہی سرخ لبوں پر مچلتی مسکراہٹ تھی۔

"تمہارا مطلب ہے کہ محبت میں کوئی کمی، کوئی خامی نہیں دیکھی جاتی؟" نوفل نے تحیر سے پوچھا
ی سانس لے کر بولی۔

"دیکھ بھال کر، ٹھونک بجا کر کی جانے والی شے نہیں ہے نوفل......" وہ کہتے کہتے رک گئی۔
ی مسکراہٹ کے ساتھ دلچسپی سے پوچھنے لگی۔

"نی ہی مثال لے لو۔ دو ملاقاتوں ہی میں چت ہو گئے ایک انجان لڑکی کے سامنے۔ اور اب

محبت کا رونا رو رہے ہو۔ تم نے کون سا اس کی خوبیاں، خامیاں جانچ لی ہیں۔ کیا جانتے
بارے میں؟"

"نہیں جانتا تو جان لوں گا۔" وہ اطمینان سے بولا۔ یہ موضوع آتے ہی اس کے ہونٹوں پر
سی مسکراہٹ کھیلنے لگی تھی جو ژالے کو بہت بھلی لگی۔

"اور اگر تمہیں کمپرومائز کرنا پڑ گیا اس محبت میں تو؟" اس نے آزمانے والے انداز
نوفل نے تنفر سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"وہ محبت نہیں ہوگی ژالے آفریدی! صرف کمپرومائز ہوگا۔"

"محبت ہی میں کمپرومائز ہوتا ہے۔ ورنہ کس رشتے کی بنیاد پر کمپرومائز کرو گے تم؟"

اسے ہرانا چاہا تھا مگر نوفل تو نئی نئی اس کیفیت کے حصار میں گھرا سب کچھ "بہت اچھا"
معروف تھا۔ اسے یہ ثقیل سی بحث ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

"میں نے کیا بات شروع کی تھی اور تم کہاں نکل آئی ہو؟ ____ چلو، اس کے حُسن
میں تھوڑا بہت کمپرومائز بھی کر ہی لوں گا۔" وہ شاہانہ انداز میں بولا تو وہ ہنس دی۔

"بہت اسٹوپڈ ہو تم نوفل!"

"اچھا، اب بتاؤ نا، مجھے کیا کرنا چاہیے؟" وہ اسے صبا سے ملاقات کا قصہ پوری
ساتھ سنا چکا تھا اور جسے سن کر وہ اس کا اچھا خاصا مذاق بھی اڑا چکی تھی۔

"بھئی جیسے تمہارے خیالات ہیں ان کے پیش نظر تو میں تمہیں یوں ایک دم سے کوئی
کو نہیں کہوں گی۔ پہلے تم اس سے چند ایک بار ملو، بات چیت بڑھاؤ، اس کے بعد کوئی فیصلہ
ژالے نے پورے خلوصِ دل سے اسے مشورہ دیا تو وہ کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔

"وہ ملنے اور بات چیت کرنے والی لڑکی نہیں ہے یار! یہ تو میں نے اس ملاقات ہی
لیا تھا۔ تم سوچ نہیں سکتیں ژالے! کہ میرے تین چار بار گھورنے پر اس نے کتنی شرم دلا
سے مجھے دیکھا تھا۔ کوئی اور ٹائپ کی لڑکی ہوتی تو اس سچویشن کو شاید انجوائے کرتی۔"

"اینی ویز۔" ژالے نے گہری سانس بھرتے ہوئے شانے اچکائے تھے۔ "مجھے پتہ
بھی بہت ٹھونک بجا کے کرو گے۔ ورنہ ابھی میرے سامنے یوں رونا نہ رو رہے ہو۔
قراریوں کا۔ جا کے سیدھا اس کو بتاتے۔"

اس کے طنز پر نوفل نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا تھا۔

"میں تم سے صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ اس بے قراری کا کیا مطلب ہے؟ ہو سکتا
یونہی اچھی لگی ہو۔"

"اس کے لئے تم اپنے دل سے رجوع کرو۔ اس سے اچھا مشورہ تمہیں اور کوئی نہیں

"وہ تو آج کل صرف ایک ہی نام پر دھڑک رہا ہے۔ صبا، صبا۔" آہ بھر کر اس
وہ بولی۔

"تو پھر اس جانچ پرکھ میں مت پڑو نوفل! جو لڑکی تمہیں اچھی لگی ہے وہ یقیناً لاکھوں میں ایک ہو
ورنہ محبت تو تمہیں مجھ سے بھی ہو سکتی تھی۔ مگر یہ دلوں کے معاملے ہیں، نظر کے نہیں۔"

"سوچ تو میں بھی یہی رہا ہوں۔" وہ شرارت سے پُر لہجے میں بولا۔ پھر موبائل اور کی چین
بالتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"مجھے تو لگ رہا ہے تم سوچتے ہی رہ جاؤ گے۔" وہ بھی اس پر طنز کرتی اٹھ گئی۔

نوفل ہنس دیا۔

"تم اطمینان رکھو ____ اس سے پہلے ہی میں کچھ نہ کچھ کر لوں گا۔ ابھی تو گھر چلو۔ نگی نے مجھے
سے تلقین کی تھی۔"

"سوری بھئی۔ ابھی تو بالکل بھی نہیں۔" اس نے فوراً انکار کر دیا تو اس کے ساتھ سیڑھیاں اترتے
نے حیرت سے پوچھا۔

"ابھی کیا ہے؟ ____ آفس سے تو بالکل فارغ ہو تم۔"

"ابھی یہ شرمندگی ہے کہ میں آج بھی جینز اور شرٹ پہنے ہوئے ہوں۔ اور کم از کم تمہارے گھر
اس ڈریس میں نہیں جاؤں گی۔"

"یہ نیا کمپلیکس کب چڑھا تمہیں؟" نوفل مسکراتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔

"کیا پتہ، آنٹی کے سامنے ہی میرا کوئی چانس بن جائے۔"

ن کی شرارت اب نوفل کی سمجھ میں آئی تھی۔ ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے اس کے لئے فرنٹ ڈور
کر اس نے اسٹیئرنگ وہیل سنبھال لیا تھا۔

"کسی روز اس خانزادے سے کنٹیکٹ کرو یار! لمبا عرصہ ہو گیا ہے اس سے ملے۔" مین روڈ پر
لاتے ہوئے نوفل نے کہا تھا۔

"دل تو میرا بھی بہت چاہ رہا تھا۔ مگر میں ذرا اپنے کام کی طرف سے فارغ ہونے کا انتظار کر
ل۔ پھر فرصت میں اسے تلاش کروں گی۔" ژالے نے اطمینان سے کہا تو نوفل نے ٹکڑا لگایا۔

"تاکہ تم ہاتھ دھو کر اس سہمے ہوئے خرگوش کے پیچھے پڑ سکو۔"

ک بار ہی کرنا پڑے گا۔ ورنہ تو وہ اپنے سائے کو بھی ہاتھ نہیں لگانے دیتا۔" اس کے جملے
سانے خوب حظ اٹھایا تھا۔

"وہ وہاں کی بات تھی ژالے بی بی! یہاں آتے ہی اس کے اندر کا خانزادہ پورے کروفر کے
اگ گیا ہوگا۔ اب تو شاید وہ تمہاری طرف نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھے کہ میرا ایمان خراب ہوگا۔"

ن کی تو ایسی کی تیسی۔ اور تم تو کم از کم اس طرح مجھے "بی بی" مت کہو۔ سخت برا لگتا ہے مجھے
ژالے نے چڑ کر کہا تھا۔

ل بھئی۔ رعب تو سارے ہمارے لئے ہی رہ گئے ہیں۔"

سانے آہ بھری تو اس نے سیٹ کی بیک پر سر ٹکا دیا۔ اس کے لبوں کی تراش میں دھیمی سی

مسکراہٹ جگمگا رہی تھی۔

"نوفل! جب وہ مجھے اپنے سامنے دیکھے گا تو کیا کرے گا؟" وہ شاید چشمِ تصور میں بھی دیکھنے کی سعی کر رہی تھی۔

"استغفراللہ" پڑھے گا۔ اور کیا؟" نوفل نے بے ساختہ کہا تو وہ برا مان گئی۔

"کیا میں اتنی بری ہوں؟"

"یہ تو اس بھگوڑے سے پوچھنا...... ہوسکتا ہے وہ تمہارے حسن کی تاب نہ لاتے ہوا ہو۔" نوفل نے گویا اس کا دل رکھنے کی کوشش کی تھی۔

"سو فیصد یہی بات ہے۔" ژالے نے اٹل لہجے میں کہا تو وہ اپنی مسکراہٹ دبا گیا۔ چکی تھی۔

"تم صرف جیلس ہو رہے ہو نوفل احمد!" وہ چڑ کر بولی تو نوفل حیران ہوا تھا۔

"وہ کیوں بھئی؟"

"کیونکہ میں نے تمہیں نہیں بلکہ اس کو پسند کیا ہے۔" وہ اطمینان سے بولی تو نوفل کے مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

"مگر دونوں کی قسمت میں فرق دیکھ لو۔ وہ اس وقت میدان چھوڑ کر بھاگ چکا ہے اور میں گاڑی میں بٹھا کے لے جا رہا ہوں۔"

"بڑی شے ہو تم نوفل احمد!" وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔

نوفل کے ساتھ بولڈ اینڈ بیوٹی فل ژالے آفریدی کو دیکھ کر ادینہ کے پہلو سے آنچ اٹھنے سے پہلے جب وہ نگین کو اس کی منگنی کا گفٹ دینے آئی تھی تب ادینہ کی اس سے سرسری ہوئی تھی۔

نگین اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی تھی۔

"یہ تو بہت اچھا کیا تم نے نوفل! خود تو یہ کبھی نہ آتی۔" صالحہ بیگم نے محبت سے پُر انداز کیا تو ژالے نے ہنستے ہوئے ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

"یہ مجھے ساتھ نہ لاتا میں تب بھی آنے والی تھی۔"

"جھوٹ۔ بلکہ سفید جھوٹ...... بھگا کے لا رہا ہوں اسے۔" نوفل نے اطمینان سے

"اور یہ اتنی آسانی سے تمہارے ساتھ بھاگ آئیں؟" ادینہ نے لطیف سا طنز کیا تو نوفل کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اس کے ساتھ تو میں بھاگ کر کہیں بھی جا سکتی ہوں۔"

نگین کی ہنسی اور صالحہ بیگم کی مسکراہٹ نے پُر اعتماد سے نوفل احمد کو بھی خجل کر دیا تھا۔

ادینہ تو دھڑ دھڑ جیسے آگ میں جلنے لگی تھی۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے اس کی املاک پر قبضہ کرنے کی بات کر ڈالی ہو۔

"کبھی تو بولنے سے پہلے سوچ لیا کرو ژالے آفریدی!" نوفل نے تنبیہاً کہا تو وہ آرام سے بولی۔

"تم جو ہو سوچنے والے۔ اور آج کل تو ویسے بھی......"

"میرے خیال میں تمہیں سخت بھوک لگ رہی ہے۔" نوفل نے اس کے جملے کا بھید پاتے ہوئے درمیان ہی میں ٹوک دیا تو وہ ہنس دی۔

نگین فوراً چائے بنانے کے لئے اٹھ گئی۔ جب کہ ادینہ وہیں بیٹھی بظاہر عام سے انداز میں ان کی گفتگو میں حصہ لیتی رہی۔ درحقیقت ان کے رویوں کی جانچ میں مصروف تھی۔ ژالے آفریدی اسے اپنے لئے ایک بہت بڑا خطرہ محسوس ہو رہی تھی۔

●●●●●

وہ خفا تھی سوچی۔ مگر عمر کاظمی تو شاید اس بار اپنی انا کا علم بھی بلند کر بیٹھا تھا۔

ہزاروں وسوسے اس کے دل و دماغ کو گھیرنے لگے۔ انا کا تقاضا تھا کہ وہ بھی چپ رہتی جب تک کہ وہ خود آواز نہ دیتا۔ مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے خود ہی عمر کو فون کرنے کی ٹھان لی۔

رات گئے وہ فون سیٹ اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آئی اور احتیاط کے ساتھ عمر کا دیا ہوا نمبر ملانے لگی۔ کیونکہ یہ اس کے کسی دوست کے جنرل اسٹور کا فون نمبر تھا اس لئے عمر نے اسے انتہائی ضرورت کے وقت استعمال کرنے کے لئے دیا تھا اور وہاں وہ صرف عمر کے لئے کوئی میسج ہی دے سکتی تھی اور بس۔

تین نمبر دبانے کے بعد اس کا ہاتھ رک گیا۔

'میں کیا کہوں گی اس کے دوست سے؟'

وہ سوچ میں پڑ گئی اور ریسیور کریڈل پر جما دیا۔

'عمر کی بابت پوچھوں گی اور کل یونیورسٹی آنے کا کہوں گی اور بس۔'

کافی غور و خوض کے بعد فیصلہ کرتے ہوئے اس نے ریسیور اٹھا کر دوبارہ نمبر ملایا اور دھڑکتے دل کے ساتھ لائن ملنے کا انتظار کرنے لگی۔ ایک تواتر کے ساتھ بیل بجنے کے باوجود دوسری طرف سے کوئی بھی ریسیور نہیں اٹھا رہا تھا۔ دو بار، تین بار، اس نے چوتھی بار فون نمبر ملاتے ہوئے غیر ارادی طور پر وال کلاک کی طرف دیکھا تو رات کے ساڑھے بارہ بج رہے تھے۔ اس کا سر پیٹ لینے کو جی چاہا۔ بھلا اتنی رات کو کون سا اسٹور اس کے فون کے انتظار میں کھلا ہونا تھا۔

اپنی عقل کو کوستے ہوئے وہ فون واپس رکھ آئی۔

غصے کے ساتھ ساتھ اسے اپنی بے بسی پر رونا بھی آ رہا تھا۔

یونہی تو اس عشق کو کسی نے آتش نہیں کہا نا
اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

اس کا بھی پور پور جلنے لگا تھا۔

کتنا کمینہ تھا یہ جذبہ کہ نہ تو کوئی خودداری رہنے دی تھی اور نہ ہی انا۔ وہ جو چھوٹی سی بات کو اپنی

ناک کا مسئلہ بنا لیتی تھی، اب اپنی انا تک کو قربان کیے بیٹھی تھی۔

اگلے روز یونیورسٹی سے لوٹتے ہی موقع پا کر اس نے فون کر ڈالا۔ تیسری ہی بیل پر ک
ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو، جی۔" بھاری بھر کم آواز نے ضحیٰ کو گڑبڑا دیا۔ بڑی مشکل سے عمر کے متعلق استفسا
دوسری جانب سے حیران ہو کر پوچھا گیا۔

"کون سا عمر؟"

"جی وہ ــــ عمر کاظمی۔" اس کا حلق سوکھنے لگا۔

"اچھا ــــ وہ۔" کافی کھینچ کر کہا گیا۔ "وہ میرے بیٹے کا دوست ہے۔ پر آج کل و
نہیں آ رہا۔ انتظامات میں مصروف ہے۔"

"کیسے انتظامات؟"

"آپ کو شاید پتہ نہیں جی۔ اس کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ کل ان کا سوئم
بڑے بھلے مانس بندے تھے کاظمی صاحب۔"

دوسری طرف سے وہ شخص پتہ نہیں کاظمی صاحب کی کیا کیا خوبیاں بیان کر رہا تھا مگر
سماعتوں میں صرف سائیں سائیں کا شور گونج رہا تھا۔

عمر کاظمی پر ٹوٹنے والے صدمے کا درد اس نے اپنے دل و دماغ میں پوری شدتوں سے
کیا تھا۔

گھنٹوں وہ شدید ٹینشن کے زیر اثر اپنے کمرے میں بند روتی رہی تھی۔

"ضوئی! کیا ہوا ہے تمہیں؟" شدتِ گریہ سے سرخ ہوتی اس کی آنکھیں دیکھ کر صبا گھبرا گئی
خود پر سے قابو کھو کر اس سے لپٹ کر پھر سے سسک اٹھی۔

"خدا کے لئے ضحیٰ! بتاؤ تو سہی، کیا ہوا ہے؟" وہ ہراساں ہونے لگی تھی۔ "میں چچی جان کو
ہوں۔" اس نے کہا تو ضحیٰ نے بے اختیار اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کسی نے ڈانٹا ہے کیا؟ ــــ معید بھائی نے؟" صبا نے پریشانی کے عالم میں اندازہ لگا
تو خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"پھر کیا ہوا ہے؟ ــــ کیوں رو رہی ہو؟" صبا نے تحیر سے اسے دیکھا تو وہ بھرائے ہ
لہجے میں بولی۔

"میری فرینڈ کے ابو کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

"اوہ نو ــــ" صبا کو بھی تاسف نے گھیرا تھا۔ پھر اس کی دگرگوں حالت دیکھ کر اسے تسلی
لگی۔ "لیکن اس میں انسان تو کچھ بھی نہیں کر سکتا نا ــــ تم اتنی ٹینشن مت لو۔"

"پتہ نہیں صبی! جب سے میں نے سنا ہے میرے دل کو سکون نہیں آ رہا۔" اس نے بے بسی
پُر لہجے میں کہا تو آنکھیں پھر آنسو بہانے کو تیار ہو گئیں۔ صبا بے چاری اسے تسلیاں دے رہی

مگر اسے ایک پل کو بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔

پچھلے کئی دنوں کی اُلجھی ہوئی کیفیت جیسے سلجھ سی گئی تھی۔ عمر کاظمی اسے خود سے مزید دور ہوتا محسوس ہونے لگا تھا۔

"عمر! کاش میں اس وقت تمہیں تسلی کے دو حرف ہی کہہ سکتی۔ کچھ ایسا کر سکتی جس سے تمہارے دکھ کا مداوا ہو سکتا۔"

وہ خود کو سخت مجبور و لاچار محسوس کرتے ہوئے سسک اٹھی تھی۔

خیال و خواب ہوئی ہیں محبتیں کیسی
لہو میں ناچ رہی ہیں یہ وحشتیں کیسی
نہ شب کو چاند ہی اچھا نہ دن کو مہر اچھا
یہ ہم پہ بیت رہی ہیں قیامتیں کیسی
وہ ساتھ تھا تو خدا بھی تھا مہرباں کیا کیا
بچھڑ گیا تو ہوئی ہیں عداوتیں کیسی

اس کی بجھی بجھی طبیعت اور خاموشی سبھی کے لئے تشویش کا باعث تھی۔

''ایک بار جا کے اپنی دوست سے مل لیتیں، اسے تسلی دے لیتیں تو سکون مل جاتا ضحیٰ!'' تائی نے اسے اس قدر حساس ہوتے دیکھ کر تاسف سے کہا تو وہ آنسو پیتی مسکرا دی۔

''اب تو میں ٹھیک ہوں تائی جان! کوئی بھی سوگ کتنے دنوں تک منایا جا سکتا ہے؟''

ان سے زیادہ خود کو تسلی دی تو انس نے اس کے شانے پر بازو دراز کرتے ہوئے پیار سے کہا۔

''اسی خوشی میں میری طرف سے ضحیٰ کے پسندیدہ فلیور کی آئس کریم ہو جائے۔''

''بھائی جان پچھلے ایک ماہ سے کافی فراخ دل ہو گئے ہیں۔'' وجدان نے حساب لگایا تو مسکراتے ہوئے اسے گھورنے لگا۔

''میں تو یونہی کہہ رہا تھا۔ لائیں، پیسے نکالیں۔ تاکہ آپ کی دعوت سے لطف اندوز ہوا جا سکے اس نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی تو وہ اپنا والٹ نکالنے لگا۔

''میرے خیال میں تو ضحیٰ نے ایگزیمز کو اپنے سر پر سوار کر لیا ہے۔'' تائی جان نے اندازہ تھا۔ پھر اپنائیت بھرے انداز میں اسے ڈانٹنے لگیں۔ ''اگر تیاری نہیں ہے تو مت امتحان دو۔ مگر صحت کا بیڑہ غرق مت کرو۔''

''کیا بات ہے ضحیٰ! کیا واقعی امتحان کی تیاری نہیں ہے؟'' چچا جان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ وہ تیزی سے پلکیں جھپکتی، آنکھوں کی نمی کو اندر ہی کہیں اتارتی ہنس دی۔

ٹوٹے کانچ جیسی کھنک محسوس کر کے معید نے بے ساختہ اس کے مرجھائے ہوئے چہرے جانچتی نگاہ ڈالی تھی۔

''ابو! یہ سب تو یونہی ہوا میں تیر چلا رہے ہیں۔ بالکل ٹھیک ہوں میں۔ اور آج کل تو امی

ل

وں سے بنے پراٹھے کا ناشتہ بھی کر رہی ہوں۔ پھر بھی یہ لوگ مطمئن نہیں ہیں۔'' بات کرتے رتے بلا ارادہ معید سے نظر مل گئی تو اس نے کسمسا کر پہلو بدل لیا۔

''وہ اطہر کادوانی والے معاملے کا کیا بنا معید؟'' تایا جان نے بے حد غیر متوقع طور پر پوچھا تو ں کا دل دھک سے رہ گیا۔ شاید تایا جان کو یہی غلط فہمی تھی کہ بڑوں کے علاوہ اور کوئی بھی اس پوزل سے واقف نہیں ہے۔

پنی پلیٹ پر جھکی ضحیٰ پر اچٹتی نگاہ ڈال کر اس نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے رسان سے کہا۔

''میں تو کچھ خاص مطمئن نہیں ہوں۔ لیکن اگر آپ خود چھان بین کرنا چاہیں تو........''

''تم نے کہہ دیا، بس ٹھیک ہے۔ معاملہ ختم ہوا۔ مزید چھان بین کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' تایا ن نے اطمینان سے کہا تو عجیب سی شرمندگی معید کو گھورنے لگی۔

ادھر ضحیٰ کے کندھوں پر سے تو جیسے منوں بھاری بوجھ سرک گیا تھا جو کئی دنوں سے اطہر کادوانی کے رمتوقع پرپوزل کی صورت میں موجود تھا۔

''مجھے ایک دوست کی طرف جانا ہے۔'' وہ سنجیدہ سا کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''معید! جلدی آ جانا۔'' تائی جان نے اس کی طبیعت سے واقف ہونے کے باوجود حسب بت تنبیہ کی تو وہ اثبات میں سر ہلاتا چلا گیا۔

''اس قدر ناشکری ہو تم کہ حد نہیں ضحیٰ!'' صبا کی یہ یلغار کس وجہ سے تھی، وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ ے میں برتن رکھتے ہوئے وہ اس کی طرف پلٹ گئی۔

''کیا ہو گیا ہے؟''

''ابھی کھانے کی میز پر ہونے والا مکالمہ تمہاری سماعت سے نہیں ٹکرایا؟'' وہ جل کر رہ گئی تھی۔

''کون سا؟ —— میری صحت والا؟'' اس نے جان بوجھ کر ناسمجھی کا مظاہرہ کیا تو صبا تلملا کر ا۔

''تمہاری قسمت والا۔''

''چہ —— صاف صاف کہو نا۔'' وہ چڑ کر کہتے ہوئے برتن دھونے کے لئے پلٹ گئی تو صبا نے ی سے کہا۔

''صاف صاف اب کیا کہوں جب رزلٹ ہی گندا آیا ہے۔ معید بھائی نے تمہارے پروپوزل کو یکٹ کر دیا ہے۔''

''تو اس میں میرے اُداس ہونے کی بات ہے یا تمہارے؟'' ضحیٰ کی پژمردگی دور ہو چکی تھی۔ لپنا سے پوچھا تو صبا نے کھوجتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''تمہیں ذرا بھی افسوس نہیں ہوا ضوئی؟ اتنا اچھا پرپوزل۔''

''میرا کون سا افیئر چل رہا تھا اس شخص کے ساتھ۔'' اس کے لب و لہجے میں محسوس کن طمانیت ا۔ لحظہ بھر کچھ سوچنے کے بعد صبا کی آنکھوں میں چمک سی اتر آئی۔

"ضوئی! کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اور معید بھائی......"

"کیا؟" وہ زور سے چیخی تو صبا ڈر کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"نہیں —— میرا خیال غلط بھی ہوسکتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" ضحیٰ نے دانت پیس کر کہا۔

"پتہ نہیں انہیں اطہر کادوانی میں کیا خامی نظر آ گئی۔ ورنہ اس سے پہلے تو انہوں نے ار کہا تھا۔" صبا نے حیرت کا اظہار کیا تو ضحیٰ کو بھی خیال آیا۔

'کیا واقعی وہ اس معاملے میں مجھے سپورٹ کرنے کو تیار ہے؟' اور یہ خیال اس قدر خو کہ وہ کئی خدشات کی گرفت سے نکل کر خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی تھی۔

معید حسن سے کبھی مدد نہ مانگنے کا عہد کہیں دور جا سویا۔ اس نے اپنے گزشتہ رویے پر معذرت کرنے کا پکا ارادہ کرلیا تھا۔ سواسی رات دل کڑا کرتی اس کے کمرے تک آ ہی گئی۔ دروازہ کھٹکھٹا کر اجازت لینا نہیں بھولی تھی۔

وہ بستر پر کہنی کے بل نیم دراز کسی فائل میں منہمک تھا۔ اسے اپنے کمرے میں دیکھتے ہ پر بل پڑ گئے۔

"کیا بات ہے؟" اس کے لہجے میں بھی سختی تھی۔

وہ مضطربانہ انداز میں ہاتھ مسلتی رہی۔ پھر بہت مشکل سے اپنی آمد کی وجہ بیان کی۔

"آئی ایم سوری معید! —— اُس روز میں نے بہت بدتمیزی کی تھی۔"

"گیٹ آؤٹ ضحیٰ! میں تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہ رہا۔" وہ سلگ اٹھا تھا۔ وہ اس سے ڈر سی گئی۔ مگر کچھ اپنے گزشتہ رویے کی بدصورتی کا احساس تھا اور کچھ اس کے مددگارانہ کا۔ اس لئے آہستگی سے بولی۔

"تم اپنے رویے میں حق بجانب ہو۔ مگر میں واقعی تم سے معذرت کرنے آئی ہوں۔"

"میں تم سے اگر کچھ پوچھ رہا تھا تو اس کا بھی کوئی مقصد تھا۔ جواب تم پر بہت اچھی طر ہو چکا ہوگا۔" وہ تلخی سے بولا تو وہ شرمسار ہونے لگی۔

تب کچھ دیر کے بعد وہ خود ہی سیدھا ہوتے ہوئے سختی سے پوچھنے لگا۔

"کیا سوچا ہے تم نے آگے کے بارے میں؟"

"وہ —— عمر کے فادر کی ڈیتھ ہوگئی ہے۔" اس نے بمشکل بتایا تو وہ خاموش ہو گیا۔ کے دل کی بھی عجیب سی حالت ہونے لگی تھی —— امتحان سر پر تھے اور وہ ایک لفظ بھی پڑ رہی تھی۔

"تم نے اس سے کنٹیکٹ کیا ہے؟" اس کی طرف دیکھے بغیر وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔" وہ مجرمانہ انداز میں بولی تو ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے وہ تلخی سے کہنے لگا۔

"جو کچھ ہو رہا ہے اور جو آگے ہوگا اس کی ذمہ داری مجھ پر مت ڈالنا ضحیٰ! میں روز روز

کادوانی کو بنا کسی خامی کے ریجیکٹ نہیں کرسکتا۔"

"میں اس سے کیسے کنٹیکٹ کرتی معید؟ وہ خود ابھی پرابلم میں ہے۔" وہ بے چارگی سے بولی تو ں نے کھڑے ہوتے ہوئے اٹل انداز میں کہا۔

"اطہر کادوانی کو ریجیکٹ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ تمہارے قابل نہیں تھا بلکہ میں نے رف اپنی زبان کا پاس رکھا ہے۔ لیکن صرف پہلی اور آخری بار۔ اس کے بعد چاہے عمر کا پروپوزل آئے ایکس وائی زیڈ کا۔ سب کی طرح میں بھی اس کی حمایت ہی کروں گا۔"

کتنی ہی دیر تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی تھی۔ اس خاموشی کو معید کی ناگواری نے توڑا تھا۔

"اور کیا کہنا ہے؟"

اس کے پوچھنے پر ضحیٰ کو اپنی تمام تر ہمت مجتمع کرنا پڑی تھی۔ جو بات اتنے دنوں تک سوچنے میں ہت آسان لگ رہی تھی، اسے معید کے سامنے کہنا ایک بہت مشکل مرحلہ تھا۔

"وہ...... اگر اب عمر...... فی الحال پروپوزل بھیجنا افورڈ نہ کرسکا تو کیا تم مجھے چند سالوں تک ھر والوں کے سامنے سپورٹ کرسکتے ہو، کہیں اور رشتہ نہ کرنے پر؟"

اس کی غیر متوقع درخواست پر معید کو اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس ہوئی تھیں۔ اس کے پتھریلے اثرات حقیقتاً ضحیٰ کو سہما گئے تھے۔

"کبھی اپنے آپ سے نکل کر بھی سوچ لیتے ہیں ضحیٰ میر!" وہ بے حد تلخی و ترشی سے پھنکارا تھا۔ "تم تنہا نہیں ہو۔ تم سے منسلک اور بھی بہت سے رشتے ہیں، تمہارے ہر اچھے برے فیصلے کا جن پر رپور اثر ہوتا ہے۔"

"میں اور کیا کروں ——؟" اس کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔ اپنے آنسوؤں کو چھپانا اس کے ں میں نہیں رہا تھا۔ وہ جبڑے بھینچ کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

"زندگی صرف اپنے لئے جینے کا نام نہیں ہوتا ضحیٰ! اتنا کچھ سوچ لیا تھا تو یہ بھی سوچ لیتیں کہ چند سالوں" کا سب کو کیا ریزن پیش کرو گی؟" اس نے استہزائیہ لہجے میں پوچھا تو وہ یونہی کھڑی نسو بہاتی رہی۔ وہ کوفت کا شکار ہونے لگا تھا۔

"رونے سے کسی مسئلے کا حل نہیں نکلتا ضحیٰ میر!"

"وہ ابھی بہت پرابلمز میں گھرا ہوا ہے۔" وہ بہت شکستہ دل ہو رہی تھی۔

معید نے اپنی مضطربانہ کیفیت کو دباتے ہوئے جتانے والے انداز میں کہا۔

"اس کے پرابلمز سے تم اچھی طرح واقف ہو ضحیٰ! تمہارا خیال اسے بہت بعد میں آئے گا۔"

معید کا تمسخرانہ انداز تیر کی طرح اس کے دل میں گڑ گیا تھا۔

"عمر ایسا نہیں ہے۔ اور پھر انسان کی زندگی میں ہر چیز کی ایک الگ اہمیت ہوتی ہے۔ ایک ت میں کسی اور چیز کو توجہ نہ دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ میری پرواہ نہیں کرتا۔" وہ بے اختیار لی تھی۔

"ہنہ ——" وہ نخوت سے پُر انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ تنفر سے بولا۔ "تو پھر انتظ
دوسری "چیزوں" سے کب فارغ ہوتا ہے۔" اس قدر تلخی و ترشی برداشت کرنا ضحیٰ کے بس کی
تھی۔ سو وہ جواب میں ایک لفظ بھی کہے بغیر اس کے کمرے سے نکل گئی تھی۔

چند لمحے یونہی مٹھیاں بھینچے کھڑی رہنے کے بعد طویل سانس لے کر اعصاب کو ڈھیلا
ہوئے اس نے پُرسکون ہونے کی کوشش کی تھی۔

"لعنت ہے مجھ پر جو ہر بار اس سے مایوس ہونے کے بعد اسی شخص سے مدد مانگنے
ہوں۔" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتی ہوئی خود کو کوس رہی تھی۔

معید سے ہونے والی گفتگو نے اس کے ذہنی خلفشار کو بڑھا دیا تھا۔ اسے ہمیشہ کی طرح
مدد مانگنے پر تاسف گھیرنے لگا تھا۔

"ہیلو ڈیئر سسٹر!" ٹی وی کے سامنے براجمان، وجدان نے اسے روک لیا تو ذہنی پراگ
کرنے کی خاطر وہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"سنا ہے کہ آج کل آپ اپنے ایگزیمز کی ٹینشن میں مبتلا ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ

"اتنی نالائق نہیں ہوں میں۔" اس نے اپنا ذہن بٹانا چاہا تھا۔

"بہرحال کیسی بھی کیوں نہ ہو، آپ مجھ سے بلا جھجک رابطہ کر سکتی ہیں۔ میرے تعویذ
بڑی بڑی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔" وہ اتراہٹ آمیز لہجے میں بولا تو ضحیٰ نے اسے گھور کر دی

"تم نے کب سے تعویذ گنڈے کا کام شروع کر دیا ہے؟"

"میں نہیں، میرے بابا جی جھنڈے والی سرکار نے یہ کرامات دکھانی شروع کی ہیں۔"
عقیدت سے کہہ رہا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو وجی؟ —— یہ جھنڈے والی سرکار کون ہے؟" ضحیٰ نے تحیر
تھا۔

"بڑی کرامت والے بابا جی ہیں۔ ایسے تعویذ دیتے ہیں کہ ہر مشکل منٹوں میں آسان
ہے۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ضحیٰ نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیا الٹے سیدھے چکروں میں پڑ رہے ہو۔ ابو کو بتا دیا تو ساری کرامتیں بھول جاؤ گے۔"

"بہرحال، میری آفر بدستور ہے۔ ایسا نورانی سُرمہ لا کے دوں گا کہ پیپر دیتے ہوئے
سامنے دکھائی دے گی۔"

"ہاں جی، اب نورانی سرمے ہی کے ذریعے تو کالے کارنامے ہوں گے۔" ضحیٰ نے
ڈھٹائی سے بولا۔

"مجبوری میں سب جائز ہوتا ہے آپی!"

"خیر، مجھے تو ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے اور نہ ہی میں اتنی نالائق ہوں کہ مجھے ایسے
ضرورت پڑے۔ البتہ تمہیں ضرور اس نورانی سُرمے کی ضرورت پڑے گی۔ کیونکہ ابو جی

جاتے ہی تمہاری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جاتا ہے۔" ضحیٰ نے اسے دھمکایا تو وہ ہنسنے لگا۔

"کبھی اتنی ہی توجہ سے پڑھ بھی لیا کرو۔ پری انجینئرنگ کر رکھی ہے اور کام تمہارے لائن مین
جیسے ہیں۔" ضحیٰ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ سے تو اچھا ہوں پڑھائی میں۔ ہمیشہ میرا گریڈ آپ سے بہترین ہوتا ہے۔" اس نے جتایا
تو وہ بھی اسے چڑانے والے انداز میں بولی۔

"اب کی بار دیکھیں گے۔ میں تو ٹاپ کرنے والی ہوں۔"

"نالائقی میں۔" وجدان نے شرارت سے لقمہ دیا تو وہ مسکراہٹ دباتی اسے گھورتے ہوئے اپنے
کمرے میں چلی آئی۔

تنہائی پا کر پھر سے وہی مایوسی اور پژمردگی اس پر غلبہ کرنے لگی۔

خفا کر کے تجھے دل کا عجب حال ہے
ہمیں اب ہر پل تیرا ہی خیال ہے
بچھڑ کے تجھ سے یہ بھید بھی کھلا
تنہائی عذاب ہے وحشتوں کا جال ہے
تیرے ہجر نے بے حال کر دیا ہے مجھے
رگ رگ میں برپا وحشتِ ملال ہے

وہ نڈھال سی اپنے بستر پر گر پڑی۔ تمام خوش کن سوچیں یاسیت کی بُکل مار کر ذہن کے تاریک
خانے میں دب گئی تھیں اور وہ مایوسی کے دھاروں پر بے دست و پا بہتی چلی جا رہی تھی۔

●●●●●

"شکر ہے خدا کا کہ یہ بات سرے ہی سے ختم ہو گئی ہے۔ میں تو پہلے ہی اس رشتے کے حق میں
تھی۔" تائی جان نے اطمینان سے کہا تو پاس بیٹھی لہسن چھیلتی صبا کو حیرت نے گھیر لیا۔

"آپ کو کیا اعتراض تھا بھلا؟"

"اعتراض کیا ہونا ہے۔ مگر میں نے ہمیشہ معید کے لئے ضحیٰ ہی کو سوچا ہے۔ کیوں زہرہ؟" تائی
نے مسکراتے ہوئے چچی جان کا عندیہ لینا چاہا تو وہ کھل اٹھیں۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے آپا؟" صبا کے لئے یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔ "معید بھائی
لئے؟"

"ہاں بالکل۔" تائی جان مطمئن تھیں۔

مگر اس خوش خبری نے صبا کو زیادہ خوش نہیں کیا تھا۔ معید اور ضحیٰ کے آپس کے تعلقات سے وہ
اچھی طرح واقف تھی۔

"آپ نے معید بھائی سے پوچھا ہے؟" چچی جان کے جاتے ہی صبا کے اندر کی کھد بد کو راستہ
یا تھا۔

''اس سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟ آج تک اس نے میری کوئی بات کب ٹالی۔
بڑے مان سے کہہ رہی تھیں۔ صبا زچ ہوگئی۔

''یہ کوئی عام سی بات یا فرمائش نہیں ہے جو سر جھکائے فرمانبرداری سے پوری کر دیں گے
بھر کا معاملہ ہے۔''

''ضحیٰ میں کیا خرابی ہے ـــــ؟'' انہوں نے حیران ہو کر پوچھا تو اس نے ہلکی سی سانس
ہوئے کہا۔

''یہ تو آپ معید بھائی سے پوچھیں نا۔ دومنٹ کو تو بنتی نہیں ان کی آپس میں۔''

''کزنز کے درمیان چھوٹے موٹے لڑائی جھگڑے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اور پھر میں نے
معید کو اس سے کوئی فضول بات کرتے نہیں دیکھا، تم لڑائی جھگڑے کی بات کر رہی ہو۔'' انہ
استعجاب سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

''مجھے پتہ ہے نہ۔ معید بھائی نہ سہی مگر ضحیٰ کی ان سے ذرا بھی نہیں بن آتی۔''

''جب یہ رشتہ طے ہو گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہر رشتے کی اپنی ڈیمانڈ ہوتی ہے۔''
پُرسکون تھیں۔

''بہرحال، آپ ابو کو درمیان میں لائے بغیر، معید بھائی کی مرضی ضرور معلوم کر لیجئے!
نے انہیں مشورہ دیا تھا۔

''ان کو درمیان میں لائے بغیر کیوں؟'' وہ حیرت سے پوچھنے لگیں۔

''وہ تو ایک بار کہہ دیں گے اور معید بھائی فرمانبرداری سے سر جھکا دیں گے۔ اس لئے
ہوں کہ ان کی مرضی کا فیصلہ کیجئے گا۔'' صبا نے سمجھ داری کا مظاہرہ کیا تو انہوں نے اثبات م
دیا۔ پھر قدرے پریشانی سے بولیں۔

''میں نے تو زہرہ سے بھی بات کر لی ہے۔''

''وہ بعد کی بات ہے۔ وہ بھی تو ضوئی سے پوچھے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کریں گی اور اس کے
سے مجھ سے بہتر طور پر اور کون واقف ہوگا۔'' صبا نے انہیں تسلی دی تھی۔

''خدا کرے دونوں ہی مان جائیں۔ جوڑی تو بہت اچھی ہو گی ان کی۔ اور پھر گھر کی
ساری عمر کے لئے معید کی طرف سے مجھے سُکھ رہے گا۔''

انہوں نے دعا کی تو صبا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''واقعی ــــــ جوڑی تو بہت اچھی ہے۔''

''تم بھی سمجھانا ضحیٰ کو۔'' انہوں نے صبا کو کہا تو اس نے یونہی اثبات میں سر ہلا دیا
کادوانی کے پروپوزل پر دیئے جانے والے اس کے کمنٹس کہاں بھولے تھے۔ معید حسن کا
کر وہ قیامت لے آتی۔

''میں تو سمجھا ہی دوں گی۔ مگر فیصلہ ان دونوں ہی کا ہو گا۔ ایسے معاملوں میں کمپرومائز

ں چلتا۔'' صبا نے چھلکے سمیٹ کر لہسن والی پلیٹ اٹھائی اور آرام سے کہتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ وہ
ی سی سانس بھر کے رہ گئیں۔

●●●●●

میرے چارہ گر
میرے درد کی تجھے کیا خبر
تُو میرے سفر کا شریک ہے
تیرے ہاتھ سے میرے ہاتھ تک
وہ جو ہاتھ بھر کا تھا فاصلہ
کئی موسموں میں بدل گیا
اسے ناپتے اسے کاٹتے، میرا سارا وقت نکل گیا
نہیں جس پہ کوئی نشانِ پا
میرے سامنے ہے وہ رہ گزر
میرے چارہ گر، میرے درد کی تجھے کیا خبر
یہ جو ریگِ دشتِ فراق ہے
میرے راستوں میں بچھی ہوئی
کسی موڑ پہ یہ رُکے کہیں
یہ جو رات ہے میرے چارسُو
مگر اس کی کوئی سحر نہیں
نہ ہی چھاؤں ہے نہ ثمر کوئی
میں نے چھان دیکھا شجر شجر
میرے چارہ گر
میرے درد کی تجھے کیا خبر

عمر سے اس کی ملاقات پہلا پیپر آف ہونے کے بعد کیفے ٹیریا میں ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی وہ
دپر سے ضبط کھونے لگی۔ مگر بھرائی ہوئی آواز میں اتنا ہی شکوہ کر سکی۔

''بہت برے ہو تم عمر! ـــــ اتنا نہیں ہو سکا کہ مجھے فون ہی کر دیتے۔''

وہ اتنا شکستہ اور کمزور لگ رہا تھا کہ وہ اس سے لڑ بھی نہیں پائی۔

''میری تو خود کچھ سمجھ میں نہیں آیا ضحیٰ! ـــــ یکلخت زندگی نے تپتی سلگتی دھوپ میں لا کھڑا کیا
ہے۔'' اس کی آنکھوں میں ضبط کی سرخیاں اترنے لگیں تو ضحیٰ بھی رو دی۔

''انکل کی ڈیتھ کا مجھے اتنا صدمہ ہوا ہے اور تم ـــــ تمہارا تو ان سے رشتہ ہی اور تھا۔''

''جو تقدیر میں لکھا ہے وہ تو حوصلے سے ہی برداشت کرنا پڑتا ہے ضحیٰ!'' شاید اس نے ضحیٰ سے

زیادہ اپنا حوصلہ بڑھایا تھا۔

ضحیٰ نے دیکھا اس کے چہرے کی سرخی کے ساتھ ساتھ آنکھوں کی چمک بھی ماند پڑ چکی

''تم حوصلہ کرو گے تو باقی سب کی بھی ہمت بندھے گی عمر! اب تو تمہی ان کا سہارا
کے الفاظ کہتے ہوئے وہ خود آبدیدہ ہوگئی تھی۔

''ہوں ——'' اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر بات بدل گیا۔

''پیپر کیسا ہوا ہے تمہارا؟''

''گزرے دنوں مجھے اتنی ٹینشن رہی ہے کہ پیپرز دینا ہی غنیمت ہے کجا اچھا یا برا۔''
شکار تھی۔

''دو سال کی محنت کو یوں ضائع مت کرو ضحیٰ! پوری توجہ سے پیپرز دو۔'' وہ سنجیدگی سے
رہا تھا۔

''یہ میرے بس میں نہیں ہے عمر! تمہیں سوچنے کے لئے مجھے شعوری کوشش کرنی
نہیں پڑتی۔ تم تو میرے لئے یونہی ضروری ہو جیسے زندہ رہنے کے لئے سانس۔'' وہ بے اختیار
وہ اسے فی الفور ٹوک گیا۔

''کوئی کسی کے لئے اتنا ضروری نہیں ہوتا ضحیٰ! کم از کم اتنا تو زندگی نے پچھلے دنوں
اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ مشینوں میں جکڑے اپنے باپ کو دیکھ کر میں نے بھی یہی سوچا
انہیں کچھ ہو گیا تو میں مر جاؤں گا، یہ ہیں تو میری سانسیں چل رہی ہیں۔ مگر دیکھ لو، میں زندہ
سانس لے رہا ہوں۔''

اس کا لہجہ اس قدر تلخ تھا کہ وہ ششدر رہ گئی۔

کس قدر مایوس اور شکستہ دل ہو چکا تھا وہ۔ جیسے اپنی زندگی ہار چکا ہو۔

''عمر! اتنے کمزور مت پڑو۔ تم تو پہلے مرحلے پر ہی سرنڈر کر رہے ہو۔ لوگ تو جانے
مصیبتیں کاٹ کر بھی حوصلہ نہیں ہارتے۔''

اس کی آنکھوں میں اتر آنے والی سرخی ضحیٰ کا دل چیر رہی تھی۔

کتنا مجبور اور بے بس پاتے ہیں آپ خود کو جب آپ کے پیارے کسی شدید دکھ میں
اور آپ ان کا ذرّہ برابر دکھ بھی خود میں نہ سمو سکیں۔

ضحیٰ بھی اسی تکلیف دہ کیفیت میں مبتلا تھی۔

مگر عمر کو اب ان طفل تسلیوں کی شاید ضرورت نہیں تھی۔ وہ بہت کچھ سوچ سمجھ کر اس
تھا تبھی تو اپنے لب و لہجے پر قابو پا کر بے تاثر سے انداز میں بولا۔

''اب وہ وقت آ گیا ہے ضحیٰ! کہ میں تمہیں ہر بندھن، ہر وعدے سے آزاد کر دوں۔ زندگی
مشکل ہو چلی ہے ضحیٰ! اور میں تمہیں کانٹوں پر نہیں گھسیٹ سکتا۔ میری طرف سے تم بالکل آزاد
اسے اپنے سر پر پہاڑ ٹوٹتا محسوس ہوا تھا۔

آنکھوں کے سامنے اتنی تیزی سے دھند چھائی کہ اس کے نقوش گڈمڈ ہونے لگے۔ کس قدر
پریکٹیکل اور صاف گو شخص تھا وہ۔

مگر اتنی صاف گوئی، سنگ دلی اور سفاکی کے زمرے میں نہیں آتی تھی کیا؟

وہ اسے کیا سمجھ رہا تھا؟

آسائشات کی بھوکی؟ دولت کو دین ایمان سمجھنے والی؟

''اگر تمہیں کسی نئے سفر کی جستجو ہو رہی ہے تو صاف الفاظ میں کہو عمر! میں تو ہر حال میں تمہارے
ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔''

وہ صدمے کی کیفیت میں تھی۔

''زندگی خوابوں میں نہیں گزرتی ضحیٰ! پہلے تو شاید میں تمہیں کسی آس کا جگنو تھما ہی دیتا مگر اب
بہت مشکل ہے۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھا اور اس کی سنجیدگی ہی ضحیٰ کو خوف دلا رہی تھی۔

یہ اسے کس راہ پر لا کر خود پلٹنے کو تھا جہاں نہ کوئی جگنو تھا اور نہ تارہ

''تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے عمر!'' وہ بے یقین تھی۔

''یہ میں نہیں، تقدیر کر رہی ہے ضحیٰ!'' وہ گہری سانس لے کر بولا تھا۔ جانے کتنے دنوں سے وہ یہ
سب سوچتا رہا تھا۔ اسی لئے اب نارمل تھا۔ جب کہ ضحیٰ کے لئے تو ہر لفظ پگھلتا ہوا سیسہ تھا، کھولتا ہوا
ہوا تھا۔

''زندگی اب پھولوں کی سیج نہیں رہی ضحیٰ! ابو کے بعد میں نے وہ سب ذمہ داریاں بھی اپنے
شانوں پر محسوس کی ہیں، جن کا کبھی ان کی زندگی میں مجھے احساس تک نہیں ہوا۔ سب سے بڑی ذمہ
داری ہے اپنی فیملی کو مالی سپورٹ کرنا۔ اور میں تو اس پوزیشن میں بھی نہیں ہوں کہ دو ٹائم کے کھانے
کا بندوبست کر سکوں۔ اس لئے میں نے جذبات کو ایک طرف رکھتے ہوئے سوچا ہے ضحیٰ! اس
جذباتیت سے میرے مسائل کا حل نہیں نکل سکتا بلکہ مجھے تو میرا ضمیر ملامت کرتا رہا ہے۔ مجھے تم کو
اس راہ پر لانا ہی نہیں چاہئے تھا جہاں صرف سنگ و خشت ہیں۔ واہموں کے سائے اور کڑی دھوپ
ہے۔ میرا سفر بہت لمبا اور کڑا ہے۔ میں تمہیں ساتھ لے کر نہیں چل سکتا ضحیٰ! کیونکہ اس سفر میں بہت
آبلہ پائی ہے۔ اور میں تم پر آنچ بھی نہیں آنے دینا چاہتا۔''

وہ بہت ناپ تول کر بول رہا تھا۔

اور ضحیٰ بالکل ساکت بیٹھی تھی۔

یوں لگ رہا تھا جیسے ٹنوں وزنی رولر اسے کچلتا ہوا گزر گیا ہو اور وہ ہزار ہا ٹکڑوں میں تبدیل ہو
رہا ہو۔

یہ کیا کر رہا تھا وہ؟

اسے رہائی کا اذن دے رہا تھا یا موت کا پروانہ سنا رہا تھا؟

اس کی سانسیں آسان کر رہا تھا یا ہر رگ میں زہر اتار رہا تھا؟

وہ چیخنا چاہتی تھی، چلانا چاہتی تھی، اسے بتانا چاہتی تھی کہ اس کے الفاظ کس قدر تکلیف
مگر حلق میں اُگتے کانٹے اس کی گویائی سلب کر گئے تھے۔

"میں نے اس مسئلے پر بہت سوچنے کے بعد غیر جانبدارانہ فیصلہ کیا ہے ضحیٰ! تمہارا اور م
بس یہیں تک تھا۔"

"بکواس بند کرو عمر!" وہ یکلخت ہی کسی ٹرانس سے آزاد ہو کر پھٹ پڑی تھی۔

اس کی آنکھوں کے زیریں کنارے سرخ ہو رہے تھے اور رنگت تمتما رہی تھی۔

"میں نے کسی نفع یا نقصان کو سوچ کر اس راہ پر قدم نہیں رکھے تھے اور نہ ہی ہمارے
بزنس پارٹنر شپ تھی جس میں دوسرے کے نقصان کا خیال کئے بغیر جب جی چاہا پارٹنر شپ
اور اپنے متعلق تو شاید تم نے بہت کچھ سوچ لیا ہے۔ اور میں ـــــ میرے متعلق کیا سو
نے، میں تم جیسا پتھر دل کہاں سے لاؤں؟" اس کی آنکھیں پھر سے اُبل پڑی تھیں۔

"خود کو میری جگہ پر رکھ کر سوچو گی تو سب آسان لگنے لگے گا۔" وہ بہت ضبط سے بولا
یوں تڑپتے دیکھنا اس کی زندگی کا ایک بہت بڑا امتحان تھا۔

اس کی اولین محبت، جسے دیکھ کر کبھی عمر کاظمی نے سوچا تھا کہ ہنسی اور مسکراہٹ کا مجسم
ضحیٰ میر۔

اور اب وہی ضحیٰ میر اس کے سامنے بیٹھی بے دردی سے آنسو بہا رہی تھی اور وہ دیکھنے پر مج
وہ خود بھی تو اسی ٹوٹ پھوٹ کے عمل سے گزر رہا تھا مگر جانتا تھا کہ اسی فیصلے میں ان
بہتری ہے۔ جب تک وہ اس کے نام سے منسلک تھی، وہ پوری توجہ سے اپنے مسائل کو حل نہ
تھا۔ اس کی ذمہ داری تو اب بہت شدت سے محسوس ہونے لگی تھی مگر اس سے الگ ہو کر ہی
کے دگرگوں حالات کا مقابلہ کر سکتا تھا۔

وہ اسے چاہتی ہے، اسے معلوم تھا۔

اور وہ اسے اس "چاہنے" کی سزا نہیں دینا چاہتا تھا۔

"عمر پلیز! اگر یہ مذاق ہے تو اسے ختم کرو۔" وہ اب بھی بے یقین تھی۔ تب عمر نے ر
کرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سختی سے کہا۔

"میں ایک ایک لفظ تول کر بول رہا ہوں ضحیٰ! میری طرف سے تم ہر وعدے سے آز
اس کے دل کو کوئی جیسے آرے سے چیرنے لگا مگر وہ اس کی حالت دیکھنے کے باوجود اسی سنگ
کہتا رہا۔

"عمر! ایسا مت کہو۔" وہ اسے ٹوک گئی مگر اس کے آنسو بھی اسے روک نہیں پائے تھے۔

"میرے دل پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ اس فیصلے کے بعد میں بہت ریلیکس فیل کر رہا ہ
میں ہر وعدے، ہر قسم سے آزاد ہو کر اپنی فیملی کو سپورٹ کر سکتا ہوں۔ چاہے اس کے لئے
سال لگیں یا دس۔ مگر میں تمہیں اپنے نام پر اتنا عرصہ بٹھانے کی سنگدلی نہیں برت سکتا۔"

"میں تمہارے نام پر ساری عمر بیٹھ سکتی ہوں عمر!" وہ اسے یقین دلانا چاہتی تھی مگر وہ شاید یقین و بے یقینی کی تمام حدود پار کر چکا تھا، جبھی تو خود ہی ساری حدود و قیود نافذ کر رہا تھا۔

وہ پتہ نہیں کیا کہہ رہا تھا ـــــ اپنی باتوں کی وضاحت میں کیا کیا دلائل دے رہا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ بہری ہو گئی ہو۔

"تو یہ سب حقیقت ہے۔ اور میں یہ سب سننے کے بعد بھی زندہ ہوں۔" عمر کے ہلتے لبوں کو دیکھتے ہوئے وہ ساکت تھی۔

فاصلے ایسے بھی ہوں گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
سامنے بیٹھا تھا میرے اور وہ میرا نہ تھا
آج اس نے درد بھی اپنے علیحدہ کر لئے
آج میں رویا تو میرے ساتھ وہ رویا نہ تھا

اور پھر لمحوں میں سارا کھیل ختم ہو گیا۔ بساط سمٹ گئی تھی۔

اسے دیکھنے اور اس کا چہرہ آنکھوں کے راستے ہمیشہ کے لئے دل میں اتار لینے کی خواہش رکھنے کے باوجود عمر نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"آج یہ مشکل آسان ہو گئی تو باقی سب بھی سہل ہو جائے گا۔" خود کو سمجھاتا وہ اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

وہ پلٹ گیا۔ اس کے ہر اٹھتے قدم تلے ضحیٰ کو اپنا دل رکھا محسوس ہو رہا تھا۔

کچھ بھی تو نہیں رہا تھا۔ سب کچھ اتنی سی دیر میں ہی ختم ہو گیا تھا۔

کیا تھی یہ محبت ـــــ خواب یا افسانہ؟

سنو!
تم تو عزم والے ہو
بلا کا ضبط رکھتے ہو
تمہیں کچھ بھی نہیں ہو گا
مگر دیکھو!
جسے تم چھوڑے جاتے ہو
اسے تو ٹھیک سے شاید
بچھڑنا بھی نہیں آتا
سنو!
تم تو عزم والے ہو
اسے مت چھوڑ کے جاؤ

اس کے لب خاموش تھے مگر اس کے ہر آنسو نے پکار پکار کر کہا تھا مگر وہ جانے والا لمحہ بھر کو نہیں ایا تھا۔

کبھی جانے والوں کے پیچھے نہ جانا
کبھی آنے والوں کا راستہ نہ تکنا
کہ ان جانے والوں کو
آنا نہیں ہے
اسے سب کچھ ختم ہوتا محسوس ہوا تھا۔

●●●●●

صبا کی فون کال پر وہ پریشان سا زارا مجاہد کے ہسپتال میں پہنچا تو وہاں انس پہلے ہی ۔ تھا۔ ساتھ تائی جان اور صبا بھی تھیں۔

''خیریت تو ہے؟'' وہ تیزی سے انس کی طرف بڑھا تو اسے دیکھ کر وہ ہمیشہ کی طرح ہونے لگا۔

''یار! ضحیٰ کی طبیعت اچانک بہت بگڑ گئی ہے ـــــ بی پی خطرناک حد تک لو ہو گیا ہے۔

''کب؟ ـــــ کیسے؟'' اس کی پریشانی فطری تھی۔

''پتہ نہیں ـــــ اتنی خراب حالت میں جانے یونیورسٹی سے گھر تک کیسے آ گئی۔ ٹھنڈ۔ میں نہائی ہوئی، ہاتھ پاؤں بالکل بے جان۔'' صبا نے اسے بتایا تھا۔

پیشانی پر شکنیں لئے وہ انس کے ہمراہ ڈاکٹر کے روم کی طرف بڑھ گیا۔

''اس عمر میں عموماً لڑکیوں کو ذرا ذرا سی بات ذہن پر لینے کی عادت ہوتی ہے۔ ہو سکتا نے بھی پیپرز کی ٹینشن لی ہو۔'' ڈاکٹر زارا مجاہد قدرے مسکرائی تھیں۔ پھر پروفیشنل انداز میں ا

''اب اس کی کنڈیشن بہت بہتر ہے۔ اسے ٹینشن فری رکھیں۔ ورنہ دوبارہ ایسی پرابل ہے۔ آپ اسے گھر لے جا سکتے ہیں۔ تھوڑی سی ویک نیس ہے۔ مگر پراپر کیئر اینڈ ڈائٹ ا۔ فٹ کر دے گی۔''

وہ پتہ نہیں کیا کچھ سوچتا رہا جب کہ انس ڈاکٹر کے ہر لفظ کو بغور سن رہا تھا۔ معید اور صبا۔ سہارا دے کر گاڑی میں بٹھایا تھا۔ معید نے دیکھا چند گھنٹوں میں اس کی ساری شادابی کھیلا گئی تھی۔

وہ بے حد خاموش اور جامد سی تھی۔ یہی بات تائی جان کو بھی پریشان کر رہی تھی۔

''ابھی یہ میڈیسن کے زیر اثر ہے۔ گھر جا کر چند گھنٹوں کی نیند لے گی تو فریش ہو جائے اس کے سُتے ہوئے چہرے پر نظر ڈال کر گاڑی کا دروازہ بند کرتے ہوئے معید نے ا دی تو وہ بھی دوسری طرف سے ہو کر اس کے ساتھ بیٹھ گئیں۔ صبا اس کی گاڑی میں تھی۔

''تم سے کوئی بات نہیں کی اس نے؟'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے معید نے اچٹتی نگا ڈالتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھا تو وہ حیران ہو کر بولی۔

''کیا مطلب؟ ـــــ کیسی بات؟''

''کوئی سی بھی۔ کیا وہ کچھ پریشان تھی آج کل؟'' وہ عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

''پریشان تو نہیں تھی۔ بالکل نہیں۔ صبح بھی بالکل اچھی بھلی پیپر دینے گئی تھی۔ پتہ نہیں اتنی خراب ت کیسے کر لی۔'' وہ خود بھی الجھی ہوئی تھی اور اس کے لہجے سے معید کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ٹ نہیں بول رہی مگر عموماً لڑکیاں ایک دوسرے سے اپنی کوئی بھی پرسنل بات نہیں چھپاتیں۔ اسی کے پیش نظر معید نے کہا۔

''اور بھی کبھی کچھ شیئر نہیں کیا اس نے تم سے؟''

''وہ اپنی ہر بات مجھ سے شیئر کرتی ہے۔'' اس نے تفاخر سے کہا تو قدرے توقف کے بعد معید پوچھا۔

''اور وہ جو پروپوزل تھا، اس کے بارے میں کیا خیال تھا اس کا؟''

ضحیٰ کا ''خیال'' یاد آنے پر وہ قدرے ہچکچائی تھی۔

''وہ رضامند نہیں تھی، کہتی تھی کہ ابھی پڑھنا چاہتی ہے۔''

با کا خیال تھا کہ تائی جان نے ضحیٰ کا پروپوزل اس کے سامنے پیش کر دیا ہو گا۔ تبھی موصوف ضحیٰ ا کا حال جان لینے پر تلے ہوئے ہیں۔

ویسے اس پروپوزل کو لے کر وہ بیمار نہیں پڑی ہو گی۔ وہ تو شکر کر رہی تھی کہ آپ نے اس ل کو ریجیکٹ کر دیا ہے۔'' صبا نے مزید بتا کر اس کے خدشات دور کرنے کی کوشش کی تھی۔

مگر کیوں؟'' وہ بہت دوستانہ انداز میں کچھ اُگلوانے کے موڈ میں تھا۔

وہ تو مجھے پتہ نہیں۔ بس فی الحال وہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔ شاید کچھ سالوں تک۔''

ا کی زبان پھسل گئی تو بے اختیار معید کی طرف دیکھا مگر وہ اس کے الفاظ پر چونکے بغیر ونڈ کے پار نظریں جمائے ہوئے تھا۔

س کی کوئی خاص وجہ؟'' اس نے پوچھا تو صبا کو اندازہ ہوا کہ وہ اتنا بے خبر بھی نہیں جتنا کہ وہ ہو رہی ہے۔

یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ۔'' اس نے صفائی سے کام لیا تھا۔

پرسوچ انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔ صبا نے کنکھیوں سے اس کے تاثرات کا جائزہ لینے کی کوشش ئی اندازہ نہیں لگا پائی تو وہ بھی کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے ضحیٰ سے متعلق سوچنے لگی۔

لے ایک ہفتے میں اس کی حالت بگڑتی، سنبھلتی رہی تھی۔

جان نے مستقلاً جائے نماز سنبھال رکھی تھی۔

ری تو نظر لگ گئی ہے میری ہنستی کھیلتی بچی کو۔''

کے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔ جبکہ تائی کی پریشانی حد سے سوا تھی۔ لے دے کر سب کو پیپرز ہی کی خیال آتا تھا۔

لائق تو ہیں ضحیٰ آپی۔ انہیں پیپرز کی ٹینشن لینے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟'' حمرہ کو اعتراض ہوا

تھا، جو کہ سو فیصدی سچ تھا۔ بہت محنت کئے بغیر بھی وہ اچھا گریڈ لیتی رہی تھی۔
''بھاڑ میں جائے یہ پڑھائی۔ میری بچی! کیوں سر پر سوار کرلیا ہے تم نے اسے؟''
قدرے سنبھلی تو چچی جان نے اسے سینے سے لگا لیا۔
''یہ صرف میری شادی کی ڈیٹ آگے بڑھانا چاہ رہی ہے۔ اور کچھ نہیں۔'' انس
خوض کے بعد اندازہ لگایا تھا۔
''ضحیٰ! اب جلدی سے تندرست ہو جاؤ تا کہ انس کی شادی کی ڈیٹ فکس کی جا
تمہارے پیپرز کی وجہ سے لیٹ ہو رہے تھے، اب تو ان کا بھی ڈر نہیں۔ اگلے سال
نے اپنے مخصوص محبت بھرے انداز میں کہا تو وہ بے جان نظروں سے ان سب کو دیکھنے
جو اس کے اپنے تھے مگر وہ تو سب سے زیادہ اپنا لگتا تھا۔
پھر کہاں چلا گیا وہ؟
زیست کے اس سفر میں کب کہاں وہ کون سا موڑ مڑ گیا، وہ کیوں نہ جان پائی۔

کتنا سہل جانا تھا
خوشبوؤں کو چھو لینا
شام کا ہر اک منظر
گھر میں قید کر لینا
روشنی ستاروں کی
مٹھیوں میں بھر لینا
جگنوؤں کی باتوں سے
پھول جیسے آنگن میں
روشنی سی بھر لینا
اے نظر کی خوش فہمی
اس طرح نہیں ہوتا
تتلیاں پکڑنے کو
دور جانا پڑتا ہے

اس کے اندر سے تکلیف کا شدید احساس اُمڈنے لگا تو اس نے آنکھیں موند کر ا
سبھی سے چھپانے کی سعی کر ڈالی۔ مگر اس کی آنکھوں کے کناروں سے نکلتا پانی کسی
رہا تھا۔
''کم آن ضوئی! ـــــ ہمت پکڑو یار! ہم کون سا پیپرز نہ دینے پر تمہیں ڈانٹنے
عماد نے پاس بیٹھتے ہوئے دلجوئی کی تھی۔
'اتنے سارے محبت کرنے والوں سے ایک شخص کی بے وفائی کا بدلہ کیوں؟' اس

'مگر اتنے سارے محبت کرنے والوں کے ہوتے ہوئے بھی اس دل سے جینے کی امنگ کیوں ختم
ی جاتی ہے؟'
وہ اپنی اندرونی اکھاڑ پچھاڑ سے نڈھال ہو رہی تھی۔
صبا نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔
''اب بس کرو نا ضحیٰ! ذرا بھی مزہ نہیں آ رہا تمہارے بغیر۔''
اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔
اور یہ سب ان کی بے پناہ محبتوں ہی کا اعجاز تھا کہ اس کی طبیعت سنبھلنے لگی تھی۔ اور جب وہ اپنے
خود پر بے حسی کا لبادہ چڑھا چکی تھی تب معید حسن اس کے زخم کریدنے آ موجود ہوا۔
نیم تاریک کمرے میں وہ تکیے سے ٹیک لگائے اپنے بستر پر نیم دراز، گم صم سی تھی۔
معید حسن کی موجودگی کو محسوس کرنے کے باوجود وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ البتہ جب
نے آگے بڑھ کر لائٹ آن کی تب اس نے ناگواری سے ضرور دیکھا تھا۔
''کیسی طبیعت ہے اب تمہاری؟'' وہ یونہی بے تاثر انداز میں اسے دیکھتی رہی تو وہ کرسی گھسیٹ
ں کے بستر کے پاس رکھتے ہوئے بیٹھ گیا۔
''ڈاکٹر کا خیال ہے کہ اب تم بالکل ٹھیک ہو۔ پھر تم نے کیوں بستر سنبھال رکھا ہے؟'' ایک
ی نگاہ ہی میں اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ چند دنوں کی بیماری اس کی ساری دلکشی و شادابی نچوڑ لے
ی۔ ''کس بات کی ٹینشن لے رہی ہو تم؟ ـــــ اطہر کادوانی کا پروپوزل تو ریجیکٹ ہو چکا
''اس نے اپنی بات کہہ کر ضحیٰ کا ردعمل دیکھنا چاہا مگر وہ ہنوز جامد و ساکت بیٹھی تھی۔
'تمہاری وجہ سے سارا گھر ڈسٹرب ہے۔ مگر تمہیں کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ گھر میں تمہیں کسی
سئلے کا سامنا نہیں ہے۔ پھر تم اپنے مسئلے سے ان سب کو کیوں پریشان کر رہی ہو؟'' اب کی بار
نے قدرے سختی سے پوچھا تو وہ جیسے پھٹ پڑی۔
'تم ہر بار مجھ ہی پر کیوں اپنی وکالت کی صلاحیت استعمال کرنے آ جاتے ہو؟''
'کیونکہ تم خود ہی ٹھیک ہونا نہیں چاہتیں۔ اور یہ بھی کہ تمہیں صرف اپنی پرواہ ہے، نہ کسی کی
ا کی اور نہ ڈسٹربنس کی۔'' وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔
میں نے کسی کو ڈسٹرب ہونے کو نہیں کہا ہے۔ اور تم ـــــ خدا کے لئے معید! مجھے اکیلا چھوڑ
' جیسے دنیا بھر سے اُکتا کر بولی تھی۔
بھی تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے دل میں اکیلا رہنے کی خواہش کیوں پیدا ہونے لگی
وہ اب بھی بہت نرم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ مگر اس سوال کے جواب میں ضحیٰ کے لئے خود پر قابو
ل ہونے لگا تھا۔
معید حسن! یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔'' سیدھی ہو کر بیٹھتے ہوئے وہ بہت تلخی سے بولی تو انداز

ایسا ہی تھا جیسے اسے دفع ہو جانے کو کہہ رہی ہو۔ مگر اس کی آواز میں اُتری نمی معید سے مخفی سکی تھی۔

"ایک ہی چھت تلے رہتے ہوئے ایسی باتیں مضحکہ خیز لگتی ہیں ضحیٰ میر!" وہ جیسے اس کی بات سے لطف لیتے ہوئے مسکرایا تھا۔ پھر اسے یاد دلانے والے انداز میں بولا۔

"اور پھر تم نے خود ہی تو مجھ سے مدد طلب کی تھی کبھی۔"

"مجھے نہ تو کسی مدد کی ضرورت ہے اور نہ ہی کوئی توقع ہے کسی مدد کی۔" وہ چیخ اٹھی تھی۔ مگر اس کے غصے کی پرواہ کئے بغیر اطمینان سے بولا۔

"کیا بات ہوئی ہے تمہاری عمر سے؟"

اس کے دل کی تاروں پر بہت اوچھا ہاتھ پڑا تھا۔

یہ نام، یہ سوال ——

کتنے ہی دن لگے تھے اسے اس ٹینشن سے آزاد ہونے میں۔ اور جب بہ دقت تمام کرچی کرچی وجود کو سمیٹ کر زندگی کی طرف لوٹنے لگی تھی تو یہ سوال پھر اپنی پوری سفا کی کے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

اشتعال کی شدید لہر پر ایک پل ہی میں بے چارگی اور بے بسی حاوی ہو گئی تھی۔

"کچھ نہیں کہا اس نے —— کچھ بھی نہیں۔" اس نے شکستہ انداز میں کہتے ہوئے گھٹنوں بازو لپیٹ لئے۔

اس کی آنکھوں میں چمکتی نمی اور لب و لہجے کی آزردگی معید کے لئے بہت چونکا دینے والی تھی۔

"میری پریشانی، میرا دردِ سر ہے۔ مجھے تم سے کسی بھی قسم کی مدد نہیں چاہئے۔ میں اپنے حل کر سکتی ہوں۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔

معید نے جانچتی نظروں سے اس کی سپید پڑتی رنگت دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم جس مسئلے میں اُلجھی ہو وہ صرف تم پر چھوڑ دینے والا نہیں ہے اور نہ ہی میں تمہیں وقوفانہ فیصلہ کرنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔" اس کا انداز سراسر سمجھانے والا تھا۔ مگر جانے نے اس کے دل پر اتنا شدید اثر کیا تھا کہ وہ اس پر الٹ پڑی۔

"ہر کوئی اپنے مسئلے کو اپنی پسند اور مرضی سے حل کرتا ہے۔ تم مردوں کے پاس عقل کی اتارنی نہیں ہے کہ عقل مندانہ فیصلے صرف تمہی کر سکتے ہو۔ کیا لڑکیوں کا اپنی زندگی پر اتنا بھی ہوتا کہ وہ خود سے متعلق ایک بھی فیصلہ کر سکیں۔ تم لوگ —— تم لوگ فیصلہ کرتے ہوئے صرف اپنی ذات کو مدِنظر رکھتے ہو۔ اپنی پسند، اپنی مرضی، اپنی ترجیحات۔ باقی ہر شے، ہر انسان بے وقعت ہے تم لوگوں کے لئے۔ تم لوگوں کا فیصلہ کسی کی زندگی پر کیا اثر ڈالتا ہے، تمہیں کچھ غرض نہیں ہوتی۔ مگر میری نظر میں تم لوگ بزدل ہو —— بزدل۔" اس کا غصہ

اشتعال کی حدود کو چھونے لگا تو ہسٹریائی کیفیت کا شکار ہوتے ہوئے وہ یکلخت ہی چیخنے لگی۔

ہاتھ مار کر اس نے سائیڈ ٹیبل پر دھرا پانی سے بھرا جگ بھی زمین پر گرا دیا تھا۔

اس کے اس قدر غیر متوقع مگر شدید ردِعمل پر مضبوط اعصاب کا مالک معید حسن بھی گڑبڑا گیا تھا۔ اس پر مستزاد دروازہ کھول کر جانے کون اندر آ گیا تو وہ اپنی پوزیشن آکورڈ محسوس کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔ معید کے اندر اشتعال کی شدید لہر اٹھی تھی جس کے زیرِ اثر اس نے کسی کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے جھک کر اس کا بازو ہاتھ میں جکڑا اور ایک بھرپور تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔

معید کا ردِعمل اس قدر غیر متوقع تھا کہ سبھی نفوس بے یقینی کے عالم میں کھڑے رہ گئے تھے۔

"یہ —— کیا ہو رہا ہے معید؟"

تائی جان کو سب سے پہلے ہوش آیا تو انہوں نے تڑپ کر آگے بڑھتے ہوئے ضحیٰ کو سینے سے لگایا جو ہسٹریائی کیفیت سے نکلنے کے بعد اب رونے لگی تھی۔

"آئی ایم سوری! مگر یہ بالکل پاگل ہو رہی تھی۔ اور اسے حواس میں لانے کا یہ واحد حل تھا۔"

وہ فوراً ہی اپنے آپ کو سنبھال گیا تھا۔ اس قدر پُرسکون انداز میں اپنی غلط حرکت کی توجیہہ پیش کی کہ سبھی کے خدشات رفع ہو گئے۔

"جانے کیا ہو گیا ہے میری بچی کو۔" چچی جان بھی رونے لگی تھیں۔

"ٹھیک ہو جائے گی یہ۔ لڑکیوں کی عادت ہوتی ہے۔ ذرا ذرا سی بات کو ٹینشن بنا کر یونہی بستر سے لگ جاتی ہیں۔"

سلگتی نگاہ تائی جان کے سینے میں منہ چھپائے بیٹھی ضحیٰ پر ڈالتے ہوئے وہ صبا کی طرف پلٹا تھا۔

"اسے ایک ٹیبلٹ دو تاکہ اس کے اعصاب پُرسکون ہوں۔ ورنہ بات بے بات یونہی چلاتی رہے گی۔"

اسی اطمینان سے مشورہ دیتا وہ کمرے سے نکل گیا۔ وہ ضحیٰ کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

ذلت کا احساس رگوں کو کاٹنے لگا تو وہ پھر رونے لگی۔

●●●●●

"اوہو —— سہانی شام انجوائے کی جا رہی ہے۔"

وہ شاور لے کر باہر آیا تو وہ سب لان میں موجود تھیں۔ موسم کافی خوشگوار تھا اس لئے نگین اور ادینہ نے شام کی چائے کا انتظام لان میں کر رکھا تھا۔

"تمہیں کس نے روکا ہے؟ —— تم بھی آ کر انجوائے کرو۔" ادینہ نے اس کے لئے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے دعوت دی تو وہ اس کے ساتھ والی کرسی پر آ بیٹھا۔

"وہ تو میں کروں گا ہی —— گرمی کے موسم میں اگر کبھی ایسی شام آئے تو اس کو انجوائے نہ کرنے والا بدذوق نہیں بلکہ گناہ گار ہوتا ہے۔" اس نے ادینہ کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔

"یہ کباب بھی لیں۔ میں نے نئے طریقے سے بنائے ہیں۔" تگین نے پُرشوق انداز میں ہوئے کبابوں والی پلیٹ نوفل کے سامنے کی تو اس نے بھنوؤں کو خفیف سی جنبش دے کر مسکرا ہوئے ایک کباب اٹھالیا۔ اس کے کباب ختم ہونے تک تگین اسے امید بھری نظروں سے دیکھ تھی۔ توقع تو یہی تھی کہ اب وہ تعریف کرے گا۔

"کیسا تھا؟" اشتیاق سے پوچھا تو وہ منہ بنا کر بولا۔

"ویسا ہی، جیسا پہلے ہوتا ہے۔"

"کیا؟ ___ یعنی آپ کو کوئی فرق ہی محسوس نہیں ہوا؟" اسے سخت صدمہ پہنچا تھا۔

"نہیں ___ فرق تو ہے۔" وہ ایک اور کباب اٹھا کر دیکھتے ہوئے مسکراہٹ دبا کر سادگی بولا۔ "پہلے تم اسے گول شیپ میں بناتی تھیں، اب چوکور بنایا ہے۔"

"آپ ___" وہ دانت پیس کر رہ گئی تو وہ ہنسنے لگا۔

"یونہی مذاق کر رہا ہے نگی! ___ میں نے کہا نا، بہت اچھے بنے ہیں۔" صالحہ بیگم نے اس دی تھی۔

"نگی! بے فکر رہو۔ تمہاری شادی تک تم کوکنگ میں پرفیکٹ ہو جاؤ گی۔" ادینہ نے بھی پچکارا تو وہ نوفل کی ہنسی پر کھسیاہٹ کا شکار ہونے لگی۔

"جی نہیں ___ میں اس لئے نہیں سیکھ رہی یہ سب۔"

"ہاں جی، سسرال میں تو یہ بھوک ہڑتال کرائیں گی۔" نوفل نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ تو بس میری سسرال کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔" تگین زچ آ گئی تھی۔

"ویل سیڈ۔" نوفل بے ساختہ مسکرایا تھا۔ ایک چاند سا چہرہ ذہن کے فلک پر اپنی تابانی بکھیر لگا تھا۔

"تم بھی چلو نوفل! انس کی طرف جانے کا پروگرام بنایا ہے میں نے۔" صالحہ بیگم کو یاد آ گیا تھا۔

"وہ کس خوشی میں؟" اپنے اندر امڈتے ہلکے پھلکے مگر خوشگوار سے احساس کے تحت مسکراتے ہوئے اس نے پوچھا تو وہ بولیں۔

"وہ جو بچی ہے نا ضحٰی، اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی ___ میں نے سوچا کہ اس کی عیادت ہو جائے گی اور اسی بہانے ان لوگوں سے بھی مل لیا جائے گا۔"

"میرا وہاں کیا کام ہو گا؟" اس نے اپنی غیر دلچسپی ظاہر کرنا چاہی تھی۔

"کام کیوں نہیں ہو گا بھلا؟ ___ بہن کی شادی ہو رہی ہے اس گھر میں۔ بہنوئی کے ساتھ اٹھو بیٹھو گے تو دوستی بڑھے گی۔ اس کی عادت وغیرہ کا اندازہ ہو جائے گا۔" کم گو سی زرینہ بیگم اسے سمجھایا تھا۔

"جی پھپھو! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔" وہ بہت تابعداری سے بولا تھا۔

"تو پھر کل ٹھیک رہے گا۔" صالحہ بیگم نے اطمینان سے کہا تھا۔

"ممانی جان! اب نوفل کا بھی کوئی بندوبست کریں۔ بہت پھر لیا اس نے اِدھر اُدھر۔" ادینہ نے اچانک ہی ایک نیا باب کھول دیا تھا۔

"کیوں بھئی، میں یوں آزاد اور خوش وخرم تمہیں اچھا نہیں لگ رہا؟" نوفل کا موڈ بہت خوش گوار ہو گیا تھا۔ ادینہ کو حیرت کے ساتھ ہلکی سی بے چینی نے بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس سے پہلے وہ اپنی شادی کے تذکرے کو ہمیشہ گول مول انداز میں بات کر کے ٹال دیتا تھا۔

"میں تو کہہ رہی تھی کہ نگی کے ساتھ ہی اس کی بھی شادی کر دوں۔ مگر یہ لڑکا مانے تو نا۔" صالحہ بیگم نے پیار سے نوفل کو دیکھا تو وہ دو گھونٹ بھر کر کپ خالی کرتے ہوئے مسکرا دیا۔ پھر شریر لہجے میں بولا۔

"پہلے اس کو تو رخصت ہو لینے دیں۔ چار دن سکھ کا سانس لیں پھر کسی بولنے والے طوطے کو لے آئیں گے۔"

"طوطا یا طوطی ___؟" تگین نے طنزاً پوچھا تھا۔

"چلو، جو تم کہو گی، لے آئیں گے۔" اس نے بے نیازی سے کہا تو صالحہ بیگم ہنس دیں۔

"واقعی بھابی! اب تو نوفل کے لئے بھی کوئی لڑکی ڈھونی چاہئے۔" زرینہ بیگم نے بھی مشورہ دیا تھا۔

"میں تو آج ہی اس کی شادی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ راضی تو ہو۔" انہوں نے کہا تو وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"میں تو راضی ہی راضی ہوں۔"

"خیریت تو ہے نوفل بھائی! ___ کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" تگین کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

"بھئی ہم بھی تو سنیں۔ کون ہے وہ خوش نصیب؟" ادینہ کے دل میں دھکڑ پکڑ ہونے لگی تھی۔ سب کی سنتے ہوئے وہ ہنس دیا تھا۔

"آپ لوگوں کو تو بس ایک بات ملنی چاہئے۔ فوراً اس کو بنیاد بنا کر خوابوں کا محل تیار کر لیتی ہیں۔"

"یہ بہت فضول شخص ہے ممانی جان! اسے چھوڑیں، آپ یہ بتائیں کہ انس کی طرف کب جانا ہے؟" ادینہ نے جانے کس بات کے کھل جانے کے خوف سے فوراً موضوع بدل دیا تھا۔

"کل چلے چلتے ہیں۔ یا پھر نوفل! جب تم فارغ ہو۔" صالحہ بیگم نے کہا تو وہ بولا۔

"کل ہی ٹھیک ہے۔ بس ٹائم آپ بتا دیں۔"

"شام کو چلے چلیں گے۔" زرینہ بیگم نے کہا تو سب متفق ہو گئے۔

●●●●●

"تگین بھابی کے گھر والے آ چکے ہیں۔" حمرہ نے آ کر پُرجوش انداز میں اطلاع دی تھی۔

"انس بھائی بھی موجود ہیں یا نہیں؟" ضحٰی نے پوچھا تو صبا ہنسی۔

"وہ تو سرِ شام ہی سے موجود ہیں۔"

"چلیں نا آپ بھی۔ امی بلا رہی ہیں۔" حمرہ نے پیغام رسانی کی تھی۔

"میں تو بیمار ہوں۔ مجھے تو یہیں آ کر مل لیں۔" ضحیٰ نے طمانیت سے کہتے ہوئے چادر تا

"بکواس نہیں کرو —— بالکل ٹھیک ٹھاک ہو تم۔ چلو میرے ساتھ۔" صبا نے اسے دکھائی تھیں۔

"جلدی کریں نا۔ میں تو صرف کولڈ ڈرنکس سرو کر کے آئی ہوں۔" حمرہ دروازے بڑھتے ہوئے بولی تو صبا نے اسے تسلی دیتے ہوئے روانہ کر دیا۔

"چلو، اب اٹھ بھی جاؤ ضوئی!" صبا نے اسے اشارہ کیا تھا۔

"میں نہیں جا رہی صبا! پلیز۔" اس نے اُکتاہٹ آمیز لہجے میں کہا تھا۔

خود کو بہت سنبھال لینے کے باوجود دل و دماغ ابھی تک اس حادثے کو بھول نہیں پائے

ہاں —— ایک حادثہ ہی تو لگتا تھا سب۔

وہ مہکتی صبحیں، نگار شامیں۔ پھر کیسی خوف ناک آندھی چلی تھی جس نے سب کچھ ملیا کے رکھ دیا تھا۔

اتنے محبت کرنے والوں کی خاطر اپنے چہرے پر خوشی و طمانیت کا ماسک چڑھانے تنہائی اب بھی آزار جان تھی۔

جب ساری آوازیں اپنے اپنے کمروں میں سو جاتیں تو دکھ اپنی پوری طاقت کے ساتھ کو شکست و ریخت سے ہمکنار کرنے آ موجود ہوتے۔ تب خود کو نئے سرے سے سمیٹنے اور وقت طلب کام کرتے ہوئے اس کی توانائیاں جواب دینے لگتیں۔

مگر جینا تو پڑتا ہے نا۔

"کتنا برا لگے گا ضوئی! وہ لوگ کیا سوچیں گے؟" صبا نے اسے شرمندہ کرنا چاہا تھا۔

"خیریت تو ہے نا صبا! وہاں ایسا کون آ گیا ہے جو تم جانے سے ہچکچا رہی ہو؟" ضحیٰ کو آیا تھا۔ معنی خیزی سے پوچھا تو اس نے صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہا۔

"قسم لے لو جو مجھے خبر بھی ہو کہ کون کون آیا ہے۔ میں تو یونہی کہہ رہی تھی۔"

"تو پھر جا کر ڈرائنگ روم میں دیکھو۔ اگر نوفل احمد بھی آیا ہو تو سمجھ لینا کہ کچھ گڑبڑ نے طمانیت سے کہا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"یہی کہ وہ بندہ تم میں انٹرسٹڈ ہے۔" ضحیٰ نے آرام سے کہہ دیا تو وہ بھونچکی رہ گئی۔ پیٹتے ہوئے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔

"بہت گھٹیا سوچ ہے تمہاری ضوئی!" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"نہ مانو۔ مگر تم دیکھ لینا، ایسا ہوگا ضرور۔" ضحیٰ ہنسی تو وہ نروٹھے انداز میں بولی۔

"سب کا دماغ تمہارے جیسا خراب نہیں ہوتا۔"

"اب جا کہاں رہی ہو؟" ضحیٰ کو اس کی خفگی لطف دے رہی تھی۔

"میں جا کر معزز مہمانوں کو بتاؤں گی کہ جس کے لئے وہ آئے ہیں وہ یہاں ان کا بے تابی سے انتظار کر رہی ہے۔" وہ چڑ کر بولی تھی۔

"ہاں ہاں —— کیوں نہیں ——" وہ شاہانہ انداز میں بولی تو دروازے کے قریب جا کر کچھ سوچ کر واپس پلٹتے ہوئے اس نے شرارت سے کہا۔

"نوفل احمد کو بھی بتاؤں گی۔ وہ بھی تو اسپیشلی تمہاری خاطر آیا ہوگا۔"

"صبا ——!" اس کے دانت کچکچانے پر وہ ہنستی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہونے کے لئے اسے اپنی ہمت مجتمع کرنا پڑی تھی۔ نوفل اور انس کی آوازیں صاف پہچانی جا رہی تھیں۔

اندر داخل ہوتے ہی اس نے بنا کسی کی طرف دیکھے سلام کر دیا تو فطری طور پر سب اپنی باتیں چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"وعلیکم السلام۔" صالحہ بیگم نے اس کے جھکے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرنے کے ساتھ اس کی پیشانی چوم لی تھی۔

وہ زرینہ بیگم اور ادینہ سے ملنے کے بعد ادینہ کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔ انس کے ساتھ محوِ گفتگو نوفل نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔ بالکل سامنے ہی تو وہ بیٹھی تھی۔ کچھ اُلجھی، کچھ گھبرائی ہوئی سی۔

اس کے ذہن میں پچھلی دو ملاقاتیں گھوم گئیں تو ہلکی سی مسکراہٹ نے لبوں کو چھو لیا۔

"بھئی اب ضحیٰ بیٹی سے بھی مل لیا جائے۔ کہیں وہ ناراض ہی نہ ہو جائے کہ ملنے مجھ سے آئے تھے اور گپیں لگا کر رخصت ہو گئے۔"

نوفل اور انس وہیں بیٹھے رہ گئے۔ باقی سب ضحیٰ کے کمرے میں چلے گئے تھے۔

حمرہ کو صبا نے مدد کے خیال سے کچن میں کھینچ لیا تھا۔ شام کی چائے کا انتظام تو ظاہر ہے کہ بہت مزین ہونا چاہیے تھا۔

"اب تو ضحیٰ کے ایگزیمز کی فکر بھی نہیں رہی۔ میں نے تو ان سے کہہ دیا ہے کہ انس کی شادی کی تاریخ طے کر دیں۔ کچھ رونق میلہ تو لگے۔" تائی جان نے کہا تو کسی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ضحیٰ نے شکایتی انداز میں کہا۔

"صاف لگ رہا ہے کہ مجھے انس بھائی کی بددعائیں لگی ہیں۔"

صالحہ بیگم ہنس دیں۔ پھر بولیں۔

"آپا! آپ لوگ جب جی چاہے آئیں۔ آپ کا اپنا گھر ہے۔ آپ کی طرح میرے گھر کی بھی خوشی ہے۔ اس لئے ہمیں بھی اس کا اتنا ہی انتظار ہے جتنا کہ آپ کو۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے —— میں ان سے کنفرم کر کے فون پر آپ کو بتا دوں گی۔ ہم لوگ تاریخ

لینے آجائیں گے۔" تائی جان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

"یہ صحیح رہی ـــــ آئے ضحیٰ کی عیادت کو تھے اور ایک نئی مہم سر کر کے جا رہے ہیں" ادینہ نے تبصرہ کیا تھا۔

"میرے دل کو تو ابھی سے نگی کی جدائی کے خیال سے کچھ ہونے لگا ہے۔" صالحہ بیگم سیٹ کی پشت پر سر ٹیکتے ہوئے آزردگی سے کہا تو نوفل نے گاڑی کی رفتار کم کرتے ہوئے ا پر بازو دراز کر دیا۔

"جانے دیں نا اسے۔ ہم اس سے اچھی ایک اور لے آئیں گے۔" وہ شرارت سے ہنسی آگئی۔

"مانتے تو ہو نہیں تم۔ آ کہاں سے جائے گی؟"

"آپ بس اس کی باتیں سنتی رہا کریں ممانی جان! ـــــ یہ صرف باتوں میں ہی وہ کیا کہتے ہیں، گفتار کا غازی۔" ادینہ نے طنز کیا تو وہ بیک مرر میں اس کو ایک نظر دیکھ کر بولا۔

"اب اتنا بھی سیدھا سادھا نہیں ہوں میں جتنا تم مجھے سمجھتی ہو۔"

اس کے لب و لہجے کی کھنک ادینہ کو ذرا بھی نہیں بھا رہی تھی۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اس نے نوفل کی نگاہ کو از حد وارفتگی کے ساتھ صبا کے چہرے کیا تھا اور وہ نگاہ کئی پل اس کے چہرے پر جمی رہی تھی۔ جواب میں صبا کی گھبراہٹ اور ان جذبات و احساسات سے نابلد تو نہیں تھی کہ نظر انداز کر دیتی۔

اس کے دل و دماغ میں خطرے کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے نوفل احمد کے ہر ایک نگاہ سے جائزہ لینا شروع کر دیا۔ چائے کے دوران وہ باتیں تو معید اور انس سے کر رہا نگاہ بھٹک بھٹک کر صبا کی طرف جا رہی تھی۔ ایک ژالے آفریدی کیا کم تھی جواب یہ صبا وہ اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔ حیرت بھی تھی کہ نوفل احمد کبھی اتنا دل پھینک تو نہیں کسی لڑکی کو دیکھے جاتا۔ تو پھر یہ کیا تھا؟ ـــــ اس سے آگے ہر سوچ کی ادینہ نے کے ساتھ نفی کر دی تھی۔

'نوفل احمد میرا ہے ـــــ صرف میرا' اس نے تنفر سے سوچا تھا۔

"میں تو کہتی ہوں کہ تم بھی کوئی لڑکی پسند کر لو تا کہ نگی کے ساتھ ہی تمہاری شادی میرا گھر تو سُونا نہ ہو۔" صالحہ بیگم آزردگی سے کہہ رہی تھیں۔

"مجھے کون سا لڑکی پسند کرنے کے لئے میلوں دور جانا ہے۔ اور پھر مما جان! یہ گھر میں۔ پھر کیسی تنہائی اور سُونا پن؟" وہ بڑی ہوشیاری سے بات پلٹ گیا تو صالحہ بیگم بھر کے رہ گئیں۔ جب کہ الٹی سیدھی سوچوں کا شکار ہوتی ادینہ کے دل کی کلی کھل سی گئی۔

کیا وہ اشارہ دے رہا تھا؟

اس نے دل ہی دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ اب وہ نوفل احمد کے حواس پر اس طرح سے چھا جائے گی کہ اسے کسی اور طرف دیکھنے یا کچھ اور سوچنے کی مہلت ہی نہیں ملے گی۔

●●●●●

معید چائے کی طلب سے بے چین ہو کر کچن میں آیا تو ضحیٰ کو پہلے سے وہاں سینڈوچز بنانے میں مصروف دیکھ کر اسی سے فرمائش کر ڈالی۔ ضحیٰ کے اندر تک جیسے کڑواہٹ بھر گئی۔ جب سے اس نے تھپڑ مارا تب سے اب تک ضحیٰ کا اس سے آج سامنا ہو رہا تھا۔

"میں فارغ نہیں ہوں۔" اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے سرد مہری سے کہا تو اس کے تنے ہوئے نقوش پر ایک نظر ڈالتے ہوئے وہ دوستانہ انداز میں بولا۔

"آئی ایم سوری فار دیٹ ضحیٰ! مگر تمہاری حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔"

"بہت اچھا علاج کیا تھا تم نے۔" وہ پھر اہانت کا شکار ہونے لگی۔ بایاں گال تو اب بھی سلگتا رہتا تھا۔

"تمہارا بی ہیویئر ہی ایسا تھا کہ......" وہ کچھ کہنے لگا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"مجھے تمہاری ایکسکیوز می کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے درمیان ایسا کوئی تعلق ہے۔" وہ بہت بدتمیزانہ خودسری سے بولی تو لحظہ بھر کو چپ ہو جانے کے بعد وہ نرمی سے بولا۔

"تمہارے کہہ دینے سے تعلق ختم نہیں ہو جائے گا۔ بہرحال میں تم سے کہہ چکا ہوں، ایکسپٹ کرنا یا نہ کرنا تمہارا اپنا فعل ہے۔"

"ہنہ ـــــ" وہ ریڈ لائٹ آن ہونے پر سینڈوچ میکر کھولنے لگی۔ معید حسن کی موجودگی اسے زہر لگ رہی تھی۔

"تم نے اپنی آئندہ زندگی سے متعلق کیا سوچا ہے؟" اس کا سوال بہت غیر متوقع تھا۔

ضحیٰ کو لگا جیسے اس کے دل میں کسی نے بھالا دے مارا ہو۔

"تمہیں اس سے کیا مطلب ہے؟" وہ مشتعل سی اس کی طرف پلٹی تھی۔

"کیونکہ اس بات سے صرف میں ہی واقف ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ اس بے خبری کے باوجود تمہیں کوئی غلط فیصلہ کرنے کا اختیار ملے۔" وہ اطمینان سے بولا تو وہ چیخ کر رہ گئی۔

"میں ایسی آوارہ نہیں ہوں۔"

"بی ہیو ضحیٰ!" وہ یکلخت ہی پھنکار اٹھا تھا۔

"تو میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے تم؟" اس کی آواز اونچی ہونے لگی تھی۔

"کیوں ـــــ لاوارث نہیں ہو تم جو تمہیں یوں آزاد چھوڑ دیا جائے۔" وہ اب بھی اسی انداز میں بول رہا تھا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔ میں وہی کروں گی جو میرے لئے بہتر ہو گا۔"

وہ اس کے غصیلے انداز کے آگے مدھم پڑ گئی مگر لب و لہجے کی سرد مہری ابھی بھی برقرار تھی۔

''مگر میں یہ پوچھنے کا اختیار رکھتا ہوں کہ تم نے اپنے مستقبل کے لئے کیا فیصلہ کیا میں تمہاری خاطر جھوٹ بول کر اطہر کادوانی کا پروپوزل ریجیکٹ کر چکا ہوں۔'' وہ غصے میں بولا تھا۔

''تو نہ کرتے یہ احسان مجھ پر۔'' وہ تنک کر بولی تھی۔ معید نے تلخی سے کہا۔

''تمہیں شاید یاد نہیں کہ تمہی نے مجھ سے مدد مانگی تھی وگرنہ مجھے ایسے الٹے کاموا ڈالنے کا کوئی شوق نہیں۔''

ضحیٰ کی رنگت خجالت کے مارے تمتما اٹھی تھی۔

''تو نہ کرتے اتنا احسان۔ اس سے پہلے کون سا تم نے میری کسی معاملے میں مدد کی کی آڑ میں شرمساری کو چھپانا چاہا۔

ایک محبت ہی تو اس کا جرم بن گئی تھی۔

اور محبت بھی کیا، ناکام محبت ـــــ

''بہرحال جو تم نے اپنے متعلق سوچا ہے میں وہ جاننا چاہتا ہوں۔'' معید اپنے لہجے بمشکل قابو پا سکا تھا۔

''مگر کیوں؟'' وہ بے حد ناگواری سے بولی تو وہ دانتوں پر دانت جما کر غصے سے بولا

''کیونکہ میری اطلاع کے مطابق عمر کاظمی دو سالوں کے لئے جرمنی جا چکا ہے۔ اس اپنے لئے تو ضرور کچھ سوچ رکھا ہوگا تو وہ ''کچھ'' اپنی امی جان کو بھی بتا دینا تاکہ وہ تم آنے والے پروپوزلز کو مناسب الفاظ میں رد کر سکیں۔'' وہ کہہ کر وہاں رکا نہیں تھا۔

ضحیٰ جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی تھی۔ یہ کیسا دھماکا کر کے گیا تھا وہ۔

اسے اپنے وجود کے پرخچے اُڑتے محسوس ہوئے تھے اور یہ خیال اس قدر پاورفل تھا کہ وہ اپنے ساکت وجود کو ہاتھ سے چھو کر محسوس کر بیٹھی۔ ٹانگوں نے وجود کا بوجھ سنبھالنے دی تو وہ لڑکھڑا کر اسٹول پر بیٹھ گئی۔ آنکھوں سے بے اختیار سیل رواں ہو گیا۔

'تو عمر کاظمی! ـــــ اب یقینی جدائی بھی دے گئے ہو۔

مگر نہیں ـــــ یہ سانسیں، یہ دھڑکن تو چل رہی ہے۔

ان کا چلنا تو تم سے مشروط تھا عمر! ـــــ تو کیا میری محبت ہی میں کچھ کمی رہ گئی تھی؟

یہ سانسیں، یہ دھڑکنیں کیوں نہیں رک گئیں؟'

ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ بری طرح رو دی تھی۔

●●●●●

وہ بے یقینی کی کیفیت میں ساکت و جامد بیٹھی تھی۔

ابھی ابھی تو نگین بہت پُرجوش سی اسے بتا کر گئی تھی۔

''نوفل بھائی شادی کے لئے مان گئے ہیں۔ کس قدر گھنے ہیں کہ گھر کی لڑکی کو پسند

کبھی اشارہ تک نہیں دیا۔ آج اتنے آرام سے مجھے کہہ دیا کہ امی سے کہہ دینا کہ مجھے شادی سے کوئی انکار نہیں۔ مگر لڑکی صبا ہونی چاہئے۔''

وہ جو 'گھر کی لڑکی' جیسے مستند حوالے پر ہواؤں میں اُڑنے لگی تھی، بے یقینی سے نگین کو دیکھنے لگی۔

''ک......کون......؟'' پھر سے پوچھا۔

''صبا ـــــ یار! میری نند۔ اور کون؟ ـــــ امی تو جی جان سے راضی ہیں۔'' وہ بے فکری سے کھلکھلائی تھی۔

اور اب

ادینہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہر شے کو تہس نہس کر کے رکھ دے۔

''ہم تو بس یہاں نوکر بن کر انیکسی میں رہ رہے ہیں۔ گھر سنبھال لیں، سارے انتظامات دیکھیں اور اتنا بڑا فیصلہ کرتے وقت کسی نے بتانا بھی گوارا نہیں کیا۔''

دل میں ایک تیر سا گڑ کے رہ گیا تھا۔ وہ خوامخواہ ہی ژالے پر شک کرتی رہی تھی۔ نوفل نے خود کہا ہے صبا کے لئے۔ نوفل کی خواہش ہے۔

'اُف ـــــ' اس نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

''چلو دفع کرو۔ مٹی ڈالو اب اس قصے پر۔'' زرینہ بیگم سے اس کا تپنا، سلگنا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔

''کب سے میں آپ سے کہہ رہی ہوں کہ ممانی جان سے اشارتاً میری اور نوفل کی بات کر لیں مگر آپ کو عقل نہیں آئی۔ آج جب سب کچھ ہاتھوں سے نکل گیا ہے تو مٹی ڈالنے کے مشورے دے رہی ہیں۔'' وہ غصے میں بہت بدلحاظ ہو جاتی تھی۔ اب بھی ان پر الٹ پڑی۔

''ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں نگی کی منگنی کو۔ مجھے کیا خبر تھی کہ نوفل بھی اتنی جلدی شادی کے لئے راضی ہو جائے گا۔'' وہ کمزور لہجے میں اپنی صفائی پیش کرنے لگیں۔

''پتہ نہیں اندر ہی اندر کب سے کھچڑی پک رہی تھی۔ ہمیں تو بس اپنی اپاہج ماں کی خدمت کے لئے رکھا ہوا ہے۔'' وہ سخت طیش میں تھی۔

''پہلے تو کبھی کسی نے اس بات کا اشارہ تک نہیں دیا۔ اور اب واقعی اتنی اچانک سب کچھ طے کر لیا۔'' زرینہ بیگم کا ذہن بیٹی کی طرح کام نہیں کرتا تھا۔ اب بھی متاسفانہ انداز میں سادگی سے بولیں تو اس نے دانت پیسے۔

''آپ کو میں نے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ آنکھیں اور کان کھلے رکھا کریں۔ مگر آپ نے کبھی دھیان دیا ہو تب نا۔''

''میں تو اسی آس میں رہی کہ اس بار بھابی ہی میرا بوجھ ہلکا کریں گی۔ مگر ان لوگوں نے تو اپنی سوچوں کی بھنک تک نہیں پڑنے دی۔'' وہ متاسفانہ انداز میں بولیں۔ پھر سارا الزام اسی پر دھر دیا۔

''تمہاری ہی غلطی ہے ساری۔ اچھی بھلی وہ شادی کے لئے تیار بیٹھی تھی۔ تمہی نے سارا بیڑہ غرق کر دیا۔ اپنا بھی اور اپنی زندگی کا بھی۔ نوفل کون سا ساری زندگی کے لئے امریکہ جا بیٹھا تھا۔ لے

کے اس کنگلے خلیل الرحمٰن کو پسند کرلیا۔ کیا نتیجہ نکلا اس پسند کی شادی کا؟ ـــــ سال بھ
داغ پیشانی پر سجا کر گھر بیٹھ گئیں۔ اب نوفل کیا خاک دھیان کرتا تمہارا؟"

ماں کی باتیں سچی سہی مگر ادینہ کو تلملانے پر مجبور کر گئیں۔

"تو میرا کیا بگڑ گیا ہے اس شادی اور طلاق سے؟ اس صبا سے تو اچھی ہی ہوں۔"
سے کہا تو زرینہ بیگم نے آہ سی بھری۔

"مگر بات تو نوفل کے دل کی تھی نا۔"

من پسند چیز کے ہاتھ سے نکلنے کے خیال سے ادینہ کو پھر کچھ ہونے لگا۔

"یہ نوفل بھی بڑا کمینہ نکلا۔ اتنا خیال رکھتا تھا میرا، مجھے تو کبھی اپنے قابو سے باہر
نہیں اس کا دل صبا پر کیسے پھسل پڑا۔"

"اتنا ہی قابو میں لگ رہا تھا تو دل کی بات بھی اس کو بتا دی ہوتی۔ یہ دن تو نہ
زرینہ بیگم چڑ گئی تھیں۔

"آپ تو بس خاموش ہی رہیں۔ کوئی ڈھنگ کا کام تو آج تک ہو نہیں سکا آپ سے
مائیں ہوتی ہیں اولاد کی آنکھ کا اشارہ تک سمجھنے والی۔" اس کی رگوں میں تو جیسے زہر دوڑ را

"چلو، تم نے تو ڈھنگ کا کام کرلیا نا۔" انہوں نے اس کا طنز بڑے تحمل سے برداشت

"پہلے نہیں کیا تھا تو اب کرلوں گی۔"

وہ نوفل کے لئے دیوانی ہو رہی تھی۔ ایک بار تو اسے اپنی بے وقوفی کے ہاتھوں گنوا
اب تو اس کی ہر آس اور امید نوفل ہی سے جڑی ہوئی تھی۔ اسے کیسے ہاتھ سے جانے دی

"اب کیا کرو گی تم؟ ـــــ وہ تو تگین کے ساتھ ہی نوفل کو بھی نمٹانے کے لئے تیار
زرینہ بیگم نے اسے اطلاع بہم پہنچائی جس نے اندر بھڑکتی آگ میں مزید اضافہ کیا تھا۔

"وہ جانتا نہیں ہے مجھے۔ اس گھر میں کوئی اور قدم رکھ کے تو دیکھے۔ اور اس صبا
چوتھے ہی روز میں نے طلاق نہ دلوائی تو کہئے گا۔"

نفرت نے اس کا چہرہ بگاڑ دیا تھا۔ زرینہ بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

یہ گرما گرمی شاید ابھی کافی دیر جاری رہتی مگر باہر سے تگین کے پکارنے کی آواز آئی
بیٹی کو سنبھلنا پڑا۔

ادینہ کے لئے فوری طور پر اپنے تاثرات بدلنا ممکن نہیں تھا۔ وہ فوراً باتھ روم میں گھ
تگین انیکسی کا دروازہ کھول کر اندر آ گئی تھی۔

"پھپھو! آپ کو امی بلا رہی ہیں۔ اور یہ ادینہ کدھر ہے؟"

"ادینہ باتھ روم میں ہے۔ خیریت تو ہے؟" انہوں نے پوچھا تو وہ لاپروائی سے

"یہ تو امی ہی آپ کو بتائیں گی۔ شاید میری شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کا معاملہ
نوفل بھائی نے جو شوشہ چھوڑا ہے، اس کا بھی کچھ کرنا ہوگا۔"

"چلو آجاؤ پھر۔" انہوں نے چپل پاؤں میں ڈالتے ہوئے کہا تو وہ بولی۔

"میں ادینہ کے پاس بیٹھوں گی۔"

"وہ تو نہانے کے لئے گھسی ہے ـــــ جانے کب نکلے۔ اُدھر ہی آ جائے گی۔" انہوں نے
ناتگین کو ساتھ لے جانا چاہا۔ انہیں علم تھا کہ ادینہ کا موڈ اب گھنٹوں یونہی بگڑا رہے گا اور
از کم بھاوج سے بگاڑنا نہیں چاہتی تھیں کیونکہ بیوگی کے بعد اب یہی ایک سر چھپانے کا
نہ تھا۔

"چلیں پھر۔" وہ شانے اچکاتی ان کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

ان کے جانے کا اندازہ ہو جانے کے بعد وہ باتھ روم سے باہر نکلی تھی۔ ٹھنڈے پانی کے چھینٹے
نے کے باوجود ابھی تک اسے چہرے سے آگ کی لپیٹیں نکلتی محسوس ہو رہی تھیں۔

تم دیکھنا تو سہی نوفل! میں تمہیں اس بے وفائی کی کیسی سزا دوں گی ـــــ اگر تم میرے نہیں
ئے تو صبا کے بھی نہیں ہو سکو گے ـــــ میں بے مراد ہوں تو وہ بھی تمہیں کسی طور نہیں پا سکے گی۔"

س کی تمام تر نفرت اس کے تاثرات میں سمٹ آئی تھی۔

●●●●●

میر ہاؤس" میں تو صالحہ بیگم کے فون نے دھماکا ہی کر دیا تھا۔

ہت شائستگی اور مان کے ساتھ انہوں نے آکر صبا کو نوفل کے نام کی انگوٹھی پہنانے کی اجازت
گی تو تائی جان بے چاری برافروختہ ہو گئیں۔

وہ تو انس اور تگین کی شادی کی تاریخ ٹھہرانے کی سوچ رہی تھیں اور ادھر صالحہ بیگم نے انہیں ایک
چ تھما دی تھی۔ تمام تر گھبراہٹ کے باوجود انہوں نے بڑی شائستگی سے انہیں سب سے مشورہ
نے کے بعد جواب دینے کا کہا تھا۔

ب کے درمیان بات کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ صبا بی بی جا کر احتجاجاً اپنے کمرے میں بند ہو گئی
جب کہ انس اس رشتے کا سب سے بڑا حمایتی تھا۔

انتی ہو نا میری چھٹی حس کو ـــــ میرے موکل کبھی مجھے غلط خبر نہیں دیتے۔" ضحیٰ نے اسے
ڑ دو رو دی۔

سی......!" وہ حیران ہو گئی تھی۔

مجھے نہیں کرنی یہ شادی۔"

آپی! اتنے اچھے تو ہیں نوفل بھائی......" حمرہ نے جوشیلے انداز میں کہنا چاہا تو صبا نے اسے
دیا۔

تم خاموش رہو۔"

بات کیا ہے صبا؟ ـــــ کیا اعتراض ہے تمہیں اس رشتے پر؟" ضحیٰ نے حیرت سے پوچھا تو
ـگی سے بولی۔

"نوفل احمد کے علاوہ کسی بھی پروپوزل کو ہاں کر دیں۔ مگر اسے نہیں۔"

"ہائیں ــــ دماغ تو ٹھیک ہے نا تمہارا؟ ــــ نوفل احمد کے پروپوزل میں کیا برائی ضحیٰ کو تحیر نے گھیر رکھا تھا۔ اسے صبا سے ایسے جواب کی خواب میں بھی توقع نہیں تھی قطعی انداز میں انکار کر دے گی۔

"اس میں برائی یہ ہے کہ وہ تمکین کا بھائی ہے۔" اس نے کہا تو وہ نہ سمجھنے والے انداز دیکھنے لگی۔

"میں کسی بھی طور کزن میرج کے حق میں نہیں ہوں۔" صبا نے کہا تو اس کے حلق سانس خارج ہوئی تھی۔

"تم نہایت احمق لڑکی ہو صبا! یہ ہے وہ عظیم الشان وجہ اس پروپوزل کو ریجیکٹ کر اسے گھورا تو وہ اب کی بار اطمینان سے بولی۔

"تمہارے لئے چاہے یہ عام سی وجہ کیوں نہ ہو، میرے لئے بہت خاص ہے۔"

"اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ وٹے سٹے کی شادیوں کو ہوا بنایا جائے۔ پڑھے لکھے ہو تم کہ خوامخواہ لڑائیاں کرتے پھرو گے۔" ضحیٰ نے کہا تو وہ بولی۔

"تم بات کی گہرائی میں نہیں جا رہی ضحیٰ! شادی شدہ زندگی میں تو یوں بھی سسرالی رشتہ سی بات کو پکڑنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور یہاں تو کزن میرج کی بات ہو رہی ہے کے لئے فریق ہر وقت موجود۔ ایک کپل خوش نہیں تو دوسرا خوامخواہ بیچ میں رگڑا جاتا ہے۔"

"تمہاری بات سو فیصد درست ہے۔ مگر صبا! یہ رشتہ ان سب رشتوں سے بہت مختلف یہاں ویسے کوئی سسرالی رشتہ دار ہیں اور نہ ہی دونوں کپلز جاہل ہیں کہ ہر وقت لڑنے جھ معروف رہیں۔ انس بھائی تو پہلے ہی نگی کے والہ و شیدا ہیں۔ "ٹیلی فونک ملاقاتوں" نے اسٹینڈنگ بڑھا دی ہے۔ اور رہے نوفل بھائی، تو یہ پروپوزل خالصتاً ان کی مرضی سے آیا محبت سے لے جا کر تمہیں دنگل میں اتارنے سے تو رہے۔" ضحیٰ نے اسے سمجھانے کی سر ڈالی تھی۔

"میرا دل نہیں مانتا ضوئی!" وہ بے بسی سے بولی تو ضحیٰ نے دانت پیس کر کہا۔

"اپنے اس دل کو کہیں باندھ کر ڈال دو۔ اتنے اچھے رشتے کو بنا کسی جواز کے ٹھکرا رہ

"تم نے بھی تو یہی کیا تھا۔ اطہر کاداوانی کا پروپوزل بھی تو بہت اچھا تھا۔" صبا کو بہ پر یاد آیا تھا اور اس کی یہ بات ضحیٰ کو جانے کیا کچھ یاد دلا گئی تھی۔ دل سے اٹھتی ٹیس شدید سنبھالنے رکھنا اس کی مجبوری بن چکی تھی۔

"وہ میں نے نہیں، معید نے ریجیکٹ کیا تھا۔" ضحیٰ نے اس کی طرف دیکھے بغیر میں کہا۔ پھر اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ڈپٹنے والے انداز میں بولی۔

"اور اب تم اپنا دماغ ذرا ٹھیک کرلو۔ کیونکہ سب کو یہ پروپوزل جی جان سے قبول

ب کو قبول ہے تو میرا اس میں کیا قصور ہے؟ میں کسی طور بھی اس "تجربے" کے حق میں نہیں
ے۔" وہ بسوری تھی۔

"آپ کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ اتنے لولے لنگڑے جواز کو بھلا کس نے ماننا ہے؟" حمرہ نے پھر ب کشائی کی تو وہ اٹل انداز میں بولی۔

"اس پروپوزل کے علاوہ اور کہیں بھی ہاں کر دیں، مجھے منظور ہے۔ مگر یہ رسک میں نہیں لے تی۔"

"ہاں جی۔ ڈیمی مور کے دروازے کے باہر تو پروپوزلز کی لائن لگی ہوئی ہے نا۔" ضحیٰ نے بھرپور کیا تو اس نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"تم بس میرا اعتراض اور انکار امی تک پہنچا دو۔ وہ خود ہی جو کرنا ہوگا کر لیں گی۔"

اور ضحیٰ نے یہی کیا تھا۔ بنا کم و کاست ساری بات تائی جان کے سامنے رکھ دی۔

"آپا! مجھے تو اس رشتے میں کسی قسم کی کوئی خرابی دکھائی نہیں دیتی۔ صبا تو بچی ہے۔ خوامخواہ کے وں میں پڑی ہے۔ وٹہ سٹہ کی شادیاں تو آج کل عام سی بات ہو گئی ہیں۔ اور نوفل بھی بہت اچھے ت کا بچہ ہے۔ ڈر والی تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔" چچی جان نے اپنی صاف گویانہ رائے دیتے ے انس کا دل خوش کر ڈالا تھا۔

"اس بے چارے میں کیا خرابی ہونی ہے۔ ماشاء اللہ سے اتنا قابل، اتنا خوبصورت اور تمیز والا ہے۔ مگر مجھے تو اس صبا نے ہولا کے رکھ دیا ہے۔" وہ بھی اس رشتے پر خوش تھیں۔ مگر صبا کا ردعمل نظر انداز کرنے والا نہیں تھا ــــ زندگی اسے گزارنا تھی اور اس کے لئے اس کی رضامندی بھی ری تھی۔

"اس کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اتنے اچھے پروپوزل میں بھی کیڑے نکال رہی ہے۔ سگریٹ نہیں پیتا وہ۔" انس نے چڑ کر کہا تو ضحیٰ نے انگوروں سے بھری پلیٹ اٹھا کر اپنے سامنے رکھی اور ان انداز میں بولی۔

"کہتی تو وہ واقعی ٹھیک ہے۔ کزن میرج بعض اوقات بہت سی پیچیدگیوں کا سبب بھی بن جاتی ہے۔" اس کا تخریب کارانہ بیان اس نازک مرحلے پر انس کو تو زہر ہی لگا تھا۔

"تم نے ایسی کون سی پیچیدگی دیکھ لی ہے؟"

"اب دیکھیں نا، آپ قدرے سڑے ہوئے مزاج کے مالک ہیں۔ تمکین بے چاری کا تو ناطقہ کئے رکھیں گے۔ اور نوفل بھائی کا سارا نزلہ صبی پر گرا کرے گا۔" اس نے سنجیدگی کے پردے میں کو چھیڑا تھا۔

"غلط فہمی ہے تمہاری ضحیٰ ڈیئر! اپنی سویٹ نیچر کی تو ایک دنیا معترف ہے۔" وہ قدرے اترا کر ضحیٰ نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔

"جی ــــ اور یہ دنیا صرف نگی تک ہی ختم ہو جاتی ہے۔"

"ضحیٰ! کبھی تو بات کو سنجیدگی سے سوچ سمجھ لیا کرو۔ ہر وقت بس تم لوگوں پر شوخی سوار رہتی
چچی جان کافی دنوں سے اس کے ناز نخرے دیکھ رہی تھیں۔ مگر اپنی فطرت سے مجبور ہو
باعث آج اسے بھی ڈانٹ گئیں تو وہ بھی چڑ گئی۔

"امی! آپ تو بس یہی چاہتی ہیں کہ آنکھوں پر موٹے شیشوں کی عینک لگائے، ماتھے پر
ڈال کر ہر مسئلے کو حل کر لیا جائے۔" اس کی منظر کشی پر انس کو ہنسی آ گئی تھی۔

"تم تو بس چپ ہی رہو۔" چچی جان بدمزہ ہو گئی تھیں۔

"امی! آپ زیادہ سوچوں میں مت پڑیں ـــــ آپ کا دل مطمئن ہے تو بس ٹھیک ہے
کیا معلوم۔" انس کی بے تابی سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ نگین نے اسے بطورِ خاص اپنا وکیل
کیا تھا۔

"اور یوں بھی وہ کراس میرج کے خلاف ہے، نوفل احمد کے نہیں۔" ضحیٰ دور کی کوڑی لا
اسے بلا جواز یوں نوفل کو ریجیکٹ کر دینا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس پر مستزاد وہ اس گھر کی ہو
بہو کا بھائی بھی تھا۔

"صبا تو بچی ہے آپا! اسے ان معاملات کا کیا پتہ؟ ہم یہاں کون سا نگین کے لئے بندوق
بیٹھے ہیں جو وہاں صبا پر ظلم و ستم ڈھائے جائیں گے۔ باقی گھر تو لڑکیوں کی قسمت سے بنتے
جن کی وٹہ سٹہ کی شادی نہیں ہوئی، وہ کون سا اپنی خوشیوں کی ضمانت لے کر سسرال جاتی ہیں۔
اس کی سسرال میں ہے ہی کون؟ نگین بیاہ کر یہاں آ جائے گی، پیچھے ایک بے چاری ساس
ہی ہیں۔ ماحول تو اسے خود بنانا ہے وہاں کا۔"

چچی جان نے جس قدر مدلل انداز میں سمجھایا تھا، اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ مکمل طور
رشتے کے حق میں ہیں۔

اور اعتراض تو تائی جان کو بھی نہیں تھا۔ مگر صبا نے انہیں الجھا کے رکھ دیا تھا۔

"میں تو شام سے پہلے ہاں کرنے کو تیار ہوں۔ مگر پہلے کوئی اس لڑکی کو تو سمجھائے۔" انہ
پریشانی سے کہا تو خاموش بیٹھی حمرہ نے آسان سا حل پیش کر دیا۔

"معید بھائی سے کہیں۔ پھر دیکھئے گا، آپی کیسے ہاں کرتی ہیں۔"

"واقعی ـــــ وہ خود سمجھا لے گا اسے۔" چچی جان کو بھی یہ حل پسند آیا تھا۔ ضحیٰ لب کھینچ
انگوروں کے گچھوں میں سے خشک انگور تلاش کرنے لگی۔

"جب ابو جان اور چچا جان کو کوئی اعتراض نہیں تو پھر۔" انس جھنجلا کر کہنے لگا تھا کہ
اسے ٹوک گئیں۔

"آپا صحیح کہتی ہیں۔ جس کی زندگی ہے اس کا فیصلہ اثبات میں ہونا ضروری ہے۔ اب ز
شادی تو نہیں کریں گے ہم۔ اگر صبا گھبرا رہی ہے تو اسے سمجھایا جا سکتا ہے۔ مگر اس کی مرضی
ایسا کچھ نہیں ہو سکتا۔"

وہ خجل سا سر کھجانے لگا۔ پھر فراخ دلی سے بولا۔

"سوری ـــــ!"

"تم فی الحال اس بارے میں نگین کو کچھ مت کہنا۔ اس کے بھائی کا معاملہ ہے۔ خواہ مخواہ اس کا
برا ہو گا۔" تائی جان نے انس کو تلقین کی تو اس نے فرمانبرداری سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

شام کو یہ سارا مسئلہ معید کے سامنے رکھ دیا گیا۔

"ہاں بھئی ـــــ یہ کیا سن رہا ہوں میں؟" اس کے کمرے میں جاتے ہی معید نے سیدھے
بھاؤ پوچھا تو وہ حیران سی اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کے اپنے کان ہیں، مجھے کیا معلوم کیا کچھ سنتے رہتے ہیں۔" اس کے لاعلمی کے اظہار پر
ید کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے سامنے کھڑا کرتے ہوئے
نے نرمی سے پوچھا تھا۔

"کیا میری بہن اتنی بے وقوف ہو سکتی ہے کہ ایک بے بنیاد سے شبہ کی بنا پر نوفل احمد جیسے
یک بندے کا پروپوزل ریجیکٹ کر دے؟"

صبا کو اندازہ نہیں تھا کہ معید اس موضوع پر بات شروع کر دے گا۔ خود کو بہت سنبھالتے ہوئے
اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔

"بے بنیاد کیوں؟ میں نے ایک بہت معقول وجہ بتائی ہے۔" دھیمے سُروں میں کہا۔

"کیا تم گارنٹی دے سکتی ہو کہ اس میرج کے بعد شادی ہونے پر تم ساری عمر بہت اچھی گزار سکو
گی؟" وہ اب بھی دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"پھر بھی، عام حالات میں ویسے خدشات تو نہیں ہوتے نا جیسے کراس میرج کے بعد ہوتے
ہیں۔" اس نے منمنا کر کہا تھا۔ پھر سب سے بڑے خدشے کا اظہار بھی کر ہی دیا۔

"انس بھائی کے مزاج کا پتہ ہے نا آپ کو۔ اتنے جذباتی ہیں۔ پل میں تولہ اور پل میں ماشہ
تے ہیں۔ جانے نگین برداشت کرے یا نہ کرے۔"

"کم آن صبی! میں تمہیں اتنی بے وقوف نہیں سمجھتا تھا۔" وہ جیسے بے حد حیران ہوا تھا۔ پھر اسے
سمجھانے والے انداز میں بولا۔

"وہ سب ہماری ذمہ داری ہے ـــــ بڑے آخر کس لئے ہوتے ہیں؟ اور پھر کسی اجنبی پر
بھروسہ کرنے سے بہتر ہے کہ ہم اسی پروپوزل کو ایکسیپٹ کر لیں۔ کم از کم ہم نوفل کو اچھی طرح
جانتے تو ہیں نا۔"

وہ کچھ کہنے کی بجائے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑا کر بستر کے کنارے پر ٹک گئی۔

"بلیو می صبا! وہ بہت اچھا شخص ہے۔ اور پھر جو اتنی چاہت سے آپ کے لئے ہاتھ پھیلائے،
نامراد نہیں لوٹانا چاہئے۔"

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو وہ یوں سٹپٹائی جیسے "اس چاہت" میں اس کا بھی برابر کا

قصور ہو۔

”پھر میں تمہاری اس خاموشی کا کیا مطلب سمجھوں؟“ وہ بڑے آرام سے پوچھ رہا تھا
تک منہ پھاڑ کر انکار کرنے والی صبا منمنا کر رہ گئی۔

”اگر آپ لوگ مطمئن ہیں تو........“

”نہ........ہم نہیں، اگر تم بھی مطمئن ہو تو۔“ اس نے فوراً بات کاٹتے ہوئے انگلی ا
تھی۔

”گارنٹی تو آپ لوگ ہی دے رہے ہیں نا۔“ صبا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گ
دیکھ کر معید ہلکا پھلکا ہو گیا۔

”چلو ٹھیک ہے ــــ میں یہ بار اپنے کندھوں پر اٹھا لیتا ہوں۔“ معید نے خوش دلی
پھر پوچھنے لگا۔

”اب تو کوئی اعتراض باقی نہیں رہا نا؟“

اثبات میں جواب دیتے ہوئے اس کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا تو وہ چمکتی آنکھ
اسے دیکھنے لگی۔

”آپ کا مطلب ہے کہ کسی اجنبی پر اعتبار کرنے سے بہتر ہے کہ جسے ہم اچھی طرح جا
اسے آزما لیا جائے؟“

بے حد سادگی سے اسی کی بات دہرا کر صبا نے پوچھا تو وہ فوراً بولا۔

”بالکل ــــ اس سے کافی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں۔“

”تو پھر میری ایک شرط ہے۔“

”وہ کیا؟“ وہ حیران ہوا تھا۔

”وہ یہ کہ ضحیٰ کے سلسلے میں بھی وہی اطمینان چاہتی ہوں، جیسا آپ مجھے دلا رہے ہیں
نے اطمینان سے کہا تو وہ مزید اُلجھ گیا۔

”اس کا یہاں کیا ذکر؟“

”اس کا ذکر یوں ہے کہ گھر والے آپ دونوں کے رشتے پر دل و جان سے رضا مند
آپ دونوں کے تیوروں کی وجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ رہا۔“

اس کا انکشاف معید کے لئے اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ چند ثانیوں تک منجمد کھڑا رہ گیا۔

”یہ کیا فضول بات ہے؟“ اس نے بے حد ناگواری سے کہا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

”فضول بات کیسے ہو گئی؟ آپ کے لئے باہر کے کسی بھی پروپوزل سے زیادہ پرفیکٹ

”اس وقت بات کچھ اور ہو رہی ہے صبا!“ وہ بہت سنجیدہ تھا۔

”مگر دونوں باتوں میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے معید بھائی! اگر میں نوفل احمد کے ساتھ
سکتی ہوں تو آپ ضحیٰ کے ساتھ خوش کیوں نہیں رہ سکتے؟“ صبا نے اندر سے خوفزدہ ہوتے ہ

ہی دیا تھا۔ اس کی تو یوں بھی دلی خواہش تھی کہ ضحیٰ اور معید کی شادی ہو جائے۔

”بے وقوف ہو تم صبا! میں کچھ کہہ رہا ہوں اور تم کسی اور مسئلے میں اُلجھی ہوئی ہو، جو تمہارا دردِ سر
بالکل بھی نہیں ہے۔“ معید کے انداز میں خفیف سی جھلاہٹ در آئی تھی۔

”میں بھی آپ کو خوشگوار زندگی کی گارنٹی دے رہی ہوں۔“ صبا نے کہا تو اب کی بار معید نے
سے ڈانٹ دیا۔

”خاموش رہو تم۔ یہ سب تمہارا مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی شادی بیاہ ایسے رشتے ہیں کہ جنہیں
ردستی انداز میں طے کیا جائے۔ جب یہ مسئلہ میرے سامنے آئے گا، تب دیکھا جائے گا۔“ اس کا
راز بے حد قطعی تھا۔ صبا دل مسوس کر رہ گئی۔

”تو پھر میں سب کو اطمینان دلا دوں ــــ؟“ وہ قدرے خوش گواریت سے بولا تو اس نے خفگی
سے کہا۔

”جو جی میں آئے کہہ دیں۔“

”اوکے ــــ پھر دوبارہ کوئی شوشہ مت چھوڑنا۔ میں تو جا کر تمہاری رضا مندی ہی شو کروں
گا۔“ وہ طمانیت بھری مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو نہ چاہتے ہوئے بھی ہلکی سی مسکراہٹ نے صبا کے
ہونٹوں کو چھو لیا۔

●●●●●

”ہیلو ــــ!“ نگین کا انداز بے حد عجلت آمیز تھا۔ سارا دھیان کچن میں لگا ہوا تھا جہاں وہ
کیک کا آمیزہ نوری کے رحم و کرم پر چھوڑ آئی تھی۔

”کتنے رشتے، کتنے سنگی، کتنے لوگ
دل کے شہر کا ایک ہی باسی ہوتا ہے
گھر میں رہنے والے بندھن ہوتے ہیں
دل میں بسنے والا ساتھی ہوتا ہے“

زندگی سے بھرپور لہجہ اس کی تمام تر توجہ سمیٹ کر لے گیا تھا۔

”اوہو ــــ آپ ہیں۔“ دل کی دھڑکنیں خوب صورت سی لے پر دھڑکنے لگیں۔

”جی جناب! ــــ آپ کو تو توفیق نہیں ہوئی کہ تین روز سے اگر میں نے کال نہیں کی تو آپ
ہی کر لیتیں۔“ انس نے شکایتی انداز میں کہا تو وہ ریلیکس ہو کر صوفے میں دھنس گئی۔ پھر ہلکی سی ہنسی
کے ساتھ پوچھا۔

”کیسے ہیں آپ؟“

”اس شہرِ خرابی میں غمِ عشق کے مارے
زندہ ہیں یہی بات بڑی بات ہے پیارے“

وہ ہلکی سی آہ بھرتے ہوئے بولا تو وہ پھر ہنس دی۔

"اوفوہ —— یہ تو اچھی علامات نہیں ہیں۔"
"بے فکر رہو۔ ایک دو ماہ میں ایک بہت اچھے تیماردار کا بندوبست کرنے والا ہوں۔" اُ
لہجے میں شرارت کا عکس محسوس کر کے وہ جھینپ گئی تھی۔
"باقی سب کیسے ہیں؟" اس نے بات بدلنی چاہی تھی۔
"باقی تو سب بالکل خیریت سے ہیں۔ بس ہم ہی پڑے ہیں راہوں میں۔" وہ معنی خ
میں بولا تو نگین سے اپنی مسکراہٹ ضبط کرنا مشکل ہونے لگا۔
"چ، چہ —— یہ تو آپ کے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں ہو رہا۔"
"ہاں جی،

ایسے نہ تھے ہم اہلِ دل، اتنے کہاں خراب تھے
ہم بھی کسی کی آس تھے، ہم بھی کسی کا خواب تھے"

وہ اپنے مخصوص زندہ دلانہ انداز میں بولا تو نگین نے بے ساختہ ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا، پھر
نظر اُٹھی تو لب بھنچ گئے۔
"دولہا صاحب کا فون ہے؟" نوری نے بے حد اشتیاق سے پوچھا تو ماؤتھ پیس پر ہاتھ
ہوئے نگین نے دانت کچکچا کر کہا۔
"تمہارے دولہا صاحب کا تو بالکل بھی نہیں ہے۔"
"وہ جی، میں تو پوچھنے آئی تھی کہ اس کیک کا کیا کرنا ہے اب؟" نوری خاصی بدمزہ ہوئی تھی۔
"اوون گرم ہو چکا ہوگا۔ سانچے کو اس میں رکھ دو۔ اور اب ادھر آنے کی ضرورت نہیں ہے
کے امی کے پاس بیٹھو۔" نگین نے اس کی چھٹی کی تو وہ منہ بناتی چلی گئی۔
وہ انس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔
"کون تھا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ نگین نے بتایا۔
"نوری تھی۔ بے وقوف۔"
"خیر، بے وقوف تو مت کہو۔ کافی عقل مند ہیں محترمہ۔ کتنی آسانی سے میرے مقام کا ابھ
تعین کر گئی ہیں۔" وہ شریر لہجے میں بولا تو نگین کو احساس ہوا کہ وہ بھی نوری کی گل فشانی سے محظو
رہا تھا۔
"آپ تو بس۔" وہ جھینپی تھی۔ پھر بے اختیار یاد آنے پر بولی۔ "آنٹی نے تو فون کرنا
تھا۔ امی انتظار کر رہی ہیں مگر آپ نے کچھ خبر ہی نہیں دی۔"
"اچھا فرض کرو کہ میں تمہیں کوئی اچھی خبر سناتا ہوں تو میرا انعام کیا ہوگا؟" انس نے کہا
بے صبری سے بولی۔
"اس کا مطلب ہے کہ سب رضامند ہیں؟"
"ارے واہ، یونہی کیسے بتا دوں؟ پہلے کچھ انعام تو طے کرو۔" وہ یقیناً مسکرا رہا تھا۔

"مت بتائیں۔ میں یوں بھی آج آنٹی کو فون کرنے والی تھی۔" وہ کنی کترا گئی۔ انس نے ہلکی سی
سانس بھری تھی۔
"میں نے تو پتہ نہیں کیا کچھ سوچ رکھا تھا۔ مگر تم میری لائف میں کبھی کوئی رنگین موقع مت
آنے دینا۔"
"اب بتائیں نا۔ پھر ہم لوگ کب آئیں؟" وہ بے تاب ہوئی تھی۔ انس نے کہا۔
"یہ تو تم لوگوں پر ڈیپنڈ کرتا ہے۔ ویسے امی تو خود فون کرنا چاہ رہی تھیں مگر میں نے کہا کہ میں
خود بات کر لوں گا۔ اب تم اگر چاہو تو ان سے بات کر کے سب طے کر لو۔"
"بالکل ٹھیک ہے —— میں ابھی جا کر یہ خوشخبری امی کو سناتی ہوں۔" وہ جوشیلے انداز میں بولی
تو انس نے فوراً کہا۔
"اسی لئے میں ابھی تمہیں نہیں بتا رہا تھا۔ فوراً بھاگنے کو تیار ہو گئی ہو۔ اتنا بھی خیال نہیں کہ مجھ
سے اچھی طرح بات ہی کر لو۔"
"سوری انس! ایسی بات نہیں ہے۔" وہ شرمندہ سی ہو گئی۔
"تم سے اچھی تو وہ نوری ہے۔ کتنی دل کو خوش کرنے والی بات کر کے گئی ہے۔" وہ شرارت سے
بولا تھا۔
"کیا خیال ہے پھر —— آج نوری سے ہی بات نہ کروا دوں؟" نگین نے بہت تحمل سے طنز
کیا تو وہ ہنس دیا۔
"نہیں —— تم زیادہ اچھی ہو۔"
"شکریہ۔" وہ متبسم ہوئی تھی۔
"اور میرے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟"
"مجھے نہیں پتہ۔" وہ حجاب کی زد میں آ گئی۔
"اٹس ناٹ فیئر۔ میں نے ابھی تمہاری تعریف کی ہے۔" انس نے احتجاج نوٹ کرایا تھا۔
"تو کیا ضروری ہے کہ میں بھی آپ کی تعریف ہی کروں ——؟" نگین نے تنگ کرنے والا
انداز اپنایا تھا۔
"کیا مطلب؟ —— یعنی میں اتنا اچھا نہیں ہوں؟" انس کی آواز سے لگ رہا تھا کہ اسے سخت
صدمہ پہنچا ہے۔ وہ لب دبا کر ہنسی پھر دھیمے لہجے میں بولی۔
"آپ تو اتنے اچھے ہیں کہ........"
"کہ......؟" وہ بے قرار ہوا تھا۔

"وہ ہمسفر ہو اور سفر ہو زندگی بھر کا
یہی دعا آتی ہے زندگی کی لبوں پر"

وہ حجاب آلود انداز میں بولی تو ریسیور پر چند ثانیوں کے لئے خاموشی چھا گئی۔

"یہ "وہ" کون ہے؟"
قدرے توقف کے بعد انس نے پوچھا تو وہ چلا ہی اُٹھی۔
"بہت فضول ہیں آپ۔ یہ شعر میں نے آپ کے لئے پڑھا ہے۔"
"اب آئی ہو نا لائن پر۔" وہ قہقہہ لگا کر بولا تو اس کی ہوشیاری پر نگین کا چہرہ تپ اٹھا، جیسے وہ مقابل موجود ہو۔
یہ انس کی دوستانہ فطرت ہی کا کمال تھا کہ ان دونوں کے مابین کافی بے تکلفانہ روابط چکے تھے۔ اوپر سے نگین کی عادات بھی اسی جیسی تھیں۔ سو یہ انڈراسٹینڈنگ مزید بڑھی تھی۔
"سچ، بہت خراب ہیں آپ۔" زیرلب مسکراتے ہوئے وہ مدھم سُروں میں بولی تو انس اس کے احساسات سے خوب حظ اٹھایا۔
"امی بھی یہی کہتی ہیں۔ اسی لئے تو انہوں نے تمہیں ڈھونڈا ہے تاکہ مجھے ٹھیک کر سکو۔"
"کیوں؟ ——— آپ کے نزدیک کوئی سروس اسٹیشن نہیں ہے کیا؟" نگین نے طنز کیا تھا۔
"ہے تو۔ مگر مجھے ذرا دوسری قسم کی سروس کی ضرورت ہے، جس میں پیار، محبت کی چاشنی آرام سے بولا تو وہ جھینپ گئی۔
"آپ کو تو بس موقع ملنا چاہئے بات کرنے کا۔"
"ارے ہم تو پتہ نہیں کس کس موقع کی تلاش میں ہیں۔" وہ لہک کر کہنے لگا تو نگین نے خدا حافظ" کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس کے ہونٹوں پر خوب صورت سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔
اس کی باتوں کو ذہن میں دہراتے ہوئے وہ صالحہ بیگم کے کمرے میں چلی آئی۔
"میر ہاؤس" سے اثبات میں جواب پا کر وہ بھی بہت خوش ہوئی تھیں۔
"شکر ہے خدا کا، میرے بیٹے نے پہلی بار کوئی فرمائش کی تھی، وہ بھی پوری ہو گئی۔"
"بھائی کو فون کروں؟" نگین نے جلدی سے پوچھا تو وُہ ہنس دیں۔
"کردو۔ وہ تو اُس دن سے بے چین پھر رہا ہے۔"
"پہلے آپ یہ تو بتائیں کہ ادھر سے ہاں ہونے کے بعد آپ کا کیا پروگرام ہے؟"
"پروگرام کیا ہونا ہے، تم دونوں کی ایک ساتھ ہی شادی کر دیں گے۔ تمہارے جانے میں اکیلی تو نہیں رہوں گی نا۔"
"پھر بھی، مختصر دورانیے کے لئے ہی سہی، مگر انگیج منٹ تو ہونی چاہئے نا۔" نگین بھی بڑی شوقین تھی اور پھر اکلوتے بھائی کی خواہش پوری ہونے کی بھی خوشی تھی۔ ہر موقع کو یادگار طریقے سے منانے کا ارادہ تھا۔
"جیسا تم لوگ چاہو۔" صالحہ بیگم نے پیار سے کہا تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔
"میں نوفل بھائی کو فون کرتی ہوں۔ ان کا تو اس خوشخبری پر پہلا حق ہے۔ اس کے بعد صلاح مشورہ کر لوں گی۔"

"میں نے زرینہ کو بتایا تو تھا، وہ کہہ رہی تھی کہ اگر وہ لوگ مان گئے تو لمبے چکروں میں پڑنے کی بجائے سیدھا شادی پر زور دیجئے گا۔" انہوں نے کہا تو نگین نے جواب دیا۔
"پھر بھی، شادی میں ابھی ڈیڑھ دو ماہ پڑے ہیں، کوئی نشانی تو کریں گے نا، ایک خوب صورت انگوٹھی پہنا کر۔"
"بھئی نوفل سے پوچھ لینا۔ جیسا وہ چاہے گا، ویسا ہی ہوگا۔" صالحہ بیگم کو اس کی باتوں پر ہنسی آ رہی تھی۔
نوری کو ایکسی ٹن بھیج کر وہ خود نوفل کو فون کرنے لگی۔
"خیریت ———؟" وہ متفکر ہوا تھا۔
"ایسی ویسی خیریت ——— واپسی میں مٹھائی کا ٹوکرا ضرور لائیے گا۔" وہ کھلکھلائی تو نوفل کو اس خوشی کا مطلب سمجھ آنے میں دیر نہیں لگی۔ مگر وہ بہت بن کر بولا۔
"اس کا مطلب ہے کہ تمہاری شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے۔"
"جی نہیں ——— بلکہ آپ کی عمر قید شروع ہونے والی ہے۔" اس نے برجستہ کہا تو نوفل کا قہقہہ ریسیور میں گونج اٹھا۔
"ابھی آ جاؤں یا شام کو؟" وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔
"جب بھی آئیں، خالی ہاتھ مت آئیے گا۔ مٹھائی کا ٹوکرا ساتھ ہونا چاہئے۔" اس نے یاددہانی کراتے ہوئے الوداعی کلمات کہہ کر فون بند کر دیا۔ اسی وقت نوری کے ہمراہ ادینہ لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔
"واہ۔" نگین نے ستائشی انداز میں اسے دیکھا تھا۔ اچھی فٹنگ کے ساتھ سلا جارجٹ کا نیوی بلیو سوٹ اس کے متناسب وجود پر بے حد اچھا لگ رہا تھا۔
"اچھا لگ رہا ہے یہ کلر تم پر۔" نگین نے ہمیشہ کی طرح کھلے دل سے تعریف کی تھی۔
"باجی جی! مجھے بھی بتائیں نا، نوفل بھائی کی منگنی کب ہو رہی ہے؟" نوری نے اشتیاق سے پوچھا تو نگین نے اسے تسلی دی۔
"تمہیں بتائے بغیر تاریخ نہیں رکھیں گے۔ تم فی الحال کچن میں چلو، میں ابھی آتی ہوں۔"
"باجی جی! میں نے نیا سوٹ بھی سلوانا ہے۔" اس نے یاددہانی کرائی تو اس کی بے چینی پر نگین ہنسی آ گئی۔
"ایک نہیں، پورے پانچ سوٹ سلوا کے دوں گی تمہیں، اگر اچھا کیک بن گیا تو۔" اس مشروط خوشخبری نے نوری کو پھرتی سے کچن کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا۔
"پاگل ہے بالکل۔" وہ ہنستے ہوئے ادینہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ پھر اس کی محسوس کن خاموشی پر ٹھٹک گئی۔
"کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے کیا؟"

"ہم تو عادی ہیں پریشانیاں دیکھنے اور سہنے کے۔ تم بتاؤ، کیا بات ہے جس کے ل
گیا ہے؟" اس نے لگی لپٹی رکھے بغیر حد درجہ بیگانگی سے کہا تو نگین کو جھٹکا سا لگا۔

"یاد کرنے والی کیا بات ہے ادینہ! میں نے نوری کو بھیج کر تمہیں اس لئے بلایا
میں، میں بھائی کو فون کر رہی تھی ورنہ میں خود آتی تمہارے پاس۔"

اس کی وضاحت کے جواب میں بھی ادینہ کے تنے ہوئے نقوش ٹھیک نہیں ہوئے

"ہماری جتنی اوقات ہے، وہ میں دیکھ چکی ہوں۔" وہ ادینہ کے لب و لہجے پر برافر

"ایسا کیا ہوگیا ہے ادینہ؟ ——— اس گھر میں تمہیں بھی وہی پیار ملا ہے جو مجھے ملا
نے ہم دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا۔"

"ابھی نوفل کا رشتہ بھی طے ہوگیا اور ہمیں غیروں کی طرح بتایا گیا ہے۔" وہ تلخی سے ب

"رشتہ طے نہیں ہوا۔ صرف نوفل بھائی نے رضامندی ظاہر کی ہے۔" وہ حیران و پریش

"رہ کیا گیا ہے پیچھے؟ اندر ہی اندر ہر بات طے ہو چکی ہے۔ ہمی کو لاعلم رکھا گیا ہے
نے بدگمانی کی انتہا کر دی تھی۔

"اسی لئے تو میں نے تمہیں بلایا ہے ادینہ! آج انس کا فون آیا تھا۔ انہوں نے بتایا
اس رشتے پر راضی ہیں۔ میں تو تم سے سارا پروگرام سیٹ کرنے کو کہنے والی تھی۔"

"رہنے دو یہ منہ دیکھے کی باتیں۔" اس نے نخوت سے سر جھٹکا تو نگین نے اس کے
ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے کہا۔

"یقین کرو ادینہ! ابھی کچھ بھی طے نہیں ہوا۔ بھلا تم سے پوچھے بغیر کچھ ہو سکتا ہے؟"
تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد وہ یکلخت ہنس دی تھی۔

"اوہ گاڈ ———" نگین ہونق بنی اس کے اس بدلتے روپ کو دیکھ رہی تھی۔

"کتنی بے وقوف ہو تم نگی!" وہ اب بھی ہنس رہی تھی۔ "جا کر شکل دیکھو اپنی آئینے
لگ رہا ہے جیسے کوئی جن بھوت دیکھ لیا ہے تم نے۔" ادینہ نے مذاق اڑانے والے انداز
اس کی سانسیں بحال ہونے لگیں۔ "لگ تو تم بھی کسی جن بھوت سے کم نہیں رہی تھیں۔"
انداز میں بولی تھی۔ پھر خفگی بھرے لہجے میں پوچھا۔

"یہ کیا بدتمیزی کر رہی تھیں تم؟"

"یونہی، میں نے سوچا کہ اب تو نوفل کی شادی ہو جانی ہے تو اس کی بیوی سے مقابلہ
چند ایک گر ہی سیکھ لوں۔" وہ آرام سے بولی تو نگین نے بے ساختہ کہا۔

"وہ تو اس قدر سویٹ ہے ادینہ! اس سے تو صرف پیار ہی کیا جا سکتا ہے۔"
ادینہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ تو بعد میں پتہ چلے گا۔"

"جی نہیں۔ مثال ہمارے پاس موجود ہے۔ جیسے نوفل بھائی کو اس سے۔" وہ اب بڑی

کہہ رہی تھی۔ ادینہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"تم سے کس نے کہا کہ نوفل کو اس سے محبت ہو گئی ہے؟"

"انہوں نے خود اپنے منہ سے کہا ہے کہ وہ صبا سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہم سب بہت اچھی طرح جانتے ہیں کہ بھائی صرف وہی چیز اپنے پاس رکھتے ہیں جس سے انہیں محبت ہو۔ یہ تو پھر ایک جیتی جاگتی لڑکی کا معاملہ ہے۔ سوچو ذرا، ان کی فیلنگز کیا ہوں گی۔ وہ یونہی کسی کا نام لینے والے نہیں ہیں۔"

نگین نے تجزیہ کیا تھا، ادینہ نے بمشکل ہونٹ پھیلا کر مسکراہٹ کا تاثر دیا تھا۔

"چلو، شکر ہے اسے بھی کوئی لڑکی پسند آئی۔ چاہے حور نہیں ہے۔"

"واقعی، امی کی پریشانی تو ختم ہوئی۔ میرے بعد تو وہ بالکل اکیلی ہو جاتیں۔"

"اب یوں تو مت کہو ——— کیا ہم لوگوں کو ان کا احساس نہیں ہے؟" معاملہ ہی ایسا تھا کہ ہر بات سیدھی ادینہ کے دل میں چبھ رہی تھی ورنہ عام حالات میں وہ ایسی باتوں کو چٹکیوں میں اڑا دیتی تھی۔

"تمہیں اب ساری عمر ہم یہیں تھوڑی بٹھائے رکھیں گے۔ ایک بہت اچھا سا لڑکا ڈھونڈ کر......"
نگین کہنے لگی تھی کہ وہ تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔

"میں کہیں نہیں جا رہی۔ ایک دفعہ جو تجربہ ہو چکا میرے لئے وہی کافی ہے۔" اس کا انداز اس قدر تلخی سے بھرپور تھا کہ نگین اپنی بات پر شرمندہ سی ہو کر رہ گئی۔ پھر بھی اس نے ادینہ کو ایک بار سمجھانے کی کوشش ضرور کی تھی۔

"زندگی صرف ایک ہی بار تجربہ کر کے ہار جانے کا نام تو نہیں ہے ادینہ! اس راہ میں درپیش ہر ناکامی انسان کے جذبات کو مہمیز کرتی ہے۔ ورنہ تو ہر انسان ہمت ہارے بس قسمت پر توکل کئے بیٹھا رہے۔"

"میں صرف قسمت پر توکل کئے نہیں بیٹھی ہوں۔ مجھے جو کرنا ہے وہ میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے۔ میری دادی کہا کرتی تھیں "بنا وخت کے تخت نہیں ملتا" اور مجھ میں ہر مصیبت سہنے کا حوصلہ موجود ہے۔ خیر، تم یہ بتاؤ کہ مجھے کس لئے بلایا تھا؟"

بہت سلگتے ہوئے انداز میں کہتے کہتے اس نے یکلخت ہلکی سی سانس بھر کر نگین سے پوچھا تو وہ اس کے اس قدر پُرپیچ انداز پر اندر ہی اندر الجھتی بظاہر مسکرا کر بولی۔

"میں چاہ رہی تھی کہ ہم جا کر صبا کو انگوٹھی پہنا آئیں۔"

"ممانی جان تو کہہ رہی تھیں کہ تم دونوں کی شادی ایک ہی روز ہو رہی ہے۔" ادینہ نے دل پر پتھر رکھ کر کہا تھا۔

"ان کا تو یہی ارادہ ہے مگر میں چاہ رہی تھی کہ ایک چھوٹا سا فنکشن ہو جائے۔ امی کا دل بھی خوش ہو جائے گا ——— ہمارے گھر کی پہلی خوشیاں ہیں، جی چاہتا ہے کہ انہی میں زندگی تمام ہو

جائے۔"

اس کے کہنے پر ادینہ نے کرخت سے انداز میں بھنوؤں کو جنبش دی تھی پھر اوپری دل

"اتنا لمبا کھڑاک پالنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر بھی اگر ایسا کچھ کرنا ہے تو کمبائن فنکشن کسی ہوٹل میں ارینج منٹ کر کے ایک ہی دن منگنی کی رسم ادا کر لو۔ یعنی دونوں کو ایک ہی جائے۔"

"ویری گڈ آئیڈیا——" نگین خوش ہوئی تھی۔ "یوں سب آسانی سے فنکشن میں شریک سکیں گے۔"

"ہاں —— تمہاری انس سے ملاقات ہو جائے گی اور نوفل کی صبا سے۔" وہ عجیب میں مسکرائی تھی۔

"خیر، میرا ایسا کوئی مطلب نہیں تھا۔" وہ جھینپی تھی۔

"نوفل کب آ رہا ہے آفس سے؟" ادینہ نے اپنے اندر کے اضطراب کو چھپاتے ہوئے انداز میں پوچھا تھا۔

"ان کے انداز سے تو لگ رہا تھا کہ ابھی اُڑتے ہوئے آ پہنچیں گے۔" نگین خوش احساس میں گھری ہوئی تھی۔

اتنے عرصے تک اس موضوع سے بچتے رہنے کے بعد نوفل نے اس قدر غیر متوقع طور کے لئے صبا کا نام تجویز کر دیا تھا کہ نگین اور صالحہ بیگم دونوں کو ایک خوشگوار سا جھٹکا لگا تھا۔

"ویسے نوفل یونہی تو نہیں راضی ہونے والا۔ لگتا ہے صبا نے کوئی چکر وغیرہ چلایا" ادینہ نے ٹانگ پر ٹانگ جماتے ہوئے اپنا خیال ظاہر کیا تو نگین نے فی الفور اس کی با کر دی۔

"وہ اس ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے۔ اور پھر اس کی نوفل بھائی سے ہائے ہیلو تک نہیں ہوئی بہت دور کی بات ہے۔"

"تمہیں کیا معلوم، تم ابھی بچی ہو۔ ایسے معاملے یونہی شادی تک نہیں پہنچ جاتے۔" بات پر اڑی تھی۔

"کم آن ادینہ! تم بھائی کی نیچر سے اچھی طرح واقف ہو۔ وہ ایسی باتوں کو پسند نہیں کر لڑکی خود اپنی پسند کا لڑکا تلاش کر کے دوستی گانٹھتی پھرے۔" نگین بے ساختہ بولی تو ادینہ پھیکی پڑ گئی۔

نگین نے زبان دانتوں تلے دبالی مگر منہ سے نکلی بات تو واپس نہیں آ سکتی تھی۔ ادینہ سے اُٹھی تھی۔

"میں چلتی ہوں۔"

"بیٹھو نا —— ابھی تو بہت سی ڈسکشن کرنی ہے۔" نگین بھی گڑبڑا کر کھڑی ہوئی تھی۔

"پھر سہی۔ میں یوں بھی اپنی فرینڈ کی طرف جا رہی تھی۔" وہ سنجیدگی سے کہتی چلی گئی۔

نگین کا اپنی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ بہت غلط موقع پر اس کے سے بہت غلط بات پھسل گئی تھی۔ یقیناً ادینہ نے مائنڈ بھی کیا تھا۔

●●●●●

وہ خوش خبری سن کر صبا کو بتانے کی غرض سے بھاگی تھی اور اس اندھا دھند دوڑ کی وجہ سے وہ کمرے سے نکلتے معید سے تصادم کے بعد زمین بوس ہونے ہی لگی تھی کہ وہ اسے بازوؤں سے سنبھال گیا۔ لمحوں میں وہ دلفریب سے خوشبو کے حصار میں گھر گئی تھی۔

"بے وقوف! یوں اندھوں کی طرح کیوں بھاگ رہی ہو؟" اس کی جھلاہٹ بھری آواز نے ایک میں گُمی کے تمام حواس بحال کر دیئے تھے۔ وہ بے اختیار پیچھے ہٹی تھی۔

"یہ اندھا کسے کہا ہے تم نے؟"

"ظاہر ہے تمہیں۔ اب دیواروں سے تو باتیں کرنے سے رہا۔" وہ دُھلا دُھلایا کہیں جانے کو تھا، اطمینان سے بولا تو وہ سلگ اُٹھی۔

"تمہاری آنکھیں تو روشن ہیں۔ ان سے ہی کام لے لیا کرو۔"

"جدھر جا رہی تھی ادھر جاؤ۔ میرے منہ مت لگو۔" وہ بھی حسب عادت اس کی بے وجہ کی پ سے چڑ گیا تھا۔

"ہنہ۔" وہ پیر پٹختی صبا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

یوں لگ رہا تھا جیسے خوش خبری کا سارا چارم ہی ختم ہو گیا ہو۔ دل ہی دل میں معید کو کوس کر اس نے ناب گھما کر دروازہ اندر دھکیلا تھا۔

"وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا
اب اس کا حال بتائیں کیا
کوئی مہر نہیں، کوئی قہر نہیں
پھر سچا شعر سنائیں کیا
وہ عشق جو ہم سے......"

مغنیہ کی دلکش آواز کے زیروبم میں کھوئی وہ آنکھیں موندے نیم دراز تھی۔

"اوہو——" وہ معنی خیز انداز میں کہتی اندر داخل ہوئی تو صبا چونکی تھی۔

"یہاں تو عشق و عاشقی سے بھرپور گانے سنے جا رہے ہیں اور وہاں ہم تمہارے غم میں گھلے جا رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" صبا نے اٹھ کر والیم کم کرتے ہوئے پوچھا تو اپنی دانست میں اس نے دھماکا کیا۔

"مطلب یہ کہ ادھر نوفل احمد کا پروپوزل منظور کر لیا گیا ہے۔"

"تو پھر؟" وہ استفہامیہ انداز میں ضحیٰ کو دیکھنے لگی تو وہ حیران ہوئی۔

"تمہیں حیرانی نہیں ہوئی؟"

"کس بات کی حیرانی؟ معید بھائی مجھ سے اثبات میں جواب لے کر ہی گئے تھے" اطمینان سے کہا تو گہری سانس لینے کے بعد اس نے دانت کچکچا کر صبا کو دیکھا تھا۔

"ہمارا سمجھانا تو کسی گنتی میں نہیں آتا۔ اس نے ایک بار کہا ہوگا اور تمہارا سر سو دفعہ ہوگا۔"

"یقین کرو ضوئی! میں اب بھی اس میرج کے حق میں نہیں ہوں۔ مگر تم سب لوگ سے اتنے خوش اور مطمئن ہو کہ میں اپنے تمام خدشات کو پس پشت ڈال رہی ہوں۔" اس سنجیدگی سے کہا تو ضحیٰ بھی سنجیدہ ہوگئی۔

"صبا! تم خواہ مخواہ کی ٹینشن لے رہی ہو۔ آج کل وہ ٹیپیکل ساس بہوؤں کا زمانہ تو جنگ و جدل کا سماں بندھا رہے۔ نہ تمہارے لئے وہاں کوئی مسئلہ ہے اور نہ ہی نگین کے لئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ نہ صرف انس بھائی نگین کو بہت محبت سے اس گھر میں لائے نوفل بھائی نے بھی تمہارے لئے بہت چاہت سے دامن پھیلایا ہے۔"

"آخر میں، میں نے بھی یہی سوچا تھا۔" وہ شرمگیں سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو چند اسے گھورتے رہنے کے بعد ضحیٰ نے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔

"فضول لڑکی! اور وہ جو آنکھوں سے آنسوؤں کی نہریں بہا بہا کر مجھے دکھا رہی تھیں مطلب تھا؟"

"اعتراض کا حق تو ہر لڑکی کو ہوتا ہے۔" وہ ڈھٹائی سے بولی تو وہ دھپ سے اس گئی۔

"تو پھر اب یہ اداس گانے سننا بند کرو اور کوئی نئی کیسٹ خریدو۔"

"مثلاً کون سی؟"

"مثلاً "یہ دل آپ کا ہوا" وغیرہ۔" وہ قدرے سوچ کر بولی تو صبا کو ہنسی آگئی۔

"ویری چیپ ——"

"بکو مت —— اور سیدھی طرح سے بتاؤ کہ نوفل احمد سے متعلق تمہاری کیا رائے نے اسے ڈانٹتے ہوئے پوچھا تو وہ بدک گئی۔

"میری ان سے کوئی ایسی بے تکلفی نہیں ہے جو میں ان سے متعلق رائے دیتی پھروں۔"

"اوہو —— "اُن سے" یعنی کہ وہ ابھی سے "اُن" کے عہدے پر فائز ہو گئے ہیں" ساری بات میں سے اپنے کام کا لفظ ہی پکڑا تو وہ جھینپ گئی۔

"بہت بدتمیز ہو تم۔"

"یہ ساری شرما شری اب چھوڑ دو۔ کیونکہ ابھی دھماکا خیز خبر تو میں نے تمہیں سنائی ہی

نے اسے ڈرایا تھا۔

"اور کیا باقی رہ گیا ہے؟"

"اور یہ رہ گیا ہے کہ منگنی کا فنکشن کمبائن ہو رہا ہے، وہ بھی ہوٹل میں۔" ضحیٰ نے خوشی سے راتے لہجے میں کہا تھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟" صبا کو شک ہوا تھا۔

"یہ آئیڈیا "اُدھر" کا ہے۔ لڑکا، لڑکی دونوں منگنی میں شریک ہو جائیں گے۔ اور میں تو کہتی ہوں اچھا ہے، نوفل احمد ایک مرتبہ پھر سے سوچ لے۔ خواہ مخواہ مارا جا رہا ہے۔" وہ ہنوز شرارت کے میں تھی۔

"ضوئی! جھوٹ مت بولو —— میرا دل ابھی سے ڈوبا جا رہا ہے۔" اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔

"کوئی بات نہیں۔ سنا ہے موصوف ماہر تیراک بھی ہیں۔ سنبھال لیں گے تمہارے دل کو بھی۔"

"ضحیٰ! بکواس مت کرو۔ اور یہ سب گھر والے اتنے براڈ مائنڈڈ کب سے ہو گئے ہیں؟" وہ ا ہونے لگی۔ چلو انگوٹھی پہننے تک تو بات ٹھیک تھی مگر نوفل احمد کا سامنا کرنا بہت مشکل کام تھا۔

"مجھے تو یہ سب انس بھائی کا کمال لگ رہا ہے۔ سراسر اپنے سالے کو سپورٹ کر رہے ہیں بلکہ نگین سے ملاقات کا ایڈوانٹیج لے رہے ہیں۔" ضحیٰ دور کی کوڑی لائی تھی۔

"ہائے ضحیٰ! اب کیا ہوگا؟ کیا وہ انگوٹھی بھی خود ہی پہنائیں گے؟" صبا کو اپنی پڑی تھی۔

"صدقے جاؤں، کیا کیا ارمان پل رہے ہیں بچی کے دل میں۔" ضحیٰ نے طنز کیا تو وہ بری طرح گئی۔

"ذلیل! میں تو یونہی پوچھ رہی تھی۔"

"یہ تو اب ان کے دل پر ڈیپینڈ کرتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا روپ سہانا دیکھ کر نکاح اور رخصتی پر جائیں۔" ضحیٰ نے اسے ڈرایا تو صبا نے ایک تسلی بخش سا جہانپڑ ضحیٰ کے شانے پر دے مارا۔

"بہت منحوس باتیں کرتی ہو تم۔"

"اچھا ہے نا۔ جلدی سے تم دفع ہو، پھر یہاں صرف میری اور حمرہ کی حکومت ہوگی۔ چاہے ہم گند ڈالیں، ناشتہ بنائیں نہ بنائیں، کھانا پکائیں یا ہوٹلنگ کریں، ہمیں کوئی بھی نصیحتیں نے والا نہ ہو اور ...."

"اور یہ کہ پھر شیخ چلی کے سارے انڈے ٹوٹ جائیں۔" اس کے خواب ناک ارادوں کو صبا نے میں نہس کر دیا تو وہ اسے گھورنے لگی۔ پھر اٹل انداز میں بولی۔

"دیکھ لینا تم، نوفل احمد کا دل تم پر بہت بری طرح آیا ہے۔"

دیکھی جائے گی۔" اس نے بھی چڑانے والے انداز میں کہا تھا۔

"بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے"

ضحیٰ آہ بھر کے رہ گئی تھی۔

"ضحیٰ! ایک بات پوچھوں؟" صبا نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ بے پرواہی

"اگر تم یہ پوچھنا چاہتی ہو کہ میرا نوفل احمد میں کوئی انٹرسٹ ہے یا نہیں، تو بے فکر ہمیشہ انہیں ایک بہن کی نظروں سے دیکھتی رہی ہوں۔"

"نہیں ضوئی! میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ تمہیں معید بھائی کیسے لگتے ہیں؟" وہ بالکل ضحیٰ کو جھٹکا سا لگا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" تحیر بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ بولی۔

"یہی کہ تمہارا معید بھائی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بے فکر ہی رہو۔ کوئی خاص اچھے خیالات نہیں ہیں میرے اس سے متعلق۔" معید کا اسے سلگا دیتا تھا۔

ابھی گزرے دنوں میں اس کے سامنے وہ جتنی تذلیل اور اہانت کا شکار ہوئی تھی، زخموں کو ہرا کئے ہوئے تھی۔ معید حسن کو کیونکر بُری کر دیتی۔

"کیوں؟ ــــ اتنے اچھے تو ہیں وہ۔" صبا برا مان گئی تھی۔

"تمہارا بھائی ہے نا، اس لئے برا نہیں لگتا۔" ضحیٰ نے طنز کیا تھا۔

"اوہو، میرا بھائی ہے تو تمہارا کیا لگتا ہے؟" صبا نے اس کا جملہ پکڑا تو وہ دانت پیس کر

"نہ بھائی، نہ کزن۔ دشمن ہے وہ میرا۔"

"خیر، اتنے برے تو نہیں ہیں وہ۔"

"اتنا اچھا بھی نہیں ہے۔ ہر وقت دفعہ تین سو دو لگانے کو تیار۔ اگر اسے کسی کو پھانسی اختیار ہوتا تو وہ سب سے پہلے میرا نام تجویز کرتا۔"

"کس قدر خبیث ہو تم ضحیٰ! وہ تو ہم سب کا اتنا خیال کرتے ہیں۔ تبھی ہر وقت ان صبا اس کی بات پر تڑپ ہی اٹھی تھی۔ مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ چلا اٹھی۔

"کیا ــــ تمہارا مطلب ہے کہ میں ہی ہر وقت اس سے الجھنے کو تیار رہتی ہوں؟"

"نہیں ــــ وہ خود ہی ہر وقت بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنے کو بے تاب پھرتے نے بہت تحمل سے طنز کیا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

"کبھی تم اس کے انداز دیکھو تو کبھی اس کی حمایت نہ کرو۔ ابھی آتے ہوئے تمہار بھائی سے ٹکر ہوئی ہے۔ ایک تو بمشکل گرنے سے بچی ہوں، اوپر سے ڈانٹ بھی مجھ ہی کو

"معاف کرنا ضحیٰ! مگر تم دوڑتی بالکل اندھوں کی طرح ہو۔" صبا نے معذرت تو یونہی تھی ورنہ لفظوں میں اس نے صاف گوئی سے کام لیا تھا۔

ضحیٰ ٹھنڈی پڑ گئی۔

"وہ بھی یہی کہہ رہا تھا۔"

"ویسے آج کل تم معید بھائی سے کچھ زیادہ ہی نہیں ٹکرانے لگیں؟" صبا نے مسکراتے ہوئے کوئی ط سا اندازہ لگانا چاہا تو وہ کچا چبا جانے والے انداز میں گھورتے ہوئے بولی۔

"نہ تو میں اندھی ہوں اور نہ ہی میرے دماغ میں کوئی خلل پیدا ہوا ہے کہ میں اس بے تکے بیل ے ٹکراتی پھروں۔"

"تو پھر اس بے وجہ ٹکراؤ ہی کا کوئی رزلٹ نکال لو۔" صبا نے مشورہ دیا تو وہ سلگ اٹھی۔

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟"

"معید بھائی بہت اچھے ہیں ضحیٰ! تم ان سے دوستی تو کر کے دیکھو۔"

"وہ سب کا اچھا دوست ہو سکتا ہے مگر میرا نہیں۔ میں اسے ہر طرح سے آزما چکی ہوں۔" اس ے لب و لہجے میں خود بخود کڑواہٹ اتر آئی تھی۔

"اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو پوری زندگی پر اپلائی کرنا کہاں کی عقلمندی ہے ضحیٰ! اور پھر کزن پ میں چھوٹے موٹے لڑائی جھگڑے تو چلتے ہی رہتے ہیں۔" صبا نے اسے کنونس کرنا چاہا۔

"اس ساری بحث کا مقصد کیا ہے صبا؟" اس نے سرد مہری سے پوچھا تو وہ لحظہ بھر کو چپ سی ہو پھر گویا اپنی ہمت باندھ کر کہا۔

"سب کی خواہش ہے ضحیٰ! کہ تم اور معید بھائی......"

"نہیں صبا!" وہ اس کے ادھورے لفظوں ہی سے پوری بات کا مفہوم پا گئی تھی۔ سو تیز لہجے میں ے ٹوک دیا۔

"یہ سب کی خواہش ہو گی۔ مگر میری خواہش نہیں ہے۔"

صبا نے مزید کچھ کہنے کے لئے لب وا کئے تھے کہ وہ بول اٹھی۔

"اور پلیز صبا! اس بات کو یہیں ختم کر دو۔ نہ آج نہ آئندہ کبھی۔ میں معید حسن کے پروپوزل میں فیصد بھی انٹرسٹڈ نہیں ہوں۔ اس شخص سے محبت کرنا تو دور کی بات ہے، میں اس سے متعلق ایسا سوچ بھی نہیں سکتی۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اور نجانے کس کام کی غرض سے صبا کے کمرے میں داخل ہوتا معید وہیں دروازے کے باہر ہی گیا تھا۔

"اگر تم اپنی شدت پسندی اور خواہ مخواہ کی ضد چھوڑ دو تو شاید یہ پروپوزل تمہیں اتنا برا نہ لگے۔" میں ضبط و برداشت کا مادہ حد سے زیادہ تھا۔ مگر ضحیٰ اتنی ہی جذباتی تھی، چیخ کر رہ گئی۔

"معید حسن اگر دنیا کا آخری شخص بھی ہوا تو میں کبھی اسے پسند نہیں کروں گی اور نہ ہی کوئی بی اس سے متعلق میرے خیالات کو بدل سکتا ہے۔ میں اسے بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"کیا جانتی ہو تم؟" صبا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔ تب لمحوں میں اپنا موڈ بدل کر وہ شوخی سے بولی۔

"یہی کہ اس کے لاکر میں ایک ڈائری ہے اور اس ڈائری میں کسی بہت خوب صورت سی لڑکی کی یر ہے جسے معید حسن عمر قید سنانے والا ہے۔"

اس کے یکلخت بدلتے انداز پر صبا اسے دیکھ کر رہ گئی تھی جبکہ اس کی بات سن کر مو
عجیب سا محسوس کرتے ہوئے ہلکی سی سانس بھرتا واپس پلٹ گیا تھا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ وہ ایسے نہیں ہیں۔" صبا نے اسے ٹوک دیا تو وہ سنجیدگی سے

"وہ جیسا بھی ہے صبا! آئندہ مجھ سے اس موضوع پر بات مت کرنا۔ نہ تو میں معید کے لئے بنی ہوں اور نہ ہی وہ میرے لئے ہے۔ جتنا اچھا وہ تمہیں لگتا ہے میں اس کے لئے نہیں بن سکتی۔" اس نے بات ہی ختم کر دی تھی۔

صبا اس کے اس قدر اٹل انداز پر اسے دیکھ کر رہ گئی۔

●●●●●

اک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا
جیسے صبح کا رُوپ، جیسے سردی کی دھوپ
جیسے ٹھنڈی پون، جیسے بن میں ہرن
جیسے خوشبو لئے آئے ٹھنڈی ہوا
اک لڑکی کو دیکھا تو ایسا لگا
جیسے ناچتا مور، جیسے ریشم کی ڈور
جیسے پریوں کا رنگ، جیسے صندل کی آگ

آنکھیں موندے وہ پوری طرح گانے کے بولوں میں گم ادینہ کو سلگا گیا تھا۔ اس سے نہیں ہوا تو آگے بڑھ کر ڈیک آف کر دیا۔ وہ چونک اٹھا تھا مگر ادینہ کو سامنے پا کر مسکرا دیا۔

"تم؟" وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

"کیوں ــــ تم کس کی توقع کر رہے تھے؟" وہ طنزیہ انداز میں کہتی اس کے مقابل جا
ہنس پڑا۔

"توقع نہیں کر رہا تھا، ابھی خواب میں دیکھ رہا تھا۔" اس نے شرارت سے کہا تو ادینہ
نے اس کا دل مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

"بہت خوش ہو؟" چبھتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ الٹا اس سے پوچھنے لگا۔

"کیا نہیں ہونا چاہئے؟"

"تمہیں اس قدر اچانک صبا کیسے پسند آگئی نوفل؟" اس کے سلگتے لہجے کی آنچ نوفل تک
تھی، اسی لئے وہ مسکرا کر بولا۔

"پتہ نہیں یار! بس دل نے کہا کہ یہی ہے وہ جس کی تجھے تلاش ہے۔ پھر میں نے بھی
ساتھ زیادہ اڑنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ دماغ کی بھی یہی رائے تھی۔ سو نتیجہ تمہارے سامنے

"مگر نوفل! ایسا کیا پسند آگیا اس میں تمہیں؟" اس سے ہار برداشت نہیں ہو پا رہی تھی
نے حیرت سے اسے دیکھا پھر رسان بھرے لہجے میں بولا۔

"اس میں کسی بھی کچھ نہیں ہے ادینہ!"

"اور میں ــــ مجھ میں کس بات کی کمی تھی نوفل احمد؟" وہ یکلخت پھٹ پڑی تو نوفل کو لگا جیسے چھت اس کے سر پر آگری ہو۔

"میں تو اپنے بچکانہ پن میں خلیل الرحمٰن کو اپنا بیٹھی تھی، مگر اس کی تحویل میں جا کر مجھ پر کھلا کہ میرا دل تو جانے کب سے صرف اور صرف تمہیں اپنا مانتا چلا آرہا ہے۔ تم سامنے نہیں تھے تو جانے کیسے میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر بیٹھی۔ مگر تم نے بھی مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ تم ایک بار بھی مجھے آواز دیتے تو میں لوٹ آتی۔" وہ کیا کہہ رہی تھی، نوفل کو سمجھنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ ذہن کے جیسے پرخچے اُڑ گئے تھے۔

ادینہ کا یہ روپ تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"یہ کیا ہو گیا ہے تمہیں ادینہ؟ ہوش میں تو ہو تم؟" وہ بمشکل اپنے ذہن کو سمیٹ پایا تھا۔ سختی سے پوچھا تو وہ اپنی آنکھیں بھر لائی۔

"اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی میں اس شخص سے ناتا توڑ کر واپس چلی آئی تھی نوفل! صرف اور صرف تمہارے لئے۔ اور اب تم ہی مجھے یوں ٹھکرا کر کسی اور کے خواب دیکھ رہے ہو۔"

"شٹ اپ ادینہ! ایک لفظ بھی مزید مت کہنا۔" وہ صدمے کا شکار تھا۔ اونچی آواز میں اسے ٹوک گیا۔

"کیوں نہ کہوں۔ اپنی ساری زندگی کا حاصل اتنی خاموشی سے کیسے گنوا دوں؟" وہ تڑپ اٹھی تھی۔ وہ جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔ اس قدر غیر متوقع صورت حال نے اسے اندر تک ہلا ڈالا تھا۔

"میرے خیال میں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ادینہ! جا کر آرام کرو۔" وہ بہت سرد لہجے میں بولا تھا۔

"مجھ پر رحم کرو نوفل! میں بہت اکیلی ہوں۔ اب تمہارے بغیر تو مر ہی جاؤں گی۔" وہ اپنی عزت نفس کو پس پشت ڈالے ہر گر آزما ڈالنے کے موڈ میں تھی۔

نوفل کو اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس ہونے لگیں۔

"بی ہیو یو ادینہ! پتہ ہے تمہیں کہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" وہ دانتوں پر دانت جمائے بولا۔ دل و دماغ تو ابھی بھی بھرپور بے یقینی کے حصار میں تھے۔

"جانتی ہوں نوفل! اچھی طرح جانتی ہوں۔ مگر جب معاملہ زندگی اور موت کا ہو تو عزتِ نفس کی پرواہ نہیں کی جاتی۔" وہ رو دی تھی۔

نوفل کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ردِعمل اختیار کرے۔

اس سے پہلے بھی ادینہ نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی جس سے اسے اندازہ ہو سکتا کہ وہ اس میں انوالو ہے۔ اور اب یوں اچانک وہ کھل گئی تھی۔

"آئی ایم سوری ادینہ!" بہت تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے اپنا لہجہ نرم کیا تھا۔ "میں

تمھاری فیلنگز سے بالکل ناواقف تھا اور اگر واقف ہوتا بھی تو میرا فیصلہ وہی ہوتا جو ا
تمھارے لئے میں نے کبھی بھی ایسا نہیں سوچا۔"

"تو اب سوچ لو نوفل! ابھی بھی وقت ہے۔" اس نے ملتجیانہ انداز میں کہا تو نوفل کو
دماغ خراب ہو گیا ہے۔

"تم ابھی اپنے حواس میں نہیں ہو ادینہ! اسی لئے یوں فضول باتیں کر رہی ہو۔" اش
خفیف سی لہر اس کے ذہن کو سلگا گئی تھی۔

"یہ فضول باتیں نہیں ہیں نوفل! میری پوری زندگی کا معاملہ ہے۔"

"مگر میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" وہ بے حد سرد مہری سے بولا تو ادینہ کے حواس
لگے۔ "اینڈ ناؤ لسن ٹو می ادینہ! آج کے بعد اس موضوع پر کبھی بات مت کرنا۔ کیونکہ میر
میں تم سے متعلق نہ تو ایسی کوئی فیلنگز ہیں اور نہ ہی ایسی کوئی جگہ ہے۔ ہم بہت اچھے کزن اور
دوست تو ہو سکتے ہیں مگر اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں۔" وہ بہت سرد اور بے اعتنا
بھرپور لہجے میں کہتا اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"نوفل! میں نے صرف تمہیں چاہا ہے۔" وہ تڑپ اٹھی مگر وہ مشتعل ہو اُٹھا تھا۔

"شٹ اپ ادینہ! اس ٹاپک کو یہیں کلوز کرو۔ نہ تو اس سے کچھ حاصل ہے نہ وصول
زندگی میں تمہارا اتنا ہی حصہ ہے جتنا پہلے تھا۔ اینڈ دیٹس آل۔"

"تم ایک بار پھر مجھے اکیلا کر رہے ہو نوفل!" وہ بلکنے لگی۔

"اگر تم نے خلیل الرحمٰن کو پسند کیا تھا تو وہ تمہاری اپنی مرضی تھی اور اب جو کچھ تم کر رہی ہو
ذمہ داری بھی صرف اور صرف تم پر عائد ہوتی ہے۔ اور ویسے بھی تم بیوی کے طور پر کبھی بھ
آئیڈیل نہیں ہو سکتیں۔ وہ صبا ہی ہے۔ بالکل خاص اپنی سوچوں میں، اپنے جذبات واضح
میں۔" وہ صاف گوئی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

ادینہ کے دل پر چوٹ سی لگی۔

"میرے جذبات میں بھی کوئی کھوٹ نہیں ہے نوفل!"

"مت بھولو ادینہ! کہ تم نے خلیل الرحمٰن سے محبت کی تھی اور ایک سال تک تم اس کی ہو
ہو۔" وہ غصے سے بولا تھا۔

"میری محبت کا تو خیال کرو نوفل!" وہ کمزور لہجے میں بولی۔

"گیٹ آؤٹ ادینہ! تم صرف اور صرف میرا دماغ خراب کر رہی ہو۔ جب تمہارا دماغ ٹ
جائے تب میرے ساتھ بات کرنا۔" نوفل کا ذہن واقعی کام نہیں کر رہا تھا۔

وہ ہارے ہوئے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آئی ایم سوری نوفل! ـــــ مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم میرے متعلق اتنی بری سوچ رکھتے ہو"
نوفل نے گہری سانس لیتے ہوئے اندر کی کثافت کو کم کرنے کی کوشش کی، پھر نرمی سے بو

"ایسا مت سوچو ادینہ! تم میری بہت اچھی دوست ہو، کزن ہو۔ ہر رشتے کی اپنی ایک جگہ ہوتی
ہے، ایک ریسپکٹ ہوتی ہے۔ اور میں نے ہمیشہ اس دوستی کے تقاضے نبھائے ہیں۔"

"یہ دوستی ایک اچھے رشتے میں بھی تو تبدیل ہو سکتی ہے نا۔" وہ ابھی بھی پُر امید تھی مگر گزرتا ہر لمحہ
نوفل کے سکون کی دھجیاں اُڑاتا جا رہا تھا۔

ادینہ کا یہ انداز اس کے لئے بہت شاکنگ تھا۔

"نہیں ادینہ! کبھی نہیں۔ تم غلط کہہ رہی ہو۔ ہر جذبے کا تعلق فیلنگز سے ہوتا ہے اور جب میں
تمہارے متعلق ایسی فیلنگز ہی نہیں رکھتا تو پھر باقی سب بے کار ہے۔ اینڈ ناؤ ادینہ! لیو دِس ٹاپک
فار ایور۔ تم نے مجھ سے ایک سوال پوچھا، میں نے اس کا جواب دے دیا ہے۔ مگر اس کے بعد میں
کبھی بھی اس ٹاپک پر بات کرنا پسند نہیں کروں گا۔ آج کی سب باتوں کو میں بھول جاؤں گا اور تم
بھی کبھی یاد مت کرنا۔ ہم آپس میں اچھے دوست ہیں اور مجھے ہمارے درمیان یہی رشتہ اچھا لگتا
ہے۔" اس نے کھرے انداز میں بات ختم کر دی تو وہ بمشکل خود پر ضبط پاتی ہارے ہوئے انداز
میں پلٹ گئی۔

نوفل نے گہری سانس لے کر تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا تھا مگر ایک عجیب سی
پژمردگی نے جیسے اندر کی فضا کو کثیف کر دیا تھا۔ وہ ذرا دیر پہلے والی خوش گواریت دھواں بن کر
غائب ہو چکی تھی۔ اس نے بستر پر گرتے ہوئے آنکھیں موند لیں اور ذہن کو پُرسکون کرنے کی
کوشش کرنے لگا۔

●●●●●

"اُف ـــــ صبی! ایمان سے کبھی نوفل بھائی کو دیکھ لو تو پتھر ہی بن جاؤ۔" ضحیٰ رطب اللسان تھی۔

"ہیں ـــــ کیا مطلب؟" وہ ہونق بن گئی۔ پہلے ہی ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوئے جا رہے تھے،
اوپر سے ضحیٰ مزید ڈرا رہی تھی۔

"اس قدر وجیہہ لگ رہے ہیں۔" اس نے کھلے دل سے تعریف کی تھی۔ وہ نروس ہونے لگی۔

"ضوئی! امی سے کہہ دینا، علیحدہ علیحدہ منگنی ہو گی ہماری۔"

"کیا؟" ضحیٰ کو ہنسی آ گئی۔ حیرت سے پوچھا۔

"پہلے ایک کو وہاں بٹھا کر انگوٹھی پہنا لیں، پھر دوسرے کو۔ میں ان کے سامنے کوئی نہیں جا
رہی۔" وہ منمنائی تھی۔

ابھی وہ بیوٹی پارلر سے تیار ہو کر انس اور ضحیٰ کے ساتھ سیدھی ہوٹل پہنچی تھی، جہاں باقی سب اہل
خانہ موجود تھے۔ اور اب نیچے لڑکے والے بھی آ چکے تھے جن کا استقبال کیا جا رہا تھا۔ ضحیٰ کھڑکی کے
شیشے سے جھانک رہی تھی۔ رسٹ کلر کی کام دار پشواز اور سلیقے سے کئے گئے میک اپ نے ہمیشہ
سادہ رہنے والی صبا کو بہت دلکش سا روپ دے دیا تھا۔ ضحیٰ نے تو بے اختیار اس کی نظر اتار کر راستے
میں ایک فقیر کو روپے تھمائے تھے۔

"ارے واہ ــــــ میں تو یوں بھی نیو جنریشن کی باغی لیڈر ہوں۔ میں تو سراسر کمپائن! کی حمایت کروں گی بلکہ انگوٹھی بھی تمہیں نوفل بھائی خود ہی پہنائیں گے تو لطف آئے گا۔" اس کی حالت سے لطف اٹھایا تھا۔

"دفع ہو جاؤ تم ضحیٰ! میرا بی پی لو ہو رہا ہے۔" وہ روہانسی ہونے لگی تھی۔ ضحیٰ ڈھٹائی لگی۔ حمرہ کمرے میں آئی تو اس کے ساتھ نگین بھی تھی۔

"ماشاء اللہ ــــــ ابھی تو صرف میرے بھائی کے نام ہوئی ہو اور اس قدر روپ آ گیا" نگین کے بے ساختہ کہے گئے جملے میں ستائش بھی تھی اور شرارت بھی۔ صبا اپنے آپ میں گئی۔ اس کی سرخ رنگت دیکھ کر محظوظ ہوتے ہوئے نگین اس سے لپٹ گئی تھی۔

"یونہی تو میرا بھائی تمہارا دیوانہ نہیں ہو گیا۔"

"نگین! پلیز۔" وہ ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔

"یہ بالکل ڈفر ہے نگین! اگر نوفل بھائی منگنی کے بعد کسی رنگین پیریڈ کی آس میں ہیں تو گے۔" ضحیٰ نے متاسفانہ انداز میں سر ہلایا تھا۔

"ضحیٰ! آج تمہارا تو قتل مجھ پر واجب ہو گیا ہے۔" صبا نے دانت پیسے تھے۔ جب کہ وہ مسلسل اسے تنگ کرنے پر آمادہ تھیں۔

"چلو بھئی، وہاں ابو نے نوفل کو انگوٹھی پہنا دی ہے۔ مووی میکر یہیں آ رہا ہے۔" انس نے کر کے اندر آتے ہوئے کہا تو صبا پر پھر سے گھبراہٹ کا دورہ پڑنے لگا۔

"آپ کی شکل بہت جانی پہچانی لگ رہی ہے۔" نگین کو دیکھ کر وہ یوں ٹھٹکا جیسے واقعی الجھ ہو۔ مگر اس کی آنکھوں کی شریر سی چمک اور شوخ مسکراہٹ نگین کا چہرہ تمتما گئی تھی۔

"نگین! میں بھی ابھی یہی کہہ رہی تھی کہ آپ کی شکل کے ایک محترم اس کے منگیتر ہوتے! ضحیٰ نے طنز کیا تو اس نے ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے گہری نگاہ کتراتی کھڑی نگین پر ڈالی تھی۔ اس پسندیدہ موو کلر کے لباس میں وہ بہت دلکش لگ رہی تھی اور کچھ دل کا بھی معاملہ تھا کہ اسے رہنے کو جی چاہ رہا تھا۔

"میرے خیال میں ابھی آپ کو اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں انس بھائی!" ضحیٰ نے چڑ کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی تھی۔

"کوئی ایک ظالم سماج تھوڑی ہے یہاں۔" وہ آہ بھر کے پلٹ گیا تو وہ تینوں ہنس دیں۔

صالحہ بیگم نے بہت محبت کے ساتھ ڈائمنڈ کی انگوٹھی صبا کے ہاتھ میں پہنائی تھی۔ اس سے پہلے منگنی کے سوٹ کے علاوہ پانچ کامدار جوڑے، سونے کے ایک خوب صورت سیٹ کے ساتھ لوازمات ایک روز پہلے ہی بھجوا چکی تھیں۔ نگین نے اسے بہت خوب صورت سا سونے کا بریسلٹ پہنایا تھا۔

"بھئی ہم بھی تو دیکھیں، ایسا کون سا چہرہ ہے جس نے نوفل احمد جیسے بندے کو دیوانہ کر دیا"

بہت دلکش سی آواز صبا کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ جزبز ہو کر رہ گئی۔ اسی وقت ساتھ بیٹھی ادینہ نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"اور اس کو دیکھ لو، نوفل احمد جس کا دیوانہ ہے۔"

صبا نے ایک جھٹکا سا محسوس کرتے ہوئے بے اختیار مقابل کو دیکھا تو ساکت سی دیکھتی رہ گئی۔

گھر واپس آ کر بھی سب فنکشن ہی کو ڈسکس کر رہے تھے۔
''انس اور صبا دونوں ہی بہت لکی ہیں۔'' چاند نے ستائشی انداز میں کہا تو وہ اُلجھی اُلجھی کمرے میں چلی آئی۔
ادینہ کی سرگوشی اور اس کے بعد ژالے آفریدی کے شعلہ صفت حُسن نے اُسے واقعی ٹ دیا تھا۔
''کیوں کہا تھا اُس نے یہ فقرہ؟'' صبا کا دل ڈوب ڈوب کر اُبھر رہا تھا۔ اس کے بعد فنکشن میں کیا ہوا تھا، اسے کچھ پتہ نہیں چلا تھا۔ اسے تو صرف اپنا آپ ہی تار عنکبوت م محسوس ہوا تھا۔
''صبی! سو گئی ہو؟'' وہ ابھی کپڑے تبدیل کر کے لیٹی ہی تھی کہ ضحیٰ چلی آئی۔
''نہیں تو۔'' اس نے تیزی سے خود کو سنبھالا تھا۔ سوچوں کے جال پل بھر میں ٹوٹ سے گئے
''میں نے سوچا شاید آتے ہی اچھے خوابوں والا چینل سیٹ کر کے سو گئی ہو۔'' وہ اس کے پا بیٹھی تھی۔ پھر اس کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔
''کیا بات ہے؟ ــــ اتنی سنجیدہ اور رنجیدہ سی کیوں بیٹھی ہو؟''
''میں کیوں سنجیدہ اور رنجیدہ ہونے لگی۔'' وہ مسکرائی تھی مگر ضحیٰ کو تسلی نہیں ہوئی تھی۔
''نوفل احمد جیسے شاندار بندے سے منگنی کروانے کے بعد تو تمہیں یوں چپ چاپ نہیں چاہئے۔''
''اور کیا بھنگڑا ڈال کر بتاؤں کہ میں خوش ہوں؟'' وہ چڑ گئی تھی۔
''اس سے کم بھی نہیں کرنا چاہئے۔'' ضحیٰ نے فوراً اس آئیڈیے کو اپروو کر دیا تھا۔
''میں انسان کے ظاہر پر نہیں مرتی۔ ساری بات اخلاق و کردار کی ہوتی ہے۔ دیکھنے م سانپ بھی بہت خوب صورت ہوتے ہیں مگر ان کے اندر کا زہر انسان کی جان لے لیتا ہے۔ ا لئے ظاہری خوب صورتی پر دھیان مت دو۔'' صبا نے سنجیدگی سے کہا تو اس کی ذہنی رو بھٹکی۔
''واقعی ــــ میں نے بھی زندگی سے یہی سیکھا ہے۔ انسان کے ظاہر پر مت جاؤ۔ ا اصل شخصیت تو تہہ در تہہ پرتوں کے نیچے چھپی ہوتی ہے۔''
ایک ہی پل میں اسے جیسے آندھیوں کا شور چھو کر گزر گیا تھا۔ عمر کاظمی کے ساتھ گزرے لمحے،

ڈل
کی باتیں، اس کی خوشبو۔ اس نے گہری سانس لے کر پلکیں جھپکائیں تو کتنے ہی آنسو اندر اتار لئے اور فوراً خود کو سنبھال لیا۔
''پھر بھی مجھے الٹے سیدھے مشورے دیتی رہتی ہو۔'' صبا نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا تھا۔
''اس سے ہاضمہ درست رہتا ہے۔'' وہ اطمینان سے بولی تو صبا کو ہنسی آ گئی۔
''کیا بکواس کر رہی ہو؟''
''اچھا دفع کرو سب باتوں کو۔ یہ بتاؤ کہ نوفل بھائی کیسے لگے تمہیں؟'' ضحیٰ نے اشتیاق سے پوچھا تو وہ استعجاب بھرے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔
''میں نے بھلا انہیں کب دیکھا ہے؟''
''جھوٹ مت بولو۔ پورے بیس منٹ تک وہ اسٹیج کے سامنے والی رو میں بیٹھے رہے اور تم نے انہیں دیکھا ہی نہیں؟'' ضحیٰ کو یقین نہیں آیا تھا۔
''واہ، میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔'' وہ زچ ہو گئی۔
''تو پھر تم بار بار سامنے کس کو دیکھ رہی تھیں؟'' ضحیٰ کو حیرت ہوئی تھی۔
''سامنے ــــ؟'' صبا نے پل بھر کو سوچا۔ پھر آہستگی سے بولی۔ ''سامنے والی رو میں تو ژالے بیٹھی تھی۔''
''تو فضول لڑکی! ساتھ ہی نوفل بھائی اور نگین بیٹھی تھیں۔ تائی جان بھی تھیں۔'' ضحیٰ نے گویا اپنا سر ہی پیٹ لیا تھا۔
''میں تو بس اسی کو دیکھتی رہی۔ وہ کتنی خوب صورت ہے ضحیٰ!'' صبا نے سادگی سے کہا تو وہ دانت پیس کر بولی۔
''لعنت ہے تم پر۔ ایسی تعریف تمہیں اپنے منگیتر کی کرنی چاہئے تھی۔ پتہ نہیں بے چارے کتنے گھنٹے آئینے کے سامنے لگا کر آئے تھے۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے انہوں نے تقریباً کوئی ستر بار تمہیں دیکھا ہوگا اور تم اس ژالے آفریدی کو دیکھ رہی تھیں۔''
''نگین بتا رہی تھی کہ وہ نوفل کی بہت اچھی دوست ہے۔'' اس نے سرسری انداز میں کہا تو ضحیٰ نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے جواب دیا۔
''ہاں ــــ تعارف تو خاصا مشکوک سا تھا اس کا۔''
''تو پھر نوفل نے اس سے منگنی کیوں نہیں کی؟'' صبا نے بے اختیار پوچھا تو ضحیٰ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔
''کیا مطلب ہے تمہارا؟ ــــ یعنی تم اتنی دیر سے یہ سوچ رہی تھیں؟''
''نہیں، یونہی میرے ذہن میں ایک خیال سا آ گیا تھا۔'' وہ مکر گئی تھی۔
''اتنے بے ہودہ خیالات ذہن میں لانے کی ضرورت نہیں ہے ــــ اگر نوفل بھائی کو وہ اس طرح سے پسند ہوتی تو وہ کبھی تمہارے لئے خود کہہ کر پروپوزل نہ بھجواتے۔'' ضحیٰ نے اسے ٹوک دیا تھا

مگر وہ پھر بولی۔

"پھر بھی ضحیٰ! وہ اتنی خوب صورت ہے۔ کوئی بھی اس کا دیوانہ ہو سکتا ہے۔"

"یہ دل کے معاملے ہیں صبا بی بی! یونہی کوئی کسی کا دیوانہ نہیں ہو جاتا۔ کوئی ادا ہوتی ہے جو چھو جاتی ہے۔ احساسات کو لطیف انداز میں چھیڑ جاتی ہے۔" ضحیٰ نے کہا تھا۔ صبا نے آنکھ لیں۔ دماغ سے جیسے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

یہ کیسا گورکھ دھندا شروع ہونے لگا تھا۔ ابھی تو اس کی پلکوں نے کوئی سپنا بھی نہیں دیکھا اس قدر سفاک انکشاف ہو گیا تھا۔

"میرے خیال میں تمہیں نیند آرہی ہے۔ ویسے آتو مجھے بھی رہی ہے۔ اتنی دیر جو ہو گئی۔ اچھے اچھے خواب دیکھو، میں بھی جا کے سونے لگی ہوں۔" ضحیٰ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے بعد صبا نے آنکھیں کھول کر چھت پر نظر جما دی۔

ادینہ نے یونہی تو اتنی بڑی بات نہیں کہہ دی ہو گی۔ کس قدر طنزیہ اور استہزائیہ انداز تھا اس کا دل گھبرانے لگا تو اس نے بے اختیار خدا سے دعا مانگ ڈالی۔

"مجھے کسی آزمائش میں مت ڈالنا اللہ پاک!"

مگر دل تھا کہ ڈوبتا ہی چلا جا رہا تھا۔

●●●●●

میں دل پہ جبر کروں گا، تجھے بھلا دوں گا
مروں گا خود بھی، تجھے بھی کڑی سزا دوں گا
یہ تیرگی مرے ہی گھر کا کیوں مقدر ہو
میں تیرے شہر کے سارے دیے بجھا دوں گا

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اب تم نوفل کا پیچھا کیوں لے بیٹھی ہو؟ ایک آدھ ماہ میں تو شادی بھی ہو جانی ہے۔" زرینہ بیگم اس کے منہ سے نوفل کی تعریفیں سن سن کر عاجز آ گئی تھیں کر کہا تو وہ اطمینان سے بولی۔

"تو کیا ہوا۔ میری بھی تو ایک شادی ہو چکی ہے۔ جب وہ صبا کو طلاق دے دے گا تو ظا مجھ ہی سے شادی کرے گا۔"

"خدا نہ کرے۔" زرینہ بیگم دہل سی گئی تھیں۔

"اچھا آپ اپنی عقل استعمال کرنے کی کوشش مت کریں۔ جو میں نے کہا ہے آپ کو، وہ ہے۔" ادینہ نے انہیں ٹوک دیا تو وہ عاجز آ گئیں۔

"کیوں ان کا گھر برباد کرنے پر تلی ہو بیٹی؟ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ مٹی ڈالو اس قصے پر۔ اب تمہارا رشتہ ڈھونڈنے کو تیار ہیں۔"

"ہنہ ـــ میں اس بڑھیا کی چالاکی جانتی ہوں۔ اپنی اس جائیداد میں سے تو ایک

ہیں نہیں دینے والی۔ نوفل سے میری شادی ہو جاتی تو میں ساری زندگی عیش کرتی۔" وہ زہر آلود داز میں بولی تھی۔

"عیش کی زندگی تو تم ابھی بھی گزار رہی ہو ادینہ! اتنا اچھا گھر ہے۔ کھلا خرچ ملتا ہے۔ زندگی کی ام آسائشات موجود ہیں۔" زرینہ بیگم نے اسے سمجھایا تو وہ تلخی سے بولی۔

"ہنہ ـــ یہ دو کمروں کی انیکسی کو آپ گھر کہتی ہیں؟ گھر تو وہ ہے جس میں صبا بی بی آنے لی ہے۔ ہمیں تو ٹرخایا گیا ہے اور بس۔"

"یہ بھی تمہارا ہی قصور ہے۔ بھابی جان نے تو ساتھ رہنے کو کہا تھا، تم نے ہی اکڑ دکھاتے ہوئے بسی میں ٹھہرنے کی ضد کی تھی۔" زرینہ بیگم نے جتایا تو وہ ڈھٹائی سے بولی۔

"میں تب بچی تھی۔ دو، چار، چھ دفعہ کہتیں تو میں مان جاتی۔ نوکروں کی طرح ہمیں انیکسی میں ل رکھا ہے۔"

"خیر نوکروں کی طرح تو نہیں۔ یہاں بھی ویسی ہی آرائش ہے جیسی کوٹھی کی ہے۔ کوئی چیز کمتر ل ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولیں تو وہ تڑخ کر رہ گئی۔

"آپ کو تو عادت پڑ چکی ہے ہر بات میں ان لوگوں کی حمایت اور میری مخالفت کرنے کی۔"

"میں تو یونہی ایک بات کہہ رہی تھی۔" وہ جلدی سے بولیں۔ اس کے لب و لہجے کی تیزی سے وہ با خائف ہو جاتی تھیں۔

"میں نے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ اپنے دماغ پر زور مت دیا کریں۔ وہ کسی کام کا نہیں ہے۔ جو میں کہا ہے بس اسے یاد رکھیں۔" ادینہ نے چڑ کر کہا تو وہ فکرمندی سے بولیں۔

"یہ نہ ہو کہ اس بات سے ان کی رشتہ داری خراب ہو جائے، بات بگڑ ہی نہ جائے۔"

"آپ کی موٹی عقل میں یہ بات کبھی نہیں آئے گی کہ یہی تو میں چاہتی ہوں۔ میں روؤں تو احمر کو بھی تو رونا چاہئے نا۔" وہ نفرت سے پُر لہجے میں بولی تو انہوں نے کہا۔

"اور اگر کسی نے جا کر وہاں سے اصل بات پوچھ لی تو؟"

"تو پوچھ لیں۔ آپ نے خود نہیں سنا تھا، وہ عورت صبا کی پھپھو سے کہہ رہی تھی کہ انہوں نے نے بیٹے کے لئے صبا کا رشتہ کیوں نہیں لیا تو انہوں نے کہا تھا کہ بات تو چل رہی تھی مگر میرا بیٹا ضی نہیں تھا۔" ادینہ نے انہیں یاد دلایا تھا۔

عموماً شادی بیاہ کے موقع پر یا یونہی تقریبات میں عورتیں ایسی باتیں کرتی رہتی ہیں۔ ایسی ہی ت ادینہ کے کانوں میں بھی پڑ گئی تھی۔ مریم پھپھو کی جیٹھانی نے عماد اور صبا کے رشتے کی بابت چھا تھا۔

"میری تو اپنی دلی خواہش تھی۔ پر یہ آج کل کے جو بچے ہیں نا، یہ والدین کو بچہ سمجھتے ہیں۔ میں صبا کا نام لیا تو کہنے لگا کہ اسے تو بالکل سگی بہنوں کی طرح سمجھتا ہوں۔ جڑ سے ہی بات ختم کر اس نے۔ اور دوسرے یہ کہ میرے بات کرنے سے پہلے ہی نوفل کا رشتہ آ چکا تھا جو واقعی بہترین

بھی تھا۔ سو میں نے خوامخواہ ٹانگ اڑانے کی کوشش نہیں کی۔ ویسے بھی آپا! جہاں جس انہوں نے بہت طریقے سے بات ختم کر دی تھی۔ مگر پیچھے بیٹھی ادینہ کے ہاتھ گویا لمبی چال گیا تھا۔

"جب لڑکا ہی راضی نہیں تھا تو پھر کیا فرق پڑتا ہے اس سارے معاملے سے؟" زر نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا تو وہ ماتھا پیٹ کر رہ گئی۔

"آپ کچھ مت کیجئے گا ـــــ بس میری ہاں میں ہاں ملا دیجئے گا۔ اتنی ہی مہربانی آپ کی۔"

"میں تو کہتی ہوں ادینہ! چھوڑو اس سارے قصے کو۔ ایک عمر پڑی ہے، ہزاروں رشتے گے۔ پھر کیوں خود بھی جلتی ہو اور دوسروں کو بھی بے سکون کرنے پر تلی ہو؟" زرینہ بیگم نے پھر اسے سمجھانے کی کمزور سی کوشش کی تھی۔

"آپ کو میرا ساتھ نہیں دینا ہے تو نہ دیں۔ مگر میں ان لوگوں کو چین کا سانس نہیں گی۔ اگر نوفل میرا مقدر نہیں بنا تو میں اسے صبا کی قسمت بھی نہیں بننے دوں گی۔ میں نا دیکھتی ہوں کہ نوفل بھی اپنے من کی مراد کیسے پاتا ہے۔"

وہ زہرخند لہجے میں بولی تو زرینہ بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

●●●●●

"دیارِ نور میں تیرہ شبوں کا ساتھی ہو
کوئی تو ہو جو میری وحشتوں کا ساتھی ہو
میں اس سے جھوٹ بھی بولوں تو مجھ سے سچ بولے
میرے مزاج کے سب موسموں کا ساتھی ہو
میں اس کے ہاتھ نہ آؤں وہ میرا ہو کے رہے
میں گر پڑوں تو میری پستیوں کا ساتھی ہو
کرے کلام جو مجھ سے تو میرے لہجے میں
میں چپ رہوں تو میرے تیوروں کا ساتھی ہو
وہ خواب دیکھے تو دیکھے میرے حوالے سے
میرے خیال کے سب منظروں کا ساتھی ہو"

وہ دم سادھے اس کی دل میں اترتی آواز سن رہی تھی۔ وہ ٹھہرا تو لگا لمحہ بھر کو ساری کائنات گئی ہو۔

اس دلکش سی خاموشی کو توڑنا ژالے کو گناہ کے مترادف محسوس ہونے لگا۔ اس نے نوفل دیکھا۔ وہ یونہی کرسی کی پشت پر سر ٹکائے سامنے دیوار پر نظر جمائے اب بہت خاموش سا ہونٹوں پر آسودگی و طمانیت بھری ہلکی سی مسکراہٹ لئے ژالے کو بہت اچھا لگا تھا۔

"اِٹس ٹو مچ نوفل ـــــ!" گہری سانس لے کر وہ آگے جھکی اور کہنیاں وسیع ٹیبل کی گلاس ٹاپ ٹکا دیں۔

"کیوں؟" اس نے اپنی خوشنما آنکھوں کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے استعجاب سے پوچھا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

"کوئی بھی انسان اس قدر مکمل نہیں ہوتا جتنا تم چاہ رہے ہو۔"

"مگر وہ تو ہے نا۔" اس کے لبوں کی تراش میں نرم سی مسکراہٹ ٹھہر گئی تھی۔

"واقعی، خوب صورتی اور معصومیت کو اگر مجسم کیا جائے تو یقیناً اس کا نام صبا میر ہی ہوگا۔" ژالے نے دل کھول کر اس کی تعریف کی تھی۔ نوفل کا دل تفاخر سے بھرنے لگا۔

"اب تو تمہیں پتہ چل گیا ہوگا کہ اس میں ایسا کیا ہے جو جینی اور شیری میں نہیں۔"

"تم بہت تیز جا رہے ہو نوفل!" ژالے نے نہ چاہتے ہوئے بھی اسے ٹوک دیا تھا۔

"یہ کمپیوٹر ایج ہے۔ آئی ٹی کا دور ہے۔ محبت یونہی اچھی لگتی ہے۔" وہ شرارت سے ہنسا تھا مگر وہ را بھی نہیں پائی۔

"بہت غلط کہتے ہو تم نوفل! تم سے اچھا تو تم لوگوں کا ایک رائٹر ممتاز مفتی ہے کا بندھن میں کہتا ۔" اس نے ایک پل کو رک کر جیسے الفاظ جمع کئے تھے، پھر خواب ناک لہجے میں بولی۔ "وہ کہتا محبت بھاگ دوڑ نہیں ہوتی۔ طوفان نہیں ہوتی۔ سکون ہوتی ہے۔ دریا نہیں ہوتی، جھیل ہوتی ہے۔ نہیں ہوتی، بھور سمے ہوتی ہے۔ آگ نہیں ہوتی، اُجالا ہوتی ہے۔ اب میں تمہیں کیا بتاؤں کہ کیا ہے۔ یہ بتانے کی نہیں، بیتنے کی چیز ہے۔ سمجھنے کی نہیں، جاننے کی چیز ہے۔" اس نے رک کر کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اور تم اس سے بہتر محبت کی تعریف نہیں کر سکتے۔ اس نے تو دنیا بھر کی لطافت اور خوب صورتی بھر دی ہے محبت کی تعریف میں۔"

"مائی ڈیئر فیلو! مانا کہ رائٹر کے الفاظ بہت خوب صورت اور محبت کی یہ تعریف بہت متاثر کن مگر محبت ہر کسی پر ایک ہی طریقہ واردات سے وارد نہیں ہوتی۔ کسی کے دل میں دستک دے کر ہوتی ہے تو کسی کے دل میں یونہی دندناتی ہوئی۔ اور میرے دل میں بھی یہ دندناتے ہوئے شوریدہ سر دریا کی مانند داخل ہوئی ہے نہ کہ جھیل کے ٹھہرے ہوئے پُرسکوت پانی کی طرح۔ اسے ٹھہراؤ کیسے دے سکتا ہوں؟ میں تو خود اس کے رحم و کرم پر ہوں۔ یہی مجھے بہائے لئے ہے۔"

نوفل نے پوری طرح سے اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے متاثر ہوئے بغیر آہستہ میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور یہی ٹھیک نہیں ہے نوفل! خود کی باگیں کبھی کسی کے بھی ہاتھ میں نہیں دینی چاہئیں۔ چاہے آپ کے جذبات کے ہاتھ ہی کیوں نہ ہوں۔ خود پر کسی کو حاکم رکھنے کا مطلب ہے اپنے آپ کو میں دے دینا۔ مجھے ہی دیکھ لو، یہی غلطی مجھ سے بھی ہوئی تھی اور آج تک اس کی سزا بھگت

رہی ہوں۔ اگر میں شموئیل خان کی پہلی بے رخی پر ہی خود کو سمیٹ لیتی تو آج یوں اس کے
نہ ہو رہی ہوتی۔ یہ میری سزا ہے۔ کیونکہ میں نے خود کو جذبات کے دھارے پر چھوڑ دیا
"مگر کبھی کبھی تو ایسی بے احتیاطی اچھی لگتی ہے ژالے!" نوفل نے کہا تو وہ ہلکی سی مسکرا
ساتھ بولی۔

"احتیاط اچھی چیز ہوتی ہے۔ ہر وقت خود میں حقیقت کا سامنا کرنے کی طاقت رکھنی چا

"ظالم لڑکی! پہلی ہی سیڑھی پر مجھے وسوسوں کا شکار مت کرو۔" وہ کراہا تھا۔

ژالے نے تاسف سے کہا۔

"تمہارا بھی قصور نہیں۔ یہ شدت پسندی تمہاری فطرت میں بسی ہے۔"

"نہیں ـــــ میں شدت پسند نہیں ہوں۔ آئی ایم اے نارمل پرسن۔" وہ فی الفور انکار

"ایک اور جگہ پر ممتاز مفتی لکھتا ہے۔" "سیانے کہتے ہیں کہ اگر تم اپنی کمزوریوں کو جا
دل سے مان لو تو ان کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ وہ مدھم پڑ جاتی ہیں۔ اگر نہ مانو تو جھگڑا شرو
ہے۔ ان کی شدت بڑھ جاتی ہے۔" وہ بہت سکون سے بولی تھی۔

نوفل نے متاثر ہونے والے انداز میں سر ہلایا تھا۔

"لگ رہا ہے کہ اب تم اردو ادب کو گھول کر پی رہی ہو۔ یہ اسٹائل بہت اچھا لگتا ہے تم
کے پہلو تہی کرنے والے انداز پر وہ ہنسی کے دوران بولی۔

"بہرحال ـــــ ہمارے نظریات اور خیالات آپس میں ملتے ہوں یا نہیں، صبا کے متع
بھی وہی رائے ہے جو تمہاری ہے۔ واقعی وہ ایسی لڑکی ہے کہ اس سے محبت ہو سکتی ہے
دیوانگی سمجھ میں آتی ہے۔"

وہ اس کی گفتگو کے دوران مسکراتا رہا تھا۔ ژالے نے تنبیہی انداز میں کہا۔

"لیکن تمہیں ایک بار غیر جانبداری سے اپنا تجزیہ ضرور کرنا چاہیے نوفل! تم مانو یا نہ ما
پسند ہو۔ یہ نہ ہو کہ کل کو صبا سے بات کرنے والا کوئی بھی تمہیں اچھا نہ لگے۔"

"کم آن ژالے!" وہ ہاتھ ہلا کر بے پرواہی سے بولا تھا۔ "اتنا بے وقوف نہیں ہوں

"ہاں، لگتے تو نہیں ہو۔" اس نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے کرسی کی پشت سے
تھی۔ نوفل نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا اور پھر شرم دلانے والے انداز میں بولا۔

"شرم کرو ژالے آفریدی! پچھلے ایک گھنٹے سے میں یہاں بیٹھا ہوں اور تم نے کولڈ
علاوہ سوکھے منہ کچھ نہیں پوچھا۔ اوپر سے طنز بھی کر رہی ہو۔"

"میں تمہیں کچھ بھی نہیں پوچھ رہی۔ کیونکہ ابھی تم مجھے گھر ڈراپ کرو گے اور اس
اچھے سے ریسٹورنٹ میں ڈنر کراؤ گے۔" کلائی پر بندھی خوب صورت سی گھڑی پر ٹائم
اس نے اطمینان سے اپنا پروگرام بتایا تو وہ بولا۔

"ذرا سوچو ژالے! اگر وہ خانزادہ تمہیں یوں میرے ساتھ ہوٹلنگ کرتے دیکھ لے تو

کیا بیتے گی؟"

"محبت میں دلوں کو فراخ کرنا پڑتا ہے، محبوب کی خطاؤں، کمیوں اور غلطیوں کو دفنانے کے لئے۔
نژالے نہ تو محبت کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی کو ڈنر کرا سکتے ہیں۔" وہ بڑی خوب صورتی سے لطیف سا
کر گئی تھی۔ نوفل ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"بہرحال میں یہ طعنہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اب بتاؤ، پاکستانی فوڈ چلے گا یا چائنیز یا کانٹی نینٹل؟"

وہ اپنی چیزیں سمیٹ کر بیگ اور سن گلاسز سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"چائنیز اور کانٹی نینٹل تو ایک عمر تک کھایا ہے۔ اب تو صرف پاکستانی۔"

"صرف ایک احتیاط کر لینا۔ جم ضرور جوائن کر لینا۔ ورنہ تمہیں ژالے سے زلزلہ بنتے دیر نہیں
لگے گی۔" نوفل نے اس کے لئے دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر رہ گئی۔

ڈنر کے بعد ژالے کو ڈراپ کر کے جب گھر لوٹا تو وہ بہت اچھے موڈ میں تھا۔ گاڑی لاک کر کے
تو ادینہ کو سامنے پا کر رک گیا۔ وہ شاید انیکسی کی طرف جا رہی تھی۔

"تم اتنی دیر سے آ رہے ہو؟" وہ حیران تھی۔ دس بج رہے تھے۔ اس سے پہلے زیادہ سے زیادہ
سات بجے تک آفس سے لوٹ آتا تھا۔ اگر کوئی میٹنگ ہوتی تو کال کر دیتا تھا۔ تب وہ نو یا گیارہ
لوٹتا تھا۔ مگر ابھی تمکین بھی پریشان ہو رہی تھی کہ نوفل نے فون نہیں کیا اور نہ ہی موبائل کا کوئی
نس دے رہا تھا۔

"بس یار! ژالے کے ساتھ کافی ٹائم نکل گیا۔ پتہ ہی نہیں چلا۔ ابھی اسے ڈراپ کر کے سیدھا
ر آ رہا ہوں۔"

وہ گھر والوں کی پریشانی کے خیال سے اندر کی طرف بڑھا تو ادینہ بھی اس کے ساتھ چل دی۔
روز کی ہلکی سی جھڑپ کے بعد سے ان دونوں میں اس موضوع پر مزید کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔
پہلے ہی کی طرح دوستانہ انداز میں لوٹ آئی تھی۔ البتہ نوفل نے خود کو محتاط ضرور کر لیا تھا۔ بظاہر
ینہ کے ساتھ پہلے جیسا ربط ہی رکھے ہوئے تھا مگر اس کے جذبات و احساسات کے رخ کا
ہو جانے پر اب وہ کوئی اور رسک لینے پر تیار نہیں تھا۔

"کم از کم اپنا موبائل تو آن رکھا کرو۔ گھر والوں کو تو پریشانی نہ اٹھانا پڑے۔" وہ کہہ رہی تھی۔
نے جواب دیا۔

"پتہ نہیں، کیسے موبائل آف رہ گیا۔ میں نے بھی دھیان نہیں کیا۔"

"پتہ ہے امی کتنی پریشان ہو جاتی ہیں۔" تمکین نے اسے دیکھتے ہی شکایتی انداز میں کہا تو وہ
بازو کے گھیرے میں لئے صالحہ بیگم کے کمرے میں چلا آیا۔ وہ عینک لگائے منگنی کی تصویریں
میں معروف تھیں۔

"یہ اچھا طریقہ ہے پریشانی دور کرنے کا۔" اس نے تمکین کا مذاق اڑایا تھا۔

"بہت بری بات ہے نوفل! پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔" صالحہ بیگم نے اسے سرزنش کی تو اس نے

کان پکڑ لئے۔

''پہلے اس کی گرل فرینڈ جو نہیں تھی ممانی جان! اب یہ بگڑ رہا ہے۔'' ادینہ نے بشاشت
نوفل نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

''اسی لئے تو ہم ان کو سنوارنے والی کا بندوبست کر رہے ہیں۔'' نگین نے اطمینان
ہوئے ایک تصویر اٹھا کر نوفل کی طرف بڑھائی تھی۔

صبا کا خوب صورت سا کلوز اپ تھا۔ ہونٹوں پر شرمگیں سی مسکراہٹ لئے سحر طراز آنکھوں
پلکوں کی جھالر گرائے وہ بہت دلربا لگ رہی تھی۔

''کیا خیال ہے پھر بھائی ـــــ؟'' نگین شرارت سے کھنکاری تو وہ گڑبڑا سا گیا۔ صا
مسکراہٹ چھپاتے ہوئے تصویریں دیکھنے لگیں۔

نوفل نے نگین کو گھورتے ہوئے تصویر واپس رکھی تھی۔

''سارا بیوٹیشن کا کمال ہے۔''

''ارے واہ ـــــ کتنے آرام سے سارا کریڈٹ بیوٹیشن کو دے دیا۔ حالانکہ یہ سارا اللہ
کمال ہے۔'' نگین نے تنک کر کہا تو وہ بستر پر بیٹھتے ہوئے تصویریں اٹھا کر دیکھتے ہوئے شرار
بولا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ قدرتی حُسن ہے۔ یعنی یہ ڈینٹنگ پینٹنگ اوپر سے ہو کر آئی

''بہت غلط بات ہے نوفل! واقعی اتنی اچھی تصویریں آئی ہیں صبا کی۔ اب تم تعریف
سے کام لو تو اور بات ہے۔'' ادینہ نے بہت سنبھل کر کہتے ہوئے نگین کی حمایت کی تو
حیرت کے ساتھ خوشی بھی ہوئی کہ ادینہ نے وقتی جذباتیت کے بعد خود کو سنبھال لیا تھا۔

''چلو بھئی، تم لوگ کہتی ہو تو مان لیتا ہوں۔'' ان کا دل رکھنے والے انداز میں کہا تو
مان کر اس کے ہاتھ سے تصویریں چھین لیں۔

''پہلے تو صبا کے گن گاتے پھر رہے تھے۔ اب جب اتنی آسانی سے وہ مل رہی ہے تو
نہیں مل رہے۔'' نگین کی خفگی نے اسے بہت لطف دیا تھا۔

''میں تو اس لئے کہہ رہا تھا کہ تمہارے جانے کے بعد یہاں ایک عدد ماسی کی
جاتی۔ اس لئے صبا کا نام لے کر تمہاری پرابلم حل کر دی۔''

''ابھی میں صبا کو بتا دوں تو آپ کے مزاج ٹھکانے پر آ جائیں۔'' نگین جی بھر کر خفا ہو

''نگی! ان میں سے عماد کون ہے؟'' ادینہ نے ایک گروپ فوٹو اس کی طرف بڑھا
پوچھا تھا۔

''ان میں نہیں ہے۔'' نگین نے تصویر پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا اور پھر ایک اور تصویر
کی طرف بڑھا دی جس میں صبا کے ایک طرف معید اور دوسری طرف عماد بیٹھا تھا۔

''یہ ہیں عماد بھائی۔'' اس نے انگلی رکھ کر بتایا تھا۔

''اچھا، یہ ہیں ـــــ'' وہ تفہیمی انداز میں کہتی تصویر کو بہ غور دیکھنے لگی۔ نوفل نے اسے حیرت
دیکھا تھا۔

''تم کیوں پوچھ رہی ہو؟''

''یونہی۔ دراصل اس کا وہاں ذکر ہی اتنا ہو رہا تھا۔'' وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تو
کی خوشنما آنکھوں میں استعجاب اتر آیا۔

''آپ کو نہیں پتہ بھائی! ان سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہے۔ سوائے معید بھائی کے، سارا
ہی شیطانوں کا ٹولہ ہے۔ اس قدر شوخ و شریر ہیں سب۔'' نگین نے ہنستے ہوئے عماد کی وجہ
ت بتائی تھی۔ مگر نوفل کو ادینہ کا انداز اور اس کی سنجیدگی کھٹک رہی تھی۔ اس نے نوفل کو اس انداز
دیکھا تھا جیسے وہ کچھ کہنے یا نہ کہنے کی کشمکش میں مبتلا ہو۔ پھر وہ بہ عجلت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''میں اب چلتی ہوں۔''

''صبح تیار رہنا، شاپنگ کے لئے۔'' نگین نے تصویریں لگانے کے لئے بڑی سی ویلوٹ کے کور
البم نکالتے ہوئے اسے یاد دہانی کرائی تو ادینہ سر ہلا کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

''میں ذرا کپڑے چینج کر آؤں۔'' نوفل بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''جلدی آیئے گا۔ مل کر البم سیٹ کریں گے۔'' نگین نے آواز لگائی تھی۔

ادینہ کو اس نے کوریڈور میں روک لیا۔

''کیا بات ہے؟'' وہ حیران ہوئی تھی۔ مگر دل تو بلیوں اچھلا تھا، یہ دیکھ کر کہ اس کا پھینکا ہوا چارہ
نگل چکا ہے۔

''کیا کہنے لگی تھیں تم؟'' نوفل نے ٹٹولتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ مکر گئی۔

''میں بھلا کیا کہنے لگی تھی۔ کچھ بھی نہیں۔'' شانے اچکا کر کہا تو اب کی بار وہ اپنے لفظوں پر زور
ہوئے بولا۔

''وہی جو تم کہتے کہتے رک گئی تھیں۔ اتنا تو تمہیں جانتا ہی ہوں میں۔''

''مگر میں وہ سب تم سے کبھی بھی نہیں کہوں گی نوفل!'' اس نے نظریں جھکا کر آہستگی سے کہا تھا۔

''مگر کیوں ادینہ؟ ایسی کیا بات ہے جو تم مجھ سے نہیں کہہ سکتیں؟'' وہ حیران ہوا تھا۔

''کیونکہ شاید اب میں تمہارے لئے اتنی قابل اعتبار نہیں رہی جتنی کہ پہلے تھی۔'' اس نے کہا تو
مانے جیسے اس کی بے وقوفی پر اسے ڈانٹ دیا۔

''اوشٹ اپ ادینہ! ـــــ ہم دونوں اب بھی بہت اچھے دوست ہیں اور آئندہ زندگی میں بھی
ہ گے۔ بولو کیا بات ہے؟''

اس نے ہچکچاتے ہوئے آغاز کیا تھا۔

''اصل بات تو مجھے معلوم نہیں مگر وہاں صبا کی پھپھو کہہ رہی تھیں کہ انہوں نے صبا کا رشتہ اپنے
عماد کے لئے مانگ رکھا تھا اور یہ کہ صبا تم سے شادی کرنے پر کسی صورت بھی راضی نہیں تھی۔''

اس قدر غیر متوقع انکشاف نوفل کے سر پر پہاڑ بن کر ٹوٹا تھا۔ لگا جیسے ذہن کو سمجھنے میں ... ہو۔ اس نے بے یقینی سے ادینہ کی طرف دیکھا جو اپنے چہرے پر بڑی کامیابی سے سادگی کا لبادہ اوڑھے بہت ہمدردانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

''میرا تمہیں بتانے کو دل تو نہیں چاہ رہا تھا۔ مجھے پتہ ہے کہ تم خود سے متعلق ہر شے کس قدر جذباتی ہو۔ مگر یہ معاملہ ہی ایسا تھا کہ میں تمہیں برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتی نوفل! ... سہی، ہم اچھے دوست تو ہیں نا۔'' اس نے اپنے لہجے میں رقت پیدا کرنے کی بڑی کامیاب ... تھی۔ ادھر وہ دھماکوں کی زد میں تھا۔ دل و دماغ یقین و بے یقینی کے ہنڈولوں میں جھ... تھے۔

''اگر وہ راضی نہیں تھی تو پھر یہ رشتہ کیسے ہو گیا؟''

''یہ سب انس کی وجہ سے ہوا ہے۔ نگین نے اس سے کہا اور اس نے گھر والوں کو مجبور ... پروپوزل منظور کرا لیا۔'' وہ بڑی ہوشیاری سے اپنے ایک ایک پیادے کو آگے لا رہی تھی۔ ہ... مندانہ لہجے میں بولی۔

''لیکن یہ سب پتہ چلنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم کوئی انتہائی قدم اٹھا لو۔ میں تو ... لئے تمہارے علم میں لانا چاہتی تھی تاکہ کل کو کسی اور کے منہ سے یہ سب سن کر تمہیں شاک ... میں تو خود بے یقینی اور تاسف کی زد میں ہوں۔''

اس کی گفتگو کے دوران نوفل کا چہرہ لحظہ بہ لحظہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے بھنچے ہو... اس کے ضبط و برداشت کی گواہی دے رہے تھے۔ وہ تیزی سے پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ ... کمرے کی طرف جانے والی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

ادینہ نے دونوں ہاتھ جھاڑے تھے۔

''یہ کام تو ہوا۔ اب میں دیکھتی ہوں نوفل احمد! کہ تم خوشیوں کی برسات میں کیسے ... ہونٹوں پر شاطرانہ مسکراہٹ لئے وہ گنگناتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

●●●●●

''السلام علیکم۔'' بہت بے تکلفانہ اور پُرجوش سے انداز پر کاؤنٹر پر پے منٹ کرتا عماد چونکا تھا۔

اس خوش لباس اور جاذب نظر لڑکی کو پہچاننے میں اسے کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی۔ وہ ادینہ تھی۔ نوفل اور نگین کی کزن۔

اپنی حیرت کو چھپاتے ہوئے اس کے سلام کا خوش دلی سے جواب دیتا وہ کاؤنٹر ... تھا۔

''کیسی ہیں آپ ــــــ؟'' والٹ کو پینٹ کی جیب میں رکھتے ہوئے وہ پوری طرح ... طرف متوجہ تھا۔

''اللہ کا شکر ہے۔ آپ سنائیں۔''

وہ جس بے تکلفی کا مظاہرہ کر رہی تھی وہ عماد کے لئے باعث استعجاب تھا۔ حالانکہ وہ جس ماحول میں ایک عمر گزار کر آیا تھا وہاں لڑکے، لڑکی کی دوستی کو بہت عام انداز میں لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ...اد کے حلقہ احباب میں لڑکیوں کی تعداد کافی زیادہ تھی۔

مگر یہاں وہ صبا اور انس کے ناتے قدرے محتاط ہوا تھا۔

''بس جی، شکر ہے خدا کا۔ آپ اکیلی ہیں کیا؟''

اپنی الجھن کو اندر دباتے ہوئے عماد نے اِدھر اُدھر نظر دوڑا کر کسی شناسا چہرے کو ڈھونڈنے کی ...ی کی تھی۔

''بالکل۔ نگین کو کہا تھا ساتھ آنے کو مگر اس کے لئے تو اس گرمی میں باہر نکلنا ایک امتحان ہوتا ہے۔ یوں بھی وہ ان دنوں سن لائٹ کو اوائیڈ کر رہی ہے اور چونکہ بہت ضروری شاپنگ تھی اس لئے مجھے اکیلے آنا پڑا۔'' اس نے بے تکلفی سے بتایا تو وہ مسکرا دیا۔

''چلیں، اسی بہانے آپ سے ملاقات ہو گئی۔''

''آپ تو منگنی والے روز کے بعد سے کبھی دکھائی ہی نہیں دیئے۔ اس روز دعوت میں بھی نہیں ...ئے۔'' اس نے تو جیسے سارا حساب رکھا ہوا تھا۔ فرصت میں کھڑی بے تکلفی سے بولتی وہ عماد کی کوئی ...انی شناسا لگ رہی تھی۔

اس کے پُراعتماد انداز کو عماد نے توصیفی انداز میں دیکھا تھا۔

''ایکچوئلی میں اس روز میں آؤٹ آف سٹی تھا۔ بس اسی لئے آ نہیں پایا اور دوبارہ دکھائی نہ دینے ...ی وجہ یہ ہے کہ ابھی زیادہ آنے جانے والی رشتہ داری نہیں ہے۔ جب انس اور صبا کی شادی ہو ...ائے گی تب تو ضرور آنا جانا رہے گا۔'' عماد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو وہ بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑستے ہوئے بڑے انداز سے بولی۔

''مگر آپ اب بھی آئیں گے تو ہم آپ کو گیٹ سے نہیں لوٹائیں گے۔''

''اوکے بھئی۔ اب تو سوچنا ہی پڑے گا۔'' وہ ہنس دیا تھا۔ وہ تو یوں بھی خوش مزاج سا بندہ تھا۔ ...ینہ کی بے تکلفی اور خوش گفتاری نے موڈ پر اچھا اثر ڈالا تھا۔

''صرف سوچئے گا مت، عمل بھی کیجئے گا۔'' وہ برجستہ بولی تھی۔

عماد مسکرا دیا۔

''اوکے ــــــ اچھا لگا آپ سے مل کے۔ اب میں چلتی ہوں۔'' اس نے اجازت چاہی تو وہ ...ہنے لگا۔

''گاڑی میں آئی ہیں کیا؟''

''نہیں، ٹیکسی میں۔'' ادینہ نے بتایا تھا۔ قدرے توقف کے بعد وہ بولا۔

''اگر آپ مائنڈ نہیں کریں تو میں آپ کو گھر ڈراپ کر دوں؟''

"ارے نہیں ـــــ آپ کہاں اتنی زحمت کریں گے۔" اس نے شاپنگ بیگز ا
دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے تھکن کا اظہار بھی کر دیا اور نرمی سے اسے منع بھی کر
"کمال ہے۔ اس میں زحمت کی کیا بات ہے؟ بلکہ مجھے تو بہت خوشی ہو گی اگر آ
قبول کریں گی۔" عماد نے مسکرا کر کہتے ہوئے شاپنگ بیگز لینے کو ہاتھ بڑھایا تو ادینہ
دباتے ہوئے دونوں شاپنگ بیگز اسے تھما دیئے۔

"اُف، کس قدر گرمی ہے نا۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی ادینہ نے تبصرہ کیا تو عماد نے ا
کے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"واقعی، اس بار تو ریکارڈ گرمی پڑ رہی ہے۔" وہ بولا تھا۔

"شکر ہے کہ شادی کی تاریخ اگست کی رکھی گئی ہے۔ کم از کم بارشوں کی وجہ سے ہی م
تبدیل ہو جائے گی۔" ادینہ نے مسکرا کر کہا تھا۔

"جی نہیں، گرمی سے زیادہ بارشوں کا موسم مشکل ہوتا ہے۔ حبس اور گھٹن لئے ہوئے۔
اپنی رائے دی تھی۔

"آپ گاڑی میں پینے کے لئے پانی نہیں رکھتے؟" ونڈ اسکرین کے پار سے آئس ک
نیون سائن دیکھتے ہی وہ عماد کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"نہیں، سوری! کیا آپ کو پیاس لگی ہے؟" وہ معذرت خواہانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"لگی تو ہے ـــــ مگر خیر اب کیا ہو سکتا ہے۔ گھر نزدیک ہی ہے۔ گھر جا کے پی لو
بے پروائی سے بولی تو اس کی توقع کے عین مطابق آئس کریم پارلر کے سامنے عماد کا پاؤں
پڑا تھا۔

"گھر جا کے تو کھا پی ہی لیں گی۔ پہلے مجھے تو میزبانی کا موقع دیجئے۔" وہ انجن آف
ہوئے مسکرایا تھا۔ "آئیں، آپ کو بہت اچھی سی آئس کریم کھلاتا ہوں۔"

اس کا انداز بہت سادہ اور اچھی میزبانی کے اصول پورے کرنے والا تھا۔ ادینہ کے دل
ہے وہ قیامت تک نہیں سوچ سکتا تھا۔

گاڑی سے نکلتے ہی جولائی کی کڑکتی دھوپ اور شدید گرمی نے ان پر حملہ کیا تھا۔ عماد ک
میں وہ اندر چلی آئی۔

"آپ کے خلوص کی تو میں معترف ہو ہی رہی تھی مگر آپ کی میزبانی بھی مجھے ہمیشہ یاد ر
کولڈ ڈرنک کے بعد اپنی پسندیدہ مکسڈ فلیور آئس کریم سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اد
بڑی ہوشیاری سے اپنی چال کا آغاز کر دیا تھا۔

"شکریہ تو مجھے آپ کا ادا کرنا چاہئے کہ آپ نے میری میزبانی قبول کر لی۔" عماد نے کہا
"آپ اس قدر بے اعتبار شخصیت تو نہیں ہیں میرے لئے۔" اس نے اپنی بھنوؤں کو دلکش
میں حرکت دیتے ہوئے مسکرا کر کہا تو عماد اس کے اعتماد کا معترف ہونے لگا۔

آئس کریم کپ میں چمچہ گھماتے ہوئے ادینہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ عماد کو دیکھا اور
رات سے بولی۔

"کیا ہم کچھ زیادہ ہی تکلف میں نہیں پڑ رہے؟"

"اگر آپ اس تکلف کو ختم کرنا چاہتی ہیں تو ایک آئس کریم اور ہو جائے؟" عماد نے بھی اسی
ے انداز میں آفر کی تھی۔

"اوہ، شیور۔ وائی ناٹ۔" ادینہ نے ذرہ بھر بھی تامل کئے بغیر کہا تو وہ مسکرا دیا تھا۔ ادینہ کا مکمل
ت احتیاط مگر کامیابی کے ساتھ شروع ہو چکا تھا۔

●●●●●

خواب ٹوٹ جاتے ہیں
بھیڑ میں زمانے کی
ہاتھ چھوٹ جاتے ہیں
دوست اور لہجوں میں سلوٹیں سی پڑتی ہیں
اک ذرا سی رنجش سے
شک کی زرد ٹہنی پر پھول بدگمانی کے
اس طرح سے کھلتے ہیں
زندگی سے پیارے بھی
اجنبی سے لگتے ہیں

صبا وہ پہلی لڑکی تھی جو جانے کیوں پہلی ہی نگاہ میں اس کی توجہ سمیٹ کر لے گئی تھی۔ جسے اس کے دل نے بے اختیار سراہا تھا اور اس کی سادگی اور معصومیت کی گواہی دی تھی۔

اسے اپنی نگاہ کی پرکھ پر بہت اعتماد تھا۔ اعتبار تھا۔

اس کے خیال میں صبا سے بہترین لڑکی شاید ہی اسے مل سکتی تھی۔

اور اب جب کہ اس کے ساتھ ایک بہت نازک سا خیالات و احساسات کا رشتہ جڑ چکا تھا تو اسے سوچنا اور خوابوں میں اس کے سنگ دور تک نکل جانا بہت اچھا لگنے لگا تھا۔ فطری طور پر وہ اس سے متعلق بہت جذباتی ہو چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ادینہ کے انکشاف نے اسے شاک میں مبتلا کر دیا تھا۔

تمام رات وہ بے حد مضطرب رہا تھا۔

فیصلہ کرنا آسان کام تو نہیں تھا۔ بہت احتیاط کے ساتھ حل کئے جانے والا مسئلہ تھا۔ اپنے دل کی باری تو بعد میں آتی تھی، سب سے پہلے نگین کا مسئلہ تھا۔ نوفل کی ذرا سی جلد بازی اس کی زندگی برباد کر سکتی تھی۔

دل و دماغ شدید بے چینی اور اضطراب کی زد میں تھے۔ ادینہ کی باتیں اس کے ذہن سے چمٹ کر رہ گئی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اگلے روز اس نے سیدھے سبھاؤ نگین سے بات کر لی تھی۔

''یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' اسے حیرت نے گھیرا تھا۔

''جس نے بھی کیا ہو۔ تم صرف یہ معلوم کرو کہ صبا کی اس رشتے میں مرضی شامل تھی یا کیا گیا ہے؟'' وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ نگین خوفزدہ سی ہو گئی۔

''وہ بہت خوش تھی اس روز۔ وہ لوگ اتنے بیک ورڈ تو نہیں کہ صبا سے پوچھے بغیر ہاں کر

''نگی، پلیز! میں جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔'' وہ بہت ضبط سے کہہ رہا تھا۔

''آپ سے کہا کس نے ہے؟'' نگین کو پریشانی نے گھیر لیا تھا۔ بھائی کی تسلط پسندانہ طبیعت سے مخفی نہیں تھی۔ وہ اپنی چیز کو صرف اپنی ہی ملکیت میں دیکھنا پسند کرتا تھا۔

''وہیں فنکشن والے روز کوئی بات کر رہا تھا۔'' نوفل کا انداز سراسر ٹالنے والا تھا۔

''بکواس ہے سب۔ جھوٹی گپ ہے۔ ایسے موقعوں پر عورتیں یونہی اِدھر اُدھر کے رشتوں کی توڑ میں لگی رہتی ہیں۔ وگرنہ مریم پھپھو نے رشتہ مانگا ہوتا تو وہ لوگ کیوں انکار کرتے؟''

نگین کی دلیل کافی مضبوط تھی۔ مگر وہ کسی بھی قسم کا شبہ نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

''پھر بھی تم ایک مرتبہ کنفرم کر لو۔'' اس نے اٹل انداز میں کہا تو وہ روہانسی ہونے لگی۔

''اچھی لگوں گی نا میں ان لوگوں سے اب ایسی بات پوچھتے ہوئے۔ حد ہوتی ہے بے اعتبار بھی۔'' اس کی پریشانی اور آنکھوں کی نمی نوفل کو متاسف کر گئی۔

''اوکے اسٹوپڈ! میں تو یونہی پوچھنے کو کہہ رہا تھا۔'' فوراً اسے بازو کے گھیرے میں لے کر اس سے کہا۔

''دیکھو، لڑکیوں کے ساتھ ایسے معاملات میں زبردستی کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ اس لئے خیال آیا کہ صبا کی مرضی بھی پوچھ لینی چاہئے تھی۔'' وہ اسے بہلا رہا تھا۔

''ان لوگوں نے ضرور پوچھا ہوگا۔ ورنہ کبھی وہ یہ رشتہ قبول نہ کرتے۔'' نگین نے تیقن سے کہا تو اس نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔

اور نوفل نے چاہے نگین کو کتنا بھی مطمئن کرنے کی کوشش کیوں نہ کی ہو، اس کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ رات انس نے فون کیا تو چند ایک باتوں کے بعد بہت سرسری انداز میں اس نے یہ بات بھی چھیڑ دی۔

''ہاں، مریم پھپھو کی خواہش تو تھی مگر انہوں نے پراپر وے میں پروپوزل نہیں دیا تھا۔ مگر تمہیں کس نے بتایا؟'' وہ عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

''جس نے بھی بتایا ہو، آپ نے تو نہیں بتایا نا۔'' نگین کے جتانے والے انداز پر وہ ہنس کر پھر کہنے لگا۔

''ایکچوئیلی مجھے خود بھی عماد کے مقابلے میں نوفل کا پلڑا بھاری لگا تھا۔ عماد بہت لاابالی سا ہے جس کے لئے زندگی صرف کھاؤ، کھیلو اور انجوائے کرو کا نام ہے۔ جب کہ صبا کی سنجیدہ طبیعت کے لئے نوفل جیسا میچور مائنڈڈ پرسن ہی ہونا چاہئے تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عماد میں خدانخواستہ کوئی برائی ہے۔ وہ مجھے بالکل اپنے سگے بھائیوں کی طرح عزیز ہے۔ مگر صبا کے لئے مجھے ہر لحاظ سے نوفل ہی بیسٹ لگتا ہے۔''

''آپ لوگوں نے صبا سے تو پوچھا تھا نا؟'' اس کے جھجکتے ہوئے سے انداز سے وہ اس کا مطلب پا گیا تھا۔

''کم آن نگی! ایسا کچھ نہیں ہے۔ ہم لوگ اتنے کنزرویٹو نہیں کہ کسی کے جذبات کے ملبے پر اپنی خوشیوں کا محل تعمیر کر لیں۔ صبا کو فقط کزن میرج کے مسئلے پر اعتراض تھا۔ اینڈ دیٹس آل۔ یہ رشتہ سو فیصدی اس کی مرضی سے ہوا ہے۔'' انس کا پُر یقین لہجہ اسے ہلکا پھلکا کر گیا۔

''شکر ہے خدا کا۔'' اس کی طمانیت سے پُر گہری سانس انس کو ٹھٹکا گئی۔

''اِز اینی تھنگ رانگ ہیئر؟''

''اوہ نو۔'' وہ بہ سرعت سنبھلی تھی۔ ''ناٹ ایٹ آل۔ یونہی میں نے سوچا کہیں میری وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو۔ اتنے دھڑلے سے تو میں نے صبا کا رشتہ مانگ لیا تھا۔''

''اور میں نے تمہاری مانگ کتنی آسانی سے پوری کر دی۔ اس سے بھلا کیا ثابت ہوتا ہے؟'' وہ پوچھ رہا تھا۔ نگین نے کہا۔

''کیا؟''

''یہی کہ میں مستقبل قریب میں ایک بہت اچھا شوہر ثابت ہوں گا۔'' اس کا لہجہ شرارتی تھا۔ نگین جھینپ گئی۔

''آپ کو تو بس پٹری سے اترنے کا موقع ملنا چاہئے۔'' اس کے شرمیلے سے احتجاج سے وہ بہت محظوظ ہوا تھا۔

''بھئی میں تو بس ایسا ہی ہوں۔''

''مگر مجھے ایسوں کو ٹھیک کرنا بہت اچھی طرح سے آتا ہے۔'' وہ ہنسی دبا کر بولی تو وہ جیسے اس کی اس ادا پر قربان ہی ہو گیا۔

''تو پھر جلدی سے آؤ نا۔'' اس کا بے قرار لہجہ نگین کی دھڑکنیں تھامنے لگا۔

''جی نہیں ـــــ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔'' وہ بہت سنبھل کر کتراتے ہوئے انداز میں بولی تو انس نے آہ بھر کر کہا۔

''ایک تم ہو کہ میری کوئی پرواہ ہی نہیں کرتیں اور ایک ہم ہیں کہ........''

''آپ کیا کرتے ہیں؟'' وہ اس کا مذاق اُڑانے والے انداز میں بولی تو لحظہ بھر کے توقف کے بعد ریسیور میں سے گونجنے والا اس کا دھیما مگر جذب سے بھرپور لہجہ اس کی رگوں میں سیال بن کر دوڑنے لگا۔

کوئی موسم ہو وصل و ہجر کا
ہم یاد رکھتے ہیں

تیری باتوں سے اس دل کو
بہت آباد رکھتے ہیں
کبھی دل کے صحیفے پر
تجھے تصویر کرتے ہیں
کبھی پلکوں کی چھاؤں میں
تجھے زنجیر کرتے ہیں
کبھی خوابیدہ شاموں میں
کبھی بارش کی راتوں میں
کوئی موسم ہو وصل و ہجر کا
ہم یاد رکھتے ہیں
تیری باتوں سے اس دل کو
بہت آباد رکھتے ہیں

"تم نے کبھی ایسا کیا ہے؟" وہ بوجھل سے لہجے میں پوچھتا اس کی دھڑکنیں اتھل پتھل کر گیا۔

"جی نہیں ——— میرا دماغ ابھی خراب نہیں ہوا۔" وہ تیزی سے سنبھلی تھی۔

"ہاں جی، یہ عشق و عاشقی تو ہم سرپھروں ہی کا کام ہے۔ تم دماغ والوں کو اس سے کیا" اس کے مایوس کن انداز پر نگین کو ہنسی آگئی۔

"آپ کو اس عشق و عاشقی کے علاوہ بھی کچھ آتا ہے کہ نہیں؟"

"آتا تو بہت کچھ ہے مگر وہ کیا ہے کہ!

عشق کو یہ کمال حاصل ہے
وقت بے وقت اچھا لگتا ہے۔"

اس کے انداز پر وہ ہنستی چلی گئی۔

"پتہ ہے نگی! تمہاری ہنسی، تمہاری باتوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔" وہ دفعتاً بولا تو نگین جھینپی جیسے وہ اس کے مقابل موجود ہو۔

"آپ کو تو بس باتیں ہی بنانا آتی ہیں۔" اس نے فہمائشی انداز میں کہا مگر وہ بدستور شرارت موڈ میں تھا۔ ذومعنی انداز میں بولا۔

"ارے ہم تو جانے بندے کو کیا سے کیا بنا دیتے ہیں۔ تم ایک بار دستیاب تو ہو جاؤ۔"

"اب میں فون بند کرنے لگی ہوں ——— موسم کی گرمی سے آپ کا دماغ سخت متاثر ہو رہا ہے جا کر شاور لیں۔" اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔ انس نے بے اختیار قہقہہ لگایا تو اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"اُف ———" اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے تو انس کی باتیں یاد کر کے اسے ایک بار

نوفل

ہنسی آگئی۔

وہ اسی وقت اٹھ کر نوفل کے کمرے میں گئی تھی جو اس وقت سونے کی تیاری میں تھا۔

"آپ کو خوش ہونا چاہئے کہ ان لوگوں نے آپ کو عماد بھائی پر ترجیح دی ہے۔ حالانکہ ان میں کوئی کمی نہیں ہے۔" نگین نے اسے ساری بات بتانے کے بعد کہا تو وہ ہنس دیا۔

"تم تو بالکل پاگل ہو نگی! یہ بھی کوئی کنفرم کرنے والی بات تھی۔ میں تو بھول بھی چکا۔"

نگین نے بے یقینی سے اسے دیکھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تھینک گاڈ۔ ورنہ آپ ایسی باتوں کا پیچھا کم ہی چھوڑتے ہیں۔" نگین نے طمانیت بھری سانس لیتے ہوئے مسکرا کر کہا اور اس کے کمرے سے نکل گئی۔

نوفل کے چہرے پر اب مسکراہٹ کی بجائے پُرسوچ سا تاثر تھا۔

●●●●●

آج پھر دل بے حد پژمردگی کے حصار میں تھا۔

تمام رات اس کی نیند بے حد ڈسٹرب رہی تھی۔ اتنے دنوں کے بعد جانے کیوں پھر سے عمر کاظمی کی یاد نے اسے تنگ کر کے رکھ دیا تھا۔ حالانکہ وہ اس بے وفا اور سنگ دل شخص کے لئے ایک بھی آنسو نہ بہانے کا خود سے وعدہ کر چکی تھی۔

مگر یادیں تھیں کہ آندھیوں کی طرح پُرشور انداز میں دل کے کواڑوں کو دھکیلتی ایک کے بعد ایک اس کے دل میں جمع ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ وہ بے طرح مضطرب ہوئی تھی اور بے تحاشا روئی تھی۔ اور پھر خود سے ایک اور وعدہ کر لیا۔ کبھی کسی پر اعتبار نہ کرنے کا۔ کبھی کسی سے محبت نہ کرنے کا۔

"ٹھیک سے ناشتہ کرو ضحیٰ! دھیان کدھر ہے تمہارا؟" وہ کتنی دیر سے چائے کا کپ لئے بیٹھی تھی۔ تائی جان نے ٹوکا تو معید نے بے ساختہ اس کو دیکھا تھا۔

وہ بہت مضمحل اور تھکی تھکی سی لگی۔ آنکھوں کی سرخی بے خوابی کا نشان تھی۔

"بس تائی جان! دل نہیں چاہ رہا۔" اس نے بے زاری سے کہا تو چچی جان نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"ایک تو یہ دل ہمیں لے بیٹھا ہے۔ ذرا اس کی صحت دیکھیں آپا! چائے پی پی کر اپنا ستیاناس مار لیا ہے اس نے۔" چچی جان کو خالصتاً ماؤں والی فکر لگی تھی۔ جب کہ وہ سب کی توجہ خود پر مرتکز پا کر خجل ہونے لگی۔

"اچھی خاصی تو ہوں۔ آپ کو تو یونہی وہم ہو گیا ہے۔"

"اب تو پیزے سے بھی پیچھا چھوٹ گیا ہے۔ اب کس بات کی فکر ہے آپی؟"

اتوار کی چھٹی کی وجہ سے وہ سبھی بہت آرام سے ناشتہ کر رہے تھے۔ وجدان نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو وہ خاموشی سے چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔

"واقعی ضحیٰ! ——— اپنی صحت کی طرف دھیان دو۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑنے لگے ہیں کمزوری

کی وجہ سے۔" صبا نے بھی اپنی تشویش کا اظہار کیا تو بنا کچھ کہے کپ کو ساسر میں پٹخ کر اٹھ کر ہی چلی گئی۔

صبا بے چاری ہق دق سی رہ گئی۔ باقی سب کے لئے بھی اس کا یہ طرز عمل انتہائی غی ناگوار تھا۔ وہ تو شکر ہے کہ تایا جان اور چچا جان ان سے پہلے ہی ناشتے سے فارغ ہو کر ورنہ ضحیٰ کی کھنچائی لازمی تھی۔

"بہت بدتمیز ہوگئی ہے یہ۔" چچی جان بے چاری خجل ہوگئیں۔

جب سے انہیں تائی جان کے ضحیٰ اور معید سے متعلق فیصلے کا علم ہوا تھا تب سے وہ دل کے اچھے رویے کی متمنی ہوگئی تھیں۔ حالانکہ اس کی ہر عادت اور انداز سب کے لئے کھلی مانند تھا۔ مگر معید جیسے سلجھے ہوئے لڑکے کے لئے ان کے خیال میں ضحیٰ کو اپنے اندر بہت ز لانے کی ضرورت تھی۔

"یہ سب بھی تو پیپرز کو اس کی چھیڑ بنا کے بیٹھ گئے ہیں۔" تائی جان نے اپنے مخصوص ضحیٰ کی حمایت کی تو صبا نے بڑی سادگی بھری شرارت سے کہا۔

"یوں تو آپ سب ہی کو کونس کرنے کے لئے معید بھائی کا سہارا لیتی ہیں۔ یہ ضحیٰ کو ک سمجھاتے؟"

"میں کیا سمجھاؤں؟" معید نے اسے خفیف سا گھورا۔ صبا کا مطلب پا کر تائی جان کے ہ بھی ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے بھی تو سمجھا رہے تھے۔" اس نے لاپرواہی سے کہا تو وہ متاسفانہ انداز میں سا ڈان کے صفحات کھنگالنے لگا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ میرے عامل بابا سے رجوع کیا جائے۔ ہر مشکل کا حل منٹو نکل آئے گا۔" وجدان کی زبان پھر سے بے قرار ہوئی۔

"بالکل ٹھیک۔ یہ ایسا عمل کرائے گا کہ ضحیٰ آپی کی سیٹ پر عامل بابا کے موکل پیپرز د گے۔ کیوں؟" حمرہ کی اس سے کم ہی بنتی تھی۔ وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولی تو وہ سے بولا۔

"ہاں، کیوں نہیں۔ آزما کے دیکھ لو۔"

"تمہاری جگہ تو کبھی کوئی جن نہ گیا پیپرز دینے۔" صبا نے اسے گھورا تھا۔

"میں آپی کی طرح نالائق تھوڑی ہوں۔" اس نے شانِ بے نیازی سے کہا تھا۔

"وجی! تم اپنے عامل بابا سے ایک عدد تعویذ خاتمہ خوش فہمی کا کیوں نہیں لیتے؟" حم ملامت سے پوچھا تو وہ بولا۔

"تمہارے لئے؟"

"جی نہیں ـــــ اپنے لئے۔" اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا تو چچی جان ن

جھڑک دیا۔

"کبھی تو خاموشی سے کچھ کھا پی لیا کرو۔ اسی لئے تو صحت نہیں بنتی تم لوگوں کی۔"

وہ منہ بنا کر رہ گئی۔

"انس نہیں آیا ابھی تک؟" تائی جان کو تشویش ہوئی تھی۔ صبح سویرے ہی موصوف اپنے کسی دوست کے ساتھ نکل لئے تھے اور ابھی تک غائب تھے۔

"ایک ہی تو چھٹی ہوتی ہے آپا! گزارنے دیں اپنے ڈھنگ سے۔" چچی جان نے مسکرا کر کہا تو وجدان نے لقمہ دیا۔

"اس کے بعد تو لمبی قید ہے۔ بلکہ عمر قید۔" اس کا اشارہ سمجھ کر سبھی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"تمہارا کیا خیال ہے شادی سے متعلق معید؟" تائی جان نے اچانک ہی پوچھا تھا۔

"جی ـــــ اچھا ہے۔" وہ اس سوال کے لئے تیار نہیں تھا، گڑبڑا گیا۔ وجدان کا قہقہہ سب سے بلند تھا۔

"کیا خوب کہا۔ یہ تو تیار بیٹھے ہیں۔"

"میرا مطلب تمہاری شادی سے متعلق ہے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو وہ خفیف سا ہوگیا۔ ٹالنے والے انداز میں بولا۔

"ابھی آپ ان دو شادیوں سے تو نمٹ لیں۔"

"یہ تو اللہ کی مدد سے ہو ہی جائیں گی۔ مگر تم بھی تو کچھ سوچو۔"

"فی الحال تو میں اپنے کیریئر کو اسٹیبلش کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد ہی کچھ سوچوں گا۔" وہ خود کو ان ایزی محسوس کرتے ہوئے بات ختم کرنے والے انداز میں بولا تھا۔

تائی جان نے کہا۔

"تم بس ارادہ کر کے مجھے بتا دینا۔ سوچنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تمہارے لئے لڑکی میں خود ڈھونڈوں گی۔"

"آف کورس بڑی امی!" وہ جھینپ سا گیا تھا۔

"ہائے امی! بے چارے معید بھائی سے تو پوچھ لیں۔ ہوسکتا ہے کہ......" حمرہ کو معید کی فرمانبرداری پر ترس آیا تھا مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی صبا بول اٹھی۔

"ابھی ٹائم ہے معید بھائی! بتا دیں۔ ورنہ امی تو لڑکی پسند کئے بیٹھی ہیں۔"

صبا کی بات پر وہ خاموش ہوگیا تھا۔ چچی جان نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

"واقعی بیٹے! پوری زندگی کا معاملہ ہے۔ فرمانبرداری بھی ایک حد تک ہی اچھی ہوتی ہے۔"

"ارے نہیں چھوٹی امی!" وہ دھیرے سے ہنس دیا تھا۔ "آپ بھی کس کی باتوں میں آ رہی ہیں۔ میرا فیصلہ بھلا آپ لوگوں سے الگ کیسے ہوسکتا ہے؟ آج تک میری ذات سے متعلق جتنے بھی

"فیصلے ہوئے ہیں میں ان سے بہتر فیصلے کبھی بھی نہیں کر سکتا تھا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا
فرمانبرداری ان کے دل میں اتر گئی۔

"مجھے یقین تھا، معید کبھی بھی انس کی طرح ہر معاملے میں بڑھ بڑھ کر نہیں بولے گا۔"
نے آرام سے کہا تو ان سب کو ہنسی آ گئی۔

بہر حال اس گفتگو سے تائی جان کے ساتھ ساتھ چچی جان کو بھی تسلی ہو گئی کہ ضحیٰ کا مستـ
تھا۔

فون کی مسلسل بجنے والی بیل نے ضحیٰ کو جھنجلا کر اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ایک تو یونہی مُـ
خراب تھا اوپر سے گھر والوں نے بھی جیسے اس سے لاپرواہی اختیار کر لی تھی۔ اس کا خیا
ہمیشہ کی طرح صبا اس کے پیچھے آ کر اس کا موڈ ٹھیک کرنے کی کوشش کرے گی۔ مگر وہ بھی بے
خفگی سے بے نیازی ہو گئی تھی۔ اب بھی وہ بہت بے زاری کے حصار میں تھی مگر دوسری طرف
پا کر ساری بے زاری اور کوفت لمحہ بھر میں اڑن چھو ہو گئی۔

●●●●●

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا ضوئی! اس بھری دوپہر میں تمہیں شاپنگ کی سوجھ رہی ہے؟"
چڑ کر کہا تھا۔

پہلے تو وہ صبح سے اپنے کمرے میں گھسی رہی تھی۔ صبا نے اس کے پیچھے جانے کا قصد کیا
جان نے اسے صاف منع کر دیا۔ ان کے خیال میں وہ زیادہ ہی بگڑتی جا رہی تھی۔ اور اب اچا
اسے شاپنگ کا جوش چڑھ گیا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، سارے بازار پاگلوں سے بھرے ہوتے ہیں؟" وہ اس کی الماری
کرتے ہوئے آرام سے کہہ رہی تھی۔

"ضوئی! میں نہیں جا رہی۔ ویسے بھی اتنے آرام سے شاپنگ ہو تو رہی ہے۔ مریم پھپھو
اچھا شیڈول بنا رکھا ہے شام کا۔" صبا کو یوں بھی کہیں آنے جانے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور
تو قریباً اس کی چڑ ہی بن چکی تھی۔ اپنی ضرورت کی کوئی بھی چیز وہ ضحیٰ یا چچی جان سے منگوا
مگر ضحیٰ آج ہر حال میں اسے ساتھ لے جانے پر مصر تھی۔

"دراصل میں پیپرز کی تیاری کرنے کا سوچ رہی ہوں۔ سیلی میں دے لوں گی نا۔ اس
بہت امپورٹنٹ بک خریدنی ہے۔ اور کچھ اور چیزیں بھی۔ اب فٹافٹ اُٹھ جاؤ۔"

صبا نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا تھا۔

"یہ بہت اچانک ارادہ نہیں بن گیا تمہارا؟"

"اب نالائقی کا ٹھپہ بھی تو اُتارنا ہے۔" اس نے ہلکی سی سانس بھری تھی۔

صبا اس کے نکالے ہوئے سوٹ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"کس کے ولیمے پر جا رہے ہیں ہم؟"

اس نے اپنے کاٹن کے نئے سوٹ کی طرف اشارہ کیا۔

پچ کلر کا ہلکی سی کڑھائی اور کٹ ورک سے مزین یہ سوٹ اس نے ضحیٰ کے برتھ ڈے پر پہنا تھا۔
ں کے بعد سے یونہی رکھا تھا۔

"بہت بدذوق ہو تم صبی! کبھی کبھار تو بازار جاتے ہیں ہم۔ لوگ کیا سوچیں گے، کیسے برے حلیے
ں آتی ہیں۔" ضحیٰ نے اپنے تئیں بڑی عقلمندانہ بات کی تھی۔ مگر صبا اسے فہمائشی نظروں سے دیکھ کر
گئی۔

"جلدی کرو نا۔ میں نے حمرہ کو بھی کہہ دیا ہے۔ آئس کریم کا پروگرام ہے۔" ضحیٰ نے عجلت
رے انداز میں کہا مبادا وہ مزید سوال جواب پر اتر آئے۔

"خیریت تو ہے نا ضحیٰ! آج تک تم نے خود تو اپنے پیسوں سے آئس کریم نہیں کھائی ہے۔ ہمیں
لانا تو بہت دور کی بات ہے۔" صبا نے خاصی بے یقینی سے اسے دیکھا تو ضحیٰ نے کپڑے اس کے
ں میں تھما کر اسے باتھ روم میں دھکیل دیا۔

"ہو گئیں آپی تیار؟" حمرہ بالکل ریڈی تھی۔

"یہ جو تمہاری آپی ہے نا، یہ ڈنڈے کے زور پر قابو آتی ہے۔ بہ مشکل تو کپڑے بدلنے کے لئے
منایا ہے۔" آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے خود کا جائزہ لیتے ہوئے مدبرانہ جواب دیا تھا۔

"ویسے ضحیٰ آپی! آپ واقعی آئس کریم کھلائیں گی ہمیں؟" حمرہ کو بھی یقین کرنے میں دشواری
ش آ رہی تھی۔

"ہائے حمرہ! کیا میں اتنی کنجوس ہوں؟" وہ پریشان سی اس کی طرف پلٹی تھی۔

"آپ کو نہیں پتہ ــــــ" حمرہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی تھی۔

"اتنی گرمی میں پتہ نہیں آج میرا کیا حال ہو گا۔" صبا کپڑے تبدیل کر کے نکلتے ہوئے سخت
یشانی سے کہہ رہی تھی۔

وہ حمرہ کو گھورنا چھوڑ کر فوراً اس کی طرف متوجہ ہوئی اور چاپلوسانہ انداز میں بولی۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو ــــــ لیکن اگر بال بھی کھول کے رکھو تو جولائی کے مہینے میں ہی بہار آ
ئے گی۔"

"یہ کیوں نہیں کہتیں کہ اتنی گرمی میں آج میری فوتگی اور پرسوں تک سوئم ہو جائے گا۔" صبا نے
ت پیچے تھے۔

"ان کے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے۔" حمرہ نے فیصلہ دیا تھا۔

"اچھا، اب جلدی کرو۔ ساڑھے چار بجنے والے ہیں۔" اس نے کہا تو صبا متاسفانہ انداز میں
دیکھتی اوپر سے بالوں کو کنگھی سے سنوار کر دوپٹہ اوڑھنے لگی۔

"بال تو ڈھنگ سے بنا لو۔" وہ رہ نہیں سکی تھی مگر اب کی بار صبا کو غصہ آ گیا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا۔ میں کون سا کسی کی شادی میں شریک ہونے جا رہی ہوں۔"

"اچھا بابا! جیسے چاہو چلو۔ بعد میں مجھے مت کوسنا۔" وہ زچ ہو کر بولی تو صبا نے ا
ہوئے پوچھا۔

"امی سے کہہ دیا ہے نا بازار جانے کا؟"

"ہاں ـــــ اتنی مشکلوں سے اجازت ملی ہے۔ کہہ رہی تھیں شام کو چلی جانا۔ مگر میرا
چاہ رہا ہے نا۔" اس نے اطمینان سے کہا تھا۔

"ایک تم اور ایک تمہارا دل۔ چلو مرو اب۔" صبا کو ایک اچھی اور پُرسکون نیند کھونے کا
اور بازار جا کے ضحیٰ نے خریدا تو کچھ بھی نہیں۔ ہر دکان پر بھاؤ تاؤ کیا اور ناک بھوں
آگے چل دی۔

"پاؤں میں چھالے پڑ گئے ہیں میرے۔ ایسی کون سی نادر و نایاب سی شاپنگ کرنی ہے
شدید گرمی نے صبا جیسے ٹھنڈے مزاج کی لڑکی کو بھی تپا کر رکھ دیا تھا۔

"میرا کیا قصور ہے اگر کوئی چیز پسند نہیں آ رہی تو۔" اس نے مسکین شکل بنائی تو حمرہ
ٹوک دیا۔

"ذرا سائیڈ پر ہو کر جھگڑ لیں۔ بیچ سڑک پر لڑتی ہوئی بالکل جاہل لگ رہی ہیں۔"

"سائیڈ پر لڑتی بھی جاہل ہی لگیں گی۔ خواہ مخواہ ہی ہمیں جولائی کے مہینے میں مارچ
ہے۔" صبا جل بھن کر رہ گئی تھی۔

"چلو آؤ، آئس کریم کھلاتی ہوں تمہیں۔ ساڑھے پانچ تو بج ہی چکے ہیں۔" اسے صبا
رنگت دیکھ کر ترس آ ہی گیا تھا۔

"تو تم ساڑھے پانچ بجانے کے لئے سڑکوں پر پھر رہی ہو؟" صبا نے اسے کچا چبا جا
انداز میں دیکھا تھا۔

"نہیں بجانے تو چھ تھے۔ مگر خیر، انتظار کر لیں گے۔" وہ نہ سمجھ میں آنے والے اندا
آگے بڑھ گئی۔

ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے ہوئے صبا قدرے ہچکچائی تھی۔

"کہیں اور آئس کریم نہیں ملتی ہے کیا؟"

"بے وقوف مت بنو۔" وہ اسے گھورتی گلاس ڈور دھکیلتی اندر داخل ہوئی تو اس کے ا
سے دیکھ کر صبا نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

ان کے ایک ٹیبل سنبھالتے ہی ویٹر چلا آیا تو ضحیٰ ہی نے اسے کولڈ ڈرنکس کا آرڈر د
اسی دوران اسے یاد آ گیا کہ اس نے اپنی ایک بہت ضروری بک لینا تھی۔

"خدا کے لئے ضوئی! اب آرام سے بیٹھی رہو۔ میں تو یہاں سے واپسی سے پہلے ا
لئے بھی اٹھنے کو تیار نہیں ہوں۔" صبا نے صاف صاف جواب دے دیا تھا۔ ابھی تو ایئر کن
میں بہ مشکل حواس قابو میں آئے تھے۔ ایسے میں باہر کی دھوپ کا سامنا کرنا اسے جہنم میں

زاوف ہی لگا تھا۔

"یہ پیچھے ہی تو ہے بک شاپ۔" ضحیٰ نے منت بھرے انداز میں کہا مگر وہ نہیں مانی۔

"واپسی پر لے لینا۔ میں نہیں جا رہی۔"

"آج کل دکانیں جلدی بند ہو جاتی ہیں۔ میں ایسا کرتی ہوں حمرہ کے ساتھ جا کر بک لے آتی
ں۔" وہ تو جیسے اپنی بات پر اڑ ہی گئی تھی۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا ضحیٰ! میرے پھپھا کا ریسٹورنٹ نہیں ہے جو مجھے یہاں چھوڑ کر جا رہی
" صبا نے دانت پیسے مگر اٹھنے کو اب بھی تیار نہیں ہوئی تھی۔

"بس دس منٹ بیٹھو۔ میں ابھی دو منٹ میں آئی۔"

صبا کی گھورتی نظروں اور غصے سے بے اثر وہ حمرہ کا ہاتھ تھامے یہ جا وہ جا۔ صبا ہق دق بیٹھی تھی۔

"یا میرے خدایا! کہیں اس کا دماغ تو نہیں گھوم گیا؟" وہ یوں خود کو اکیلے بے وقوفوں کی طرح
س کر رہی تھی۔ ضحیٰ نے سوچنے کا موقع ہی کب دیا تھا کہ وہ کچھ فیصلہ کرتی۔

دس کے بھی پندرہ منٹ گزر گئے تب اس کی پریشانی میں اضافہ ہونے لگا تھا۔ ویٹر دو مرتبہ آرڈر
آیا تو صبا نے خود پر قابو پاتے ہوئے اسے فی الحال منع کر دیا۔ دل ڈوبا جا رہا تھا۔

"کہیں خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش نہ آ گیا ہو ـــــ ضوئی کو تو یوں بھی اندھوں کی طرح چلنے کی
ت ہے۔"

اور جب وہ سوچ چکی تھی کہ اب اسے رونا شروع کر دینا چاہیے، اسی وقت گلاس ڈور دھکیل کر
داخل ہوتے شخص کو دیکھ کر نہ صرف اس نے سکون کی سانس لی بلکہ بے ساختہ مسکراہٹ کے
ہاتھ ہلا کر آنے والے کو اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ حیران سا اس کی ٹیبل کے پاس آ رکا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" عماد درحقیقت بہت حیران ہوا تھا۔ ضحیٰ تو پھر بھی اکیلی گھر سے نکلنے کی
ت کر لیتی تھی مگر صبا کا یوں ریسٹورنٹ میں تنہا دکھائی دینا واقعی اچنبھے کی بات تھی۔

"یہ سب اس خبیث ضحیٰ کا کمال ہے۔ مجھے یہاں بٹھا کر خود شاپنگ کرنے دفع ہو گئی ہے۔" اس
انت پیس کر کہا تو وہ کرسی کھینچتا اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"اکیلی گئی ہے؟" عماد کو تشویش ہوئی تھی۔

"نہیں ـــــ حمرہ بھی اس کے ساتھ ہے۔" اس نے بتایا، پھر پوچھنے لگی۔ "لیکن آپ یہاں اس
کیا کر رہے ہیں؟"

"میرا لنچ آور ہے۔ میں روزانہ یہیں لنچ کرتا ہوں۔ تم اپنے ذہن کے گھوڑے فضول خیالات کی
دوڑانے کی کوشش مت کرو۔" اس کی معنی خیز مسکراہٹ عماد کو محظوظ کر گئی تھی۔

"یہ کون سا لنچ کا ٹائم ہے؟ چھ بج رہے ہیں۔" صبا نے حیرت سے کہا تھا۔

"آج ایک میٹنگ میں ٹائم نکل گیا ہے۔ اس لئے ابھی آ رہا ہوں۔ ویسے یہ ضحیٰ کا دماغ کچھ
ی خراب نہیں ہو گیا؟" عماد نے کہتے ہوئے کلائی اُلٹ کر ٹائم دیکھا تو صبا نے کہا۔

"اب اس کی سزا یہ ہے کہ آپ مجھے آئس کریم کھلا کر گھر ڈراپ کر دیں۔ وہ یہاں آ
غائب پا کر اس کے بھی حواس غائب ہو جائیں گے۔"

عماد نے اس کی ہوشیاری پر اسے گھورا تھا۔

"یہ اس کی سزا ہے یا میری؟"

"اب اتفاقاً ہی سہی عماد بھائی! مگر آپ میزبان بن ہی چکے ہیں تو پھر تکلف کیا
شرارت سے بولی تو عماد نے متاسفانہ انداز میں اسے دیکھا۔

"بہت ندیدی ہو تم صبی! نوفل کو بتانا پڑے گا یہ سب۔"

"عماد بھائی!" وہ جھینپ گئی تھی۔ اس کی تمتماتی رنگت دیکھ کر وہ ہنس دیا۔

لنچ کا ارادہ ملتوی کرتے ہوئے عماد نے بھی آئس کریم کا ہی آرڈر دیا تھا۔

بل پے کر کے اس نے صبا کو اٹھنے کا اشارہ کیا تو اسے ضحیٰ اور حمرہ کی یاد ستانے لگی۔

"پتہ نہیں وہ دونوں کہاں ہوں گی۔"

"ایک فیصلہ کر لو۔ یہاں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنا ہے یا گھر جانا ہے؟" عماد نے اس
گڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"گھر ہی جاؤں گی ——— اس کا کیا پتہ کب آئے۔ یاد آ گئی ہو گی کوئی نئی چیز۔"

پارکنگ لاٹ میں جگہ نہ ملنے کے باعث عماد اپنی گاڑی سڑک کے دوسری طرف پا
آیا تھا۔

"ایک تو مجھے لاہور کی ٹریفک سے بہت وحشت ہوتی ہے۔" صبا نے خوفزدہ ہو کر بے
عماد کا ہاتھ تھاما تھا۔

"مان گئے بھئی، بڑی پیاری ہو گئی ہے زندگی تمہیں۔ کہیں نوفل کنوارہ ہی بیوہ نہ ہو جا
نے مذاق اُڑایا تو لفظ بیوہ پر وہ بے اختیار ہنسی تھی۔

عماد اسے باہر ہی ڈراپ کر کے چلا گیا تھا۔

وہ اپنی حرکت پر محظوظ ہوتی اندر چلی آئی۔ بیگ ٹیبل پر پھینکتے ہوئے وہ صوفے میں د
ضحیٰ کا متوقع ردعمل سوچ کر اسے ہنسی آ رہی تھی۔

"تم کیا زعفران کا کھیل دیکھ آئی ہو جو دانت اندر نہیں جا رہے؟" ضحیٰ کی آواز بہ
طور پر ابھری تو وہ اچھل پڑی۔ باہر سے آنے کی وجہ سے وہ ساتھ والے صوفے پر نیم
بالکل بھی نہیں دیکھ پائی تھی۔

"تم .... تم کب آئیں؟" وہ جی بھر کر حیران ہوئی تھی۔

"ہم لوگ تو اسی وقت آ گئی تھیں۔" اس نے مزے سے کہا تو صبا کو شاک پہنچا۔

"مجھ اکیلی کو وہاں چھوڑ کر؟"

"اسے چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ یہ غیر متوقع ملاقات کیسی رہی؟" ضحیٰ نے اس کی طرف

اشتیاق سے پوچھا تو صبا نے اسے شکی نظروں سے دیکھا۔

"تمہیں کیسے پتہ کہ وہاں میری کسی سے ملاقات ہوئی ہے وہ بھی غیر متوقع؟"

"ہم سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے بالکل۔ ہمارے موکل ہمیں سب خبر دیتے رہتے ہیں۔ تم ملاقات
احوال بتاؤ۔"

"تھوڑی سی باتیں ہوئیں۔ پھر آئس کریم کھائی اور وہ مجھے گھر ڈراپ کر گئے۔"

"باتیں کیا کیا ہوئیں؟" ضحیٰ نے بے تابی سے پوچھا تو اس نے رسان سے کہا۔

"تمہیں گالیاں دیں اور کیا۔"

"خیر اب تم بتانا نہ چاہو تو الگ بات ہے۔" اس نے ناراض ہوئے بغیر کہا پھر دوبارہ متجسس
"ویسے تم نے ان کا شکریہ بھی ادا کیا یا نہیں؟"

"اس کی کیا ضرورت تھی؟ ——— بھائی اور ہوتے کس لئے ہیں؟" صبا نے تنک کر کہا تو وہ جیسے
اچھلی۔

"بھائی؟ ——— تم انہیں بھائی کہہ رہی ہو؟"

"تو اور کیا باجی کہوں؟" صبا نے ناگواری سے اسے دیکھا پھر بولی۔ "جو شروع سے سمجھا ہے وہی
ں گی نا۔"

"صبی! تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟" ضحیٰ کو اس کا مذاق بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔

"اور تمہارے متعلق تو مجھے سو فیصد یقین ہے کہ تمہارا دماغ خراب ہو چکا ہے۔ کس کو بھائی کہہ
ہوں میں؟" صبا نے قدرے تحمل سے پوچھا تو وہ نہ سمجھنے والے انداز میں بولی۔

"نوفل بھائی کو۔"

"مگر میں تو عماد بھائی کے ساتھ آئی ہوں۔" صبا نے کہا تو ضحیٰ صدمے کا شکار ہونے لگی۔

"تو کیا نوفل بھائی وہاں نہیں پہنچے؟"

"کیا؟ ——— کیا مطلب ہے تمہارا؟" صبا کا دل دھک سے رہ گیا۔

"انہوں نے ہی کہا تھا تم سے ملنے کے لئے۔" ضحیٰ نے مزید چھپانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"کتنی ذلیل ہو تم ضحیٰ ———!" صبا پر سوچ کر ہی گھبراہٹ طاری ہونے لگی۔ "اگر وہ واقعی وہاں
تے تو؟"

"مگر وہ آئے کیوں نہیں؟" ضحیٰ نے متفکرانہ انداز میں کہا تو صبا نے کشن اٹھا کر اسے دے مارا۔

"کیونکہ ان کا دماغ تمہاری طرح الٹا نہیں ہے۔ انہوں نے مذاق کیا اور تم سنجیدہ ہو گئیں۔"

"ویسے بہت بری حرکت کی ہے نوفل بھائی نے۔" ضحیٰ کو سارا مزہ کرکرا ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"میرے حق میں تو بہت اچھا ہوا۔ کہیں آ جاتے تو میں تھی اگلے جہان ......" صبا نے فوراً خدا کا
کیا تھا۔ پھر ضحیٰ کو ایک ہاتھ جڑ دیا۔

"اور تم نے آئندہ ایسی کوئی فضول پلاننگ کی تو پھر دیکھنا، اسٹوپڈ۔" اسے واقعی یہ سب پسند نہیں

آیا تھا۔

ضحیٰ نے منہ پھلا لیا۔

''آ گئیں آپ؟'' حمرہ نے آتے ہی مسکرا کر پوچھا تو وہ اطمینان سے بولی۔

''بالکل۔ پہلے عماد بھائی نے آئس کریم کھلائی، پھر گھر ڈراپ کر کے گئے ہیں۔''

''یہ عماد بھائی کہاں سے آ گئے اس اسٹوری میں؟'' حمرہ نے حیران ہو کر ضحیٰ کو دیکھا سانس بھر کے رہ گئی۔

''تم لوگوں کی اسٹوری بالکل پاکستانی فلموں جیسی تھی۔ کرنا کچھ ہوتا ہے اور کر کچھ اور ر ہیں۔'' صبا انہیں چڑاتی ہوئی اپنی سینڈلز اٹھانے چلی گئی تھی۔

''آپ کی تو ساری پلاننگ ناکام ہو گئی۔'' حمرہ نے منہ لٹکائے بیٹھی ضحیٰ سے کہا تو وہ تلم

''یہ تو میں نوفل بھائی سے پوچھوں گی نا۔ اتنی گرمی میں ہماری مارچ پاسٹ کرا دی ا ٹھنڈی ہو کر گھر پہنچ گئیں۔''

صبا کی مسکراہٹ نے اسے احمق بن جانے کا شدت سے احساس دلایا تھا۔

''ضحیٰ آپی! ٹینگ لاؤں آپ کے لئے؟'' حمرہ کو اس پر ترس آ رہا تھا۔ واپسی پر وہ کتن اسے اپنا کارنامہ سنا رہی تھی۔

''رہنے دو حمرہ گڑیا! ٹینگ پینے سے اس آئس کریم کا صدمہ تو کم نہیں ہوگا نا جو تمہار میں کھا کے آ رہی ہے۔''

اس کے آہ بھر کر کہنے پر حمرہ کو بھی ہنسی آ گئی۔

''ہم نے بھی تو آج ان کے مقابلے پر کھائی ہے۔''

''کیا؟'' ضحیٰ کو سمجھ نہیں آئی تھی۔

''دھوپ اور کیا۔'' وہ بے ساختہ بولی تو ضحیٰ کو بھی ہنسی آ گئی۔

●●●●●

ادینہ نے ناک کے ذریعے لمبی سانس کھینچتے ہوئے نوفل کو دیکھا جو اس وقت کہیں جا تیار تھا۔ خوب صورت ڈریسنگ اور خوشبوؤں میں نہایا اس کا بھرپور مردانہ سراپا کسی طور کیے جانے کے قابل نہیں تھا۔

''خیریت تو ہے؟ ــــــ آج اس وقت یہ باد بہاری کس کے گلشن کو مہکانے جا رہا اس نے چونک کر آئینے میں ادینہ کے عکس کو دیکھا، پھر مسکراتے ہوئے پورے کا طرف پلٹ گیا۔

''یہ میں نہیں بتاؤں گا۔ تمہیں خود ہی پتہ چل جانا چاہیے۔'' اس کا موڈ بے حد خوشگوا جھٹکا ادینہ کا مطلب پا کر لگا تھا۔

''صبا سے ملنے؟'' خود پر بہت ضبط کرتے ہوئے بھی وہ تحیر سے پوچھ بیٹھی تو وہ ا

دائیں بائیں پھیلا کر شرارت سے بولا۔

''تمہیں میری حالت سے نہیں لگ رہا ہے؟''

اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ، آنکھوں سے چھلکتی جگمگاہٹ اور شوخی ادینہ کے اندر بے حد شور مچانے لگی۔

کیا ہونے چلا تھا۔ اس نے تو بہت ہوشیاری کے ساتھ مہرے چلے تھے۔ پھر یہ مات کیسے اس کا مقدر ہونے لگی تھی؟

''یہ شخص ــــــ کس قدر بے مہر ہے یہ شخص۔ کیسے خوشی سے خود کو کسی دوسرے کو دان کر رہا ہے۔ اسے میں، میری آنکھوں میں مچلتی خواہشات کیوں دکھائی نہیں دیتیں؟'

وہ جیسے ایک خواب کی کیفیت میں چلتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

''کیا یہ محبت ہے نوفل؟ اس سے کبیدہ خاطر ہونے کے باوجود تم اسے اس قدر اہتمام سے ملنے جا رہے ہو؟ ــــــ کیا اسے محبت کہتے ہیں؟'' اس نے بے یقینی سے پوچھا تو نوفل نے پُرسکون انداز میں اسے دیکھا تھا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''تمہاری تو پسند کی شادی تھی۔ لو میرج۔ تم کیا کہتی ہو اس بارے میں؟'' لمحوں میں وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی تھی۔

''کچھ مت پوچھو نوفل! وہاں کچھ نہیں تھا۔ وقتی کشش تھی اور بس۔ محبت تو ایک انجانا، ان چھوا جذبہ ہی رہا وہاں۔'' یہ ایک نیا بھید وہ آج کھول رہی تھی۔

اس کے آنسو صحیح معنوں میں نوفل کو گڑبڑانے پر مجبور کر گئے۔

جب سے وہ اس گھر میں آئی تھی اس سے کسی نے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی تھی اور نہ ہی نوفل نے کبھی طلاق کی وجوہات جاننے کی کوشش کی تھی۔

''فارگیٹ اِٹ ادینہ! پوری زندگی پڑی ہے تمہارے سامنے۔ انجوائے یور لائف۔'' نوفل نے اس کے آنسوؤں سے متاثر ہوتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔ عورتوں کا رونا اسے ہمیشہ ہی گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتا تھا۔ شاید اس وجہ سے کہ اس نے ہمیشہ حتیٰ الامکان کوشش کی تھی کہ اس کی ماں اور بہن کی آنکھوں میں کبھی آنسو نہ آئیں۔ اسی وجہ سے وہ خواتین کو روتا نہیں دیکھ پاتا تھا۔

''تم نے تو مجھے نہیں روکا نوفل! ورنہ آج شاید یہ سب یوں نہ ہوتا۔'' اس نے بھیگے ہوئے پُرشکوہ انداز میں کہا تھا۔

''کوئی کسی کے روکنے سے نہیں رکتا ادینہ! یہ راہ ہی ایسی ہے۔ جتنی دشواریاں بڑھتی ہیں اتنا ہی کوہ پیمائی کا شوق بھی حد سے سوا ہوتا جاتا ہے۔''

''تم مجھے روکتے تو میں رک جاتی نوفل! میں تو منتظر ہی رہی کہ کب تم مجھے پکارو گے۔ مگر تم نے تو مجھے کبھی اس قابل سمجھا ہی نہیں۔ نہ کل اور نہ ہی آج۔'' وہ بے حد جذباتی ہو کر بولی تو نوفل کو اندازہ ہو گیا کہ وہ پھر سے اس روز جیسے جذباتی دورے کا شکار ہو رہی تھی۔

"یہ سب خدا کی کرنی ہے ادینہ! جو جس کے نصیب میں لکھا ہے وہ تو بھگتنا ہی ہے۔"

"مگر میں ہی کیوں نوفل؟ —— اس راہ میں مجھے بھی تو کوئی مخلص اور محبت کرنے والا مل سکتا تھا۔ جیسے تم، صبا کو ملے گئے۔" وہ مچل اُٹھی تھی۔

ادینہ کے انداز اسے پریشان کرنے لگے۔

"ادینہ! زندگی میں ہر بار وہی کچھ نہیں ہوتا جو ہم چاہتے ہیں۔ تم دل چھوٹا مت کرو۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے تمہارے لئے بھی کوئی بہت اچھا شخص چن رکھا ہوگا جو جلد یا بدیر تمہیں مل جائے گا۔" وہ سنجیدگی سے بولا اور پھر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔ "اب میں چلتا ہوں —— کافی لیٹ ہو چکا ہوں۔"

وہ بہ عجلت پلٹ کر سائیڈ ٹیبل پر دھری گاڑی کی چابی اور موبائل اٹھانے لگا تو وہ دل گرفتگی سے ہنس کر آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں —— بھلا کون رُکتا ہے کسی کے لئے؟"

نوفل فوراً اس کی طرف پلٹا تھا۔

"ایسا کبھی سوچنا بھی مت ادینہ! تمہارا کوئی مسئلہ، کوئی پریشانی مجھ سے الگ نہیں ہے۔" اس نے سختی سے باور کرایا تو وہ یوں ہنس دی جیسے اس سے پہلے کوئی سیریس بات ہی نہ ہوئی ہو۔

وہ بھی مطمئن ہوا تھا۔

"اب میں چلوں؟" دوستانہ انداز میں پوچھا تو ادینہ نے دل کی جلن کو چھپاتے ہوئے کہا۔

"بہت بے تاب ہو رہے ہو۔"

"سمجھا کرو نا یار! کسی لڑکی سے پہلی پہلی ملاقات ہے۔ لیٹ ہو جانا اچھا شگن تو نہیں ہے نا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ ادینہ کا جی چاہا اس وقت کوئی ایسی بات کہہ دے جو نوفل کا یہ ہنستا مسکراتا موڈ برباد کر کے رکھ دے۔ اور وہ اسی وقت صبا میر پر لعنت بھیج دے۔

"ویسے وہ مان کیسے گئی؟ —— وہ تو سنا ہے کسی اجنبی سے بے تکلف نہیں ہوتی۔" وہ بے اختیار بولی تھی۔

"اچھا ہے نا۔ اس کی پہلی بلکہ ہر ڈیٹ میرے ہی ساتھ ہونی چاہئے۔" وہ پُرسکون انداز میں مسکرا دیا تھا۔

پچھلے چار دنوں کی ٹینشن تو آج صبا سے ہونے والی ملاقات کے فقط تصور ہی سے اڑن چھو ہو گئی تھی۔ دل و دماغ تمام خدشات و اوہام سے بالکل پاک تھے۔

وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ نوفل اسے بازو سے تھامے اپنے ساتھ کمرے سے باہر لے آیا۔

"اب مزید ڈسکشن پھر کبھی سہی۔ ابھی میں لیٹ ہو رہا ہوں۔ کہیں بدشگونی نہ ہو جائے۔" وہ شرارت سے کہتا چلا گیا۔

اس کا اٹھنے والا ہر قدم ادینہ کو اپنے دل پر پڑتا محسوس ہوا تھا۔

'خدا نے واقعی میرے نصیب میں بہت شاندار سا آدمی لکھ رکھا ہے اور اسے میں بہت جلد حاصل کر لوں گی نوفل احمد!' اس نے بہت تنفر سے سوچا تھا۔ پھر نوفل اور صبا کی ملاقات کا تصور ذہن میں آیا تو وہ تن بدن سے سلگ کر رہ گئی۔

'خدا کرے نوفل احمد! یہ پہلی ملاقات ہی کسی بہت بڑی بدشگونی کا شاخسانہ بن جائے۔' اُس نے صدق دل سے بددعا مانگی تھی۔

وہ بہت تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کرنے کے باوجود مقررہ جگہ پر لیٹ ہی پہنچا تھا۔ اوپر سے ریسٹورنٹ کے باہر کہیں گاڑی پارک کرنے کو جگہ تک نہیں تھی۔ ابھی وہ پارکنگ کے لئے جگہ تلاش کر رہا تھا جب اس کی نگاہ صبا اور عماد پر پڑی تھی۔

کسی کی بددعا نے بہت تیزی سے اس کے گرد اپنا حصار بنایا تھا۔

وہ عماد کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے سڑک پار کر گئی تھی۔ عماد نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر اس کے لئے فرنٹ ڈور کھول دیا تو وہ ہوا سے اُڑتے دوپٹے کو سنبھالتی اندر بیٹھ گئی۔

عماد نے کچھ کہتے ہوئے آگے جھک کر اس کی طرف کا دروازہ بند کیا تو وہ جواب میں ہنس دی۔

ان کی گاڑی نوفل کے سامنے سے گزری تھی اور وہ اسٹیئرنگ وہیل پر ہاتھ دھرے بے یقینی سے یہ سارا منظر دیکھتا رہا تھا۔

اردگرد کی گاڑیوں کے تیز ہارن اسے حواس میں لانے کا سبب بنے تھے۔ اشتعال نے غلبہ پایا تو جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔

'تمہارا یہ گناہ ناقابل معافی ہے صبا میر!' اس نے گاڑی اس قدر بے دردی سے ریورس کی تھی کہ گاڑی کے ٹائر چرچرا اٹھے تھے۔

●●●●●

ہلکی ہلکی بوندا باندی نے شدید گرمی میں بھی ایک لطیف سا تاثر قائم کر دیا تھا اور صبا بارشوں سے الرجک سہی مگر ضحیٰ اتنی ہی دیوانی تھی۔ اب بھی ڈھلتی شام سے بے نیاز وہ ٹیرس کی سیڑھیوں پر بیٹھی ٹپ ٹپ برستی بوندوں کے کھیل سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

تبھی اس کی نظر معید پر پڑی تو وہ بدمزہ سی ہو گئی۔ وہ بھی اسے دیکھ کر چونکا تھا۔ ضحیٰ نے ایک لمحے کو وہاں سے اٹھ جانے کا ارادہ کیا مگر پھر ملتوی کر کے وہیں بیٹھی رہی کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھنے لگے کہ وہ اس سے خوفزدہ ہے۔

"اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟" بہت غیر متوقع سوال اور نرم انداز تھا۔

ضحیٰ نے تلملا کر اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے کیا ہوا ہے؟" اس نے بے حد ناگواری سے پوچھا تھا۔ معید نے قدرے دھیان سے اسے دیکھا۔ سرخ اور سفید پرنٹڈ شرٹ اور سفید شلوار دوپٹے میں وہ اب دوبارہ اپنی صحت کی طرف لوٹتی دکھائی دے رہی تھی۔

"یونہی پوچھ رہا تھا۔ پچھلے دنوں تم نے خود کو بزدلوں کی طرح بستر سے لگا رکھا تھا۔"
وہ آرام سے کہتے ہوئے اسی سیڑھی پر اس سے قدرے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

ضحیٰ کا دماغ جھنجھنا اٹھا۔

"تمہیں اس سے کیا ـــــ میں جو چاہے کروں۔" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"واقعی، مجھے کیا۔ جب یہ سلسلہ ہی ختم ہو گیا ہے تو......"

وہ کچھ کہنے لگا تھا کہ ضحیٰ تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔

"تم سے کس نے کہا کہ یہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے؟ ـــــ ہم نے محبت کی ہے، کھیل نہیں
ہو گیا ہے۔"

"مگر وہ ملک چھوڑ کر جا چکا ہے۔" معید نے اسے یاد دلایا تھا۔

"محبت قرب یا دوری سے مشروط نہیں ہوتی معید حسن!" وہ تلخی سے بولی تھی۔

"مگر میری اطلاع کے مطابق تو وہ دو سال کے لئے گیا ہے۔" وہ اب بھی بہت
میں کہہ رہا تھا۔ ضحیٰ کو لگا جیسے وہ اسے نیچا دکھانا چاہتا ہو۔ اس نے یکلخت ہی اپنا لب و لہجہ بد

"تو کیا ہوا۔ میں اس کا انتظار کروں گی۔" اطمینان سے کہا تو معید نے حیران ہو کر
اس کے چہرے پر اب پہلے والا تناؤ نہیں تھا۔ جیسے کچھ طے کر لیا ہو۔

"محبت کرنے والوں کی نگاہیں بھی
ہوا میں ڈولتی خوشبو کی صورت
منظروں میں اپنے ہونے کی نشانی چھوڑتی ہیں
چاندنی راتوں میں جیسے چاند کی کرنیں
سمندر کے بدن میں نغمگی آباد کرتی ہیں
محبت کرنے والوں کے تعلق اور ان کی
دوریاں سب سے انوکھی ہیں"

اس نے بہت کھنکتے لہجے میں کہا تھا۔

"بہت خوب ـــــ" معید مسکرا دیا۔ "تو اب سے محبت کی آزمائش شروع ہو چکی
نے کہا تھا۔

ضحیٰ کے دل میں ٹیس سی اٹھی مگر اس سنگدل شخص کو تو وہ اپنی ناقدری ہونے کی ہوا بھی
دینا چاہتی تھی۔

دل کے درد کو بمشکل دباتے ہوئے اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"یہ تو بہت معمولی بات ہے۔ عمر کا انتظار تو میں ساری عمر کر سکتی ہوں۔"

"اور اگر اس بیچ تمہیں کسی اور سے محبت ہو گئی تو؟" معید کا سوال بہت غیر متوقع
پیشانی تپ اٹھی۔

"یہ محبت ہے معید حسن صاحب! کوئی کھیل نہیں جو کسی کے بھی ساتھ کھیل لیا جائے۔" اس نے
یخ کر کہا تو وہ جیسے اس کی بے وقوفانہ بات پر زیرِ لب مسکرا دیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد رسانیت
رے لہجے میں بولا۔

"تم کسی بھی طور محبت کی حد بندی نہیں کر سکتیں ضحیٰ! یہ تو پھیلتی چلی جاتی ہے، بڑھتی چلی جاتی
ہے۔ اسے سمیٹنا ممکن ہی نہیں۔ بھلا ایک ایسی چیز جو اس کائنات کی وسعتوں سے لے کر رب عرش
عظیم تک محیط ہے اس کی تم کیسے حد بندی کر سکتی ہو؟"

وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔ معید کی باتوں نے لحظہ بھر کو قوتِ گویائی چھین لی تھی۔ مگر معید سے ہارنا کہاں
گوارا تھا۔

"مگر میں یہ حد بندی کر چکی ہوں۔ میں نے اپنے دل کے دروازے کو تالا لگا کر اس کی چابی
بن گڑھوں میں پھینک دی ہے۔" اس نے اپنی آواز کی لرزش پر قابو پاتے ہوئے تلخی سے کہا تو وہ
ظوظ ہوتے ہوئے بولا۔

"تو گویا تم نے محبت کو دل کے دروازوں کے پیچھے قید کر دیا ہے؟"

"محبت کو نہیں، اپنے جذبوں کو قید کیا ہے ان دروازوں کے پیچھے میں نے۔" اس نے بارش کی
دوں پر نظریں جماتے ہوئے کہا جو فرش پر موتیوں کی طرح اچھل رہے تھے۔

"لیکن یہ تو کوئی محفوظ طریقہ نہیں ہے۔ تم نے سنا نہیں کہ

محبت دل پہ دستک دیتی ہے
بدن کو روح کا رستہ دکھاتی ہے
محبت اک دعا ہے جو ہمیشہ ساتھ رہتی ہے
محبت ٹھنڈی چھاؤں ہے جو صحرا کے سفر میں کام آتی ہے
محبت اس کا پلو ہے
جہاں امید کے کچھ الفاظ باندھے ہیں
محبت اس کی آنکھیں ہیں
کہ جن میں خواب اُگتے ہیں
محبت اس کا چہرہ ہے
کہ جس کی تہہ میں رکھے دل میں
خواہش سانس لیتی ہیں
محبت دل پہ دستک ہے۔"

چار سُو خاموشی کا تسلط ـــــ صرف بوندوں کی ٹپ ٹپ ـــــ ایسے میں معید کا گمبھیر لہجہ بہت
ثر انگیز لگا تھا۔

"ضروری نہیں ہے کہ ہم ہر آہٹ پر دل کا دروازہ کھول دیں۔" اس کے لب و لہجے کے تاثر کو ختم

کرنے کے لئے ضحیٰ نے پُرتنفر انداز اپنایا تو وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مگر جب محبت دستک دے تو پھر یہ دروازہ آپوں آپ کھلتا چلا جاتا ہے ضحیٰ میرا! اِ کھولنے کی زحمت نہیں کرنا پڑتی۔"

"ہنہ ـــــ فضول۔" اس نے سر جھٹکا تھا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ہونٹوں پر دل جلا مسکراہٹ لئے بولا۔

"تو پھر تم کسی سے متاثر ہوئی ہو تو الگ بات ہے ورنہ تم ابھی تک محبت سے نابلد ہو ضحیٰ!"

"ہاں ـــ تم تو جیسے صبح وشام یہی کام کر رہے ہونا۔" اس کا تو رواں رواں ہی سلگ

"ہاں۔ تم شاید یقین نہ کرو مگر میں محبت کر رہا ہوں۔ ایک ایسی لڑکی سے جو مجھ سے کرتی۔ مگر تم دیکھنا ایک روز وہ خود اپنی چاہتوں کا اقرار کرے گی۔ کیونکہ میرا ایمان ہے کہ یہ دستک دیتی ہے اور کبھی نہ کبھی اس کے دل میں اس دستک کا شور ضرور برپا ہوگا۔" وہ کر دینے کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ اس قدر نرم لہجہ، آنکھوں سے جھلکتی چمک اور ہونٹوں مسکراہٹ لئے وہ ضحیٰ کو تحیر کے سمندر میں غرق کر گیا۔

اس کے حیرت سے نیم وا ہونٹوں کو دیکھ کر وہ بھی اپنی بے اختیاری پر خفیف سا ہو کر بالو ہاتھ پھیرنے لگا۔

"بہرحال تم اپنا انتظار جاری رکھو اور میں اپنی کوشش۔ دیکھتے ہیں کون پہلے کامیابی حا ہے۔" سنبھل کر کہتے ہوئے وہ مسکراتا ہوا چلا گیا۔

'اوہ مائی گاڈ! تو اس روز میں صحیح سمجھی تھی۔ اس کے لاکر میں وہ تصویر کسی لڑکی ہی کی ہے۔'

ضحیٰ کے ذہن میں جھماکا سا ہوا تھا۔ ساتھ ہی غصہ بھی آنے لگا۔

'مجھے کیسے بڑے ابا کی طرح سمجھاتا ہے اور خود کسی غیر لڑکی کی تصویر رکھی ہوئی ہے۔'

وہ اٹھ کر صبا کو یہ دھماکا خیز خبر سنانے بھاگی تھی۔

●●●●●

عمر بھر کی چاہت کو
آسرا نہیں ملتا
دشت بے یقینی میں راستہ نہیں ملتا
خاموشی کے وقفوں میں
بات ٹوٹ جاتی ہے اور سرا نہیں ملتا
معذرت کے لفظوں کو روشنی نہیں ملتی
لذت پذیرائی پھر کبھی نہیں ملتی
پھول رنگ وعدوں کی
منزلیں سکڑتی ہیں

راہ مڑنے لگتی ہے
بے رخی کے گارے سے
بے دلی کی مٹی سے
فاصلوں کی اینٹ سے اینٹ جڑنے لگتی ہے
واہموں کے سائے سے عمر بھر کی محنت کو
پل میں لوٹ جاتے ہیں
اک ذرا سی رنجش سے
ساتھ چھوٹ جاتے ہیں

اسے بستر پر نیم دراز دیکھ کر ادینہ کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔

"نوفل! یہاں کیا کر رہے ہو تم؟" وہ کہتی ہوئی اندر چلی آئی۔

"تمہیں کیا لگ رہا ہے؟" وہ جواباً سکون سے بولا تھا۔

"میں تمہاری ہر ادا سے واقف ہوں نوفل! اگر تمہیں کوئی بات تنگ کر رہی ہے تو مجھ سے کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لو۔" اس نے بہت ہمدردانہ انداز میں کہا تو نوفل کے اعصاب تن سے گئے۔ وہ اٹھ بیٹھا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ میری پراہلم سننے سنانے والی آ رہی ہے۔ اب تو ہر اعتراف اسی کے سامنے ہوگا۔"

نوفل کا بدلتا انداز ادینہ کے لئے ایک جھٹکا ثابت ہوا تھا مگر وہ خود کو سنبھال کر شکایتی انداز میں بولی۔

"یہ دوستی تو نہ ہوئی نا کہ تم مجھ سے اپنی پراہلم بھی شیئر نہ کرو۔"

"دوستوں کے ساتھ صرف خوشیاں شیئر کرنی چاہئیں۔ اچھے دوست کو اپنی پراہلم بتا کر دکھی کرنا کہاں کی دوستی ہے؟" وہ رسان سے کہہ رہا تھا۔

"تم خوش تو ہونا نوفل؟" ادینہ نے اس کے مسکراتے چہرے پر آزردگی کا کوئی نشان ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر ناکام رہی تھی۔

"آف کورس۔ ہر بات میری پسند سے طے ہو رہی ہے تو کیا مجھے خوشی نہیں ہونی چاہئے؟" اس نے اسی پُرسکون انداز میں پوچھا تو ادینہ کلس کر رہ گئی۔ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے اپنا آخری داؤ بھی کھیل ہی ڈالا۔

"یونہی، میں نے سوچا کہیں تم صبا اور عماد کے تعلق کو لے کر اس کی طرف سے بدگمان ہی نہ ہو جاؤ۔ مگر تمہاری قلبی و ذہنی وسعت نے مجھے بہت خوش کیا ہے نوفل! تم ان مردوں میں سے نہیں ہو جو ہر وقت بیوی کے ماضی کو کریدتے رہتے ہیں۔ بھلا دبی چنگاریوں کو ہوا دینے سے کیا حاصل۔ میں تو دعا کرتی ہوں کہ تم دونوں گزری ہر بات بھلا کر ایک بہت اچھی اور مخلص زندگی گزارو۔ لڑکیاں تو

یوں بھی نئی زندگی میں قدم رکھتے ہی پرانی یادوں کو ذہن سے کھرچ ڈالتی ہیں، بے چاری۔" سانس بھرتی اس کو اچھی زندگی گزارنے کی دعا دیتی پلٹ گئی تھی۔ حقیقتاً تو اس نے بھس میں ڈالنے والی حرکت کی تھی۔

نوفل کا سکون اور طمانیت ادینہ کو آگ لگا گیا تھا۔ اپنی ساری محنت ضائع ہوتی محسوس تھی۔ مگر اب نوفل کے پتھریلے تاثرات دیکھ کر دل کو یک گونا سکون سا مل گیا تھا سو وہ ا بھڑکنے سے پہلے ہی کھسک گئی۔

اس کے جانے کے بعد بھی وہ یونہی ساکت سا بیٹھا رہا تھا۔

ادینہ کی باتوں نے نئے سرے سے ایک اذیت جگادی تھی جو رگوں کو توڑ رہی تھی۔ اعصاب کر رہی تھی۔

وہ ناقابل برداشت تکلیف میں گھرا مضطرب سا اٹھ کھڑا ہوا۔

'میں جو تم سے اس قدر مخلص ہوں صبا میر! پھر میرے ساتھ اس قدر بے ایمانی کیوں؟ مرد ہوتے ہوئے کبھی کسی لڑکی کو نظر بھر کر صرف اس لئے نہیں دیکھا کہ یہ استحقاق میں نے تمہارے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ تو تم نے اپنی نگاہ، اپنے دل اور جذبات کو لگام کیوں نہ ڈالی بے راہ روی تو مردوں کے نام کے ساتھ منسلک ہے۔ لڑکیاں تو ان معاملات میں کوری ہی ہیں۔ ہر طرح سے ان چھوئی، پاکیزگی کی حدوں کو چھوتی۔'

چند لمحوں تک وہ مٹھیاں بھینچے کمرے کے وسط میں کھڑا رہا تھا۔ پھر ایک گہری سانس۔ اعصاب کو ڈھیلا چھوڑا اور پُرسکون ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

اس نے بہت چاہا تھا کہ کوئی انتہائی فیصلہ کر کے اپنی زندگی کو اس کرب سے نجات دلا دے ماں اور بہن کے ہنستے مسکراتے چہرے ہر بار اس کی راہ کی رکاوٹ بن گئے تھے۔

اور پھر ایک اور انکشاف بھی تو ہوا تھا۔

یہ دل —— یہ دل اب صبا میر سے ہٹ کر کچھ اور سوچنے کو تیار ہی نہ تھا۔

اور محبت؟

یہ سوال کتنی ہی دیر تک اس کے دل کے کاسے میں سکے کی طرح کھنکتا رہا تھا۔ مگر محبت ناراضگی کی چادر اوڑھے سرد موسموں میں جا سوئی تھی۔ وہ بدگمانی کی دُھند میں لپٹی محبت کو سے انکاری تھا۔

بہم رہ کر
اگر بڑھ جائیں دل کے فاصلے یکدم
بچھڑ جانے کا پھر تو فیصلہ یہ کر بھی سکتی ہے
محبت مر بھی سکتی ہے

تو میں ہار گیا صبا میر! حالات سے، خود سے، دل سے۔ مگر میں تمہیں کبھی بھی جیتنے نہیں د

ل نہ تو تم کبھی عماد کو پاسکو گی اور نہ ہی نوفل احمد کو۔'
خود سے اور نہ اپنے آپ سے۔
وہ بڑے تنفر سے سوچ رہا تھا۔

●●●●●

ساڈا چڑیاں دا چنبا وے
بابل اساں اُڈ جانا

ڈھولک پر پہلی تھاپ پڑی اور ساتھ ہی بہت سُریلی آوازوں نے تان اٹھائی تو انس کے دل میں ی سی اٹھیں۔

"یہ کیا فضول بات ہوئی؟ صرف صبا کی نہیں، میری شادی بھی ہو رہی ہے۔ مجھے اس چیلے میں ل کرنے کی کیا تک بنتی ہے؟"

"ہم اپنی بہن کی شادی کے گیت گا رہے ہیں۔" ضحیٰ نے اسے اور جلایا تھا۔

تمام دور اور نزدیک کے مہمان جمع ہو چکے تھے۔ شادی میں محض ایک ہفتہ باقی تھا۔ سو شاپنگ مشکل مرحلے سے بہ مشکل نمٹنے کے بعد بالکل فارغ ہو کر انہوں نے ڈھولک رکھ لی تھی۔

"ہاں جی، بھائی تو جیسے لے پالک ہے نا۔" انس کو اس کی طوطا چشمی پر خاصا تاؤ آیا تھا۔

"میں نے اپنی فرینڈز کو صرف صبا کی شادی کے گیت گانے کے لئے بلایا ہے۔" اس نے ہری ری دکھائی تو ضد میں آ کر انس پورے ٹولے کو ان کے مقابل لے آیا۔ نعمان، احمر، ابرار، چاند، ان اور عماد۔

جوان جہان لڑکوں کی فوج ظفر موج دیکھ کر وہ سٹپٹائی تھیں۔

ایک سے بڑھ کر ایک شرارتی اور حاضر جواب۔

اب لڑکیوں کے ہاتھوں میں ڈھولک تھی تو لڑکے پرات اٹھا لائے۔ اس کے بعد وہ غدر مچا کہ ان الحفیظ۔ حسب معمول معید ہی نے آ کر ان سب کو شرافت کے جامے میں آنے کا آرڈر دیا تھا اس کے بعد چاند نے بہت شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے گٹار پر بہت اچھے گیت سنائے۔ ول نے بھی دل کھول کر داد دی تھی۔

بڑوں کی محفل ٹی وی لاؤنج میں جمی ہوئی تھی جہاں اس وقت ایک سنجیدہ مسئلہ ڈسکس کیا جا رہا تھا مستقبل قریب میں ضحیٰ اور معید کے رشتے سے متعلق تھا۔ سب ہی نے اس آئیڈیا کو اپروو کر دیا تو جان کے دل میں بھی سکون اتر آیا۔

"تمہیں پتہ نہیں کس نے اگست میں شادی کرانے کا مشورہ دیا تھا۔ اتنی گرمی اور حبس۔"

وہ سب کزنز صبا کو گھیرے ہوئے تھیں۔ لڑکے اپنے کمروں میں گئے، تب ماحول کچھ پُرسکون ہوا صبا نے گھور کر اپنی خالہ زاد لائبہ کو دیکھا تھا۔

"مجھے تو جیسے بہت شوق تھا نا شادی کرانے کا۔"

"کوئی گرمی اور حبس نہیں۔ انس بھائی محکمہ موسمیات کی رپورٹ سنا چکے ہیں کہ اس ہفتے موسم

بہت عاشقانہ ہوگا۔" ضحیٰ نے شرارت سے کہا تو عائزہ نے اس کے انداز کو آگے بڑھایا۔

"بھئی یہ تو موسم سے زیادہ نئے شادی شدہ جوڑوں کے دل کا احوال معلوم ہوتا ہے۔"

"بہت بے شرم ہو تم لوگ۔" صبا نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دی تھی۔

"نوفل بھائی سے ایک آدھ ملاقات بھگت لو۔ پوچھ لیں گے تم سے بھی کہ شرم کیا ہے۔" عائزہ نے اسے چھیڑا تو وہ کانوں تک لال پڑ گئی۔

"کس قدر بکواس کرتی ہو تم سب۔"

"ہاں جی، ہماری باتوں میں وہ مٹھاس کہاں جو اور لوگوں کی باتوں میں ہوگی۔" اسے گدگدایا تو وہ عاجز آ گئی۔

"خدا کے لئے، کچھ اور بھی سوچ لو۔ بلکہ اس شاپنگ کے متعلق سوچ لو جو ابھی باقی ہے۔ لگ رہا ہے کہ تم لوگوں کی تیاری میری نہیں بلکہ اپنی شادیوں پر ہی اختتام پذیر ہوگی۔"

"تمہارا تو کوئی مسئلہ نہیں نا۔ تم صرف شرمانے کے نت نئے طریقوں اور روٹھنے کی اداؤں پر غور کرو۔ باقی یہ چھوٹے موٹے، روکھے پھیکے کام ہماری جانوں پر ڈال دو۔" بڑے اطمینان سے مشورہ دیا تو وہ سب ڈھٹائی سے ہنسنے لگیں۔

"تم لوگوں سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔"

ان کی ذرا ذرا سی باتیں ہاتھ پاؤں میں سنسناہٹ سی دوڑا رہی تھیں۔ اچھا بھلا گھبراہٹ کا غلبہ بھی طاری تھا۔

"ہاں جی، اب تو یہ منہ حجلہ عروسی ہی میں کھلے گا۔" ضحیٰ نے آہ بھر کر کہا تو اب کی بار دھموکے سے بچ نہیں سکی تھی۔

"ہاتھ تو اس کا ابھی سے کھلا ہوا ہے۔ کیا خیال ہے، نوفل بھائی کو پہلے ہی سے انفارم کر دیں کہ ذرا بچ کے۔" اس نے پھر کہا تھا۔

"مرو تم سب۔" صبا زچ ہو گئی تھی۔

"سوچ لو، نوفل بھائی کہاں ہماری فونگی کو اتنی غلط تاریخ میں برداشت کریں گے۔" چھیڑا تو وہ ان سے ہار کر رہ گئی۔ وہ سب اس کی شکل دیکھ کر ہنسنے لگیں۔

●●●●●

وہ سب نوفل کو گھسیٹ لائے تھے۔

"یہ دیکھو، اس کی بھی تو شادی ہے مگر کتنی ڈھٹائی سے تالیاں پیٹتی گانے گا رہی ہے۔ بزرگی طاری کئے پھر رہے ہو۔"

اشارہ نگین کی طرف تھا جو اپنی دوستوں میں بیٹھی تھی۔

"میں اپنی نہیں بلکہ اپنے بھائی کی شادی کی خوشی میں گا رہی ہوں۔" وہ جل ہوئی تھی۔

"یہ ہوتی ہے ڈھٹائی۔" بہت اطمینان سے کہا گیا تھا۔ بلند و بانگ قہقہے۔ نگین کی کون

"تم لوگ بیٹھو یار! مجھے کچھ اور کام ہے۔" نوفل سنجیدہ تھا اور وہ سب انتہائی غیر سنجیدہ۔

"اور کام کرنے کے لئے اور بہت سے لوگ ہیں۔ تم یہاں سے ایک انچ بھی نہیں ہل سکتے۔" آذر نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔ وہ لب بھینچے صوفے میں دھنس گیا۔ ان سب کی ڈھٹائی سے وہ بھی طرح واقف تھا اور اتنی ساری لڑکیوں کے بیچ اپنا مذاق اڑوانا اسے نامناسب لگا تھا۔ سو ہتھیار ڈال دیئے۔ ورنہ دل میں تو کوئی امنگ، کوئی جوش نہیں تھا کہ جس کے لو دینے سے جذبات سلگ اٹھتے، آنکھوں میں خمار اترتا اور لبوں کے گوشوں میں نرم سی مسکراہٹ تھرکنے لگتی۔ جب دل کی خوشی اور سکون ہی نہیں تھا تو خوشیوں بھرے لمحات کہاں روح کو طمانیت پہنچاتے۔ الٹا ان ہنگاموں نے طبیعت میں مزید بے زاری بھر دی تھی۔

کبھی ان دنوں کا دن گن گن کر انتظار کیا تھا اور اب جب کہ یہ آئے تھے تو وہ دل ہی نہیں رہا تھا جو ان کا تمنائی تھا۔ وہ نگاہ ہی نہیں تھی جو اس چاند چہرہ کی شیدائی تھی۔ اس کی خاموشی اور بیزاری ادینہ کے لئے بہت معنی خیز تھی۔ اس کا ہر انداز اچھی طرح سمجھ میں آ رہا تھا۔ منگنی ہونے تک وہ ہواؤں میں اڑ رہا تھا اور اب جب کہ صبا اس کی ہو جانے والی تھی تو اس کی حالت یہ تھی کہ پر کٹے پرندے کی طرح پھڑپھڑانے سے بھی مجبور تھا۔

وہ سب گانے گا رہے تھے۔ نگین اور شاید نوفل کو بھی چھیڑ رہے تھے۔ مگر وہ زیرو پرسنٹ بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ بے زار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ نوفل! اپنے ہی ہیں سب۔" صالحہ بیگم اس کی بے زاری کو جھجک پر محمول کر رہی تھیں۔

"اسے کہاں جانا ہے؟ لڑکا چاہتا ہے کہ اب اسے چھیڑا جائے۔" واصف دور کی کوڑی لایا تھا۔

"بھئی اس کا موڈ نہیں ہوگا ہنگامے میں بیٹھنے کا۔ جانے دو اسے۔" ادینہ نے فوراً اس کی حمایت کی تھی۔ وہ کب چاہتی تھی کہ نوفل کی آنکھوں میں صبا کے نام سے خمار اترنے لگے یا ان سب کی کوئی ایک سی شرارت بھری بات اس کے جذبات میں تلاطم پیدا کر دے۔

"ہاں بھئی، جاؤ تنہائی میں۔ ان کے نقوش بنانا، مٹانا، سنوارنا سبھی انتہائی ضروری امور ہیں۔" آذر نے اس کے کان میں گھس کر سرگوشی کی تو اس کے انداز پر نہ چاہتے ہوئے بھی نوفل کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بکواس مت کرو۔" بڑی نرم سی تنبیہہ تھی۔ تبھی تو وہ سب اسے زچ کرنے پر تل گئے۔

"اب یاروں سے کیا پردہ؟" اسد نے اٹھ کر اس کے شانے پر بازو دراز کیا تو ان سب کے گھیرے میں وہ بے بس ہونے لگا۔

وہ سب اسے لئے اس کے کمرے میں آ گئے جو پہلے ہی ڈریم لینڈ کہلاتا تھا مگر ان سب نے خوبصورت لائٹنگ سے اس کی سجاوٹ کو ہزار درجہ بڑھا دیا تھا۔

اگلے روز انس اور نگین کی مہندی کے فنکشن میں صبا اور نوفل کا نکاح ہونا قرار پایا تھا تاکہ صبا اپنے بھائی کی شادی کے فنکشن میں حصہ لے سکے۔

اسی بات کو لے کر وہ سب نوفل کو تنگ کرنے کے چکروں میں تھے اور ان سب کی شرارتوں ہی کی وجہ سے وہ کچھ دیر ہی میں سب کچھ بھولے ہنس رہا تھا۔

اور کل کون سا دور تھا۔ آیا اور گزر بھی گیا۔ بہ مشکل سب سے جان چھڑا کر وہ اپنے کمرے تو کسی کے پیچھے آنے سے پہلے ہی اس نے دروازہ لاک کرلیا۔ جانتا تھا کہ وہ سب رت جگے میں ہیں۔

اے سی کی کولنگ بڑھا کر وہ اپنے وسیع وعریض بیڈ پر گر سا گیا۔

"بہت شور، ہنگاموں اور شوخیوں بھری مہندی کی تقریب میں آج نہ صرف وہ کسی کو آیا تھا بلکہ خود بھی کسی کا ہو گیا تھا۔ وہ جو اپنے اور صبا کے درمیان صدیوں کا فاصلہ محسوس تھا، چند بولوں کے بعد اسے خود سے منسلک پا کر ششدر رہ گیا تھا۔

'یہ کیا ہو گیا میرے ساتھ؟' کتنی ہی بار اس نے ہمت مجتمع کی تھی۔

'یہ بے ایمانی اور بے وفائی میں برداشت نہیں کرسکتا۔ جو پہلے ہی کسی کی زندگی معطر کر اسے میں اپنی زندگی میں تعفن پھیلانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔' مگر فیصلہ کرتے ہوئے ٹوٹنے لگتی تھی۔

ماں کا جگمگاتا چہرہ۔ بہن کی شرگیں مسکراہٹ۔

'کیا میں اس قدر سفاک ہوسکتا ہوں؟' اس کا ذہن بلینک ہو گیا تھا۔

اور پھر بہت سی مجبوریوں نے اسے ہرا دیا۔ مہر بہ لب کر دیا تھا۔ مگر دل کے کچھ فیصلے بہت اٹل تھے۔

"تم میرے نام ہو جاؤ تو ہو جاؤ صبا میر! مگر میں اپنا آپ کسی طور تمہارے نام کرنے کا ہوں ــــ کبھی نہیں۔" اس کی نگاہ اپنے ہاتھ کی پشت پر پڑی جہاں ایک ہلکی سی خراش موجود ٹھٹک سا گیا۔

نہ چاہتے ہوئے بھی گزرے کئی لمحات فلم کی طرح آنکھوں کے آگے سے گزرنے لگے۔

انس کی تیل مہندی کی رسم کے بعد ان دونوں کے نکاح کی تقریب ہوئی تھی اور ان بقول ینگ جنریشن کے کوئی قانونی رکاوٹ باقی نہیں رہی تھی۔ اس لئے نوفل اور صبا کی تیل رسم اکٹھے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔

"کل جا کر صرف نگین کی رسم کرلیں گے۔" وہ سب اڑ گئے تو کسی نے بھی اعتراض نہیں نوفل کے لاکھ آنکھیں دکھانے پر بھی وہ سب باز نہیں آئے۔ اسے لے جا کر زرد لباس پھولوں کے زیور اور خوشبوؤں سے آراستہ وپیراستہ وجود کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔

وہ سب بہت چھیڑ چھاڑ کے ساتھ ان دونوں پر فقرے چست کرتے ہوئے نہ صرف ان کو تیل میں ڈبو چکے تھے بلکہ مٹھائی کھلا کھلا کر بے حال بھی کر چکے تھے۔ اس وقت نوفل بھلائے صرف اپنی جان بچانے سے متعلق سوچ رہا تھا۔

تبھی اس نے ساتھ بیٹھے وجود کی کسمساہٹ کو محسوس کیا تھا۔ اس کا دھیان بٹنے لگا۔ بالکل ساتھ ہی تو وہ بیٹھی تھی۔

وہ صدیوں کا فاصلہ جو نوفل کو محسوس ہوتا تھا، کہیں بھی تو نہیں تھا۔ بہت قربت تھی۔ مگر اس قرب میں کہیں بھی تو کوئی سنسنی نہیں تھی۔ سر جھکا کر اس نے کچھ محسوس کرنے کی کوشش کی مگر پہلے ہی لمحے میں اس پر منکشف ہو گیا کہ دل بالکل خالی ہے۔

اس کے مضطربانہ انداز میں پھر سے پہلو بدلنے پر وہ چونکا تھا۔ تب بھید کھلا کہ اس کا گوٹے کناری سے سجا دوپٹہ ایک سائیڈ سے نوفل کے نیچے دبا ہوا تھا جس کی وجہ سے وہ خود کو مشکل میں محسوس کر رہی تھی۔ تب نوفل نے لب بھینچتے ہوئے یونہی سامنے دیکھتے ہوئے اس کا دوپٹہ پیچھے ہٹانے کی کوشش کی تھی۔ ادھر صبا بھی اس کوشش میں مصروف تھی۔ سو دوپٹے کی بجائے نوفل کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ آ گیا تھا۔ تاڑنے والے بھی قیامت کی نگاہ رکھتے تھے۔ بات کچھ کی کچھ بنا لی گئی۔ صبا نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچا تو ان سب نے مزید مذاق اُڑانا شروع کر دیا۔

"خبیث! میں دوپٹہ پیچھے کر رہا تھا۔" موقع پا کر اس نے آذر کو رگیدنے کی کوشش کی مگر اس وقت وہ کہاں رعب میں آنے والا تھا۔ شوخی سے بھرپور انداز میں بولا۔

"یہ آپ کی تقریب کا نکاح ہے نہ کہ شب زفاف کہ گھونگھٹ اٹھانے کی ہو رہی ہے۔" اس کی سرگوشی نوفل کو ٹھنڈا کر گئی ــــ نگاہ اپنے ہاتھ کی پشت پر جم گئی جہاں صبا کا ناخن ہلکی سی خراش ڈال گیا تھا۔

اور اب، کچھ ایسی ہی خراشیں وہ اپنے دل پر پڑتی محسوس کر رہا تھا۔ ان سب کی ذومعنی باتیں اور ہلکی سی چھیڑ چھاڑ کوئی بھی تو مستی بھرا احساس پیدا نہیں کرتی تھی۔ صرف ہلکی سی جلن ہی تھی جو بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

'یہ دل تو جل بجھا صبا میر! اب تم لاکھ اس کی راکھ کو کریدو مگر کچھ نہیں پاؤ گی۔ کوئی شعلہ تو کیا، کوئی چنگاری تک نہیں ملے گی یہاں کہ اگر تمہیں اپنے جذبے پر بے اختیاری تھی تو میں بھی اپنے جذبات پر حکمران ہوں۔'

اس کی ایک بھی سوچ مثبت نہیں تھی۔

اسی وقت اس کا موبائل بجنے لگا تو اس کے خیالات منتشر ہونے لگے۔

اسکرین پر ژالے آفریدی کا نام جگمگاتا دیکھ کر اسے خود کو بہ سرعت سنبھالنا پڑا تھا۔ رات کی تقریب میں ژالے شرکت نہیں کر پائی تھی کیونکہ وہ ملک میں نہیں تھی۔ اس نے بڑے زور وشور سے ل کو نکاح کی مبارک باد دی تھی۔

"اب باقی فنکشنز میں، میں تمہاری غیر موجودگی بالکل بھی برداشت نہیں کروں گا۔" نوفل نے اسے دھمکایا تھا۔ وہ ہنس دی۔

"جیسے میں وہاں سے بھاگ کر آئی ہوں، اس سے تو مجھے لگ رہا ہے کہ جو کنٹریکٹ میں کر کے

آئی ہوں وہ ختم ہو جائے گا۔ ذرا بھی تو دلچسپی نہیں تھی وہاں میری کسی بھی شے میں۔"
"اب بتاؤ، مورال کیسا ہے؟" اس نے بہت شرارت سے پوچھا تو اس کے اضمحلال میں اضافہ ہونے لگا۔ مگر وہ قدرے فریش لہجے میں بولا۔
"یہ تمہیں کیونکر بتاؤں؟ اسی کو بتاؤں گا جس کی وجہ سے مورال ہائی ہوا ہے۔"
جواباً ژالے کا بے ساختہ قہقہہ گونجا تھا۔ پھر وہ بولی۔
"ڈیڈی بہت تعریف کر رہے تھے کل کے فنکشن کی۔"
"پسند آیا انہیں؟" نوفل نے اوپری دل سے پوچھا تو اس نے سانس بھرتے ہوئے کہا۔
"اس قدر پسند آیا کہ وہ میرے لئے بھی ایسا ہی ایک فنکشن کرانے پر ابھی کے ابھی راضی
"تو پھر دیر کس بات کی ہے؟" نوفل نے اسے چھیڑا تو قدرے توقف کے بعد وہ جتا
انداز میں بولی۔
"اتنے سال کسی اور کو سوچنے کے بعد کسی ایرے غیرے کو میں اپنی زندگی کا حصہ نہیں بنا
انداز و الفاظ بالکل نوفل والے تھے۔ وہ خاموش سا ہو گیا۔
"اور اگر تمہیں کبھی ایسا کرنا پڑ جائے تو؟" چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے سنجیدگی
پوچھا تو ژالے نے بھی سنجیدگی ہی سے جواب دیا تھا۔
"اول تو یہ کہ میں یونہی سرینڈر نہیں کروں گی۔ ہر ممکن کوشش کے بعد بھی اگر شموئیل خان
سکی تب شاید۔ اور پھر زندگی تو گزارنی پڑتی ہے نوفل! فطرت سے منہ موڑنا ہر کسی کے بس
نہیں ہوتی۔"
"کیا یہ اس شخص سے بے ایمانی نہیں ہو گی جس سے تم شادی کرو گی؟" اس کا لہجہ تھکا
لیکن ژالے کی پوری توجہ اس کے الفاظ پر تھی۔ ورنہ وہ یقیناً چونک اٹھتی۔
"بے ایمانی تو تب ہو گی جب میں اپنی گزشتہ زندگی اور اس کی یادوں کو آئندہ زندگی میں
لے کر چلوں گی ـــــ اینی ویز، فی الوقت تو میں ایک سو دس فیصد پُر یقین ہوں کہ دلہن
شموئیل خان ہی کی بنوں گی۔" وہ بے حد سنجیدگی اور پُر تیقن انداز میں بولتی نوفل کو مسکرا
کر گئی۔
"اوکے ڈیئر ـــــ اب تم اچھے اچھے سے خواب دیکھو۔ یقیناً دل میں مجھے برا بھلا کہہ
گے۔" آف کرنے سے پہلے ژالے نے اسے چھیڑا تو وہ بس مسکرا کر رہ گیا۔
"کون سے خواب؟ کہاں کے خواب ژالے بی بی؟ ـــــ میں تو ان دیکھے خوابوں کی
ہاتھوں میں لئے ششدر کھڑا ہوں۔ جو خواب میں نے دیکھے تھے ان کی تعبیریں اتنی بھیانک
ہو سکتیں۔ وہ تو کلرنگ خواب تھے۔ تتلیوں کے پروں جیسے۔ تبھی ـــــ شاید تبھی ان کے رنگ
دے گئے۔"

●●●●●

رخصتی سے پہلے کسی طور بھی اپنی سسرال جانے کو تیار نہیں تھی۔ مگر ضحیٰ بھی اپنے نام کی ایک
اس کے سر پر کھڑی ہو گئی۔
"اب اگر تم نے مجھ سے ساتھ چلنے کو کہا تو میں تمہارا سر پھوڑ دوں گی۔" صبا نے غصہ دکھایا مگر ضحیٰ
ے زیادہ طیش آ رہا تھا۔
"یہ نکاح ہوا ہی اس لئے ہے تاکہ تم آرام سے سارے فنکشنز اٹینڈ کر سکو۔" اس نے حقیقت
تھی جو کہ واقعتاً سچ تھی۔
صبا کی شرمیلی طبیعت سے واقفیت کی بناء پر ہی یہ قدم اٹھایا گیا تھا مگر الٹے لینے کے دینے پڑ گئے
رخصتی کے بعد تو وہ نوفل کا سامنا کر ہی لیتی مگر یوں نکاح کے بعد اس کے سامنے جانا وہ بھی
ے صرف ایک دو روز پہلے۔ اس کو ابھی سے ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔
"شرم کرو صبا! تم دولہا کی بہن ہو۔ تم جا کے بھابی کو مہندی نہیں لگاؤ گی تو رسم کا کیا خاص مزہ
گا؟" لائبہ نے اسے جذباتی کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ سب بالکل تیار تھیں۔ ایک وہی
ں کی طرح اپنی ضد پر اڑی ہوئی تھی۔
"میں اتنی بہادر نہیں ہوں۔"
"دیکھو، تمہارا پردہ کرا دیں گے نوفل بھائی سے۔" عائزہ نے وعدہ کیا مگر وہ اپنے تمام کزنز کی
نچ سے اچھی طرح واقف تھی۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب ان دونوں کا ریکارڈ لگانے سے
کیں۔ وقتاً فوقتاً بھی اس کے ساتھ سر پھوڑ چکے تھے مگر وہ اپنے کمرے میں گھسی بیٹھی تھی۔
"تو بھلا ـــــ یہ کوئی بات ہے؟ اس کی سسرال میں کیا کہوں گی میں جا کر؟" تائی جان حد
متفکر تھیں۔
"میں دیکھتا ہوں ـــــ آپ پریشان مت ہوں۔" معید انہیں تسلی دیتا صبا کے کمرے کی طرف
تھا جہاں داخل ہوتے ہی اس کی پہلی نظر ضحیٰ پر پڑی تھی۔ گرین اینڈ گولڈن براؤن چوڑی دار
ے اور شرٹ میں ملبوس آرگنزا کے گولڈن براؤن دوپٹے کو بازوؤں میں سنبھالتی وہ بڑی محویت
ہئی کلائی پر گجرا لپیٹے گرہ لگانے کی کوشش میں تھی۔
"معید بھائی! کہیں سب چلے تو نہیں گئے؟" عائزہ کی کلائی میں چوڑیاں پہنانے کے بعد لائبہ
دروازے میں ایستادہ معید کو دیکھ کر تشویش بھرے انداز میں پوچھا۔ وہ دفعتاً گڑبڑایا تھا۔ خجل سا
میں ہاتھ پھیرتا اندر آ گیا۔
نے غیر محسوس کن انداز میں رخ پھیر کر عائزہ سے گجرا بندھوانے لگی۔
"تم کیوں نہیں جا رہیں؟" اس کا روئے سخن صبا کی طرف تھا جو معید کو دیکھتے ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ
نرس کرنے آیا تھا، سو وہ فوراً رونے کو تیار تھی۔
"ہم سب تو اسے سمجھا سمجھا کے تھک گئے ہیں۔ مگر اس کی ناں، ہاں میں نہیں بدلی۔" لائبہ نے
کی تو وہ استفہامیہ نظروں سے صبا کو دیکھنے لگا۔ کل والے مہندی کے زرد جوڑے میں ملبوس

دونوں کلائیوں میں سبز اور زرد چوڑیاں اور گجرے پہنے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ مگر
بھی تھی۔ اور پھر وہ معید کے کزنس کرنے سے پہلے ہی رو دی۔

''دو دن بعد تو یوں بھی جا ہی رہی ہوں۔ پھر آپ لوگ مجھے وہاں بھیجنے پر کیوں بض
کا انداز نہ صرف جذباتی ہونے بلکہ جذباتی کر دینے والا بھی تھا۔ معید کے لئے یہ
متوقع تھی۔

''اوکے، اوکے ـــــ مت جاؤ۔ مگر رونے کی کیا بات ہے؟'' وہ گڑبڑایا تو وہ
معید نے انہیں خفیف سا گھورا۔

''معید بھائی! اگر یہ آج نہیں گئی تو کل بھی نہیں جائے گی۔'' لائبہ نے ہنسی روکے
بغیر کہا تو وہ سوالیہ نظروں سے صبا کو دیکھنے لگا۔

''تنگ بھی کوئی نہیں بنتی۔ انس بھائی کی شادی کی مووی دیکھ کر انجوائے کر لوں گی
بہت نروٹھے ہوئے لہجے میں کہا تو معید بھی ہلکی سی سانس بھرتا پلٹ گیا۔

ضحیٰ نے سارے گھر میں یہ خبر نشر کر دی کہ باوجود لیگل ہو جانے کے صبا بی بی
میں شرکت کرنے سسرال جانے کو تیار نہیں ہے۔

''زیادہ زور مت دیں آپا! ساری بات تو اس کے دل کی ہے۔ اگر اس کا دل نہیں
رہنے دیں۔'' چچی جان نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے تائی جان کی پریشانی ختم کی تھی۔

''میں تو اس لئے پریشان ہوں۔ کہیں صالحہ اس بات کو محسوس نہ کریں کہ ہماری
آئیں۔

''وہ تو خوش ہوں گی کہ اتنی شرم و تہذیب والی بچی ہے۔'' انہوں نے تسلی دی تو تائی
کی کھنچائی کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اور واقعی وہاں صرف صالحہ بیگم ہی نہیں باقی سب نے بھی صبا کی کمی کو شدت سے مح
چچی جان نے بہت مناسب الفاظ میں انہیں وجہ بتا دی۔

مگر کزنز اور دوستوں نے اسی بات کو لے کر نوفل کو تنگ کر ڈالا تھا۔

ان کو تو بھول کر بھی نہ آئی ہماری یاد
ہم انتظارِ شوق میں جاں سے گزر گئے

آذر نے تاسف بھری آہ کے ساتھ کہا تو سب کے قہقہوں پر وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔
تو ہو رہا تھا۔

ابھی نہ سہی مگر کبھی تو اس نے صبا میر کا انتظار کیا تھا۔ مگر اس نے تو آج بھی کر
تھی۔ کتنی آسانی سے وہ اسے اس کی قدر بتا گئی تھی۔

''السلام علیکم!'' ضحیٰ اور حمرہ نے بہت اچانک اٹیک کیا تھا۔ نوفل کے ہونٹوں
مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے بہت بشاشت سے سلام کا جواب دیا تھا۔

''آپ کیوں سب سے چھپتے پھر رہے ہیں ـــــ؟'' ضحیٰ نے سالی، بہنوئی والی چھیڑ چھاڑ کا آغاز کیا تھا۔

''ایسا تو کچھ نہیں۔'' وہ بہت اعتماد بھری مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو اس کی وجاہت سے متاثر ہوتے ہوئے ضحیٰ کو صبا پر رشک آیا تھا۔

کاٹن کے سفید کلف دار شلوار سوٹ اور لیدر کی سیاہ چپل پہنے وہ اپنے لمبے، چوڑے سراپے کے ساتھ بے حد متاثر کن اور ماحول پر چھایا ہوا لگ رہا تھا۔ ضحیٰ نے شرارت سے کہا تو دل پر جبر کرتے ہوئے وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''تو اب بتا دیجئے۔''

''اب بتانے میں کیا مزہ؟'' وہ بے نیازی سے بولی۔ پھر اسے دفعتہً یاد آیا تھا۔ ''اور اس روز آپ ریسٹورنٹ میں کیوں نہیں پہنچے تھے؟'' اس نے ڈپٹ کر پوچھا تو بہت سے تکلیف دہ لمحے نوفل کے اعصاب کو الاسٹک کی مانند کھینچ گئے۔

''یونہی۔ بہت امپورٹنٹ میٹنگ آ گئی تھی۔'' اس نے بہ دقت ہونٹ پھیلائے تھے۔

''صبا آپی نے تو شکریہ ادا کیا تھا بلکہ وہ تو ضحیٰ آپی کو بھی ڈانٹ رہی تھیں۔ پہلے ہی وہ اتنی مشکلوں سے اس شادی پر رضامند ہوئی ہیں۔'' حمرہ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی اور یہ سب نوفل کی استطاعت سے بہت بڑھ کے تھا۔ وہ حمرہ کی باتوں کے جواب میں ضحیٰ کی آنکھوں میں اترتی فہمائش دیکھ چکا تھا۔

''کہاں کوئی۔ فائنل ڈسیون تو صبا ہی کا ہے۔'' اس نے صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہا مگر ایف اے کی اسٹوڈنٹ ابھی نگاہوں کی زبان اور لہجوں کے اتار چڑھاؤ سے واقف ہی کہاں تھی۔ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولی۔

''وہ تو فائنلی تھا نا۔ اور اس سے پہلے جو رو رو کر کہہ رہی تھیں کہ اور جہاں چاہے ہاں کر دیں مگر یہاں نہیں۔''

''حمرہ!'' ضحیٰ نے دانت پیس کر اسے گھورا تھا۔ پھر نوفل کی طرف متوجہ ہو کر اسے اصل بات بتانے لگی۔ جو وہاں کڑا ضبط و برداشت کی نہ جانے کون کون سی منازل طے کر چکا تھا۔ مگر اسی وقت ڈالے کی انٹری ہو گئی تو اس کی بات درمیان ہی میں رہ گئی۔ اور یوں بھی ان سب کے لئے تو اس میں کچھ بھی خاص بات نہیں تھی۔ اس لئے ضحیٰ کو دوبارہ نوفل سے بات کلیئر کرنے کا خیال بھی نہیں آیا اور ادھر وہ ایک ان دیکھی مگر جھلسا دینے والی آگ میں جلتا رہا تھا۔

اور جہاں سب کے لئے صبا کا نہ آنا افسوس کا باعث بنا وہیں ادینہ نے اپنے آپ کو کامیابی کی پہلی سیڑھی پر کھڑا محسوس کیا تھا۔

''قدرت بھی تم دونوں کا ساتھ نہیں چاہتی نوفل احمد!''
نوفل کے پتھریلے تاثرات دیکھ کر وہ محظوظ ہوئی تھی۔

●●●●●

اکلوتے بھائی کی شادی میں شرکت نہ کرنے کا افسوس اور دکھ اپنی جگہ مگر وہ کسی طور پر بارا ساتھ جانے کی ہمت مجتمع نہیں کر پائی تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آیا کہ تم شادی میں شرکت نہ کرنے کے غم میں رو رہی ہو یا کل ہو اپنی رخصتی کے خیال سے؟"

وہ نہ صرف بار بار خود رو رہی تھی بلکہ باقی سب کو بھی رُلا رہی تھی۔ اسے پژمردہ دیکھ کر ضحیٰ کر پوچھا تو وہ بھیگے لہجے میں بولی۔

"دونوں وجوہات ہی بہت جذباتی کر دینے والی ہیں ــــ رونا میرا حق بنتا ہے۔"

"تو تم اکیلی یہ حق بصد شوق ادا کرو مگر میں اپنا میک اپ خراب کرنے کے موڈ میں بالکل ب ہوں۔" اسٹائلش ڈیپ ریڈ اینڈ فان کلر موتی اور دھاگے کے نازک کام سے سجے لباس میں دیکھنے کے قابل لگ رہی تھی۔

"جب تم پر یہ موقع آئے گا پھر پوچھوں گی۔" وہ پھر آنکھوں میں آنسو بھر لائی تو اسے حوالے کرتی وہ خود گلاب کے گجروں کی تلاش میں نکلی تھی۔ کوریڈور میں اس نے وجدان کو پکڑا

"فرمائیے۔" کف لنکس بند کرتا وہ عجلت میں تھا۔

"گجرے کہاں ہیں؟"

"کون سے گجرے؟"

"وجی! مجھے جانتے ہو نا؟" ضحیٰ خونخوار ہوئی تھی۔

"ہاں، کبھی یہ دعویٰ تھا۔ مگر یہ جو چہرے پر آپ نے ڈینٹنگ پینٹنگ کی ہے نا اس کے بعد بھی آپ کو شاید ہی پہچان سکیں۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا اتنی بری لگ رہی ہوں میں؟" اس کی پریشانی بہت فطری تھی۔

"ابھی آئینہ نہیں دیکھا کیا؟" وہ بڑی ہمدردی سے پوچھ رہا تھا۔

"دیکھا تھا۔ اس میں بھی تو میں بہت اچھی لگ رہی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ آئینہ ایکسپائر ہو چکا ہے۔ اسے توڑ دیں۔ آپ کو ایک عدد نئے کی ضرورت ہے جو سچ بولتا ہو۔" وہ ضحیٰ کی پریشانی سے حظ اٹھا رہا تھا۔

اب کی بار اس کی مسکراہٹ ضحیٰ کی سمجھ میں آ گئی تھی۔

"بہت خبیث ہو تم وجی!" وہ دانت پیس کر بولی تو وجدان کو اس کی خجالت پر ہنسی آنے لگی۔

"آپ لڑکیاں بھی نا بس ایک شے ہی ہوتی ہیں۔ جب تک اپنے حُسن کے قصیدے نہ چین نہیں پڑتا۔"

"تمہارا بڑا تجربہ ہے ــــ ابھی تو بہ مشکل یونیورسٹی پہنچے ہی ہو۔" ضحیٰ نے اسے آنکھیں تھیں۔

"مشاہدہ بھی کوئی چیز ہوتا ہے آپی ڈیئر!"

"اچھا، فضول باتیں مت کرو۔" ضحیٰ کو دفعتاً اپنی دو سالہ سنیارٹی کا خیال آیا تھا۔

"کپڑے کیوں نہیں تبدیل کیے ابھی تک؟" اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر پوچھا۔ شاور لینے بعد اس نے دوبارہ وہی کپڑے پہن رکھے تھے۔

"انہی کا پتہ کرنے جا رہا تھا۔ کمرے میں تو کہیں بھی نہیں۔ رات امی جان سے کہا بھی تھا کہ بار آئرن کروا کر الماری میں رکھ دیجئے گا۔" وہ بولا تو ضحیٰ کو یاد آیا۔

"پریس کرنے کی ڈیوٹی حرہ کی تھی۔ اسی کو پتہ ہوگا۔ اور گجروں کا حدود اربعہ بھی بتاتے جاؤ۔"

"وہ ڈیوٹی انس بھائی نے اپنے سر لے لی تھی۔ مستقبل کی پریکٹس کے خیال سے۔" وہ ہنستا ہوا یا تھا۔

"کبھی جو کوئی کام ڈھنگ کا کیا ہو ان لوگوں نے۔" وہ کوفت زدہ سی انس کی تلاش میں بڑھ گئی تو اس کمرے میں سب کے نرغے میں الجھا خفا ہوتا پایا گیا۔

وہ سب اسے ہر حال میں سہرا پہنانے پر بضد تھے مگر وہ کسی طور راضی نہیں ہو رہا تھا۔

"آج کل بھلا سہرا کون پہنتا ہے۔ صرف گھوڑوں کے لئے مختص ہو کر رہ گیا ہے یہ۔"

"کوئی بات نہیں، پہن لو یار! کبھی کبھار گدھے بھی پہن لیتے ہیں۔" چاند نے پچکارا تو سب کے ں نے اسے بدکا دیا۔ ضحیٰ کی بھی ہنسی چھوٹ گئی۔

"دیکھ لیں آپ۔ اندر سے یہ خیالات ہیں ان سب کے اور آپ سہرا بندی پر مصر ہیں۔" وہ تلملا ما۔

ان سب کی لن ترانیوں پر ہنسی تو تائی جان کو بھی آ رہی تھی مگر وہ ضبط کیے رہیں کہ اس بدکے ئے گھوڑے کو بہت تحمل سے سنبھالنے کی ضرورت تھی۔ ورنہ کیا خبر کہ دولہا کے عہدے ہی سے لی ہو جاتا۔

"انس بھائی! وہ گجرے......" اس کی حالت سے حظ اٹھاتے ہوئے ضحیٰ نے ابھی پوچھنا ہی تھا کہ وہ بھنا کر اس کی طرف پلٹا۔

"لاحول ولاقوۃ۔ اب میں گجرے بھی پہنوں گا؟"

"آپ سے پہننے کو تھوڑی کہہ رہی ہوں۔ وجدان نے آپ کو جو گجرے لانے کو کہا تھا ان سے ما پوچھ رہی ہوں۔" ضحیٰ کو ہنسی آ گئی تھی۔

"کیا وہ بھی میری ڈیوٹی تھے؟"

"شادی بھی تو آپ کی ہو رہی ہے۔" ضحیٰ نے جتانے والے انداز میں کہا تھا۔

"مجھے تو لگ رہا ہے جیسے کوئی جرم ہو رہا ہے۔" اس کی بے بسی پر وہ سب ہنس رہے تھے۔

"یہ لوگ تو بس شوخیوں میں خوش رہتے ہیں۔ ضحیٰ! میں نے فریج میں رکھوا دیئے تھے گجرے۔" جان نے ان سب کی غیر سنجیدگی پر کڑھتے ہوئے ضحیٰ کو فارغ کیا تھا۔

وہ انس کی حالت اور اس کی بے چارگی پر ہنستی ہوئی کچن میں چلی آئی تو درواز
سے متصادم ہوتے ہوتے بچی۔ مگر وہ اپنے چائے سے بھرے مگ کو چھلکنے سے کسی طور نہ
تھا۔ ناگواری کے ساتھ اس کو ڈانٹنے کا ارادہ کیا مگر اس کی مضطربانہ سی چیخ ساری توجہ سمیٹ
کو سنک کی سائیڈ پر رکھتا وہ اس کی طرف متوجہ ہوا جو اپنا پیر زمین پر پٹخ رہی تھی۔ گرما گرم
اس کے پاؤں کی خبر لے لی تھی۔

معید نے لحظہ بھر کے توقف کے بعد اسے بازو سے تھام کر اندر کچن میں لاتے ہوئے
بٹھا دیا۔

"ہر وقت مجھے ڈانٹتے رہتے ہو—— کبھی خود بھی دیکھ بھال کے چل لیا کرو۔ تم
میں شاید مجھی سے ٹکرانے کی قسم کھا لی ہے۔" وہ اس پر الٹ پڑی تھی۔ تکلیف کے مارے
آئی تھیں۔

ایک آدھ دراز چیک کرنے کے بعد برنال کی ٹیوب دریافت کر کے وہ پلٹا تو وہ اٹھ کھ

"اس احسان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"بیٹھی رہو آرام سے۔" اس نے سختی سے کہتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ ر
ہوئے اسے دوبارہ سے بٹھا دیا اور اس کے مزید احتجاج کرنے سے پہلے ہی وہ پنجوں ک
ہوئے اس کا پاؤں چیک کرنے لگا۔ خوب صورت اسٹریپ والی ریڈ ہائی ہیل میں مقید ا
پاؤں اب سرخ ہو رہا تھا۔

"کافی جل گیا ہے——" کہتے ہوئے احتیاط سے اس کا جوتا اتارا تو وہ سسکاری
اور اپنے پاؤں کی دگرگوں حالت دیکھنے لگی۔ پہلے تو کچھ خیال نہیں کیا مگر اب جلن کے ا
آنے لگا تھا۔ کچھ یہ بھی خیال تھا کہ اتنے شوق سے خریدا جانے والا میچنگ جوتا اب پہننا
ہو گا۔

معید نے انگلی پر برنال لگا کر بہت احتیاط اور نرمی کے ساتھ اس کے پاؤں کے او
حصے پر پھیلائی تو اب تک اپنی تکلیف کے خیال سے سوں سوں کرتی ضحیٰ کے وجود میں سن
دوڑ اٹھی۔

اس نے بے اختیار اپنا پاؤں پیچھے کھینچنا چاہا۔ وہ سمجھا شاید درد کی وجہ سے خوفزدہ ہو
اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کے پاؤں کو تھاما تھا۔

"پھر سارا وقت روتی اور مجھے کوستی رہو گی۔" وہ بہت سکون سے کہتا اپنا کام کر رہا تھا
یوں لگ رہا تھا جیسے چار سو چالیس وولٹ کے کرنٹ نے اسے چھو لیا ہو۔

"معید پلیز!" اس نے ایک جھٹکے سے اپنا پاؤں پیچھے کیا تھا۔ "میں خود لگا لوں گی۔"
آواز میں خفیف سی لرزش اتر آئی تھی۔ اپنی تمتماتی رنگت کو وہ خود بھی محسوس کر سکتی تھی۔

"لگ گئی ہے—— اب جوتا مت پہننا۔" وہ ایک نظر اس کے سرخ پڑتے چہرے پر

کھڑا ہوا تھا۔

"اچھی لگوں گی نا بارات کے ساتھ ننگے پاؤں جاتی۔" اپنی گھبراہٹ پر اس نے غصے کا پردہ ڈالا
اسٹریپ سے پکڑ کر جوتا اٹھاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آئی ایم سوری۔ حالانکہ غلطی سراسر تمہاری تھی۔" وہ صابن سے ہاتھ دھوتے ہوئے اطمینان
بولا تو وہ دانت پیستی دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہتی لنگڑاتی ہوئی کچن سے نکل گئی۔

"حمرہ! میرے کپڑے کہاں ہیں؟" وجدان اس کے سر پر سوار تھا۔

"کون سے کپڑے؟—— میں نہیں جانتی۔" وہ صاف مکر گئی۔ اتنے دنوں کے بعد تو پرانے
ساب چکانے کا موقع ہاتھ آیا تھا۔

"ایک پینٹ ہوتی ہے جس کی دو ٹانگیں ہوتی ہیں۔ ایک کوٹ ہوتا ہے جس کے دو بازو ہوتے
ں۔" اس نے تمسخرانہ انداز میں گویا نشانی بتائی تھی۔

"ایسے کپڑے تو میں نے معید بھائی اور انس بھائی کی الماریوں میں دیکھے تھے۔" وہ بڑے
طمینان سے بولی تھی۔

"کیوں تنگ کر رہی ہو حمرہ! کہاں ہیں کپڑے؟" صبا کو وجدان کی شکل پر ترس آیا تھا۔

"مجھے کیا پتہ؟ اسے چاہئے تھا کہ یہ اپنے کپڑے ڈرائی کلینر کو دیتا۔" وہ بڑے انداز سے پرفیوم
یک کرتے ہوئے بولی تو وہ صبا کی طرف پلٹا۔

"آپی! اس کے نوٹس کاپی کرانے کے لئے آپ نے دھوبی کو کیوں نہیں دیئے؟"

"کیا—— یعنی آپ نے میرے نوٹس کاپی کرانے کے لئے اس کو دیئے ہیں؟" حمرہ کو صدمہ
نچا تھا۔ صبا نے گہری سانس بھرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو وہ رکھائی سے بولا۔

"تم میرے نوٹس واپس دے دو۔ میں خود فوٹو کاپی کروا لوں گی۔"

"اب تو میں انہیں کاپی کروا چکا ہوں۔ لہٰذا میرے کپڑے ملتے ہی تمہارے نوٹس تمہیں مل جائیں
گے۔" وہ اطمینان سے بولا مگر حمرہ کے لئے جھوٹا پڑنا ناممکن نہیں تھا۔

"مجھے نہیں پتہ کہاں ہیں تمہارے کپڑے۔"

"اوکے۔" وجدان نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے قناعت پسندانہ انداز میں کہا۔ "میں انہی
انے کپڑوں میں سب سے پیچھے والی کرسی پر بیٹھ کر تمہارے نوٹس پڑھ کر ٹائم پاس کر لوں گا۔"

"حمرہ! یہ دشمنی نکالنے کا ٹائم نہیں ہے۔" صبا نے اسے سمجھانا چاہا۔

"رہنے بھی دو آپی! آج اس کے نوٹس ہی کو جلا کر باربی کیو تیار کریں گے۔" اس نے شرارت
سے چمکتی آنکھیں بظاہر بہت بے نیاز کھڑی حمرہ پر جمائیں تو وہ تلملا اٹھی۔

"انس بھائی کی الماری میں رکھا ہے تمہارا شاہی جوڑا۔"

اس کے لبوں کی تراش میں محظوظ کن مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی کاجل سے سجی خفا خفا سی آنکھوں
دیکھتے ہوئے وہ بہت اطمینان سے بولا۔

"اور تمہارے نوٹس اور نوٹو کاپی میں نے تائی جان کو دے دی تھی۔"

"اوں۔" حمرہ نے غرا کر پاؤں پٹخے اور واک آؤٹ کر گئی۔ صبا ان دونوں کی حماقتو
سے سر ہلا کر رہ گئی تھی۔ وہ سیٹی بجاتا چلا گیا۔

ضحیٰ کو جوتا ہاتھ میں پکڑے لنگڑاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر بیڈ شیٹ
اس کے ہاتھ وہیں رک گئے۔

"تمہیں کیا ہو گیا؟"

"جب میرے ساتھ کوئی حادثہ رونما ہوا کرے تو مجھ سے پوچھے بغیر سمجھ جایا کرو کہ
کی وجہ سے ہوا ہے۔" وہ گرنے کے سے انداز میں اس کے بستر پر بیٹھی اور اپنے
جائزہ لینے لگی۔

"خدا کے لئے ضوئی! اب تو بڑی ہو جاؤ۔ خوامخواہ معید بھائی سے الجھنا چھوڑ دو۔"
سمجھایا تھا۔

"تم تو بس اسی کی سائیڈ لیا کرو۔ کبھی اسے بھی سمجھاؤ کہ مجھے چھوٹا سمجھ کر ہی پیار سے
کرے۔" وہ خفا ہوئی تھی۔ صبا بے ساختہ مسکرا دی۔

"پیار سے یا پیار کی بات کر لیا کریں؟"

"شٹ اپ۔" وہ ناگواری سے بولی تھی۔

"اچھا، یہ ہوا کیا ہے؟" صبا نے اس کے پاؤں کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تو اس نے
واقعہ بتا دیا۔

"ویسے ضوئی! یہ کلر تم پر اتنا سوٹ کر رہا ہے کہ مجھے تم پر پیار آ رہا ہے۔ معید بھائی
نہیں کی؟" صبا نے اپنے لہجے کو مقدور بھر سرسری بنایا تھا۔ مگر وہ کرنٹ کھا گئی۔

"تم صرف اپنے نوفل احمد سے متعلق سوچو۔ سمجھیں۔"

"مگر ضحیٰ! امی کا ارادہ ہے کہ تمہاری اور معید بھائی کی........" وہ اس پر حقیقت واضح
تھی مگر وہ اس کی بات کاٹ گئی۔

"مگر نہ تو میرا ایسا کوئی ارادہ ہے اور نہ ہی معید حسن کا۔"

"معید بھائی کا کیوں نہیں؟" وہ حیرت سے بولی۔

"وہ یوں مائی ڈیئر! کہ اس سڑے ہوئے کباب کی الماری کے لاکر میں ایک ڈائری
اس ڈائری میں نہ صرف اس نے شاعری کر رکھی ہے بلکہ ایک عدد لڑکی کی تصویر بھی اس
ہے۔" اس نے اٹل انداز میں کہا تھا۔

"قیافے مت لگاؤ ضوئی! معید بھائی ایسے نہیں ہیں۔" اس کے اعتقاد نے ضحیٰ کو تپا دیا
جلن دماغ تک پہنچنے لگی۔

"اچھا جی، آپ کے مولوی بھائی نے الماری کے لاکر میں اپنے قاری صاحب کی تصو

گی۔ اور وہ نظم بھی انہی کے حُسنِ جہاں سوز سے متاثر ہو کر لکھی ہو گی۔ کسی جماعت میں شامل ہونے
لگے ہوں گے نا۔"

اس کی لاف زنی پر نہ چاہتے ہوئے بھی صبا کو بے اختیار ہنسی نے آ لیا تو وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنے
اؤں پر جھک گئی۔

●●●●●

ڈھیر ساری سالیوں کے نرغے میں پھنسا انس اپنی ساری شوخی اور طراری بھلا بیٹھا تھا مگر وہ سب
ون سا دور تھے۔ ایک ہی اشارے پر سب دائیں بائیں یوں آ کھڑے ہوئے جیسے خدائی فوجدار۔
س کی سانس آسان ہوئی تھی۔

"سنبھل کے بھئی۔ دولہا بھائی نے حفاظتی بند باندھ لئے ہیں۔" سدرہ نے شریر سا طنز کیا تھا۔

"جہاں نقصِ امن کا خدشہ ہو وہاں یہ احتیاط لازم ہوتی ہے۔" چاند کے انداز میں بھی شرارت تھی۔

"غور کیجئے گا۔ بولنے کے لئے بھی دولہا بھائی نے الگ سے گارڈ رکھا ہوا ہے۔" زارا نے ہانک
ائی تو عماد نے برجستگی سے کہا۔

"دیکھیں جی، بعد میں بھی تو ان کی زبان پر کرفیو لگ جانا ہے۔ اس لئے یہ ابھی سے منہ بند
کھنے کی پریکٹس کر رہا ہے۔"

"اوہو ـــــ آپ تو سن ساٹھ کے ہیرو بن رہے ہیں۔" وہ سب ہنسی تھیں۔

"چلیں، آپ نے کسی طور ہیرو تو مانا۔" چاند نے پُراعتماد انداز میں کہا تو وہ بولی۔

"مگر فلاپ۔" ابرار نے انس کے پاس سے اٹھ کر معید کو اپنی جگہ پر بٹھایا تو وہ گڑبڑا گیا۔

"کیا مسئلہ ہے؟"

"نفری کم پڑ گئی تھی اس لئے آپ کو بلایا گیا ہے۔" بہت حاضر جوابی کا یہ مظاہرہ ادینہ کی طرف
ے ہوا تھا جو ابھی اسٹیج پر آئی تھی۔ اسٹائلش سے ڈیپ ریڈ لباس میں ملبوس وہ بے حد دلکش لگ رہی
ی۔ عماد کی نگاہ میں بے ساختہ ہی ستائش اتر آئی۔

"ارے یہ تو خود نفری بلانے والوں میں سے ہیں۔ موصوف وکیل ہوتے ہیں۔" ابرار نے انہیں
انا چاہا تھا۔

"بھئی ذرا سنبھل کے، یہ تو فوراً کوئی دفعہ لگا دیں گے۔" اب کی بار ایک پھر معید پر کیا گیا تھا۔
بولا نہیں البتہ پیچھے کھڑے نعمان نے اس کا شانہ تھپکا تھا۔

"اس کی تو خاموشی ہی بارعب ہے۔"

"جی نہیں۔ بولتے وہ ہیں جن کے پاس بولنے کے لئے کچھ ہو۔" سدرہ نے شوخی سے کہا تھا۔

"خیر ایسا تو نہیں کہا جا سکتا۔ ڈھول اندر سے بالکل خالی ہوتا ہے مگر بجتا بہت ہے۔" احمر کے وار
ر ساتھ ساتھ معید بھی بے ساختہ مسکرایا تھا۔

"آپ ہمیں ڈھول کہہ رہے ہیں؟" صدمے سے پوچھا گیا۔

چاند نے فوراً لہجے میں شیرینی سموئی۔

"ارے نہیں، آپ کہاں بولتی ہیں۔ اور ابھی تو آپ کی بولتی بالکل بند ہے۔" اس کے لہ
انداز میں گرہ لگانے پر ماحول زعفران زار بننے لگا تھا۔

نکاح کی تقریب بخیر و خوبی انجام پا گئی تھی۔ طعام سے فارغ ہونے کے بعد دلہن ہے
مژدہ سنایا گیا تو مووی میکرز کے کیمروں کا رخ پلٹ گیا۔

"وہ آ رہی ہے؟" انس کی سرگوشی میں بہت بے تابی تھی۔ جہاں معید کو ہنسی آئی وہیں
آہستگی سے کہا۔

"جب ہمیشہ کے لئے آ جائے گی تب پوچھوں گا۔"

مگر وہ تو جانے کب سے گھڑیاں گن رہا تھا، فراق سے وصل تک کی۔

میرون کلر کے خوب صورت لہنگے میں ملبوس نگین پر دلہناپے کا روپ ٹوٹ کر برسا تھا۔
ٹھوکا دے کر انس کو اپنی نظروں پر کنٹرول کرنے کا اشارہ دیا تھا اور وہ گڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اُ
میں چھپی بے اختیاری ان سب پر واضح تھی۔ چاند نے گہری سانس بھرتے ہوئے نگین کے
خالی کیا تھا۔

"یہ تو گیا کام سے۔ اب ساری عمر یونہی کھڑا رہے گا۔" احمر نے سرگوشی کی تھی۔

"کیا بات ہے؟ ـــ آج تو جناب لفٹ ہی نہیں کرا رہے۔" وہ میدان صاف پا
طرف آئی تھی۔

"میں لفٹ نہیں کرا رہا یا تم؟" وہ مسکرایا تھا۔ "اسٹیج پر سے بھی غائب ہو گئی تھیں۔"

"تم نے دل سے یاد نہیں کیا ہوگا۔ ورنہ فوراً آ جاتی۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہو
سے بولی تو وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

کوئی کوری تو نہیں تھی۔ شادی شدہ زندگی کا ایک سال گزار چکی تھی۔ مرد کو لبھانے کے
ہتھکنڈوں سے خوب واقف تھی۔ اسے گنگ کھڑا دیکھ کر سمجھ گئی کہ تیر نشانے پر جا لگا ہے۔ یونہا
آنکھوں میں دیکھتی مسکرا دی۔ پھر بڑی معصومیت سے بولی۔

"اچھے دوست ہو۔ ایک بار بھی نہیں بتایا کہ میں کیسی لگ رہی ہوں۔"

"تم ـــ" وہ جیسے ٹرانس میں تھا۔ "جیسے سیاہ رات میں چاند۔"

"اُف، چاند؟ ـــ ہر طرف اونچے نیچے گڑھے، پہاڑ، ویرانہ، اندھیرا۔ میں اتنی بری ہوں
اس کی ادا میں ناز تھا اور اس ناز میں ایک ادا تھی۔

عماد اس کی بات سے محظوظ ہوا تھا۔

"ویری اسٹرینج۔ میں نے کبھی اس طرح سے سوچا ہی نہیں۔ میرے خیال میں تو یہ کسی
کی پرفیکٹ تعریف ہے۔"

"ہے نہیں، تھی۔ اب کوئی نئی تشبیہ سوچو۔ ورنہ کبھی کوئی نقصان بھی اٹھانا پڑ سکتا ہے۔"

شوخی سے کہا تو وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"ہاں ـــ اب تو لگتا ہے کہ دیوان کھنگالنے پڑیں گے۔ کیونکہ اس سے کم میں تمہاری تعریف
نہیں ہے۔"

وہ ہنستی ہوئی وہاں سے ہٹ گئی تھی۔

عماد کتنی ہی دیر کسی ان دیکھے سے حصار میں گھرا وہیں کھڑا رہا تھا۔

ایک بہت ہنگاموں بھرے دن میں نگین اپنے گھر کو رخصت ہوئی تو سب مہمانوں کے بعد اب ایک محسوس کن سناٹا پورے گھر پر چھا گیا تھا۔ حالانکہ ابھی بہت سے قریبی رشتہ دار دوسرے شہروں سے آئے تھے، گھر میں موجود تھے۔ بہت ضبط کرتے ہوئے بھی صالحہ بیگم رو رہی تھی۔

چاہے بیٹیاں کتنے ہی اچھے گھروں میں کیوں نہ بیاہی جائیں، یہ حقیقت ہے کہ ہر ماں کا ہے، جگر کتنا ہے۔ سالوں اپنے جگر کے ٹکڑے کو لاڈ، پیار سے پالنے کے بعد یوں کسی کے دینا۔ ایک عورت کی زندگی کو کتنے امتحانوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

انہیں سنبھالتے ہوئے نوفل خود بہت عجیب سی اُداسی کے حصار میں گھرا تھا۔ انہیں ان میں عبیدہ خالہ کے پاس چھوڑ کر وہ اپنے کمرے میں چلا آیا۔ جہاں بہن کو باوقار طریقے کرنے کی خوشی اور اطمینان تھا وہیں اس کے پرائے ہو جانے کا غم بھی دل کو کھرچ رہا تھا تبدیل کر کے وہ اپنے بستر پر آ گیا۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر نیم دراز ہوتے ہوئے سگریٹ سلگائی تھی۔

کل اس نے سارا دن اپنے ذہن کو سوچوں سے پاک رکھنے کی کوشش کی تھی۔ حالانکہ کے حوالے سے اور تمام کزنز صبا کی شادی میں شرکت نہ کرنے کے حوالے سے اسے تنگ رہے تھے۔

اور اب دونوں کے بیچ سفر کی صرف ایک رات باقی تھی۔

کل وہ اس کی زندگی میں آ جانے والی تھی۔

یہ کمرہ ——

اس نے اپنے بہت آرٹسٹک انداز میں ڈیکوریٹڈ کمرے پر ایک خالی سی نظر دوڑائی تھی۔ پلاسٹر آف پیرس کے مجسمے پر اس کی نظر ٹھکی تھی۔ مجسمے کے دعائیہ انداز میں اٹھے ہوئے خالی تھے۔

'بالکل میرے دل کی طرح —— اور ان دونوں کو خالی کرنے والی تم ہو صبا میر!' اعصاب تھکے ہوئے تھے۔

وہ اب اس مقام پر تھا جہاں غصے پر شدید بے حسی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ اس نے عمر

ایک پل کا غیر جانبدارانہ تجزیہ کر دیکھا تھا اور ایک حقیقت جو کہ بہت تکلیف دہ سہی مگر اٹل تھی کہ صبا کو اس کے دل میں جو مقام حاصل ہوا تھا وہ اس سے دستبردار نہیں کر پایا تھا۔

اس کا ہر انداز، اس کی ہر ادا پوری آب و تاب کے ساتھ ذہن کی اسکرین پر جگمگا رہی تھی۔ مگر پتہ نہیں کیا بات تھی کہ وہ خود کو بہت سرد محسوس کر رہا تھا۔ نہ کوئی جذبہ، نہ کوئی اُمنگ۔

مگر پھر بھی وہ اس رشتے کو نباہنے پر مجبور تھا۔

اور یہ سب کس قدر اذیت ناک تھا، یہ اور کوئی بھی نہیں جان سکتا تھا۔

●●●●●

"میری زندگی کے مالک، میرے دل پہ ہاتھ رکھ دے
تیرے آنے کی خوشی میں، میرا دم نکل نہ جائے"

چاند اور اس کے گروپ نے نگین کو بہت خوب صورت ریسیپشن دیا تھا۔ اتنی شوخیاں، اتنی شرارتیں تھیں کہ چند لمحوں پہلے کی جدائی کا دُکھ مندمل ہونے لگا تھا۔

"دم نہ نکل جائے یا دُم نہ نکل آئے؟" عماد نے فقرہ کسا تو قہقہوں کی پھوار پڑنے لگی۔ وہ سب دولہا اور دلہن کو برآمدے کے دروازے ہی میں روکے ہوئے تھے۔ ان سب کے تنگ کرنے کے باوجود انس کے چہرے پر مستقل مسکراہٹ جگمگا رہی تھی۔

"ٹوتھ پیسٹ کی ساری کرامات آج ظاہر ہو رہی ہیں۔" ابرار نے گہری سانس بھری تھی۔

"اب راستہ روکے کیوں کھڑے ہو؟ اندر چلو۔" تائی جان نے ٹوکا تو وہ سب مزید پھیل گئے۔

"جی نہیں، مفت میں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ گھر میں داخل ہونے کا نیگ بھابی سے وصول کیا جائے گا۔" عماد نے صورت حال پر روشنی ڈالی۔

"نیگ یا غنڈہ ٹیکس؟" ضحیٰ نے نگین کو سپورٹ کیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ لڑکیوں کو تو اس "کمائی" میں سے کچھ ملنے والا نہیں تھا، سو اس نے ان سب کی حمایت کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"یُو —— تھالی کا بینگن ——" چاند نے اسے گھورا تھا۔

"شرم کریں، مووی بن رہی ہے۔" صبا نے بھی ان سب کو احساس دلانا چاہا تھا۔

"اچھا ہے، ریکارڈ رہے گا۔ کل وہاں تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔"

"کراس میرج میں ایسا ہی ہوتا ہے۔" وہ اب صبا کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ وہ شرم کے مارے کچھ بول بھی نہیں پائی۔

"عماد! بدتمیزی مت کرو۔ ہمارے یہاں ایسی کوئی رسم نہیں ہے۔" مریم پھپھو جو کب سے چوکھٹ پر تیل ڈالے دلہن کے استقبال کو کھڑی تھیں، بیٹے کو گھرکنے لگیں۔

"آپ کی دفعہ نہیں ہوگی۔ ہم نیو جنریشن ہیں، نعمان بھائی! کیا نام ہے بھلا سا، اس رسم کا؟" بہت اطمینان سے پوچھا گیا۔

"یہ کون سا نئے ہیں۔ ان کی دفعہ بھی یہ رسم نہیں تھی۔" اسما بھابی بھی میاں سے غداری پر کمربستہ

ہوئیں تو اب نعمان کا مذاق اُڑایا جانے لگا۔ اس نے بیوی کو فہمائشی نظروں سے دیکھا تھا۔

''یہ تو سوچ لیا ہوتا کہ تمہارے اس جملے کے بعد اب سب تمہاری عمر کا حساب لگانے ہوں گے۔''

''بس کرو اب۔ وہ بے چاری کھڑی کھڑی تھک گئی ہو گی۔ اندر آنے دو اسے، پھر رسمیں کر لینا۔'' چچی جان نے کہا تو وہ سب شور مچانے لگے۔

''پہلے یہ سب دیوروں کو ''چوکھٹ پکڑائی'' دیں گی، پھر اندر آنے کی پرمیشن ملے گی۔'' بہت موقع پر مناسب سا نام سوجھ گیا تھا۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟'' انس نے نظروں ہی نظروں میں دیوروں کی تعداد کو ''ماشاءاللہ'' چاند کو گھورا تھا۔

''دیکھ لو، ہم تو اپنی بات سے ہٹنے والے نہیں۔'' احمر نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

''مان لو، ورنہ نقصان تمہارا ہی ہو گا۔ یہیں کھڑے کھڑے ہم ساڑھے گیارہ سے صبح کے دیں گے۔'' نعمان اس کے کان میں گھسا تو وہ بے چارہ پھنس کر رہ گیا۔

پھر روپوں کا نقصان کم لگا تو اس کا ہاتھ اپنی جیب میں رینگ گیا۔

''یہ ہوئی نا بات۔ بھابی! آپ بھی پرس کھولیں۔ مشورہ دو نا انس!'' وہ سب اپنی اپنی بولیاں رہے تھے۔ نگین بے چاری گومگو کی سی کیفیت میں کھڑی تھی۔ دفعتہً انس نے اس کی طرف جا سرگوشی میں کچھ کہا تو وہ سب شور مچانے لگے۔

''بہت خبیث ہو تم لوگ۔'' وہ ہنس دیا تھا۔ کچھ مووی لائٹ کی تپش اور کچھ جذبات کی اس کے چہرے پر سرخی بن کر چھلک رہی تھی۔ نگین نے پرس کھول کر ہزار کا نوٹ نکالا تھا۔

''فاؤل ــــــ فاؤل ہے یہ۔ صرف ایک نوٹ ہے یہ۔'' عماد نے شور مچایا تھا۔

معید ابھی کولڈ ڈرنک کا گلاس ہاتھ میں تھامے اندر سے آیا تو ان سب کو وہیں پا کر کوفت ہلاتا آگے بڑھا۔

''کیوں تنگ کر رہے ہو یار؟ ــــــ آپس میں بانٹ لو۔ ہزار روپے کافی ہوتے ہیں۔'' نے نوٹ تھام کر عماد کو پکڑایا اور انس کو اندر بڑھنے کا اشارہ کیا۔

''بہت گڑبڑ کی ہے تُو نے معید!'' چاند کو افسوس ہوا تھا۔

''معید بھائی کو ہر طرح کے کرمنلو سے نمٹنے کا گُر آتا ہے۔'' صبا انہیں چڑاتے ہوئے نگین دیئے اندر بڑھی تھی۔

''وہ تھک گئی ہوں گی یار! اور پھر ابھی مووی بھی بننا ہے۔'' معید نے آرام سے کہا تھا۔

''بہ مشکل سو، سو روپے ہاتھ آ رہے ہیں۔'' احمر نے اندازہ لگایا تو وہ سب معید کو کینہ توز سے گھورنے لگے۔

''نو پرابلم ــــــ ابھی اور بھی بہت سی رسمیں باقی ہیں۔''

نعمان کو چونکہ سال بھر پہلے شادی شدہ ہو جانے کا اعزاز حاصل ہو چکا تھا اس لئے اب وہ انہی تجربات کو بروئے کار لا رہا تھا۔

''شرم کرو۔ اور اس تکلیف کو یاد کرنے کی کوشش کرو جو اس وقت تمہیں اپنی جیب سے روپے نکالتے وقت ہو رہی تھی۔'' معید نے متاسفانہ انداز میں کہا تو وہ اطمینان سے بولا۔

''میں اپنے دشمنوں کو کبھی نہیں بھولتا ــــــ اس وقت مجھ سے روپے نکلوانے میں انس سب سے آگے تھا۔

ان سب کو چکنا گھڑا پا کر معید سر ہلاتا اندر بڑھ گیا جہاں سب ہال کمرے میں براجمان تھے اور مووی سیشن چل رہا تھا۔

صبا چونکہ بارات کے ساتھ نہیں جا سکی تھی سو اب وہ مووی کے ساتھ ساتھ تصویریں بھی کھنچوا رہی تھی۔ انس نے صبا، ضحیٰ اور حمرہ کو گولڈ کے لاکٹ پہنائے تھے۔

''اسے کہتے ہیں اقرباء پروری۔'' چاند کو گلہ ہوا تھا۔

''لان کی کھدائی تک ہم سے کروا لی اور تنخواہیں ان پوستیوں کو دی جا رہی ہیں۔'' عماد کو بھی اس تقسیم پر صدمہ پہنچا تھا۔

''ابھی دیئے تو ہیں ہزار روپے تم لوگوں کو۔'' انس نے انہیں یوں تسلی دی جیسے پتہ نہیں کتنے لاکھ ے دیئے ہوں۔

''بالکل ــــــ اور ابھی تو کتنی ہی رسمیں باقی ہیں۔'' نعمان نے دھمکانے والے انداز میں کہا مگر ہونٹوں پر مسکراہٹ جمی تھی۔

''چلو بھئی عماد! بھابی کی گود میں بیٹھو۔''

''کیا؟'' انس نے انہیں گھورا۔ اس فرمائش پر نگین بھی گڑبڑائی تھی۔

''جی جناب! میری بیگم کی گود میں بھی آپ ہی بیٹھنے کو تیار تھے۔'' نعمان نے اسے گزرا ہوا زمانہ یاد کرانے کی کوشش کی تھی۔

''مگر میں بیٹھا تو نہیں تھا۔'' انس نے عماد کو گھورتے ہوئے اپنی صفائی پیش کی تو وہ اطمینان سے کہہ گیا۔

''کیونکہ میں نے اس سے پہلے ہی تم لوگوں کا مطالبہ پورا کر دیا تھا۔''

انس نے دانت پیستے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو چاند نے شور مچا دیا۔

''یہ نیگ تو صرف بھابی دیں گی۔ کیونکہ ابھی بھابی جان کی جان مشکل میں ہے۔

''تمہاری باری تو ابھی ٹھہر کے آئے گی۔'' عماد نے معنی خیز انداز میں کہا تو وہ گہری سانس لیتا اسے ان کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بیٹھ گیا۔

''کیا خیال ہے بھابی! میں آپ کی گود میں تشریف رکھ سکتا ہوں؟'' عماد نے بہت شرارت سے کہا تو نگین نے گھبرا کر پھر سے ان سب کی خدمت میں ہزار کا نوٹ پیش کر دیا جو اس بار شرافت

سے تھام لیا گیا۔ مگر پھر عماد کے پیچھے ہٹتے ہی چاند نے آگے بڑھ کر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہو
کا دایاں اور احمر نے بایاں گھٹنا تھام لیا۔

"اسے کہتے ہیں گھٹنا پکڑائی۔" نعمان نے حاضرینِ محفل کے علم میں اضافہ کیا تو سب کو
حرکتوں پر ہنسی آنے لگی۔

"کیا کر رہے ہیں یہ لڑکے؟" تائی جان نے سر تھاما تھا۔

"یہ فاؤل ہے۔" انس نے اپنا احتجاج معید کے پاس نوٹ کرایا تھا۔

"یہ سب تمہاری ہی ایجاد کی ہوئی رسمیں ہیں ــــ" وہ ہمدردانہ نظروں سے اس کی طرف
دیکھ رہا تھا۔

مجبوراً نگین کو پھر سے اپنی جان بلکہ گھٹنے چھڑانے کے لئے ایک ہزار روپے سے ہاتھ
پڑے۔ ان سب کی شرارتوں پر اسے بہت ہنسی آرہی تھی۔

"بہت غلط طریقہ ہے یہ کسی کی مجبوری سے فائدہ اٹھانا۔" ضحیٰ نے ان سب کو احساس دلا

"تم تو چپ ہی رہو ــــ خود کو خاموشی سے گولڈ کا لاکٹ مل گیا، اس لئے نصیحتیں سو
ہیں۔ ورنہ عماد سے پہلے گود میں بیٹھنے کا خیال تمہیں آتا۔" چاند نے اس کی کھنچائی کی تھی۔ سب کے
ہنسنے پر وہ خجل سی اسے گھور کر رہ گئی۔

"چلو اب بس کرو۔ مووی والا بے چارہ پریشان ہو رہا ہے۔ اس نے کمرے میں دلہن کی
بنانی ہے۔" چچی جان نے قطعی لہجے میں صرف کہا ہی نہیں بلکہ ساتھ ہی نگین کو سہارا دے کر کھڑا
کر دیا۔

"یہ سخت ناانصافی ہے۔" احمر نے احتجاج کیا تھا۔

"ان کی مت سنیں بھابی! یہ تو بس مسخریاں کرنے میں خوش رہتے ہیں۔" مریم پھپھو بھی
کی مدد کو بڑھی تھیں۔

نگین کو لے جا کر خوب صورتی سے سجے کمرے میں وسیع و عریض بیڈ پر بٹھا دیا گیا جہاں
سرے سے مووی سیشن شروع ہوا تھا۔

انس نے دزدیدہ نظروں سے کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا جہاں سوئیاں ڈیڑھ
تھیں اور وہ سب تھے کہ جان چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھے۔ حالانکہ چچی جان ابھی سختی سے ان
سو جانے کا کہہ گئی تھیں۔ درپردہ یہ انس کے لئے ہدایت تھی کہ اب اسے اپنے کمرے میں
چاہئے۔ مگر اب یہ بات ان سب سرپھروں کو کون سمجھاتا۔

"شادی کرنی ہی نہیں چاہئے۔ زندگی بھر کی غلامی۔" احمر نے اپنا سنہرا نظریہ پیش کیا۔

"ہاں بالکل ــــ بھلا آزادی گنوانا کہاں کی عقل مندی ہے۔" عماد تو یوں بھی اس نظ
حامی تھا۔

"اب مجھے ہی دیکھ لو، گزرا زمانہ تو خواب و خیال ہو گیا ہے۔ آنکھیں بند رکھوں تو

دل کی آواز آتی رہتی ہے۔ مگر جونہی آنکھ کھلتی ہے بیگم ہاتھ میں بل لئے کھڑی ہوتی ہیں۔"
کو کافی تلخ تجربے تھے، سو آہ بھر کر کہا گیا۔

معید نے ان سب کی بکواس سنتے ہوئے مضطرب بیٹھے انس پر نظر ڈالی تو ہنسی کے ساتھ ساتھ
بھی آنے لگا۔ وہ تو جیسے اُڑ کر اپنے کمرے میں جانے کو تیار بیٹھا تھا۔ مگر وہ سب بھی پلاننگ کئے
تھے۔

"تم کیوں بیٹھے ہو یہاں؟" معید نے اس کی جان چھڑانی چاہی۔

"کوئی پہلی بار بیٹھا ہے ہمارے ساتھ؟ ــــ ہم ہر فنکشن مل کر انجوائے کرتے ہیں۔" انس
پہلے ابرار بول اٹھا تھا۔ اور وہ بچہ نہیں تھا جو ان کی چالاکی نہ سمجھ پاتا۔ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

"وہاں بھابی اکیلی ہوں گی۔ جانے دو اسے۔" معید کو مجبوراً کہنا پڑا۔

"اُف ــــ اکیلی لڑکی کے کمرے میں جائے گا یہ۔"

اس قدر تحیر سے آنکھیں پھاڑی گئیں کہ معید کے ساتھ ساتھ انس بھی خجل ہو گیا۔

"شرم کرو انس! ایک لڑکی کی خاطر یاروں سے دغا کر رہے ہو۔" نعمان نے اپنا وقت بھولتے
ہوئے اسے شرم دلائی تھی۔

"میں کہاں جا رہا ہوں۔" اس نے دل پر پتھر رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تو چاند نے اس کا شانہ
ہلایا۔

"بالکل ــــ آج رت جگا ہو گا۔ ساری رات باتیں کریں گے۔"

"ساری رات؟" انس کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

"چلو بھائی چاند! کوئی زبردست سا سونگ ہو جائے۔" ابرار نے فرمائش کی تھی۔

چاند نے فوراً گٹار سنبھال لیا۔ آواز تو اچھی تھی ہی، سو جب اس نے جعفر شیرازی کی خوب صورت
غزل شروع کی تو باقی سب کا تو پتہ نہیں مگر انس کے چشمِ تصور میں دلکش و دلنواز سا سراپا اُتر آیا۔

"وہ ہے ایک حُسن و جمال میں، اسے دیکھنا
وہ ہے آپ اپنی مثال میں، اسے دیکھنا
کبھی سوچنا وہ طلسم ہے، کوئی پیار کا
کبھی لا کے اپنے خیال میں، اسے دیکھنا
تمہیں اس جہاں میں محبتوں کی تلاش ہے
تو محبتوں کے کمال میں، اسے دیکھنا
اسے دیکھنے سے ملے گی روح کو تازگی
کبھی زیست کے خدوخال میں، اسے دیکھنا
اسے دوستوں کی طلب ہے کتنی یہ جانچنا
کبھی اس کے شوقِ وصال میں، اسے دیکھنا"

وہ بہت ڈوب کے گا رہا تھا۔ انس صوفے میں نیم درازی کی کیفیت میں دھنسا، بازو پر ٹکائے خاموش بیٹھا تھا۔

ان سب نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کیئے تھے۔

"اُٹھو انس! اپنے کمرے میں چلو۔" معید سے ان سب کا انس کو زچ کر دینے کی... کرنا کم ہی برداشت ہوتا تھا۔ اب بھی اٹھ کر چٹکی بجاتے ہوئے اس نے انس کو اٹھایا تھا۔ "بہت دیر ہوگئی ہے۔"

"کہاں؟ ـــــ آج تو رت جگا ہے۔" چاند نے شرارت سے کہا۔

"رائٹ۔ مگر اس رت جگے میں تم لوگوں کا کیا کام ہے؟" معید نے سنجیدگی سے پوچھا تو زبردست سا قہقہہ لگایا گیا تھا۔

"چلو جاؤ، کیا یاد کرو گے۔" نعمان نے شاہانہ انداز میں کہا تھا۔ "ویسے تو ابھی تم سے داخل ہونے کا نیگ بھی وصول کرنا تھا۔ مگر پھر سہی۔"

"ہاں، پہلے ہی کافی کم ٹائم رہ گیا ہے تمہارے پاس۔" عماد نے اسے اٹھتے دیکھ کر خفیف سا ہو کر ہنس دیا۔

"آ لینے دو تمہاری باری۔"

"حوصلہ رکھو یار! اگر اتنا ٹائم نہیں ہے تو ڈائیلاگز شارٹ کر لینا۔" نعمان نے تسلی... سب اس کا ریکارڈ لگانے کے موڈ میں تھے۔ وہ انہیں گھورتا ہوا چلا گیا تھا۔

"بہت گالیاں دے رہا ہوگا دل میں ہمیں۔" چاند ہنسا تھا۔

"صحیح کہہ رہے ہو۔ میں نے بھی یہی کہا تھا۔" نعمان نے آرام سے کہا تو وہ سب... معید نے ان کی محفل برخاست کرتے ہوئے انہیں سونے پر مجبور کیا تھا کیونکہ اگلے روز ولیمہ ہی نہیں تھا بلکہ صبا کی بارات بھی آرہی تھی۔

●●●●●

صبا اور ضحیٰ کے جانے کے بعد وہ پتہ نہیں کتنی دیر محو انتظار رہی تھی۔ مگر انس ابھی تک... اسے یاد آیا، صبا کہہ رہی تھی کہ سب کزنز اسے گھیرے بیٹھے ہیں اور ان سب کی شوخیوں سے بھی اب واقف ہو چکی تھی۔

سارا وقت مجسمے کی طرح ساکت بیٹھے رہنے کی وجہ سے کمر اکڑ کر تختہ ہو رہی تھی۔ اعصاب کو ڈھیلا چھوڑتے ہوئے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی تو کچھ سکون حاصل ہوا۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔

ذہن مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

نئی زندگی شروع کرنے کا تھرل بھی تھا اور کچھ خوف بھی۔ ایک اجنبی کے ساتھ کی سنسنی بھی تھی اور ایک اپنا ہو جانے والے سے ملنے کا چارم بھی۔ وہ بہت بے قرار سا

داخل ہوا تھا۔ ہینڈل لاک دبا کر پلٹا تو پھولوں بھرے بستر پر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اسے غیر آرام دہ حالت میں محو استراحت پا کر وہ ٹھٹک گیا۔

"لعنت ہو ان خبیثوں پر۔" ان سب کو کوسا، جن کی وجہ سے دیر ہوئی تھی۔ وہ گہری سانس لیتا آگے بڑھا تھا۔ خاموشی سے اس کے بالمقابل بیٹھتے ہوئے انس نے آرگنزا کے میرون دوپٹے کے نیچے چھپے حسن کو تلاشنے کی کوشش کی تھی۔ آج کل دلہن کے گھونگھٹ کا رواج تو رہ نہیں گیا تھا، سو الگ سے آرگنزا کا دوپٹہ اوڑھا کر چہرے پر کھینچ دیا گیا جو واقعی بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔

اب پتہ نہیں یہ اس کی پُرشوق نگاہوں کی تپش کا اثر تھا یا کوئی اور احساس، نگین نے نیند سے بوجھل آنکھیں کھولیں تو غیر متوقع طور پر انس کو پوری طرح اپنی طرف متوجہ پا کر ساری نیند اڑن چھو ہوگئی۔ وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی تھی۔ گھبراہٹ اس قدر شدید کہ دل ہاتھوں، پیروں میں دھڑکتا محسوس ہونے لگا تھا۔

"سوری ـــــ مجھے کافی دیر ہوگئی۔ مگر اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ وہ سب اس قدر خبیث ہیں کہ اٹھنے ہی نہیں دے رہے تھے۔ مجھے خاموشی سے بیٹھنا پڑا۔ ذرا بھی بے تابی دکھاتا تو ساری رات وہیں بٹھائے رکھتے۔"

انس نے وضاحت کی تھی۔ وہ خاموشی سے بیٹھی اپنی دھڑکنیں شمار کرتی رہی۔

انس نے جیب میں سے چابی نکال کر سائیڈ ٹیبل کی دراز ان لاک کی تھی۔

"یہ تمہارا منہ دکھائی کا گفٹ ہے ـــــ بشرطیکہ مجھے منہ دکھائی بھی دے۔"

مخملیں کیس اس کے سامنے کھولتے ہوئے انس نے شرارت سے کہا تھا۔ گولڈ کا خوب صورت سا لاکٹ سیٹ اس کے سامنے تھا۔

انس کی ساری بے تابی گھونگھٹ الٹنے تک ہی تھی۔ اس کے بعد نگین کے ہوش ربا حسن نے سارے حواس ہی چھین لئے تھے۔ آنکھوں میں حیا کے ڈورے، گالوں پر تمتماہٹ، لبوں کی لرزش ایمان شکن۔

"جو اس کے چہرے پہ رنگِ حیا ٹھہر جائے
تو سانس، وقت، سمندر، ہوا ٹھہر جائے
وہ مسکرائے تو ہنس ہنس پڑیں کئی موسم
وہ گنگنائے تو بادِ صبا ٹھہر جائے"

گولڈ کی بھاری چین میں سجے خوبصورت لاکٹ کو اس کی گردن کی زینت بناتے ہوئے وہ جذبات سے پُر لہجے میں بولتا نگین کو ہر طرف چھایا محسوس ہونے لگا تھا۔

"آداب ـــــ" اس کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے چھوتے ہوئے وہ شرارت سے مسکرایا تھا۔ پھر اسے کسمسا کر خود میں سمٹتے دیکھ کر آہستگی سے ہنس دیا تھا۔

●●●●●

اس سے پہلے بھی "میر ہاؤس" میں بہت سی صبحیں اُتری تھیں۔ مگر ایسی پُر رونق اور دھ
صبح کسی نے نہ دیکھی تھی۔ ہنسی، قہقہے، شوخیاں، پھولوں کی مہکار۔ صبا کا دل جیسے کسی نے شکنجے
ہوا تھا۔

اس گھر میں اب اس کے چند گھنٹے ہی رہ گئے تھے۔ رات ہی سے وہ عجیب سے اضطر
واہموں کا شکار ہو رہی تھی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا چیز تھی جو اس کے دل کو بے چین کر رہی تھی اور ا
نہیں ہونے دے رہی تھی۔ مگر کوئی خاطر خواہ جواب نہ پا کر وہ ساری رات اُلٹی سیدھی سوچو
رہی۔ کبھی ہمیشہ کے لئے ماں باپ سے جدا ہونے کا خیال زور مارتا تو آواز دبا کر رو بھی پڑ
سب تو نیند میں بے سُدھ پڑی تھیں۔ البتہ صبح ضحیٰ نے اس کی گلابی پن لئے سوجی ہوئی
دیکھیں تو اسے خوب جھاڑا۔

"ضروری نہیں تھا کہ نوفل احمد کو جاگ کر ہی سوچا جاتا۔ خوابوں میں زیادہ اچھے طری
ملاقات ہو سکتی تھی۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" وہ لائبہ اور عائزہ کو ہنستے دیکھ کر جزبز ہوئی تھی۔

"اسے خواب دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ آج تو یوں بھی بالمشافہ ملاقات ہو جانی ہے۔"
بھابی نے بھی اس چھیڑ چھاڑ میں حصہ ڈالا تو وہ انہیں گھور کر رہ گئی۔

"اسما! انس اُٹھا یا نہیں؟" تائی جان نے مدھم آواز میں پوچھا تو وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"میں تو دو دفعہ دروازہ کھٹکھٹا آئی ہوں۔ ہو سکتا ہے کوئی رزلٹ نکل ہی آئے۔ آپ بھی ا
کریں۔" ضحیٰ نے معنی خیز نظروں سے صبا کو دیکھا تو اس نے جھینپ کر دانت کچکچائے تھے۔
اپنے دھیان کو ذرا "دھیان" سے رکھا کرو۔"

"پتہ نہیں اتنی صبح کیوں جگا دیا ہے امی نے۔" لائبہ کی آنکھوں میں ابھی تک نیند رچی
تھی۔ ضحیٰ اسے سستی کے طعنے دینے لگی تو صبا نے اس کی توجہ خود پر سے ہٹتی دیکھ کر اطمینان کی سا
لی تھی۔

وہ شاور لے کر نکلا تو نگین تیار بیٹھی کلائیوں میں چوڑیاں پہن رہی تھی۔ فیروزی کلر کا کامدانی
پہنے وہ صرف لپ اسٹک لگائے ہوئے بھی دلکشی کی حدود کو چھو رہی تھی۔ کھلے سیاہ بال چاند چہ
احاطہ کئے ہوئے تھے۔

ایک نگاہ!
بس ایک نگاہ کی بات تھی
میں اس کا
اور وہ میری ہوئی

گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتا، مسکراہٹ لئے وہ اس کے پاس جا بیٹھا۔ نگین کا ہاتھ

نے کی رفتار سست ہو گئی۔
س نے تولیہ گردن میں ڈالتے ہوئے اس کا مخروطی ہاتھ تھاما اور بہت احتیاط کے ساتھ چوڑیاں
میں چڑھا دیں۔
"کافی آسان کام ہے۔ اور پُر لطف بھی۔ اس بار چاند رات کو چوڑیوں کے اسٹال کی ٹرائی
گا۔" اس کے خوب صورت مخروطی ہاتھ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے وہ بہت شرارت سے کہہ رہا
ین کو ہنسی آ گئی۔

"اس کے ہاتھوں سے جو خوشبوئے حنا آتی ہے
ایسا لگتا ہے کہ جنت سے ہوا آتی ہے"

ب انتظار کر رہے ہوں گے۔" دبے دبے لفظوں میں اسے احساس دلانا چاہا۔ انس نے اس
تے رخساروں اور جھکی لرزتی پلکوں کو بہت دلچسپی سے دیکھا تھا۔
ان سب کے انتظار کا بہت خیال ہے تمہیں۔ اور میرا کچھ نہیں۔" جتانے والے انداز میں کہا تو
ھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ کیا کہتی، اس کی بے تابی اور دیوانگی کی ابھی تو ایک جھلک
ی تھی اور حواس مختل ہوتے محسوس کئے تھے۔ اور اب اس کا یوں بالمقابل بیٹھ کر شناسائی کے
کھولنے والا انداز بھی پریشان کرنے والا تھا۔
دو بار ہمیں کوئی بلانے آ چکا ہے۔" مجبوراً نگین کو پھر سے کہنا پڑا تھا۔ مگر وہ تو جیسے بہت فرصت
ھا تھا، آرام سے بولا۔
سارے دولہا دلہن وی آئی پی ہوتے ہیں، جب جی چاہے جاگیں۔"
اچھا نہیں لگتا نا ——— " نگین نے مدھم لہجے میں احتجاج سمویا تھا۔ اسے پہلے ہی خفت محسوس
ی کہ کسی نے دو بار دروازہ کھٹکھٹا کر انہیں صبح ہو جانے کا مژدہ سنایا تھا۔ ایک بار جب وہ
سو رہے تھے اور دوسری بار جب وہ باتھ روم میں تھی۔ اور اب انس کے ارادے جلدی والے تو
ہے تھے۔
سب کو پتہ ہے، نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ رومینس کا موڈ بھی ہو سکتا ہے ہمارا۔" وہ مسکراہٹ
ئے بہت سنجیدہ بنا ہوا تھا۔
اسی لئے تو کہہ رہی ہوں۔" نگین نے بے ساختہ کہہ کر پھر گڑبڑاتے ہوئے انس کو دیکھا جو اس
ت پر ہلکا سا قہقہہ لگا کر بیٹھا تھا۔ سیاہ جینز اور نیٹ کی سیاہ ہی بنیان میں اس کا مضبوط سراپا
تھا۔ گیلے بال اچھے لگ رہے تھے۔
ہم جلدی بھی جاگ سکتے تھے۔ یہ سب تمہارا قصور ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔
نگین نے احتجاج کیا۔
میرا کیوں؟"
تو اور کس کا ہے؟ ——— دو اُن سب نے بجا دیئے اور اڑھائی تم نے۔" وہ بے حد شرارت

سے کہنے لگا تھا کہ اس کی آنکھوں سے جھلکتی شوخ سی چمک نگین کو سنسنا گئی۔

"انس!" وہ مدھم لہجے میں چلائی تھی۔ پھر سرخ چہرہ لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بھی ہ
تھا۔ وہ خفا سی رخ موڑ گئی۔

"اچھا لگ رہا ہے یوں بنا روک ٹوک گفتگو کرنا۔ ویسے عجیب سی بات ہے نا کہ شادی
وہ بات آپس میں کر سکتے ہیں جو کسی اور سے کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔"

بدن پر شرٹ چڑھاتے ہوئے وہ بہت محظوظ ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ نگین نے دزدی
اس پر ڈالی۔ اب وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔ چہرے پر سکون اور طمانی
رنگ لئے وہ بہت اچھا اور مکمل دکھائی دے رہا تھا۔

اسی وقت دروازے پر پھر سے دستک ہوئی۔ نگین نے پہلے ہی سے دروازہ ان لاک کر
اس لئے ناب گھمانے پر کھلتا چلا گیا۔

اسما بھابی اجازت لیتی اندر چلی آئی تھیں۔ نگین نے کھڑے ہوتے ہوئے انہیں سلام کیا
نے بہت خوش دلی سے جواب سے نوازا۔

"میں نے تو سوچا شاید آج دولہا صاحب سوتے میں ہی ولیمہ اٹینڈ کریں گے۔" نگین
بیٹھتے ہوئے انہوں نے انس پر طنز کیا تھا۔

"میں تو کب سے تیار بیٹھی ہوں۔ یہی........" نگین خفیف سی ہوگئی تھی۔

"گھبراؤ مت نگی! یہ سب روایتیں ان کے میاں ہی کی ڈالی ہوئی ہیں۔ اسے آج
سسرالیوں نے جگایا تھا۔" انس نے اسے تسلی دی تو اب کی بار اسما بھابی جھینپ گئیں۔

"فضول بول رہا ہے۔"

انس ہنستے ہوئے جھک کر پرفیوم اٹھانے لگا۔ صبا ان دونوں کے لئے چائے لے آئی تھی
گلے سے لگا کر محبت سے اس کی پیشانی چوم لی۔

"اوہو ـــــ میری مہمان بہن کو کس نے کام پر لگا دیا۔" انس نے پرفیوم کا سا
کرتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ نگین سے الگ ہو کر اس کی طرف پلٹ گئی۔

"اسے کچھ مت کہو ـــــ اسے تو بس رونے کا بہانہ چاہئے آج۔" اسما بھابی نے چا
نگین کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو انس نے اس کی بھیگی پلکیں دیکھتے ہوئے بے اختیار
سے لگا لیا۔

"نہیں کیا سمجھائیں۔ یہاں تو بھائی خود شہنشاہِ جذبات ہیں۔" اسما بھابی نے سانس بھر
کہا تو صبا آنکھیں مسلتی ان کے پاس آ بیٹھی۔

"لگتا ہے آج آپ میری کھنچائی کے موڈ میں ہیں۔" انس نے ماحول کی اداسی کو بدلنا چاہا

"صرف آج کیا، اب تو روز یہی کام ہونا ہے برخوردار!" انہوں نے لطیف سا طنز کیا تو
اپنی مسکراہٹ کو مگ کے پیچھے چھپا لیا۔

"آپ کو تو نعمان نے کسی کام کا نہیں چھوڑا۔" وہ تاسف سے کہتا پھر سے بالوں میں برش
پھیرنے لگا تھا۔

"منہ دکھائی میں کیا دیا ہے انس نے؟ اتنا گھنا ہے، کسی کو خبر تک نہیں ہونے دی۔" اس قدر بے
موضوع نے نگین کے ساتھ صبا کو بھی سٹپٹایا تھا۔

"آپ کو خبر کرنا تو نعمان کو تکلیف ہوتی۔" وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ اسے گھورتے ہوئے وہ
نگین کی طرف متوجہ ہوگئیں جو گلے میں پڑا خوب صورت سا لاکٹ دکھا رہی تھی۔

"انس نے پہنایا ہے یا تم نے خود ہی پہن لیا؟" وہ بہت تجسس بھرے انداز میں بولیں تو نگین کا
چہرہ بلش کر گیا۔ صبا نے گڑبڑا کر انہیں چٹکی بھری تھی۔

"کیا کر رہی ہیں آپ؟"

"تم یہ سوال کل پوچھنا۔" انہوں نے اپنا بازو سہلاتے ہوئے کہا تو وہ فہمائشی نظروں سے انہیں
دیکھ کر رہ گئی۔

"ہم نہیں پوچھیں گے تو اور کون پوچھے گا؟" انہوں نے صفائی پیش کی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے وائیوا لینے کی۔" انس کی موجودگی کے خیال سے وہ مدھم لہجے میں بولی تو
وہ ہنسنے لگیں۔

"یہ لاعلاج ہیں۔" وہ نگین کو مطلع کرنے والے انداز میں بولی تو وہ بھی ہنس دی۔

"اب دیر نہیں ہو رہی کیا؟" کھڑے کھڑے چائے ختم کرنے کے بعد انس نے ان پر طنز کیا
تھا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"تمہیں بھی ہماری وجہ ہی سے جلدی پڑی ہے۔ وگرنہ تو تم بارہ بجا ہی رہے تھے۔"

"بہت برداشت کر لیا۔ اب نعمان کو آپ کی شرانگیزیوں سے متعلق بتانا ہی پڑے گا۔" وہ
مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

نگین اور انس کو شانہ بشانہ آتے دیکھ کر تائی جان نے بے اختیار آیت الکرسی پڑھ کر ان پر
پھونکی تھی۔

"بڑی امی! یہ تو صرف لاحول ولا قوۃ پڑھنے سے بھی غائب ہو جاتا ہے، آپ کیوں لمبے ورد کر
رہی ہیں؟" عماد نے ہانک لگائی تھی اور بس اس کے بعد ناشتے کی میز پر ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے
کا عمل شروع ہو گیا جو نگین کے لئے بہت دلچسپ اور پُرلطف تھا۔

"ایک کپ چائے......"

معید کی فرمائش اس وقت تو ضحیٰ کو بالکل نہیں بھائی تھی۔ وہ خود افراتفری میں کچن ہی میں چلتے
پھرتے چھوٹے چھوٹے کام نمٹاتی ناشتہ کر رہی تھی کہ تھوڑی دیر میں صبا اور نگین کو بیوٹی پارلر لے
جانے کی ذمہ داری لائبہ اور اس کے سر تھی۔

"وہاں ٹیبل پر موجود ہے چائے۔" اس نے کپڑا پھیر کر سنک خشک کرتے ہوئے دوسرے لفظوں

میں اسے ٹالنا چاہا تھا مگر وہ اطمینان سے کرسی گھسیٹتا چھوٹی ٹیبل کے پاس براجمان ہو گیا
"وہاں سے ہی آرڈر لایا ہوں۔ مجھے تازہ اور گرم چائے چاہئے۔" وہ تائی اماں
عادی تھا۔ مگر ضحیٰ کو یہ نخرے برداشت کرنے کی عادت نہیں تھی۔

"یہ اچھی عادت تو نہیں ہے ـــــ کون بنا کے دیتا رہے گا تمہیں گرم اور تازہ چا
جتانے والے انداز میں کہا تو اسے چائے کے لئے چولہے پر پانی چڑھاتے دیکھ کر اس

"یہ تو ہے۔"

چند لمحے یونہی خاموشی سے سرکے تھے۔ وہ اب چائے ابلنے کے انتظار میں کھڑی تھی

"عمر کا کوئی اتہ پتہ چلا یا نہیں؟"

اس کا سوال اس قدر غیر متوقع تھا کہ نیٹ میں چائے چھانتے اس کا ہاتھ بہک گیا۔

"اوہو ـــــ دھیان سے۔"

اس کی توجہ ادھر ہی تھی۔ ضحیٰ نے بمشکل خود کو سنبھالا تھا۔

"وہ گمشدہ نہیں ہے کہ اس کا اتہ پتہ معلوم کیا جائے۔"

ناگواری کے پردے میں اپنی بے بسی اور شکستگی کو چھپالیا۔

"یعنی اس سے کنٹیکٹ ہے تمہارا؟"

وہ حیران تھا اور اس کی حیرانی نے ضحیٰ کو سکون دیا تھا۔

"ظاہری بات ہے، ہمارا تعلق ختم تو نہیں ہوا بلکہ اور مضبوط ہو رہا ہے۔ میں اس کا ا
ہوں۔" اب کی بار اس نے بہت ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا۔ معید سے نمٹنے کا ایک یہی ط
نظر آیا کہ یونہی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتی رہتی۔

"کیا گارنٹی ہے کہ تمہیں یہ انتظار کرنے دیا جائے؟" وہ اپنی خوش نما آنکھوں کو ہلکی سی
کر پوچھ رہا تھا۔

"تمہیں اس سلسلے میں کودنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی پریشان ہونا تمہارا
جب کسی نے مجھ سے پوچھا تو میں خود جواب دے لوں گی۔" اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے
معید کا یہ انداز اس کے لئے بہت عجیب اور حیران کر دینے والا تھا۔ یوں دوستانہ انداز
مسئلے کو ڈسکس کرنا تو دور کی بات تھی وہ تو یونہی ہر بات میں دادا ابا کی کرسی سنبھالے رہتا تھا

"میں بھی اس مسئلے میں تمہاری مدد کر چکا ہوں۔" وہ جتانے والے انداز میں یاد دہانی کرا

ضحیٰ نے چائے کا مگ اس کے سامنے پٹخا تو چائے کناروں سے چھلک کر ٹیبل کو داغ دار

"بھول جاؤ اس معاملے کو اور سمجھو کہ نہ تو میں نے تم سے کبھی مدد مانگی تھی اور نہ تمہا
مسئلے سے کوئی تعلق ہے۔"

وہ حلق تک بھر گئی تھی۔ اوپر سے معید کی ہلکی سی مسکراہٹ اور چہرے سے جھلکتا اطمینان
لینے کو جی چاہ رہا تھا۔ دل کے بمشکل بھرتے زخموں کو پھر سے کریدنے آ گیا تھا۔

"تعلق تو اب بن ہی چکا ہے اور اس کا کریڈٹ تمہیں جاتا ہے۔" اس نے کہتے ہوئے چائے کا گھونٹ بھرا، پھر ناگواری سے بولا۔

"کتنی مرتبہ تمہیں کہا ہے کہ میری چائے میں بے حساب چینی مت ڈالا کرو، صرف ایک چمچہ۔"

"میں تمہاری ملازمہ نہیں ہوں جو اتنے حساب کتاب رکھوں۔ اینڈ مائنڈ اِٹ معید حسن! آئندہ تم اس موضوع پر گفتگو مت کرنا۔ کیونکہ یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔ تم اپنی سوچو۔ اپنی ڈائری میں رکھی تصویر والی کا مسئلہ حل کرو، میں کبھی تم سے مدد نہیں مانگنے والی۔"

وہ تنک سے کہتی رکی نہیں تھی۔ اس کے جانے کے بعد گہری سانس لیتے ہوئے معید نے چائے سے اٹھتے دھوئیں پر نظریں جما دیں۔ اس کی خوش نما آنکھوں میں اس پل گہری سنجیدگی اور سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

●●●●●

سب کا کہنا تھا کہ چاند و سورج کی جوڑیاں آج "میر ہاؤس" میں اتر آئی تھیں۔ انس اور نگین کا ہنستا مسکراتا، ہشاش بشاش سا کپل جہاں سب کی توصیفی نگاہوں کا مرکز تھا، وہیں پر سب کی نظریں بے پناہ ستائش لئے سنجیدہ سے نوفل اور صبا کی طرف اُٹھ رہی تھیں۔

ہمیشہ کی سادگی پسند صبا پر آج ٹوٹ کر روپ برسا تھا۔

نگین کی بات بے بات ہنسی اور سرخی چھلکاتا چہرہ صالحہ بیگم کے دل میں سکون اور آنکھوں میں اوٹ بھر گیا۔ وہ بے اختیار اس کی دائمی خوشیوں کی دعا مانگنے لگیں۔

ادینہ نے بے حد سلگتی نظروں سے اسٹیج کی طرف دیکھا تھا جہاں اس وقت نوفل اپنی سالیوں کے گھیرے میں گھرا تھا۔ عام دولہوں کی نسبت وہ بہت پُرسکون اور با اعتماد سے انداز میں اس سارے عالمے سے نمٹ رہا تھا۔

اس کے پہلو میں ہی تو وہ بیٹھی تھی جو اس کے ارمانوں کی قاتل تھی۔ اس کے خوابوں کو چھیننے والی، صبا میر۔ کتنی آسانی سے وہ صبا نوفل احمد ہونے کا اعزاز پا گئی تھی۔

میرون کلر کے راجستھانی لہنگے میں ملبوس زیورات سے لدی پھندی وہ دلہناپے کا پورا سنگھار کئے نئی کوئی شے لگ رہی تھی۔

صالحہ بیگم نے کسی بھی شے میں کنجوسی نہیں کی تھی۔ بلا مبالغہ انہوں نے ان دونوں شادیوں پر لاکھوں خرچ کئے تھے۔ ادینہ کا دل کیسے تڑپ سلگ کر رہ گیا تھا۔

"یو آر ویری لکی نوفل!" ژالے نے بے اختیار کہا تھا اور مجسم حُسن جب کسی کی تعریف کرے تو اس حُسن کا کیا عالم ہوگا۔ مگر وہ ان سنی کر گیا تھا۔

ژالے کی آواز سن کر صبا نے اپنے اندر عجیب سی بے چینی محسوس کی تھی۔ حالانکہ اس نے ادینہ کی بات کو محض مذاق سمجھ کر بھلا ڈالا تھا مگر اب ایک دم سے پھر اس کا ذہن بھٹک سا گیا۔

"خیریت ـــــ تم اکیلی کیوں بیٹھی ہو؟" زارا اور سدرہ اس کے پاس آ بیٹھی تھیں۔

''یونہی۔'' وہ بری طرح چونکی تھی۔

''کتنی خوب صورت لگ رہی ہے صبا۔ صحیح فدا ہوئے ہیں نوفل بھائی۔'' سدرہ نے اسٹیج دیکھتے ہوئے توصیفی انداز میں کہا تو اشتعال کی لہر لیزر کی طرح ادینہ کو اندر سے کاٹ گئی۔

''ظاہری حُسن سے کیا ہوتا ہے۔ ساری بات گنوں کی ہوتی ہے۔ شوہر اور سسرالیوں کے دل میں جگہ نہ مل سکے تو سارا حُسن بے کار۔''

''صبا کو تو سسرالیوں کا کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ دو تو بندے ہیں گھر میں۔ اور ایک کے دل پر پہلے ہی قابض ہے۔ خالہ یونہی اتنی سویٹ سی ہیں۔ ویسے بھی وہ اتنی محبت سے بیاہ کر لے جا رہی ہیں کہ میں بھی صبا سے حسد محسوس کر رہی ہوں۔'' سدرہ نے آہ بھری تھی۔

''شرم کرو ـــــ دو ماہ تک معاذ بھائی امریکہ سے آ رہے ہیں۔ شادی ہو جانی ہے تم...'' زارا نے اسے ایک جھانپڑ لگا دیا تھا۔ وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔

''خواب دیکھنے پر پابندی تھوڑی ہوتی ہے؟''

''واقعی ـــــ خواب دیکھنے پر پابندی تو نہیں ہوتی۔''

ادینہ کی نگاہ بھٹک کر پھر سے نوفل کے چہرے پر جا ٹھہری۔ جب جب اس نے نوفل کے تاثرات میں سنجیدگی اور بے اعتنائی سی دیکھی تھی، اس کے دل میں بہت اطمینان اُترا تھا۔ ...بچھائی ہوئی بساط پر اپنے چلائے ہوئے مُہروں کی کامیابی کا بہت یقین تھا۔

''نگی بھی بہت خوش قسمت ہے ـــــ اتنی اچھی سسرال اور اتنا چاہنے والا شوہر تو نقد... ہو تو خرید لینا چاہئے۔'' سدرہ نے دل کھول کر تعریف کی تھی۔

''واقعی ـــــ وہ بھی منہ مانگی قیمت دے کر۔'' زارا نے بھی لقمہ دیا تھا۔

''نگی ہمارے ساتھ گھر جا رہی ہے یا نہیں؟'' ادینہ کو ان کی باتیں سلگا رہی تھیں، ... سنجیدگی کے ساتھ موضوع بدل ڈالا تو وہ دونوں ہنسنے لگیں۔

''انس بھائی نے سب کے سامنے اسے منع کر دیا ہے۔ کہہ رہے تھے کہ کل ولیمے کی تقریب... اکیلا شرکت کرتا اچھا نہیں لگوں گا۔'' سدرہ نے بتایا تھا۔

''سچ، بہت رومینٹک ہیں انس بھائی۔ سب کے سامنے ہی والہ و شیدا ہو رہے ہیں۔'' زا... لطف لینے والے انداز میں کہا تھا۔

''یہ سب نئی نئی شادی کا خمار ہے۔'' ادینہ کا لہجہ بہت سرد اور چونکا دینے والا تھا۔ سدرہ... نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''ہر کوئی ''نئے نئے'' کا شوقین نہیں ہوتا۔ جہاں محبت ہو، عزت ہو، وہاں تمام عمر ایک... کے دل میں رہ کر زندگی تمام ہوتی ہے۔''

سدرہ کا لہجہ بہت اٹل اور بھرپور تھا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

''میرے خیال میں اب رخصتی ہونے والی ہے۔'' سدرہ نے زارا کو اٹھنے کا اشارہ کر...

...ذل اور اس کے پاس سے اُٹھ گئیں۔

''...لڑکی کبھی سدھر نہیں سکتی۔'' سدرہ کو ادینہ کی نیچر بالکل پسند نہیں تھی۔

''واقعی یار! پتہ نہیں کیوں ہر بات کو نیگیٹو پوائنٹ آف ویو سے دیکھتی ہے۔'' زارا کو بھی اس کی ...باتیں ناگوار گزری تھیں۔ اس موقع پر جب غیر بھی دائمی خوشیوں کی دعائیں کرتے ہیں، ادینہ کا سرد ...مہری کا رویہ اور اندازِ گفتگو بہت ناپسندیدہ تھا۔

''میں تو خالہ جان سے ضرور کہوں گی کہ اب اسے ذرا کھینچ کر رکھیں۔ بہت سر پر چڑھی ہوئی ہے۔'' سدرہ نے قطعی انداز میں کہا تھا۔

''صالحہ آنٹی بے چاری اپنی مروت اور سادگی کے ہاتھوں مار کھا جاتی ہیں۔ کوئی اور ہوتا تو اس کے اتنے نخرے نہ دیکھتا۔'' زارا نے کہا تو وہ بولی۔

''پھر بھی ـــــ اب بات اور ہے۔ گھر میں بہو آ جائے تو پہلے والی لاپرواہی اور بے ترتیبی ...میٹ لینی چاہئے۔''

''بس دعا کرو کہ صبا دیکھنے، سننے میں جتنی اچھی ہے، صالحہ آنٹی کو سنبھالنے میں بھی ایسی ہی ...ثابت ہو۔''

''خالہ جان تو بہت مطمئن ہیں۔ باقی سب قسمت کی باتیں ہوتی ہیں۔ اپنی طرف سے تو سب ...اچھا ہی سوچتے ہیں۔'' سدرہ نے کہا تو وہ سر ہلا کر رہ گئی۔

...ہنستے مسکراتے پل تمام ہوئے تو رخصتی کا اشارہ دے دیا گیا۔

...صبا کو لگا جیسے آج سب کچھ ختم ہو چلا ہو۔

...بے حد محبت کرنے والے ماں باپ، شوخ و شریر بہن بھائی۔

...اس کا دل پسیجنے لگا۔

''صبا! پلیز، رونا مت۔'' نگین نے اس سے التجا کی تھی۔ خود تو وہ واقعی نہیں روئی تھی جس میں ...سراسر اس کی لاپرواہ طبیعت کا دخل تھا۔

''اب ہر کوئی تمہاری طرح تو نہیں ہوتا نا۔ اپنی رخصتی سے زیادہ میک اپ خراب ہو جانے کا ڈر ...تھا تمہیں۔''

انس نے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ وہ ابھی ایک روز پرانی دلہن ہے۔ جواب دینے کو تو نگین کا بھی ...بہت جی چاہ رہا تھا مگر اتنے بہت سارے لوگوں کی موجودگی کا خیال مانع تھا۔

...البتہ رخصتی کے وقت وہ نوفل کو نہ صرف صبا کا خیال رکھنے اور اسے بہت خوش رکھنے کی تائید کرتی ...رہی بلکہ موقع محل کے حساب سے چند ایک دھمکیاں بھی دے ڈالیں۔ نوفل کو غصے کے ساتھ ساتھ ...اس کی بے وقوفانہ محبت پر ہنسی بھی آ رہی تھی۔

''آنٹی! آپ بالکل بھی فکر مت کریں۔ نوفل بہت پیارا بندہ ہے۔ صبا کو بھی بہت خوش رکھے ...گا۔'' ژالے نے تائی جان کو تسلی دی تھی۔ جب کہ نوفل کو ہمیشہ کی طرح خواتین کے رونے سے

وحشت سی ہو رہی تھی۔ وہ جلد از جلد اس ماحول سے نکلنا چاہ رہا تھا۔

خود کو بہت سنبھالنے اور ضبط سے کام لینے کے باوجود جب تایا جان اسے پیار دینے بڑھے تو وہ رو پڑی تھی۔ اس کے بعد انس، معید اور پھر عماد، وہ اس کے شانوں سے لگی رہی تھی۔

نوفل نے اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس کی تھیں۔

"بس بیٹا! ـــــ رونا نہیں۔ خوشی خوشی یہاں سے وداع ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ ساری عمر ہے۔" نوفل کے ماموں جان نے صبا کا سر تھپکا تھا مگر ایسے موقع پر دل یونہی طفل تسلیوں سے نہیں آ جاتا۔

حمرہ اور ضحیٰ بھی رو دی تھیں۔ حالانکہ ضحیٰ نے اسے بہت دھمکیاں دی تھیں کہ رونا میک اپ کے لئے سخت مضر ہے اور اب وہ اپنے تمام فرمودات بھولی ہوئی تھی۔ لائبہ نے اسے بمشکل صبا سے الگ کیا تھا اور مریم پھپھو نے سب کو ڈانٹا تھا۔

"اُداسی الگ چیز ہے۔ مگر یوں رونے کی کوئی تک نہیں بنتی ـــــ بس بہن کو دعاؤں سے رخصت کرو۔"

صبا کی رخصتی کے بعد ان سب کی چہچہاہٹ جیسے گم ہو گئی تھی۔

ایک فرض ادا ہو جانے کی طمانیت اپنی جگہ مگر ایک محسوس کن اُداسی نے ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

نگین بے چاری اپنی پوزیشن بھول کر سب کو تسلیاں دیتی پھر رہی تھی۔

"کل دیکھنا، اس کی بتیسی ہی اندر نہیں جائے گی۔" لائبہ نے ضحیٰ کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر تسلی دی تھی۔

"ہر خوشی اپنی جگہ مگر جدائی کا درد بھی کم تکلیف دہ نہیں ہے۔" وہ پژمردہ سی ہو رہی تھی۔

پھر لڑکوں ہی نے سارا ماحول اور موڈ بدلنے کی سعی کی تھی۔ چاند اور ابرار نے گٹار پر خوبصورت سے گانے اور دُھنیں سنائیں۔ تب انس بھی کچھ سنانے کو بے قرار ہوا تھا۔

"تمہیں بالکل بھی اجازت نہیں۔ کیونکہ تمہارے ساتھ ایک بہت بڑا المیہ ہو چکا ہے۔" اس پر پابندی عائد کی تھی۔

"کیسا المیہ؟" وہ سمجھا نہیں تھا۔

"اب تم شادی شدہ ہو چکے ہو۔" وہ اطمینان سے بولا تو سب کے ساتھ نگین کو بھی ہنسی آ گئی۔ انس نے بھی آرام سے کہا۔

"میرے یار! اس المیے نے میری صلاحیتوں کو اور بھی نکھار دیا ہے۔ تم نے سنا نہیں کہ ناکامی کے بعد انسان اچھا شوہر نہ سہی، اچھا شاعر ضرور بن جاتا ہے۔"

"اچھا جی ـــــ ہم بھی تو سنیں آپ کی نکھری ہوئی صلاحیت میں کیا نئے رنگ بھرے

ہیں۔" چاند نے اسے حوصلہ دیا تھا۔

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے ایک نظر ضحیٰ کے ساتھ بیٹھی نگین پر ڈال کر بڑے انداز سے بولا۔

"گل ترا رنگ چرا لائے ہیں گلزاروں میں
جل رہا ہوں بھری برسات کی پھواروں میں
مجھ سے کترا کے نکل جا مگر اے جانِ حیا
دل کی لو دیکھ رہا ہوں تیرے رُخساروں میں
مجھ کو نفرت سے نہیں پیار سے مصلوب کرو
میں تو شامل ہوں محبت کے گناہ گاروں میں"

"سنر ـــــ سنر ـــــ" عماد نے شور مچا دیا تھا۔

"یہ اتنے پُرمحبت قسم کے شعر سنانے کو کس نے کہا ہے تمہیں؟" چاند نے اسے گھورا تھا۔

"یہ اس کی پرانی بیماری ہے۔" معید نے بڑے اطمینان سے گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"چلو معید! اب تمہاری باری ہے۔" نعمان نے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"میرا شعبہ وکالت ہے، نہ کہ شاعری۔"

"نعمان بھائی! بعض لوگ چھپے رستم بھی ہوتے ہیں۔" ضحیٰ نے درپردہ معید پر حملہ کیا تھا۔ وہ چونک کر اس کو دیکھنے لگا۔

"چلو معید! آج قسم توڑ دو۔ سنا دو کچھ۔" احمر نے بھی اصرار کیا تھا۔

"چاہے کھری کھری سنا دو، یا جو منہ میں آئے وہ سنا دو۔" عماد نے پھر سے لقمہ دیا تھا۔

چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ سب بہت اشتیاق کے ساتھ ہمہ تن گوش ہو گئے۔

"نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
کوئی ایسا شخص ہوا کرے
جو میرے لئے ہی سجا کرے
جس کی زُلف مجھ پہ ہوا کرے
نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
کبھی روئے جائے وہ بے پناہ
کبھی بے تحاشا اُداس ہو
کبھی چپکے چپکے دبے قدم
میرے پیچھے آ کے ہنسا کرے
نہ شکایتیں نہ گلہ کرے
میری قربتیں میری چاہتیں

کوئی یاد رکھے قدم قدم
میں بڑے طویل سفر میں ہوں
میری واپسی کی دُعا کرے
نہ شکایتیں نہ گلہ کرے"

بہت پُر اعتماد اور دلکش لب ولہجہ تھا۔ معید نے پہلی مرتبہ ان سب کی ایسی محفل میں شرکت اور وہ سب متاثر بھی ہوئے تھے۔ تالیاں بجا کر داد بھی دی گئی اور دھمکایا بھی گیا۔

"میں بات کرتا ہوں بڑی مامی سے۔ لڑکے نے اپنی آئیڈیل سوچ رکھی ہے۔" عماد گھورا تھا۔

"میں نے نہیں، یہ سب شاعر نے کہا ہے۔" اس نے اطمینان سے تصحیح کی تھی۔

"شاعر نے کہا ہے، مگر تمہارے حسب حال۔" چاند نے لقمہ دیا۔

"اب ایسی لڑکی ڈھونڈنی پڑے گی۔" احمر کو تشویش ہوئی تھی۔

"تم لوگ بس فکروں ہی میں پڑے رہو گے۔ مگر ہو سکتا ہے کہ یہ تمہیں ڈھونڈنے کی زحمت کرنے دیں۔"

ضحیٰ نے بظاہر بڑے عام سے انداز میں کہا تھا۔ مگر معید نے اس کا اشارہ سمجھتے ہو انداز میں اس کی طرف دیکھا تو وہ نگین کی طرف متوجہ ہوگئی۔ مگر موقع پاتے ہی معید نے اس کرنا لازمی خیال کیا تھا۔

وہ تایا جان کو دودھ کا گلاس پہنچا کر نکلی تو اس کے پیچھے ہی معید بھی اٹھا تھا۔

"تمہیں میرے معاملے میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"اگر میرے معاملے میں بولنے کا تم کو حق ہے تو پھر مجھے بھی کوئی نہیں روک سکتا۔" جتانے والے انداز میں کہا اور آگے بڑھ گئی۔ مگر وہ دیوار پر ہاتھ رکھ کر اسے روک گیا۔

"تم مجھے دھمکی دے رہی ہو؟" بھنویں اچکاتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"دھمکی نہیں، جیسے کو تیسا۔" وہ اسے چڑانے والے انداز میں کہتی جھک کر اس کے بازو سے نکل گئی تھی۔ وہ سر جھٹکتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

●●●●●

وہ کمرے میں آتے ہی تھکن سے بے حال، کپڑے بدلنے کی فکر میں تھی کہ انس اس سے ہینگ کیا ہوا لباس چیئر پر رکھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامے اپنے سامنے بٹھا کر بولا۔

"ابھی تو میری تم کو دیکھنے کی باری ہے۔ ورنہ تو چھ ہزار کے میک اپ پر پانی پھر جا

اس کی نظروں کے ارتکاز اور لہجے کی شرارت پر وہ کسمسائی تھی۔

"میں بہت ان ایزی فیل کر رہی ہوں۔"

اس کا اشارہ بھاری لہنگے اور زیورات کی طرف تھا۔ مگر وہ جان بوجھ کر بات کو اپنے

لے گیا۔

"ابھی نئی نئی شادی ہے نا ـــــ ابھی تو یونہی سامنے بٹھا کر دیکھوں گا تمہیں۔" نگین کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"میں اس بارے میں نہیں کہہ رہی۔"

"یعنی اس سے متعلق تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے؟" وہ شریر ہوا تھا۔

"میں نے یہ بھی نہیں کہا۔" وہ نروس ہونے لگی۔ انس کو اس کی گھبراہٹ بہت مزہ دے رہی تھی۔

"ذرا نظر ملا کے تو بات کرو۔ ابھی تک میں تمہاری آنکھوں کا رنگ نہیں جان پایا ہوں۔" اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر چہرہ اونچا کرتے ہوئے انس نے کہا تو اس کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں۔ حُسن وحیا کا سنگم اپنی تمام تر دلکشی کے ساتھ اس کے سامنے تھا۔ لحظہ بھر ہی میں وہ اپنی ساری شوخی بھول گیا تھا۔ اس کی بے خودی کو بے اختیاری میں بدلتے پا کر وہ اپنی بے ترتیب دھڑکنیں سنبھالتی پیچھے ہٹی تھی۔

"آپ نے آج مجھے گھر بھی جانے نہیں دیا۔" اس کی خود پر سے توجہ ہٹانے کے لئے وہ شکوہ کر گئی۔

"میں نے اپنے لئے تھوڑی تمہیں روکا ہے۔ تمہاری شکل ہی بارہ بجانے لگی تھی۔ میں نے سوچا کہ تم جانا نہیں چاہ رہیں، اس لئے۔" وہ مکر گیا۔

"اُف۔" نگین کو ہنسی آ گئی۔ "اس وقت آپ کسی اور کو بولنے ہی کب دے رہے تھے۔"

"تم واقعی جانا چاہ رہی تھیں؟" انس نے اتنے اعتماد سے پوچھا تھا جیسے یقین ہو کہ وہ فوراً نفی میں جواب دے دے گی۔ مگر اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ظاہر ہے، اتنی جلدی تو سب کچھ نہیں بھلا دوں گی نا۔"

"اور مجھے دیکھو، ایک دنیا بھلا ڈالی ہے تمہارے پیچھے۔" اس کی مانگ میں سجے خوبصورت و نازک ٹیکے کو پیشانی پر ٹھیک کرتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بولا تو نگین نے اپنے پورے وجود میں سنسناہٹ کی دوڑتی محسوس کی تھی۔ اس کی سجدہ ریز پلکیں اور چہرے کی تمتماہٹ اس کے دل کا حال انس پر اچھی طرح واضح کر رہی تھی۔

"تم لاکھ چھپاؤ چہرے سے احساس ہماری چاہت کا
دل جب بھی تمہارا دھڑکا ہے آواز یہاں تک آئی ہے"

اس کا لہجہ پُر تپش اور انداز جتانے والا تھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔" نگین نے بمشکل کہا تھا۔ "آپ نے یونہی مجھے روک لیا تھا۔"

"اوکے، مان لیا کہ جناب کو ہماری پرواہ نہیں مگر......

دل نے تجھے عادت ہی بنا ڈالا ہے جاناں
تیرے بنا اب اپنا گزارا ہی نہیں ہے"

وہ جذبات سے پُر انداز میں بولا تو وہ بے بسی سے اسے دیکھنے لگی۔ انس نے اسی انداز میں
کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔
"اچھی لگ رہی ہو ——— اگر میں شاہ جہاں ہوتا تو شاید تمہارے لئے تاج محل بنوا دیتا۔"
"باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔"
وہ بے اختیار ہنس دی تو انس نے اس کی کلائی تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا۔
"اور پاگل بنانا ———؟"
اس کی بے اختیاری پر نگین کو اپنے حواس مختل ہوتے محسوس ہوئے تھے۔

●●●●●

کتنا مشکل ہے
دُکھوں کے بھڑکتے الاؤ میں
ہونٹوں پر مہکتی ہنسی سجانا
سُلگتے دل کو صبر کی مہکتی پھوار سے
تھپک تھپک کے سلانا
کتنا مشکل ہے
کھلی آنکھوں دیکھتے
دھوکے میں کسی کے آنا
سب جھوٹ پا کے
سب فریب کھانا
پھر بھی نہ کسی کو جتانا
کتنا مشکل ہے

روح کو جھلسا دینے والی آگ تھی جو پل پل اسے اپنی لپیٹ میں لئے رہی تھی۔ وہ جوا
خود کو بے حسی اور سرد مہری کے پردے میں لپیٹ چکا تھا، تمام خول تڑختے محسوس کر رہا تھا۔
اس کی خاموشی اور سنجیدگی کسی طور پر بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھی۔
"اتنا تو بھابی نہیں شرما رہی ہیں جتنا ہمارا یار شرما رہا ہے۔" اسد نے اس کی سنجیدگی او
دیئے انداز پر چوٹ کی تھی۔
"شادی شدہ ہونے کے لئے مدبر ہونا ضروری نہیں ہوتا۔" واصف نے اسے پچکارا تو آ
کہا۔
"بالکل۔ یہ تو بے وقوفوں کی بھی ہو جاتی ہے، جیسے اگلے سال اپنے واصف کی......
کے جھانپڑ نے اسے بات مکمل کرنے نہیں دی تھی۔
وہ سب صبا کو نوفل کے کمرے میں لے آئی تھیں۔

"بیوٹی فل ——— یہ نوفل کا کمرہ ہے۔"
ژالے نے بے اختیارانہ ستائش سے کہا تھا۔ تمام کمرہ خوب صورت سی لائٹنگ سے جگمگا رہا تھا۔
دروازے سے لے کر بستر تک اور پھر وسیع وعریض بیڈ پر گلاب کی ان گنت پتیاں بکھیری گئی
مگر کمرہ از خود ہی اتنی خوب صورت اور مکمل ڈیکوریشن لئے ہوئے تھا کہ مزید کچھ ضرورت ہی
تھی۔
"بہت لکی ہو تم بھی صبا! کہ تمہیں نوفل جیسا شخص ملا ہے۔ بہت مخلص اور محبت کرنے والا۔"
نے تہہ دل سے نوفل کی تعریف کی تھی۔ صبا پلکیں جھکا کر رہ گئی۔
"اور ہم تو آخر تک یہی سمجھتے رہے کہ نوفل آپ کا نام لے گا۔" ادینہ نے اپنے مخصوص کاٹ دار
میں کہا تھا۔ مگر ہونٹوں پر سجی مسکراہٹ نرمی کا مظہر تھی۔
ژالے محظوظ ہونے والے انداز میں ہنس دی۔
"اسی کو تو لک کہتے ہیں ——— ورنہ یہاں میں بھی ہو سکتی تھی۔"
صبا کا دل دھک سے رہ گیا۔
"اپنی اپنی نظر کی بات ہے۔ نوفل سے پوچھیں کہ اس کے لئے صبا کیا ہے۔" سدرہ نے مسکراتے
کہا تھا اور ژالے نے زور وشور سے اس کی تائید کی تھی۔ اس سے زیادہ نوفل کی بے قراریوں
اور کون واقف تھا۔
"واقعی ——— انہوں نے خود سے صبا کے لئے حامی بھری تھی اور کسی بھی لڑکی کے لئے پہلے ہی
کی پسندیدگی کی سند رکھنا کوئی عام بات نہیں ہے۔" زارا نے کہا تھا۔
"اینی ویز صبا! ڈونٹ وری اباؤٹ می۔ نوفل کو کم از کم مجھ سے تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔" ژالے
کی۔
سب مذاق کر رہی تھیں۔ نوفل کے حوالے سے اسے چھیڑ رہی تھیں۔ مگر وہ ٹھیک طرح سے کچھ
نہیں پا رہی تھی۔
"صبا خوب اچھی طرح جانتی ہے۔ آپ ہی سے تو سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اتنا حُسن دیکھ کر تو
بڑے دیوانے ہو جاتے ہیں۔" ادینہ نے مسکرا کر کہا تھا۔
"مگر دیکھ لو، نوفل کی قریب کی نظر کتنی کمزور ہے۔" وہ آہ بھر کے شرارت سے بولی تو صبا نے ایک
پر ڈالی تھی۔
ڈارک رنگ بالوں کی نئی کٹنگ اسے بہت سوٹ کر رہی تھی۔ جارجٹ کا بلیک ٹراؤزر اور شارٹ
اس کے روپ کو قیامت خیز بنا رہی تھی۔ شرٹ کے گلے اور ہاف سلیوز پر گرے کلر کی پٹی تھی
موتی اور ستاروں کا نازک سا کام تھا۔ ایسا ہی نفیس کام ٹراؤزر کے پائنچوں پر بھی تھا۔ میچنگ
لاپرواہی سے گردن پر ڈالے وہ دیکھنے والوں کی نظروں کو خیرہ کر رہی تھی۔
صبا کا دل ڈوبنے لگا۔

"نوفل احمد کا دل پتھر کا تو نہ ہوگا۔ اس قدر شعلہ فشاں حُسن کی تو آنچ ہی سلگا دینے کو کافی
اس نے بے اختیار اپنے خدشات کے بے بنیاد ہونے کی دعا مانگی تھی۔
جانے رات کا کون سا پل تھا جب وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وہ تھکن زدہ جسم او
اعصاب لئے بے بس سی بیٹھی تھی۔ اس کی آمد کو محسوس کرتے ہی تمام حواس یکلخت بیدار ہو
وہ سیدھا اس کی طرف آنے کی بجائے شیروانی کے بٹن کھولتا ڈریسنگ روم میں چلا گیا
کے طرزِ عمل پر الجھ سی گئی۔
ایک تو مستقل سر جھکا کے بیٹھنے کی تھکن، اوپر سے نوفل کا سرد سا انداز اس کے اعصاب
میں اضافہ کرنے لگا۔
وہ ڈریسنگ روم سے نکلا اور اپنی وارڈ روب کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں کے بعد و
مقابل تھا۔
صبا کی دھڑکنیں تھم سی گئیں۔
وہ اس کے سامنے بیٹھا تھا۔
وہ نظریں جھکائے دم سادھے بیٹھی تھی۔
"میں نگی سے بہت محبت کرتا ہوں اور اس سے بھی زیادہ اپنی ماما سے۔ نگی کو کوئی تکلیف
کو تکلیف پہنچتی ہے جو میں کسی بھی طور برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ بے حد سنجیدگی اور سرد مہر
پل بھر کو رکا تھا۔
"نگی کو کسی بھی قسم کی تکلیف سے بچانے اور ماما کو کبھی بھی دُکھی نہ دیکھنے کی خاطر
مناسب سمجھا کہ کراس میرج ہونی چاہئے۔"
صبا کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔ یوں لگا جیسے کسی نے اس کے پاس کا
کر دیا ہو۔
"دوسرے لفظوں میں آپ میرے پاس نگی کی خوشیوں کی ضمانت ہیں۔" وہ بہت اطم
کہہ رہا تھا اور صبا کو لگ رہا تھا کہ ابھی اس کا دل بند ہو جائے گا۔
بدترین خدشات سچ ثابت ہو رہے تھے۔ اس کی نظروں میں ژالے آفریدی کا چہرہ گھو
"مجھے اس شادی میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔ مگر اپنوں کی خوشی کی خاطر بہت کچھ ان
پڑتا ہے۔" وہ بہت سفاکی سے کہہ رہا تھا۔
صبا کی آنکھیں بھر آئیں۔
وہ اپنے پیچھے اتنے چاہنے والے، محبت کرنے والے لوگ جس بے مہر اور سنگ دل
چھوڑ کر آئی تھی، وہ تو لفظوں کی سنگ باری کر رہا تھا۔
نگین اس کی بے تابی و بے قراری کے کتنے قصے سنایا کرتی تھی۔ بے اختیار
خوش قسمت تصور کرنے لگتی تھی۔ اگر وہ حقیقت تھی تو یہ سب کیا تھا____؟

شاید خواب____
اس کے حواس مختل ہونے لگے۔
"یہ ماما نے کچھ____ شاید آپ کا گفٹ ہے ان کی طرف سے۔" وہ ایک چھوٹا سا مخملیں کیس
اس کے سامنے رکھتے ہوئے اٹھ گیا تھا۔
یعنی اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں تھا۔ سوائے اپنے نام کے وہ اسے کچھ بھی دینے کو تیار نہیں تھا۔
صبا کا جی چاہا چیخ اٹھے۔ اتنا روئے کہ سب کو اس کی اصلیت کی خبر ہو جائے۔
"آپ بھی چاہیں تو کپڑے چینج کر کے سو جائیں۔ بہت رات ہو گئی ہے۔"
اسے مشورہ دیتے ہوئے وہ بستر پر سے پھولوں کی پتیاں ہٹاتا لیٹ گیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد
پھر اٹھ کر باتھ روم میں چلا گیا۔ واپس آ کر تمام لائٹنگ آف کر دی اور بستر پر آ کر کروٹ بدل کر
لیٹ گیا۔
"اے خدا!____ اتنی کڑی آزمائش۔"
اس کے آنسو روانی سے بہنے لگے تھے۔
ذلت اور اہانت کا احساس اسے زمین میں گڑنے پر مجبور کر رہا تھا____ وہ شخص جس کی خاطر
اس کو پوروں تک سجا کر اس کمرے میں بٹھایا گیا تھا، یوں منہ موڑے سو رہا تھا جیسے اس کی کوئی وقعت
نہ ہو۔
تو وہ سب کیا تھا؟____ وہ وارفتہ نگاہیں، پُرشوق انداز____؟
تو وہ سب ایک سازش کا حصہ ٹھہرا۔
وہ بمشکل اٹھ کر ڈریسنگ روم میں آئی تھی۔
سامنے لگے قد آدم آئینے میں اپنا روپ دیکھ کر وہ خود بھی ٹھٹک گئی تھی۔ پھر وہیں اسٹول پر بیٹھ کر
رونے لگی۔ اتنی ناقدری____ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ نوفل کے رویے سے کیا نتیجہ اخذ کرے۔

●●●●●

یہ کیسے خواب سے جاگی ہیں آنکھیں
کسی منظر پہ دل جمتا نہیں ہے!
جو دیکھوں تو ہر اِک جانب سمندر!
مگر پینے کو اِک قطرہ نہیں ہے

تمام رات اس نے آنکھوں میں کاٹ دی تھی۔ وہ جس کے لئے اس نے گزرے کئی دنوں میں
انتہائی نفرت محسوس کی تھی، اس قدر ماورائی روپ لئے اس کی سیج سجائے بیٹھی تھی کہ نوفل کو اپنے
وجود میں خون دوڑتا محسوس ہونے لگا تھا۔
وہ ششدر رہ گیا۔
اتنے دنوں سے تو دل کی دھڑکن تک سنائی نہیں دی تھی اور کہاں یہ بے ترتیبی۔ یوں جیسے نیا دل

سینے میں لگا دیا گیا ہو۔ مگر پھر بہت سی آوازیں اس کی سماعتوں میں سیسہ انڈیلنے لگیں۔ بھی حساب چکتا کر دیا تھا۔ بہت آرام سے اس پر اس کی حیثیت واضح کر دی تھی۔ مگر آنکھوں میں جلن اُتر آئی مگر نیند نہیں اُتری تھی۔

صبح کے قریب کہیں اس کی آنکھ لگی تو پھر آذر ہی نے اسے آ کر جگایا تھا۔ کتنی ہی دیر آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتا رہا تو وہ شرارت آمیز تاسف کے ساتھ بولا۔

"لگتا ہے ابھی تک تمہارے حواس قابو میں نہیں آئے۔ بھابی کے حُسن نے کافی زیادہ اعصاب پر۔" وہ بے اختیار اٹھ بیٹھا تھا۔

گزری رات کے بہت سے پل آنکھوں میں آ سمائے تھے۔ اس نے بلا ارادہ کمرے دوڑائی تھی۔

"جن کو آپ ڈھونڈ رہے ہیں، وہ محترمہ نیچے ناشتے کی ٹیبل پر خالہ جان کے ساتھ موجود وہ ہنسا تھا۔

"تم صبح صبح کیوں میرا سر کھانے آ موجود ہوئے ہو؟" نوفل نے اسے گھورا تھا۔ انداز درجہ ناگواری چھپی تھی۔

"چھ ــــ چھ ــــ ٹائم دیکھا ہوتا تو یوں نہ کہتے۔" وہ متاسفانہ انداز میں بولا تو نوفل بلا ارادہ وال کلاک کی طرف اٹھ گئی۔ سوئیوں کو ساڑھے دس بجاتے دیکھ کر وہ خفیف سا ہو گیا۔

ہمیشہ سے وہ سحر خیزی کا عادی رہا تھا، اس لئے اپنی یہ بے اعتدالی اسے خود بھی پسند نہیں آئی

"تمہیں چاہئے تھا کہ بھابی کے ساتھ ناشتے کی ٹیبل پر پہنچتے۔" آذر اسے گھرک رہا تھا۔

"اچھا، اب تم میرا دماغ مت کھاؤ۔ تم جاؤ، میں شاور لے کر آ رہا ہوں۔" وہ کسل مندی کرتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"اوہو ــــ تو اب یوں غرور دکھایا جائے گا۔" آذر نے بھنوئیں اچکائیں۔ پھر آہ بھرتے بولا۔ "ہاں جی ــــ حق بنتا ہے آپ کا۔"

"گیٹ آؤٹ۔" نوفل نے کسی قسم کی چھوٹ کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ سو وہ بھی متاسفانہ سے اسے دیکھتا چلا گیا۔

صبا کی یہ خود اعتمادی اس کے لئے بہت غیر متوقع اور حیران کن تھی۔ وہ تو اس سے بہت کی توقع کر رہا تھا کہ وہ روئے گی، اپنا قصور پوچھے گی اور ہو سکتا ہے کہ چراغ پا ہی ہو اٹھتی مگر اتنے آرام سے جا کر گھر والوں میں جا بیٹھی تھی جیسے گزری رات اس کے دامن کو جگنوؤں سے بھر گئی ہو۔ اور شاور لینے کے باوجود وہ خود کو تر و تازہ محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اسے اپنے کھنچاؤ کا اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا۔ ایک ناپسندیدہ زندگی اس پر مسلط ہو گئی تھی جسے جینا خوشی نہیں بلکہ ایک مجبوری تھی۔

وہ تیار ہو کر نیچے پہنچا تو وہ صالحہ بیگم کے ساتھ مدھم آواز میں محو گفتگو تھی۔ ٹیبل مہمانوں

تھی۔ سو وہ ہونٹوں پر نمائشی مسکراہٹ لئے سب کو سلام کرتا کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔ خوش گوار ماحول میں ہلکا پھلکا سا ناشتہ کیا گیا۔

صبا نے صرف چائے کا کپ لیا تھا۔ صالحہ بیگم نے محبت سے اسے ٹوک دیا۔

"ویسے فنکشن تو شام کو ہو گا۔ تب تک خالی پیٹ رہو گی کیا؟"

"ابھی دل نہیں چاہ رہا۔ میں بعد میں کچھ لے لوں گی۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

نوفل سامنے بیٹھا سلگ کر رہ گیا تھا۔

صبا کی معصومیت اور سادگی اسے اب ایک ڈھونگ محسوس ہو رہی تھی۔

ہنہ ــــ دوسروں کی توجہ حاصل کرنے کی ادائیں' اس نے گرم چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا تھا۔

ادینہ کی ہدایت کے مطابق زرینہ بیگم تمام ماحول پر ایک نظر ڈال کر واپس لوٹی تھیں۔

"نوفل کا کہیں پتہ نہیں۔ صبا اکیلی ہی آ کر سب میں بیٹھی ہوئی ہے۔" انہوں نے بتایا تو وہ جو کسلمندی سی ابھی تک بستر ہی پر لیٹی تھی، اٹھ بیٹھی۔ ایسی بے ترتیبی نوفل کی عادت کا حصہ تو نہیں تھی۔ ضرور کہاں کوئی چوک ہو رہی تھی۔

"نوفل کہاں ہے؟" اس نے بے تابی سے پوچھا تھا۔

"سو رہا ہے۔"

"اور صبا بی بی خود ہی ناشتے کی ٹیبل پر پہنچ گئی ہیں۔" ادینہ کے ہونٹوں پر پُرلطف سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میرے خیال میں مجھے خود جا کر دیکھنا چاہئے کہ صبا بی بی کے چہرے پر خوشیوں کے کتنے گلاب کھلے ہوئے ہیں۔" وہ اپنے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی تو زرینہ بیگم سر ہلا کر واپس پلٹ گئیں۔

ادینہ گنگناتے ہوئے اپنے لئے اچھا سا جوڑا منتخب کر کے واش روم میں گھس گئی۔ اسے اپنی کامیابی کا بہت پختہ یقین تھا۔ سو اب وہ جلد از جلد وہاں جا کر سارا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہ رہی تھی۔

●●●●●

صبا کے لئے نوفل کا انداز بہت شاکنگ تھا۔

وہ کیا کروں اور کیا نہ کروں والی سچویشن کا شکار تھی۔

'کیا یہ سب اس سازش میں شریک ہیں؟' اس نے صالحہ بیگم کا چہرہ کریدنے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہاں ازلی شفقت اور محسوس کن محبت کی چھاپ پا کر وہ کچھ جاننے، سمجھنے میں ناکام ہو گئی۔ اس کا دل اندر گھبرایا تھا کہ وہ سوچے سمجھے بنا آ کر ان سب میں بیٹھ گئی تھی۔ وہ کمرہ جسے وہ ڈریم لینڈ ہی سمجھی تھی، اب اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس کے خوابوں کا جزیرہ نہیں تھا۔ وہاں کسی اور کے خواب پلتے

تھے، کسی اور کی یادیں بستی تھیں۔ وہاں کی ہر شے میں کسی اور کی محبت کا ڈیرہ تھا۔

حتیٰ کہ نوفل احمد میں بھی۔

وہ سب صبا کے ساتھ بہت محبت اور احترام سے بات کر رہے تھے۔ اپنائیت کا احساس دلا رہے تھے۔ مگر اسے سب کی باتیں، سب کی نگاہیں اپنا مذاق اُڑاتی محسوس ہو رہی تھیں۔ حالانکہ اس نے اپنے چہرے پر حتیٰ الامکان بشاشت طاری کرنے کی کوشش کی تھی کہ کوئی اس کی بربادی نہ جان سکے اس کے دکھ کی پڑتال نہ کر لے۔

اور پھر وہ سامنے آ بیٹھا تھا، جس نے چند لمحوں میں اس کی گزشتہ زندگی کا سارا مان چکنا چور کر کے رکھ دیا تھا۔ اور اس کا سامنا کس قدر ذلت آمیز تھا، یہ صبا کو ہی معلوم تھا۔

بے حد پُر اعتماد اور پُر سکون انداز میں سب کے ساتھ ہنستا، باتیں کرتا یہ شخص کس قدر کالی ذہنیت رکھتا تھا، یہ تو کوئی صبا سے پوچھتا۔

"بھابی تو کچھ بات ہی نہیں کر رہیں۔ کیا یہ نوفل کا آرڈر ہے؟" آذر نے شرارتی انداز میں وہ گڑبڑا گئی۔

"اب پہلے دن کی دلہن تم لوگوں کی مسخریوں کا کیا مقابلہ کرے۔ اسے تنگ مت کرنا۔" خالہ نے اپنے بیٹے کو سرزنش کی تھی۔

"انہیں تنگ کرنے کا پرمٹ صرف نوفل کے پاس ہے۔" اسد نے اطمینان سے کہا تو ایک قہقہہ پڑا تھا۔

وہ بمشکل آنسو پیتی سر جھکا کر رہ گئی تھی۔

●●●●●

سدرہ اور زارا اسے بیوٹی پارلر سے تیار کرا کر لائی تھیں۔ اس کی نگاہیں صرف اور صرف ان پیاروں کی دید کی منتظر تھیں۔ انہوں نے ہمیشہ اس کی ہاتھ کے چھالے کی طرح حفاظت کی تھی۔ کے آنسو ہر رکاوٹ کو توڑ ڈالنے کی کوشش میں تھے۔ حلق میں مقید چیخیں کسی کو اپنا درد سنانے کو بے تاب رہی تھیں۔

"تھوڑا سا ریسٹ کر لو ــــ یونہی تکیے سے ٹیک لگا کر۔ ابھی فنکشن میں تھوڑی دیر ہے۔ سارا وقت یونہی بیٹھنے میں نکل جائے گا۔" سدرہ نے بہت محبت سے کہا تھا۔ وہ متشکرانہ نگاہوں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اس وقت یوں بھی دل تنہائی چاہ رہا تھا۔

کھٹکے کی آواز پر اس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

"میں تنہائی میں مخل تو نہیں ہوئی ــــ؟" ادینہ مسکراتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔ صبا کو اتنا بھی وقت نہیں ملا تھا کہ اپنے چہرے پر پھیلے شکست و ریخت کے نشانات ہی مٹا ڈالتی۔

"ارے ــــ کیا بات ہے صبا؟ تم رو رہی ہو؟" وہ تیزی سے کہتی آگے بڑھی تھی۔ وہ صبا کو سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر گھیرنا چاہتی تھی۔

"نن......نہیں۔ یونہی بس۔" اس نے زرد پڑتی رنگت کو مسکراہٹ کے پردے میں چھپانا چاہا تھا۔ ادینہ نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے گہری سانس بھری اور ہمدردانہ انداز میں بولی۔

"مجھے پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ نوفل اس پروپوزل پر زور کیوں دے رہا ہے۔"

"تو آپ نے ...... آنٹی سے کیوں نہیں کہا؟" وہ بے اختیار پوچھ گئی تھی۔ گویا ادینہ نے جو اندازہ لگایا تھا اس پر حقیقت کی مُہر لگا دی۔

ادینہ کا دل سینے میں دھمالیں ڈالنے لگا۔

"میں کیا اور میری اوقات کیا۔ اس گھر میں رہنے تک کا اختیار تو ہمارے پاس ہے نہیں، چہ جائیکہ اتنے بڑے معاملے میں رائے دینا۔" وہ بڑے دکھی انداز میں کہہ رہی تھی۔ جب کہ دل تو قہقہے لگانے کو چاہ رہا تھا۔

جذبات کی رو گزر گئی تو صبا کو یکلخت پریشانی نے آ گھیرا۔ یہ مسئلہ ادینہ سے تو کسی بھی طور شیئر کرنے والا نہیں تھا۔ یہ کیا کر بیٹھی تھی وہ۔

"کیا بی ہیویئر تھا نوفل کا؟" ادینہ نے اس کی آنکھوں میں اتری سرخی اور ستے ہوئے چہرے کو نظر میں رکھتے ہوئے اسی ہمدردانہ انداز میں پوچھا تھا۔

صبا نے تیزی سے خود کو سنبھالا اور مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"بی ہیویئر تو ٹھیک تھا مگر بہت سرد اور سنجیدہ تھا۔ میں ایسے رویوں کی عادی نہیں ہوں۔"

اس کی بات سن کر ادینہ کو جھٹکا سا لگا۔ اس نے بے اختیار صبا پر نگاہ ڈالی تھی۔

"تو کیا یہ نوفل کو پا چکی ہے؟"

"اتنی خوب صورت ہو تم صبا! پھر بھی نوفل......" ادینہ نے اپنے نئے مہرے کو بہت ہوشیاری سے آگے بڑھانا چاہا تھا۔ مگر صبا نے آنسو پی کر مسکراتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

"یہی بات تو انہوں نے ایک مرتبہ بھی نہیں کہی۔ صرف ایک دوسرے کو پا لینا ہی تو سب کچھ نہیں ہوتا ــــ کچھ حسین وعدے، کوئی اعتراف، مچلتے دل کے ٹھہراؤ کے لئے یہ سب بھی تو ضروری ہوتا ہے نا۔"

ادینہ نے حد درجہ بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔

اس قدر بودا نکلا نوفل۔ حُسن کی مار نہیں سہہ پایا۔

"اب اتنی جلدی تو وہ پہلی محبت نہیں بھول سکتا نا ــــ مگر مجھے یقین ہے کہ تم اسے حاصل کر ہی لوگی۔" اب کی بار ادینہ نے کھلا وار کیا تھا۔

"اور حاصل کرنا کسے کہتے ہیں؟ ــــ ہم دونوں ایک دوسرے کے شریکِ زندگی بن چکے ہیں۔ اور دل کا کیا ہے، نوے فیصد عورتوں کو پتہ بھی نہیں ہوتا کہ شوہروں کے دل میں کیا ہے۔" صبا اپنا ضبط آزما رہی تھی۔ اسے محسوس ہو چکا تھا کہ بات اپنے تک رہے تو ٹھیک ورنہ کھلے عام شکست

تسلیم کرنا بہت ذلت آمیز بات تھی۔

"پھر بھی، نوفل کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

"میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ میرے ہو چکے ہیں۔ اور ابھی تو شروعات ہے۔ دل [بعض] اوقات دل کی لگی بھی تو بن جاتی ہے۔" اس نے پلکیں جھکا کر دل پر بہت جبر کرتے ہوئے مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو ادینہ اس کے پل پل بدلتے روپ پر حیران ہوگئی۔

"کوشش کر دیکھو صبا! ورنہ ڈالے آفریدی کا شعلہ فشاں حسن تو تم بھی دیکھ چکی ہو۔" وہ بر[ہم] ہو کر اٹھی تھی۔

"ساری بات قسمت کی ہوتی ہے۔ حسن کام آتا تو آج میری جگہ یہاں ڈالے ہوتی۔"

"واقعی۔ ساری بات قسمت کی ہوتی ہے۔ اور خوش قسمتی شوہر کے دل میں رہنے سے ثابت ہے، فقط کاغذ کے ایک پرزے میں اکٹھے رہنے سے نہیں۔" ادینہ نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

صبا نے اس کے چہرے کو جانچتے ہی، اس کے تاثرات کو کریدنے کی کوشش کر ڈالی۔

اسے ایک دم سے ادینہ پر بھروسہ کر لینا بھی ٹھیک نہیں لگا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے بہت سے جھوٹ کے پردے ڈال گئی تھی۔ یہ الگ بات تھی کہ ادینہ کو اس کے کہے ایک بھی [لفظ پر] اعتبار نہیں آ رہا تھا۔ پھر بھی وہ مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ اسے وش کرتی چلی گئی تھی۔

"اوہ گاڈ!" صبا نے اپنے روم روم میں تھکن کو ڈیرے ڈالتے محسوس کیا تھا۔ اس نے ا[یک] خالص اور سادہ زندگی گزاری تھی کہ اب یہ بناوٹ جان کا عذاب معلوم ہو رہی تھی۔ کبھی سوچا [نہ] تھا کہ نئی زندگی کی شروعات کرتے ہی قدم قدم پر جھوٹ کا ساتھ دینا پڑے گا۔ اسے خود پر بھی [حیرت] ہو رہی تھی۔ کتنی بہادر ہوگئی تھی وہ۔ اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو شاید رات ہی کو اپنے گھر وال[وں کو] فون کر کے کوئی چھوٹی موٹی قیامت مچا چکی ہوتی۔

'اب...... اب کیا کرنا ہے مجھے؟' اس نے دکھتے دماغ کو سکون دینے کی خاطر آنکھیں [موند] کے تکیے پر سر ٹکا دیا۔

'انس بھائی ــــ کیا میرے اندر اتنی ہمت ہے کہ میں ان کی زندگی بھی برباد کر دوں؟'

انس کا ہنستا ہوا پرسکون سا چہرہ اس کی آنکھوں میں گھوم گیا اور نگین کا شرمیلا سا روپ۔ کس[قدر] خوب صورت اور مکمل دکھائی دے رہے تھے وہ دونوں۔ اور کیا وہ انس کی محبت اور نگین کے دیوانگی سے واقف نہ تھی؟ وہ ایسا ہی تھا۔ ہر کسی کے لئے جذباتی۔

'اور نوفل ــــ نوفل احمد! میں نے بھی نہ چاہتے ہوئے ہر مشرقی لڑکی کی طرح تمہیں اپ[نے دل] میں ایک بہت خاص جگہ دے ڈالی تھی۔ فطری طور پر ہی سہی مگر بہت کچھ سوچ ڈالا تھا۔ اور تم تو کاغذی رشتے کا مان بھی نہیں رکھ پائے۔'

کمرے میں داخل ہوتا نوفل بے اختیار ٹھٹک گیا تھا۔

پستئی کلر کے خوب صورت لہنگے میں ملبوس، میک اپ اور زیورات سے آراستہ وہ مجسم حسن [تھی]

[...]تھی۔ آنکھیں بند کئے، بے خبر وہ جانے کیا سوچ رہی تھی یا شاید سو رہی تھی۔ اس کی بند پلکوں [...]پیچھے موجود "وجود" کا خیال آتے ہی نوفل نے لب بھینچے تھے۔ اس نے اپنا موبائل اور کی چین [...] پر پھینکی تو وہ ہڑبڑا کر آنکھیں کھول گئی۔ شاید لاشعوری طور پر نوفل اس کے خیالات کو منتشر ہی [ک]رنا چاہتا تھا۔

"کیا ابھی بھی اس ڈھونگ کی ضرورت باقی ہے؟" بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارتے ہوئے وہ [ا]ستہزائیہ انداز میں کہتا، یقیناً اس کے بناؤ سنگھار کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ شدید دُکھ اور بے یقینی کا [...]ہونے کے باوجود صبا کو غصے کی تیز لہر نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

"جہاں قدم قدم پر ڈراموں سے واسطہ پڑتا ہو، وہاں یہ ڈھونگ رچانا ہی پڑتا ہے۔" اس کا تلخی [سے] بھرپور جواب نوفل کو پورے کا پورا اس کی طرف متوجہ کر گیا تھا۔ چہرے پر ناگواری اور آنکھوں [می]ں خفگی کا تاثر لئے وہ واقعی غصے میں لگ رہی تھی۔ نوفل کے دل میں طمانیت بھرنے لگی۔

'میرے دل نے پہلی ہی نگاہ میں تمہاری طلب کی تھی۔ یہ حقیقت گوہر آبدار کی مانند ہے جو میں [ک]بھی تمہارے ہاتھ تو لگنے نہیں دوں گا۔ مجھے دھوکے میں رکھ کر تم نئی زندگی شروع کرنا چاہتی ہو، مگر [م]یں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔'

اس کی نگاہ کے ارتکاز نے صبا کو کنفیوژ کر دیا تھا۔ اس کی پلکوں کا لرز کر جھکنا ہی نوفل کو چونکانے [ک]ا سبب بنا تھا۔

"ویری گڈ ــــ یعنی آپ کو زیادہ ڈکٹیٹ کرانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ عقل مند ہیں، آگے کا لائحہ عمل خود طے کر سکتی ہیں۔" وہ بہت پُرسکون انداز میں کہہ رہا تھا۔

صبا کا دل بھر آیا۔ یہ اس کا شریک سفر تھا ــــ زندگی بھر کے سفر کا شریک۔ یہ کیسا سفر شروع ہوا تھا کہ وہ پہلے ہی گام پر تھکن سے چور ہوگئی تھی۔

اور یہ کیسا شریک سفر تھا ــــ بے مروت، کج ادا، دھوکے باز۔

"مجھے کسی بھی قسم کا لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں اس قدر مشروط قسم کی زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔"

"اوکے ــــ ایز یو وش۔" وہ بلا کا پُرسکون تھا۔ اپنی خوشنما آنکھوں کو خفیف سی جنبش دے کر اطمینان سے بولا۔

"آپ جو چاہے فیصلہ کر سکتی ہیں۔ مگر یہ بھی طے ہے کہ اپنے ہر فیصلے کا ریزن بھی آپ ہی پیش کریں گی۔ مجھے اپنے کندھے پر بندوق رکھنے کا کوئی شوق نہیں۔"

صبا دُکھ اور تاسف کا شکار اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"آپ کو اتنی لمبی گیم کھیلنے کی تو ضرورت ہی نہیں تھی۔ ہم یونہی نگین کو بہت خوش رکھتے۔ خوامخواہ کئی زندگیوں کو داؤ پر لگا دیا۔" وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولی تو وہ اپنی رسٹ واچ کھول کر موبائل کے پاس رکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا کریں صبا بی بی! بہت سے کام انسان کو نہ چاہتے ہوئے بھی کرنا پڑتے ہیں" وارڈروب کھول کر اپنے کپڑے نکالنے لگا جو آج کی تقریب میں زیب تن کرنے تھے۔

اس کے جواب نے صبا کو ادھ موا سا کر دیا۔

کتنے آرام سے وہ اسے اپنی چال کا شکار بنا گیا تھا ــــ اور تو اور بچ نکلنے کی کوئی چھوڑی تھی۔

کتنے آرام سے اس نے جتا دیا تھا کہ انتہائی فیصلہ کرنے کی صورت میں گھر والوں جوابدہ بھی وہی ہو گی۔

یکلخت ہی اسے طیش آنے لگا۔ جب وہ اسے کوئی اہمیت، کوئی حق دینے کو تیار نہیں ت بھی کیوں اس کی بدطینتی پر پردہ ڈالتی۔

"یہ سب آپ کی مجبوری ہوگا، میری نہیں۔ اور نہ ہی میں آپ کی اس مجبوری کو نبھا ہوں۔" اس نے چیخ کر کہا تو وہ ہینگ کیا ہوا ڈسٹ کلر کا سوٹ ہاتھ میں تھامے پورا اس گھوم گیا۔

"کیا کہیں گی سب سے؟"

"وہی جو آپ مجھے رات میں کہہ چکے ہیں۔" اس کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ ــــ اتنے اچھے طریقے سے تو ہم نے نئی زندگی شروع کی۔ حیران ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ صبا ششدر رہ گئی۔ ہینگر پر سے کپڑے اتارتے ہوئے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"میں سب کے سامنے بھی یہی کہوں گا۔ اس لئے ایک بار پھر آپ سے کہہ رہا ہوں کہ فیصلہ کرتے وقت اس بات کو ضرور مدنظر رکھئے گا کہ اس فیصلے کا ریزن بھی آپ ہی دیں گی۔"

"آپ ایسا نہیں کر سکتے۔" اس کے بھرائے ہوئے لہجے کو نظرانداز کرتے ہوئے وہ اسی انداز میں بولی۔

"چہروں پر مت جائیں صبا بی بی! ان سے بڑا دھوکے باز دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔"

عام حالات میں تو شاید حیا کے مارے وہ اس سے کبھی دو لفظی گفتگو بھی نہ کر پاتی۔ مگر ا قدر بے یقینی اور صدمے کی گرفت میں تھی کہ حد نہیں۔ تمام شرم و حیا، تمام جھجک اور گھبراہٹ کہ جا سوئی تھی۔ سوا اپنے دلہناپے کا خیال تک ذہن میں نہیں تھا۔

یہاں تو زندگی داؤ پر لگنے جا رہی تھی، باقی کسی احساس کی طرف دھیان دینے کا اسے ہو کہاں تھا۔

"مگر میں یہ مشروط زندگی نہیں چاہتی۔ میں اپنی زندگی گزارنے کا حق آپ کو کس ناتے دوں؟" وہ بہت تلخی سے کہہ رہی تھی۔ دکھ کے مارے بات کرنا مشکل تھی۔ آنکھوں کی جلن حد تھی۔ مگر سامنے کھڑا شخص بھی تو انتہا کا سنگدل تھا۔ وہ روتی بھی تو شاید اس کے حظ اٹھانے

سامان ہوتا اور یوں بھی ساری رات وقفے وقفے سے وہ یہی کام تو کرتی رہی تھی۔

"مت بھولیں کہ اب ہمارے درمیان ایک کاغذی رشتہ بھی ہے۔" وہ اسے یاددہانی کرا رہا تھا۔

صبا کا جی چاہا کہ وہ چیخ اٹھے۔

"کاغذی رشتہ؟ ــــ"

کسی نے اپنے جگر کا ٹکڑا اس کے حوالے کر دیا تھا اور وہ اسے فقط "کاغذی کارروائی" گردان رہا تھا۔

"اگر یہی آپ کے خیالات ہیں تو پھر میری زندگی عذاب میں ڈالنے سے بہتر ہے کہ آپ باقی سب پر بھی اپنی لوجک واضح کر دیں۔"

"بٹ وائے؟" وہ شانوں کو ہلکی سی جنبش سے اچکا کر استعجابیہ انداز میں بولا۔ "میں نے اپنی مرضی سے یہ فیصلہ کیا ہے، بہت سوچ سمجھ کر اپنی بہن کا مستقبل محفوظ کیا ہے۔ میں کیوں سب کو بتاتا پھروں؟"

"مگر میں ضرور بتاؤں گی۔" وہ مشتعل ہو اٹھی تھی۔ لحظہ بھر اسے دیکھنے کے بعد وہ یوں ہنسا جیسے اس نے بہت بے وقوفانہ بات کہہ دی ہو، پھر آرام سے بولا۔

"یہ بھی کر کے دیکھ لیں۔ مگر ثبوت بھی آپ ہی کو فراہم کرنا ہوگا۔ میں گواہی نہیں دوں گا اپنے لفظوں کی۔"

"آپ اپنے کہے سے نہیں مکر سکتے۔"

"میں مکر جاؤں گا صبا میر!" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ قدرے اونچی آواز میں بولا تھا۔ وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔

"بہرحال آپ اپنے فیصلوں میں آزاد ہیں ــــ میری طرف سے آپ پر کوئی دباؤ نہیں ہے۔ مجھے انفارم کئے بغیر بھی آپ جو چاہیں کسی سے کہہ سکتی ہیں۔" وہ کہتا ہوا اپنے کپڑے لئے ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھا۔

وہ سنگی مجسمے کی طرح ساکت بیٹھی تھی۔ بدن میں جیسے جان باقی نہ رہی ہو۔

اس کے پر کاٹ کر پنجرے کا دروازہ کھولتے ہوئے کتنی فراخ دلی سے وہ اسے رہائی کا اذن دے گیا تھا۔

وہ اس قدر شدید دکھ کے حصار میں تھی کہ اسے رونا بھی نہیں آ رہا تھا۔

موبائل کی بیل نے اس جامد سکوت کو مجروح کر دیا تھا۔

صبا نے خالی نظروں سے سامنے پڑے اس کے موبائل کو دیکھا جس کی روشن اسکرین پر ژالے آفریدی کا نام جگمگا رہا تھا۔

اس کے دل کو ایک دھکا سا لگا تھا۔ بے اختیار اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھایا اور پاور آف کر کے ڈال دیا۔

دروازہ کھٹکھٹا کر سدرہ اندر آئی تھی۔

''حد ہوتی ہے لاپرواہی کی۔ نوفل کمرے میں ہے اور دروازہ کھلا چھوڑ رکھا ہے۔''

ڈریسنگ روم کے بند دروازے پر ڈالتے ہوئے اس نے شرارت سے سرگوشی کی تھی۔ وہ ذرا شرما بھی نہ سکی۔ ایسا رشتہ ہی کہاں بندھا تھا جو وہ نازک احساسات کو محسوس کر پاتی۔ اس کے سے سر جھکا لینے کو سدرہ اس کی حیا کا انداز ہی سمجھی تھی۔

''تم کیا پٹیاں پڑھا رہی ہو میری مسز کو؟'' وہ شرٹ کے کف لنکس بند کرتا باہر نکلا تھا۔

''جس کا تم جیسا شوہر ہو اسے تو واقعی پٹیاں پڑھانی ہی چاہئیں۔'' سدرہ نے کہا۔

''میں تمہارے اس کمنٹ پر سخت احتجاج کرتا ہوں۔ ''مجھ جیسے'' سے کیا مراد ہے تمہاری؟'' اپنی مخصوص پُراعتماد مسکراہٹ کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔

''ایسا شوہر جس کے ہر وقت چوری ہو جانے کا ڈر ہو، وہ تم ''جیسا'' ہی ہوتا ہے۔ ڈر رہے ہو۔'' سدرہ نے کھلے دل سے اسکی تعریف کی تھی۔ ان کی یہ خالہ زاد ان سے کافی کلوز تھی لئے ہنسی مذاق معمول کا حصہ تھا۔

''ڈونٹ ٹیل می۔'' وہ اس کی بات کو انجوائے کرتے ہوئے موبائل اٹھا کر چیک کرنے لگا۔

'بیل کی آواز اس نے بھی تو سنی ہوگی۔' صبا نے سوچا تھا۔

''یہ کیسے آف ہو گیا؟'' وہ بڑبڑاتے ہوئے موبائل آن کر کے سی ایل آئی پر مس ہونے چیک کرنے لگا۔

''اس کے موبائل پر ضرور چیک رکھنا صبا!'' سدرہ نے پھر سے شرارت کی تھی۔

''خدا کا خوف کرو سدرہ! ابھی تو ایک ہی روز ہوا ہے ہماری شادی کو، یہ تو پتہ نہیں، پہلے پر اعتبار کر رہی ہیں یا نہیں۔ تم جلتی پر تیل چھڑک رہی ہو۔'' وہ بات کرنے کے دوران یقیناً کال بیک کر رہا تھا۔

''ہیلو، ڈالے! سوری یار، میں کال ریسیو نہیں کر پایا۔ کیا بات ہے؟'' وہ بات کرتے کمرے سے نکل گیا تھا۔

''صبا! کیا بات ہے؟ بہت ست لگ رہی ہو۔'' سدرہ کو اس کی خاموشی اور غائب دماغی پر تو ہوئی تھی۔ ''کہیں تم میری بکواس پر تو پریشان نہیں ہو رہیں؟ ـــــ ڈونٹ وری یار! ہمارا مذاق چلتا ہے۔ نوفل بہت سویٹ بندہ ہے۔ بہت لِونگ اینڈ کیئرنگ۔ جو ایک بار اس کے حلقہ میں آ گیا، سمجھ لو اس کی محبت کا قیدی بن گیا۔'' وہ اسے بہت پیار سے سمجھا رہی تھی، دلاسہ دے رہی تھی۔ مجبوراً صبا کو ہونٹوں پر مسکراہٹ لانی پڑی۔

''چلو بھئی، ماما کا سخت آرڈر ہے کہ اب نیچے آ جائیں۔'' وہ بولتا ہوا اندر آیا تو سدرہ نے ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کیا تھا۔

''مووی میکر اور کیمرہ مین کہاں ہیں؟'' سدرہ نے پوچھا تھا۔

''وہ ڈاؤن اسٹیئرز ہیں، ابھی نیچے جاتے ہوئے مووی بنائیں گے۔'' کہتے ہوئے ٹائی کی ناٹ لگا اس نے کوٹ پہنا تھا۔

''تو پھر میں چلتی ہوں۔ آپ جناب اپنی مسز کے ساتھ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے فلمی سا سین ریکارڈ کروائیں۔'' سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ اسی وقت آذر کے ہمراہ باقی سب بھی دندناتے کمرے میں چلے آئے تھے۔

''چل بھی پڑو یار! باہر مووی میکر سوکھ رہا ہے تمہارے انتظار میں۔'' اسد نے اسے دیر ہونے کا احساس دلایا تھا۔

''جلدی کرو، بھابی کے گھر والے آ چکے ہیں اور تم دونوں کا بے صبری سے انتظار ہو رہا ہے۔'' ...نے کہا تو صبا کو لگا جیسے رگوں میں منجمد خون پگھل کر پورے وجود میں دوڑ اٹھا ہو۔ خود میں ایک جان پیدا ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ اس کے پیارے آ چکے تھے، اس کو خوشیوں کے ہنڈولوں میں ...انے والے، غموں کی تمازت سے بچانے والے۔

تائی جان کے سینے سے لگ کر وہ دنیا کے غموں سے بے نیاز ہو گئی تھی۔

'ہاں ـــــ ابھی بہت سے لوگ ہیں مجھے چاہنے والے نوفل احمد! میں تمہیں اس گھناؤنے مقصد میں کامیاب ہونے نہیں دوں گی۔' اس نے بے حد تلخی سے سوچا تھا۔

''خدا کرے کہ تم ہمیشہ میرے بھائی کے ساتھ خوش رہو۔ ان کی زندگی کو بھی خوشیوں سے بھر دو۔'' نگین کی محبت کی بے ساختگی میں اسے کہیں بھی کوئی بناوٹ دکھائی نہیں دی تھی۔ اس کے ساتھ انس کھڑا تھا۔ فریش اور بہت خوش و خرم۔

صبا کی نظر دھندلانے لگی۔

انس نے اس کی صبیح پیشانی چوم لی تھی۔

اس کا غم، ہر درد دل میں گھٹنے لگا۔

'کیا کروں، بجھا دوں ان آنکھوں کی جوت کو؟ اُجاڑ دوں ان کی بھی ہنسی؟' اس کے سامنے مطمئن اور پُرسکون سے انس اور نگین تھے۔ وہ بہت غائب دماغی کے ساتھ سب سے مل رہی تھی۔

'یا اللہ! کوئی تو روزن کھلے، کہیں سے تو راہ دکھانے والا جگنو ہاتھ لگے۔'

وہ انس کے ساتھ آ بیٹھا تھا۔

مووی اور تصویریں بن رہی تھیں۔

وہ بہت پُراعتماد اور دوستانہ انداز میں اس کے کزنز کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہا تھا۔

'کیا یہ حقیقت ہے؟ ـــــ اتنا کچھ سہہ کر بھی میرا ضبط قائم ہے؟' اس نے سر جھکا کر اپنی اُلجھی بکھری سوچوں کو ایک نکتے پر مرتکز کرنا چاہا تو مووی میکر کی فرمائش پر کسی نے پھر سے اس کا چہرہ اوپر کر دیا۔ اس کی بھٹکتی نگاہ سامنے بیٹھے گھر والوں پر جا رکی۔

ہنستے مسکراتے یہ چہرے۔

'یہ ہنسی، یہ مسکراہٹ صرف میری خوشیوں کی مرہونِ منت ہے۔ اور اگر ابھی میں اپنا
نوحہ سنا دوں تو ـــــ تو ـــــ؟'
اس کا دل تھم سا گیا تھا۔
'تو ابو کیا کریں گے؟ چچا جان، امی اور انس بھاء؟ ـــــ میرا یہ بہت جذباتی سا [...]
میں جانے کیا کر ڈالے۔ اور نگین، اس بے چاری کا کیا قصور ہے جو ـــــ مگر میرا بھی کیا
لیکن میری زندگی اور ان سب کی زندگیاں ـــــ؟'
زندگی اور زندگیاں۔
ابھی صرف وہ تنہا اس الاؤ میں جل رہی تھی۔ اور اگر ان سب کو بھی حقیقت کی خبر ہو جاتی [...]
کچھ جل کر خاک ہو جانا تھا۔
'تو کیا اتنی ساری زندگیوں کو خارزار پر گھسیٹنے سے بہتر نہیں کہ صرف میری زندگی ہی [...]'
''نہیں کہیں، کوئی بات کریں، مسکرائیں۔'' اس کی سوچوں کے تنے ہوئے تار [...]
تھے۔ مووی میکر کو اس کے سپاٹ تاثرات سے الجھن ہو رہی تھی۔ وہ نوفل سے کہہ رہا تھا۔
''کیا بات ہے ہمارے یار کی۔ یہ ہوتا ہے اصل رعب۔ ورنہ خواتین کی بولتی کون [...]
ہے۔'' آذر نے شریر لہجے میں کہا تو وہ سب ہنسنے لگے۔
''جی نہیں ـــــ پہلی بار ہم سب سے دور ہوئی ہے، اس لئے اداس ہے۔ ورنہ ہماری [...]
صرف باتیں بلکہ مسکراہٹ بھی بہت پیاری ہے۔'' ضحیٰ نے مسکراتے ہوئے جھک کر [...]
نظروں سے صبا کو دیکھا تو شدید بے بسی کے حصار میں گھرتے ہوئے اس نے مسکرانے [...]
کوشش کر ڈالی۔ مگر اس مسکراہٹ میں بہت پھیکا پن تھا۔ کیونکہ اسے بناوٹ نہیں آتی تھی۔ [...]
خالص جذبات و احساسات سے گندھی لڑکی تھی۔
مگر یہ بات نوفل احمد نہیں جانتا تھا کہ وہ اپنی جذباتیت اور انا کے حصار میں گھرا کیا کر
رہا تھا۔

●●●●●

روایت کے مطابق آج ان دونوں کو ''میر ہاؤس'' جانا تھا۔ جب کہ نگین اور انس [...]
والے تھے۔
گھر میں نوفل کا ویسا ہی استقبال ہوا جیسا کہ اکلوتے اور اچھے داماد کا ہوتا ہے۔ وہ
اجنبیت کا احساس دلائے بغیر ان میں بہت دوستانہ طریقے سے گھل مل گیا تھا جیسے سالوں [...]
رہتا آ رہا ہو۔
''یو آر ویری لکی صبا! تمہارا شوہر یقیناً گھر والوں کا پسندیدہ ترین داماد بن جائے گا۔''
بے لاگ تبصرہ کیا تھا۔
صبا کو اس کی بناوٹ اور دھوکہ دہی زہر لگ رہی تھی مگر مجبوری تھی کہ اپنے گھر میں [...]

[...] پیاروں سے وہ اصلیت نہیں کہہ سکتی تھی۔ ورنہ یہاں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوتا جو نجانے کیا
بہا لے جاتا۔ اس کی ایکٹنگ سے گھبرا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔
''میں تھک گئی ہوں۔ کپڑے چینج کر لوں۔''
''بس ـــــ آرام سے بیٹھو۔ خبردار جو ابھی کپڑے بدلے۔ نوفل بھائی نے تمہیں ڈھنگ سے
[دیکھا] بھی کہاں ہو گا۔'' عائزہ نے اسے گھورا تو اس کی ''خوش فہمی'' پر اسے رونے کے ساتھ ساتھ ہنسی
آنے لگی۔
''نہیں یہ سب پسند نہیں ہے۔ تم فکر مند مت ہو۔'' وہ کسی طور بھی وہاں بیٹھ کر اس کی دھوکا دہی کا
[...]ہرہ کرنے کو راضی نہ تھی۔
وہ تینوں صبا کے ساتھ ہی اٹھ آئی تھیں۔
''اب بتاؤ، کیا احوال ہیں تمہارے؟'' عائزہ نے بھنوؤں کو شرارت سے جنبش دیتے ہوئے پوچھا
[...] استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
''یہ لو، یہ حال ہے اس کا۔'' ضحیٰ بدمزہ ہوئی تھی۔
''اچھا نوفل بھائی نے منہ دکھائی میں کیا دیا ہے؟'' لائبہ کو یاد آیا تھا۔ وہاں اتنی بھیڑ بھاڑ میں یاد
[نہیں] رہا تھا، سو اب فوراً پوچھ لیا۔ صبا نے خاموشی سے اپنی داہنی کلائی آگے کر دی جس میں سونے
[کی] طلائی چوڑیوں کے ساتھ بے حد خوبصورت ڈیزائن کے دو کنگن جگمگا رہے تھے۔
''یہ سب؟'' ضحیٰ نے تحیر سے پوچھا تھا۔
''یہ کنگن۔'' وہ مدھم آواز میں بولی۔
''بیوٹی فل۔ چوائس اچھی ہے نوفل بھائی کی۔'' لائبہ نے اس کی کلائی تھام کر کنگن دیکھتے ہوئے
کہا تھا۔
''واقعی، ممی کو بھی انہوں نے ہی پسند کیا تھا۔'' ضحیٰ ہنسی تھی۔
'ہاں ـــــ بہت اچھے پلان میکر ہیں وہ۔'
اس کا دل دکھ رہا تھا۔
'کیا تھا جو اتنے خوب صورت دکھائی دینے والے شخص کا دل بھی اتنا ہی خوب صورت ہوتا۔
[...] رنگت رکھنے والے شخص کا دل کتنا سیاہ ہے۔ اس سے تو صرف میں ہی واقف ہوں۔'
وہ ان کی طرف توجہ دیئے بغیر کپڑے لئے باتھ روم میں گھس گئی تھی۔ پانی کے ساتھ اس نے
[اپنے] آنسو بھی بہائے تھے۔
وہ خود کو بے کسی اور بے بسی کے عروج پر پا رہی تھی۔ ذہن کوئی بھی فیصلہ کرنے میں ناکام ہو رہا
[تھا] مگر یہ تو طے تھا کہ وہ انس کا گھر کسی طور برباد نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔
'تو پھر مجھے انتظار کرنا چاہئے اس شخص کی قلعی سب کے سامنے کھلنے کا۔ کوئی ثبوت میرے ہاتھ
[لگ] جائے تو تب میں آہستہ آہستہ سب کے سامنے اس کی اصلیت واضح کرتی رہوں گی۔ اور جب

ساتھ ثبوت بھی ہوگا تو پھر کوئی بھی مجھے جھٹلا نہیں پائے گا۔' اس نے خود کو طفل تسلیوں سے ہر ممکن کوشش کر ڈالی تھی۔ اب جب کہ زندگی طوفان میں لے ہی آئی تھی تو حوصلے اور ہمت کا مقابلہ کرنے کی ضرورت تھی۔

وہ شاور لینے کے بعد کپڑے تبدیل کر کے نکلی تو کمرے میں صرف ضحیٰ ہی رہ گئی تھی۔ بیڈ پر نیم دراز وہ اسے خاموشی سے تولیے سے رگڑ کر بال خشک کرتے دیکھ رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" اس کی خاموش نظروں سے صبا اندر ہی اندر جز بز ہوگئی تھی۔ ضحیٰ نے

"میں دیکھ رہی ہوں کہ اس شادی کے بعد تمہارے اندر کیا تبدیلی آئی ہے۔"

"شادی کے بعد کیا انسان کے سینگ نکل آتے ہیں؟" صبا نے اس کا مذاق اڑانے والے میں کہا تھا مگر وہ اسی سنجیدگی سے بولی تھی۔

"میرا تجربہ تو نہیں مگر مشاہدہ ضرور ہے۔ نگین کو دیکھا ہے تم نے، کس قدر فریش لگ رہی ہے۔ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں سے جدا نہیں ہو رہی۔ اور تم تو مووی میکر کے کہنے پر بھی رہی تھیں جیسے کسی نے کنپٹی پر پسٹل رکھ دیا ہو۔"

"ایک تو تم فضول باتیں بہت کرتی ہو۔" صبا نے پنکھے کی تیز ہوا میں بال خشک کرتے کی بات کو نظر انداز کر دیا تھا۔

"تم تو نوفل بھائی سے شادی پر رضامند نہیں تھی۔ تب میں نے اس بات کو مذاق تھا ـــــ اب میں نے دیکھا کہ نوفل بھائی خوش اور مطمئن ہیں اور تم پہلے کی نسبت ڈل اور سی ہو۔"

ضحیٰ اس کے سامنے آ گئی تھی۔

اس کی ہمدم و غم گسار۔

بچپن سے لے کر کل تک وہ اپنی ہر بات اس سے کرنے کی عادی تھی۔ اس کے مشورے کام کرتی تھی۔

مگر اب اسے معلوم ہوا تھا کہ کچھ باتیں صرف دل کے نہاں خانوں میں چھپا کر رکھنے ہوتی ہیں۔ ان کا کسی کو پتہ نہ چلنا ہی سب کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ ضحیٰ کی جذباتی طبیعت تھی۔ ابھی پہلے تو جا کر نوفل سے دو دو ہاتھ کرتی اور پھر سارے میں خبر پھیلا دیتی۔

"تو یہ تمہارا قصور ہے نہ کہ میرا؟" صبا نے بہت ہمت کرتے ہوئے اس کی آنکھوں تھا۔ اس لمحے اسے نوفل پر رشک آیا تھا، کس دھڑلے سے وہ سب کی آنکھوں میں آنکھیں "سچ" کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

"تم خوش ہو نا صبی ـــــ؟"

ضحیٰ کا دل جانے کیسے واہموں سے بھرا ہوا تھا۔ صبا کو سدا کی لاپرواہ سی ضحیٰ پر پیار آ کے لیے کتنی پریشان اور سنجیدہ ہو رہی تھی وہ۔

"میں بہت خوش ہوں ضحیٰ! ـــــ بہت خوش۔" اس کا ہاتھ تھام کر کہتے ہوئے صبا نے اس سے شاید خود کو یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔ مگر برا ہو اس آواز کا جو برے وقت میں بھرا گئی۔ وہ ضحیٰ کے گلے لگ گئی تھی۔

"بس، تم سب کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی۔ اتنا پیار پایا ہے اس گھر سے، یہاں کے مکینوں کو بھولنے میں ٹائم تو لگے گا نا۔" وہ ضبط کرتے ہوئے بھی رو دی۔ ضحیٰ کون سا جذباتیت میں کسی سے کم تھی، وہ بھی زور و شور سے اس کا ساتھ دینے لگی۔ دل ہلکا ہو جانے کے بعد وہ اس سے الگ ہوئی تو ایک دوسرے کو دیکھ کر دونوں بے ساختہ ہنس دیں۔

"چلو، چل کر چائے پیتے ہیں۔" ضحیٰ نے کہا تو وہ انکار کرتے کرتے رہ گئی۔ ابھی ضحیٰ نے اس کی خاموشی کو نوٹ کیا تھا۔ اس کی اکتاہٹ اور سوگواری گھر والوں کو پریشان کرنے کا موجب بھی بن سکتی تھی۔ سو وہ دوپٹہ سر پر ٹکاتی اس کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی جہاں اس وقت چائے کا دور چل رہا تھا۔

وہ عائزہ اور لائبہ کے پاس جا بیٹھی۔

سامنے ہی نوفل بیٹھا تایا جان سے بزنس کے امور سے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔ وہ اس کی طرف دیکھنے سے احتراز کرتی لائبہ کی طرف متوجہ ہو گئی جو شادی کے دوران ہونے والے دلچسپ واقعات سنا رہی تھی۔

تائی جان، چچی جان، مریم پھپھو ـــــ سبھی اس کی گرویدہ ہو گئی تھیں۔

نوفل یہ نوفل وہ، اتنا سلجھا ہوا، فرمانبردار، نیک۔ تایا جان اور چچا جان کو وہ بہت ذہین لگا تھا۔ کیونکہ وہ کاروباری باریکیوں سے بہت اچھی طرح آگاہ تھا۔ اور اوپر سے اس کے لب و لہجے کا ٹھہراؤ اور احترام کسی طور بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں تھا۔

"کچھ بھی کہیں جناب! سودا بہت کمال کا ہوا ہے۔ خالو جان نے کھوٹے سکے کے بدلے ہیرا پایا ہے۔" چاند نے انس اور نوفل پر کمنٹ دیا تو وہ سلگ کر رہ گئی۔

بڑوں کے اٹھ جانے کے بعد صرف ینگ جنریشن ہی وہاں بیٹھی رہ گئی تھی۔ مگر پھر بھی وہ کچھ بول نہ پائی تھی۔

"یہ تو جب انس بھائی آئیں گے تب میں ان کو بتاؤں گی۔" ضحیٰ نے دھمکایا تو وہ تمسخرانہ انداز میں پوچھنے لگا۔

"کیا بتاؤ گی؟"

"یہی کہ ان کی غیر موجودگی میں ان کے پارٹی ارکان نے لوٹا بن کر دوسری پارٹی جوائن کر لی ہے۔" اس نے اطمینان سے کہا تھا۔ چاند اسے گھور کر رہ گیا تھا۔

"یہ تو بہت زیادہ ہے۔ اب انس میرا بہنوئی ہے۔" نوفل مسکرا رہا تھا۔

"بس جی ـــــ قسمت۔" احمر نے آہ بھری تھی۔

"اونہوں ــــــ" معید نے ہنکارا بھرا تھا۔

"کیا مجال ہے جو معید بھائی ایک بات بھی سن لیں انس بھائی سے متعلق۔" وجدان بھرے انداز میں کہا تھا۔

"یہی تو محبت ہے۔" نوفل نے کہا تو عماد نے فوراً پوچھ لیا۔

"تم یقین رکھتے ہو محبت پر؟" یہ پہلی براہ راست گفتگو تھی جو ان دونوں کے مابین تھی۔ نوفل نے لب بھینچے، پھر مسکرایا۔

"مل جائے تو بہت اچھی، ورنہ بکواس۔" اس کی عجیب سی منطق پر شور مچ گیا تھا۔

"بھئی فی زمانہ تو اس چیز کی کوئی وقعت نہیں جسے آپ محبت کہتے ہیں۔" نوفل کے ا... کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

کوئی اور وقت ہوتا تو ضحیٰ اس کے یوں محبت کو "چیز" کہنے پر لمبی بحث کا آغاز کر دیتی اس کا روم روم نوفل کی حمایت کر رہا تھا۔

"آج کل انسان کے پاس صرف روپیہ ہونا چاہیے۔" اس کے لہجے کی تلخی کو صرف محسوس کر پایا تھا۔

"اور میں کہتا ہوں کہ انسان کے پاس صرف ٹائم ہونا چاہیے۔" عماد کی بات پر قہقہہ... اس کی ہر موڑ پر محبت میں مبتلا ہو جانے والی عادت سے وہ سبھی واقف تھے۔

"اس کا مطلب ہے کہ نوفل کو محبت پر یقین نہیں ہے۔" عماد نے مسکراتے ہوئے کہا خفیف سے انداز میں شانے اچکاتے ہوئے چائے کا کپ لبوں سے لگا لیا۔

"اور آپ کیا کہتی ہیں لیڈی؟ آپ تو نئی نئی اس میدان میں وارد ہوئی ہیں۔" وہ ا... طرف پلٹ گیا تھا۔ سبھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ لحظہ بھر کے توقف کے بعد وہ اطمینان...

"میرے پاس ماشاء اللہ سے پہلے ہی محبت کا بہت سا اسٹاک جمع ہے۔ اس لئے نئی... لئے ٹائم نہیں ہے۔"

نوفل کے ذہن کی طنابیں کھنچ گئی تھیں۔

"واہ بھئی، یہ کہاں کا انصاف ہوا؟ پرانی محبتوں کو دل کے نہاں خانوں میں رکھنا اچھی... مگر نئی محبت کا در تو ہمیشہ وا رہنا چاہیے۔" عماد نے کہا تو نوفل کو لگا جیسے وہ در پردہ صبا کو... اسے دوغلے پن اور دھوکا دہی کی زندگی گزارنے کی ترغیب دے رہا ہو۔ وہ کوئی جواب د... کر رہ گئی۔

"لو بھئی، یہاں تو سبھی بہت پریکٹیکل مائنڈڈ بندے بیٹھے ہیں۔ محبت کو فالتو اور وقت... سمجھنے والے۔" عماد کو سخت مایوسی نے گھیرا تھا۔

"خیر ایسا بھی نہیں ہے۔ میں نے تو محبت سے بڑی اور سچی حقیقت اور کوئی نہیں پائی... اپنے عقیدے سے ہو یا کسی انسان سے۔" بہت غیر متوقع طور پر معید نے اپنی رائے دی... لہجے میں اس قدر سنجیدگی تھی کہ سب کو اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

"ایک دوسرے پر اعتماد و اعتبار کے سہارے بڑے سے بڑے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا، ایک دوسرے سے جڑے رہنا محبت ہے۔" وہ کہہ رہا تھا اور ضحیٰ کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس کو سنا رہا ہو۔

"اور مجھے تو کسی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ زندگی میں ایک بار ہوتی ہے اور پھر قائم و دائم رہتی ہے۔ چاہے کیسی ہی مشکلات کیوں نہ درپیش ہوں۔ اور بطور ریفرینس یہ نظم سنائی کہ!

محبت کرنے والوں کی نگاہیں بھی
ہوا میں ڈولتی خوشبو کی صورت
منظروں میں اپنے ہونے کی نشانی چھوڑتی ہیں
چاندنی راتوں میں جیسے چاند کی کرنیں
سمندر کے بدن میں نغمگی آباد کرتی ہیں
محبت کرنے والوں کے تعلق اور ان کی
ڈوریاں سب سے انوکھی ہیں"

یہ تو سراسر ذاتیات پر اترنے والی حرکت کی تھی معید نے۔ اس کا جی چاہا چائے سے بھرا کپ اس کے مسکراتے ہوئے چہرے پر الٹ دے۔

اب نئے سرے سے معید کی حمایت اور مخالفت میں بحث شروع ہو گئی تھی۔ ضحیٰ بالکل خاموش بیٹھی اپنے کپ کو گھورے جا رہی تھی۔

"یہ تو ایک اٹل حقیقت ہے نوفل! جسے تم کوئی اہمیت دینے کو تیار ہی نہیں ــــــ یوں ہمارے ساتھ بیٹھ کر اس قدر بے تکلفی اور دوستانہ پن کا مظاہرہ کرنا محبت ہی ہے، مجبوری نہیں کیونکہ مجبوری کو نبھانا لازم نہیں ہوتا۔ البتہ محبت بے اختیار نبھائی جاتی ہے۔ اور تمہارے بارے میں تو مشہور ہے کہ تتلیاں اکٹھی کرنا تمہارا جنون ہے۔" چاند نے اس کی ذات کو تہ در تہ بے نقاب کرنے کی ہلکی سی کوشش کی تھی۔

"آف کورس یار! میں کب مکرتا ہوں۔ میری ماں، میری بہن، مجھ سے وابستہ رشتے، ان سب سے مجھے بہت محبت ہے۔"

"سن لو صبا! تمہارا نام اس نے چن کر نہیں لیا۔" احمر نے شرارت سے کہا تو وہ سلگ اٹھی۔ یوں چھوٹی چھوٹی باتوں میں دوسروں کو پسپا کر کے سب کے سامنے سنبھلنے کے لئے چھوڑ دینا اسے زہر لگتا تھا۔ وہ مگر بہت اطمینان سے بولی۔

"تو اس میں ایسا کیا خاص ہے؟ میں بھی یہی کرتی۔"

"چچ ــــ چچ ــــ بہت خراب حالات ہیں ان کے۔" احمر نے تاسف سے کہا تو صبا کو دزدیدہ نظروں سے نوفل کو لب بھینچتے دیکھ کر بہت سکون ملا تھا۔

ٹھیک ہے تو یونہی سہی نوفل احمر! اگر تم میرے لئے بے تاب نہیں تو مجھے بھی تمہارے لئے بے

قراری دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"یہ سب تو بہت ٹھس ہیں محبت کے معاملے میں ـــــ چلو بھئی چاند! تم ہی کوئی سناؤ۔" نعمان نے اکتا کر فرمائش کی تھی اور وہ تو یوں بھی ہر وقت اپنے ٹیلنٹ کا مظاہرہ کر رہتا تھا، فوراً گٹار ہاتھوں میں لئے شروع ہو گیا۔

"نہ تو آئے گی، نہ ہی چین آئے گا
میرے آنگن کی ہری بیلوں کا، پتا پتا
سوکھتا جائے گا، نہ تو آئے گی، نہ ہی چین آئے گا"

اس نے بہت خوب صورت انداز میں گانا سنایا تو سب نے دل کھول کر داد دی۔

"اتنی ناامیدی ٹھیک نہیں ہوتی۔ وہ ضرور آئے گی۔ اور تمہارے آنگن کی سوکھتی بیلیں پھر سے ہرے ہو جائیں گے۔" احمر کی تمام تر ہمدردیاں اس کے نام تھیں۔

"دل میں کسی کی راہ تکے جا رہا ہوں میں
کتنا حسیں گناہ کئے جا رہا ہوں میں
مجھ سے لگے ہیں عشق کی عظمت کو چار چاند
یہ جرم گاہ گاہ کئے جا رہا ہوں میں"

عماد کے انداز میں شرارت تھی۔ اس کے "گاہ گاہ" سے سبھی محظوظ ہوئے تھے۔

"چلو بھئی صبا! اب تمہاری باری ہے۔ اپنی بیاض کھولو۔" عائزہ کو شرارت سوجھی۔

"میں ـــــ؟" وہ سٹپٹائی تھی۔

"ہاں، تم سناؤ گی ـــــ بھلا کس کے لئے؟" عماد نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا
بھر کے توقف کے بعد وہ پُرسکون انداز میں بولی۔

"آپ کے لئے۔"

بھری محفل میں اتنی بڑی جرأت ـــــ نوفل کو جھٹکا سا لگا تھا۔

باقی سب بھی متجسس تھے۔ مگر جب اس نے نظم سنانا شروع کی تو سب کو اس کا پس منظر ہنسی آنے لگی۔

"کسی لڑکی سے مت کہنا
کہ اس سے پیار کرتے ہو
اگر بے دھیانی میں بھی یہ اقرار بیٹھے
کسی سے پیار کر بیٹھے
تو پھر وعدوں کی ڈوروں میں اُلجھ جاؤ گے
تمہارے پیار کا اس کو اگر احساس ہو جائے
تو ہو سکتا ہے کہ تم اس کا رنگ و روپ بن جاؤ

محبت کے سفر میں شاید ایسا موڑ آ جائے
کہ تم ناراضگی کا برملا اظہار کر بیٹھے
کوئی انکار کر بیٹھے
تو یہ سمجھ لو، کوئی شیشہ، کوئی دل ٹوٹ جائے گا
کہ ان کے دل بہت نازک، بہت کمزور ہوتے ہیں
کسی لڑکی کے دل کا ٹوٹنا بھی موت ہوتی ہے
کسی لڑکی سے مت کہنا"

وہ بہت سنجیدگی سے اسے مشورہ دے رہی تھی۔ عماد خجل سا سر کھجانے لگا۔ اپنی عادت سے واقف تھا۔

"یعنی جو جرم تم "گاہ گاہ" کئے جا رہے ہو اسے ایک ہی "گاہ" پر محدود کر دو۔" احمر نے لقمہ دیا تھا۔ اور پھر وہ سب عماد کی کھنچائی میں مصروف ہو گئے۔ صبا کو بہلنے سے اُٹھ کر تائی جان کے کمرے میں جاتے دیکھ کر نوفل سُلگ کر رہ گیا۔

خود بھی ابھی تک انہی لفظوں کے گھیراؤ میں تھی۔

آج کتنے ہی دنوں بعد پھر سے ہلکے ہلکے درد نے دل کو جکڑنا شروع کر دیا تھا۔

"بھلا مجھ سے بڑھ کر کون جا سکتا ہے کہ اس "موت" سے گزرنا کیسا ہے جسے لوگ بڑے آرام سے دل کا ٹوٹنا کہہ دیتے ہیں۔"

وہ بھی تھکن کا بہانہ کر کے اٹھ گئی تو پھر محفل برخاست ہونے لگی۔

وہ کمرے میں آئی تو نوفل بستر پر نیم دراز کوئی کتاب دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنے کمرے میں اپنے روبرو پا کر صبا کو عجیب سے احساس نے گھیرا تھا۔

جیسے کوئی فسانہ یا کوئی خواب۔

واقعی ـــــ ایک خواب ہی تو تھا ورنہ اس کے "اپنا" ہونے کا کوئی احساس، کوئی سرخوشی تو اپنے حصار میں نہیں لیتی تھی۔ مگر خود کو سنبھالنے کے لئے تو وقت چاہئے تھا نا۔

وہ آئینے کے آگے کھڑی بہت احتیاط کے ساتھ بال سمیٹ کر چٹیا بنانے لگی۔ نوفل کی نگاہ بے اختیار اس کے سراپا میں اٹکی تھی۔

کومل و نازک سا سراپا۔

گھٹنوں کو چھوتے سیاہ بال۔

چہرے پر چھائی ملاحت اور معصومیت۔

"کوئی بھی تو کمی نہیں۔ مگر پھر بھی کتنی بڑی "کمی" ہے تم میں صبا میر!" وہ تلخی سے سوچتا پھر سے کتاب اٹھا کر ورق گردانی کرنے لگا تھا۔

صبا کو اس کے جاگتے ہوئے بستر پر لیٹنا عجیب سا لگ رہا تھا۔ وہ ایک کنارے پر ٹک کر بیٹھ گئی۔

وہ اس کا گریز بھانپ گیا تھا، یونہی کتاب کے صفحات الٹتا بہت پُرسکون مگر جتانے وا
میں بولا۔

"فاصلے تب تک نہیں سمٹتے جب تک کہ انہیں مٹانے کا ارادہ نہ ہو۔ آپ آرام سے سو جا
کیونکہ میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

وہ بھک سے اُڑ گئی۔

اتنی کھلی تذلیل۔ اس قدر گھٹیا گفتگو۔

"ایسا کر کے تو آپ مجھ پر احسان ہی کریں گے۔ کیونکہ آپ کو اگر کوئی ایسی چاہت نہیں
بھی آپ کی نام نہاد توجہ کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔

اور اس فوری غصے کا یہ فائدہ ہوا کہ وہ اس کے مطالعے کی پرواہ کئے بغیر لائٹ آف کر کے
بلب آن کرتی بستر پر آ کر کروٹ بدلتی لیٹ گئی تھی۔

ساری جھجک، غصے کی تہوں میں دب کر رہ گئی تھی۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ غم کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو، نیند سے پہلے تک ہے۔

وہ جتنی دیر جاگتی رہی، کڑھتی، سلگتی رہی۔ آنسوؤں کے لاوے کو اندر دھکیلتی خود کو کمزور نہ
کا درس دیتی رہی تھی ـــــ اور پھر جانے کب نیند کے دبوچتے ہی ہر غم، ہر احساس سے عا
میں چلی گئی۔ یہ جانے بغیر کہ اسی بستر پر نیم دراز دوسرا وجود کس قدر مضطرب اور اپنے آپ میں
رہا ہے۔

●●●●●

خوشیوں بھرے دن گزرتے تو ایک پل لگتا ہے۔ یہ تو غموں کے دن ہیں جو پوری عمر پر محیط
ہیں۔

زیست وقت کے شانوں پر
جب بوجھ ہونے لگے تو
جیون کی کٹھنائیوں میں الجھ کر
یہ دل!
سارے ضبط، سارے حوصلے کھونے لگے تو
پھر صبح بہاراں بھی
خزاں کی شام لگتی ہے

صبا کو ایک صالحہ بیگم کا مشفق وجود غنیمت لگتا تھا۔ ورنہ نوفل کی اول روز سے بے اعتنائی او
پروائی تو شاید اس کی جان لے چکی ہوتی۔ اتنے بڑے گھر کی تنہائی پاگل کر چکی ہوتی۔ شادی کو ا
بمشکل دو ہفتے گزرے تھے اور اس نے آفس جانا شروع کر دیا تھا۔ اور توجیہہ بھی بہت معقول تھی۔

"سارا بزنس میرے سر پر ہے۔ انکل کے ڈیلی گیشن کی میٹنگ کب سے روک رکھی ہے

ہو جائے گا۔"

"تو ہو جائے نقصان۔ مگر اتنے خوب صورت دنوں کو دو اور دو چار میں مت گنواؤ۔" صالحہ بیگم
نے صبا کو بہت مان دینا چاہا تھا۔ وہ دل میں اس ستم ظریفی پر ہنس کر رہ گئی۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان
کا بیٹا یہ سب اپنی مرضی سے کر رہا تھا۔ اس سے بھاگتا پھر رہا تھا۔ مجبوری کا سودا نبھانے کا یارا جو نہ
تھا۔

"امی! آپ بھی نا بس۔ بات فقط روپے پیسے کی نہیں، زبان کی ہے۔ بزنس میں کانٹریکٹ سائن
کرنا پڑتا ہے۔ ہر کام وقت پر ہونا چاہیے۔" وہ انہیں بہلا رہا تھا۔

صبا کھانے کی ٹیبل پر بیٹھی خاموشی سے ان دونوں کی گفتگو سن رہی تھی۔

"یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں کہ ہر کام وقت پر ہونا چاہئے۔ ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے
ہیں کہ تم بزنس میں سر کھپانے لگ گئے ہو۔ اتنا نہیں ہوا کہ صبا کو کہیں گھمانے ہی لے جاؤ۔" انہیں
واقعی نوفل کی روٹین پسند نہیں آئی تھی۔

"کل بھی تو یہی کرنا تھا نا۔ اس لئے ابھی سے روٹین سیٹ کر لی ہے۔ گھومنے پھرنے کے لئے تو
زندگی پڑی ہے۔" وہ لاپرواہی سے کہہ رہا تھا۔

جتنا صالحہ بیگم اس پر زور دے رہی تھیں، اتنی ہی صبا کو شرمندگی ہو رہی تھی۔ اب انہیں کیا معلوم
تھا کہ یہاں "مان" رکھنے والے جذبات ہی ناپید تھے۔

"بہرحال، اب میں نے کہہ دیا ہے تو سمجھ لو کہ کانٹریکٹ سائن ہو گیا۔ اب یہ سوچنا تمہارا کام
ہے کہ تم لوگ سیر و تفریح کے لئے کہاں جانا پسند کرو گے۔ کیوں صبا؟" انہوں نے اٹل انداز میں
کہتے ہوئے اچانک ہی صبا کی بھی رائے طلب کی تو وہ گڑبڑا گئی۔

"جی ـــــ میں کیا کہہ سکتی ہوں؟"

"امی! سمجھا کریں نا ـــــ ابھی تو اتنی ساری دعوتوں کے انویٹیشنز آئے ہوئے ہیں، یوں سب
کچھ چھوڑ چھاڑ کر تو نہیں نکل سکتا نا ـــــ اور پھر آپ کو بھی تو یوں تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔" وہ یقیناً
بہانے گھڑ رہا تھا۔

"یہ تو لاپرواہ ہے صبا! اب تمہیں ہی سب کچھ دیکھنا ہے، جو دل چاہے منوایا کرو۔" وہ اب صبا کو
سمجھا رہی تھیں۔

"کمال ہے امی جان!" وہ کھانا چھوڑ کر ہنس دیا تھا۔ "آپ دنیا کی واحد ساس ہیں جو اپنی بہو کو
یہ اختیارات دے رہی ہیں۔"

"میری بہو بھی تو بہت پیاری ہے۔" وہ ان چند دنوں میں واقعی صبا کی سنجیدہ مگر محبت کرنے والی
طبیعت کی گرویدہ ہو گئی تھیں۔

"چہروں پر مت جائیں، ان سے بڑا دھوکے باز اور کوئی نہیں ہوتا۔" وہ بظاہر مسکراتے ہوئے کہہ
رہا تھا مگر اس کے لہجے میں چھپے نوکیلے بھالے صبا کو اپنے دل میں کھبتے محسوس ہوئے تھے۔

خود وہ بھی تو تہ در تہ کئی نقاب اوڑھے ہوئے تھا۔

"کوئی نہیں۔ طبیعت کی بھی بہت پیاری ہے۔" صالحہ بیگم نے اسے فہمائشی نظروں سے ہوئے کہا تھا۔ وہ ان کی بات پر سر ہلا کر دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

صبا دل مسوس کر رہ گئی۔

چلو، اب بہن کے مستقبل کی خاطر یہ قدم اٹھا ہی لیا تھا تو کیا وہ اس لائق بھی نہیں تھی کہ بے اختیارانہ نگاہ کی حق دار ہی ہو جاتی۔ ہزاروں لوگ بہت سے مفادات کی خاطر شادی کرتے مگر مفادات اپنی جگہ اور بیوی سے محبت اپنی جگہ۔

لیکن یہاں تو معاملہ ہی اور تھا۔

صبا سے صرف اس کا مفاد وابستہ تھا، دل نہیں۔

"بہر حال، تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس تمہاری پھپھو ہیں، اور یہ لوگ اطمینان سے اپنا پروگرام بناؤ۔ بلکہ میرا تو خیال ہے کہ سنگاپور چلے جاؤ۔ تمہیں تو یوں بھی ہی تھا، صبا کو بھی ساتھ لے جاؤ۔" وہ بڑے آرام سے سارا مسئلہ حل کر گئی تھیں۔

"خدا کو مانیں امی! یہ خالصتاً بزنس ٹرپ ہے۔ اور ابھی تو اس میں کافی ٹائم ہے۔ یہاں ا بکھیڑے ہیں کہ سنگاپور جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اس نے اس بار سنجیدگی سے کہا اور گ لبوں سے لگا کر پانی پینے لگا۔

اس کے اس قدر قطعی انداز پر صالحہ بیگم نے بہت حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔ انہوں نے انس کی نگین کے لئے بے تابی دیکھی تھی اور انس ہی پہ کیا موقوف، ان نئے دنوں میں تو ہر دولہا ہی اپنی کے لئے دیوانگی دکھاتا ہے۔ مگر نوفل انہیں پہلے سے زیادہ سنجیدہ لگا تھا۔

انہوں نے صبا کی طرف دیکھا، وہ اپنی پلیٹ پر یوں جھکی ہوئی تھی جیسے اس سے ضروری اور کام ہی نہ ہو۔

انہیں نگین کی شوخیاں اور شگفتگی یاد آنے لگی۔

شادی تو ایسا بندھن ہے جو بے پناہ سنجیدہ بندے کو بھی بدل دیتا ہے۔ آنکھوں میں چمک بھر چہرے پر گلاب کھلا دیتا ہے۔

پھر یہاں ایسا کیوں نہیں ہے۔ صبا کی خاموشی نظر انداز کئے جانے کے قابل تو نہ تھی۔ اندیشوں میں گھرنے لگیں۔

کھانا بہت خاموشی سے ختم کیا گیا تھا۔ صبا نے صالحہ بیگم کے منع کرنے کے باوجود نوری کے ساتھ مل کر برتن سمیٹے اور پھر چائے بنانے کھڑی ہو گئی۔

نوری تیزی سے برتن دھوتے ہوئے اتنی ہی تیزی سے زبان بھی چلاتی جا رہی تھی۔ اس کی سادہ اور کچھ کچھ بے وقوفانہ سی طبیعت صبا کو بہت پسند تھی۔ سو وہ اب بھی دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"امی! آپ غلط سمجھ رہی ہیں ــــ ہم دونوں بہت خوش ہیں۔"

ان کے قدم ٹھٹکے تھے۔ نوفل کہہ رہا تھا۔

"تو پھر اس گھر میں اتنی خاموشی کیوں ہے؟ اب مجھے احساس ہو رہا ہے کہ اتنے دن ہو گئے، میں نے صبا کو کبھی ڈھنگ سے سجتے سنورتے نہیں دیکھا۔ کبھی اونچی آواز میں ہنستے نہیں سنا۔" صالحہ بیگم کہہ رہی تھیں۔

"اب اس بارے میں، میں کیا کہہ سکتا ہوں؟ صبا کی نیچر ہی ایسی ہے۔" وہ یقیناً اس تفتیش کے لئے تیار نہیں تھا، گڑبڑا گیا۔ مگر صالحہ بیگم یقیناً ان کی طرف سے کھٹک گئی تھیں۔

"اس کی نیچر تو چلو ایسی ہی ہو گی، اپنے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ یوں لگتا ہے جیسے تمہاری شادی کو دو ہفتے نہیں، دو سال ہو گئے ہیں۔" انہوں نے بے لچک انداز میں کہا تھا۔

نوفل کی آواز قدرے توقف کے بعد اُبھری۔

"امی! ذمہ داری کا احساس انسان میں بہت تبدیلی لے آتا ہے۔"

"ایسی کون سی ذمہ داری آن پڑی ہے تم پر؟ اور پھر اس بات کا شادی سے کیا تعلق؟ یہی دن تو تے ہیں گھومنے پھرنے، خوشیاں انجوائے کرنے کے۔ آخر بات کیا ہے نوفل؟ میں نے تمہیں لے کے ساتھ بے حد خوش دیکھا تھا تو خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ تم اپنے پرانے روپ میں لوٹ آئے کر اب تو تم پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہو گئے ہو۔ صبا سے شادی کا فیصلہ تم نے سو فیصد اپنی مرضی سے کیا تھا۔ پھر تم دونوں میں وہ بات کیوں دکھائی نہیں دیتی جو انس اور نگین میں ہے؟"

وہ بخشنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔ انہیں غصے میں دیکھ کر ہی وہ دھیما پڑا تھا۔

"سوری امی! شاید میں ہی غلط ہوں۔ آئی پرامس یو، اب آپ کو کوئی شکایت نہیں ہو گی۔ میں تو لے سنجیدہ بننے کی ایکٹنگ کر رہا تھا کہ شادی کے بعد آدمی کو ذرا سوبر دکھائی دینا چاہئے۔ مجھے کیا لا کہ آپ اتنی سی بات کو دل پر لے لیں گی۔"

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے نوفل! پرائی بچی کو گھر میں لا کر ناقدری کرنا کہاں کا انصاف ہے؟"

"صبا نے آپ سے شکایت کی ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"وہ بے چاری کیا کہے گی۔ میری بھی آنکھیں ہیں۔ میں بھی تمہارے اطوار دیکھ رہی ہوں۔" ہانے صبا کو بری کیا تھا۔

"کیونکہ اسے مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ آپ تو یونہی پریشان ہو رہی ہیں۔" وہ اب سکون کہہ رہا تھا اور دروازے سے باہر کھڑی صبا کا جی چاہا کہ وہ اندر جا کر تمام حقیقت صالحہ بیگم کو بتا نوفل کی پول کھول دے جو اتنا فرمانبردار اور نیک بنا بیٹھا تھا۔

"اور میں اس کے منہ سے کوئی شکایت سننا بھی نہیں چاہتی۔" انہوں نے تنبیہی انداز میں کہا۔

شاید ان کی گفتگو جاری رہتی۔ مگر برا ہو نوری کا جو کچن ہی سے با آواز بلند بولتی چلی آ رہی تھی۔ بلوں سے چائے کی ٹرالی لئے اندر چلی آئی۔

"یہ دیکھو، ابھی ہاتھوں کی مہندی بھی ماند نہیں پڑی اور یہ کچن کے کاموں میں الجھ گئی ہے"
بیگم الجھ کر رہ گئی تھیں۔
"اپنے گھر کے کام میں کل اور آج کیا؟" اس نے اپنا ضبط آزماتے ہوئے چائے کا کپ
تھمایا اور دوسرا کپ نوفل کی طرف کھسکا دیا۔
"جیتی رہو۔" صالحہ بیگم حقیقتاً اس سے بہت خوش تھیں۔
صبا کا جی چاہا ان سے کہے کہ مجھے صرف جینے کی نہیں، دائمی خوشیوں کی دعا دیں۔
"اپنے لئے چائے نہیں بنائی بیٹا؟" انہوں نے پوچھا تھا۔
"مجھے اتنی گرمی میں چائے اچھی نہیں لگتی۔" وہ مدھم سُروں میں بولی تھی۔
"اسی لئے تو ان کا رنگ اتنا گورا ہے۔" نوری نے دانت نکوسے تھے۔
"یہاں چائے کی بات ہو رہی ہے نوری بی بی! کسی کریم کی نہیں۔" نوفل نے اسے
کرائی تھی۔
"انہیں تو کریم لگانے کی ضرورت ہی نہیں ـــــ ہاتھ لگانے سے میلی ہوتی ہیں۔" نوری
بھی نئے کپڑوں، ہلکے پھلکے زیورات اور مہندی سے سجی صبا بہت اچھی لگتی تھی، سو دل کھول کر
کر ڈالی۔
"ماشاء اللہ بولتے ہیں نوری!" صالحہ بیگم نے اسے ٹوکا تھا۔
جب کہ صبا کا مارے خجالت کے برا حال تھا۔ بھلا یوں کسی نے کب تعریف کی تھی۔ ا
اچٹتی نگاہ کو اس کے رخساروں کی تمتماہٹ نے منجمد کر دیا تھا۔ بہ مشکل وہ اپنی نگاہ کو اس کے
ہوئے چہرے کی گرفت سے آزاد کر پایا تو چائے کا کپ لئے اٹھ کھڑا ہوا۔
"میں ذرا نیوز دیکھ لوں۔"
اس کے جاتے ہی صالحہ بیگم نے نوری کو بھی چھٹی دے دی۔ پھر وہ صبا کی طرف متوجہ ہو
"صبا بیٹا! خوش تو ہو نا یہاں؟" انہوں نے بہت دوستانہ انداز میں پوچھا تھا۔
صبا کا جی چاہا ان سے لپٹ کر رو دے۔ انہیں بتا دے کہ ان کا سنگ دل بیٹا کس طرح
عزتِ نفس کی دھجیاں اُڑا گیا تھا۔ دل میں کسی کو اور گھر میں کسی اور کو بسا رہا تھا۔ کتنے آرام
اس کے ارمانوں کو جلا کر خاکستر کر گیا تھا۔ اس کا جی چاہا انہیں بتائے کہ وہ اس گھر میں ان
کی خواہش پر نہیں بلکہ ان کی بیٹی کی خوشیوں کی ضمانت کے طور پر لائی گئی ہے۔
مگر وہ بڑے حوصلے سے مسکرا دی تھی کہ اب مزید اہانت برداشت کرنے کا یارا نہیں تھا۔
"نوفل تھوڑا لاپرواہ ہے اور بس۔ مگر بہت محبت کرنے والا ہے۔ اپنے سے وابستہ ہر
رکھتا ہے۔ بس اظہار نہیں کرتا ـــــ مگر تم اس کی ان عادات کے ساتھ کمپرومائز مت کرنا بیٹا
رہا کرو۔ خود کو بھی بدلو اور اس کو بھی ـــــ ہنسی مذاق کیا کرو، سیر و تفریح کے لئے جایا کرو
سے کہو کہ تمہیں کہیں لے کر جائے۔ انہی دنوں میں تو آزادی کا لطف ہے۔ اس کے

ئے ہوگی۔"
انہوں نے اسے بھی اسی طرح سمجھایا تھا جیسے کہ وہ نوفل کو سمجھا رہی تھیں۔ وہ کیا کہتی۔
اگر بات صرف نوفل کی لاپرواہی اور سنجیدگی کی ہوتی تو وہ اسے بدلنے کی سعی بھی کرتی ـــــ
یہاں تو معاملہ ہی بہت "اوپر" کا تھا۔ ژالے آفریدی پورے طمطراق کے ساتھ اس کے دل و دماغ پر
قابض تھی۔
کیا وہ بھول سکتی تھی کہ نوفل نے پہلی رات اس کی کس قدر بے توقیری کی تھی؟
کیا وہ سراپا ـــــ وہ حُسن، نظرانداز کئے جانے کے قابل تھا؟
"اور اگر وہ تمہاری بات نہ مانے تو تم بلا جھجک مجھے بتانا۔ میں جیسے انس اور نگی کی ماں ہوں
ویسے ہی تمہاری بھی ماں ہوں۔"
وہ بے حد محبت سے کہہ رہی تھیں۔ صبا نے بے اختیار ان کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ کچھ تو
سہارے کا احساس ہوا تھا۔
"تھینکس امی جان!" اس کے دل کی زمین، اندر گرتے آنسوؤں سے بھیگنے لگی تھی۔

●●●●●

انس اور نگین کے شمالی علاقہ جات کی سیر کو چلے جانے کے بعد جیسے گھر میں سناٹا سا چھا گیا تھا۔
ورنہ تو ہر وقت شور، ہنگامے اور شوخیاں جاری رہتی تھیں۔ ضحیٰ کا تو دل گھبرانے لگا۔
"تائی جان! چلیں نا۔ صبا کو ہی بلا لیں۔"
"ابھی پرسوں ہی تو انس اور نگی کے ساتھ سب جا کر اسے مل آئے ہیں۔" انہوں نے کہا تو وہ
ٹھٹکی تھی۔
"تو کیا ہوا؟ ـــــ اب وہ انہی کی تو نہیں ہو گئی نا۔ ہم جب جی چاہے اسے یہاں لے آئیں۔"
"ایسے ہی جب جی چاہے لے آئیں۔ اب وہ شادی شدہ ہے۔ شوہر اور گھر کی ذمہ داری ہے
اس پر۔ ویسے بھی وہ تمہاری طرح نہیں ہے، دماغ سے کام لیتی ہے۔ تمہیں ان باتوں کی کیا خبر۔"
تائی جان نے اسے گھرکا تھا۔
"مگر میں سخت بور ہو رہی ہوں۔" اس نے منہ بسورا تھا۔
"تم خود کیوں نہیں چلی جاتیں صبا کی طرف ـــــ؟" تائی جان کے مشورے پر اس کی آنکھیں
چمک گئیں۔
"یہ تو ٹھیک ہے۔ ابھی وجدان اور حرہ آئیں گے تو مل کر پروگرام بنائیں گے۔" اس نے چٹکی
بجاتے ہوئے کہا تھا۔
مگر اگلے ڈیڑھ گھنٹے کے بعد اس کے جوش پر ٹھنڈا پانی پڑ چکا تھا۔ کیونکہ حرہ کا اگلے روز
بائیالوجی کا ٹیسٹ تھا اور وجدان کا انتہائی امپورٹنٹ میچ۔
"اونہہ! کون سا آسٹریلیا کی ٹیم آ رہی ہے تمہارے ساتھ کھیلنے؟" وہ سخت بدمزہ ہوئی تھی۔

"وہ دن بھی دور نہیں ہے ڈیئر آپی! ابھی محنت کروں گا تو اس قابل ہوں گا نا۔" وہ جلدی کھانا ختم کر رہا تھا۔

"بس میری دفعہ ہی ان سب کو اپنے دنیا جہان کے ضروری کام یاد آجاتے ہیں۔" وہ روہانسی ہو کر بولی تھی۔

"آپی! اگر کہو تو میں اپنے موکل جن کے ساتھ تمہیں صبا آپی کی طرف بھجوا سکتا ہوں۔" وجی نے شرارت سے آفر کی تھی۔

"بشرطیکہ اس جن نے واپسی کا کرایہ آپی سے نہ مانگ لیا تو۔" حمرہ بھی ہنسی تھی۔

"دفع ہو جاؤ تم دونوں۔"

"اونہوں ___ ضحیٰ!" اس کے غصے کو چچی جان نے تنبیہی ہنکارے سے ماند کر دیا تھا۔ وہ پٹختی ان دونوں کو برا بھلا کہتی چلی گئی تھی اور اسی غصے کے مارے وہ شام تک پڑی سوتی رہی تھی۔

حمرہ ہی نے اسے آ کر جگایا تھا۔

"چلیں تیار ہو جائیں، صبا آپی کی طرف جانا ہے۔"

وہ جلدی سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"کون جا رہا ہے؟"

"آپ کو نہیں جانا؟ ___ جلدی کریں، میں نے آپی کو فون کر دیا ہے۔" حمرہ کے کہنے پر وہ پھرتی سے اُٹھی تھی۔

"جیو حمرہ شہزادی! دیکھنا، اب کی بار میں تمہیں ضرور آئس کریم کھلاؤں گی۔ وہ بھی اپنی پاکٹ سے۔" اس کے وعدے پر حمرہ نے منہ بنایا تھا۔

"کبھی تو وعدہ خلافی کا ریکارڈ توڑ دیں۔ اس "ہوائی" آئس کریم کا ذائقہ بہت اچھا تو نہیں۔"

"امید پر دنیا قائم ہے مائی ڈیئر!" وہ ہنستی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی تھی۔

تیار ہو کر وہ لاؤنج میں آئی تو چائے کا دور چل رہا تھا۔ تایا جان اور چچا جان کو سلام کر کے اس نے وجدان اور حمرہ کی تلاش میں نظر دوڑائی جو وہاں سرے سے موجود ہی نہیں تھے۔ وہ ابھی چائے پی رہی تھی کہ معید بھی فریش سا چلا آیا۔ گیلے، سنورے بال گواہ تھے کہ وہ شاور لے کر آ رہا ہے۔

"چائے نکالوں تمہارے لئے؟" تائی جان نے پوچھا تو وہ بولا۔

"نہیں، رہنے دیں۔ چلیں کون کون جا رہا ہے؟" اس نے پوچھا تھا۔

"یہ ضوئی ہی نے صبح سے ضد لگا رکھی ہے۔" چچی جان نے کہا تو ضحیٰ کے دل میں ناگواری سی اٹھی تھی۔

"وجی کہاں ہے؟ ___ اور حمرہ؟"

"وجی کا تو میچ تھا، وہ ابھی کہاں آیا ہے۔ اور حمرہ ٹیسٹ کی تیاری کر رہی ہے۔" تائی جان نے بتایا تھا۔ ضحیٰ کا دل کھٹا پڑنے لگا۔

"تو مجھے پہلے بتا دیتیں، میں یونہی تیار ہو کے بیٹھ گئی ہوں۔"

"بیٹا جی! پرابلم کیا ہے؟ معید جا رہا ہے نا۔ اس کے ساتھ چلی جاؤ۔" تایا جان نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا تو گویا اس کے معید کے ساتھ جانے پر مہر ثبت ہو گئی۔

"چلو پھر واپس بھی آنا ہے۔" اس کا انداز بھی مارے باندھے ذمہ داری نبھانے والا تھا۔ ضحیٰ بھی منہ بنائے ہوئے اٹھی تھی۔

ان دونوں کو ساتھ جاتے دیکھ کر تائی جان کو بہت اچھا لگا تھا۔

"تمہیں اب گھر میں دلچسپی لینی چاہئے۔ کچن کے کاموں میں ہاتھ بٹایا کرو۔" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی معید کی نصیحتیں بھی اسٹارٹ ہو گئی تھیں۔

"میں نے تم سے ساتھ چلنے کو نہیں کہا تھا۔ تم تائی جان کو انکار کر سکتے تھے۔" اس نے ناگواری سے کہا تاکہ اسے احساس ہو جائے کہ اس کے ساتھ سفر کرنا تو مجبوری ہو سکتا ہے، نصیحتیں سننا نہیں۔

معید نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ تنے تنے تاثرات لئے وہ بہت اُکتائی ہوئی لگ رہی تھی۔

"میں بڑی امی کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا۔" وہ شاید اپنی فرمانبرداری جتا رہا تھا۔

"تو پھر یہ تمہاری مجبوری ہے۔ میں وجی کے ساتھ بھی آ سکتی تھی۔" ضحیٰ نے بے خوفی سے کہا

کافی عرصے سے اس نے معید سے ڈرنا اور اس کے رعب میں آنا چھوڑ دیا ہوا تھا۔

"ضحیٰ! تم اتنی بدتمیز کیوں ہو؟" قدرے توقف کے بعد اس نے بہت سکون سے پوچھا تھا۔ ضحیٰ سر سے پاؤں تک سلگ اٹھی۔

"میرے بدتمیز ہونے یا نہ ہونے سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟"

"مجھے نہیں مگر اسے تو پڑے گا جس کی قسمت میں تم جیسی نوٹس گرل لکھی ہے۔" وہ ہنوز بہت ایسے کہہ رہا تھا جیسے اس سے بہت دوستانہ روابط رہے ہوں۔

"ہاں ___ عقلِ کل تو صرف تمہی ہو جیسے۔" اسے اب غصہ آنے لگا تھا۔

"بالکل ٹھیک۔" وہ فی الفور بولا تھا۔ "میں تمہاری طرح جذباتی اور بے وقوفانہ فیصلے نہیں کرتا۔"

"کیوں ___ جذباتی لوگ انسان نہیں ہوتے ہیں؟" وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔

"ہوتے ہیں۔ مگر ذرا جذباتی قسم کے۔" اس کی منطق عجیب سی تھی۔ ضحیٰ نے کوفت زدہ انداز میں کہا تھا۔

"پتہ نہیں کون سی بری گھڑی تھی جب میں نے صبا کی طرف آنے کا پروگرام بنایا تھا۔"

"واقعی، کوئی بری گھڑی ہی تھی۔ کیونکہ اسی وقت میری قسمت میں تمہیں لفٹ دینا لکھا گیا تھا۔" معید نے بھی دل جلانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں تھا تم سے لفٹ لینے کا۔ صرف تایا جان کی وجہ سے میں مجبوراً تمہارے ساتھ آئی ہوں۔"

"اور میں تو جیسے اسی دن کے انتظار میں زندہ تھا۔" معید کا انداز تمسخرانہ تھا۔

صُنحیٰ کا بس نہیں چل رہا تھا، چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دیتی۔ لفٹ دے کر تو وہ گو
عظیم ہی کر بیٹھا تھا اور اس سے بحث کرنے کا مطلب تھا اپنا دماغ خراب کرنا۔ صُنحیٰ
منہ لپیٹے خاموشی سے بیٹھی رہی ورنہ بدتمیز ہونے کا لیبل تو وہ لگا ہی چکا تھا، اب بد دماغی
پہنا دیتا۔ اور اس کی یہ حکمت عملی مناسب ہی رہی تھی۔ اپنی منزل مقصود تک پہنچنے تک
گرمی سردی نہیں ہوئی تھی۔

ان کا بہت تپاک سے استقبال کیا گیا تھا۔ نوفل بھی گھر پر ہی تھا۔ سو معید کی اس
رہی۔ جب کہ وہ صبا کے ساتھ صالحہ بیگم کے کمرے میں چلی آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد
چلی آئی تو خاطر مدارات کے ساتھ ساتھ باتوں کا بھی لمبا دور چلا تھا۔ واپسی پر اس
کہ اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالنا ہے۔ اپنے اتنے اچھے موڈ کو وہ معید کی
باتوں سے خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ معید بھی شاید اسی موڈ میں تھا۔ اس لئے تمام
میں طے ہوا تھا۔

●●●●●

شدید حبس اور گرمی کے زور کو کالی گھٹاؤں اور ٹھنڈی ہواؤں نے توڑ دیا تھا۔ با
دیکھتے ہی صبا کو کچن یاد آنے لگا تھا۔

وہیل چیئر دھکیلتے ہوئے نہ صرف وہ صالحہ بیگم کو لان میں لے آئی بلکہ ادینہ اور
چائے کی دعوت دے آئی۔ چائے کے ساتھ اس نے چکن سینڈوچز اور شامی کباب فرائی

اتنے خوب صورت موسم میں اس دعوت کو ان سب نے پسند کیا تھا۔ آج بہت دنوں
کی اُداسی اور پژمردگی بھی دور ہوئی تھی۔

"نوفل شادی کے بعد کچھ زیادہ ہی مصروف رہنے لگا ہے۔" ادینہ نے یکلخت ہی
تھی۔ صبا ان سنی کر کے صالحہ بیگم کی پلیٹ میں شامی کباب رکھنے لگی۔ انہوں نے ہی
دیا تھا۔

"خیر مصروف تو وہ شادی سے پہلے بھی بہت رہتا تھا۔ ماشاء اللہ سے اتنا بڑا بزنس
سنبھالنے والا ہے، تھوڑی بہت مصروفیت تو ہو ہی جاتی ہے۔ مگر اب میں نے اسے کہہ دیا
کام چھوڑ کر پہلے صبا کو کہیں گھمانے لے جائے۔"

ان کی مدد پر صبا نے اطمینان محسوس کیا تھا۔ ورنہ جھوٹ بولتے ہوئے اس کی تو زبان
لگتی تھی۔

"اوہو ——— ہنی مون کے لئے جا رہا ہے نیو کپل۔ کہاں کا ارادہ ہے؟" ادینہ نے
خوش دلی سے پوچھا تھا۔

"میں نے تو کہا ہے کہ کچھ عرصے تک نوفل سنگاپور جا رہا ہے، ساتھ صبا کو بھی لے

تو کیا پروگرام بنا ہے۔" صالحہ بیگم نے مسکرا کر کہا تو سینڈوچ کا نوالہ ادینہ کے حلق میں اٹک گیا۔

"سنگاپور؟"

اس نے بے اختیار تائید طلب نظروں سے صبا کو دیکھا تو اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ
نفی میں سر ہلا دیا۔

اسی وقت اندر سے آنے والی فون بیل کی آواز نے گویا اس کی مشکل آسان کر دی۔

"ایکسکیوز می۔" وہ ادینہ کے مزید کچھ بولنے سے پہلے ہی اٹھ کر اندر چل دی تھی۔ اس کے فون
پہنچتے ہوئے کتنی ہی بار بیل بج چکی تھی۔

"ہیلو ———"

"کیا بات ہے؟ ——— اتنی مصروفیت ہے کہ فون سننے کا بھی ٹائم نہیں؟"

اس کی نرم سی "ہیلو" کے جواب میں نوفل کی ناگواری سے پُر آواز گونجی تو اس کا دل بے ترتیبی
سے دھڑک اٹھا۔ پھر اس کی وضاحت سنے بغیر وہ تحکمانہ انداز میں بولا۔

"ایک گھنٹے تک میں آپ کو گھر سے پک کر لوں گا۔ ایک پارٹی میں جانا ہے۔"

"ہم ...... میں ......" وہ گڑبڑا گئی تھی۔

علاوہ اور نوفل کے ساتھ۔

"اب اگر کہیں سے کرائے پر بیوی ملتی تو اسے لے جاتا۔ بہرحال مجبوری ہے۔" اسی ٹھنڈے
لہجے میں کہا گیا تھا۔

"کیسی پارٹی ہے؟ ——— میرا مطلب ہے کس نوعیت کی؟" صبا نے بے دلی سے پوچھا تو وہ بولا۔

"اس سے آپ کو کیا مطلب؟ ——— آپ چھ بجے تک تیار رہئے گا۔ اینڈ دیٹس آل۔"

اس کی بات مکمل ہوتے ہی لائن ڈس کنکٹ ہو گئی تو صبا ریسیور پٹخ کر رہ گئی۔

"ہنہ ——— ہیں صاحب بہادر۔ جیسے لو میرج کئے بیٹھے ہیں۔ آفس میں بیٹھ کر حکم صادر فرما دیا۔"

"کس کا فون تھا ———؟" صالحہ بیگم نے سرسری انداز میں پوچھا تو وہ کرسی میں دھنستے ہوئے
بولی۔

"نوفل کا۔ کہہ رہے تھے شام کو تیار رہنا، کہیں پارٹی میں جانا ہے۔"

"ویری گڈ ——— بہت اچھی بات ہے۔ اسے بھی کاموں سے فرصت ملی۔" صالحہ بیگم خوش ہوئی
تھیں۔ شادی کے بعد نوفل نے کسی بھی دعوت میں جانے کا نام نہیں لیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ
کہیں جانے کو تیار ہوا تھا۔

صالحہ بیگم نے متاسفانہ نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھا، جس کے چہرے سے اس کے دل کی
کیفیت ظاہر ہو رہی تھی۔

"کتنے بجے جانا ہے؟" انہوں نے پوچھا تو وہ بولی۔

"مجھے تو چھ بجے تک ریڈی ہونے کا کہا ہے۔"

"پونے پانچ تو بج چکے ہیں۔" انہوں نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا، پھر
"تم جا کر جلدی سے کپڑے منتخب کرو۔ بہت اچھی طرح ڈریس اپ ہونا۔ شادی کے بع
ہے تمہاری۔"

"ابھی تو پورا گھنٹہ پڑا ہے۔" اس نے سستی کا مظاہرہ کرنا چاہا تھا۔

"اس ایک گھنٹے کا پتہ بھی نہیں چلے گا کہاں گیا۔ ادینہ کو ساتھ لے جاؤ۔ کپڑے منتخ
ہی کتنا ٹائم لگ جاتا ہے۔" انہوں نے اٹل انداز میں کہا تو صبا کو اٹھتے ہی بنی۔

اس کے بری اور جہیز کے تمام کپڑے ابھی تک پیک حالت میں ہی تھے۔ سوائے
اور کہیں جانے کا اتفاق ہی نہیں ہوا تھا کہ ان کے استعمال کی نوبت آتی۔ ادینہ نے اس
کی ایک بہت خوبصورت ساڑھی نکالی تھی۔ فرنچ شیفون کی سیاہ ساڑھی کا پلو نگوں اور موتیو
زیب کام سے بوجھل تھا۔ ایسا ہی نفیس کام بلاؤز کی ہاف سلیوز پر بھی تھا اور گلے کی پٹی پر

"ساڑھی تو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں پہنی۔" اس نے صاف انکار کر دیا تھا۔

"ایسی تقریبات میں فارمل ڈریسنگ ہونی چاہئے۔ اور پھر تمہارا مقابلہ تو ڈالے
ساتھ ہے صبا!" ادینہ کو اب کھل کر کھیلنے کا موقع ملا تھا۔ صبا ابھی اس کے اچانک حملے کے
تھی کہ وہ متاسفانہ انداز میں سانس بھرتے ہوئے بولی۔

"چہ ــــ جن عورتوں کے شوہر دوسری شادی کے چکر میں ہوں ان کی ڈیوٹی بہت
ہے۔ شوہر کو اپنی طرف ملتفت کرنے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑتا ہے انہیں۔"

اس کی بات سن کر صبا کو شدید دھچکا لگا تھا۔

اس کی طبیعت بے حد مکدر ہو رہی تھی۔

اگر صالحہ بیگم کا خیال نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی نوفل کے ہمراہ کہیں جانے کو تیار نہیں ہوتی۔ اس وقت
بجھے دل ہی سے سہی مگر اسے تیاری کرنا ہی پڑی تھی۔

"کاش مجھے پہلے ہی سے نوفل اور ڈالے کی کمٹ منٹ کا پتہ چل جاتا تو میں کسی قیمت پر بھی اس
دی کے لئے ہامی نہیں بھرتی۔"

اس کا دل بھر آ رہا تھا۔

سیاہ نگینوں کا خوب صورت نیکلس اس کی صراحی دار گردن کی دلکشی میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔ سر
ہلکی سی جنبش کے ساتھ کانوں کے آویزے ہلکورے لے کر اس کے رخساروں کو چوم رہے تھے۔
کلائی دیدہ زیب طلائی چوڑیوں سے بھری تھی جب کہ دوسری کلائی کے خوب صورت کنگنوں کے
یان مینے کی سیاہ چوڑیاں جھلکارے مار رہی تھیں۔

وہ بہت بے دلی کے ساتھ اپنی تیاری نمٹا رہی تھی۔ ڈریسنگ کی سائیڈ ٹیبل پر پڑی نوفل کی فریم
تصویر پر نگاہ پڑی تو چٹیا کے بل ڈالتے اس کے ہاتھ ٹھٹک سے گئے۔

کتنی آئیڈیل لگ رہی تھی یہ شادی سب کو۔

اتنا شان دار شوہر، وسیع و عریض گھر، محبت کرنے والی ساس۔ نوفل کا یہ رخ اس کے سامنے نہیں
تو وہ خود کو برملا دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی تصور کرتی۔ مگر یہاں تو یہ حال تھا کہ آئینے سے بھی
ملانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اس شخص نے کس بری طرح سے اس کا استحصال کیا تھا۔

"مجھے بھی ان کی خوشیوں میں خوش ہونے اور خواہ مخواہ پوز کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ انہوں
مجھے بہت سکھی رکھا ہوا ہے۔"

سیاہ سینڈل کا اسٹریپ بند کرتے ہوئے اس کی سوچیں سلگ رہی تھیں۔ ایک ایسا شخص جو آپ کو
بھی اہمیت نہ دیتا ہو، جس کے نزدیک آپ کی حیثیت صرف شطرنج کے مہرے کی سی ہو اس کے
مات کو یوں فرمانبرداری سے بجا لانے کی بھلا کیا تک بنتی تھی؟

"واقعی، میں شوپیس ہی تو سمجھی جا رہی ہوں ــــ صرف ایک مجبوری، جسے نہ چاہتے ہوئے بھی
ہا جا رہا ہے۔"

پرفیوم اسپرے کرتے ہوئے اس نے اپنے جگمگاتے روپ کو بد دلی سے دیکھا تھا۔ ہلکے سے

میک اپ نے بھی اس کی دلکشی میں چار چاند لگا دیئے تھے۔

"کیا فائدہ اس حُسن و خوبصورتی کا؟ جب شوہر ہی آپ کا نہ ہو، یہ دلکشی بے کار، بکواس۔"

سوچوں کے الاؤ میں سلگتے ہوئے اس کا جی کئی بار چاہا کہ وہ پھر سے وہی کپڑے پہن جائے۔ آج لے جائیں ذرا اپنی ڈالے آفریدی کو ہی ساتھ۔

وہ چیزیں سمیٹ رہی تھی جب نوفل آیا۔ اسے دیکھ کر پہلے تو بے اختیار ٹھٹک گیا، پھر ناگواری سے بولا۔

"یہ کیا فضول لباس پہن رکھا ہے آپ نے؟" اس کا جملہ بہت اچانک تھا۔ اب بے شک اس کی طرف سے کوئی ستائشی نظر یا توصیفی جملہ آنے کی توقع نہیں تھی مگر وہ اس انداز کے لئے تیار نہیں تھی۔

اپنا سلگنا چھپا کر بہت اطمینان سے بولی۔

"میرے خیال میں تو اس لباس میں کوئی بھی فضول بات نہیں۔ سب سے زیادہ ڈھکا چھپا بھی ہے۔"

"اور میرے خیال میں یہ لباس سب سے زیادہ سراپے کو نمایاں کرتا ہے۔" وہ اٹل انداز جیسے اب چاہ رہا ہو کہ وہ لباس تبدیل کر لے۔

اور واقعی ـــــ اس نے ساڑھی میں سراپے کے نمایاں ہونے والی بات بالکل درست صبا کی خوب صورت ہائٹ، متناسب سراپا اور کمر پر جھولتی لمبی چٹیا ہر شے کی خوب صورتی دکھائی دے رہی تھی جیسے یہ لباس بنا ہی اس کے لئے ہو۔ حالانکہ اسے خود بھی یوں نمایاں کر یہ لباس پسند نہیں آیا تھا مگر نوفل کی ناپسندیدگی نے جیسے ایک ضد سی بیدار کر ڈالی تھی۔

"ایک دنیا پہنتی ہے یہی لباس۔ مجھے تو بہت پسند ہے۔" صبا نے لاپرواہی سے یوں لباس پہننے کی خاطر شادی کی ہو۔

نوفل نے ایک تیز سی نظر اس پر ڈالی تھی۔

"مگر مجھے پسند نہیں ہے۔"

"تو کیا ہوا ـــــ اس سے پہلے بھی تو بہت سے ناپسندیدہ کام مجبوراً کر رہے ہیں، برداشت کر لیں۔" وہ بہت پُرسکون مگر سلگانے والے انداز میں کہتی کمرے سے نکل گئی تو بھینچ کر رہ گیا۔

گرے کلر کے ڈنر سوٹ میں ملبوس وہ خوشبوؤں میں بسا باہر آیا تو وہ لان میں صالحہ گفتگو تھی۔ اس کی طرف متوجہ تک نہیں ہوئی۔ اس کی خودسری نوفل کو پہلی بار محسوس ہو رہی

"ماشاء اللہ، آج تو تم دونوں کی نظر اتارنی چاہئے۔" صالحہ بیگم نے بے اختیار کہا۔ اتنے اچھے لگ رہے تھے کہ انہیں اپنی ہی نظر لگ جانے کا احتمال ہونے لگا تھا۔

نے نوفل کی سنجیدگی اور صبا کی خاموشی کو بہت لطف اندوز ہو کر دیکھا تھا۔ ان کے تاثرات رہا تھا یا تو ان دونوں کی جھڑپ ہو چکی تھی یا پھر ہونے والی تھی۔ اس لباس کے متعلق نوفل کی گی سے وہ بہت اچھی طرح واقف تھی اور اگر اس کے بعد بھی صبا نے یہ لباس تبدیل نہیں کیا تو مطلب یہی تھا کہ انا اور ضد کا کھیل شروع ہو چکا تھا۔

"آئندہ یہ بے کار اور بے ہودہ لباس مت پہنئے گا۔ آئی ڈونٹ لائک دس۔" گھر سے گاڑی ہی وہ بہت سرد مہری سے گویا ہوا تھا۔

صبا کا ذہن جھنجھنا اٹھا۔ تو گویا وہ ابھی تک وہیں اٹکا ہوا تھا۔

"اگر آپ مجھے ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تو صاف کہہ دیں۔ مگر آپ کو میری انسلٹ کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔" اس نے مضبوط لہجے میں کہا تو وہ تلخی سے بولا۔

"یہ تو بہت کلیئر بات ہے۔ مجھے صرف ماما کی خوشی کا خیال ہے اور ان کا دھیان سنگاپور کے ٹرپ سے ہٹانے کے لئے ان پارٹیز میں مصروفیت ضروری ہے۔"

صبا کا دل جل کر خاک ہو گیا۔ کیسے لمحوں میں مٹی کر دیتا تھا یہ شخص۔

"مجھے بھی صرف انہی کا خیال ہے۔ ورنہ اپنی عزتِ نفس سے بڑھ کر مجھے کچھ عزیز نہیں۔" اس نے اپنے لہجے میں لرزش نہیں آنے دی تھی۔

"حالات چاہے کیسے ہی ہوں، اب آپ میری وائف ہیں۔ اس لئے آپ کو میری پسند کے مطابق ہی زندگی گزارنی ہے۔" وہ اسی سرد انداز میں بولا تو اس کی انا انگڑائی لے کر بیدار ہونے لگی۔

"جہاں رشتے سودے کے انداز میں طے ہوئے ہوں، وہاں پسند ناپسند نہیں دیکھی جاتی۔" اس نے بھی اپنے لہجے کی تلخی کو نہیں چھپایا تھا۔

نوفل کو اس کے لب و لہجے پر خفیف سا جھٹکا لگا تھا۔

قصوروار ہوتے ہوئے بھی وہ "سب اچھا" کی متمنی تھی۔

"مجھے شوہر کے ساتھ خواہ مخواہ بحث کرنے والی عورتیں بالکل پسند نہیں۔" وہ سرد مہری سے بولا تھا۔

"آپ کو تو میں ہی پسند نہیں ...." وہ بے اختیار کہتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ کر توقف کے بعد بولی۔ "مجھ سے بات کرتے ہوئے آپ دھیان میں رکھا کریں کہ ہماری لو میرج نہیں ہے۔ اور آپ نے ایک عظیم "مقصد" کی خاطر مجھ سے شادی کی ہے۔"

پتہ نہیں کیا ہوا تھا، وہ یک لخت اس کی بات کے جواب میں ہنس دیا جیسے اس کی بات نے بہت لطف دیا ہو۔ پھر جتانے والے انداز میں بولا۔

"یہ تو میں کسی بھی وقت نہیں بھولتا۔ آپ بے فکر رہئے۔ اگر آپ کو ٹوکتا ہوں تو صرف اس لئے کہ اب میرا نام آپ کے نام کے ساتھ منسلک ہو چکا ہے۔ آپ کی ہر "کمی بیشی" میرے ہی نام سے یاد کی جائے گی۔"

"اس میں بھی اگر میرا قصور ہے تو بتا دیں۔ میں نے تو آپ کے لئے پروپوزل نہیں بھیجا تھا"
صبا کو رونا آنے لگا۔ بہت کنٹرول کرتے ہوئے بھی آواز بھرا گئی۔

نوفل کی رگوں میں طمانیت دوڑنے لگی۔

کوئی ساتھ جل رہا ہو، سلگ رہا ہو، تو دوسراہٹ کا احساس بہت تقویت دیتا ہے۔ وہ بھی اطمینان کے حصار میں تھا۔

روشنیوں سے جگمگاتے اور رنگ و بو سے مہکتے لان میں داخل ہوتے وقت وہ نروس ہونے لگی۔ زندگی میں پہلی بار کسی مرد کے ساتھ پارٹی اٹینڈ کر رہی تھی۔ اس کا ٹھٹکنا اور اٹک کر چلنا نوفل نے بھی محسوس کر لیا تھا۔

"بی کانفیڈنٹ، میرے فرینڈز اور سرکل کے لوگوں کی پارٹی ہے یہ۔"

سب کی نظریں اب ان پر تھیں، شاید اسی لئے وہ مسکرا کر اسے حوصلہ دے رہا تھا۔

"ہیلو گڈ بوائے!" پچاس، پچپن برس کا سوبر سا شخص نوفل سے بہت پُرجوش انداز میں ملا تھا۔ دونوں کے مابین رسمی کلمات کا تبادلہ ہوا۔ اس کے بعد صبا کے تعارف کی باری آئی تھی۔

"یہ ژالے کے ڈیڈی ہیں۔" وہ خوش اخلاقی سے کہہ رہا تھا۔ انہوں نے توصیفی انداز میں دیکھتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"یو آر ویری لکی گڈ بوائے!"

"ابھی تک یہ طے نہیں ہو پایا کہ ہم دونوں میں سے کون لکی ہے انکل!" وہ کہہ رہا تھا۔ اسی ژالے دور ہی سے شور مچاتی ان کے ناموں کے نعرے لگاتی چلی آئی۔

"سچ سچ تم وی آئی پی ہو نوفل احمد! کب سے ہم لوگ تمہارا انتظار کر رہے تھے۔" اس نے میں شکوہ سمویا تھا۔ پھر صبا کو گلے لگا کر پیار سے بھینچتے ہوئے بہت شرارت سے بولی تھی۔

"مگر صبا کو دیکھ کر اندازہ ہو رہا ہے کہ تمہیں دیر کیوں ہو گئی۔"

اس کے اس قدر کھلے انداز پر صبا کو اپنی پیشانی تپتی محسوس ہوئی تھی۔ اوپر سے نوفل کا بر قہقہہ اس کے کانوں کی لوؤں تک سرخ کر گیا تھا۔

'تو ان میں "ایسی" باتیں بھی ہوتی ہیں۔' اس نے سوچا۔

"سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں ــــ جن کے آنر میں پارٹی دی گئی ہے، وہی موجود نہیں باقی تو کب کے آچکے۔" وہ صبا کا ہاتھ تھامے آگے بڑھنے لگی۔

"ان کا ذرا دھیان رکھنا۔ نہ صرف اس طرح کی پارٹی اٹینڈ کرنے کا بلکہ ساڑھی پہننے کا بھی تجربہ ہے ان کا۔" نوفل کی تنبیہہ میں صبا کو سراسر اپنی تضحیک کا پہلو نظر آیا تھا۔ جب کہ ژالے اپنے مخصوص بشاشت بھرے انداز میں ہنسی کا پیالہ چھلکایا تھا۔

"ہاؤ سویٹ۔" ژالے اسے ساتھ لئے سب سے متعارف کراتی پھر رہی تھی۔ صبا کو اندازہ ہوا تھا کہ ان سب میں نوفل کی شخصیت بہت پسندیدہ تھی۔

اپنی گھبراہٹ اور جھجک کو خاموشی اور ہلکی سی مسکراہٹ کے پیچھے چھپائے وہ بہت پُراعتماد دکھائی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ اتنے ڈھیر سارے مردوں کو پارٹی میں شریک دیکھ کر اسے اپنے ساڑھی پہننے کے فیصلے پر شدید ندامت ہو رہی تھی۔ حالانکہ وہاں کئی اور خواتین بھی اسی لباس میں ملبوس تھیں مگر ان کے بلاؤز چوڑائی، گلے کی گہرائی اور آستینیں ندارد دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ ان کا اس ندامت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے جو صبا کو گھیرے ہوئے تھی۔

ژالے سے معذرت کرتی وہ ایک سائیڈ پر آبیٹھی تھی۔ ویٹر اس کے سامنے مشروب کا گلاس رکھ گیا تھا۔

وہ خاموشی سے رنگ و نور کے اس سیلاب کو دیکھ رہی تھی۔

بے فکر مرد، ہنسی کے جام چھلکاتی لڑکیاں، بے باک قہقہے۔

اسے یکلخت عجیب سا لگنے لگا۔ احساسِ تنہائی شدت سے اپنی لپیٹ میں لینے لگا۔ قسمت اسے کس موڑ پر لے آئی تھی۔ اس نے دیکھا کچھ لوگ ٹیبلو سنبھالے بیٹھے تھے جب کہ کچھ گروپس کی شکل میں کھڑے باتوں اور ہنسی مذاق میں مصروف تھے۔

اس کی نگاہ بھٹکتی ہوئی ژالے پر جا ٹھہری۔ نوفل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ سامنے کھڑے لڑکے کو جانے کیا بتا رہی تھی اور اس لڑکے کے ساتھ ساتھ خود نوفل بھی ہنس رہا تھا۔ کتنا اچھا لگ رہا تھا وہ یوں ہنستا ہوا۔ جیسے سردی کی دھوپ، گرماہٹ اور نرماہٹ کا احساس لئے۔ صبا کے دل میں شدید تکلیف کا احساس جاگزیں ہونے لگا ــــ کس قدر استحقاق سے ژالے نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

'اور واقعی، اس کے ساتھ کھڑے کس قدر مکمل لگتے ہو نوفل احمد!' اس کا دل بھر آیا تھا۔ اگر محفل کا خیال نہ ہوتا تو وہ یقیناً خوب رو کر دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی۔

مشروب کا گلاس ہاتھ میں تھامے وہ الٹی سیدھی سوچوں کے حصار میں تھی۔ اسے پتہ بھی نہیں چلا کب نوفل اس کے پاس چلا آیا۔

"خیریت؟"

اس کے پوچھنے پر وہ چونک کر دیکھنے لگی۔

"یہ پارٹی ہمارے آنر میں دی گئی ہے اور آپ تمام ایٹی کیٹس بھلائے یہاں بیٹھی ہیں۔" وہ اس لاتعلق رویے کا احساس دلانے کے لئے فہمائشی انداز میں کہہ رہا تھا۔ اور وہ تو یوں بھی بھری بیٹھی تھی، اندر کا لاوا پھٹ پڑنے کو بے چین تھا۔ نوفل کا کہنا سونے پر سہاگہ ہو گیا۔

"اتنی ماڈرن تو میں کبھی بھی نہیں ہو سکتی کہ آپ کا ہاتھ، ہاتھوں میں لئے سب کے درمیان گھومتی پھروں۔" خود پر ضبط کرتے ہوئے بھی اندر کی کھولن تلخ جملے کی صورت ہونٹوں سے پھسل گئی تھی۔

"واٹ ــــ؟" وہ تحیر سے اسے دیکھنے لگا۔

"بچے نہیں ہیں آپ کہ میں آپ کو ڈکٹیشن دیتی پھروں۔ اچھی لگ رہی ہے ژالے آفریدی آپ

کے ساتھ۔ مجھے آپ یہیں بیٹھا رہنے دیں۔" اب کی بار اس نے سیدھے سبھاؤ ایک کیا تھا۔

"مائی گاڈ۔" نوفل بے اختیار کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ جو کچھ وہ کہنا چاہ رہی تھی وہ اچھی طرح سمجھ میں آ گیا تھا۔ اس نے قدرے دھیان سے صبا کے تاثرات سے جھلکتی ناگواری کو جانچا تو طمانیت آمیز لطف غالب آنے لگا۔ یکلخت ہی اس کا موڈ بدل گیا۔

"چاہنے کو تو دل بہت کچھ چاہتا ہے۔ مگر مجبوری یہ ہے کہ اپنا امیج بھی برقرار رکھنا ہے۔"

'اُف اس قدر خود پسندی۔' صبا دکھ کے حصار میں گھری اسے دیکھنے لگی تو نم سی جھیلوں کو آنکھوں کا طلسم جکڑنے لگا۔ وہ بے بس سی پلکیں جھکا کر رہ گئی تھی۔

"چلیں آئیں میرے ساتھ۔ اگر میں رسمِ دنیا نبھا سکتا ہوں تو آپ بھی۔" وہ تحکمانہ انداز کہہ رہا تھا۔ صبا کے کانوں میں شائیں شائیں کی آوازیں آنے لگیں۔ ایک جملے ہی میں دوا اس کے درمیان موجود رشتے کی وضاحت کر گیا تھا۔ باقی تمام وقت وہ ہونٹوں پر زبردستی کی مسکر لئے مشینی انداز میں اس کے ساتھ اِدھر اُدھر گھومتی پھرتی سب سے ملتی رہی تھی۔ مگر اندر بہت ٹوٹ گیا تھا۔ بہت سی امیدیں، خواب اور شاید دل بھی۔

"میڈم! اگر میرے حلقہ احباب میں اتنا مکمل کپل ہوتا اور میں کسی ایڈورٹائزنگ کمپنی کا ا ہوتا تو پہلی فرصت میں اس کپل کو اپنے ایڈ میں بک کر لیتا۔" یہ بولڈ سا کمنٹ اسد رانا کا تھا۔ ژ آفریدی کی ایجنسی سے منسلک وہ بہت قابل فوٹو گرافر تھا۔ نوجوان اور پُرجوش۔

"تمہارا کیا خیال ہے، میں اتنی بد ذوق ہوں؟ میں تو نوفل کی منتیں کر کر کے تھک گئی ہوں اسے اپنی پرسنالٹی کا زیادہ ہی احساس ہے۔" ژالے نے اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ راز کھولا

وہ سب اس وقت ڈنر سے فراغت کے بعد مہمانوں سے رخصت پا کر ژالے آفریدی کے خ صورت ڈرائنگ روم میں دوستانہ سی محفل جمائے بیٹھے تھے۔ حالانکہ وہ سب ژالے کے حلقہ ا میں شامل تھے مگر نوفل کے ساتھ ان کی بے تکلفانہ گفتگو سے صبا کو اندازہ ہو رہا تھا کہ نوفل کے ژ آفریدی کے ساتھ کافی "گہرے" تعلقات تھے۔

"نہیں بھئی، اب انکار تو نہیں کروں گا۔ بلکہ میں تو تمہاری طرف سے کسی بہت اچھی آفر انتظار میں ہوں۔" نوفل کا مسکراتا ہوا جواب اس قدر غیر متوقع تھا کہ ژالے خوشی آمیز تحیر کا ہونے لگی۔

"آر یو جوکنگ نوفل؟"

"ناٹ ایٹ آل۔ سوچ رہا ہوں جہاں اتنے سارے تجربات کر لئے وہاں ایک یہ بھی سہی اب بھی پُرسکون تھا۔ جب کہ اس کے ساتھ بیٹھی صبا کے پہلو میں تلاطم سا مچ گیا۔

'تو اب قربت کے نئے بہانے تلاشے جائیں گے۔'

"نہیں بھئی۔ یہ تجربہ اب اتنی آسانی سے نہیں تراشے ہو گا۔ آفٹر آل، اب تم ایک ہسبنڈ بن ہو۔" ژالے نے شرارت سے کہا تھا۔

"آپ جو بھی کہیں میڈم! میں تو پورے کپل کو اگلے ایڈ کی آفر دوں گا۔" اسد رانا نے اپنے لا اُبالی انداز میں کہا تو ژالے نے مسکراتے ہوئے صبا سے پوچھا۔

"کیا خیال ہے پھر صبا! کیا تم اس آفر میں انٹرسٹڈ ہو؟"

جو ابھی نوفل ہی کے جواب سے سنبھلی نہیں تھی، اب کی بار واضح طور پر گڑبڑا گئی۔

"نو آن ژالے!۔۔۔ شی اِز ناٹ۔" نوفل نے بہت اعتماد کے ساتھ اس کی طرف سے جواب دیا تھا۔

"پتہ ہے مجھے۔ یہ اپنی وائف کے لئے بہت پوزیسیو ہے۔" ژالے نے ان سب کے علم میں اضافہ کیا تھا۔ اور وہ اپنی بیوی کے لئے جتنا پوزیسیو تھا، یہ صبا کو واپسی پر اندازہ ہو گیا تھا۔

"عورت کا کام گھرداری کرنا ہوتا ہے۔ نہ کہ ایکسٹرا ایکٹیویٹیز میں حصہ لینا۔" پتہ نہیں وہ اپنا نقطہ نظر بیان کر رہا تھا یا صبا کو کچھ سمجھا رہا تھا۔ مگر وہ اچھی خاصی تپ اٹھی تھی۔ بظاہر بہت رسان سے پوچھا۔

"تو پھر آپ ژالے آفریدی کو کس کیٹگری میں شامل کرتے ہیں؟"

"اوہ۔۔۔ شی اِز اے پرفیکٹ لیڈی۔" اس کے لہجے کی شگفتگی اور ستائش صبا نے بہت اچھی طرح محسوس کی تھی۔ وہ بہت ٹھنڈی طبیعت کی مالک تھی۔ اس میں جلن کا مادہ نہیں تھا۔ مگر ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا یہ شاندار سا شخص اپنے رویوں سے اسے جلا بھی رہا تھا اور سلگا بھی رہا تھا۔ یہ شخص جس کے ساتھ اتنا اٹوٹ رشتہ ہونے کے باوجود کوئی رشتہ نہیں تھا۔ تھک کر سیٹ سے پشت ٹکاتے ہوئے کھڑکی سے باہر بھاگتے دوڑتے مناظر دیکھنے لگی۔

●●●●●

تھوڑی دقت ہی سہی، مگر ادینہ نے اس ریسٹورنٹ کا پتہ چلا لیا تھا جہاں عماد روزانہ لنچ کرتا تھا۔ سامنے ہی کی ٹیبل پر تو وہ بیٹھی تھی، عماد کو کیوں دکھائی نہ دیتی۔ وہ حیران سا اس کی طرف آیا جو اس کی آمد سے انجان بننے کی ایکٹنگ میں مصروف تھی۔

"تم یہاں کیسے؟" ہیلو، ہائے کے بعد وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔ عماد بے تکلف کرسی گھسیٹتا اس کے مقابل بیٹھ گیا۔

"یہی بات تو میں تم سے پوچھنے لگا ہوں کہ تم یہاں کیسے؟ اور ساتھ کون ہے؟" مسکراتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

"میرے ساتھ کون ہو گا؟ کوئی بھی تو نہیں ہے۔" وہ اُداس سی ہو گئی تو عماد بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا بات ہے ادینہ!۔۔۔ آر یو اوکے؟"

"ہوں۔۔۔ ٹھیک ہوں میں۔" وہ مبہم سا مسکرائی۔ مگر اس کے تاثرات اس مسکراہٹ کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"اتنی اُداس کیوں ہو رہی ہو؟۔۔۔ بہت بجھی بجھی سی لگ رہی ہو۔" گزرے دنوں میں ان کی

بے تکلفی کافی بڑھ گئی تھی۔ سو عماد کا انداز بھی دوستانہ ہی تھا۔
"اچھا ــــ اتنا جان گئے ہو مجھے؟" وہ ہنس دی تھی۔
"اتنا تو جان ہی گیا ہوں کہ تمہاری خوشی اور غم کا اندازہ کر سکوں۔" وہ شرارت سے کہہ
"دعوے سے کہہ رہے ہو یا یونہی خوش فہمی پال رکھی ہے؟" ادینہ نے لطیف سا طنز کیا تو سا قہقہہ لگا بیٹھا۔
"اب یہ بتاؤ کہ تم اس وقت یہاں کس حسینہ سے ملنے آئے ہو؟" ادینہ نے اس سے پو
"خدا کو مانو یار! یہ میرا لنچ آور ہے۔ اور میں ہمیشہ اسی ریسٹورنٹ میں لنچ کرتا ہوں۔" پیش کرنے والے انداز میں بولا تو وہ ہنس دی۔
"اب تم بتاؤ، تم اکیلی یہاں کیسے؟" وہ متجسسانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔ وہ سنجیدہ سی ہو گئی
"میں یہاں کسی کی بے وفائی بھگت رہی ہوں۔"
"کیا مطلب؟" وہ چونکا تھا۔
"مطلب یہ کہ کوئی وعدہ کر کے آیا ہی نہیں ہے۔" وہ قدرے رنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ سا گیا۔
"کس کی بات کر رہی ہو تم؟"
"اوہ ــــ تم پتہ نہیں کیا سمجھ رہے ہو۔" وہ پھیکے سے انداز میں ہنس دی تھی۔ "میرا دوست کی بات کر رہی ہوں۔ آج میرا برتھ ڈے ہے، جو مجھے اس کے ساتھ سیلیبریٹ کرنا اس کا فون آیا کہ وہ آ نہیں سکتی۔ سو اب میں بھی واپس جا رہی تھی۔"
"اوہ ــــ" عماد کو تاسف ہوا تھا۔ "کافی بے وفا دوست رکھے ہوئے ہیں تم نے۔ مینی مینی ہیپی ریٹرنز آف دی ڈے۔"
"تھینکس۔" وہ ڈھنگ سے مسکرا بھی نہیں پائی تھی۔
"کم آن ادینہ! ناؤ چیئر اپ۔ میں بھی تو تمہارا دوست ہوں۔ کیا مجھے تمہارا برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنے کا حق نہیں ہے؟" وہ بہت خوش دلی سے کہہ رہا تھا۔
"لیکن......"
"اوہ، کم آن۔ ڈونٹ بی سو فارمل۔" وہ بے پروائی سے کہتا ویٹر کو بلانے لگا۔ اسے کیک آرڈر دیا اور اپنی اور ادینہ کی پسند کی چند دوسری کھانے کی اشیاء نوٹ کرائیں۔ ویٹر کے جاتے ہی ادینہ پر خفا ہونے لگی۔
"عماد! پلیز، میں کوئی بچی نہیں ہوں۔ اس سارے کی بھلا کیا ضرورت ہے؟"
"تمہیں صرف اس سیلیبریشن پر اعتراض ہے یا میرے ساتھ سیلیبریشن پر؟" وہ بہت سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔
ادینہ کے اندر بڑھتا اطمینان ہلکی سی مسکراہٹ کی صورت میں اس کے لبوں پر بکھر گیا۔

"کسی پر بھی نہیں۔"
"یہ ہوئی نا بات۔" وہ شگفتگی سے ہنس دیا تھا۔
"ایک بات پوچھوں عماد! اگر تم مائنڈ نہیں کرو تو؟" اس نے جیسے بہت جھجک کر پوچھا تھا۔
جواباً وہ سکون سے بولا۔
"کیا مجھے پھر سے یاد دلانا پڑے گا کہ ہم بہت اچھے دوست ہیں؟"
"ٹھیک ہے، سچ بات تو یہ ہے کہ اب میرا محبتوں پر سے یقین ہی اٹھ گیا ہے۔ محبت کی آڑ میں مجھے اس قدر کریہہ جذبے کا سامنا کرنا پڑا ہے کہ اب یہ سب ــــ کہیں تم مجھ پر ترس کھا کر یا ہمدردی کی وجہ سے تو......" اس کی اداکارانہ صلاحیت عروج پر تھی۔ اگر عماد کو اس کے خیالات کی بھنک بھی پڑ جاتی تو وہ اسی وقت اس پر دو حرف لعنت کے بھیج کر جا چکا ہوتا۔ مگر اس کے برعکس وہ ادینہ کی "دکھی حالت" سے بہت متاثر ہوا تھا۔ متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پُرسکون انداز میں بولا۔
"کس بات کا ترس؟ کیسی ہمدردی؟ نہ تو تم اپاہج ہو اور نہ ہی ترس کھانے کے قابل۔"
"صرف جسمانی معذوری ہی تو قابلِ رحم نہیں ہوتی عماد!" وہ نظریں جھکائے کہہ رہی تھی اور عماد کو اس کی بات سمجھنے میں دقت پیش نہیں آئی تھی۔ قدرے توقف کے بعد اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔
"میرے لئے صرف یہ اہم ہے کہ تم آج کیا ہو۔ جس طرح تمہیں میرے ماضی سے دلچسپی نہیں، اسی طرح مجھے بھی تمہارے ماضی سے کوئی غرض نہیں۔ تم میرے لئے اتنی ہی ریسپیکٹ ایبل ہو جتنا کہ کوئی دوست ہو سکتا ہے۔"
"مگر یہ لوگ تو......" وہ کچھ کہنے لگی تھی مگر عماد اس کی بات کاٹ کر سنجیدگی سے بولا۔
"لوگوں کی تو ایسی کی تیسی۔ جتنا ٹائم لوگ دوسروں کی زندگیوں میں تانک جھانک کرنے میں گزارتے ہیں، اگر اتنا اپنے گرد و پیش پر لگائیں تو اپنے کافی پرابلمز حل کر لیں۔"
"میں نہیں چاہتی عماد! کہ میری وجہ سے کوئی ہماری دوستی پر اعتراض کرے۔" اس نے دزدیدہ نظروں سے عماد کے چہرے پر چھائی سنجیدگی کو جانچا تھا۔
"پرواہ نہ کرو۔" اس کی سنجیدگی میں اب خفگی کا عنصر بھی شامل ہو گیا تھا۔ "اور ایک بات تم بھی ذہن نشین کر لو کہ تم صرف اور صرف خود ترسی کا شکار ہو۔ بتاؤ مجھے، کس بات کی کمی ہے تم میں؟"
"ہنہ ــــ کبھی مجھ سا کانفیڈنٹ بھی کوئی نہیں ہوتا تھا۔ مگر ڈائیوورس والے حادثے کے بعد تو جیسے میں بالکل خالی ہو کر رہ گئی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں چمکنے والی نمی عماد کے لئے بہت تکلیف دہ تھی۔
اس کا واسطہ آج تک لڑکیوں کی جس قوم سے پڑا تھا وہ سب شوخ و چنچل، لاپرواہ اور آزاد طبع کی تھیں۔ ایسے میں ادینہ کا حزن اور سوز دل پر شدت سے اثر انداز ہوا تھا۔
"سو واٹ ادینہ! ــــ سو واٹ؟" وہ ٹیبل پر دونوں ہاتھ ٹکاتے ہوئے اپنے لفظوں پر زور

دے کر بولا تھا۔

"اس حادثے سے تمہاری زندگی ختم تو نہیں ہوئی۔ بلکہ زندگی کا ایک دور ختم ہوا اور اگلا ہوا ہے۔ زندگی تو مسلسل حرکت کا نام ہے، تجربات و مشاہدات کا نام ہے۔ تھک ہار کر موت کی علامت ہے۔"

"اور اگر دل ہی مُردہ ہو جائے تو؟" وہ بڑی کامیاب اداکاری کر رہی تھی۔

"تمہارے دل کو تو میں دیکھ لوں گا۔ فی الحال تو کیک آ رہا ہے۔ اسے حلال کرنے کرو۔" عماد نے ویٹر کو کیک سمیت آتے دیکھ کر ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"آج سے تم اپنی پچھلی زندگی بھول کر ایک بالکل نئی زندگی کا آغاز کرو اور وعدہ کرو زندگی کے ناخوشگوار لمحات کو تم خواب سمجھ کر بھول جاؤ گی۔" وہ کیک پر لگی کینڈل جلاتے ہو مخلصی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

سیاہ پینٹ، وائٹ شرٹ پر سرخ پرنٹڈ ٹائی باندھے، شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک فول اپنے مضبوط سراپے اور کھڑے نقوش کی وجہ سے کسی طور پر نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں تھا۔ مگر جب آنکھوں پر فریب کی پٹی بندھی ہو تو سامنے لگے آئینے میں اپنی شکل دکھائی نہیں حقیقت۔

"اوکے سر۔" ادینہ نے بھی خوش دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چھری ہاتھ میں تھام لی تھی۔ سوچ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے مدھم لہجے میں بولی۔

"زندگی میں پہلی بار مجھے اتنا اچھا اور مخلص دوست ملا ہے عماد! اور مجھے یقین ہے کہ ہم اس دوستی کے تقاضوں کو بہت اچھی طرح نبھائیں گے۔"

"یقیناً۔" وہ فوراً بولا تھا۔ ادینہ نے طمانیت محسوس کرتے ہوئے چھری کے ساتھ کا ڈالا۔ پھر ایک اچھا سا لنچ کیا گیا تھا۔

"تمہارا گفٹ مجھ پر ڈیو ہے۔" وہ وعدہ کر رہا تھا۔

"عماد! اتنا ہی بہت ہے۔" اس نے کہنا چاہا مگر وہ بل کے پیسے پلیٹ میں رکھتا اسے ٹوک

"دوستی کے اصولوں سے تم سے زیادہ اچھی طرح واقف ہوں۔ اس لئے تم خاموش رہو۔"

"یہ اچھی رہی۔" وہ ہنس دی تھی۔

"چلو، میں تمہیں ڈراپ کر دوں۔" اس نے آفر کی تو ادینہ نے بلا تامل اس کی آفر قبول کر

● ● ● ● ●

وہ پلاسٹر آف پیرس کے اسی خالی ہاتھوں والے مجسمے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس کے ملائم انگلیاں پھیرتی وہ جیسے کہیں دور نکل گئی تھی۔ کتنی مشابہت ہے ہم دونوں میں۔ بظاہر کوئی کمی ہوئے بھی کتنی "بڑی" کمی ہے یہ۔ شاید دیکھنے والی نظر تو محسوس بھی نہ کر پائے۔

"میں تو تمہارا نقصان کر کے کتنی ہی دیر شاکڈ رہی تھی۔ ایک بے جان مجسمے کے لئے آنسو

یہاں ایک جیتے جاگتے دل کو توڑ کر نوفل احمد کس قدر پُرسکون ہے۔" اس نے بنا آواز اور یہاں کو ہلکا کرنا چاہا تھا۔

"آپ جان بوجھ کر بھی توڑ دیتیں۔ آپ کو حق تھا۔ برتر کے مقابلے میں کمتر ہمیشہ ہی شکست آپ..." نوفل کا لہجہ کہیں آس پاس ہی مہکا تھا۔

"کون سی برتری؟ —— کیسی برتری نوفل احمد؟ —— روز بروز میں تو مٹی ہوتی جا ہوں اور تم اس کھیل سے محظوظ ہو رہے ہو۔ کاش تمہارا وہ روپ سچ ہوتا۔" اس کی آنکھوں میں نمی نے لگی تھی۔

دروازے پر کھٹکے کی آواز سن کر وہ چونکی ضرور مگر پلٹی نہیں تھی۔

"اگلی بار ذرا احتیاط کیجئے گا۔ آپ کو تو یوں بھی بہت کچھ توڑنے کی عادت ہے۔" نوفل کی آواز نے ساکت کر دیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ پلٹی تو وہ بستر پر بیٹھا شوز اتار رہا تھا۔

"اس نقصان کا تاوان بھر رہی ہوں آج۔" بلا کا صبر رکھنے والی صبا کو لگ رہا تھا جیسے ضبط کا یارا نہ ہو۔

عورت چاہے دنیا کا ہر ظلم برداشت کر لے مگر شوہر کی بے اعتنائی اور بے پرواہی کی مار نہیں سہہ سکتی۔ اس سے بڑی تذلیل اور کچھ نہیں لگتی کہ شوہر اسے ایک نظر کے قابل بھی نہ سمجھتا ہو۔

"یعنی آپ کا خیال ہے کہ اس گلاب کے بدلے میں آپ کو یہاں لایا ہوں؟" اس نے بھنوؤں استہفامیہ انداز میں اچکاتے ہوئے پوچھا پھر ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولا۔

"تو وہ اس کے بدلے میں تو میں اتنی ہی خوبصورت چیز لا کر یہاں رکھوں گا جو اس کمرے کی خوب صورتی میں مزید اضافہ کر دے۔"

"اس دنیا میں خوب صورتی، خوب صورت چہروں کے باعث نہیں ہے، خوب صورت رویوں کے باعث ہے۔ اور کبھی موقع ملے تو اپنی بدصورتی پر بھی غور کیجئے گا۔" وہ چیخ کر بولی تھی۔

"ہا ——" اس کے انداز سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ ہلکا سا قہقہہ لگا بیٹھا تھا۔ فارمل سے ڈریس شرٹ میں ملبوس، ٹائی کی ناٹ کھولے وہ تھکا ہوا ہونے کے باوجود بہت موڈ میں تھا یا پھر شاید دل جلاتے ہوئے وہ یونہی طمانیت محسوس کرتا تھا۔

"مجھے اپنی قدر و قیمت کا بہت اچھی طرح اندازہ ہے۔ اور قدر و قیمت صرف باحیثیت چیزوں کی ہوتی ہے۔"

"یہ آپ کا دوغلا پن ہے۔ اور جس دن آپ کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے آئے گا اس دن آپ کو اپنی اصلی قدر و قیمت کا بھی پتہ چل جائے گا۔" وہ اندرونی ٹوٹ پھوٹ کی زد میں تھی۔ مشتعل سی تو وہ گردن سے ٹائی نکالتا ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"آپ اسے دوغلا پن کہہ رہی ہیں جب کہ لوگ مجھے ایک بہت اچھا بزنس مین کہتے ہیں۔" اس سامنے کھڑا اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ جتانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ صبا کو لگا وہ

زمین میں دھنستی چلی جا رہی ہو۔

آنکھوں میں پھیلتی نمی نے اس کے وجیہہ مردانہ نقوش کو گڈمڈ کر دیا تھا۔

"آپ میرے ساتھ یہ گیم نہیں کھیل سکتے۔ آپ کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔" آنسوؤں کا گ
حلق میں پھنسنے لگا تھا۔

"اس کے لئے نہ تو پہلے مجھے آپ کی اجازت تھی اور نہ ہی اب ہے۔" وہ پلٹا اور دراز
سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس نے سگریٹ لبوں میں دبائی اور لائٹر سے اسے شعلہ دکھانے لگا

"میں بھی سب کو آپ کی اصلیت بتا دوں گی۔ اس کے لئے مجھے بھی آپ کی اجازت
ضرورت نہیں ہے۔" وہ سرتاپا جل رہی تھی۔

"ایسا گیم کھیلنا بہت دل گردے کا کام ہے۔ اگر آپ ایسا کر سکتی ہیں تو بصد شوق۔" وہ
کش لگانے کے بعد اسے انگلیوں میں دباتا ہونٹوں اور نتھنوں سے دھواں خارج کرتا بے
کہہ رہا تھا۔

"اب آپ کو اپنی بہن کی بربادی کا کوئی غم نہیں ہے؟" صبا کا بس نہیں چل رہا تھا
لے آئے۔

"آپ کے حوصلے سے بھی میں بہت اچھی طرح واقف ہوں۔" وہ زیرلب مسکرا رہا تھا۔

اور واقعی، اپنے حوصلے سے تو صبا بھی واقف تھی۔ وہ تو مر کر بھی انس اور تمکین کی ہنسی بس
تباہ نہیں کر سکتی تھی۔ یہ حوصلہ تو صرف نوفل احمد ہی میں تھا۔ کتنے آرام سے اس نے اندھی باز
تھی۔ صبا میر کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اب تک دونوں گھر بربادی کی زد میں ہوتے۔

'اتنا جان لیا مجھے مگر میری قدر نہیں پہچانی۔' اس کے دل میں طوفان سا اٹھنے لگا۔

"آپ نے ژالے سے شادی کیوں نہیں کر لی؟" اس کے چیختے لہجے پر نوفل نے بہت
اسے دیکھا تھا پھر بہت آرام سے بولا۔

"جن کے ساتھ ساری عمر کا تعلق ہو ضروری تو نہیں کہ ان سے شادی ہی کی جائے۔ محبت
دوسرے کے دل میں رہنے کے احساس کا نام ہے۔"

"آپ تو محبت کا نام بھی مت لیا کریں۔ آپ کا تو اس جذبے سے دور کا بھی واسطہ نہیں
وہ بھڑک اٹھی تھی۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا صبا بی بی؟" وہ اس کے انداز سے بہت حظ اٹھاتا اس کے بالمقابل
ہوا تھا۔ پھر اس کی نگاہ کو گرفت میں لے کر بولا۔

"آپ نے برتا ہی کہاں ہے میری محبت کو؟" اس کا لہجہ بہت ٹھہرا ہوا تھا۔ دلکش اند
سگریٹ کی خوشبو آن واحد میں صبا کو اپنی لپیٹ میں لے گئی تھی۔ اوپر سے اس کے لفظوں کا فس
ایسا کوئی رشتہ ہی دونوں کے مابین کب استوار ہوا تھا کہ یہ جھجک دور ہو پاتی۔

"آپ نے ایسا حق دیا ہی کب ہے؟" پتہ نہیں کیسے اس کی زبان پھسل گئی تھی۔ خود ا

خفت و خجالت نے یوں اپنے حصار میں لیا کہ زمین میں گڑ جانے کو جی
دھک سے رہ گیا۔
نے لگا۔

اس کے خجالت سے سرخ ہوتے رخساروں اور ان پر سجدہ ریز سیاہ، گھنی پلکوں نے لحظہ بھر کو نوفل
نگاہوں کو جکڑ لیا تھا۔ مگر اگلے ہی پل وہ خود کو سنبھال گیا۔

"آپ کیا کریں گی اس محبت کو برت کے؟ ___ بقول آپ کے گزشتہ محبتوں ہی نے آپ کو
پامال کر رکھا ہے۔" وہ بہت پرسکون لہجے میں اس کے کہے الفاظ دہرا رہا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے
کسی کے مرضی کے افیئرز کا ذکر ہو رہا ہو۔

بے بسی کی زیادتی نے اس کو کھولا دیا۔

"ہاں، نہیں ہے کوئی شوق مجھے آپ کی محبت کو برتنے کا۔ اگر آپ نے کسی غرض سے اس شادی
اہتمام کیا تھا تو میں نے بھی بہت خوشی سے رضامندی نہیں دی تھی۔"

نوفل کی یکلخت خاموشی نے اس کے دل میں ٹھنڈک اتار دی۔ اس کی طرف دیکھے بغیر وہ رونے
خواہش کو دل میں دباتی صوفے میں دھنس گئی۔

"چلیں اچھا ہوا، آج یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ آپ مجھ سے شادی کرنے کو تیار نہیں تھیں۔ کل
میں اکیلا ہی تو قصوروار نہیں ٹھہرایا جاؤں گا اس معاملے میں۔" قدرے توقف کے بعد اس نے
معتدل لہجے میں کہا تھا۔

"مگر میں اپنی زندگی اس قید میں گزارنے کو تیار نہیں ہوں۔ جب ہمارے درمیان کوئی رشتہ ہی
ہیں تو پھر فقط ایک کمرے میں رہنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔"

اس کی سنگ دلی صبا کو چور چور کر رہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کون سے ایسے الفاظ کہے جو
اس کا سارا اطمینان اور سکون غارت کر دیں۔

جھک کر سگریٹ کو ساسر میں بجھاتے ہوئے وہ چہرہ گھما کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کے لبوں کی تراش
محظوظ کن مسکراہٹ جگمگا اٹھی تھی۔

"اتفاقاً میں بہت فیئر کھیلنے کا عادی ہوں ___ میں نے جس نظریے سے آپ سے شادی کی
تھا، وہ آپ کو بتا دیا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر آپ کے دل میں میرے لئے سوفٹ کارنر ہے تو میں
آپ کے جذبات کا پاس رکھ سکتا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

صبا کو لگا وہ بھک سے اڑ گئی ہو۔

کیا سمجھ رہا تھا وہ اسے۔

فطری جذبات سے مجبور ہو کر اس کے آگے جھک کر چند لمحوں کی بھیک مانگنے والی؟

اس کی بات اسے گالی کے مترادف معلوم ہوئی تھی۔

"بی ہیو یو مسٹر نوفل احمد!"

وہ کسی صورت بھی اپنی آواز کو کنٹرول نہیں کر پائی تھی۔ اشتعال کی تیز لہر اسے بے قابو کر گئی۔

"یہ رشتہ جتنا آپ کے لئے ناپسندیدہ ہے، اس سے کہیں زیادہ میرے لئے ناقابل
اگر آپ اس بندھن کو کسی مجبوری کے تحت نبھا رہے ہیں تو میری زبان بھی بہت سی مجبوریوں
کر رکھی ہے۔ اور جہاں تک بات ہے جذبات کی تو وہ محبتوں کی پیداوار ہوتے ہیں۔ یہ
کچھ بھی نہیں ہے۔ اور میں نفسانی خواہشات کی غلام نہیں ہوں کہ آپ کے ایک اشارے
قدموں میں ڈھیر ہو جاؤں۔"

اس کے غصے سے محظوظ ہوتے ہوئے نوفل نے اپنی سحر طراز آنکھوں کو خفیف سی ج
ہوئے ہلکی سی پُراطمینان مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تو جب میں بھی اس سچویشن سے مطمئن ہوں اور آپ کو بھی کوئی فرق نہیں پڑ رہا
دیں زندگی کو اس کی من مرضی سے۔"

وہ اسے نظرانداز کرتا کپڑے بدلنے کی غرض سے ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھا۔ صبا
درجہ بے بسی کا شکار محسوس کرتے ہوئے سر ہاتھوں پر گرا لیا۔ بہت سے سوال اس کے
کھڑے ہوئے تھے جن کے جوابات ڈھونڈنا ازحد ضروری تھا۔ نوفل کا رویہ ناقابل برد
صبا نہ تو ملمع شدہ زندگی گزارنے کی عادی تھی اور نہ ہی عادی ہونا چاہتی تھی۔ مگر اس سار
پانسہ پلٹنے کے لئے ایک بہت مضبوط حکمت عملی وضع کرنے کی ضرورت تھی۔

"تم اپنی سی کوشش کر دیکھو نوفل احمد! ___ مگر میں بھی تمہیں اتنی آسانی سے جیتنے نہیں
میں اتنی بھی کمزور نہیں کہ تم میری ہی زندگی کی بساط پر مجھے مہرہ بنا کر مجھے ہی مات د
سوچنے لگو۔"

اس نے خود کو حوصلہ دیتے ہوئے اتنے دنوں میں پہلی بار نوفل کے مقابل آ کر اس سا
حال کا سامنا کرنے کی ٹھانی تھی۔

●●●●●

تائی جان اور چچی جان کسی عزیز کی عیادت کو گئیں تو دوپہر کے کھانے کی ذمہ دار
پڑی۔ اوپر سے اتوار کی چھٹی تھی۔ وہ بوکھلا گئی۔ چھٹی کے روز تو بطورِ خاص سب کی پسند
کی جاتی تھیں اور یہاں ضحیٰ صاحبہ کا شمار "رنگروٹوں" میں ہوتا تھا۔

"ابھی چار دن ہی تو ہوئے ہیں مجھے کچن میں آتے ہوئے۔ اب بھلا میں ان س
لسٹ کہاں سے تیار کروں؟"

وہ جھنجلا کر چیزیں اِدھر سے اُدھر پٹخ رہی تھی۔ اسے تو وجدان کی بریانی کی فرمائش
ڈالا تھا۔ چلو میٹھے میں فروٹ ٹرائفل تو وہ بنا ہی لیتی کہ اس میں کام ہی کون سا تھا۔ مگر یہ
گڑبڑ والی ڈش تھی۔ اور ضحیٰ بی بی کو چچی جان نے ابھی کوکنگ کی پہلی سیڑھی یعنی چاول
تک ہی محدود رکھا ہوا تھا۔ سالن کی کوئی ڈش اسے بنانی نہیں آتی تھی۔

"آپی ڈیئر! بےفکر ہو جائیں۔ ابو جی اپنے کسی دوست کی طرف چلے گئے ہیں اور شا

طور واپس آنے کے امکانات نہیں ہے۔" حمرہ نے اس کی پریشانی کم کرنا چاہی تھی۔

"بابا جان بےچارے کس گنتی میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ تو اتنے اچھے ہیں کہ صبح کا بچا ہوا پراٹھا
ے کر بھی راضی تھے۔ یہ بس تمہارے اکیلے معید بھائی ہی سب پر بھاری ہیں۔" وہ چڑ کر کہہ رہی
بھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو اس نے حمرہ کے ذریعے پیغام دیا تھا کہ چکن جلفریزی خاص طور پر
جائے۔

"کیا ہے آپی! کھانا پکانا اتنا مشکل تو نہیں ہے۔ بس ترکیب آنی چاہئے۔ ہر چیز کا پہلے مصالحہ
جاتا ہے پھر جو چیز پکانی ہو وہ ڈال کر پانی ڈال دیں، کھانا تیار۔" حمرہ نے چٹکی بجائی تو وہ
آمیز انداز میں بولی۔

"کاش جتنی آسان ترکیب تم نے بتائی ہے اسی ترکیب سے ہر کھانا تیار ہو جائے۔"

"با آپی کی ڈائری سے دیکھ لیں نا۔ اتنی زبردست ترکیبیں لکھی ہوئی ہیں انہوں نے۔ ہر
ایک نئی ڈش بناتی تھیں وہ۔" حمرہ نے مشورہ دیا تھا جسے اس نے مایوسی سے رد کر دیا۔

"دیکھ چکی ہوں میں اس کی عقل مندانہ ترکیبیں۔ صرف مصالحوں کے تناسب اور ڈشز کے نام
ے ہوئے ہیں یا پھر ان سے متعلق چند ضروری باتیں۔ ظاہر ہے بنیادی ترکیب تو اسے پتہ ہی ہوتی
کہ کھانا کس طرح بنایا جاتا ہے۔ اسی نے سب کو بگاڑا ہے۔"

"چلیں، اب کچھ تو پکا لیں۔ ٹائم نکلتا جا رہا ہے۔ کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے۔"

"دال چاول بنا لیتی ہوں۔" آسان ترین ڈش کا خیال آیا مگر حمرہ نے ریجیکٹ کر دیا۔

"معید بھائی کہتے ہیں یہ لڑکیوں کی پسند کی ڈش ہے۔"

"اُف، کس قدر نیک ہیں۔ جس ڈش کے ساتھ لڑکیوں کا نام آ گیا، وہ بھی نہیں کھائیں گے۔" وہ
ڈیپ فریزر میں سے چکن کا پیکٹ نکالنے لگی۔

"ہاں بھئی، کیا کیا تیار ہو چکا ہے؟" وجدان نے کچن میں داخل ہوتے ہی یوں دونوں ہاتھ آپس
رگڑے جیسے فوراً ہی کھانا کھانے کو بیٹھنے لگا ہو۔

"ابھی تو صرف پلاؤ ہی تیار ہو سکا ہے۔" حمرہ نے بتایا تو وہ چھوٹی ڈائننگ ٹیبل کی چیئر گھسیٹتا
بیٹھ گیا۔

"حد ہوتی ہے نالائقی کی آپی! کچھ صبا آپی ہی سے سیکھ لیا ہوتا۔"

"اس نے اب تک مجھے سب سے بہترین بیلن اور چھری چلانا سکھایا ہے۔ اگر تم نے اپنی فضول
بک جاری رکھی تو میں ان دونوں صلاحیتوں کا بہت اچھا مظاہرہ کر سکتی ہوں۔" ضحیٰ نے فوراً دھمکی
دونوں ہنسنے لگے۔

ضحیٰ نے ان دونوں کے سامنے لہسن اور پیاز بنانے کو رکھے تو وجدان کی بتیسی گم ہوتے دیر نہیں

"یہ کیا ہے؟ ___ ایسا کھانا تو شاید جیل میں ملتا ہو گا قیدیوں کو۔"

"لہسن چھیلو اور پیاز کاٹو۔ ورنہ شاید کچے ہی کھانے پڑیں گے۔" وہ اطمینان سے کہہ کر ز
سے ٹماٹر اور ہری مرچیں نکالنے لگی۔

"یہ خالصتاً زنانہ کام ہے۔" وجدان کترایا تو ضحیٰ نے اسے چھری دکھائی۔

"آرام سے بیٹھ کر کام کرو۔ تم ہمیشہ مردوں کی بہترین صلاحیتوں کی تعریف میں سب
یہی کہتے ہو کہ دنیا میں بہترین کک بھی مرد ہی ہوتا ہے۔ آج ذرا تمہارا بھی ٹیسٹ ہو جائے"

"آپ خود کچھ نہیں کریں گی؟" حمرہ کو اعتراض ہوا تھا۔

"میں ذرا جا کر صبا سے فون پر بریانی کی ترکیب پوچھتی ہوں۔ تم ذرا چولہے پر ہنڈ
دینا۔" وہ روانی سے کہہ رہی تھی۔

وجدان گہری سانس لے کر لہسن چھیلنے کی تیاری کرنے لگا۔ ضحیٰ کے انداز سے لگ رہا تھا
دوپہر کا کھانا بھی دنیا کا بہترین کک ہی پکائے گا۔

"آپ کیا ان کے گھر جا کر ترکیب پوچھ رہی ہیں جو اتنی دیر لگے گی کہ پیچھے ہنڈیا بھی
چڑھاؤں؟" حمرہ خود اس سارے چکر سے انجان تھی۔ بدک گئی۔

"گڑیا! کام ہی کیا ہے۔ میں کون سا چکن جلفریزی بنا رہی ہوں۔ سیدھا سادھا چکن
ہوگا۔ اچھا تم یہ پیاز تو کاٹو۔ اتنی دیر میں، میں صبا سے نمٹ لوں۔" وہ خود کو بہت مصروف
کچن سے باہر تھی۔

"اب تو سیدھے رات کا کھانا ہی پکے گا۔ آدھا گھنٹہ تو یہ محض حال احوال پوچھنے میں لگا
وہ دھپ سے کرسی پر بیٹھی تھی۔ پھر وجدان کو لہسن چھیلتے دیکھ کر ہنسنے لگی۔

"تم یہ کام اپنے موکل سے کیوں نہیں کروا لیتے، جو بقول تمہارے بابا جی جھنڈے والی
تمہاری خدمت میں بطور تحفہ تمہیں دے دیئے ہیں؟"

"اتنے چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے موکل بے چارے کو تکلیف کیوں دوں؟ ا
بڑے بڑے کام لوں گا۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"مثلاً کون سے بڑے بڑے کام؟"

وہ سوچنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

"اوں ــــ جیسے کسی دن اگر تم مجھے کپڑے پریس کر کے نہ دو تو تمہیں غائب کروا دو

"خدا نہ کرے۔" وہ سہم سی گئی تھی۔

"خدا نہیں، مگر میں ضرور کروں گا۔" اس نے مزے سے کہا تو وہ اسے گھورتے ہوئے
کر پیاز کی پرتیں اتارنے لگی۔

معید کچن میں داخل ہوا تو کچھ عجیب سی صورت حال تھی۔ وجدان سنک پر جھکا نل کو
پانی کے چھینٹے مار رہا تھا اور حمرہ آنسوؤں بھری آنکھیں لئے شاید اپنی باری کے انتظار میں

"کیا ہو رہا ہے یہ؟" وہ حیران ہوا تھا۔

ان آستین سے چہرہ خشک کرتا اس کی طرف پلٹا۔
"ج ہم دونوں نے ایک بہترین کک کو اسسٹ کرنا شروع کر دیا ہے۔"
"وہ بہترین کک کہاں ہے؟" معید نے آدھے ادھورے چھلے لہسن اور ادھ کٹے پیازوں پر
ڈالتے ہوئے پوچھا تو وہ شرارت سے بولا۔
"بہترین کک اس وقت صبا آپی سے فون پر بریانی کی ترکیب پوچھ رہا ہے۔"
کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔
تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ بریانی بنانا تو بچوں کا کھیل ہے۔ اتنی آسان سی ترکیب ہے،
بریانی بن جائے گی......" وہ بولتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی تو زبان کو بریک اسی وقت
معید کو وہاں پایا۔
پی ڈیئر! جس ڈش کی ترکیب کو نوٹ کرنے میں تمہیں ڈیڑھ گھنٹہ لگا ہے وہ محض منٹوں میں
جائے گی؟" وجدان نے اپنی معلومات میں گراں قدر اضافہ کرنے کی خاطر پوچھا تو وہ گھور
گئی۔
پیاز آپ خود کاٹ لیں۔ بہت مشکل کام ہے۔" حمرہ ابھی تک ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ

ے رہنے دو ــــ اب صرف بریانی کے لئے پیاز کاٹنا ہے۔ صبا کہہ رہی تھی کہ جب بریانی
ڈالنا ہے تو الگ سے چکن کی ڈش بنانے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ آرام سے اپنا ارادہ بتا

تو ہو ہی نہیں سکتا کہ صبا آپی نے معید بھائی کی فرمائش کو منع کر دیا ہو۔" حمرہ انجانے ہی میں
دٹ پکڑ گئی تھی۔
کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟" ضحیٰ نے کھسیا کر اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔ پھر بولی۔
ای کباب فریز کئے رکھے ہیں۔ ساتھ میں دہی پودینے کی چٹنی بنا لیں گے۔"
"کریں معید بھائی! بنا لیں گے۔ یعنی ہر کام میں ہمیں بھی شامل کیا جا رہا ہے۔" وجدان نے
تھی۔

بہرحال، آج کی تاریخ میں جو کچھ بھی بنے اس میں مصالحوں کا تناسب صحیح ہونا چاہئے اور
زیادہ دو بجے تک میں انتظار کروں گا۔" وہ تنبیہہ کر رہا تھا۔
سلگ کر رہ گئی۔
اس کے بعد ہوٹل زندہ باد۔" حمرہ کی آنکھیں چمکی تھیں۔
نکل نہیں ــــ دو بجے تک مجھے کھانا ملنا چاہئے۔" وہ اطمینان سے کہہ کر چلا گیا تھا۔
مانا نہ ہوا، عدالت کا فیصلہ ہو گیا جو عین دو بجے سنانا انتہائی لازمی ہے۔" وہ بڑبڑائی تھی۔
ر تو آج ایک بہت ضروری میچ ہے۔ میں دو بجے تک آ جاؤں گا۔" وجدان نے کھسکنے کی

تیاری شروع کی تو وہ خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔
"خبردار جو آج تم نے گھر سے قدم بھی باہر نکالا تو۔ میں اتنی گرمی میں چولہے کے آ
ہوں اور انہیں اپنی دلچسپیاں سُوجھ رہی ہیں۔"
"اچھا چلو، یوں کرتے ہیں کہ فروٹ ٹرائفل میں بنالوں گا۔" وجدان نے مصالحانہ انداز
"اور میری تو یوں بھی اب کچن میں کوئی ضرورت نہیں۔ بریانی کی ترکیب تو آپ کو
ہے۔" حمرہ نے بھی اُڑنے کو پَر تولے تو اسے غصہ آنے لگا۔
"دفع ہو جاؤ تم دونوں ____ نکمے اور کام چور۔"
وہ دونوں اس کے غصے سے متاثر ہوئے بغیر فرار ہو گئے تھے۔
"شکر ہے کہ تائی جان اور امی کے ساتھ ابو جی بھی چلے گئے۔ ورنہ وہ تو دل کھول
کھانے پکواتے۔"
پیاز کاٹنے کا جگر پاش مرحلہ طے کرتے ہوئے اس نے تشکرانہ انداز میں سوچا تھا
مصالحہ تیار کرنا ایک اور بہت مشکل مرحلہ ثابت ہوا۔ پسینے میں ڈوبی وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں
تھی۔ بہت احتیاط کے ساتھ اس نے صبا کی ہدایات کے مطابق مصالحہ جات کا استعمال کیا
کہ وہ آج تو معید حسن کے سامنے شرمندگی کا شکار نہیں ہونا چاہتی تھی۔
مگر اپنی عقل کا ماتم کرنے کو جی تو اس وقت چاہا جب مصالحہ تیار ہو جانے پر یاد آیا
ابال کر رکھے ہی نہیں تھے۔ گیارہ بجے سے شروع ہونے والی بریانی بمشکل اڑھائی بجے
تب تک وہ مر جانے کی حد تک تنگ آ چکی تھی۔ گرمی کی شدت نے بے حال کر کے رکھ
دوران حمرہ اور وجدان فروٹ ٹرائفل اور کبابوں کے لئے چٹنی تیار کر چکے تھے۔
بریانی کو دم پر رکھنے کے بعد اس کی سانسیں آسان ہوئی تھیں۔ وہ فوراً کچن سے نکل
تینوں کو ٹھنڈی فضا میں مزے سے "ٹام اینڈ جیری" دیکھتے پا کر اس کے تلوؤں سے لگی، سر پر
"میں نے اپنے حصے کا کام کر دیا ہے۔ اب میں شاور لے کر آؤں تو شامی کباب تل
ہونے چاہئیں۔" غصہ دباتے ہوئے بھی وہ جتانے والے انداز میں کہہ گئی تھی۔ معید نے
اسے دیکھا تھا۔ پسینے میں ڈوبی گرمی اور غصے کی شدت سے تمتماتا چہرہ لئے وہ ایک تھکی ماندی
بوجھ تلے دبی خاتونِ خانہ لگ رہی تھی۔ جب کہ اس سے پہلے وہ کبھی بھی اس قدر گھری
دکھائی نہیں دی تھی۔ ہمیشہ نکھری، سنوری اور فریش رہتی۔ جیسے کہیں جانے کو تیار ہو۔
"اُف آپی! اتنے مزے کے کارٹونز چل رہے ہیں۔" حمرہ تو یوں بھی ابھی تک بچوں
کی جاتی تھی۔ بچوں کے پروگرام کی دیوانی۔ خصوصاً کارٹونز "ٹام اینڈ جیری شو" سے اچھا تو
لگتا ہی نہیں تھا۔
"آپی! جہاں بریانی بنا لی ہے، وہاں کباب تل کے بھی کچھ اور نیکی کما لو۔" وجدان
حال تھا۔

ی کا جی چاہا اسے ہی اٹھا کر تل دے۔
"میرا جو کام تھا میں نے کر دیا۔ مزید نیکی کمانے کا میرا موڈ نہیں ہے۔ اب جو نواب زادے
میں بیٹھے ہیں وہی جا کر کباب تل لیں ورنہ پھر یونہی سوکھی بریانی کھا لینا۔" وہ صاف لفظوں
معید کو سنا گئی تھی۔
"آپی کے تو دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے۔"
"کبھی کبھار کام کرنے والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔" وجدان کے متاسفانہ انداز میں کہنے پر معید
آرام سے کہا تو حمرہ بادل ناخواستہ اٹھ گئی۔
"یہ تو آج ہم لوگوں کو بھی بہت اچھی طرح معلوم ہو رہا ہے۔"
ان کے سیاہ و سرخ پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس گیلے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستی وہ بہت فریش سی
میں آئی تو حمرہ برتن نکال رہی تھی۔
"ہا، آپی! یہ کیا ہے؟" حمرہ متحیر تھی اور بریانی کا فائنل نظارہ تو دم ہٹانے کے بعد خود صحیٰ کو بھی
گیا تھا۔ گوشت اور چاول آپس میں شیر و شکر ہو رہے تھے جیسے کبھی الگ نہ ہونے کا ارادہ ہو۔
"اُف ____ ابھی کچھ دیر پہلے تک تو یہ بالکل صحیح تھے۔" وہ اپنی محنت رائیگاں جاتی دیکھ کر
ی ہو گئی۔ چاولوں کو تلے اوپر کرنے کی خاطر چمچہ چلایا تو وہ بھی چاولوں میں چپک کر رہ گیا۔
"آدھے گھنٹے سے تو دم پر رکھا ہوا تھا۔ بے چارے چاول دم نہ لیتے تو اور کیا کرتے۔" حمرہ
بغور دیگچی میں جھانکا تھا۔
"ویسے آپی! یہ بریانی کم اور حلیم زیادہ لگ رہی ہے۔"
"اچھا اب زیادہ نقص مت نکالو۔ میں کون سی ماسٹر ہوں کوکنگ میں؟" وہ خود بھی کنفیوژ ہو رہی
اوپر سے وجدان کی آمد سونے پر سہاگہ ہو گئی۔
"میں بھی کہوں، اتنی دیر کیوں ہو رہی ہے۔ بریانی صاحبہ پتیلے کا ساتھ چھوڑنے کو راضی نہیں
" وہ آتے ہی صورت حال بھانپ چکا تھا۔
"بکواس مت کرو وجی۔" وہ خجل سی ہو گئی۔
"اب جلدی کرو آپی! معید بھائی کا غصہ آسمان کو چھو رہا ہے۔ ٹام اینڈ جیری شو کے بعد اب جیو
اسپیشل کی باری آ چکی ہے جہاں روسٹڈ کیکڑے اور سانپ کی مصالحہ دار ڈشز دیکھ کر بے
تمہاری بریانی یاد آ گئی تو انہوں نے مجھے کچن کی طرف دوڑایا ہے۔" وجدان کی زبان چرخی کی
چل پڑی تھی۔ اسے غصہ تو کیا آتا، الٹا جی متلانے لگا۔
"وجی! دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔" اس نے چاولوں سے لتھڑا چمچہ اٹھا کر دھمکایا تو وہ دبک گیا۔
"کیا کرتی ہو آپی! اس کی کلف بھلا مہینہ بھر کہاں اترے گی شرٹ سے؟"
"مجھے تو بتائیں نا، اسے ڈش میں نکالنا ہے یا ڈونگے میں؟" حمرہ الجھن میں تھی۔ وجدان کے
اسے ہی بھر کر خجل کیا تو وہ حمرہ کو خفیف سا گھورنے کے بعد ڈش میں چاول نکالنے لگی۔ ان

دونوں کے سامنے یہ ایک خاصا شرمندہ کرانے والا عمل ثابت ہوا۔ کیونکہ چاول جس حالت میں چمچے کے ساتھ دیگچے سے باہر آ رہے تھے، ڈش میں بھی جوں کے توں رکھے جا رہے تھے۔ فروٹ ٹرائفل، شامی کباب، چٹنی اور........

پلیٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتا وہ ٹھٹک گیا تو ضحیٰ نے سانس روک کر انکھیوں سے اس کی طرف دیکھا۔ سیاہ آنکھوں میں تحیر واضح تھا۔

ڈش میں پڑی چاولوں کی ڈھیریوں کو ضحیٰ نے چمچے سے کافی حد تک پھیلا دیا تھا۔ وہ پھیلتے لگتے اور بھی عجیب وضع اختیار کر گئے تھے۔ اوپر سے ان کے اندر سے جھانکتی مرغی کی بڑی بڑی ہڈیاں، بقول وجدان کسی ہارر موی کا سا سین تھا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ بے یقینی سے ضحیٰ کو دیکھنے لگا تو وہ گڑبڑا گئی۔ مگر پھر فوراً ہی خود کو سنبھالتے ہوئے اپنے مخصوص پُراعتماد انداز میں بولی۔

"یہ میں نے بریانی بنائی ہے۔ بس تھوڑی سی خراب ہو گئی ہے۔"

"اوہ گاڈ" معید کو دھچکا سا لگا۔ اس نے سامنے پڑی ڈش کو بغور دیکھا تھا۔ ذہن پر زور دیا۔ یاد نہیں آیا کہ کبھی تائی جان یا چچی جان میں سے کسی نے ایسی نادر و نایاب بریانی بنا کر کھلائی ہو۔

"پچھلے چار گھنٹوں سے تم یہ نایاب ڈش تیار کر رہی تھیں؟" معید کو غصہ آ گیا تھا۔ کبھی جو اس نے کوئی "سیدھا" کام سرانجام دیا ہو۔ البتہ الٹے کاموں میں اس کا نام ہمیشہ نمایاں ہوتا تھا۔

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں ــــــ میں نے تو بالکل ٹھیک طریقے سے بنائی تھی۔"

"ہو سکتا ہے چاولوں کی آپ سے کوئی دشمنی ہو، اسی لئے گوشت کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا۔" وجدان نے کافی غور و خوض کے بعد نتیجہ نکالا تھا۔

"کبھی کوئی ایسا کام بھی کر لیا کرو جو دوسروں کے لئے قابل قبول ہو۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ دماغ سنسنا اٹھا۔ اس فقرے کے تو کئی معنی نکل سکتے تھے۔ اور وہ تو یوں بھی وکیل تھا۔ بنا سوچے بولتا بھی نہیں تھا۔ یقیناً یہ ایک جتلانے والا طنز تھا جو ضحیٰ کو چبھ گیا۔

اس سے پہلے وہ حمرہ اور وجدان کے سامنے کبھی بھی معید سے نہیں اُلجھی تھی۔ مگر اس وقت اس نے کسی مصلحت کا خیال کئے بغیر اپنی پلیٹ پٹخ دی اور اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"میں آپ لوگوں کی تنخواہ دار ملازمہ نہیں جو مجھ پر اتنا رعب جما رہے ہیں۔"

"بی ہیو یو ضحیٰ!" معید نے خاصی ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔ مگر ایک تو اتنی گرمی میں چولہے کے آگے کھڑے رہنے کا غم، اوپر سے رزلٹ بھی برا ملا تھا۔ سو دل کو کافی ملال نے گھیر رکھا تھا۔ وہ بھی تنک کر بولی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں میں۔ مجھے کھانا بنانا نہیں آتا۔ پھر بھی میں نے بنایا ہے۔ اور تم بجائے شکر ادا کرنے کے نقص نکال رہے ہو۔" وہ پاؤں پٹختی چلی گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد وجدان اور حمرہ نے ہنسنا شروع کر دیا۔

"شکر ہے آپی خود ہی چلی گئی۔ ورنہ تو ایک جھگڑا ہماری وجہ سے بھی ہوتا۔ میں تو کبھی بھی یہ ڈش کھانے والا نہیں تھا۔"

"اندازہ کریں کہ ابھی انہوں نے صبا آپی سے پوری ترکیب پوچھ لی تھی، خود سے بناتیں تو کیا چیز معرض وجود میں آتی۔" حمرہ نے معید کی پلیٹ میں شامی کباب رکھتے ہوئے کہا تو وہ عجیب انداز میں سر ہلا کر کبابوں پر چٹنی ڈالنے لگا۔ اب شدید بھوک کا کچھ تو علاج کرنا ہی تھا۔

البتہ شام کو جب چچی جان نے اس کی بنائی ہوئی ڈش کی رونمائی کی تو اپنا سر پکڑ کر بیٹھ رہیں۔

"کیا ہے امی! پہلی بار تو سبھی سے ایسا ہی ہوتا ہے۔" وہ منمنائی تھی۔

"اسی لئے ــــــ اسی لئے کہتی ہوں کہ صرف زبان چلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کبھی ذہن بھی چلا لیا کرو۔" چچی جان جل کر بولی تھیں۔ انہیں تو یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ معید کیا سوچ رہا ہوگا۔ وجدان بتا رہا تھا کہ کسی نے بھی بریانی نام کی اس عجیب الخلقت شے کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔

"ایک تو آپ بھی نا۔ پتہ نہیں وہ کون سی مائیں ہوتی ہیں جو اپنی اولاد کی صفات بیان کرتی نہیں تھکتیں۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔

ایک تو اتنی گرمی میں چار گھنٹے چولہے کے آگے جھلستی رہی تھی، اوپر سے وہ تینوں نہ صرف کباب بلکہ فروٹ ٹرائفل کا بھی خاتمہ کر اٹھے تھے۔ نتیجتاً وہ دوپہر سے بھوکی تھی۔ اور یہاں اتنی محنت اور اس کا کوئی صلہ نہیں مل رہا تھا۔

"یہاں ایک صفت مل جائے تو بڑی بات ہے۔ کجا صفات۔" وہ کلسی تھیں۔

"اُوفوہ ــــــ اب بس بھی کریں امی! اور یہ وجی کے بچے کو تو میں ابھی پوچھتی ہوں۔ عورتوں والی چغل خوری کی عادت پائی ہے اس نے۔" وہ اکتا کر بولی۔ مگر وہ کسی اور ہی تاسف میں تھیں۔

"پتہ نہیں بچہ کیا سوچ رہا ہوگا۔"

"کون سا بچہ؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"معید کی بات کر رہی ہوں ــــــ کیا سوچ رہا ہوگا کہ اتنی بڑی ہو گئی اور ابھی تک کھانا پکانا بھی نہیں آتا۔"

ضحیٰ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔

"اسے کیا ضرورت پڑی ہے اس طرح کی سوچوں میں پڑنے کی۔ میرا جو جی چاہے گا وہی کروں گی۔"

"فضول مت بولو، اچھا۔" چچی جان نے الجھ کر اسے ڈانٹ دیا تھا۔

"اس سے تو اچھا ہے کہ میں صاف جواب دے دیا کروں ہر کام سے۔" ضحیٰ کا دل برا ہونے لگا۔ چچی جان نے اس کی دل گرفتگی کی طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ دل ہی دل میں ضحیٰ کو کوکنگ سکھانے کا پکا ارادہ کر رہی تھیں۔

●●●●●

"اب تک تو نوفل کو آ جانا چاہئے تھا۔ نو بج رہے ہیں۔" صالحہ بیگم پریشان ہو رہی تھیں۔ صبا ان کی وارڈ روب ٹھیک کرنے کے کام سے فارغ ہو کر ان کی طرف پلٹی۔

"ان کا فون آیا تھا کہ ایک بہت ضروری اپائنٹمنٹ ہے۔ اور پھر ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے بھی تو ان سے بات کی ہے۔ پھر بھی آپ مطمئن نہیں ہو رہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے ان کے پاس بیٹھ گئی۔

"کیا کروں بیٹا! عادت نہیں ہے نا اس کے انتظار کی۔ ہمیشہ ٹائم پر آفس سے اٹھ جاتا ہے۔ اس لئے اب ذرا سی بھی دیر ہو جائے تو دل گھبرانے لگتا ہے۔" وہ واقعی متفکر تھیں۔

صبا ان کی ٹیبلٹس نکالنے لگی۔

"میرے ہوتے ہوئے آپ کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ اپنی میڈیسن لیں اور آرام سے سو جائیں۔"

"میں سوچ رہی تھی کہ نوفل آ جاتا تو اطمینان سے سوتی۔"

"ابھی آ جائیں گے وہ۔ آپ یونہی پریشان ہو رہی ہیں۔ اور ویسے بھی میں تو جاگ رہی ہوں نا۔ آپ بس یہ میڈیسن لیں اور لیٹ جائیں۔" صبا نے ان کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھما کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر ٹیبلٹس رکھی تھیں۔

"اچھا، پھر مجھے کارڈلیس دینا۔ میں ایک بار پھر نوفل سے بات کروں گی۔ اتنی رات کو میٹنگ کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔ اپائنٹمنٹ کینسل بھی تو کی جا سکتی ہے۔"

"وہ میٹنگ میں ہوں گے امی! کیا پتہ کال ریسیو ہی نہ کریں۔ اور پلیز، اب آپ جلدی سے دودھ ختم کریں اور لیٹ جائیں۔ مجھے پتہ ہے آپ کو نیند آ رہی ہے۔" صبا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے گلاس خالی کرنے لگیں۔

"چلیں اب میرے سامنے لیٹیں۔" خالی گلاس تھامتے ہوئے اس نے کہا تو صالحہ بیگم نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"میں ہمیشہ ڈرتی تھی کہ جانے نوفل کو کیسی لڑکی ملے گی اور وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی۔ مگر تم نے تو میری تمام فکریں اور خوف ختم کر دیئے ہیں۔ نہ صرف نوفل کی زندگی میں خوشیوں کے رنگ بھر دیئے ہیں بلکہ میرا بھی دل جیت لیا ہے۔"

ان کے مشفقانہ انداز پر وہ جھینپ سی گئی۔

"آپ تو خود اتنی اچھی ہیں امی! کہ آپ سے محبت کرنے کو دل چاہتا ہے۔"

"تمہاری اچھائی میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے۔ ورنہ ایک بہو کے منہ سے ایسے الفاظ سننے کے لئے تو جانے کتنی ریاضت کرنا پڑتی ہے۔" انہوں نے محبت سے اس کا رخسار تھپتھپایا تھا۔

صبا کا دل ٹھہرنے کی بجائے مضطرب ہوا تھا۔

'مجھے اس قدر اونچے منصب پر فائز مت کریں ماما! ـــــ میرا منصب تو آپ کے

واضح کر دیا تھا۔ اگر میں اتنی ہی اچھی ہوتی تو اچھائی کے اس چنگل میں آپ سے پہلے آپ کا بیٹا گرفتار ہوتا۔' وہ سوچ گئی۔

"میرے خیال میں ساس، بہو نے ایک دوسرے کی بہت تعریفیں کر لیں۔ اب آپ کو ایک اچھی نیند لینی چاہئے۔" صبا نے اپنے لہجے کی آزردگی کو خوش گواریت کا لبادہ اوڑھاتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دیں۔ ان کی ہدایت پر اے سی کی کولنگ کم کرتے ہوئے لائٹ آف کر کے وہ ٹی وی لاؤنج میں چلی آئی۔

بیرونی گیٹ کھولنے کی ذمہ داری تو چوکیدار کے سر تھی مگر کوریڈور کا داخلی دروازہ صبا ہی کو کھولنا تھا۔ وہ ناگواری ہی سے سہی مگر نوفل کے انتظار میں ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی۔ حالانکہ اسے ٹی وی سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ نو بجتے ہی اس کی پلکیں بوجھل ہونے لگتی تھیں۔ مگر جاگتے رہنے کے لئے اسے یہی مصروفیت سجھائی دی تھی۔

نظریں ٹی وی اسکرین پر تھیں جب کہ ذہن تنہائی اور فراغت پاتے ہی اپنی زندگی کے اس ناقابلِ یقین موڑ میں الجھ گیا تھا۔ یونہی بے دلی سے سوچتے ہوئے اس کا الجھا بکھرا دھیان ٹی وی سے ابھرتی دلکش آواز نے سمیٹ کر ایک ہی نقطے پر مرتکز کر دیا۔

وہ اب بھی ٹی وی اسکرین کی طرف متوجہ نہیں تھی مگر مغنیہ کی دلکش آواز میں ادا ہونے والا ہر لفظ اس کی سماعت نے اپنے اندر اتار لیا تھا۔

زندگی کچھ نہیں
احساسِ محبت کے بغیر
جیسے ہو کوئی خلا
جیسے جنگل کی ہوا
کس نے پہچانا اسے
تیری قربت میں، یہی راز کھلا ہے مجھ پر
آدمی خاک ہے چاہت کے بغیر
زندگی کچھ نہیں
احساسِ محبت کے بغیر

'ہاں، زندگی کچھ نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں۔ اگر محبت نہیں ہے تو۔' اس کی بند آنکھوں کے کونے نم ہونے لگے تھے۔

'اور کیا میں تم سے خود کہوں نوفل احمد! کہ میں اب تک محبتوں بھری فضا میں سانس لیتی آئی ہوں، اس گھر سے اس گھر تک کا فاصلہ بھی تو میں نے محبت کے پُل پر طے کیا تھا۔ اور ہوا کیا کہ محبت تو درکنار احساسِ محبت بھی نہیں۔ اور وہ تمہاری سحر طراز آنکھوں کا دھوکا، کتنی کامیابی سے ٹریپ کیا ہے تم نے مجھے، کتنے رنگ جھلکتے تھے تمہاری آنکھوں سے۔ کیسا جادو چھلکتا تھا تمہارے لفظوں سے۔ میری

اتنی کڑی آزمائش مت کرو نوفل احمد! محبت تو میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ میں تو سر سے پاؤں تک رنگ میں رنگی ہوں۔ چاہتوں کی خوشبو میں سانس لینے کی عادی ہوں۔ میری سانسوں پر پہرہ بٹھاؤ۔ مجھے بے رنگ زندگی گزارنے کی سزامت دو۔‘

وہ شکستگی کی زد میں تھی۔

بہت معصوم سے مان کے ساتھ گزرے ماہ و سال گزارے تھے اس نے۔ اب اس قدر شخص کی بے اعتنائی کا سامنا کرنا مشکل کیوں نہ لگتا۔ وہ تو ہمیشہ سے محبتوں کی برکھا میں بھیگ رہی تھی۔ اچانک کڑی دُھوپ کا سایہ بینائی چھیننے کے درپے تھا۔

گاڑی کے ہارن کی آواز نے اسے چونکایا تو اس نے سیدھے ہوتے ہوئے ہتھیلیوں سے رگڑ کر شکستگی کے نشانات مٹانے کی کوشش کی اور داخلی دروازہ کھولنے کی غرض سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے پہنچنے تک وہ ایک مرتبہ دروازہ کھٹکھٹا چکا تھا۔ صبا نے چابی گھما کر لاک کھول دیا۔ وہ کر اندر داخل ہوا۔ تب تک وہ واپس پلٹ چکی تھی۔ مگر اس کی یہ خاموشی لاؤنج میں پہنچنے تک ہی ابھی کچھ دیر پہلے تک وہ جس کرب اور شکستگی سے گزر رہی تھی شاید اس نے یا پھر شاید احساس نے اتنے دنوں سے اندر جو کھولن جمع کر رکھی تھی وہ باہر نکل آئی تھی۔

”میں آپ کی ملازمہ نہیں ہوں جو آدھی رات تک نہ صرف آپ کا انتظار کروں بلکہ دروازہ کھولوں۔“

ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ بے تحاشا چونکا تھا۔

چکن کے پیچ کلر کے سوٹ میں ملبوس چہرے پر ناگواری کے تاثرات سجائے وہ بولی بھی بے زاری سے تھی۔

نوفل نے گہری سانس بھری تھی۔

”آپ خود کو میری ملازمہ نہیں سمجھتیں۔ میں نے بھی آپ کو اس عہدے پر فائز نہیں کیا۔ پھر بھی یوں آپ نے نہ صرف میرا آدھی رات تک انتظار کیا بلکہ دروازہ کھولنے کا ناگوار فریضہ سرانجام دیا ـــــ پوچھ سکتا ہوں کیوں؟“ کوٹ اتار کر بازو پر ڈالتے ہوئے اس نے اپنے پُرسکون لہجے میں کہا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔ خجالت نے لحظہ بھر میں چہرہ تمتما دیا۔ اس کے لہجے کا طنز ہوا تو نہیں تھا۔

”یہ سب صرف امی کی وجہ سے ہے۔ صرف ان کی پریشانی کے خیال سے۔“ وہ بہ دقت خود کو سنبھال پائی تھی۔ لہجے میں مقدور بھر سختی سمو کر کہا۔

”اگر آپ کی یہ ”مہربانی“ صرف امی کے لئے ہے تو مجھ سے کیا شکایت ہے آپ کو؟ امی کو انکار کر دیتیں۔ میں نے تو آپ سے یہ خدمت نہیں مانگی تھی۔“ وہ چند قدم چل کر اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے بالمقابل نگاہوں سے تمسخر اُڑاتا وہ صبا کے لئے آزمائش بننے لگا۔ ان نگاہوں کی تپش نے پیشانی عرق آلود کر دی تھی۔ اپنی خواہ مخواہ کی بحث پر اسے

”آپ کی طرف سے بہت پریشان تھیں۔ بمشکل میڈیسن لے کر سونے کے لئے لیٹی ہیں۔“ اپنے لب و لہجے کی مضبوطی میں فرق نہیں آنے دیا تھا۔ نوفل گہری سانس لیتا پلٹ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ صبا کے ہونٹوں سے دبی دبی سانس خارج ہوئی تھی۔

”میں نے ان سے کہا بھی تھا کہ میری ایک ضروری اپائنٹمنٹ نکل آئی تھی۔ میٹنگ تھی ژالے آفریدی کے ساتھ۔“

وہ خود کلامی کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ ژالے آفریدی کا نام سن کر صبا کو عجیب سی جلن کا احساس ہوا۔

”بہت خوب۔“ سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے وہ طنزاً مسکرائی تھی۔ ”آدھی آدھی رات تک میٹنگ کا بہانہ سوچا ہے آپ نے۔“

وہ کرنٹ کھا کر سیدھا ہوا تھا۔

”حواس میں تو ہیں آپ؟“

”میں تو حواس ہی میں ہوں۔ مگر آپ یہ جو کھیل کھیل رہے ہیں اس کا کیا جواز ہے آپ کے پاس؟“ اس کے ناگوار انداز پر وہ چیخ گئی تھی۔

وہ دلفریب مسکرا دیا تھا۔ بہت محظوظ ہوتے ہوئے بولا۔

”محبت سے بڑھ کر بھی کوئی جواز ہو سکتا ہے کیا؟“

”ہنہ، محبت۔“ وہ آزردگیوں میں گھرنے لگی۔ ”اس چار حرفی لفظ کے ہجے رٹ لینے سے محبت کا ہنر نہیں آجاتا۔ اور آپ کا تو اس جذبے سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں ہے۔“

”صحیح کہا آپ نے۔“ وہ بہت دوستانہ انداز میں بولا تھا۔ ”میں کہاں اس محبت وغیرہ کے چکر میں پڑنے والا تھا۔ یہ سب تو ژالے کی مہربانی ہے۔ اسی نے مجھے بتایا کہ محبت اصل میں کیا ہوتی ہے۔“ اس کی دلکش مسکراہٹ صبا کے دل کو خاک کر گئی تھی۔ کتنی بے وقوفی سے وہ اپنی بیوی کے سامنے اپنے معاشقے کا ذکر کر رہا تھا۔

”میں آپ سے محبت کے ٹاپک پر لیکچر نہیں سننا چاہتی۔ اگر آئندہ بھی اپنی مس ”ژالے آفریدی“ کے ساتھ لیٹ نائٹ میٹنگ کا ارادہ ہو تو مہربانی کر کے داخلی دروازے کی ایک چابی اپنے پاس رکھ لیں۔ میں مجبوراً بھی یہ ڈیوٹی دینے کو تیار نہیں ہوں۔“ اس نے مشتعل انداز میں کہتے ہوئے ژالے آفریدی کو گویا دانتوں تلے پیس ڈالا تھا۔ بہت بے رخی سے کہتی وہ تیز قدموں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ نوفل نے چہرہ موڑ کر اسے سیڑھیاں طے کرتے دیکھا، پھر گہری سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے مضطربانہ انداز میں کچھ سوچنے لگا۔

●●●●●

امی کا سوات سے فون آیا تھا۔ سلام دعا کے بعد ضحیٰ کے نگین کے ساتھ شکوے شروع ہوئے تو ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہے تھے۔

"میں یہاں بہت اکیلی ہوں ـــ صبا بھی نوفل بھائی کو ایسی پیاری ہوئی ہے کہ اب پیارے لگتے ہی نہیں۔ اور تم لوگوں کو ٹور پہ نکلے بیس بائیس دن ہو گئے ہیں۔ بس اب واپس... ذرا بھی نہیں لگتا کہ یہ نئی شادی والا گھر ہے۔"

وہ اپنی تنہائی کے تذکرے پر اس قدر جذباتی ہوئی کہ تگین کو بولنے کا موقع دیئے بغیر دفتر کھول بیٹھی۔ جب کہ تگین مسلسل ہنس رہی تھی۔

دفعتہً کسی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور چھین لیا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔ جب کہ معید اطمینان کے ساتھ تگین سے بات کر رہا تھا۔ اور اس کے بعد انس کے ساتھ بھی گفتگو کی گئی۔

"کوئی جلدی نہیں ہے۔ ٹیک یور ٹائم۔ انجوائے کرو اس ٹرپ کو۔"

"ہنہ، جنگلی۔" وہ معید کی اس حرکت پر گھوٹ کر رہ گئی۔ اوپر سے وہ اس کی کی شکایت بڑھا رہا تھا۔

"یہ تو پاگل ہے بالکل۔ اور یوں بھی خالی دماغ شیطانوں کا گھر ہوتا ہے۔ فارغ بیٹھے تنہائی نہ ستائے تو اور کیا ہو۔ تم بس اپنا خیال رکھنا دونوں۔"

"او کے، اللہ حافظ۔" بہت خوشگوار موڈ میں بات ختم کر کے ریسیور رکھ کر وہ پلٹا تو ضحیٰ... سے بولی۔

"میں تگین سے ضروری بات کر رہی تھی۔ ریسیور کیوں چھینا مجھ سے؟"

"ضروری بات؟" معید نے جیسے بہت حیرت سے اسے دیکھا پھر قدرے تمسخرانہ انداز میں

"میں نے تو سنا جیسے تم انہیں اپنا غمِ تنہائی سنا رہی تھیں۔"

ضحیٰ کی پیشانی سلگ اٹھی۔ کیسے بھگو بھگو کر مارتا تھا یہ شخص۔ کبھی جو اس کا ماضی جتلانے... رہا ہو۔

"میں چاہے غمِ تنہائی سناؤں یا خوشی کے گیت، تم سے مطلب؟ اور تمہارا کیا دنیا میں ایک رہ گیا ہے، ضحیٰ میر کی جاسوسی کرنا؟"

"سو وہاٹ۔ وکالت کی طرح جاسوسی کرنا بھی بہت انٹرسٹنگ پروفیشن ہے۔" وہ ہلکے سے جھٹک کر اطمینان سے بولا تو وہ زچ آ گئی۔

"ہاں ـــ بہت انٹرسٹنگ ہے۔ مگر ان کی اجازت صرف تمہی کو ہے۔ میں نے مارے تجسس کے ذرا سا لاکر کیا کھول لیا کہ کہرام ہی مچا دیا۔"

"مائنڈ یو ضحیٰ میر! تمہاری وہ حرکت جاسوسی نہیں بلکہ چوری کے زمرے میں شمار ہوتی ہے" اب بھی بہت رسان سے کہہ رہا تھا۔ مگر ضحیٰ کے تو تلووں لگی سر پر جا بجھی۔

"کیا ـــ مجھے چور کہہ رہے ہو تم؟ ـــ کیا چرایا تھا میں نے وہاں سے؟ ـــ ایسے جواہرات رکھے ہوئے تھے وہاں؟"

"وہ تو میں پہنچ گیا وہاں۔ ورنہ کیا پتہ......"

...حسن!" وہ قدرے تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی تھی۔ "تم وکیل ہو گے تو اپنی... مگر مجھ پر ایسا بے ہودہ الزام لگانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہنہ چوری۔ تم جیسے تو میں... کھڑے کھڑے دس خرید سکتی ہوں۔" وہ بدتمیزی کی آخری حد تک اتر آئی تھی۔ مگر خلافِ عادت معید... اشتعال کو بہت آرام سے لے رہا تھا۔ اسی رسان بھرے انداز میں اس کی آنکھوں میں... جھانکتے ہوئے بولا۔

"میرا نہیں خیال کہ تم نے کبھی مجھے اتنا پسند کیا ہو۔ ایک میں تو تم سے برداشت نہیں ہوتا، بھلا مجھ... دس"

...ضحیٰ کو لگا اس کی پیشانی کو کسی نے جلتے انگارے سے داغ دیا ہو۔ غصے میں کہے گئے عام سے... بات کو پکڑ کر وہ کہاں سے کہاں لے گیا تھا۔

"آئی ہیٹ یو معید حسن! اس دنیا میں اگر کسی سے میں نفرت کرتی ہوں تو وہ صرف تم ہو ـــ صرف تم۔" شدید غصے اور بے بسی نے اسے ذلت کا احساس دلایا تو وہ بھرائے ہوئے لہجے میں چیخ کر کہتی ہوئی چلی گئی تھی۔

چند لمحوں تک یونہی کھڑے رہنے کے بعد معید نے گہری سانس بھرتے ہوئے سر جھٹکا اور تائی جان کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں نے تو کہہ دیا ہے انس سے کہ اب واپس آ جائے۔ مہینہ بھر تو ہو ہی چلا ہے۔" اسے دیکھتے ہی تائی جان نے کہا تو وہ کہنی تلے تکیہ دباتا ان کے بستر پر نیم دراز ہو کر مسکرا دیا۔

"آپ لوگ تو بس۔ ابھی وہ ضحیٰ محترمہ بھی ان سے کچھ ایسا ہی کہہ رہی تھیں۔ تھوڑے دن سیر و تفریح کر لینے دیں۔ پھر تو یوں بھی روٹین لائف شروع ہو جائے گی ان کی۔"

"سیر و تفریح کو ساری عمر پڑی ہے۔" وہ جیسے بہت ناراضگی سے کہہ رہی تھیں۔ ان کا موڈ بھانپتے ہوئے معید نے سیدھے ہو کر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر محبت سے پوچھا۔

"کیا بات ہے ـــ میری پیاری سی ماں اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہیں؟" ہمیشہ کی طرح اس کے یوں لاڈ سے "ماں" کہنے پر وہ نہال ہو گئی تھیں۔ مگر فی الحال انہوں نے خود کو سنجیدہ ہی بنائے رکھا تھا۔

"پریشانی کی ہی تو بات ہے۔ گھر میں یوں خاموشی چھائی رہتی ہے جیسے یہاں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔" وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

"اب اس کا مطلب یہ تو نہیں نا کہ ہم ان لوگوں کو واپس بلا لیں۔"

"ان کو نہیں بلا سکتے۔ مگر کچھ خوشی کا اہتمام تو کر سکتے ہیں نا۔" انہوں نے کہا تو وہ ناسمجھی کے عالم میں انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اب تمہیں بھی کسی کھونٹے سے باندھ دینا چاہئے۔" وہ مسکرائیں تو ہمیشہ کی طرح

ان کی آنکھوں سے معید کو صرف اور صرف محبت جھلکتی دکھائی دی۔ ان کا مطلب بھانپ کر سے ہنس دیا۔

"ابھی تو انس اور صبا کی شادی کو ایک مہینہ بھی نہیں گزرا ہے اور آپ کو ایک اور کو... کی ضرورت پڑ گئی ہے۔"

"مذاق میں مت ٹالو معید! ـــــ وہ پہلے ہی مجھ پر خفا ہیں کہ انس سے پہلے نہیں تو کم از کے ساتھ ہی تمہاری شادی بھی ہو جانی چاہئے تھی۔" وہ سنجیدہ تھیں۔ معید نے ان کا ہاتھ ہونٹوں سے لگا لیا۔

"اتنی جلدی کیا ہے بڑی ماں! پہلے میں اپنی پروفیشنل لائف تو سیٹ کر لوں۔ یہ سب کے ساتھ ساتھ چلتا ہی رہتا ہے۔" اس کا انداز سراسر بہلانے والا تھا۔ مگر وہ خفگی سے بولیں۔

"شادی ہے، کوئی چائے، کافی نہیں جو ساتھ ساتھ چلتی رہے گی۔ انس نے کون سا ر... جھنڈے گاڑ لئے تھے جو اس کی شادی ہو گئی اور تمہاری نہیں ہو سکتی۔ پروفیشنل لائف بعد میں ہوتی رہے گی، پہلے اپنی پرسنل لائف سیٹ کرو۔"

"کم آن ماں! اس سے خوب صورت کسی کی کیا لائف ہو سکتی ہے کہ اس کے پاس آپ جیسی ہو۔" وہ ان کو بانہوں میں گھیرتے ہوئے مزے سے بولا تو انہوں نے اس کی پیشانی چوم لی۔

"یہ ماں ساری عمر تو تمہارے ساتھ نہیں رہنے والی نا۔ اس لئے میری خوشی کے لئے۔" پُرمحبت لہجے میں کہنے لگی تھیں کہ وہ کرنٹ کھا کر انہیں ٹوک گیا۔

"پلیز ماں! ایسا مت کہیں ـــــ ابھی نہیں۔" وہ ان کے معاملے میں حد درجہ جذباتی تھا بھی ان کی عام سے لہجے میں کہی بات سہہ نہیں پایا تھا۔

"آپ صرف اپنی خوشی کی بات کریں۔ مجھے حکم دیں، جس میں آپ کی خوشی ہو۔"

اس کی فرمانبرداری ان کے دل میں ترازو ہو گئی۔

"میری نہیں، تمہاری بھی خوشی لازمی ہے میری جان!" ان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

"آپ کہیں تو ...." وہ جاننے کو بے چین ہوا تھا۔

"شادی کے لئے ہاں کہہ دو۔" انہوں نے بہت آس کے ساتھ اسے دیکھا تو لمحہ بھر کو ل... کے بعد وہ مسکرا دیا۔

"ہاں۔"

"کیا مطلب ہاں؟"

"خود ہی تو کہہ رہی ہیں کہ شادی کے لئے ہاں کر دوں تو کر دی میں نے۔" وہ اطمینان سے... تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگیں۔

"مذاق تو نہیں کر رہے؟"

"آپ کے ساتھ تو میں مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بول سکتا۔" وہ مسکرایا تھا۔

...پھل اٹھیں۔ دل پر سے بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا تھا۔ ورنہ ضحیٰ کے لئے جس طرح سے رشتوں کی ...رہی تھی، انہیں تو فکر ہی لگ گئی تھی۔ کچھ اپنے کہے کا پاس بھی تھا مگر اب معید تو انہیں تمام ... سے آزاد کر گیا تھا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ باقی سب رسمیں تو انس اور نگین کے آنے پر ہوتی رہیں گی، ہم منگنی کی چھوٹی ... کر لیتے ہیں۔" انہوں نے فوراً اپنا پروگرام بتایا تو وہ تحیر سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر مذاق اڑانے ... انداز میں کہا۔

"آپ تو یوں کہہ رہی ہیں جیسے پتہ نہیں کتنی لڑکیاں تیار بیٹھی ہیں مجھ سے شادی کو۔ پہلے لڑکی تو ... کر لیں۔"

"تو بھلا، تلاش کیا کرنی ہے، میری نزدیک کی نظر تمہاری طرح خراب تھوڑی ہے۔" ان کے ... پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا مطلب؟" اس کی سیاہ آنکھوں میں الجھن سی تیر گئی تھی۔

"یہی اپنی ضحیٰ۔ اور کون؟"

انہوں نے جیسے دھماکا کر ڈالا تھا۔ ان کی اس قدر غیر متوقع بات پر معید کے اعصاب کو ایک ... سا لگا تھا۔ وہ بے حد بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا۔

"اچھی ہے نا ـــــ؟" وہ بڑے اشتیاق سے اس کی رائے پوچھ رہی تھیں۔

"ضحیٰ ـــــ" وہ اب بھی بے یقینی کے حصار میں تھا۔

"میں نے تو زہرہ کو تسلی دے دی ہے کہ وہ ضحیٰ کی طرف سے بے فکر ہو جائے۔ وہ اب ہماری ... ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے ہمیشہ تمہارے ساتھ ضحیٰ کو ہی سوچا ہے۔ تمہارا کیا خیال ...؟" وہ اپنی خوشی بتانے کے بعد اس کی خوشی پوچھ رہی تھیں۔ وہ گم صم سا بیٹھا چونک گیا۔ پھر نارمل ... انداز میں بولا۔

"یہ سوال تو آپ کو ضحیٰ سے پوچھنا چاہئے۔"

"تو اس سے کیا پوچھنا۔" وہ قدرے خفگی سے گویا ہوئیں۔ "میری اپنی بیٹی ہے۔ اس کے لئے بہترین لڑکا ہی پسند کروں گی۔ چاہے وہ فیملی میں سے ہوتا یا کہیں باہر سے۔ اور تم سے بہترین ... ہو سکتا ہے اس کے لئے۔"

"ماؤں کو تو اپنے بیٹوں میں کوئی خرابی ہو بھی تو دکھائی نہیں دیتی۔ یہ تو آپ ضحیٰ سے پوچھیں۔" وہ ... کہہ رہا تھا۔

"کیا تمہیں اس رشتے پر اعتراض ہے؟" وہ ٹھٹکیں۔

"میں تو صرف آپ کی خوشی چاہتا ہوں۔" وہ بدقت تمام مسکرایا تھا۔ تائی جان نے وفورِ محبت سے ... پیشانی چوم لی۔

"اور میں تمہاری خوشی میں خوش ہوں۔"

"اب میں چلوں۔ مجھے ایک کیس اسٹڈی کرنا ہے۔"
وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ دل میں یکلخت ہی بے سکونی ڈیرہ ڈالنے لگی تھی۔

●●●●●

کہیں بے کنار سے رتجگے، کہیں زرنگار سے خواب دے
تیرا کیا اصول ہے زندگی، مجھے کون اس کا جواب دے
جو بجھا سکوں تیرے واسطے، جو سجا سکوں تیرے راستے
میری دسترس میں ستارے رکھ، میری مٹھیوں میں گلاب دے
یہ جو خواہشوں کا پرند ہے، اسے موسموں سے غرض نہیں
یہ اُڑے گا اپنی ہی موج میں، اسے آب دے کہ سراب دے
کبھی یوں بھی ہو تیرے روبرو، میں نظر ملا کے یہ کہہ سکوں
میری حسرتوں کو شمار کر، میری خواہشوں کا حساب دے

وہ کتنی ہی بار اس غزل کو پڑھ گئی تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر، لفظ بہ لفظ۔ اندر مچلتی ہلچل تھی کہ بڑھ رہی تھی۔

کبھی یوں بھی ہو تیرے روبرو، میں نظر ملا کے یہ کہہ سکوں
میری حسرتوں کا شمار کر، میری خواہشوں کا حساب دے

اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگنے لگے۔
"اور تمہاری طرف تو میرے بہت سے حساب نکلتے ہیں نوفل احمد! میرے اعتبار کو فنا کیا نے۔ میری عزت نفس کو پامال کیا ہے۔ میرے خوابوں کے شجر کو اجاڑ دیا ہے، میری خواہشوں برباد کر دیا ہے۔ کس کس جرم کا حساب چکاؤ گے تم؟"
اس نے جلتی آنکھیں موندیں تو آنکھوں کے کناروں سے گرم پانی بہہ نکلا۔ اندر کی تپش ا کو نکاسی کا کوئی تو راستہ چاہئے ہی تھا۔ سو اس نے بھی ان آنسوؤں کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھ دروازہ کھلنے کی آواز اس قدر اچانک تھی کہ اس نے تیزی سے سیدھے ہوتے ہوئے کر چہرہ صاف کیا اور پلٹ کر کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھنے لگی۔
"آپ ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟ ـــــ ڈالے کا دو بار فون آ چکا ہے۔" نوفل کی آوا اپنے عقب سے سنائی دی تو وہ پھر سے کتاب کھول کر چہرے کے آگے کیے بیٹھ گئی۔
"میں آپ سے مخاطب ہوں محترمہ!" وہی طنزیہ سا انداز۔ صبا سلگ کر رہ گئی تھی۔
"میرا کہیں جانے کا موڈ نہیں ہے۔" اس نے نارمل سے انداز میں کہا تو بھی اس کی آواز پن نہیں چھپ سکا تھا۔
نوفل نے چبھتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا جو خود کو کتاب میں محو ظاہر کر رہی تھی۔
"میں نے آپ کے موڈ پر بات نہیں چھوڑی تھی۔ بلکہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ پانچ

ریڈی ہونا چاہئے۔"
کے تحکمانہ انداز پر تپ کر صبا نے کتاب بستر پر پٹخی تھی۔
"تو یوں کہیں نا کہ آرڈر دیا تھا آپ نے۔"
"آپ یونہی سمجھ لیں۔" اس کے بھیگے چہرے پر نظر دوڑاتا وہ سکون سے بولا تھا۔ اس کی شخصیت اور بھرپور تھی۔ کہیں کوئی سقم یا سفاکی کی جھلک نہیں تھی مگر اس کے ٹھنڈے لفظوں کی مار نہیں ہوتی تھی۔ اس کا رویہ دل کو تار تار کر جاتا تھا۔
"آئی ایم سوری ـــــ میں نہیں جا رہی۔" صبا کو اپنے چہرے سے اٹھتی تپش کا احساس بخوبی ہو سختی سے انکار کر دیا۔
لمحوں تک اس کے سرکش انداز کو دیکھنے کے بعد وہ آگے بڑھا اور جھک کر اس کا بازو تھام کر مقابل کھڑا کر دیا۔ وہ اس افتاد پر برافروختہ سی ہو گئی۔
"آپ نرمی سے میری بات مان لیں گی تو اس میں آپ ہی کا فائدہ ہو گا۔" وہ بے حد سنجیدگی رہا تھا۔ صبا کا دماغ جھنجھنا اٹھا۔
"ورنہ ـــــ ورنہ کیا کر لیں گے آپ؟"
"میرے خیال میں صبا بی بی! آپ زبردستی پسند نہیں کریں گی۔" وہ قدرے اس کی طرف جھک مخنی انداز میں بولا تھا۔ اس کے ملبوس سے اٹھتی دلفریب مہک لمحوں میں صبا کے گرد حصار لی تھی۔ مگر وہ اس قدر دل گرفتہ تھی کہ اس قربت پر حیا سے سمٹ بھی نہیں سکی۔ اس کی گفتگو میں کب جھلکے تھے کہ وہ اپنے چہرے کی لالی کو چھپانے کی تگ و دو کرتی۔
کہنے کی کوشش میں اس کے لب لرزے مگر بے بسی کا احساس اس قدر شدید تھا کہ وہ کچھ کہے اپنا بازو اس کی بے درد گرفت سے آزاد کراتی دھپ سے بستر پر بیٹھ گئی۔
"اگلے بیس منٹوں میں آپ کو بالکل ریڈی ہونا چاہئے ـــــ میں لاؤنج میں انتظار کر رہا ہوں۔ دیگر صورت حال کی ذمہ دار آپ ہوں گی۔" اس کی قلبی و ذہنی حالت سے بے پرواہ بہت انداز میں آرڈر دیتا چلا گیا تھا۔
کے لب و لہجے میں چھپی دھمکی نے صبا کو سلگا کر رکھ دیا۔ اس کا جی چاہا ہر شے کو تہس نہس کر اس قدر چیخے چلائے کہ اندر کا سارا دکھ، سارا درد ختم ہو جائے۔
"میرے خدا! میں تیری اس آزمائش کے قابل نہیں ہوں، میرے مالک!" ہاتھوں میں چہرہ وہ رو دی تھی۔
تیار ہو کر نیچے لاؤنج میں پہنچی تو وہ صالحہ بیگم اور ادینہ کے ساتھ محو گفتگو تھا۔
ریڈ کلر کا ٹراؤزر اور شارٹ شرٹ اس کے روپ کی تابانی کو کئی گنا بڑھا گئی تھی۔ اس پر بالوں کی مناسب سے کیے گئے ہلکے میک اپ نے اس کے نقوش کی دلفریبی کو انتہا تک پہنچا اسٹائل اس کی قامت پر خوب جچ رہی تھی۔

صالحہ بیگم نے اسے دیکھتے ہی بے اختیار "ماشاء اللہ" کہا تو ادینہ کی کسی بات کا جواب د...
نے بھی بے ساختہ صبا کی طرف پلٹ کر دیکھا تھا اور یہ دیکھنا ایسا ہی تھا کہ کئی لمحوں تک کے
کی نظر واپس پلٹنا بھول گئی تھی۔ وہ اس کی نگاہوں کی بے اختیاری سے بے خبر صالحہ بیگم ...
بیٹھی مگر نوفل کی یہ بے اختیاری ادینہ کے لئے نظر انداز کرنے والی چیز نہیں تھی۔ وہ اپنی جگہ
پہلو بدل کر رہ گئی۔

"میرے گھر میں تو صبا کے دم سے روشنی پھیل گئی ہے۔ خدا نے میری بہو کو صورت او...
دونوں سے دل کھول کر نوازا ہے۔" صالحہ بیگم دل و جان سے اس کی موہنی صورت اور سلجھی
طبیعت کی معترف تھیں۔ وہ ان کے توصیفی انداز پر جھینپ سی گئی اور اس کے چہرے پر بکھ...
اس قدر دلکش تھی کہ نوفل کو اپنی نگاہ چرانا مشکل ہونے لگا۔ اپنے بکھرتے جذبات کی سرکشی
کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میرے خیال میں یہ تعریفی سند واپس آ کر بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اب چلا جائے...
ہم کافی لیٹ ہیں۔" اس کے سنجیدہ انداز نے صبا کو خجل سا کر دیا تھا۔ وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی
گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے ہاتھوں میں تھاما خوب صورت سا ریڈ پرس ڈیش بورڈ پر ...
تھا۔ اگنیشن میں چابی گھماتا وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اگر میں آپ کی ریسپکٹ کرتی ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ جب اور جہاں
میری انسلٹ کر دیں۔" وہ غصے سے کہہ رہی تھی۔

"بی ہیو یو۔ یہ لڑنے کی جگہ نہیں ہے۔" چوکیدار کو گیٹ کھولتے دیکھ کر وہ سختی سے بولا تو...
بھینچ کر رہ گئی مگر گیٹ سے باہر نکل کر روڈ پر آتے ہی جیسے اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔

"کیا یہ سب حدود میرے لئے ہیں؟ آپ پر وقت اور جگہ کی کوئی پابندی نہیں ہے بدتمیزی...
کے لئے؟"

"وہاٹ؟" اسے خفیف سا جھٹکا لگا۔ "بدتمیزی ——؟"

"اسے بدتمیزی ہی کہتے ہیں۔ چار لوگوں کے درمیان جو جی میں آیا کہہ دیا۔" اس کے ا...
تپش کم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ حالانکہ یہ وہی صبا تھی جس کے ٹھنڈے مزاج اور شرمیلی...
سب مثال دیا کرتے تھے۔ مگر بعض جگہیں اور رشتے ایسے ہوتے ہیں جہاں اگر انسان کو عزت...
عزت، مان اور توجہ نہ ملے تو سلجھی ہوئی طبع کے شفاف آئینے کو چڑچڑے پن کی دھول گرد آلود کر...
لگتی ہے۔ اور اس میں سے اصلیت اور کھرے پن کو ڈھونڈنا مشکل ہونے لگتا ہے۔ وہ بھی ایسی
کیفیت میں گھرنے لگی تھی۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کہا تھا۔ اگر آپ کو واقعی اپنی تعریف سننے کا اتنا ہی شوق ہے تو واپسی...
پورا کر لیجئے گا۔" وہ بہت رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے ایسا کوئی پاگل پن لاحق نہیں ہے۔" وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔ اسٹیئرنگ وہیل سیدھے ہاتھ...

...ہوئے نوفل نے سامنے رکھا پیکٹ اٹھا کر سگریٹ لبوں میں دبائی اور لائٹر سے اسے آگ
...وہ دانتوں پر دانت جما کر رہ گئی۔
...بھی نہیں چاہئے۔ اینڈ مائنڈ یو۔ مجھے خواتین کا آدھی آستینیں پہننا بالکل بھی پسند نہیں
...سگریٹ کا دھواں بکھیرتے ہوئے وہ اطمینان سے بولا تو اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔
...آپ بھی یہ یاد رکھا کریں کہ یہ شادی ایک معاہدے کے طور پر ہوئی ہے۔ سو میں آپ کی
...ہوں سے مستثنیٰ ہوں۔"
...بولا کریں کہ اب آپ میری بیوی ہیں۔" وہ بہت سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔
...کی سرد سپاٹ "میری" پر صبا کو ہنسی کے ساتھ ساتھ رونا بھی آنے لگا۔
...ہمارے رشتے کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بار بار خود کو یاد دلانا پڑتا ہے کہ ہم دونوں کے
...کیا رشتہ ہے۔" اسے نئے سرے سے اپنے اعصاب کو سمیٹنا پڑا تھا۔
"کیا ہے صبا بی بی! کہ میں اپنی زندگی گزارنے کے لئے کچھ اصول طے کر چکا ہوں۔"
"تو آپ اپنی زندگی گزاریں، میں اپنی زندگی خود ہی گزارنا چاہتی ہوں۔" وہ اس کی حد درجہ
...دلی پر پیچ کر رہ گئی تھی۔
"میں آپ کو پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ مجھے بحث کرنے والی خواتین پسند نہیں ہیں۔" اس کی تلخ
...کا اثر لئے بغیر وہ جتانے والے انداز میں بولا تو وہ بھڑک اٹھی۔
"آپ کو یہ پسند نہیں، وہ پسند نہیں، میری کوئی بات نہیں۔ مجھے بھی آپ کا سگریٹ پینا پسند نہیں۔
...دیں اسے۔" اس کے ایک دم آپے سے باہر ہونے پر وہ اپنی سحر طراز آنکھوں کو خفیف سی جنبش
...کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر تمسخر اڑانے والے انداز میں بولا۔
"آپ کو یہ خوش فہمی کیوں ہے صبا بی بی! کہ میں خود کو آپ کی خاطر بدل دوں گا؟"
...کی سانس اندر کھینچتے ہوئے صبا نے جیسے اپنا ضبط سمیٹا تھا۔ وہ تو جیسے کوئی راہ نہیں چھوڑ رہا تھا۔
...کرچی کرنے کے بعد بکھیرنے پر تلا ہوا تھا۔
...تھا اس کا شریکِ سفر ——؟
...زندگی کا ساتھی؟
"تو کیا یہ طے ہے صبا میر! کہ اب روز خود کو اس کے بکھرنے اور سمیٹنے کا عادی کرنا پڑے گا؟"
"تو پھر آپ بھی اپنی یہ غلط فہمی دور کر لیں نوفل احمد! کہ آپ اس نام نہاد رشتے کا سہارا لے کر
...مکمل کر سکتے ہیں۔ میں آپ کو میری زندگی گزارنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔" اندر ہی
...بردباری کا سبق دیتے ہوئے اتنے دنوں میں پہلی بار وہ بے حد مضبوطی سے بولی تھی۔
...خاموشی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا، ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اس کی بات کے جواب میں کچھ
...جانے کوئی مصلحت پیش نظر تھی یا کوئی جواب ہی نہیں بن پڑا تھا۔
...آنکھوں میں اترتی نمی کو پیچھے دھکیلتے ہوئے کھڑکی سے باہر بھاگتی دوڑتی زندگی کو حسرت سے

دیکھنے لگی۔ دل و ذہن کو کثیف سوچوں نے اپنی لپیٹ میں لے کر اسے حد درجہ آزردہ و دل[گرفتہ کر] دیا تھا۔

وہ ذہنی طور پر اس قدر اپ سیٹ تھی کہ ژالے کی گرم جوشی کا ٹھیک سے جواب بھی نہ دے سکی تھی۔ خالی نظروں سے اسے نوفل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے اندر بڑھتا دیکھتی رہی۔

”کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟“

وہ بری طرح چونکی تھی۔ یہ اسد رانا تھا۔ اس کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھنے کی اجازت [مانگتا] وہ مسکرا رہا تھا۔

”جی ——— پلیز۔“ اندر سے گھبرانے کے باوجود اس نے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہ[ٹ سجا لی] تھی۔ وہ صبا کا شکریہ ادا کرتا صوفے پر ٹک گیا۔

”شکل وصورت اچھی ہو تو انسان کا آئینے سے جی نہیں بھرتا۔ اور خود کو کیمرے کی آنکھ[سے دیکھنا] تو اور بھی اچھا لگتا ہے میم! ——— آپ نے اس فیلڈ میں آنے سے متعلق کبھی سوچا ہے؟ ماڈلنگ وغیرہ؟“ وہ بہت دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

”جی نہیں ——— مجھے اس سب سے کوئی دلچسپی نہیں۔“ اس کے سوال پر صبا کو غصہ تو [آیا مگر] ضبط کرنا مجبوری تھا، سو اس نے سنجیدگی سے انکار کر دیا۔

”اوکے، چلیں اسٹل فوٹوگرافی، میگزینز وغیرہ کے لئے؟“ وہ تو جیسے ابھی کنٹریکٹ سائن [کرنے] کے موڈ میں تھا۔

”آئی ایم سوری۔ مگر میں اس فضول کام میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔“ اس کی برداشت [جواب] دینے لگی تھی۔

وہ کان دبا کے فرار ہوا تھا۔

”ربش ———“ وہ سر جھٹک کر رہ گئی۔

”کم آن صبا! تم یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو؟ میں نے نوفل سے تمہارا پوچھا تو بولا بیٹھی [ہو] گی۔ کمال ہے، ایک ہی ماہ میں یہ حال ہے ایک نئے شادی شدہ جوڑے کا ——— چلو اٹھو۔“ اپنے مخصوص انداز میں بولتی اس کا ہاتھ تھامتی اسے اٹھانے لگی تو وہ میز پر رکھا اپنا پرس سنبھا[لتی] کھڑی ہوئی۔

یہ بھی گزشتہ کی طرح مرد و عورت کی تخصیص کے بغیر پارٹی تھی اور کس خوشی میں تھی یہ ا[بھی] پتہ نہیں چلا تھا۔

”یقین کرو نوفل! تمہارا کپل اتنا مکمل اور خوبصورت ہے کہ اب میرا بھی شادی کر لینے کو [دل چاہتا] ہے۔“ ژالے اپنے مخصوص بے باک انداز میں کہہ رہی تھی۔

”تو میم! آپ نے کیوں اتنی دیر کر دی؟ آپ کی خاطر تو کوئی بھی سر کٹوانے کو راضی ہو[جائے]“ کسی نے ہانک لگائی تو وہ ہنستی ہوئی نوفل کی طرف دیکھ کر شرارت سے بولی۔

”ابھی تم لوگ یہ مت سمجھنا کہ مجھے کسی نے لفٹ ہی نہیں کرائی۔ بس بات صرف اتنی سی ہے کہ [یہ بھگوڑا] نکلا۔ مجھے ہی نہیں، بلکہ امریکہ کو بھی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ کیوں نوفل؟“

نوفل کے ہونٹوں پر بھی بہت جان دار سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ وہ اس کا اشارہ اچھی طرح سمجھ گیا [تھا۔ م]گر اس کے پہلو میں بیٹھی صبا سر سے پاؤں تک دھڑا دھڑ جلنے لگی۔

کس قدر بے خوفی سے عشق و محبت کا کھیل کھیلا جا رہا تھا۔ وہ بھی عین اس کی نظروں کے [سام]نے۔

”ابھی ہو سکتا ہے کہ اس بھگوڑے کی کوئی مجبوری ہو جو اسے تم سے بھاگنا پڑا۔ ورنہ کوئی امریکہ تو [چھوڑ سکتا] ہے مگر تمہیں ناممکن۔“ نوفل کی بات پر قہقہہ پڑا تھا۔

صبا کو اپنی پیشانی تپتی محسوس ہونے لگی۔ مرد و عورت کی تخصیص کے بغیر ہر طرح کی بات کر دینا یہ ان لوگوں کی عادت تھی۔ مگر وہ جس گھر سے آئی تھی وہاں ان باتوں کا خاص خیال رکھا جاتا [تھا۔] اب بھی اس کا وہاں سے بھاگ جانے کو جی چاہ رہا تھا۔

”ایسے صبا! داد دینی پڑے گی تمہارے حوصلے کی۔ تم نے نوفل کو اجازت کیسے دے دی اس فیلڈ [میں آ]نے کی؟“ ژالے ہنستے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ وہ حیران سی اسے دیکھنے لگی۔

”میں نے تم سے کہا تھا ژالے! ان کے لئے یہ سرپرائز ہے۔“ نوفل نے اسے یاد دہانی کرائی تو [ژا]لے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر جیسے اپنی یادداشت کو کوسا پھر جلدی سے بولی۔

”چلو کوئی بات نہیں، اس سیکرٹ کو اب اوپن کر دیتے ہیں۔“

وہ خاموشی سے ان کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

”ان میں سے کوئی کچھ نہیں بتائے گا میم! اصل میں سرپرائز یہ ہے کہ ہمارے اگلے کمرشل میں [نوف]ل ایز اے ماڈل انٹروڈیوس ہو رہے ہیں۔ اور یہ پارٹی اسی کانٹریکٹ سائن ہونے کی خوشی [میں رکھی گ]ئی ہے۔“ اسد رانا نے ہنستے ہوئے پول کھول دی تھی۔

[صب]ا کو حیرت و بے یقینی کا جھٹکا سا لگا۔

[نوف]ل احمد اور ماڈلنگ ———

”[میں] تو کب سے اسے فورس کر رہی تھی مگر یہ بہت عقل مند ہے۔ اپنے تمام رائٹس سیف کرنے [کے بعد] اس فیلڈ میں آنے کی سوچی ہے اس نے۔“ ژالے اسے چھیڑ رہی تھی جب کہ وہ ہنستے ہوئے [اسے دیکھ ر]ہا تھا جو ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لئے الجھی الجھی سی بیٹھی تھی۔

”تمہیں حیرانی نہیں ہوئی صبا؟“ ژالے نے حیرت سے پوچھا تو وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ اسے [دیکھتی] ہوئے قدرے توقف کے بعد بولی۔

”مجھے بالکل بھی حیرت نہیں ہوئی۔ ان کی ایکٹنگ کی صلاحیت کا تو مجھے بھی بہت اچھی طرح [اندازہ ہو] چکا ہے۔ یہ چاہیں تو ڈراموں میں بھی کام کر سکتے ہیں۔“

”[اچھا] ———“ ژالے نے توصیفی انداز میں سر ہلایا تھا۔ جب کہ نوفل اس کے طنز کو پوری طرح

پا گیا تھا۔ کتنے آرام سے سب کے بیچ وہ اس پر چوٹ کر گئی تھی۔ کسی اور کو پتہ چلا ہو یا نہیں
نشانہ بنایا گیا تھا وہ اپنا حوصلہ آزما کر رہ گیا تھا۔

ژالے نے انہی کی میز پر کھانا کھایا تھا۔

"اب بتاؤ نوفل! کیا حال ہے محبت کا؟" چائے کے دوران ژالے نے اسے چھیڑا تو
پہلو سے اٹھتی ٹیس کو نظرانداز کرتے ہوئے ہلکے سے مسکرا دیا۔

"یہ سب فارغ وقت کے مشغلے ہیں ژالے آفریدی!"

"کیا؟" ژالے نے اسے آنکھیں دکھائیں۔ "اور وہ جو میرے آگے پیچھے روتے پھر
محبت یہ محبت وہ۔"

نوفل نے ایک نظر سر جھکائے اپنے کپ کے کناروں پر انگلی پھیرتی صبا کو دیکھا اور
کرنے والے انداز میں بولا۔

"محبت کی معراج "پالینا" ہی تو ہوتا ہے۔"

"ویل سیڈ۔" ژالے نے سر دھنا تھا۔ پھر طنزاً بولی۔ "یعنی پا لیا تو محبت فنش۔ پھر مجھے
کرنا چاہئے کہ مجھے ابھی تک میری محبت نہیں ملی۔"

"لیو دس ٹاپک ژالے ___!" وہ بھی کون سا اندر سے پُرسکون تھا۔ زچ ہو کر بولا۔ مگر
پر آمادہ تھی۔

"ایک تو تم مشرقی مرد اس قدر کنزرویٹو ہوتے ہو کہ اپنی محبت کو بیوی تک پر آشکار نہیں کر
اس نے رخ بدل کر صبا کو مخاطب کیا تھا۔

"کیوں صبا؟ ___ کیا اس نے تمہیں اپنی شادی سے پہلے والی محبت کے "کارنامے"
ہیں؟ میرے سامنے تو خوب رونا رویا جاتا تھا محبت کا۔"

صبا نے ذرا سی پلکیں اٹھا کر نوفل کی طرف دیکھا تو وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔ وہ نظریں جھکا کر
سے بولی۔

"انہیں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔"

"اوہو ___" ژالے نے شرارت سے نوفل کو دیکھا جو اطمینان بھری سانس لے رہا تھا۔
سے شانے اچکا کر مسکرا دیا۔

"بہت لکی ہے نوفل جسے تم جیسی انڈر اسٹینڈ کرنے والی بیوی ملی۔ اور وہ بھی بہت محبت کر
شخص ہے صبا! بہت شدت پسند۔ ایسے شخص کو بہت احتیاط اور محبت سے ہینڈل کرنے کی ضر
ہوتی ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارے حصار سے باہر کبھی جا ہی نہیں سکتا۔ تم اسے ضرور سنبھا
رکھو گی۔"

واپسی پر صبا کی سماعتوں میں ژالے کی باتیں گونج رہی تھیں جو نوفل کی عدم موجودگی میں اس
صبا سے کہی تھیں۔

اس نے سر سیٹ کی پشت پر ٹکا دیا۔

"تم تو شاید نوفل احمد کو بھول چکی ہو ژالے! مگر یہ شخص واقعی شدت پسند ہے۔ اسی لئے تو تمہی کو
جا رہا ہے اور میرے وجود کو دن بہ دن مٹی کئے جا رہا ہے۔ میں تو اسے تب سنبھال پاؤں گی نا
جب یہ تمہارے حصار سے نکلے گا۔ تم نے تو جانے کون سا اسم پھونک ڈالا ہے اس پر۔ اور اگر ایسا
قائم دونوں کے مابین تو میری زندگی کو "تجربہ" کیوں بنا ڈالا تم لوگوں نے؟

"آپ شاید میرے اس فیلڈ میں آنے کی خبر سے ڈسٹرب ہو گئی ہیں۔" وہ شاید اس کی بے بسی
لطف اٹھانے کے موڈ میں تھا۔ ورنہ کوئی دوستانہ روابط تو کبھی بھی نہیں رہے تھے دونوں کے مابین
کہ وہ اس کی "ڈسٹربنس" کی فکر میں مبتلا ہوتا۔

"غلط فہمی ہے آپ کی۔ میں یونہی کسی کی بھی وجہ سے "ڈسٹرب" ہونے کی عادی نہیں ہوں۔" وہ
گڑ گئی تھی۔

"اوہ ___" وہ آہستہ سے ہنس دیا۔ پھر اندر سے اُمڈتے اضطراب کو دباتے ہوئے عام سے
انداز میں بولا۔

"آپ تو یقیناً "خاص" لوگوں کی وجہ سے ڈسٹرب ہوتی ہوں گی۔ میرا یہاں کیا ذکر۔"

وہ اس کے عام سے انداز میں چھپے خاص طنز کو نہیں سمجھ سکی تھی۔ خاموشی سے رخ موڑ کر بیٹھ
گئی۔ نوفل نے لب بھینچتے ہوئے کیسٹ اندر دھکیل کر فل والیم میں ٹیپ چلا دی۔ میڈونا کا فاسٹ نمبر
گاڑی میں اودھم مچانے لگا۔ اس کا مقصد شاید صبا کو زچ کرنا رہا ہوگا۔ مگر جتنا شور صبا کو اپنے اندر
اٹھتا محسوس ہو رہا تھا اس سے بچنے کے لئے اسے گاڑی میں مچا شور غنیمت لگا تھا۔

●●●●●

بہت غیر متوقع طور پر اگلے ہی ہفتے انس اور نگین بنا اطلاع کئے ہی لوٹ آئے تو پورے گھر میں
خوشی کی لہر دوڑ اٹھی۔

"اُف نگین! کیا کھاتی رہی ہو؟ اتنی حسین ہو رہی ہو۔" ضحیٰ کتنی ہی بار اس سے پوچھ چکی تھی۔

اور واقعی، بے فکرے پن اور انس کی محبتوں نے اسے حسین تر بنا دیا تھا۔ ایک ماہ ہی میں وہ خوب
سے خوب تر لگنے لگی تھی۔ خود انس کے چہرے پر بھی خوشی اور طمانیت کے رنگ بکھرے ہوئے تھے۔
ہونٹوں پر مستقل مسکراہٹ لئے وہ بے حد اچھا لگ رہا تھا۔ تائی جان کتنی ہی بار نظروں ہی نظروں میں
دونوں کی بلائیں لے چکی تھیں۔

"بتایا تو ہوتا یار واپسی کا۔" معید نے مسکراتے ہوئے کہا تو نگین نے جواب دیا۔

"انہیں سرپرائز دینے کا شوق چرایا تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ گھر سے اتنی دور اکیلے رہنا بھی
مشکل ہو رہا تھا۔ مجھے تو بہت خوشی ہو رہی تھی واپسی کی۔"

"اب بھی کیا وہاں سے نہ بھاگتا؟" انس نے نگین کی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سانس
لی تو وہ سب ہنس دیئے۔

"صبا کیسی ہے؟ ـــــ میری تو صرف دو مرتبہ ہی فون پر بات ہو پائی ہے اس سے" پوچھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے وہ........" ضحیٰ کچھ کہتے کہتے چپ ہوگئی تھی۔

"ابھی تھوڑا آرام کر لو تم لوگ۔ اتنا سفر کر کے آئے ہو۔" چچی جان نے ان کی مسلسل گھٹنوں کی نشست کو ختم کرنا چاہا۔

اور واقعی، تھکن تو بہت تھی۔ مگر گھر واپسی کی خوشی اس تھکن پر بھاری تھی۔ اپنوں کے درمیان ہونے کا احساس کسی اور احساس کو حاوی ہی نہیں ہونے دے رہا تھا۔

"میں صبا کو فون کروں؟" ضحیٰ کو خیال آیا تھا۔

"بالکل نہیں۔ کل جائیں گے ان کی طرف۔ ذرا انہیں بھی تو سرپرائز دیا جائے۔" نگین نے ا روک دیا تھا۔

"بھائی جان! اب تو ہمیں یقیناً اپنے حفاظتی بند باندھ لینے چاہئیں۔ کیونکہ آئندہ سے ہا کچن کی باگ دوڑ جن دو اور دو چار ہاتھوں میں جا رہی ہے ان میں سے دو کو ہم پچھلے دنوں از دیکھ چکے ہیں۔ اور یہ تو خدا نے ہی لمبی عمر لکھ رکھی تھی جو آپ سے محوِ کلام ہیں۔ اور باقی بچے دو ہا وہ آپ کی بیگم صاحبہ کے ہیں جن سے متعلق نوفل بھائی ہمیں پہلے ہی بتا چکے ہیں۔ سو ابھی س متبادل سوچ لیں۔"

وجدان اپنی ہانکے جا رہا تھا۔ ضحیٰ کی گھوریاں بے کار جا رہی تھیں۔ نگین نے جھینپ کر اس شانے پر ہاتھ مارا۔

"میں اتنا برا نہیں پکاتی۔ بس تھوڑا سا اچھا نہیں بنتا۔"

اس کی بات پر لڑکوں نے قہقہہ لگایا تھا۔

"میری بیگم بہت ذہین ہے۔" انس اترایا تھا۔

"ذہین ہوتی تو آپ کی بیگم نہیں ہوتی۔" اس کا مطلب سمجھتے ہوئے ضحیٰ نے پٹاخ سے جواب تو نگین نے اس کا شانہ تھپک کر شاباشی دی تھی۔

"آتے ہی بے وفائی شروع کر دی۔" انس اس کی طرف جھک کر بڑبڑایا تو وہ ان سنی کر گئی۔

"اچھا اب بتاؤ، کہاں گئے؟ کیا کچھ دیکھا؟" ضحیٰ کو کھد بد لگی تھی۔

"بھئی ہر جگہ تصویریں بنائی ہیں۔ چھ رولز ہیں میرے پاس۔ ڈیویلپ کراؤں گا تو دیکھ لینا۔" انس کہہ رہا تھا۔

"اچھا ہوا تم بھی آگئے۔ ایک بہت خوشی کی خبر سنانی ہے تم سب کو۔" تائی جان مسکرا رہی تھیں۔ سب ہمہ تن گوش ہوگئے۔

"معید نے شادی کے لئے ہاں کر دی ہے۔" انہوں نے دھماکا کیا تھا۔ چچی جان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"لیں، بھلا یہ انکاری کب تھا شادی سے۔" انس نے معید کو گھورا جو سامنے صوفے میں دھنسا تھا جیسے اس کی نہیں کسی اور کی شادی کی بات کی جا رہی ہو۔

"خوشی کی بات تو یہ ہے کہ یہ میری پسند کی لڑکی سے شادی کرنے کو راضی ہوا ہے۔"

اب کی بار وہ سب تحیر آمیز خوشی میں گھرے تھے۔ جب کہ ضحیٰ نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"تو کیا یہ اس تصویر والی سے دستبردار ہوگیا ہے؟"

"مان گئے معید بھائی! فرمانبرداری میں آپ سے کوئی بھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔" وجدان نے ستائشی لہجے میں کہا تھا۔

"امی! بتائیں نا، کون سی لڑکی پسند کی ہے آپ نے معید بھائی کے لئے؟" حمرہ فوراً تائی جان پر سوار ہوگئی تھی۔

"ان کی بھی رائے لے لیتیں تائی جان! چپ چاپ ہر بات پر سر جھکانے والے عموماً بہت گھنے ہوتے ہیں۔" ضحیٰ نے طنزاً کہا تو معید نے ایک ابرو اچکا کر لحظہ بھر کو اس پر جانچتی نگاہ ڈالی تھی۔ لون پرپل اینڈ وائٹ پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس اپنے مخصوص مغرورانہ سے انداز میں بیٹھی وہ اپنی پرانی جون میں لوٹتی محسوس ہو رہی تھی۔

"کیوں معید! ہے کوئی بات دل میں تو بتا دو۔" انس نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے شانے پر بازو دراز کیا تو وہ بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔

"بڑی امی نے کہہ دیا سو کہہ دیا۔ ان سے بہتر میرے لئے اور کوئی نہیں سوچ سکتا۔" اس کے ڈھیٹ پن پر ضحیٰ جی بھر کر حیران ہوئی تھی۔ دل اور لاکر میں کسی اور کی تصویر رکھنے والا کیسے ان سب محبتوں کو دھوکا دے رہا تھا۔ ان کی خواہش پر سر جھکا کر معتبر بن رہا تھا۔ فرمانبرداری کا لقب حاصل کر رہا تھا۔ کیسے کیسے ڈھنگ آتے تھے اس شخص کو اپنی واہ واہ کرانے کے۔

"میرے یار! میں بھی کبھی ایسا ہی سوچتا تھا۔ اب تو پچھتانے کا بھی ٹائم نہیں ملتا۔" انس نے حسرت سے آہ بھری تھی۔ اگر کچھ فاصلے پر تایا جان اور چچا جان موجود ٹی وی نہ دیکھ رہے ہوتے تو نگین چلا ہی اٹھتی۔

"شرم کریں، اتنی اچھی بیوی پتہ نہیں تائی جان کی کسی نیکی کی وجہ سے آپ کو مل گئی ہے اور آپ ناشکرا پن کر رہے ہیں۔" ضحیٰ نے انس کو گھرکا تھا۔

"ان کا تو وہاں بھی یہی حال تھا۔ مجھے تو کبھی اِدھر اُدھر جھانکنے نہیں دیا اور خود ہر اچھی لڑکی کو دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرا کرتے تھے۔" نگین نے شکایت لگائی تھی۔ معید متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ وہ کان کھجاتا خجل سا نگین کو گھورتے ہوئے بولا۔

"بھئی اب خدا کی بنائی ہوئی حسین چیزوں کو تو سبھی رشک سے ہی دیکھتے ہیں۔"

"مجھے تو لگتا ہے وہاں بھی تم نے نگین کو بہت تنگ کیا ہوگا۔ تبھی اس کا دل نہیں لگا۔" چچی جان بولی تھیں۔

”کمال ہے چچی جان! بیٹے کی بجائے آپ بہو کی بات کا اعتبار کر رہی ہیں۔“ انس نے
سے سر ہلایا تھا۔

”بیٹا ہزار بار کا آزمایا ہوا جو ہے۔“ وجدان نے لقمہ دیا تھا۔ پھر وہ نگین کو تسلی دینے لگا۔
بے فکر رہیں بھابی! میرے پاس ”اتھرے“ شوہر کو قابو کرنے کے بہت سے ٹوٹکے موجود ہیں
جھنڈے والی سرکار کی خاص عنایت ہیں۔ اگر کوئی پرابلم ہو تو آپ مجھ سے رجوع کر سکتی ہیں۔
”وجی! تمہارے بابا جی عقل کے تعویز نہیں دیتے کیا؟“ ضحیٰ نے دانت پیس کر کہا تو وہ ش
سے بولا۔

”آپی! تمہارا مسئلہ میں نے بارہا ان کے سامنے پیش کیا ہے۔ مگر ان کا کہنا ہے کہ اب کچھ
ہو سکتا۔ جو چیز اللہ نے ہی نہیں دی، وہ کیسے دے سکتے ہیں۔“
”بہت خبیث ہو تم وجی!“ انس کے قہقہے پر وہ روٹھ گئی تھی۔
”چلو بھئی، اب بس کرو۔ رات بہت ہو گئی ہے۔“ تایا جان نے محفل برخاست کرنے کا حکم
سبھی بلا چوں و چرا اٹھ گئے۔

●●●●●

صالحہ بیگم کے لاکھ منع کرنے کے باوجود صبا نے کچن کی تمام ذمہ داری اٹھا لی تھی۔ باقی گھر
کام بھی وہ نوری کے سر پر کھڑی ہو کر کراتی تھی۔ ابھی بھی وہ نوری کو لنچ کی تیاری کے لئے ہدایا
دے رہی تھیں۔ اتوار کی چھٹی کی وجہ سے آج نوفل بھی گھر میں تھا۔ اس کی دلی خواہش نہیں تھی
لاشعوری طور پر اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ اچھا سا کھانا پکائے۔
”ایکسکیوز می! آپ ذرا کمرے میں آئیں گی؟“ شستہ انگریزی میں اس سے کہا گیا تھا۔
چونک کر متوجہ ہوئی تھی۔ نوری کی موجودگی کی وجہ سے شاید اس نے زبانِ غیر کا سہارا لینا ضروری
تھا۔ مگر صبا تنک گئی تھی۔

”آپ کو جو کام ہے وہ بتا دیں۔“
اس کے انداز پر حسب عادت نوری نے ہنستے ہوئے دوپٹہ منہ پر رکھ لیا تھا۔
”میں نے آپ سے کہا نا، کمرے میں آیئے۔“ وہ اسی سنجیدگی سے کہتا پلٹ گیا تھا۔ اس انداز
تحکمانہ انداز صبا کو تو ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ سو ہنستی ہوئی نوری پر نظر پڑی تو اسے چڑ کر ٹوک دیا۔
”تم کیوں ہنس رہی ہو؟“
وہ گڑبڑا گئی تھی۔
”میں تو بس یونہی......“
”دھیان سے یہ سارا مصالحہ گوشت کے پارچوں پر لگاؤ ـــــــ میں ابھی آ رہی ہوں۔“ ا
کہتی وہ کچن سے نکل آئی تھی۔ کمرے میں پہنچنے تک وہ نوفل کو پڑنے والے ”کام“ ہی کا اندازہ لگا
رہی تھی۔

ے موبائل پر مصروف گفتگو دیکھ کر وہ کوفت زدہ سی کھڑی رہ گئی تھی۔ مگر اس نے صبا کی موجودگی
ہاف ہونے کے باوجود بات مختصر کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔
میں نے شادی کر لی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم بھی یہ حماقت کر ڈالو۔“ پتہ نہیں کس کو
ر عقل مندانہ مشوروں سے نوازا جا رہا تھا۔ اب جانے صبا کے آنے سے پہلے بھی یہی موضوع
ن کیا جا رہا تھا یا خاص طور پر اس کے دل کو جلانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔ بہرحال وہ بھی اس
ت“ کا اہم حصہ تھی سو واقعی سلگ اُٹھی۔
نہیں یار! اب اتنا بھی بزدل نہیں ہوں کہ آوازِ حق نہ اٹھا سکوں۔“ دھیرے سے ہنس کر کہا۔
ری طرف کی بات سن کر باقاعدہ قہقہہ لگایا گیا۔ اور اس کی وجاہت و دلکشی سے کس کو انکار تھا۔
راز آنکھوں کو ہلکی سی جنبش دے کر ہنستا وہ صبا کی تمام تر توجہ سمیٹ گیا تھا۔
رے پر پھیلی صحت مندی کی سرخی اور تازہ شیو کی نیلاہٹ اس کی وجاہت کو کئی گنا بڑھا رہی
اس پر مستزاد بھوری سحر طراز آنکھوں کی چمک۔ وہ لاشعوری طور پر ہی اس کی شخصیت کی بھول
یوں میں کھونے لگی۔
روں کی مناسب شکل وصورت اور اونچا لمبا ہونا ان کے ہینڈسم ہونے کو ثابت کر دیتا ہے۔ مگر
خدا نے اسے وجاہتوں سے مالا مال کر دیا تھا۔
بے خیالی سے زیادہ بے ساختگی میں اس کو دیکھے جا رہی تھی۔
میں آپ سے کچھ پوچھ رہا ہوں محترمہ!“
نے وہ کب فون کال سے فارغ ہوا تھا اور اب اس کے مد مقابل کھڑا چٹکی بجاتے ہوئے
ہ کر رہا تھا۔
م اور آفٹر شیو لوشن کی مہک نے گرد حصار بنا کر اسے جھنجھوڑ سا ڈالا تھا۔
ــــ“ وہ حد درجہ گڑبڑا گئی تھی۔
شاید وہ اس کی بے اختیاری نوٹ کر چکا تھا اسی لئے اپنی بھرپور شخصیت کے تمام تر احساس
ر رعنائیت بھرے انداز میں بولا۔
روری نہیں کہ ہر دل پسند شے آپ ہی کے لئے ہو۔ اس لئے انسان کو اپنے جذبات و
پر کنٹرول ہونا چاہئے۔“
ا جملہ اس قدر اچانک تھا کہ صبا کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ مگر اس کے اس قدر جتلانے
ے جملے کا مفہوم سمجھ میں آتے ہی جیسے وہ شعلوں میں گھر گئی۔ اسے اپنے چہرے سے آگ کی
محسوس ہوئی تھیں۔ اس کے صبیح چہرے کو پہلے خجالت اور پھر غصے کی سرخی میں لپٹا دیکھنا نوفل
ا گیا تھا۔
اس کے سرخ ہونٹوں پر پھیلی دھیمی سی مسکراہٹ ہی تھی جو صبا کی عزتِ نفس پر کاری ضرب

کچھ اپنی بے اختیاری پر ندامت اور کچھ نوفل کے نوٹ کرنے کے بعد یوں جتانے اور خجالت کا شدید احساس تھا جس نے اس کی بے بسی کو اندر کی کھولن کی صورت باہر لا پھینکا

"میں یہاں آپ سے کوئی لیکچر لینے نہیں آئی۔ آپ کو جو کام ہے وہ بتائیں۔ کیونکہ سے ضروری کام نمٹانے ہیں۔" جلتے کوئلوں کی تپش اس کے لب و لہجے میں اتر آئی تھی۔ میں بھنوؤں کو ہلکی سی جنبش دے کر اس نے اپنی مسکراہٹ سمیٹی تھی پھر طنزاً بولا۔

"میری وارڈروب چیک کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔ اور شاید آپ کو یہ سن کر بہت ا یہ بھی ایک انتہائی ضروری کام ہے جو آپ ہی کو کرنا ہے۔"

"تو؟" اس کی آنکھوں میں ناگوار سا تاثر اتر آیا تھا جسے محسوس کرنے کے باوجود وہ اپ تحکم بھرے انداز میں بولا جو صبا سے بات کرتے ہوئے خود بخود اس کے لب و لہجے میں اتر

"تو یہ کہ میری وارڈروب بالکل خالی پڑی ہے۔ شرٹس غائب، رومال، جرابیں، ٹائیاں اور میں یہ بے ترتیبی نہ تو برداشت کر سکتا ہوں اور نہ ہی عادی ہوں اس لاپرواہی کا۔"

"یہ کام آپ نوری سے کہہ کر بہت اچھے طریقے سے کروا سکتے ہیں۔"

صبا نے کچھ دیر پہلے اس کے کہے جملے کا جواب دے کر گویا اس پر اس کی "اوقات" ظاہ بہت نڈر پن کا مظاہرہ کرنے کے بعد وہ جانے کے ارادے سے پلٹ گئی مگر اس کی یہ بے خو کو اس قدر غصہ دلائے گی یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔ اس کے واپس پلٹتے ہی نوفل نے اس تھام کر ایک جھٹکے سے اسے روکا تھا۔ وہ لڑکھڑائی اور سنبھلنے کی کوشش میں دونوں کے مابین موج انچ بھر بھی نہیں رہا تھا۔

"میں نے آپ سے کتنی مرتبہ کہا ہے کہ ہم دونوں کے بیچ موجود رشتے کو دھیان میں ر سے بات کیا کریں۔ جب تک آپ اس حیثیت سے اس کمرے میں موجود ہیں یہاں کا ہر کی ذمہ داری ہے۔ اور اس سلسلے میں کوئی بھی کوتاہی میں برداشت نہیں کروں گا۔"

اس قدر غیر ارادی قربت صبا کو سنسناہٹوں میں دھکیل گئی۔ سلگتی سانسیں اس کی صبیح پ عرق آلود کر گئی تھیں۔ اپنے بکھرتے حواس کو سمیٹ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر مقدور بھر قو ساتھ اسے پیچھے دھکیلنے تک وہ جیسے ہلکان سی ہو گئی تھی۔ ادھر نوفل کو جیسے اس قربت کا احسا نہیں ہوا تھا۔

اور جس قدر قربت میں محبت کی نرمی و گرمی نہ ہو وہ اپنائیت کا نہیں، ہتک کا احساس دلاتی وہ بھی اسی اہانت کا شکار ہوئی تھی۔ سو حلق میں اُگتے کانٹوں کی پرواہ کیے بغیر وہ مشتعل ہو اٹھی

"بی ہیو یو نوفل احمد! ـــ یہ بات آپ طریقے سے بھی کر سکتے ہیں۔"

"اوہ ـــ" وہ اس کے سرخ چہرے کو قدرے دھیان سے دیکھتے ہوئے تمسخرانہ انداز مسکرایا اور پھر تھوڑا سا جھک کر اس کی خوب صورت آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جتانے وال میں بولا۔

"شاید آپ مجھ سے ابھی تک واقف نہیں ہوئیں صبا بی بی! نوفل احمد اس قدر آسانی سے تسخیر ہونے والا نہیں ہے۔"

بات عزت نفس پر آن پڑی تھی۔ سو پلک جھپکے بغیر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ بے حد اس پر واضح کر گئی۔

"میں اپنے آپ میں، اپنی ذات میں بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ مجھے نہ تو آپ کو تسخیر کرنے کا ہے اور نہ ہی ضرورت۔"

نوفل کے پہلو میں ایک آنچ سی پھیلتی چلی گئی۔

یوں مضبوط اور سرد لہجے میں بولتی وہ ابھی چند لمحوں پہلے والی اس کے قرب سے گھبرائی اور خائف صبا سے بے حد مختلف لگ رہی تھی۔

اپنے اندر پھیلتے اضطراب کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

اسی وقت بے ترتیبی کے ساتھ دروازہ دھڑ دھڑایا گیا۔

"یس ـــ" خود کو کمپوزڈ رکھنا ہی تو اس شخص کا فن تھا۔ اب بھی بہت نارمل سے انداز میں بولا نوری چہکتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی۔

"وہ جی، نیچے نگی بی بی آئی ہیں، دولہے صاب کے ساتھ۔"

"کک ـــ کون ـــ انس بھائی؟" اس کے سرد پڑتے وجود میں جیسے زندگی کی گرمی دوڑ گئی تھی۔

"جلدی آئیں۔ بڑی بی بی جی نے کہا ہے۔" نوری پیغام نشر کرتی یہ جا، وہ جا۔

آنکھوں میں پھیلتی دھند سے بے نیاز وہ بہت بے تابی سے باہر کی طرف لپکی تھی۔ نوفل کے پہنچنے تک وہ انس سے لپٹی ہوئی تھی اور شاید رو بھی رہی تھی۔

"کم آن صبا! ڈونٹ بی سلی یار!" انس اس کے بالوں کو ہاتھ سے سہلاتے ہوئے سرزنش کرنے کے انداز میں کہہ رہا تھا۔ جب کہ خود اس کی آنکھیں اس کے اندرونی اضطراب کی گواہ تھیں۔

"کتنے دنوں کے بعد مل رہی ہے نا۔ اسی لیے جذباتی ہو رہی ہے۔" صالحہ بیگم نے کہا تھا۔ نوفل دیکھتے ہی نگین اس کی طرف لپکی تھی۔

"بھئی یہ کیا حرکت ہے۔ یوں بنا بتائے کسی کے گھر پہنچ جانا کہاں کی شرافت ہے؟" وہ ڈپٹ کر کہہ رہا تھا۔ نگین برا مان کر اس سے الگ ہو گئی۔

"مجھے ایک مہینے میں ہی پرایا کر دیا آپ نے۔"

وہ ہنستا ہوا انس کی طرف بڑھا جو صبا کی جذباتیت پر اب پریشان ہو رہا تھا۔

"آپ ذرا دیر کے لیے اپنا پروگرام ملتوی کر دیں گی محترمہ؟" صبا کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے وہ انگی سے بولا تو وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی تھی۔ وہ دونوں بہت گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے وہ نگین سے ملنے کے بعد اس کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔

"مذاق برطرف۔ مگر شاید تم لوگوں کو اطلاع دے کر آنے کی اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی سرپرائز سے ہوئی ہے۔" وہ بہت خوش دلی سے کہہ رہا تھا۔ صبا جلتی نگاہوں سے اس کو دیکھنے لگی۔ اس کے لئے طنز کے تیر چلانے والے لب اس وقت جیسے شہد میں ڈوبے ہوئے

"تم کیوں اتنی گم صم ہو صبا؟ ـــــ لگتا ہے ابھی تک یہاں دل نہیں لگا۔" اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے نگین نے مدھم آواز میں استفسار کیا تھا۔ حقیقتاً وہ صبا کو اس قدر پژمردہ اور مرجھایا ہوا دیکھ کر ٹھٹک سی گئی تھی۔

وہ دل ہی دل میں اس لطیفے پر ہنس دی۔

ہنہ، دل۔ یہاں ایسا رشتہ ہی کون سا بنا تھا جس سے دل لگانے کا سوچا بھی جا سکتا۔ اس کا ہاتھ دباتے ہوئے وہ بہت ضبط سے مسکرائی تھی۔

"دل کیوں نہیں لگے گا بھلا۔ مجھے تو کبھی محسوس ہی نہیں ہوا کہ میں شادی کر کے آئی ہوں"

"واقعی، مجھے تو کبھی صبا نے احساس ہی نہیں ہونے دیا کہ یہ میری بیٹی نہیں بلکہ بہو ہے۔" صالحہ بیگم تو یوں بھی اس کی موہنی صورت اور عادات کی گرویدہ ہو چکی تھیں، اب بھی بہت محبت سے کہہ رہی تھیں۔

"میں ذرا نوری سے چائے کا کہہ دوں۔" وہ معذرت کرتی اٹھ گئی تھی۔ انس سے باتوں میں مصروف نوفل نے ایک اچٹتی نگاہ اس کے آنسوؤں سے دھلے چہرے پر ڈالی اور پھر دوبارہ انس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

نوری کے چائے بنانے تک وہ مختلف لوازمات سے ٹرالی بھر چکی تھی اور چائے تیار ہوجانے پر خود ٹرالی اندر لے کر گئی اور چائے سرو کرنے لگی۔

"تھینکس۔ بیوی ہو تو آپ جیسی۔ اس وقت مجھے چائے کی شدید طلب ہو رہی تھی۔" اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھامتے ہوئے نوفل نے تشکرانہ انداز میں کہا تو وہ اندر تک تپ اٹھی۔

کس قدر فریبی تھا یہ شخص۔ پل میں رنگ بدلنے پر قادر تھا۔

وہ نگین کو ساتھ لئے کچن میں آ گئی جہاں دوپہر کے کھانے کی تیاری مکمل تھی۔ باتوں کے دوران صبا نے باقی رہ جانے والی چھوٹی موٹی چیزیں بھی تیار کر لیں۔ جب کہ گوشت کے پارچے تیار ہونے کے لئے اوون میں رکھ دیئے۔

"یہاں تم لوگوں نے ذرا گھاٹے کا سودا کیا ہے۔ میرے بھائی کی تو خوب موج ہے۔ ادھر انس بے چارے ہنی مون کے دوران ہی پریشان تھے کہ میری بیگم کو تو کھانا بھی پکانا نہیں آتا۔" مزے سے کہہ رہی تھی۔ وہ بے اختیار اسے ٹوک گئی۔

"اس قدر پیارا بندھن ہے شادی نگین! ـــــ اسے سودا مت کہو۔ یہ تو دو اجنبیوں کو اتنا قریب لے آتا ہے کہ کوئی خامی، کوئی کمی ہو بھی تو دکھائی نہیں دیتی۔"

"اوہو ـــــ لگتا ہے بھائی نے کافی بریفنگ دی ہے۔ انہی کی زبان بول رہی ہو۔" نگین ہلکی سی سانس بھرتی مسکرا دی۔

"بتاؤ تو وہ... خوش ہو نا نگین؟" اس نے نگین کے کھلتے ہوئے چہرے کو نظر بھر کر دیکھتے ہوئے پوچھا تو نگین کے ہونٹوں پر شرمگیں سی مسکراہٹ کھیل گئی۔

"مجھے دیکھ کر اس بات کا اندازہ نہیں ہوتا؟" اس نے جواباً پوچھا تو صبا نے اس کو چوم لیا۔

"ہوتا ہے۔ ماشاء اللہ سے اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ حد نہیں۔ اور یہ سب میرے بھائی کی محبت کا اثر ہو رہا ہے۔" وہ قدرے شرارت سے بولی تو نگین بھی ہنس دی۔

"نوری! تم ذرا جا کر نگین کا کمرہ چیک کرو۔ اگر تھوڑی بہت جھاڑ پونچھ کی ضرورت ہو تو وہ بھی کر دینا۔" صبا نے نوری کو فارغ کیا تھا۔ اس دوران نگین الجھن بھری نظروں سے اس کے سادہ سے حلیے کو دیکھتی رہی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟" اس کی نظروں نے صبا کو مضطرب کر دیا تھا۔ بظاہر مسکرا کر پوچھا۔ مگر نگین نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

"میں یہ دیکھ رہی ہوں کہ کہیں تمہاری شادی کو ایک مہینے کی بجائے ایک سال تو نہیں ہو گیا۔"

"کیا مطلب؟" وہ حقیقتاً حیران ہوئی تھی۔

"مطلب یہ کہ اتنی سادگی نوفل بھائی کو تو کم از کم پسند نہیں۔" نگین نے سادگی سے بتایا تو وہ بجھے سے انداز سے مسکرا دی۔ جی تو چاہا کہ اسے نوفل کی "پسند" صاف صاف بتا دے۔ مگر اس ہمت ہی کی تو کمی تھی اس میں۔ وہ ہمت، جو نہ صرف اس کی بنتی بگڑتی ازدواجی زندگی کا کوئی فیصلہ کر دیتی بلکہ انس اور نگین کو بھی کسی خطرناک موڑ پر لا کھڑا کرتی۔

بے اختیار اس کا جی چاہا کہ نوفل احمد کی چہرہ شناسی کی صلاحیت کو داد دے۔ کتنی کامیابی سے وہ اسے پرکھ گیا تھا۔ جان جو گیا تھا کہ وہ رشتوں کی خاطر سب کچھ تیاگ سکتی ہے اور کبھی مر کر بھی حقیقت نہیں بتا پائے گی۔ اپنے سکھ کی خاطر انس اور نگین کی زندگی برباد نہیں ہونے دے گی۔

ٹھیک جانچا تھا اس نے۔ کیا وہ اپنے بھائی کی ہنستی مسکراتی زندگی کو داؤ پر لگا سکتی ہے؟

اس نے نگین کے سجے سنورے دلکش سراپے پر ایک نگاہ ڈالی تھی۔ خوب صورت لباس، گولڈ کی جیولری اور دونوں کلائیوں میں سونے کی چوڑیاں پہنے وہ دلکشی کی حدوں کو چھو رہی تھی۔

نہیں ـــــ اس کے دل و ذہن نے بہت شدت کے ساتھ اس ظالمانہ سوچ کی نفی کی تھی۔

نگین کا دل نواز سراپا جواب اس کے عزیز از جان بھائی کی محبتوں کا امین تھا، وہ اسے اپنی وجہ سے اداس اور برباد نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ سو اس نے نوفل احمد کی طرح چہرے پر چہرہ لگانے کی عادت ڈالی۔

"تمہیں پتہ ہے نا، مجھے ان زرق برق کپڑوں سے اس قدر الجھن ہوتی ہے۔ اور یہ میک اپ، میں نے شادی سے پہلے بھی ان چیزوں کو چھوا بھی نہیں تھا۔"

"لیکن صبا! لوگ کیا کہیں گے۔ مجھے دیکھو، روزانہ نیا جوڑا پہنتی ہوں، میک اپ کرتی ہوں۔"

تگین کے بچکانہ انداز پر وہ مسکرا دی۔ پھر قدرے مذاق اُڑانے والے انداز میں بولی۔

"اب میں عروسی لہنگا پہن کر تو کچن میں کام نہیں کر سکتی ——— لوگ تو اس پر بھی کچھ کہیں گے۔"

"بائی داوے، تمہیں اتنی جلدی کچن سنبھالنے کو کس نے کہا ہے؟ جہاں تک مجھے یاد پڑ تو کبھی بھی اتنی ظالم نہیں رہیں۔" تگین نے ایک اور اعتراض جڑا تھا۔

ویسے تو شاید وہ ان باتوں پر اتنا غور نہ کرتی۔ مگر ان دونوں کے مابین رشتے کی حساس ہونے پر مجبور کر رہی تھی۔

"کم آن تگی! ——— اب یہ میرا گھر ہے اور اپنے گھر میں کام کرنے کے لئے ابھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور پھر مجھے تو یوں بھی گھر داری کا بہت شوق ہے۔ اس لئے ماما کے کے باوجود میں نے تھوڑا بہت کام کرنا شروع کر دیا۔" صبا نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا جو تک تو واقعی سچ تھا۔

اسے گھر داری کا شوق تو تھا مگر نوفل کا رویہ بھی اتنی جلدی اسے اپنی توجہ بٹانے کے کرنے پر مجبور کر گیا تھا۔ ورنہ عام حالات میں تو شاید ابھی وہ ہنی مون پیریڈ انجوائے کر رہی پھر خاندانی دعوتیں اُڑا رہی ہوتی۔

"پھر بھی صبا! پتہ نہیں، یہ نوفل بھائی اتنے بور کیسے ہو گئے۔ تم لوگ ابھی تک کہیں سیر کے لئے بھی نہیں گئے۔" تگین کو ان دونوں کا خشک سا اندازِ زندگی پریشان کر رہا تھا تو دوسری اس کی تفتیش سے مضطرب ہو رہی تھی۔

"سیر و تفریح کے لئے تو ساری عمر پڑی ہے۔ اور پھر پلاننگ تو ہے ہماری۔ بس ان کی پرابلمز کی وجہ سے ہمیں اپنا پروگرام ملتوی کرنا پڑ گیا تھا۔" اس نے نرمی سے بات کلیئر کرنا چاہا پھر اضافہ کیا۔

"ویسے خود مجھے بھی سیر و سیاحت کا کوئی خاص شوق نہیں ہے۔"

"صبا! تمہیں نہیں پتہ کہ تم کیا چیز مس کر رہی ہو۔ یقین کرو، انس کا زندگی بھر کا ساتھ اپنی ان کی جو محبت اور توجہ میں نے ہنی مون پیریڈ کے دوران دیکھی ہے وہ میں ساری زندگی نہ بھلا سکوں گی۔ انہی دنوں میں تو ایک دوسرے کو جاننے، سمجھنے کے عمل سے گزرا جاتا ہے۔"

"مجھے تمہارے بھائی کو جتنا جاننا تھا، جان چکی ہوں، اچھی طرح سمجھ چکی ہوں۔" اس کے آلود لہجے نے صبا کے اندر جے احساسِ محرومی کو کھرچنا شروع کر دیا تو وہ سنجیدگی سے اس کی کاٹ گئی۔ تگین کو بلانے کی خاطر کچن میں داخل ہوتا نوفل اپنی جگہ جم سا گیا تھا۔ صبا کے اس اسے ریڈ سگنل دیا تھا۔ اس کے مزید کچھ کہنے سے پہلے وہ اضطراری انداز میں بول اٹھا۔

"تگی! تم اتنی گرمی میں یہاں کیوں بیٹھی ہو؟"

وہ دونوں چونک گئی تھیں۔

یہی سوال آپ کو صبا سے بھی کرنا چاہئے۔"

تم یہاں سے نکلو گی تو ان سے کوئی سوال کروں گا نا۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ صبا لب ولان کی طرف پلٹ گئی۔

مجھے صبا سے بہت سی باتیں کرنی ہیں۔" تگین ٹھٹکی تھی۔ مگر نوفل نے اسے اٹھا کر ہی دم لیا تھا۔

ساری رات پڑی ہے باتوں کے لئے۔ آج تو یوں بھی تم لوگ ادھر ہی رکنے والے ہو۔ وہاں ما بلا رہی ہیں۔"

میرا کام بس ختم ہو چکا ہے۔ میں بھی آ رہی ہوں۔" صبا نے اسے تسلی دی تو وہ اسے جلدی کچن سے نکل گئی۔ نوفل اس کے ساتھ جانے کی بجائے فریج کا دروازہ کھول کر کھڑا ہو ان کے کچن سے نکلتے ہی وہ پانی کی بوتل نکال کر فریج بند کرتا صبا کی طرف پلٹا تھا۔ اسے اپنی متوجہ پا کر صبا کو کچھ عجیب سا لگا تھا۔ مگر جب وہ بولا تو اس "توجہ" کا راز بھی کھل گیا۔

کیا کہہ رہی تھیں آپ تگی سے؟"

"جی؟" وہ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

آپ کی زبان بند ہے تو آپ کی عزتِ نفس بھی قائم رہے گی۔ اس طرح دوسروں کو خود کے دکھڑے سنائیں گی تو سب آپ پر صرف ہنسیں گے، ہمدردی نہیں کریں گے۔" وہ سرد لہجے میں کہہ رہا تھا۔ صبا کا دماغ گھوم گیا۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

"آپ اچھی طرح سمجھ رہی ہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ جتانے والے انداز میں بولا تھا۔

"آپ کو میری جاسوسی کرنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے کیا؟" وہ سرتا پا سلگ اٹھی تھی۔

"کام تو بہت ضروری ہیں۔ مگر میں کوئی "عام" سا رسک بھی لینا پسند نہیں کرتا۔" وہ اس کے سلگنے سے لطف اٹھا رہا تھا اور اس کا یہ عمل صبا سے مخفی نہیں تھا۔ فطری طور پر وہ تلملائی تھی مگر خود پر قابو پاتے جلانے والے انداز میں بولی۔

"میں اتنی ہی "عام" ہوتی تو آپ کی نظروں میں کبھی نہیں آتی۔" اس کا جملہ شعوری کوشش کے بغیر ہی بن گیا تھا۔ سو اس کی طرف اٹھنے والی نوفل کی نظر بہت بے ساختہ و بے اختیار تھی۔

لہرے کی چکن کاٹن پنک لباس اس کی سنہری رنگت کو دمکا رہا تھا۔ گرمی کی شدت سے تمتمائے چہرے اور پیشانی پر موتیوں کی طرح ٹھہرا پسینہ ——— گھنی پلکوں کے پار براؤن آنکھوں میں خفگی کسی انگارے کی طرح دہک رہی تھی۔ غیر ارادتاً ہی وہ اس کے شانوں کو تھامتا اس کی طرف جھکا تھا۔

"بہت خوش فہمی ہے آپ کو خود سے متعلق؟" دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے صبیح پیشانی سے پھسلتی اس کی نظر اس کے لبوں کے خوب صورت خم پر رک گئی تھی۔

آپ کیوں سمجھتی ہیں کہ میں آپ کی محبت میں ہارا ہوا شخص ہوں؟ حالانکہ میں آپ پر واضح کر

چکا ہوں کہ میں نے آپ کو "چاہ" کر نہیں بلکہ ایک پراپر پلان کے تحت پایا ہے۔ اپنی...
آپ۔ ہو سکتا ہے کبھی میں موڈ میں ہوں تو نظر کرم کر ہی دوں۔"

صبا کو لگا کسی نے جلتی سلاخ سے اس کی پیشانی داغ دی ہو۔ ذلت اور اہانت کے اح...
اسے اپنی لپیٹ میں لیا تو چہرے سے جیسے آگ کی لپیٹیں نکلنے لگیں۔

ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھوں کو شانوں پر سے ہٹا کر وہ پیچھے ہٹی تھی۔

"انس لینف نوفل احمد! بہت غلط سوچا ہے آپ نے میرے متعلق۔ مجھے نہ تو کبھی آپ...
دلچسپی تھی اور نہ ہے۔ آپ اپنی یہ نظر کرم سنبھال کر رکھیں، کہیں اور کام آئے گی۔" ضبط...
اس کی آنکھیں جل اٹھی تھیں۔

ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ بہت سکون سے اسے سن رہا تھا۔

"اور چاہے آپ مجھے کسی پلان ہی کے تحت یہاں لائے ہیں، اور کچھ نہیں تو عزت...
ہی دے دیں ـــــ میرے نام کے ساتھ جڑے اپنے نام ہی کی لاج رکھ لیں۔" اس کی...
بھر آئی تھیں۔ اسی وقت نوری اسے پکارتی چلی آئی تو اس کے کچن میں داخل ہونے سے پ...
نکل گیا تھا۔

"نگی بی بی کہہ رہی ہیں کہ جلدی سے باہر آئیں۔ ورنہ وہ یہاں آجائیں گی۔" نوری نے...
تو وہ اپنا لہجہ سنبھالتے ہوئے بولی۔

"تم برتن نکالو، میں بس شاور لے کر آ رہی ہوں۔" وہ تیزی سے چلتی کچن سے نکل آئی...

نوفل کا رویہ اسے اندر تک توڑ پھوڑ گیا تھا۔

پہلے ہی کون سا وہ اسے سارے سکھ دیئے ہوئے تھا جو وہ اس کی کڑوی کسیلی باتیں...
دیتی۔ سو اب بھی اس کا انداز گفتگو دل کے زخموں کو ادھیڑ گیا تھا۔

اور فاصلہ ہی کتنا تھا، بس چند لمحوں اور چند قدموں کا۔

اسی گھر کی چھت تلے اس کا ماں جایا بیٹھا تھا۔ اس کی چھتر چھاؤں۔

اس کی ذرا سی تکلیف برداشت نہ کر سکنے والا۔ اس کی ایک آہ پر تڑپ اٹھنے والا۔

جی چاہ رہا تھا اس کی باہوں میں سمٹ کر اتنا روئے کہ اندر کا سارا دکھ آنسوؤں میں...
اور دل کا موسم پھر سے ویسا ہی ہو جائے، طمانیت بھرا اور شفاف۔ مگر یہ چند لمحے اور یہ چند...
آسان تو نہیں تھے۔ یہ تو خود میں صدیوں کا فاصلہ سموئے ہوئے تھے۔

ان گنت خوف ـــــ بے انت سوچیں۔

اور وہ خود میں اتنی ہمت نہیں کر پائی تھی کہ صدیوں کی مسافت میں لپیٹے ان چند قدموں...
طے کر کے چار زندگیوں کا بے رحمانہ فیصلہ کر ڈالتی۔ کمرے میں داخل ہو کر دروازہ لاک کر...
اس کی برداشت جواب دے چکی تھی۔

بستر پر بیٹھتے ہوئے ہاتھوں میں منہ چھپا کر وہ بری طرح رو دی تھی۔

...ٹھیک ہے کہ اس نے نوفل سے متعلق کوئی بہت خوب صورت خواب نہیں بنے تھے۔ مگر ایک
مطمئن زندگی کی چاہت تو بہت فطری سی بات تھی۔ اسی آس میں وہ نوفل کے بھروسے ایک
...دوسرے گھر تک کا سفر طے کر آئی تھی۔ اور آج اس کی گریہ وزاری سننے اور بے بسی کا تماشہ
...کے لئے بے جان چار دیواری کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

...طرح دل کی بھڑاس نکالنے کے بعد اس نے خود کو بہت سنبھالتے ہوئے اٹھ کر اپنے لئے
...اور باتھ روم میں گھس گئی کہ کچھ بھی ہو، اب جو فیصلہ کر کے اس نے زندگی کی راہ اپنے لئے
...اس کی صعوبتیں سہہ کر بھی سب کو خوش اور مطمئن کرنا اس کی سب سے بڑی مجبوری تھی۔

●●●●●

...ب سے تائی جان نے معید کے لئے لڑکی پسند کرنے کی بات کی تھی، سب کو کھد بد لگ گئی تھی۔

"میں نے تو امی سے اتنا پوچھا ہے مگر وہ بس مسکراتی جا رہی ہیں۔ پتہ نہیں کیسی لڑکی پسند کی ہو گی
...نے معید بھائی کے لئے۔" حمرہ اس کے کان کھا رہی تھی۔

...نے "خاتون کا دستر خوان" نامی کتاب سے سر اٹھا کر ناگواری سے اسے گھورا تھا، پھر بولی۔

"وہ تو صرف مسکرا رہی ہیں۔ ہماری تو اسے دیکھ کر ہنسی چھوٹ جائے گی۔"

"جی نہیں ـــــ معید بھائی کی وائف بھی انہی کی طرح خوب صورت ہوں گی۔" حمرہ یوں بھی
...کی لاڈلی تھی سو اب بھی بہت اترا کر بولی تو ضحیٰ نے کتاب بند کرتے ہوئے گہری سانس بھری
...یہ لہجے میں کہا۔

"مجھے تو آج تک کوئی سڑا ہوا کباب اچھا، بلکہ خوب صورت نہیں لگا۔"

"کیا مطلب؟" حمرہ کو اس کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"انس بھائی اور نگی لوٹے یا نہیں؟" ضحیٰ نے موضوع بدل ڈالا تھا۔

"شام تک آجائیں گے۔" اس نے بتایا تھا۔ پھر اس کے ہاتھ میں موجود کتاب کے ٹائٹل پر نظر
...تے ہوئے شرارت سے بولی۔

"آپ کو خاتونِ خانہ بننے کا شوق کب سے چرانے لگا ہے؟"

"پتہ نہیں یار! امی کے سر پر ہی کوئی جنون سوار ہوا ہے۔ مجھے کوکنگ میں ایکسپرٹ کرنا چاہ رہی
...خاص طور پر بریانی، جلفریزی اور ایپل پائی ـــــ اور پتہ نہیں چکن کی کون کون سی ڈشز؟" وہ
...نزدہ سی بولی تو حمرہ نے بے اختیار کہا۔

"کمال ہے ـــــ یہ سب تو معید بھائی کی پسندیدہ ڈشز ہیں۔"

...حیٰ کو جھٹکا لگا تھا۔

"کیا مطلب ـــــ؟"

"مطلب یہ کہ معید بھائی یہ سب بہت شوق سے کھاتے ہیں۔" حمرہ نے آسان ترین لفظوں میں
...کیا تھا۔

"دنیا میں ہزاروں لڑکیاں یہ ڈشز بنانا سیکھتی ہیں، وہ سب تمہارے لاڈلے معید بھائی کو تو نہیں سیکھتیں۔" ضحیٰ جز بز ہو کر بولی تھی۔

"یہ میں نے کب کہا؟ ــــ مگر اچھا ہے نا، آپ یہ سب پکانا سیکھیں گی تو معید بھائی خوش ہوں گے اور آئندہ سے حلیم جیسی بریانی نہیں پکے گی۔" حمرہ نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں تمہارے معید بھائی کو خوش رکھنے کا۔ اس کے بغیر بھی میری زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے۔" ضحیٰ نے اسے گھورا تھا۔ مگر وہ اثر لئے بغیر بولی۔

"پھر بھی، اس گھر میں صرف معید بھائی ہی ایک ایسے شخص ہیں جن کو خوش رکھ کر کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"ہاں جی، عدالتی کارروائی مکمل ہوئے بغیر تو اس گھر میں کبھی کسی کی مانی ہی نہیں جاتی۔" ضحیٰ نے اکتا کر کتاب بستر پر اچھال دی۔ تبھی دروازے پر ہونے والی دستک نے انہیں چونکایا تھا۔

"حمرہ! تمہیں بڑی مامی بلا رہی ہیں۔" معید نے سنجیدگی سے کہا تو حمرہ فوراً اٹھ گئی۔

"مجھے امی سے قمیض کٹوانی تھی۔ مجھے تو یاد ہی نہیں رہا۔"

حمرہ کے جانے کے بعد ضحیٰ نے دیکھا، وہ ابھی بھی دروازے میں کھڑا تھا جیسے کسی سوچ میں ہو۔ وہ پیشانی پر شکنیں لئے یوں کتاب پر جھک گئی جیسے دنیا کا اہم ترین کام یہی ہو۔ لیکن بجائے اس کی بیزاری بھانپنے کے وہ کسی نتیجے پر پہنچ کر اندر آ گیا تھا۔ وہ تحیر میں مبتلا ہونے لگی۔ اندر کی [illegible] اسے مزید بے پرواہی کی ایکٹنگ نہیں کرنے دی تھی۔ یونہی تیوری چڑھائے، استفہامیہ نظروں سے معید کو دیکھا تو وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ سنجیدہ تھا۔ مگر اس کی گزشتہ "باتوں" کا تلخ تجربہ ضحیٰ ابھی تک نہیں بھولا تھا سو وہ تنک کر بولی۔

"مگر مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔"

اس کے خودسرانہ لب و لہجے پر وہ لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگا تھا۔ پھر بولا۔

"تم جیسے لوگ ہمیشہ نقصان ہی اٹھاتے ہیں ضحیٰ میر! جو بولنے سے پہلے سوچنا پسند نہیں کرتے۔"

اس کی طنزیہ بات پر ضحیٰ کو خفیف سا جھٹکا لگا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اب بھی فوراً اس کا دماغ تپ اٹھا۔

"میں چاہے نقصان اٹھاؤں یا فائدہ، تمہیں اس کا حساب رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس کا بس نہیں چلا کتاب ہی اس کے سر پر دے مارتی۔

"ضرورت ہے اسٹوپڈ گرل! زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے اردگرد کی بھی خبر رکھی جائے۔ انسان بہت سی ممکنہ پریشانیوں سے بچ جاتا ہے۔" وہ ناگواری سے کہہ رہا تھا۔

"ان سب نصیحتوں کا مطلب پوچھ سکتی ہوں میں؟" وہ بمشکل ضبط کر پائی تھی۔

"مطلب تو اب تک تمہیں اچھی طرح سمجھ میں آ جانا چاہئے تھا۔" معید نے پیشانی پر بل ڈالے ہوئے کہا تو وہ کتاب بستر پر پٹختی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اگر تم صرف طنز کے تیر برسانے آئے تھے تو یہ کام بہت اچھے طریقے سے ہو چکا ہے۔ مگر میں فضول باتیں سننا نہیں چاہتی۔" وہ چیخ گئی تھی۔ مگر اس کے برعکس وہ بہت رسان سے بولا۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ ایک بار پھر تمہارے لئے ایک پرپوزل زیر غور ہے۔"

ضحیٰ کو واقعی ایک جھٹکا سا لگا تھا۔ وہ تو جیسے زندگی کے اس رخ پر سوچنا ہی چھوڑ چکی تھی۔ اس نے بے یقینی سے معید کو دیکھا تھا۔

"میں اس قدر بے حس نہیں ہوں کہ تمہارے متعلق اتنا کچھ جاننے کے باوجود تمہیں اندھیرے میں رکھ کر تمہاری زندگی کا فیصلہ ہوتے دیکھتا رہوں ــــ میں چاہتا ہوں کہ اب تم عمر سے بات کر لو۔" وہ بے تاثر سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"کیا بات؟" ضحیٰ کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"اب تو وہ باہر جا چکا ہے۔ جلد یا بدیر اس کے پیپرز بھی مل جائیں گے۔ اس کے گھر والے آ کر اپنی رسم تو ادا کر سکتے ہیں نا۔"

اپنی بات کے جواب میں اسے یونہی گم صم کھڑا دیکھ کر وہ جھنجلا سا گیا تھا۔

"میں تم سے کہہ رہا ہوں ضحیٰ!"

وہ کسی خواب کی گرفت سے آزاد ہوئی تھی۔

"ہوں ــــ ہاں ــــ بہری نہیں ہوں میں۔ سن لیا ہے سب کچھ۔"

"تو؟" وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تو یہ مسٹر معید حسن! کہ یہ سب آپ کا نہیں، میرا مسئلہ ہے۔ اور میں اسے اپنے طریقے سے ڈیل کروں گی۔" وہ اپنے لفظوں پر زور دے کر بولی تو اس کے لب و لہجے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ ابتدائی جھٹکے سے سنبھل چکی ہے۔

معید نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"سوچ لو اچھی طرح۔ اس کے بعد میرے پاس آؤ گی تو میں شاید تمہاری کوئی مدد نہ کر سکوں۔"

"ہاں ــــ مدد۔" وہ طنزاً بولی تھی۔ "تم شاید نہیں بلکہ یقیناً میری کوئی مدد نہیں کرو گے۔ یہ تمہاری پرانی عادت ہے۔ اینڈ مائنڈ اِٹ معید حسن! مجھے تمہاری مدد کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ میری زندگی کا فیصلہ میں صرف اور صرف اپنی مدد ہی سے کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم کہو تو میں ابھی سے اس معاملے کو رکوا سکتا ہوں۔ لیکن اگر معاملہ میرے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکوں گا۔"

معید کے لب و لہجے میں اب بھی کوئی تاثر نہیں تھا۔ ضحیٰ نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"وجہ پوچھ سکتی ہوں اس قدر مہربانی کی؟"

"شٹ اپ ضحیٰ! ــــ میں صرف تمہاری پریشانی کے خیال سے کہہ رہا تھا۔" اب کی بار وہ غصے سے کہہ گیا تھا۔ اسے اپنی توقع کے مطابق چڑتا دیکھ کر ضحیٰ کو یک گونہ سکون کا احساس ہوا تھا۔

"تمہیں میرے لئے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"
"اوکے۔" دفعتہً معتدل انداز میں کہتے ہوئے معید نے شانے جھٹکے تھے۔
"اب یہ تمہارا دردِ سر ہے، بہت جلد تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ میری اس "مہربانی" کی
تھی۔ مگر تب میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکوں گا۔"
"تمہارا کچھ نہ کرنا ہی میرے لئے کسی مہربانی سے کم نہیں ہو گا۔" وہ لگی لپٹی رکھے بغیر
انداز اُکتاہٹ آمیز تھا۔

معید نے بھی مزید کچھ نہیں کہا اور واپس پلٹ گیا۔

وہ گہری سانس بھرتی بستر پر بیٹھ گئی۔ یکلخت ہی رگوں میں تھکن ڈیرے ڈالنے لگی تھی۔
کتنے جتن کیے تھے اس نے خود کو جوڑنے کے، ماضی کو بھلانے کے اور یہ ایک شخص ـــــ
'خدایا! کیا یہ ضروری ہے کہ ہر بری خبر مجھے اسی شخص کی وساطت سے ملے؟'
'عمر کاظمی! ـــــ کیا کروں میں؟ ـــــ کس طرح اپنے خوابوں کے سوختہ و برباد محل
خوشیوں کی بنیاد رکھوں کہ تم نے تو مجھے اس قابل بھی نہیں چھوڑا کہ میں اب کسی اور محبت پر یقین
سکوں۔ میں نہیں مانتی کہ تم مجبور تھے عمر! مجھے تمہاری مجبوری سے کیا واسطہ۔ مجھے تو صرف اپنے
سے مطلب ہے جو تم نے اس قدر بے دردی سے توڑا ہے کہ اب میں چاہتے ہوئے بھی اسے
نہیں پا رہی، جوڑ نہیں پا رہی۔ اور اگر جوڑ بھی لوں تو کیا اس میں پڑی بے یقینی اور بے اعتباری
لکیریں تاعمر مجھے اپنی بے قدری اور بے توقیری کا احساس نہیں دلائیں گی؟ میں مقابل کو وہ مان
محبت کا بے ساختہ سا احساس کیسے دے پاؤں گی؟
اور یہ ایک شخص، معید حسن ـــــ
یہ کبھی بھی مجھے میرا ماضی بھولنے نہیں دے گا۔ یہ میری ہر راہ میں میرے ماضی کو سائن بورڈ
صورت ایستادہ کرے گا جس سے میں چاہوں بھی تو کترا نہیں سکتی۔ اور نہ ہی یہ شخص کبھی مجھے میرے
ماضی سے کٹنے دے گا۔'

آج کتنے ہی دنوں کے بعد وہ پھر سے ایک قیامت کے حصار میں تھی۔ دل کا ہر زخم پھر
ادھڑنے کو بے تاب تھا اور وہ خود کو سنبھالنے کی کوشش میں نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔
شام تک نہ صرف انس اور نگی بلکہ صبا اور نوفل بھی آ چکے تھے۔ پورا گھر ایک محسوس کن خوشی کی
میں تھا۔

"حد ہوتی ہے طوطا چشمی کی یار! ـــــ یا میں یہ سمجھوں کہ شادی کے بعد سر پر سلیمانی ٹوپی آ جاتی
ہے جس کی وجہ سے یاروں کی شکل دکھائی نہیں دیتی۔" عماد پُرشکوہ انداز میں کہتے ہوئے انس سے
گلے ملا تھا۔ اسے ابھی ہنگامی حالات میں مریم پھپھو کے ساتھ بلایا گیا تھا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی انس کے
واپسی پر نہ ملنے کی وجہ سے خفا ہو رہا تھا۔
"پرسوں تو آیا ہوں یار! اور پھر اتنے خوب صورت دن گزار کر آنے کے بعد تمہاری صورت دیکھ

نا خوش گوار عمل نہیں تھا۔ سو......." انس اس کے شانے پر بازو دراز کیے کہہ رہا تھا۔ مگر اس کی
عمل ہونے سے پہلے ہی عماد کا مکا اس کے شانے کی خبر لے گیا۔
"نہیں کیا ہوا ہے صبا؟" چچا جان سے محوِ گفتگو نوفل کی گفتگو کا تسلسل مریم پھپھو کی آواز پر
ٹوٹا تھا۔
"کیوں ـــــ کیا ہوا ہے؟" وہ جواباً ہلکی سی ہنسی کے ساتھ پوچھ رہی تھی۔
"ذرا بھی فریش نہیں لگ رہیں۔"
"یہ سب آپ کی محبت ہے پھپھو! چاہے میں پھول کر کپا بھی بن جاؤں تو امی کی طرح آپ کو
لگوں گی۔" وہ یونہی ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہی تھی۔ نوفل نے غیر محسوس کن انداز میں پہلو
ہوئے ایک اُچٹتی مگر گہری نظر اس پر ڈالی تھی۔
دھاگے کی کڑھائی سے سجے اولیو گرین لباس میں ملبوس ہلکی سی جیولری پہنے میک اپ کے
صرف لپ اسٹک لگائے وہ کہیں سے بھی نئی دلہن نہیں لگ رہی تھی۔ اور اس کے برعکس نگین
لہجے کی کھنک اور بات بے بات ہنسی ساعتوں کو تروتازگی کا احساس دلا رہی تھی۔ شوخ رنگوں
وہ زندگی کا سچا نشان لگ رہی تھی۔ نوفل نے اپنے اندر سے ایک عجیب سے تپش آمیز احساس
پایا تھا۔
چچی جان اور تائی جان نے رات کھانے پر شاندار سی دعوت کا اہتمام کر ڈالا تھا۔
"بڑی امی! سنا ہے کہ اس بدمست ہاتھی کو قابو کرنے کی بھی سوچ لی ہے آپ نے۔" عماد نے
پلیٹ میں پلاؤ نکالتے ہوئے معید پر اٹیک کیا تھا۔ جب کہ وہ فقط مسکرا کر چپ ہو رہا تھا۔
"کیا بے نیازی ہے۔ اس کا تو وہ حساب ہے کہ

کیسا نیازِ عشق نے سادہ بنا دیا
ہم اس کے ہو گئے، ہمیں جس کا بنا دیا"

عماد کی اس بے نیازی پر انس نے جملہ کسا تھا۔
"یہ ہوتی ہے فرمانبرداری۔" مریم پھپھو نے فوراً کہا تھا۔
"مجھے بھی آزما کر دیکھ لیں۔ ایسی چپ چاپ تین شادیاں کروا سکتا ہوں۔ مجھ سا فرمانبردار کہاں
ملے گا۔" عماد نے ڈھٹائی سے کہا تو سب ہنسنے لگے۔
"اب بتا ہی دیں بڑی امی! کس بے چاری کو دفعہ سنانے کا ارادہ ہے؟" عماد نے اصرار کیا تو
ہلکی سی تمکین کے ساتھ محوِ گفتگو نگی کو دیکھنے کے بعد معید کو دیکھنے لگی جو بے حد سنجیدگی سے
کھانے میں مصروف تھا۔ صبا کو عجیب سا اضطراب گھیرنے لگا۔
"ارے، میں بھلا چھپا تھوڑی ہی رہی ہوں۔ اسی دن کا انتظار کر رہی تھی کہ سب مل کر بیٹھیں اور میں
خبری سناؤں۔" تائی جان مسکرا رہی تھیں۔
"تو پھر بتا دیں نا امی! کون ہماری بھابی بن رہی ہیں؟" حمرہ نے بے تابی سے پوچھا تو وہ بے

ساختہ ہنس دیں۔

"ارے بھی، اپنی ضحیٰ۔ اور کون؟"

کھانے کی ٹیبل پر لحظہ بھر کو سکوت طاری ہوا۔ اور اس کے بعد فوراً ہی خوشی بھرے دو چار اور چھیڑ خانی۔

مگر ضحیٰ کو لگنے والا شدید جھٹکا اور چہرے پر کھنڈتی بے یقینی اور زردی فقط صبا ہی محسوس ک تھی۔ ایک جھٹکے سے وہ کرسی چھوڑ کر اُٹھی تو سب ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

اپنی طرف سے اس نے یوں کھانا چھوڑ کر بدتمیزی سے اٹھ جانے کو غصے اور ناراضگی کے اظہار اور پر واضح کیا تھا مگر کسی نے بھی اس کی حرکت کو "حیا" سے آگے کے معنی نہیں دیئے تھے۔ لیکن اس کی ہر ادا سے واقف تھی اور بہت حد تک اس کے خیالات سے بھی۔ سو وہ سب سے پہلے نے سے فارغ ہو کر اٹھ گئی تھی۔

ے بستر کے کنارے پر ٹکے آنسو بہاتے دیکھ کر صبا نے اس کے پاس بیٹھ کر بے اختیار اس کا پنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"یہ سب غیر متوقع تو نہیں ہے ضحیٰ! میں نے تمہیں بتایا تو تھا کہ......" وہ نرمی سے کہنے لگی تھی م و غصے میں گھری اس کی بات کاٹ کر ترش روئی سے بولی۔

"اور میں نے بھی ایک بار نہیں دس بار کہا تھا کہ مجھے اس شخص سے شادی نہیں کرنی ہے۔ پھر یہ لیوں کیا گیا ہے؟"

"کیونکہ یہ سب کی نظروں میں ایک بہترین فیصلہ ہے۔" صبا نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو اس ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔

"زندگی سب کو نہیں، مجھے گزارنی ہے۔ مجھ ہی سے کسی نے پوچھنا گوارہ نہیں کیا۔" تلخی سے کہتے ے اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

"کیا چچی جان نے تم سے بات نہیں کی تھی؟" صبا متحیر تھی۔

"ان کی تو لاٹری نکل آئی ہو گی۔ انہیں تو پہلے ہی اپنے لاڈلے کے آگے کچھ اور سجھائی نہیں "اس کا انداز گفتگو اور لب و لہجہ صبا کو پریشان کرنے لگا۔

اس سے پہلے بھی وہ معید سے بے زاری اور اکتاہٹ کا اظہار کرتی تھی مگر اس کے لب و لہجے سے تاخی اور بدتمیزی کبھی بھی نہیں جھلکی تھی جو اس خبر کو سننے کے بعد اس کے انداز میں در آئی

"چلو دفع کرو اس بتانے نہ بتانے کو۔ لیکن یہ کچھ ایسا غلط اور ناگوار فیصلہ تو نہیں کہ اس پر خوش نہ ائے۔" صبا نے مسکرا کر مصالحانہ انداز میں کہا مگر وہ مدھم پڑنے کی بجائے اور بھڑک اُٹھی۔

"میرے لئے یہ فیصلہ سُولی پر چڑھنے کے برابر ہے۔ سمجھیں تم۔"

صبا حیران رہ گئی تھی۔ ضحیٰ کے لب و لہجے اور انداز و الفاظ میں صرف انکار تو نہیں تھا۔ مگر کیوں ضحیٰ؟ ——— اتنی بے زاری ———؟"

"بے زاری نہیں، نفرت کہو۔ نفرت ہے مجھے معید حسن سے۔" جو لفظ کہتے ہوئے صبا بھی ضحیٰ بڑی بہادری سے بیان کر گئی۔ صبا چکرا اٹھی۔

"میر ہاؤس" جیسے محبتوں کے وسیع سمندر میں یہ نفرت کے سوتے کہاں سے پھوٹ پڑے اس نفرت کے پیچھے کوئی "حقیقت" نہ ہو۔ اس نے سہمے ہوئے دل کے ساتھ سوچا تھا۔

"بے وقوف مت بنو ضحیٰ! ذرا ذرا سی باتوں کو لے کر پہاڑ بنا دینا تو تمہاری عادت نے اسے اپنائیت سے گھرکتے ہوئے یوں ظاہر کیا جیسے اس کی بات کو سنجیدگی سے لیا ہی نہ ہو دوپٹے سے رگڑ کر چہرہ خشک کرتے ہوئے اٹل لہجے میں بولی۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا صبا! اور اب بھی کہہ رہی ہوں کہ معید حسن اگر دنیا کا آخری بھی ہوا تو میں اس سے شادی نہیں کروں گی۔"

"مگر کیوں ضحیٰ؟ ایسی کیا برائی ہے ان میں؟" صبا کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

جواباً وہ اطمینان سے بولی۔

"کسی سے نفرت کرنے کے لئے جواز کا ہونا لازمی بات نہیں۔ تمہارے لئے یہی کافی ہونا کہ میں جس شخص سے نفرت کرتی ہوں اس سے کبھی بھی شادی نہیں کروں گی۔"

اس کا جواب واضح اور مدلل تھا۔ صبا اپنی جگہ پر سُن سی رہ گئی ــــــ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس گھر میں رہنے والا کوئی مکین اسی گھر کے مکین سے اور وہ بھی معید حسن جیسے انسان سے اس نفرت کر سکتا ہے۔

"میں نہیں مانتی ضحیٰ! ہر ردِ عمل کا کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہوتا ہے۔ تمہارا ان سے بے زار ہو چڑنا تو میں مان ہی لیتی۔ مگر اتنی محبتوں کے درمیان رہ کر تم نے یہ نفرت کا طور کیسے سیکھ لیا ضحیٰ؟" دکھ کے حصار میں گھری دل گرفتگی سے کہہ رہی تھی۔

"یہ اسی شخص کی کرامات ہیں جس نے اس گھر کے مکینوں کو اپنی مٹھی میں کیا ہوا ہے۔ ہر کوئی سے آگے کچھ اور سوچنے کو تیار ہی نہیں ہوتا۔ اس کی اصلیت میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" وہ بولی تو صبا کا دل چاہا ایک زوردار تھپڑ مار کر اس کے حواس ٹھکانے پر لے آئے۔ بمشکل ضبط کر ہوئے اس نے غصے سے پوچھا۔

"کیسی اصلیت؟"

"یہی جو فرمانبرداری کا امیج بنا رکھا ہے اس نے۔ دل میں کچھ اور، منہ پر کچھ اور۔"

وہ سخت متنفر تھی۔ مگر اس کی گفتگو سے صبا کو کوئی سرا ہاتھ نہیں آیا تھا، وہ تپ اٹھی۔

"تمہیں ان سے شادی نہیں کرنی تو مت کرو۔ مگر اس شادی سے انکار کے لئے ان کے کردار پر بات مت لاؤ۔ وہ جو ہیں اور جیسے ہیں اس گھر میں ہر کوئی جانتا ہے۔ اگر تمہیں گھر والوں کے سامنے بھی انکار کرنا ہے تو صاف طور پر کہہ دو کہ تمہیں معید حسن سے شادی قبول نہیں۔ مگر ان کے متعلق کوئی فضول بات مت کہنا۔"

کے یوں بھڑک اٹھنے پر ضحیٰ خائف سی ہو گئی تھی اسی لئے وضاحت کرنے والے انداز میں

"ان کے کریکٹر پر بات نہیں کر رہی ہوں مگر یہ بات تم بھی جانتی ہو کہ شروع ہی سے ہمارے اور ان کے مابین اختلافات کی خلیج حائل رہی ہے۔" اب کی بار اس کے لفظوں میں شرانگیزی نہیں تھی سو اپنی طبع کے مطابق صبا کو بھی ٹھنڈا پڑنے میں پل بھی نہیں لگا تھا۔

"تم صرف غلط فہمی کا شکار ہو ضحیٰ! نفرت کی نہیں۔ بھلا کوئی معید بھائی سے بھی نفرت کر سکتا"

"چلو مان لیا یہ بے زاری اور اُکتاہٹ ہے۔ اب تم ہی بتاؤ، اگر میاں بیوی کے درمیان صرف رشتے ہوں تو کیا زندگی گزر سکتی ہے؟" وہ بڑی ہوشیاری سے بات پلٹ کر بظاہر ہتھیار ڈالنے والے بے بس سے انداز میں پوچھ رہی تھی۔ اس کا انداز اور لب و لہجہ چاہے سادہ ہی تھا مگر کے دل کے تو سارے زخم اُدھیڑ گیا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ ضحیٰ کے سوال کے جواب میں اس کی بدل چکی ہے۔ اسے یوں لگا جیسے کسی نے اس کی کم مائیگی پر سے پردہ اٹھا دیا ہو۔ وہ خود میں بن گئی۔

بھی تو ایک ایسا ہی رشتہ بھگت رہی تھی۔ جب خود کو سوچا تو مزید بحث کرنے یا معید کے حق قائل کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ سو وہ خاموشی سے اٹھ کر واپس آ گئی جہاں تایا جان اور چچا کے علاوہ باقی سبھی موجود تھے۔

"کوئی کدھر ہے ــــــ؟" عماد نے دیکھتے ہی استفسار کیا تو اسے ہونٹوں پر جبری مسکراہٹ پڑی۔

"ضحیٰ بہت خوش ہے۔ اسی لئے شرما کر اپنے کمرے میں چلی گئی ہے۔"

معید نے اُچٹتی نگاہ صبا کی پھیکی پڑتی رنگت پر ڈالی، پھر دوبارہ نوفل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ لڑکا سیدھا سادھا نہیں بلکہ گھنا ہے۔" عماد نے گویا معید کی ٹانگ کھینچی۔

"کیوں بھئی؟" نوفل بھی مسکرا رہا تھا۔ وہ پہلو بچا گیا۔

"مجھے تو خود ابھی پتہ چلا ہے۔"

"یہ ظلم ہمارے گھر کی تاریخ میں کہیں بھی درج نہیں۔" انس نے اعلان کیا تھا۔

"ضروری تو نہیں کہ جو کام کبھی پہلے نہ ہوا ہو وہ اب بھی نہیں ہو سکتا۔" وہ اب بھی ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ صبا کو اس کے انداز پر خوش گواریت نے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ معید کا ردِ عمل ضحیٰ کی طرح شدید نہیں تھا۔

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی ضحیٰ آپی سے کہ جو ڈشز وہ پکانا سیکھ رہی ہیں وہ سب معید بھائی کی ہیں مگر وہ مان ہی نہیں رہی تھیں۔" حرہ بہت پُرجوش ہو رہی تھی۔

"اب پھر اس سے مت کہہ دینا یہ سب۔ مشکلوں کے ساتھ تو وہ کچن میں گھستی ہے۔"
نے فوراً کہا تھا۔
"کون سا کہیں پرائے گھر جا رہی ہے۔ آہستہ آہستہ سب سیکھ جائے گی۔" مریم پھپھو نے
سائیڈ لی تھی۔
"میں تو پہلے ہی کہتی ہوں کہ بچی پر خواہ مخواہ کی ذمہ داریاں مت ڈالو۔ ساری عمر کے کام
تو۔" تائی جان نے بھی ان کی تائید میں کہا تھا۔
"لو جی ——— چھٹی ہوئی۔ یعنی "بچی" کی سب کو فکر ہے، "بچے" کی پرواہ نہیں۔ اس ر
کون کرے گا؟" عماد کو اختلاف ہوا تھا۔
"معید بھائی! یاد کریں، آپی کی کوکنگ کے کرشمے اور پھر ان کی روشنی میں ذرا اپنا مستقبل
کی کوشش کریں۔" وجدان نے اسے ڈرانے کی کوشش کی تھی۔
"شرم کریں آپ لوگ۔ ایک تو بیٹھے بٹھائے اتنی اچھی لڑکی کا رشتہ مل گیا ہے اوپر سے آپ
ناشکرا پن دکھا رہے ہیں۔" صبا نے ان سب کی کلاس لی تھی۔
"میں تو کہتی ہوں کہ ایک اچھے سے فنکشن میں منگنی کی رسم ادا ہونی چاہیے۔" مریم پھپھو
رائے دی تھی۔ وہ خود بھی ہلے گلے کی عادی تھیں، سو ایسے فنکشنز کی سب سے بڑی حمایتی وہی
تھیں۔ اب بھی وہ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔
رات کافی دیر تک وہ دوستانہ سی محفل سجائے رہے تھے مگر صبا چاہتے ہوئے بھی ان سب کو
اور ژالے کے کنٹریکٹ سائن کرنے والی "خوش خبری" نہیں سنا پائی تھی۔ وہ سب ضحیٰ اور معید کی
کے متوقع فنکشن سے متعلق بہت پُرجوش ہو رہے تھے اور صبا کو ضحیٰ کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ ا
تو وہ خاموش ہو رہی تھی مگر صبا جانتی تھی کہ وہ ضرور کچھ اُلٹا سیدھا کرنے کی کوشش کرے گی
خیالات میں کھوئی وہ غیر متوجہ سی بیٹھی تھی۔ تبھی چچی جان کے دو مرتبہ پکارنے پر گڑبڑا سی گئی۔
"ہوں ——— کیا کہہ رہی ہیں چچی جان؟"
"یہ لو ——— یہ بیٹھے بیٹھے کس دنیا کی سیر کو نکلی ہوئی ہیں؟" انس کو ہنسی آئی تھی۔
"تم کیوں اتنی خاموش سی بیٹھی ہو؟" چچی جان نے اسے ٹوکا تھا۔
"نہیں تو......" وہ ٹپٹا گئی تھی۔
"تم تو پہلے بھی زیادہ نہیں بولتی تھیں مگر اب تو اور بھی سنجیدہ ہو گئی ہو۔" تگین تو آتے ہی
نوٹ کر چکی تھی۔ سب کو اپنی طرف متوجہ پا کر وہ کنفیوژ ہونے لگی۔
"کب سنجیدہ ہوئی ہوں؟ یونہی بس نیند آ رہی ہے۔"
"بھئی ہماری صبا یونہی اچھی لگتی ہے۔ سنجیدہ اور سوبر سی۔ نوفل کے تو عیش ہیں۔ معید
دیکھنا، ساری تنخواہ ضحیٰ کی آئس کریم پر خرچ ہوا کرے گی۔" عماد کے کہنے پر وہ بے ساختہ ہنسی
تھی اور نوفل "ہماری صبا" کی کھوج میں اس کی ہنسی کی کھنک کو کھنگالنے لگا۔

"واقعی یار! ——— کسی روز تم آ کر پوچھو گے کہ کیا پکایا ہے تو وہ بتائے گی ونیلا آئس کریم ود
چاکلیٹ کرنچ۔" انس نے کہا تو تائی جان نے اسے ڈانٹ دیا۔
"شرم کرو تم لوگ۔ کیوں اس بے چاری کو بدنام کر رہے ہو؟"
"جب معید بھائی کو اعتراض نہیں تو پھر ان سب کی باتیں کیا معنی رکھتی ہیں؟" تگین نے کہا تھا۔
"بالکل جی۔ یہ تو دل و نظر کے معاملے ہیں۔" عماد نے اپنی شرارت کو بڑے مدبرانہ انداز میں
کہا تھا۔ بڑی امی کی موجودگی کے باعث معید خجل سا اسے گھور کر رہ گیا تھا۔
"نہیں یارو! ہی سے پردہ داری رہی ہے۔ اور کچھ نہیں۔" انس نے بھی دھیمی آواز میں شرارت
کہا تو وہ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے نوفل کو دیکھنے لگا جو ان کی باتوں پر مسکرا رہا تھا۔
"ان کا صرف دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔" معید نے جیسے جھینپ کر اپنی صفائی پیش کی تھی۔
رات گئے محفل برخاست ہوئی تو عماد نے انس کو بھی اپنے ساتھ معید کے کمرے کی طرف کھینچ
لیا تو انہوں نے اپنا احتجاجی نوٹ معید کے پاس درج کرایا تھا۔
"یار اسے سمجھاؤ ——— اب میری ایک عدد بیوی بھی ہے۔"
"اور جو اس وقت شکر ادا کر رہی ہو گی کہ اتنے دنوں سے سر پر سوار تھا، جان چھوٹی۔" عماد نے
کہا تو انس نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
"بکو مت۔ بہت محبت ہے ہم دونوں میں۔"
"اور وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا، تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو۔" عماد شرارت کے موڈ میں تھا۔
"یار! میری بیوی......" انس نے مسکین سی شکل بنائی تو معید کو ہمیشہ کی طرح اس پر ترس آ گیا۔
"جانے دو یار!"
پہلے تو عماد مان کر ہی نہیں دیا، پھر معید کی تھوڑی سی بحث کے بعد انس کی جان چھوٹی تو وہ وہاں
سے نکل بھاگا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر بے اختیار ہنس دیئے۔

●●●●●

وہ کپڑے تبدیل کر کے واش روم سے نکلی تو نوفل بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے نیم
دراز تھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی نائٹ کریم اٹھا کر کھولتے ہوئے اونچی آواز میں بولی۔
"امی نے آپ کا نائٹ سوٹ بھی رکھا ہے۔ چینج کر لیں۔"
وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کی طرف سے لاپرواہی برتتے ہوئے بھی وہ آئینے میں
بار بار اس کی نظروں کو محسوس کر رہی تھی۔
"ایسے آپ کو دوسروں کے سامنے اپنی مظلومیت ظاہر کرنے کا کچھ زیادہ ہی شوق نہیں ہے؟"
بہت اچانک تھا۔ وہ تحیر کے مارے اس کی طرف مڑ گئی۔
"کیا مطلب ہے آپ کا؟" اس کے انداز میں ناگواری در آئی تھی۔
"ہم ——— خوب ———" وہ استہزائیہ انداز میں کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "اداکاری میں تو آپ

بھی کمال رکھتی ہیں۔"

وہ کسی گزشتہ طنز کا بدلہ چکا رہا تھا۔ صبا چکرا کر رہ گئی۔

"آپ کو جو کہنا ہے، صاف لفظوں میں کہیں۔ مجھ سے یوں معموں میں بات مت کیا کریں"

"بات یہ ہے محترمہ! کہ نہ تو آپ اس قدر گئے گزرے گھرانے میں بیاہ کر گئی ہے کہ آپ کے لئے ڈھنگ کے کپڑے نہیں ملتے اور نہ ہی وہاں کوئی آپ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ رہا ہے دوسرا شخص آپ کو ٹوک رہا ہے مگر آپ اپنی روش چھوڑنے کو تیار ہی نہیں۔ ایسا کیا دکھ مل گیا ہے کو کہ چہرے پر پینٹ کئے پھر رہی ہیں؟"

تلخی سے بھرپور غیر متوقع انداز صبا کو جھنجھنا کر رکھ گیا۔

اسے لگا جیسے اس کی رگوں میں خون کی جگہ شرارے دوڑ اٹھے ہوں۔ باوجود ضبط کے وہ خو کنٹرول نہیں رکھ پائی تھی۔

"ایسی کوئی خوشی بھی نہیں دی کہ زمانے میں ڈھنڈورا پیٹتی پھروں۔ اور جہاں تک بات پینٹ کرنے کی تو میرا ظاہر وباطن بالکل ایک سا ہے۔ جب میں اندر سے خوش نہیں ہوں تو خواہ مخواہ کی ایکٹنگ کر کے خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی ظاہر کر کے آپ کی واہ واہ کیوں کراؤ اور ایک بات کہ آپ مجھ سے اس معاملے میں کسی قسم کی پوچھ گچھ کا حق نہیں رکھتے۔ اگر کوئی مجھ ہے تو اسے مطمئن کرنا میرا مسئلہ ہے، آپ کا نہیں۔ آپ مجھے اس معاملے کو طے کرنے کے لئے ہینڈ دے چکے ہیں۔"

اس نے غم وغصے کے حصار میں گھرتے ہوئے اسی کا انداز واپس لوٹایا تھا اور یہی بات نوفل برداشت نہیں ہوئی تھی۔

اس کا بازو تھام کر بے اختیار اس نے خفیف سا جھٹکا دیا تھا۔ اس کی گرفت بہت سنگ دلانہ مگر صبا نے لب بھینچ کر اپنی راہ روک لی۔ وہ سلگتے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

"میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہر بات کرتے ہوئے ہمارے آپسی رشتے کو دھیان میں رکھا کریں۔"

صبا کا ٹوٹ کر رونے کو جی چاہا مگر اس قدر شقی القلب انسان کے سامنے کمزوری دکھانے کا مطلب تھا اس کے جبر کے آگے ہتھیار ڈال دینا اور ایک دفعہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کی ہمت کرنے کے بعد وہ اتنی آسانی سے سرنڈر نہیں کرنا چاہتی تھی، تلخی سے بھرپور لہجے میں بولی۔

"اسی رشتے کو دھیان میں رکھ کر بول رہی ہوں۔ کبھی خود دھیان سے اس رشتے کا تعین کر لیں تو آپ کو مجھے ٹوکنے کی کبھی ضرورت پیش نہ آئے۔ یہ صرف مجبوری کا، سمجھوتے اور میری بے بسی کا رشتہ ہے۔ کچھ نہ کر سکنے کی بے بسی۔ اور میں ہمیشہ اسی رشتے کو دھیان میں رکھتی ہوں۔"

"میں نے آپ سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کے نام کے ساتھ میرا نام جڑا ہوا ہے اس لئے آپ کی ہر خوبی یا خامی میرے سر رکھی جائے گی۔ سو جب تک ہمارے درمیان یہ تعلق ہے تب تک تو میں آپ

...نی کی اجازت نہیں دے سکتا اور خود پر آنچ آنا تو افورڈ ہی نہیں کر سکتا۔" وہ اسے یاد دہانی کرا

...صبا کو لگا جیسے اس کے دل کو کسی نے کچل ڈالا ہو۔ رگ رگ میں اذیت کا احساس دوڑ اٹھا۔

"جب تک" ـــــ تو یہ حقیقت ہے اس رشتے کی کہ وہ "جب تک یہ رشتہ برقرار رہے گا" جیسا ...بھی بول سکتا ہے۔

"تو مجھ سے کس بنیاد پر آپ یہ توقع رکھتے ہیں کہ میں ہر جگہ آپ کا علم بلند کرتی پھروں؟" وہ چیخ ...رو گئی تھی۔

دکھ ـــــ عظیم تر دکھ ـــــ وہ منوں مٹی تلے دبتی چلی جا رہی تھی مگر یہاں دکھ سننے والا کون

...وہ اس کے بازو میں انگلیاں گاڑے جتانے والے انداز میں بولا۔

"میں نے آپ سے کبھی یہ نہیں کہا کہ آپ میرے اور اپنے مابین موجود تعلقات کی نوعیت کو سمجھا ...مجھ پر کوئی عظیم احسان کریں۔ اس معاملے میں آپ بالکل آزاد ہیں۔ دنیا بھر کو اپنی مظلومیت اور ...جارحیت کے قصے سنائیں، مجھے قطعاً کوئی پرواہ نہیں۔ مگر جو سہولتیں میں نے آپ کو دی ہیں ان ...حق کوئی مجھے الزام دے وہ میں برداشت نہیں کروں گا۔ روپے، کپڑے، جیولری، کسی چیز کی کمی ...آپ کے پاس۔"

"لاش کو کیا فرق پڑتا ہے نوفل احمد! کہ اس کے تن پر سفید کفن ہے یا اطلس وکمخواب۔ مٹی ہو ...کے بعد یہ سب نمود ونمائش کیا معنی رکھتی ہے؟" دل کا درد حد سے سوا ہوا تو ضبط کے باوجود ...آنکھوں سے آنسو چھلک گئے۔

"پلیز، میرا بازو چھوڑیں ـــــ مجھے درد ہو رہا ہے۔"

رخساروں پر بہتے سیال کی توجیہہ پیش کرنا بھی ضروری تھا۔ وہ رُندھی ہوئی آواز میں بولی تو وہ جو ...لفظوں پر اپنے اندر عجیب سا اضطراب پھیلتا محسوس کرتا، ساکت کھڑا تھا۔ فوراً ہی اس کا بازو ...چھوڑ کر پلٹا اور واش روم میں گھس گیا۔

...ہاتھوں میں منہ چھپائے سسک اٹھی۔

"کس قدر سنگ دل ہو نوفل احمد! ـــــ التفات کی ایک نظر بھی نہیں ڈالتے اور سونے چاندی ...کی بات کرتے ہو۔ کس کے لئے بناؤ سنگھار کرنے کا کہتے ہو؟ ـــــ زمانے کے لئے تو ...پہلے بھی کبھی سجنا سنورنا گوارہ نہیں کیا تھا۔ مگر تم نے رشتہ جوڑنے کے بعد تو شاید مجھے ایک نئی ...دینا پڑے گا۔ ملمع شدہ، چہرے پر خوشی اور طمانیت کا نقاب چڑھائے سب کو اپنی سکھ بھری ...زندگی کے قصے سناتی صبا ـــــ!'

●●●●●

...دروازہ کھولے جانے پر وہ بُری طرح چونک کر پلٹا تھا۔ اور پھر مشتعل سی ضحیٰ کو دیکھ کر

اس کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔

"بہت خوب.......اچھا کھیل کھیلا ہے فرمانبرداری کا۔" وہ طیش بھرے لہجے میں بولی تو اس کے اشتعال کا ماخذ سمجھنے میں مشکل پیش نہیں آئی مگر وہ اپنے غصے کو دبا کر رسانیت بھرے لہجے میں بولا۔

"کسی کے بیڈروم میں داخل ہونے کا یہ سب سے برا طریقہ ہے۔"

"میں تم سے صرف یہ پوچھنے آئی ہوں کہ اس سارے کھیل کا کیا مقصد ہے؟" اس کی آنکھوں میں بے یقینی، غصہ، ناگواری کے سبھی رنگ تھے۔

وہ فائل اٹھا کر دراز میں رکھتے ہوئے سرسری انداز میں بولا۔

"جو کہنا ہے، صاف لفظوں میں کہو۔"

اس کے تجاہل عارفانہ کو ضحیٰ نے صاف طور پر محسوس کیا تھا۔تبھی تو سرتا پا دھڑادھڑ جلتے ہوئے کر بولی۔

"تم نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں تم سے شادی کروں گی؟"

خفیف سی جنبش کے ساتھ بھنوؤں کو اچکاتا وہ اس کے غصے سے تمتماتے چہرے کو دیکھنے لگا گہری سانس بھرتے ہوئے رسان سے بولا۔

"یہ میں نے نہیں بلکہ گھر کے بڑوں نے سوچا ہے۔"

"بڑوں نے چاہے سوچا ہو مگر تم لاعلم نہیں تھے۔ ہر فیصلہ تمہاری کورٹ سے اپروو ہو کر نکلتا ہے۔"

معید نے کبھی کسی کو خود سے اس لب و لہجے میں ہم کلام نہیں پایا تھا۔اور ضحیٰ، اس کے منہ سے اُلٹی سیدھی بات سنتے ہی وہ اسے جھاڑ دیا کرتا تھا۔مگر اس وقت وہ اس قدر بے خوفی سے بول رہی تھی کہ معید کو ڈر اور رعب کی حدود سے باہر لگ رہی تھی۔سو وہ خوامخواہ جذباتیت کا شکار ہونے کی بجائے سکون سے پُر لہجے میں بولا۔

"یہ بڑوں ہی کا فیصلہ ہے...... اور تمہیں یاد ہو گا کہ میں نے تمہیں اس بارے میں الرٹ رہنے کو کہا تھا۔"

"مگر تم انکار بھی کر سکتے تھے۔" وہ جس قدر تلخ و ترش انداز میں بات کہہ رہی تھی، سینے پر بازو لپیٹے ہوئے معید نے اسی قدر اطمینان سے کہا۔

"اس رشتے پر اعتراض تمہیں ہے۔ تمہارا خون کھول رہا ہے۔تم ہی نے جا کر سب کو انکار کیوں نہیں کر دیا؟"

اس کے لفظوں نے ضحیٰ کے تمام حواس کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"یہی میں بھی کہنا چاہ رہی ہوں معید حسن! کہ یہ فیصلہ سن کر تمہیں اعتراض کیوں نہیں ہوا؟ تمہارا خون کیوں نہیں کھول اٹھا؟"

وہ کمال اطمینان سے بولا۔

"کیونکہ یہ میری ماں کا فیصلہ ہے۔"

اس کی بات پر وہ کئی لمحوں تک جیسے قوت گویائی کھو بیٹھی تھی۔

سیاہ آنکھوں میں ہلکورے لیتا سکون اور چہرے کے تاثرات سے جھلکتی طمانیت گواہ تھی کہ اس خبر سن کر وہ ضحیٰ کی طرح کسی بھی انتشار کا شکار نہیں ہوا تھا، جیسے اپنی نہیں کسی اور کی شادی کی خبر سنی

"مگر میں تمہارا یہ روپ سب کو دکھاؤں گی، بظاہر اچھے پن اور فرمانبرداری کا نقاب اوڑھے تم کس قدر دوغلے اور فریبی ہو۔"

"کیسا فریب؟...... کون سا دوغلا پن......؟" وہ کمال ضبط کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

ضحیٰ کا جی چاہا اس کا پُرسکون چہرہ نوچ لے۔

"تم شاید بھول چکے ہو کہ کبھی تم نے میرے سامنے اپنی محبت کا اعتراف کیا تھا اور اس لڑکی کی تصویر تمہارے لاکر میں پڑی ہے۔" وہ تلخی سے بھرپور چبھتے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

لمحہ بھر کو وہ خاموش رہ گیا۔

"میں تمہیں بہت اچھی طرح جان گئی ہوں معید حسن!...... تائی جان کے فیصلے پر سر جھکا کر ہمیشہ کی طرح اپنی فرمانبرداری کا دکھاوا کر رہے ہو، اپنے نمبر بڑھانے کے لئے۔اپنی واہ واہ سن کر تمہیں بہت خوشی ملتی ہے اور اسی کی خاطر تم کسی بھی حد تک جا سکتے ہو۔" وہ بہت بے خوفی سے معید حسن کی ذات کے پرخچے اُڑا رہی تھی مگر جواب میں وہ فقط خفیف سے شانے اُچکا کر لاپرواہی سے بولا۔

"یہ سب میرا مسئلہ ہے۔تمہیں اس سے کوئی پرابلم نہیں ہونی چاہئے۔"

اس کے سینے میں غم و غصے کا سمندر موجزن ہونے لگا۔

"یہ میری زندگی کا معاملہ ہے...... اور میری زندگی میں تمہاری کوئی جگہ نہیں ہے۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کر ڈالے۔جب کہ دوسری طرف وہ ضبط و سکون کی بلندیوں پر پہنچا ہوا تھا۔

"ابھی تو صرف رشتے کی بات ہوئی ہے۔تم انکار کا حق محفوظ رکھتی ہو۔پھر یہ شور و غوغا مچانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں صرف یہ بات جاننا چاہتی ہوں کہ اگر تمہیں اس سارے معاملے کی خبر تھی تو تم نے اس کو ختم کیوں نہیں کروا دیا؟" وہ دانتوں پر دانت جمائے ہوئے تھی۔

"میں اپنی ماں کی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا۔" وہ اسی سکون سے بولا تو ضحیٰ تڑخ کر رہ گئی۔

"مگر مجھے ایسی کوئی مجبوری لاحق نہیں ہے۔ایسے دوغلے پن کے ساتھ صرف تم زندگی گزار سکتے ہو۔ دل میں کوئی اور، اور زندگی میں کوئی اور۔"

"اور اگر تمہارا کوئی اور پروپوزل آجائے اور اسے منظور کر لیا جائے تو کیا تم بھی ایک ایسی دوغلی

زندگی نہیں گزارو گی؟"

معید کے پوچھنے پر وہ اپنے لہجے کو مضبوط بناتے ہوئے بولی۔

"مجھے فضول کے مفروضوں میں پڑنے کا شوق نہیں۔ فقط دو سالوں کی بات ہے، میں مر... ی کا پروپوزل ایکسپٹ کروں گی۔ مجھے اسی کا انتظار ہے۔"

"بہت خوب ــــ کسی کھوہ میں بیٹھ کر؟"

اب کی بار معید کا لہجہ تمسخرانہ تھا۔ ضحیٰ کا ضبط جواب دینے لگا۔

"تو اس کا کیا مطلب ہے کہ میں تم سے شادی......ربش......" اس نے سر جھٹکا۔ پھر ... سے بولی۔ "اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں۔ میں جیسے جی چاہے اس مسئلے کو ہینڈل کروں، تم بس ... کر دو۔"

"شٹ اپ ضحیٰ! ــــ بہت ہو چکا۔" وہ دفعتاً سرد لہجے میں بولا تھا۔ پھر جیسے اپنا پہلا اور ... فیصلہ سناتے ہوئے بولا۔

"میں اس رشتے سے انکار نہیں کروں گا ــــ تمہیں کوئی پریشانی ہے تو پھر حل بھی خو... ڈھونڈو۔ مجھ سے مدد مانگنا تو ویسے بھی تمہارے شایانِ شان نہیں ہے۔" اس کے یکدم بدلتے ... نے ضحیٰ کو دھچکا لگایا تھا۔

اس کی بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کسی اور لڑکی کے ساتھ کمیٹڈ ہونے کے باوجو... خاموش کیوں بیٹھا ہوا تھا۔ اور اسے اس رشتے، وہ بھی ضحیٰ جیسی ناپسندیدہ لڑکی کے ساتھ رشتے ... اعتراض کیوں نہیں تھا؟ مگر وہ جانتی تھی کہ وہ ان سب سوالوں کا کوئی جواب نہیں دے گا۔ اس لئے باقی کا غبار دل میں دبائے واپس پلٹ گئی۔

"میں بھی دیکھتی ہوں معید حسن! کہ تم اپنی گیم میں کس طرح کامیاب ہوتے ہو۔" وہ سلگ... تھی۔

●●●●●

"ٹھہرے ہوئے پانی میں
یوں دُور بیٹھ کر نہ کنکر پھینکو
اس ہلچل سے کیا حاصل؟
قریب آؤ اور آخری بار
آئینۂ آب پر
اپنے حسین خدوخال ثبت کر دو
سوکھتے تالاب کو
اس سے زیادہ کی آرزو بھی نہیں"

وہ اس قدر حسرت سے کہہ رہا تھا کہ بالوں میں برش پھیرتی نگین کو ہنسی آنے لگی۔

"آپ تو دن بہ دن شاعر ہوتے جا رہے ہیں۔"

... سیدھا ہوتے ہوئے تکیہ گود میں رکھ کر بیٹھ گیا۔

"نہیں یار! آج کل واقعی طبیعت غزل پر مائل ہو رہی ہے۔"

"ہیں ــــ؟" وہ بل کھا کر پلٹی تھی۔

اس کا جگمگاتا روپ سروپ اور انداز و ادا دیکھ کر وہ کراہ کر رہ گیا۔

"یہ غزل کون ہے؟" وہ گھورتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"کون غزل؟" وہ سمجھا نہیں۔ توجہ اس پر تھی، اس لئے سوال میں بے توجہی تھی۔

"وہی جس پر آج کل آپ کی طبیعت مائل ہو رہی ہے۔" اس کے خفگی بھرے انداز نے انس کو ...انے پر مجبور کر دیا۔

"ویسے نگی! ــــ اب مجھے اس بات پر یقین آ گیا ہے کہ خوب صورتی کے لئے ذہانت کا ہونا ... نہیں۔"

"ٹھیک ہے نا۔" وہ اس کی شرارت پر غور کے بغیر بولی تو انس نے بے اختیار اس کا ہاتھ کھینچ ...ے پاس بٹھا لیا۔

"مگر معصومیت کا ہونا از حد ضروری ہے۔" وہ معنی خیزی سے بولا تو نگین گڑبڑا گئی۔

"ارے ــــ غزل ــــ"

"بے وقوف! جب سے تمہیں دیکھا ہے تب سے غزل بلکہ پورا دیوان لکھنے کو جی چاہتا ہے۔"

...کہا تو وہ احتجاجاً دور کھسک گئی۔

"یہ آپ نے بے وقوف کسے کہا ہے؟"

"اس کمرے میں اور کون ہے تمہارے سوا ــــ؟" انس نے شرارت سے پوچھا تو وہ سادگی ...

"آپ۔"

"ارے ــــ" انس نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔ سرخ مرطوب لبوں سے ... شفاف اور ترو تازہ سی ہنسی، چمکتی سیاہ آنکھیں، گلابوں جیسے رخسار۔ حُسن کے سبھی ... پُرکشش تھے۔ وہ کیوں مبہوت نہ ہوتا۔ اس کی بدلتی نظر ہی نے نگین کو راہِ فرار اختیار ... مجبور کر دیا مگر وہ تیزی سے اٹھ کر اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔

"آپ شاید بھول رہے ہیں کہ ہم لوگ ڈنر پر انوائیٹڈ ہیں۔"

"بہت خوب صورت لگ رہی ہو نگی! اور تم جانتی ہو کہ میں خوب صورتی کا قدر دان ہوں۔ کفرانِ ... کے گناہ تو نہیں کما سکتا نا۔" ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ، آنکھوں میں استحقاق کی چمک لئے ... آگے بڑھا گیا۔ اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی تو دیوار سے جا لگی۔

"اب کیا کرو گی؟" اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہاتھ جمائے وہ کسی فاتح حکمران کی طرح پوچھ

رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کی تپش نے نگین کی صبیح پیشانی عرق آلود کر دی تھی۔

"انس! پلیز ـــــ"

"تیرے اختیار سے باہر
میری پناہ سے فرار"

وہ جیسے گنگنایا تھا۔

"اب آپ دیر کر رہے ہیں۔" نگین نے اپنی سراسیمگی کو خفگی کے پردے میں چھپایا تو پُرکشش روپ پر ایک تفصیلی نگاہ دوڑاتا وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

"وجہ تو تمہی بن رہی ہو نا۔"

"کیا؟" نگین نے اسے گھورنے کی کوشش کی مگر اس کی تمام تر توجہ خود پر مرکوز پا کر جھکی نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔

"ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ نہ تم اتنی اچھی لگا کرو اور نہ ہی میرا دل ہاتھوں سے نکل نکل جایا" اس نے بڑے آرام سے سارا الزام اس پر رکھ دیا تھا۔ نگین کو شرم کے ساتھ ساتھ ہنسی نے بھی

"تو پھر کیا خیال ہے؟" اس کی ہنسی پر وہ مزید پھیلا تو نگین کی جان ہوا ہونے لگی۔ ام
انس کی ذرا سی شوخی پر روز اول کی طرح سراسیمگی کی حدوں کو چھونے لگتی تھی۔ اس کی نگا
بدلے انداز لمحہ بھر میں اسے بوکھلا دیتے تھے اور اس کی یہ ادائیں انس کو مزید دیوانہ بنا دیتی تھیں

"دو مرتبہ صبا کا فون آ چکا ہے انس! ہمیں اب تک وہاں پہنچ جانا چاہئے تھا۔ امی بھی انتظا ہوں گی۔" وہ خائف سی اپنی دھڑکنیں سنبھالتی بولی۔ ابھی وہ مزید محبت سے پیش قدمی کرتا وقت اس کا موبائل بج اٹھا۔

"یہ دیکھو ـــــ مشینی رقیب۔" گہری سانس بھرتے ہوئے وہ ٹراؤزر کی جیب میں سے نکالنے لگا۔ نگین اس کی توجہ بٹتے ہی جھک کر اس کے حصار سے نکل گئی۔ اسے گھورتے ہو نے کال ریسیو کی۔ دوسری طرف صبا تھی۔

"بس ـــــ ابھی دو منٹ میں پہنچ رہے ہیں۔" انس نے فوراً ہی پیش بندی کی تھی۔ کھجاتے ہوئے اس کی بات سننے لگا۔ اتنی دیر میں نگین نے ڈریسنگ ٹیبل پر بکھری اشیاء کی درست کر دی۔ پھر منتظر نظروں سے انس کو دیکھنے لگی۔

"میں تو بالکل ریڈی ہوں۔ بس یہ نگی ہی کی تیاری ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔" اس الزام نگین کے سر ڈال دیا تھا۔ وہ احتجاجی نظروں سے انس کو دیکھنے لگی جو اسے نگاہوں کی گرفت لئے مسکراتے ہوئے الوداعی کلمات ادا کر رہا تھا۔

"کس قدر جھوٹ بولتے ہیں آپ انس! میں تو کب سے کہہ رہی ہوں کہ دیر ہو رہی ہے۔" کے موبائل آف کرتے ہی نگین نے خفگی سے کہا تو وہ ہنستے ہوئے بولا۔

"صبا بہت ناراض ہو رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ آپ لوگوں کو شاید ڈنر ہی میں دلچسپی ہے۔ اس

نے کا سوچ رہے ہیں۔"

آپ شاید یہی سننا چاہ رہے تھے۔" نگین نے گاڑی کی چابی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے ہا طنز کیا تھا، پھر اسے تنبیہہ کرنے والے انداز میں بولی۔ "اتنی دیر سے جا رہے ہیں، میں ات ضرور ٹھہروں گی۔"

وازہ کھول کر باہر نکلنے کی بجائے وہ وہیں رک کر پلٹ گیا۔ نگین اپنی جھونک میں چلتی اس سے تھی۔

کیا ہوا؟" اس نے سنبھل کر پوچھا تو انس نے سنجیدگی سے کہا۔

یہ ٹھہرنے والا پروگرام کب بنا؟"

ابھی نہیں بنا ـــــ میں کتنے ہی دنوں سے چاہ رہی تھی۔ شادی کے بعد میں کبھی بھی وہاں نہیں گئی۔" نگین نے مسکراتے ہوئے اپنی بات کی وضاحت کی تو وہ فی الفور بولا۔

ملنے تو جاتے رہے ہیں نا سب سے۔"

کیا ہو گیا ہے انس! ایک دو روز کی تو بات ہے۔ امی کے پاس رُکنے کو دل چاہتا ہے۔" وہ ابھی را رہی تھی مگر انس یونہی سنجیدہ تھا۔

اور میرے پاس رُکنے کو ـــــ؟"

کی بات پر وہ حیران ہوئی تھی۔

کیسی بات کر رہے ہیں آپ؟ اور کہاں رہنا ہے مجھے۔ ساری زندگی آپ ہی کے ساتھ تو بسر ہے۔ مگر ماں باپ کا گھر تو اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کی اہمیت اپنی جگہ۔"

یز ـــــ تم واپسی پر میرے ساتھ آ رہی ہو۔"

ی انداز میں کہتا ہوا پلٹ گیا تھا۔ نگین نا سمجھی کی کیفیت میں اس کے پیچھے باہر نکل آئی۔

دیر کر دی انس! کیا کھانے کے ٹائم پر وہاں پہنچو گے؟" تائی جان اسے سرزنش کر رہی تھیں۔

امی! نکل رہے ہیں ہم۔"

انہیں خدا حافظ کہتی انس کے ہمراہ باہر نکل آئی۔

کے ساتھ سفر کے دوران ہمیشہ ہی وہ بہت انجوائے کرتی تھی۔ اس کی شوخی، شرارت اور ں کو ہونٹوں سے جدا ہونے ہی نہیں دیتی تھی۔ مگر آج پہلی بار وہ بہت خاموش سی تھی۔

کیا بات ہے مسز؟ ـــــ کیا زبان گھر میں ہی کہیں بھول آئی ہو؟" وہ اس کی خاموشی کا ماخذ ئے مسکرا کر پوچھ رہا تھا۔ ملیح چہرے پر چھائی سنجیدگی سے نگین کی خفگی بھانپنا قطعی مشکل امر اور ادھر وہ جیسے اسی انتظار میں تھی، ناراضگی سے بولی۔

پتہ تھا کہ آپ اتنے ظالم شوہر ثابت ہوں گے۔"

ـــــ یہ دفعہ کب عائد ہوئی مجھ پر؟" وہ جیسے حیران ہوا تھا۔

ـــــ کچھ دیر پہلے۔ کتنی سفاکی سے آپ نے مجھے امی کے ہاں رہنے سے منع کیا تھا۔"

وہ ہنوز اسی خفگی بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔

انس کو ہنسی آ گئی۔

"سفاکی سے کب؟ ـــــ اوکے، تو اب پیار سے بلکہ منت سماجت سے منع کر دیتا ہوں"

"آپ چاہے کسی بھی انداز میں منع کریں، سفاکی ہی کہلائے گی۔"

"اور اس سفاکی کے پیچھے جو پیار بلکہ عشق چھپا ہے اس کا کیا؟" وہ مسکراہٹ دبائے ہو رہا تھا۔ مگر وہ یونہی سینے پر بازو لپیٹے خفا خفا سی ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی رہی۔ تب وہ قدر سے بولا۔

"اگر تم میری بات کو سمجھتیں تو ناراض نہیں ہوتیں۔"

نگین نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا بات تھی جو میں نہیں سمجھی؟"

"دل نے تجھے عادت ہی بنا ڈالا ہے جاناں
تیرے بنا اب اپنا گزارا ہی نہیں ہے"

وہ ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے کچھ اس برجستگی سے بولا تھا کہ نگین سے اپنی سنجیدگی بر محال ہونے لگا۔ یہ شعر تو وہ رٹو طوطے کی طرح بولتا تھا۔

"کیا اب بھی مزید وضاحتوں کی ضرورت ہے؟" وہ اس کے چہرے پر پھیلتے رنگوں ہوتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر اسٹیئرنگ وہیل پر رکھ لیا۔

"عموماً مرد اپنی بیویوں سے اپنے دلی جذبات چھپا کر رکھتے ہیں، شاید اس ڈر سے کہ وہ چڑھ جائیں۔ مگر مجھے ایسا کچھ خوف لاحق نہیں۔ میں آج بھی تم سے کہتا ہوں اور کہتا رہوں گا یو سویٹ ہارٹ۔ اور میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایک دن بھی نہیں۔" وہ بڑے سنجیدہ انداز نگین کے دل کو تفاخر، طمانیت اور محبت سے بھر گیا۔

"یہ سب تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر سگنل پر ٹریفک سارجنٹ نے "یہ" دیکھ لیا تو وہ ضرور چا دے گا۔" مسکراتے ہوئے نگین نے اس کے مضبوط ہاتھ تلے دبے اپنے ہاتھ کی طرف اشارہ دوبدو بولا۔

"شادی کے بعد میاں بیوی کو مل کر گاڑی چلانی چاہئے۔"

"ایسا زندگی کی گاڑی کے متعلق کہا گیا ہے۔" نگین نے تصحیح کی تھی۔

"ہم دونوں میں کچھ بھی تمہارا اور میرا نہیں۔ بلکہ سب کچھ "ہمارا" ہے۔ نگی! تم میری زن حصہ دار ہو اور یہ بات میں سارجنٹ کو بھی بتا دوں گا" بڑے جذباتی انداز میں کہتے ہوئے آ وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا تو نگین نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچ لیا۔

"آپ تو آج ڈبل چالان کرانے کے موڈ میں ہیں۔"

"تم میرا موڈ سمجھنے لگو تو بات ہی کیا ہے۔" وہ ہلکی سی سانس کھینچتے ہوئے ذومعنی انداز میں

اپنی طرف متوجہ پا کر وہ ہمیشہ کی طرح جھینپ سی گئی۔ پھر اس کا دھیان بٹانے کی خاطر بولی۔

"سامنے دیکھ کر ڈرائیونگ کریں اور یہ سوچیں کہ گھر جا کر دیر سے آنے کی کیا وجہ پیش کریں گے"

"ڈونٹ وری۔ بہت سے بہانے ہیں میرے پاس۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا تو نگین نے فوراً کہا۔

"برائے مہربانی میرے والا بہانہ مت کریئے گا۔ میں پورے ٹائم پر تیار ہوئی تھی۔"

"اوکے ـــــ کچھ اور؟" وہ فرمانبرداری سے بولا تو نگین نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔

"فی الحال اتنا ہی کافی ہے۔"

"ہاں ـــــ فی الحال تو ـــــ"

اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تو اس کی شرارت بھانپ کر ہنستے ہوئے نگین سمٹ کر دروازے سے لگ کر بیٹھ گئی۔ اس کے انداز پر انس بھی محظوظ ہو کر ہنس دیا تھا۔

●●●●●

چھوٹی سی غلط فہمی کر دے گی جدا ہم کو
حالات نہ بدلیں گے معلوم نہ تھا ہم کو
رشتوں کی ہمیں پہچان نہ تھی اتنی
کہنے کو مراسم بھی اپنے تھے بہت گہرے

کچن کا سارا کام نمٹانے کے بعد انس سے فون پر بات کر کے صالحہ بیگم کو بتانے کے بعد وہ اپنا کمرا سمیٹنے کے ساتھ ساتھ ہلکے سے میوزک سے بھی لطف اندوز ہو رہی تھی۔ شاعری سے قطع نظر اس کا دھیان صرف ردھم کی طرف تھا۔ مگر درد اسی کو شدید ہوتا ہے جسے چوٹ لگتی ہے۔ تبھی تو کمرے میں داخل ہوتے نوفل کا دھیان غزل کے لفظوں میں اٹکا تھا۔

بیڈ شیٹ کی سلوٹیں دور کر کے وہ سیدھی ہوئی تو سامنے ایستادہ نوفل احمد کا "منجمد" سا انداز لحظہ بھر کو اسے ٹھٹکا گیا۔ مگر اگلے ہی پل اس نے بھرپور لاپرواہی کا لبادہ اوڑھتے ہوئے خود کو اس کی موجودگی سے یکسر بے نیاز ظاہر کیا تھا، ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اور نوفل احمد اتنا بے خبر تو نہیں تھا کہ اس کا ٹھٹکنا اور پھر سنبھلنا محسوس نہ کر پاتا۔ یوں بھی صبا کے معاملے میں اس کی حسیات کچھ زیادہ ہی تیز تھیں۔

معتدل قدموں سے چلتے ہوئے جا کر اس نے سی ڈی پلیئر آف کر دیا تھا۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی کانوں میں ٹاپس پہن رہی تھی۔ میوزک بند ہوتے ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ پھر جیسے یاد دہانی کراتے ہوئے بولی۔

"یہ میوزک میں نے اپنے لئے لگایا تھا۔"

"اس وقت میں بھی اس کمرے میں موجود ہوں۔" نوفل نے سرد مہری سے کہا تھا۔

''آپ شاید بھول رہے ہیں کہ اس کمرے پر میرا بھی حق ہے۔''

اس کے جتلانے والے انداز پر تکیے کے نیچے سے اپنا والٹ اور رسٹ واچ نکالتا وہ مُڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ رسٹ کلر لباس میں ملبوس معمول سے ہٹ کر وہ بہت نڈر اور پُراعتماد انداز میں واقعی نوفل کو چونکا گئی تھی۔

''ویری ویل۔'' والٹ ٹراؤزر کی جیب میں رکھنے کے بعد کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے وہ معتدل انداز میں اسے سراہتے ہوئے گویا ہوا تھا۔

''اور کون کون سے حقوق ہیں آپ کے؟ ایک ہی بار وضاحت کر دیں تاکہ آئندہ مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو اور آپ کے حقوق کی ادائیگی اچھی طرح ہو سکے۔'' اس کا طنز بہت ذومعنویت لیے ہوئے تھا۔ تبھی تو صبا کا روم روم سلگنے لگا تھا مگر وہ نوفل احمد کے سامنے کمزور نہیں پڑی۔ طنزاً بولی۔

''پہلے اپنے فرائض تو پہچان لیجئے ـــــ حقوق کی ادائیگی کی باری تو بہت بعد میں آتی ہے۔''

وہ مضبوط قدموں سے چلتا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اتنے قریب کہ صبا اس کے وجود سے اُٹھتی آفٹر شیو لوشن کی مہک کو اچھی طرح محسوس کر سکتی تھی۔

''فرائض ان لوگوں کے ادا کئے جاتے ہیں جو خود سے منسلک ہوں اور خود سے منسلک وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے ہم محبت کرتے ہیں۔ اور جن سے میں محبت کرتا ہوں ان کے حقوق و فرائض کی ادائیگی بہت ایمان داری سے کرتا ہوں۔''

اور اس کے نہ تو حقوق وہ ادا کرتا تھا اور نہ ہی فرائض۔ ایک بار پھر وہ بہت وضاحت سے اس کے وجود سے اپنی لاتعلقی اور ناپسندیدگی واضح کر گیا تھا۔

اور بہت عجیب سی بات ہوئی۔ اس سے کسی بھی قسم کی امید اور توقع نہ رکھنے کے باوجود صبا کو اس کے الفاظ نے بہت تکلیف دی تھی۔ ایک بار تو اس کا جی چاہا کہ چیخ اٹھے۔ اس سے پوچھے کہ مجھ میں کون سی ایسی کمی ہے جو تمہیں مجھ سے دور کرتی ہے۔ مانا کہ تم نے یہ شادی اپنے ذاتی مفاد کی خاطر کی ہے مگر مجھ سے اس قدر ناروا سلوک کی وضاحت کیا دو گے؟ ـــــ بہت سی شادیاں سمجھوتے کی بنیاد پر بھی تو ہوتی ہیں۔ یوں لحظہ بہ لحظہ مجھے مٹی کرنے کی بجائے، مجھے کچھ بتائے بغیر سمجھوتے کی راہ پر کیوں نہیں چل پڑے؟ تم کیا جانو نوفل احمد! میری عزتِ نفس، میرا معصوم سا تفاخر کیسے خاک ہوا ہے۔

''مجھے یہ بھیک چاہئے بھی نہیں۔ اور یہ بھی آپ کی بھول ہے کہ آپ کسی سے محبت کر سکتے ہیں۔ آپ کو تو اس لفظ کے ہجے بھی معلوم نہیں۔ یہ جو آپ ہر وقت محبت، محبت کا راگ الاپتے رہتے ہیں نا یہ صرف ایک ڈھونگ ہے، آپ کا دوغلا پن ہے۔ محبت کا ماسک چہرے پر لگا کر آپ اپنی فطرت نہیں بدل سکتے۔ محبت کرنے والے آپ کی طرح ''پلان میکر'' نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی وہ کسی کو دُکھ دیتے ہیں بلکہ خود سے منسلک ہر رشتے کو اس کا مقام اور عزت دیتے ہیں۔''

بھوری آنکھوں میں آنچ سی اٹھ رہی تھی۔ کانچ کے پیچھے جیسے شعلے لپک رہے تھے۔ وہ سیدھا اس کی

آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

''بعض رشتے طوق کی مانند ہوتے ہیں صبا بی بی! جنہیں عمر بھر ساتھ گھسیٹنا مجبوری تو ہو سکتی ہے، کا شوق نہیں۔ ایسے رشتے جنہیں نہ چاہتے ہوئے انسان اپنا لیتا ہے، ساری عمر آسیب کی مانند سر پر سوار رہتے ہیں۔ ان کی کوئی وقعت، کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔''

''مجھ سے زیادہ کون ان رشتوں سے واقف ہو گا۔ میں بھی تو بھگت رہی ہوں ایک ایسے ہی بے نام رشتے کو۔''

وہ اتنی بدتمیز اور منہ پھٹ نہیں تھی۔ تلخی، غصہ اور نفرت اس کی سرشت کا حصہ نہیں تھے۔ مگر یہ نوفل کا ناروا سلوک اور اس کے تلخ و ترش الفاظ ہی تھے جو وہ اس قدر انتہا تک آ پہنچی تھی۔ حالانکہ اس نے بہت برداشت کیا تھا۔ مگر نوفل میں برداشت کا اتنا مادہ نہیں تھا۔ اوپر سے صبا کے لب و لہجے کی تلخی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ بھنچے ہوئے جبڑے، ماتھے کی سبز رگیں واضح دکھائی دے رہی تھیں۔

''تو کیوں بھگت رہی ہیں؟ ـــــ اتار کر پھینک کیوں نہیں دیتیں اس طوق کو؟'' اس کے لہجے کی غراہٹ صبا کو جھنجھنا کر رکھ گئی۔ وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ اس سمے نوفل احمد کی آنکھوں میں عجیب وحشت سی دکھائی دے رہی تھی جس نے صبا کے وجود میں سنسنی سی پھیلا دی تھی۔ اسی کیفیت میں آگے بڑھ کر بہت بے دردی سے نوفل نے اس کا ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں جکڑ لیا تو بے اختیار اس کے لبوں سے ہلکی سی چیخ آزاد ہو گئی۔ ابھی شاید وہ مزید درشتگی کا مظاہرہ کرتا مگر اسی وقت دروازے کو زوردار انداز میں کھٹکھٹایا گیا تو وہ اسے شعلہ بار نظروں سے گھورتا پلٹ گیا۔

''آ جاؤ۔'' نوفل کا لب و لہجہ بہت متوازن تھا۔ غصے یا تلخی کا شائبہ تک نہ تھا۔ اور دروازہ کھلتے ہی نگین کی ہنستی مسکراتی شکل دکھائی دی تو صبا کو بھی بہ سرعت خود کو سنبھالنا پڑا اور اپنی اس نئی ''خاصیت'' پر صبا کو ہنسی بھی آئی۔ نوفل احمد کے ساتھ رہتے ہوئے جانے ابھی کس کس ''خوبی'' کو اپنانا باقی تھا۔

''کیا حال ہیں بڑے لوگو!'' اس نے لپٹتے ہوئے نگین سے ہنس کر کہا تو وہ مسکرا دی۔

''ہم کیسے بڑے لوگ ہو گئے؟''

''بھئی جن سے ملنے کے لئے بہ نفسِ نفیس ان کی خدمت میں حاضری دینا پڑے وہ بڑے لوگ ہی ہوئے نا۔'' وہ نوفل کی بے جا مصروفیت پر طنز کر رہی تھی۔

''اتنے دنوں کے بعد آئی ہو اور آتے ہی شکوے اور شکایات کا دفتر کھول دیا۔ انس کہاں ہے؟'' نوفل نے اسے ڈپٹتے ہوئے پوچھا تو وہ بولی۔

''وہ بھی امی کے پاس بیٹھے آپ ہی کی طرح اپنی مصروفیات گنوا رہے ہیں۔''

''ایک تو تم خواتین میں شک کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ منٹوں میں شوہر کو کٹہرے میں کھینچ لیتی ہو۔'' وہ ہنس کر کہتا انس سے ملنے کے خیال سے نکل گیا تو نگین نے دو قدم پیچھے ہٹ کر ناقدانہ نظروں سے اس کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا تھا۔

''کیا دیکھ رہی ہو؟'' صبا نے ہونٹوں پر مصلحت آمیز مسکراہٹ پھیلاتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا

کر بولی۔
"دیکھ رہی ہوں کہ اب صحیح معنوں میں میری بھابی لگ رہی ہو۔"
اس کی بات سن کر صبا نے دلی اطمینان محسوس کیا تھا۔
آج بطور خاص اس نے بری کا نفیس سا کامدانی سوٹ پہن کر ساتھ میں ہلکی پھلکی جیولر میک اپ کا سامان بھی کیا تھا اور نگین کو مطمئن ہوتا پا کر وہ خود بھی پُرسکون ہو گئی تھی۔ ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔
"یہ سب فقط تمہارے اطمینان اور تسلی کے لئے ہے۔ ورنہ مجھے اپنی خوشی ظاہر کرنے کے اس چمک دمک کا سہارا لینا پسند نہیں۔"
"یہ سب رسمِ دنیا بھی ہے اور دستور بھی۔ خود کے لئے نہ سہی مگر بعض اوقات دوسروں کی تسلی لئے بھی بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔" نگین نے اسے سمجھایا تو صبا نے مسکراتے ہوئے اسے باہر کی طر دھکیلا اور بولی۔
"تو پھر چلو ذرا۔۔۔۔ میں اپنے بھائی کی تسلی کا بھی اندازہ کر آؤں۔"
"ان کی تسلی تو مجھ سے پوچھو۔ جناب مجھے ایک دن بھی یہاں چھوڑنے کو راضی نہیں ہیں۔"
نگین نے اس کے ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے شکایتی انداز میں کہا تو وہ اس کی میں ہاتھ ڈالتے ہوئے مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔
"یہ تو ان کی محبت ہے جو وہ تمہیں خود سے دور نہیں کرنا چاہتے۔"
"اوہو۔۔۔۔ پھر تو نوفل بھائی کو آپ سے عشق ہوا نا۔ شادی سے لے کر اب تک ایک دن لئے بھی آپ کو خود سے دور نہیں کیا۔"
اس کی جوابی شرارت پر صبا کو اپنی قسمت کی ستم ظریفی پر ہنسی آنے لگی۔
"ہاں۔۔۔۔ بالکل۔۔۔۔ ان کا بس چلے تو مجھے چھونے والی ہواؤں کا بھی اس گھر میں داخل ہونا بند کر دیں۔" سٹنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بولی تو نگین گہری سانس لے کے رہ گئی۔ جب کہ وہ انس سے ملنے لگی۔
"گھر میں سب کیسے ہیں؟۔۔۔۔ ان لوگوں کو بھی لے آتے۔" وہ کہہ رہی تھی۔
صالحہ بیگم کو تب حقیقتاً اس بات کا ادراک ہوا کہ وہ اپنے گھر کے پُرسکون اور مثالی ماحول میں کر اس بات کو نظر انداز کئے ہوئے تھیں کہ انس کے مقابلے میں نوفل اپنی سسرال کتنی بار گیا تھا۔ بلا کتنی بار۔۔۔۔؟ وہ پریشان کن سوچوں میں گھرنے لگیں۔
"تم کیا عید کا چاند ہو گئی ہو کہ سب تمہیں دیکھنے کے لئے آئیں۔" انس نے مسکراتے ہوئے کہا تو صبا کے کچھ بولنے سے پہلے ہی نوفل نے سارا الزام گویا اسی پر رکھتے ہوئے خود کو بری الذمہ کر لیا۔
"یہی بات میں انہیں سمجھاتا ہوں۔ بھئی شادی کے بعد میکے والے چھوٹ تو نہیں جاتے نا۔ مگر انہیں اپنے گھر کی دلچسپیوں کے علاوہ اور کچھ سوجھتا ہی نہیں۔"

شروع ہی سے ایسی ہے۔ اور پتہ ہے سب سے زیادہ ذمہ دار طبیعت اسی نے پائی ہے۔ سنوارنا، نکھارنا، ہر وقت کچن میں گھس کر نت نئی ڈشز تیار کرتے رہنا۔۔۔۔ سچ، میں تو ترس اس کے ہاتھ کے کھانوں کو۔" انس کے لب و لہجے سے محبت کی آنچ اٹھ رہی تھی۔ ماں کے انداز کی محبت اور نرمی صبا کے دل کو گداز کرنے لگی۔ اس کی بدلتی رنگت نوفل کی گہری نگاہ نہیں پائی تھی۔
"۔۔۔۔ کیا نگین نے وہاں اپنے جوہر دکھانے شروع نہیں کئے؟ یہ بھی کچن کی ماسٹر نہ سہی تو رہ ہی چکی ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ نگین احتجاجاً صالحہ بیگم سے اس کی کرنے لگی۔
"دیکھ رہی ہیں امی! یہ میرے میاں کے سامنے میری تعریفیں کرنے کی بجائے میرا مذاق اُڑا رہے ہیں۔"
"ورنہ ڈری لگی!۔۔۔۔ تمہارے کمالات کی اُڑتی اُڑتی بلکہ گرتی پڑتی خبریں میں شادی سے پہلے سن چکا ہوں۔" انس نے بھی نوفل کی شرارت کو آگے بڑھایا تو وہ ان دونوں سے الجھنے لگی۔
ان کی باتوں سے لطف اندوز ہوتی پُرشفقت نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔ صبا کھانے کا دیکھنے کے لئے کچن میں آ گئی جہاں نوری اسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔ نوری کے ہاتھ کولڈ گھوا کر وہ جلدی جلدی ٹیبل لگانے لگی۔ پہلے ہی انس اور نگین کے دیر سے آنے کی وجہ سے کا ٹائم ہو چکا تھا، دوسرا اسے صالحہ بیگم کا بھی احساس تھا۔ وہ بھوک برداشت نہیں کر سکتی اور یوں بھی انہیں میڈیسن لینا ہوتی تھی اس لئے صبا نے حسب سابق جلدی ٹیبل لگا دی۔ آ کر اس کی ہدایات کی روشنی میں اس کا ہاتھ بٹانے لگی۔ وہ اندر گئی تو سب کولڈ ڈرنکس سے ہو چکے تھے۔
"بھی۔۔۔۔ کھانا لگ چکا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے اعلان کیا تو انس حیران ہوا۔
"اتنی جلدی؟ بیٹھو یار! تھوڑی دیر باتیں واتیں تو کر لیں۔"
"نہیں۔۔۔۔ پہلے ہی آپ لوگ اتنی دیر کر چکے ہیں۔ ماما کی میڈیسن کا بھی ٹائم ہو رہا ہے۔ کھانے کے بعد بھی ہو جائیں گی۔" وہ صالحہ بیگم کی وہیل چیئر کی پشت پر ہاتھ رکھتے ہوئے ٹھہرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔
"اچھی لگی ہیں۔ اتنا خیال تو شاید میں نے بھی کبھی نہیں رکھا تھا ان کا۔" نگین حقیقتاً صبا کی گی۔ صالحہ بیگم کی زبانی اس کے اخلاق کی تعریفیں تو وہ ویسے بھی سنتی ہی رہتی تھی مگر اس کی والی نوفل کی نگاہ میں بہت کاٹ تھی۔ اسے صبا کا ہر عمل ڈھونگ کے سوا کچھ نہیں لگتا تھا۔
کی ساس کو قابو میں کرنے کا ایک حربہ ہے۔ یعنی ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ۔ اب سوچ لو، انہیں کتنا فائدہ ہوگا۔" اس کا انداز بہت سادہ اور لہجہ مسکراہٹ لئے ہوئے تھا۔ سب نے مگر صبا کے تو دل میں تیر سا گڑ گیا تھا۔

استنے دنوں میں نوفل کے لب و لہجے کے اتار چڑھاؤ سے بہت اچھی طرح واقف ہو گئی
بے اختیار ہی سنجیدگی سے بول اٹھی۔

"میں رشتوں کو ان کے مقام کے مطابق عزت دیتی اور نبھاتی ہوں۔ "لوگوں" کی طرح
سے "فائدے" اٹھانا میری سرشت میں شامل نہیں ہے۔"

نوفل کی اس کی طرف اٹھنے والی نگاہ بہت بے ساختہ اور سرد تھی۔ طنز کرنا بہت آسان گر
جواب اپنی ذات پر سہنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور نوفل احمد تو ہمیشہ سے اپنی ذات کو سینت سینت
رکھنے کا عادی رہا تھا۔ کسی سے بھی ایسے روابط رہے ہی کہاں تھے کہ اس طرح کی جملہ بازی
اسی وجہ سے صبا کا بھرپور طنز اسے بہت شدت سے محسوس ہوا تھا۔

دوسری طرف صبا کو اس کی ستی مسکراہٹ نے بہت سکون پہنچایا تھا۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا تھا۔ سبھی کھانے کی تعریف کر رہے تھے، سوائے نوفل
کیسے ممکن تھا کہ نگین چوک جاتی۔

"بھائی! آپ بھی تھوڑی تعریف کر دیں۔ سبھی ڈشز آپ کی پسند کی تھیں۔"

وہ اپنی سوچوں سے چونکا تھا۔ پھر قصداً مسکرا کر بولا۔

"میرے لئے تو گھر کی مرغی دال برابر ہے۔"

"بالکل غلط ـــ صبا کے ہاتھ کی بنی تو دال بھی مرغی برابر ہوتی ہے۔" نگین نے کھلے دل
تعریف کی تھی۔

"جنہیں خود کچھ نہ آتا ہو ان کے لئے کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر بلکہ بہترین ہوتا ہے"
انس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو صبا نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

"انس بھائی! ـــ یہی جملہ معید بھائی کے مقابلے میں ابو آپ کے لئے بولا کرتے تھے
ہے نا؟"

اس کی بات سن کر منہ بسورتی نگین ہنسنے لگی تھی۔ جب کہ انس نے صبا کو گھور کر دیکھا جواباً
رہی تھی۔

"بھئی اب اس گھر کا بھیدی تو لنکا نہ ڈھائے۔" صالحہ بیگم نے ہنستے ہوئے انس کی سائیڈ لی

"پھپھو اور ادینہ دکھائی نہیں دیں ـــ انیکسی کا دروازہ بھی بند تھا۔" نگین کو دفعتاً یاد آیا

"وہ حبیبہ کی طرف گئی ہوئی ہیں۔ ایک دو روز رکنے کا ارادہ تھا ان کا۔" صالحہ بیگم نے بتایا
زرینہ بیگم کی نند تھیں۔

"خیریت تھی نا؟" نگین نے پوچھا تو وہ سرسری انداز میں بولیں۔

"خیریت ہی ہے۔ ان کی بچی کے رشتے کا کوئی معاملہ تھا، اسی سلسلے میں زرینہ کو بلایا ہے"
نگین نے مطمئن ہو کر سر ہلا دیا۔

باتوں کے دوران ٹائم کیسے گزرا، یہ پتہ بھی نہیں چلا تھا۔

"بارہ بج رہے ہیں۔" انس سے رہا نہیں گیا تھا۔ کلائی الٹ کر ٹائم دیکھتے ہوئے بولا تو نگین
نی کر گئی جیسے اس کی طرف دھیان ہی نہ ہو۔ حالانکہ کتنی ہی دیر سے وہ اسے مضطربانہ انداز
پہلو بدلتے دیکھ رہی تھی۔

"میرے خیال میں اب چلنا چاہئے۔" وہ مجبوراً نگین کو متوجہ کرتے ہوئے بولا تو صالحہ بیگم نے

"آج یہیں رک جاؤ دونوں۔"

"نہیں آنٹی! ـــ صبح آفس جانا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کل مجھے اسلام آباد بھی جانا پڑ جائے۔"
نے بڑے طریقے سے معذرت کر لی تھی۔ پھر وہ متوقع نظروں سے نگین کو دیکھنے لگا جو ابھی بھی
ہی تھی۔

"تو پھر آپ جائیے۔ کیونکہ نگین یہیں رہے گی۔" صبا نے نگین کے شانے پر بازو پھیلاتے ہوئے
ن سے کہا تو وہ جز بز ہو کر رہ گیا۔

"یہ رہنے کے ارادے سے تھوڑی آئی تھی۔ اور ویسے بھی میں تین چار روز کے لئے اسلام آباد
والا ہوں، پیکنگ کا بھی مسئلہ ہوگا۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ آپ اطمینان سے اسلام آباد جائیں، نگین تین چار دن یہاں رہ
اور جہاں تک بات ہے پیکنگ کی تو حمرہ اور ضحیٰ ہیں نا، وہ کر دیں گی۔"

تو جیسے سب کچھ طے کئے ہوئے تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ انس کو نگین پر بھی غصہ آنے لگا جو
ف سے بھی نہیں ملا رہی تھی۔ حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ انس اسے کسی بھی طور یہاں
نے پر رضامند نہیں تھا۔

"اوکے ـــ اگر نگی کی مرضی ہے تو......" وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تو نگین کے
پر مسکراہٹ کھیل گئی۔

"اگر آپ مجھے پہلے بتا دیتے کہ کل آپ اسلام آباد جا رہے ہیں تو میں پہلے ہی سے رہنے کا
بنا کر آتی۔"

"گاڑی میں تم سے بات ہوئی تو تھی اس معاملے پر۔" وہ یاد دہانی کرا رہا تھا۔ مگر نگین تو یوں بھی
رکنے کی خواہش مند تھی، بھولپن سے بولی۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ جب اسلام آباد سے واپسی ہو تو مجھے فون کر دیجئے گا، میں آ جاؤں گی۔"
لئے اور وقت ہوتا تو انس اس کے حواس درست کر دیتا۔ مگر سسرال میں بیٹھ کر وہ صرف سوچ ہی
بہر حال اسے نگین پر سخت غصہ تھا۔

"اوکے ـــ پھر میں چلتا ہوں۔"

ائی سنجیدہ صورت لئے صالحہ بیگم کے آگے جھک گیا تو انہوں نے اس کے سر پر دستِ شفقت
نوفل سے بغل گیر ہونے کے بعد وہ صبا سے ملا گر پورچ میں پہنچنے، گاڑی میں بیٹھنے اور پھر

گیٹ سے باہر نکلنے تک بھولے سے بھی اس نے نگین کی طرف نہیں دیکھا تھا جو اس کی غیر
خاموشی اور سنجیدگی پر غور ہی کرتی رہ گئی تھی۔

●●●●●

"یہ ضحیٰ کدھر ہے؟" حمرہ کو کچن میں چائے بناتے دیکھ کر چچی جان نے حیرت سے پوچھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ ضحیٰ کو شام کی چائے بنانے کا کہہ کر گئی تھیں اور اب ضحیٰ بی بی غائب تھیں۔

"وہ تو اپنے کمرے میں ہیں، کہہ رہی تھیں کہ انہیں اپنی وارڈروب سیٹ کرنی ہے۔" حمرہ کہتے ہوئے چائے دم پر رکھی تھی۔ وہ سر ہلا کر ضحیٰ کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں اور حسب توقع اسے بستر پر دراز پا کر انہیں سخت غصہ آیا تھا۔

"میں نے تمہیں چائے بنانے کا کہا تھا اور تم یہاں آرام فرما رہی ہو۔"

"مجھے کچھ کام کرنا تھا، اسی لئے۔" وہ خفگی سے کہتی اٹھ بیٹھی تھی۔

ان کی تیوری کے بل اور گہرے ہو گئے۔

"ایک چائے تو بنائی نہیں گئی تم سے، اور کون سے کام نمٹانے تھے جو بستر پر لیٹ کر نمٹا رہی ہو؟"

"اوفوہ امی! حمرہ بنا تو رہی ہے چائے۔" وہ اُکتا کر بولی تو انہوں نے تیز لہجے میں کہا۔

"حمرہ تو بنا ہی لے گی۔ اس سے پہلے صبا نے اپنے سلیقے سے سارا گھر سنبھالا ہوا تھا۔ مجھے حسرت ہی رہے گی کہ تم بھی کچھ سنوار لو۔"

"ایک چائے بنا لینے سے کیا سنور جائے گا بھلا؟"

"تمہاری زندگی تو سنور جائے گی۔"

ضحیٰ جیسے دفعتہً ہی ان کی ناراضگی کا مطلب پا گئی۔

"میں جیسی ہوں، ویسی ہی بہت اچھی ہوں۔ میرا یوں بھی بہت اچھا گزارہ ہو جائے گا۔" وہ تیکھے لہجے میں بولی تھی۔

"فضول باتیں مت کرو۔ کچھ عرصے میں شادی ہو جائے گی اور روٹی تک ڈالنی نہیں آتی تمہیں۔ معید تو عادی ہے بہترین کھانے کا۔"

"معید عادی ہے تو میں کیا کروں؟ میرا یہاں کیا تذکرہ؟" اس کے تیز لہجے پر وہ ناپسندیدگی سے اسے ٹوک گئیں۔

"تمہیں ان سب باتوں کا پتہ ہونا چاہئے کہ معید کو کیا پسند ہے اور کیا نہیں۔ اس سے رشتہ طے ہو رہا ہے تمہارا۔"

"مجھے اس کے متعلق یہ حساب کتاب رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ــــ اور آپ لوگ بھی خواہ مخواہ رشتوں کا جوڑ توڑ مت کریں ــــ میں جیسی بھی ہوں اچھی ہوں۔ کسی کے لئے بدل نہیں جاؤں گی۔"

اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ غصے سے بھرے انداز میں بولیں۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ ــــ کون سے خواہ مخواہ کے رشتے ہیں؟"

"آپ کو کم از کم مجھ سے تو پوچھنا چاہئے تھا۔" وہ ابھی بھی ناگواری سے کہہ رہی تھی۔ چچی جان کو اس کی غیر ذمہ دارانہ گفتگو ہمیشہ ہی سے ناپسند رہی تھی مگر اس وقت انہوں نے بمشکل تحمل کا مظاہرہ کیا۔

"اس سے پہلے کون سے کام تمہارے مشوروں سے ہو رہے تھے جو اس اہم معاملے میں تمہارا مشورہ ضروری تھا؟ اور پھر تمہیں کیا اعتراض ہے؟"

"کیوں ــــ مجھے کون سا "مسٹر پرفیکٹ" سے بیاہ رہے ہیں آپ لوگ کہ مجھے کوئی اعتراض ہو گا۔ آپ تائی جان سے انکار کر دیں بس۔" اس نے اپنے مخصوص لٹھ مار انداز میں کہا تو وہ چونک پڑیں۔ انہیں ذرہ برابر امید نہیں تھی کہ وہ اتنے صاف انداز میں منع کر دے گی۔

"تم حواس میں تو ہو؟ ــــ کیوں منع کر دوں؟ ــــ میں تو شروع ہی سے انتظار میں تھی کہ آپا اس رشتے کی بات کریں۔"

ان کی بات نے ضحیٰ کو سرتاپا سلگا دیا تھا۔

"ایسے کون سے ہیرے جڑے ہیں اس میں؟ یا میں ہی اتنی فالتو ہوں کہ آپ اس شخص کے کے انتظار میں دن گن رہی تھیں؟" وہ چیخ کر رہ گئی۔

"بکواس۔" انہوں نے اسے جھاڑ دیا تھا۔ "خاندان کا بہترین لڑکا ہے معید۔ سب گھروں میں اس کی طبیعت اور کردار کی مثال دی جاتی ہے۔ کوئی ایک خامی بھی ہم لوگوں نے نہیں دیکھی۔ تم نے دیکھی ہو تو کہو۔ اور بی بی! ہیرے تو تم میں بھی نہیں جڑے ہیں۔ پھر بھی آپا نے خود اس رشتے کی بات کی ہے۔"

"میں کسی کی خوبی یا خامی کی بات نہیں کر رہی ــــ بس مجھے اس سے شادی نہیں کرنی ہے۔ میری اور اس کی سوچ میں بہت فرق ہے۔" اس نے تیز لہجے میں کہا تو وہ بھی اسی کے سے لب و لہجے میں بولیں۔

"تمہارا صرف دماغ خراب ہے، اور کچھ نہیں۔ خبردار جو مجھ سے یہ کتابی باتیں کرنے کی کوشش کی۔ ہمارے بڑے بیٹھے ہیں تمہاری زندگی کا فیصلہ کرنے والے۔ اور بہتر ہی کریں گے۔"

"تو میں کسی بھی صورت معید سے شادی نہیں کروں گی۔ میری اس سے نہیں بن سکتی۔"

"شکر کرو کہ اتنا بہترین رشتہ......"

انہوں نے غصے سے کہنا چاہا تو وہ ان کی بات کاٹ کر تلخی سے بولی۔

"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ اتنے بہترین شخص کے لئے کوئی بہترین لڑکی ڈھونڈیں۔ یہی سمجھ لیں کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔"

"بس اب چپ رہو ــــ تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے، اور کچھ نہیں۔" وہ چڑ گئی تھیں۔ انہیں اس کی باتیں بے وقوفی کے سوا کچھ بھی نہیں لگ رہی تھیں۔

"میں یونہی نہیں کہہ رہی امی! یہ واقعی سچ ہے۔ آپ معید سے پوچھ لیں، وہ صرف تا فرمانبرداری میں اس رشتے پر ہامی بھر رہا ہے ـــــ ہم دونوں کے خیالات میں بلکہ ہر زمین آسمان کا فرق ہے۔" وہ زچ ہوگئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ امی کچھ سوچنے پر مجبور ہو مگر ادھر تو لگ رہا تھا کہ وہ جانے کب سے اس رشتے کی راہ تک رہی تھیں۔

"اس میں ایسی کون سی نئی بات ہے؟ میاں بیوی کے درمیان آہستہ آہستہ ہی ایک جاننے اور سمجھنے کا عمل وقوع پذیر ہوتا ہے۔ نہ کہ خدا اوپر ہی سے ذہنی مطابقت کر کے بھیجے دونوں تو پھر بھی کزنز ہو۔ بالکل انجان فریقوں میں بھی شادی کے بعد اس قدر ذہنی مطابقت ہے کہ یقین نہیں آتا۔" وہ اٹل انداز میں کہہ رہی تھیں۔ ضحیٰ کو اب رونا آنے لگا۔

بھلا وہ معید سے شادی کر سکتی تھی؟ اس سے زیادہ ذلت واہانت کی اور کون سی بات ہو وہ نہ صرف ضحیٰ اور عمر کے افیئر سے واقف تھا بلکہ خود بھی کسی اور لڑکی سے کمیٹڈ تھا۔ یہ جانتے سمجھتے ہوئے بھی اس سے شادی کرنا ضحیٰ کو موت کے برابر لگ رہا تھا۔

"آپ لوگوں کو صرف اپنی خوشی سے نسبت ہے۔ میری مرضی، میری خوشی کی کسی کو پروا میں کسی طور بھی اس رشتے پر راضی نہیں ہوں۔" وہ آنسو بہانے لگی تھی۔ چچی جان کو اس کی نا بچگانہ ضد پر غصہ آرہا تھا۔

"ہم اس لئے خوش ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ تم بھی معید کے ساتھ بہت خوش رہو گی تمہاری پرواہ کرتے ہیں، تمہاری خوشی کا احساس رکھتے ہیں اسی لئے تمہارے لئے بہترین رہے ہیں۔"

"میں اتنی پرفیکٹ نہیں بن سکتی جتنا کہ وہ ہے۔ مجھ سے باورچن یا دھوبن والے کام نہیں اور نہ ہی میں اس معاملے میں کسی کا رعب برداشت کروں گی۔ کل کو گھر کا ماحول خراب ہو قصوروار مجھے مت ٹھہرایئے گا۔"

اس نے آنکھیں رگڑتے ہوئے اپنے تئیں انہیں دھمکایا۔ مطلب یہی تھا کہ شاید وہ اس طر اس ارادے سے باز آجائیں۔ مگر وہ بہت اطمینان سے بولیں۔

"آہستہ آہستہ سب سیکھ جاؤ گی ـــــ کون سا کہیں رخصت ہو کر جانا ہے۔ وہی لوگ ماحول رہے گا۔ دوسرے جب ذمہ داری پڑے گی سر پر تو خود بخود آٹے دال کا بھاؤ بھی جائے گا۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ پھر جاتے جاتے اسے گویا تنبیہہ کرتے ہوئے بولیں۔

"اور یہ جو اپنے دماغ کی ٹیڑھ ہے نا، اسے سیدھا کرلو۔ میں نے تو تمہاری الٹی سیدھی تمہارے باپ کے کانوں میں بھنک بھی پڑ گئی تو قیامت کھڑی کر دیں گے۔ جانتی ہو اچھی طرح معید اس گھر کا عزیز ترین بچہ ہے۔"

اس کے جانے کے بعد ضحیٰ پر جھنجلاہٹ اور اشتعال کا شدید حملہ ہوا

عزیز ترین بچہ ـــــ ہنہ، ایک میں ہی ناپسندیدہ ترین اور فالتو فرد ہوں۔" اس نے تکیہ اٹھا پھینک دیا تھا۔ بیڈشیٹ گھسیٹ کر ایک طرف ڈال دی۔ اس پر بھی غصہ کم نہیں ہوا تو غم و ے اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

جیسے نواب زادہ ہے ـــــ ہر شے اس کی من پسند، اس کی مرضی کے مطابق۔ ہر کریڈٹ کھاتے میں۔ چاہے میں اپنے جذبات واحساسات پر پتھر رکھ کر اپنی تمام عمر کی خوشیوں کی ے کر ہی کیوں نہ اس شادی کے لئے ہامی بھروں، کل کو یہی کہا جائے گا کہ معید حسن نے ضحیٰ پھوہڑ لڑکی سے شادی کر کے اس پر احسان کیا ہے، اس کے والدین کی لاج رکھی ہے۔ وہ کیا ہیں کہ دکھ سہیں بی فاختہ اور انڈے کھائیں کوے میاں۔ مگر میں ایسا کبھی ہونے نہیں دوں گی ن! ـــــ تمہارا یہ "پیپے بچے" والا امیج تہس نہس کر دوں گی۔ ابھی تمہارا ضحیٰ میر سے واسطہ پڑا۔ تمہاری ساری فرمانبرداری دھری کی دھری نہ رہ گئی تو میرا نام بھی ضحیٰ میر نہیں۔" ے منتقمانہ انداز میں سوچ رہی تھی۔

●●●●●

گھر پہنچا تو بھی اس کا موڈ بگڑا ہوا تھا۔

"نگین نہیں آئی؟" تائی جان نے یونہی پوچھ لیا تھا۔

"ہا نے روک لیا۔ اسے حالانکہ پتہ بھی تھا کہ میں کل اسلام آباد جا رہا ہوں۔" اسے تو موقع تھا دل کی بھڑاس نکالنے کا۔ بدمزگی سے بولا تو وہ اطمینان سے کہنے لگیں۔

"اچھا ہے ـــــ اس کا دل چاہ رہا ہو گا نگین سے بات کرنے کو۔ خود تو وہ کم ہی آپاتی ہے۔"

"اس کا یہ مطلب تو نہیں ہوا کہ میری بیوی پر قبضہ کرلیں وہ لوگ۔" وہ سر جھٹک کر بولا تو وہ لیا۔

"وہ بیٹی ہے اس گھر کی۔ تمہاری بیوی ہونے کے بعد اس گھر سے رشتہ ٹوٹ تو نہیں گیا اس کا۔"

"تو مزا آتی نہیں ہے۔ اسے اتنے دھڑلے سے روک لیا۔ میں نے کہا بھی کہ مجھے پیکنگ کا ہوگا۔" وہ خفیف سی جھلاہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"بھلا، اس سے پہلے کبھی کوئی مسئلہ ہوا ہے تمہیں؟ بہنوں میں سے کوئی کر دے گی پیکنگ۔ اور تم کون سا اتنا زیادہ سامان ساتھ لے جاتے ہو۔ بیوی پر اتنی زیادہ پابندی بھی اچھی نہیں بار تو وہ رہنے گئی ہے۔" تائی جان نے اسے گھر کا مگر اس کا موڈ نہیں بدلا تھا۔ اسے رہ رہ غصہ آرہا تھا جو اس کے خیالات سے واقف ہونے کے باوجود اتنے آرام سے وہاں رہنے ہوئی تھی۔

"اور ضحیٰ تو سو گئی ہیں۔ چلو مجھے بتاؤ، کون کون سی چیزیں پیک کرنی ہیں؟ میں کر دیتی ہوں۔" مصالحانہ انداز میں کہا تو وہ انہیں روک گیا۔

"آپ سو جائیں جا کر۔ صبح دیکھی جائے گی۔ یوں بھی کون سا منہ اندھیرے نکلنا ہے۔ نو بجے

تک کا ٹائم ہوگا، تب دیکھ لیجئے گا۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" وہ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ چند لمحے وہیں کھڑے رہنے کے بعد وہ بھی ڈھیلے ڈھالے انداز میں اپنے کمرے کی طرف آ گیا۔

لائٹ آن کر کے پلٹا تو ٹھٹک سا گیا۔

یہ تنہائی کتنی عجیب لگ رہی تھی۔ حالانکہ وہ شروع ہی سے اس کمرے میں رہتا چلا آ رہا تھا مگر ان چند مہینوں میں اس دشمنِ جاں نے جیسے اپنا عادی ہی کر لیا تھا۔

کس قدر ویران سا لگ رہا تھا یہ کمرہ۔ جیسے کوئی بہت بڑی کمی واقع ہو گئی ہو۔

وہ بستر پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا۔ فضا میں نگین کے استعمال شدہ پرفیوم اور کاسمیٹکس کی مہک ابھی بھی باقی تھی۔ یوں لگ رہا تھا ابھی کہیں سے وہ چوڑیاں کھنکاتی، ہنستی ہوئی اس کے سامنے آ جائے گی۔ خود سے منسلک چیزوں سے متعلق وہ ہمیشہ ہی سے بہت حساس رہا تھا اور یہ تو ایک جیتی جاگتی ہستی کا معاملہ تھا جس کے ساتھ دل و روح کا اٹوٹ رشتہ جڑا تھا۔ وہ کیونکر جھنجھلاہٹ کا شکار نہ ہوتا۔

'آئندہ کبھی میرے بغیر وہاں رہ کے تو دیکھنا۔' وہ مغلوب سے جذبات کے زیر اثر بہت جو سوچ رہا تھا۔ اور یہ تو قطعی بات تھی کہ وہ اب کبھی نگین کو کہیں رہنے کی اجازت دینے والا نہیں تھا چاہے کوئی ناراض ہی ہوتا رہے۔

'بس میں اپنی بیوی کے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتا۔' اس نے اٹل انداز میں فیصلہ کیا۔ جذباتیت کے زیر اثر وہ یہ بات بھول رہا تھا کہ نگین اس کی محبوبہ نہیں بلکہ بیوی تھی جو بہت معاشرتی رشتوں میں بندھی ہوئی تھی جنہیں نبھانا اس کے لئے لازم تھا۔ وہ کسی عاشق کی طرح ہر گھڑی اسے اپنی طرف ملتفت دیکھنے کا متمنی تھا۔

اس رات وہ بہت بے چین نیند سویا تھا۔

●●●●●

وہ صالحہ بیگم کو ان کے بستر پر لٹا کر آئی تو نگین اور نوفل باتوں میں مصروف تھے۔

"واٹ اے سرپرائز صبا! تم نے انہیں ماڈلنگ کی اجازت دے کیسے دی؟" نگین کا بے تکلف تحیر کے ریپر میں لپٹا سوال اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ اس کے پاس بیٹھی گڑبڑا سی گئی۔ پھر فوراً سنبھل کر سنجیدگی بھری لاپرواہی سے بولی۔

"انہوں نے مجھ سے ایسی کوئی اجازت نہیں لی۔ یہ ان کا ذاتی فیصلہ ہے۔"

نگین کو اُس سے اس جواب کی توقع نہیں تھی سو وہ شاکی نظروں سے نوفل کو دیکھنے لگی جو ... سے ٹیک لگائے کارپٹ پر نیم دراز تھا۔ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

"سو واٹ نگی! میں کون سا دوسری شادی کرنے جا رہا ہوں جو ان کی اجازت......"

"اسٹاپ اٹ بھائی!" وہ یکبارگی تیز لہجے میں اسے ٹوک گئی تھی۔

"ڈونٹ وری نگین! جو کچھ نہ کر سکتے ہوں، وہ صرف باتیں ہی کرتے ہیں۔" صبا کا لہجہ اور انداز پُرسکون تھا۔ نوفل کی ہنسی سمٹنے میں ایک پل بھی نہیں لگا۔ اس کی سلگتی نگاہ کی تپش صبا نے چہرے پر بہت واضح طور پر محسوس کی تھی اور اپنا اطمینان بھی۔

نگین ہنسنے لگی۔

"یہ تو تم نے بالکل صحیح کہا۔"

"ابھی تو شروعات ہے۔ اس بحرِ بیکراں میں پاؤں تو دھونے دو۔ پھر دیکھنا میری سوئمنگ......"

نوفل کا لب و لہجہ بہت بشاشت بھرا تھا مگر تاثر میں سرد مہری تھی۔

"ویسے بہت بری بات ہے بھائی! آپ کو صبا سے اس سلسلے میں اجازت ضرور لینی چاہئے تھی۔ یہ کیسی فیلڈ ہے یہ۔" نگین نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تو صبا اندر ہی اندر کڑھ کر رہ گئی۔

"رکھا تو ہوا ہے انہوں نے ایک "قانونی مشیر" ژالے آفریدی کی شکل میں۔"

"کم آن نگین! تم کیوں پریشان ہو رہی ہو؟ انہیں اپنی حدود کا اچھی طرح پتہ ہے۔" اس نے بات سمیٹنا چاہی تھی۔

"پھر بھی، میاں بیوی کو ہر فیصلہ باہم مل کر کرنا چاہئے تاکہ کل کو صرف ایک پر بات نہ آئے۔" نگین اپنی بات پر اڑی تھی۔

اور خود صبا کون سا نوفل کے اس فیصلے پر بہت خوش تھی۔ اس کا بس چلتا تو وہ ژالے آفریدی کی ماڈلنگ کمپنی کو لپیٹ لپاٹ کر واپس نیویارک ایکسپورٹ کر دیتی۔

"تم عورتوں کی سوچ بہت محدود ہوتی ہے۔ بھئی یہ تو زمانہ ہی ایڈورٹائزنگ کا ہے۔"

وہ نگین کو ستانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ تبھی جانے صبا کے ذہن میں کیا سمائی۔ سرسری انداز میں بولی۔

"میں بھی سوچ رہی ہوں کہ ان کے ساتھ ایک آدھ ایڈ کر ہی لوں ـــــ مجھے بھی آفر کی تھی ان لوگوں نے۔ بلکہ بقول ان کے فوٹو گرافر کے، بڑا فوٹو جینک چہرہ ہے میرا۔"

نوفل کے تاثرات پل بھر میں ہی بدل گئے تھے۔

نگین لطف لینے والے انداز میں بولی۔

"چلو بھئی ـــــ آپ دونوں تو گئے کام سے۔ یعنی ایک نہ شد دو شد۔"

اس کے بعد باتوں کا رخ بدل گیا تو نوفل تھکن کا عذر پیش کرتا اٹھ گیا۔

"تم بھی تھک گئی ہو گی ـــــ سو جاؤ اب۔" صبا نے کہا تو وہ منہ بنا کر بولی۔

"اُہم ہے، بالکل بھی نیند نہیں آ رہی۔ حالانکہ گھر میں، میں نو بجے کے بعد اپنے کمرے سے باہر ... تی۔"

"میاں کی یاد آ رہی ہو گی۔" صبا مسکرا دی تو وہ ایمانداری سے بولی۔

"سچ کہہ رہی ہو ـــــ پہلی مرتبہ ان کے بغیر رہنے آئی ہوں نا، اس لئے۔ کمرے میں جانے کو دل نہیں کر رہا۔"

"ادھر انس بھائی کا بھی یہی حال ہوگا۔ وہ تو یوں بھی بہت پوزیسو ہیں تمہارے متعلق۔"
صبا نے کہا تو وہ دل میں لطیف سی کیفیت اُبھرتی محسوس کر کے شرارت سے بولی۔
"اچھا ہے نا ـــــ کبھی کبھار یوں اپنی قدر محسوس کرانی چاہئے۔ بچھڑنے کے بعد ملنے کا ایک الگ ہی چارم ہوگا۔"
"اچھی سوچ ہے۔" صبا ہنس دی تھی۔
"کیا خیال ہے پھر ـــــ کل تم بھی میکے روانہ ہو جاؤ۔ نوفل بھائی تو انس سے زیادہ کریزی لگتے ہیں۔ دو دنوں میں مجنوں بن جائیں گے۔" وہ اسے اکسانے والے انداز میں بولی تو صبا کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھنے لگی۔
بہت سی محبتوں، شفقتوں اور ناز برداریوں کو اس نے برتا تھا مگر کس قدر اچھوتی اور الوہی تھی اُلفت جس کا اظہار شوہر کی طرف سے ہوتا ہے، جو عورت کو خود ہی کی نہیں بلکہ سب کی نظروں میں معتبر کر دیتا ہے۔ یہ وہی محبت اور احترام ہے جو کسی بھی فیملی میں عورت کا مقام متعین کرتا ہے۔ شوہر کی منظورِ نظر اگر گھر والوں کی ناپسندیدہ بھی ہو تو بھی گھر میں اس کے قدم مضبوط ہوتے ہیں۔ یونہی نہیں کہا جاتا کہ سہاگن وہی جو پیا من بھائے۔
"کیا اب اس محبت کو برتنا کبھی بھی میرا نصیب نہیں بنے گا؟"
وہ بے دقت مسکرائی۔
"خیر، اب ایسی بھی لوٹ نہیں مچی ہوئی۔ میں کہاں کی لیلیٰ ہوں کہ تمہارے بھائی میرے لئے مجنوں ہو جائیں۔"
"یہ تو تم ان سے پوچھو ـــــ سنائی نہیں انہوں نے اپنی بے قراریوں کی داستان؟ جناب پہلی نظر کی محبت کا شکار بنے تھے شاید۔ تبھی تو اتنے عرصے تک انتظار کرانے کے بعد تمہیں دیکھتے ہی شادی کے لئے ہاں کر دی انہوں نے۔"
نگین اسے چھیڑ رہی تھی مگر اس نے اپنے دل میں فقط درد کی لہریں پھیلتی محسوس کی تھیں۔
"ہاں ـــــ سنائی تھی مجھے بھی اپنا دل ہارنے کی داستان۔ چودہ طبق روشن کر دیئے تھے میرے۔" دل کے زخم پھر سے لو دینے لگے تھے۔
اسے پھر سے کسی مہربان شانے کی طلب محسوس ہونے لگی تھی۔ کوئی تو ہو ـــــ کوئی تو ہو میرے دل کے زخموں پر اپنی مسیحائی کے پھاہے رکھے۔
"اس کا مطلب ہے کہ تمہیں یہاں روک کر میں کباب میں ہڈی کا کام سرانجام دے رہی ہوں۔ جاؤ بھئی جاؤ، تمہارا بہت بے صبری سے انتظار کیا جا رہا ہوگا۔" نگین نے سانس بھرتے ہوئے واضح شرارت کے ساتھ کہا تو وہ اس کے ہاتھ پر ہلکی سی چپت لگاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔
"ان کے صبر و ضبط کا تمہیں اندازہ نہیں ہے۔ اور میں واقعی اب جاؤں گی۔ کیونکہ صبح کی نماز کے لئے اٹھنا ہوتا ہے۔" وہ کہتے ہوئے بات بدل گئی تھی۔

"پتہ نہیں آج مجھے نیند آئے گی یا نہیں۔" نگین کو یکلخت ہی احساسِ تنہائی نے گھیرا تو وہ بے ساختہ مسکرا دی۔
"آپ نے میری عادتیں کتنی بگاڑ دی ہیں انس!"
کمرے میں پہنچی تو خلافِ توقع نوفل کو جاگتے پایا۔ رات کے اس پہر اسے سگریٹ کا دھواں اڑاتے دیکھ کر صبا کی جان جل گئی تھی۔
"یہ کام کمرے سے باہر بھی بہترین طریقے سے ہو سکتا ہے۔ ضروری تو نہیں کہ اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی صحت سے بھی کھیلا جائے۔"
اس کے لب و لہجے میں ناپسندیدگی کی واضح جھلک تھی۔ وہ تیکھی نظروں سے اسے دیکھنے لگا جو وارڈروب میں سے اپنا نائٹ سوٹ نکال رہی تھی۔
"سمجھوتے میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔" اس کے سرد لب و لہجے نے صبا کے ہاتھوں کو پل بھر کے لئے ساکت کیا تھا۔ پھر وہ کپڑے لئے کچھ کہے بنا واش روم میں چلی گئی۔
لب بھینچتے ہوئے نوفل نے جلتا سگریٹ پانی سے بھرے گلاس میں پھینک دیا تو وہ ہلکی سی آواز کے ساتھ بجھ گیا۔ نوفل کی پیشانی پُرشکن تھی۔
وہ چہرہ دھو کر دوپٹے سے خشک کرتی واش روم سے نکلی تھی۔ پھر لائٹ آف کر کے بستر پر آ گئی۔
نوفل ہنوز بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ صبا کو اُلجھن سی ہونے لگی۔ نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی میں وہ اس کے تاثرات تو نہیں دیکھ پا رہی تھی مگر اتنا ضرور سمجھ رہی تھی کہ اس کا موڈ کچھ بہتر نہیں ہے۔ ورنہ اس سے پہلے تو وہ لائٹ آف ہوتے ہی صبا سے پہلے کروٹ بدل کر سونے کی تیاری کر لیتا تھا۔
سر جھٹک کر ذہن کو سوچوں سے پاک کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ پر لیٹ گئی۔ تبھی ٹیوب لائٹ کی روشنی نے دفعتاً اس کی آنکھیں چندھیا دیں۔ اس نے چونک کر دیکھا تو نوفل تھا۔
"کیا ہوا؟" بیساختہ اس کے ہونٹوں سے پھسلا تھا۔
"اتنی جلدی کیا ہے سونے کی؟ پہلے کچھ وضاحت تو کر دیں اپنے اسٹیٹ منٹ کی۔" وہ بڑے جارحانہ انداز میں کہتا اپنی جگہ پھر سے براجمان ہو گیا تھا۔
"کیا مطلب ہے آپ کا؟ ـــــ کون سا اسٹیٹ منٹ؟" اس کے لہجے کے ساتھ ساتھ آنکھوں میں بھی تحیر اتر آیا تھا۔ کہنی کے زور پر وہ ذرا اونچی اٹھ کر حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔
"وہی، ماڈلنگ اسٹارٹ کرنے والا۔"
"اوہ ـــــ" صبا نے گہری سانس لی تھی۔ تو جناب کو یہ انکشاف سونے نہیں دے رہا ہے۔
"آپ بھی تو کر رہے ہیں ـــــ آپ نے کون سا کسی کی اجازت چاہی تھی۔ مجھے بھی آفر ہوئی تھی تو منظور کر لوں گی۔" اب کی بار وہ رسان سے کہتی اٹھ بیٹھی تھی۔
"شٹ اپ ـــــ" وہ دفعتاً ہی مشتعل ہوا اٹھا تھا۔ پھر فوراً ہی خود کو سنبھالتے ہوئے سرد لہجے

میں بولا۔ ”میں آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کے حوالے سے ایسا کچھ بھی نہ
کروں گا۔“

”کمال ہے ـــــ ابھی کچھ دیر پہلے آپ عورتوں کو محدود سوچ کا طعنہ دے رہے تھے۔ اور
خود ویسی سوچ کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ آپ خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ یہ گلیمر اور ایڈورٹائزنگ
ہے۔“

”اس کے غصے نے صبا کو اندر سے ڈرا دیا تھا۔ مگر بظاہر بڑی سادگی سے بولی تو وہ دانت پر
دانت جما کر رہ گیا۔

”اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنا بائیو ڈیٹا لے کر ماڈلنگ کرنے پہنچ جائیں۔“

”کیوں؟ ـــــ میرے ساتھ کیا پرابلم ہے؟ اور کچھ نہیں تو شیمپو کا ایڈ تو کر ہی لوں گی۔
خوب صورت بال ہیں میرے۔“ اسے تپتے دیکھ کر صبا کو یک گونہ سکون کا احساس ہو رہا تھا۔
مزید چڑانے کی خاطر بولی تو وہ دو بدو بولا۔

”نہیں سنبھالے جاتے تو کٹوا دیں۔ مگر میں کبھی بھی پسند نہیں کروں گا کہ کوئی میری وائف پر
ایک نظر بھی ڈالے۔“

صبا کے دل کو جیسے کسی نے نرمی سے چھوا تھا۔ بے ساختہ اسے دیکھنے لگی تو وہ اٹل انداز میں
کرتے ہوئے بولا۔

”یہ رشتہ چاہے کسی بھی بنیاد پر طے ہوا ہو، دنیا کی نظر میں تو بہر حال آپ میری وائف ہیں
میں اپنی عزت کو عزت سے رکھنا بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔“ اس کے لفظوں نے خوش فہمی کی
سیڑھیاں طے کرتی صبا کو ایک جھٹکے سے فرش پر لا پھینکا تھا۔

”بہت اچھے ـــــ اگر بیوی شوہر کی عزت ہے تو شوہر بھی بیوی کی عزت ہوتا ہے۔ اگر یہ
کام میرے لئے اچھا نہیں تو بہتر آپ کے لئے بھی نہیں ہو سکتا۔ پھر آپ کیوں کر رہے ہیں؟“
نے تپ کر پوچھا تو اس نے جھڑکنے والے انداز میں کہا۔

”بے وقوفی کی باتیں مت کریں اور آئندہ میں کبھی بھی آپ کے منہ سے ایسی کوئی فضول بات نہ
سنوں۔“

”اگر آپ اپنی ”وائف“ کے لئے پوزیسیو ہیں تو میں بھی اپنے ”ہسبنڈ“ کے لئے اتنی ہی [illegible]
ہوں۔ چاہے ہمارا رشتہ کیسی ہی بنیاد پر کیوں نہ طے ہوا ہو۔ میں بھی آپ کی اتنی ”آزادی“
برداشت نہیں کر سکتی۔“ اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔

نوفل کے لئے اس کے انداز و الفاظ بہت غیر متوقع تھے۔ بے اختیار ہی اس کے تمتمائے چہرے
کو نظروں کی گرفت میں لے بیٹھا۔ پھر ایک دم سے سارا غصہ بھول کر ہنس دیا۔ بھنوؤں کو ہلکی سی جنبش
دے کر معنی خیز انداز میں بولا۔

”کیا بات ہے صبا بی بی! کہیں آپ میری محبت میں تو گرفتار نہیں ہو گئیں؟“

اس کے سوال نے صبا کو ایک خفیف سا جھٹکا لگایا تھا۔ یوں لگا جیسے پیشانی کو کسی نے جلتی سلاخ
سے داغ دیا ہو۔ اس کی ہنسی نے جلتی پر تیل کا سا کام کیا تھا۔

”بہت بڑی غلط فہمی کا شکار ہیں آپ۔ ابھی نہ تو میرا دماغ خراب ہوا ہے اور نہ ہی میرے دل
میں ایسے فضول کاموں کی گنجائش ہے۔“ وہ تلخی سے بولی مگر نوفل کے ہونٹوں پر ہنسی سمٹ کر ابھی تک
ایک [illegible] صورت چسپاں تھی جس نے صبا کے روئیں روئیں میں آگ بھر دی۔ وہ بہت معتدل
اور ٹھنڈی طبیعت کی مالک ہوا کرتی تھی۔ مگر حالات کی الٹ پلٹ نے جیسے اس کا روپ ہی
بدل ڈالا تھا۔

”نہیں آپ کس خوش فہمی میں گھرے ہیں نوفل احمد! ورنہ کبھی غور کریں تو آپ کو اندازہ ہو گا
آپ میں ایسا کچھ بھی نہیں جو صبا میر کے دل کو چھو سکے۔“ وہ چیخ کر رہ گئی۔

اس کی عزت نفس لہولہان تھی، تبھی انا نے پورے طمطراق کے ساتھ سر اٹھایا تھا۔ اب جانے وہ
چپ رہ گیا تھا یا اس کے پاس کہنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔ صبا نے اس کی طرف دیکھے بغیر آگے
بڑھ کر لائٹ آف کی اور اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئی۔

آنسو قطرہ قطرہ اس کے دل کے درد کو باہر دھکیلنے لگے۔

دکھ پہنچتا ہے بہت دل کو رویے سے تیرے
اور مداوا تیرے الفاظ کا نہیں کر سکتے

”بہت برے ہو تم نوفل احمد! ـــــ بہت برے۔ میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔“ وہ بری
طرح آہرٹ ہو گئی تھی۔

●●●●●

”عرصہ ہو گیا تھا مجھے پراٹھے کی شکل دیکھے۔ نگین نے ایک دو مرتبہ کوشش کی تھی میرے لئے
بنانے کی مگر اس کا بنایا ہوا پراٹھا کھانے کا مطلب تھا پہلے اپنے دانتوں اور پھر اپنے معدے کی
ڈرل کروا کر رکھنا۔ مجبوراً مجھے سلائس پر گزارا کرنا پڑتا تھا۔“ صالحہ بیگم مسکراتے ہوئے صبا کو بتا رہی
تھیں جبکہ اس نے پلیٹ ان کے سامنے رکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

”آج آپ میرے ہاتھ کا بنا ہوا پراٹھا ٹیسٹ کریں۔ پھر دیکھئے گا، بریڈ کی چھٹی۔“

انہوں نے دل پسند نظروں سے کئی تہوں والے پراٹھے کو دیکھا تھا۔

”اس کی تو شکل ہی اتنی اچھی ہے۔ یقیناً ذائقہ بھی بہترین ہو گا۔“

وہ ان کے لئے کپ میں چائے ڈالنے لگی تو انہیں پھر سے یاد آ گیا۔

”آٹھ بج چکے ہیں صبا! ابھی تک نوفل تیار ہو کر نہیں آیا۔ ذرا دیکھو تو۔“

”جاگ چکے ہیں امی!“ چائے کا کپ ان کے سامنے رکھتے ہوئے وہ سرسری انداز میں بولی تو
انہوں نے بصد اصرار کہا۔

”دیکھو تو جا کر۔ پھر جلدی جلدی کا شور مچاتا، ناشتہ کئے بغیر نکل جائے گا۔ کہتا کہ میں بلا رہی

ہوں فوراً۔ نگین بھی ابھی تک سو رہی ہے۔"

وہ مجبوراً اس "زحمت" کے لئے اٹھی تھی۔

رات کی "منہ ماری" کا اثر ابھی تازہ تھا اس لئے وہ فی الوقت تو اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر امی کا حکم بجالانا بھی ضروری تھا۔ وہ سست روی سے چلتی کمرے تک آئی تھی۔ دروازہ کھول کر اندر جھانکا، وہ سامنے دکھائی نہیں دیا۔ اسے مجبوراً اندر آنا پڑا تو واش روم کا بند دروازہ دیکھ کر سانس لے کر رہ گئی۔ بستر پر پڑا موبائل بج اٹھا۔

صبا نے اس کی روشن اسکرین پر سرسری سی نگاہ ڈالی تھی۔

"ژالے آفریدی کالنگ۔"

ژالے آفریدی کے نام کو پورے طمطراق کے ساتھ جگمگاتے دیکھ کر اس کے دل میں ناپسندیدگی کے شدید جذبات پیدا ہوئے تھے۔ دزدیدہ نظروں سے واش روم کے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے اگلی بیل سے پہلے ہی اس نے موبائل ہاتھ میں لیتے ہوئے "اوکے" پریس کر دیا۔ موبائل کان سے لگاتی قدرے سائیڈ میں چلی آئی۔

"ہیلو پرنس چارمنگ!" ژالے کی زندگی سے بھرپور کھلکھلاتی آواز نے اسے سخت ناگواری میں مبتلا کیا تھا۔

"میں صبا بول رہی ہوں۔" اس کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ جتانے والے انداز میں تعارف کرا گئی تھی۔

"اوہ ـــــ ہائے صبا! کیسی ہو؟ ـــــ یار! کہاں رہتی ہو تم؟ ملتی ہی نہیں۔" وہ اپنے مخصوص بے تکلفانہ انداز میں شکوہ کر رہی تھی۔

"میرے ملنے نہ ملنے سے کیا ہوتا ہے۔ جنہیں ملنا ہوتا ہے وہ تو ملتے ہی رہتے ہیں آپ سے۔" اس کے لب و لہجے کی تلخی کو محسوس کئے بغیر ژالے دلکشی سے ہنسی تھی۔

"کون ـــــ نوفل ـــــ؟ اس سے تو تقریباً روزانہ ہی ملاقات ہوتی ہے۔ مگر تمہیں تو؟ اس نے سات پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ امیزنگ۔ ایسی ہی بیوی چاہتا تھا وہ۔"

اس کے چہرے کو جیسے گرم شعاعیں چھو گئی تھیں۔

ایسی بیوی ـــــ

یعنی گھر میں رکھنے کے لئے بیوی اور باہر کے لئے ژالے بی بی۔

اسے شاید اتنا غصہ کبھی نہیں آیا تھا۔

"بالکل ـــــ ورکنگ لیڈیز کو وہ بالکل پسند نہیں کرتے۔ ان کے خیال میں گھر میں رہنے والی لڑکیاں ہی اچھی بیویاں ثابت ہوتی ہیں۔" اپنے غصے کو دبا کر اس نے بھی شیرے میں ڈبو کر زہر کی سوئی ژالے کی طرف بڑھائی تھی۔

"اچھا ـــــ مجھے تو اس نے کبھی ایسی......" ژالے نے بہت حیرت سے کہنا شروع کیا تھا کہ وہ

اس صورت حال سے لطف اندوز نہیں ہو پائی تھی کہ کسی نے چھیننے کے سے انداز میں اس کے ہاتھ سے موبائل لے لیا تھا۔ صبا گڑبڑا گئی۔ گیلے بکھرے بالوں کے ساتھ وہ یقیناً ابھی شاور لے کر نکلا تھا۔ اور اسے یوں "آزادانہ" محوِ گفتگو پا کر شاید پہلا "حملہ" اسی پر کیا گیا تھا۔ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے وہ ژالے کی بقیہ بات سن رہا تھا۔ وہ خفیف سی ہو کر وہاں سے ہٹ گئی۔

"کم آن ژالے! ـــــ کس کی باتوں میں آ رہی ہو یار! بیوی کو خوش رکھنے اور اپنے بچاؤ کے لئے چھوٹے موٹے جھوٹ بولنے ہی پڑتے ہیں۔" وہ بڑی خوش دلی سے کہتا صبا کی جان جلا گیا۔

'بیوی کو خوش رکھنے کے لئے یا محبوبہ کو؟' اس نے تلملا کر سوچا تھا۔

"او یس ـــــ آف کورس۔" وہ ہلکا قہقہہ لگاتے ہوئے بستر کی طرف آیا۔ صبا اسے صالحہ بیگم کا پیغام دینے کے لئے کھڑی تھی۔ نوفل نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر کلائی سے تھام کر بستر پر دھکیلا اور خود بھی وہیں ٹک گیا۔ اس قدر غیر متوقع صورت حال نے صبا کو حیران کر دیا تھا۔

"بزی تو ہوں۔ مگر تم بلاؤ، ہم نہ آئیں ایسے بھی حالات نہیں۔ تم جیسے لوگوں کے لئے تو ٹائم نکالنا پڑتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

صبا نے لب بھینچتے ہوئے اپنا بازو چھڑانا چاہا مگر اس کی طرف متوجہ نہ ہونے کے باوجود صبا کے بازو پر اس کے ہاتھ کی گرفت آہنی تھی۔

"اوکے ـــــ میں اپنا اس ہفتے کا شیڈول چیک کر لوں گا۔ پھر تمہیں انفارم کر دوں گا۔" اس کی "کھینچا تانی" سے قطع نظر وہ بڑے پُرسکون انداز میں بات کر رہا تھا۔ "البتہ اگر کوئی بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہوئی تو تمہیں مجھ کو تھوڑی رعایت دینا پڑے گی۔ ویسے اندازاً کتنے دنوں کا پراجیکٹ ہے؟" وہ کہہ رہا تھا۔ پھر ژالے کا جواب سننے کے بعد پوچھنے لگا۔

"اور لوکیشن کون سی ہے؟" اپنے اوپر ٹکی اس کی نگاہ محسوس کر کے صبا کوفت کا شکار ہو رہی تھی۔ اس کے سامنے بیٹھ کر ان دونوں کی "گپ شپ" سننا ایک امتحان ہی تھا۔ اوپر سے متوقع پوچھ گچھ کے خیال سے بھی اسے قدرے گھبراہٹ ہو رہی تھی۔ یوں ہی تو اسے پکڑے نہیں بیٹھا تھا۔

"اٹس ویری نائس ـــــ مری کا موسم تو ویسے بھی آج کل بہت زبردست ہو رہا ہے۔ اوکے، ڈونٹ وری یار! بس ذرا ماما سے بات کر لوں۔ سوچا تھا انہیں سرپرائز دوں گا۔ مگر اب سوچ رہا ہوں نہ جانے وہ کیسے ری ایکٹ کریں۔ اینی ویز، تم تسلی رکھو۔ میں ابھی آفس پہنچ کر باقی ڈیٹیلز تمہیں دیتا ہوں۔ اللہ۔ اوکے دین۔" موبائل آف کر کے بستر پر ڈالتا وہ صبا کی طرف متوجہ ہوا تو وہ ناگواری سے پُر لہجے میں بولی۔

"میرا بازو چھوڑ دیں۔ بات کرنے کے اس کے علاوہ بھی بہت سے طریقے ہیں۔" دفعتہً اس کا ہاتھ بڑی سبک روی سے صبا کی کلائی پر سے ہوتا اس کے ہاتھ پر آ ٹھہرا تھا۔

"آپ مجھے بتائیں، آپ کون سا طریقہ پسند کرتی ہیں؟"

لب و لہجہ بہت معتدل تھا۔ نہ اپنائیت کی کوئی جھلک، نہ طنز کا شائبہ۔ مگر کچھ خاص تھا۔ کچھ تو ایسا

خاص تھا جس نے پل بھر میں صبا کو اس کی طرف ملتفت کر دیا تھا۔ شاید اس کی اس پل بہت تاثر سے بجی آنکھوں میں یا شاید ایک برقی روسی اس کے ہاتھوں کی تپش سے صبا کے وجود میں کر رہی تھی۔ دل لمحوں کے پروں پر بے خودی میں سفر کرتے رہنے کو تیار تھا۔ مگر اگلے ہی پل سی قربت بھی صبا کو بہت محسوس ہونے لگی۔ میاں بیوی والا رشتہ تو کہیں کاغذوں ہی میں لکھا تھا۔ اس لمحے تو یوں ہی لگا جیسے کسی انجان مرد کے سامنے اتنی بے تکلفی سے بیٹھی ہے۔ اس کی سے پسینہ پھوٹ پڑا۔ بے جان ہوتے ہاتھ کو وہ بمشکل چھڑاتی اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

وہ بھی اس کے مقابل کھڑا ہو گیا۔

صبا کا دل ہاتھوں پیروں میں دھڑکنے لگا۔

اس نے بڑی شدت سے خود کو دوبارہ کچھ دیر پہلے والی کیفیت کا شکار ہوتے محسوس کیا تھا۔ پلکیں، پُرتپش چہرہ۔

"آئندہ احتیاط کیجئے گا۔ آپ کا رویہ خصوصاً ژالے کے ساتھ آپ کا رویہ مجھے بالکل پسند نہ آپ کو پتہ ہے کہ وہ میرے لئے کتنی خاص ہے۔"

ایک جھٹکے سے وہ کسی طلسم سے آزاد ہوئی تھی۔

ژالے آفریدی۔

اس کے دل میں کانٹا سا چبھا تھا۔ تمام نرم گرم جذبات بھاپ کی طرح تحلیل ہو گئے۔ تلخی کہیں بہت اندر سے اُمڈی تھی۔

"سمجھوتے میں بہت کچھ ان چاہا بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ یہ آپ ہی نے مجھے سکھایا۔ اگر میں برداشت کر سکتی ہوں تو آپ بھی عادت ڈالیں۔ ناشتے کی میز پر ماما آپ کا انتظار کر ہیں، آ جائیے۔" تڑخ کر کہتی آخر میں اپنی ذمہ داری نبھاتی وہ مُڑ گئی۔

نوفل چہرہ موڑے اسے دروازے سے باہر نکلنے تک دیکھتا رہا۔ وہ تیار ہو کر ناشتے کی میز پر تو صالحہ بیگم ناشتے سے فراغت کے بعد ناک پر عینک جمائے اخبار کے مطالعے میں مصروف تھیں انہیں سلام کرتا وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھا تو انہوں نے بہت خوش دلی سے اس کے سلام کا جواب د ہوئے صبا کو آواز دی تو وہ کچن میں سے اس کے ناشتے کی ٹرے لئے برآمد ہوئی تھی۔

"آج تم بھی پراٹھا کھا کر دیکھو نوفل! صبا بہت اچھے پراٹھے بناتی ہے۔"

صالحہ بیگم کے مشورے پر وہ زیرِ لب مسکراتے ہوئے سلائس پر جیم کی ہلکی سی تہہ پھیلانے لگا۔ جیسے اس موقع کو غنیمت جان کر ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

"ان دنوں میں کیلوریز اور فیٹس کو نظر انداز کر رہا ہوں۔ دراصل ژالے نے مجھے ایک بہت اچھ ایڈ میں ماڈلنگ کی آفر کی ہے۔"

صبا نے گرم چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔

آج یہ میدان بھی سر ہو ہی جائے تو بہتر ہے۔

"تم ماڈلنگ کرو گے؟" صالحہ بیگم واقعی حیران ہوئی تھیں۔ جیم لگا سلائس منہ کی طرف ئے ہوئے رک کر اس نے بھنوؤں کو خفیف سی جنبش دے کر استفہامیہ انداز میں ان کی طرف ہونٹوں پر بڑی دلکش سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

ں اس سوال کو مائینڈ بھی کر سکتا ہوں ماما جانی! میں اس کے تمام ماڈلز سے زیادہ ہینڈسم ہوں۔"

ماشاءاللہ۔" صالحہ بیگم نے فوراً کہا تھا۔ پھر بولیں۔ "تم کہاں ٹی وی، فلموں کے چکر میں پڑ نوفل؟ ویسے تو تمہارے پاس ٹائم نہیں ہوتا، اب اتنے فارغ ہو کہ......"

فارغ کہاں ہوں ماما؟ —— اور پھر یہ سب میں اپنی مرضی سے تھوڑی کر رہا ہوں۔ یہ تو نے مجھے پھنسایا ہے۔ یوں سمجھئے کہ کرٹسی نبھا رہا ہوں۔" وہ ان کی بات کاٹ کر بولا تو انہوں ے پوچھا۔

نا صبا! تم سے پوچھا ہے اس نے؟"

ری طرح چونکی تھی۔

ں —— کس بارے میں؟"

ہاں، ماڈلنگ کے سلسلے میں۔"

نے ایک نظر ناشتہ کرنے میں مگن نوفل پر ڈالی، اس کے ہمیشہ کی طرح پُرسکون چہرے نے سا کو سخت غصہ دلایا تھا۔ اسے کانٹوں پر گھسیٹ کر وہ خود کس قدر سکون میں تھا۔

نہیں۔" اس نے آہستہ آواز میں کہا تو نوفل کو کچھ ایسی خاص بات محسوس نہیں ہوئی۔ مگر اس اس نے جو دو جملے ادا کئے، انہوں نے نوفل کو حیرت کا جھٹکا لگایا تھا۔ "اور اگر یہ مجھ سے تا میں کبھی بھی انہیں اجازت نہیں دیتی۔ کیونکہ مجھے یہ شعبہ بالکل بھی پسند نہیں۔"

لحہ بیگم نے متاسفانہ نظروں سے نوفل کو دیکھا تھا۔

ت بری بات ہے نوفل! تمہیں کم از کم صبا سے ڈسکشن ضرور کرنی چاہئے تھی۔"

لا میرے نزدیک تو اس فیلڈ میں کوئی برائی نہیں۔ کم از کم مردوں کے لئے۔" ابتدائی جھٹکے ے کے بعد وہ اب سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ یقیناً صبا کا "شکوہ" اسے پسند نہیں آیا تھا۔ اور یہ ے صبا کو بہت اطمینان حاصل ہوا تھا۔

ہے نا، میں جس آگ میں جل رہی ہوں اس کی تھوڑی سی آنچ آپ تک بھی پہنچے نوفل اب اطمینان سے چائے کے گھونٹ بھر رہی تھی۔

رحال —— شوق یا کرٹسی نبھانے کے لئے ایک ہی ایڈ کافی ہے۔ وہ بھی اس لئے کہ اب لے سے وعدہ کر چکے ہو۔ مگر آئندہ کے لئے ہر کام تم دونوں کے باہمی فیصلے سے ہونا صالحہ بیگم قطعیت سے کہہ رہی تھیں۔

لام علیکم۔" نگین نے آ کر کرسی گھسیٹتے ہوئے ان کی بات کو آگے بڑھایا تھا۔ "بالکل صحیح کہہ ای! میں نے بھی ان سے یہی کہا تھا۔ اگر صبا کو یہ سب پسند نہیں تو کیا ضرورت ہے اس

چکر میں پڑنے کی۔"

"چہ ـــــ آپ لوگ بھی حد کرتے ہیں۔ میں کون سا دنیا سے الگ کام کرنے والا ہوں… کے لئے صلاح مشورے کی ضرورت پڑ رہی ہے؟ مردوں کو ان کاموں کے لئے اجازت… ضرورت نہیں ہوتی۔" نوفل نے ناشتے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا اور اب وہ بہت سنجیدگی سے کہہ ر…

"شوہروں کو ضرورت ہوتی ہے اجازت لینے کی۔" صالحہ بیگم نے بھی اسی کے سے انداز… تو بحث کو بڑھتے دیکھ کر خود صبا بلا ارادہ ہی مصالحت آمیز انداز میں بول اٹھی۔

"ڈونٹ وری امی جان! اب یہ میرے لئے اتنے بھی ناقابل اعتبار نہیں ہیں کہ میں ان… شوق کو نبھانے کی بھی اجازت نہ دوں۔ میں تو یونہی انہیں تنگ کر رہی تھی۔"

"لو جی، اسے کہتے ہیں جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے۔" نگین نے ٹھنڈی سانس… تھی۔ صالحہ بیگم پُرسوچ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ نوفل کی طرف متوجہ ہوئی جو ہاتھ… رکھے بیٹھا تھا۔

"آپ کے لئے چائے نکالوں؟"

"ہوں ـــ ہاں ـــ" کسی سوچ سے چونکتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلایا تو… کے لئے گرم چائے لانے کے لئے اٹھ گئی۔ پھر نگین سے پوچھا۔

"تم ناشتے میں کیا لوگی؟"

"وہی جو میر ہاؤس میں چلتا ہے۔" وہ بے ساختہ مسکرا کر بولی تو صبا بھی مسکرا دی جب… صالحہ بیگم کو بتا کر حیران کر رہی تھی۔

"وہاں سبھی ناشتے میں پراٹھا کھاتے ہیں سالن یا انڈے کے ساتھ۔ اور حیرت کی بات… کہ سبھی ماشاءاللہ سے اتنے فٹ اور اسمارٹ ہیں۔"

"تم اس غلط فہمی میں مت رہنا کہ تم بھی پراٹھے کھا کر ان ہی کی طرح فٹ اور اسمارٹ ر… ایک بار چربی کی تہیں چڑھ گئیں تو پھر اسمارٹنس خواب بن کے رہ جائے گی۔" نوفل اسے ڈرا ر… نوری کے ہاتھ چائے بھجوا کر وہ نگین کے لئے پراٹھا بنانے لگی۔

"کیا بات ہے نوفل؟ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم گھر کو خصوصاً صبا کو بالکل بھی ٹائم نہیں… رہے۔" صالحہ بیگم کے دل کی خلش زبان پر آ ہی گئی تھی۔ نوفل تو چونکا ہی تھا، نگین بھی… انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا صبا نے آپ سے کچھ کہا ہے؟" اس نے بلا ارادہ ہی پوچھ لیا تو وہ قدرے سختی سے بولیں…

"اس کے کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ ـــ میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ تمہارے رنگ ڈ… میرے سامنے ہیں۔ پہلے تو تم ایسے نہیں تھے۔ گھر اور خود سے منسلک چیزوں سے ایسی لاپرواہی… تمہاری فطرت میں شامل نہیں۔ پھر صبا کے معاملے میں ایسی لاپرواہی کیوں؟" ان کے اس قد… اور قطعی انداز نے نوفل کو بھی لحظہ بھر کو چکرا دیا تھا۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی ایک بار وہ اس…

…بھی کر چکی تھی اور اپنے تئیں وہ انہیں مطمئن کر چکا تھا ـــ مگر آج اچانک پھر سے انہوں نے …ی خامی کو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا تو اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ ٹھیک طریقے سے اپنا کردار نہیں نبھا …تھا۔

نگین کا دل دھک سے رہ گیا۔

اس نے بے ساختہ نوفل کی طرف دیکھا جو خود بھی قدرے حیرت سے صالحہ بیگم کی طرف متوجہ …پھر بہت سنجیدگی کے ساتھ بولا۔

"امی! میں نے نوٹ کیا ہے کہ آپ صبا کو لے کر کافی پوزیسیو ہو رہی ہیں۔"

"تو کیا نہیں ہونا چاہئے؟ بہو ہے وہ میری۔" انہوں نے الٹا سوال کیا تو قدرے توقف کے بعد …نے لگا۔

"لیکن میرے خیال میں شاید آپ ہماری کراس میرج (وٹے سٹے کی شادی) کو سر پر سوار کر …ہیں اسی لئے اتنی باریکیوں میں پڑی رہتی ہیں۔"

نگین نے بھی یکلخت خود کو ہلکا پھلکا ہوتے محسوس کیا تھا۔

مگر صالحہ بیگم اتنی جلدی مطمئن نہیں ہو سکتی تھیں۔ قطعیت بھرے لب و لہجے میں بولیں۔

"بہرحال، میں صرف اور صرف صبا کو خوش اور مطمئن دیکھنا چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں اگر تم …ی کوتاہی کی تو میں فوراً گرفت کروں گی۔ یہ خیال کئے بغیر کہ تم میرے بیٹے ہو۔"

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ میری کیا مجال کہ آپ کی لاڈلی بہو کو ٹیڑھی نظر سے بھی دیکھوں۔ اور …ی آپ سے زیادہ اس شادی میں، میں انٹرسٹڈ تھا۔ پھر بھی پتہ نہیں آپ کو اتنے سارے وہم ستاتے رہتے ہیں۔ بہت چہیتی بیوی ہے میری وہ۔" اب کی بار وہ مسکراتے ہوئے بولا تو نگین …لئے پراٹھا بنا کر لاتی صبا کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔ اس کے "انٹرسٹ" کا صبا سے بڑھ کر …کو اندازہ ہو سکتا تھا۔ ہر وقت طنز کے تیر چلانا، اسے اس کی حیثیت یاد دلاتے رہنا۔ محض اپنی …خوشی رکھنے کے لئے وہ اسے اپنے پاس "گروی" رکھے ہوئے تھا۔ اس کے دل پر منوں بوجھ …لگا۔ ایسی زندگی تو کبھی اس نے خواب میں بھی نہیں سوچی تھی۔ جھوٹ، دھوکا دہی، فریب۔

"تم بھی کھاؤ نا میرے ساتھ۔" نگین نے اسے بھی آفر کی تو وہ قصداً مسکرا کر بولی۔

"…بھی میرا صرف چائے پینے کو جی چاہ رہا ہے۔ تم ناشتہ کرو، یہ نہ ہو کہ تمہارے میاں صاحب …اُن حاضر کر دیں کہ ان کی بیوی کا خیال نہیں رکھا۔"

"اوکے ـــ اب میں چلوں، لیٹ ہو رہا ہوں۔" نوفل اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ صبا سر جھکائے کپ …ئے انڈیلتی رہی۔ اور ان دونوں کے مابین اس قدر لئے دیئے رہنے والا انداز صالحہ بیگم کو پھر …کر گیا۔ مگر فی الحال انہوں نے خاموش رہنے ہی کو مناسب جانا تھا۔

"پتہ نہیں انکل چلے گئے اسلام آباد یا نہیں۔" نگین نے کہا تو بے ساختہ مسکراہٹ صبا کے لبوں پر …

''فون کریں گے تو پتہ چل جائے گا۔''
نگین نے بھنا ہوا قیمہ اپنی پلیٹ میں نکالتے ہوئے ٹھنڈی سانس بھر کے کہا۔
''وہ کہاں کریں گے فون؟ تلملا رہے ہوں گے کہ ان کی مرضی کے بغیر یہاں ٹھہر گئی۔''
''بہت بری بات ہے نگی! کیا تم لوگ گھر سے پروگرام بنا کر نہیں چلے تھے؟'' صالحہ نے ناراضی کے
انداز میں کہا تو وہ صفائی پیش کرنے لگی۔
''ایک آدھ دن رُکنے سے کیا فرق پڑتا ہے امی! وہ تو انہوں نے یہاں آ کر بتایا کہ وہ اسلام
آباد جا رہے ہیں۔ میں نے گاڑی میں آتی دفعہ ان سے رہنے کی بات کر لی تھی۔''
''مگر انس نے منع کر دیا تھا تو ایسی بات پر اَڑنے کی کیا ضرورت تھی؟'' انہوں نے ذرا سی بھی
لچک کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ مجبوراً صبا کو بات سنبھالنا پڑی۔
''آپ نہیں جانتیں امی! انس بھائی بڑے تسلط پسند ٹائپ کے بندے ہیں۔ اتنی آسانی سے تو
نگی کو یہاں چھوڑنے پر بالکل بھی راضی نہیں ہوتے۔ اسی لئے تو مجھے اس کو روکنا پڑا۔''
''واقعی۔ انہوں نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔ کہہ رہے تھے، چاہے روزانہ گھر چلی جایا کرو مگر
واپسی پر میرے ساتھ آیا کرو۔'' نگین نے اپنے تئیں بڑی مظلومیت سے ماں کی ہمدردی حاصل کرنا
چاہی تھی۔ جبکہ وہ اسے اس کی کھلی بے وقوفی پر تاسف سے دیکھ رہی تھی۔
''اب میں کیا سمجھاؤں تمہیں بی بنو! تم خود ہی اپنے دماغ کو اتنے اچھے طریقے سے استعمال کر
لیتی ہو۔''
''اوفوہ ـــــ کیا کہہ رہی ہیں آپ۔'' نگین پریشانی کے مارے پراٹھا کھانا بھول گئی تھی۔
''پتہ نہیں، تمہیں کب عقل آئے گی۔ جب شوہر چاہتا ہے کہ بیوی اس کی مرضی کے مطابق چلے تو
بیوی کو اس کی بات ماننا چاہئے۔ صبا ہی سے کچھ سبق سیکھو۔ کیا یہ نوفل سے ضد نہیں کر سکتی؟ کتنے دن
ہو گئے ہیں اسے میکے گئے مگر دیکھ لو، میرے کہنے کے باوجود یہ نوفل کی مرضی کو اولیت دیتی ہے۔''
''تو کیا اب شوہروں کی مرضی پر لگ کے بیویاں اپنا میکہ ہی چھوڑ دیں؟'' اب تو نگین نے
باقاعدہ خفا ہو کر پراٹھا پرے کھسکا دیا تھا۔
''میں یہ نہیں کہہ رہی۔ صرف شوہر کی مرضی اور خوشی کا خیال رکھنے کی بات کر رہی ہوں۔ انس
نے تمہیں یہاں آنے سے خدانخواستہ کبھی نہیں روکا، صرف ٹھہرنے پر ہی اعتراض کیا تھا۔ مان لیتیں
اس کی بات تو وہ خوش ہو جاتا۔ یہ رشتہ ہی ایسا ہے بیٹا! ہر پل جوابی توجہ ضروری ہوتی ہے۔ ورنہ آپس کے
رشتے میں فرق آ جاتا ہے۔''
''امی! آپ پریشان مت ہوں ـــــ انس بھائی خود سے منسلک تمام رشتوں بلکہ چیزوں کے
کے لئے جذباتی ہیں۔ انسان تو معاشرتی رشتوں میں بندھا ہوتا ہے، کسی ایک ہی کا ہو کر کیسے رہ سکتا
ہے؟ اب فطری طور پر نگی کا یہاں آنے اور ٹھہرنے کا دل چاہتا ہوگا۔ روزانہ آنا اور شام تک چلے جانا
تو زیادہ غیریت کا احساس دلاتا ہے۔ اسی لئے میں نے اسے روک لیا تھا۔ مرد اس نزاکت کو کہاں

...ہیں؟'' صبا نے انہیں کافی ہلکے پھلکے انداز میں سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ مگر آگے سے انہوں
...کر اس سے جو سوال کیا، صبا کو اس کی توقع بالکل بھی نہیں تھی۔
''پھر تم نے یہ نزاکت نوفل کو کیوں نہیں سمجھائی؟ وہ تو اس قدر انڈر اسٹینڈنگ اور کیئرنگ
...تمہارا بھی تو نگی کی طرح گھر جانے اور وہاں ٹھہرنے کو جی چاہتا ہوگا۔ ماشاء اللہ سے بھری پری
...پیار کر آئی ہو۔ وہ بھی اس بات کو سمجھتا ہے۔ پھر تم لوگ ادھر کیوں نہیں جاتے؟''
...بھر کو تو وہ گڑبڑا کر ہی رہ گئی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ صالحہ بیگم عام ساسوں سے ہٹ کر اس
...''گہرائی'' میں بھی پڑ سکتی ہیں۔
...ـــــ روزانہ ہی تقریباً فون پر بات ہو جاتی ہے سب سے۔ انس بھائی اور نگی سے
...ہو جاتی ہے۔ چند روز پہلے ہی تو معید بھائی اور ضحیٰ مل کر گئے ہیں۔''
...اس کی زبردستی کی مسکراہٹ اور لبوں سے نکلنے والے الفاظ میں کوئی تال میل نہیں تھا۔ صالحہ بیگم
...کو اس کی گڑبڑاہٹ ہی نے یقین کے راستے پر ڈالا تھا۔ مگر وہ مزید کچھ نہیں بولیں۔ جب کہ
...اب اپنا معاملہ بھول کر صبا کے سر ہو گئی تھی۔
''بہت غلط بات ہے صبا! میں بھی تو روزانہ ہی آتی ہوں۔ تمہارا گھر جانے کو کیوں دل نہیں کرتا؟''
...صبا کی آنکھوں میں بہت مضطربانہ سی کیفیت اتر آئی تھی جس کا ماخذ نہ جانتے ہوئے بھی صالحہ
...بے اختیار بات پلٹ گئیں۔
''...اب یہ تو مت کہو، یہ سب نوفل کی بے جا مصروفیات کا قصور ہے۔ پہلے بزنس کی کمائی کیا
...ماڈلنگ کا بار بھی سر پر لاد لیا۔ بیوی بے چاری بھلے سے ایک کونے میں پڑی رہے۔'' ان
...کے لہجے سے واقعی ناگواری جھلک رہی تھی۔ مگر صبا کو ان کی خفگی یا ناپسندیدگی کوئی خوشی نہیں
...تھی۔ خوش یا مطمئن تو وہ تب ہوتی جب صالحہ بیگم اصل حقیقت کا ادراک پا جاتیں۔ مگر یہاں
...سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نوفل احمد کا ''اصل'' کیا ہے۔
...نے سے فراغت پاتے ہی نگین فون سے چپک گئی۔
...کے موبائل پر بیل جا رہی تھی۔
...ـــــ دو ـــــ تین ـــــ
...کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔
...کی جدائی میں بیتنے والی اس ایک رات نے اس پر بہت دلفریب سے راز افشا کر دیئے

...اس کے بغیر ایک پل بھی اب گزارنا مشکل تھا۔ آدھی سے زیادہ رات نیند کے انتظار میں
...کروٹیں بدلتے گزری تھی اور نیند آئی بھی تو ہر کروٹ پر آنکھ ضرور کھلی چاہے پل بھر ہی کو
...حالت دل اس ستم گر کو بھی سنانا ضروری تھا جس کی محبت کی جنوں خیزی اسے بھی اپنے
...لگ گئی تھی۔

وہ اپنی دھڑکنوں کی بے چینی سے محظوظ ہوتی انس کی آواز سننے کی منتظر تھی مگر اگلے ہی پل
ڈسکنیکٹ ہوگئی۔
"ہیں۔۔۔۔؟" اس نے فون کو گھورا تھا۔ پھر ری ڈائل کا بٹن پش کر دیا۔ اس مرتبہ بھی
چار دفعہ بیل بجنے کے بعد لائن کاٹ دی گئی۔
"اُف، انس!۔۔۔۔ بات تو کریں مجھ سے۔" وہ پریشانی سے بڑبڑاتے ہوئے پھر سے
ملانے لگی۔ یقیناً وہ فون نمبر پہچان کر لائن کاٹ رہا تھا اور تگین کو یہ بے رخی اپنی سزا محسوس ہو
تھی۔ ایک تو رات کی بے خوابی اور انس کی دُوری، اوپر سے اب انس کا یہ بیگانہ رویہ۔ وہ اپنی
پچھتا رہی تھی۔ انس کا اسے خود سے ایک رات کو بھی جدا نہ کرنے کا مطلب اچھی طرح سمجھ
تھا۔ اب اس کا موبائل کوئی رسپانس نہیں دے رہا تھا۔ شاید اس نے موبائل ہی آف کر دیا تھا۔
تگین کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔ انس کی اتنی خفگی تو اس کے خیال میں بھی نہ
اس نے فوراً امیر ہاؤس کا نمبر ملایا تو دوسری طرف ضحیٰ ملی۔ اس کے استفسار پر بولی۔
"وہ تو ابھی ابھی نکلے ہیں اسلام آباد جانے کے لئے۔"
"ابھی میں ان کا موبائل ٹرائی کر رہی تھی۔ مگر بات نہیں ہو پائی۔"
"اوہ، تو وہ آپ جناب کی کالز تھیں۔ ابھی کھڑے کھڑے آٹھ مرتبہ انہوں نے لائن کاٹی
پھر موبائل ہی آف کر دیا۔ خیریت تو ہے نا؟" ضحیٰ نے بے ساختہ ہی کہا تو وہ روہانسی ہونے لگی
"خیریت کہاں ہے۔۔۔۔ ایک رات کیا میکے میں رہ لی، ان کے مزاج ہی نہیں مل رہے۔
تم نے، بات تک نہیں کر رہے مجھ سے۔"
ضحیٰ کو ہنسی آئی۔
"پتہ تو ہے تمہیں، ہر وقت شہنشاہ جذبات بنے رہتے ہیں۔ لہٰذا تمہیں اپنی ضد کی بجائے ا
جذبات کا خیال کرنا چاہئے تھا۔"
"حد ہوگئی۔ خیر، ویسے واپسی کب تک ہے موصوف کی؟" وہ حد درجہ مضطرب تھی۔
"کل شام تک واپس آجائیں گے۔ مگر اب تم واپسی کی دوڑ مت لگا دینا۔ خواہ مخواہ سر
گے۔ یونہی شوہروں کو کھینچ کر رکھنا چاہئے۔ یہ تو چاہیں گے کہ سانس بھی ان کی مرضی کے
جائے۔" ضحیٰ نے اسے تنبیہ کی تھی۔
"ہوں۔۔۔۔ گھر میں سب کیسے ہیں؟" مبہم انداز میں کہتے ہوئے اس نے پوچھ لیا
یونہی ایک دو باتوں کے بعد فون رکھ دیا تو بے چینی پہلے سے سوا تھی۔
"کیا ہوگیا؟" کچن سے فراغت پا کر صبا لاؤنج میں آئی تو اسے سوچوں میں گم دیکھ کر
"سزا مل رہی ہے رات رُکنے کی۔" اس نے منہ بسورا تو بے ساختہ مسکراہٹ نے صبا کے
گھیراؤ کر لیا۔
"بات ہوئی انس بھائی سے؟"

کہاں ہوئی؟ ہر بار لائن کاٹ دی انہوں نے۔ شاید مجھے ان کی اجازت کے بغیر نہیں رکنا
تھا۔" وہ متفکرانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔ صبا ریلیکس ہونے کے لئے صوفے میں دھنس گئی۔
سے بولی۔
اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔ یہ چھوٹی موٹی جدائیاں محبت کو بڑھاوا دیتی ہیں۔ ایک
کی قدر معلوم ہوتی رہتی ہے۔" وہ آہ بھر کے بولی۔
ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔۔ مجھے تو ایک ہی رات میں قدر معلوم ہوگئی ہے۔"
عمل اُلٹا پڑ گیا ہے۔" صبا بے ساختہ مسکرا دی۔
جب انس واپس آئیں گے تم بھی پتہ چلے گا۔ سخت خفا ہیں مجھ سے۔" وہ بے چین سی تھی۔
سب دکھاوا ہے۔ آئندہ کے لئے وارننگ دے رہے ہیں اور بس۔ کم از کم تم تو مت ڈرو۔
ہوں گے۔" صبا نے اسے تسلی دی مگر وہ شاید خود بھی اس پہلی پہلی جدائی سے بوکھلا گئی تھی،
کر بولی۔
نہیں رہی۔ بس یہاں دل نہیں لگ رہا۔ صبح واپس چلی جاؤں گی۔ یوں بھی کل شام تک تو وہ
آ رہے ہیں۔"
محظوظ کن ہنسی نے اسے مزید خجل کیا تھا۔ چڑ کر بولی۔
مان لیا کہ میں انس کے بغیر نہیں رہ سکتی اور نہ وہ میرے بغیر۔ مگر تم دونوں تو ایک جان دو
بنے ہوئے ہو۔ ایک دن تو دور، ایک پل کی جدائی بھی گوارہ نہیں۔"
یہ میری نہیں، تمہارے بھائی کی محبت ہے۔" اس نے ہنسی کو مسکراہٹ میں سمیٹتے ہوئے مختصراً کہا
تیزی سے بولی۔
اور ان کی محبت کا کوئی انت نہیں۔"
بت مت کہو تگین! نفرت، بے زاری، دھوکا، فریب۔ ان کا تو ہر جذبہ لامتناہی ہے۔ اور تختہ
وہ دکھ سے سوچ کر رہ گئی۔
ت کے کھانے پر نوفل موجود نہیں تھا۔
ایک تو میں نوفل کی طرف سے بہت پریشان رہتی ہوں۔ اکیلا پتہ نہیں کتنی مشقت کے ساتھ
بزنس سنبھالے ہوئے ہے۔ اوپر سے بے وقت کی میٹنگز۔" صالحہ بیگم واقعی سخت متفکر تھیں۔
میٹنگ نہیں ہے امی! بزنس ڈنر پر انوائٹ تھے وہ۔" تگین نے ان کی فکر کم کرنا چاہی۔
پھر بھی ہو، جو اطمینان اور خوشی گھر میں گھر والوں کے ساتھ وقت گزار کر ملتی ہے، وہ بزنس ڈنر
پارٹی میں تو نہیں مل سکتی نا۔"
اکلوتے ہونے کا یہی تو نقصان ہوتا ہے۔۔۔۔ تمام ذمہ داریاں ایک ہی شخص کے کندھوں پر آ
ان کے لئے پلیٹ میں چاول نکالتے ہوئے صبا نے دھیمے لہجے میں کہا تو وہ آہ بھر کے رہ
جب کہ صبا سوچ رہی تھی کہ آج نوفل احمد اور ژالے آفریدی کے ڈنر کا مینیو کیا ہوگا؟

•••••

وہ دروازہ کھٹکھٹا کر اندر داخل ہوئی تو کتاب پر سے نظر ہٹا کر اسے دیکھتے ہوئے چچا جان کا دیئے۔ وہ ان کے سامنے ہی بستر پر بیٹھ گئی۔

"ابو! آپ نے بلایا تھا مجھے؟"

"کوئی اعتراض؟" وہ اب بھی مسکرا رہے تھے۔ ضحیٰ بھی مسکرا دی۔ اور بظاہر وہ جتنی بھی مطمئن کیوں نہ دکھائی دے رہی ہو، چچا جان کے اس طرح سونے سے پہلے کوئی بات کرنے کے لئے بلانے نے اس کے دل میں عجیب سے وسوسے پیدا کر دیئے تھے۔

"مجھے بھلا کیا اعتراض ہونے لگا؟ —— بلکہ میں تو خود آپ سے شکایت کرنے والی تھی کہ ان دنوں آپ کچھ زیادہ ہی مصروف رہنے لگے ہیں۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں شکوہ سموتے ہوئے ان کی مصروفیت کی نشاندہی کی تو وہ کتاب اوندھی رکھ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"مصروفیت تو صرف بزنس کی ہے۔ ورنہ تو سارا ٹائم اپنے بچوں اور گھر ہی کے لئے ہے۔"

"اب تو انس بھائی بھی آپ لوگوں کی ہیلپ کر رہے ہیں، پھر بھی۔"

"انس کو اس لائن میں ایڈجسٹ ہونے میں تھوڑا ٹائم لگے گا۔ تب تک تو یہ بار ہم دونوں بھائیوں ہی کو برداشت کرنا پڑے گا۔ خیر، تم بتاؤ، آج کل کیا مصروفیات ہیں؟" بات کرتے کرتے انہوں نے سرسری انداز میں پوچھا تو وہ جو غور سے ان کی بات سن رہی تھی، گڑبڑا کر بولی۔

"میری —— بھلا میری کیا مصروفیات ہوتی ہیں؟ بس یونہی ٹائم پاس ہو رہا ہے۔"

"تمہاری امی بتا رہی تھیں کہ آج کل تم کچن کے کاموں میں ہاتھ بٹا رہی ہو۔" وہ دلچسپی سے پوچھ رہے تھے مگر جانے کیا بات تھی کہ ضحیٰ کو ان تمام باتوں کے پیچھے کوئی اور ہی "بات" دکھائی دے رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ ابو محض تمہید باندھ رہے ہیں، بات کا روپ کچھ اور ہی تھا۔

"مجھے تو کوئی دلچسپی نہیں ان کاموں میں۔ امی ہی کو شوق ہے مجھے کوکنگ میں ماسٹرز کرانے کا۔" اس نے در پردہ شکایت کی تھی۔ مگر اس بار انہوں نے ہمیشہ کی طرح اس کی حمایت میں کچھ بولنے کے بجائے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"بیٹیوں کو ایسے کاموں میں طاق ہونا چاہئے۔ ان کے کندھوں پر تو پورے گھر کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اور کچن تو گھرداری کی بنیاد تصور کیا جاتا ہے۔"

"اب تو میں سیکھ رہی ہوں۔" اس نے جلدی سے اپنی صفائی پیش کی تو انہوں نے حوصلہ افزائی کرنے کے سے انداز میں سر ہلایا۔ پھر قدرے توقف کے بعد دوستانہ انداز میں بولے۔

"ابھی کچھ دیر پہلے معید سے میری بات چیت ہو رہی تھی۔" انہوں نے رک کر ضحیٰ کی طرف دیکھا جو دم سادھے ان کے باقی جملے کی منتظر تھی۔ مگر انہوں نے اس کی توقع کے برخلاف کچھ اور ہی سوال جڑ دیا۔

"تمہارا معید کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

...کے اعصاب تناؤ کا شکار ہونے لگے۔ تو اب امی نے یہ معاملہ ابو کے سپرد کر دیا ہے۔

...س بارے میں؟" اس کی نگاہ بے اختیار اب ان کے چہرے سے ہٹ کر ٹیبل لیمپ پر مرکوز ...جانتی تھی کہ اگلے چند لمحوں میں گفتگو کس "ٹریک" پر چلنے والی تھی۔

...معید کے بارے میں —— بحیثیت ایک انسان یا پھر کزن کے۔" وہ بے حد سکون سے پوچھ ...ضحیٰ اندر ہی اندر اتنی ہی بے چینی اور اضطراب کا شکار ہو رہی تھی۔ وہ سیکنڈز میں معید ...کی خامیاں گنوا دیتی اگر سامنے ابو نہ بیٹھے ہوتے۔

...ٹھیک ہیں۔" وہ بمشکل بول پائی تھی۔ سر جھکا کر گود میں رکھے ہاتھوں کو گھورنے لگی۔

...بھابی جان نے مجھ سے اور زہرہ سے بات کی تھی معید کے پروپوزل کے متعلق۔ ہمیں کوئی ...نہیں ہے مگر پہلے دبے لفظوں میں تمہاری امی نے اور ابھی کچھ دیر پہلے معید نے بھی صاف ...کہا ہے کہ تمہاری رضامندی کے بغیر اس پروپوزل کو قبول نہ کیا جائے تو میں نے سوچا کہ ...تم سے پوچھ لوں۔ بھلا معید پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔" ان کے لب و لہجے میں ...کے لئے بہت صاف جذبات تھے۔

...، مان، محبت اور اعتماد۔

...کے انکار کی ایک بھی راہ کھلی نہیں رہ گئی تھی۔ وہ مر کر بھی وہ تمام اعتراضات ابو کے سامنے ...سکتی تھی جن کو امی کے سامنے اٹھا چکی تھی۔

...معید ماشاء اللہ سے بے حد ہونہار اور بہترین شخص ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے اچھا کوئی ...پوزل ہو سکتا ہے۔ مجھے تم پر یہ بھی اعتبار ہے، اعتماد ہے۔ یقیناً تم بھی میری حمایت کرو گی۔ ...ایک باپ کا اپنی بیٹی کے لئے سب سے قیمتی تحفہ ایک "بہترین زندگی" ہی ہو سکتا ہے۔ اور ...یقین اور خوشی ہے کہ میں انشاء اللہ اس میں کامیاب رہوں گا۔ میری نظر میں تمہارے لئے ...بہترین اور کوئی نہیں اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے؟"

...بیٹھی تھی۔ بے حس و حرکت۔

...حسن نے صحیح معنوں میں اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کھلے پانیوں میں پھینک دیا تھا۔ لاکھ ...کے باوجود وہ ہاتھ پاؤں مار کر خود کو بچا نہیں سکتی تھی۔

...کی ہوشیاری دکھا رہا تھا وہ "ہونہار اور بہترین" شخص۔ اس کی رضامندی جاننے کا احسان بھی ...اور ساتھ ہی سارا معاملہ چچا جان کے سپرد کر کے اسے بے دست و پا بھی کر گیا تھا۔ جانتا ...وہ قیامت تک چچا جان یا تایا جان کے سامنے معید کے بارے میں ایک بھی غلط لفظ نہیں ...تھی۔

...اس میں جھجکنے یا ہچکچانے کی کوئی بات نہیں ضحیٰ! اگر تمہیں کوئی بھی اعتراض ہے تو بتا دو۔" وہ ...سے پوچھ رہے تھے۔ اگر معید حسن کی بجائے کسی ایرے غیرے کا پروپوزل ہوتا تو وہ سوچ ...بغیر واضح لفظوں میں اپنی رائے دے دیتی۔ مگر یہاں وہ جانتی تھی کہ سب فقط 'ہاں' کے

انتظار میں بیٹھے تھے۔ انکار کی صورت میں اٹھنے والے سوالوں کے طوفان کا سامنا کرنا تو آسان تو مگر ان کے جواب دینا بے حد مشکل۔ اوپر سے ابو اور تایا جان کو مطمئن کرنا، معید کے معاملے میں تو یہ ناممکن ترین بات ہی تھی۔

"تم خوش ہو اس فیصلے سے؟" وہ پوچھ رہے تھے۔ بے بسی کے مارے اس کے حلق میں آنسوؤں کا پھندا اٹکنے لگا۔

"جی ابو!" وہ چہرہ جھکائے ہوئے بمشکل بولی تو ان کا ہاتھ اس کے سر پر آ ٹھہرا۔

"جیتی رہو۔ یہ یقیناً تمہاری زندگی کا بہترین فیصلہ ہوگا۔" وہ بے حد خوش تھے۔ ضحیٰ تیزی سے اٹھ کر کمرے سے نکل آئی۔ لمحوں میں بازی اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی اور اس بات کا وہ جتنا بھی ماتم مناتی، وہ کم تھا۔

اب بھی کمرے میں بند ہو کر اس نے رونے کا شغل جاری کر دیا۔ مگر ساتھ ہی ساتھ ذہن میں الجھنیں بھی سر اٹھا رہی تھیں۔ اس کی بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ معید حسن آخر چاہتا کیا ہے؟ ہمیشہ کی طرح سب کی نظروں میں فرمانبردار بننا چاہ رہا ہے یا پھر کچھ اور؟ ——— مگر کیا؟ اور یہاں آ کر اس کی سوچ بھی جواب دے جاتی تھی۔ مگر یہ تو طے تھا کہ وہ چپ چاپ معید حسن کے ارادوں کی بھینٹ نہیں چڑھنا چاہتی تھی۔

صبح اپنی طرف سے وہ بہت جلدی اٹھ کر بنا ناشتہ کئے، معید کے کمرے میں پہنچ گئی مگر وہ آفس جا چکا تھا۔ چمچماتا کمرہ، ہر شے اپنی مخصوص جگہ پر دھری تھی۔ فضا میں پرفیوم کی دلکش خوشبو چکرا رہی تھی مگر ڈریسنگ ٹیبل پر کسی قسم کی بے ترتیبی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ ایسی ہی متوازن شخصیت کا مالک تھا۔ اس کی ذات سے کسی بھی قسم کی بے ترتیبی منسلک نہیں تھی۔

وہ تنتے ہوئے تاثرات لئے اس کی رائٹنگ ٹیبل کی طرف آئی۔ ایک طرف دو تین فائلیں کے ساتھ دھری تھیں۔

بلا ارادہ ہی اس نے رائٹنگ پیڈ اٹھا لیا تو پہلے ہی صفحے پر اس کی نظر پھسلتی چلی گئی۔

"میری خواہش ہے کہ میری دو زندگیاں ہوتیں۔ ایک میں تمہیں دے دیتا اور دوسری تمہارے لئے دے دیتا۔"

اس نے عجیب سی سنسنی محسوس کرتے ہوئے تیزی سے صفحہ الٹا تھا۔

ابھی کچھ دیر پہلے رات نے پلکیں جھکائی ہیں
مری مٹھی میں اب تک
رات کی پلکوں سے ٹوٹے کچھ ستارے ہیں
دکھوں کے استعارے ہیں
میں ان کو دیکھتا ہوں تو
میری آنکھوں میں ڈھیروں خواب

ذخیروں کے دکھ میں کوئی چہرہ سوچتے ہیں
ہر وہ چہرہ شناسا سے
کئی چہروں میں تبدیل ہوتا ہے
پھر ان چہروں سے یادوں کے کئی منظر ابھرتے ہیں
نظر میں رقص کرتے ہیں
وہ چہرے جو مری تنہائیوں کے اشک پارے ہیں
مجھے ہر حال میں خود سے بھی پیارے ہیں
سبھی چہرے تمہارے ہیں

پڑھتے پڑھتے وہ جیسے ضبط کھو بیٹھی تھی۔ ایک جھٹکے سے دونوں صفحے پیڈ سے الگ کر کے پیڈ کو پھینکا اور صفحات کے پرزے پرزے کر کے ٹیبل پر ہی بکھیر دیئے۔

"جناب پتہ نہیں کس کے عشق میں بے حال ہیں اور گھر والوں کو پھر بھی بہترین اور پرفیکٹ بنے رہے ہیں۔ جیسے معید حسن سے شادی کرنا میرے لئے عین ثواب ہے۔ معید حسن نہ ہوا، بڑی لاٹری ہو گیا جس کی جی بھر کر قدر کی جائے اور ساری عمر مجھ پر خوش قسمت ہونے کا لیبل لگا رہے گا۔"

اسے جی بھر کے غصہ آ رہا تھا معید حسن کی کمینگی پر اور اپنی بے بسی پر بھی۔ بس ایک بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ اگر معید حسن کہیں اور انوالوڈ تھا تو کس مجبوری نے اسے باندھ رکھا تھا؟ محض اپنا فرمانبردار والا امیج برقرار رکھنے کے لئے تو وہ یہ فیصلہ قطعی نہیں کر رہا تھا۔ اس بات کا ضحیٰ کو پکا یقین ہو گیا کہ اصل بات کچھ اور ہی ہے۔

"لیکن اگر تمہاری وجہ سے میری زندگی داؤ پر لگی تو میں تمہیں بھی ہنستا بستا نہیں چھوڑوں گی۔"

غصے سے سوچتے ہوئے اس نے رائٹنگ ٹیبل کے کارنر پر پڑی معید کی فریم شدہ تصویر کو انگشتِ شہادت سے دھکیل کر اوندھا کر دیا تھا۔

"اگر میرے ساتھ کوئی بازی کھیلو گے تو شکست ہی کو اپنا نصیب پاؤ گے معید حسن! کہ میں تو اپنی کشتیاں جلا کر اس بحر بیکراں میں اتروں گی۔ مگر تمہارے پاس تو نبھانے اور مان رکھنے کو بہت رشتے ہیں۔ آسانی سے تو اپنا کھیل نہیں کھیل پاؤ گے۔"

●●●●●

اقرار گئے انکار گئے ہم ہار گئے
آنکھوں سے سب آثار گئے ہم ہار گئے
اک عمر رہے ہیں جیت سے بے پرواہ لیکن
جب جیتنا چاہا ہار گئے ہم ہار گئے

آج صبح ہی سے ایک عجیب سی کیفیت میں گھری تھی۔

کب سے ____؟

تب سے جب نوفل نے اس کی کلائی کو اپنی مضبوط ہتھیلی کی گرفت میں جکڑ کر اسے خود قریب بٹھائے رکھا تھا۔

اُس نے اپنی داہنی کلائی کو بائیں ہاتھ سے ہولے سے سہلایا۔ ان دیکھی سرخی سے پورے پھوٹی پڑ رہی تھی۔

یا پھر تب سے ____ جب وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اسے لگا وہ موم ہو پگھلنے کو ہے۔

نوفل کے ہاتھ کا سرسراتا لمس کلائی پر سے ہوتا ہوا اس کی ہتھیلی پر آ کر ٹھہر گیا تھا اور دل کے تاروں کو مدھرتا سے چھیڑتا اس کا نرم لہجہ۔

وہ گھبرا کر سیدھی ہو بیٹھی۔

درحقیقت اپنی یہ کیفیت خود اس کے لئے بھی بہت نامانوس اور اجنبی سی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ صبح کے ان چند لمحوں میں ایسا کیا تھا جو اسے بار بار انہی لمحات میں لے جاتا تھا۔ نوفل احمد کی نگاہوں کا انداز، ان سے جھلکتی ایک نامانوس سی کیفیت، اس کا بلا ارادہ لمس، کم توجہ نظر۔ مگر صبا کو نہیں کیوں وہ سب یاد کر کے رونا آ رہا تھا۔

'کس قدر ذلت آمیز لگتا ہے یہ سوچنا صبا میر! کہ تم ____ ہاں تم صبا میر! محبت کرنے لگی ہو اس شخص سے جو تم پر التفات کی ایک نظر بھی ڈالنا پسند نہیں کرتا۔'

اسے لگا ساری دنیا سمٹ کر نوفل احمد کا لمس بن گئی ہو ____ اس کا چہرہ، اس کی توجہ، اس کی بن گئی ہو۔

اور صبا میر لحظہ بہ لحظہ پگھلتی جا رہی تھی۔ اس نے گھٹنوں میں سر دے لیا۔

'یا خدا! ____ کیا میرے نصیب میں اس بے مہر شخص سے محبت کرنا لکھا تھا؟'

صوفے میں دھنسی رات کے اس تنہا پل میں وہ سوچوں کے گھیرے میں گھری تھی۔ سامنے ٹی وی پر انگلش مووی چل رہی تھی مگر اس کی ذرہ برابر ادھر توجہ نہیں تھی۔ صالحہ بیگم تو نو بجے ہی سونے کے لئے لیٹ گئی تھیں۔ جب کہ نگین ابھی اس کے پاس سے اُٹھی تھی۔

تبھی تنہائی پاتے ہی ذہن نے ان انجان ساعتوں کو ٹٹولنا اور ان کا تجزیہ کرنا شروع کر دیا جو صبح ہی سے اسے عجیب سی کیفیت میں گھیرے ہوئے تھیں اور دل نے پہلی ہی بار جو جواب دیا، اس کیفیت کو جو نام دیا اس نے صبا کو ششدر کر دیا۔

محبت اور وہ بھی نوفل احمد جیسے سنگدل اور بے مہر شخص سے جو خود تو شاید اس کیفیت کے نام سے بھی ناآشنا تھا جس نے رشتوں کی آڑ میں سودے بازی کی تھی۔

مگر یہیں تو قانونِ فطرت سمجھ میں آتا ہے۔ نکاح کے دو بول ہی دو فریقین کے مابین محبت کا اٹوٹ جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ دنیاوی رشتوں میں یہ واحد رشتہ ہے جس میں مقابل کی بے انتہا

...ری دل سے اس محبت کو ختم کرنے کی بجائے اور بڑھاوا دیتی ہے۔ محبوب کی بے رُخی پل ...ہے۔ اس کی ایک نگاہِ التفات کے لئے سو سو جتن کئے جاتے ہیں پھر بھی یہ پیار اور محبت کم ...

...سوچوں میں اُلجھتی وہ جانے کب وہیں صوفے میں دھنسی نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔

...کے گیٹ کھولنے پر وہ گاڑی اندر لے آیا تھا۔ کوریڈور کے داخلی دروازے کی بیل بجانے ...اس نے حسبِ عادت ناب گھمائی تو دروازہ کھل گیا۔ اس کی پیشانی پر شکنیں پھیل گئیں۔ ...ے پہلے کبھی ایسی بے احتیاطی نہیں برتی گئی تھی۔

...آ کر اس نے دروازہ لاک کر دیا۔ لاؤنج میں آ کر وہ بے ساختہ ہی ٹھٹکا تھا۔ سامنے ہی ...وہ مجسم حُسن خوابیدہ تھا۔

...ے بے پرواہ ____ سادگی اور معصومیت کا حسین امتزاج!

...کیس صوفے پر پھینکتا، ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا وہ اس کے عین سامنے والے صوفے پر آ ...ظروں کا محور اب بھی وہی تھی۔

...ہی شب تنہائی تھی یا پھر وہی ابھی تک اس کے دل میں روزِ اول والے مقام پر براجمان تھی ...احمد خود کو اس پل پگھلتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ نظر اس کے چہرے سے ہٹنے سے انکاری تھی۔

...عجیب ہی کی تو بات تھی۔

...سراپا، یہ دلنواز اور دلربا سا سراپا اس کے کتنے قریب تھا۔ دسترس میں تھا۔ بس ایک ہاتھ ...کی دیر تھی۔

اس پل بھر کے لمس نے نوفل احمد کو آج سارے دن میں کتنی ہی بار بے ربط کیا تھا۔ دھیان ...ں کو اپنے خیال سے اُلجھایا تھا۔

...ذہن پر بدگمانی کی تہہ بہت دبیز تھی مگر انسان ہی تھا، فرشتہ نہیں۔ اور یوں بھی جسے پوری ...چاہا ہو، شدت سے چاہا گیا ہو اس کی جانب تو دل بار بار پلٹتا ہے۔

...آنکھوں میں خفیف سی سرخی اتر آئی تھی۔

...خود کو ہمیشہ ہی سے بہت مضبوط اور ناقابلِ تسخیر گردانتا آیا تھا۔ پھر ایک روز صبا میر اپنی کشش ...سے ان ساری مضبوط دیواروں کو توڑتے ہوئے اس کی ذات تک آ پہنچی تھی۔ اور اب خود ...پرواہ وہ اس کی ساری "پرواہ" سمیٹ رہی تھی۔

...اس پل نوفل احمد کی آنکھوں سے کیسے جذبوں کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں کہ وہ کسمسا کر ...سامنے بیٹھے نوفل احمد کو خود کو "سمیٹنے" کا بھی وقت نہیں ملا تھا۔ صوفے پر نیم دراز ...دھنسا وہ خود سے بے پرواہ پوری طرح اس کی ذات میں گم تھا۔

...حواس نے اسے جھنجھوڑ کر حواس کی دنیا میں لا پٹخا۔ گڑبڑا کر وہ سیدھی ہوئی، دوپٹہ کھینچ کر ...درست کیا۔ اسی اثنا میں وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

اوّل

محبت دل پہ دستک

وہ دل ہی دل میں اپنی مدہوشی پر خجل ہوتی چپلوں میں پاؤں پھنساتی اُٹھی اور ٹی وی آف کرنے لگی۔ پلٹ کر نوفل کے پاس سے گزرتے ہوئے اس کے دل میں اونچی نیچی لہریں سی موجزن تھیں اور ابھی وہ اس کیفیت کو سمجھ بھی نہیں پائی تھی کہ اگلے ہی پل اسے اپنا ہاتھ نوفل کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں محسوس ہوا۔ وہ بے ساختہ پلٹی تو بلا ارادہ ہی دونوں کے مابین موجود فاصلہ بھی سمٹ گیا۔ اس نے حواس باختہ ہو کر نوفل کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت سلگ رہی تھی۔

آگ کی صورت
ہنوں میں جلتی ہے تو دل بیدار ہوتے ہیں
کی تپش میں کچھ عجب اسرار ہوتے ہیں
ھنا یہ بھڑکتی ہے، عروسِ جاں مہکتی ہے
کے ساحلوں پر جمع ہوتی اور بکھرتی ہے
جھاگ کی صورت
آگ کی صورت

ندل کی طرح دہک کر اور بھی مشکبو ہو گئی تھی۔ یوں لگا جیسے ساری جان نوفل کے ہاتھ میں دبے ہاتھ میں اتر آئی ہو۔

نی لبوں کی لرزش، گھنی سیاہ پلکوں کا بوجھل پن اور دہک اُٹھنے والی رنگت، خود کو سنبھالنے کی میں بوکھلا تو نوفل بھی گیا تھا ـــــ مگر اس کی انا ـــــ ہاں، اس کی یہ بے جا انا اور خود ساختہ تھی جو اسے ابھی تک صبا کے سامنے جھکنے نہیں دے رہی تھی۔

اس کے سہارے پر کھڑا کرتے ہوئے وہ لمحوں میں اپنے ٹھنڈے ٹھار روپ میں لوٹ گیا تھا۔

ں دنیا میں پہنچی ہوئی ہیں آپ؟ ـــــ داخلی دروازہ بند نہیں تھا۔ جس طرح میں اندر آ گیا ی بھی آ سکتا ہے۔ حد ہوتی ہے غیر ذمہ داری کی۔"

اپنی اتھل پتھل ہوتی سانسوں میں اُلجھی کھڑی تھی، بے حد تحیر سے اسے دیکھنے لگی۔

لجھی تھی کہ پتھر پگھل کر پانی ہو رہا ہے۔ ابھی چند ساعت پہلے اس نے اس کے تمام خود ساختہ ئے محسوس کیے تھے۔ انا کے، ضد اور ہٹیلے پن کے۔ اس کی آنکھوں میں منجمد سرد مہری کو برف کی ھلتا دیکھا تھا مگر اگلے ہی پل وہ پھر سے خود میں سمٹ گیا تھا۔

ٹ کی نرمی اور آنکھوں سے جھلکتی مہربان سی چمک اس کے لب و لہجے کی سرد مہری کے پیچھے چھپ صبا کی آنکھوں میں اُترے تحیر پر پہلے بے یقینی اور پھر شدید دُکھ کا احساس حاوی ہو گیا تھا۔

ھ کہنے کی شدید خواہش کو اس نے لب بھینچ کر اندر ہی روک لیا اور تیزی سے اس کے قریب سیڑھیاں طے کر گئی۔ وہ مٹھیاں بھینچے وہیں کھڑا اپنا ضبط آزما کر رہ گیا تھا۔

●●●●●

"مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تم لوگوں نے اپنے شوہروں کا ہوا کیوں سر پر سوار کر رکھا ہے۔ نے نظر ٹیڑھی کی نہیں اور تم لوگوں کی سانس خشک ہوئی نہیں۔"

ضحیٰ مسلسل اس کا دماغ کھا رہی تھی۔

اسے نگین کا اگلے ہی روز واپسی کے لئے بھاگنا بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔

"تو اور کیا کروں؟ ـــــ انس مجھ سے بات کر لیتے تو میں انہیں سمجھا لیتی۔ اب پتہ نہیں ا غصہ تھا کہ ایک مرتبہ بھی مجھ سے بات نہیں کی۔ جب بھی فون کرتی ہوں، نمبرز پہچان کر ہی کاٹ دیتے ہیں۔" نگین نے اپنی صفائی پیش کی تھی۔

"وہ ایک مرتبہ تم سے بات نہیں کرتے، تم دس مرتبہ موڈ دکھاؤ۔ پھر دیکھنا کیسے سیدھے ہوتے صرف تمہیں ہی ان سے محبت ہے کیا؟" وہ ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی تھی مگر نگین جیسی شوہر کے عشق ڈوبی لڑکی کے لئے تو یہ سب دل دہلانے والی باتیں تھیں۔ ضحیٰ جیسے "ہلاکو خان" ٹائپ کی لڑ خیالات سُن کر ہی اسے خفقان ہونے لگا تھا۔

"انہیں بھی مجھ سے محبت ہے تبھی تو خفا ہیں۔ چاہتے ہی نہیں کہ میں ان سے دور ہو جاؤں۔" نے انس جیسے محبوب شوہر کو ان الزامات کی فہرست سے آزاد کرانا چاہا تھا۔ مگر ضحیٰ نے طنزیہ انداز میں

"مائنڈ یو نگی بی بی! ـــــ یہ بھی عورتوں پر تشدد ہی کا ایک انداز ہے۔ اسے اس کے میکے والوں دور رکھنے کا بہانہ۔ ذہنی اذیت دینے کا بہترین فارمولا ـــــ "میں ایک پل بھی تمہارے بغیر نہ سکتا۔" ہنہ ـــــ جیسے پہلے کے چھبیس ستائیس برس بے ہوشی کے عالم میں گزارے ہیں انہوں۔

اس قدر تخریب کارانہ گفتگو نے نگین کو واقعی بوکھلا دیا تھا۔ دوسرے یہ کہ معصوم سے "مان" کو تکلیف پہنچی۔

"تمہارا کیا مطلب ہے کہ انس کو مجھ سے محبت نہیں ہے؟"

"تو کیا تمہیں اپنے میکے والوں سے محبت نہیں ہے؟" ضحیٰ نے پلٹ کر وار کیا تھا۔ پھر توقف کے بعد بولی۔ "محبت کرنے والے تو محبوب کی خوشی میں خوش رہتے ہیں، صرف اپنے لئے، اپنی خوشی کے سوچنا نری خود غرضی ہے۔"

"تو ٹھیک ہے ـــــ مجھے ان کی خوشی کا خیال کرنا چاہئے تھا۔ وہ منع کر رہے تھے مجھے وہاں سے، میں نے بھی تو صرف اپنی خوشی کے لئے ہی سوچا تھا نا۔" نگین نے بڑی معصومیت سے سارا اپنے سر لے لیا تو وہ سر تھام کر بیٹھ رہی، پھر جلے کٹے انداز میں بولی۔

"بہت اچھا ہوتا ہے، پھر تم جیسی بیویوں کے ساتھ، جو شوہر کی ہر جائز و ناجائز سہہ کر انہیں سر چڑھا دیتی ہیں پھر دوسروں کے آگے روتی پھرتی ہیں۔ ساری عمر ان کی باتیں مان کر بھی ان کی اکڑ رعب ہی دیکھنا پڑتا ہے۔"

"اوہ گاڈ، ضحیٰ! تم تو لگتا ہے کہ اپنے بھائی کے نہیں کسی غیر کے متعلق گفتگو کر رہی ہو۔ انس ایسے نہیں ہیں۔" نگین کو ہنسی نے آلیا تھا۔

"بھابی! آپ اگر آپی کی باتوں میں آئیں نا تو پھر یقیناً آپ کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔"

جوان کے پیچھے صوفے پر نیم دراز منہ پر کشن رکھے بظاہر سو رہا تھا، اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولا تو ضحیٰ اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"نہیں شرم نہیں آتی لڑکیوں کی باتیں سنتے ہوئے؟"

"مجبوری ـــــ ڈیئر آپی! اب کانوں کے ڈھکن تو ہوتے نہیں کہ بند کر کے بیٹھ جاتا۔" اس نے صفائی پیش کی تھی۔ پھر نگین سے کہنے لگا۔ "آپی کی باتیں تو محض تخریب کاری ہیں بھابی! اگر انس آپ سے خفا ہیں تو ان کی خفگی دور کرنے کا بہت مجرب اور آزمودہ نسخہ ہے میرے پاس۔" وہ ہنستی بگڑی ہوئی تھی۔

"تم لوگ بھی نا بس بات کو کہاں سے کہاں لے جا رہے ہو۔ میرے میاں اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بناتے۔"

اس بار ضحیٰ اور وجدان ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے پھر ضحیٰ نے مذاق اُڑانے والے انداز میں

"بھابی صاحبہ کو ابھی اندازہ نہیں ہے کہ وہ کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں کو ایشو بنا لیتے ہیں۔"

"دیکھ لیں گے تمہارے انس بھائی کو بھی۔ ڈرنے والے تو ہم بھی نہیں۔" نگین نے مکھی اُڑانے انداز میں کہا تھا۔

رات کھانے سے ذرا پہلے جب وہ لوٹا تو اس نے سب کے بیچ نگین کو یوں نظر انداز کیا جیسے کہ بھابی نہ ہو یا وہ وہاں موجود ہی نہ ہو۔ ضحیٰ کی مسکراتی نظروں سے جزبز ہو کر اس نے معید کے شکر کرتے انس کو متوجہ کرنا چاہا۔

"انس! آئیں نا، آپ بھی کھانا کھا لیں۔"

"جاؤ معید! میں تو آج کافی ہیوی لنچ لے چکا ہوں، وہ بھی بے وقت۔" اسے مکمل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے وہ معید سے کہہ رہا تھا۔

"پھر چائے لاؤں آپ کے لئے؟"

اس کے اٹھتے ہی نگین نے فی الفور ہونٹوں پر دلکش سی مسکراہٹ پھیلائی تھی مگر وہ اس پر نگاہِ غلط ڈالے بغیر کوٹ بازو پر ڈالتا اُٹھ کھڑا ہوا۔

"موئی! کھانے کے بعد ایک کپ چائے میرے کمرے میں دے جانا۔" اپنے کمرے کی طرف جاتے اس نے آواز لگائی تھی۔

"بہت اچھا ـــــ" ضحیٰ نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے گنگ کھڑی نگین کا ہاتھ کھینچ کر اسے ڈائننگ بٹھا دیا اور دھیمی آواز میں بولی۔

"یہ اصلیت آپ کے لونگ اینڈ کیئرنگ شوہر نامدار کی۔" جبکہ نگین ابھی تک انس کی ناراضگی کا کی کوشش میں تھی، اسی پریشانی میں اس سے کھانا بھی ٹھیک طریقے سے نہیں کھایا گیا تھا۔

"وہ تو ہیوی لنچ لے کر آئے ہیں، تم بھی کم از کم اتنا تو کھاؤ کہ ان کی گرج چمک کا سامنا کر سکو" ضحیٰ اسے مسلسل چھیڑ رہی تھی اور بظاہر مسکراتی نگین کا اضطراب اندر ہی اندر بڑھتا جا رہا تھا۔

"چلو ضحیٰ!۔۔۔ جلدی سے چائے کا پانی رکھو جا کر۔"

ابھی وہ کھانے کے برتن سمیٹ کر فارغ ہوئی ہی تھی کہ چچی جان نے حکم صادر فرما دیا۔ ویسے تو شاید ڈھٹائی دکھا ہی دیتی مگر آج کل وہ اسے ذرا سی بھی چھوٹ دینے کو تیار نہیں تھیں۔ ان کا بس جو چل رہا تھا کہ جادو کے زور سے اسے "ماہر امور خانہ داری" بنا ڈالیں۔ اور ستم یہ کہ کوئی انہیں منع بھی نہ کرتا تھا۔

وہ انس کے لئے چائے نکال رہی تھی جب معید اپنا کپ لئے ڈائننگ ٹیبل کے پاس چلا آیا جہاں سب کے لئے چائے بنا رہی تھی جبکہ باقی لوگ اب لاؤنج میں ٹی وی کے سامنے براجمان تھے۔

"میری چائے میں صرف ایک چمچ چینی ۔۔۔ شاید میں نے تمہیں پہلے بھی بتایا تھا۔" وہ ورا سے کہہ رہا تھا۔ ضحیٰ تو یوں بھی بھری بیٹھی تھی، بظاہر بڑے عام سے انداز میں بولی۔

"میں نے کبھی غیر متعلق باتوں پر توجہ نہیں دی، یاد رکھنا تو بہت دور کی بات ہے۔"

"او کے۔ مگر دوسرا کپ تو بنا کر دے سکتی ہو نا۔" وہ ٹھنڈا ٹھار تھا۔ ضحیٰ تلملا کر رہ گئی۔ اندر کا غبار نکالنے کی راہ ڈھونڈ رہا تھا مگر مقابل کوئی موقع دینے کو تیار ہی نہیں تھا۔

"میں انس بھائی کو چائے دینے جا رہی ہوں۔" نافرمانی کا ایک طریقہ بروقت سوجھا مگر نگین اسی وقت آ ٹپکی۔

"تم معید بھائی کے لئے چائے بناؤ، ان کے لئے میں لے جاتی ہوں۔"

ضحیٰ نے اسے خفیف سا گھورتے ہوئے کپ تھمایا اور مجبوراً معید کے لئے دوسرے کپ میں چائے نکالنے لگی۔

"چینی صرف ایک چمچ۔" وہ یاد دہانی کرا رہا تھا۔ وہ خود پر بہت ضبط کرتے ہوئے یونہی جھکی چائے اس کے سامنے پٹخ کر اٹھ گئی مگر وہ کچھ کہے بغیر خود چائے میں چینی ملانے لگا جیسے کوئی بات ہوئی ہی نہ ہو۔ ضحیٰ کے اندر بھونچال سا اٹھ رہا تھا۔ جی چاہ رہا تھا معید حسن کوئی بات کرے۔ کوئی ایک طنز اور وہ چیخ چلا کر اپنا سارا غبار نکال لے۔ ویسے نہیں تو یونہی سب کو پتہ چل جائے کہ یہ شخص ضحیٰ کو میرے کس قدر ناپسندیدہ ہے۔ مگر وہ تو جیسے ہفتہ خوش اخلاقی منانے کی قسم کھائے بیٹھا تھا۔ الٹا ضحیٰ کو اپنا فشار خون بلند ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

●●●●●

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو انس کپڑے تبدیل کئے بستر پر دراز آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ نگین کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ لیجئے جناب! گرما گرم چائے۔" سائیڈ ٹیبل پر چائے کا کپ رکھتے ہوئے وہ خوش دلی سے بولی تو وہ فوراً آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے پاس بیٹھ رہی تھی۔

میں نے تم سے تو نہیں کہا تھا۔" بہت بے اعتنائی سے بھرپور لہجہ تھا۔ نگین نے مسکرا کر کہا۔
ہارے درمیان موجود رشتہ "کہنے" اور "کہلوانے" کا متقاضی نہیں ہے۔"
کلر کے لباس میں سیاہ بالوں کے بیچ مسکراتا چہرہ لئے وہ انس کے دل کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔
اتی جلدی ماننا نہیں چاہ رہا تھا، طنزاً بولا۔
ہوں۔۔۔ تو آپ بھی یہ بات سمجھتی ہیں؟"
ی۔ نہ صرف سمجھتی ہوں بلکہ آپ کو بھی سمجھانا چاہتی ہوں کہ ہر رشتے کا ایک مقام اور اہمیت ہوتی
ں کا خیال رکھنا اور نبھانا بہت ضروری ہوتا ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہی تھی۔
چار دن اور نبھا آئیں رشتے داریاں۔ میاں جائے بھاڑ میں۔" وہ تنک کر کہتا سیدھا ہو بیٹھا۔
بے ساختہ پیچھے کھسکی۔
یہ تو اب آپ خواہ مخواہ بات بڑھا رہے ہیں۔ شادی کے بعد صرف شوہر ہی سے تو رشتہ نہیں رہ
ر بھی آفاقی رشتے ہوتے ہیں جن کے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔"
اچھا۔۔۔ اب میرے کان مت کھاؤ۔ مان لیا کہ میرے بغیر تم بہت اچھے طریقے سے رہ سکتی
ں ہی بے وقوف ہوں جو دن رات تمہیں سوچتا رہتا ہوں۔" وہ چڑ کر بولا تو نگین کو اس کی خفگی اور
سی آنے لگی۔
آپ تو پرانے عاشقوں سے بھی بازی لے گئے ہیں انس!۔۔۔ میں دو دن میکے میں رہ لی تو اس
ب یہ ہوا کہ مجھے آپ سے محبت نہیں؟"
ہاں۔" وہ قطعیت سے کہتا نگین کو حیران و پریشان کر گیا۔ "اگر تمہیں مجھ سے محبت ہوتی تو تم ایک
میرے بغیر وہاں نہ رکتیں۔"
کمال ہے انس! اتنی چھوٹی سی بات سے آپ اتنا بڑا نتیجہ نکال رہے ہیں۔" وہ اب الجھنے لگی تھی۔
زاق بھی کر رہا تھا تو بہت سنجیدگی سے۔
تمہارے لئے یہ چھوٹی بات ہوگی، میرے لئے نہیں ہے۔ جب میں تم سے کہہ رہا تھا کہ تم واپسی
ے ساتھ آؤ گی تو تم نے میری بات کیوں نہیں مانی؟"
لمحوں تک وہ خاموشی سے انس کا چہرہ دیکھتی رہی۔ وہ ابھی بھی ناراض تھا۔
اوکے، آئی ایم سوری۔" وہ یکلخت ہار مان گئی تھی۔ اب انس کے پاس بھی مزید ناراض رہنے کا
ازنہیں رہا تھا۔ تبھی تو وہ پل میں فاصلے سمیٹ گیا۔
ہت بے وفا ہو تم نگی!"
اب شکوے شکاتوں پر اتر آیا تھا اور گزرے دنوں اس کی جدائی میں خود پر بیتنے والی کیفیت کی
ناتے ہوئے وہ از حد جذباتی ہو رہا تھا۔ اسے کبھی ہنسی آ رہی تھی اور کبھی اس کی بے پایاں محبتوں
محسوس ہونے لگا۔
اب تو پروف ہو گیا ہے نگی! میں تمہارے بغیر بالکل بھی نہیں رہ سکتا۔" وہ قطعیت سے کہہ رہا

تھا۔

''اور میں بھی۔ تبھی تو دوسرے ہی دن وہاں سے بھاگ آئی تھی۔'' وہ مدھم سی ہنسی کے ساتھ بولی
انس کی محبت کو جیسے دوام مل گیا۔

●●●●●

''نوفل احمد! تم تو بزنس میں ہی غضب کے مصروف تھے، اوپر سے یہ ژالے آفریدی والا ——! مطلب ہے کہ ماڈلنگ کا چکر پا کر تو اور بھی عید کا چاند ہو گئے ہو۔''

آج بہت دنوں کے بعد رات کے کھانے پر سب اکٹھے ہوئے تھے۔ ادینہ نے جس انداز میں کہا کیا وہ صبا کے دل کو بہت لگا تھا۔

''یہی تو میں بھی اسے کہتی ہوں۔ ان چکروں سے گھر زیادہ ضروری ہے۔ بس اب جس ایڈ کی بات ہو چکی ہے، اس کے بعد خبردار جو کبھی اس فیلڈ کے بارے میں سوچا بھی تو۔'' صالحہ بیگم کو واقعی نوفل کی از حد مصروف زندگی دیکھ کر غصہ آنے لگا تھا۔ اوپر سے صبا اور اس کے مابین تناؤ کی سی کیفیت اب انہیں بہت اچھی طرح سمجھ میں آنے لگی تھی جس کا ماخذ انہیں نوفل کی ماڈلنگ کا فیصلہ ہی لگا تھا۔

''ابھی فی الحال تو کل ہم لوگ مری جا رہے ہیں، ایڈ کی شوٹنگ کے سلسلے میں۔ کم از کم اچھی طرح وش تو کر دیں۔'' وہ انہیں بہلانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''تھینک یو۔'' سالن کا ڈونگا پکڑتے ہوئے اس نے ایک نگاہ صبا کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی تھی۔

''بھابی بھی ٹھیک کہتی ہیں۔ شادی شدہ بندے کے لئے گھر والوں کی زیادہ اہمیت ہونی چاہئے تمہیں پہلے ہی کون سا وقت ملتا ہے گھر والوں کے ساتھ بیٹھنے کا۔'' زرینہ بیگم نے مدبرانہ انداز میں کہا ادینہ انہیں خشمگیں نگاہوں سے گھورنے لگی۔ بنے بنائے گیم کو بگاڑنے میں تو ان کا ثانی ہی کوئی نہیں تو

''ساری عمر گھر والوں کے ساتھ ہی تو بیٹھنا ہے۔ آپ لوگوں کو پتہ نہیں کون سے وہم ستار ہیں۔ ایک میری مسز ہیں، دیکھیں کتنے آرام سے بیٹھی ہیں۔ نہ فکر، نہ وہم۔'' وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

صالحہ بیگم نے خاموشی سے کھانا کھاتی صبا پر ایک نظر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

''کتنے دنوں کے لئے جا رہے ہو؟''

''کم سے کم چار دن اور زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے لئے۔'' وہ اب اپنے لئے پلیٹ میں چاول نکال رہا تھا، پھر صبا سے مخاطب ہوا۔ ''یہ کباب دیں گی پلیز!''

صبا نے خاموشی سے پلیٹ اٹھا کر اس کے ہاتھ میں تھما دی۔

ان دونوں کی حرکات و سکنات کو گہری نظروں سے دیکھتی صالحہ بیگم کو نوٹ کرتی ادینہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ایک تو نوفل اپنی بیوی سے مخاطب ہوتے وقت بھی حفظِ مراتب کا اس قدر خیال رکھتا ہے گویا اور کی بیوی سے مخاطب ہو۔'' وہ با آواز بلند بولی تو نوفل محض مسکرا کر رہ گیا۔

''تو ٹھیک ہے نا بھئی۔ بیویوں نے ایسا کیا گناہ کیا ہے کہ انہیں عزت و احترام نہ دیا جائے۔'' صبا نے آرام سے ادینہ کی بات کو آگے بڑھایا تھا۔

''احترام اپنی جگہ، مگر وہ جو دوستانہ سی بے تکلفی ہوتی ہے اس کا ایک اپنا ہی حُسن ہوتا ہے۔'' ادینہ ہم کسی کرید میں تھی۔

نوفل نے کھانا ختم کر کے پلیٹ پرے کھسکائی اور صبا کو گلاس میں پانی ڈالنے کا اشارہ کرتے ہوئے ذرا تیکھے انداز میں بولا۔

''بھئی اب میں وہ حُسن تمہیں دکھانے سے تو رہا۔ بہت کچھ پرسنل بھی ہوتا ہے۔'' بات کچھ بھی نہیں تھی اور نہ ہی با مطلب تھی۔ اگر صبا اور نوفل کے تعلق کی نہج کو سامنے رکھا جاتا تو وہ فقط بات ''پھینک'' رہا تھا مگر یہاں ان نفوس کے درمیان اس معنی خیز جملے کا جو مطلب نکل رہا تھا، اسے محسوس کر کے صبا کا دل بھی بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا تھا۔

اس نے جیسے وصل کی کسی حکایت کی جانب اشارہ کیا تھا اور کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی صبا اپنے آپ میں سمٹ سی گئی۔

''صبا بھی جا رہی ہے نا تمہارے ساتھ؟'' صالحہ بیگم نے پُرسکون انداز میں گویا ہلچل سی مچا دی۔ ادینہ کے ساتھ ساتھ صبا نے بھی ایک دم سے نوفل کی طرف دیکھا جو ان کی بات سن کر اب پُرسوچ انداز میں گھونٹ گھونٹ پانی حلق میں اتار رہا تھا۔ پھر گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے ان کی طرف دیکھ کر قصداً مسکرا دیا۔

''پہلے تو میں نے بھی یہی سوچا تھا۔ پھر خیال آیا کہ آپ اکیلی رہ جائیں گی۔ اس لئے میں نے یہ آئیڈیا مسترد کر دی۔''

''اب تم ساری عمر میرے متعلق سوچ کر صبا کی حق تلفی تو نہیں کرتے رہو گے نا۔ خدانخواستہ میں اس کو یہاں اپنی دیکھ بھال اور خدمت کے لئے تو لے کر نہیں آئی ہوں جو تم اسے یوں میرے ساتھ چھوڑ رہے ہو۔ میرے پاس زرینہ ہے، ادینہ ہے، نگین آ جاتی ہے۔ تم اپنا پروگرام تبدیل مت کرو۔ صبا کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ، جب سے بیاہ کے آئی ہے کھلی ہوا میں سانس تک نہیں لیا اس نے۔ کیا خاک خیال رکھتے ہو تم اس کا؟ یہی اچھی ہے جو اتنے صبر سے برداشت کر رہی ہے۔ کوئی اور ہوتی تو تمہاری ماں کو تمہارے سر پر ڈال کر میکے جا بیٹھتی۔'' انہوں نے بہت اچھی طرح دل کا غبار نکالا تھا۔ نوفل دنگ سا انہیں دیکھ رہا تھا۔

''امی ——!'' صبا خود اس صورت حال پر گڑبڑا سی گئی تھی۔ اتنی محنت سے نوفل کا کھیلا جانے والا ''ہیپی لائف'' ڈرامہ فلاپ ہو رہا تھا۔

''امی! میں تو محض آپ کے خیال سے.......'' وہ سنبھل کر کہنے لگا تھا کہ صالحہ بیگم سنجیدگی سے اس کی بات کاٹ گئیں۔

''ماں کے ساتھ ساتھ تم پر بیوی کا خیال بھی فرض ہے نوفل! اور تم تو اتنے سمجھدار ہو کہ مجھے تمہیں یہ

بات سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں۔"

"آپ بھی کمال کرتی ہیں ممانی جان! وہاں جا کر نوفل کو تو اپنی ریکارڈنگ میں مصروف ہو جانا ہے اور صبا بے چاری اکیلی مزید بور ہو گی اتنے سارے اجنبی چہروں میں۔" ادینہ نے سرتاپا صبا کی ہمدردی میں ڈوب کر مسئلے کو ایک نئے زاویے سے ان کے سامنے رکھا تھا۔

"اتنے سارے اجنبی چہروں میں نوفل جتنا اس کا اپنا ہے اتنا اور کوئی بھی نہیں ہوگا۔ اس گھر میں بھی تو یہ نوفل ہی کے باعث ہے۔ باقی ہر رشتہ تو اس کے بعد آتا ہے۔" وہ اٹل انداز میں کہتی صبا کا دل بھرا گئیں۔

اس سے ان کی محبت اور مخلصی کو صبا نے پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔

"او کے ـــــ آپ تو جذباتی ہی ہو گئی ہیں۔ میں نے کب انکار کیا ہے ان کو لے جانے سے۔ کہا نا، صرف آپ کے خیال سے کہہ رہا تھا۔ مگر اب آپ خود کہہ رہی ہیں تو میں پھر سے پہلے والا پروگرام ہی رکھ لیتا ہوں۔" اتنی جلدی خود کو کمپوز کر لیتا تھا یہ بندہ کہ حد نہیں۔ مسکرا کر نرمی سے بولا تو صالحہ بیگم کا ہاتھ اس کے سر پر ٹھہر گیا۔

"خوش رہو۔"

"میں تبھی خوش رہوں گا جب آپ خوش رہیں گی۔" ان کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگاتے ہوئے بولا تو انہوں نے فی الفور کہا۔

"اور میں تبھی خوش رہوں گی جب میری بہو کو تم خوش رکھو گے۔"

وہ لب بھینچ کر خفیف سا مسکرایا تھا پھر ایک نظر صبا پر ڈال کر بولا۔

"لگتا ہے خوب شکایتیں ہوتی ہیں میری۔" اس کے عام سے انداز کے پیچھے سلگتی کیفیت صبا کو بہت اچھی طرح محسوس ہوئی تھی۔ مگر وہ نظر انداز کیے اپنا کھانا ختم کرتی رہی۔

"مجھے تو حسرت ہی رہی کہ کبھی یہ تمہاری شکایت کرے۔ اس کے منہ سے تو کبھی اُف تک نہیں نکلی۔" صالحہ بیگم نے صاف گوئی سے کہا تو وہ دوبدو بولا۔

"اس بات کو آپ پازیٹو بھی تو لے سکتی ہیں کہ میں نے کبھی انہیں کوئی تکلیف ہونے ہی نہیں دی۔"

"جی امی! آپ بالکل بے فکر رہیں۔ میں یہاں بہت خوش ہوں۔ رہی بات گھومنے پھرنے کی تو میں خود اوائیڈ کرتی ہوں۔ مجھے گھر میں رہنا زیادہ اچھا لگتا ہے۔" اپنی ازدواجی زندگی کو یوں ڈسکس ہوتے دیکھنا صبا کے لئے ایک تکلیف دہ مرحلہ تھا۔ اسے ہر پل لگ رہا تھا کہ ابھی نوفل کا ضبط جواب دے گیا تو وہ اسے بے مایہ کرنے میں پل بھی نہیں لگائے گا۔ سو نہ چاہتے ہوئے بھی اسے بہت اچھی بیویوں کی طرح اپنے شوہر کو ڈیفنڈ کرنا پڑ گیا تھا۔

"تم بس اپنی پیکنگ کرو۔ بھلا اور کون سے دن ہوتے ہیں گھومنے پھرنے کے۔ کل کلاں کو بچے ہو گئے تو فرصت کو ترسو گے۔"

صالحہ بیگم نے ڈپٹ کر کہا تو ان کا اگلا جملہ سن کر صبا کو اپنے بے وقت بولنے پر جی بھر کر افسوس ہوا۔

چہرے سے ٹپکتی تمتماہٹ وہ تو کیا یقیناً باقی سب بھی نوٹ کر رہے ہوں گے۔

"میں سویٹ ڈش لاتی ہوں۔" وہ فوراً ہی اٹھ گئی تھی۔ ادینہ بدمزہ سی ہو کر نیپکن سے ہاتھ صاف کر رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بازی الٹ کر صبا کے حق میں چلی گئی تھی اور وہ کچھ نہیں کر پائی تھی۔

"اور جو نوفل کی سوئی محبت جاگ اٹھی تو؟" اس کے دل میں ایک نئی بے چینی جاگ اٹھی تھی۔

نوفل کمرے میں داخل ہوا تو وہ وارڈ روب کھولے کھڑی تھی۔ کھٹکے کی آواز پر چونک کر دیکھا تو وہ جوتے اتارتا بستر پر لیٹ رہا تھا۔

"آج کل موسم کیسا ہے مری کا؟ تا کہ اس کے مطابق کپڑے رکھوں۔" جس طرح وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا تھا اس سے صبا کو لگا کہ وہ اس سے اس سوال کی توقع نہیں کر رہا تھا۔

"بہت شوق ہو رہا ہے تفریحی ٹور پر جانے کا۔" اس کی سردمہری کے باوجود صبا اس کی چڑ کو محسوس کر رہی تھی۔ بلا ارادہ ہی ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ گئی۔

"کیا نہیں ہونا چاہیے؟ شادی کے بعد آپ کے ساتھ پہلی مرتبہ کہیں جا رہی ہوں۔" فوراً پوچھا تو اس کے چہرے پر استعجاب اتر آیا۔ صبا کا انداز بالکل ایسا ہی تھا جیسے ان کے مابین بہت دوستانہ روابط ہوں۔

"یہ زبردستی کا سودا ہے۔ مائنڈ اِٹ۔" وہ جتانے والے انداز میں بولا تو لحظہ بھر کے توقف کے بعد سرسری لہجے میں بولی۔

"آپ یہ بات کسے سمجھاتے رہتے ہیں؟ ـــــ مجھے یا خود کو؟"

نوفل کی نگاہ بہت جانچتی ہوئی اور بارادہ تھی۔ صبا کو لگا شاید وہ بھڑک اٹھے۔ مگر اس کے خیال کے برعکس وہ بڑے معتدل لہجے میں بولا۔

"ان دنوں وہاں موسم کافی ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ سردیوں کا اسٹارٹ ہے اس لئے بارشوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی مناسبت سے پیکنگ کر لیں۔"

"آپ کو اگر کوئی خاص کپڑے رکھنے ہوں تو؟" وہ پلٹتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"اوپر والے کیبنٹ میں جو دو سوٹ پیک پڑے ہیں وہ یاد سے رکھئے گا۔ بس باقی کوئی سے بھی دو۔" ناچار اسے کہنا ہی پڑا تھا۔ وارڈ روب میں سے کپڑے نکالتی صبا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

●●●●●

"کیا عیش ہیں بھئی۔ صبا بیگم مری کی سیریں کرتی پھر رہی ہیں۔ مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے نوفل بھائی کو اس فیلڈ میں آنے کی اجازت کیسے دی؟" ضحیٰ کو جب سے اس سلسلے کا پتہ چلا تھا تب سے بے لاگ تبصرے کیے جا رہی تھی۔

"اُف ـــــ میں تو سب کو بتاؤں گی کہ اس ایڈ میں میرے بہنوئی کام کر رہے ہیں۔" حمرہ نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

وجدان نے نظر بھر کر اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا پھر آرام سے پوچھنے لگا۔

"تو اس میں تمہارا کیا کمال ہے؟"

"یہ کمال کیا کم ہے کہ میں ان کی سالی ہوں۔" اس نے تفاخر سے پُر انداز میں کہا تو وہ اسے چڑانے والے انداز میں گہری سانس بھر کے بولا۔

"بے چارے نوفل بھائی......"

"یہ کیوں کہا تم نے ____؟" وہ ٹھٹکی تھی۔

"بس یونہی۔" وجدان جیسے کترایا تھا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کچھ چھپانا چاہ رہا ہو۔

"لو جی ____ اب تو ممکن ہی نہیں کہ بات معلوم کئے بغیر حمرہ بی بی کو رات کی نیند بھی پڑ جائے۔"

وجدان اٹھ کر چل پڑا تو وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

"بتاؤ نا وجی!"

"تم یہ بھی تو دیکھو کہ نوفل بھائی کو اس فیلڈ میں آنے کی اجازت دینے کے بعد وہ خود بھی ان کے ساتھ ساتھ ہے۔" تگین نے ضحیٰ کی فکر دور کرنی چاہی تھی۔

"بھئی کچھ بھی ہو، میاں خوب صورت ہو تو اسے خود بھی بہت زیادہ نہیں دیکھنا چاہئے، کجا اسکرین چپکانا۔ یہ تو نرا رسک ہے۔ لڑکیاں تو دل لگا کر ان کا ایڈ دیکھیں گی بلکہ جس پراڈکٹ کا ایڈ ہوگا، دیکھنا اس سال ریکارڈ سیل کرے گی۔" وہ بڑے تیقن سے کہہ رہی تھی۔ تگین ہنسنے لگی۔

اسی وقت چچی جان، تگین کے کمرے میں چلی آئیں۔

"تم یہاں بیٹھی باتیں بگھار رہی ہو۔ اور وہ جو کھیر رکھی تھی چولہے پر اس کا کیا ہوا؟" وہ غصے میں تھیں۔ ضحیٰ تکیہ پرے پھینکتی ہڑبڑا کر اٹھی۔

"وہ تو میں دھیمی آنچ پر رکھ آئی تھی گاڑھی ہونے کے لئے۔"

"وہ بن بھی چکی اور آپا نے ڈونگوں میں نکال بھی دی۔" انہوں نے طنز کیا تو وہ سمجھے بغیر تشکرانہ انداز میں بولی۔

"شکر ہے، تائی جان نے بچا لیا۔"

"بس یونہی بچتے بچاتے عمر گزار دینا۔" چچی جان جل کر بولی تھیں۔ پھر اسے شرم دلانے والے انداز میں بولیں۔ "یہ اپنی تگین ہی کو دیکھ لو، اسے بھی تو کوکنگ نہیں آتی تھی مگر اسے کم از کم شوق تو ہے سیکھنے کا۔ جب سے اس گھر میں آئی ہے انس کے لئے ایک سے ایک ڈش بنانے کی کوشش کرتی رہتی ہے۔"

"تو اس میں تگین کا کیا کمال ہوا۔ کمال تو انس بھائی کے معدے کا ہے جو اس کی بنائی ہوئی ڈشز ہضم کر جاتا ہے۔" اس نے شرارت سے کہا تو تگین ہنسنے لگی۔

"بس اپنی ہی بک بک کرتی رہنا۔ چلو جاؤ، معید کے چند دوست آئے ہیں، ان کے لئے چائے بناؤ۔" انہوں نے چڑ کر کہتے ہوئے آرڈر دیا تو اس کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

"لو جی ____ اب اس کے دوستوں کے لئے بھی میں ہی چائے بناؤں۔ یہ اچھی بیگار ہے بھئی۔"

تنی بار کہا ہے کہ تُو تڑاخ سے بات مت کیا کرو معید کے ساتھ۔ انس سے ایک دو ماہ ہی چھوٹا ہے ے تو پورے چار سال بڑا ہے۔" چچی جان نے ہمیشہ کی طرح اسے گھرکا تو وہ سرتا پا سلگ اٹھی۔

بڑے رسان سے بولی۔

"اچھا تو کتنے دوست آئے ہیں "معید بھائی" کے؟"

کو بڑے زور سے ہنسی آئی تھی۔ خود چچی جان بھی جز بز ہو کر رہ گئیں۔

"بہت بدتمیز ہوگئی ہو تم۔ چلو جلدی سے کچن میں۔"

"جا رہی ہوں ____ اتنی تمیز سے تو بلا رہی ہوں، اب کیا سرتاج کہہ کر......" اس نے تیز لہجے میں کہا مگر بیچ جملے ہی میں دانتوں تلے زبان دبالی۔ جملہ ہی کچھ اتنا فضول تھا۔ تگین کے قہقہے پر خجل منہ پھلائے کمرے سے نکل گئی تھی۔

نہیں کب یہ عقل سے کام لینا شروع کرے گی۔" چچی جان سخت نا امید تھیں۔

"آپ بیکار میں فکر کر رہی ہیں۔ تھوڑی سی لاپرواہ اور غیر ذمہ دار ہے، اور کچھ نہیں۔ میں بھی شادی یونہی ہر کام سے بھاگتی تھی۔" تگین نے انہیں تسلی دی مگر انہیں ضحیٰ پر کوئی خاص اعتبار نہیں تھا۔

ذرا جا کر دیکھوں، پھر سے کہیں اِدھر اُدھر نہ بیٹھ جائے۔" وہ چلی گئیں۔

کی بات پر مسکرایا جا رہا ہے، وہ بھی اکیلے اکیلے؟" انس کی آمد بہت اچانک تھی۔ وہ ڈر سی گئی۔

کرا دی۔

پ کب آئے؟" اس کے ہاتھ سے کوٹ اور بریف کیس تھامتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو ڑ کر بولا۔

ار تبہ کہا ہے کہ جب میں آفس سے لوٹوں تو ایک اچھا سا استقبال کیا کرو۔"

اس کا کوٹ ہینگر میں لٹکاتے ہوئے پلٹی تھی۔

ہوئے استقبال کو آپ استقبال نہیں مانتے؟"

تم بھی نا، اتنے مہینے میرے ساتھ رہ کر بھی کچھ نہیں سیکھا تم نے۔" وہ قدرے جھنجلایا تو وہ کا دروازہ بند کرتی ہنستے ہوئے اس کی طرف آئی جو اسی فارمل سی ڈریسنگ میں بیچ بستر کے ٹانگیں لٹکائے دراز ہوگیا تھا۔

"انس! اگلی لو اسٹوری آپ کی اور میری ہونی چاہئے، ہیر رانجھا اور لیلیٰ مجنوں وغیرہ کے بعد۔"

قدموں میں بیٹھ کر اس کے جوتوں کے تسمے کھولنے لگی تو اس کا مطلب پا کر وہ ایک دم سے ساتھ ہی اس کا بازو تھام کر اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے جھنجلا کر بولا۔

بار کہا ہے کہ میرے شوز کو ہاتھ مت لگایا کرو۔ سخت اَن رومینٹک حرکت ہے یہ۔"

"____" تگین کو بے ساختہ ہنسی آئی۔ "یہ کیا چھوٹی چھوٹی باتوں میں آپ رومینس ڈھونڈتے میں تو یونہی آپ کی تھکن کے خیال سے......" وہ کہہ رہی تھی جب وہ اس کی بات کاٹ

"اسی "خیال" کو رومینس کہتے ہیں میری جان! مگر تمہیں اس کا سلیقہ نہیں ہے۔ اگر تم میری فکر
خیال کر کے میرے رقیب جوتوں کو ہاتھ لگانے کی بجائے یہی خوب صورت ہاتھ میرے بالوں
پھیرتیں......"

"جی ____ اور دھیرے سے آپ کی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے شرٹ کے اوپری دو بٹن کھول د
وغیرہ۔ یہ سب باتیں میں آپ کے منہ سے ہزاروں بار سن چکی ہوں۔" وہ اس کی بات کاٹ کر
اُڑانے والے انداز میں بولی تو وہ بدمزہ ہو کر اسے گھورنے لگا۔

"تم کبھی نہیں سدھر سکتیں نگی!"

"اوفوہ ____ بگڑے ہوئے تو آپ ہیں، نا کہ میں۔ یہ سارا قصور اس کیبل کا ہے۔ عماد بھائی
رہے تھے کہ ان سے پہلے آپ جناب ڈیمی مور پر فریفتہ تھے، انہی کی موویز دیکھ دیکھ کر آپ نے
دماغ خراب کیا ہوا ہے۔" نگین نے بھی ادھار نہیں رکھا تھا۔

"تو کیا غلط ہے۔ انسان اپنی بیوی سے رومینس نہیں کرے تو اور کس سے کرے؟" اس نے
بحث شروع کی تھی۔

نگین نے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"اس موضوع پر تو آپ ایک ہزار ایک دلیل دے سکتے ہیں۔"

"بے وقوف لڑکی! اپنے شوہر کو قابو میں رکھنے کا یہ بھی ایک گُر ہے۔"

"اوفوہ ____ آج آتے ہی کیا فضول بحث شروع کر دی آپ نے۔ چلیں جلدی سے کپڑے
کریں، آج میں نے اپنے ہاتھ سے آپ کے لئے کھانا بنایا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے موضوع
مگر انس کا موڈ نہیں بدل پائی تھی۔

"کام کی بات تو تمہیں اچھی لگ ہی نہیں سکتی ہے۔"

وہ جلتا بھنتا کپڑے بدلنے واش روم میں چلا گیا تو وہ باہر سے چلائی۔

"کبھی اس بات میں بھی رومینس کو محسوس کر لیا کریں۔ کھانا میں نے خود آپ کی خاطر بنایا
آپ کے کہنے سے پہلے آپ کے کپڑے واش روم میں لٹکا رکھے ہیں۔"

"یہ کام تو ہر بیوی کرتی ہے۔" وہ اندر سے بولا تو نگین نے تصحیح کی۔

"ہر بیوی نہیں بلکہ ہر اچھی بیوی کرتی ہے۔"

وہ کپڑے تبدیل کر کے باہر نکل آیا۔

"بیوی اس وقت تک "اچھی بیوی" نہیں بن سکتی جب تک کہ اس کا شوہر اس کے اچھے ہو
سند جاری نہ کر دے۔" وہ جتانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ مگر نگین نے اس کی بات کا کوئی اثر
لیا۔

"بھئی آپ نہ بھی کہیں، خود مجھے پتہ ہے کہ میں کتنی اچھی ہوں اور کتنی بری۔ اب چلیں
کھانے۔"

"بڑی خودستائش ہو تم نگی! اپنی تعریف میرے لئے بھی رہنے دیا کرو۔" وہ آئینے کے سامنے کھڑا
...رتا طنزاً کہہ رہا تھا۔

"خودستائش نہیں، خود آگاہ۔ یونہی تو آپ میرے پیچھے پاگل نہیں ہو گئے۔" آئینے میں اس کی
...کتے ہوئے نگی نے اس کی دیوانگی پر چوٹ کی تو وہ جیسے تڑپ کر پلٹا تھا۔ اسے مسکراتے دیکھ کر اور
...جلا۔

"تمہارے پیچھے نہیں بلکہ تمہیں سمجھا سمجھا کر پاگل ہو گیا ہوں۔ لڑکیاں تو پتہ نہیں کس کس کے ساتھ
...لیتی ہیں۔ اور ایک تم ہو جسے شوہر کے ساتھ افیئر چلانا نہیں آتا۔"

اس کی بات سن کر نگین نے ہنسنا شروع کر دیا تھا۔

"او گاڈ!" وہ یونہی ہنسی کے درمیان اسے مزید تنگ کرنے کی خاطر بولی۔ "یعنی اب میں ایک
شدہ بندے کے ساتھ افیئر چلاؤں؟"

"نگی! تم......" اس کی بات سمجھتے ہوئے وہ دانت پیستا اس کے پیچھے لپکا تو وہ دروازہ کھول کر تیزی
...بھاگ گئی۔

لاؤنج میں اور ہی منظر سب کا منتظر تھا۔ محترم معید حسن صاحب، ضحیٰ بی بی کے کان صاف کر رہے

"تمہیں کہا کس نے تھا وہ نادر و نایاب چائے بنانے کو؟ بلکہ اسے چائے کے علاوہ اور کسی بھی نام
...را جا سکتا ہے۔" وہ سخت لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تمہارے لئے......" وہ بھبک کر بولنے لگی تھی جب ایک دم سے انس
...سامنے آ کر اسے روک گیا۔ وہ اسے دیکھ کر خجل سی ہو گئی تھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا؟"

"وہ ____ میں تو یونہی ____"

"معید بڑا ہے تم سے۔ تمیز سے بلایا کرو۔ اور اگر یہ ڈانٹ رہا ہے تو کسی وجہ سے نا۔ آگے سے
...لنے کا مطلب؟" وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

نگین کو سرخ چہرہ لئے کھڑی ضحیٰ پر ترس آنے لگا۔

"میں نے کون سا کوکنگ میں جھنڈے گاڑھ رکھے ہیں۔ سبھی کو غصہ آتا ہے کہ میں کچن کا کام
...کرتی، اس پر ڈانٹ اور اگر کچھ بنا ہی لوں غلطی سے تو وہ بھی بڑا جرم۔"

...کا دل تو پہلے ہی سے بھرا رہا تھا۔

...کچھ کہے بنا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ ضحیٰ نے بھی وہاں سے ہٹنا چاہا تھا مگر انس اس کا ہاتھ
...ھامے کھانے کی میز پر لے آیا۔

"ناراض ہو گئی ہو؟"

"...ب اتنی ڈانٹ کھا کے انسان کھِل کر گلاب ہونے سے تو رہا ____ ظاہر ہے جل کر کباب ہی ہو گا

نا۔"

نگین نے کچن کی طرف بڑھتے ہوئے انس کو سنایا تھا تو وہ اسے خفیف سا گھور کر ضحیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا جو ابھی بھی خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔

"کیا بات ہے ضوئی! پچھلے کئی دنوں سے میں دیکھ رہا ہوں تمہارا موڈ خراب ہی رہتا ہے۔"

وہ اب بہت نرم لہجے میں دریافت کر رہا تھا۔ ضحیٰ کا دل پسیجنے لگا۔ وہ تو کب سے کسی ہمدرد کی تلاش میں تھی جس پر وہ معید حسن کی اصلیت ظاہر کر سکتی۔

"کیا بات ہے ــــ ہوں؟" وہ منتظر تھا۔

"میں اپنا ماسٹرز کمپلیٹ کرنا چاہتی ہوں۔"

"تو؟ ــــ پہلے بھی تمہیں کسی نے منع نہیں کیا تھا۔"

"مگر اب بات اور ہے۔ میں پڑھائی کے ساتھ کوئی اور چکر پال کر خود کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتی۔" ضحیٰ نے گفتگو کو مطلوبہ لائن پر لانے کی کوشش کی مگر انس اتنا زیرک نہیں تھا کہ معید کی طرح محض "سونگھ" کر ہی بات کا اندازہ لگا لیتا۔

"کون سا چکر ــــ؟" وہ حیران سا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہی ــــ منگنی وغیرہ۔" وہ دبے لہجے میں بولی تو وہ اپنی حیرت دباتے ہوئے دوستانہ انداز میں بولا۔

"مگر یہ تو گھر کی بات ہے۔ نہ تو وہ منگنی کے بعد کوئی نیا شخص بن جائے گا اور نہ ہی تم بدل جاؤ گی۔"

"آپ کو پتہ نہیں، ابھی منگنی ہوئی نہیں اور سب کو مجھ میں خامیاں دکھائی دینا شروع ہو گئی ہیں۔ میرے اُٹھنے بیٹھنے، بولنے ہنسنے پر تنقید ہونے لگی ہے۔ اس سے زیادہ ڈسٹربنس اور کیا ہو گی؟ ہر ایک کو وہ پرفیکٹ لگتا ہے اور میں خامیوں کا مجموعہ۔ تو پھر اس سارے تماشے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس کے لئے اس جیسی "مکمل" لڑکی ڈھونڈیں۔" وہ نروٹھے پن سے کہہ رہی تھی۔

انس بے یقینی سے بولا۔

"تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو؟"

قدرے توقف کے بعد وہ یونہی سر جھکائے مدھم لہجے میں بولی۔

"ہم دونوں میں بہت فرق ہے انس بھائی! ــــ سوچ کا، ذہن کا، خیالات کا۔" اس کی بات نے انس کو اطمینان دلایا کہ مسئلہ زیادہ سیریس نہیں تھا۔ پھر سالن کا ڈونگا لے کر آتی نگین کو دیکھ کر طنزاً بولا۔

"ہمارے ملک میں ننانوے فیصد شادیاں یونہی بے جوڑ اور بے ڈھنگی ہوتی ہیں ــــ ایک مثال تو ہمارے گھر ہی میں موجود ہے۔"

اس کا طنز پا کر نگین بڑے زور و شور سے بولی۔

"وہی تو میں نے امی سے کہا بھی کہ اچھی طرح سوچ لیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر اتنی اچھی بہو کے

بے ڈھنگا داماد فری ملے تو کچھ زیادہ برا نہیں ہے۔"

دیکھا ــــ مجال ہے جو کبھی خاموشی سے میرا طنز سن لے۔" انس نے ضحیٰ سے شکایت کی تو اپنی پشت رہ جانے پر وہ ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گئی۔

محض ضحیٰ کا خیال ہی تھا کہ انس اس کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا۔ کھانے کے بعد نگین کو آرڈر کر کے وہ ضحیٰ کے ساتھ لان میں نکل آیا۔

اب بتاؤ ــــ کیا کہہ رہی تھیں تم؟"

ی نے حیران ہو کر انس کی طرف دیکھا جو اس وقت بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔

معید کے پروپوزل سے متعلق۔"

ں کی سوالیہ نظروں کے جواب میں وہ بولا تو ضحیٰ کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ اس نے سوچا بھی نہیں تھا ں اس کی بات کو اتنی سنجیدگی سے لے گا۔ مگر پھر بھی انتہائی احتیاط سے کی جانے والی بات تھی۔ ے لاکھ بے تکلفی رکھنے کے باوجود وہ سیدھے سبھاؤ معید سے شادی سے انکار نہیں کر سکتی تھی۔

وہ...... میں نے امی سے کہا تھا کہ ابھی میں اس جھنجٹ میں نہیں پڑنا چاہتی۔ مگر وہ میری ایک ن رہیں۔" اس نے دبے لفظوں میں بات شروع کی تو وہ اس کی بات قطع کر کے سنجیدگی سے بولا۔

ابھی نہیں کرنا چاہتیں یا معید سے نہیں کرنا چاہتیں؟"

دھک سے رہ گئی۔ اسے قطعاً امید نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی نتیجے پر پہنچ جائے گا۔ مگر معاملہ معید کا انس چوک جائے، یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اسی خیال کو لے کر ضحیٰ مزید محتاط ہو گئی۔ فی الحال سارا ملبہ ن پر گرانا ٹھیک نہیں تھا۔

میں نے کہا نا، ہم دونوں میں بہت فرق ہے۔ وہ ہر لحاظ سے مجھ سے بہتر بلکہ بہترین ہے۔ سب بک میں نمبر ون پر ہے مگر میری اور اس کی سوچ میں بہت فرق ہے۔"

ی نے چن کر الفاظ کا استعمال کیا تھا۔ وہ انس کے سامنے معید حسن کی شخصیت کو ناپسندیدہ قرار ی بے وقوفی نہیں کر سکتی تھی۔ کیونکہ پھر اس کا جواز بھی اسی کو پیش کرنا پڑتا۔

جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں ضحیٰ! اور یہ تو ہم مسلمانوں کا ایمان ہے کہ وہاں جو ہوتا ہے ہمارے تا ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ دنیا میں جتنی بھی شادیاں ہوتی ہیں وہ لڑکے اور لڑکی کی ذہنی ت کے بعد طے کی جاتی ہیں؟ ــــ ساتھ رہنے اور بات چیت کرنے سے بہت کچھ بدل جاتا وہ اتنا سنجیدہ کبھی کبھار ہی ہوتا تھا۔ کوئی اور مسئلہ ہوتا تو وہ کنونس ہو بھی جاتی مگر اب فقط ٹینس لگی۔

شروع ہی سے اکٹھے رہتے آئے ہیں، بات چیت کرتے رہے ہیں تب تو کچھ نہیں بدلا، اب کیا بدلے گا؟"

ہر رشتے کی اپنی ایک ڈیمانڈ ہوتی ہے پاگل!" وہ اس کے ساتھ ٹہلتے ہوئے خوشگوار لہجے میں کہہ ضحیٰ کو لگا کہ سب گھر والے زبردستی ہی سہی مگر یہ شادی کر کے ہی دم لیں گے اور یہ انس یوں تو

بہت لاابالی سا تھا مگر جونہی بات معید پہ آئی موصوف کے پاس ایک سو ایک دلائل آ گئے۔

"آپ یقین کریں انس بھائی! وہ بھی مجھے پسند نہیں کرتا۔" وہ اس کے سامنے آ کر زچ ہو والے انداز میں بولی تو وہ رک کر تنبیہی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"بی ہیو یوضوئی! کم از کم بات تو اخلاق سے کرو اس کے متعلق۔"

"اُف ——" ضحیٰ کی کنپٹیاں سلگ اُٹھیں۔

مگر بہر حال اس وقت گدھے کو باپ کہنے ہی میں عقلمندی تھی، بھنچے ہوئے لہجے میں بولی۔

"آپ "اُن" سے پوچھ سکتے ہیں۔ وہ صرف تائی جان کی بات رکھ رہے ہیں۔"

"تمہیں کیسے پتہ؟"

"انہوں نے مجھے خود سے کہا ہے۔"

ضحیٰ نے اپنے لفظوں پر زور دے کر کہا تو وہ بے یقینی سے اسے گھورنے لگا۔

"معید نے ——؟"

ضحیٰ نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ صاف گوئی سے بولا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا۔ وہ محض امی کی بات رکھنے کے لئے تمہاری زندگی تو برباد نہیں کرے گا۔ یہ نے اپنی رضامندی دی تھی اس رشتے پر۔"

"آپ تو اپنے بھائی ہی کی سائیڈ لیں گے۔"

ضحیٰ کو برا لگا تو وہ طنز سے بولا۔

"تمہیں بھی ہم نے گود نہیں لے رکھا۔ تم بھی اتنی ہی سگی ہو۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

"دیکھو ضوئی! وہ اگر تمہیں ڈانٹتا ہے تو صرف اس لئے کہ وہ تم سے بڑا ہے۔ تمہارا برا، بھلا سمجھتا ہے۔ یقین کرو ہماری فیملی کے بہترین لڑکے کو تمہارے لئے چنا گیا ہے۔ ابھی تو تم یوں باتیں بنا رہی ہو، بعد میں اسی زبان سے اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھکو گی۔" انس ہلکے پھلکے انداز میں اسے سمجھا رہا تھا۔ قدرے توقف کے بعد پھر بولا۔

"بس تھوڑا ریزرو رہتا ہے اس لئے موڈی اور مغرور لگتا ہے۔ مگر اس کے قریب رہنے والا بہت جلد اس کے متعلق اپنی رائے بدل لیتا ہے۔ تم اس کے ساتھ بہت خوش رہو گی۔"

وہ اس کی ستی ہوئی شکل دیکھنے لگا تو اسے اچانک خیال آیا۔

"یا پھر تم اس کے تھپڑ کو نہیں بھول پا رہیں جو اس نے تمہاری بیماری کے دوران رسید کیا تھا۔"

"آپ پتہ نہیں کیوں میری بات نہیں سمجھ رہے۔" وہ جھنجلا کر رہ گئی۔

"بات میں کچھ دم بھی تو ہو۔"

"اچھا، آپ یہ تو مانیں گے نا کہ وہ کسی اور کو پسند کرتے ہیں۔" وہ بھانڈا پھوڑنے والے انداز میں بولی تھی مگر انس نے قطعیت بھرے انداز میں انکار کر دیا۔

"وہ ایسا بندہ ہے ہی نہیں۔"

"یقین کریں انس بھائی! اس نے خود میرے سامنے اعتراف کیا تھا کہ وہ ایک ایسی لڑکی کو پسند کرتا ...ے پسند نہیں کرتی۔ اور ہاں، اس کی الماری کے لاکر میں ایک لڑکی کی تصویر میں نے اپنی آنکھوں ...ھی تھی اور ڈائری میں شعر بھی لکھے ہوئے تھے۔" ضحیٰ نے اب کے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا۔ وہ اس طوق سے رہائی چاہتی تھی جو منگنی کی صورت میں اس کے گلے میں ڈالا جانے والا تھا۔

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا ضوئی! —— لڑکی کی تصویر، وہ بھی معید کے پاس؟"

...ں اسے مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا اور یہ تو ضحیٰ اوّل روز ہی سے جانتی تھی کہ معید کو رد کرنے ...لے بہت سی ہمت اور لامحدود دلائل کا ہونا بے حد ضروری تھا ورنہ تو اس گھر میں سبھی اسے فرشتہ مانتے

"آپ خود جا کر دیکھ لیں۔" وہ بڑے تحمل سے بولی تھی۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا اس بات کا؟"

"آپ کی منگنی کے فنکشن کی تصویریں ڈھونڈتے ہوئے میں نے اس کا لاکر چیک کیا تو وہیں پر وہ ...اور ڈائری پڑی ہوئی تھی۔" وہ بولی۔ مگر یہ حقیقت بتانے کی غلطی بالکل نہیں کی کہ وہ تصویر اس نے ...ہیں تھی۔

"اگر وہ کسی کو پسند کرتا ہے تو پھر اسے تمہارا پروپوزل منظور کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ خود کلامی ...ے انداز میں کہہ رہا تھا۔ انداز سے حد درجہ بے یقینی عیاں تھی۔

"...مارے بدلے ایک ہی بار چکانے کا ارادہ ہو گا موصوف کا۔" ضحیٰ اب مطمئن تھی مگر انس نے ...اڑ دیا۔

"بکو مت —— وہ ایسا بندہ نہیں ہے۔"

"سوری۔" اس نے دانتوں تلے زبان دبا لی۔

"تو یہ وجہ تھی اس منگنی سے انکار کی؟"

...ل پوچھ رہا تھا۔ اس نے کچھ کہے بغیر مظلومیت سے سر جھکا دیا ورنہ دل تو مارے خوشی کے دگنی ...ا دوڑ رہا تھا۔

"اوکے —— میں دیکھ لیتا ہوں۔ بلکہ میں معید سے بھی صاف لفظوں میں پوچھوں گا۔ اگر مجھے ...شبہ ہوا کہ وہ محض امی کی بات رکھنے کی خاطر اس رشتے پر ہامی بھر رہا ہے تو میں سرے سے بات ...ادوں گا۔ لیکن اگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا، یہ سب تمہارا وہم ہوا تو پھر تم انکار کی پوزیشن میں نہیں ہو ...وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

...ا کھل اُٹھی۔ اُسے سو فیصد یقین تھا کہ معید کے لاکر کی تلاشی کے بعد کسی لڑکی ہی کی تصویر برآمد

"بالکل —— پھر تو جو آپ لوگوں کا فیصلہ ہو گا، وہی میرا۔" اس نے بڑی فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا

اول

تھا۔

"اوکے ___ اب تم جاؤ۔ باقی سارا معاملہ میں دیکھ لوں گا۔"

انس نے اسے فارغ کیا تو وہ بخوشی وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

اس کی تیزی پر چائے لے کر آتی نگین ہول گئی۔

"یاالٰہی! ___ اس کو کیا ہوا؟"

"شکر ہے کہ آپ کی چائے آج ہی کی تاریخ میں تیار ہوگئی۔" انس نے اسے دیکھتے ہی خوش د
طنز کیا جسے حسب عادت وہ مسکرا کر نظرانداز کرگئی۔

پہلا گھونٹ بھرتے ہی انس نے منہ بنایا تھا۔

"ایمان سے نگی! جتنی دیر لگا کر چائے بناتی ہو، اتنی ہی بری بھی بناتی ہو۔"

"کبھی تو تعریف کردیا کریں۔ دل لگا کے بنائی ہے میں نے۔"

"کبھی دھیان لگا کے بناؤ تو بنے نا تعریف کے قابل۔ چینی اتنی زیادہ ہے کہ اچھے خاصے تندر
بندے کو شوگر ہو جائے ___ ہمیشہ غلط کاموں میں دل لگاتی ہو۔" وہ متاسفانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ نے تو قسم کھا رکھی ہے کہ میرے کام سے خوش نہیں ہوں گے ___ ابھی کھانے پر
صرف آپ ہی نے میری تعریف نہیں کی ورنہ سبھی نے میری بنائی ہوئی چکن جلفریزی بہت شوق
کھائی ہے۔" نگین نے دکھے دل کے ساتھ شکوہ کیا تو وہ لگی لپٹی رکھے بغیر بولا۔

"وہ سب رواداری میں کھا رہے تھے۔ ورنہ جتنا نمک میری پلیٹ میں تھا، اُف ___ لگ رہا
نمک کی کان ہمارے گھر ہی میں دریافت ہوگئی ہے ___ پتہ نہیں کس بات کا بدلہ لے رہی ہو!
ہے۔"

"کوئی نہیں۔ باقی سب کی پلیٹوں میں نمک بالکل ٹھیک تھا۔" وہ کہہ کر خود ہی دانتوں تلے زبان
گئی تھی۔ انس نے حیران ہو کر اسے دیکھا تو جلدی سے بولی۔

"میرا مطلب ہے کہ باقی سب بھی تو تعریف کر ہی رہے تھے، آپ بھی خاموشی سے کھا لیتے تو
دل بڑھ جاتا۔"

"ایک اور بے وقوفی ___ دل کا بڑھ جانا بھی ایک بیماری ہے محترمہ! یو آر ٹوٹلی ان رومینٹک۔"
سخت مایوس تھا۔ نگین زچ ہوگئی۔

"آپ مجھے یہ دل کا روگ لگا کر ہی رہیں گے۔"

انس بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

●●●●●

مری کی بجائے ان کا پڑاؤ ایوبیہ میں پڑا تھا۔

"اسد نے یہاں بہت زبردست لوکیشن دیکھی ہے جو کہ ہمارے ایڈ کے لیے بالکل پرفیکٹ ہے۔"
ژالے نے اپنے فوٹوگرافر کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا تھا۔

ے لوگ اپنی گاڑی میں تھے جبکہ ژالے اور صبا، نوفل کے ساتھ اس کی گاڑی میں تھیں۔

بھی ہمارا کیا ہے ___ اب تو تمہارے رحم وکرم پر ہیں۔ جہاں جی چاہے لے جاؤ۔" نوفل نے
دلانہ معنی خیزی سے کہا تو ژالے کا قہقہہ صبا کو سنسنا گیا اور اب یہاں کاٹیج میں پہنچ کر بھی وہ
دونوں کا انداز بھول نہیں پا رہی تھی۔

پہلے مری کا خوب صورت سفر اور اب ایوبیہ کی خوب صورت وادی۔ بارش ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی
تھی۔ بادلوں نے سورج کو ڈھانپ کر پوری وادی میں شام کا سا سماں پیدا کر دیا تھا مگر اسے کوئی بھی
صورتی نہیں بھا رہی تھی۔

ے کاٹیج میں چھوڑ کر وہ خود کچھ فاصلے پر موجود ہوٹل میں چلا گیا، جہاں صرف یونٹ کے لوگ ہی
بلکہ ژالے آفریدی بھی رہائش پذیر تھی اور اس کے ساتھ ایک ماڈل گرل رائمہ کمرہ شیئر کر رہی تھی
فل احمد کے ساتھ ایڈ میں کام کرنے والی تھی۔

"پتہ نہیں اس ایک ہفتے میں کیا کیا تماشے دیکھنے پڑیں گے۔" وہ کاٹیج سے باہر برآمدے میں آگئی
ہاں سے سارا برآمدہ کور کر کے مضبوط جالی دار ہی دروازہ لگایا گیا تھا۔ وہاں بیٹھ کر سامنے سڑک
ڑک کے بالکل ساتھ ہی وسیع وعریض کھائی کا نظارہ کیا جا سکتا تھا۔ تبھی بادل زور سے گرجے تو وہ
ہاں سے لرز اٹھی اور الٹے قدموں دوڑ کر واپس کمرے میں چلی گئی۔ موسم کی شدت سے اسے یوں
ی خوف آتا تھا۔ چہ جائیکہ بادلوں کا گرجنا یا بجلی کا کڑکنا۔ صفیٰ تو خوب انجوائے کرتی تھی۔ مگر صبا
ی بند ہو جاتا تھا۔ وہ کمبل میں گھس کر بارش رکنے کی دعائیں مانگا کرتی تھی اور سب اس کی
ہنسا کرتے تھے۔

یہاں اسے شدت سے اپنی بے مائیگی کا احساس ہوا تھا۔ اسے انجان جگہ پر تنہا چھوڑ کر وہ خود
ے سے اپنی ژالے آفریدی کے پاس چلا گیا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ اپنی حالت کا احساس کر کے وہ
اسی وقت دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر وہ بری طرح چونکی تھی۔ جھانک کر دیکھا تو جالی دار
ے کے پار نوفل کھڑا تھا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ ہاتھوں میں تھامے شاپرز اسے تھما کر نوفل
الا لگا کر ساتھ ہی تالا بھی لگا دیا تھا۔ صبا کا دل لرزنے لگا۔

"کیوں لگایا ہے؟"

"نی جگہ پر اتنی احتیاط تو واجب ہے نا۔"

"جو کنڈی لگے ہونے کے باوجود آ جائے، وہ کیا تالے میں نہیں آ سکتا؟" صبا کو اس کی منطق
لی تو کہہ دیا۔ جواباً وہ اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے بولا۔

"پ کھانا نکالیں، مجھے بھوک لگ رہی ہے۔"

سب کچھ بھول بھال کر یک گونہ خوشی کا سا احساس ہوا کہ وہ ژالے کے ساتھ کھانا کھا کر نہیں

تے نہیں۔ اس نے یونہی بستر پر اخبار بچھا کر باکس کھول دیئے۔ روغنی نان، کباب اور بریانی

کے علاوہ چٹنی اور سلاد تھا۔ وہ ہاتھ دھو کر بستر پر آ بیٹھا۔ صبا ہاتھ دھو کر آئی تو وہ یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا۔ وہ جھجکتے ہوئے اس کے سامنے آ بیٹھی۔

"غلطی ہو گئی۔ مجھے ڈسپوزایبل برتن بھی لانے چاہئیں تھے۔" وہ اسے مخاطب کیے بغیر بولا تو صبا نے عام سے انداز میں کہا۔

"یوں بھی تو کھایا جا سکتا ہے۔"

"او کے ـــــ شروع کریں۔" اس نے قدرے توقف کے بعد کہتے ہوئے اسے بھی کھانے کی دعوت دی تو وہ جھجک سی گئی۔ ایک میز پر سب کے بیچ بیٹھ کر کھانا کھا لینا اور بات تھی۔ مگر یہاں اجنبی سے ماحول میں بالکل تنہائی میں نوفل کے ساتھ اکیلے بیٹھ کر کھانا کھانے کا الگ ہی تجربہ تھا۔ وہ اس کی طرف توجہ دیے بغیر بڑی رغبت سے کھانا کھا رہا تھا جیسے وہاں بالکل اکیلا بیٹھا ہو۔

لذیذ کھانے کی پُر اشتہا مہک معدے پر اثر انداز ہونے لگی تو وہ بھی شرم و جھجک کو بالائے طاق رکھ کر اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گئی۔

"اگر آپ کو چاول کھانے ہوں تو آپ سلاد کے پتے یوز کر سکتی ہیں۔ چمچ تو ہیں نہیں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ خود اس نے بریانی کی طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھایا تھا، شاید اسی کے لئے لایا تھا۔ صبا کے دل میں خوش گمانی کی ہلکی سی رمق جاگی تھی۔

اس نے سلاد کا پتا آدھا کر کے اس کے ساتھ چاولوں کا نوالہ بنا کر منہ میں رکھ لیا جیسے کہ روٹی کے نوالے کسی بھی خشک سالن کے ساتھ بنائے جاتے ہیں۔ تو بغیر چمچ کے بھی بریانی کھانا ایک آسان عمل بن گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد نوفل نے بھی بریانی کے چند ایک نوالے ایسے ہی لئے تھے۔

کھانے سے فراغت پا کر سب کچھ سمیٹنے کے بعد وہ یونہی آ کر کمرے میں موجود واحد کرسی میں آ دھنسی۔ نوفل بستر پر کہنی کے بل نیم دراز کسی میگزین کی ورق گردانی کر رہا تھا۔ یونہی صفحات پر نگاہ دوڑاتے ہوئے پُرسکون انداز میں بولا۔

"دیکھ لیا آپ نے یہاں آ کے۔ کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ میں آپ کو ہر جگہ تو ساتھ لے کر نہیں جا سکتا۔"

وہ چند لمحوں تک اسے دیکھتی رہی تھی۔ پھر یاد دہانی کرانے والے انداز میں بولی۔

"یہ میری نہیں، بلکہ امی جی کی خواہش تھی کہ میں آپ کے ساتھ آؤں۔"

"انکار کے سو طریقے ہوتے ہیں اگر کرنا ہو تو۔" بہت جتلاتا ہوا انداز تھا جس نے صبا جیسی ٹھنڈے مزاج کی لڑکی کو بھی سرتاپا سلگا دیا۔

"تو آپ ہی انکار کر دیتے۔ میں خواہ مخواہ کیوں خود کو سب کی نظروں میں برا بناؤں؟"

"میں نے تو کہا تھا اور سب کے بیچ کہا تھا۔ باقی سب تو آپ کے جواب پر منحصر تھا۔" وہ اس کے سرخ ہوتے چہرے کو نظر کی گرفت میں لئے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ وہ چیخ گئی۔

"تو مت لاتے مجھے۔ آپ کی مرضی تھی، تبھی مجھے ساتھ لائے ہیں، ورنہ......" وہ ایک دم سے

لگی۔ مارے غصے کے منہ سے الٹی ہی بات نکلی چلی جا رہی تھی۔

"خوب۔" وہ یکلخت ہی مسکراتا ہوا سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ "بہت اچھے۔ یعنی میری مرضی تھی اپنے ساتھ ایوبیہ کی اس خوب صورت وادی میں لانے کی۔ یہاں کے چپے چپے پر اپنی حسین بے کرنے کے لئے، رومینٹک موسم انجوائے کرنے کے لئے۔ انٹرسٹنگ۔" وہ جیسے اس کی بات سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ وہ خجل سی ہو کر غصے سے بولی۔

"میں نے کبھی ایسی فضول سوچیں نہیں پالیں۔ آپ جس کے ساتھ آئے ہیں اسی کے ساتھ اپنا وقت ائیں۔ میں نے صرف امی کی خواہش کا مان رکھا ہے۔ ورنہ آپ اپنی پسندیدہ ہستی کے ساتھ ہی

اس کی بات کا کچھ بھی جواب دیے بغیر یونہی مسکراتا ہوا کپڑے تبدیل کرنے کے لئے اٹھ گیا تو بیٹھ کر بادلوں کی ہلکی ہلکی گرج پر غور کرنے لگی۔ وہ کپڑے تبدیل کر کے آیا تو وہ یونہی کرسی میں وں میں دھرے ہاتھوں پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

اس کی نظر میں تو نوفل کو لگا شاید وہ رو رہی ہے۔ مگر ذرا سا غور کرنے پر اسے اندازہ ہوا کہ وہ زیرِ لب ہ رہی تھی۔

وہاں سے شانے جھٹک کر وہ کمرے کی واحد کھڑکی کے پٹ کھولنے لگا جس میں جالی کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے پل بھر میں کمرے کی حبس سمیٹ کر لے گئے۔ آسمان کو لوں نے پوری طرح ڈھانپ لیا تھا۔ بادلوں کے گرجنے کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں آسمان پر بجلی تی دکھائی دے رہی تھی۔ گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے موسم کی دلفریبی کو جیسے خود میں سمونا چاہا پلٹ کر بستر کی طرف آ گیا۔

"اگر آپ کو مراقبے سے فرصت مل گئی ہو تو بستر پر آ جائیں۔ میں لائٹ آف کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے صبح کے ساتھ لوکیشن دیکھنے بھی جانا ہے۔" کلائی سے گھڑی اتار کر تکیے کے نیچے رکھتا ہوا وہ طنزاً کہہ رہا با مجبوراً اٹھنا ہی پڑا۔

"ہم لائٹ آن بھی تو رکھ سکتے ہیں۔" کچھ دیر پہلے کی سی تندی و تیزی کی بجائے اس کے لب و لہجے ملانہ پن تھا۔ نوفل کی اس کی طرف اٹھنے والی نظر بے ساختہ تھی۔

"کیوں؟ ـــــ ایسی کیا بے اعتباری ہو گئی ہے آپ کو؟" اس کا انداز سو فیصد تمسخرانہ تھا۔ مگر وہ بلا کے بولی۔

"ئی جگہ ہے۔ اور پھر بادل بھی گرج رہے ہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"بہت نئی اطلاع ہے کہ آپ بھی کسی سے ڈرتی ہیں۔" چڑ کر کہتے ہوئے وہ بستر پر دراز ہو گیا

"کھڑکی تو بند کر دیں۔" صبا کو اعتراض ہوا تھا۔ کیا خبر پہاڑی موسم میں بجلی اسی راستے کمرے میں آ وف کا کوئی ایک روپ تھوڑی ہوتا ہے۔ طرح طرح کے وہم چھلاوا بن کر ڈراتے رہتے ہیں۔

"یہاں ایسا کیا ہو رہا ہے جو کھڑکی بند رکھنے کی ضرورت پیش آگئی ہے؟" وہ تلخی سے بولا تھا۔

صبا نے کچھ کہے بغیر آگے بڑھ کر کھڑکی کے پٹ بھیڑ دیئے تھے۔ نوفل نے بیزار ہو کر تکیہ منہ پر اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

نئی جگہ کی اجنبیت اور تنہائی کا احساس تو تھا ہی، اس پر موسم کی شدت کا خوف سونے پر سہاگہ تھا۔ نوفل تو کب کا سو بھی چکا تھا مگر صبا کو بہت مشکل سے نیند آئی۔

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب بجلی کی زوردار کڑک سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ پورا کمرہ اندھیر میں ڈوبا ہوا تھا۔ یقیناً موسم کی خرابی کے باعث بجلی جا چکی تھی۔ خوف سے اس کا دم گھٹنے لگا۔ اسی وا بادل زور سے گرجے تو سرکش ہوا ایک دھماکے سے کھڑکی کے پٹ کھولتی پورے کمرے میں چکرا لگی۔ ساتھ ہی آسمانی بجلی کی کڑک اور چمک نے لحظہ بھر کو پورا کمرہ روشن کر دیا۔ اپنے حلق سے نکلتی اختیارانہ چیخ کو وہ کسی طور بھی روک نہیں پائی تھی۔

نوفل ہڑبڑا کر جاگ اٹھا تھا۔ مگر غنودہ ذہن اور گھپ اندھیرے کی وجہ سے کچھ اندازہ نہیں لگا پایا اصل واقعہ کیا ہے۔ مگر اب کی بار بادل زور سے گڑگڑائے تو وہ اس کے بہت پاس چلی آئی۔

"مم ...... مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔" وہ بے حد خوفزدہ تھی۔ اس کا لرزتا، کپکپاتا لمس نوفل کو حو کی دنیا میں لانے کا باعث بنا تھا۔ بادل کے گرجتے ہی اس کے وجود کو جھٹکا سا لگا تو بے ارادہ و اختیار ہی نوفل نے اس کے گرد بازو پھیلا کر جیسے اسے تسلی دی۔

"لائٹ آن کر دیں نا پلیز۔" وہ گھبرا کر رو دی تھی۔

پہاڑی علاقے کی یہ رات واقعی بہت طوفانی اور بھیانک تھی۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ کے ساتھ چو کی کڑیاں چٹختی محسوس ہو رہی تھیں اور آسمانی بجلی خوفناک کڑک کے ساتھ لپک کر جیسے کھڑکی راستے کمرے میں گھسی چلی آ رہی تھی۔

خود نوفل نے بھی ایسا شدید موسم پہلی بار دیکھا تھا۔ مگر فی الحال موسم کی شدت، بادلوں کی گرج یا کی چمک کچھ بھی اس کے خیال میں نہیں تھی ــــــ اس کی دھڑکنیں اس پل کسی اور کی دھڑکنوں کی آہنگ تھیں اور خیالات کا تانا کسی کی بے ترتیب سانسوں سے الجھ رہا تھا۔ اسے ہر پل ٹھکرانے وا اسے مجبوری اور جبر کا نام دینے والی اس وقت اس کے بے حد نزدیک، بے دست و پا، مدد کی طالب تھ

انہی قربتوں کے کبھی نوفل احمد نے سپنے دیکھے تھے۔

مگر نہیں ــــــ

نوفل کا دل پل بھر میں اوب گیا تھا۔

یہ وہ قرب تو نہیں تھا جو مشام جاں کو معطر کر کے صدیوں کی تشنگی کو مٹا دیتا۔ یہ وہ قربت تو نہیں تھ من و تو کا فرق مٹا کر محبوب اور محبت کو ہمیشہ کے لئے ایک اٹوٹ بندھن میں باندھ دیتی ہے۔ سپردگی میں وہ محبت نہیں تھی، وہ بے اختیاری نہیں تھی جو دلوں کو ایک ہی تال پر محو رقص کر دیتی ہے۔ یہ قربت فقط ایک مجبوری تھی اور اس سپردگی میں فقط خوف پنہاں تھا۔

ں کا بڑھا ہوا بازو سمٹ گیا تھا۔

پل بھر میں تمام جذبات بھاپ بن کر اُڑ گئے۔

سے پیچھے ہٹا کر وہ اٹھا اور جا کر کھڑکی کے دونوں پٹ بند کر کے چٹخنی لگا دی۔ کڑکتی بجلی کی چمک کی کا راستہ بند ہوا تو کمرہ مکمل تاریکی میں ڈوب گیا۔ نوفل نے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں ہاتھ مار کر لائٹر بالا اور جلا دیا۔ وہ اب گھٹنوں میں منہ دیئے بیٹھی تھی۔

اب اگر ساری رات موسم بگڑا رہا تو کیا آپ یونہی تماشا لگائے رکھیں گی؟" اس کے لب و لہجے کی بے وجہ نہیں تھی۔ رات کے اس پل صبا کی ذرا سی "بے احتیاطی" اس کی تمام تر حسیات کو جھنجھوڑ کر تھی۔

مجھے بہت ڈر لگتا ہے اس موسم سے ــــــ" اس نے چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے بھیگے لہجے میں کہا لڑکی پراسراری زرد روشنی میں وہ زیادہ دیر تک اس کی آنسو بھری آنکھیں نہیں دیکھ پایا تھا کہ لائٹر

روشنی کریں پلیز۔" وہ مضطرب ہو اُٹھی۔ نوفل جھنجلایا تھا۔

اتنی نازک لگتی تو نہیں ہیں آپ۔" وہ لائٹر جلا کر اٹھا اور سامنے موجود پرانی طرز کے آتش دان کی لیا۔ وہیں مینٹل کارنس پر اس نے ادھ جلی موم بتی پڑی دیکھی تھی۔ وہ جلا کر لائٹر بجھا دیا۔

ڈر بھی انسانوں ہی کو لگا کرتا ہے۔" وہ اب قدرے سنبھل کر جیسے اپنی صفائی پیش کر رہی تھی۔

اچھا ــــــ بہت نئی خبر ہے میرے لئے۔" نوفل کا انداز تمسخر لئے ہوئے تھا جو کم از کم صبا کو تو بھاتا تھا۔

ہر کوئی آپ کی طرح نڈر نہیں ہوتا۔"

بے خوفی ان میں ہوتی ہے جن کے اندر ڈر چھپے ہوئے نہ ہوں۔ خود کو چھپانے کی کوشش میں نے والا سوکھے پتوں کے ہلنے سے بھی خوف زدہ ہو جاتا ہے۔"

ٹیبل کی دراز سے سگریٹ کا پیکٹ نکالتے ہوئے وہ بہت پُرسکون انداز میں کہہ رہا تھا۔ پھر ٹیک لگائے نیم دراز کیفیت میں بیٹھ کر سگریٹ نکال کر لبوں میں دبائی اور لائٹر سے اسے آگ لگا۔

صبا اس کے لفظوں کے معنی و مطلب سمجھنے کی کوشش میں غلطاں تھی، بے ارادہ ہی اسے دیکھنے لگی۔ آرام سے سگریٹ کے کش لگا رہا تھا جیسے اب کافی دیر تک جاگنے کا ارادہ ہو۔ پہلی بار صبا کو اس سگریٹ پینے پر غصہ نہیں آیا تھا۔

اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں آپ سے ڈرتی ہوں تو آپ سراسر غلط سوچتے ہیں۔" کافی دیر کے بعد مضبوط لہجے میں کہا تو وہ سگریٹ کی راکھ فرش پر جھاڑتا اسے دیکھنے لگا۔

اس کی کمزور سی زرد روشنی میں وہ اسے پہلے سے بے خوف لگی تھی۔ ابھی چند لمحے پہلے والی سہمی صبا سے بالکل الگ۔

"میں نے آپ کو کبھی نہیں ڈرایا اور نہ ہی عورتوں پر خواہ مخواہ کا رعب رکھنے کا شوقین ہوں۔ آپ بھی میں نے اول روز ہی کہہ دیا تھا کہ آپ بلاخوف وخطر جو چاہیں فیصلہ کرسکتی ہیں۔" وہ رسان سے رہا تھا۔ صبا کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔ کتنی آسانی سے وہ اتنی بڑی بات کہہ جاتا تھا جسے سوچنے میں شاید زمانے لگ جاتے۔

"مجھے محبتوں کو مان دینا آتا ہے نوفل! میں نے اس گھر میں پرورش پائی ہے جہاں کا ہر مکین دوسرے کے اندر بستا ہے۔ محبت ہمیشہ سے میرا دین، میرا ایمان رہی ہے۔ میں کسی بھی تعلق کو بے سے پروان چڑھانے پر یقین نہیں رکھتی تھی۔ مگر بہت ساری محبتوں کو کرائسس سے بچانے کی خاطر یہ ذلت بھی گوارہ ہے۔ مجھے آپ کی چاہت یہاں لائی تھی خواہ مقصد کچھ بھی رہا ہو۔ مگر اب میں اپنی مرضی سے رہ رہی ہوں کیونکہ میں اپنے بھائی کا گھر برباد نہیں کرسکتی۔ اور نہ ہی نگین نے میرا بگاڑا ہے۔ ہاں، مگر آپ کی طرف میرے بہت سے قرض نکلتے ہیں۔"

"ہنہ ------ چاہت ------" وہ دفعتہً طنز سے ہنس دیا تھا۔ پھر جھک کر سرخی مائل فرش پر سگ مسل کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"بھول ہے آپ کی محترمہ! ------ مجھے کبھی بھی کسی بھی دور میں آپ کی چاہت نہیں رہی ہے خواہ مخواہ کے مفروضوں کو سوچ کر اپنا دماغ مت تھکائیں۔ میں سونا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کو نیند نہیں آ تو بخوشی باہر جا کر موسم انجوائے کرسکتی ہیں۔" وہ بے رخی سے کہہ رہا تھا۔ پھر وہ اپنی جگہ پر لیٹ کر آنکھوں پر بازو رکھ لیا مگر وہ کسی اور ہی دھیان میں تھی۔

"یہ مفروضے نہیں ہیں۔ ہاں، مگر یہ سچ ہے کہ فطری طور پر میں نے بھی اس پروپوزل کے بعد کے بارے میں سوچا تھا، تب مجھے لگا کہ آپ کی آنکھیں سچ کہتی ہیں۔ وہ ایک سچے آدمی کی آنکھیں تھیں۔ اب تو آپ کی آنکھیں بھی آپ کے لفظوں کا ساتھ نہیں دیتی ہیں۔"

کسی دھیان میں ڈوبی آواز نوفل احمد کو ساکت کر گئی تھی۔ کتنی ہی دیر اس کی سوچوں کے تانے اسی آواز کے معنی و مطلب میں الجھے رہے تھے۔ پھر اس نے دھیرے سے بازو ہٹا کر دیکھا تو وہ اوڑھے دوسری جانب کروٹ لئے لیٹ چکی تھی۔

'کاش کہ صبا میر! تم بھی اتنی ہی سچی اور خالص ہوتیں تو میں اپنی نظر انتخاب پر ذرا بھی نہ پچھتا اپنے پورے کھرے پن کے ساتھ مجھے ملتیں تو میں آج اپنے پیار کی برکھا میں تمہیں یوں شرابور کر اس موسم کا ڈر تمہارے قریب بھی نہ پھٹکتا ------ اس کمرے میں اجنبیت کی بجائے محبت بھری سرگو رقص کرتیں۔ میری محبت تمہیں ایسا روپ سروپ عطا کرتی کہ تم اپنے ہونے پر نازاں ہوتیں۔
مگر کاش کہ ------'

اس کے دل میں پھر سے سگریٹ کی طلب جاگی تو وہ لائٹر اور سگریٹ کا پیکٹ لئے اٹھ کر برآمدے میں چلا آیا جہاں جالیوں کے پار موسم اپنی تمام تر شدت کے ساتھ پھنکار رہا تھا۔
بادلوں کی گرج، بجلی کی چمک اور گہرائی کی طرف بہتا پانی ------

ہ سگریٹ سلگا کر جالی کے قریب آن کھڑا ہوا۔
یہ ایسا ہی شور اور شدت وہ اپنے اندر بھی محسوس کر رہا تھا۔

●●●●●

ما اکثر بیٹھی سوچتی ہوں
ری قسمت کا جو تارہ ہے
جانے کیا ہے اور کہاں ہے
جو میرے خوابوں میں آتا ہے
مجھے سوچتا تو ہوگا
ں ہر چہرے میں اسے ڈھونڈتی ہوں
بھی
مجھے کھوجتا تو ہوگا
سے پانے کی طلب بڑھتی ہوگی
سی آگ میں جلتا ہوگا
بیتابیٔ دل حد سے سوا ہوتی ہوگی
تلوں سے دور بھاگتا ہوگا
تنہائی سے سگریٹ سلگا کر
رات جاگتا ہوگا
مجھے پکارنے کی خاطر
چکے سے کوئی نام لیتا ہوگا
ں اکثر بیٹھی سوچتی ہوں

"واہ ------ کیا بات ہے۔" وہ ڈائری تھامے باقاعدہ سر دھن رہا تھا۔ واش روم سے چیل کی طرح اس پر جھپٹی تھی۔
کس قدر بے ہودہ ہو تم وجدان! شرم نہیں آتی کسی کی پرسنل ڈائری پڑھتے ہوئے۔"
"------ ذرا دھیان سے، بڑا ہوں میں تم سے۔" اس نے ہاتھ اوپر کر کے ڈائری اس کی پہنچ ر کے تنبیہی انداز میں کہا تھا۔ اب اس "چھ فٹے" کے آگے گڑیا سی حمرہ کی کیا چلنی تھی، روہانسی

کی حرکتیں بھی بڑوں جیسی کر لیا کرو۔ کسی کی پرسنل ڈائری پڑھنا بہت گھٹیا حرکت ہے۔"
ڈیئر کزن! انسان کو اپنے پرسنلز کو 'پرسنل' ہی رکھنا چاہئے۔ اب میں تمہارے کمرے میں نے میز پر یہ ڈائری کھلی پڑی دعوتِ عام دے رہی تھی۔" وہ مزے سے کہہ رہا تھا۔
نے دانت پیسے۔

"پھر بھی ___ کسی کی چیز کو بنا اجازت ہاتھ لگاتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہئے۔"

"لو جی ___ شرم کا ہے کی؟ بلکہ سارا قصور ہی تمہارا ہے۔ تمہیں کس نے حق دیا ہے کہ کھلی ڈائ سامنے رکھ کر دوسروں کا، خاص طور پر مجھ جیسے شریف نوجوانوں کا ایمان آزماؤ؟"

"تم جس قدر شریف ہو یہ میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔" حمرہ نے طنز سے کہتے ہوئے ڈا لینے کی خاطر ہاتھ بڑھایا تو وہ ایک قدم پیچھے ہٹتا ہوا اطمینان بھری شرارت سے بولا۔

"اب اس کسرِ نفسی سے کام مت لو۔ ابھی میں جا کر سب گھر والوں کو تمہاری یہ "آزاد خیال" سناؤں گا تا کہ ان سب کو بھی پتہ چلے کہ کیسی پائے کی شاعرہ اس گھر میں سکونت پذیر، گمنامی کی ز گزار رہی ہے اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔ اور تو اور میرے بابا جی کے موکل بھی معاملے کی تہ نہیں پہنچ پائے۔"

اس کا ارادہ جان کر حمرہ چیخ ہی تو اٹھی۔

"سر توڑ دوں گی تمہارا۔"

"اوفوہ ___ ناراض مت ہو یار! تمہارے فائدے کے لئے ہی تو کہہ رہا ہوں۔ اس ے والوں کو تمہارا آئیڈیل ڈھونڈنے میں آسانی رہے گی۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ دسمبر تک تایا جان ت رخصت بھی کر دیں گے۔" وہ بظاہر بہت دوستانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ مگر حمرہ جانتی تھی کہ ذرا دکھانے کے بعد وہ ایسا کر بھی سکتا تھا۔

"بکواس مت کرو وجی! ___ ڈائری دو مجھے۔" وہ غصے سے بولی تو اب کی بار اس نے شر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈائری واپس کر دی۔

"ہائی داوے، یہ اتنی پھٹیچر سی شاعری کس بدنصیب کے لئے کی ہے تم نے؟" وہ بڑے دوستانہ میں پوچھ رہا تھا۔ حمرہ کا جی چاہا ڈائری اس کے سر پر دے مارے۔

"کسی کے لئے بھی ہو، مگر تمہارے لئے ہرگز نہیں تھی۔" بے رخی سے کہا۔

"تھینک گاڈ ___" وہ فوراً ہی مشکور ہوا تھا۔ "میں کہاں تمہاری نظم کے ہیرو کی طرح سگر پی کر یہ کلیجہ سیاہ کرتا رہتا یا گلی گلی پاگلوں کی طرح تمہارا نام پکارتا۔"

"وجدان! اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔" اس کا ضبط جواب دینے لگا تھا۔

"چلا جاتا ہوں یار! میں تو تمہارے پاس ایک چھوٹے سے کام کے لئے آیا ہوں۔ وہ تو را تمہاری ڈائری نے میرا ایمان خراب کر دیا۔" وہ مسکین انداز میں کہتا ابھی بھی اس کی ڈائری کو دیکھ جسے وہ اپنی کتابوں کے نیچے رکھ چکی تھی۔ اس کی نظر کا محور جانتے ہوئے وہ غیر محسوس کن طری کتابوں کی طرف پشت کئے اس کے آگے دیوار بن کر کھڑی ہوگئی۔

"تو تم اپنا یہ چھوٹا سا کام اپنی جھنڈے والی سرکار کے موکلوں سے کیوں نہیں کروا لیتے جو انہو تمہیں خدمت گار کے طور پر دے رکھے ہیں؟" حمرہ نے بھی اس کی طرح "چھوٹا سا" کو خاص کے ادا کیا تھا۔

"بھلا ___ ان سے ایسے چھوٹے چھوٹے کام کرواتا کیا میں اچھا لگوں گا؟ ان کے لئے تو میں نے شاندار کام سوچا ہوا ہے۔"

اس کا دل ہول گیا۔

"ضرور میرا ہی کچھ برا سوچا ہوگا تم نے۔"

"ارے نہیں، اپنا سوچا ہے۔ اور بہت خوب صورت سوچا ہے۔" وہ اپنی شرارت سے چمکتی ذہین آنکھیں اس پر جمائے دفعتاً مسکرایا تو وہ اکتا کر بولی۔

"اب یہ خیالی پلاؤ پکانا بند کرو اور نکلو یہاں سے۔ پہلے کالج میں دماغ کھپا کے آئی ہوں، گھر آتے ہی سر ہوگئے ہو۔ مجھے نیند آرہی ہے۔"

"یہ تو اب تم بہت زیادتی کر رہی ہو ___ آج آپی ہڑتال پر ہے، بھابی میکے جا چکی ہیں۔ میں تو تمہارے پاس فقط پانچ کپ چائے کی فرمائش لے کر آیا تھا۔"

"ہاں ہاں ___ اور تم نے سوچا ہوگا کہ حمرہ تو ضرور ہی تمہارے فضول قسم کے دوستوں کے لئے چائے بنا دے گی جو شاید ویسے تو میں بنا ہی دیتی مگر میری پرسنل ڈائری کو چھیڑ کر تم نے جو صریحاً گناہ کیا اس کی سزا کے طور پر ان سب کو اپنے گھر جا کر چائے پینا پڑے گی۔"

"تو تمہارے ہاتھ کی بنی چائے پی کر بھی انہیں مل سکتی ہے۔ میرا مطلب ہے کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ غلطی کہہ لو، جس پر میں سوری کر سکتا ہوں، اگر تم کہو تو۔"

"اللہ پلیز، گیٹ آؤٹ۔" حمرہ نے کمال بے مروتی کا مظاہرہ کیا تو اس کے تاثرات فوراً ہی بدل گئے۔

"ٹھیک ہے ___ تو میں ابھی جا کے سب کو تمہاری نظم سناتا ہوں۔ وہ کیا لکھا ہوا تھا۔

دوستوں سے دور سگریٹ سلگا کر
دل کے شعلوں میں لپٹا
رات کی طرح جاگتا، پاگلوں کی طرح پکارتا

دیکھنا، دسمبر کے پہلے ہفتے میں ہی تمہاری رخصتی عمل میں آچکی ہوگی۔" وہ دھمکانے والے انداز میں نظم کی "آزادی" میں مزید اضافہ کرتا آئندہ صورت حال کا نقشہ کھینچ رہا تھا۔

"خبردار جو یہ ساری بکواس کسی کے سامنے کی تو۔"

"نہیں کروں گا۔ اگر تم میرے دوستوں کے لئے چائے بنا دو گی تو۔" اس نے بڑی بے نیازی سے آفر پیش کیا تھا۔

"اور بعد میں بھی کسی کو نہیں بتاؤ گے کہ یہ میری شاعری ہے۔ اور نہ ہی میرا مذاق اڑاؤ گے۔" وہ پوچھ رہی تھی۔ وجدان اسے یقین دلانے والے انداز میں بولا۔

"بالکل بھی نہیں ___ بلکہ میں تو کسی کو شک بھی نہیں ہونے دوں گا کہ ایک عظیم شاعرہ اپنی بزدلی کے باعث کیسی گمنامی کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔"

"اور اگر تم اپنے کہے سے مکر گئے تو میں ساری زندگی تمہارا کوئی کام نہیں کروں گی۔" وہ
پن سے بولی تو وجدان نے بمشکل ہونٹ بھینچ کر مسکراہٹ روکی پھر اپنے لفظوں پر زور دیتے
بولا۔

"اسٹامپ لکھوالو۔ میں زندگی بھر تمہیں شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔"

"خیر، اتنے فرمانبردار تو تم کبھی بھی نہیں رہے ہو۔" حمرہ ابھی بھی مشکوک ہی تھی۔

"اگر تمہاری قسم کھاؤں گا تو پھر سے تمہیں کوئی وہم لگ جائے گا۔ اب تم چل کر جائے بنا
خبیث میری جان کو رو رہے ہوں گے۔ یونیورسٹی سے سیدھے یہیں آ رہے ہیں ہم سب۔ اگر چا
ساتھ کچھ کھانے کو بھی ہو جائے تو برا نہیں مانیں گے۔ عاصم اور روحیل کو بھوک بھی لگ رہی
مزید پھیلا تو دروازے سے نکلتی حمرہ ٹھٹک گئی۔

"میں صرف چائے بناؤں گی۔" اسے باور کرایا تو وہ متاسفانہ انداز میں بولا۔

"چہ ـــ چہ ـــ اب اتنے بڑے راز کو چھپانے کی اتنی کم قیمت؟"

"بہت گھٹیا ہو تم۔" اس کا مطلب پا کر سلگ کر کہتی وہ باہر نکل گئی۔

وہ ہنستا ہوا اس کے کمرے سے نکل کر ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

●●●●●

وہ شاور لینے کے بعد تولیے سے بال رگڑتا اپنی دھن میں باہر نکلا تو اپنے بستر پر نیم دراز انس
کر ٹھٹک سا گیا۔ پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوتے ہوئے اسے چھیڑنے والے انداز میں

"کیا بات ہے؟ ـــ کہیں بھابی سے جھگڑا تو نہیں کر بیٹھے؟ آفس کے بعد سیدھے میرے
میں دکھائی دے رہے ہو۔" اس کا اشارہ انس کی فارمل ڈریسنگ کی جانب تھا۔

"رانگ ـــ میری مسز اپنے میکے میں ہے۔ اس لئے اس سے جھگڑے کا تو سوال ہی
ہوتا۔ البتہ تم سے جھگڑا شاید ہو ہی جائے۔" وہ کہتا ہوا اٹھ بیٹھا تھا۔

معید ٹی شرٹ پہنتا اس کے سامنے کرسی پر آ بیٹھا۔

"ایسی کیا خطا ہو گئی مجھ سے؟"

"تم مجھ سے اپنی باتیں چھپانے لگے ہو۔" انس سنجیدہ تھا۔

"یہ کیا ڈائیلاگ بازی ہے یار! کھل کر بات کرو، میں بھلا کیا چھپاؤں گا تم سے؟" وہ مسکرا
انس نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو میں یہ سمجھوں کہ جو ضحیٰ کہہ رہی ہے وہ جھوٹ ہے؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا
انس خاموش ہی رہا۔

"کچھ بولو گے تو ہی مجھے پتہ چلے گا نا کہ محترمہ نے میرے متعلق کیا بیان جاری کیا ہے؟"
تحمل سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے تمہاری الماری کے لاکر کی چابی چاہئے۔" انس نے اسے گھورتے ہوئے کہا تو

انداز میں پوچھنے لگا۔

"اس کا کیا کرو گے تم؟"

"تم چابی دے رہے ہو یا نہیں؟" اب کی بار وہ ڈپٹ کر بولا تو معید نے متاسفانہ نظروں سے اسے
ہوئے کہا۔

"ویسے تو میں نے اپنی لاکر کو لاک نہیں کر رکھا۔ پھر بھی اگر تمہیں اس کی چابی چاہئے تو وہ رائٹنگ
کی دراز میں رکھی ہے۔"

مشکوک نظروں سے اسے دیکھتا اُٹھ کر الماری کی جانب بڑھا تو معید گہری سانس بھرتا اٹھ کر آئینے
سامنے کھڑا بال بنانے لگا۔

وہ اس کے لاکر میں ہاتھ مارتا پتہ نہیں کون سا گوہر نایاب دریافت کرنے کی سعی لاحاصل میں
تھا۔ پھر ناکام ہو کر معید کی طرف پلٹا جو اسی کے انتظار میں سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا۔

"اب اگر تم چاہو تو میرے بینک کا لاکر بھی چیک کر سکتے ہو۔" وہ بڑے متحمل انداز میں کہہ رہا تھا۔

ڈھیلا سا پڑ کر پھر سے اس کے بستر پر دراز ہو گیا۔

"یہ ضحیٰ کی بچی کسی دن پٹ جائے گی مجھ سے۔"

"بات کیا ہے آخر؟ ـــ کیوں شرلاک ہومز بننے کی کوشش کر رہے ہو؟"

"وہ مجھ سے کہہ رہی ہے کہ وہ اس رشتے سے ناخوش ہے۔ کیونکہ تم نے خود اس کے سامنے کسی اور
سے وابستگی اور پسندیدگی ظاہر کی ہے جس کی نہ صرف تصویر تمہارے لاکر میں رکھی ہے بلکہ اس کے
نے بہت سی شاعری بھی کر رکھی ہے۔" انس نے مختصراً تفصیل بتائی تھی۔ مگر معید کے اطمینان میں
فرق نہیں پڑا تھا۔

"اور تم نے اس کی بات مان لی؟"

"یونہی شک سا ہوا تھا۔ پھر وہ بات بھی تو اتنے مضبوط انداز میں کر رہی تھی۔ مگر اب مجھے لگ رہا ہے
کا دماغ خراب ہو چکا ہے۔ بھلا اس غلط بیانی کا کیا مقصد تھا؟" اب انس کو ضحیٰ پر غصہ آنے لگا
وجہ سے آج وہ معید کا لاکر چیک کرنے نکل پڑا تھا۔ بھلا اس نے کب معید پر ایسی بے اعتباری
مگر معید رسانیت سے بولا۔

"وہ یقیناً مذاق کر رہی تھی۔ تمہیں تنگ کرنا چاہ رہی ہوگی۔"

"اس بات پہ تو میں نے غور ہی نہیں کیا ـــ" انس کو بھی اپنی غلطی کا خیال آیا تھا۔ پھر وہ سیدھا ہو

"ویسے معید! رشتہ تو تم دونوں کے ساتھ ایک جیسا ہی ہے مگر میں پھر بھی تم سے ایک بات ضرور کہنا
گا کہ واقعی تم دونوں کی طبیعت میں بہت فرق ہے۔ تم جس قدر میچور اور ٹھنڈی طبیعت کے مالک
اسی قدر اِن امیچور اور جذباتی ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہاری جتنی اہمیت ہم سب کے لئے
تمہاری اتنی قدر نہیں کرتی۔"

اس کی پُر محبت سی تشویش معید کو مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"جب میں اس کی قدر کروں گا تو اسے خود بخود میری قدر کرنا آ جائے گی۔ تم کیوں اتنی ثقیل با... میں دماغ کھپا رہے ہو؟"

"ویسے وہ بھی اپنی جگہ بالکل صحیح ہے۔ جس طرح تم اس کی طبیعت صاف کر رہے تھے اس... اس کا مستقبل خطرے میں ہی لگ رہا تھا۔ کبھی پیار سے بات کی ہو تو اس کے خیالات بدلیں نا۔"

"مشورے کا شکریہ۔" معید نے سادگی سے کہا تو وہ چڑ کر بولا۔

"کبھی ایسے مشوروں پر عمل درآمد بھی کر لیا کرو۔ شاید یونہی تمہاری سُوکھی سڑی زندگی میں بہ... جائے۔"

"خالی پیٹ اتنی ثقیل گفتگو معدے کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ فی الحال تو کپڑے... کر کے کھانے کی میز پر پہنچو۔ تمہارے فرمودات سے میں پھر استفادہ کر لوں گا۔" معید نے نرمی... تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میرا بھی سو فیصد یہی خیال ہے۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ اس کے جانے کا یقین کر لینے کے بعد معید اپنی جگہ سے اٹھ... رائٹنگ ٹیبل کی طرف آیا۔ داہنی دراز کھول کر اس میں سے لاکر کی چابی اور اپنی ڈائری نکالی۔ ڈا... کھولتے ہی صفحات کے بیچ رکھی تصویر جیسے روشن سی ہو گئی۔

معید کو لگا وہ مسکراتا ہوا چہرہ ماحول پر چھانے لگا ہو۔

'تم کیا جانو انس میر! میری زندگی میں تو جانے کب سے بہار آ چکی ہے۔'

ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سوچتے ہوئے اس نے پھر سے ڈائری کو لاکر میں رکھ کر لاک لگایا اور ا... بار چابی بک شیلف کی پلاسٹک شیٹ کے نیچے رکھ دی۔

یہ محض اتفاق ہی تھا کہ کل لان میں کھلنے والی اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا وہ خود سے محض چند... کے فاصلے پر ٹہلتے انس اور ضحیٰ کی ساری گفتگو سے واقف ہو گیا تھا۔ وہ تو کمرے میں تاریکی کے باع... اسے دیکھ نہیں پائے مگر معید نے ان کی ہر بات سن لی تھی۔ تبھی تو وہ تمام فارمیلٹیز نبھا کر بیٹھا ہوا تھ... ورنہ اب تک انس پر ہر راز آشکار ہو چکا ہوتا۔

وہ مطمئن سا ہو کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

●●●●●

سانوں اک پل چین نہ آوے، سجناں تیرے بنا

ہو سجناں تیرے بنا

وہ مسکراتے ہوئے خود بھی گلوکار کے ساتھ سُر ملا رہا تھا۔ نگین نے سخت چڑ کر ہاتھ مار کر سی ڈی پلے... آف کر دیا تھا۔

وہ گاڑی کی رفتار کم کرتا اس کا خفا سا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر اب بھی مسکراہٹ تھی۔

...دل کی آواز تھی جس کا تم نے بے دردی سے گلا گھونٹ دیا ہے۔"

"...پ نے کبھی میرے دل کی آواز سنی ہے جو میں آپ کا خیال کرتی پھروں؟" وہ حد درجہ ناراضگی... ...لی تو وہ بات کو اپنے ہی انداز میں لے گیا۔

"...کیوں نہیں سنی تمہارے دل کی آواز ـــــ بلکہ میں تو ایسے کئی مواقع گنوا سکتا ہوں جب میں نے ...دھڑکنوں کو اپنے دل کے ساتھ دھڑکتے سنا ہے۔" باوجود ضبط کے اس کے چہرے پر پہلے سرخی ...اور پھر وہ محجوب سی ہو کر ہنس دی۔

"...بات کو گھمانا پھرانا تو آپ کو بہت اچھی طرح آتا ہے۔"

"...میری اتنی ساری خصوصیات میں سے تمہیں ایک یہی خوبی دکھائی دی ہے۔" اسے جیسے افسوس ہوا ...نگین اب پھر سے سنجیدگی کی لپیٹ میں آ گئی تھی۔ جواب میں کچھ نہیں بولی تو وہ اس کا دل بہلانے ...لگا۔

"...آئس کریم کھاؤ گی؟"

"...نہیں۔" فی الفور جواب آیا تھا۔

"...چلو پان کھلاتا ہوں۔"

"...ابھی تو کھانا کھا کے آ رہے ہیں ـــــ میرا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا۔" وہ ابھی بھی اسی موڈ میں...

"یہ کیا نگی! ـــــ ابھی تک اسی بات کو لے کر بیٹھی ہوئی ہو۔" وہ جیسے خفا ہوا تھا۔

"ہاں تو جیسے بہت چھوٹی بات ہے نا۔" وہ نئے سرے سے کڑھنے لگی۔

"چہ ـــــ جانتی تو ہو میری عادت کو یار! پھر بھی ہر بار بحث کرتی ہو۔" وہ بھی جھنجلا گیا تھا۔

"تو کیا اب ساری زندگی میں صرف ایک ہی دن کے لئے امی کے گھر جایا کروں گی؟" اسے صدمہ ...لگ گیا۔ "لو جی، محبت نہ ہوئی تارِ عنکبوت ہو گئی۔ مکھی کی طرح اوپر تلے، دائیں بائیں سے گھیرے ...ئے ہیں۔ بھلے لوگ، سانس تو لینے کی اجازت دو۔"

"کم آن نگی! دو منٹ کی ڈرائیو ہے۔ جب جی چاہے آ جایا کرو۔" وہ اب بھی اس معاملے کو بڑے ...ہلکے انداز میں لے رہا تھا۔ مگر اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ایک لڑکی کے لئے اس کے میکے کی ...اہمیت ہوتی ہے۔ وہ بس نگین کی ہر بے تابی صرف اپنے لئے ہی دیکھنا چاہتا تھا۔ مگر وہ اس کے انداز ...سے سہم کر رہ گئی تھی۔

"...کبھی آپ اپنے گھر والوں سے دور رہ کر دیکھیں، پھر پوچھوں گی آپ سے۔" اسے انس کی یہ ...بے نبرداری بالکل بھی نہیں بھائی تھی۔ ناراضگی سے منہ موڑ کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی۔

"دیکھو ـــــ جب شادی ذرا پرانی ہو جائے گی تب چاہے مہینہ بھر وہیں ٹھہرا کرنا۔ میں کوئی ...ی نہیں لگاؤں گا۔" وہ ابھی بھی مصالحت کے موڈ میں تھا۔ نگین بھنا کر پلٹی۔

"...یوں کہیں نا، ابھی صرف نئے نئے کا خمار ہے۔ خود غرض ہیں۔"

انس کے ہونٹوں پر بے ساختہ سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔

"یہ خود غرضی تو ہرگز نہیں کہلا سکتی۔ کیا میں تمہارے جذبات کا پاس نہیں کرتا؟ سچی بتاؤ ذرا، یہ ننھے" کی محبت سے تمہارا دل بھر گیا ہے کیا؟"

"اچھا بس ____" وہ خجل سی اسے ٹوک گئی تھی۔ مجال تھی جو بولتے وقت "تول" لیتا۔

"بھئی میں تمہاری طرح دوغلا نہیں ہوں۔ ہاں، مجھے تم سے عشق ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تم ہر پل میری نظروں کے سامنے رہو اور مجھ سے ایسی ہی محبت کرو، ٹوٹ کر۔"

وہ بڑی صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔ نگین کے دل میں بڑے زور کی ہلچل مچی تھی۔ کوئی عاشق اپنی محبوبہ سے ایسی باتیں کہہ رہا ہو تو ایسی بڑی بات نہیں لگتی۔ مگر ایک شوہر کے ہونٹوں سے اپنی بیوی کے لئے ایسے اعترافات "اعزازیہ" ہی کہے جا سکتے تھے۔ اس کا دل بھی تفاخر سے بھر گیا تھا۔ مگر اسے حد میں رکھنے کے لئے مصنوعی خفگی سے بولی۔

"مجھے نہیں آتی آپ کی طرح ٹوٹ پھوٹ کر محبت کرنی۔"

"تو یار! میں کس لئے ہوں؟ اتنے مہینوں سے سکھا تو رہا ہوں۔ تم ہی اناڑی ہو، ورنہ اب تک مجھے سکھا رہی ہوتیں۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔ وہ مارے حیا کے اسے صحیح طرح سے ڈانٹ بھی نہیں پائی تھی۔

"آپ کو تو بس موقع چاہئے۔ انگلی پکڑاؤ تو فوراً ہاتھ پکڑ لیتے ہیں۔"

وہ اس کے احساسات کو بہت اچھی طرح محسوس کر رہا تھا، ہنستے ہوئے بولا۔

"میں کیا کروں؟ ____ میری فطرت میں رومینس ہے۔"

"جس کا بھگتان مجھے بھرنا پڑتا ہے۔" وہ بے ساختہ بولی تو اس نے ذومعنی انداز میں دوبدو کہا۔

"اتنا جنگلی تو نہیں ہوں میں۔ جانتا ہوں مقدس صحیفے کو کیسے چھوا جاتا ہے۔"

"اچھا بس۔" وہ فوراً ہی حیا کے لپیٹے میں آ گئی تھی اور اس کے یہی ڈھکے چھپے انداز تو انس کو جیسے دیوانہ بنا جاتے تھے۔ کبھی لاپرواہی تو کبھی حد درجہ بے نیازی۔ اس کی بے توجہی سے مضطرب ہوتی گر اس کی بھرپور توجہ پاتے ہی روزِ اول کی طرح سراسیمگی کی حدوں کو چھونے لگتی تھی۔

اور اس کی یہی سادگی انس کی توجہ کو کہیں نہیں جانے دیتی تھی۔

"تمہی میری چاہتوں کے امیں ہو
تمہی آسمان میرا اور تمہی زمیں ہو
روح ہر پل تمہارے ساتھ رہتی ہے
جسم میرا چاہے جہاں کہیں ہو
نگاہ میں کوئی چہرہ جچتا ہی نہیں
تم سب سے بڑھ کے حسیں ہو"

وہ گنگنا رہا تھا۔ نگین ہنس دی۔

"آپ بھی نا بس، ہر وقت ناکام عاشق بننے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔"

"میرے دردِ دل کی تھی داستاں جسے تم ہنسی میں اُڑا گئے۔" اس نے بڑے دُکھی انداز میں مصرعہ پڑھا تھا۔

"بہت ہوشیار ہیں آپ۔ ایک تو غلطی کرتے ہیں اوپر سے ناراض بھی نہیں ہونے دیتے۔" نگین نے شکوہ کیا تھا۔

"اس میں تمہارا ہی بھلا ہے ____ اگر تمہیں ناراض رہنے دیتا تو فرشتے ساری رات تم پر لعنت بھیجتے۔"

"بہت شکریہ اتنا خیال کرنے کا۔ مگر کبھی وہ باب بھی پڑھ لیں جہاں عورتوں کے حقوق لکھے ہوئے ہیں۔ اپنے مطلب کی ساری باتیں تو خوب یاد رکھی ہوئی ہیں۔" نگین نے لطیف سا طنز کیا تو وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اطمینان سے بولا۔

"اسی پر عمل کرتے ہوئے تو تمہیں اتنی محبت سے رکھا ہوا ہے، پھر بھی تمہاری تسلی نہیں ہو رہی۔"

"چہ ____ محبت صرف عملی نہیں ہوتی انس!" وہ چڑ کر بولی۔ مگر وہ اس کی بات کو سنجیدگی سے لئے بغیر ہنسنے لگا۔

"اوہو ____ تو جناب کو بھی محبت کی کیٹگریز کا علم ہے۔"

"میرے نزدیک کسی کے جذبات و احساسات کا خیال رکھنے اور دوسرے کی خوشی میں خوش رہنے کا نام محبت ہے۔" وہ بولی تو اس نے فوراً کہا۔

"تو کرو نا مجھ سے محبت۔ کبھی جو تم نے میرے جذبات و احساسات کی پرواہ کی ہو۔"

"اُف ____" نگین نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا تھا۔ "پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔"

"مرغے کی دو ٹانگیں ہو سکتی ہیں اگر تم میری محبت کا "عملاً" جواب دو۔ اپنے ایمان سے بتاؤ، میرے آفس جاتے ہوئے یا واپسی پر آج تک کیا کبھی خود سے بڑھ کر میرے قریب آئی ہو؟"

"مجھے فلمی ہیروئن بننے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" وہ چڑ کر بولی تو اس نے گہری سانس بھری۔

"ہائے میرا نصیب ____ ہونے کو تو میری شادی کسی مغربی دوشیزہ سے بھی ہو سکتی تھی۔ کیا رومینٹک لائف گزرتی۔ بس ہم مشرقی لڑکے یہیں پہ تو مار کھا جاتے ہیں۔ جہاں گھر والوں نے کہہ دیا، سر جھکا کر ہاں کر دی۔"

"توبہ ____ یوں کہیں کہ "جہاں جہاں" گھر والوں نے کہا وہیں پر سر جھکا دیا۔ ایک سے کب تسلی ہوئی ہے آپ لوگوں کی۔" نگین نے طنز کیا تو وہ فی الفور بولا۔

"کبھی بات کا روشن پہلو بھی دیکھ لیا کرو۔ چار چار کے جنازے جائز کرا رہے ہیں ہم۔"

"اُف ____" نگین کو اس کی لاف زنی پر ہنسی آ گئی تو وہ اصل مسئلے کے دب جانے پر اطمینان کی سانس لینے لگا۔

اگلی صبح آفس جانے سے پہلے وہ منحیٰ کے کمرے میں گیا۔ وہ سر جھاڑ منہ پھاڑ اپنی کپڑوں کی الماری

صحیح کرنے میں غرق تھی۔

''یہ ہوتا ہے نقصان کبھی کام نہ کرنے کا۔'' انس نے اس پر نکتہ چینی کی تو وہ ناراضگی سے بولی۔

''بس ایک آپ ہی رہ گئے تھے طنز کے تیر چلانے والے۔''

''ابھی شکر کرو میرے ہاتھ میں اصلی تیر نہیں۔ ورنہ جتنا غصہ تم پر آ رہا ہے وہ بھی چلا دیتا۔''

وہ ٹھٹک کر انس کو دیکھنے لگی۔ ساتھ ہی یاد آ گیا کہ وہ ایک انتہائی خاص ''مہم'' سر کر کے لوٹا تھا۔

''کچھ ملا؟'' اس کے اندر سنسنی پھیلی تھی۔

''تمہارا سر ــــــ اور معید کے سامنے جو شرمندگی ہوئی، وہ الگ۔'' وہ بھنایا تھا۔

ضحیٰ چکرا کر رہ گئی۔ انس کے ساتھ کل رات کیا ''معاہدہ'' پورے سیاق و سباق کے ساتھ نظروں کے آگے گھوم گیا تھا۔

''آپ غور سے دیکھتے انس بھائی! یقین کریں، وہ آپ کے ساتھ فاؤل کھیل رہا ہے۔'' وہ مضطرب ہو اٹھی۔

''اگر میں خوردبین لے کر بھی دیکھتا تو وہاں کچھ نہ ملتا۔ میں نے معید سے بھی تمہارے بے وقوف بیان کی وضاحت چاہی تو وہاں بھی شرمندگی ہی ہوئی۔ وہ کسی بھی لڑکی کے لئے ہاں کہہ سکتا تھا سوا نے تمہارے لئے کہہ دی۔ وہ خود افیئر چلا کر لڑکی پسند کرنے والا لڑکا نہیں ہے۔'' وہ متاسفانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

معید کے اس قدر جھوٹ نے اسے سلگا دیا۔ مگر وہ یہ بھی بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ معید کے جھوٹ کے آگے اس کے کسی بھی سچ کو محض بچپنا یا جذباتیت ہی تصور کیا جائے گا۔ سو مزید بات بڑھانے کے بجائے تلخی بھرے غصے سے بولی۔

''وہ محض اپنا امیج بنا رہا تھا۔ مگر کوئی بھی میری بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں۔ لیکن ایک دن ضرور آئے گا جب اس کی اصلیت آپ سب کے سامنے آ جائے گی۔ تب آپ کو میری باتوں پر یقین آئے گا کہ آپ کا فرمانبردار اور باکردار بھائی نہ صرف کسی لڑکی پر فریفتہ ہے بلکہ اس سے افیئر بھی چلا رہا ہے۔''

''شٹ اپ ضحیٰ! اور اپنا لب و لہجہ درست کرو۔ اگر کبھی کسی نے تمہیں ٹوکا نہیں تو اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں ہے کہ تمہیں معید کی عزت نہیں کرنی چاہئے۔ وہ کیسا ہے، یہ سب جانتے ہیں، تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' انس نے بہت سنجیدگی سے اسے ڈانٹ دیا تھا۔

وہ سرخ چہرہ لئے ہونٹ بھینچے بہت ضبط سے اسے دیکھتی رہی تھی۔ مگر آگے سے جواباً ایک لفظ بھی نہیں بولی تھی۔

''صرف وہی میرا بھائی نہیں، تم بھی میری بہن ہو۔ اور میں جانتا ہوں کہ تم ہم سب کا مان رکھو گی۔ تم تھوڑی سی بے وقوف ہو مگر خود غرض نہیں ہو اس لئے باہمی اختلافات کو اگر اتنی خوب صورتی سے ختم کرنے کا موقع مل رہا ہے تو اسے مت گنواؤ۔ یقین کرو، معید کے ناتے گھر والوں کو اور بھی پیاری ہو جاؤ

وہ اب بہت دوستانہ انداز میں اسے سمجھا رہا تھا۔ مگر وہ تو جیسے جھگڑوں کی زد میں تھی۔

حسن ــــــ فرمانبردار ــــــ باکردار۔

اگر مجھے کوئی عزت یا مقام ملے گا تو اسی کے توسط سے۔ یعنی میں خود سے کچھ بھی نہیں

ایسا کب تک ہوگا ــــــ؟

نام عمر وہ یونہی اپنے چہرے پر فرمانبرداری کا نقاب اوڑھے سب کی نظروں میں معتبر بنا رہے گا۔ اور

ــــــ؟

میر اس کے نام سے جانی جائے گی۔

حسن، وہی جس نے لاپرواہ اور جذباتی ضحیٰ میر سے شادی کر کے اس کی زندگی سنوار دی اور اپنی پر جبر کر کے زندگی گزار دی۔ فیصلے کا حق ہوتے ہوئے بھی جس نے اپنی منہ بولی ماں کا مان کی خاطر ان کے فیصلے پر سر جھکا دیا۔

حسن، پرفیکٹ مین، ویری میچور، نائس مین۔

کتنی ہی دیر اسے سمجھانے اور معید کی شان میں رطب اللسان رہنے کے بعد چلا گیا تو وہ ضبط کھو پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور اس کا ہر آنسو شکست کی سرزمین سے پھوٹا تھا۔

●●●●●

جی! ــــــ تمہارے موکل کچھ کام نہیں کر رہے۔'' نگین سخت مایوس تھی۔ وہ اس وقت کچن میں کے لئے چائے کے ساتھ فنگر چپس بنا رہی تھی۔

ارے بھابی ماں! آپ ایک تو بہت جلدی مچاتی ہیں۔ بھئی ان کا اثر ہوگا ذرا دیر سے مگر اتنا ہی اثر ہوگا ــــــ اب ستائیس سالوں کے بگڑے چند دنوں میں تو ٹھیک ہونے سے رہے۔'' وہ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ''آپ بس انہیں دم کیا ہوا نمک اور چینی کھلاتی رہیں۔''

تو رہی ہوں۔ اتنی ڈانٹ کھا چکی ہوں۔ کبھی چائے میں چینی زیادہ ہو جاتی ہے تو کبھی کھانے میں۔'' وہ بسورتے ہوئے بولی تو وجدان نے چپس اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے بڑے مدبرانہ انداز

نمک، چینی سے مل کر زندگی بنی ہے بھابی ماں! آپ کچھ دن اور انہیں یہی دونوں چیزیں کھلاتی بے وفا شوہر آپ کے قدموں میں ہوگا۔''

ــــــ بے وفا تو نہیں وہ۔ بس میرا کہنا نہیں مانتے۔'' نگین نے جلدی سے تردید کی تو وہ

وہی۔ بے مہر شوہر کے دل پر راج کریں گی آپ۔''

اگر میرا کام نہیں ہوا نا وجدان! تو دیکھنا میں تمہارا کیا حشر کروں گی۔'' نگین نے اسے دھمکایا۔

دو ہفتوں سے وہ وجدان کا دم کیا ہوا نمک اور چینی انس کی ہر کھانے کی ڈش میں ملا رہی تھی۔

ان کے،

"بابا جی جھنڈے والی سرکار نے مجھے بخشش دی ہے کہ میں ایسے چھوٹے موٹے عملیات کر
لوگوں کی مشکلات حل کرسکوں، اللہ کے حکم سے۔"

اور نگین کا دھیان فوراً انس کی طرف گیا تھا۔

"کاش کبھی وہ میرے بس میں آجائیں۔"

"وہ آپ کے بس تو کیا ٹرک میں بھی آسکتے ہیں۔ وہ بھی بہت آسانی سے۔" وجدان تو ہر
موقع کی تلاش میں رہتا تھا، چٹکی بجا کر بولا تو اسے کھد بدلگی۔

"وہ کیسے؟"

"بس ذرا سا دم کیا ہوا نمک اور چینی کھلا دیں انہیں، پھر دیکھئے گا جھنڈے والی سرکار کا کمال۔"
مسکراہٹ دبائے کہہ رہا تھا۔

ضحیٰ فوراً اس کی شرارت بھانپ گئی۔ اس نے اسی وقت نگین کو منع کردیا۔

"یہ سب اس کی بکواس ہے۔"

"تم بتاؤ وجی! ایسا ہوسکتا ہے کیا؟" وہ بڑی آسانی سے ٹریپ ہوگئی تھی۔ ضحیٰ سر تھام کر بیٹھ رہی۔

"ہاں ــــ ہو تو سکتا ہے مگر کچھ نذر و نیاز دینا پڑے گی۔" وہ بڑی ہوشیاری سے کہہ رہا تھا۔

"وہ کیا؟"

"بھئی یہی، میرے موکلوں کو، میرا مطلب ہے کہ کبھی کبھار میرا کوئی کام کردیا کریں، میر
دوستوں کو چائے پانی پوچھ دیا کریں اور بس۔" اس نے کہا تو نگین بخوشی مان گئی تھی۔

اور آج یہ اسی گزشتہ سے پیوستہ سین تھا۔

"ایک تو آپ بہت جلد باز ہیں۔ یہ نہ ہو کہ عمل الٹا پڑ جائے۔" وہ چائے کا کپ اور فنگر چپ
پلیٹ اٹھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"الٹا ہی تو پڑ رہا ہے۔" وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی تھی۔ وجدان مسکراتا ہوا کچن سے نکل گیا۔

انس کے لئے چائے لے کر وہ تائی جان کے کمرے میں چلی آئی جہاں کوئی بحث بہت زورو
سے جاری تھی۔

"یوں ہتھیلی پر سرسوں مت جماؤ انس! اور ویسے بھی جب تک صبا اور نوفل واپس نہیں آجاتے
تک کچھ نہیں ہوسکتا۔" تائی جان کہہ رہی تھیں۔ پھر نگین کو دیکھ کر گفتگو میں شامل کرلیا۔

"معید اور ضحیٰ کے رشتے کی بات کر رہا ہے۔ یہی تو مواقع ہوتے ہیں اپنوں کے مل بیٹھنے کے۔
ابھی کچھ نہیں کرنے والی۔"

"وہ لوگ کون سا دور گئے ہیں۔ اور اب تو ویسے بھی ان کی واپسی میں تین، چار روز ہی رہ
ہیں۔" انس کو چائے کا مگ تھماتے ہوئے نگین نے انہیں تسلی دی تھی۔

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں ان سے، گھر ہی کی تو بات ہے۔ منگنی کی ڈیٹ تو کم از کم فائنل کرلی
باقی سب نوفل اور صبا کے آنے پر ہوجائے گا۔" انس نے کہا تھا۔

"اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ آگے جو امی مناسب سمجھیں۔" نگین نے سادگی سے کہا تو
فرمانبرداری پر تائی جان مسکرادیں۔

کہتی ہوں تمہارے ابو سے۔ چاہے گھر ہی کی بات ہے مگر تاریخ لینے کے لئے بھی کچھ رسومات
ر رکنا پڑتا ہے۔ ہم باقاعدہ ضحیٰ کا رشتہ مانگ کر منگنی کی تاریخ طے کریں گے۔" انہوں نے
نا بتایا تھا، پھر فوراً بولیں۔

میں مریم کو بھی بلاؤں گی۔ اس کے تو دوہرے رشتے ہیں، بھانجی بھی ہے اور بھتیجی بھی۔"

و پھر کل کا دن رکھ لیتے ہیں ــــ آج آپ ابو سے بات کرنے کے بعد مریم پھپھو کو فون کر
"

ں کو تسلی ہوئی تھی۔

توبہ ہے ــــ آپ سے معید بھائی کی آزادی برداشت نہیں ہو رہی۔" تائی جان کے کمرے
ے ہوئے نگین نے دھیمی آواز میں اس پر طنز کیا تو وہ ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولا۔

مجھے تو حسرت ہی رہی اس قید کا مزہ چکھنے کی۔ میں تو ترس رہا ہوں قیدی بننے کے لئے۔ پتہ نہیں
ں رشتے کو قید کہتا ہے۔"

ہر بات کا سرا خود سے ضرور جوڑا کیجئے آپ۔" اس نے ناک سکوڑ کر کہا تھا۔

شرم کرو ــــ تمہارے تمام سلسلے ویسے بھی مجھ سے ملنے چاہئیں۔" انس نے کہتے ہوئے اس کی
بازو حمائل کیا تو لاؤنج سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف آتا معید یہ نظارہ دیکھتے ہی واپس پلٹ

ین نے تڑپ کر انس کا ہاتھ پیچھے ہٹایا تو وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگا۔

ں کچھ دنوں ہی کی بات ہے۔ پھر یہ حضرت بھی ایسے ہی سین پارٹ کرتے دکھائی دیں گے۔"

کم از کم کمرے کے باہر تو اپنی حرکتوں پر قابو رکھا کریں۔" نگین کو معید کا سامنا کرنے کے خیال
شرم آرہی تھی۔ انس پر بگڑی تو وہ کورنش بجالایا۔

شکریہ، آپ نے کمرے کے اندر کی حرکتوں پر بین نہیں لگایا۔

آپ کبھی نہیں سدھر سکتے۔" وہ دانت پیس کر کہتی لاؤنج میں رکے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئی
انس مسکراتے ہوئے وہیں معید کے پاس براجمان ہوگیا۔

شرم کرو، پورے گھر کو "لو اسپاٹ" بنائے پھر رہے ہو۔"

کی مستقل مسکراہٹ نے معید کو ٹی وی اسکرین پر سے نگاہ ہٹانے پر مجبور کردیا۔ انس نے ہلکا سا
ا، پھر اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا۔

بھا ہے نا، تم بھی کچھ سیکھ لو۔ مستقبل قریب میں ایسی بہت سی "شرمیلی" حرکتیں کرنا پڑیں گی۔"

ٹ اپ۔" وہ سنجیدہ تھا۔

را بھی تو دادا ابا کی کرسی چھوڑ کر اپنی عمر انجوائے کرلیا کرو۔" انس نے اسے مشورہ دیا تھا۔ اس کی

بات پر معید کو ناچار مسکرانا پڑا۔ تب انس نے اصل بات شروع کی۔

"میں نے امی سے کہہ دیا ہے اور وہ بھی اب باقاعدہ طور پر چچی جان سے ضحیٰ کا رشتہ مانگنے گئی ہیں۔ بس آج والد صاحب سے بات ہو جائے، پھر کل مریم پھپھو بھی آ جائیں گی اور یہ بیل م چڑھ جائے گی۔"

وہ خاموش ہو کر معید کو دیکھنے لگا جیسے اس کے تاثرات جاننا چاہتا ہو۔ مگر وہ اطمینان سے بیٹھا سن رہا تھا۔

"اب کچھ پھوٹو نا منہ سے۔" انس کو غصہ آیا تھا۔

"اس سارے معاملے سے میرا کیا تعلق؟" وہ بڑی سادگی سے پوچھ رہا تھا۔ انس کی ساری دھری کی دھری رہ گئی۔ پھر اسے سخت طرارہ آیا تھا، دانت پیستے ہوئے بولا۔

"سمجھ میں نہیں آتا تمہارا دماغ ٹھکانے لگاؤں یا بے چاری ضحیٰ کی قسمت پر افسوس کروں۔ تم شادی ہو رہی ہے، دیواروں سے نہیں بلکہ ایک عدد جیتی جاگتی لڑکی سے۔ اس سارے معاملے سے تعلق نہیں ہو گا تو کیا ہمسایوں کا ہو گا۔"

"اُف، اتنا غصہ۔" معید بے ساختہ ہنس پڑا جس پر انس کا خون ایک پوائنٹ مزید جلا تھا۔

"اب تم میرے منہ سے ضرور کچھ اُلٹا سیدھا سن لو گے۔" انس نے لب بھینچ لئے جیسے واقعی کچھ جانے کا خدشہ ہو۔ معید نے دانتوں تلے لب دبا کر مسکراہٹ روکی تھی۔

"اچھا ــــ مجھے کہنا کیا ہے، وہ تو بتا دو۔"

"اس مسئلے کو اتنا ایزی مت لو معید!" وہ بے حد سنجیدہ تھا، پھر مزید کہنے لگا۔ "میں نے انداز ہے کہ ضحیٰ اس رشتے سے خاص خوش نہیں ہے۔ تبھی تو سب معاملے طے ہو جانے کے بعد بھی وہ تم مخالفت میں بات کر رہی ہے۔"

"یہ سب اس کا بچپنا ہے انس! اور کچھ نہیں۔ میں نے چھوٹے ماموں کو صاف لفظوں میں کہہ د کہ میری طرف سے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں اور یہ بھی کہ وہ ضحیٰ کو مکمل آزادیٔ رائے دیں۔ چ مامی بتا رہی تھیں کہ ضحیٰ کو کوئی اعتراض نہیں۔ اس نے چھوٹے ماموں کے سامنے اس رشتے پر ہامی تھی۔"

معید نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے اسے ریلیکس کرنا چاہا تو وہ بولا۔

"مگر میں پھر بھی چاہتا ہوں کہ ایک بار یہ رشتہ طے ہونے سے پہلے تم دونوں میرے سامنے مسئلے پر بات کرو۔"

"کم آن انس! ــــ تم خواہ مخواہ ایک بے بنیاد بات کو طول دے رہے ہو۔ کل جب بڑی باقاعدہ چھوٹی مامی سے بات کریں گی تو ہر بات کھل کر سامنے آ جائے گی۔ اگر ضحیٰ کو ذرا سا بھی اعتر ہوا تو کوئی بھی نظر انداز نہیں کرے گا۔ ہاں اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس بے وقوف اور جذباتی لڑکی کو کوئی ٹیکل کر سکتا ہے تو پھر کہیں بھی اس کا رشتہ طے کرا دو۔ بہر حال یہ بڑی امی کی خواہش تھی۔ میں

معاملے سے بے خبر تھا۔" معید نے سنجیدگی سے کہا تو وہ صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

ی خاموش تھے۔

توقف کے بعد انس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

بات تو تم نے سو فیصد سچ کہی ہے۔ ضحیٰ کی بے وقوفیوں کو صرف تمہی برداشت کر سکتے ہو اور تے ہو۔ گھر کی مٹی گھر ہی میں لگ جائے گی۔ اچھا خیال ہے۔"

بھی مسکرا دیا تھا۔ تبھی انس کو کوئی خیال گزرا تو وہ بڑی تیزی سے سیدھا ہو بیٹھا۔

وقوفیوں کی گٹھڑی کو کوئی یونہی، بہ رضا و رضا تو سر پر نہیں لیتا۔ سچ بتاؤ معید! کہیں تمہیں اس سے ہیں ہو گئی؟" اُس کے پُر جوش انداز پر معید نے بے ساختہ در آنے والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

بات ہو گئی ہے۔"

ایں ہوا تھا۔ پھر بھی خوش دلی سے بولا۔

بھی کہو، قافیہ تو سب کا ایک ہی ہے۔ عادت کو عقیدت میں اور عقیدت کو محبت میں بدلتے دیر "

بھی لوجک ہے ــــ صاف لگ رہا ہے کہ نیند پوری طاقت سے تمہارے دماغ پر حملہ کر چکی جا کر سو جاؤ۔ صبح تک کافی افاقہ ہو جائے گا۔" وہ متاسفانہ انداز میں کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

بھی یار! میری ریکویسٹ ہے کہ محض سمجھوتہ نہیں، محبت کرنا۔ کسی کو زندگی دینے کے لئے صرف ہی کافی ہوتا ہے۔"

نے کوریڈور میں قدم رکھتے ہوئے اپنے پیچھے انس کی بات سنی تھی۔

بے خود پر ہنس دیا۔

تو محبت کر چکا ہوں انس میر! ــــ اب تو جو فریق ثانی کے تیور ہیں ان کے مطابق ہی لائحہ ہوگا اور اس میں سرفہرست کیا ہو گا ــــ؟

سمجھوتہ ہی۔"

کمرے میں داخل ہونے تک وہ اپنی آئندہ زندگی کا تجزیہ کر چکا تھا۔

●●●●●

تائی جان نے باقاعدہ رشتہ مانگنے کا اہتمام کیا تھا۔

پھو کے ساتھ شوخ و شریر عماد بھی آ گیا تھا اور اب وہ مسلسل معید کو اپنی شوخیوں کی زد میں لئے آج زبردستی کی چھٹی پر تھا۔

لے ــــ عماد!"

پھو مسلسل اسے پکار رہی تھیں مگر میوزک کے ساتھ ساتھ خود ان کا بھی اتنا شور تھا کہ وہ سن رہا تھا۔ انہوں نے خود بنفسِ نفیس جا کر اس کے شانے پر تھپڑ رسید کیا تب وہ انس سے چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"کس قدر ڈھیٹ ہو تم ـــــ مجال ہے جو ایک آواز سن لو۔" انہوں نے جھلا کر کہا تھا۔

"میں پہلی ہی آواز سن چکا تھا والدہ محترمہ! مگر آج میں "احتجاج" پر ہوں۔ سب کی شادیاں ہیں، سوائے میرے۔" اس نے ان سے کام پوچھنے کی بجائے ناراضگی کا اظہار کر دیا تو سبھی بڑے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"جس طرح کی غیر ذمہ دارانہ حرکات ہیں نا تمہاری، دیکھ لینا اگلے ہی روز بیوی میکے جا بیٹھے
انہیں کام کے وقت بیٹے کی شوخی بالکل نہیں بھائی تھی۔ چچی جان کی طرح وہ بھی کبھی کبھار ہی ان خوشیوں سے محظوظ ہوتی تھیں۔ کام کے وقت وہ سب کی پوری توجہ کی متمنی رہتی تھیں مگر وائے قسمت

"تو اور لے آئیں گے ـــــ ورنہ پھر اگلی اور پھر اس سے بھی اگلی۔" وہ دوبدو بولا تو انہ ہانک لگائی۔

"یہ اُردو والا "اگلی" ہے یا انگلش والا "اگلی" (بدصورت)؟"

"مسخرہ پن بند کرو۔ تبھی لوگوں کا آئیڈیا تھا کہ اس پورشن سے باقاعدہ رشتہ لے کر چھوٹی بھا ہاں جایا جائے۔ اور اب یوں تماشوں میں جتے ہوئے ہو۔ ٹائم دیکھو ذرا۔ صبح سے وہ لوگ اپنے میں بندھے ہوئے ہیں۔ اب اٹھ جاؤ سب۔" انہوں نے اسے گھر کا تو وہ شرافت سے نہ صرف کھڑا ہوا بلکہ معصومیت سے پوچھنے لگا۔

"وہاں وکیل کی بھی ضرورت پڑے گی۔ معید کو ساتھ لے لیں؟"

"تم بالکل لاعلاج ہو۔" مریم پھپھو مایوس ہو گئیں تو اس نے ہنستے ہوئے انہیں بازو کے گھیرے لے لیا۔

وہ لوگ باقاعدہ مٹھائی اور فروٹ لے کر چچی جان کے ہاں گئے تھے۔ تایا جان پہلے ہی سے موجود تھے۔

"یہ لیں، ہم بڑے ماموں کو وہاں تلاش کر رہے ہیں اور یہ یہاں بیٹھے ہیں۔" عماد کو اعتراض تھا۔ چچا جان نے اسے گلے لگاتے ہوئے شکوہ کیا۔

"اب بالکل تو پرایا مت کر دو۔"

وہ سب اطمینان سے بیٹھ کر باتوں میں مصروف ہوئے۔ نگین نے چچی جان کے ساتھ کچن کا رخ کیا تھا اور باقی سب نے ضحیٰ کے کمرے کا۔

وہ سر منہ لپیٹے بستر پر دراز تھی۔

"اوہو ـــــ تو یہاں فراق کی گھڑیاں گنی جا رہی ہیں۔" عماد نے معنی خیزی سے جملہ کسا تھا۔ تپ کر اٹھ بیٹھی۔

"اب آپ لوگ میرا دماغ مت کھائیے گا۔"

"کھسکا ہوا تھا جو اُن کا دماغ
ٹھکانے لگانے کے دن آ رہے ہیں"

بنایا تو وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔ جبکہ عماد نے اس کا شانہ تھپک کر اسے داد دی تھی۔

ب وہیں جم کر بیٹھ گئے۔ حمرہ ان کے لئے وہیں جوس کے گلاس لے آئی تھی۔ ذرا دیر میں آ پہنچی۔

ہے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ تم میری دیورانی بن رہی ہو۔" اس نے ضحیٰ کو لپٹا کر کہا تو ناگواری وہ اپنے چہرے سے نکلتی تمتماہٹ کو چھپا نہیں پائی تھی۔

ہم اس نالائق کے لئے اتنا اچھا رشتہ لے کر آئے ہیں اور یہاں منہ پر پھٹکار برس رہی ہے۔" ہی لاحق ہوئی تھی۔

نہیں، ایسے ہی آپ اب تنگ مت کریں اسے۔" نگین نے ضحیٰ کی سائیڈ لی تھی۔ مگر وہ لوگ آنے والے تھے۔ انس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے متاسفانہ انداز میں کہا۔

ہیں تم نے شاعرِ مشرق کا مصرعہ کہ،

"بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

نے "بڑی" پر خاصا زور دیا تھا۔

خود سے بھی آئینہ دیکھ لیا کریں۔ آپ کے چہرے بھی کوئی خاص پُر نور نہیں ہیں۔" ضحیٰ کی ت کوئی خاص پائے کی نہیں تھی، فوراً ہی جواب دے گئی تو وہ چیخ کر بولی۔

مجھے تسلی ہو گئی ہے کہ اتنے نادر و نایاب پرپوزل کی خوشی میں اس کا دماغ پھرا نہیں ہے بلکہ یہ ہی بددماغ ہے جتنی کہ اس سے پہلے تھی۔"

تسلی ہو گئی تھی مگر اس کی تنبیہی نگاہ ضحیٰ اچھی طرح محسوس کر رہی تھی تبھی تو لامحالہ اسے اپنا موڈ پڑا۔

بہت بورنگ کپل ہے یار! اُدھر وہ گھنا اِدھر یہ میسنی۔" عماد سخت مایوس ہو رہا تھا۔

طنز کیا۔

آپ کی طرح "شاہراہِ عام" نہیں ہوتا۔"

جملے سے ہر کوئی محظوظ ہوا تھا۔

ـــــ یعنی اندر سے کچھ اور ہی معاملہ ہے تم دونوں کا۔" وہ اب بھی باز نہیں آ رہا تھا۔

ہے وہ سب کتنے ہی خوش گوار موڈ میں کیوں نہیں تھے، ضحیٰ کو ان کی کوئی بھی بات "چھیڑ" نہیں

کل بے زاری، کوفت اور سب سے بڑھ کر جبر کا احساس۔

کی تاریخ نوفل اور صبا کے لوٹ آنے کے اگلے دن طے ہوئی تھی اور وہ ساکت بیٹھی اپنی اوراق کو اُلٹتے پلٹتے دیکھ رہی تھی۔

●●●●●

نے اسے بھی زبردستی اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"یہ بھلا وہاں کیا کریں گی؟" نوفل نے دبے لفظوں میں اپنی ناگواری کا اظہار کیا تو وہ... انداز میں اسے لتاڑنے لگی۔

"قسمت سے اگر بیوی اچھی مل ہی جائے تو بہت ناشکرے ہو جاتے ہو تم مشرقی مرد۔ قسمت سے "اپنا حق" سمجھ کر وصول کرتے ہو۔ حالانکہ سوچو تو تم لوگوں پر تا عمر سجدۂ شکر واجب ہے۔ مگر سوچو تب نا۔"

"میں تو اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہم کام میں مصروف ہو جائیں گے تو یہ بور ہوتی رہیں گی۔ یونٹ کے لوگ......"

وہ فوراً سنبھلا تھا۔

"مانا کہ تمہاری بیوی بہت خوب صورت ہے اور تم اس کے لئے بہت پوزیسیو ہو۔ مگر اس کا یہ نہیں ہے کہ اسے دنیا سے چھپانے کی خاطر تنہائی کی مار مارتے رہو۔"

صبا نے ان دونوں کی ساری گفتگو واش روم میں کپڑے تبدیل کرنے کے دوران سنی تو خود... سی شرمندگی محسوس کرنے لگی۔

"کم آن ژالے! اتنا ظالم نہیں ہوں میں۔ وہ خود بھی ایسی سچویشن کو اوائیڈ کرتی ہیں۔ میں... پابندی کیوں......"

وہ صبا کو واش روم سے باہر نکلتے دیکھ کر بات ادھوری چھوڑ گیا تھا۔ ژالے نے اس کی نظر... تعاقب میں پلٹ کر دیکھا تو جدید تراش کے ریڈ اینڈ اورنج خوب صورت سی کڑھائی سے مز... میں ملبوس صبا کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بے ساختہ ستائش سی اتر آئی جس کے اظہار میں اس... کنجوسی سے کام نہیں لیا تھا۔

"مائی گاڈ ـــــ یو آر لکنگ بیوٹی فل صبا! لیکن اگر تم روزانہ یونہی لگتی ہو تو میری سمجھ میں نہیں... نوفل کے حواس کیسے قائم ہیں؟"

مغرب کی یہی خوبی یا خامی کہہ لیں، وہاں کے لوگ بات کو دل میں نہیں رکھتے۔ ہر بات چا... ہو یا بری فوراً "اُگل" دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ تبھی تو انہیں ہماری طرح "آر یا پار" کے... نہیں ستاتے۔

مگر ادھر صبا تھی۔

اس قدر کھلے الفاظ نے لمحہ بھر میں اسے برافروختہ کر ڈالا۔ چہرے سے پھوٹتی تپش تو الگ... نوفل کی طرف دیکھنے لائق بھی نہیں رہی تھی۔ اس کا بلش کرتا چہرہ اس سے ژالے کو مشرق کا حسن... وہ بے ساختہ ہنسنے لگی۔

"امیزنگ ـــــ تم واقعی لکی ہو نوفل! تمہاری بیوی تو ابھی تک تم سے بھی شرماتی ہے۔"

اب چاہے نوفل اور صبا کے درمیان کچھ بھی نہ رہا ہو، وہ اس سے کتنی بھی ناراض کیوں نہ... احساسات پر تو اپنا کنٹرول نہیں تھا کہ اپنی حیا کو بولڈنیس کا روپ دے کر ژالے کی گفتگو انجوا...

...ہر د تھا، وہ کر سکتا تھا۔ تبھی تو اس گفتگو کے دوران سینے پر بازو لپیٹے کھڑا مسکراتا رہا تھا۔ خود صبا ہی ...ر کے موضوع بدلنا پڑا۔

...بے میرا کوئی اتنا خاص دل نہیں کر رہا جانے کو۔ خواہ مخواہ کی بوریت۔"

...چہ ـــــ ایسے تو گزارہ نہیں ہونے والا تمہارا نوفل کے ساتھ۔ بہت ایکٹیو بندہ ہے ...ے تو ہر وقت سر پہ سوار رہنا پڑتا ہے تب قابو میں آتا ہے یہ جن۔" ژالے شرارت سے کہتی نوفل ...ی گی۔ صبا دل مسوس کر رہ گئی مگر نوفل ذو معنی انداز میں بولا تھا۔

...یں تو ایسا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ یہ جن تو ویسے ہی تمہارے قبضے میں ہے۔" ژالے نے ہلکا سا ...اس کے فقرے کو انجوائے کیا تھا۔ پھر اسے دھمکانے والے انداز میں بولی۔

...بے ایک مشرقی بیوی کے سامنے ایسی باتیں کرنا خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔"

...ہیں بھئی، میری مسز بہت معصوم ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

...وم یا بے وقوف؟' صبا کا دل کُرلایا تھا۔

...پلیز، چلو نا۔ اور کچھ نہیں تو اپنا ہنی مون ٹرپ سمجھ کر ہی انجوائے کر لو۔" ژالے نے اس کا ہاتھ ...صبا تو کچھ سوچنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ نوفل اسے ساتھ لے کر نہیں جانا ...خود بھی اس کے اعصاب پر سوار ہونے کی چاہت نہیں رکھتی تھی مگر ژالے ـــــ یہ کیا چاہتی ...ــ اسے تو چاہئے تھا کہ میرے انکار پر "خس کم جہاں پاک" کہتی نوفل کو لے کر چلی جاتی۔

...پر سے اس کا کھلا ڈلا انداز گفتگو ـــــ اتنی بے باک تو وہ کبھی بھی نہیں رہی تھی کہ ژالے کے ...نوفل کے سامنے انجوائے کر سکتی۔ سوائے اقرار کرتے ہی بنی تھی۔ اگرچہ وہ نوفل کی نگاہوں کی ...ا کو بنا دیکھے بھی پہچان رہی تھی۔

...گریٹ۔" ژالے خوش ہو گئی۔

...سا میری پرواہ کر رہے ہیں جو میں ان کی مرضی کی فکر کروں۔' صبا کو سوچ کر تسلی ہوئی تھی۔

...ل ضرور لے لینا صبا! باہر بہت ٹھنڈ ہو رہی ہے۔" ژالے نے اسے تنبیہہ کی تو وہ الماری کی ...ھ گئی۔

...ے باہر نکلتے ہی اسے احساس ہوا کہ اکتوبر کا وہ موسم، جسے لاہور والے کوئی اہمیت دینے کو ...تے تھے، بارش کی وجہ سے سرد لبادہ اوڑھے ہوئے تھا۔ آسمان پر کہیں کہیں سفید اور سیاہ ...ر غولے دکھائی دے رہے تھے۔ مسلسل چلنے والی خنک ہوا نے اسے شال مضبوطی سے لپیٹنے پر...

...ہری سڑک پر چلتی، قدرت کی صناعی کے حسین مناظر میں محو وہ ساتھ چلتے نوفل اور ژالے ...ے بالکل لاپرواہ تھی جو اس وقت اپنے کام کو ڈسکس کر رہے تھے۔

...ادا ہے پر پہنچ کر ژالے رک گئی۔ ایک طرف سڑک سیدھی جا رہی تھی اور دوسری طرف اترائی

"تم لوگ اس طرف سے چلو، نوفل! تمہیں راستے کا تو پتہ ہی ہے۔ میں ذرا ہوٹل سے ہو
ہوئے آؤں گی۔"

ژالے نے اُترائی والے راستے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو قدرے توقف کے بعد
نے اس کا مشورہ رد کر دیا۔

"اکٹھے ہی چلتے ہیں ـــــ پانچ سات منٹ کی تو واک ہے۔"

"ڈفر ہو تم بھی نوفل!" ژالے نے دانت پیستے ہوئے ملامتی انداز میں اسے دیکھا پھر قدر
سرگوشی میں بولی۔ "کام سے ہٹ کر پانچ سات منٹس اسے بھی دے لو۔"

نوفل نے بے ساختہ صبا کی طرف پلٹ کر دیکھا مگر وہ ان دونوں کی طرف سے لاپرواہ، خیالے
سے انداز میں چلتی ارد گرد کی خوب صورتی سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہ پھر سے ژالے کی طرف
جو اپنے اس آئیڈیا پر کافی مسرور دکھائی دے رہی تھی۔

"پانچ، سات منٹس سے کیا ہوتا ہے یار! اس کے نام تو پوری زندگی کر رکھی ہے۔" اسے بے
کرنا چاہا۔ مگر اب کی بار وہ ڈانٹنے کے سے انداز میں بولی۔

"اسی زندگی میں سے پانچ، سات منٹس کہہ رہی ہوں جنہیں تم ناشکری کرتے ہوئے گنوا رہے

"اوکے یار! تم امریکی تو ایک ڈیڑھ منٹ کی بھی پوری "فلم" بنانے کے عادی ہو، ہمارے پا
منٹس محض "تمہید" میں لگ جاتے ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے چوٹ کر رہا تھا۔ ژالے نے بے اختیار ا
مضبوط شانے پر مُکا دے مارا۔

"فوراً تقابلی جائزے پر اتر آتے ہو۔ اب جاؤ اور ذرا آرام سے آنا۔ اتنی دیر میں، میں جا کر
کا فائنلی جائزہ لے لوں۔ پتہ نہیں وہ رائمہ تیار ہوئی کہ نہیں۔ جتنی خوب صورت ماڈل ہے اتنی ہی
مغز بھی۔ پتہ نہیں کتنے ری ٹیکس دے گی۔"

وہ اسے تنبیہہ کرتی، ڈسکس کرتی اپنی راہ پر چل دی۔ صبا نے حیران ہو کر نوفل کی طرف دیکھا
وہیں جما کھڑا تھا۔

"چلیں ـــــ"

اسے متوجہ پا کر سنجیدگی سے کہتے ہوئے اُترائی والے راستے کی طرف اشارہ کیا تو وہ کچھ بو
اپنی حیرت کو دباتی اس کے ساتھ چل دی۔

یہ راستہ بھی قدرت کی صناعی کا حسین شاہکار تھا ـــــ گرد و غبار سے پاک ماحول، ہر طرف
بلند و بالا درختوں سے ڈھکا خنک سا ماحول۔ داہنی سائیڈ پر نیچے کھائی سے اُٹھتے درخت پورے تفاخر
ساتھ سر بلند کئے اپنی خوب صورتی پر نازاں تھے تو بائیں طرف خوب صورت کاٹیج، جن کے لان
چھوٹی باؤنڈری والز پر سے بھی دکھائی دے رہے تھے اور ہر طرف پھیلا سکوت اور تنہائی، فضا
نفوس۔

"ابھی یہاں ضحیٰ ہوتی تو بول بول کر اس ساری خاموشی کو درہم برہم کر ڈالتی۔" وجدان کی سو

گل رنگ باتیں، حمزہ، انس اور اگر یہ سب لوگ یہاں ہوتے تو یہ تنہائی ـــــ بھلا اس
کہیں منہ چھپانے کی جگہ ملتی؟"

دل بھرانے لگا۔

وہ بادلوں کا دھواں تھا یا اس کی آنکھوں میں اترتی نمی کا غلاف جو اس کی نگاہ کے آگے پھیل
دم ہی کسی پتھر پر سے پاؤں رپٹا تو وہ لڑکھڑا کر کھائی کی طرف گرنے کو ہوگئی۔

نوفل کے بھی ختل ہوئے تھے مگر وہ بروقت اس کا بازو تھام کر بڑی پھرتی سے اپنی طرف کھینچ
چکیلی ڈال کی طرح اس کی گرفت میں آئی تھی۔ اس اچانک افتاد پر تنفس تیز تر تھا تو ذہن
دھڑکن ـــــ اسے حواس کی دنیا میں لوٹتے ہی خیال آیا تھا کہ اس کا دل اکیلے نہیں دھڑک
اور کی دھڑکنیں بھی اس میں مدغم تھیں۔

ٹھیک ہیں آپ؟" وہ پُرتشویش لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ اس کا کولون سے مہکتا وجود، مضبوط
آنچ دیتا آہنی حصار۔ سب کچھ ہی ناقابل یقین تھا اور شاید ناقابل برداشت بھی۔ تبھی تو وہ
مچل کر اس کی گرفت سے اپنا آپ آزاد کراتی پیچھے ہٹی تو پھر سے لڑکھڑا کر کئی قدم کھائی کے
تک جا پہنچی۔

لش گرل ـــــ" وہ تحیر و بے یقینی کا شکار اسے گھسیٹ کر ایک سائیڈ پر لے آیا تو اب کی بار
لہجے میں درشتگی کے ساتھ گرفت میں بھی سنگدلی تھی۔

اغ تو خراب نہیں ہوگیا آپ کا؟ ـــــ خودکشی کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کبھی اکیلے میں کر
میرے سامنے ڈرامے کر کے خود کو دنیا کی مظلوم ترین خاتون ثابت کرنے کی کوشش مت
بول نہیں رہا تھا بلکہ دبے لہجے میں غرا رہا تھا۔

کے حواس بحال ہوئے تو انا بھی پورے طمطراق کے ساتھ بیدار ہوگئی۔

اختیاری میں اس سے بے احتیاطی تو ضرور ہوئی تھی مگر وہ کیا کہہ رہا تھا۔ یعنی اس کی نظر میں وہ
حاصل کرنے کے لئے اتنے "سیریس ڈرامے" کر رہی تھی۔ جبکہ اس کے ذہن سے تو یہ خیال
زرا تھا۔

خودکشی کرنے کا نہ تو ارادہ ہے اور نہ ہی شوق۔ اور نہ ہی میں نے آپ کی طرف مدد کے لئے
یا تھا۔ گر جانے دیتے، شاید تبھی آپ کی زندگی میں سکون آجاتا۔" اپنی طرف سے بہت سنگدلی
کرتے ہوئے بھی اس کی آواز بھرا گئی تو وہ لب بھینچے تیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے تلخی سے

مجھ میں انسانیت نہ ہوتی تو میں ایسا بھی کر گزرتا۔ آزادی ملتی تو سکون کا بے پایاں احساس
ہوسکتا ہے تب میں شکرانے کے نفل بھی پڑھ ڈالتا۔" اس نے بولتے ہوئے ایک پل کو بھی اس
لڑکی کے جذبات و احساسات کی تباہی کا خیال نہیں کیا تھا۔

بھی کون سا کم کر رہے ہیں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ اپنے ہاتھوں سے مجھے کھائی میں دھکیل

دیتے۔" وہ شال سے آنکھیں پونچھتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ تب اسے احساس ہوا کہ خوف سے ابھی اس کا وجود لرز رہا تھا۔

"اتنی آسان موت؟" وہ سنگدلی کی حد پر تھا۔ صبا مارے دکھ کے اس وجیہہ چہرے کو دیکھے گئی جو اب طوفان گزرنے کے بعد والے سکوت جیسا اطمینان ٹھہرا ہوا تھا۔

آف وائٹ اینڈ نیوی بلیو ٹراؤزر شرٹ میں وہ بے حد مکمل دکھائی دے رہا تھا، کسی ریاست کا شہزادہ۔ بعض اوقات خدا کسی کو بظاہر مکمل بنا کر درحقیقت اس میں کتنی بڑی کمی رکھ دیتا ہے، یہ خیال اس پل نوفل کو دیکھ کر آیا تھا۔

"ایسا اعزاز تو کسی چاہنے والے شوہر کے ہاتھوں اس کی محبوب بیوی کو ملتا ہوگا۔" وہ مزید کہہ رہا تھا۔ ذہن ابھی تک صبا کی کچھ دیر پہلے والی بے رخی بلکہ بدتمیزی میں اٹکا اُبل رہا تھا۔ شوق سے تو بھی اس کو خود سے قریب نہیں کیا تھا، محض وقتی کارروائی کی تھی۔ بنا سوچے سمجھے کیا جانے والا اقدام مگر جواباً وہ اسے کسی ناپاک شے کی طرح جھٹک کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔ جیسے اس کے قریب آنا مر جانا ہو۔

صبا کی یہ حرکت تو گویا اس کے دل میں ترازو ہوگئی تھی۔

'میں اسے چھونا نہیں چاہتا تو یہ بھی میرے قریب آنا پسند نہیں کرتی۔' پلڑا پھر سے برابر ہوگیا تھا۔ یہی "برابری" نوفل کو بھڑکتا ہوا الاؤ بنا رہی تھی۔

"آپ جیسے ظالم انسان کو تو یہ اعزاز ہی لگتا ہوگا۔ چاہے کسی کی جان کا خون ہو یا جذبات کا۔" وہ درجہ بے بس تھی۔ اس کے ساتھ چلنا مجبوری تھا ورنہ یہیں سے واپس پلٹ جاتی۔

"یہاں ہر کسی کو صرف اپنے ہی جذبات اور احساسات کی فکر ہے۔ میں بھی انسان ہوں، میرا ٹینشن فری رہنے کو جی چاہتا ہے۔ مگر ہر جگہ آپ کو ان چاہے بوجھ کی طرح شانوں پر لادے پھرنا ہے۔ مجھ سے تو کوئی ہمدردی نہیں آپ کو۔"

صبا کی ٹینشن حد سے سوا ہونے لگی۔ اس لمحے اس نے اپنے آپ کو پوری طرح نفی ہوتے محسوس کیا تو

چلو چھوڑو!
محبت جھوٹ ہے
"عہد وفا" ایک مشغل ہے بے کار لوگوں کا
"طلب" سوکھے ہوئے پتوں کا بے رونق جزیرہ ہے
"خلش" دیمک زدہ اوراق پر
بوسیدہ سطروں کا ذخیرہ ہے
چلو چھوڑو!
کہ اب تک میں اندھیروں کی
دھمک میں سانس کی ضربوں پہ

چاہت کی بنا رکھ کر سفر کرتی رہی ہوں
مجھے احساس ہی کب تھا
کہ تم بھی موسموں کے ساتھ
اپنے پیرہن کے رنگ بدلو گے
چلو چھوڑو!
مرا ہونا نہ ہونا اک برابر ہے
تم اپنے خال وخد کو آئینے میں پھر نکھرنے دو
تم اپنی آنکھ کی بستی میں پھر سے اِک نیا موسم اُترنے دو
"مرے خوابوں کو مرنے دو"
چلو چھوڑو!
محبت جھوٹ ہے

موسم کی خوبصورتی، ماحول کا سحر اور معنی خیز سی تنہائی۔ کچھ بھی تو ان کے دھیان میں نہیں تھا۔ آس پاس پھیلے جنگل سے اُٹھتی درختوں کی مسحورکن خوشبو بھی ان کے احساسات کو مہکانے میں ناکام تھی۔

وہ ناک کی سیدھ میں دیکھتا ٹھوکروں سے پتھر اُڑاتا چل رہا تھا۔ مغرور، تنے ہوئے نقوش سے اس کے صرف اور صرف سرد مہری عیاں تھی۔

اور صبا

اس کی حالت اس وقت کسی لٹے ہوئے قافلے کے سفیر کی سی تھی جو اپنا سب کچھ ہار چکا ہو اور دنیا کی کوئی بھی دلکشی و رعنائی اس کے لئے کوئی اہمیت نہ رکھتی ہو۔

ٹوٹی پھوٹی سڑک سے اتر کر وہ پتھریلے راستے پر ہولیا۔ وہ کسی روبوٹ کی مانند اس سے دو قدم پیچھے آرہی تھی۔

اگلی اونچائی طے کرتے ہی صبا نے خود کو ایک وسیع و عریض سرسبز گھاس کے میدان میں پایا تو خود سے بے پرواہ ہونے کے باوجود لمحہ بھر کے لئے ہی سہی مگر اس دلکش مقام نے صبا کی توجہ ضرور سمیٹی تھی۔

اپنے یونٹ کے لوگوں سے بات چیت کرتی ثرالے تیزی سے ان کی طرف بڑھی تھی۔

"کیسا رہا سفر___؟" اس نے صبا کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے پوچھا۔ اس کی شربتی آنکھوں میں شرارت کا عکس واضح تھا۔ مگر صبا کو یوں لگا جیسے وہ اس کی ہر بات سے واقف ہو۔ جیسے وہ جانتی ہو کہ نوفل احمد اسے کس "مقام" پر رکھے ہوئے ہے۔ وہ کوشش کے باوجود بھی اس کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے نہیں دے سکی تھی۔

ساتھ ہی نوفل نے اسے اپنی طرف متوجہ کرلیا تو وہ صبا کو ایک طرف رکھی کرسی پر بیٹھنے کا کہتی اپنے یونٹ کے لوگوں کی طرف بڑھ گئی۔

کیمرہ، لائٹس اور دیگر انتظامات بالکل مکمل تھے۔ اسٹل فوٹوگرافی کے لئے اسد مستعد پھر رہا تھا۔

ماڈل گرل رائمہ خوب صورت سے گیٹ اپ میں چمک رہی تھی۔

اس نے خالی نظروں سے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ ہر کوئی خوش باش اور مطمئن تھا، جیسے دنیا میں کوئی غم ہی نہ ہو۔

ژالے نے نوفل کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام رکھا تھا اور وہ مسلسل بولتے ہوئے رائمہ کو ایکٹ کے بتا رہی تھی۔ اس کا شانہ نوفل کے شانے سے مس ہوا تھا۔

ایک بار، پھر دوسری بار۔

پھر اس نے نوفل کو اس کا سین سمجھایا۔

وہ دونوں کتنے پاس تھے۔ ہنستے مسکراتے، بالکل مکمل۔

صبا کو لگا اس کے دماغ کی نسیں پھٹ جانے کو ہوں۔

سب لوگ اپنے کام میں مصروف تھے اور اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سب اس پر ہنس رہے ہوں جس کا شوہر اسے چھوڑ کر اس کی نظروں کے سامنے کسی اور کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا تھا۔

اندرونی خلفشار حد سے باہر ہوا تو وہ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

ایڈ کی شوٹنگ شروع ہو گئی تھی۔ یونٹ کا ہر شخص محویت سے نوفل اور رائمہ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

وہ کسی کی بھی پرواہ کیے بغیر تیز قدموں سے ایک طرف کو چل دی۔ یکلخت ہی دھوئیں جیسے سیاہ بادلوں نے ہر چیز کو ڈھانپنا شروع کر دیا تو اسد نے آواز لگائی۔

”میڈم! پیک اپ کریں ـــــ کسی وقت بھی یہ بادل برسنا شروع ہو جائیں گے۔“

”نو وے ـــــ“ ژالے کوفت کا شکار ہونے لگی۔ ابھی بمشکل چند سین ہی ریکارڈ ہوئے تھے۔ مگر اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی آسمان پر جمع ہونے والے سیاہ وسفید بادلوں نے بنا وارننگ کے برسنا شروع کر دیا تو سبھی بوکھلا کر چیزیں سمیٹنے لگے۔

”بہت اچھے جا رہے ہو تم دونوں۔ خلاف توقع اس بار رائمہ جلدی پک کر رہی ہے۔“ ژالے نے ان دونوں کی تعریف کی تھی۔

مگر نوفل اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اس کی نظریں کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔

”ژالے! صبا کہیں یونٹ کی گاڑی میں تو نہیں جا بیٹھیں؟“ وہ متفکر ہوا تھا۔ پھر اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھا مگر وہاں ڈرائیور کے سوا اور کوئی موجود نہیں تھا۔ دونوں اسپاٹ بوائے تیزی سے سارا سامان گاڑی میں لادنے لگے۔ بارش اب تیزی پکڑ رہی تھی۔

”کیا ہوا نوفل! ـــــ نہیں ہے؟“ ژالے از حد پریشان سی اس کی طرف لپکی جس کے اپنے حواس مختل ہو رہے تھے۔

”اوہ گاڈ! ـــــ کہاں جا سکتی ہے وہ؟“ وہ دیوانوں کی طرح گھوم کر چاروں طرف اسے دیکھ رہا تھا مگر وہ کہیں نہیں تھی۔

”ریلیکس نوفل! ـــــ اسد! کم ہیئر، ہری اپ۔“ وہ اس کے ساتھ کھڑی بارش میں بھیگ رہا تھا

تیزی سے اسد کو بلانے لگی۔

”ابھی کسی سے کچھ مت کہو ژالے! تم لوگ اپنے راستے پر سے جاؤ۔ ہو سکتا ہے وہ اسی راستے سے ہو جہاں سے ہم آئے ہیں۔“

بات ژالے کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ کسی کو صبا کی گمشدگی کی خبر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

اسد تیز ہوتی بارش میں بھیگتا ہوا ان کی طرف آ رہا تھا۔ ژالے وہیں سے چلائی۔

”ٹارچ لے آؤ اسد!“

وہ بے چارہ وہیں سے پلٹا اور اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ میں ایک ٹارچ موجود تھی۔

”میں بھی تمہارے ساتھ ......“

”نہیں ـــــ تم یونٹ کے ساتھ ہوٹل جاؤ۔ یہ لوگ پتہ نہیں کیا سوچیں گے۔ میں آگے سے تم کو ملوں گا۔ اگر کوئی پریشانی ہوئی تو فون کر دوں گا۔“ اس نے تیز لہجے میں بات ختم کرتے ہوئے اسد کے ہاتھ سے ٹارچ تھام لی اور اسی راستے کی طرف بڑھ گیا جہاں سے وہ صبا کے ساتھ آیا تھا۔

ژالے حیران کھڑے اسد کو جلدی سے گاڑی میں بیٹھنے کا کہتی آگے بڑھ گئی تو وہ بھی اس کے پیچھے تھا۔

نوفل تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ شام اتنی گہری نہیں تھی جتنا بادلوں نے اسے سیاہ کر دیا تھا۔ اس نے پاور فل بیٹری والی ٹارچ آن کر لی۔

اس پل اس کا ذہن فقط ایک ہی نقطے پر رکا ہوا تھا۔

”صبا ـــــ“

’خودکشی کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کبھی اکیلے میں کیجئے گا۔‘

اسے خیال آیا، ابھی کچھ دیر پہلے شاید وہ انسان نہیں رہا تھا۔

’کاش مجھ میں انسانیت نہ ہوتی تو میں ایسا بھی کر گزرتا۔ آزادی ملتی۔‘

’اتنی آسان موت ـــــ‘

’میرے خدا ـــــ‘

نوفل کا دل خدشات سے بوجھل ہونے لگا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ ان لمحات میں صبا کچھ بھی کر سکتی تھی۔

شاید خودکشی بھی ـــــ!

اس وقت وہ اپنا تمام تر غصہ اور نفرت بھولے ہوئے تھا۔

'مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا' ایک منٹ میں وہ کئی بار سوچ چکا تھا۔ موسم کے تیور خراب ہو رہے تھے۔ برستی بارش کی چادر کے پار کچھ دیکھنا ناممکن تھا۔

'میں بھی انسان ہوں۔ میرا بھی ٹینشن فری رہنے کو دل چاہتا ہے۔ ہر جگہ آپ کو ان چاہے بوجھ کی طرح......'

ضمیر کی خلش ایک بار پھر سے اسے لعنت ملامت کرنے لگی۔

وہ پتھریلی سڑک پر تیز قدم اٹھا رہا تھا۔ جب ٹارچ کی روشنی سڑک کے کنارے لگے درخت کے تنے کے ساتھ کھڑے کسی انسانی وجود پر پڑی۔ اورنج اور ریڈ لباس پر سیاہ شال کی جھلک نے نوفل کے قدموں کو وہیں ٹھٹکا دیا تھا۔

●●●●●

''ایک کپ چائے ــــــ'' وہ فریش ہو کر لاؤنج میں آیا تھا۔ ٹی وی کے سامنے بیٹھتے ہوئے بنا کسی خاص کو مخاطب کئے فرمائش کی تو نگین نے شرارت سے ضحیٰ کو ٹہوکا دیا تھا جس نے فوراً تیوری چڑھائی تھی۔ مگر معید اس سارے معاملے سے انجان ہرگز نہیں تھا۔ وہ نگین کا ٹہوکا اور ضحیٰ کا انداز دونوں ہی دیکھ چکا تھا۔ ریموٹ سے چینل سرچنگ کرتے ہوئے مصروف انداز میں بولا۔

''حمرہ گڑیا! چائے تم بنانا ــــــ اس وقت میں ایک اچھی سی چائے پینا چاہتا ہوں۔''

حمرہ تفاخر سے مسکراتے ہوئے اُٹھی۔ ضحیٰ نے نگین کو منہ چڑایا تو وہ خجل سی ہو کر بیٹھ رہی۔ اسی وقت انس کی تھکی ماندی شکل کوریڈور کے سرے سے برآمد ہوئی تھی۔ نگین کو یوں فیشن میگزین میں مگن و مصروف دیکھ کر وہ خشمگیں سا اسے گھورنے لگا تو معید ہی نے اسے ٹوکا۔

''نہ سلام نہ دعا، آتے ہی لڑاکا بیویوں کی طرح سر پر چڑھ کے کھڑے ہو گئے ہو۔''

نگین چونک کر متوجہ ہوئی تھی۔ پھر انس کو دیکھ کر حیران سی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''آج آپ کچھ جلدی نہیں آ گئے؟'' وہ حیرت سے کلاک دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ انس پہلے ہی جلتا بھنتا اندر آیا تھا، بھنا کر بولا۔

''کہو تو یہیں سے واپس ہو جاؤں؟''

''انس ــــــ!'' معید نے تنبیہی انداز میں اسے پکارا تو وہ زچ ہو کر اس کی طرف پلٹا۔

...کل بھی اچھی بیوی نہیں ہے یار! ــــــ روزانہ اسی ٹائم پہ میری واپسی ہوتی ہے مگر اسے کبھی ...رہتا کہ آ کر مجھے پورچ میں ریسیو ہی کر لے۔''

...غیر متعلقہ شکایت نامہ نہ صرف نگین بلکہ معید کو بھی خجل کر گیا تو اس نے انس کو ذرا سا گھور کر ...بھی منہ پھلائے کھڑا تھا۔ ضحیٰ اپنی بے ساختہ اُمڈ آنے والی مسکراہٹ چھپانے کی خاطر پھر ...بنا پر جھک گئی۔

...ہوں کام ہوتے ہیں انسان کو ــــــ آپ تو بیوی کو بھی فلمی ہیروئن سمجھتے ہیں۔'' نگین نے بھی ...کے بغیر خفگی سے کہا اور واک آؤٹ کر گئی۔

...کھا ــــــ دیکھا تم نے؟ اتنا نہیں کہ شوہر دن بھر کا تھکا ہوا آیا ہے، آتے ہی کوئی چائے پانی ...یا پھر بریف کیس ہی تھام کر اندر لے جائے، اپنا موڈ دکھانا شروع کر دیا۔'' وہ پھر سے معید ...اپنا دکھڑا رونے لگا تو اس نے جواباً ڈانٹ دیا۔

...نے ہی تم نے گولہ باری شروع کر دی ــــــ وہ بھلا کیا خیال کرتیں تمہارا؟''

...ے ویسے بھی میرا کوئی خیال نہیں۔ سمجھے تم؟'' انس چڑ ہی تو گیا۔ ''آج صبح بڑے پیار سے ...ہوتے ہوئے وہ نگین سے وعدہ لے کر گیا تھا کہ وہ واپسی پر اسے پورچ میں محوِ انتظار ملے گی۔ مگر ...رت، حسرت ہی رہی تھی۔ وہ دندناتا نگین کے پیچھے گیا تھا۔

...ٹی وی لاؤنج میں صرف ضحیٰ اور معید رہ گئے جو کم از کم ضحیٰ کے لئے ہرگز بھی پسندیدہ بات نہیں ...رین سمیٹتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ معید نے بے اختیار ٹی وی اسکرین پر سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا تھا۔

...کر تمہارا ابھی ہے ضحیٰ! ــــــ اب کیا ہر اس جگہ سے بھاگا کرو گی جہاں میں ہوں گا؟'' وہ بہت ...ے پوچھ رہا تھا۔ ضحیٰ حد درجہ حیرت اور پھر غصے کا شکار ہونے لگی۔

...لگی ہے آپ کی کہ میں آپ سے ڈرتی ہوں۔ بھاگنے کی ایک وجہ ناپسندیدگی بھی ہو سکتی ہے۔'' ...ی بھرے انداز میں جواب دیا تھا۔

...پ ــــــ؟'' انگشت شہادت سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے معید کی آنکھوں ...تر آیا تھا۔ ''اس کی کوئی خاص وجہ؟''

...کا پوچھنا عام انداز میں ہوتا تو اور بات تھی مگر یوں کچھ جتانے والے انداز میں بات کرنا ضحیٰ کو ...اُٹھا تھا۔

...ہرا نہیں بلکہ گھر والوں کا ذاتی خیال ہے کہ آپ بہت نیک، فرمانبردار اور قابل عزت ہیں۔ سو ...کہنے پر عمل کر رہی ہوں۔''

...ی گڈ ــــــ!'' اس نے طمانیت سے سر ہلایا پھر اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ ''یہ ...کے آثار ہیں۔ ورنہ میں تو تمہارے سدھرنے سے مایوس ہو چکا تھا۔''

...اپنے کام سے کام رکھئے ــــــ خواہ مخواہ مجھ پر طنز کرنے یا جملے کسنے کی فضول حرکت مت ...رمیں خاموش ہوں تو صرف اپنے بڑوں کی وجہ سے۔ ورنہ میں بہت کچھ کر سکتی ہوں۔'' وہ

پھنکاری تھی۔

معید کی سیاہ آنکھوں میں بلا کا سکون ہلکورے لے رہا تھا جیسے اس کی باتوں کو بہت ایزی لے
انجوائے کر رہا ہو۔

"اچھا؟ ــــ مثلاً؟"

منحیٰ پل بھر میں اعصابی دباؤ کا شکار ہوئی تھی۔ مگر خود کو سنبھالتے ہوئے اٹل مگر تلخی سے بھرپور
میں بولی۔

"یہ آپ کو بہت جلد پتہ چل جائے گا۔ اگر میں نے سرنڈر کیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ
سارے پتے شو کرا چکی ہوں۔ مسٹر معید! ٹرمپ کارڈ ابھی بھی میرے ہاتھ میں ہے۔" وہ میگزین
سے سینٹر ٹیبل پر پٹختی وہاں سے چلی گئی تھی۔

معید کئی لمحوں تک چہرہ موڑے اس کی طرف دیکھتا رہا تھا ــــ پھر سر جھٹک کر ٹی وی کی
متوجہ ہو گیا۔ مگر کوئی بھی منظر اس کی توجہ نہیں سمیٹ پایا تھا۔ اس کا ذہن بھٹک کر منحیٰ کے رویے میں
تھا۔

'وہ سچ کہہ رہی ہے معید حسن! ــــ اس کا اتنی آسانی سے شکست مان لینا بے وجہ نہیں
ٹرمپ کارڈ اس نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے۔ مگر کیا؟'

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سوچنے پر مجبور تھا۔

●●●●●

وہ ابتر ذہنی کیفیت میں لوکیشن سے اُٹھ کر چل تو پڑی تھی۔ ارادہ یہی تھا کہ واپس کاٹیج
جائے گی۔ کم از کم وہاں لیلیٰ مجنوں کا یہ کھیل تو نہیں ہو گا جو یہاں نوفل اور ژالے کھیل رہے تھے۔
جنگل نما راستہ، اوپر سے تنہائی اور لحظہ بہ لحظہ بادلوں کا چھاتا اندھیرا۔ وہ بیچ راستے میں پہنچی تب تک
اس کے ذہن سے محو ہو گئی۔ کیونکہ دل و دماغ ایک نئے خوف کی زد میں آ گئے تھے۔ اتنی بہادر
بھی نہیں رہی تھی کہ تن تنہا یوں جنگل میں نکل کھڑی ہوتی اور اوپر سے موسم بھی ایسا بے ایمان کہ
تولہ پل میں ماشہ۔ اسی وقت اس کے خوف اور بدترین خدشات کی تصدیق ہو گئی۔ اچانک
شروع ہو گئی تھی۔

وہ خائف و ہراساں سی رک گئی۔ سمجھ نہیں آئی کہ اسے واپس ہو جانا چاہئے یا کاٹیج کی طرف
جاری رکھنا چاہئے۔ درحقیقت اس بگڑتے موسم نے اس کی ساری تیزی وطراری ہوا کر دی تھی
پس پشت رہ گئی سوائے خوف کے، دہشت کے۔ ذرا سی دیر میں وہ سرتا پا پانی سے شرابور ہو گئی
پر مستزاد لحظہ بہ لحظہ بڑھتا اندھیرا۔ بلند و بالا درختوں نے یوں بھی رات کا سا سماں بنا رکھا تھا۔ اس
کی سیاہی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا تھا۔

یہ موسم اور اس کی شدت ہمیشہ ہی سے صبا کے لئے باعث خوف رہی تھی ــــ نجانے کیوں
بھی کھل کر اس موسم کو انجوائے نہیں کر پائی تھی۔ حالانکہ گھر میں سبھی اس موسم کو نعمت خیال کرتے

ہی سے اس کی تمام تر انجوائے منٹ کا مرکز پکن اور ساون کے پکوان ہی ہوتے تھے۔ اور بس۔
شال کو مضبوطی سے اپنے گرد لپیٹتی فوراً ہی پتھریلی سڑک کے کنارے ایستادہ درخت کے نیچے پناہ
ہو گئی مگر بارش کی تیزی سے بچنے کا یہ کوئی محفوظ ذریعہ نہیں بن سکا تھا ــــ اپنی بے بسی اور بے
پر اسے رونا آنے لگا۔ ساتھ ہی بادلوں کی گرج اور بجلی کی کڑک اعصابی کشیدگی میں اضافہ کرنے لگی
درخت کے تنے سے لگ کر بیٹھتی چلی گئی۔ گھٹنوں میں منہ دیئے وہ مسلسل اللہ کے ناموں کا ورد
نے کی کوشش کر رہی تھی مگر کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے سے بلی غائب تو نہیں ہو جاتی نا۔

'خدایا ــــ نوفل ہی مجھے ڈھونڈتے ہوئے ادھر آ جائیں۔'

اس کے دل میں خوش فہمی سی بیدار ہوئی تھی مگر آنکھوں سے سیلِ رواں نہیں رکا۔ اپنی اس دعا پر اسے
بھی بھروسہ نہیں تھا۔ اس نے سر اوپر اٹھاتے ہوئے ڈرتے ڈرتے آس پاس کے ماحول پر نظر ڈالنا
سناٹے میں صرف اور صرف تیز بارش کے ٹپکنے کی آواز گونج رہی تھی یا پھر ہواؤں کی وجہ سے پتوں
سائیں سائیں۔ اس پر مستزاد کبھی بادلوں کی گرج کے ساتھ بجلی کی چمک، بارش کے قطرے اور سرد ہوا
اسے یخ کرنے لگی تھی۔ تبھی اسے سامنے سے کوئی ٹارچ لئے آتا دکھائی دیا تو وہ بے اختیار اُٹھ
ہوئی۔ ایک وہم سا یہ بھی ہوا کہ نجانے کون ہو۔ مگر ان دگرگوں حالات میں کسی کی مدد نہ لینا بھی
بے وقوفی ہی کہلائی جا سکتی تھی۔

آنے والے نے بھی شاید اس کی موجودگی کو پا لیا۔ تبھی اس کی ٹارچ کی روشنی اس کے چہرے پر ٹھہر
گئی۔ صبا نے بے ساختہ آنکھوں کے آگے ہاتھ رکھتے ہوئے روشنی کی چمک سے بچنے کی سعی کی۔ وہ
والے کو اندھیرے میں ہونے کی وجہ سے نہیں پہچان پائی تھی مگر وہ اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔
دہشت، اعصابی دباؤ کچھ اور سوا ہوا تھا۔ قریب تھا کہ وہ گھبرا کر چیخ اُٹھتی، نوفل نے اس کے
پر ہاتھ رکھ دیا۔

"صبا ــــ؟" وہ شاید اس کے ہونے کا یقین چاہ رہا تھا۔

مگر صبا تو جیسے ٹوٹ کر ہوش میں آئی تھی۔

"نوفل ــــ" دھڑکنیں پل بھر کو ڈوب کر پھر سے اُبھریں تو منجمد احساسات پگھلنے لگے۔ وہ بے
اس کے شانے سے لگ کر ضبط کھو بیٹھی تھی۔ یہ اس کا خدا اور وہ ہی جانتی تھی کہ اس وقت نوفل کا
ہونا اس کے لئے کتنا روح پرور ثابت ہوا تھا۔ یوں لگا جیسے ہر ڈر، خوف اور دہشت مٹ گئی ہو۔
چند سیکنڈز ہی میں نوفل کو محسوس ہو گیا کہ نہ صرف وہ بے حد خوفزدہ تھی بلکہ سرتا پا بھیگی ہوئی، کپکپا
رہی تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر وہ اپنا تمام تر غصہ پی کر رہ گیا۔ پچھلے کچھ لمحوں میں خود اس کی ذہنی
بگڑ کر رہ گئی تھی۔ مگر فی الحال اتنا ہی اطمینان بہت تھا کہ وہ مل گئی تھی۔ اور ٹھیک ٹھاک تھی۔

"آپ اپنی بے وقوفی کی کافی سزا بھگت چکی ہیں۔ اب گھر چلتے ہیں۔" اس کا سر تھپتھپاتے ہوئے
لہجے میں کہا تو وہ اس سے نگاہ ملائے بغیر خود میں سمٹ سی گئی۔ بارش بھی اپنے زوروں پر تھی مگر یہ
خدا کا شکر تھا کہ مٹی یا کیچڑ والا راستہ نہیں تھا۔ پتھریلی سڑک ڈھلوان سطح ہونے کی وجہ سے پانی جمع

ہونے سے بھی محفوظ تھی۔

وہ اس کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لئے چل دیا تھا۔ کاٹیج میں پہنچتے ہی اس نے پہلا کام ژالے کو فون کر کے تسلی دینے کا کیا تھا۔

"ڈونٹ وری ـــــ وہ یہیں کاٹیج میں ہے۔"

"تھینک گاڈ! ـــــ میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی۔" اس نے اطمینان کی سانس لی تھی۔

وہ موبائل آف کر کے پلٹا تو وہ الماری میں گھسی کپڑے نکال رہی تھی۔ پلٹی تو اس کے ہاتھوں میں نوفل کا ٹراؤزر اور شرٹ تھی۔

"پہلے آپ کپڑے چینج کیجئے ـــــ ساری بھیگ رہی ہیں۔" وہ سنجیدگی سے کہتا باہر برآمدے میں نکل گیا تھا۔

صبا بوجھل دل کے ساتھ اپنے کپڑے نکال کر واش روم میں چلی گئی۔ مگر ذہن مسلسل نوفل کی طرف تھا جو اسے تلاش کرنے کی سعی میں پورے کا پورا بھیگ رہا تھا مگر جسے اپنی ذرا بھی پرواہ نہیں تھی۔

وہ کپڑے تبدیل کر کے کمرے میں آئی تو وہ ابھی بھی باہر برآمدے ہی میں تھا۔ وہ اپنی ہمت مجتمع کرتی برآمدے میں چلی آئی۔

وہ کرسی پر نیم دراز اسی کیفیت میں بیٹھا جالی اور دروازے کے پار نظریں جمائے پتہ نہیں موسم سے لطف لے رہا تھا یا کسی سوچ میں گم تھا۔ اسے مخاطب کرنا اس وقت صبا کو اپنی زندگی کا مشکل ترین کام لگا۔

"آپ بھی کپڑے چینج کر لیتے۔" اس کی مدھم سی آواز پر وہ بے تحاشا چونکا تھا۔ اس سے بلا ارادہ نگاہ ملی تو صبا نے اس کی آنکھوں میں اترتی سرخی محسوس کی تھی۔ وہ مجرمانہ انداز میں سر جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ اتنی بڑی غلطی پر اس کا کچھ نہ کہنا بھی دل کو بے چین کیے دے رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر کمرے میں چلا گیا۔

کپڑے تبدیل کر کے واش روم سے نکلا تو وہ بستر کے کنارے بیٹھی سر جھکائے گود میں رکھے ہاتھوں پر نظر جمائے ہوئے تھی۔ وہ لب بھینچتا آ کر اپنی جگہ پر دراز ہونے لگا تب وہ منمنانے والے انداز میں بولی۔

"میں وہاں سے گھر آنے کے لئے ہی چلی تھی۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ موسم اتنی جلدی خراب ہو جائے گا۔" اس کا بولنا بہت غیر متوقع تھا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ نوفل نے خود اس سے کوئی وضاحت نہیں چاہی تھی۔

وہ لیٹتے لیٹتے اٹھ بیٹھا اور تلخی سے بولا۔

"تو اس میں ایسی شرمندگی کی کون سی بات ہے؟ آپ کا "ایڈونچر" تو ہو گیا نا۔"

صبا کا دل بھرانے لگا۔ وہ کبھی بھی اسے نہیں بتا سکتی تھی کہ کن جذبات میں وہاں سے اٹھ کر چلی آئی تھی۔

مجھے لوگوں کی فکر نہ ہوتی تو میں کبھی بھی آپ کے پیچھے نہ آتا۔ آپ کو بھی تو پتہ چلتا کہ اس بد انجام ہو سکتا تھا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اس کے تلخ و ترش لب و لہجے نے صبا کو دکھی کر دیا۔ موسموں کی بدلتا تھا یہ شخص۔ کبھی حد درجہ توجہ اور کبھی اس قدر بے گانگی۔

جری مہربانی کا شکریہ ـــــ کیونکہ میں بہرحال احسان فراموش نہیں ہوں۔ لیکن اگر آپ آتے تو کوئی فرق نہ پڑتا۔ ہوتا وہی جو میری قسمت میں تھا۔" وہ اپنے بھیگے لہجے پر کسی طور قابو پا تھی۔

را عذاب تو میرے ہی سر تھا نا۔ ہر دوسرے بندے کو جواب دینا۔ مگر آپ کو کیا پرواہ ہے۔ اگر اں خبر ہو جاتی آپ کے یوں غائب ہو جانے کی تو کیسی کیسی باتیں کرتے سب۔" وہ درشتگی ا تھا۔

آپ کو میری اتنی فکر ہوتی تو میرا خیال بھی کرتے۔ آپ کے سامنے میں وہاں سے اٹھ کر آئی پتہ بھی نہیں چلا۔" وہ جانے کس رو میں شکوہ کر گئی تھی۔ مگر اس بے اختیاری کا صلہ اسے بہت کی صورت میں ملا۔

اپنی زندگی میں آپ کی ایک حد، ایک جگہ متعین کر چکا ہوں ـــــ اس سے زیادہ اور کچھ یہ بات یاد رکھا کریں۔ خواہ مخواہ اپنی یا میری لائف کو امتحان بنانے کی کوشش مت کریں۔"

سے ایسی کوئی خاص امید تو یوں بھی نہیں لگا رکھی تھی مگر پھر بھی ہر بار اس کا رویہ دل کو سنگسار کر رگوں میں ایک اذیت سی بھر دیتا تھا۔

آپ بھی یہ "دنیا دکھاوا" مت کیا کریں۔ جب آپ کو کسی کا خوف نہیں تو سب کے سامنے کیوں ئے؟" اس کی احسان مندی بھول بھال کر وہ بھی چیخ پڑی تھی۔

ہری جو سر لاد رکھی ہے۔ صرف اسی کا پاس رکھ رہا ہوں۔" اس نے اطمینان سے کہتے ہوئے صبا یا تھا۔ صحیح معنوں میں اس نے اپنے دل کے ٹکڑے ہوتے محسوس کیے تھے۔ اس شخص کے لئے ت میں اپنے دل میں کیسا انجانا سا گداز محسوس کر رہی تھی جس سے وہ خود بھی انجان تھی۔ مگر یہ کی کہ وہ خود سے بہت قریب اور سب سے اپنا لگ رہا تھا۔

ب اس کا یہ رویہ ـــــ؟

ص کے نزدیک آنے کی کوشش کرتے ہی وہ سرد مہری اور بے اعتنائی کے خول میں مقید ہو جاتا دور سے چاند بھی بے حد روشن دکھائی دیتا ہے مگر چاند پر جائیں تو وہاں چاندنی نہیں ہوتی۔

ا کی بھی کچھ یہی حقیقت ہے۔

سے دکھائی دینے والی ہر شے سراب نکلتی ہے۔

صبا کو ہر بار یہ حقیقت تسلیم کرتے ہوئے بہت تکلیف ہوتی تھی۔

پ وہیں اپنی کو اسٹار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ڈائیلاگ بولتے رہتے۔ یا پھر ژالے کے ساتھ اسکرپٹ ڈسکس کرتے رہتے ـــــ مجھ سے تو یوں بھی آپ رہائی ہی چاہتے ہیں۔

مرنے دیتے مجھے وہیں جنگل میں۔ میں نے تو آپ سے مدد نہیں مانگی تھی۔'' اس سے خود
مشکل ہو رہا تھا۔ نوفل کو پھر سے پہلے والی جھڑپ یاد آنے لگی۔ تب بھی وہ ایسی ہی باتیں کر رہی
اس کے منہ سے بھی بہت کچھ غلط سلط نکل گیا تھا جس کی خدا نے دونوں ہی کو سزا دی تھی۔ چاہے
دیر ہی کے لئے سہی۔

''دیکھ لی ہے میں نے آپ کی بہادری بھی۔ آپ کے لئے بہتر یہی ہے کہ ایسی حرکتوں سے
ہی کیا کریں۔'' وہ تمسخرانہ انداز میں بولا تھا۔

''دنیا میں ایک آپ ہی بہادر اور بے خوف نہیں ہیں اور نہ ہی مجھے ہر قدم پر آپ کی ضرورت
وہ غصے سے کہتی چادر اور تکیہ گھسیٹتی سرد فرش پر آ گئی۔

''اب پھر آپ بے وقوفی کر رہی ہیں ——'' قدرے توقف کے بعد نوفل نے معتدل انداز
کہا تھا۔

''اچھا ہے نا، آپ بھی ٹینشن فری ہوں۔ پھر شکرانے کے نوافل ضرور پڑھیے گا۔'' اپنی طرف
بہت بے دردی سے کہتے ہوئے بھی اس کی آواز بھرا گئی تو وہ تکیے پر سر جماتی کروٹ بدل گئی۔

ایک تو بارش سے بھیگا وجود اور اب سرد فرش پر وہ فقط ایک موٹی چادر بچھائے بنا کچھ اوڑھے
صحیح معنوں میں خدا یاد آ گیا۔ چٹ کی آواز کے ساتھ لائٹ آف کر دی گئی تو اس کی آنکھوں میں
آنسوؤں کو نکاسی کا راستہ مل گیا۔

نوفل کی سنگدلی اپنی جگہ مگر اس نے ایک بار بھی اسے نیچے سونے سے منع نہیں کیا تھا۔ لڑکی
کے ناتے ہی اس کا خیال کر لیتا، مگر نہیں۔ اسے اپنی غیر ہوتی حالت کا بخوبی احساس تھا مگر اس وقت
و دماغ پر ضد حاوی ہو رہی تھی۔ ساتھ ساتھ رونا بھی جاری و ساری تھا۔

جانے کتنی دیر وہ سردی میں ٹھٹھرتی رہی اور پتہ نہیں وہ نیند میں تھی یا جاگ رہی تھی۔ اپنے جسم
نکلتی تپش اسے بہت اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ ساتھ ہی شدید کپکپی کا طاری ہونا۔ کروٹ بد
کوشش میں اس کے لبوں سے کراہیں نکل کر رہ گئیں۔

اور آخری احساس کسی نے اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں اٹھا کر بستر پر ڈالا تھا اور ساتھ ہی
چادروں سے ڈھک دیا یا شاید یہ بھی ایک خواب ہی تھا یا پھر سراب۔

●●●●●

''معید!'' تائی جان نے اچانک ہی اسے آواز دی تھی۔

وائٹ ٹراؤزر شرٹ میں نک سک سے تیار وہ گاڑی کی چابی ہاتھ میں لئے کہیں جانے کو تیار
کوریڈور کے داخلی دروازے سے واپس پلٹا۔

''کہیں جا رہے ہو کیا؟'' انہوں نے اسے دیکھتے ہی پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔ ''آپ کو بتایا تو تھا
سرمد کی طرف جانا ہے۔ ایک کیس فائل چاہئے تھی۔''

''چہ —— دیکھو نا میری یادداشت۔'' وہ بھی ہنس دیں۔ آج سنڈے تھا اور ناشتے کے دوران

طرح معید نے انہیں اپنی ''آمد و رفت'' کی تفصیل دے دی تھی۔

کام تھا آپ کو؟'' بظاہر بڑے سکون سے پوچھ رہا تھا مگر ایک نگاہ کلائی پر بندھی گھڑی پر بھی
آدھے گھنٹے بعد سرمد کی کراچی کی فلائٹ تھی اور اس سے پہلے نہ صرف معید کو اس سے فائل
تھی بلکہ اس کیس فائل کے کچھ نکات بھی ڈسکس کرنے تھے۔

م تو بیٹا! بہت ضروری تھا —— لیکن اگر تم فارغ ہو تو......'' انہوں نے بات اس پر چھوڑ دی

پ کے لئے تو ہر وقت فرصت میں ہوں۔ حکم کیجئے۔'' صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھے قدرے
زادہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ان کا دل ہمیشہ کی طرح خوشی اور تفاخر سے بھر گیا۔

رہو میرے بچے!'' ان کے دل سے دعا نکلی تھی۔ پھر وہ اصل کام کی طرف لوٹیں۔

ضحیٰ کو اس کی کسی سہیلی کے ہاں جانا ہے۔ راستے میں اسے چھوڑتے ہوئے چلے جانا۔''

'' وہ گہری سانس لے کر رہ گیا۔ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ خوشبوؤں میں بسی وجدان
آئی۔

ادی کے بچے کو آ تو لینے دیں —— ہر فضول کام اس نے اتوار کے روز کے لئے چھوڑا ہوتا
ان سے اسے پکا کر رہی تھی کہ مجھے سعدیہ کی طرف جانا ہے، کتنی فرمانبرداری سے سر ہلا رہا تھا
ہ میرے........''

ں تھا پرس صوفے پر پٹختی بیٹھ گئی تھی۔

ا —— وہ بے چارہ تو جاتے ہوئے گھبرا رہا تھا، میں نے ہی اجازت دی تھی۔ ماشاء اللہ سے
ا اور بھی لڑکے ہیں۔ اُٹھو، میں نے معید سے کہہ دیا ہے۔'' تائی جان نے اسے تسلی دی تو وہ
نئے کھڑے معید کو دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر چھائے ناگواری کے بادل دیکھتے ہی معید کو
ا کہ وہ اب مزید بحث و مباحثے میں وقت برباد کرے گی، سو اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی

ا کرو بھئی —— میری بہت ضروری اپائنٹ منٹ ہے کسی کے ساتھ۔''

جان ——!'' اس نے دبے الفاظ میں احتجاج کرنا چاہا مگر انہوں نے بھی جلدی جلدی کا
ے اُٹھنے پر مجبور کر دیا۔

ئے برے دل کے ساتھ وہ اس کی گاڑی میں آ بیٹھی۔ گیٹ سے باہر نکلتے ہی اس نے گاڑی
شروع کر دیا۔

استے میں گفٹ بھی خریدنا ہے —— مارکیٹ بھی جانا پڑے گا۔'' اسے مخاطب کئے بغیر
اونچی آواز میں کہنا پڑا مگر معید نے ہاں یا نہ میں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس کی تمام تر توجہ
پار تھی۔

تیز رفتاری پر ضحیٰ کا دل ہولنے لگا۔

"ہمیں عالم بالا نہیں بلکہ سعدیہ کے گھر جانا ہے۔" اس نے جتانے والے انداز میں کہا تب
اس پر بھی اثر ہو ہی گیا۔ گاڑی کی رفتار قدرے کم کرتے ہوئے اس نے ایک نظر اس کے ناگوار تاثرات
پر ڈالی تھی، پھر اطمینان سے بولا۔
"ابھی نہ تو مجھے عالم بالا جانے کی فرصت ہے اور نہ ہی سعدیہ کے گھر۔ ابھی ہم سرمد کی طرف جا
رہے ہیں۔"
"کیا ـــــ؟" وہ پہلے حیرت اور پھر غصے کا شکار ہونے لگی۔ "لیکن کیوں؟"
"مجھے اس سے بہت ضروری فائل لینی ہے۔ اب سے ٹھیک بیس منٹ کے بعد اس کی کراچی
فلائٹ ہے۔ سو یہ ایک مجبوری ہے۔"
"آپ اپنی مجبوری نبھاتے پھریں، مجھے مارکیٹ میں اتار دیں۔ میں خود چلی جاؤں گی۔" اس کی
خود سری حد سے سوا تھی جو ویسے تو کبھی اس کی طبیعت کا خاصا نہیں رہی تھی مگر معید کے معاملے میں
اس کے انداز میں عود کر آتی تھی۔
"شٹ اپ ـــــ خاموشی سے میرے ساتھ اترو۔ دس پندرہ منٹس لیٹ ہو جاؤ گی تو اس سے
فرق نہیں پڑے گا۔" سیاہ رنگ کے بوگن ویلیا سے سجے گیٹ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے معید نے
درشت لہجے کا سہارا لیا تو وہ غصے سے بولی۔
"آج اس کا برتھ ڈے ہے اور میں نے ابھی گفٹ بھی خریدنا ہے۔"
"صرف چند منٹس کی بات ہے ـــــ اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی لیٹ مت کرو۔" وہ معاملہ
آمیز انداز میں کہتا انجن آف کرتا گاڑی سے اُترا تو مجبوراً ضحیٰ کو بھی اس کی تقلید کرنا پڑی۔
وہ خود تو سرمد کے ساتھ اس کے اسٹڈی روم میں چلا گیا، ضحیٰ کو سرمد کی امی اور دونوں بہنوں کے
ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھنا پڑا۔
"آپ کزن ہیں معید بھائی کی؟" اس کا تفصیلی تعارف شروع ہوا تو وہ پہلے ہی حملے سے سنبھل کر
اپنے بنے سنورے حلیے کو ذہن میں رکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرا کر بولی۔
"جی ـــــ دراصل یہ مجھے میری فرینڈ کی برتھ ڈے پارٹی میں چھوڑنے جا رہے تھے، راستے میں
کوئی فائل لینے کے لئے رک گئے۔"
"بیٹا! آپ پڑھتی ہیں یا فارغ ہو چکی ہیں؟" سرمد کی امی کی نگاہوں سے پسندیدگی کی تحریر جھلک
رہی تھی۔ عام حلیے میں تو شاید وہ اتنی جلدی ان کی توجہ نہ سمیٹ پاتی مگر اس وقت وہ سیاہ
ایمبرائیڈڈ لباس میں بے حد اچھی لگ رہی تھی۔ اس پر نفاست سے کیا گیا ہلکا سا میک اپ اس کے نقوش
کے تیکھے پن کو پوری طرح سے اُجاگر کر رہا تھا۔
"جی ـــــ" اُن کے اس سوال نے ضحیٰ کو گڑبڑا دیا۔ "میں انگلش میں ماسٹرز کر رہی تھی۔
کے دوران بیمار پڑ گئی تو پھر باقی پیپرز دیئے ہی نہیں گئے ـــــ" بتائے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔
ایک بہن اٹھ کر اس کے لئے کولڈ ڈرنکس کے ساتھ ساتھ اسنیکس سے بھری ٹرالی گھسیٹ لائی

وہ کوفت کا شکار ہونے لگی۔ ایک تو دیر ہونے کا احساس، دوسرے وہ ماں بیٹیاں اسے یوں "گھیر"
بیٹھی تھیں۔
"اس سب کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تو یوں بھی فنکشن میں جا رہی ہوں۔" اس نے کہا بھی تھا مگر
ان کے اصرار پر اسے کولڈ ڈرنک پینا ہی پڑی۔
"یہ میری بڑی بیٹی ہے۔ مریم نام ہے اس کا۔ منگنی ہو چکی ہے خالہ کے بیٹے سے۔ آرمی میں کیپٹن
ہے۔" وہ اسے بتا رہی تھیں۔ ضحیٰ بھی بڑی توجہ کے ساتھ سننے کی اداکاری کر رہی تھی۔ تبھی انہوں
نے اچانک پوچھ لیا۔
"بیٹا! آپ کی کہیں منگنی وغیرہ نہیں ہوئی؟" ان کا غیر متوقع سوال ضحیٰ کو بے حد گڑبڑا گیا تھا۔
"جی ـــــ ابھی تو نہیں۔"
"اچھا ـــــ دراصل ہم بھی اپنی بھابی تلاش کر رہے ہیں۔" مریم سے چھوٹی آئمہ نے چہک کر کہا
تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ تو یہ ساری آؤ بھگت اس سلسلے کی کڑی ہے۔
"جی باقاعدہ منگنی تو نہیں ہوئی مگر بات چل رہی ہے۔" اس نے جلدی سے پیش بندی کی۔ نگاہوں
میں بے ڈول سراپے اور موٹی مونچھوں والا چوہدری سرمد اقبال گھوم گیا تھا۔
"اچھا ـــــ" وہ تینوں ماں بیٹیاں یکلخت مایوس سی ہو گئیں۔ وہ اطمینان سے کولڈ ڈرنک ختم کرنے

لگی مگر پھر ان کے نئے سوال شروع ہو گئے۔
"لڑکا کون ہے؟ ـــــ کیا کرتا ہے؟ ـــــ فیملی بیک گراؤنڈ کیسا ہے؟"
ضحیٰ کو صحیح معنوں میں یوں لگ رہا تھا جیسے کسی شکنجے میں آ پھنسی ہو۔ معید کے حوالے سے کوئی
بات کرانا تو اسے گوارہ ہی نہیں تھا، اس لئے اپنے پاس سے بنا کر جواب دیتی رہی۔
"چلیں ـــــ" معید ڈرائنگ روم کے دروازے تک آیا تو وہ شکر کا کلمہ پڑھتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔
"ضحیٰ آپی! اپنی شادی میں ضرور بلائیے گا۔ ہم بھی دیکھیں گے، جتنی پیاری آپ ہیں، دولہا بھائی
اتنے اچھے ہیں یا نہیں۔" نکلتے نکلتے آئمہ نے شرارت سے کہا تو وہ دل ہی دل میں اسے کوس کر رہ
گئی بظاہر مسکرا دی۔
گاڑی میں آ کر بیٹھتے ہی وہ معید سے اُلجھنے لگی۔
"اس سے تو اچھا تھا کہ میں گاڑی ہی میں بیٹھ کر انتظار کر لیتی۔"
"مجھے اگر تمہارے اس "شوق" کا اندازہ ہوتا تو میں بصد شوق تمہیں گاڑی میں بٹھا جاتا۔" وہ
بگڑے انداز میں بولا تو ضحیٰ دانتوں پر دانت جما کر رہ گئی۔ پھر غصے سے بولی۔
"مجھے اس طرح کے فضول شوق لاحق نہیں ہیں۔ مگر ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے بہتر تھا کہ میں
گاڑی میں بیٹھی رہتی۔ یوں کرید کرید کر سوالات پوچھ رہی تھیں جیسے آج ہی رشتہ لے کر آنے کا ارادہ
بولتے ہوئے سوچنے کا تکلف تو اس نے کبھی کیا ہی نہیں تھا، اب بھی بولنے کے بعد اندازہ ہوا کہ

غلط بندے کے سامنے غلط بات کہہ دی۔

"واہ____ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے تھا۔ مجھ سے چھٹکارا پانے کا وسیلہ بن رہا ہے۔ چوہدری اقبال خاصا ڈیسنٹ بندہ ہے۔ اگر مونچھیں تھوڑی کم کرا لے تو۔" اس نے اپنی حیرت کو فوراً خوش دلی لبادہ اوڑھاتے ہوئے کہا۔

اس سلسلے میں وہ ضحیٰ کی ناپسندیدگی سے ناواقف ہرگز نہیں تھا۔

"زہر لگتی ہیں مجھے تھانیداروں جیسی مونچھیں۔ چاہے سوٹ کرتی ہوں یا نہیں۔ ہر ایک کو اپنی پرسنالٹی بڑھانے کا خبط ہے۔ نتو گنز کی مونچھیں رکھ لیتے ہیں۔"

وہ ببانگ دہل کہہ رہی تھی اور معید جانتا تھا کہ اشارہ اسی کی طرف ہے۔

وجدان، انس اور عماد تینوں ہی کلین شیوڈ تھے۔ صرف معید ہی کی بھاری مونچھیں تھیں جنہیں وہ بہت نفاست کے ساتھ تراش خراش کے رکھتا تھا اور حقیقت میں معید کو مونچھیں سوٹ بھی بہت کرتی تھیں بقول صبا کے،

"مجھے مردوں کا مونچھیں رکھنا بالکل بھی پسند نہیں مگر معید بھائی کے چہرے پر اتنی اچھی لگتی ہیں کہ کبھی کبھار میرا بھی ایسی مونچھیں رکھنے کو جی چاہنے لگتا ہے۔"

اور ضحیٰ نے اسے ایک کرارا سا جھانپڑ دے مارا تھا۔

اور آج اسی بات کو لے کر وہ اس پر "حملہ" کر رہا تھا۔

"آپ میرے ساتھ محض "ڈرائیوری" کے لئے آئے ہیں، خواہ مخواہ میرے گارجین بننے کی کوشش مت کریں۔" اس کا انداز بہت تپا ہوا تھا۔

"اب یہ تو تم مجھے سراسر احساس کمتری کا شکار کر رہی ہو۔" گاڑی کو مارکیٹ سائیڈ پر ڈالتے ہوئے وہ بہت دوستانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ ضحیٰ کو اس کا انداز و الفاظ بالکل بھی پسند نہیں آئے تو وہ سر جھٹک کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

گفٹ سینٹر میں کتنی ہی دیر سر کھپانے کے بعد بھی کوئی چیز اس کے ذوق پر پوری نہیں اتری تھی۔

"اب تمہیں دیر نہیں ہو رہی؟" گھڑی کی سوئیوں کو پانچ بجاتے دیکھ کر معید اس کی طرف آیا جو ایک خوبصورت اور قیمتی ڈیکوریشن پیس کو منہ بنا کر واپس ریک میں رکھ رہی تھی۔

"اگر آپ کو دیر ہو رہی ہے تو آپ جا سکتے ہیں____ میں گفٹ خریدنے کے لئے احتیاطاً کافی پہلے گھر سے نکلی تھی۔" وہ بے رخی سے کہتے ہوئے دوسرے ریک پر دھرے ڈیکوریشن پیس کو دیکھنے لگی

"تو اس میں کیا خرابی ہے؟____ کافی خوبصورت ڈیکوریشن پیس ہے۔" وہ اس کے کچھ دیر پہلے اٹھا کر رکھ دینے والے ڈیکوریشن پیس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"خدا کا شکر ہے کہ میں کافی پڑھی لکھی ہوں اور دیکھ سکتی ہوں کہ اس پر میریڈ کپلز کے لئے بیسٹ وشز لکھی ہوئی ہیں۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولی تو معید تحمل سے برداشت کر کے رہ گیا۔

"اب اگر اگلے دس منٹس میں تم نے کچھ پسند نہیں کیا تو میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔"

...سینٹر میں لڑکوں کے ایک گروپ کو داخل ہوتے دیکھ کر معید نے اٹل لہجے میں کہا تو وہ ناگواری

...بھی کوئی چیز اٹھا کے تھوڑی دے دوں گی؟ چاہے اگلے بندے کو پسند بھی نہ آئے۔"

...کے____ یہ لے لو۔" اس نے ایک وال پینٹنگ کی طرف اشارہ کیا جس میں بے حد ...لینڈ اسکیپ دکھایا گیا تھا اور اس کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں تھوڑا سا "الیکٹرک ورک" ...اس وقت بھی اس تصویر سے ملحق سوئچ ساکٹ میں لگا ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے آبشار سے گرتا ...پانی کی لہریں بالکل حقیقی محسوس ہو رہی تھیں۔ باقی کا منظر بھی بہت دلکشی لئے ہوئے تھا۔ ...نظر میں ضحیٰ کو بھی وہ پینٹنگ بہت ہٹ لگی۔ مگر چونکہ معید اس کے متعلق پسندیدگی ظاہر کر چکا ...لئے وہ ناک چڑھا کر بولی۔

"...اتنی خاص تو نہیں ہے۔"

"...خاص ہو یا عام، اس کو لو اور جلدی سے چلو۔" اب کی بار معید نے سختی سے کہا بلکہ ساتھ ہی سیلز مین ...بھی کر دیا تو وہ فوراً ہی آ گیا۔

"...یہ پینٹنگ پیک کرا دیں۔"

"...چلو____" وہ سنجیدگی سے کہتا کاؤنٹر کی طرف گیا تو تلملاتی ہوئی ضحیٰ کو بھی اس کے پیچھے آنا پڑا۔

...اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

"...ہیں____ میرا پرس____" اس کی پیشانی پر شبنم چمک اٹھی۔ "میرا پرس____"

...اس نے خجالت سے اتنا ہی کہا تو وہ چونک گیا۔

"گم ہو گیا ہے کیا؟"

"نہیں____ وہ شاید مجھے گھر ہی سے اٹھانا یاد نہیں رہا۔"

"پھر کس بات کی پریشانی ہے؟ گھر جا کے لے لینا۔" وہ لاپرواہی سے بولا تو وہ بے بسی سے انگلیاں ...نے لگی۔ اب اتنا بڑا احسان۔ وہ بھی معید حسن کا۔

"آپ گفٹ رہنے دیں۔" اس نے ایک دم سے کہا تو وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"ابھی میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔"

"تم اپنی عقل کم ہی استعمال کیا کرو۔" کوفت سے کہتے ہوئے معید نے والٹ نکال کر پے منٹ کی ...پیک شدہ گفٹ اٹھا کر چل دیا۔

"میں آپ کو گھر جا کر اس کے پیسے دے دوں گی۔" اندرونی خلش اسے چین نہیں لینے دے رہی ...بھلا معید کا احسان وہ قبول کر سکتی تھی؟

"مہربانی، نوازش۔ ورنہ شاید میں کنگال ہی ہو جاؤں گا۔" گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اس نے ...ٹ پر رکھا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے اس کے لئے فرنٹ ڈور کھول دیا۔

"آپ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ میں جان بوجھ کر پرس نہیں لائی ہوں، اس لئے آپ کی تسلی کرا رہی

ہوں۔"

"تم اتنی سمجھ دار نہیں ہو کہ میری سمجھ کو سمجھ سکو۔" کاٹ دار لہجے میں کہا گیا تو ضحیٰ نے خا
جانے ہی میں عافیت جانی۔

"کتنے بجے فنکشن شروع ہو رہا ہے؟" وہ ایڈریس پوچھنے کے بعد تفتیش کر رہا تھا۔

"چھ ساڑھے چھ بجے تک۔ بس ہم فرینڈز ہی ہیں۔" مجبوراً بتانا پڑا تو وہ پوچھنے لگا۔

"واپسی کب تک ہے؟"

"نو بجے تک ــــ مگر آپ لینے مت آئیے گا۔ میں فون کر کے وجی کو بلا لوں گی۔" وہ جلد
بولی تھی۔ وہ ترچھی نظروں سے اسے دیکھنے کے بعد ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا، پھر طنزاً بولا۔

"کہیں تم کچھ غلط نہ سمجھنے لگو، اس لئے بتا رہا ہوں کہ مجھے بھی یہ 'ڈرائیوری' پسند نہیں ہے۔"

وہ جل کر رہ گئی۔ مگر بظاہر اسے چڑانے کے لئے اطمینان سے بولی۔

"یہ تو خدا کی طرف سے آپ کے لئے سزا ہے ــــ ہر وقت جو فرمانبرداری کے ڈرامے ک
رہتے ہیں۔"

"یہ سزا والی بات تو بالکل صحیح کہی آپ نے۔" اس پر اچٹتی نگاہ ڈالتے ہوئے معید نے اس
دوست کے گھر کے بالکل سامنے گاڑی روکی تو اس کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ خجل سی ہو گئی۔ وہ اپ
بات کا شکار ہو گئی تھی۔ بہر حال سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے گفٹ نکال کر وہ بنا کچھ کہے ڈور بیل بجانے
دروازہ کھلتے ہی معید نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

اس کی دوست بڑے جوش و خروش کے ساتھ اسے گلے مل رہی تھی۔

"اندر تو آ جانے دو۔" ضحیٰ نے اسے ٹوکا تو وہ گیٹ سے باہر جھانکنے لگی۔

"اتنے ڈیشنگ کزن کو باہر ہی سے بھگا دیا۔ اپنی طرف ہی سے انوائٹ کر لیتیں۔" وہ کہہ رہی تھی
ضحیٰ کو ہنسی آ گئی۔

"موصوف وکیل ہوتے ہیں ــــ یہیں کچہری کھول دیتے۔"

"ہائے ــــ اور میں ہر الزام دل کھول کر قبول کر لیتی۔"

"چپ، بکو مت۔ باقی سب کدھر ہیں؟" ضحیٰ نے ہنسی روکتے ہوئے پوچھا تو وہ اسے ساتھ لئے اند
چلی آئی جہاں وہ تینوں آفت کی پرکالہ موجود تھیں۔ ان پانچوں کی دوستی اسکول کے زمانے سے چلی آ رہی
تھی۔ بینش اور کرن ایم بی اے کر رہی تھیں۔ ردا کا بی اے کے بعد اپنے کزن سے نکاح ہو گیا تھا سو اس
نے مزید پڑھنے کی بجائے گھر داری کو ترجیح دی۔ ان دنوں اس کی رخصتی کا مسئلہ زیر غور تھا۔ صرف سعد
اور ضحیٰ ایک ہی یونیورسٹی میں تھیں۔ ضحیٰ تو خیر ایگزامز دے نہیں پائی تھی مگر سعدیہ نے بخیر و خوبی یہ پہاڑ سر
کر لیا تھا۔ اس نے پولیٹیکل سائنس میں ماسٹرز کیا تھا۔

طبیعتوں کے تضادات اور مختلف رجحانات کے باوجود ان پانچوں کی دوستی کمال کی تھی۔ مگر یہ ان
سب کی تقریباً دو ماہ بعد ہونے والی ملاقات تھی۔

ہے، اس عید کے چاند کی بھی شکل دکھائی دی۔" بینش نے ضحیٰ کو بھینچتے ہوئے شکوہ کناں لہجے
تے ہوئے چلائی۔

لگ رہا ہے جیسے شکنجے میں آ گئی ہوں۔"

لے ماہ میں نے اتنے فون کئے تمہارے لئے مگر ایک بار بھی بات نہیں ہو پائی۔ اس کے بعد میں
فون نہیں کیا۔" ردا کی ملاقات اس سے کبھی کبھار ہی ہوتی تھی مگر اسے ضحیٰ سے بہت لگاؤ تھا۔

ش، کرن اور سعدیہ کے تو ایگزامز ہو رہے تھے مگر تمہیں کیا تکلیف تھی؟ میرے دونوں کزنز کی
نہیں آئیں۔" ضحیٰ کو بھی اس کی کھنچائی کا خیال آیا تھا۔

ٹک ایگزیمز چل رہے تھے پھر بھی تھوڑی دیر کے لئے آئی تو تھیں۔ مگر یہ کون سے پردے
نی؟" بینش نے بھی چمک کر پوچھا تو وہ یقین دلانے والے انداز میں بولی۔

لے لو، میری سگی نند کی شادی تھی ان دنوں۔"

سب کو ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ ردا کی باتیں عموماً ایسی ہی سادگی نما بیوقوفی لئے ہوتی تھیں۔

وقوف ــــ نند تو نند ہی ہوتی ہے۔ یہ سگی اور سوتیلی کیا؟" کرن نے اسے گھر کا تھا۔

"کیوں 'ان' کی کزنز بھی تو نندیں ہی ہوتی ہیں۔ مگر سگی نندیں نہیں ہوتیں۔" وہ نروٹھے پن سے
ضحیٰ نے ہنسی روکتے ہوئے اسے ساتھ لگا لیا۔

"واہ ــــ کیا نکتہ نکالا ہے۔"

اسی وقت سعدیہ کی امی اور بھابی ان کے لئے کولڈ ڈرنکس لے آئیں۔

"السلام علیکم آنٹی! ــــ بھابی! کیسی ہیں آپ؟" ضحیٰ فوراً اٹھی تھی۔

"میں تو ابھی امی سے کہہ رہی تھی کہ آج شاید ضحیٰ کی شکل دیکھنے کو مل جائے۔" عنبر بھابی نے اسے
گلے لگاتے ہوئے کہا۔ سعدیہ کی امی بھی اتنی ہی محبت سے ملیں۔

تھوڑی دیر ان کے ساتھ باتوں میں مصروف رہنے کے بعد وہ دونوں اُٹھ گئیں تو کرن نے رشک
لہجے میں کہا۔

"بھئی بہت سی بھابیاں دیکھی ہیں مگر سعدی! تمہاری بھابی کا جواب نہیں۔ اتنی خوش اخلاق اور
تمہارے بھائی کی کوئی نیکی کام آ رہی ہے یقیناً۔"

"واقعی یار! ایسے "پیس" تو اب نادر و نایاب ہی ہو گئے ہیں۔ ہر گھر جنگ کا میدان بنا ہوا ہے۔ ہر
بہن کی ڈیمانڈز ہی پوری نہیں ہو پاتیں اور سارا نزلہ گرتا ہے بے چارے بیٹے پر۔" ردا نے بھی
مل حصہ لیا۔ بینش بڑے اطمینان سے مسکرا رہی تھی۔

"اب تم لوگ میری بھابی کی اچھائیوں کو نظر نہ لگا دینا۔ اور ذرا ضحیٰ سے پوچھو، اس کی بھابی کیسی نکلی

"میری بھابی، ماشاء اللہ۔" ضحیٰ نے صدق دل سے نگین کی تعریف کی تھی۔ "کبھی گھر آؤ گی تو پہچان
پاؤ گی کہ یہ محترمہ اس گھر کی بیٹی ہیں یا بیاہ کر آئی ہیں۔"

"شکل کی تو ویسے بھی بہت پیاری ہیں۔" بینش نے توصیفی انداز میں کہا تھا۔

"میں نے تو سوچ لیا ہے کہ اچھی بھابی کی حرص کرنے کی بجائے خود اچھی بھابی بن کے جاؤں
ردا نے اعلان کیا تھا جو کہ وہ ہر دو ماہ بعد کرتی ہی رہتی تھی۔ کرن نے اس کا شانہ تھپک کر اُسے داد د

"اور تم سناؤ یار! شادی وادی کا کیا ارادہ ہے؟ ـــــ کل فون پہ آنٹی سے بات ہوئی تو وہ ت
منگنی کی خوش خبری سنا رہی تھیں۔"

سعدیہ نے ضحیٰ کو آڑے ہاتھوں لیا تو اسے اپنی مسکراہٹ بحال رکھنا مشکل ہونے لگا۔ اسے ا
بولی۔

"ہاں، سنا تو میں نے بھی ہے۔"

"کس قدر گھنی ہے یہ۔" کرن نے حسب عادت اس کے بازو پر چٹکی بھری تھی۔ وہ بازو سہلا
ہوئے اسے گھورنے لگی۔

"اب کیا شہر میں پوسٹرز چسپاں کرا دیتی؟ ـــــ ابھی کون سی منگنی ہوگئی ہے۔"

"اب فوراً بتا دو، موصوف کون ہیں؟ کیا کرتے ہیں؟ اور ان کا نام وحدود اربعہ کیا ہے؟" بینش
تیور خاصے خطرناک تھے مگر وہ فی الحال اس تذکرے میں پڑ کر اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ا
سے بولی۔

"کم از کم انٹرول سے پہلے تو میں کچھ نہیں بتاؤں گی۔ پہلے اس کے برتھ ڈے سے تو فارغ ہو لیں
سعدی! اپنا گفٹ تو کھول کے دیکھو۔"

"بہت کمینی ہے ـــــ جب تک چاہے مارے تجسس کے میری جان ہی نکل جائے۔" کرن
صدمہ لگا تھا۔

"بے فکر رہو ـــــ تمہاری میت کے کان میں ساری معلومات پھونک دوں گی۔" ضحیٰ نے ا
تسلی دی تو وہ بدک اٹھی۔

"ویسے تو یہ میرا حق بنتا تھا۔ مگر پھر بھی ان گفٹس کے لئے تم چاروں کا شکریہ۔" سعدیہ نے ضحیٰ
گفٹ سب سے پہلے کھولتے ہوئے بڑے ناز سے کہا تو وہ اس کے انداز پر ہنسنے لگیں۔

"واہ۔" سعدیہ کو پہلی ہی نظر میں وہ لینڈ اسکیپ پسند آیا تھا۔

"اس کا پلگ لگاؤ ذرا۔ کافی "خاصے" کی چیز ہے یہ۔" ضحیٰ نے اسے کہا تو سعدیہ نے فوراً اٹھ
تصویر کی پشت پر تار سے منسلک پلگ کو ساکٹ میں لگا دیا۔ آن کرنے پر تصویر میں موجود آبشار کا نیچے گر
پانی اور اس میں پیدا ہونے والی لہروں کے مدوجزر نے ان چاروں کو بھی مسحور کیا تھا۔

"ضوئی! تمہاری پسند کافی اچھی ہوگئی ہے۔" سعدیہ نے اسے چھیڑا تو وہ معید کا ذکر گول کر
ہوئے سارا کریڈٹ خود لے گئی۔

"ایک گھنٹہ خرچ کرنے کے بعد بمشکل یہ لینڈ اسکیپ پسند آیا۔ وہ بھی اس خصوصیت کی بناء پر ک
الیکٹرک ورک کی وجہ سے پانی واقعی ہر وقت حرکت کرتا دکھائی دیتا ہے۔"

ہنی وہ دوست ہی کیا جو اچھا تحفہ نہ دے۔" وہ شرارت سے کہہ رہی تھی۔

بانے اسے فرنچ شیفون کا دیدہ زیب کڑھائی سے مزین خوبصورت سوٹ دیا تھا۔ بینش نے فرنچ
ر ڈنر سیٹ گفٹ کیا اور کرن نے کرسٹل کے بے حد خوبصورت اور منفرد اسٹائل کے گلدان
یے تھے۔

"اللہ! تیرا شکر ہے ـــــ تو نے مجھے اتنی اچھی دوستوں کی کھیپ فراہم کی۔" سعدیہ کی شوخی پر
نے اس کے شانے پر ایک دھپ رسید کی۔

"اب جلدی سے کیک کاٹو ـــــ کیونکہ مجھے بھوک لگنا شروع ہوگئی ہے۔"

"ہاں ـــــ اتنے اچھے گفٹس دینے کے بعد تو اچھا کھانا ہمارا حق بنتا ہے۔" ضحیٰ نے بھی اس کی
ائی کی۔

"کس قدر ندیدی ہو تم لوگ۔" وہ مصنوعی تاسف سے کہہ رہی تھی۔ کرن نے فوراً اس کی گردن

"اب گفٹ قبضے میں آگئے ہیں، اس لئے ہماری خامیاں بھی یکے بعد دیگرے گنوائی جائیں گی۔"

تھوڑی دیر کے بعد سعدیہ نے اپنا برتھ ڈے کیک کاٹا۔ عنبر بھابی نے اس خوشگوار اور یادگار موقع کی
تصاویر اتاری تھیں۔ انہی خوش گپیوں کے دوران کھانا کھایا گیا جو بے حد پُرتکلف سے مینیو پر
ا تھا۔

"اُف ـــــ میں نے تو اتنا کھایا ہے کہ اگلی کسی تقریب تک شاید بھوک نہ لگے۔" بینش نے سچائی
ا۔

"ابھی تو آئس کریم باقی ہے سوہنی کڑیو!" عنبر بھابی انہیں اسی تخاطب سے پکارا کرتی تھیں۔

"میرے پیٹ میں تو اب ایک تنکے کی بھی گنجائش نہیں۔" کرن کھانے کے دوران حسب عادت
"لذ عاتی" رہی تھی۔

"آئس کریم بہت ساری ہو اور صرف میرے لئے ہو۔" ضحیٰ نے صاف گوئی سے کہا تو عنبر بھابی
اویں۔

"مجھے پتہ تھا، اسی لئے اسپیشل بنائی ہے۔"

"مگر آپ کو شاید یہ نہیں پتہ کہ اپنی انہی "خدمات" کی بدولت ہماری دعائیں پا کر آپ فہیم بھائی
ساتھ لو میرج ٹائپ زندگی گزار رہی ہیں۔" بینش نے گویا بہت بڑے راز سے پردہ اٹھایا تھا۔ وہ
ملا کر ہنس دیں۔

ان کی فہیم بٹ کے ساتھ قطعی ارینج میرج ہوئی تھی مگر دونوں کے مابین ایک سال میں بلا کی انڈر
اسٹنگ اور محبت پروان چڑھی تھی کہ سب اس شادی کو "لو" ہی کا شاخسانہ سمجھتے تھے۔ مزید ننھی پری کی
نے دونوں کی محبت کو دوام بخشا تھا جو گھر بھر کی آنکھوں کا تارا تھی۔

ملازمہ انہیں آئس کریم کے بلوریں پیالے تھما کر گئیں تو فراغت پاتے ہی ردا کو پھر سے ضحیٰ کا معاملہ

یاد آ گیا۔

"اب بتاؤ، تم کس دیس سدھار رہی ہو؟ ــــ کہیں عمر کاظمی کی دوستی کو تو محبت میں نہیں
رہیں؟" سعدیہ کو کچھ کچھ اندازہ تھا۔ مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس پل وہ نادانستگی ہی میں اپنی
دوست کے خوابیدہ زخموں کو جگا گئی تھی۔ ان زخموں میں پہلے جیسی تکلیف اور شدت چاہے نہ رہی
ٹیسیں تو اب بھی اُٹھتی تھیں۔ اس نے لحہ بھر کو لب بھینچ کر جیسے الفاظ کے ساتھ ساتھ ہمت بھی یکجا
پھر رسان بھرے لہجے میں بولی۔

"ہر دوستی کا اینڈ شادی تو نہیں ہوتا۔"

"چہ ــــ تو بتاؤ نا یار! کون خوش نصیب ہے وہ؟" ردا کو بے چینی لاحق تھی۔ موضوع خود
عمر کاظمی سے ہٹ گیا تو اس کا تمام تر دھیان معید حسن کی طرف چلا گیا۔

"کزن ہیں میرے۔" وہ ان کے نرغے میں بے بس سی ہونے لگی۔

"ہیں ــــ کتنے سارے ہیں؟" بینش نے آنکھیں پھیلائی تھیں۔

"بے وقوف! وہ عزت سے اپنے "اُن" کا ذکر کر رہی ہے۔" سعدیہ نے اسے گھورا تھا۔ پھر
اشتیاق سے پوچھنے لگی۔ "یار! کچھ حدود اربعہ تو بتاؤ۔"

"وکیل ہوتے ہیں موصوف۔" وہ بہ دقت کہہ پائی تھی۔

"اُس ڈیشنگ مین کے لئے کہہ رہی ہو جو تمہیں ڈراپ کر کے گیا ہے تو تم نے مجھ پر بخت
ہے۔ وہ سراسر میرا آئیڈیل ہے۔" وہ بے دلی سے آئس کریم میں چمچ ہلاتی رہی۔

"بڑی غاصب طبیعت ہے تمہاری۔ شرم کرو، دوست کے منگیتر پر نظر رکھ کے بیٹھی ہو۔" کرن
اسے غیرت دلائی تھی۔

"لو بھلا، دو گھنٹے پہلے مجھے کیا پتہ تھا کہ بندہ "منگنی شدہ" ہونے والا ہے۔" وہ آہ بھر کے کہہ
تھی۔ ضحیٰ کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔

"کہو تو میں تمہارے حق میں دستبردار ہو جاتی ہوں۔" اس نے کھلے دل سے آفر کی تھی۔

"کیا بکواس ہے یار! ــــ کھل کے بتاؤ نا۔" ردا نے ڈانٹ کر پوچھا تو وہ گہری سانس
ہوئے ان چاروں کی طرف دیکھ کر بولی۔

"معید حسن۔"

"کیا ــــ؟" ان سب کی آوازوں میں حیرت، بے یقینی اور ہمدردی کا رنگ نمایاں تھا۔

بھلا معید حسن کے "کارناموں" سے وہ سب ناواقف تھیں کیا۔

اپنے ساتھ ہونے والی ہر نا انصافی کا ذمہ دار ضحیٰ نے معید حسن نامی کزن ہی کو ٹھہرایا تھا جس نے
تو کبھی اسے کہیں جانے کی اجازت دی تھی اور نہ ہی گھر میں چین سے رہنے دیتا تھا۔ (یہ سب ضحیٰ بی بی کا
پراپیگنڈہ تھا)

یہ وہی ہے نا جس نے تمہیں فہیم بھائی کی مہندی میں نہیں آنے دیا تھا؟" سعدیہ کو بڑے ٹائم پہ یاد آ

نے اثبات میں سر ہلا دیا تو وہ آہ بھر کے بولی۔

"ہے تو سات خون معاف ہیں۔"

"بہت بکواس کرتی ہو تم سعدی!" کرن نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"تم بتاؤ، خوش ہو نا؟" ردا نے تفکر سے پوچھا۔

اپنے منگیتر کا ذکر کرتے ہوئے لڑکیاں جتنا جوش و خروش دکھاتی ہیں، ضحیٰ نے اس کا زیرو فیصد بھی
دکھایا تھا۔ اس کی تشویش برحق تھی۔

"نہیں۔" وہ صاف انکار نہیں کر پائی تھی۔ یوں بھی خود کو سب کے سامنے کھلی کتاب کی طرح رکھنا
بالکل پسند نہیں تھا۔

تو معید حسن قسمت سے اس کا راز پا گیا ورنہ اس نے تو خود سے یکجان رہنے والی صبا تک کو عمر
والے معاملے کی بھنک نہیں پڑنے دی تھی۔

"کیا مطلب؟" ان چاروں کو تحیر نے گھورا۔

"مطلب یہ کہ مجھے اس منگنی میں کوئی خاص چارم دکھائی نہیں دے رہا ــــ میری تو پیشیاں ہی ختم
ہوں گی۔ پہلے ہی اچھی خاصی دشمنی پال رکھی ہے میں نے۔" وہ سنجیدہ تھی۔ بینش اسے فوراً ٹوک

"بے وقوف مت بنو۔ ہر رشتے کی اپنی اپنی ڈیمانڈ ہوتی ہے۔ اب ضروری تو نہیں کہ جو کزن کی
سے لڑتے رہتے ہوں وہ شادی کے بعد ایک دوسرے پر پستول تان لیں گے۔"

"واقعی۔ میری بھی تو عادل کے ساتھ کبھی نہیں بن پائی تھی۔ اور اب دیکھو، نکاح کے بعد تو جیسے
پیچھے پاگل ہوئے پھرتے ہیں۔" ردا نے بڑی آسان سی مثال دی تھی جو واقعی سچ بھی تھی۔

"اسے پتہ جو ہے کہ ایسی بے وقوف خرگوشنی پھر سے پھانسنا بہت مشکل ہے۔" کرن نے اسے چھیڑا
تھا۔

"بہرحال ضوئی! یہ جو تم خواہ مخواہ سڑی شکل بنا کے ہماری ہمدردیاں بٹورنے کی کوشش کر رہی ہو یہ
فضول بات ہے۔" سعدیہ نے اسے سنجیدگی سے سمجھایا تو وہ پل بھر میں موڈ بدل کر کھلکھلا دی۔

"تو میں کون سا سچ مچ میں اپنا منگیتر تمہیں دے رہی ہوں۔"

"بڑی میسنی ہے یہ۔" کرن نے فتویٰ دیا تھا۔

"اور تم ــــ تمہارا پانچ سالہ منصوبہ کہاں تک پہنچا ہے؟" ضحیٰ نے بینش پر اٹیک کیا۔ میٹرک کے
جس کی منگنی ہو چکی تھی اور اس کے ماسٹرز کے انتظار میں پڑی سوکھ رہی تھی۔

"بس یار! ان دنوں باسط اپنا بزنس سیٹل کر رہے ہیں۔ جونہی کام کا بوجھ کم ہوگا......"

"تو اس کا بوجھ سر پہ لاد لیں گے۔" سعدیہ نے اس کی بات کاٹ کر ٹکڑا لگایا تھا۔

"اور تم ذرا اپنے دماغ کے اسکرو ٹائٹ کر لو۔ خبردار جو پرانی باتوں کو یاد کر کے اپنی منگنی خراب
کی کوشش کی۔ دیکھنا تو سہی، منگیتر بنتے ہی وکیل صاحب کے سارے دلائل اور دفعات دھری کی

دھری رہ جائیں گی۔" ردا نے بڑے دلچسپ انداز میں اس کی برین واشنگ کی تو وہ ہنسنے لگی۔

"کیا پتہ وہ بھی اس آس میں اس سے منگنی کروا رہے ہوں۔" کرن دور کی کوڑی لائی تھی۔

"سچ بتاؤ ضوفی! رومینٹک بھی ہیں یا نہیں؟" ردا فوراً اپنی دلچسپی کے موضوع پر آئی تو ضحیٰ کو کرنٹ چھو گیا۔

"لاحول ولا قوۃ ـــ" بھلا وہ خواب میں بھی کبھی معید حسن کو "ایسے" سوچ سکتی تھی؟ کبھی نہیں

"اتنے ہی رومینٹک ہیں جتنے کسی دفعہ تین سو دو کے مجرم کے ساتھ ہو سکتے ہیں۔" کاٹ والے انداز میں کہا تو ردا پُرتیقن انداز میں بولی۔

"غصیلا شخص اندر سے بہت رومینٹک ہوتا ہے ـــ یوں سمجھو اخروٹ کی طرح اوپر سے اندر سے اتنا ہی نرم اور میٹھا۔"

"میں ردا سے متعلق متفق ہوں۔ کیونکہ یہ تجربہ کار بندی ہے۔" بینش نے دونوں ہاتھ اٹھا تے۔ اس کی شرارت پر ردا لال ہو گئی۔

"بہت فضول ہو تم۔ میں بائی داوے بات کر رہی ہوں۔" وہ سب ان باتوں کو چھیڑ خانی تھیں۔ مگر ضحیٰ کا تو حلق تک کڑواہٹ سے بھر گیا۔

اس رشتے کی یہ "سائیڈ" تو پہلی بار سامنے آئی تھی۔ وہ تو معید حسن سے کوئی رشتہ جوڑے جا ہی برہم تھی۔ چہ جائیکہ اس کے نام سے چھیڑا جانا، ایسا تو کبھی کوئی رشتہ ہی دونوں کے مابین نہیں ر اس کا دل برا ہونے لگا۔

پورے نو بجے وجدان اسے لینے آ پہنچا تھا۔

"اب اگر اتنے لمبے عرصے کے لئے گم ہوئیں تو دیکھنا، سیدھا تمہارے منگیتر کی کچہری میں درج کراؤں گی۔" ردا نے اسے گلے لگاتے ہوئے دھمکایا تھا۔

"اور اگر تم نے ہمارے بغیر منگنی کرانے کا سوچا بھی تو پھر نتائج کی ذمہ داری بھی تمہی پر ہو" بینش بھی پیچھے نہیں رہی تھی۔

"یوں سمجھو کہ لڑکے کے بغیر تو شاید تمہاری منگنی ہو ہی جائے مگر ہمارے بغیر نہیں ہو سکتی۔" کرن ٹکڑا لگایا تو وہ بہ دقت تمام مسکرا پائی۔

"آف کورس یار! تم لوگوں کو نہ بلوا کر کیا مجھے شہر بھر میں اپنے پوسٹرز لگوانے ہیں۔"

وہ عنبر بھابی اور سعدیہ کی امی سے مل کر باہر آئی۔

غیر متوقع طور پر وجدان بائیک کی بجائے معید کی گاڑی پر آیا تھا۔

"تم تو میری تفریح کے پکے دشمن ہو ـــ مجال ہے جو نو بجے سے آدھ انچ بھی سوئی کھسکے ہو۔" دروازہ بند کرتے ہی وہ شروع ہو گئی تو وہ تصحیح کرتے ہوئے بولا۔

"میں نہیں بلکہ معید بھائی۔ انہوں نے تو مجھے ساڑھے آٹھ بجے ہی دوڑا دیا تھا۔ وہ تو میں گھنٹہ لانگ ڈرائیو پہ گزار کے آیا ہوں۔"

"اُف ـــ یہ شخص۔" وہ سلگ کر رہ گئی۔

"ویسے آپی! اگر نرم دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سوچا جائے تو ابھی تک کی زندگی میں تم نے اتنے تو گناہ نہیں کیئے ہوں گے جس کی سزا تمہیں اپنے "جانی دشمن" کے روپ میں مل رہی ہے۔" وہ دوستانہ موڈ میں کہہ رہا تھا۔

ضحیٰ نے خونخوارانہ انداز میں اس کے شانے میں ناخن گھسیڑ دیئے۔

"اُف ـــ" وہ بلبلا اٹھا تھا۔

"اگر اپنی جان سلامت چاہتے ہو تو خاموشی سے ڈرائیونگ کرو۔" وہ دانت پیس کر بولی تھی۔

"تو اس میں غلط کیا ہے؟ ـــ اور پھر تمہاری حمایت ہی میں تو بول رہا تھا۔"

"اتنی ہی ہمدردی ہو رہی ہے مجھ سے تو یہی ڈائیلاگ امی ابو کے سامنے بولو۔ جنہیں اس سے اچھا ابی نہیں ملا۔" اس کی سنجیدگی نے وجدان کو گڑبڑانے پر مجبور کر دیا۔

"اوفوہ ـــ آپی! تم تو سیریس ہو رہی ہو۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ بھلا معید بھائی سے بہترین ل اور کوئی ہو سکتا ہے۔" اس نے فی الفور اپنا بیان بدل لیا تو وہ چڑ گئی۔

"بس ایک میں ہی بری ہوں۔ وہ تو جیسے دودھ کا دھلا ہے۔ اس میں کوئی خامی ہو ہی نہیں سکتی۔"

"آپی! جو تم سے شادی کر رہا ہو اس میں سوائے دماغ کی خرابی کے اور کوئی خرابی نہیں ہو سکتی۔" وہ رت سے کہہ رہا تھا۔

"بکواس مت کرو وجی! سر توڑ دوں گی میں تمہارا۔" وہ سچ مچ غرا اٹھی تھی۔ وجدان فوراً ڈر گیا۔

"سوری اگین۔ آپی! تم تو مذاق بھی نہیں سمجھتیں۔"

"خبردار جو اس شخص کو لے کر مجھ سے مذاق بھی کیا تو۔"

"معاف کر دو بابا! غلطی ہو گئی۔ مجھے کیا پتہ کون سی دشمنی پال کے بیٹھی ہوئی ہو۔" وہ عاجزی سے کہہ تھا۔

باقی تمام راستہ وہ منہ پھلائے بیٹھی رہی تھی۔

●●●●●

وہ غصے کے عالم میں ٹھنڈے فرش پر چادر پھیلا کر لیٹتی تو قدرتی طور پر نوفل کو بھی اس کی اس حرکت پر غصہ آیا تھا۔ تبھی وہ لائٹ آف کر کے اس کی پرواہ کیئے بغیر بستر پر دراز ہو گیا۔

"اچھا ہے ـــ یونہی دماغ ٹھکانے آئے گا محترمہ کا ـــ مجھے کیا؟"

اس نے آنکھیں موند کر ایک پُرسکون نیند لینے کی کوشش کی مگر تمام احساسات کی ڈوری جیسے خود سے ٹ کے فاصلے پر بے آرامی کے عالم میں پڑے اس وجود سے جا اٹکی تھی۔

"مجھے بھی اس کی کوئی پرواہ نہیں۔"

وہ کروٹ بدل کر رہ گیا۔ مگر پھر بھی نیند نے آمد کا شرف نہیں بخشا۔ اس نے بے حس بننے کی بہت ل کی ـــ دماغ کو اِدھر اُدھر کی سوچوں میں اُلجھانا چاہا مگر ذہن پلٹ پلٹ کر اسی کی طرف آ رہا

تھا۔

”اتنی ٹھنڈ میں، سرد فرش پر ـــــ خیر، مجھے کیا ـــــ؟“

مگر اس کے دل نے پہلو میں تڑپ تڑپ کر نہایت بے قراری سے اسے باور کرا دیا تھا کہ وہ صبا کی پرواہ کرتا ہے۔ جانے کتنی ہی دیر وہ خود سے اُلجھتا رہا۔ اسے صبا سے شکست کھانا کسی طور بھی گوارا نہیں تھا۔ مگر یہ دل۔ تبھی اس کی حسیات چوکنا ہو گئیں۔ کسی کے کراہنے کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی اور اس کے علاوہ کمرے میں اور کون متنفس تھا؟ ـــــ اس سوال کا جواب بہت آسان تھا۔ اس نے تیزی سے اٹھ کر لائٹ آن کی۔ پلٹ کر صبا کی طرف آیا۔ وہ سکڑی سمٹی لیٹی تھی اور اس کے حلق سے وقتاً فوقتاً کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔

”صبا ـــــ!“ اپنی انا کو بالائے طاق رکھ کر پنجوں کے بل اس کے پاس بیٹھتے ہوئے نوفل نے اسے آواز دی۔ مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور بس کراہتی رہی۔ نوفل نے متفکر ہو کر ہاتھ سے اس کی گردن کو چھوا تو یوں لگا جیسے ہاتھ جلتے کوئلے سے چھو گیا ہو۔ وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔

”صبا! ـــــ صبا! ـــــ“ نوفل نے بے اختیار اسے جھنجوڑا مگر وہ یونہی سردی سے کپکپاتی سدھ بدھ پڑی رہی۔ بارش میں بھیگنا اور اس کے بعد سرد فرش پر لیٹنا رنگ لا رہا تھا۔ اس کی بگڑتی حالت نوفل کو بہت کچھ بھولنے پر مجبور کر رہی تھی۔ فی الحال وہ اس کی اتنی ہی مدد کر سکتا تھا کہ اسے اٹھا کر بستر پر ڈال دیتا اور اس نے یہی کیا تھا۔ پھر اس کے اوپر دونوں گرم چادریں ڈال دیں۔

چند لمحے وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے رہا، گرمائش کے احساس سے جس کی رنگت واپس لوٹ رہی تھی۔ پھر اس کے پاس بیٹھ گیا۔

نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما تو وہ اسے بہت سرد محسوس ہوا۔ نوفل نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی تھاما اور دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر جیسے انہیں گرمی پہنچانے کی سعی کرنے لگا۔ حالانکہ اس کا وجود بخار میں جل رہا تھا مگر ہاتھ پاؤں سرد تھے۔

تھوڑی دیر تک وہ یونہی بیٹھا رہا۔ پھر تکیے کے نیچے سے گھڑی نکال کر ٹائم دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ابھی بمشکل آدھی رات ہی گزری تھی۔ صبح ہونے میں ابھی کئی گھنٹے باقی تھے۔ اس نے موبائل اٹھا کر ژالے کا نمبر ملایا تھا۔ اتنی رات گئے اسے تکلیف دینا، تھی تو زیادتی والی بات۔ مگر اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ کافی دیر کے بعد ژالے نے کال ریسیو کی تھی۔

”خیریت؟“ اس نے چھوٹتے ہی پوچھا تو نوفل نے اسے مختصراً صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

”اس وقت تو ڈاکٹر شاید نہ ملے اور نہ ہی مجھے کسی کلینک وغیرہ کا علم ہے۔ تم ہوٹل مینجمنٹ سے بات کرو۔ شاید وہ انتظام کر سکیں۔“

”میں ابھی دو منٹ میں پتہ کرتی ہوں۔ کوئی نہ کوئی انتظام تو ہو گا ہی۔ فکر مت کرنا۔“ ژالے نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تو اس نے فون بند کر دیا۔

اگلا آدھا گھنٹہ اس نے برآمدے میں کھڑے ہو کر گزارا تھا۔ تبھی کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمکیں اور

...ین دروازے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ نوفل نے تیزی سے دروازہ کھولا۔ گاڑی میں سے ژالے کے ساتھ دو آدمی اترے تھے۔ ایک شخص سلیپنگ سوٹ میں ملبوس تھا اور دوسرے نے ہاتھ میں میڈیکل ...س تھام رکھا تھا اور وہ حلیے سے ملازم دکھائی دے رہا تھا۔

”یہ ڈاکٹر اشفاق ہیں۔“ ژالے نے تعارف کرایا تو نوفل ان سے ہاتھ ملاتا اندر لے آیا۔

”رات بارش میں بھیگ جانے کی وجہ سے انہیں شاید ٹھنڈ لگ گئی ہے۔“ نوفل نے بتایا تو وہ صبا کی ...ں چیک کرنے لگا۔

”میں نے ہوٹل کی انتظامیہ سے پوچھا تو پتہ چلا کہ یہاں نزدیک کوئی بھی کلینک موجود نہیں جو اتنی ...ات گئے کھلا ہو۔ تبھی ریسپشنسٹ نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب اپنی فیملی کے ساتھ ایک ڈیڑھ ہفتے کے لئے ...ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو میں بذاتِ خود جا کر انہیں لے آئی۔“ ژالے اسے مدھم آواز میں بتا ...ی تھی۔

”سردی کا بخار ہے ـــــ ویسے تو کوئی زیادہ پریشانی کی بات نہیں۔ بارش میں بھیگنے کی وجہ سے ...ڈی پرابلم ہوئی ہے۔ فی الحال تو میں یہ ٹیبلٹ دے دیتا ہوں، انہیں ابھی کھلا دیں۔ باقی دوائیں میں ...لکھ دی ہیں، یہ صبح لے آئیے گا۔“ ڈاکٹر اشفاق نے پرچہ لکھ کر نوفل کی طرف بڑھایا تھا۔

”تھینک یو ڈاکٹر صاحب! اتنی رات کو آپ کو زحمت دی۔“ وہ متشکر ہوا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر دواؤں ...پرچہ تھام لیا۔ پھر اپنے والٹ میں سے پیسے نکال کر انہیں دیئے تو انہوں نے آرام سے پانچ سو میں ...ے دو سو رکھ لئے۔

”اتنی رات کو ویسے میں کبھی کہیں وزٹ نہیں کرتا۔“ انہوں نے جاتے جاتے توجیہہ پیش کی تھی۔

”میں یہیں رک جاؤں نوفل؟“ ژالے نے اس سے پوچھا تو وہ قدرے سوچ کر بولا۔

”خواہ مخواہ بے آرام مت ہو۔ صبح شوٹنگ بھی نمٹانی ہے تمہیں۔ اور ویسے بھی ابھی تو وہ سو رہی ہے۔ ...ئی فکر والی بات نہیں۔“

”اوکے۔“ وہ اس کی بات سمجھ گئی تھی۔ ان کے ساتھ ہی واپس ہو گئی۔

وہ دروازہ بند کر آیا۔ اب صبا کو ٹیبلٹ کھلانے کا مسئلہ تھا۔ دودھ تو تھا نہیں، وہ گلاس میں پانی بھر ...ے بہ دقت تمام اسے جگا کر اپنے سہارے پر بٹھاتے ہوئے اسے اپنا مافی الضمیر سمجھایا اور ٹیبلٹ اس ...ہاتھ میں تھما دی۔ بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس نے ٹیبلٹ منہ میں رکھی تو نوفل نے پانی کا گلاس ...کے لبوں سے لگا دیا۔ وہ بس دو ہی گھونٹ لے پائی تھی۔ نوفل نے احتیاط کے ساتھ اس کو پھر سے لٹا ...سیدھے ہوتے ہوئے نگاہ اس کی سیاہ پلکوں کی جھالر اور مضبوطی سے بند سرخ ہونٹوں پر اٹکی جن کی ...مدھم پڑ گئی تھی۔ وہ گہری سانس بھرتا بستر کی دوسری طرف نیم دراز ہو کر میگزین کے صفحات ...پلٹنے لگا اور یونہی وقت گزارتے ہوئے جانے کب سو بھی گیا، اسے خبر نہیں ہوئی تھی۔

صبح دم اس کی نیند موبائل کی بیپ کے ساتھ ٹوٹی تھی۔ اس نے مُندی آنکھوں سے موبائل اسکرین پر ...ڈالی۔

"دروازہ کھولو، ژالے۔" ژالے کا میسج آرہا تھا۔ شاید وہ کافی دیر تک دروازہ کھٹکھٹاتی رہی تھی مگر
جواب نہیں ملا تھا۔ اس نے یاد آنے پر فوراً سر اٹھا کر صبا کی طرف دیکھا، وہ ابھی تک سو رہی تھی۔ نوفل
نے ہاتھ بڑھا کر اس کے رخسار پر رکھا تو بخار میں کمی محسوس ہوئی۔ وہ اٹھ کر دروازہ کھولتا برآمدے
چلا آیا جہاں جالی دار دروازے کے پار ژالے آفریدی موجود تھی۔

"اب کیسی ہے صبا؟" اس نے باہر ہی سے پوچھا تھا۔

"پہلے سے شاید بہتر ہے۔" نوفل نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا تو وہ اس کے ساتھ اندر چلی آئی۔

"رات سے بخار کافی کم ہے۔" وہ چیک کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"رات میں نے ٹیبلٹ کھلا دی تھی۔" نوفل کہتے ہوئے واش روم میں گھس گیا تھا۔ ژالے کر
گھسیٹ کر صبا کے نزدیک ہی بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر کھنڈتی زردی ژالے کو کل شام والی فریش ا
خوبصورت لگنے والی صبا کی یاد دلانے لگی۔

"شاید میری ہی نظر لگ گئی ہو گی۔" اسے تاسف ہوا تھا۔

نوفل کافی دیر کے بعد فریش ہو کر باہر نکلا تو وہ صبا کے چہرے پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔ وہ تو
سے چہرہ خشک کرتا اس کی طرف چلا آیا۔

"تم کیا سوچ رہی ہو؟"

"سوچ رہی ہوں، کل صبا اتنی پیاری لگ رہی تھی۔ تمہاری نظر لگی ہو گی یا میری۔" وہ مسکرا کر بولی
کل کے "بہت سے" واقعات یاد کر کے وہ لمحہ بھر کو لب بھینچنے کے بعد کھل کے مسکرا دیا۔

"بھئی تمہی کو پیاری لگی تھی تو پھر نظر بھی تمہاری ہی لگی ہو گی۔"

"نوفل! کوئی مس انڈر اسٹینڈنگ تو نہیں ہوئی؟ ـــــ میرا مطلب ہے کہ صبا یوں اچانک وہا
سے اٹھ کر چلی آئی۔" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

"بالکل بھی نہیں ـــــ بور ہو رہی تھیں۔ میں مصروف تھا، سو خود ہی ایڈونچر کی خاطر چل پڑیں۔
ارادہ تو یہی تھا کہ جنگل کی سیر کے بعد واپس لوکیشن پر لوٹ آئیں گی۔ مگر بارش کی وجہ سے کاٹیج میں آنا
گیا۔" نوفل نے اسے مطمئن کرنا چاہا اور ژالے کے تاثرات سے لگا کہ وہ کامیاب بھی رہا تھا۔ کیونکہ
فوراً ہی موضوع بدل گئی تھی۔

"میں نے محسوس کیا ہے نوفل! شادی کے بعد تم میں بہت بڑا چینج آ گیا ہے۔"

دیوار گیر شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر بال سنوارتا وہ پوری طرح اس کی طرف پلٹ گیا۔

"دُم نکل آئی ہے یا سینگ؟"

"دونوں ہی۔" ژالے نے اطمینان سے کہا تھا۔

"کیا مطلب؟" نوفل نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا تھا۔

"مطلب یہ کہ تم دونوں ہی کچھ کھوئے کھوئے اور الجھے ہوئے سے دکھائی دیتے ہو۔ نئے شادی شدہ
کپلو والا چارم اور رومینس دکھائی نہیں دیتا تمہارے بیچ۔" وہ اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے بولی تو

نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"یہ امریکہ نہیں ہے جہاں میں سرِ عام اپنی بیوی کی بانہوں میں بانہیں ڈالے گھومتا رہوں۔ یا پھر
ز بول بول کر اپنی محبت کا اظہار کرتا رہوں۔ یہی تو مشرق کا حسن ہے ژالے بی بی! ڈھکا چھپا

"اُف ـــــ پھر تم نے مجھے بی بی کہا۔" وہ چڑ گئی تھی۔

"اوکے بابا ـــــ!" وہ جان بوجھ کر بولا تھا۔

"نوفل ـــــ" وہ چلا ہی تو اٹھی۔

"شی......" نوفل نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ "کیوں مریضہ کو ڈسٹرب کر رہی ہو؟"

"تم صبح صبح تیار ہو کر کدھر جا رہے ہو؟" اسے خیال آیا تھا۔

"ڈاکٹر نے جو میڈیسن لکھ کے دی ہیں ان کا پتہ کروں گا اور کچھ ناشتے کا بھی انتظام کرنا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ ہوٹل ہی میں کمرہ لے لو۔ مگر تمہیں ہی شوق چرایا تھا اپنی بیگم کے
تنہائی میں رہنے کا۔ کم از کم وہاں کھانے پینے کا مسئلہ تو نہ ہوتا۔"

ژالے اس کی کھنچائی کر رہی تھی۔ وہ اپنا والٹ چیک کرتا مسکراتے ہوئے اس کی باتیں سنتا رہا، پھر
موبائل اٹھاتے ہوئے بولا۔

"تم یہیں ٹھہرنا۔"

"حد ہو گئی نوفل احمد! یہ بھی بھلا کوئی کہنے کی بات ہے؟" وہ متاسفانہ انداز میں بولی تو وہ ہنستا ہوا باہر
گیا۔

صبا جاگی تو نوفل نہ صرف ناشتے کا سامان بلکہ اس کی میڈیسن بھی لا چکا تھا۔ وہ دونوں وہیں بستر پر
آلتی پالتی مارے خوش گپیوں کے دوران ناشتے میں مصروف تھے۔

پہلے ژالے کی نظر اس پر پڑی تھی۔

"ہیلو! ـــــ کیسی طبیعت ہے اب؟" وہ فوراً ناشتہ چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ نوفل نے اس
اچٹتی نگاہ ہی ڈالی تھی مگر ناشتے سے ہاتھ نہیں روکا۔

"تم ہمت کر کے اٹھو اور فریش ہو جاؤ۔ میں تمہارے لئے دودھ میں کارن فلیکس ڈالتی ہوں۔"
نے اس کے شانے پر ہاتھ کا محبت بھرا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا تو وہ مدھم لہجے میں بولی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"اوکے ـــــ بھوک کے لئے مت کھاؤ۔ مگر ابھی تمہیں میڈیسن بھی لینی ہیں۔ ان سے پہلے کچھ تو
کھانا پڑے گا۔" ژالے نے اصرار کیا تو اسے اٹھنا ہی پڑا۔ مگر بدن کا جوڑ جوڑ ایسے دکھا کہ وہ نچلا
ہونٹوں تلے سختی سے دبا کر رہ گئی۔ نقاہت کے مارے سر الگ چکرا رہا تھا۔

"ناشتہ کہیں بھاگا نہیں جا رہا۔ پہلے صبا کو واش روم تک لے جاؤ۔" ژالے نے اسے گھورا تھا۔

"مائی ڈیئر! جان ہے تو جہان ہے۔" وہ ناصحانہ انداز میں کہتا چائے کا آخری گھونٹ بھرنے لگا تو

اس سے بحث کو عبث جان کر وہ متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔
"اُٹھ رہا ہوں یار! ــــــ حالانکہ یہ کام تم بھی کر سکتی ہو۔" وہ جیسے بادل ناخواستہ اٹھا تھا۔
"میں خود چلی جاؤں گی۔" صبا معترض ہوئی تو وہ ژالے سے کہنے لگا۔
"تم یونہی ان کی فکر میں گھل رہی ہو ــــــ یہ بہت بہادر خاتون ہیں۔" اس کا طنز صبا نے بہت اچھی طرح پہچانا تھا۔ مگر اس کا مزید احسان لے کر خود کو زیرِ بار کرنا صبا کو گوارہ نہیں تھا۔ مگر اسی وقت اسے زوردار چکر آیا تو وہ لڑکھڑا سی گئی۔ نوفل نے بے ساختہ ہی کہنی کے اوپر سے اس کا بازو تھام کر سہارا دیا تھا۔
"حالانکہ میں انہیں سمجھاتا رہتا ہوں کہ اتنی بہادری خواتین کے لئے اچھی نہیں ہوتی۔" وہ اسے تھامے واش روم کی طرف بڑھ گیا۔
"ایک تو تم مردوں کو اپنی مردانگی کا حد درجہ زعم ہوتا ہے۔ اور نوفل! تم بھی مانو یا نہ مانو، میل شاؤنسٹ ہو پورے۔ احساسِ برتری میں چور۔"
"مجھے لگتا ہے ہماری پہلی لڑائی تمہاری وجہ ہی سے ہوگی۔" واش روم کا دروازہ بند کرنے کے بعد صبا نے نوفل کی آواز سنی تھی۔
کتنے محبت کرنے والے شوہر کا لہجہ لگ رہا تھا۔
مگر ژالے کے سامنے اس طرح کی ایکٹنگ کیا معنی رکھتی تھی؟
وہ اُلجھ سی گئی۔ مگر ابھی ذہن پوری طرح سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوا تھا اس لئے اس نے اس سوچ کو ذہن سے جھٹک دیا۔ وہ فریش ہو کر باہر نکلی تو پہلے کے مقابلے میں خود کو بہت بہتر محسوس کر رہی تھی۔ کچھ بخار کی شدت میں کمی کا اثر بھی تھا۔ ژالے کمرے میں موجود نہیں تھی۔ البتہ وہ خوشبوؤں میں ڈوبا ٹک سک سے تیار جھک کر اپنے جوتوں کے تسمے باندھ رہا تھا۔
"آپ کا ناشتہ بستر پر پڑا ہے۔" اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے ایک نظر اس پر ڈال کر کہتے ہوئے وہ پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔
صبا نے ایک اچٹتی سی نظر کارن فلیکس کے پیالے پر ڈالی تھی، پھر مدھم لہجے میں بولی۔
"آپ مجھے گھر بھجوا دیں واپس۔" اس کی فرمائش بہت غیر متوقع تھی اور یقیناً نوفل کے لئے ناپسندیدہ بھی۔ تبھی اس نے تیز لہجے میں تلخی سمو کر کہا۔
"آپ اپنی زندگی پر بصد شوق جتنے تجربات کریں۔ مگر برائے مہربانی میری زندگی کو امتحان بنانے کی کوشش مت کریں۔"
صبا کا جی چاہا اسے یاد دلائے کہ وہ اس کی زندگی کو بھی تو ایک امتحان ہی بنا چکا ہے۔ مگر اس وقت بحث یا جھگڑا کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ بستر کے کنارے بیٹھتے ہوئے وہ مصالحانہ انداز میں بولی۔
"اسی لئے تو کہہ رہی ہوں، میں آپ کے اعصاب پر بوجھ بننا نہیں چاہتی۔ مجھے واپس بھجوا دیں۔"

ی الحال آپ ناشتہ کریں۔ اور اس کے بعد میڈیسن لیں۔" وہ رُکھائی سے کہہ رہا تھا جب موبائل نے اس کی توجہ بانٹ دی۔
مر سے فون ہے۔" خود کلامی کے سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے موبائل کان سے لگا لیا۔
طرف صالحہ بیگم تھیں۔
السلام علیکم ــــــ جی امی جان! خیریت ہے ــــــ اوفوہ، ابھی کل ہی تو فون کیا تھا آپ جی، وہ تب پاس نہیں تھیں اس لئے ــــــ اچھا، ابھی بات کرا رہا ہوں نا ــــــ ناراضگی والی ہے اس میں۔" وہ بات کرتے کرتے اٹھ کر صبا کی طرف آیا تھا۔ انداز سے لگ رہا تھا جیسے ی جھاڑ پڑی ہو۔
ات کیجئے۔" موبائل اس کی طرف بڑھا دیا۔
السلام علیکم ــــــ" اس کا دل تو پہلے ہی بھرا ہوا تھا، اب ان کی مشفق آواز سنی تو آواز بھی بھرا

ی ــــــ میں ٹھیک ہوں۔" اس کی بھیگتی پلکیں دیکھ کر وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔
ی ــــــ بہت خیال رکھتے ہیں۔" وہ اب مدھم سُروں میں کہہ رہی تھی۔ "باقی سب کیسے ہیں؟" پوچھا۔ پھر ساتھ ہی گڑبڑا کر بولی۔
ی ــــــ ایک آدھ بار بات ہوئی ہے سب سے۔ دراصل یہاں موسم اتنا خراب تھا، لائن ہی رہی تھی۔"
اپسی کا ارادہ کب تک ہے؟" وہ پوچھ رہی تھیں۔
ہ نہیں ــــــ انہی کو معلوم ہوگا۔" صبا نے کہتے ہوئے موبائل نوفل کی طرف بڑھا دیا۔
امی ــــــ بس ایک دو روز کی بات ہے ــــــ بہت تھوڑا سا کام باقی ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔
آواز سننے کے بعد بولا۔
پ بے فکر رہیں ــــــ انس سے میری دو مرتبہ بات ہوئی ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا۔ میں جلد رغ ہونے کی کوشش کر رہا ہوں۔"
ٹھک کر اسے دیکھنے لگی۔
ائی کلمات کے بعد وہ فون بند کر کے پلٹا ہی تھا کہ صبا نے پوچھا۔
ل بھائی کا فون آیا تھا۔ آپ نے مجھے تو نہیں بتایا۔"
لی ہو گئی ــــــ مجھے پتہ نہیں تھا کہ ہر ضروری و غیر ضروری بات آپ کے علم میں لانا بہت ہے۔" وہ بڑے تحمل سے کہہ رہا تھا۔ پھر اس کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی بولا۔
ج آپ یہیں رہیں گی۔ وہاں تو ویسے بھی آپ کا دل نہیں لگتا۔ ضروری نہیں کہ کل میں آپ کی تو آج بھی میں ہی آؤں۔ اس لئے اس تجربے کو دہرانے سے بہتر ہے کہ آپ کاٹیج ہی میں ہو۔ اسے دروازہ لاک کرنے کی ہدایت کرتا چلا گیا تھا اور جاتے جاتے ایک اور مہربانی۔

"موبائل یہیں رکھا ہے ـــــ چاہیں تو گھر فون کرسکتی ہیں۔"

اس کا وحشت زدہ سا دل یکلخت ہی مسرور ہو اٹھا تھا۔ دروازہ بند کر کے واپس آتے ہی اس نے سب سے پہلے گھر فون ملایا تھا۔

"ہیلو ـــــ" ضحیٰ کی آواز نے اس کے تھکے ماندے وجود میں گویا ایک نئی زندگی دوڑا دی تھی۔

"صبا بول رہی ہوں۔" اسے خواہ مخواہ رونا سا آنے لگا۔ کتنی قدر محسوس ہو رہی تھی ان سب محبتوں کی جو وہ اپنے پیچھے چھوڑ کے آئی تھی۔

"اُف، بے وفا! کیسی ہو؟" اس کی آواز میں یکبارگی بشاشت اور خوش دلی سمٹ آئی تھی۔

"ٹھیک ہوں ـــــ گھر میں سب کیسے ہیں؟"

"سب ٹھیک ہیں ـــــ تم سناؤ، نوفل بھائی کا حال کیسا ہے؟"

"وہ بھی ٹھیک ہیں ـــــ ابھی یہاں نہیں ہیں ورنہ تمہاری بات کراتی۔" صبا نے بہت سے رکھے تھے۔

"ان کا دو تین مرتبہ فون آچکا ہے انس بھائی کی طرف۔ مگر تم سے ایک بار بھی بات نہیں ہو پائی" ضحیٰ نے شکایتی انداز میں کہا تھا۔

"ارے ـــــ" وہ بے ساختہ ہنس دی۔ "چار دن تو ہوئے ہیں مجھے یہاں آئے اور تم لوگ اُداس بھی ہوگئے۔ اس کا مطلب ہے کہ شادی کے بعد بندے کی ویلیو بڑھ جاتی ہے۔"

"منہ دھو رکھو ـــــ ایسی بھی کوئی خاص اُداسی نہیں ہے۔" ضحیٰ نے فوراً اس کی خوش فہمی ختم کرنا چاہی تھی۔

"ضوئی! معید بھائی کیسے ہیں؟" صبا کے پاس اس کی زبان روکنے کا ایک ہی طریقہ تھا اور وہ یکلخت خاموش ہوگئی۔

"صبا! ـــــ وہ بہت برے ہیں ـــــ وہ مجھ سے شادی کر رہے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی میں انہیں ناپسند کرتی ہوں اور گھر میں کسی کو بھی یہ بات نہیں کھٹکتی۔ مگر مجھے بہت چبھتی ہے۔" قدرے توقف کے بعد وہ بولی تو اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ صبا کا دل دھک سے رہ گیا۔ یہ اس ضحیٰ کا لب و لہجہ تو نہیں تھا جسے وہ جانتی تھی۔ اس قدر شکست خوردگی، بے وجہ۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے ضوئی!......" اس نے کہنا چاہا تو وہ بھیگے لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔

"اب تم بھی یہی الفاظ مت کہنا کہ وہ بہت بہترین شخص ہے ـــــ میری قسمت جاگ جائے وغیرہ وغیرہ۔" اس کے نروٹھے انداز پر وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"ایک دو روز تک ہم واپس آرہے ہیں۔ پھر انشاء اللہ تعالیٰ بات ہوگی۔ اور یقین کرو، میں غیر جانبداری سے سارے معاملے کو دیکھوں گی۔"

"تمہارے آتے ہی منگنی کردی جائے گی ہماری۔ پھر کیا باقی رہ جائے گا۔" وہ تلخ ہوئی تھی۔ صبا

نے۔

"نفرت کرو ضوئی! گھر کی بات ہے نا۔ اتنا سیریسلی مت لو۔ میں آرہی ہوں نا، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ امی اور چچی جان کہاں ہیں؟"

"وہ لوگ مریم پھپھو کے ساتھ بازار گئی ہیں۔ حمرہ کالج گئی ہوئی ہے اور وجی یونیورسٹی۔" وہ اب آواز میں بتا رہی تھی۔ صبا نے شکر ادا کیا۔

"اچھا ضوئی! میں پھر فون کروں گی۔ خدا حافظ۔ سب کو سلام کہنا۔" اس نے بات ختم کرتے ہوئے فون آف کر دیا۔ ضحیٰ سے بات کر کے دل پر ایک انجانا سا بوجھ آگرا تھا۔

'کس قدر بے وقوف ہو تم ضحیٰ! ـــــ ہیرے کو ٹھکرا رہی ہو۔ مانا کہ وہ تم پر سختی کرتے ہیں مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم سے نفرت بھی کرتے ہیں۔'

سر جھٹک کر بیٹھتے ہوئے سائیڈ ٹیبل پر دھری اپنی میڈیسن اٹھا کر دیکھنے لگی۔

"کس قدر اذیت پسند ہو نوفل احمد! ـــــ مرنے بھی نہیں دیتے ہو۔" وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔ والے آفریدی کو اپنے کمرے میں دیکھ کر اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ مگر بے بسی سی بے بسی تھی کہ احتجاج بھی نہیں کرسکتی تھی۔

●●●●●

آفس جانے کے لئے بالکل تیار تھا۔ بس ایک آدھ ضروری فائل بریف کیس میں رکھ رہا تھا جب اس کے کمرے میں چلی آئی۔

دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر وہ یہی سمجھا تھا کہ حمرہ ناشتے کا بلاوا دینے آئی ہے۔ مگر غیر متوقع ہستی کو پا کر طویل سانس بھرتے ہوئے دوبارہ سے اپنے کام میں مصروف ہوگیا۔ اس کے انداز نے ضحیٰ کو احساس دلایا تھا۔

"دراصل میں آپ کا احسان لینا پسند نہیں کرتی۔ یہ گفٹ کے پیسے دینے آئی ہوں۔" اس نے والے انداز میں کہتے ہوئے روپے اس کے سامنے بستر پر پھینکے تھے اور فوراً ہی پلٹ گئی۔

"کیا تو اب ہوتا ہی رہے گا۔ تو کیا ساری عمر مجھے یونہی روپے واپس کرتی رہو گی؟" معید کی بھری آواز اس کے کانوں میں پڑی تو وہ اس کے الفاظ پر تلملاتی، پیر پٹختی اپنے پیچھے زور سے بند کر گئی تھی۔ وہ تاسف سے سر ہلا کر بریف کیس بند کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ل نوفل اور صبا آرہے ہیں۔" ناشتے کی میز پر آج کی تازہ خبر رقص کر رہی تھی۔

"چلو اچھا ہے ـــــ ہم بھی جلدی سے اپنے فرض سے سبکدوش ہوں۔" تائی جان نے اطمینان ان کا مطلب پا کر ضحیٰ اپنی کرسی پر پہلو بدل کر رہ گئی۔ جبکہ معید پورے انہماک کے ساتھ اخبار تھا۔ ساتھ ہی ساتھ چائے کا شغل بھی جاری تھا۔

"ابھی وقت ہے میرے یار! سوچ لو۔ آزادی کی یہ صبح، یہ چائے اور اخبار کی عیاشی پھر کبھی ہوگی۔" انس نے معید کے چہرے کے آگے سے اخبار ہٹاتے ہوئے بڑے درد بھرے لہجے

میں کہا تو وہ سب کی موجودگی کا خیال کر کے اسے خفیف سا گھور کر رہ گیا۔

"اپنی دفعہ تو بڑے بے تاب تھے ان سب عیاشیوں سے محروم ہونے کے لئے۔ اب دوسروں کی راہ میں روڑے کیوں اٹکا رہے ہو؟" تائی جان نے اپنے سپوت کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

"یہی تو میں چاہتا ہوں کہ یہ میرے تجربے سے فائدہ اٹھائے۔ تب میں تو نا تجربہ کار تھا۔ مجھے سمجھانے والا نہیں تھا۔" وہ شرارت سے کہتے ہوئے کنکھیوں سے گرم پانی لاتی نگین کو بھی دیکھ رہا تھا جو اس کی تمام لاف زنی سے اچھی طرح بہرہ ور ہو چکی تھی۔

"بہت خوب —— یہاں دن دیہاڑے تخریب کاری جاری ہے۔"

"بہت افسوس کی بات ہے بھابی! ابھی تک یہ اڑیل گھوڑا آپ کے قابو میں نہیں آیا۔" معید نے تاسف سے کہا تو بازی پلٹنے پر انس اسے گھور کر رہ گیا۔ پھر فوراً ہی ضحیٰ سے پوچھنے لگا۔

"کیوں بھئی باغی لیڈر! تمہارا کیا خیال ہے؟" اس کا ارادہ یہی تھا کہ ضحیٰ کے ساتھ مل کر معید کی کھنچائی کرے گا۔ مگر وہ پتہ نہیں کس موڈ میں تھی، معصومیت سے پوچھنے لگی۔

"کس بارے میں؟ —— آپ کے اڑیل گھوڑے ہونے کے بارے میں؟" سب کے ہنسنے پر انس نے اُسے مُکا دکھایا تھا۔

"میں چلتا ہوں اب۔ ہو سکتا ہے واپسی پر مجھے تھوڑی سی دیر ہو جائے۔" معید نے اُٹھتے ہوئے حسب عادت تائی جان کو آگاہ کیا تھا۔ چچی جان کو اس پر پیار آ گیا۔ انہیں معید کی یہ فرمانبرداری شروع ہی سے بہت بھاتی تھی اور اب تو سونے پہ سہاگہ، وہ ان کا داماد بن رہا تھا تو دل سے اور بھی قریب ہو گیا تھا۔

"یار! مجھے بھی راستے میں ڈراپ کر دینا۔ میں تو گاڑی گیراج میں دے آیا ہوں۔ مسنگ کر رہی تھی۔" چائے کے بڑے بڑے گھونٹ بھرتا انس بہ عجلت اُٹھ گیا تھا۔

"آرام سے انس! کہیں پھندا نہ لگ جائے۔"

"وہ تو کب کا لگ چکا ہے۔" اس نے ایک بار پھر نگین کو دیکھ کر آہ بھری تو وہ خفا سی ہو کر اپنی پلیٹ میں جھک گئی۔ وہ مسکراتا ہوا پلٹ گیا۔

"اچھا ہے —— کبھی تو مجھے بھی منانے کا موقع ملنا چاہیے۔" وہ شام کے لئے بہت اچھا سا سوچ رہا تھا۔

"اچھا ہوا تم آج میرے ساتھ آ گئے۔ مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنا تھی۔ بلکہ مشورہ بھی لو۔" گاڑی کو مطلوبہ سمت پر ڈال کر معید نے سنجیدگی سے بات شروع کی تو وہ چونک گیا۔

"خیریت؟"

"اتنی سیریس بات نہیں ہے کہ اس کے لئے تم فوراً اعصابی تناؤ کا شکار ہو جاؤ۔ ریلیکس۔" معید نے قصداً مسکراتے ہوئے کہا تو وہ ڈھیلا پڑ گیا۔

"ایک تو تم ہو بہت خبیث۔ میری ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھتے ہو۔" سیٹ کی پشت سے ٹیک

وہ اسے سراہنے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز پر معید مسکرا دیا۔

"یہ تو اب تم مجھ پر سراسر الزام تراشی کر رہے ہو۔"

"کہیں تم ضحیٰ والے کیس کو لے کر تو پریشان نہیں ہو؟" انس کو اچانک خیال آیا تھا۔ مگر معید نے فوراً نفی میں سر ہلا دیا۔

"میں ایسی فضول باتوں کو سوچ کر دماغ خراب نہیں کرتا۔"

"پھر؟" انس استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں نیس پاک کالونی والا گھر خالی کرانا چاہتا ہوں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ حیران ہو گیا۔

"مگر کیوں؟"

"کیا مجھے ابھی بھی نہیں کرانا چاہیے؟" معید نے اُلٹا اس سے سوال کر دیا تو وہ قدرے توقف کے

"کیا تم وہ گھر بیچنا چاہتے ہو؟"

معید نے نفی میں سر ہلا دیا، پھر بولا۔

"وہ میری ماں اور بابا کے خوابوں کی جنت ہے انس! میں اسے کبھی بھی کسی بھی قیمت پر نہیں بیچوں گا۔ اس کے خراب ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو میں کبھی کرائے پر چڑھانے کے حق میں نہ جاتا، اسے بند

"پھر اب؟ —— گھر خالی کرا کے کیا کرو گے؟" انس نے اپنے کسی شک کا یقین چاہنے کی خاطر پوچھا تو وہ مدھم لہجے میں بولا۔

"میں وہاں رہنا چاہتا ہوں۔"

کہ انس کو اس جواب کا شک ہو چلا تھا مگر پھر بھی معید کے منہ سے یہ جواب سن کر اسے ایک جھٹکا

"مگر —— کیا مطلب معید؟ —— کسی نے کچھ کہا ہے تم سے؟" انس کے بے ربط سے سوالات میں اس کی ذہنی پریشانی پوشیدہ تھی۔

معید نے اسے ٹوک دیا۔

"جیسا تم سوچ رہے ہو، ویسا کچھ بھی نہیں ہے انس!"

"تو پھر اپنا گھر ہوتے ہوئے تم......" انس نے تیز لہجے میں کہنا چاہا مگر معید نے اسے موقع نہیں دیا۔

"میں اپنی نئی زندگی کا آغاز اپنی ماں اور بابا کی جنت میں کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو کیا اب تم ہم سب کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟" انس کو اس کی باتوں سے وحشت ہونے لگی تھی۔

وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

"یار! بات سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"خبردار ـــــ یہ ساری فضول باتیں امی کے سامنے کہنا، تب دیکھنا کتنی جوتیاں پڑتی ہیں۔" خفا ہو گیا تھا۔

"تم کبھی بھی اپنے جذباتیت کے دوروں سے نہیں نکل سکتے۔" معید نے متاسفانہ انداز میں کہا۔ بنا ہچکچاہٹ کے بولا۔

"میں جذباتی ہی بھلا۔ کم از کم اتنے انتہا کے فیصلے تو نہیں کرتا۔"

"اوفوہ ـــــ تو یار! میرے متعلق جذباتی ہونے کا کیا مطلب بنتا ہے؟" معید نے اسے اپنی با کے اثر سے نکلنا چاہا تھا۔ وہ چڑ کر بولا۔

"میں خود سے منسلک ہر رشتے کے متعلق جذباتی ہوں ـــــ تمہارا پتہ نہیں، مگر مجھے تم سے م ہے اور میں چھپاتا نہیں ہوں۔"

"میر ہاؤس" میں ہر مکین سے معید کا محبت ہی کا رشتہ رہا تھا۔ مگر اس پل انس کے کھلے اعتراف اس کا سیروں خون بڑھا دیا تھا۔

"سوچو، اگر نگین بھابی کو پتہ چل جائے کہ تم میرے ساتھ کیسے ڈائیلاگز بول رہے ہو تو وہ کتنی د ہوں گی۔ یہ تو ان کا حق ہے۔" اس کا موڈ بدلنے کی خاطر خوشگوار لہجے میں کہا تو وہ آہ بھرتے ہوئے بولا

"وہ خوش ہو گی کہ میرے ڈائیلاگز کا کوٹہ کچھ کم ہو گیا ہے۔"

"اوہو ـــــ یعنی کہ حالات بہت برے جا رہے ہیں۔" معید نے دلچسپی سے پوچھا تھا۔

"کچھ مت پوچھو ـــــ میں عشق کے مضمون میں ٹاپ کر چکا ہوں۔ اور وہ سپلی پہ سپلی لے رہ ہے۔" وہ مایوسی کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

"تم بس اپنا دماغ ٹھیک کر لو تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ خوامخواہ بے چاری بھابی کو امتحان میں ڈال رکھا ہے۔"

"چہ ـــــ اس میں غلط کیا ہے یار! اگر وہ صبح ہنستی مسکراتی مجھے سی آف کرنے پورچ تک آ جائے اور شام میں فریش سی ریسیو کر لے تو اس سے محبت میں چار چاند ہی لگیں گے، کوئی قیامت تو نہیں آ جائے گی۔" انس جھنجلایا تو معید متاسفانہ انداز میں بولا۔

"میں تو سمجھ رہا تھا کہ تمہارا دماغی خلل صرف منگنی اور منگیتر سے گفتگو تک ہی ہے۔ مگر یہ وائرس تو بڑھ کر شادی شدہ زندگی تک آ گیا ہے۔"

"دیکھ لوں گا تمہیں بھی ـــــ کم ہی دن رہ گئے ہیں تمہاری ان نصیحتوں کے۔" انس کو اس کی بات پسند نہیں آئی تھی۔ اس کے آفس کی بلڈنگ کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے معید نے ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا۔

انس معنی خیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"مجھے اتنا بے وقوف مت سمجھو ـــــ میں چاہتا تو ضحیٰ کی تمہارے متعلق ناپسندیدگی جان کر اس رشتے سے منع کر سکتا تھا۔ مگر مجھے بہت اچھی طرح سے یاد ہے کہ تم نے بہت دعوے سے اپنا نقطہ نظر ہم

یا تھا کہ تم صرف شادی کے بعد والی محبت پہ یقین رکھتے ہو۔ اور یہ بھی کہ جس سے شادی کرو گے سے محبت بھی ضرور کرو گے۔ مجھے بس اسی وجہ سے ضحیٰ کے مستقبل کی طرف سے اطمینان ہے۔"

"میرے خیال میں تمہارا آفس آ چکا ہے۔ بلکہ تم کافی لیٹ بھی ہو چکے ہو۔" معید نے اس کی طرف نگاہ پھیر لی تھی۔ انس مسکراتے ہوئے دروازہ کھولنے لگا۔ تبھی معید کو یاد آیا تو اس نے جلدی سے کہا۔

"اور سنو ـــــ وہ گھر والی بات ابھی کسی سے مت کرنا۔ میں اس سلسلے میں محض تمہاری رائے جاننا چاہتا تھا۔ درحقیقت میں نے ابھی سوچا نہیں۔"

"اور ابھی سوچنا بھی مت۔ ہم کہیں باہر سے بھابی نہیں لا رہے ہیں۔" وہ کہتا ہوا نیچے اتر گیا تھا۔ گہری سانس لے کر رہ گیا۔

درحقیقت اس نے اس مسئلے کو صبا کی آمد تک کے لئے اٹھا رکھا تھا ـــــ اسے یقین تھا کہ وہ اس نقطہ نظر سے بہت جلد متفق ہو جائے گی۔ انس سے بات کر کے اس نے سراسر جلد بازی کا ثبوت دیا

سوچ میں ڈوبا وہ گاڑی آگے بڑھانے لگا۔

●●●●●

ایک ہی دن میں سارا کام نمٹا کر نوفل تو صبا کو لے کر واپس لاہور چلا آیا تھا۔ جبکہ اس کی کو اسٹار کے ایک آدھ شارٹ کی ریکارڈنگ ابھی باقی تھی، سو شوٹنگ کا سارا عملہ ابھی ایوبیہ ہی میں تھا۔

"لوگ تو تفریح سے واپسی پر فریش ہوتے ہیں صبا! تم تو یوں مرجھائی ہوئی ہو جیسے کالے پانی کی سزا کر آ رہی ہو۔" یہ ادینہ کا تبصرہ تھا۔ صبا خاموشی سے صالحہ بیگم کے گلے لگ گئی۔ انہوں نے بھی اس اتری ہوئی صورت کو تفکر سے دیکھا تھا۔ ساتھ ہی رانو کے ہاتھ سوٹ کیس اپنے کمرے میں بھجواتے کو آڑے ہاتھوں لیا۔

"اسی لئے ـــــ میں اسی لئے تمہارے اس پروفیشن کے خلاف تھی۔ مجھے اچھی طرح پتہ تھا کہ تم اپنے کام میں مگن ہو گے اور یہ بے چاری وہاں اکیلی دیواروں کا منہ دیکھ رہی ہو گی۔"

"آپ بالکل غلط سوچ رہی ہیں امی جان!" وہ فوراً ہی اپنی صفائی پیش کرتا ان کی چیئر کے قریب کے بل بیٹھا تھا۔

"اس سارے میں میرا کوئی قصور نہیں۔ خود ہی وہاں بارش میں بھیگنے کا شوق پورا کرتی رہیں۔ نتیجہ کی صورت نکلا۔ ابھی ان کی طبیعت کہاں ٹھیک ہوئی ہے۔ میں تو وہاں بھی ان کی تیمارداری ہی کرتا رہا۔ آپ چاہیں تو ان سے پوچھ سکتی ہیں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"اس سے تو میں پوچھ ہی لوں گی۔ اور بہت تسلی سے پوچھوں گی۔ پھر دیکھنا اگر تمہاری ذرا سی بھی کی سامنے آئی تو بہت برا حشر کروں گی تمہارا۔" وہ بھی مسکرا دیں۔

جبکہ ادینہ گہری نظروں سے خاموش بیٹھی صبا کا جائزہ لے رہی تھی۔

"کچھ سیر و تفریح بھی کی یا پھر نوفل صاحب کو فراغت ہی نہیں ملی؟" وہ پوچھنے لگی تو صبا کو نہ چاہتے

ہوئے بھی ہونٹوں پر جبری مسکراہٹ سجانا پڑی۔

''میری تو طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ وہاں انہوں نے بہت انجوائے کیا اپنے کام کو۔''

''اگر ابھی بھی تم ٹھیک محسوس نہیں کر رہیں تو آرام کرلو۔ ورنہ میں تو سوچ رہی تھی کہ شام میں سے ہو آنا۔'' صالحہ بیگم واقعی اس کے ساتھ مخلص ثابت ہو رہی تھیں۔ صبا نے فوراً کہا۔

''میں شام کو اُدھر جاؤں گی۔''

''فی الحال تھوڑا ریسٹ کرلیں۔ ورنہ طبیعت بگڑ بھی سکتی ہے۔'' نوفل مشورہ دیتا اُٹھ کر فون اسٹینڈ کی طرف بڑھا تو ادینہ نے بظاہر بڑے پُرشوق انداز میں پوچھا۔

''یہ کہیں خوشخبری والی طبیعت تو خراب نہیں ہوئی تمہاری؟'' صالحہ بیگم تو خوشگوار سے احساس گھریں سو گھریں، نوفل کے قدموں کو جیسے وہیں زمین نے جکڑ لیا تھا۔

اور صبا ——

اُسے اپنی اُڑتی رنگت چھپانے کا بھی خیال نہیں آیا تھا۔

''کسی ڈاکٹر کو دکھایا صبا؟'' صالحہ بیگم نے نرمی سے پوچھا تو اسے قسمت کے اس مذاق پر رونے کے ساتھ ساتھ ہنسی بھی آنے لگی۔

''صبا! آپ بھی گھر فون کرلیتیں۔ وہاں سے تو لائن ہی نہیں مل رہی تھی، موسم کی خرابی کی وجہ سے'' نوفل کی دخل درمعقولات اس کی جان بخشی کا باعث بنی تو وہ فوراً ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

ادینہ معنی خیز انداز میں بھنوؤں کو جنبش دے کر صالحہ بیگم کو دیکھنے لگی جو خود سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں

فون تائی جان نے اٹھایا تھا۔ صبا نے ان سب کا احوال پوچھنے کے بعد انہیں اپنی شام کی آمد کے بارے میں مطلع کر دیا تھا۔ اس کے بعد نوفل ان سے بات کرنے لگا تو وہ صالحہ بیگم سے معذرت کر کے اپنے کمرے میں آگئی۔

نوفل کمرے میں آیا تو وہ بستر پر نیم دراز آنکھوں پر بازو رکھے ہوئے تھی۔ ذرا سا غور کرنے پر اسے محسوس ہو گیا کہ وہ رو رہی تھی۔

''اگر میری شکایت کرنے کا اتنا ہی دکھ ہو رہا ہے تو ابھی بھی موقع ہے۔ جا کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر سکتی ہیں۔'' اس کی آواز سن کر وہ ساکت سی ہوئی تھی۔ پھر آنکھوں پر سے بازو ہٹا کر اسے دیکھتے ہوئے تلخی سے بولی۔

''اگر مجھے بہت سے رشتوں کا مان نہ رکھنا ہوتا تو آج نہیں بلکہ دو ماہ پہلے ہی یہ سب کر گزرتی۔ پھر دیکھتی آپ کہاں منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔''

''ڈرتے ہیں وہ جن میں کوئی خامی ہوتی ہے۔'' وہ اطمینان سے بولا تو صبا سلگ اُٹھی۔

''میرے کردار میں کون سا ایسا سقم دیکھ لیا ہے آپ نے کہ میری خطا بخشنے پر تیار نہیں ہیں؟''

''مجھ سے بہتر اپنے آپ کو، آپ خود جانتی اور سمجھتی ہیں۔ سوچ انسان پر بہت سے غیر متوقع در کھولتی ہے۔ کوشش کیجئے، شاید اپنی کوئی خطا یاد آجائے۔'' وہ شرٹ کے بٹن کھولتا وارڈ روب کی طرف بڑھ گیا۔

ے کو بھی برے دکھائی دیتے ہیں۔ زندگی آپ نے میری برباد کی ہے اور برا بھی مجھ ہی کو ٹھہرا ہیں۔'' صبا مر جانے کی حد تک زچ ہو گئی تھی۔ قدرے اونچی آواز میں بولی تو وہ پلٹ کر انگشت اٹھا کر اسے روک گیا۔

مجھے یہ تماشا لگانے والا انداز سخت ناپسند ہے۔ آر یا پار۔ ابھی شام میں گھر جائیں گی تو اچھی طرح ہ کی کیجئے گا۔''

تماشا تو آپ نے میرا لگا رکھا ہے۔'' وہ رو دی تھی۔ ''ابھی تو شروعات ہے —— آگے دیکھئے گا، یسے سوال پوچھے جائیں گے مجھ سے۔''

فل کو بھی ادینہ کی کچھ دیر پہلے کی شوخ پیرائے میں پوچھی جانے والی بات یاد آئی تو دل کی کیفیت طرح عجیب سی ہونے لگی۔

شادی ایک جوا ہے محترمہ! یہ آپ اوپر سے لکھوا کے تو نہیں آئی تھیں کہ بہت ہیپی لائف گزاریں ر خود پہ اتنا ہی اعتماد ہے تو یہی سمجھ لیں کہ آپ کو شوہر اچھا نہیں ملا۔'' لب و لہجے میں انداز جیسا ہی برا ہوا تھا۔

با کا جی چاہا اسے اُٹھ کر جھنجھوڑ ڈالے۔ یا پھر اتنے زور سے چیخے، چلائے کہ تمام ٹینشن ختم ہو

ہیں تو سمجھ ہی لوں گی۔ مگر اور کس کس کو سمجھاؤں گی؟ —— میرا کیا دماغ خراب ہے کہ آپ کی ن اونچی رکھنے کے لئے سب کے سامنے آپ کو ایک بہترین شوہر کے طور پر پیش کرتی رہوں۔ ن میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا نا، اس دن بہت پچھتائیں گے، آپ بھی اور آپ کی ''ڈالے لا'' بھی۔''

ا کی رنگت غصے سے تمتما اُٹھی تھی۔ وہ بس ایک نظر اسے دیکھ کر وارڈ روب میں اپنے کپڑے لگا۔

آپ ابھی سکون میں ہیں تو صرف اس لئے کہ میں خاموش ہوں۔ مگر یاد رکھئے، جس دن میں بولی بہت سی زندگیاں ڈسٹرب ہوں گی۔'' وہ شعلہ بار لہجے میں کہہ رہی تھی۔

لز کو ہٹا کر مطلوبہ شرٹ تلاش کرتا نوفل کا ہاتھ وہیں ٹھٹک گیا تھا۔ وہ شرٹ نکال کر پلٹا تب تک سابقہ حالت میں واپس لیٹ چکی تھی۔ مگر سسکیاں روکنے کی کوشش میں اس کا لرزتا وجود گواہ تھا کہ دل کی دنیا بھی اتنی ہی بے سکون ہے جتنی کہ نوفل احمد کی۔ تو پھر میں اتنا خوش اور مطمئن کیوں تا کہ میں سوچتا تھا؟ —— وہ خود سے اُلجھتا واش روم میں داخل ہوا تو ذہنی تناؤ نے اسے گھیرنا کر دیا تھا۔

●●●●●

ھائی جان! آپ کو نہیں لگتا کہ نوفل اور صبا اتنے خوش نہیں ہیں جتنے کہ انس اور نگین ہیں۔''

نہ کے سفاکانہ مگر حقیقت پر مبنی تبصرے نے صالحہ بیگم کو تفکر میں مبتلا کر دیا۔ ابھی چند لمحے پہلے ان

دونوں کو دیکھ کر وہ بھی تو یہی سوچ رہی تھیں۔ مگر یہ بھی سچ تھا کہ ادینہ کی زبان سے یہی حقیقت سن تکلیف دہ بات تھی۔ مگر ایک خیال انہیں ابھی بھی تقویت دے رہا تھا۔

”تم غلط سوچ رہی ہو ادینہ! نوفل نے اپنی مرضی سے صبا کا نام شادی کے لئے تجویز کیا تھا۔“

”اوفوہ، میری بھولی ممانی جان! میں کب کہہ رہی ہوں کہ نوفل نے اسے دل سے قبول نہیں کیا تو صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ اس گھر میں ویسی چہچہاہٹ نہیں گونجی جیسی ”میر ہاؤس“ میں نگین کی ہنسی گونج رہی ہے۔“ وہ ان کے دل میں وسوسے ڈالنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

”وہ یوں بھی سیریس طبیعت کی بچی ہے۔ نگی میں تو بچپنا ہے اس لئے اس کی خوشی سب کو بہت پر دور لگتی ہے۔ نوفل اور صبا دونوں ہی ایک جیسی طبیعت کے مالک ہیں، اور کوئی بات نہیں۔“ انہوں اس سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔

ادینہ سخت بدمزہ ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر جاتے جاتے بھی جلتی پر تیل ڈالنا نہیں بھولی تھی۔

”خدا کرے آپ کا کہنا سچ ہو۔ مگر یہ تو ایک حقیقت ہے کہ اندرونی خوشی اور طمانیت کا عکس پر بہت واضح ہوتا ہے، چاہے طبیعت انس جیسی شوخ ہو یا نوفل جیسی سنجیدہ، محبت سب پر ایک ہی چڑھاتی ہے۔ شوہر کو خوش رکھنا کسی کسی کو ہی آتا ہے۔“

”یا خدا! ـــــ میرے گھر پر اپنی رحمت کرنا۔ میرے بچوں کی خوشیوں کو دائمی رکھنا۔“ صالحہ دل بے اختیار دعا کر رہا تھا۔

شام کو نوفل اسے گھر لے جانے کو تیار تھا۔

”ہو سکتا ہے ایسے ہی صبا کے چہرے کی رونق واپس آ جائے۔ تم نے تو لگتا ہے اس کا ذرا بھی نہیں رکھا۔“ ادینہ اب بھی شہد میں لپٹی کونین کھلانے سے باز نہیں آ رہی تھی۔ جو نوفل تو نہیں البتہ بخوبی سمجھ رہی تھی۔

”بھئی تم لوگ ایک ہی بار صبا سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں نے ان کے ساتھ وہاں کیا رکھا ہے۔“ وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ صالحہ بیگم سے مل کر کمرے سے نکلتی صبا کے قدم ست لگے۔ اسی اثناء میں ادینہ بھی اسے دیکھ چکی تھی۔

”دیکھ لو بھئی ـــــ ہم سب تو مکمل طور پر تمہاری حمایت میں اُترے ہیں۔ تمہارے میاں ع پر پانی نہیں پڑنے دے رہے۔“

”مجھے ایسی کیا ضرورت پڑ گئی آپ کی حمایت کی؟“ وہ زبردستی خود پر بشاشت کا نقاب چ پوچھنے لگی۔ ادینہ بے اختیار پہلو بدل کر رہ گئی۔ صبا اس کے سامنے صوفے پر عین نوفل کے ساتھ تھی۔ پیرٹ گرین اور پرپل کنٹراسٹ کا خوبصورت ٹراؤزر اور شارٹ شرٹ پہنے چنری کا نفیس سا شانوں پر ٹکائی ہلکی سی مسکراہٹ لئے وہ نوفل احمد کے پہلو میں بے حد جچ رہی تھی۔

”یہی نوفل جو اپنے کام میں مصروف رہ کر تمہیں اگنور کرتا ہے۔“ ادینہ سے اپنی مسکراہٹ قائم دشوار ہونے لگا تھا۔ مگر صبا اس کی بات کاٹ کر حیرانی کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولی۔

ہرے واقعی؟ ـــــ تمہیں کس نے بتایا؟ مجھے تو ابھی تک اس بات کا پتہ نہیں چلا۔“ وہ کہتے ہنس دی تھی۔ پھر قصداً نوفل کو مخاطب کرتے ہوئے بولی۔

اب ان لوگوں کو اپنے خوش رہنے کا کیا ثبوت پیش کیا جائے؟“

بھئی یہ آپ کا ڈیپارٹمنٹ ہے۔ میرا کام ہے آپ کو خوش رکھنا۔ نہ کہ پورے شہر میں منادی پھرنا۔ اتنی چاہت سے آپ کو پایا ہے، ناقدری تھوڑی کریں گے ہم۔“ وہ بہت سکون سے کہہ صبا لب بھینچ کر مسکراتے ہوئے ادینہ کو دیکھنے لگی۔

اب تو مطمئن ہو نا؟“

مجھے بھلا کیا بے اطمینانی ہو سکتی ہے۔ ممانی جان ہی کو ٹینشن کھائے جا رہی تھی کہ صبا خوش دکھائی رہی۔“ ادینہ نے فوراً اپنی لائن بدلی تھی۔ صبا گہری سانس لیتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

چلیں نوفل ـــــ!“ اس کا اعتماد قابل دید تھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا تو یوں کہ وہ دونوں پہلو کھڑے ادینہ کو شدید جلن کا شکار کرنے لگے۔ کس قدر مکمل اور ایک دوسرے کے لئے بنے لگ تھے وہ۔

امی کا خیال رکھنا ادینہ!“ نوفل نے اسے تلقین کی تو صبا نے بھی اسے یاد دہانی کرائی۔

ان کی میڈیسن میں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی ہے۔ ویسے تو وہ خود بھی لے لیں گی مگر کھانے کے بعد والی ٹیبلٹ انہیں یاد سے دے دینا۔“

ادینہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ مگر ان دونوں کے، خصوصاً صبا کے مالکانہ انداز نے اس کے اندر انگارے جلا دیئے تھے۔ کیا سمجھ رہی تھی وہ اسے۔ کوئی آیا یا پھر ملازمہ؟ ـــــ اس کے دماغ میں چھوٹی اور گھٹیا سوچ اُبھری تھی۔ جس نے اس کے ذہن و دل کو چٹخا کر رکھ دیا تھا۔

گاڑی میں بے حد خاموشی کا راج تھا۔

اور یہ خاموشی ان کے ”میر ہاؤس“ پہنچنے تک برقرار رہی تھی۔ گیٹ سے باہر گاڑی کھڑی کرنے پر وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

”مجھے ایک بہت ضروری کام ہے۔ میں پھر آ جاؤں گا۔“ وہ ناک کی سیدھ میں دیکھتا کہہ رہا تھا۔ وہ تحمل کے ساتھ نشست سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

”تو پھر پہلے آپ اپنا کام نمٹا لیں، واپسی پر ادھر آ جائیں گے۔“

نوفل نے بے ساختہ اس کو دیکھا تھا، پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔

”آپ میری وجہ سے لیٹ مت ہوں۔ میں تو کبھی بھی آ سکتا ہوں۔“

”مائنڈ یو نوفل! ـــــ اب یہ میرا گھر نہیں ہے۔ اور میرا یہاں آنا آپ کے ساتھ ہونے سے مشروط ہے۔“

”اور اگر میں نہ جانا چاہوں تو؟“ وہ جیسے اس کا امتحان لے رہا تھا۔ اور وہ ضبط کے دہانوں پر کھڑی بڑی رسانیت آمیز انداز میں بولی۔

"اگر میں سب کے سامنے آپ کا بھرم رکھ سکتی ہوں تو پھر آپ کو بھی یہ احسان چکانا پڑے گا۔"

وہ ثانیہ بھر اسے دیکھے گیا۔ ونڈ اسکرین کے پار دیکھتی وہ بے حد سنجیدہ تھی، یا شاید اپنے اضطراب دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔ پھر چہرہ اس کی طرف موڑا تو نظر بلا ارادہ ہی نوفل سے مل گئی۔

"آپ مجھے نکاح کر کے لے گئے تھے، آپ کے ساتھ بھاگی نہیں تھی جو دروازے پر اُتار کر بھاگ رہے ہیں۔ اگر آپ ابھی فارغ نہیں تو پھر کبھی آ جائیں گے۔" اس کی آنکھوں میں اترتی سرخی اور لب و لہجے کی مضبوطی میں کوئی تال میل نہیں تھا۔ مگر اب بات ایسی تان پر آن ٹوٹی تھی کہ نوفل جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔

"اوکے ——— مگر میں یہاں صرف اپنی بہن کی سسرال کی حیثیت سے اتروں گا۔" کہتے ہوئے اس نے ہارن پر ہاتھ رکھ دیا۔

سس ——— سنن ——— صبا کا دل جیسے جلتا کوئلہ بن گیا تھا۔

کہنے کو بہت کچھ تھا اور کرنے کو اس سے بھی زیادہ۔

مگر وہ صبا میر تھی۔

جسے بہت سے رشتوں کا مان اور سلامتی عزیز تھی۔

بڑے حوصلے کے ساتھ وہ اس کے قدم سے قدم ملاتی اندر داخل ہوئی تھی۔ پورے گھر میں والہانہ ہلچل مچ گئی۔

"اب لگ رہا ہے نا، ہنی مون سے لوٹی ہو۔" نگین نے اسے بھینچتے ہوئے شرارت سے سرگوشی کی۔ مسکرانے کی کوشش میں ناکام ہوتی وہ ضحیٰ کی طرف پلٹ گئی۔ فوراً ہی ان دونوں کی خاطر مدارات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تھا۔

"بہت زیادہ تکلف مت کیجئے گا امی! یہ بس چند منٹوں کے لئے آئے ہیں۔ "بہت زیادہ" ضروری کام سے جانا ہے انہیں۔" صبا نے با آواز بلند کہا تو نوفل اپنی جگہ جز بز ہو گیا۔

"ابھی تو آئے ہیں ——— آتے ہی اور کون سا ضروری کام نکل آیا آپ کا؟" نگین کو اعتراض ہوا تھا۔

"سو کام ہوتے ہیں انسان کو۔" وہ تادیبی نظروں سے صبا کو دیکھتا نگین سے کہہ رہا تھا۔

"مگر آج ان سو سے زیادہ ضروری کام یہ ہے کہ آپ ہمارے ساتھ ایک اچھی سی شام گزاریں۔ گپ شپ لگائیں۔" ضحیٰ نے رعب جھاڑا تھا۔

"بالکل، اتنے دنوں بعد تو ہاتھ آئے ہیں آپ دونوں۔" حمرہ نے بھی اس کی تائید میں کہا تھا۔

"حمرہ گڑیا! یہ ضرور رُکتے اگر فارغ ہوتے تو۔ شکر کرو مجھے اندر چھوڑنے چلے آئے۔ کہیں باہر ہی سے مجھے چھوڑ جاتے تب تم لوگ کیا کر لیتے؟" صبا نے بظاہر مسکراتے ہوئے فہمائشی انداز میں اسے ٹوک دیا۔

اس کا انداز نوفل کو بہت چبھا تھا۔ تبھی اس کے بات ختم کرتے ہی خوشگوار انداز میں بولا۔

"مانا کہ میرا کام بھی ضروری تھا۔ مگر اتنے محبت کرنے والوں کی بات نہ ماننا بھی بہت بڑا جرم ہے۔ یہ جرم نہیں کر سکتا۔"

"ہُرے ——— " حمرہ اور وجدان نے ایک ساتھ نعرہ لگایا تھا۔

کھانے کے دوران نوفل کی سب کے ساتھ گپ شپ رہی تھی اور کھانے کے بعد سب صحیح معنوں میں محفل جما بیٹھے۔

"یار! کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ، کیسا تجربہ رہا ماڈلنگ کا؟" انس بڑے تجسس سے پوچھ رہا تھا جو کم از کم اسے تو ہضم نہیں ہو پایا۔

"نہیں ضرور بتایئے گا نوفل بھائی! تا کہ ان کا ڈائیلاگز بولنے کا شوق پورا ہو سکے۔"

"دیکھا ——— ابھی شہرت ملی بھی نہیں اور جلنے والے ہم سے جل گئے۔ اسے کہتے ہیں چھپا ہوا ٹیلنٹ جو اُمڈ اُمڈ کر سب کو دکھائی دیتا ہے۔" انس نے تفاخر سے کہا تو سب کو ہنسی آنے لگی۔

"نہیں بھئی، میں مانتی ہوں، یہ بہت بڑے ایکٹر ہیں۔" نگین نے اس پر فقرہ کسا تھا۔

"بہت مشکل کام نہیں ہے یہ ——— بس اعتماد ہونا چاہئے خود پر۔" نوفل نے دو جملوں میں اپنا تجربہ سمیٹ دیا تھا۔ جس پر ضحیٰ نے گرہ لگائی۔

"بالکل جی ——— آپ نت نئی ماڈلز کے ساتھ ڈائیلاگز بولتے پھریں اور بیوی بیچاری کا کلیجہ جلتا رہے۔"

وہ ہنس دیا۔ پھر صبا کو دیکھتے ہوئے جتانے والے انداز میں بولا۔

"ہماری مسز میں تو جیلسی کا مادہ بالکل بھی نہیں ہے۔ فری ہینڈ دے رکھا ہے ہمیں۔"

صبا کلس کر رہ گئی۔

یہ تو اس کا دل ہی جانتا تھا کہ پہلے ژالے اور پھر رائمہ کے ساتھ نوفل کی قربت دیکھ کر اس کے سینے پر سانپ لوٹے تھے۔

پتہ نہیں کب اور کیسے وہ اس بے مہر اور سنگ دل شخص کی پرواہ کرنے لگی تھی اور اس کا کسی اور کے ساتھ ہونا دل کو برا لگنے لگا تھا۔

"بہت بری بات ہے صبا! تمہیں تو چاہئے کہ اب ان کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھو۔ ذرا کسی اور کی طرف نظر کریں، ایک ہنگامہ اٹھا دو۔" نگین متاسفانہ انداز میں اسے سمجھا رہی تھی۔ جس پر وہ محض مسکرا کر رہ گئی۔

"ہاں ——— اس تجربہ کار بی بی سے مشورہ لے لو، جس کو خود شوہر کو قابو کرنے کا طریقہ نہیں آتا۔" انس نے در پردہ اپنے دل کی بھڑاس نکال لی تھی۔ وہ منہ بنا کر بیٹھ گئی۔

"بھئی کچھ لوگوں کو کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بس ان کی شخصیت ہی میں ایسا سحر ہوتا ہے کہ ان کو چاہنے والے اس ساحرانہ حصار کو توڑ کر کہیں اور جا ہی نہیں پاتے۔" نوفل دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو صبا کا دل عجیب سے انداز میں دھڑک اُٹھا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کتنا بڑا ایکٹر ہے۔ اپنا امیج

بنائے رکھنے کا فن اسے کتنی اچھی طرح آتا ہے۔ مگر پھر بھی، ایک بار اس کا دل ضرور چاہا کہ وہ اس چہرے بالخصوص اس کی آنکھوں کو دیکھے کہ ان میں کیسے رنگ بھرے تھے۔

"یو آر ویری لکی صبا!" ضحیٰ نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی اور صبا کا دل بھی چاہا کہ ابھی بیٹھے بیٹھے دھاڑیں مار کے رونے لگے۔

کون سی لک؟ ـــــ کہاں کی لک؟

اس نے کبھی اپنی قسمت کے متعلق بہت نہیں سوچا تھا۔ مگر جب سے نوفل اس کی قسمت میں آ قسمت سے شاکی ہو گئی تھی۔

کیا تھا اگر اتنے شاندار آدمی کے ساتھ ساتھ تھوڑی سی محبت بھی ـــــ

وجدان، حمزہ اور معید آگے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

"یہ لو ـــــ آ گئے دنیا کے مصروف ترین بندے۔" انس نے معید کو دیکھتے ہی اونچی آواز میں تو وجدان انکساری سے بولا۔

"یہ تو آپ کا حُسنِ ظن ہے۔ ورنہ مابدولت تو خود کو بہت حقیر و پُرتقصیر گردانتے ہیں۔"

"بیٹا جی! آپ واقعی خود کو صحیح پہچانتے ہیں۔ یہ تعریف میں آپ کے بڑے بھائی کی کر رہا ہوں" انس نے اطمینان سے جواب دیا تھا۔ جس پر سب سے اونچی آواز حمزہ کی تھی۔

"چلیں ـــــ بڑے بھائی بھی تو ہمارے ہی ہیں۔" وہ مطمئن تھا۔ نوفل نے اپنے پاس کار پر معید کے لئے جگہ بنائی تھی۔ صبا نے کنکھیوں سے ضحیٰ کی طرف دیکھا جو لب بھینچے پیشانی پر تیوری ڈا بیٹھی تھی جیسے اب کچھ بھی بولنے کا ارادہ نہ ہو۔

اس نے معید کی جانب دیکھا، وہ ہمیشہ کی طرح بہت مطمئن اور پُرسکون دکھائی دے رہا تھا۔

ضحیٰ سے بات طے ہو جانے کے بعد بھی ـــــ ؟

صبا کے دل میں ایک انجانا سا خوف بیدار ہونے لگا۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ ان چاہی زندگی گزارنا کس قدر مشکل کام ہے۔

'میں معید بھائی سے ضرور پوچھوں گی کہ وہ یہ فیصلہ محض امی کی رضا حاصل کرنے کے لئے کر ہیں یا وہ واقعی اتنے مطمئن ہیں جتنے کہ دکھائی دے رہے ہیں۔' اس نے تہیہ کر لیا تھا۔

"وہ کہتے ہیں نا کہ اپنے ساتھ ڈوبتے مسافر کو دیکھ کر دل کو بہت تقویت ملتی ہے کہ ہم اکیلے ڈوب رہے۔ اسی طرح معید کا مستقبل دیکھ کر خوش ہوں اگر مجھے اچھا کھانا نہیں ملے گا تو اس کا بھی حال ہو گا۔" انس یقیناً ضحیٰ کو چڑانے کی خاطر باآواز بلند کہہ رہا تھا۔

صبا اپنے خیالات سے چونک کر بے اختیار ضحیٰ کو دیکھنے لگی۔ خیال یہی تھا کہ ابھی اُٹھ کر دندناتی واک آؤٹ کر جائے گی۔ جیسا کہ معید کے پروپوزل کو سن کر اس نے کیا تھا۔ مگر اس کے برعکس وہ اطمینان سے بولی۔

"کون سا اسلام میں مردوں کو کچن کا کام کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ بلکہ اپنے ساتھ ساتھ

بھی پکا کر کھلائیں تو شاید کچھ اعمال اچھے ہو جائیں۔"

با کو جی بھر کر حیرت ہوئی تھی۔

کیا ضحیٰ نے سمجھوتے کی راہ پر قدم ڈال دیئے ہیں؟

ن کے دل میں خوشی کا احساس پیدا ہوا تھا۔

اگر ایسا ہو رہا تھا تو اس سے زیادہ دل پسند اور بھلا کون سی بات ہو سکتی تھی۔

"بالکل معید بھائی! اب آپ کھانے کی کتاب خرید کر اپنی لائبریری کی رونق بڑھائیں تا کہ کل کو کچن کی رونق میں بھی اضافہ ہو۔" اس نے بھی خوش دلی سے کہتے ہوئے معید کا گھیراؤ کیا تو وہ ئی سے بولا۔

"بھئی صاف اور سیدھی بات ہے، مجھے دو ہی کام نہیں کرنے آتے۔ ایک وارڈ روب کا اور دوسرا ا۔"

"تو بھلا ـــــ پیچھے اور کون سا کام رہ گیا ہے؟" صبا نے ہنس کر کہا تو نگین بے ساختہ بولی۔

"جھاڑو پونچھا۔"

"لاحول ولا ـــــ سخت اَن رومینٹک کام ہے یہ۔" انس کی نازک طبع پہ یہ خیال سخت ناگوار گزرا

"بیوی کی خدمت کرنا بھی رومینس ہی کہلاتا ہے جناب!" نگین نے کہا تو وہ اسے گھورنے لگا۔ جس ت کے ہمیشہ اُلٹے سبق پڑھے تھے۔

"ایک دوسرے کے ادب و احترام کو بھی رومینس ہی سمجھنا چاہئے۔" معید نے رسان سے کہا تو صبا اسے بولی۔

"اخلاقیات کے یہ سبق سبھی نے نہیں پڑھے ہوتے معید بھائی! ـــــ یہاں تو وہ حال ہے کہ نام اور درشن چھوٹے۔"

ل نے بے ساختہ اس کی جانب نگاہ کی تھی۔ مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔

"تم تو یہ فلسفہ نہ ہی بولا کرو۔ خوانخواہ دل دہلا کے رکھ دیتی ہو بندے کا۔" انس نے صاف گوئی سے ل دیا تھا۔ پھر بڑے جذب سے بولا۔ "رومینس تو صرف شاعر نے کہا ہے۔

یہ اور بات ہے کہ منبر پہ آ کے کچھ نہ کہیں
ہمیں اس بے دھیانی میں بھی تیرے دھیان رہتے ہیں

انے دو مختلف شعروں کے مصرعوں کو خلط ملط کر کے ایک تیسرا شعر ایجاد کر لیا تھا۔

"بالکل ٹھیک کرتے ہو جو منبر پہ آ کے کچھ نہیں کہتے۔ وگرنہ یہ شعر کہتے تو بہت ٹماٹر پڑتے۔" معید کراتے ہوئے اسے داد دی تھی جبکہ نوفل اس کی بے ادبی پر ہنس رہا تھا۔

"مجھے پتہ ہوتا کہ یہ دونوں شعر تم لوگوں کو آتے ہیں تو کچھ اور کرتا۔" اس نے کان کھجاتے ہوئے کہا انے بے حد ڈرامائی انداز میں انکشاف کیا۔

”حضرات! آپ لوگوں کو شاید معلوم نہیں کہ اس گھر کے سخت بے ادبی ماحول میں ایک نہایت ادبی شخصیت جنم لے چکی ہے اور اسے شاعر ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔“

حمرہ نے کرنٹ کھا کر بے یقینی سے وجدان کو دیکھا۔ اسے وجدان سے اتنی کمینگی کی اُمید بالکل بھی نہیں تھی۔ تبھی تو وہ اپنے اس راز کے افشا ہو جانے کے بعد سے اس کا ہر حکم بجالا رہی تھی۔ اس کے ایک نہ دو، پورے چھ مسٹنڈے قسم کے دوستوں کے لئے چائے اور سینڈوچز بناتی تھی۔ وہ بھی بھری دوپہر میں اپنی محبوب نیند کی قربانی دے کر۔ اور اس کا آج کیا صلہ مل رہا تھا۔

یوں بھری محفل میں اپنا مضحکہ اُڑائے جانے کے خیال ہی سے اس کا دل رُکنے لگا تھا۔

”مجھے بتاؤ، میرے جیسے باذوق اور باادب شخص کے ہوتے ہوئے کس گستاخ نے یہ شرف حاصل کرنے کی کوشش کی ہے؟“ انس نے رعب سے پوچھا تو وہ کنکھیوں سے حمرہ کا زرد پڑتا چہرہ دیکھ کر بولا۔

”پہلے آپ اس ناچیز کی ذاتی کاوش تو سن لیں۔ اس کے بعد آپ کے حضور اس کا نام بھی پیش کر دیا جائے گا۔ پھر جو چور کی سزا وہ اس شاعر کی۔“

”چور تو شاید بخشا بھی جائے۔ مگر پھٹیچر شاعر بے چارہ ”ایٹ دی اسپاٹ“ انعام سے نواز دیا جاتا ہے۔ چاہے انڈوں کی صورت ہو یا ٹماٹروں کی۔“ معید نے مسکراتے ہوئے اسے گویا صورتحال کی سنگینی سے آگاہ کیا تھا۔

”اوفوہ ——— آپ سنیں تو، بہت اچھا شاعر ہے۔“ وجدان پیچھے نہیں ہٹا تھا۔

اب تو سبھی کو دلچسپی ہونے لگی۔ مگر ضحیٰ نے ناک چڑھا کر کہا۔

”ہوگا کوئی اس کی جھنڈے والی سرکار جیسا ڈبہ شاعر۔“

”آپی! تم تو نہ ہی بولو۔ جب تک چپ رہتی ہو تب تک ہی انٹلیکچوئیل لگتی ہو۔“ وہ قدرے چڑ کر بولا تو ضحیٰ خفیف سی ہو کر اسے گھورنے لگی۔

”یہ بچپن ہی سے چہرہ شناس ہے۔“ انس نے وجدان کا چہرہ تھپکا تھا۔

”چلو بھئی ——— کچھ اس گمنام شاعر کے دیوان سے ہو جائے۔“

نوفل کو ان کی یہ گھریلو چٹکلوں والی محفل بہت پسند تھی۔ اسے اکسانے والے انداز میں بولا تو وجدان کھنکھار کر گلا صاف کرنے لگا۔

تب حمرہ کو صورتحال کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔

”اس سے تو بہتر ہے کہ سب لوگ اپنی اپنی پسند کی شاعری سنا دیں۔“ اس نے فوراً آئیڈیا دیا تھا۔ ساتھ ہی وجدان کو آنکھیں بھی دکھائیں تو وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بڑی معصومیت سے بولا۔

”میں بھی اس شاعری کو پسند کرتا ہوں۔ اسی لئے تو سنا رہا ہوں۔“

”اس سے پہلے کہ ہمارے صبر کے جگ، گلاس اور ٹب لبریز ہو جائیں، تم اپنی شاعری سنانا شروع کر دو۔ کیونکہ میں داد دینے کے لئے بے تاب ہو رہا ہوں۔“

انس نے تپائی پر رکھا بلوریں پیپر ویٹ اٹھا کر ہاتھ میں تولتے ہوئے بڑے سکون سے کہا تو حمرہ بے

...وجدان کو دیکھنے لگی۔

...وہ خبیث اس وقت ذرا بھی رحم کرنے پر آمادہ نہیں تھا۔

”ایک آزاد نظم ہے۔“ وہ بڑے شاعرانہ انداز میں گویا ہوا تو انس نے سنجیدگی سے ٹکڑا لگایا۔

”...دھیان سے ——— مادر پدر آزاد نہ ہو۔ یہاں یہ بیبیاں بھی بیٹھی ہیں۔“

”...تو دوپٹہ لے کر سنیں نا۔“ وجدان نے مشورہ دیتے ہوئے نظم شروع کی تھی۔

ایک پیغام لکھا ہے
...ہارے نام لکھا ہے
...چتی ہوں تمہیں بھیجوں
...کیسے؟“

”...بھئی خط کے ذریعے ——— بلکہ اب تو موبائل پہ میسج کی سہولت بھی میسر ہے اور سب سے بہتر ...لیپیٹر......“

...نے اس کی شاعری ”قطع“ کی اور بے دریغ مشوروں سے نواز دیا۔ جبکہ ان سب کے تاثرات ...نظر حمرہ انگشت بدنداں۔ وہ ابھی تک یہی سمجھتی رہی تھی کہ وجدان نے اس کی ڈائری کا ایک آدھ ...پڑھا ہوگا مگر آج اس کے منہ سے اپنی ”تازہ ترین“ شاعری سن کر اسے یقین ہو گیا کہ وہ وقتاً فوقتاً ...شاعری، اگر کہا جا سکے تو، پڑھتا رہتا تھا۔ بلکہ چرا کر اپنے پاس محفوظ کرتا رہتا تھا۔

”...اوہ آپی! یہ ابھی کی شاعری تھوڑی ہے۔ کسی برہا کی ماری نے آدھی صدی پہلے اپنے ”ان“ کے ...نام بھیجنا ہے۔“ وجدان نے وضاحت کی تھی۔ حمرہ کا جی چاہ رہا تھا اس کی شرارت سے چمکتی ...آنکھوں میں اپنے لمبے ناخن گھسیڑ دے یا اس کی مسکراہٹ نوچ لے، یا پھر کم از کم زبان میں کیل تو ...ٹھونک دے۔

...ہائے بے بسی۔

”...آگے تو سناؤ ——— پتہ چلے کس پائے کی شاعری ہے۔“ معید نے دلچسپی ظاہر کی تھی۔

”...آگے عرض ہے ———“

...شوخ ہوا کے ساتھ
...وہ پیغام جو بھیجوں تو ڈرتی ہوں
...وہ اس کو خوشبو کی طرح
...رانہ دے ہر سُو
...رنگی فضا کے ہاتھ
...وہ پیغام جو بھیجوں تو ڈرتی ہوں
...وہ اس کے رنگوں کو
...انہ دے ہر سُو

سوچتی ہوں تو ڈرتی ہوں
مگر میں کیا کروں میں نے
ایک پیغام لکھا ہے
تمہارے نام لکھا ہے"

"ویری گڈ ـــــ" صبا نے سب سے پہلے داد دی تھی۔

"غیر متوقع۔" انس نے گہری سانس لیتے ہوئے پیپر ویٹ رکھ دیا تھا۔

"اب شاعر کا نام بھی بتا دو ـــــ بلکہ یہ تو کسی شاعرہ کی تخلیق لگ رہی ہے۔" ضحیٰ نے اپنا خ… ظاہر کیا تھا۔

"بتا دوں ـــــ؟"

وجدان نے شرارتی نظروں سے حمرہ کی طرف دیکھا جس کی حالت پتلی ہو رہی تھی۔ ان سب… درمیان بیٹھ کر شاعرہ ہونے کا 'الزام' قبول کرنا بڑے دل گردے کا کام تھا۔ مگر اس وجدان کے بچے… تو کچھ بھی متوقع تھا۔

"مابدولت ـــــ" اس نے بڑے انداز میں کہتے ہوئے سر خم کیا تو جہاں ان سب نے بے… سے نفی میں سر ہلایا، وہیں حمرہ بھی آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ کیسا نام ہوا؟ ـــــ پتہ ہی نہیں چل رہا، شاعر ہے کہ شاعرہ۔" انس نے اعتراض کیا تو مع… نے ہنستے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔

"مابدولت کا مطلب ہے، میں۔"

"یہ تمہاری شاعری ہے؟ ـــــ ڈونٹ ٹیل می یار!" انس مزید حیران ہوا تو سبھی کے لئے اپنی… روکنا مشکل ہو گیا۔

"بس مجھ ہی پہ کسی کو شک نہیں ہو رہا۔" وجدان نے منہ بنایا تو حمرہ جو اپنی تخلیق پر اسے داد وصول کرتے دیکھ رہی تھی، بے حد جل کر بولی۔

"تمہاری شکل جو نہیں ہے شاعروں والی۔"

"اُف ـــــ پبلک جیلس ہو رہی ہے مجھ سے۔" وجدان جیسے خوشی سے لبالب بھر گیا تھا۔

"تو یہ تمہاری شاعری ہے؟" انس کو اب سمجھ آئی تھی۔

"مجھے لگتا ہے تمہارے بھی بارہ بجنے لگے ہیں اب۔" معید نے اسے چھیڑا تھا۔

"اب ـــــ اب یہ میری شاعری ہے۔"

وجدان نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو حمرہ تلملا کر رہ گئی۔ کسی اور کو اس کے "اب" نے چونکا… نہیں مگر وہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔

"مگر یہ تو سراسر کسی لڑکی کے خیالات ہیں ـــــ اس قدر ڈرے، سہمے بلکہ حیا کے پردے میں لپٹے۔" نوفل نے اتنے عرصے میں پہلی بار رائے دی تھی۔

وجدان توصیفی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"وہ اس لئے کہ میں آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ میری نظر مادر پدر آزاد نہیں، بلکہ شرمیلی اور پردے کی ہے۔"

"کہیں تمہارا ذہن تو زنانہ نہیں ہو گیا؟" انس نے بڑے غور و فکر کے بعد نکتہ نکالا تو وجدان احتجاجاً چلا…

"یہ اب آپ حد کر رہے ہیں۔"

"آرڈر، آرڈر ـــــ" معید نے سب کو گویا حد میں رہنے کی تلقین کی تھی۔

تبھی نوفل نے دفعتہً ہی روئے سخن ضحیٰ اور معید کی طرف کر لیا۔

"تم لوگ سناؤ بھئی، کوئی پروگریس؟"

یہ بہت غیر متوقع سوال تھا۔ صرف ضحیٰ اور معید کے لئے ہی نہیں بلکہ انس اور صبا کے لئے بھی۔ نوفل کے ذہن میں شاید ان کی ایسی کزن شپ کے ناتے بے تکلفی کا خیال ہوا اسی لئے وہ اتنے کھلے… لا پوچھ رہا تھا۔

معید نے صورتحال سنبھالنے کے لئے سرسری انداز میں کہا۔

"کس بارے میں بات کر رہے ہو؟"

"واہ ـــــ کیا سادگی ہے۔" نوفل کو اس کے تجاہل عارفانہ نے محظوظ کیا تھا۔ پھر گویا ضحیٰ کو "شامل حال" کرتے ہوئے شرارت سے بولا۔

"یہ تو مجھے لگتا ہے شادی کے بعد تمہارا نام بھی لے کر نہیں بلایا کرے گا۔"

"اُف ـــــ"

ضحیٰ ہی اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

"میں چائے لاتی ہوں۔"

اس کے طرزِ عمل نے نوفل کو مزید حیران کیا تھا۔

"امیزنگ ـــــ یہ تم سے شرماتی ہے؟" وہ معید سے پوچھ رہا تھا۔

سب کے درمیان خصوصاً حمرہ اور وجدان کے سامنے بہت سنجیدہ اور بارعب انداز میں رہنے والا …ن بیچ محفل میں ہونے والی اس پوچھ تاچھ پر خفیف سا ہو گیا۔ انس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھرکی…

"شرماتی نہیں، بچی ڈرتی ہے۔"

"کوئی نہیں ـــــ میرے اتنے سویٹ اینڈ سوفٹ بھائی کا سب احترام تو کر سکتے ہیں مگر ان سے … سکتے۔" صبا نے بلاتوقف انس کی تردید کی تھی تو انس نے فوراً کہا۔

"یہ اس گھر میں اس بھائی کی سب سے بڑی چچی ہے۔"

"ہاں جی ـــــ اور خود کا بھول گئے۔ کوئی سفارش کرانی ہو، ابو یا چچا جان سے کچھ بات منوانی ہو تو

ہر وقت ان کے آگے پیچھے پھرتے رہتے ہیں۔" صبا نے لطف لیتے ہوئے اس کا پول کھولا تھا۔
ان سب کے ہنسنے پر انس خفیف سا ہو کر اسے گھورنے لگا۔ پھر متاسفانہ انداز میں بولا۔
"شرم کرو ___ سب کے بیچ بڑے بھائی کو رگید رہی ہو۔ نوفل کی صحبت نے کچھ خاص اثر نہ تم پر۔"
"انہی کی صحبت کا اثر ہے جو سچ کو سچ کہنے کی ہمت آ گئی ہے مجھ میں۔" وہ رسان سے کہتی نوفل اعصاب کو الرٹ کر گئی۔
"السلام علیکم یا اہل اسلام ___!"
اسی وقت عماد کی پُرشور اور پُرجوش آمد سبھی کی توجہ بٹانے کا باعث بن گئی۔
"یہ بے وقت آمد؟ ___ آج تو ہم نے شیطان کو یاد بھی نہیں کیا۔" انس نے با آواز بلند اظہ تو وہ سب سے ملتا اس کی طرف پلٹ کر اطمینان سے بولا۔
"استاد جی! آپ کو کیا پڑی ہے ہم شاگردوں کو یاد کرنے کی۔ جہاں آپ، وہاں آپ کی خد میں ہم حاضر۔"
انس اسے گھور کر رہ گیا۔
"اور بھئی صبا! کہاں ہوتی ہو یار؟ ___ نہ کوئی اتہ نہ پتہ نہ پیغام۔" وہ بے تکلفی واپنائیت سے انس اور صبا کے درمیان صوفے سے ٹیک لگاتا کارپٹ پر بیٹھ گیا۔
"جو دلوں میں رہتے ہوں انہیں اتہ پتہ اور پیغاموں کی ضرورت نہیں ہوتی۔" وہ ہلکی سی مسکراہ کے ساتھ کہہ رہی تھی۔
نوفل کا پورا وجود جیسے ساعت بن کر اس کی طرف متوجہ تھا۔
وہ اب عماد سے مریم پھپھو کی بابت استفسار کر رہی تھی۔
عماد کے ہونٹوں کی مسکراہٹ، صبا کے چہرے کو چھوتی اس کی نگاہ، تکلم کی بے تکلفی و شوخی۔ ایک ایک بات نے نوفل کو حد درجہ جیلس کیا تھا۔
اس پر مستزاد صبا کے لبوں کا گھیراؤ کرتی بہت بے ساختہ سی مسکراہٹ۔ وہ حد درجہ بے چینی اضطراب کا شکار ہونے لگا۔
دفعتاً اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔
"بہت دیر ہو گئی ہے ___ اب میں چلتا ہوں۔"
"ارے ___ ابھی سے؟" بہت سی آوازیں احتجاجاً بلند ہوئی تھیں۔
"یار! ابھی تو میں آیا ہوں۔ میں نے سوچا تھا کہ محفل جمے گی۔ مگر تم تو میدان ہی چھوڑ کر بھاگ رہے ہو۔" عماد نے شکوہ کیا تھا۔
ان سب کا مخصوص انداز گفتگو تھا۔ مگر عماد کی تو ہر بات کچھ الگ ہی معنی لے کر نوفل کے دل و ذہن پر بجلیاں گرا جاتی تھی۔

ھول ہے تمہاری ___ میں آخری سانس تک لڑنے والوں میں سے ہوں۔" وہ سنجیدگی سے ے قصداً مسکرا کر آخر میں بولا۔ "مگر ابھی واپسی بہت ضروری ہے۔ امی اکیلی ہیں۔"
"آج بہت دنوں کے بعد ہم رت جگا کریں گے ___ گپیں لڑائیں گے۔ ایک بہت اچھی ی مس کر رہے ہو تم۔" عماد نے گویا اسے لالچ دینے کی کوشش کی تھی۔ وہ جواباً کچھ کہنے ہی لگا تھا اس سے پہلے اونچی آواز میں بول اٹھی۔
"ہنے دیں عماد بھائی! یہ رت جگے اور دوستانہ گیدرنگ آپ جیسے دیوانوں کے شوق ہیں۔ میرے ایسے شوق لاحق نہیں۔ یہ تو بہت سیریس پرسنالٹی ہیں۔"
ا نے قہقہہ لگا کر جیسے صبا کی بات کی تائید کی تھی۔
ل لب بھینچتا پلٹ کر ان سب سے ہاتھ ملانے لگا۔
باہر نکلا تب بھی صبا اور عماد محو گفتگو تھے۔ نوفل کا دل کچھ اور برا پڑا تھا۔
ن اور معید اسے باہر تک چھوڑنے کے لئے اٹھے تھے مگر صبا انہیں روک گئی تھی۔
"یں جا رہی ہوں نا۔"
"او ___"
ب کی معنی خیز آوازوں کو ان سنی کرتی وہ تیزی سے کوریڈور میں نکل آئی۔ ضحیٰ چائے کی ٹرالی چلی آ رہی تھی۔
"نوفل بھائی کو چائے کے لئے تو روکتیں۔"
"گھر میں امی اکیلی ہیں ___ پھر آئیں گے وہ۔"
اسے مختصراً جواب دیتی تیزی سے باہر کی طرف لپکی۔ وہ برآمدے کی سیڑھیاں اتر رہا تھا جب اس ازہ کھولا۔
"نئیے!" بے حد غیر متوقع آواز نے بے ساختہ ہی نوفل کے قدموں کو ٹھٹکا دیا تھا۔ وہ رکا ضرور مگر پلٹا طرف گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ نوفل کو لگا وہ پنجوں کے بل چل کر اس کے پاس آئی ہو۔ اس ل کی طرف دیکھا تو وہ ننگے پاؤں تھی۔
ذرے خجل اور جھجکتی سی محسوس ہوئی۔ جیسے اسے روکنے کے بعد مخاطب کرنے سے ہچکچا رہی ہو۔
"آپ ___ کل آئیں گے نا ___؟"
ئیں اسے باور کرایا گیا تھا یا اس کی رائے معلوم کی جا رہی تھی۔ مگر اتنا ضرور ہوا کہ وہ پورے کا پورا رف گھوم گیا۔
"ک خوشی میں؟"
"ل، معید بھائی اور ضحیٰ کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنا چاہ رہی ہیں۔ ہماری وجہ سے روک رکھا تھا۔"
"___؟" وہ اب بھی بہت بے اعتنائی سے پوچھ رہا تھا۔ جانے اس کا مدعا سمجھا نہیں تھا یا رفانہ سے کام لے رہا تھا۔

"امی چاہتی ہیں آپ اس موقع پر ضرور موجود ہوں۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا تو اس کی با
ہوتے ہی وہ بات ختم کرنے والے انداز میں بولا۔

"کل میں بالکل بھی فارغ نہیں ہوں ـــــ آج بھی آپ کی وجہ سے اتنا ٹائم نکل گیا۔ آ
کمٹ منٹ کل نبھانا پڑے گی۔"

"یہ بھی تو بہت ضروری کام ہے۔" صبا کو اس کی بات نے تکلیف دی تھی، جتائے بغیر نہیں رہ
کچھ ایسے ہی رنگ اس کے چہرے سے بھی جھلکے تھے۔ دکھ اور نارسائی کے۔ چند لمحوں پہلے جگمگا
بجھ سا گیا تھا۔

"دیکھیں، یہ بات پہلے طے نہیں تھی جبکہ ژالے کے ساتھ میری میٹنگ کنفرم تھی جس کو میں....."
صفاچٹ انداز میں کہنے لگا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹ کر تیز لب و لہجے میں بولی۔

"اوکے ـــــ آپ نبھائیں اپنی کمٹ منٹ۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ کی میٹنگ ژالے کے سا
تھی تو میں اس وقت گیٹ پر ہی اتر جاتی۔" وہ ایک جھٹکے سے پلٹ گئی تھی۔

اس کے ناقابل یقین تاثرات اور لب و لہجے نے نوفل کو تحیر میں مبتلا کیا تھا۔ اسے قطعی سمجھ نہیں آ
تھی کہ ایک ایسی لڑکی جو اس سے شادی سے پہلے کسی اور کو پسند کرتی رہی تھی، اس کا یوں جیلس ہونا بھ
ناقابل یقین سی بات تھی۔

کیا صبا واقعی میری اور ژالے کی دوستی سے جیلس ہوتی ہے؟

مگر کیوں؟ ـــــ یہاں کون سا محبت کرنے والا شوہر ہاتھوں سے نکلا جارہا ہے؟

تو پھر اس کے تاثرات میں اتنی ناگواری کیوں ـــــ ؟

وہ خیالات کی ڈوروں میں اُلجھتا گاڑی کی طرف بڑھا تو قدموں میں پہلے کی سی تیزی نہیں تھی۔

وہ واپس کوریڈور میں پہنچی تو معید کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔

"صبا! ـــــ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔"

اس کے ذہن سے فوراً ہی ہر بات محو ہوئی تھی۔ ہلکے سے مسکرا کے بولی۔

"بات تو مجھے بھی آپ سے کرنی ہے اور بہت ضروری بھی ہے۔"

بھر کو رک کر معید نے اس کی طرف دیکھا تھا پھر گہری سانس لیتے ہوئے بولا۔

"مجھے خطرے کی بو آرہی ہے۔ کہیں تم میری کھنچائی تو نہیں کرنے والی؟"

"بات تو کچھ ایسی ہی ہے۔" صبا اب بھی مسکرا رہی تھی۔ پھر بولی۔ "میرے خیال میں لان بہتر
ہے۔ خوشگوار سے ولائل بھی ذہن میں آئیں گے۔"

"میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ مگر تم پہلے جا کر جوتے پہن آؤ۔" وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس
ننگے پیروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو وہ جھینپ کر اندر کی طرف بڑھ گئی جہاں اب نئے
سے چائے اور سینڈوچز کا دور چل رہا تھا۔

"تم کہاں فرار ہو بھئی؟" نگین نے اس کی خبر لی تھی۔

"میں بس ابھی دو منٹ میں واپس آرہی ہوں۔ میری چائے اور سینڈوچز کو کوئی ہاتھ بھی نہ لگائے۔"
وہ اپنے جوتے پہنتی ان سب کو تنبیہہ کرتی کمرے سے نکلنے لگی تو ضحیٰ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اب تو مجازی خدا بھی چلے گئے۔ کہاں کی بھاگ دوڑ ہو رہی ہے؟" وہ اپنے ساتھ اسے بھی
کوریڈور میں لے آئی تھی۔

"اب میں تمہارے مجازی خدا سے دو دو ہاتھ کرنے جارہی ہوں۔" اس نے بشاشت بھرے انداز
تھا مگر ساتھ ہی ضحیٰ کے چہرے پر چھانے والا پتھریلا پن بھی محسوس کرلیا۔

"تم تو خوش ہو نا ضوئی ـــــ ؟" صبا نے بے اختیار اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے
تو اس کے انداز میں استفسار سے زیادہ منت پوشیدہ تھی۔ جیسے وہ اس کا اثبات میں جواب سننے کی
ہو۔

"نہیں ـــــ" اُس نے جیسے پتھر مارا تھا۔

وہ اس کا جواب پہلے ہی سے اچھی طرح جانتی تھی پھر بھی اس کے دل کو ایک دھچکا سا لگا تھا۔
مگر اگلے ہی پل وہ ایک اور دھچکے کا شکار ہوئی۔ ضحیٰ بہت سرسری انداز میں کہہ رہی تھی۔

"مگر اس کے باوجود میں اس رشتے پر تیار ہوں۔"

صبا نے فی الفور خود کو سنبھالتے ہوئے بشاشت کا لبادہ اوڑھ لیا۔

"بہت خوش قسمت ہو ضوئی! کیونکہ جب ہم بہت ناخوش ہونے کے باوجود کسی شخص کو شریک ِ کرتے ہیں تو اس کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے کہ اس شخص میں بے پناہ خوبیاں ہیں۔"

"کمپرومائز اور ایڈجسٹمنٹ کا عمل خدا نے شاید میرے جیسے لوگوں کے لئے ہی بنا رکھا ہے۔ تمہیں شاید ان لفظوں کے ہجے بھی معلوم نہیں ہوں گے۔"

وہ صبا کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ کھینچتے ہوئے تلخی سے بولی تو صبا کو یوں لگا جیسے اس کے دل کے زخموں کو کسی نے بے دردی سے کھرونچ ڈالا ہو۔

ضحیٰ دوبارہ کمرے میں چلی گئی تھی۔

مگر صبا اس کے کہے الفاظ کے بھنور میں چک پھیریاں لیتی وہیں منجمد کھڑی تھی۔

"میں...... نہیں جانتی......؟" وہ یکلخت ہی دکھ اور تاسف کی انتہا پر آن کھڑی ہوئی تھی۔

"تم کیا جانو ضحیٰ میر! پچھلے دو ماہ سے انہی دو لفظوں کے نت نئے روپ تو دیکھ رہی ہوں۔ اور یہ بھی کہ میاں بیوی کے رشتے کی بنیاد اگر کمپرومائز اور ایڈجسٹمنٹ پر رکھی جائے تو اس سے بڑی تکلیف اور اذیت اور کوئی نہیں ضحیٰ! کوئی نہیں۔ مگر تم لوگ کیا جانو، کیا سمجھو؟ تم لوگوں کی نظر میں تو میں بے حد خوش قسمت ہوں۔" وہ سر جھٹکتے ہوئے متاسفانہ انداز میں ہنسی تو پلک پر ایک آنسو آن رکا۔ اس نے انگشت شہادت پر اس آنسو کو اٹھا لیا۔

"اور یہ ہے میری قسمت۔" اس نے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے جھٹکا اور ذہن کو پراگندہ سوچوں کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتی آگے بڑھ گئی۔

ہلکی ہلکی مگر ٹھنڈی ہوا نے موسم کو ایک خوبصورت اور دلفریب سا رنگ دے دیا تھا۔ وہ گلاب اور موتیے کی دل پسند خوشبو گہری سانس کے ذریعے اندر کھینچتی معید کی طرف بڑھی جو لان میں ٹہلتے ہوئے یقیناً اچھے موسم کو انجوائے کر رہا تھا۔

"آؤ صبا!" وہ واپسی کے لئے پلٹا تو اسے دیکھتے ہی خوشگوار مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ اور اسے سامنے پا کر وہ پھر سے آزردگی کا شکار ہونے لگی۔

"آپ بھی خوش ہیں یا خوش ہونے کی ایکٹنگ کر رہے ہیں معید بھائی؟" وہ سینے پر بازو لپیٹتی اس کے بالمقابل جا کھڑی ہوئی تھی۔

معید اس کے سوال پر بالکل بھی چونکا یا حیران نہیں ہوا تھا جس سے صبا کو یہ اندازہ لگانے میں قطعی دشواری نہیں ہوئی کہ یہ سوال اس کے لئے غیر متوقع نہیں تھا۔

"بھئی میں تمہارے شوہر کی طرح سپر اسٹار تھوڑی ہوں۔ ایک گمنام سا، عام سا وکیل ہوں۔ یہ ایکٹنگ وغیرہ میرے بس کا روگ نہیں۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہہ رہا تھا۔ مگر صبا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی ایک ہلکی سی رمق بھی نہیں تھی۔

"میں جانتی ہوں معید بھائی! اگر ضحیٰ کو اس رشتے پر اعتراض ہے تو آپ نے بھی خود سے اس رشتے نہیں کہا۔ میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ وہ کون سے عوامل ہیں جو اس رشتے کو طے کرنے کا ئے ہیں؟"

کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی مگر اس کے اطمینان میں اب بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"وجہ پوچھ سکتا ہوں اس سوال کی؟"

"ضحیٰ بالکل بھی راضی نہیں ہے معید بھائی!" وہ دبے لفظوں میں بولی تھی۔

"وہ صرف بے وقوف ہے صبا! پریشان مت ہو۔"

"مجھے اس کے انکار کی نہیں، آپ کی لائف ڈسٹرب ہونے کی فکر اور پریشانی ہے۔"

"ڈونٹ بی سلی صبا! وہ کیا کر سکتی ہے؟" معید نے اسے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا تو وہ اسے ہوئے احتجاجاً بولی۔

"آپ مجھے صرف یہ بتائیں کہ یہ گاڑی آگے کیسے چلے گی؟ وہ ابھی سے صاف انکاری ہے۔"

"دیکھو صبا! اس بحث میں پڑنا محض وقت کا زیاں ہے۔ مجھے بڑی امی نے اس پروپوزل سے متعلق تو میں نے ہاں کہہ دی۔ اب چھوٹی امی کو چاہئے تھا کہ وہ ضحیٰ سے پوچھتیں۔ ان لوگوں نے اس زل کو منظور کیا ہے تو کسی بنیاد پر ہی کیا ہوگا۔ میں تو چھوٹے ماموں سے بھی صاف الفاظ میں کہہ چکا کہ میری طرف سے تبھی ہاں سمجھیں جب ضحیٰ رضامند ہو۔ بہر حال میں اپنی ماں کی رضا میں راضی دوسری پارٹی کیا کر رہی ہے یا مستقبل میں کیا کرے گی اس کی مجھے کوئی فکر نہیں۔"

وہ بے حد پرسکون تھا۔ صبا کو اس کے اطمینان پر رشک آنے لگا۔ یونہی تو سبھی معید کی معتدل طبیعت رویدہ نہیں تھے۔ ہر بات کو سکون سے ہینڈل کرنا، منفی کو بھی مثبت انداز میں دیکھتے ہوئے فیصلہ کرنا اس کی بہت بڑی خوبی تھی۔

"آپ صرف امی کی بات رکھ رہے ہیں......؟" صبا نے کہنا چاہا مگر وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"نہیں ـــــ مجھے ضحیٰ سے رشتے پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ وہ میری کزن ہے۔ میں اسے بچپن جانتا ہوں۔" اس کے جواب نے صبا کو بحرِ تحیر میں غرق کر دیا۔ وہ اس کی حیران صورت دیکھ کر بے مسکراتے ہوئے بولا۔

"اب تم کچھ اور اندازے لگانا مت شروع کر دینا۔ اگر بڑی امی کے پیش کردہ پروپوزل کے جواب بڑی امی ضحیٰ کا انکار پیش کر دیتیں تو میں تب بھی کوئی اعتراض نہ کرتا۔"

"اپنی زندگی کے اس قدر اہم فیصلے سے اس طرح بے اعتنائی کیوں برت رہے ہیں معید بھائی؟" اس کی اس قدر فرمانبرداری سے وحشت ہونے لگی تھی۔ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے متاسفانہ میں بولا۔

"تمہیں میں اتنا ہی بے وقوف دکھائی دیتا ہوں کہ اس چھٹانک بھر کی لڑکی کو اتنی آسانی سے اپنی ڈسٹرب کرنے دوں گا؟"

"آپ مجھے صرف اتنا مطمئن کر دیں کہ کیا آپ خوش ہیں؟"

"میں بالکل بھی پریشان نہیں ہوں۔" وہ اس کے لفظوں کے داؤ میں نہیں آیا پھر اس کے مزید کچھ پوچھنے سے پہلے اسے اطمینان دلاتے ہوئے بولا۔

"تم بھی پریشان مت ہو۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ وہ میری پیٹھ پیچھے مجھے چاہے کچھ بھی کہہ لے مگر میرے سامنے دم مارنے کی جرأت نہیں ہوتی۔"

"تبھی اپنے رعب کا شوق پورا کرنا چاہ رہے ہیں۔ میں بھی کہوں اپنی دشمن اول کے لئے ہامی کیوں بھرے بیٹھے ہیں۔" وہ دفعتہً جیسے جل کر بولی تو معید ہنس دیا۔

"اب تم بات کو ایسے بھی سمجھ لو۔"

وہ اس کے ساتھ چلتی برآمدے کی اوپری سیڑھی پر آ بیٹھی۔

"اس بار بارشوں کی وجہ سے موسم کافی اچھا ہو گیا ہے۔" معید نے ماحول کی خنکی کی طرف اشارہ کیا تو صبا کے ذہن میں ایوبیہ کے گرجتے برستے موسم کی یاد تازہ ہونے لگی۔ تبھی شاید وہ اس ذکر سے گریز برت گئی تھی۔

"آپ بتائیں، آپ کو مجھ سے کون سی ضروری بات کرنا تھی؟"

اس کے سوال پر وہ چند لمحوں کے لئے خاموش رہ گیا تھا۔

صبا کو لگا جیسے وہ جواب دینے کے لئے الفاظ جمع کر رہا ہو۔ تبھی وہ چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ لان میں روشن سفید گلوب کی روشنی میں اس کے وجیہہ چہرے پر بالکل سنجیدگی چھائی دکھائی دے رہی تھی۔

"میں نیس پاک کالونی والا گھر خالی کرانا چاہتا ہوں۔" بالآخر اس نے لب کشائی کر ہی دی تھی۔ اور اس قدر غیر متوقع بات نے صبا کو نا سمجھی کے عالم میں اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

"انس کی طرح میری بات جذباتیت سے مت لینا صبا! میری بات پر غور کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ گھر بھی آباد ہو۔ اور اگر میرے حوالے سے کوئی بھی تقریب ہو تو اسی گھر میں ہو۔" اس نے مختصراً مگر مدلل انداز میں بات کی تھی۔

"آپ وہاں رہنا چاہتے ہیں شادی کے بعد؟"

صبا فوراً اس کا مطمع نظر سمجھ گئی تھی۔ وہ یونہی سامنے باؤنڈری وال سے لپٹی بیلوں پر نگاہ جمائے ہوئے تھا۔ لب بھینچ کر ذرا سا مسکرایا اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"اگر ہم یہیں رہے تو ضحیٰ میں مستقبل کے حوالے سے کسی بھی تبدیلی کی امید رکھنا بے کار ہے۔"

"اگر آپ کو ایسے ہی خدشات ہیں تو ہم اس بات کو ختم بھی تو کر سکتے ہیں۔ یہ شادی ہونا بہت ضروری تو نہیں جبکہ ضحیٰ بھی راضی نہیں ہے۔" صبا کا دل اوہام کا شکار ہونے لگا۔ چند لمحوں کے بعد الجھ کر بولی تو معید نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ یہ چھوٹے ماموں اور مامی کی بھی خواہش ہے۔ اور ہماری طرف سے

دلوں میں بات آ جائے گی۔ اور پھر ایسا بھی کون سا برا رشتہ ہو رہا ہے۔ شادی تو کہیں بھی ہو جانی ہے۔ یہاں ہو یا کہیں اور، بات تو ایک ہی ہے۔"

"مامی یہ بات نہیں مانیں گی۔ کبھی بھی وہ آپ کو یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دیں گی۔" صبا بات سمجھنے کے بعد اصل مسئلے کی طرف آئی تو وہ طمانیت سے بولا۔

"اسی لئے تو تم سے مدد طلب کر رہا ہوں۔ ضحیٰ کا ردعمل دیکھتے ہوئے میرا یہ مطالبہ غلط تو نہیں۔"

"واقعی ــــ یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے کہ جس طرح وہ ری ایکٹ کر رہی ہے، بہت جلدی نہیں کر پائے گی۔ بلکہ شاید ہم سب کے بیچ رہ کر کبھی بھی نہ کر پائے۔ انتہا کی جذباتی طبیعت ہے محترمہ نے۔ البتہ وہاں رہ کر شاید آپ کے کچھ جوہر اسے متاثر کر جائیں۔" وہ بات کرتے کرتے سے بولی تو وہ جھینپ کر مسکرا دیا۔

"جو میں کہہ رہا ہوں تم اس بارے میں مناسب سی تقریر تیار کرو جو سب کو ہمارا مطمع نظر سمجھا سکے۔"

صبا کو معید کے تاثرات بہت اچھے لگے تھے۔ تبھی وہ مزید شرارت پر آمادہ ہوئی۔

"ویسے معید بھائی! اگر سوچا جائے تو ضحیٰ کے ساتھ واقعی بہت برا ہو رہا ہے۔ آپ کو تو وہ کڑوا کریلا، کباب اور جانے کیا کیا نام دیتی رہتی ہے۔ بلکہ اس نے تو شاید آپ کے لاکر میں کسی لڑکی کی موجودگی کا بھی انکشاف کیا تھا۔ اب ان سارے الزامات کے ساتھ آپ کی عدالت میں پیشی کوئی آسان کام تھوڑی ہے۔ یونہی تھوڑی بدک رہی ہے وہ۔"

"میرے خیال میں بہت ہو گئی بے تکلفی۔ اب تم میرا مطمع نظر اچھی طرح سمجھ چکی ہو۔ لہٰذا سب کو کرنا تمہارا دردِ سر ہے۔ چھوٹے ماموں اور مامی کو تو یقیناً کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ مجھے صرف بڑی پریشانی ہے۔" وہ فوراً ہی بات بدلتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ مسکراہٹ دباتے ہوئے صبا نے بھی اس کی تھی۔

"میں نہیں چاہتا کہ کل کو یہ ساری بات کوئی ناگوار شکل اختیار کر کے آپ کے سامنے آئے۔ کیونکہ بے وقوف لڑکی سے کچھ بھی بعید نہیں۔ وہ شادی کے بعد بھی بانگ دہل تخریب کارانہ بیان جاری ہے۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ صبا نے اس کی بات اچھی طرح سمجھتے ہوئے اسے یقین دلانے انداز میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں معید بھائی! میں خود امی سے طریقے سے بات کر لوں گی۔ اور یقیناً وہ بھی سمجھ گی۔"

"ایسا ہونا بہت ضروری ہے صبا!" معید نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

●●●●●

دنوں کے دوران اس نے کئی بار اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نگاہ کی تھی۔ جس کا خود تو شاید احساس نہ لڑالے کی نظروں سے اس کی یہ حرکت چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

"تمہیں کہیں جانا ہے نوفل؟"

"نہیں تو۔ کیوں؟" وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ بڑے تحمل سے بولی۔

"یا پھر ہو سکتا ہے کہ تم نے نئی رسٹ واچ خریدی ہو اسی لئے بار بار اسے دیکھ رہے ہو۔ ورنہ یہ شکل ایسی تو نہیں کہ بندہ باتوں کے دوران بار بار گھڑی دیکھتا رہے کہ کب جان چھوٹے گی۔" وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

"کم آن ژالے!"

"میں مذاق نہیں کر رہی۔ واقعی میرے دل کو سخت چوٹ پہنچی ہے اس سوچ سے۔" وہ مصنوعی خفگی سے کہہ رہی تھی۔

"تم یہ سوچ کر اس چوٹ پر مرہم بھی تو رکھ سکتی ہو کہ اتنی خوبصورت لڑکی سے باتوں کے دوران مجھے یہ غم کھائے جا رہا ہے کہ وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے۔ اسی لئے بار بار گھڑی دیکھ رہا ہوں۔" وہ دوبدو بولا تو چند لمحے اسے گھورتے رہنے کے بعد وہ گہری سانس کھینچتے ہوئے بولی۔

"صحیح کہہ رہے ہو۔"

"میں ہمیشہ صحیح ہی کہتا ہوں۔ آئی ایم آل ویز رائٹ۔" وہ لاپرواہی سے بولا تو ژالے نے اسے ٹوک دیا۔

"لیکن اب تم صحیح نہیں کہہ رہے۔"

"تم لڑکیاں صرف ہم سے جیلس ہوتی ہو۔" نوفل نے اسے چڑانے والے انداز میں کہا تو وہ تصحیح کرتے ہوئے بولی۔ "ہم لڑکیاں، تم لڑکے نہیں بلکہ انسان۔ یوں تفریق مت رکھا کرو۔"

"جب خدا نے دونوں کے مابین تفریق رکھ دی ہے تو پھر اپنی من مرضی کے مطالب نکالنے کی کیا تک ہے؟" نوفل نے اطمینان سے کہا تو وہ چڑ کر بولی۔

"خدا نے تفریق رکھی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ عملی زندگی ہی سے عورت کو "تفریق" کر دیا جائے اور اکیلا مرد ہی تمام تمغے ڈھوتا پھرے۔"

"میرے خیال میں اب مجھے چلنا چاہئے۔" نوفل نے مسکراہٹ دباتے ہوئے ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ فوراً بولی۔

"دیکھا، میں کہہ رہی تھی نا۔ کافی دیر سے اڑنے کو پر تول رہے ہو تم۔"

"بھئی تمہاری طرح "چھڑے چھانٹ" تھوڑی ہیں۔ ٹائم کی پابندی کرنا پڑتی ہے۔" وہ اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا تو وہ ریوالونگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگائی ہنس دی۔

"جتنے طنز کرنے ہیں، کر لو۔۔۔۔ ایک ہی بار میں ان سب کا جواب دوں گی۔"

وہ ہنستے ہوئے ہاتھ ہلاتا اس کے آفس سے باہر نکل آیا تو تمام بشاشت اور خوش مزاجی جیسے ژالے آفریدی کے آفس ہی میں رہ گئی۔ ایک بے چینی سی دل و ذہن کو جکڑنے لگی۔

کل رات وہ صبا کو صاف چٹ انداز میں اپنی مصروفیت کا بتا کر نہ آنے کا کہہ آیا تھا۔ مگر اب جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا، اس کا دل کسی اضطراب کی زد میں آنے لگا۔ یہ بات وہ بھی بہت اچھی طرح جانتا

ں کا وہاں جانا بہت سے لوگوں کی خوشی کا باعث تھا۔ سب کے سامنے، مگر صبا کے مان اور سرخروئی بھی تو تھا۔ اور یہی اطمینان وہ اسے نہیں دینا چاہتا تھا۔

مبر ہاؤس" جا کر وہ اپنی "دامادی" کا حق ادا کر دیتا مگر وہاں پھر سے صبا اور عماد کی خوش گپیاں مکدر کرتی رہتیں۔ یہ بات وہ بھی سمجھتا تھا کہ ہو سکتا ہے اب ان دونوں کے مابین پہلے جیسی کوئی ہو مگر صبا کے اس "کھوٹ" نے اس کے دل و ذہن پر بدگمانی کی ایک بہت دبیز تہہ جما دی تھی۔

اچھا ہے صبا میر!۔۔۔۔ کبھی تم بھی تو خود کو امتحان کی زد میں محسوس کرو۔' لفٹ سے نکل کر بیرونی ڈور کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے تلخی سے سوچا تھا۔

●●●●●

صبا بیٹا! نوفل سے کہہ دیا تھا نا تم نے آنے کو؟" تائی جان تشویش سے پوچھ رہی تھیں۔ صبا کا دل ہونے لگا۔

جی امی! کہہ دیا تھا۔" وہ دھیمی آواز میں بولی پھر ساتھ اضافہ کیا۔ "ان کی بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے۔ کہہ رہے تھے کہ اگر جلدی فارغ ہو گیا تو آ جاؤں گا۔"

پھر بھی بیٹا! ایک آدھ بار فون کر کے پوچھ لینا۔ ورنہ رات کھانے پر ضرور ہی بلا لینا۔ تبھی کوئی ئل کر لیں گے۔" وہ داماد کو بھرپور پروٹوکول دے رہی تھیں۔

جی امی!" وہ ناچار بولی تھی۔

اصلیت کیا تھی، یہ تو صرف اس کا دل ہی جانتا تھا۔

ین نے بھی کئی بار استفسار کیا تھا۔

بھائی جان کو تو جلدی آنا چاہئے تھا۔ میٹنگ کینسل بھی تو کی جا سکتی تھی۔

میں فون کر کے پتہ کرتا ہوں۔" انس بھی آفس سے جلدی اٹھ آیا تھا۔ شام کو اچھی خاصی پارٹی کا یا گیا تھا۔

آپ ٹھہریں۔ میں خود بات کرتی ہوں ان سے۔" صبا فوراً اٹھ گئی تھی۔ اس نے نوفل کا موبائل ملایا تھا۔ تیسری بیل پر کال ریسیو کر لی گئی۔

سلام علیکم!۔۔۔۔ میں، صبا۔۔۔۔" اس نے بات کی تمہید باندھی ہی تھی کہ لائن کٹ گئی یا شاید کاٹ دی گئی اور اس سے اگلی دو بار صرف اس کی ہیلو سن کر ہی کاٹ دی گئی تو اس کا دل رنج و غصے سے لگا۔ اس کا یہاں آنا نہ آنا اس کی اپنی مرضی سہی مگر کم از کم اس کی بات تو سن سکتا تھا۔ اس نے زور سے کریڈل پر پٹخ دیا۔

اہانت کے شدید احساس سے اس کی آنکھیں جلنے لگیں۔

یا کہا نوفل نے؟" چچی جان اس کے پاس سے گزرتی رک کر پوچھنے لگیں تو اس نے خود کو ہوئے فی الفور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔

۔۔۔۔ مجھ سے تو اتنا ہی کہا کہ فی الحال میٹنگ میں ہیں۔ جلدی فارغ ہوئے تو سیدھے ادھر

ہی آئیں گے۔ ایکچوئیلی فارن ڈیلی گیشن آیا ہوا ہے تو، شاید ڈنر بھی انہی کے ساتھ ہو۔"

"پہلے پتہ ہوتا تو کل کا دن رکھ لیتے۔" انہوں نے تاسف سے کہا تو وہ جلدی سے بولی۔

"نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے چچی جان!" اور پھر ڈیٹ ہی تو فائنل ہو رہی ہے، کون سا منگنی کا فنکشن ہے۔ آپ لوگ بسم اللہ کریں۔"

"اچھا چلو، اب تم تو تیار ہو جاؤ۔ مریم بھی آ گئی ہے۔ وجدان کیمرہ لئے مووی بنانے کو تیار بیٹھا ہے۔" انہوں نے اس سے کہا تو وہ سر ہلا کر اٹھ گئی۔

بہت بددلی سے تیار ہو کر وہ لاؤنج میں آئی تو مریم پھپھو سے ملنے لگی۔

"کتنا اچھا ہوتا اگر نوفل بھی موجود ہوتا۔" انہوں نے بھی کہا تو صبا اپنی جگہ چور سی ہو گئی۔

"کیوں بے چاری صبا کے زخموں پر نمک چھڑک رہی ہیں؟" عماد نے اسے چھیڑا تو وہ جھینپ کر وہاں سے اٹھ گئی۔

"میں ذرا ضحیٰ کو دیکھوں، کدھر ہے۔"

"دیکھ لیں ماما! معید بھی پار لگ رہا ہے۔ ایک میں ہی بیچ منجدھار اکیلا رہ گیا ہوں۔" عماد اب مریم پھپھو سے شکوہ کر رہا تھا۔

"لڑکیوں کی منجدھار میں۔" انس نے لقمہ دیا تھا جس پر مریم پھپھو نے فوراً عماد کی طرف دیکھا تو وہ انس کو گھورتے ہوئے صفائی پیش کرنے والے انداز میں بولا۔

"اب ماما! ان بے چاری لڑکیوں کا بھی کوئی نہ کوئی مصرف تو ضرور ہے۔ یونہی تو خدا نے انہیں نہیں بنایا نا۔"

"ہاں ــــ انہیں تو خدا نے مردوں کی دل بستگی کے لئے بنایا ہے۔" انس نے نگین کی طرف جھک کر گنگنانے کے سے انداز میں کہا تو وہ اسے فہمائشی نظروں سے دیکھتی عماد کو آڑے ہاتھوں لینے لگی۔

"آپ لوگ لڑکیوں کا مصرف سمجھ جائیں تو بات ہی کیا ہے۔ زندگی میں انہیں کوئی ڈھنگ کا مقام تک تو دیتے نہیں۔ ویسے لڑکی، لڑکی کی مالا جپتے رہتے ہیں۔"

"لو ــــ بھلا میرے یار سے بڑھ کر اور کون لڑکیوں کا قدر دان ہو گا۔ ہر گلی، ہر کوچے میں ایک محبوبہ ضرور ہے اس کی۔ اب تو یقیناً ورلڈ ریکارڈ میں اس کا نام آنے والا ہے۔"

انس نے زور و شور سے اپنے یار کی حمایت میں بیان دیا تھا۔ مگر "یار صاحب" اسے کچا چبا جانے والے انداز میں گھور رہے تھے۔ اوپر سے مریم پھپھو کے اٹل بیان نے دل جلا ڈالا۔

"میں نے تو طے کر رکھا ہے، جب تک یہ پوری سنجیدگی سے زندگی گزارنے کے قابل نہیں ہو جاتا میں اس کی شادی کا نام تک نہیں لوں گی۔"

"یہ ہوئی نا بات۔" انس تو پھڑک ہی اٹھا تھا۔ پھر انہیں مزید جوش دلانے والے انداز میں بولا۔

"اس نے تو شادی بیاہ کو کھیل سمجھ رکھا ہے۔ یہ ہر کسی کی تھوڑی ہوتی ہے۔ زیادہ تر یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ ماں باپ اپنے ذہین اور قابل بیٹوں کی شادیاں جلدی کر دیتے ہیں۔"

اس کا اشارہ اپنی طرف تھا جسے عماد سے بڑھ کر بھلا کون سمجھتا۔ تبھی اس نے بڑے متحمل انداز میں ...انہ کیا تھا۔

"ہاں ــــ اور کبھی کبھار تم جیسے گدھے بھی انہی ذہین اور قابل لوگوں کی دھکم پیل میں پار لگ ...ے ہیں۔"

"کس قدر فضول گفتگو کرتے ہیں یہ لوگ۔" چچی جان کی مسکراہٹ اور باقی سب کی ہنسی نے انس کو ...نہیں تپایا تھا جتنا برا اسے نگین کا بے ساختہ قہقہہ لگا۔

"دیکھ لو، بھابی کی ہنسی میری بات کا ثبوت بن گئی ہے۔" عماد اسے صاف طور پر چڑا رہا تھا۔

"اگر گدھے کی مونث کا پتہ ہوتا تو کبھی بھی نہ ہنستی۔" وہ جل کر بولا تھا۔ اب کی بار وہ سب نگین کا ...رخ پڑتا چہرہ دیکھ کر ہنسے تھے۔

وہ ضحیٰ کے کمرے میں آئی تو وہاں بے حد سکون کا عالم تھا۔ اور تو اور ضحیٰ بھی نئے سلے لباس میں ...اپنے بستر پر بیٹھی بہت انہماک کے ساتھ پیروں کے ناخنوں پر کیوٹکس لگاتی بہت شانت دکھائی ...ے رہی تھی۔

"تم ابھی تک اپنی تیاریوں میں مصروف ہو؟ باہر آؤ، سب کے ساتھ بیٹھو۔" صبا کو اس کا ٹھہرا ہوا ...از کسی طور بھی نارمل نہیں لگا تھا۔

ضحیٰ میر کے ساتھ اس نے بچپن سے اب تک کا ہر پل گزارا تھا اور وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اتنی ...جلدی ہار ماننا ضحیٰ کی سرشت میں شامل ہی نہیں تھا۔ اس کے نرمی سے کہنے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

...اور دوبارہ ناخن پر کوٹ کرتے ہوئے اطمینان سے بولی۔ "خوشی کا استقبال کرنے کے لئے بھی کچھ خاص ...تیاریاں کرنا پڑتی ہیں تا کہ خوشی کو بھی اپنی آمد پر خوشی ہو۔"

صبا بے اختیار مسکرا دی۔ "تم نے تو خوشی کی پوری گردان ہی سنا ڈالی۔ مگر خوش قسمت ہوتے ہیں وہ ...ل جنہیں خوشیاں حاصل کرنے کے لئے کوئی تردد نہیں کرنا پڑتا۔ وہ بن مانگے اور بنا کوشش کے ہی ...جھولی میں آن گرتی ہے۔ جیسے کہ تم۔"

ضحیٰ کا دھیان پہلی فرصت میں عمر کاظمی کی طرف گیا تو وہ سلگتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے ...لگی۔ "تم کیوں نہیں؟"

صبا یکدم گڑبڑا سی گئی۔ پھر سنبھلتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"میں اپنا نام کیا لوں، میں تو خوشیوں کو پا چکی ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔ تمہارے سامنے ...ڑے ہیں، جگنو اور رنگ برنگی تتلیاں ہیں۔ ہاتھ بڑھاؤ اور انہیں مٹھی میں قید کر لو۔ یہ خوشیاں تمہاری ...منتظر ہیں ...جی!"

وہ کیوٹکس کو شیشی میں بند کر کے رکھنے لگی۔ پھر اطمینان سے بولی۔

"آف کورس۔ میں نے جتنا شور مچانا تھا، مچا لیا۔ اب جبکہ فرار کی کوئی صورت نہیں بچی تو میں کیوں ...خواہ مخواہ معید حسن کو سب کے سامنے اپنے نمبر بڑھانے کے مواقع دوں؟ اتنی نافرمان بھی نہیں ہوں۔"

صبا متحیر تھی مگر جلد ہی حیرت کے اس غلبے سے نکل آئی۔
"خدا کا شکر ہے کہ تم نے بھی کچھ عقل سے کام لیا۔ میں تو سوچ سوچ کے ٹینشن کا شکار ہو رہی تھی کہ اب کیا ہوگا۔" اس کے پاس بیٹھتے ہوئے شاکی انداز میں کہا تو وہ ہنوز اسی لہجے میں بولی۔
"معید حسن جیسے بندے سے پالا پڑے تو انسان کی عقل خود بخود ٹھکانے آجاتی ہے۔"
"اب اس عقل کو مہربانی فرما کر ٹھکانے پر ہی رکھنا ـــــ پہلے ہی بہت پریشان کر چکی ہو سب کو۔"
صبا نے اپنے مخصوص ڈپٹنے والے انداز میں کہا تو وہ پھیکے انداز میں مسکرادی۔
صبا نے جیسے اس کی دلی کیفیت سمجھتے ہوئے آگے ہو کر اسے گلے سے لگالیا اور اسے چومتے ہوئے نرم لہجے میں بولی۔
"تم بس اپنے دل کو تھوڑا سا سمجھا لو ضوئی! پھر دیکھنا زندگی کے راستے کتنے سہل لگنے لگیں گے۔ اور ایک وہ وقت آئے گا جب تم سے معید بھائی کے بنا ایک پل گزارنا بھی مشکل ہوگا۔"
اگر صبا اس پل اس کا چہرہ دیکھ پاتی تو دیکھتی کہ وہ کس قدر نفرت بھرے تاثرات سے مزین تھا۔ اس کے دل میں کیا تھا، یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اسے نرمی سے پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ ٹوکنے والے انداز میں بولی۔
"کم از کم اتنے رومینٹک فقرے کو تو 'بھائی' کی بخ سے محفوظ رکھتیں۔"
صبا بے اختیار ہنس دی۔ پھر جیسے اسے اپنی خوشی میں شریک کرنے لگی۔
"پتہ ہے ضوئی! میں نے آج معید بھائی کو بھی تمہاری طرح مطمئن اور ہشاش بشاش دیکھا ہے۔ جب تم سے فون پر بات ہوئی تو میں سخت پریشانی کا شکار تھی۔ مگر مجھے پتہ تھا غیر جانبداری سے سوچو گی تو سب کے فیصلے کو بہت جلد صحیح ماننے پر مجبور ہو جاؤ گی۔"
'مجبور ہی تو ہوں۔ مگر زیادہ دیر تک یہ مجبوری نہیں رہے گی۔ ایک بار یہ بازی میرے ہاتھ تو آلے۔' ضحیٰ تلخی سے سوچ رہی تھی۔
"چلو، اب اُٹھ جاؤ۔ مریم پھپھو بار بار تمہارا پوچھ رہی ہیں۔" صبا نے اس کا بازو پکڑ کر اُٹھاتے ہوئے کہا تو وہ قصداً مسکرا کر پوچھنے لگی۔
"تم بتاؤ، نوفل بھائی سے تعریفی سند وصول کی یا نہیں؟ آج تو لشکارے مار رہی ہو۔" صبا جیسے اس کی خوش فہمی پر ہنسی تھی۔
"انہیں ان فضول کاموں کی فرصت نہیں۔ بہت بزی ہیں میرے میاں۔"
"لو بھلا، ایسے کاموں کے لئے مصروفیات کا بہانہ کیا؟" ضحیٰ کو اعتراض ہوا تھا۔
"ابھی تو منگنی کی ڈیٹ بھی فائنل نہیں ہوئی اور تمہاری طبیعت اس قدر جولانی پر ہے۔ شادی کے بعد تو اور کھل جاؤ گی۔" صبا نے اسے چھیڑا تو وہ غیر محسوس انداز میں بات ہی بدل گئی۔
"اچھا، تم یہ بتاؤ کہ رات کھانے کا مینیو کیا ہے؟"
"تم باہر تو چلو، مینیو ہی نہیں بلکہ سب کی پروگرامنگ بھی پتہ چل جائے گی۔" صبا نے اسے دروازے

رُخ دھکیلا تھا۔
"آج تو میں وی آئی پی ہوں، عزت سے پیش آؤ۔"
"اچھا جی، ایسا کیا کارنامہ کرنے جا رہی ہیں آپ؟" صبا کو اس کی بات پر ہنسی آئی تھی۔
"معید حسن کو سر لے رہی ہوں۔ اس سے بڑا کارنامہ اس صدی میں کسی اور لڑکی نے کیا سرانجام دیا ہو۔"
"ارے واہ، میرا بھائی نہ ہوا کوئی الزام ہو گیا جسے سر لے رہی ہو۔"
"مجھے تو کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔" وہ کہتی ہوئی اپنے کمرے سے باہر نکل گئی۔ صبا اس کے پیچھے تھی۔
دونوں خوشگوار موڈ میں اندر داخل ہوئی تھیں مگر صبا کی مسکراہٹ یکلخت ہی سمٹ گئی۔ سامنے ہی دبیز صوفے میں معید اور انس کے ساتھ بے تکلفی سے بیٹھا وہ نوفل احمد ہی تھا۔ خوش گپیوں کا دور جاری تھا۔ ضحیٰ کے سلام کے جواب میں وہ اس طرف متوجہ ہوا تو سب کی موجودگی کے خیال سے ناچار صبا کو سر کے اشارے سے سلامتی بھیجنا پڑی۔ پھر وہ کترا کر مریم پھپھو کے پاس آبیٹھی۔
"دیکھ لیں ماما! آپ خواہ مخواہ، میری آزادی کی دشمن ہوئی بیٹھی ہیں۔ زمانہ دیکھیں کہاں جا رہا ہے۔ ہونے والے منگیتر آمنے سامنے بیٹھے ہیں اور کوئی کچھ نہیں کہہ رہا۔ اور میں ذرا کسی کو اچھی نظر سے ہی دیکھ لوں تو فوراً میری نہ ہونے والی شادی کو دو ماہ مزید لیٹ کر دیتی ہیں۔" عماد کا یہ حملہ سراسر اور معید پر تھا۔ سب کی مسکراہٹیں یقینی تھیں۔ ماسوا صبا کے، جو سر جھکائے بیٹھی اسی سوچ میں غلطاں کہ نوفل احمد نے اس کے بلاوے پر یہاں آنا گوارہ کیسے کر لیا۔ کہاں تو وہ اس کی فون کال بھی ریسیو کرنے پر راضی نہ تھی۔
"یہ دیکھیں ذرا، کچھ ہماری صبی جیسے بھی ہوتے ہیں۔ شادی کے بعد جن کے ہر وقت حواس ہی گم رہتے ہیں۔ نہ اپنی خبر، نہ دنیا کی۔" وہ بری طرح چونکی تو خود کو عماد کے نشانے پر پایا۔
وہ درحقیقت اس کی بات سن ہی نہیں پائی تھی اس لئے گڑبڑا سی گئی۔
"اور کچھ آپ کی طرح ہوتے ہیں۔ جو شادی کے پیچھے بھاگتے رہتے ہیں۔ اور شادی ان کے ..." ضحیٰ نے اپنے مخصوص انداز میں جواب دیا تھا تو وہ اسے گھورنے لگا۔
نوفل نے غیر محسوس انداز میں صبا پر نگاہ کی جو بہت خاموش بیٹھی تھی اور ادھر عماد بھی اتنی جلدی پیچھا چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا۔
"کچھ بھی ہو ـــــ یہ صبا وہ نہیں لگتی جو ہماری والی تھی۔"
"لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ خود کو ہر سانچے میں ڈھال لینے والی۔" مریم پھپھو نے اس کی جان چھڑانا چاہی تھی۔
"بھئی آپ کو کیا اعتراض ہے میرے بدل جانے پر؟" صبا جیسے اچانک ہی اس ماحول میں لوٹی تھی۔
"لو بھلا، مجھے نہیں تو کیا ہمسائیوں کو اعتراض ہوگا؟ اتنی دیر سے سپریم کورٹ میں میری شادی کا ...ٹ رہا ہے اور تم ایک لفظ نہیں بولیں میری حمایت میں۔" وہ خفگی بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

نوفل بے ساختہ صبا کی طرف دیکھنے لگا جواب مسکرا رہی تھی۔

"یہ کام تو آپ معید بھائی سے کرائیں۔ وہ ماہر ہیں ایسے مقدموں کے۔" نوفل کو لگا جیسے اس پہلو بچایا ہو۔

"سنا ہے تمہیں بھی اسی نے راضی کیا تھا۔" وہ اس کی طرف جھک کر قدرے رازداری سے پو تھا۔ صبا کو ہنسی آ گئی۔

نوفل کے اعصاب تن سے گئے۔ ایک اسی منظر کو نہ دیکھنے کی خاطر وہ یہاں آنے سے کترا رہا تھ اب پھر سے وہی عذاب اس کے سامنے تھا۔

صبا کا ماضی۔

"چلیں بھئی، کھانا لگ چکا ہے۔"

نگین نے آ کر باآواز بلند اعلان کیا تھا۔ ذرا سی دیر میں سب ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے۔ چچا اور تایا جان کی موجودگی نوجوان نسل کو اپنی "شرانگیزیاں" کنٹرول میں رکھنے پر مجبور کیے ہوئے تھیں وہ نوفل کے ساتھ والی کرسی پر تھی۔

"آپ چاول لیں گے یا نان؟" صبا نے دھیمی آواز میں پوچھا تو وہ چونک گیا۔ اس نے پلیٹ سالن نکالا تو نوفل کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس کی پلیٹ تیار کر رہی ہے۔

"چاول نہیں لوں گا میں۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو صبا نے گرما گرم خستہ روغنی نان اس کی پلیٹ رکھ دیا اور دوسری پلیٹ میں شامی کباب رکھ دیئے۔ پھر سالن کی پلیٹ اس کی طرف کھسکا دی۔

"تھینکس۔" وہ تکلف نبھاتا کھانے میں مصروف ہو گیا۔ صبا نے کنکھیوں سے سب کی طرف دیکھ سبھی کھانے کی طرف متوجہ تھے۔

درحقیقت اس نے روایتی میاں بیوی والے امیج کو برقرار رکھنے کی ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی۔ و نوفل احمد سے کیا بعید، جتنے گھنٹے یہاں بیٹھتا اس سے ایک لفظ بھی نہ بولتا۔ اور صبا میں اتنا تو چاہے نہ عزتِ نفس کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا اور اس کے بعد سنجیدہ باتوں کا۔ ضحیٰ فوراً ہی اٹھ کر اپنے کمر میں آ گئی۔

چاہے اس نے خود کو تہہ در تہہ لاپرواہی، بے نیازی اور طمانیت کے کتنے ہی نقابوں میں کیوں چھپایا ہو، تنہائی پاتے ہی نقاب اتر جاتا اور وہ پھر سے ایک ان دیکھی، جھلسا دینے والی آگ میں سلگنے لگتی تھی۔

اب بھی اس کے دل کی بے چینی حد سے سوا تھی۔

ابھی تھوڑی دیر کے بعد ایک ایسی تاریخ کا اعلان ہونا تھا جس میں وہ اس شخص سے منسلک ہو والی تھی جو اسے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسند تھا۔ جس نے کبھی ضحیٰ کے بارے میں نرم رویہ نہیں ر تھا۔ اس کی ہر پسند و ناپسند کے آڑے آتا رہا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ عمر کاظمی والے قصے۔

ں تھا۔

مگر میں اس نام کو اپنی کمزوری نہیں بننے دوں گی معید حسن! ـــــ بلکہ عمر کاظمی ایک ایسا نام ہے جو بل میں میری جیت کا باعث ہو گا۔ اور پھر تمہاری فرمانبرداری اور اچھے پن کا ناٹک مزید نہیں چلے

وہ بے حد تنفر سے سوچتی پتہ نہیں کیا کچھ پلان کر رہی تھی۔

کتنی ہی دیر ٹہلتی، اٹھتی، بیٹھتی سوچتی رہی۔

تبھی دروازے پر کھٹکا ہوا اور صبا کے ساتھ ہنستی ہوئی حمرہ اندر چلی آئی۔

"مبارک ہو ـــــ مبارک ہو۔" صبا نے اسے خود سے لپٹایا تو اس کی سانس تنگ پڑنے لگی۔ یوں ے بشاشت کا نقاب پل بھر میں چہرے سے اتر جائے گا اور اندر سے وہ شکست خوردہ اور آزردہ ضحیٰ ل آئے گی جو ایک غدر مچا دے گی۔

"انس بھائی نے تو کمال ہی کر دیا۔" حمرہ کو ہنسی آئے جا رہی تھی۔ پھر یاد آنے پر بولی۔

"اور نوفل بھائی نے فوراً ان کے فیصلے پر مہر لگا دی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ابو وغیرہ نہیں بلکہ یہی لوگ کرنے بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"کیا فیصلہ؟" ضحیٰ کا دل ڈوبنے لگا۔ اپنی آواز اسے کسی کنوئیں سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ صبا پھر ہنسنے لگی۔

"اتنے کمال کے ہیں نا یہ لوگ۔ ابو تو منگنی کی ڈیٹ فکس کر رہے تھے اور انس بھائی نے شادی کی ڈسکس کرنا شروع کر دی اور پھر نوفل بھائی بھی مل گئے۔ عماد بھائی تو یوں بھی شادی کے شوقین ۔ چاہے ان کی اپنی ہو یا کسی اور کی۔ ابو اور چچا تو منٹوں میں کنونس ہو گئے کہ گھر ہی کی تو بات ہے، وغیرہ کے چکر میں پڑنے کی بجائے سیدھا شادی کی تاریخ فائنل کر دی جائے۔"

ضحیٰ کی رنگت زرد پڑ گئی۔

"شادی ـــــ کس کی؟"

"ارے، آپ کی اور معید بھائی کی۔ اور کس کی۔" حمرہ نے محظوظ ہوتے ہوئے کہا تو وہ اپنی جگہ ت رہ گئی۔

●●●●●

"دیکھو ذرا ـــــ یہ ہوتی ہے قسمت۔ بنا ہاتھ پھیلائے ہی بور کا لڈو مل گیا۔" عماد دل کے پھپھولے رہا تھا اور نشانہ معید تھا جو اطمینان سے تکیہ کہنی کے نیچے دبائے اپنے بستر پر نیم دراز مسکرا رہا تھا۔

"اور ایک یہ ہے کہ کتنے سال ہو گئے گلاب جامن، چم چم اور برفی کے پیچھے بھاگتے ہوئے مگر ایک ہاتھ نہیں لگی۔" انس نے اپنی بات کے آخر میں خود ہی زوردار قہقہہ لگایا تھا۔

معید بھی ہنس دیا تھا۔ پھر بولا۔ "میں تو پہلے ہی کہتا تھا، یوں قسمت کے پیچھے مت بھاگو۔ قسمت سے ا نہیں کیا جاتا، یہ تو خود نوازتی ہے۔"

"اگر بندہ اس قابل ہو تو۔" انس نے اطمینان سے فقرہ کسا تھا۔

"میں "طفیلیا" نہیں ہوں۔ ابا نے بزنس کرا دیا تو جا کر کرسی پر بیٹھ گئے۔ اماں نے لڑکی پسند کر دی تو گھوڑی چڑھ گئے۔ ہم اپنے زور بازو پر بھروسہ کرنے والے لوگ ہیں۔" اس نے بھرپور طنز کے ساتھ انس کو جواب دیا تو وہ بلبلا اٹھا۔

"بکواس مت کرو۔"

"اسے فرمانبرداری کہتے ہیں۔" معید نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ حاسدانہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"خوش ہو لو بیٹا جی! اس بار قسمت نے تمہیں جس "خنجر" سے نوازا ہے، دیکھنا روزانہ تمہاری قطع و برید ہوا کرے گی۔ اور اپنا زخمی جگر لے کر ہمارے پاس آیا کرو گے۔"

"تم صرف جل رہے ہو عماد! اور کچھ نہیں۔" معید کو ہنسی آ رہی تھی۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ عماد کا اشارہ ضحیٰ کی طرف ہے۔

معید کی بات پر وہ آہ بھر کے پھر سے کارپٹ پر لیٹ گیا۔

"مجھے لگتا ہے اس کی کوئی محبوبہ تازہ تازہ داغِ مفارقت دے گئی ہے۔" انس نے خدشہ ظاہر کیا تھا۔

"ابھی ایسے برے حالات نہیں آئے مجھ پر۔" عماد نے اطمینان سے کہا تھا۔ پھر کچھ یاد آنے پر اٹھ کر معید کے پاس آ بیٹھا۔ وہ سنبھل سا گیا۔ یہ "قرب" بے وجہ نہیں تھا۔

"تم ذرا اپنے دل پہ ہاتھ رکھو اور دھڑکنوں کی خبر دو۔"

"واہ ـــــ یہ ہوئی نا بات۔" انس بھی پھڑک اٹھا تھا۔ معید کترا سا گیا۔

"میرا بی پی بھی نارمل ہے اور ہارٹ بیٹ بھی۔ تم فکر مت کرو۔"

"اوہو ـــــ" وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر معنی خیزی سے ہنسے تھے۔ تبھی ان کے ارادے جان کر وہ اٹھ بیٹھا۔

"اب تم دونوں یہاں سے بھاگو ـــــ مجھے ایک کیس فائل اسٹڈی کرنا ہے۔"

"ضحیٰ بنام معید حسن۔"

"سزا ـــــ عمر قید۔"

انس کی شرارت کو عماد نے برجستگی سے آگے بڑھایا تھا۔

"تم لوگوں کو بس نیند آ رہی ہے۔ کیونکہ ایسی خرافات نیند ہی میں سوچی جا سکتی ہیں۔" معید نے لاپرواہی سے کہا۔ مگر وہ دونوں اتنی جلدی جان بخشی کرنے والوں میں سے نہیں تھے۔

"بھئی میں تو یہاں سے اُٹھنے والا نہیں ہوں جب تک کہ تمہارے دل کا موسم نہیں جان لیتا۔" انس نے ڈھٹائی دکھائی تھی۔

"میرے دل کا موسم ویسا ہی معتدل ہے جیسا پہلے تھا۔ ڈونٹ وری۔" معید نے اپنے انداز میں رُکھائی سمو کر کہا۔

"باوجود اس کے کہ وہاں سے ضحیٰ نامی "جھکڑ" گزر چکا ہے۔ میں نہیں مان سکتا۔" عماد کو یقین نہیں آیا

"یہ تو پھر تمہاری ڈھٹائی ہے۔ ورنہ میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں۔ چاہو تو ابھی اسٹیتھسکوپ لا کر چیک کر سکتے ہو۔" وہ مطمئن تھا۔

"اسے اب تمہاری بد قسمتی کہیں یا ضحیٰ کی؟" انس نے آہ بھری تھی۔ پھر عماد کو مطلع کرنے والے انداز میں بولا۔

"میں شروع ہی سے اسے "بے دل" سمجھتا تھا اور آج اس پر تصدیق کی مہر ثبت ہو گئی ہے۔"

"سب بکواس ہے۔ اتنا خوبصورت اور ہلچل مچانے والا فیصلہ بھی انسان کو یوں گلیشیئر بنائے رکھے، ناممکن ہے۔" عماد پُر یقین تھا۔

معید کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ وہ اتنی آسانی سے اس کی جان چھوڑنے والے نہیں تو ناچار ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر پھیلاتے ہوئے بولا۔

"اب میں یہ ساری ہلچل اور خوبصورتی تم لوگوں کے ساتھ تو شیئر کرنے سے رہا۔" اس کے معنی خیز انداز پر وہ دونوں گویا سکتے میں آ گئے۔

"میں شروع ہی سے اسے گھنا اور میسنا کہتا ہوں۔ اور بالکل صحیح کہتا ہوں۔" انس نے دانت پیسے تو وہ ہنسنے لگا۔

"اسے کہتے ہیں نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ یوں بھی جھوٹ نہیں اور اگر سچ کہوں تو بھی تم کو اعتراض ہے۔"

"پھر بھی یار! خوش تو ہو نا؟" اب کی بار عماد سنجیدہ تھا۔

"کیا نہیں ہونا چاہئے؟" معید نے الٹا اس سے پوچھا تو وہ گہری سانس بھرتا اٹھ کر کارپٹ پر بچھے بستر پر آ گیا اور علی الاعلان بولا۔

"میری ساری ہمدردیاں ضوئی کے ساتھ ہیں۔ جس کی تمام عمر ایک معمے کو حل کرتے گزرنے والی ہے۔"

انس بھی مایوس ہو کر اٹھ گیا تھا۔

کمرے میں آیا تو تگین نیند میں دھت ملی۔ وہ دھپ سے بستر پر گر گیا۔

"حسرت ان غنچوں پہ ہے۔"

آج بہت دنوں کے بعد تگین نے اس کا پسندیدہ موو کلر کا لباس پہنا تھا اور ہنستی مسکراتی وہ بار بار اس کا دل دھڑکاتی رہی تھی۔ اور انس نے ہمیشہ کی طرح اس سے اپنے احساسات چھپائے نہیں تھے۔

وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا جب وہ کسی کام سے کمرے میں آئی۔ انس کی نگاہ آئینے میں اس پر تھم سی گئی تھی۔ وہ تیزی سے اس کے قریب آئی اور ڈریسنگ ٹیبل کی دراز میں سے مخملیں ڈبہ نکال کر اس میں سے سونے کی چوڑیاں نکال کر کلائی میں چڑھانے لگی۔ وہ بے اختیار اس کی طرف پلٹا تھا۔ کھلے

سیاہ بال اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور بیچ میں اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ اس کی موجودگی سے لاپرواہ، اس کی توجہ سے بے نیاز۔

انس نے جھک کر اس کی صبیح پیشانی چوم لی تو وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

"اب آپ دیر مت کرائیے گا۔ وہاں بہت سے کام پڑے ہیں۔ امی کی ڈانٹ سن کر صرف چوڑیاں پہننے آئی ہوں۔" انس کی آنکھوں سے جھلکتے جذبوں کے سمندر کو دیکھتے ہی وہ پیش بندی کرنے لگی۔

"اگر تم تعاون کرو تو ہم جلدی فارغ ہو سکتے ہیں۔" وہ بتدریج اس کے قریب آتے ہوئے مخمورانہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ پل بھر میں سرخ پڑ گئی۔ اس کا احتجاج پہلے کب وہ خاطر میں لاتا تھا جواب لاتا۔ پھر استحقاق رکھتا تھا۔ وہ موڈ میں ہوتا تو تمکین کی کترا ہی جاتی۔ مگر اس کی جری جسارتوں کو روکنا بہت مشکل لگتا تھا۔

"انس! ____ گھر مہمانوں سے بھرا پڑا ہے۔ پلیز۔" وہ بہ دقت تمام اسے احساس دلا پائی تھی۔ تب وہ فوراً ہی وعدہ لینے لگا۔

"او کے، تو پھر رات کو جتنی دیر تک میں چاہوں گا، ہم دونوں جاگیں گے اور باتیں کریں گے۔"

"پرامس ____" تمکین نے فوراً وعدہ کر لیا تھا۔ صورت ایسی معصوم کہ انس کو فوراً ہی اعتبار آ گیا۔ اور اب ____

اس نے بے خبر سوئی تمکین کو قدرے گھور کر دیکھا تھا۔ پھر دل ہی دل میں اس سے پکی ناراضگی طے کر کے اپنی جگہ دراز ہو گیا۔

●●●●●

کوئی بھی شخص نہیں قابلِ وفا جاناں
تمام شہر ہوا مائلِ جفا جاناں
وہ بے حسی ہے میرے شہر میں میرے یارو
کہ سب کے دل کو دُکھانا ہے اِک ادا جاناں

صبا نے ہاتھ بڑھا کر سی ڈی آف کر ڈالی۔ گلوکار کی گمبھیر سی آواز سے گونجتی گاڑی میں یکلخت خاموشی چھا گئی۔

نوفل نے ناگواری سے اسے دیکھا تو وہ اطمینان سے بولی۔

"غزل واقعی بہت اچھی ہے۔ اور گانے والا گا بھی بہت سُر میں رہا ہوں۔ مگر میں آج بہت خوش ہوں اس لئے اتنی اُداس چیزیں نہیں سن سکتی۔"

نوفل کو بہت شدت سے محسوس ہوا کہ وہ واقعی خوش تھی اور فریش بھی۔ وہ حقیقتاً جیلس ہوا تھا۔ تبھی چبھتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"یہ خوشی آپ کو میکے ہی میں آ کر ملتی ہے۔ گھر میں تو میں نے کبھی آپ کو خوش نہیں دیکھا۔"

اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ صاف گوئی سے کہا۔

"کیونکہ آپ کو کسی کو خوش رکھنا آتا ہی نہیں۔"

"یا پھر آپ وہاں خوش رہنا ہی نہیں چاہتیں۔" وہ سفاکی سے کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز پر صبا بھی نہیں کر پائی تھی۔

"بہت غرور ہے آپ کو خود پر۔ شاید آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں آپ کی بے اعتنائی کے باوجود آپ کے پیچھے پھروں گی، توجہ حاصل کرنے کی کوشش کروں گی۔ مگر یہ آپ کی بھول ہے۔"

وہ سانس لینے کو رکی تھی۔ پھر جتانے والے انداز میں بولی۔

"اپنی اہمیت جتانا اور کیش کرانا آپ کو بہت اچھی طرح سے آتا ہے۔ مگر میں آپ کا ہر حربہ بہت اچھی طرح جان گئی ہوں ____ آج اگر آپ نہ بھی آتے تو میری عزت اور مان میں کوئی فرق نہ پڑتا۔"

"مائنڈ یُو۔ میں آپ کی عزت اور مان کی خاطر وہاں نہیں گیا تھا۔ میرا آپ کے علاوہ بھی اس گھر سے رشتہ ہے۔" اس نے سختی سے باور کرایا تھا۔ صبا استہزائیہ انداز میں ہنس دی۔

"رشتے نبھانے تو آپ کو آتے ہی نہیں۔ مجھ سے بڑھ کر اور کون جان سکتا ہے۔"

"میں صرف اپنی پسند کے رشتوں کو نبھاتا ہوں۔ وہ بھی ان کے پورے تقاضوں کے ساتھ۔ جبری رشتوں کو نہیں۔" وہ کاٹ دار لہجے میں کہتا ایک بار پھر اس کے دل کو چیر گیا تھا۔

وہ جو بہت مطمئن اور ہشاش بشاش سی تھی، عمر بھر کے زیاں اور آزردگیوں کا شکار ہونے لگی۔

"یہ جبر بھی آپ نے خود ہی اپنے لئے چنا تھا۔ بلکہ میرے لئے بھی۔" وہ آنسو روکنے کی کوشش میں ام ہو کر ہونٹ کاٹنے لگی۔

نوفل اس کی طرف دیکھے بغیر بھی جان سکتا تھا کہ وہ رو رہی ہے۔ صبا کی آواز کے بھیگے پن نے اس کے اعصاب پر خفیف سی بے چینی طاری کر دی تھی جسے دبانے کے لئے اس نے فوراً ہی میوزک آن کر ۔

اگلے ہی لمحے اسپائس گرلز کا فاسٹ نمبر پورے زور و شور سے اس گاڑی میں گونج رہا تھا۔ مگر اس کے اقدام کے باوجود صبا کا شغل جاری رہا تو اس نے میوزک بند کرتے ہوئے گاڑی ایک سائیڈ پر دی۔

ٹشو سے ناک رگڑتی وہ اس سے جیسے بالکل ہی لاتعلق اور شاید اپنی دانست میں تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ تو گاڑی رکنے پر بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔

"آپ یہ شوق گھر جا کے بھی پورا کر سکتی ہیں محترمہ!" اپنے لب و لہجے کے اضطراب کو سختی کے ے میں چھپاتا وہ کاٹ دار لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اب کیا بتاتا کہ اتنے لمبے چوڑے مرد کو خواتین کا انتہائی نروس کر دیتا ہے۔ جانے یہ بزدلی کی انتہا تھی یا نرم دلی کی۔

گھر میں تو وہ شاید برداشت کر ہی لیتا مگر یوں گاڑی چلاتے ہوئے تو ناممکن بات تھی۔

"میں نے کبھی آپ کو آپ کے شوق پورے کرنے سے نہیں روکا۔ آپ کو بھی مجھ پر کوئی پابندی نے کا حق نہیں ہے۔" وہ تلخی سے بولی تھی مگر آنسو ابھی بھی اس کے چہرے کو بھگو رہے تھے۔

پھر جیسے دفعتاً ہی وہ ڈھے سی گئی۔

"میں نے کیا غلطی کی ہے نوفل؟ —— کیا قصور ہے جس کی اتنی بڑی سزا دے رہے ہیں مجھے میں نے کبھی زندگی بھر اتنا کچھ نہیں سہا جتنا کہ ان دو ماہ میں سہ چکی ہوں۔ میں یہ نہیں کہتی کہ آپ مجھے قبول کرلیں، میں یہ بھی نہیں کہوں گی کہ آپ میرے بن کے رہیں۔ مگر مجھے چین سے جینے تو دیں پاؤں دھرنے کو زمین تو دیں۔ بہت سی عورتوں کو ان کے شوہر قبول نہیں کرتے مگر وہ پھر بھی اپنے گھر ا گھرداری میں خوش رہتی ہیں۔ میں بھی خوش رہنا چاہتی ہوں، اپنے لئے، اپنے گھر والوں کے لئے اگر میں ان کے مان کو سلامت رکھنے کے لئے خود کو قربان کررہی ہوں تو پلیز مجھے خوشی خوشی یہ کام کرنے دیں۔ ہر پل میرے لئے زندگی تنگ مت کریں۔ آپ کو مجھ سے نفرت سہی۔ مگر بار بار جتا کر مجھے م مت کیجئے۔" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

اس قدر بے بسی، لاچاری اور شکستگی نوفل کے اعصاب کو بری طرح سے جھنجھوڑ گئی تھی۔

کیا تھی یہ لڑکی؟ —— اس کا اصل کیا تھا؟

اس کے الفاظ سماعتوں پر ہتھوڑے کی طرح برسے تھے۔ دل و ذہن جیسے اس کی آنکھوں سے گرتے برسات کے شفاف قطروں سے بھیگ رہے تھے۔ اور پھر شاید معجزہ ہوا، اس نے اپنے دل کو حد درجہ نرم اور اس کی طرف ملتفت پایا۔ اسے یاد آیا کہ خود سے ایک آدھ فٹ کے فاصلے پر بیٹھا یہ نازک اور کول وجود کبھی اسے کس قدر عزیز تھا۔ یہ وہی وجود تھا جس نے اس کے سپنوں کو حقیقت کا روپ دے کر اس کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ جس کے ہونے نے اس کی محبت کو دوام بخشا تھا۔ جس کی معصومیت اور سادگی نے اسے محبت کرنا سکھایا تھا۔ جس کی مسکراہٹ اور بے ریا ہنسی کتنے ہی دنوں تک اس کے خیالوں کا مرکز رہی تھی۔

مگر پھر جیسے سب کچھ بدلتا چلا گیا۔

وہ معتوب ٹھہری۔

معتوب —— مگر قابل نفرت نہیں۔

اس کا دل پوری شدت سے چلایا تھا۔

'میں اب بھی اس سے نفرت نہیں کر پایا ہوں —— جانے وہ کیا شے ہے جو مجھے اس سے نفرت کرنے نہیں دیتی۔ یا پھر میں اپنے نفس کا اس قدر مطیع ہوگیا ہوں کہ ایک "لڑکی" سے نفرت نہیں کر رہا —— ؟'

وہ خود سے اُلجھتا جانے کہاں سے کہاں نکلتا چلا گیا۔

'لیکن میں اس سے نفرت کرنا چاہتا ہوں —— اس سے دور ہونا چاہتا ہوں —— اس کے لئے اپنے دل میں اُمڈتی نرمی اور توجہ کو مٹانا چاہتا ہوں۔ میں اس سے بدلہ لینا چاہتا ہوں، اپنی سچی محبت پامال کرنے کا، ایک "کھوٹ زدہ" دل لے کر میری زندگی میں داخل ہونے کا۔'

اس کے اعصاب تن سے گئے۔ سوچیں ایک بار پھر سے پراگندہ ہونے لگیں۔ سوچ کی لطافت

ں کی گرد پھر سے ڈھانپنے لگی۔

وہ بھی شاید تھک ہار کر چپ ہوگئی تھی۔ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپائے بیٹھی تھی۔

جبڑے بھینچے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کرکے اس نے تیزی سے آگے بڑھا دی۔

●●●●●

اس کا رویہ بے حد نارمل تھا۔

کھانا، ناشتہ ایک ہی جگہ پر تھا تو معید کا سامنا یقینی بات تھی۔ مگر اس نے کسی کو بھی کسی تبدیلی کا س ہی نہیں ہونے دیا۔ پہلے ہی کی طرح میز پر حمرہ اور وجی سے نوک جھونک، چچا جان سے خوامخواہ بحث کرتی وہ تائی جان کو ٹھٹکا گئی۔

"زہرہ! یہ معید اور ضحیٰ آپس میں بات چیت نہیں کرتے کیا؟"

خود چچی جان اس کے سوال پر سٹپٹا گئی تھیں۔

ضحیٰ کا معید سے گریز اور اختلاف انہیں بھی پچھلے کئی دنوں سے کھٹک رہا تھا۔ مگر کس سے کہتیں؟ اس رشتے کے بارے میں ضحیٰ کے اعتراض اور انکار کو تو خود ہی رد کر بیٹھی تھیں، اب تو بس اسے سمجھا کر ہی راہ پر لایا جاسکتا تھا۔

"آپا! نئی نئی بات ہے دونوں کے لئے۔ اسی لئے جھجکتے ہیں۔" وہ مسکرا کر ٹال گئی تھیں۔ مگر دل میں بات بھی جاگ اٹھے کو ضحیٰ اب شاید احتجاج کی کوئی دوسری قسم آزما رہی تھی۔ تبھی تو تائی جان جیسی مزاج خاتون کی نظر میں بھی آگئی تھی۔

یہی بات انہوں نے ضحیٰ سے کہی تو وہ زچ ہوگئی۔

"اب کیا چاہتی ہیں آپ؟ —— شادی کی ڈیٹ تک فکس ہوگئی ہے، میں ایک لفظ بھی اعتراض کا نا بولی۔ پھر بھی آپ کو شبہات نے گھیر رکھا ہے۔"

"پھر بھی ضحیٰ! دوستوں کی طرح بھی تو رہا جاسکتا ہے۔ یوں ایک دم سے، ایک دوسرے سے کھنچ جانا بھی کی نظروں میں آئے گا۔" وہ صاف لفظوں میں اسے اپنا مطمع نظر سمجھا نہیں پائی تھیں۔

"آپ سراسر ایک بے تکی بات کو ذہن پر سوار کر بیٹھی ہیں، اور کچھ نہیں۔" ضحیٰ ناگواری سے کہتی چلی گئی۔ وہ سر پکڑ کر بیٹھ رہیں۔

پتہ نہیں یہ کشتی کیسے پار لگنے والی تھی۔

چچی جان کی دیکھا دیکھی نگین بھی پراٹھے بنانے سیکھ گئی تھی۔ بہت خستہ تو نہیں مگر کبھی کبھار بہت اچھے بن جاتے تھے۔

وہ انس کے لئے پراٹھا توے پر ڈال کر حمرہ کو دھیان رکھنے کا کہتی تیزی سے اپنے کمرے میں آئی ل سے آج اس کے نام کی ایک بھی پکار نہیں اٹھی تھی۔

ایش گرین پینٹ کوٹ اور وائٹ شرٹ میں وہ نفاست سے بال جمائے خود پر پرفیوم چھڑکتا آفس نے کو بالکل تیار تھا۔

نگین کو خوشگوار سی حیرت ہوئی۔
آج سے پہلے تو انس کا آفس جانا کسی محاذِ جنگ پر جانے کے برابر تھا۔ وہ ذرا ذرا سی چیز کے
کچن میں کام کرتی نگین کے نام کی اتنی صدائیں لگاتا کہ ادھر ناشتہ بھی ٹھیک سے نہ بنتا اور ادھر
مقررہ وقت پر تیار نہیں ہو پاتا تھا۔ پر آج تو جیسے پری نے جادو کی چھڑی گھما دی تھی۔
''تھینک گاڈ، آپ بھی بڑے ہو گئے ہیں۔'' وہ شوخی سے کہتی آگے بڑھی اور بیڈ پر دھرا رومال ا
اس کے کوٹ کی جیب میں رکھنا چاہا مگر انس نے رومال اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا اور اور خود جیب
رکھنے لگا۔ وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی جو معمول سے ہٹ کر بے حد سنجیدہ تھا۔
''ناراض ہیں کسی بات پر؟'' وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔
''تم نے ایسا کیا کر دیا جو میں ناراض ہوں گا؟'' وہ جواباً پوچھتا اپنا بریف کیس کھول کر چیک کر
لگا۔
''وہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں کہ میں نے جب کچھ کیا ہی نہیں تو آپ ناراض کس بات پر ہیں؟
اُلجھ کر بولی۔ انس لب بھینچتا اُٹھ کھڑا ہوا۔
''آج تو ناشتہ بہت اچھا بنا ہوگا۔''
''ہاں، واقعی۔'' وہ بے اختیار بولی پھر سٹپٹا کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کا ہر تاثر پرایا تھا۔
''آج آپ نے ایک بار بھی مجھے آواز نہیں دی تو پورے دھیان سے ناشتہ بنایا ہے میں نے۔
قدرے مدھم پڑ گئی تھی۔
''چلو شکر ہے، کسی ایک طرف تو پورا دھیان دیا تم نے۔'' وہ کہتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا تو
کو کسی گڑبڑ کا شدت سے احساس ہونے لگا۔
''انس! ــــــ آپ ناراض کس بات پر ہیں، یہ تو بتا دیں؟'' وہ تیزی سے اس کے پیچھے بڑھی
تب تک وہ باہر نکل چکا تھا۔
نگین کڑھتی ہوئی کچن میں چلی آئی۔ پھر انس کے لئے آملیٹ بنا کر میز پر لائی تو وہ حمرہ کے ساتھ
کرتے ہوئے بریڈ اور جام کا ناشتہ کر کے چائے کا آخری گھونٹ بھر رہا تھا۔
''پراٹھا نہیں لیں گے آپ؟'' نگین نے حیران ہو کر پوچھا تو وہ ٹشو پیپر سے ہاتھ صاف کرتا اُٹھ
ہوا۔
''مجھے دیر ہو رہی ہے۔''
نگین کی حیران نظر وال کلاک کی طرف اُٹھ گئی۔ وہ اپنے ٹائم سے پندرہ منٹ پہلے گھر سے نکل
تھا۔ گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز پر وہ حواس میں لوٹی تھی۔
''آج تو کمال ہو گیا ــــــ انس بھائی اتنے سنجیدہ کب سے ہو گئے؟'' حمرہ نے بھی نوٹ کیا تھ
آفس جاتے وقت وہ نگین کو اس قدر بدحواس کئے رکھتا تھا کہ ڈائننگ ٹیبل پر ایک خوشگوار سی ہلچل مچی رہ
تھی۔ ایسے میں انس کی خاموشی اور سنجیدگی کیونکر نظروں سے چوکتی؟

''یہ سب ہمارے تعویزوں کا کمال ہے بچہ!'' وجدان نے بارعب انداز میں کہتے ہوئے قدم رنجہ
تھا۔
''خاک کمال ہے ــــــ چینی، نمک الگ ہوئے جا رہے ہیں۔'' نگین جل کر کہتی وہیں کرسی پر بیٹھ
گی۔
''شکر کریں کہ آپ کے معاملے میں سنجیدہ ہو گئے ہیں۔ ورنہ یہ خستہ خستہ، بغیر جلا پراٹھا اور یہ خوش
آملیٹ ہمیں کہاں نصیب ہونے والا تھا۔'' وہ انس کے ناشتے سے مستفید ہونے لگا۔
''کوئی نہیں ــــــ صبح صبح ہی ناراض ہو کے چلے گئے ہیں۔'' نگین کو خفقان ہونے لگا۔ یہ انس کی
باضابطہ ناراضگی تھی۔ ورنہ وہ تو آفس کے لئے کمرے سے نکلتے ہوئے بھی الوداعی طور پر یوں ملتا
جیسے باہر جا رہا ہو۔ اور آج تو اس نے نگین پر ایک نگاہِ غلط انداز بھی نہیں ڈالی تھی۔
''اور یہ سب اس کے اُلٹے سیدھے منتروں کی وجہ سے ہوا ہے۔'' حمرہ نے سارا ملبہ وجدان پر
ڈالنے کی کوشش کی تو وہ اسے گھورتے ہوئے بولا۔
''اللہ والے، منتر نہیں پھونکتے لڑکی! بس اللہ اللہ کرتے ہیں۔ بگڑے ہوئے کام خود ہی سنور جاتے
ہیں۔''
''پہلے خود کو تو سنوار لو تم۔ پھر معاشرے کی فکر کرنا۔'' حمرہ کو اس پر کافی غصہ تھا۔ جو وجدان بھی اچھی
طرح سمجھ رہا تھا۔
''مجھے بھی لگ رہا ہے کہ اس چینی اور نمک کے چکر میں کچھ گڑبڑ ہے۔ ہر وقت ان کا پارہ ہائی رہنے
لگا ہے۔'' نگین نے وجدان کو گھورا تو وہ متاسفانہ انداز میں بولا۔
''ایک تو آپ خواتین جلد باز بہت ہوتی ہیں۔ ذرا وہ تعویذ دیجئے جو میں نے آپ کو دوپٹے کے پلو
سے ہر وقت باندھنے کے لئے دیا تھا۔''
''ہاں ــــــ'' حمرہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ 'کس قدر ذلیل ہے یہ وجی کا بچہ، بلکہ ڈبہ پیر۔'
''یہ لو۔'' نگین نے اپنے دوپٹے کے پلو میں بندھی چھوٹی سی پرچی کھول کر میز پر پھینکی جسے وجدان
سے پہلے حمرہ نے جھپٹ لیا اور فوراً ہی کھول بھی لیا۔
''محبت نہ لڑائی۔'' وہ با آواز بلند پڑھ کر وجدان کو گھورنے لگی۔ ''یہ کیسا تعویذ ہے؟''
''یہ کیا لکھا ہے اس میں، نہ محبت نہ لڑائی؟'' نگین نے بے یقینی سے پوچھا تو وہ اطمینان سے بولا۔
''جی نہیں ــــــ اس میں پہلے ہی سے آپ کی قسمت کا حال درج ہے، خدا کے فضل سے۔''
''یہ کیسا حال ہے؟ ــــــ نہ محبت نہ لڑائی؟ ــــــ کچھ تو ہوتا ہے نا۔'' حمرہ اسے پھنسانے کے چکر
میں تھی۔
''بے وقوف! یہ لکھا ہے، محبت 'نہ' لڑائی۔ یعنی محبت نہیں بلکہ لڑائی ہے ان دنوں میں۔''
''ہاں ــــــ'' نگین نے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔ خود حمرہ بھی لحظہ بھر کو کنفیوژ ہو گئی تھی۔
''مگر آپ بالکل فکر مت کریں۔ میں اب آپ کو ایک ایسا عمل بتاؤں گا جس کے ذریعے محبوب بلکہ

شوہر آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو جائے گا۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"خیر ـــــ قدموں میں ڈھیر تو نہ ہوں، بس پہلے جیسے ہو جائیں۔ ان کی یہ ناراضگی ختم ہو جا۔" نگین نے جلدی سے کہا۔ جبکہ حمرہ ابھی تک تعویذ کے مندرجات پر غور کر رہی تھی۔

"بس آپ دس ہزار مرتبہ 'اللہ' کا ورد کریں۔ اس کے بعد تصور کریں کہ انس بھائی آپ کے بہت خوش ہیں۔ پھر دیکھئے گا، کیسا کمال ہوتا ہے۔" وہ آملیٹ کی پلیٹ صاف کرتا ہوا کہہ رہا تھا۔ نگین قدر آسان عمل پر کھل اُٹھی۔

"واقعی ـــــ خدا کے نام میں تو بہت برکت ہے۔"

"واقعی، اس میں تو کوئی شک نہیں۔ مگر اس میں ایک تھوڑی سی پرابلم ہے۔" وہ تائیدی انداز میں ہلاتے ہوئے بولا۔ نگین استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ حمرہ بھی بغور سننے لگی تھی۔

"وہ یہ کہ آپ کو اتنی سی احتیاط کرنی ہے کہ یہ عمل کرنے کے دوران آپ نے کھمبے کو نہیں سوچنا۔"

"ہیں ـــــ کیا مطلب؟" وہ حیران تھی۔

"کھمبا ـــــ پول ـــــ یعنی کھمبے کے متعلق نہیں سوچیں گی آپ اس سارے عمل کے دورا ورنہ جہاں آپ نے کھمبے کے بارے میں سوچا، پھر دوبارہ سے سارا عمل کرنا پڑے گا۔" وہ بے حد شکل بنائے کہہ رہا تھا۔ مگر سیاہ آنکھوں سے شرارت چمک چمک کر ہویدا تھی۔

"لو بھلا ـــــ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کھمبے کے متعلق سوچنے کی۔ خواہ مخواہ۔" نگین نے ہاتھ کر لاپرواہی سے کہا اور برتن سمیٹ کر کچن میں چلی گئی۔

"کس قدر جھوٹے ہو تم وجدان!" حمرہ نے تاسف سے کہا تو وہ اپنے لئے کپ میں چائے انڈ ڈھٹائی سے بولا۔

"اس میں جھوٹ والی کون سی بات ہے؟ وہ کون سا کام ہے جو خدا کے کلام سے نہیں ہو سکتا؟"

"اور یہ کھمبا کہاں سے آ گیا بیچ میں؟" وہ اسے گھور رہی تھی۔ وجدان باوجود ضبط کے ہنس دیا، دلچسپی سے پوچھنے لگا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم مجھ پر اتنا غور کیوں کرتی ہو؟"

"کیا ـــــ؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی جیسے اس کی بات پر یقین نہ آیا ہو۔

"مجھے تم جیسے جھوٹے شخص پر غور کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" اس نے غصے سے کہا تھا۔

"میں نے کیا جھوٹ بولا ہے تم سے؟" وہ استفہامیہ انداز میں بھنوؤں کو جنبش دیتے ہوئے پوچھ تھا۔

"میری ڈائری سے میری شاعری چرا کر اپنے نام سے پیش کرنا کون سا دنیا کا عظیم ترین سچ تھا حمرہ نے طنز سے بھرپور لہجے میں پوچھا تو وہ جتانے والے انداز میں بولا۔

"شکر کرو، بلکہ میرا شکریہ ادا کرو کہ میں نے تمہارے سڑے بُسے لفظوں کو اتنے فریش انداز میں کے سامنے پہنچایا ہے۔ ورنہ تو وہ ڈائری کے صفحات کے ساتھ ہی گل سڑ جاتے۔"

اس کے الفاظ نے حمرہ کو تلملانے پر مجبور کر دیا۔

"چور ہو تم پورے ـــــ اور اول درجے کے جھوٹے بھی۔"

"تبھی تو میں کہتا ہوں کہ تم بہت اچھی ہو۔" وہ اسے جلا رہا تھا۔ اس کی شرارت سے چمکتی آنکھیں اور ہونٹوں پر بچی مسکراہٹ ہمیشہ کی طرح حمرہ کو زچ کرنے لگی۔

"تم دیکھنا، آج میں ابو اور چچا جان کو تمہاری اور تمہارے "موکلوں" کی ساری رپورٹ پیش کروں گی۔" اس نے دھمکایا تو وہ فرمانبردارانہ انداز میں بولا۔

"اور میں ان کے سامنے تمہارا دیوان پیش کروں گا۔ پھر دیکھیں گے، دونوں میں سے کس کو داد زیادہ ملتی ہے۔"

"تم انتہائی......" وہ کہتے کہتے دانتوں پر دانت جما گئی تھی۔

موٹے سیاہ بالوں کی دو چٹیاں آگے گرائے چہرے پر غصے کی سرخی لئے وہ وجدان کو ہمیشہ کی طرح خوبصورت منظر کا حصہ لگی تھی۔ تبھی ہنستے ہوئے انگشت شہادت سے اس کی ناک چھوتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اور تم انتہائی بے وقوف ہو۔"

"تم ہو گے بے وقوف ـــــ اور تمہاری کوئی ہوتی سوتی۔" وہ تپ اُٹھی تھی۔

فائل اٹھا کر کوریڈور کی طرف بڑھتا پلٹ کر شرارت سے بولا۔

"تو تم ہو نا ـــــ"

وہ پیر پٹختی اس کے پیچھے لپکی کہ ایک ہی روٹ ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ کالج جانا مجبوری تھا۔

"اگر آج بھی تم نے موٹر سائیکل کو جیٹ کی طرح اُڑایا تو پھر دیکھنا۔ میں آج چچا جان سے تمہاری شکایت ضرور کروں گی۔"

"تو مت جاؤ میرے ساتھ۔ جانا پڑے نا روٹ کی وین سے تو ساری اکڑ کلف کی طرح نکل جائے۔ مجھے خواہ مخواہ پورے پانچ منٹ لیٹ ہونا پڑتا ہے۔" وہ رُکھائی سے کہہ رہا تھا۔ اس کی طوطا چشمی پر حمرہ کو غصہ آنے لگا۔

"اگر تم پانچ منٹ پہلے نیند سے بیدار ہو جاؤ تو لیٹ ہونے سے بچ سکتے ہو۔"

"پانچ منٹ کی نیند قربان کر دوں، وہ بھی تمہارے لئے؟ دنیا پڑی ہے۔" وہ زیر لب مسکراتا موٹر سائیکل باہر نکالنے لگا۔

حمرہ کا جی چاہا فائل اس کے سر پر دے مارے۔ مگر فوراً ہی اپنے قیمتی نوٹس کا خیال آیا تو اس "تخریب کاری" کو کسی اور وقت کے لئے اُٹھا رکھا۔

●●●●●

"شکر ہے کہ تم گھر لوٹی ہو۔ میں تو گھبرا رہی تھی۔"

ادینہ، اطمینان سے صوفے میں دھنسی کہہ رہی تھی۔ آج بہت دنوں کے بعد صبا اس کے ہاتھ لگی تھی۔ ادیر وہ صالحہ بیگم کے پاس بیٹھی باتیں کرتی رہی تھی۔ میڈیسن لینے کے بعد ان پر غنودگی طاری ہونے

لگی تو وہ آکر ادینہ کے پاس ٹی وی لاؤنج میں بیٹھ گئی۔ اور اب اس کی بات کے جواب میں حیران
اسے دیکھ رہی تھی۔

''کیسی گھبراہٹ؟''

''بھئی یہاں تو نوفل کی صبح ژالے سے اور شام ژالے سے ہو رہی تھی۔'' اس نے تیکھے انداز جیسے صبا کو باور کرانا چاہا کہ وہ بھی اس راز سے واقف ہے۔''

''تو ـــــ؟'' صبا نے خود کو بمشکل پُرسکون رکھا تھا۔ اب کی بار ادینہ گڑبڑائی تھی۔

''کیا مطلب ـــــ تو؟''

''میرا مطلب یہ ہے کہ اگر ان دونوں کی دوستی ہے تو اس میں ایسا خاص کیا ہے؟ ابھی دو دن پہلے ایوبیہ سے ہو کر آرہے ہیں۔ وہ ایک بہت اچھی دوست ہے۔'' صبا نے حتیٰ الوسع کوشش کی کہ اد دھیان معاملے کے اس رخ پر سے ہٹا سکے۔

''تم جانتے بوجھتے انجان بن رہی ہو صبا! شوہر چاہے کتنا ہی محبت کرنے والا کیوں نہ ہو، اسے آزادی دینا ٹھیک نہیں ہوتا۔'' ادینہ نے اسے تنبیہہ کی تھی۔

''ان دونوں کی دوستی چار دنوں کی نہیں بلکہ بہت سالوں کی ہے۔ اور میں اتنی تنگ دل اور تنگ نہیں ہوں کہ ان پر خواہ مخواہ کی پابندیاں لگاتی پھروں۔'' صبا نے انتہائی اطمینان سے کہتے ہوئے ''وفاشعار'' بیوی کی طرح بات ختم کر دی تھی۔

مگر ادینہ کے جاتے ہی اس کی تمام تر بے چینی اور اضطراب عود کر آیا۔ اس نے ایک نگاہ وال کلا پر ڈالی جس کی سوئیاں گیارہ بجا رہی تھیں۔

وہ ایک ان دیکھی آگ میں جلنے لگی۔ پھر اُٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔

ساڑھے گیارہ بجے وہ آگیا تھا۔

کمرے میں آیا تو لائٹس آن تھیں اور وہ آنکھوں پر بازو دھرے لیٹی تھی۔ دروازے کی آواز پر چو کر دیکھنے لگی۔

وہ اس کی طرف دیکھے بنا بریف کیس صوفے پر پھینکتا شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔

''مل گئی آپ کو فرصت گھر آنے کی؟'' اس کا طنز و استہزاء سے بھرا لہجہ بہت غیر متوقع تھا۔ تبھی پورے کا پورا اس کی طرف گھوم گیا۔

''مجھ سے کچھ کہا آپ نے ـــــ؟'' وہ شاید حیران ہونے کی اداکاری کر رہا تھا۔ صبا کو مزید آنے لگا۔

''ظاہر ہے کہ آپ ہی سے کہہ رہی ہوں ـــــ دیواروں سے باتیں کرنے کا شوق ابھی لاحق نہ ہوا مجھے۔''

چند سیکنڈز اسے دیکھتے رہنے کے بعد سر جھٹکتا وہ شرٹ کے باقی بٹن کھولنے لگا۔ اس کی یہ بے نیا ... بے اعتنائی صبا کو تازیانہ بن کے لگی تھی۔

''کہاں تھے آپ ابھی تک؟''

...اٹھ بیٹھی۔ نوفل بھی بحث کے موڈ میں نہیں تھا اس لئے عام سے انداز میں بولا۔

...فارن ڈیلی گیشن کے ساتھ میٹنگ تھی۔ اس کے بعد نئی فیکٹری کے لئے سائٹ کا وزٹ کرنا تھا۔ ...میں ٹائم نکل گیا۔''

...فارن ڈیلی گیشن یا پھر فارنر فرینڈ؟'' وہ بہت چبھتے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔ نوفل نے بہت ...سے اس کی طرف دیکھا جو مکمل طور پر بدگمانی اور بے یقینی کے لبادے میں لپٹی ہوئی تھی۔

''آپ کیا سننا چاہتی ہیں؟ بتا دیں، میں وہی کہہ دیتا ہوں۔''

...سکون انداز میں کہتا کف لنکس کھولنے کے بعد وہ شرٹ اُتارتا اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

...یہ گھر ہے، سرائے نہیں۔ جہاں صرف رات گزارنے کی طلب آپ کو کھینچ لاتی ہے۔'' صبا کا بس ...ل رہا تھا، اس کا سکون بھی درہم برہم کر دے۔

...ش روم کی طرف بڑھتا وہ ٹھٹک کر رک گیا تھا۔

...سچ بتاؤں تو اب رات گزارنے کی طلب بھی نہیں ہوتی۔'' اس نے عجیب سے لہجے میں کہا تو وہ ...ڑی۔

...تو کس نے کہا تھا یہ جبر اپنے سر لینے کو؟ ـــــ نہ کاٹتے یہ مجبوریوں کی سزا۔ بیاہ کے لے آتے ...آفریدی کو تو یوں چوروں کی طرح اس کے دامن میں پناہ نہ لینا پڑتی۔''

...شٹ اپ!'' وہ تیزی سے بولا تھا کہ وہ واقعی ڈر کر چپ ہو گئی۔ اس کے وجیہہ چہرے پر غصے کی ...لک آئی تھی اور آنکھوں میں شدید غصہ۔ ''میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ میں یہ بدتمیزی ...نہیں کر سکتا۔''

...در میں؟ ـــــ میری برداشت کا تو آپ نے بہت پرفیکٹ حساب کتاب کر رکھا ہے۔ چاہے ...کریں، جو کہیں، سننا اور برداشت کرنا میری مجبوری ہے ـــــ کیوں؟'' وہ کاٹ دار لہجے میں ...

...نہیں، نہ سہیں۔ آپ اس گھر میں ''اپنی مرضی'' سے رہ رہی ہیں۔'' وہ فوراً ہی معتدل ہو گیا تھا۔ ...ت اس پر چھوڑ دی۔

اس طرح صبح میں، شام میں ڈھلتے ہیں
کچھ لوگ موسم کی طرح رنگ بدلتے ہیں

...کے دل کو کسی نے مٹھی میں بھینچ لیا تھا۔

...ا قدر ارزاں کر دیتا تھا لمحوں میں یہ شخص۔

...ا مان، کوئی مقام تو نہیں دیا تھا اس نے، سوائے اپنے نام کے۔

...اگ کر نہیں آئی تھی میں۔ نکاح کر کے لائے تھے مجھے اس زندان میں، جسے نبھانا آپ کو دوبھر ...ہے۔'' وہ اونچی آواز میں کہہ رہی تھی۔ دل کے ٹکڑے ہوئے جا رہے تھے اور آنکھوں میں سمندر

آن رکا تھا۔

نوفل کے سر کا درد شدید ہونے لگا۔ تبھی آنکھوں میں بھی سرخی اُتر آئی تھی۔

''فار گاڈ سیک ـــــ ابھی میرا سر مت کھائیں۔ یہ تو ساری زندگی کا عذاب ہے۔'' وہ تلخی سے واش روم میں چلا یا تھا۔

چند لمحوں تک وہ اس کے لفظوں کے بھنور میں چکراتی رہی پھر ایک جھٹکے سے اُٹھی اور دروازہ کھول باہر نکل گئی۔ اس وقت اس کے سوچنے سمجھنے کی ہر صلاحیت گم ہو چکی تھی۔

وہ شاور لے کر باہر نکلا تو اپنی طبیعت میں کافی ہلکا پن محسوس کر رہا تھا۔ مگر چائے کی شدید طلب رہی تھی۔ باہر آتے ہی ایک ہی نظر میں اسے صبا کی غیر موجودگی کا علم ہو گیا۔ سر جھٹک کر وہ اندر کمرے کی طرف بڑھا۔ وہاں کی لائٹ آف تھی۔ اس نے اپنا شک دور کرنے کے لئے لائٹ آن کے دیکھا مگر کمرہ خالی تھا۔ اس کی کشادہ پیشانی پر شکنیں پھیل گئیں۔ کمرے سے باہر نکل کر باہر جھا نائٹ بلب کے علاوہ ہر لائٹ آف تھی۔ وہ حد درجہ کوفت کا شکار ہونے لگا۔ صبا کی اس جذباتیت بچکانہ پن نے اسے خفیف سی جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا۔

بدن پر شرٹ چڑھاتا وہ ناچار سیڑھیوں سے نیچے اتر آیا۔ یکے بعد دیگرے اس نے تمام کمروں جھانک لیا مگر وہ کہیں بھی نہیں تھی۔

'کہاں جا سکتی ہے اس وقت ـــــ؟'

نوفل چکرا کر رہ گیا تھا۔

●●●●●

''میں کھانا کھا کے آیا ہوں۔'' تائی جان کے استفسار پر انس نے انہیں اطمینان دلایا تھا۔ آج معمول سے ہٹ کر دو گھنٹے لیٹ آیا تھا۔ اس سے پہلے وہ ہمیشہ تایا جان اور چچا جان کے ساتھ ہی سے اُٹھ جایا کرتا تھا۔ مگر آج کچھ دوستوں کے ساتھ چلے جانے کی وجہ سے وہ لیٹ گھر آیا تھا۔ اور بے چینی نگین کے دل کو لگی تھی یہ وہی جانتی تھی یا پھر ضحیٰ۔ جو حسب عادت مذاق اُڑاتی رہی تھی۔

''کرا ہی لیا تمہیں بھی عشق انس بھائی نے آخر۔''

''یہ فکر ہے، عشق نہیں۔'' وہ مکر گئی تھی۔

''فکر ہی عشق ہے جنابہ! ـــــ دس چکر تو پورچ کے لگا کے آئی ہو تم۔'' وہ ہنوز اسی انداز میں بولی وہ جھینپ گئی۔

''اس سے پہلے وہ کبھی دوستوں کے ساتھ گئے ہی نہیں۔ سیدھے گھر آیا کرتے ہیں۔''

''عبرت کا مقام ہے۔ ''کشش ثقل'' کم ہو رہی ہے۔'' ضحیٰ نے شرارت بھرے تاسف سے کہا تو اسے گھورنے لگی تھی۔

اور اب وہ تھکن کا بہانہ کر کے فوراً ہی اُٹھ گیا تھا۔ وہ بے چین سی اپنی پلیٹ میں چمچ چلاتی رہی۔ وہ شاور لے کر فریش سا آیا اور ٹی وی کے سامنے براجمان ہو گیا۔

ی کے شرارتی اشاروں کو نظرانداز کرتی سب سے پہلے اپنا کھانا ختم کر کے اُٹھی اور لاؤنج میں

ئے لاؤں آپ کے لئے؟'' اس نے بڑے میٹھے لہجے میں پوچھا مگر انس نے ٹی وی اسکرین پر ٹائے بغیر سپاٹ لہجے میں کہا۔

ں سب کے ساتھ پی لوں گا۔''

نے دزدیدہ نظروں سے سلمیٰ ہائیک کے ہوش ربا سراپے کو دیکھا اور ہلکے سے کھنکھار کر بولی۔

ج کل بہت مصروف ہو گئے ہیں آپ؟ صبح بھی اتنی جلدی میں نکل گئے۔''

ی کو اپنی روٹین بھی تو سیٹ کرنی چاہئے۔'' وہ ہنوز ٹی وی پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ نگین نے ے اسے دیکھا۔

کیا اب آپ روزانہ جلدی جایا کریں گے اور دیر سے لوٹا کریں گے؟''

ا ہے نا، میری بھی روٹین سیٹ ہو جائے گی اور تمہیں بھی اطمینان ہو جائے گا۔'' وہ بہت عام میں کہتا نگین کے اعصاب کو الرٹ کر گیا۔

! آپ ناراض ہیں مجھ سے؟'' اس نے پوچھا نہیں بلکہ بڑے تیقّن سے کہا تھا۔

ـــــ تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنس کر بولا اور اپنی موسٹ فیورٹ طرف متوجہ ہو گیا۔ نگین کو صدمہ سا ہوا۔

ب آپ زیادتی کر رہے ہیں انس!''

بھی احساس ہو گیا ہے۔ اسی لئے سوچا کہ اب تم پر یہ زیادتی نہیں ہونی چاہئے۔ ڈونٹ وری، ائم کا مصرف ڈھونڈ رہا ہوں۔''

لون انداز میں کہتا نگین کے دل کو اضطراب کا شکار کر گیا۔ مگر چچا جان کے آجانے کی وجہ سے ام تر بے چینی اندر ہی دبانے پر مجبور ہو گئی۔

چائے بناؤ جا کر۔'' چچی جان نے اسے آرڈر دیا تو وہ احتجاجی نظروں سے انہیں دیکھتی کچن ا۔ اور ابھی وہ چائے بنا کے فارغ ہی ہوئی تھی کہ وجدان ایک اور آرڈر لے آیا۔

بھائی کے لئے گرما گرم کھانا لایا جائے۔''

کھانے کا کون سا ٹائم ہے؟'' اس نے جھنجلاہٹ آمیز لہجے میں کہتے ہوئے اسے گھورا تو وہ از میں بولا۔

بری بات ہے آپی! ـــــ اب کیا ٹائمنگ کے ساتھ کھانا ملا کرے گا؟ ابھی وہ لوٹے ہیں ''

پا کا ڈسپلن تو آرمی آفیسرز کو بھی مات کر دے گا۔'' پلیٹیں دھو کر ریک میں رکھتے ہوئے حمرہ سے کہا تو وہ ٹرے وجدان کے ہاتھوں میں تھما کر چولہے کی طرف پلٹ گئی۔

ندے کو کھانے کے ٹائم پر تو گھر پہنچ جانا چاہئے۔ دوسروں کو خواہ مخواہ بیگار بھگتنا پڑتی ہے۔''

وہ برتن پٹختے ہوئے بڑبڑا رہی تھی۔

"آپی۔۔۔۔!" حمرہ نے دبے لفظوں میں اسے ٹوکنا چاہا مگر غصے کی حالت میں وہ کم ہی کسی کی [illegible] کرتی تھی۔

"صحیح کہہ رہی ہوں میں۔ اب دیر سے آنے والوں کو تو ٹھنڈا کھانا کھانے کی ہی سزا ملنی چاہیے۔ اتنے لاڈ اُٹھوانے کی کیا تک ہے؟۔۔۔۔ نوکر ہوگئی ہوں میں صاحب بہادر کی۔۔۔۔۔" وہ باآواز بلند اپنی ناگواری کا اظہار کر رہی تھی۔

"حمرہ گڑیا! میرے لئے صرف ایک کپ اسٹرونگ سی چائے۔" سنجیدہ سے لہجے نے یکلخت اسے بریک لگادی تھی۔

"جی معید بھائی!" بے چاری حمرہ خواہ مخواہ شرمندگی کا شکار ہونے لگی۔

"کھانا نہیں کھائیں گے آپ؟" وہ پلٹنے لگا تو حمرہ نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"نہیں، بس ساتھ ایک سر درد کی ٹیبلٹ دے دینا۔ میں بڑے ماموں کے کمرے میں ہوں۔" ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا چلا گیا۔

"قسم سے آپی! بہت بری ہیں آپ۔ کھانا بھی نہیں کھانے دیا انہیں۔" حمرہ نے ناراضگی سے [illegible] وہ ناگواری سے بولی۔

"میں نے ان کے ہاتھ تو نہیں پکڑ رکھے۔ ان کا گھر ہے، جب جی چاہے کھاتے پھریں۔ اور [illegible] درد وہ "کچہری" سے لے کر آئے ہیں، نہ کہ میں نے انہیں گفٹ کیا ہے۔"

حمرہ خاموشی سے معید کے لئے چائے کا پانی رکھنے لگی۔

ضحیٰ سر جھٹکتی کچن سے نکل گئی تھی۔

'اچھا ہے۔۔۔۔ موصوف کو اپنی اوقات پتہ چلتی رہنی چاہئے۔ اور یہ بھی کہ اس کھیل میں مخالف اس کا ہم پلہ ہے۔' وہ تلخی سے سوچتی بہت مسرور و سرشار تھی۔

●●●●●

کمرے میں آکر بھی وہ اس سے اس قدر لاتعلق تھا کہ نگین عاجز آگئی۔

"کیا مصیبت ہے انس! بتا بھی نہیں رہے کہ کس بات پر خفا ہیں۔"

"تمہیں میری خفگی کی اتنی فکر ہوتی تو یہ بھی پتہ ہوتا کہ میں کس بات پر ناراض ہوں۔" اس کڑوے لہجے میں کہتے ہوئے اس پر واضح کردیا کہ وہ واقعی اس سے ناراض تھا۔ مگر کس بات پر؟

کل سارا دن خوش گپیوں میں گزارا تھا۔ اور تو اور نگین نے بطورِ خاص اس کا پسندیدہ سوٹ پہنا [illegible] تمام وقت وہ اس کی نظروں سے جھلکتی پسندیدگی کو محسوس کرتی رہی تھی۔ کب، کہاں کچھ غلط ہوا کہ اسے [illegible] ہی نہیں چلا۔

تبھی اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

'رات جتنی دیر تک میں کہوں گا، ہم دونوں جاگیں گے اور خوب باتیں کریں گے۔'

'اوہ گاڈ۔۔۔۔' اسے یاد آیا کہ وہ انس کے آنے سے پہلے ہی سو چکی تھی۔

نگین نے اس کی طرف دیکھا جو ناراضگی کے اظہار کے طور پر اب تکیہ منہ پر دھرے لیٹا ہوا تھا۔

"اوکے۔۔۔۔ مان لیا کہ غلطی میری ہی تھی۔ میں اتنی تھکی ہوئی تھی کہ آپ کا انتظار کئے بنا ہی سو گئی۔ آئی ایم سوری۔" نگین نے صلح کا جھنڈا لہرایا تھا۔ مگر بے سود۔ تب اس نے تکیہ پرے ہٹا دیا۔

"سونے دو مجھے۔" وہ بے زار تھا۔

"اتنی جلدی۔۔۔۔ اور وہ بھی مجھ سے بات کئے بنا؟ ناممکن۔" نگین نے دھونس جمائی تھی۔

"اگر تم ایسا کر سکتی ہو تو پھر مجھے بھی کوئی نہیں روک سکتا۔"

"انس! سوری بول رہی ہوں نا۔" وہ بے چارگی سے کہہ رہی تھی۔ مگر وہ اس کی طرف سے کروٹ بدل گیا۔

"چہ۔۔۔۔" وہ پریشان سی اٹھ کر دوسری طرف اس کے سامنے آبیٹھی۔

"اب غلطی کی سزا تو سوری ہی ہوتی ہے۔ آپ تو سیریسلی خفا ہوگئے ہیں۔"

"نگی! میرا دماغ مت کھاؤ۔ خود بھی سوؤ اور مجھے بھی سونے دو۔" وہ رُکھائی سے کہہ رہا تھا۔ نگین کے دل پر چوٹ لگی۔

"آپ تو شاید آرام سے سو ہی جائیں، مگر مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"پتہ ہے مجھے جتنے پانی میں ہو تم۔" وہ طنز کر رہا تھا۔ نگین زچ ہوگئی۔

"ہر ناراضگی کا ایک اینڈ بھی ہوتا ہے انس!۔۔۔۔ میں نے سوری کہا، آپ پھر بھی نہیں مان رہے۔ بتائیں پھر میں اور کیا کروں کہ آپ خوش ہو جائیں؟"

"تم فی الحال میری جان چھوڑ دو۔۔۔۔" وہ اس قدر بے اعتنائی سے بولا کہ پہلے تو وہ حد درجہ بے [illegible]ئی سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر ساتھ ہی جو رونا شروع کیا تو اب تک اس سے ناراض بیٹھا انس بھی بوکھلا گیا۔

"نگی! کیا بے وقوفی ہے یہ؟۔۔۔۔ خاموش ہو جاؤ۔"

"اتنے ہی عاجز آگئے ہیں آپ مجھ سے؟۔۔۔۔ آپ نے یہ سب کہا بھی کیسے؟" وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

انس اُٹھ بیٹھا۔

"دماغ خراب ہوگیا تھا میرا۔ اب خوش؟"

"دیکھا، آپ مجھ سے راضی ہی نہیں، تبھی تو ایسی باتیں کر رہے ہیں۔" اس کے آنسو انس کے دل کو [illegible]ئے جا رہے تھے۔

"اوکے بابا! آئی ایم سوری۔ بکواس کر رہا تھا میں۔ اب تو چپ ہو جاؤ۔" وہ فوراً ہی اپنے جامے میں [illegible]ٹ آیا تھا۔

"خفا تو نہیں ہیں نا مجھ سے؟" آنسوؤں بھری آنکھیں فوراً ہی گلابی ہوگئی تھیں۔ معصومیت سے

پوچھتی وہ اس کا سارا غصہ اُڑا گئی۔

بہت ملائمت سے اس کے آنسو پوروں سے جھٹک کر وہ متاسفانہ انداز میں بولا۔

''بھلا مجھ سا مسکین شوہر بھی دنیا میں اور کہیں ہوگا۔ میں تم سے ناراض تھا اور منانا مجھ کو تمہیں پڑ رہا ہے۔''

''میں تو کتنی دیر سے آپ کو منا رہی تھی۔'' اس نے احتجاج کیا تو وہ بھنوؤں کو ہلکی سی جنبش دے کر گہری سانس لیتے ہوئے تاسف بھرے لہجے میں بولا۔

''ایک سو ایک طریقے ہوتے ہیں روٹھے ہوئے شوہر کو منانے کے۔ مگر تم نے کبھی اس طرف توجہ دی ہو تب نا۔''

''مجھے نہیں سیکھنا کوئی طریقہ۔ بس آپ مجھ سے ناراض نہ ہوا کریں۔'' وہ خفگی سے کہہ رہی تھی۔

''کیوں؟ ــــــ جائز بات پر بھی نہیں؟'' وہ معترض ہوا تو اس نے سادگی سے کہا۔

''میرا دل بند ہونے لگتا ہے۔''

انس کا دل بہت ترنگ میں دھڑکا تھا۔ وہ بہت کم اپنے جذبات کا اظہار کرتی تھی بلکہ اس معاملے میں بہت نکمی تھی۔ اور آج اتنی سادگی سے کہتی اس کی چاہت کو دوام بخش گئی تھی۔

انس نے بہت چاہت سے اسے اپنے قریب کیا تھا۔

''اب کبھی مجھ سے خفا ہوئے تو میں آپ سے کبھی بھی نہیں بولوں گی۔'' وہ اس سے پکا وعدہ چاہ رہی تھی

''تو پھر میں مر جاؤں گا۔''

''انس ــــــ!''

وہ شرارت سے بولا تو وہ اس قدر زور سے چیخی کہ انس نے بے اختیار اسے خود میں سمیٹ لیا تھا۔

''آئی ایم سوری ــــــ رئیلی سوری۔''

انس کو نئے سرے سے اسے منانا پڑ گیا۔

●●●●●

وہ یونہی ننگے پاؤں تیز قدموں سے چلتا کوریڈور کے داخلی دروازے تک گیا مگر وہ لاکڈ تھا۔ اس کا دل خدشات کی آماجگاہ بننے لگا۔ مگر اتنی تسلی بہرحال ہوگئی کہ وہ گھر ہی میں تھی۔

مگر کہاں ــــــ؟

وہ تھوڑی دیر تک لاؤنج کے وسط میں کھڑا ہو کر اندازہ لگاتا رہا کہ وہ گھر میں کہاں ہو سکتی ہے۔ یونہی شبے کی بناء پر وہ صالحہ بیگم کے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔ ناب گھما کر دروازہ کھولتے ہی وہ اپنی جگہ جم سا گیا۔ کمرے کی لائٹ آن تھی اور وہ صالحہ بیگم کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا دوپٹے سے آنکھیں پونچھنا بھی نوفل سے چھپا نہیں رہ سکا تھا۔

''اندر آجاؤ نوفل!'' صالحہ بیگم بے حد سنجیدہ تھیں۔ نوفل کو تفکر سا ہوا، جانے اس نے آکر کن لفظوں

ں کی شکایت کی تھی۔

''میں انہی کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اتنی رات کو اٹھ کر آپ کے پاس آگئیں۔'' وہ بہ دقت مسکرا پایا تھا۔

''میں اس سے پوچھ رہی تھی مگر اب تم سے پوچھوں گی کہ ایسے حالات ہی کیوں پیش آئے کہ اسے رات کو اپنا کمرہ چھوڑ کر یہاں آنا پڑا؟'' صالحہ بیگم نے سختی سے پوچھا تو وہ جز بز سا ہو کر ان کی پائنتی یا۔

''یہ تو آپ ان محترمہ سے پوچھیں.......'' اس نے کہنا چاہا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹ کر سابقہ لہجے لیں۔

''یہ تمہاری بیوی ہے نوفل! ــــــ جس طرح تم اس پر استحقاق رکھتے ہو، اس پر پابندیاں لگاتے یسے ہی اس کو بھی حق ہے تم سے یہ پوچھنے کا کہ تم آدھی رات کو کہاں سے آرہے ہو۔''

''میں میٹنگ میں تھا امی!'' وہ احتجاجاً بولا تو انہوں نے تیز لہجے میں کہا۔

''یہ تم اسے بھی بتا سکتے تھے۔ خوامخواہ ایشو بنانے کی کیا ضرورت تھی؟''

''کیا ــــــ کیا ایشو بنایا ہے میں نے؟'' وہ متحیر تھا۔

''میں صرف اتنا جاننا چاہتی ہوں کہ کیا تم پہلے بھی صبا سے لڑتے رہے ہو؟'' صالحہ بیگم نے اپنے یں لچک نہیں آنے دی تھی۔

''پہلے؟ ــــــ میں اب بھی کہاں لڑا ہوں؟''

''نوفل ــــــ!''

ن کے تادیبی انداز پر وہ جھنجلا اٹھا تھا۔

''فار گاڈ سیک امی جان! میں نہیں جانتا کہ صبا نے آپ سے میری کیا شکایت کی ہے۔''

''اس نے مجھے سچ سچ بتا دیا ہے کہ نہ صرف تم نے آج اس سے جھگڑا کیا ہے بلکہ پہلے بھی چھوٹی باتوں پر اس سے جھگڑتے رہتے ہو ــــــ مجھے یقین نہیں آرہا نوفل! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟'' وہ نہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔

ل بہ مشکل اپنا غصہ ضبط کر پایا تھا۔ ایک تیز نظر صبا پر ڈالی جو سر جھکائے صالحہ بیگم سے جڑ کے بیٹھی ہاسوں سوں کرتی ان کی پوری ہمدردی بٹور رہی تھی۔

''میرا سر درد کر رہا تھا۔ اوپر سے آتے ہی محترمہ کی پوچھ گچھ، غصہ تو آئے گا نا۔'' نوفل نے ہلکے پھلکے ل کہتے ہوئے اپنی پوزیشن کلیئر کرنا چاہی تھی۔ پھر ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا اور کاٹ دار لہجے میں صبا لب ہوا۔

''بہت ہو گیا تماشہ ــــــ اب اٹھ جایئے۔''

''نوفل! یہ کیا بدتمیزی ہے۔'' صالحہ بیگم کو اس کے انداز پر غصہ آیا تھا۔ ''بیٹھ جاؤ آرام سے۔'' وہ ہوئے بولیں تو وہ جبڑے بھینچتا، صبا پر تیز نگاہ ڈالتا پھر سے بیٹھ گیا۔

''کس بات کا غصہ ہے تمہیں؟ ــــــ میرے سامنے ہر بات کلیئر کرو۔ اگر صبا کی غلطی ہے تو بھی

بتاؤ۔ میں اسے بھی ڈانٹوں گی۔ مگر بلاوجہ تم میری بہو اور اپنی بیوی پر غصہ نہیں کر سکتے۔ میں یہ بالکل پسند نہیں کروں گی۔" ان کی پیشانی پر شکن تھی۔

"میں نے آپ کو بتایا ہے نا۔ چھوٹی سی بات تھی۔ اگر یہ کمرے ہی میں مجھ سے جھگڑ کر بات لیتیں تو اتنا بڑا فساد کھڑا نہیں ہوتا۔" وہ بہ دقت تمام خود پر قابو پاتے ہوئے سرسری انداز میں بولا تو انہوں نے پھر سے اسے ہی ڈانٹ دیا۔

"کسی کو جاننے کے لئے ساری عمر اس کے ساتھ رہنا ضروری نہیں ہوتا۔ میں صبا کی طبیعت اچھی طرح جانتی ہوں۔ بہت صابر بچی ہے یہ۔ آج تک اس کے منہ سے میں نے اُف تک نہیں سنی۔ ابھی بھی اگر اس نے احتجاج کیا ہے تو اس لئے کہ تم اپنی حد بھول رہے ہو۔ اس معصوم صورت کو ڈانٹنے کو تمہارا دل کیسے چاہتا ہے؟"

"معصوم۔" نوفل دانتوں پر دانت جما کر رہ گیا۔ مگر فی الوقت تو بات ختم کرنے ہی میں بہتری تھی۔

"آئی ایم سوری! ____ میری وجہ سے آپ کو ڈسٹربنس ہوئی......" اس نے کہنا چاہا تو صالحہ بیگم اس کی بات کاٹتے ہوئے سہولت سے بولیں۔

"جو بھی بات کرنی ہے صبا سے کرو۔ ڈسٹرب یہ ہے تمہاری وجہ سے۔"

لحظہ بھر کے توقف کے بعد اس نے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے صبا کی طرف دیکھا تھا۔

"اوکے ____ آئی ایم سوری۔ اب تو چلیں اپنے کمرے میں۔" اس کا انداز بہت دوستانہ تھا۔

صالحہ بیگم مسکراتے ہوئے استفہامیہ نظروں سے صبا کو دیکھنے لگیں۔

"مجھے نہیں جانا۔" اس کی آواز میں ابھی بھی بھیگا پن تھا۔ ناراضگی تھی۔

"دیکھ لیں۔ پھر بھی آپ مجھے ہی قصوروار ٹھہرائیں گی۔" نوفل کو اس کا انداز سخت ناگوار گزرا تھا۔

"وہ تو تم ہو۔ ورنہ بات مجھ تک کبھی نہ پہنچتی۔ بہرحال۔" وہ رک کر صبا کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

"جاؤ بیٹا! اپنے کمرے میں۔ اب اگر اس نے ایسا کچھ کیا تو میں پوچھ لوں گی اسے۔"

"یہ مجھے ڈانٹیں گے۔" وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی تو ناچار نوفل کو ہنستے ہوئے کہنا پڑا۔

"اِٹس اِنف صبا! ____ کیوں امی کو پریشان کر رہی ہیں؟"

"اب اگر آپ نے مجھے ڈانٹا یا جھگڑا کیا تو میں انہی کے پاس آ جاؤں گی۔" وہ بالکل سنجیدہ تھی۔

"اس کا دماغ تو خراب نہیں ہوا جو یہ تمہیں ڈانٹے گا۔ چلو، اب سوری کہہ دیا ہے نا اس نے۔ ویسے بھی رات بہت ہو گئی ہے۔" صالحہ بیگم نے اسے پچکارا تو وہ خاموشی سے اُٹھ گئی۔

"نوفل! اب مجھے کبھی تمہاری شکایت ملی تو میں تم سے بات نہیں کروں گی۔" صالحہ بیگم نے اسے تنبیہہ کی تھی۔

نوفل نے جھک کر انہیں بانہوں کے حلقے میں بھرتے ہوئے ان کا سر چوم لیا۔

"آئی ایم سوری! ____ اب آپ کو کبھی شکایت نہیں ملے گی۔"

وہ مسکرا دی تھیں۔

کمرے میں آنے تک اس کا پارہ ہائی ہو چکا تھا۔

دروازہ لاک کر کے پلٹا تو اس کے تیور ہی بدلے ہوئے تھے۔ صبا کے قریب آتے ہوئے اس کا بازو پکڑ کر ہلکا سا جھٹکا دیا تو وہ لڑکھڑا کر بستر پر ٹک گئی۔

"بہت شوق ہے نا آپ کو دنیا کو تماشہ دکھانے کا؟" وہ پھنکارا تھا۔ صبا کی رنگت زرد پڑ گئی مگر وہ خوفزدہ نہیں ہوئی تھی۔

"میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی تھی کہ میں اکیلی نہیں ہوں، بہت سے لوگوں کے سامنے آپ جواب دہ ہوں گے۔" اسے صالحہ بیگم کا ردِ عمل حوصلہ دے رہا تھا۔

"بہت خوب ____ مگر آپ یہ نہیں جانتیں کہ اصل میں تماشا لگایا کیسے جاتا ہے۔ میں بتاتا ہوں آپ کو۔" سرسراتے لہجے میں کہتا وہ اس کی طرف بڑھا تو اس کی آنکھوں سے عجیب سی سلگتی کیفیت ہویدا تھی جس نے صبا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا دی۔

●●●●●

وہ حمرہ کے کمرے سے نکلی تو ارادہ یہی تھا کہ اب اپنے پورشن میں جایا جائے۔ رات کافی ہو چکی تھی۔ راستے میں ہی ٹیلی فون کی بج اٹھنے والی گھنٹی نے اس کے قدموں کو روک دیا۔ دوسری ہی گھنٹی پر اس نے یونہی کھڑے کھڑے فون اٹھا لیا۔ بے توجہ سی ہیلو کے جواب میں دوسری طرف بینش کو پا کر وہ خوشگوار کیفیت میں گھرنے لگی۔

"ابھی تک زندہ ہو؟ ____ میں تو سمجھ رہی تھی اگلے جہاں سدھار گئی ہو گی۔ کوئی فون نہ ملاقات۔"

وہیں نیم تاریک لاؤنج میں صوفے پر آلتی پالتی مارے فون سیٹ گود میں رکھ کر بیٹھ گئی۔

اس وقت گیارہ بجے سے اوپر کا ٹائم ہو رہا تھا۔ تقریباً سبھی سو چکے تھے۔ کوریڈور کے سرے پر جلتا بلب لاؤنج تک کمزور سی روشنی پہنچا رہا تھا۔ اس نے بھی اُٹھ کر لائٹ آن کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

"میں تو الحمدللہ زندہ ہوں۔ تم سناؤ، منگنی وگنی کا کیا ہوا؟ یا پھر کنواری ہی فوت ہونے کا ارادہ ہے؟"

وہ بات میں اس سے دو ہاتھ آگے ہی تھی۔

ضحیٰ نے بھی اسی کے سے انداز میں جواب دیا تھا۔

"خدا نہ کرے ____ تمہارے منہ میں خاک۔"

"خدا کے لئے ضحیٰ! اب اس منہ میں منگنی کے لڈو ڈال دو۔ بہت ہو گیا انتظار۔"

"اور اگر شادی کا لڈو کھلا دوں تو؟" وہ بڑے موڈ میں تھی۔

دوسری طرف بینش یقیناً اچھل پڑی تھی۔

"کس قدر ذلیل ہو تم ضحیٰ! پچھلے ایک ہفتے سے ہم لوگ تمہاری منگنی کے انوی ٹیشن کا انتظار کر رہی اور تم گھنی بن کے بیٹھی ہو۔ اور اب یہ ایک دم سے شادی؟"

"اچھا جی ____ تو تم نے کیا سوچا تھا، میری شادی کبھی ہونی ہی نہیں؟" ضحیٰ بے ساختہ ہنسی تھی۔

شانوں سے نیچے آتے سیاہ سلکی بالوں میں ہاتھ چلاتی وہ بہت ریلیکس تھی۔

"دولہا بھائی کی سناؤ ـــــ تمہارا کون سا ایسا رُوپ دیکھ لیا کہ ڈائریکٹ شادی کی تاریخ مانگ بیٹھے ہیں؟" وہ چھیڑ رہی تھی۔

اک کوفت کا سا احساس ضحیٰ کے دل میں بیدار تو ہوا مگر دنیا داری رکھنا بھی ایک مجبوری ہی تھی۔

"دولہا بھائی کا کیا پوچھتی ہو، وہ تو انگلیوں پر دن گن رہے ہیں۔" گہری سانس بھر کے کہا۔

"اور وہ دشمنی کیا ہوئی؟" بینش کو خوشگوار سی حیرت نے گھیرا تھا۔

"تم نے سنا نہیں، شدید نفرت کے پیچھے شدید محبت چھپی ہوتی ہے۔" اس نے فلسفہ بولا تھا۔

"اور تم ـــــ؟"

"میں کیا؟" اس کا سوال سمجھتے ہوئے بھی ضحیٰ نے جان بوجھ کر تجاہل عارفانہ سے کام لیا تھا۔

"تمہارے دل میں بھی کوئی نرم گوشہ پیدا ہوا ان کے لئے یا نہیں؟"

ضحیٰ کو اس کے سوال پر دل ہی دل میں ہنسی آئی تھی۔ اگر وہ جان لیتی کہ اس کے دل میں معید حسن کے لئے کیا ہے تو مارے حیرت کے بت بن جاتی۔

"اب دیکھو نا ـــــ ایک دم سے تو میرے جذبات نہیں بدل سکتے۔ ہاں، ہو سکتا ہے کہ آہستہ آہستہ مجھے بھی محبت ہو ہی جائے ان سے۔" وہ ڈائیلاگ جھاڑ رہی تھی۔

"ابھی کیا چل رہا ہے، وہ بتاؤ۔" وہ متجسس تھی۔

اب کی بار اس کے انداز پر ضحیٰ کو واقعتاً ہنسی آ گئی۔

"میں جو اس کے نام سے بھاگا کرتی تھی
سب سے پہلے اسیرِ محبت ہوئی میں ہی"

اس نے آہ بھر کے بڑے اسٹائل سے کہا تو دوسری طرف بینش اسے گالیاں دینے لگی۔

"ایک مرتبہ دولہا بھائی سے باضابطہ ملاقات تو ہو لینے دو۔ ان کی دشمنیوں کے قصے سنا سنا کر ہم سے باجماعت کوسنے دلواتی رہی ہو ان کو۔ جوتے پڑواؤں گی تمہیں۔"

"ارے جناب! وہ تو ہمیں ہمہ وقت پلکوں پر بٹھانے کو تیار ہیں اور تم ـــــ" اس کا ڈائیلاگ بہت شاندار تھا۔ اور ڈائیلاگ ڈیلیوری اس سے بڑھ کے متاثر کن۔ مگر اب جبکہ آنکھیں لاؤنج کی نیم تاریکی سے پوری طرح آشنا ہو چکی تھیں، ذرا سا نظریں گھمانے پر وہ سامنے سنگل صوفے پر نیم دراز حالت میں دھنسے معید حسن کو بہت اچھی طرح پہچان گئی تھی۔

بند مٹھی ہونٹوں پر جمائے کہنی صوفے پر ٹکائے وہ کتنی دیر سے یہاں براجمان تھا۔

اس کا ڈائیلاگ ہی نہیں، سانس بھی حلق ہی میں اٹک گیا۔

لمحہ بھر میں پورا وجود پسینے میں شرابور ہو گیا تھا۔

"میں .... پھر فون کروں گی ...." اس نے بینش سے پہلے فون رکھ دیا تھا۔

خدا جانے اس نے کیا سوچا ہو گا۔ مگر ضحیٰ کو یوں لگ رہا تھا جیسے جسم کے تمام مساموں سے حرارت

ُوٹ پڑی ہو۔ شرمندگی اور خجالت اس سے سوا۔ ابھی کچھ لمحے پہلے کی جانے والی گفتگو کے الفاظ اس کے گرد ناچنے لگے۔ اس قدر معنی خیز اور کھلی گفتگو، وہ کیا نہیں سمجھا ہو گا؟ یہ الفاظ کس قدر مصنوعی اور کھوکھلے تھے، یہ ضحیٰ میر جانتی تھی۔ مگر جو کچھ معید حسن نے اپنے کانوں سے سنا تھا، وہ سب کیا اسے خوش فہمیوں کی انتہا تک لے جانے کو کافی نہیں تھا؟

اس کی کنپٹیاں سلگ اُٹھیں۔

"بس، یہ اصلیت ہے آپ کی۔ شرم نہیں آتی آپ کو کسی کی پرسنل گفتگو سنتے ہوئے؟" اسے شدید غصہ آیا تھا۔ شرمندگی و خجالت اب کہیں دور جا سوئی تھی۔ صرف لحظہ بہ لحظہ بڑھتی غصے کی آگ تھی جو اسے پورا کا پورا اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔

"میرے خیال میں پہلے تمہیں اپنی آنکھوں کا علاج کرانا چاہئے۔ کیونکہ میں پہلے ہی سے اپنے ضروری فون کے انتظار میں یہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اب تم "بیچ لاؤنج" میں اپنے پرسنلز کھول کے بیٹھ جاؤ تو یہ مجھے اندازہ نہیں تھا۔" وہ بہت ٹھنڈے انداز میں کہتا اسے مزید اہانت کا شکار کرنے لگا۔

"میں محض اُسے ٹالنے کے لئے یہ سب کہہ رہی تھی۔ آپ کسی خوش فہمی کا شکار مت ہو جایئے گا۔" اس کی عزتِ نفس کسی بوجھ تلے دبنے لگی تھی۔

"خدا نہ کرے کہ میں ایسی "غلط فہمی" کا شکار ہوں۔" اپنے تئیں تصحیح کرتے وہ گہری سانس بھرتا سیدھا ہو بیٹھا۔ اس کے طنز نے ضحیٰ کو جز بز کیا تھا مگر صورتحال ہی ایسی تھی کہ وہ ضبط کرنے پر مجبور تھی۔ مگر اس کے اگلے جملے نے اسے بھک سے اُڑا دیا تھا۔

"ہاں، البتہ اگر تم کسی خوش فہمی کا شکار ہو تو میں مائنڈ نہیں کروں گا۔"

"ایسی کوئی غلط فہمی لاحق ہونے سے میں مرنا بہتر سمجھتی ہوں۔ دنیا داری بھی کوئی چیز ہے جسے دل پر جبر کرتے ہوئے نبھانا پڑتا ہے۔" وہ پھنکاری تھی۔

"اگر یہ ایکٹنگ تھی تو بہت شاندار تھی۔ آئی ایم امپریسڈ۔ تم واقعی دنیا داری نبھا سکتی ہو۔" وہ داد دینے والے انداز میں بولا۔

وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ کو جو سمجھنا ہے، سمجھتے رہیں۔ اصلیت کیا ہے، یہ وقت کے ساتھ ساتھ آپ کو بہت اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گا۔" وہ تن فن کرتی چلی گئی تھی۔

معید چند لمحے وہیں بیٹھے رہنے کے بعد ریڈیم ڈائل والی گھڑی پر ٹائم دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ درحقیقت وہ یہاں کسی فون کال کے انتظار میں نہیں بیٹھا تھا۔ نیشنل جیوگرافک چینل پر ڈاکومنٹری فلم دیکھنے کے بعد ٹی وی آف کر کے ابھی وہ اُٹھنے کی سوچ ہی رہا تھا کہ پاس سے گزرتی ضحیٰ نے بج اٹھنے والا فون اٹھا لیا تھا۔

وہ متاسفانہ انداز میں سر ہلاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

صبح ناشتے کی میز پر حسبِ معمول خوشگوار سی ہلچل مچی ہوئی تھی جب ایک دم ہی صورت حال سنگین

ہو گئی۔

انس کے ساتھ مسکراتی ہوئی آتی نگین یکدم ہی چکرا کر گری تو انس کے گھبرا کر سنبھالتے ہوئے بھی وہ اس کی گرفت سے پھسل گئی۔

سب بوکھلا کر اس کی طرف بڑھے۔ انس نے اسے اٹھا کر صوفے پر لٹا دیا تھا۔ چچی جان جلدی سے اس کے پیروں کے تلووں کی مالش کرنے لگیں۔

"حمرہ! جلدی سے گلوکوز بنا کے لاؤ۔" تائی جان نے حمرہ کو دوڑایا تھا۔

اتنی دیر میں وہ ہوش میں آ چکی تھی۔ انس کا دل اس کی زرد پڑتی رنگت دیکھ کر گھبرانے لگا۔

"میں ڈاکٹر کو لے آؤں؟" معید تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

"زارا مجاہد کو فون کرو۔" چچی جان نے کہا تو نگین خجل سی ہوتی اُٹھ بیٹھی۔

"اب ٹھیک ہوں میں ـــــ یونہی ذرا سر چکرا گیا تھا۔" اس کی آواز سے نقاہت واضح تھی مگر ان کا تفکر دور نہیں ہوا تھا۔

"اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اچھی طرح کھایا پیا کرو۔" انس کو غصہ آیا تھا۔

"ابھی ناشتہ کرنے ہی تو آ رہی تھی۔" اس نے منمنا کر کہا۔

سب کو یوں آس پاس کھڑے دیکھ کر وہ شرمندہ ہوئی جا رہی تھی۔

"ناشتہ کرو اور اس کے بعد انس کے ساتھ جاؤ اور مکمل چیک اپ کراؤ۔" تائی جان نے اسے تنبیہہ کی تو وہ فرمانبرداری سے سر ہلاتی رہ گئی۔

ناشتے کے بعد انس اسے زارا مجاہد کے کلینک پر لے گیا تھا۔

"دعا کرو زہرہ! کوئی خوش خبری ہو۔" تائی جان نے کہا تو وہ ہنس دیں۔

"انشاء اللہ آپا! خیر ہی کی خبر ہو گی۔"

"معید بیٹا! تم جاتی دفعہ ضحیٰ کو مریم کی طرف چھوڑ دینا۔"

تائی جان کی بات ضحیٰ کے لئے بے حد غیر متوقع تھی۔

"بہت بہتر۔" معید نے حسب عادت ان کے فرمان پر سر جھکا دیا تھا۔

مگر وہ ضحیٰ تھی جسے احتجاج کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔

"میں وہاں جا کے کیا کروں گی؟" اسے اعتراض ہوا تھا۔

"پھپھو ہے تمہاری ـــــ بغیر وجہ اور کام کے بھی جا سکتی ہو۔" چچی جان نے اپنی اکلوتی دختر کو گھور کر دیکھا تھا۔

"خیر، ابھی تو کام ہی سے بلایا ہے اس نے۔ تم جاؤ گی تو پتہ چل جائے گا۔" تائی جان نے نرمی سے کہا تو وہ بے بس ہونے لگی۔

"میرا بالکل بھی موڈ نہیں ہو رہا کہیں جانے کا۔"

"ابھی تو کل تمہیں لمبی چوڑی رشتہ داریاں نہ ہونے کا قلق ہو رہا تھا جن کی غیر موجودگی کی وجہ سے تم

نے جانے سے قاصر ہو۔ اور آج اکلوتی پھپھو کے گھر جانا دوبھر لگ رہا ہے۔" چچی جان نے اس کے اچھے خاصے لتے لئے تھے۔

"ایک تو آپ کو بس مجھے ڈانٹنے کا بہانہ چاہئے ہوتا ہے۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔

"تم بھی کبھی ایک ہی بار میں بڑوں کی بات مان جایا کرو۔" انہوں نے ابھی بھی اسی انداز میں کہا تو تائی جان نے انہیں روک دیا۔

"اچھا، اب بس کرو زہرہ!"

معید خاموشی سے اپنا ناشتہ کر رہا تھا۔ اتنا مگن جیسے اس سارے منظر سے اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔

"میں تو صرف اتنا ہی پوچھ رہی ہوں کہ کچھ وجہ تو بتائیں پھپھو کے ہاں جانے کی۔" وہ نروٹھے لہجے میں بولی تو انہوں نے اسے پچکارتے ہوئے کہا۔

"بس ذرا سی طبیعت خراب ہے مریم کی ـــــ صبح صبح عماد کا فون آ گیا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ ضحیٰ کو بھیج دیں۔"

"تو پہلے کہتیں نا۔ امی کو بھی بس گھما پھرا کے بات کرنے کی عادت ہے۔"

وہ مریم پھپھو کی بیماری کا سن کر فوراً اٹھ گئی تھی۔ پانچ منٹ کے اندر وہ نہ صرف کپڑے بدل کے آ چکی تھی بلکہ اس نے اپنے کپڑوں کا چھوٹا بیگ بھی تیار کر لیا تھا۔

"میں کچھ دن ادھر ہی رکوں گی۔" وہ کہہ رہی تھی۔

"یہ حمرہ کدھر ہے؟ کالج نہیں جانا اسے؟ مجھے بھی دیر کروا رہی ہے۔" وجدان نے کوریڈور کے باہر ہی سے آواز لگائی تھی۔

چچی جان حمرہ کو آواز دینے لگیں جو پتہ نہیں کون سی بک ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔ وجدان جھنجلایا ہوا اندر آیا۔

"کیا مصیبت ہے ـــــ اب چل بھی پڑو۔"

"اُفوہ ـــــ ایک تو یہ لائق فائق اسٹوڈنٹ۔ اتنی جلدی ہوتی ہے یونیورسٹی جانے کی۔" حمرہ جھنجلاہٹ کا شکار ہوتی ہوئی بولی۔

"اب بس کرو، خبردار جو لڑتے ہوئے گئے تم لوگ۔" ضحیٰ نے انہیں ڈانٹ دیا تھا۔ وہ دونوں کان دبا کر نکل لئے۔ صبح ہی صبح ضحیٰ کے ساتھ منہ ماری کرنا بڑے حوصلے کا کام تھا۔

معید ناشتے سے فارغ ہو کر اُٹھ گیا تھا۔ ضحیٰ پہلے ہی مجبوراً اس کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ اگرچہ رات والے واقعہ کے بعد اس کا سامنا کرنا اور اس سے بڑھ کر اس کے ساتھ سفر کرنا اچھا تو نہیں لگ رہا تھا مگر کیا کیا جاتا کہ مریم پھپھو اس گھر کے سبھی مکینوں کو بہت عزیز تھیں۔

وہ خاموشی سے گاڑی میں آ بیٹھی۔ معید نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی عادتاً میوزک آن کر دیا تھا۔ ساری گاڑی بے ہنگم شور سے گونجنے لگی۔

"ایک تو یہ وجدان بھی نا ـــــ"

وہ سلو ڈرائیو کرتا ساتھ ہی ساتھ سی ڈی تبدیل کر رہا تھا۔ پھر اپنی پسند کا نمبر سیٹ کر کے والیم آہ
دیا۔

"کچھ دن تو بسو میری آنکھوں میں
پھر خواب اگر ہو جاؤ تو کیا
کوئی رنگ تو دو میرے چہرے کو
پھر زخم اگر مہکاؤ تو کیا
کچھ دن تو بسو میری آنکھوں میں
پھر خواب اگر ہو جاؤ تو کیا"

شاعری اس کی پسندیدہ تھی اور غزل گائی بھی اس کے پسندیدہ سنگر نے تھی۔ مگر اس وقت یہ پُرسکو بلکہ "سنگت" ہی ضحیٰ کو ناگوار گزر رہی تھی۔ اس نے ہاتھ مار کر سی ڈی پلیئر آف کرنا چاہا مگر وہ اس سے بے خبر ہرگز نہیں تھا۔ بہ سرعت اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر اس اقدام سے روک دیا۔ ضحیٰ نے کرنٹ کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم میری گاڑی میں بیٹھی ہو۔" وہ جتانے والے انداز میں بولا تو ضحیٰ نے فی الفور اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے ناگواری سے کہا۔

"میں اس وقت خاموشی سے سفر کرنا چاہتی ہوں۔"

"یہ کام زبان بند کر کے بہترین طریقے سے کیا جا سکتا ہے۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"زبان بند کر کے کیا جا سکتا ہے مگر کان بند کر کے نہیں۔" ضحیٰ کو بھی ضد سی ہو گئی تھی۔

"اور تم نے سوچا ہو گا کہ میں بلا چوں و چرا تمہاری یہ بات مان لوں گا۔ اتنا اعتماد کس بات پر؟" و استہزائیہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔ ضحیٰ سن ہو گئی۔ یہ طنز بے وجہ تو نہیں تھا۔ یہ ساری گفتگو گزشتہ رات سے پیوستہ تھی۔ وہ سمجھ سکتی تھی کہ اس کی "بے لگام" گفتگو نے معید حسن کو خوش فہمیوں کی کن بلندیوں پر پہنچا ہو گا۔

"مجھے ایسی کوئی غلط فہمی نہیں ہے۔ میں آپ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتی کجا کوئی توقع رکھنا ــــ ہونہہ۔" وہ چیخ اٹھی تھی۔ وہ بھنوؤں کو خفیف سی جنبش دیتے ہوئے محظوظ ہونے والے انداز میں ہلکے سے ہنسا تھا۔

"بات تک نہیں کرنا چاہتیں۔" اپنی ہنسی کو مسکراہٹ میں سمیٹتے ہوئے معید نے اس کی بات کو دُہرایا تھا۔ پھر اسی طنزیہ انداز میں بولا۔

"اور میری ہی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھی سفر کر رہی ہو۔"

اس کی روح تک جھلس گئی تھی۔

"یہ فقط مجبوری ہے ــــ اور کوئی احسان نہیں کر رہے مجھ پر، اپنی ماں کا کہا نبھا رہے ہو۔"

"بالکل ــــ اور ویسے بھی تم میرا احسان کہاں لیتی ہو۔ ہو سکتا ہے جتنا پٹرول خرچ ہوا اتنا کرایہ

دے دو۔" وہ بڑے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

یقیناً اس روز گفٹ کی قیمت دینے والی بات پر طنز فرمایا جا رہا تھا۔

"اس سے کم بھی نہیں کروں گی۔ میں تھرڈ دلوں کا احسان لینا پسند نہیں کرتی ہوں۔" ضحیٰ نے اپنی ت میں اس کے طنز کا بہت مناسب جواب دیا تھا۔

"اتنے دعوے کے ساتھ کسی کے دل کی گہرائی کے بارے میں بیان بازی درست نہیں ہوتی۔" وہ ی سے کہہ رہا تھا۔ مگر ضحیٰ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ سنجیدہ نہیں ہے۔

کل رات کی بے احتیاطی اسے ابھی بھی لطف دے رہی تھی۔ اور ضحیٰ؟

وہ تو اپنی اس گفتگو کو سوچنا تک نہیں چاہ رہی تھی۔

اس سچویشن کا خیال آتا تو معید حسن کی "سوچ" کو سوچ کر وہ نئے سرے سے اہانت کا شکار ہونے لگی تھی۔ مگر یہ قسمت ہی تھی جو صبح صبح اسے معید حسن کے پیچھے ڈال گئی تھی۔ اب وہ قسمت کو کیا کوستی ن کے ساتھ اس کی دوستی بہت عرصہ ہوا ٹوٹ چکی تھی۔

"میں فضول معاملات پر بیان بازی کرتی بھی نہیں۔" ضحیٰ نے اپنی دانست میں اسے منہ توڑ جواب تھا۔ مگر وہ سر ہلا کر بڑے دوستانہ انداز میں بولا۔

"واقعی، تمہاری گفتگو کا موضوع ہمیشہ بہت "خاص" ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ مجھے بھی تمہاری کل ت کی گفتگو سن کر ہوا ہے۔"

ضحیٰ نے اپنے چہرے پر دوڑ اُٹھنے والی سرخی کو بہت اچھی طرح محسوس کیا تھا۔ یوں لگا کہ جیسے پیشانی کسی نے جلتی سلاخ سے داغ دیا ہو۔

"وہ سب بکواس تھی۔ اور یہ میں آپ کو پہلے بھی بتا چکی ہوں، یہ سب کہنا اور کرنا میری زندگی کی ب سے بڑی مجبوری ہے۔ مگر یاد رکھیے گا، ایک دن میں آپ کی اصلیت سب کے سامنے لا کر ہی ل گی۔" وہ دانت پیستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

معید نے متاسفانہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ ضحیٰ میر بھی مجبور ہو سکتی ہے۔"

معید کی بات نے پتہ نہیں کیسا اثر کیا تھا کہ اس کی نظر دُھندلا گئی۔

اپنی یہ مجبوری اسے دن رات اس سب کی یاد دلاتی رہتی تھی جو وہ کھو چکی تھی۔ مگر یہ سب برداشت کرنا ہمانا بھی ایک مجبوری ہی تھا۔ اور جبر کی حقیقت کس صورت بدصورت ہے، یہ ضحیٰ نے اب بہت اچھی ح سمجھ لیا تھا۔

"تقدیر کے ہاتھوں کوئی بھی، کہیں بھی مجبور ہو سکتا ہے معید حسن! اور بہت جلد آپ کو بھی اس بات کا ہ ہو جائے گا۔" وہ خود پر قابو پاتے ہوئے تلخی سے بولی۔

معید جیسے اس کے بچگانہ انداز پر بے ساختہ ہنس دیا۔

"یہ تو اب تم مجھے چیلنج کر رہی ہو۔"

"کیونکہ جو میرے دل میں ہے، وہی زبان پر بھی ہے۔ میں آپ کی طرح دو چہرے اور دوغلی پالیسی نہیں رکھتی۔"

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے۔ عمر کاظمی خود اس قصے میں سے نکلا تھا۔ میں تو تمہاری ہیلپ کرنے کو تیار تھا۔" وہ کہہ رہا تھا۔

ضحیٰ کو اپنے انتہائی نقصان کا شدید احساس ہونے لگا۔

"شب خون مارا ہے آپ نے ـــــ ٹریپ کیا ہے مجھے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ میرے دل میں اب کسی کے لئے بھی کچھ نہیں پنپ سکتا۔ صرف اس لئے کہ میں ساری عمر آپ کے سامنے محبت کرنے کے "جرم" کی پاداش میں سر جھکا کے گزار دوں، بھول ہے آپ کی۔" وہ انتہائی نفرت سے کہہ رہی تھی۔

معید کے تاثرات میں سختی اترنے لگی۔ ماتھے کی ابھری ہوئی سبز رگ اس کے ضبط کی گواہی دے رہی تھی۔

اور جب وہ بولا تو یہی سختی اس کے الفاظ میں بھی تھی۔

"تم صرف وہ سوچ رہی ہو جو تم سوچنا چاہتی ہو۔ اور وہ سمجھ رہی ہو جو تم سمجھنا چاہتی ہو۔ میرے گھر کا ہر فرد میرے لئے قابل تکریم ہے۔ چاہے صبا ہو، حمرہ ہو یا تم۔ میں تم لوگوں کو اتنی ہی ریسپکٹ دیتا ہوں جتنی کہ اپنے گھر کے کسی بھی فرد کو دی جاسکتی ہے۔ میرا تم سے کوئی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ تم سے شادی میں میری تمام تر رضامندی شامل ہے۔ کیونکہ یہ میری ماں کی خواہش ہے۔ نہ میں تمہیں ٹریپ کر رہا ہوں اور نہ ہی میرا مطمع نظر کوئی بدلا ہے۔ اور سب وضاحتیں میں آخری بار کر رہا ہوں۔ تم اپنے دل و دماغ سے رجوع کرو، غیر جانبداری سے سوچو تو اچھی طرح جان لوگی کہ میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔ باقی رہی زندگی گزارنے کی بات، تو اس کے لئے ہر انسان کا اپنا نظریہ ہوتا ہے۔ میں تمہیں تمہاری سوچ یا نظریہ بدلنے پر مجبور نہیں کروں گا۔"

اس نے مریم پھپھو کے گیٹ کے سامنے گاڑی روک دی تھی۔

"بہت خوب۔" ضحیٰ کے ہونٹوں پر استہزائیہ مسکراہٹ چمکی تھی۔ "آپ تقریر بہت اچھی کرتے ہیں۔ میں ضرور امپریس ہو جاتی اگر یہ بات نہ جانتی کہ آپ ایک وکیل ہیں اور جھوٹ کو سچ کے لبادے میں کہنا ہی آپ کا پیشہ ہے۔" وہ اپنا بیگ اٹھاتی دروازہ کھول کر نیچے اتر گئی تھی۔ پھر کھڑکی میں جھکتے ہوئے تلخی سے بولی۔

"آپ کی یہ ساری لفاظی بے کار ہے۔ کیونکہ آپ اپنے "خفیہ افیئر" کا تذکرہ بہت پہلے مجھ سے کر چکے ہیں جو شاید آپ تو بھول چکے ہوں گے، مگر میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ اگر آپ کو "اس تکریم" کا اتنا ہی خیال ہوتا تو کم از کم میرے پروپوزل پر ہامی نہ بھرتے۔"

وہ اب آگے بڑھ کر ڈور بیل بجانے لگی تھی۔

معید جو اتنے عرصے میں بہت پُرسکون بیٹھا ہوا تھا، اب اس کی کشادہ پیشانی شکنوں سے پُر تھی۔ گیٹ کھلنے سے پہلے ہی وہ گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔ حالانکہ اسے مریم پھپھو کی ناراضگی کا اچھی

رح اندازہ تھا۔ مگر اس وقت اس کی ذہنی کیفیت یہاں ٹھہرنے کی متقاضی نہیں تھی۔

●●●●●

"میرا خیال ہے کہ تم پریگنیٹ ہو۔" ڈاکٹر زارا مجاہد نے اس کی نبض چیک کرتے ہی خوش دلی سے ہا تو نگین ہونق سی اس کا مسکراتا چہرہ دیکھنے لگی۔

"مگر پھر بھی میں چند ٹیسٹ لکھ رہی ہوں، یہ کروالو تاکہ تمہاری بھی تسلی ہو جائے۔ اور ہاں، ابھی سے اپنی خوراک کا مکمل دھیان رکھو۔" وہ اب شفاف صفحے پر ٹیسٹ لکھ رہی تھی جو نگین کو کروانے تھے۔ ر ادھر وہ عجیب سی کیفیت کا شکار تھی۔

اگلے آدھے گھنٹے میں وہ ان ٹیسٹ سے فارغ ہو چکی تھی۔

وہ ویٹنگ روم میں آئی تو پریشان سا انس محوِ انتظار تھا۔ اسے دیکھتے ہی تیزی سے اس کی طرف ڑھا۔

"سب ٹھیک تو ہے نا ـــــ؟" وہ جیسے اس کے تاثرات ہی سے سب کچھ جان لینا چاہتا تھا۔ مگر ن نئی اور عجیب سی کیفیت نے اسے پہلی بار انس سے بھی نظر ملانے سے جھجکا دیا تھا۔

"یونہی ـــــ چند ایک ٹیسٹ لئے ہیں ڈاکٹر نے۔" وہ بہت مدھم سی تھی۔ انس کی پیشانی پر بل ڑنے لگے۔

"یہ کیسی ڈاکٹری ہے؟ ـــــ کچھ تو بتایا ہوگا۔"

"کل ٹیسٹ کی رپورٹ مل جائے گی۔ اب چلیں۔" نگین نے اس کی کلائی تھامتے ہوئے قدم ڑھائے تو انس اس کے ساتھ چلنے لگا۔

"ہم کسی اور ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

نگین کو ہنسی آنے لگی۔ گدگدانے والی یہ ہنسی اس کے اندر سے اُبھری تھی۔ اس کے اس قدر غیر متوقع د عمل نے انس کو متحیر کیا تھا۔ وہ چلتے چلتے اس کے سامنے آگیا۔ نگین کے ہونٹوں پر بہت الوہی اور جھینپی ینپی سی مسکراہٹ تھی اور چہرے پر تمتماہٹ۔ جیسے وہ بہت خوش اور پُرجوش ہو۔

"تم مجھے بتا کیوں نہیں رہیں، کیا بات ہے؟" وہ اب جھنجلا گیا تھا۔ ریسپشن پر موجود نرسوں کو کراتی نظروں سے دیکھتے پاکر نگین نے خفیف سا ہو کر انس کو گھورا تھا۔

"اچھی بھلی تو جا رہی ہوں آپ کے ساتھ۔ کوئی سنگین بات نہیں ہے۔ بس ذرا سی کمزوری کی وجہ سے سر چکرا گیا تھا۔ باقی سب، کل ٹیسٹ کی رپورٹ سے پتہ چل جائے گا۔"

انس کو ذرہ بھر بھی تسلی نہیں ہوئی تھی۔ مگر وہ خاموشی سے اس کے ساتھ کلینک سے باہر نکل آیا۔ وہ ن کو ڈاکٹر زارا کی "تشخیص" بتانا چاہ رہی تھی مگر جانے یہ ڈھیر ساری جھجک اور حیا کہاں سے اُمڈ آئی تھی و اس کی زبان بندی کا باعث بن رہی تھی۔

"کل میں خود رپورٹ لینے آؤں گا۔" وہ کہہ رہا تھا۔

نگین بے ساختہ ہنس دی۔

"تمہارے بڑے دانت نکل رہے ہیں —— میری پریشانی کا ذرا بھی احساس نہیں ہے تمہیں۔" وہ چڑ گیا تھا۔ گاڑی کی رفتار کم کرتے ہوئے اسے گھورنا چاہا۔ مگر اس طرف تو بہت ان دیکھا مگر دل پسند سا منظر تھا جس نے انس کی نگاہ کو جکڑ لیا۔ اس کی آنکھوں کی چمک، چہرے کی تمتماہٹ اور ہونٹوں پر پھیلی نہ سمجھ میں آنے والی مسکراہٹ بے حد دلکش تھی۔ انس کو وہ بہت انوکھی اور انجانی سی لگی۔ بے حد بے ساختگی کے ساتھ اس نے نگین کے رخسار پر ہاتھ پھیر کر اس کے لمس کو محسوس کرنا چاہا تھا۔ وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے لگ رہا ہے جیسے آج تمہیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔" وہ بھی مسکرا دیا تھا۔ اس کے انداز میں نگین کے لئے بہت محبت، بہت شدت تھی۔

نگین کو پتہ بھی نہیں چلا کہ کیوں اور کس بات پر اس کی مسکراتی نظر جھلملا گئی تھی۔

"انس! آپ ہمیشہ مجھ سے یونہی محبت کرتے رہیں گے نا؟" وہ کبھی جذباتی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اس کی طبیعت میں الہڑ پن اور لاپرواہی کا عنصر تھا۔ مگر جانے اس پل کیسے لمحوں نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا تھا کہ وہ بھی تجدید وفا چاہنے لگی تھی۔ انس نے اس کا ہاتھ تھام کر اسٹیئرنگ وہیل پر اپنے ہاتھ کے نیچے رکھتے ہوئے شوخی سے کہا۔

"بالکل کروں گا۔ حتیٰ کہ ہمارے ڈھیر سارے پوتے، پوتیاں، نواسے نواسیاں بھی ہو جائیں گے، تب بھی تم سے یونہی ڈائیلاگز بولا کروں گا۔"

وہ ایک دم سے جھینپ گئی تھی۔ وجود میں ایک نامعلوم سا احساس ہلچل مچا گیا تھا۔ مگر لاکھ کوشش کے باوجود وہ انس سے ایک لفظ بھی نہیں کہہ پائی تھی۔

اسے گھر چھوڑ کر انس آفس چلا گیا تھا۔

"خیریت تھی نا؟" تائی جان واضح طور پر پوچھنے سے جھجک گئی تھیں۔ خود نگین بھی جھینپ سی گئی۔

"جی —— کچھ ٹیسٹس (Tests) کرائے ہیں۔ کل رپورٹ مل جائے گی۔"

"پھر بھی، کچھ تو کہا ہو گا ڈاکٹر نے۔" وہ اپنے شبہے کی تصدیق چاہ رہی تھیں۔ بات ہی ایسی تھی کہ وہ متجسس ہو رہی تھیں۔ ورنہ یوں کریدنا ان کی عادات کا حصہ نہیں تھا۔

ان کے برعکس چچی جان نے سیدھے سبھاؤ اس سے دو تین سوالات خالص "خواتینی" انداز میں پوچھے جن کے نگین نے بہت جھجکتے ہوئے جواب دیئے تھے۔ پھر تائی جان کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگیں۔

انہوں نے اُٹھ کر نگین کا سر چوم لیا۔ ٹیسٹس کی طرز تفصیل ہی معاملے کی تہہ تک پہنچنے کو کافی تھی۔

"انشاء اللہ تعالیٰ، خیریت ہی ہو گی۔ خدا خوشیوں سے تم دونوں کا دامن بھرے گا۔"

نگین حیا آلود انداز میں مسکرا کر رہ گئی۔

"میں ابھی تمہارے لئے فروٹ لے کر آتی ہوں۔" چچی جان فوراً اُٹھ گئی تھیں۔

"ابھی تو میں ناشتہ کر کے گئی تھی۔" وہ انہیں روکنے لگی۔

موئے سلائس اور انڈے سے کیا بنتا ہے۔ اب میں خود تمہاری خوراک کا چارٹ بناؤں گی۔ یہ ...ز کرنے والا معاملہ نہیں ہے۔" تائی جان نے محبت بھرے انداز میں اسے ڈانٹا تو ان کی شفقت کو ...رتے ہوئے وہ مسکرا دی۔

...ت بھی انس کے ذہن پر وہی رپورٹس سوار تھیں۔ کھانے کے بعد وہ اسے ساتھ لئے ٹہلنے کی غرض ...ن پر آ گیا تھا۔

...مجھے تو لگتا ہے کہ یہ ڈاکٹر ہی نالائق ہے۔ بھلا وہ ڈاکٹر ہی کیا جو مریض کی نبض دیکھ کر مرض نہ بتا ..." وہ ناراضگی سے کہہ رہا تھا۔

"آپ کی فیملی ڈاکٹر ہے، جس کے بارے میں آپ یہ سب کہہ رہے ہیں۔" نگین کو اس کی بے چینی ...ر رہی تھی۔

...فیملی ڈاکٹر نالائق نہیں ہو سکتی کیا؟" وہ اسے گھور کر پوچھنے لگا۔

...دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہلکی ہوا سے اُڑتے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستی نفی میں سر ہلانے ...

...خیر —— لائق تو وہ بہت ہے۔ میری نبض پر ہاتھ رکھتے ہی مرض بتا دیا تھا اس نے۔" وہ ...ہٹ دبانے کی کوشش میں ناکام ہوئی جا رہی تھی۔

...نس چونک کر اس کی طرف پورے دھیان سے متوجہ ہوا تھا۔

"کیا —— کیا بتایا تھا اس نے؟ اور تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟" وہ پریشان ہونے لگا۔

"آپ کو بتانے سے بھلا کیا ہو جاتا۔" نگین کو اس کی پریشانی نے لطف دیا تھا۔ چہرے پر مسکین ...ر سجا کر بولی تو وہ وحشت زدہ سا ہونے لگا۔

"کیا کہا تھا اس نے نگی؟"

"یہی کہ —— میں اب چند دنوں کی مہمان ہوں۔" اس نے خود پر بمشکل سنجیدگی طاری کی تھی۔ ...یہی تھا کہ انس کو پریشان دیکھ کر لطف لے گی۔ مگر اس کی بات کے جواب میں انس کے چہرے پر ...لے کے سے تاثرات چھا گئے۔ وہ بے یقینی و صدمے کا شکار تھا۔ تب نگین کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"مذاق کر رہی ہوں میں۔"

اور اس کے اگلے لمحے میں جو ہوا وہ نگین کے لئے ناقابل یقین تھا۔

انس نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا۔

...بھاری مردانہ ہاتھ نے اس کا دماغ جھنجھنا کر رکھ دیا۔

وہ اس قدر بے یقینی کی کیفیت میں گھری کہ رونا بھی بھول گئی۔ اور اس سے اگلے پل انس نے اسے ...کر بانہوں میں بھر لیا تھا۔

"تم ساری عمر یونہی جاہل رہو گی۔ ہمیشہ شوہر کا دل دھڑکانے کی بجائے دل دہلانے والی باتیں ...ا ہو۔" وہ اسے شانوں سے تھام کر سامنے کرتا کہہ رہا تھا۔ مگر نگاہ اس کے رخسار کا طواف کر رہی تھی

جہاں وہ بے اختیار ہی اپنے ہاتھ کا پرنٹ چھاپ بیٹھا تھا۔

وہ یقیناً اپنی اس بے اختیارانہ حرکت پر سخت پشیمان تھا۔ نگین اس مسخری کیفیت سے نکل کر غصے
گئی مگر اس غصے پر بھی بے یقینی غالب تھی۔

"آپ نے مجھے تھپڑ مارا؟"

"اور تم ——— تم نے جو میری جان نکال لی تھی، وہ کیا۔" وہ اپنی صفائی پیش کرنے
انداز پر اتر آیا تھا۔

"میں نے ذرا سا مذاق کیا اور آپ نے مجھے......" اسے مارے دکھ کے رونا آنے لگا۔ دل تو
تک بے یقینی کی زد میں تھا۔ بھلا انس ایسی حرکت کر سکتا تھا۔ مگر رخسار سے اٹھتی ٹیسیں حقیقت کا
کرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ ایسا محبوب شوہر بھلا.... اُس کی جھلملاتی آنکھوں میں انس کا دل ڈوبنے

"وہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ تمہیں مذاق کا بھی سلیقہ نہیں ہے۔ مذاق میں بھی اک رومینس ہوتا
اس کے رخسار پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو وہ چہرہ پھیرتے ہوئے غصے سے بولی۔

"ہر بات میں رومینس ہوتا ہے، اس تھپڑ میں کون سا رومینس تھا؟"

انس نے سنجیدہ ہوتے ہوئے اسے شانوں سے تھام کر خود سے قریب کیا تھا۔

"اگر محسوس کرو تو اس تھپڑ میں بھی رومینس تھا۔ تمہارا یہ بے ہودہ سا مذاق میری جان نکال کر لے
تھا۔ پل بھر کے لئے مجھے یوں لگا جیسے میں بالکل بے جان ہو گیا ہوں۔ اس کے بعد تمہاری ہنسی
مذاق کا اعتراف، یہ تھپڑ میری بدترین ذہنی کیفیت کا غماز تھا۔ اس دکھ اور تکلیف کاری ایکشن جو تمہار
اس مذاق سے مجھے پہنچی۔ میں ایک پل تم سے دور نہیں رہ سکتا اور تم دائمی جدائی کی بات کر رہی تھیں۔ ا
تو ہمارے پیار کی ایک بہار بھی نہیں گزری تھی! آئندہ کبھی مذاق میں بھی ایسا مت کہنا۔" اس کے بے
محبت سے بوجھل لب و لہجے نے نگین کو بہت متاثر کیا تھا۔ اس کی محبتوں پر دل تفاخر سے بھرنے لگا۔
جان بوجھ کر منہ بسورتے ہوئے بولی۔

"لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں نا کہ اتنی پیاری بیوی کو اتنے ظالمانہ طریقے سے سمجھایا جائے۔ ا
تک میرا گال سنسنا رہا ہے۔"

"آئی ایم سوری۔ مگر چونکہ قصور میرا ہے، درد میرا دیا ہوا ہے تو دوا بھی میں ہی لگاؤں گا۔"
اس کی نگاہوں کا پیار اور نرمی اس کے لب و لہجے میں بھی سمٹ آئی تھی۔

●●●●●

وہ آئی تو مریم پھپھو کی تیمارداری کے خیال سے تھی مگر ان سات دنوں میں انہوں نے اسے ت
معنوں میں گھن چکر بنا کے رکھ دیا۔ صبح سے لے کر شام تک نہ صرف ضحیٰ کو کچن میں گھسائے رکھتیں بلکہ
خود کسی سخت گیر میڈم کی طرح اس کے سر پر سوار رہتیں۔

"میرا بچہ بہت خوش خوراک ہے ——— میں چاہتی ہوں کہ تمہیں اس کی پسند کی ہر ڈش بنانی آ
جائے۔"

وہ معید سے متعلق کہتی تھیں۔ ضحیٰ کا حلق تک کڑوا ہونے لگتا۔ جی چاہتا، ایپل پائی میں چینی کی جگہ
ی بھر مرچیں جھونک دے۔

"اب اگلے چند ماہ تک آپ ضحیٰ کی شکل کو ترسیں گی ——— یہ نہیں آنے والی ادھر۔" عماد اس کی
لت سے لطف اٹھا رہا تھا۔

"یقین جانیں عماد بھائی! میں دنیا کی وہ واحد لڑکی ہوں جس کی بیک وقت تین ساسیں ہیں۔ ایک
جان، ایک امی جان اور ایک پھپھو۔" ضحیٰ خود عاجز آ چکی تھی۔ مگر عماد مزے میں تھا۔ روزانہ ایک
ایک اچھی ڈش کی رونمائی ہو رہی تھی۔

"ویسے ضوئی! اب میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر معید کی وکالت ٹھپ بھی ہو گئی تو تم اسے ہوٹل
لنے کا مشورہ دے سکتی ہو۔ ماما تو تمہیں پرفیکٹ کک بنا کے ہی واپس کریں گی۔ بڑی مشکل سے ان
ہاتھ لگی ہو۔" عماد اس کی بنائی بریانی کھاتا توصیفی انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ کو مجھ سے کیا ہمدردی ہونی ہے۔ آپ کی تو زبان کا چسکا پورا ہو رہا ہے۔" وہ جل کر بولی تو
م پھپھو نے اسے ڈانٹ دیا۔

"خبردار جو برے دل سے کچھ سیکھا تو۔ اتنے اچھے بندے کے لئے تو......" وہ یقیناً معید ہی کی
یف کرنے والی تھیں جسے ضحیٰ نے قطع کرتے ہوئے زچ ہو کر کہا۔

"اتنے اچھے کے لئے تو کسی خاص سانچے میں ڈال کر کوئی لڑکی بناتے آپ لوگ۔ مجھے خواہ مخواہ
ن بلکہ امتحانوں میں ڈال رکھا ہے۔"

"ہم کفایت شعار لوگ ہیں۔ تمہیں ہی ٹھونک بجا کر صحیح کر لیں گے۔" عماد نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا
ا۔

"شٹ اپ عماد!" مریم پھپھو نے اسے خفیف سا گھور کر دیکھا تھا۔ پھر ضحیٰ کو ناصحانہ انداز میں
سمجھانے لگیں۔

"تمہیں تو بہت خوش ہو کر اور دل سے یہ سب سیکھنا چاہئے۔ جب ہم کسی بہت پرفیکٹ انسان سے
جڑتے ہیں تو ہمیں بھی اس کے معیار تک پہنچنے کے لئے تھوڑی سی محنت کرنا پڑتی ہے۔ اور جب
معید حسن جیسا ہو پھر تو خود بخود ہر کام محنت کی بجائے محبت سے کرنے کو جی چاہتا ہے۔"

ضحیٰ کا دل برا ہونے لگا۔

جن نصیحتوں اور فضیحتوں کی وجہ سے وہ گھر سے بھاگی تھی، وہ یہاں بھی اس کی جان نہیں چھوڑ رہی
ں۔

"کتنا لکی ہے معید۔" عماد نے حسرت بھری آہ بھری تھی۔

"بس اس کی قسمت پر رشک کرتے رہنا۔ اتنا نہیں کہ خود ہی کو کسی قابل بنا لو۔ تا کہ ہر لڑکی تمہاری
ت کو اعزاز سمجھے۔"

مریم پھپھو اسے سمجھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھیں۔ اب بھی اسے ڈپٹا تو وہ ہاتھ

اٹھا کر بے نیازی سے بولا۔
"میں صرف ایک ہی شادی کروں گا۔ ہر لڑکی سے نہیں۔"
"اگر کوئی لڑکی اس صدی میں مانی تو۔" وہ جل کر رہ گئیں۔
"اتنی ہی جلدی ہے آپ کو شادی کی تو کوئی لڑکی پسند کیوں نہیں کر لیتے عماد بھائی؟" ضحیٰ نے بھی معاملے میں دلچسپی لی تھی۔ یوں بھی وہ موضوع بدلنا چاہ رہی تھی۔ ہر جگہ معید حسن کا حوالہ اب اس کی چ بننے لگا تھا۔
"ایسے ہی تھوڑی پسند کرلوں گا لڑکی۔" وہ قدرے اترا کر بولا تھا۔ "میری پسند کی لڑکی میری ہی طرح الگ خصوصیات کی مالک ہوگی۔"
"تمہاری تو آج تک میں نے دُم یا سینگ نہیں دیکھے جو اس کے بھی ہوں گے۔" مریم پھپھو نے بے رخی سے کہا تو ضحیٰ کے ہنسنے پر وہ برا مان گیا۔
"دیکھ لیجئے گا، ابھی تو آپ میرا مذاق اُڑا رہی ہیں، بعد میں جب میری پسند کی لڑکی آپ کے سامنے آئے گی تو آپ معید سے زیادہ میری تعریف کریں گی۔"
"ہنہ ـــــ ستائیس سالوں میں تو ایسا موقع کبھی دیا نہیں تم نے۔ اللہ رکھے، باقی عمر بھی گزر ہی جائے گی۔" مریم پھپھو کو دل جلانے میں کمال حاصل تھا۔ یہ عماد کا ذاتی خیال تھا۔ اور دل بھی عماد کا ہو تو ان کا ہر طنز بے مثال ہوتا تھا۔
"اگر میں ادھر رہنے کو نہ آئی ہوتی عماد بھائی! تو میں آپ سے بڑی امپریس تھی۔" ضحیٰ ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔
"یہ صرف 'بادِ مخالف' ہیں۔ مگر میں ان کی 'تندی' سے گھبرانے والا نہیں ہوں۔" وہ مریم پھپھو کی طرف اشارہ کرتا تفاخر سے کہہ رہا تھا۔
"یہ بھی تمہاری طرح صرف باتوں ہی کا کھاتا ہے۔" اب کی بار مریم پھپھو ان دونوں ہی کو رگید گئی تھیں۔
ضحیٰ تڑپ کر رہ گئی۔
"یہ اچھی رہی۔ مجھے بھی نکموں کی لائن میں لگا دیا۔ سات دنوں سے مسلسل مرغ کا مختلف طریقوں سے "تیا پانچا" کرنے میں لگی ہوئی ہوں، صرف آپ کی خوشی کے لئے۔ اور یہ بریانی، اب تو خواب میں بھی ہاتھ چلاؤں تو اتنی ہی اچھی بن جائے۔ مگر آپ بھی امی کی طرح دل توڑنے میں ماہر ہیں۔"
"بالکل صحیح پہچانا تم نے انہیں۔ مگر یہ ابھی جو تم نے مجھے "کھڈے لائن" لگایا ہے نا، اس کا بہت صدمہ ہے مجھے۔" عماد متاسفانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔
جبکہ مریم پھپھو اس کی شکایت پر بے ساختہ مسکرا دی تھیں۔ پھر بڑی محبت سے کہنے لگیں۔
"میری جان! یونہی تو نہیں ڈانٹتی میں۔ لڑکیوں کو گھر داری میں پرفیکٹ ہونا چاہئے۔ بلکہ ہر اس کام میں جو لڑکیوں کی مثبت ذہنی و خانگی تعمیر و تکمیل کا باعث ہو۔ اور لڑکی کو بار بار مُڑ کر اپنے میکے والوں کی

رف نہ دیکھنا پڑے۔"
"اور بیٹے کو پھٹکارنے میں کون سی حکمت عملی چھپی ہے، ذرا وہ بھی بتا دیں؟" عماد نے ناراضگی سے پچھا تو وہ گہری سانس بھر کے بولیں۔
"یہ کہ میں تمہیں انسان بنانا چاہتی ہوں۔"
"چہ ـــــ چہ ـــــ" ضحیٰ کو اس کی عزت افزائی پر ہنسی آئی تھی۔
"میں تو ڈرتی ہی رہتی ہوں، کسی دن جانے کیسی لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر آ جائے گا کہ ان سے ملئے، یہ مسز اد ہیں۔" وہ ضحیٰ سے کہتی درحقیقت عماد کو سنا رہی تھیں۔
"دیکھا، اوپر اوپر سے کتنی براڈ مائنڈڈ بنتی ہیں۔ مگر جہاں بیٹے کی شادی کا مسئلہ آیا، فوراً اپنی پسند کی ڑکی کی بخ لگا دیتی ہیں۔" عماد نے فوراً کہا تھا۔ پھر جتانے والے انداز میں بولا۔
"مگر امی حضور! شاید آپ یہ حقیقت بھول رہی ہیں کہ اسے گزارہ میرے ساتھ کرنا ہے، نہ کہ آپ کے ساتھ۔"
"شوہر کے ساتھ تو لڑکیاں گزارہ کر ہی لیتی ہیں، ساسوں کے ساتھ نہیں کرتیں۔ میں تو ایسی بہو اؤں گی جو میری خدمت کرے۔ آخر میں نے بھی تو اس کے شوہر کی اتنے سال خدمت کی ہے۔" وہ سکراہٹ دبا کر کہہ رہی تھیں۔
"تو کوئی نرس لے آئیں نا۔" وہ واضح طور پر جل کر بولا تھا اور اس کی جلن کو بڑھاوا ضحیٰ نے دیا۔
"اور دھوبن، باورچن اور مالن کہاں سے آئے گی؟"
"یہ تو میری چار شادیاں کروا کے ہی رہیں گی۔" عماد کو پورا یقین تھا۔
"فکر مت کرو میری جان! اچھی بیوی وہی ہوتی ہے جس میں یہ ساری خصوصیات ہوں۔ شادی کا طلب صرف جذباتی ہی نہیں، ذہنی اور گھریلو سکون بھی ہوتا ہے۔ اب شوہر کو کھانا ہوٹل سے لانا ہو، پڑے دھوبی سے دُھلوا کر پریس کرانے ہوں تو اس بے چارے کا سکون تو غارت ہوگا نا۔" انہوں نے سان سے کہا تو وہ ان کی بات سن کر ضحیٰ کو ڈرانے والے انداز میں بولا۔
"عنقریب تم بھی ان تمام عہدوں پر فائز ہونے والی ہو۔"
مریم پھپھو کچن میں گئیں تو ضحیٰ نے تمسخر سے کہا۔
"یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کون کس عہدے پر فائز ہونے والا ہے۔"
"اوہ ـــــ" عماد جیسے اس کی بے وقوفی پر ہنسا تھا۔ "معید حسن جیسے بندے کچن میں گھس کر بیوی کے لئے چائے نہیں بنایا کرتے بے وقوف! ان کی خاطر تو ہر کوئی خود ہی بھاگ بھاگ کر کام کرتا ہے۔"
"مگر میں، ہر کوئی نہیں، ضحیٰ میر ہوں۔" وہ اطمینان سے کہتی برتن سمیٹنے لگی۔
"معید کی قسمت۔" وہ شرارت سے آہ بھر کر پانی پینے لگا۔ اس کا مطلب جان کر ضحیٰ پہلے تو اسے گھورتی رہی، پھر اپنے گلاس میں بچا پانی عماد پر اچھال دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔
"یہ آپ کو بتانے کے لئے کہ میں کسی سے ڈرتی نہیں ہوں۔" اطمینان سے کہا تو وہ دھپ سے اپنی

نشست پر بیٹھتے ہوئے متاسفانہ انداز میں بولا۔

"اب تو مجھے صحیح معنوں میں اپنے جگری یار سے ہمدردی ہوگئی ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں کہ اس کے کتنے برے دن آنے والے ہیں۔"

اس کے الفاظ نے ضحیٰ کو تلملانے پر مجبور کردیا۔ مگر مریم پھپھو کے آجانے کی وجہ سے وہ اسے جواب نہیں دے پائی تھی۔

"بس، بٹھا کر فضول باتیں کروالو اس سے جتنی مرضی۔" وہ عماد کی آخری بات سن چکی تھیں۔

ضحیٰ اسے منہ چڑاتی برتن ٹرے میں رکھے کچن کی طرف بڑھ گئی۔

اسی وقت ڈور بیل بجنے کی آواز آئی تو عماد فوراً اٹھ گیا۔

"اب اتنی رات کو نکل نہ جانا کسی کے ساتھ۔" مریم پھپھو نے تنبیہی انداز میں کہا تھا۔

"واہ بھئی، عماد نہ ہوا کوئی جوان جہان لڑکی ہوگئی جو نکل جائے گی۔" وہ ہنستا ہوا باہر نکل گیا تھا۔

وہ بھی مسکراتی ہوئی ضحیٰ کے پاس چلی آئیں جو چائے بنا رہی تھی۔

اگلے چند منٹوں کے بعد عماد کچن میں آیا تو غیر معمولی طور پر سنجیدہ تھا۔

"آگئے ہوں گے دوست بلانے۔" مریم پھپھو نے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا کر ضحیٰ کو دیکھنے لگا جو اب ان کی طرف پلٹ کر کیبنٹ سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔

"پھر کون ہے اس وقت؟" وہ حیران سی پوچھ رہی تھیں۔

"کوئی لڑکا ہے۔" وہ اب بھی ضحیٰ کو دیکھ رہا تھا۔ پھر آگے بولا تو اب تک بے پرواہ کھڑی ضحیٰ بری طرح چونک گئی۔

"وہ ضحیٰ سے ملنے آیا ہے۔"

"ضحیٰ سے؟ ــــ کون ہے وہ؟" مریم پھپھو پریشان سی پہلے عماد کو اور پھر ضحیٰ کو دیکھنے لگیں۔

"مجھ سے؟ ــــ مجھ سے بھلا کیوں ملنا چاہتا ہے وہ؟" وہ خود کنفیوژ سی ہوگئی۔

"اس کا کہنا ہے کہ وہ ضحیٰ کے لئے پرایا نہیں۔ اور یہ بھی کہ اس کا ضحیٰ کی زندگی میں بہت خاص مقام ہے۔ ڈھونڈتا ہوا آیا ہے اسے یہاں۔" عماد نے جیسے دھماکا کردیا تھا۔

مریم پھپھو تو ساکت ہوئی ہی تھیں، ضحیٰ کو بھی یوں لگا جیسے اس کے وجود میں جان باقی نہ رہی ہو۔

'عمر کاظمی'

اس کا وجدان بری طرح سے چلّایا تھا ــــ!

یہ کس کی آہٹ ہے دل میں
دھڑکن جیسے ٹوٹ رہی ہے
مدت کی گم صم خاموشی
رفتہ رفتہ رُوٹھ رہی ہے
ہاتھ سے میرے چھوٹ رہی ہے

وہ بے یقینی کے جھکڑوں کی زد میں تھی۔ دل کی دھڑکنیں اس قدر بے ترتیب ہوئیں کہ اسے ان کے تھمنے کا یقین ہونے لگا۔

"السلام علیکم ــــ!" اسی وقت معید نے کچن میں جھانکتے ہوئے مریم پھپھو کو سلام کیا تو عماد ہنستا ہوا اس کی طرف پلٹ گیا۔

"کیا یار! دو منٹ تو ٹک کر بیٹھ جاتے۔ اتنی مزے کی سچویشن بن رہی تھی۔ یہ ذرا شکل دیکھو ضحیٰ میر کی، جو کسی سے نہیں ڈرتی۔"

وہ معید کو ساری بات بتاتے ہوئے اب ضحیٰ کا مذاق اُڑا رہا تھا۔ معید کی اس کی جانب اٹھنے والی نظر بے ساختہ تھی۔ اس کے چہرے پر پھیلی آس و نراس کی کیفیت اور پھیکے پن نے معید کو معاملے کی تہہ تک فوراً پہنچا دیا تھا مگر اس سے اگلا لمحہ ان سب کو گنگ کر گیا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے اپنی سسکیاں روکتی تیزی سے کچن سے نکل گئی تھی۔

"ضحیٰ! ــــ ضحیٰ! سنو تو ــــ" مریم پھپھو حواس میں لوٹتی اس کے پیچھے بھاگی تھیں۔

"اسے کیا ہوا؟" عماد متحیر تھا۔

"خواہ مخواہ پریشان کیا ہے تم نے اسے۔" معید نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا تو وہ اُلجھ کر بولا۔

"مذاق کر رہا تھا یار! میں نے سوچا کہ جب اصلیت پتہ چلے گی کہ باہر تم تھے تو وہ بھی انجوائے کرے گی۔ مگر اس کا ردِ عمل بہت غیر یقینی ہے۔"

"چھوڑو، یوں بھی اسے چھوٹی چھوٹی باتوں پر جذباتی ہونے کی عادت ہے۔" عماد کو پشیمان دیکھ کر معید نے بے پرواہی اختیار کرتے ہوئے کہا تھا۔

"پھر بھی یار معید! میں اسے رُلانا نہیں چاہتا تھا۔" عماد بے چارہ اپنی صفائی پیش کر رہا تھا۔

ناب گھما کر برنر آف کرتے ہوئے معید نے اسے باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا۔

وہ صوفے میں دھنسی بیٹھی تھی مگر رونہیں رہی تھی۔ معید نے دیکھا، اس کی پلکیں ابھی بھی نم تھیں۔ شاید جذباتیت کا ریلا گزرنے میں بہت وقت نہیں لگا تھا۔ وہ مریم پھپھو کی تسلی کے لئے مسکرائی بھی تھی۔ بے رنگ اور بے کشش مسکراہٹ۔ معید نے لب بھینچے تھے۔

"پھر بھی ضحیٰ! اتنی سی بات کا اثر لینے کی کیا ضرورت تھی؟" مریم پھپھو ابھی بھی مطمئن نہیں ہوئی تھیں۔

"پتہ نہیں کیوں پھپھو! میں ڈر گئی تھی۔" وہ نظریں جھکائے ہوئے تھی۔

"ہاں، تم نے سوچا ہوگا کہ کوئی الف لیلوی جن تم سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کو آ گیا ہے۔ یہ بھی شکر ہے کہ بے ہوش نہیں ہوگئیں۔ ٹھنڈے پانی کی جگہ میں اُبلتی چائے کے چھینٹے مارتا منہ پر۔" عماد نے دانت پیس کر کہا تھا۔

"آپ تو آج کی تاریخ میں مجھ سے بات بھی مت کریں۔ اتنے برے لگ رہے ہیں مجھے۔" وہ عماد سے مکمل خفا تھی۔

"یہ تو ہے ہی اُلٹے دماغ کا۔ میں تو خود پریشان ہوگئی تھی کہ جانے کون آ گیا جو اتنے دھڑلے سے ضحیٰ کا نام لے رہا ہے۔" مریم پھپھو، معید کو بتا رہی تھیں۔

"کامن سینس کی بات ہے والدہ محترمہ! اتنے دھڑلے سے اس کی زندگی میں خاص مقام رکھنے کا دعویٰ تو ایک ہی شخص کر سکتا ہے جس کے نام اس کے جملہ حقوق محفوظ ہو چکے ہیں۔" عماد نے ڈھٹائی سے کہا تو معید رسانیت بھرے لہجے میں بولا۔

"ہوسکتا ہے ضحیٰ کو کسی اور کا خیال آیا ہو۔"

"اوہو، رقیب روسیاہ؟" عماد نے بھنوئیں اچکاتے ہوئے شرارت سے ضحیٰ کی طرف دیکھا جو ایک بار پھر سے اہانت کا شکار ہوئی تھی۔ معید کا اشارہ سمجھنا اتنا مشکل تو نہ تھا اس کے لئے۔

"اچھا، اب پھر سے تنگ مت کرو اسے۔" مریم پھپھو نے ضحیٰ کا دل رکھنے کی خاطر پھر سے انہیں ڈانٹا تھا۔

"تم سناؤ، آج ادھر کا راستہ کیسے بھول پڑے؟ یا پھر کوئی "کشش" تھی جو کشاں کشاں ادھر کھینچ لائی؟" عماد نے ریلیکس ہو کر بیٹھتے ہوئے معید سے پوچھا تو اس شرارت کا مقصد بھی ضحیٰ ہی کو تنگ کرنا تھا۔

حسب توقع وہ اُٹھ کر کچن میں چلی گئی تھی۔ مریم پھپھو نے متاسفانہ نظروں سے اپنے سپوت کو دیکھا تھا۔ "اسے تم ہی کچھ سمجھاؤ معید! میں تو تنگ آ گئی ہوں اس کی غیر سنجیدگی سے۔ پتہ نہیں کب عقل آئے گی اسے۔" وہ جیسے عماد سے بالکل ہی مایوس ہوگئی تھیں۔ عماد نے ہنستے ہوئے اٹھ کر انہیں گلے سے لگا لیا تو ان کا غصہ بھاگتے دیر نہیں لگی تھی۔

"دیکھا، یہ بھی ایکٹنگ ہے اس کی۔" وہ مسکرا رہی تھیں۔ مگر اس بار ان کے لب و لہجے میں ممتا کا مخصوص پیار تھا۔ پھر وہ معید سے پوچھنے لگیں۔ "کھانا لگاؤں تمہارے لئے معید؟"

"نہیں آنٹی! کھانا تو میں کھا کے آیا ہوں۔ مامی کہہ رہی تھیں کہ آتی دفعہ ضحیٰ کو گھر لے آؤں اس لئے آنا پڑا۔ کسی دوست کے ساتھ ڈنر تھا، نکلتے نکلتے دیر ہوگئی۔" اس نے تفصیل بتائی تھی۔

"اوفوہ ـــــ جیسے اس لڑکی کے بغیر تو گھر چل ہی نہیں سکتا۔" مریم پھپھو کو اپنی ٹریننگ کے ادھورا ہ جانے کا غم ستانے لگا۔

"چل سکتا ہے آنٹی! بلکہ بہت اچھی طرح چل رہا ہے۔ مگر وہ کیا ہے کہ اس ملک کی طرح ہم اپنے لر میں بھی تخریب کار عناصر کی موجودگی کے حد درجہ عادی ہو گئے ہیں۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ یم پھپھو اس کی شرارت پر ہنسنے لگیں۔ مگر چھوٹی ٹرے میں چائے کے تین مگ رکھ کر لاتی ضحیٰ کو اس کی ت بہت بری لگی تھی۔

"چہ ـــــ چہ ـــــ سن رہی ہو ضحیٰ؟" عماد نے جلتی پر تیل چھڑکنے والی حرکت کی تھی۔

"میں نے کبھی فضول باتوں پر دھیان نہیں دیا۔" وہ اطمینان سے کہتی بیٹھ گئی تھی۔

"ڈیئر کزن! یہ وہ باتیں ہیں جو تمہیں ساری عمر سننی ہیں۔ دھیان بلکہ دل لگا کر۔"

"اتنے بے کار کاموں کے لئے نہیں رکھا اس دل کو۔ اور ویسے بھی آپ سے تو میں بات بھی نہیں کرنا ا رہی۔" اسے یاد آ گیا تھا، ابھی کچھ دیر پہلے وہ نادانستگی ہی میں اسے ماضی کے نوکیلے کانٹوں پر ننگے ؤں چلنے پر مجبور کر گیا تھا ـــــ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس چھوٹے سے مذاق نے کیسے اس کی تی زیر و زبر کر دی تھی۔ اس نے خود کو اس ڈگمگاہٹ سے کیسے سنبھالا تھا، یہ اس کا دل ہی جانتا تھا۔

"ہاں جی، اب آپ کے ساتھ باتیں کرنے والے جو آ گئے ہیں۔ ہماری گفتگو کو کس کھاتے میں یں گی آپ۔" عماد کی آنکھیں شرارت سے جگمگا رہی تھیں۔

ضحیٰ کی کنپٹیاں سلگ اُٹھیں۔ مگر مریم پھپھو کی موجودگی کے باعث کوئی جلتا بھنتا جواب دینا بھی ممکن یں تھا۔ وہ بھی نظر انداز کر کے پھپھو کو چائے دینے لگی۔

"تم نہیں پیو گی؟" انہوں نے چائے کے تین مگ دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو اس نے نفی میں سر ہلا ا۔ اس کی چائے معید کے حصے میں چلی گئی تھی۔

"دیکھا، اسے کہتے ہیں مشرقیت۔" عماد نے سراہا تھا مگر اس کی شرارت ابھی بھی واضح تھی۔

"آج تم بھی رک جاؤ معید! صبح چلے جانا۔ ایسی بھی کیا جلدی ہے۔"

"ضرور رُکتا آنٹی! مگر مجھے رات کو دیر تک کوئی نہ کوئی کیس فائل اسٹڈی کرنا ہوتی ہے اس لئے فی ت تو معذرت۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ویسے معید یار! یہ وکالت کا دھندہ تو سنا تھا "مندا" ہو گیا ہے۔ مگر تمہاری وکالت تو ایسے دوڑ رہی ہے ے نئی نویلی موٹر سائیکل۔ بہت پاپولر ہو گئے ہو اپنے پروفیشن میں۔" عماد اسے سراہ رہا تھا۔ اور واقعی اس ا ایک فیصد بھی جھوٹ نہیں تھا۔ معید کی قسمت کہیں یا اپنے پیشے سے مخلصی، وہ بہت کم مقدمہ ہارتا تھا۔ ا وجہ سے اس کی شہرت بہت جلد پھیلی تھی۔ اس کا انداز بیان اور اس پر مضبوط اور اٹل لب و لہجہ۔ اس ے دلائل بہت ٹھوس اور حقائق پر مبنی ہوتے تھے جن کی وجہ سے وہ مخالف وکیل کو خاصا ٹف ٹائم دیتا تھا۔

"خدا کا شکر ہے بس۔ البتہ اسٹڈیز کو میں نے کبھی پس پشت نہیں ڈالا جس کی وجہ سے خدا کا اتنا م ہے کہ میں چھوٹے سے چھوٹے نقطے کو بھی بڑی گہرائی سے کھوجتا اور پھر مقدمے کی تیاری کرتا

ہوں۔" وہ انکساری سے کہہ رہا تھا۔

"کسی بھی پروفیشن میں کامیابی کا گر یہی ہے بیٹا! کہ اس پروفیشن سے منسلک ہر چیز میں دلچسپی جائے۔ وقت کے ساتھ ساتھ حالات و واقعات اور ترجیحات میں جو تبدیلیاں آتی ہیں انہیں مدنظر رکھا جائے تبھی آپ اپنے کام میں نکھار لا کر ترقی کے زینے طے کر سکتے ہیں۔"

"مگر ہر کوئی ایسا نہیں کرتا۔ یہ ایک مشقت طلب کام ہے۔" عماد نے صاف گوئی سے کہا تو معی مسکرا دیا۔

"ٹھہرا ہوا پانی ایک مخصوص مدت تک ہی صاف رہتا ہے، پھر اس کے بعد بدبو چھوڑنے لگتا ہے او کسی کے لئے بھی قابل قبول نہیں رہتا۔ مثال کے طور پر میں ایک مقدمے کے دوران ایک بہت بڑ رائٹر سے ملا۔ موصوف ناول نگار ہیں۔ یونہی فرصت میں تھوڑی دیر کی نشست رہی تو میرے سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ وہ صرف لکھتے ہیں، پڑھتے کسی کو بھی نہیں۔ یعنی انہوں نے کبھی مطالعے کی غرض سے کسی کتاب کو نہیں چھوا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ ـــــــ لکھنے کو آپ مطالعے سے الگ کیسے کر سکتے ہیں؟" عماد حیران ہوا تھا۔

"وہ اس لئے کہ ان کے خیال میں اگر وہ دوسرے رائٹرز کو پڑھیں گے تو ان سے ذہنی طور پر متاثر ہو کر ان کا اندازِ تحریر بھی متاثر ہو جائے گا۔ مگر وہ میری آدھے گھنٹے کی بحث کے بعد بھی یہ نکتہ سمجھنے کو تیار نہیں ہوئے کہ وہ جو سالوں پہلے، ستر کی دہائی سے لکھتے چلے آ رہے ہیں، وہ ایک مخصوص طرز اختیار کر چکا ہے۔ یعنی صرف کرداروں کو کم و بیش انہی ڈائیلاگز کے ساتھ وہ اسی پرانے سانچے میں ڈال کر جو تحریر پیش کرتے ہیں اس میں کچھ بھی نیا نہیں ہوتا۔ پھر بھی رو رہے تھے کہ اب پڑھنے والے کم ہو گئے ہیں۔" معید نے تفصیل بتائی۔

"یہ تو ہماری فلم انڈسٹری والا حساب ہوا نا۔ عوام سے شکوہ کیا جاتا ہے کہ وہ سینما ہال میں فلم دیکھنے نہیں آتے۔ بندۂ خدا، جب سب ایک ہی لکیر کے فقیر بنے رہیں گے، اپنے کام میں کچھ جدت اور انوکھا پن نہیں لائیں گے تب تک کسی کی توجہ کیسے حاصل کریں گے۔" مریم پھپھو نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔

"یہی نکتہ میں ان محترم کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ جب تک وہ نیا ادب نہیں پڑھیں گے جو عوام میں پسندیدگی کی سند اختیار کر چکا ہے، انہیں کیسے پتہ چلے گا کہ پڑھنے والے ان سے کیا چاہتے ہیں۔ فقط مشاہدے اور تخیل سے کام نہیں چلتا، زندگی گزارنے کے لئے دنیا کی بھیڑ اور ہنگامے کا حصہ بننا پڑتا ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"پھر کیا سمجھے وہ حضرت؟" عماد نے تجسس سے پوچھا تھا۔

"وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہ ستر کی دہائی سے لے کر اسی کے آخر تک تو لوگ ان کے اندازِ تحریر پر مرتے تھے، انہیں سینکڑوں تعریفی خطوط موصول ہوتے تھے۔ ان کے خیال میں وہ تو اب بھی وہی کچھ لکھ رہے ہیں، بس پڑھنے والے ہی نہیں رہے۔ ایک بار بھی انہوں نے میرا مطمع نظر سمجھنے کی کوشش نہیں کی کہ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ پڑھتے پڑھتے کوئی ایک جملہ یا ایک لفظ بے ساختہ ہی ذہنی جمود کو ختم کر کے

ک روشنی سی پھیلا دیتا ہے۔ اس سے یہ مراد لینا کہ ہم کسی سے متاثر ہو گئے ہیں، بالکل غلط ہے۔ بلکہ یہ چراغ سے چراغ جلنے کا عمل ہے۔ ذہنی وسعت میں اضافہ کرنے کا عمل ہے بلکہ ہمیشہ لوگوں کے دل و ہن میں رہنے کا گر ہے۔ خود کو کچھ خاص اور انوکھا، سب سے الگ بنائے رکھنا، اپنے پروفیشن میں نئی ے نئی جہت اپنانا آپ کو کامیابی کے اونچے زینے پر لے جاتا ہے۔ مگر وہ جناب اپنے دور میں زندہ ں اور موجودہ دور کے نوجوانوں سے شاکی۔" وہ متاسفانہ انداز میں بتا رہا تھا۔

"وہ وکیل ہی کیا جو ایک چھوٹے سے مقدمے کو اپنے حق میں نہ کر سکے۔" ضحیٰ نے استہزائیہ انداز ں کہا تو چائے کا خالی مگ ٹرے میں رکھتا وہ چونک گیا۔ پھر اس کے ہونٹوں کی تراش میں ہلکی سی کراہٹ گھر آئی۔

"خیر، اب اتنا آسان مقدمہ بھی نہیں تھا۔ پتھر میں سوراخ کرنے کے لئے اس پر قطرہ قطرہ پانی کا رتے رہنا شرط ہے۔"

وہ "ہونہہ" کہہ کر نظریں پھیر گئی تھی۔

●●●●●

اس کی رنگت بالکل زرد پڑ گئی۔ مارے خوف کے پورا وجود سنسنا سا گیا۔ اُسے لگ رہا تھا جیسے اس ت انتہائی ردِعمل کے طور پر نوفل احمد کچھ بھی کر سکتا ہے۔ کچھ بھی انتہائی اقدام۔ وہ تڑپ کر پیچھے ہٹی ں۔ نوفل کا اس کی طرف بڑھا ہاتھ ہوا ہی میں معلق رہ گیا۔ اس کے تاثرات یکلخت ہی بدلے تھے۔ ر واستہزاء سے ہنستا وہ صبا کو تحیر میں مبتلا کرنے لگا۔ مگر دہشت کی گرد ابھی بھی نہیں چھوٹی تھی۔

"یہ ہوتا ہے تماشا۔" وہ تلخی سے کہہ رہا تھا۔ "لمحوں میں، میں آپ کو دو کوڑی کا کر دوں۔ کوئی مجھے چھے گا بھی نہیں۔ شوہر ہوں، استحقاق رکھتا ہوں، جیسے جی چاہے "وصولی" کروں۔ دنیا کی کسی بھی الت میں کوئی مقدمہ نہیں چلے گا۔"

صبا کا چہرہ جیسے شعاعوں کی زد میں آ کر جلنے لگا۔

بچی تو نہیں تھی کہ اس کے کہے اور ان کہے لفظوں کی گہرائی کو نہ جانچ پاتی۔ وہ اب بھی اسی سرد اور تلخ از میں کہہ رہا تھا۔ "مگر میں اپنی سطح سے نیچے آنا گوارہ نہیں کرتا۔ کم از کم بقائمی ہوش و حواس تو نہیں۔"

صبا کے وجود کو کسی نے پھر نئے سرے سے عضو عضو توڑنا شروع کر دیا تھا۔

"میری توجہ حاصل کرنے کا آپ کا یہ طریقہ بہت بھونڈا اور پرانا ہے۔ کوئی ناز و ادا دکھاتیں یا دلربا رُوپ اپنایا ہوتا تو شاید........" وہ رفتہ رفتہ معتدل ہو رہا تھا اور صبا راکھ۔

"آپ کی بیوی ہوں میں۔ کوئی......" بے حد بھڑک کر کہتے ہوئے وہ دانتوں پر دانت جما گئی تھی۔

"تو پھر اپنی حد میں رہئے محترمہ!" وہ انگشتِ شہادت اٹھا کر تنبیہی انداز میں بولا تو صبا کا روم روم نے لگا۔

"میں اپنی حد ہی میں ہوں۔ یہ وہی حدود ہیں جو آپ نے اول روز سے میرے لئے متعین کر رکھی ۔ تب تو آپ نے بہت دھڑلے سے کہا تھا کہ میں جس کو چاہے، جو بھی بتاتی رہوں، آپ کو کوئی فرق

نہیں پڑتا تو اب کیوں فرق پڑنے لگا ہے؟ ــــ اب بھی مکر جاتے ہر الزام سے۔" اس کے لہجے میں شعلوں کی سی تپش اُتر آئی تھی۔ ممکن ہی نہ تھا کہ مقابل نہ جھلسے۔

"آپ کسی سے کچھ بھی کہیں۔ چاہیں تو پورے شہر میں پوسٹرز لگا دیں مگر میری ماں سے آپ ایک لفظ بھی نہیں کہیں گی۔" وہ بھی شعلہ بار لہجے میں بولا تھا۔

مگر اس کے آگ برساتے ہونٹ اور آنکھیں صبا کو ذرا بھی نہیں ڈرا رہی تھیں۔ وہ نادانستگی ہی میں اپنی کمزوری اس کے ہاتھ دے گیا تھا۔

"بہت خوب ــــ اسے کہتے ہیں بے پر کی آزادی۔" اس کے لب و لہجے میں استہزاء تھا۔ وہ دوبدو بولا۔

"بہت شوق ہے آپ کو آزادی حاصل کرنے کا؟"

صبا کے دل پر بڑے زور کی چوٹ پڑی تھی۔ تاہم بظاہر بڑے متحمل انداز میں بولی۔ "جس دن آپ کے دل سے اپنی بہن کا گھر بسا رہنے کی آرزو ختم ہو، اس روز مجھے آزاد کر دیجئے گا۔"

نوفل نے پہلے چونک کر اسے دیکھا تھا، پھر ایک دم زور سے ہنس دیا اور یونہی ہنستے ہنستے پیچھے ہٹ کر صوفے میں دھنس گیا۔

"مائی گڈنیس۔ اب آپ مجھے بلیک میل کریں گی۔ یعنی کہ میرے ہی داؤ مجھ پر آزمائیں گی؟" اس کے انداز نے صبا کو ہتک کا احساس دلایا تھا۔

"میں نہ تو اخلاقیات سے عاری ہوں اور نہ ہی احساسات سے۔ مجھے یہ سب کرنا ہوتا تو میں اتنے دن اس جبری ماحول میں نہ گزارتی۔ الحمدللہ میرے پیچھے بھی میری چاہت رکھنے والے اور میری ذرا سی تکلیف پر تڑپ اٹھنے والے لوگ ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ میری ذہنی سطح آپ کے لیول کی نہیں ہے۔"

"ایسا مت کہیں ــــ ہر انسان کو اپنے متعلق دعویٰ پارسائی زیب نہیں دیتا۔ میں آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔" اس کا انداز صبا کو بہت عجیب سا لگا تھا۔

کچھ سلگتا، کچھ بے کل سا۔ اور اس کی آنکھیں اس قدر شفاف اور ساحر کہ ہر تاثر کو نتھار کے رکھ دیتی تھیں۔ تبھی تو اس کے لب و لہجے سے میل نہیں کھاتی تھیں۔

اب بھی ان آنکھوں کے رنگ اس کے لب و لہجے سے بہت جدا تھے۔ تبھی اس کے انداز میں تندی کی بجائے دھیما پن آ گیا تھا۔

"صرف اپنے بارے ہی نہیں، بلکہ کسی اور کے بارے میں بھی اتنے "اٹل" دعوے نہیں کرنے چاہئیں۔ بعض اوقات صرف پچھتاوے ہی ہاتھ آتے ہیں۔ آپ اگر مجھے جانتے ہوتے تو آپ کو اپنی سطح سے اتنا نیچے نہیں آنا پڑتا جتنا کہ آپ آ چکے ہیں۔"

وہ آزردگی سے کہتی تھم سی گئی تھی۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولی تو آواز میں نمکینی گھلی ہوئی تھی۔

"ذرا سے "کھیل" کے لئے آپ نے اتنی زندگیاں داؤ پر لگا دیں۔"

"جو جگر رکھتے ہوں وہ زندگیوں کی پرواہ نہیں کرتے۔" وہ بے نیازی سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"مگر جو جذبات و احساسات اور کسی کا درد رکھتے ہوں وہ خود سے وابستہ ہر زندگی کو اپنی زندگی تصور کرتے ہیں۔"

"میں نہ آپ کو "اپنی" تصور کرتا ہوں اور نہ ہی "زندگی"۔" وہ بے حد سرد لہجے میں کہتا اپنی جگہ پر دراز ہو گیا تھا۔ صبا کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا۔ سو اندر ہی اندر سلگتی رہی۔

●●●●●

"تم اس قدر خبیث ہو وجی! میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔" وہ دُکھ سے کہہ رہی تھی۔

"یہ تو بہت پرانی خبر ہے، کچھ نئی بات کرو۔" وہ پڈنگ کا باؤل اور چمچہ سنبھالتا عین اس کے سامنے صوفے میں دھنس گیا تو ہونٹوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی۔

"ہے تو میرے لئے بھی بہت پرانی۔ مگر ہر بار تمہاری حرکتیں سامنے آنے پر نئے سرے سے دُکھ ہوتا ہے۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ تم جیلس ہو رہی ہو؟" وہ پڈنگ کا چمچہ بھر کے منہ کی طرف لے جاتا رک کر پوچھ رہا تھا۔

"میں صرف تمہاری حرکتوں سے جلتی ہوں۔" حمرہ نے فی الفور اس کی غلط فہمی کو درست کیا تھا۔ پھر جھاڑنے والے انداز میں بولی۔ "تم مجھے کالج پک اینڈ ڈراپ کرنے جاتے ہو یا فیشن شو دیکھنے؟"

"میں معصوم تو اپنی ڈیوٹی ہی نبھاتا ہوں۔ اب تم لڑکیاں خود ہی ایک سے بڑھ کے ایک فیشن کر کے آؤ تو کیا ہم معصوم دیکھیں بھی نہ؟"

"کیا مسئلہ درپیش ہے ہمارے مستقبل کے معماروں کو؟" نگین مسکراتی ہوئی چلی آئی تھی۔

"مجھے مسئلہ درپیش ہے اور اس مسئلے کا نام ہے وجدان میر۔" حمرہ نے شکایتی انداز اپنایا تو وہ ہنس کر نگین سے کہنے لگا۔

"دیکھ لیں بھابی ماں! اب لڑکیوں نے مجھے اپنا مسئلہ بنانا شروع کر دیا ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ ایسی بات نہیں ہے۔"

"جی نہیں ــــ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" حمرہ کی زبان پھسلی تو وہ فوراً بولا۔

"دیکھا ــــ میں نے کہا تھا نا۔"

"بھئی ایک ایک کر کے بولو، ہوا کیا ہے؟" نگین نے مسکراہٹ دباتے ہوئے مقدمے کی کارروائی سنبھالی تھی۔

"دیکھیں نا بھابی! اب میری مجبوری ہے اس کے ساتھ کالج جانا اور آنا۔ مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہاں کھڑا لڑکیوں کو تاڑتا رہے۔" حمرہ اس کی تائید چاہ رہی تھی۔

نگین نے گھور کر وضاحت طلب نظروں سے وجدان کو دیکھا تو وہ خالی باؤل ٹیبل پر رکھنے کے بعد اطمینان سے بولا۔ "اب کوئی بھی ڈیوٹی "بلا معاوضہ" تو ادا نہیں کی جا سکتی نا۔"

"پورے کالج کی لڑکیاں چلی جاتی ہیں، تب یہ مجھے باہر آنے کا اشارہ کرتا ہے جب تک کہ ساری

لڑکیوں کو دیکھ نہیں لیتا۔"

"شٹ اپ ___ وہ تو میں بھیڑ کے خیال سے کہتا ہوں۔" وہ آرام سے بولا مگر آنکھوں کی شرارت چلا چلا کر اور ہی کہانی بیان کر رہی تھی۔

حمرہ دکھی لہجے میں مزید بتانے لگی۔

"اور آج ایک دوست نے مجھ سے فون نمبر مانگا تو اس نے فرفر اپنا موبائل نمبر اسے نوٹ کرا دیا مجھے اتنا برا لگا۔"

"اچھا، میرا نمبر بتانا تمہیں برا لگا؟ اور اس نے فوراً نوٹ کر لیا، وہ برا نہیں لگا؟" وجدان چمک کر بولا تھا۔

"وہ ایسی ہی تیز طرار لڑکی ہے۔ تم دیکھنا، وہ تمہیں ضرور فون کرے گی۔" حمرہ نے تیقن سے پُر انداز میں کہا تو وہ ناگواری سے بولا۔

"تو ایسی دوستیں رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے تمہیں؟"

"وہ میری دوست نہیں ہے۔"

"مگر ابھی تو تم نے کہا کہ وہ تمہاری دوست ہے۔"

"کلاس فیلوز بھی دوستوں ہی میں شمار ہوتی ہیں۔"

"ہر کوئی نہیں ہوتی، اتنی فضول لڑکی سے دوستی کرنے کی تمہیں ضرورت ہی کیا تھی؟" وہ جرح کر رہا تھا۔ حمرہ زچ ہو گئی۔

"اوفوہ ___ غلطی سے میری دوست کہہ دیا۔ اگر وہ میری دوست ہوتی تو اس کے پاس پہلے سے میرا فون نمبر ہوتا۔"

"ہاں ___ یہ تو ہے۔" وہ فوراً مان گیا۔

اس کے انداز پر حمرہ کو جی بھر کے غصہ آیا۔ اتنی بحث کے بعد خود کیسے منٹوں میں ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔ کم اسے تپا کے رکھ دیا تھا۔ تبھی نگین سے بولی جو اس "ڈرامے" سے محظوظ ہو رہی تھی۔

"اب اس سے پوچھیں کہ اسے اپنا نمبر اس لڑکی کو دینے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہاں بھئی۔ کیوں دیا تم نے اسے اپنا نمبر؟" نگین نے مصنوعی سنجیدگی و رعب کا مظاہرہ کیا تھا۔

"اُف بھابی ماں! وہ کوئی لڑکی ہے؟" وہ جیسے پھر سے یاد کر کے پھڑک اٹھا تھا۔ "آہا ___ میں نے تو صرف اسے اپنا موبائل نمبر دیا ہے، اگر انس بھائی ہوتے تو اپنا موبائل سیٹ اسے تھما آتے۔" وہ بھر کے بولا تو مزے سے اس کی بات سنتی نگین بدک اُٹھی۔

"جی نہیں ___ وہ ایسے نہیں ہیں۔"

"میں نے کب کہا کہ وہ "ایسے" ہیں۔ میں کہہ رہا تھا اگر وہ ہوتے تو۔" وہ فوراً بات پلٹ گیا تھا۔

"دیکھا آپ نے۔ میری دوستوں کے سامنے بھی یہ ایسے ہی اسٹائل دکھاتا ہے۔" حمرہ کے ہاتھ کو سے شکایت کا موقع لگا تھا۔

"تم یہ بتاؤ کہ تم نے اس کی فرینڈ کو اپنا موبائل نمبر کیوں دیا ہے؟" نگین نے ڈپٹ کر پوچھا تو وہ ین انداز میں بولا۔

"اس نے مجھ سے خود کہا تھا، اپنا فون نمبر تو لکھوا دو، میں نے کہا فون نمبر تو نہیں البتہ موبائل نمبر چاہیں تو اس پر مجھ سے بات کر سکتی ہیں۔ وہ مسکرا کے بولی، لکھوا دیں۔ میں نے لکھوا دیا۔"

"وہ تم سے نہیں، مجھ سے فون نمبر مانگ رہی تھی۔ تبھی ہم دونوں کے بیچ آ کھڑے ہوئے تھے۔ یوں کر رہے تھے جیسے میری نہیں، تمہاری سہیلی ہو۔" حمرہ نے احتجاج کیا تھا۔

"بہت بری بات ہے وجدان!" نگین مسکرا رہی تھی۔ وہ بھی ہنسنے لگا۔

"مگر ہے پُر لطف۔"

"آپ بھی اس کے ساتھ مل گئی ہیں۔ ذرا بھی نہیں ڈانٹ رہیں۔ میری باقی فرینڈز کیا سوچ رہی گی، حمرہ کا کزن اتنا لفنگا ہے۔" وہ اب ناراض ہونے لگی تھی۔ نگین نے پیار سے اسے ساتھ لگا لیا۔

"میں تو بس اس کی شرارت کو انجوائے کر رہی تھی۔"

"یہ ایک نمبر کا جھوٹا ہے۔" وہ ناراضگی سے کہتی اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"خدا کے فضل سے ہم نے کبھی دو نمبر کام کیا ہی نہیں۔" وجدان نے بڑی انکساری کا مظاہرہ کیا تھا۔ ے گھورتی ہوئی چلی گئی۔

"مگر مجھے لگتا ہے کہ میرا کام تم نے دو نمبر ہی کیا ہے۔" اب نگین نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تو وہ ے بولا۔

"کون سا کام؟"

"وہی، وظیفے والا۔ اللہ کے نام کا ورد کرنا تو اس قدر آسان ہے کہ میں منٹوں میں کر لیتی ہوں، اگر تم کھمبے" کی بیخ نہ لگاتے، نہ چاہتے ہوئے بھی ادھر دھیان چلا جاتا ہے۔" وہ بے چارگی سے کہہ رہی وجدان کے لئے اپنی مسکراہٹ دبانا مشکل ہونے لگا۔

"یہی تو خاص بات ہے اس وظیفے کی۔ پورے دھیان اور گیان کی ضرورت پڑتی ہے، تب کہیں جا لو یہ نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ ذرا دھیان بھٹکا نہیں اور "کھمبے" سے ٹکرائے نہیں۔"

"تو تم مجھے صرف ورد کرنے کا بتا دیتے، کھمبے کا ذکر نہ کرتے۔ پھر کیا مجال تھی جو میرا ذہن بھی اُدھر "نگین چڑ گئی تھی۔ وہ ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"اتنا آسان تھوڑی ہے اکھڑ شوہر کو قابو کرنا۔ ہر فانی شے سے بچ بچا کے صرف خدا سے لو لگا کر ہی مراد پوری ہو سکتی ہے۔ کوشش کرتی رہئے، انشاء اللہ تعالیٰ کامیاب ہو جائیں گی۔"

گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

ی وقت تائی جان کے ہمراہ مریم پھپھو اندر داخل ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم پھپھو!" نگین آگے بڑھ کے ان کے گلے لگی تھی۔ "کیسی ہیں آپ؟"

"الحمد للہ ___ مگر کبھی یہی تین لفظ اپنے بے مروت شوہر سے کہو، ہمارے گھر آ کے بھی پوچھ لیا

کرے۔'' انہوں نے اپنے مخصوص، شگفتہ انداز میں شکوہ کیا تھا۔ نگین مسکراتی ہوئی ان کے لئے ٹھنڈ کا بندوبست کرنے چلی گئی۔ واپس لاؤنج میں آئی تو چچی جان کو بھی وہیں محوِ گفتگو پایا۔ اس نے ان تینو خواتین کی ٹینگ سے تواضع کی تھی۔

''بھئی میں تو بازاروں کے چکر کاٹنے سے سخت عاجز ہوں مریم! خدا نے اب بہو دی ہے تو یہ ذم داری بھی اسی کو نبھانی ہے۔ اسی کو ساتھ لے کر ساری شاپنگ کر ڈالو۔ معید کی بھی اور ضحیٰ کی بھی۔'' تا جان نے اپنے سادہ سے انداز میں نگین کو مان دیا تھا۔

''کیوں نہیں امی جان! میں تو خود سوچ رہی تھی کہ دن تھوڑے سے ہیں، اب شادی کی تیاریا شروع ہو جانی چاہئیں۔''

''ہاں، تو پھر ٹائم ٹیبل بنا لو شاپنگ کا۔'' مریم پھپھو تو ہمہ وقت تیار رہتی تھیں، اب بھی مسکرا کر بولیں تو نگین کو یاد آ گیا۔

''ابھی آپ کو میرے ساتھ جانا ہے ڈاکٹر کے پاس، میری رپورٹ لینے۔''

''ارے ہاں، بھابی بتا رہی تھیں۔ خدا کرے کچھ خوش خبری کا سلسلہ ہو۔'' ان کے پُرمسرت اندا نے نگین کو بے طرح خجل کیا تھا۔ چہرے سے یکدم ہی جیسے شفق پھوٹ پڑی۔

''میں کپڑے تبدیل کر کے آتی ہوں۔ پھر نکلتے ہیں۔'' وہ فوراً ہی اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

حسب توقع اس کی رپورٹس پازیٹو تھیں۔ مریم پھپھو نے اسے مبارک دی تو وہ عجیب سی خوشی او خوف کا بیک وقت شکار ہوتی ان کے گلے لگ کے رونے لگی۔ مریم پھپھو اس افتاد سے پریشان ہ اُٹھیں۔ تب ڈاکٹر زارا مجاہد نے اسے مشفقانہ انداز میں سمجھایا تھا۔

''پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ پہلی بار ماں بننے کی خوشی پر خوف کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ مگر جوا جوں اس ننھی سی جان کی سانسیں اور دھڑکنیں بڑھیں گی، اس سے مانوسیت بھی بڑھ کر محبت کا روپ اختیا کر لے گی۔ آپ کو تو خوش ہونا چاہئے کہ خدا نے اتنی جلدی آپ کا دامن اس خوشی سے بھر دیا ہے۔''

''انس کو بتایا ہے تم نے؟'' واپسی پر مریم پھپھو نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''اب بتانا اس کو۔ بہت خوش ہوگا۔'' وہ مسکرا کر بولیں تو وہ جھینپ گئی۔

''میں نہیں بتاؤں گی پھپھو! مجھے شرم آتی ہے۔''

''تو چلو، ہم مبارک باد دے لیں گے اسے باپ بننے کی۔'' وہ شرارتی انداز میں بولیں۔ پھر اس سرخ پڑتا چہرہ دیکھ کر ہنس دیں۔

تائی جان نے یہ خوش خبری سنتے ہی اس کی پیشانی چوم کر گلے سے لگا لیا۔

''خدا کا شکر ہے، اس نے میرے بچے پر اپنی رحمت کی ہے۔''

''خدا بری نظر سے بچائے آپا! سب سے پہلے کچھ صدقہ خیرات کیجئے گا۔'' چچی جان نے یاد دہا کرائی تھی۔

''اب ڈاکٹر کی ساری ہدایات پر سختی سے عمل کرنا۔ خبردار جو اپنی صحت کی طرف سے کوئی غفلت برتی تو۔

نگین کا خوف کہیں دور ہونے لگا تھا۔ پھر اس خوف پر خوشی کا بے پناہ احساس غالب آنے لگا۔ اس پذیرائی، اسے لگا جیسے وہ دنیا سے انوکھا کام کرنے جا رہی ہو۔ اب اسے صرف اور صرف انس کا ...ار تھا۔

''اُف ——— نگی! ———'' ضحیٰ کو پتہ چلا تو وہ دندناتی ہوئی اس کے کمرے میں چلی آئی اور آتے چٹاخ پٹاخ چوم ڈالا۔

''ضحیٰ ———'' قلقل کرتی ہنسی اس کے اندر سے اُمڈی تھی۔

''اتنی بڑی خوش خبری لے کر یوں چھپی بیٹھی ہو۔''

''تو کیا کروں، ٹی وی پہ ایڈ دے دوں؟'' وہ شرارت سے پوچھ رہی تھی۔

''اس سے کم بھی کچھ نہیں ہونا چاہئے۔ آخر کو مابدولت کے بھتیجا، بھتیجی اس دنیا میں آ رہے ہیں۔'' ...ا نے فرضی کالر کھڑ کھڑائے تھے۔ نگین کو ہنسی آ گئی۔

''اس قدر ''کنفرمڈ'' پیش گوئی؟''

''میرا مطلب ہے کہ ''قطرہ قطرہ مل کے بہت ہو جاتا ہے۔'' وہ کہتی ہوئی اطمینان سے اس کے بستر ...دراز ہوئی تھی۔

''شٹ اپ ضحیٰ!'' وہ پھر سے ہنس پڑی تھی۔ بات بے بات پھوٹتی ہنسی اس کی خوشی اور بے پناہ ...رت کی گواہ تھی۔ شفاف اور رواں پھوٹتے چشمے جیسی ہنسی۔

''چلو، چل کے صبی کو یہ خوش خبری سنائیں۔ آخر کو وہ بھی پھپھو بننے جا رہی ہے، بلکہ ممانی بھی۔'' ضحیٰ ...ا آئیڈیا پیش کیا تھا۔ پھر اچھل کر بستر سے اتری اور بھاگ کر فون سیٹ اٹھا لائی۔

''ضحیٰ! پاگل ہو گئی ہو؟ ابھی سے سارے میں پھیلا دو گی؟'' نگین کو اس کے جوش و خروش پر ہنسی آ ...ا تھی۔

''لو بھئی، ننھیال والوں نے کیا قصور کیا ہے جو انہیں یہ خوشی کی خبر نہ سنائی جائے؟'' وہ فون نمبرز ...ملا کرتے ہوئے اسے خفیف سا گھور کر بولی تھی۔ نگین گہری سانس لے کر رہ گئی۔

کال صبا نے ریسیو کی تھی اور اس خبر کو پا کر وہ بھی ضحیٰ ہی کی طرح خوشی و مسرت کا شکار ہوئی تھی۔

''اب اپنا خیال رکھنا نگین! بلکہ انس بھائی سے بھی کہنا۔'' صبا نے نگین سے بات کرتے ہوئے تاکید ...کی تھی۔

''یہ کوئی کہنے کی بات تھوڑی ہے۔ انہیں پتہ چلنے دو، پھر ان کا حال دیکھ لینا۔'' وہ مزے سے بولی۔

''السلام علیکم!'' انس نے بے حد خوشگوار موڈ میں اندر قدم رکھا تھا۔

''اب میں چلتی ہوں۔'' ضحیٰ فوراً ہی فون سیٹ اٹھانے لگی۔

''ایسی کون سی راز کی باتیں تھیں، مجھے سامنے پا کر جن کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا ہے؟'' انس نے اس ...بھاگنے والے انداز پر چوٹ کی تھی۔

''ابھی یہ راز آپ پر بھی کھل جائے گا۔'' وہ ہنستی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔

"نگی! تم زارا مجاہد کے پاس گئی تھیں اپنی رپورٹس لینے؟" وہ اب بالکل سنجیدہ تھا۔
نگین کا دل بے ترتیبی سے دھڑک اٹھا۔ وہ بالکل سامنے آن بیٹھا مگر اس سے نگاہ نہیں ملائی گئی۔

"ہاں ــــ وہ مریم پھپھو ساتھ تھیں۔ میں نے سوچا شاید آپ کو یاد نہ رہے۔"

"میں سیدھا وہیں گیا تھا، وہاں سے پتہ چلا کہ تم رپورٹس لے آئی ہو۔ کیا بتایا ہے ڈاکٹر نے؟"
نگین کے ہونٹوں پر دھیمی سی شرگیں مسکراہٹ نے گھیرا ڈال لیا۔ کچھ کہے بنا اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑے سفید لفافے کی طرف اشارہ کر دیا۔ نگین کو اپنی دھڑکنوں کی آواز کانوں میں سنائی دینے لگی۔ وہ اب لفافے میں سے رپورٹ نکال کر پڑھ رہا تھا۔

"پریگنینسی ٹیسٹ ــــ اور پازیٹو رپورٹ ــــ"

اس سے آگے کے مندرجات وہ دیکھ بھی نہیں پایا۔ بے حد بے یقینی سے نگین کو دیکھنے لگا جو بدستور بے نیاز بننے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر اپنے چہرے سے چھلکتے رنگوں کو کسی طور بھی چھپا نہیں پائی تھی۔
اگلے ہی لمحے بے پناہ خوشی اور مسرت نے اس کے دل کو بھر دیا ــــ وہ تیزی سے اس کے سامنے آ بیٹھا۔

"نگی! ــــ یہ ــــ یہ کیا لکھا ہے ــــ تم ــــ" وہ حواس باختہ سا تھا جیسے ابھی تک یقین اور بے یقینی کے درمیان محو سفر ہو۔
نگین کو اس کی شکل دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ بے حد شفاف اور معطر ہنسی۔ اور گھور سیاہ آنکھوں میں بے پناہ چمک۔ انس نے بے اختیار اسے بانہوں میں لے لیا۔

وہ دونوں ہی عجیب سی کیفیت کا شکار ایک دوجے سے ایک لفظ بھی نہیں کہہ پا رہے تھے مگر اس خاموشی میں بھی ہزار باتیں تھیں، ہزار معنی تھے۔

"میں بہت خوش ہوں نگی! ــــ بہت خوش۔" بوجھل سے انداز میں کہتا وہ نگین کی سماعتوں میں رس گھول رہا تھا۔

"یہ بچہ ہماری محبت کا ضامن ہے نگی! ــــ لو چائلڈ۔ ہماری محبتوں کی ڈور کو مضبوط کرنے والی گرہ۔" وہ اسے سامنے کئے بہت محبت بھری جذباتیت سے کہہ رہا تھا۔ نگین کا دل اس کی محبت سے لبالب بھرنے لگا۔

"تمہیں اسی دن اس بات کا پتہ چل گیا تھا نا؟" وہ تیقن سے پوچھ رہا تھا۔ نگین نے دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تبھی مجھے ساتھ لے کر رپورٹ لینے نہیں گئیں۔"

"آپ کو یہ سرپرائز اچھا نہیں لگا؟" وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ درحقیقت انس کے ردعمل نے اس کے دل و ذہن پر بہت اچھا تاثر چھوڑا تھا۔

"اچھا تو اتنا لگا ہے کہ لفظوں میں بتا نہیں سکتا۔" وہ آنکھوں میں شریر سی چمک لئے اس کے قریب ہوا تھا۔ کمرے میں نگین کی قلقل کرتی ہنسی گونج رہی تھی۔

"اور جب سب کو پتہ چلے گا تو سب کتنے خوش ہوں گے۔"

"آپ سب سے آخری شخص ہیں جنہیں یہ خوشی کی خبر ملی ہے۔ ورنہ صحیٰ تو صبا تک کو فون کر چکی ہے۔" نگین نے بتایا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس بے یقینی پر جھلاہٹ حاوی ہو گئی۔

"یو آر اے فول نگی ــــ!" وہ احتجاجاً اس سے دور کھسک کر بیٹھ گیا تھا۔ "تم یہ خبر سب سے آخر میں مجھے سنا رہی ہو جس پر سب سے پہلے میرا حق بنتا تھا۔"

"اب یہ تو کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے۔" نگین نے کہا تو وہ سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہی تو خامی ہے تم میں۔ تم نے کبھی میرے ذہن سے سوچنے کی کوشش ہی نہیں کی۔"

"اللہ کا شکر ہے، اس نے مجھے بھی ایک عدد دماغ سے نوازا ہے اور میں اس سے کام لینا اچھی طرح جانتی ہوں۔" نگین نے فوراً کہا تھا۔ وہ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا جیسے بدمزہ سا ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"ہر بار تم کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور کر دیتی ہو جس سے خوشی میں داغ لگ جاتا ہے، بدمزگی کا۔"
نگین نے اس کا ہاتھ تھام کر کھینچتے ہوئے اسے اپنے سامنے بٹھایا تھا۔ ابھی چند لمحے پہلے جس چہرے پر خوشیوں کے گلاب لہلہا رہے تھے، اب وہاں سنجیدگی رقم ہو چکی تھی۔

"اب اس میں خفا ہونے والی کون سی بات ہے انس! اس گھر کے لوگوں کا بھی اس خوشی پر اتنا ہی حق ہے جتنا کہ ہمارا۔"

"پھر بھی نگی! شادی شدہ زندگی کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔ اگر تم سب سے پہلے یہ بات مجھے بتاتیں تو مجھے پتہ چلتا کہ میری بھی تمہارے نزدیک کوئی اہمیت ہے۔" اس کی اپنی ہی منطق تھی۔

"انس! پلیز۔ اگر میں مریم پھپھو کے ساتھ اپنی رپورٹس لینے نہیں جاتی تو کسی کو بھی پتہ نہیں چلتا۔ اور میں سب سے پہلے آپ ہی کو بتاتی۔"

"اسی لئے میں نے کہا تھا کہ تم رپورٹس لینے مت جانا، میں خود جاؤں گا۔ مگر تم نے ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا کبھی خیال رکھا ہو، تب نا۔" وہ ناگواری سے کہہ رہا تھا۔
نگین کو بھی غصہ آنے لگا۔ "اور آپ جن چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھتے ہیں نا، وہ بھی صرف لڑائی کا باعث بنتی ہیں، اور کچھ نہیں۔"

"ہمیشہ جھگڑا تمہاری وجہ سے ہوا ہے نگی!"

"میری وجہ سے نہیں، بلکہ آپ کی وجہ سے۔ جو مجھ سے خواہ مخواہ اتنی توقعات وابستہ کئے رہتے ہیں۔" نگین نے تصحیح کی تھی۔

"بہت خوب ــــ" لمحہ بھر چپ رہنے کے بعد وہ تلخی آمیز لہجے میں بولا تھا۔ "یعنی میں تم سے خواہ مخواہ توقعات وابستہ کئے ہوئے ہوں۔ اور شاید یہ کہتے ہوئے تم نے ہم دونوں کے آپس کے رشتے کے تقاضوں کو مدنظر نہیں رکھا ہے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا انس......" نگین اس کے لب و لہجے سے خائف ہو کر کہنے لگی۔ مگر وہ اس کی

بات کاٹ کر درشت لہجے میں بولا۔

"نہیں، تم درست ہو۔ تمہارے تمام مطلب درست ہیں۔ اگر غلط ہوں تو وہ صرف میں اور میرے جذبات واحساسات۔"

نگین گنگ سی اسے دیکھ رہی تھی۔ ابھی چند لمحے پہلے وہ ریشم کی طرح نرم تھا اور اب یکلخت ہی فولا بن گیا تھا۔ پھول برساتا لہجہ شعلے اُگلنے لگا تھا۔ نرم گرم جذبوں کی یلغار کرتی آنکھوں میں بے اعتنائی نے ڈیرے ڈال لئے تھے۔

"ہر بات تمہارے لئے مذاق ہے۔ میرے جذبات، میرے احساسات کی کبھی بھی تم نے پرواہ نہیں کی۔ کیا فرق پڑ جاتا اگر تم سب سے پہلے یہ خبر مجھ سے شیئر کرتیں۔ مگر نہیں، ان سب باتوں کی تمہاری زندگی میں شاید وہ اہمیت نہیں جو میرے لئے ہے۔ شاید میں تمہارے دل میں وہ مقام نہیں حاصل کر پایا جو میں نے تمہیں دے رکھا ہے۔ میرے لئے سب سے پہلے تم ہو اور تمہارے لئے میں، شاید سب سے آخر میں۔"

بات کہاں سے چلی اور کہاں آ تھمی تھی۔

وہ شاید اپنے حواس میں نہیں تھا۔ تبھی تو اس کی سفید پڑتی رنگت اور ساکت سا انداز دیکھ کر بھی نہیں رُکا تھا۔ نگین کو لگا اس کی سانسیں تنگ پڑنے لگی ہوں۔ اس قدر بے اعتنائی۔ اس قدر بدگمانی۔

وہ روئی تھی اور اس بری طرح سے کہ لحظہ بھر کو تو انس کا ذہن بالکل بلینک رہ گیا تھا اور اس کے بعد اسے سنبھالنا ایک مسئلہ بن گیا۔ انس کا سارا غصہ، سارا غبار بھاپ بن کے اُڑ گیا تھا۔

"آئی ایم سوری! ــــــ نگی! آئی ایم سوری۔" وہ پچھلے پندرہ منٹوں سے اسے منانے کی کوششوں میں لگا ہوا تھا مگر اس کی پلکیں خشک ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

"آپ نے یہ سب کیسے کہہ دیا جو میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا۔" وہ بار بار ایک ہی بات دہرائے جا رہی تھی۔ اور ہر بار اس کی آنکھیں نئے سرے سے برسنا شروع کر دیتی تھیں۔

انس کا جذباتی سا دل اس بن بادل برسات میں ڈوبتا جا رہا تھا۔ جذبات کا سمندر اترتے ہی اسے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔ آج سے پہلے اس نے کبھی بھی نگین سے اس لب ولہجے میں بات نہیں کی تھی۔ اور آج جیسے وہ پچھلے تمام عرصے کی کسر نکال گیا تھا۔

وہ جو ہمیشہ اس کا جان نچھاور کرنے والا انداز دیکھتی آئی تھی، شاکڈ تھی۔ تبھی تو آنکھوں کے سوتے خشک ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"آئی ایم ریئلی ویری سوری نگی! دیکھو، پتہ نہیں کیسے مجھے اتنا غصہ آ گیا۔ دیکھو، معافی مانگ رہا ہوں یار!" اس کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنے سینے پر رکھے وہ ملتجیانہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ایسی باتیں کہی کیوں آپ نے کہ پھر معافی مانگنا پڑے؟" وہ ابھی بھی راضی نہیں تھی۔ اس کی متورم آنکھیں دیکھ کر انس کو تاسف ہونے لگا۔

"چلو، آئندہ کے لئے پرامس۔ اب تم لڑو تو لڑو، میں کبھی بھی تم سے جھگڑا نہیں کروں گا۔"

"آپ ہمیشہ یونہی کہتے ہیں، پھر جھگڑا بھی آپ ہی شروع کرتے ہیں۔" نگین نے ناراضگی سے کہا وہ بھنوؤں کو ہلکی سی جنبش دے کر اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"مائنڈ یو نگی! لڑائی میں پہل ہمیشہ تمہاری ہی کسی بات کی وجہ سے ہوتی ہے۔"

"دیکھا، یہی ــــــ آپ کی یہی بات ہمیشہ لڑائی کا باعث بنتی ہے۔ خود کا قصور تو آپ نے کبھی مانا نہیں۔"

"آج مان لیتا ہوں۔ یہی قصور ہے میرا جانِ من! کہ میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم بھی مجھ سے محبت کرو۔" اس کے ہاتھوں کو لبوں سے چھوتا وہ نگین کا دل دھڑکا گیا تھا۔ اس کا ہر انداز ہی قیامت لگا کرتا تھا، شوہر تھا مگر محبوب بن کر چاہتا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نے ...ویرا کر دیا۔

"اتنے سر پھرے بندے سے محبت کرنے سے پہلے تو مجھے اس مضمون میں ڈگری لینا پڑے گی۔"

"وائے ناٹ بے بی! ــــــ" وہ فوراً پھیلنے لگا۔ "تم چاہو تو آج ہی سے کلاسز جوائن کر سکتی ہو۔ ...بدولت اس مضمون میں ٹاپ کر چکے ہیں۔" اس کی شریر مسکراہٹ شریر تر ہوئی تھی۔ آنکھوں کے گرم ...وش جذبات اپنی حدت سے اسے پگھلا دینے کو کافی تھے۔ مگر اس وقت وہ اسے لفٹ کرانے کے موڈ ...ں بالکل بھی نہیں تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو وہ اس پر برسا تھا تو اس کا بدلہ لینے کو جی چاہ رہا تھا۔ کیسے ...وں میں جان نکال کے رکھ دی تھی اس نے۔ اور اب جیسے اس سے بڑا عاشق اور کوئی نہیں تھا۔

"آئی ایم سوری ــــــ مجھے یہ ٹیچر پسند نہیں ہے۔" اس نے بڑے اطمینان سے کہا تو وہ بڑے ...ناد سے بولا۔

"ایک بار یہی بات مجھ سے نظر ملا کے کہو تو میں مان جاؤں گا۔"

"ہاں ــــــ تو کہہ سکتی ہوں۔" نگین نے فوراً ہی اس کا چیلنج قبول کیا تھا۔ مگر سیاہ نگینوں کو بھوری ...کھوں کی چمک نے اپنی گرفت میں لے لیا۔

"تو کہہ دو کہ مجھ سے محبت نہیں کرتی ہو۔" وہ بڑے چیلنجنگ انداز میں کہہ رہا تھا جیسے اُسے سو فیصد ...ین ہو کہ وہ اس کے سحر سے بچ نہیں سکتی۔

"یہ تو بے وفائی ہو گی انس! میری آنکھیں سیاہ ہیں، بے وفائی تو بھوری آنکھوں والوں کا شیوہ ہے۔" کہتے ہوئے وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔ انس نے اس کے ہاتھ کو ہلکا سا جھٹکا دیا تھا۔

"بھول ہے تمہاری ــــــ بلکہ ناقص معلومات۔ سیاہ آنکھیں یعنی گھپ اندھیرا۔ ہر شے سیاہی کے ...ے میں روپوش۔ کیا سچ کیا جھوٹ پتہ ہی نہیں چلتا۔ اور ہم بھوری آنکھوں والے تو شفاف آئینے ...۔ جب جی چاہے آنکھ میں جھانکو اور سچ جان لو۔ تمہاری طرح نہیں کہ بندہ اندھیرے میں ٹکریں ہی ...ارہ جائے اور دل کا بھید نہ ملے۔"

وہ تمسخر اُڑا رہا تھا۔ اس کی نئی منطق پر نگین کو ہنسی آنے لگی۔

"اچھا ہے نا۔ لڑکیوں کو تو ویسے بھی بند کتاب کی مانند ہونا چاہئے۔" وہ ہنسی دباتے ہوئے بولی تو

انس نے معنی خیز انداز میں دوبدو کہا۔
"واقعی ـــــ اور اس کتاب کا ہر صفحہ شاہکار ہے۔ تبھی تو میں سطر سطر کو حفظ کر لینے کا متمنی ہوں۔"
نگین کو اپنی بات کے جواب میں گڑبڑاتے دیکھ کر وہ بے ساختہ ہنس دیا تھا۔
"اب خفا تو نہیں ہو نا؟" وہ سونے سے پہلے تک اس سے پوچھتا رہا تھا۔
"اب تو نہیں ہوں، مگر آئندہ کبھی مجھ پر یوں چیخے چلائے تو میں سنجیدگی سے خفا ہو جاؤں گی۔" نگین نے دھونس جمائی تھی۔ انس نے تابعداری سے سر ہلا دیا۔

●●●●●

"آج ژالے نے ہمیں لنچ پر انوائٹ کیا ہے۔" وہ نوفل کی وارڈ روب سیٹ کر رہی تھی جب اس نے کمرے میں آ کر با آواز بلند "انوی ٹیشن" سنایا تھا۔
آج اتوار کی چھٹی تھی۔ وہ کئی روز سے گھر جانے کا تہیہ کیے بیٹھی تھی مگر کوئی نہ کوئی مصروفیت آڑے آ رہی تھی اور یہ پروگرام ٹلتا جا رہا تھا۔ لیکن آج صبح ہی وہ صالحہ بیگم سے اجازت لے چکی تھی۔ مگر اب یہ ژالے آفریدی کا دُم چھلا ـــــ
"مجھے آج امی کی طرف جانا ہے۔" صبا نے بھی اسی کے سے انداز میں اونچی آواز میں اپنا پروگرام "نشر" کیا تو وہ رسٹ واچ اُتارتا ٹھٹک کر اس کی پشت کو گھورنے لگا۔
"ایسا کیا ضروری کام آن پڑا ہے آپ کو؟" اس کے لب و لہجے میں ایسا کچھ تھا جس نے صبا کو پلٹ کر اسے دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔
"میں اتنی خودغرض نہیں ہوں کہ اپنے قریبی رشتوں کو صرف کام کے وقت یاد کروں۔ خدا کے فضل و کرم سے میری پوری فیملی ہے جن کے ساتھ میرا زندگی بھر کا ناتا ہے۔" اس نے بڑے اطمینان اور تفصیل کے ساتھ جواب دیا تھا۔
"مگر میں ژالے سے کمٹ منٹ کر چکا ہوں۔" وہ اُکھڑے ہوئے انداز میں بولا تو صبا نے سابقہ انداز میں کہا۔
"تو صاحب! آپ نبھائیے اپنی کمٹ منٹ۔ میں تو صرف اپنی طرف سے انکار پیش کر رہی ہوں۔ ویٹو کا حق تو ہے نا مجھے۔"
"آپ میرے ساتھ جا رہی ہیں۔" وہ باور کرا رہا تھا۔ صبا نے وارڈ روب پر ایک طائرانہ نظر ڈال کر دروازہ بند کر دیا اور نوفل کی طرف پلٹتے ہوئے بولی۔
"اگر یہی بات میں آپ سے کہوں تو؟"
اس کی آنکھوں میں تحیر اُبھر آیا تھا۔ وہ یقیناً اس سے اتنی جرأت کی امید نہیں رکھتا تھا۔
"تو پھر میں اپنی کمٹ منٹ کو ترجیح دوں گا۔" اپنی حیرت کو دباتے ہوئے وہ بے حد رُکھائی سے بولا تو صبا نے متاسفانہ انداز میں کہا۔
"میری ضد میں آپ یہ بات ہمیشہ بھول جاتے ہیں کہ اس گھر میں آپ کے بھی کچھ رشتے بستے

ہیں۔ سب سے بڑھ کر آپ کی بہن۔"
وہ کچھ جزبز سا ہو کر خاموش رہ گیا تھا۔ صبا کو اس کی خاموشی نے بہت تسکین دی تھی۔
کہیں تو وہ اسے بھی لاجواب کر سکتی تھی۔ وہ اسی چپ میں کمرے سے نکل گیا۔ اسی خوشی میں صبا نے اپنا پسندیدہ ترین لباس نکال کر پہنا اور ہمیشہ کی طرح سادگی میں اُٹھ کر چل دینے کی بجائے بڑی رو میں آ کر ہلکا سا میک اپ کر ڈالا۔ کانوں میں میچنگ زرقون جڑے بندے اور نیکلس جس نے اس کی صراحی دار گردن کی خوب صورتی کو کچھ اور بڑھا دیا تھا۔ ایک کلائی میں طلائی چوڑیاں اور دوسری میں نوفل کے دیئے ہوئے کنگن۔ لانبے، سیاہ بالوں کو گردن پر سمیٹ کر خوب صورت سے کلپ میں جکڑتے ہوئے یونہی پشت پر ڈال دیا اور جھک کر سینڈلز میں پاؤں ڈالنے لگی۔ سیاہ بالوں کا آبشار پھسل کر اس کے شانے پر آ گیا تھا۔
اندر آتے ہی نوفل پر بجلیاں سی گریں۔ سینڈلز پہن کر وہ اسٹول سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

جلووں نے اہلِ ہوش کو کیسے شکستِ فاش دی
آئے تھے ان کو ڈھونڈنے، خود سے بھی بے خبر گئے

بنا دوپٹے کے خود سے لاپرواہ متناسب سراپا اور خرد سے بے گانہ کر دینے والا جلوہ۔ وہ ایسا دل پھینک یا بے اختیار بندہ نہیں تھا کہ کسی بھی حُسن کو دیکھ کر ٹھٹک جاتا۔ مشکل یہ تھی کہ اس لڑکی سے اس نے محبت کی تھی۔
اس کی نظر کے ارتکاز کی "گہرائی" کو سمجھے بغیر صبا اسے دیکھتے ہی اپنے دوپٹے کی طرف لپکی تھی۔ ایک سحر تھا جس کی گرفت سے آزاد ہوا تھا۔ خود کو سرزنش کرتا وارڈ روب کی طرف بڑھا اور اپنے کپڑے نکالنے لگا۔ مگر ایک جھلاہٹ نامحسوس کن طریقے سے اس کے دل و ذہن کا حصار کر چکی تھی۔ وہ اپنے دل کی "طلب" کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اور یہ جھلاہٹ اسی طلب کو بے دردی سے دبانے کا نتیجہ تھی۔
وہ شاور لینے کے بعد کپڑے چینج کر کے باہر نکلا تو وہ کمرے ہی میں موجود تھی۔ سنگل صوفے میں دھنسی ویکلی میگزین میں محو وہ جیسے نوفل کی موجودگی سے بالکل بے خبر تھی یا پھر شاید نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ مزید سلگا تھا۔ بال بناتے، پرفیوم چھڑکتے اس کی نگاہ آئینے میں بھٹک کر اس کے شعاعیں بکھیرتے، روپ نے چرائی تھی۔ اس نے پرفیوم ڈریسنگ ٹیبل پر پٹخی تو وہ چونک گئی۔
"چلیے ـــــ" سرد مہری سے کہتا وہ کی چین اور موبائل اُٹھاتا اس سے پہلے کمرے سے نکل گیا تھا۔
صبا نے گہری سانس کھینچتے ہوئے اپنا بیگ اٹھایا۔ اس بار وہ دو تین روز میر ہاؤس میں ٹھہرنے کا ارادہ کر چکی تھی۔
"امی! آپ بھی چلتیں۔ نگین خوش ہو جاتی۔" صبا نے صالحہ بیگم سے کہا تو وہ مسکرا کر بولیں۔
"میں بھی جاؤں گی۔ ابھی تم لوگ چکر لگا لو۔ میری طرف سے سب کو مبارک دینا۔"
"ایں ـــــ مبارک؟ کس بات کی؟" نوفل چونکا تھا۔
"بتایا نہیں صبا نے تمہیں؟" صالحہ بیگم نے باری باری ان دونوں کے چہروں پر نظر ڈالتے ہوئے

پوچھا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

"مجھے تو کسی نے کچھ نہیں بتایا۔ کوئی خوش خبری ہے کیا؟" نوفل کہہ رہا تھا۔ صالحہ بیگم کچھ کہنے کی بجائے صبا کی طرف دیکھنے لگیں۔

"سوری امی! مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا۔"

"چلو، اب راستے میں بتا دینا۔ اور ہاں، مٹھائی وغیرہ بھی لے جانا۔" وہ نرمی سے کہہ رہی تھیں۔ صبا سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اپنے مطلب کی باتیں تو آپ کو بہت اچھی طرح یاد رہتی ہیں۔ لیکن اگر مجھے کچھ بتانا ہو تو وہ آپ کو یاد نہیں رہتا۔" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

صبا نظر چرا کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔ اب اتنی بے تکلفی تو تھی نہیں کہ آرام سے بیویوں والے مخصوص، بے تکلفانہ انداز میں کسی بھی "خوش خبری" کا ذکر کر دیتی۔

"مجھے بہت اچھی طرح سے یاد تھا۔"

"تو امی کے سامنے آپ جھوٹ بول رہی تھیں؟" وہ گیئر بدلتا اچٹتی نظر اس پر ڈالتے ہوئے ناگواری سے بولا تو وہ جتانے والے انداز میں بولی۔

"بہت سے جھوٹ مجبوری میں بھی بولنا پڑتے ہیں ——— مجھے آپ کی طرح جھوٹ بولنے کا شوق نہیں ہے۔"

"بہت خوب۔" نوفل کا انداز یکلخت ہی بدلا تھا۔ لب و لہجے میں وہی اطمینان اتر آیا جو اس کا دل جلاتے سے اس کے انداز میں اتر آیا کرتا تھا۔

"مگر میرا نہیں خیال کہ میں نے کبھی آپ سے جھوٹ بولا ہو۔ شادی والی رات سے لے کر ڈالے سے افیئر تک، ہر بات آپ کے سامنے رکھ دی۔ اور آپ ابھی بھی بے یقینی کے سفر میں ہیں۔ شاید ابھی بھی آپ میری طرف سے کچھ مارجن رکھ کے سوچتی ہیں۔"

"بھول ہے آپ کی۔" اس کے لفظوں نے تضحیک کا احساس دلایا تو وہ تیز لہجے میں بول اُٹھی۔

"ایسی کون سی زمانے بھر کی خوشیاں دے رہے ہیں مجھے جو میں آپ کے متعلق مارجن رکھ کے سوچوں؟"

"بہرحال، ہم کسی خوش خبری کی بات کر رہے تھے۔" نوفل نے اتنے آرام سے بات پلٹ دی کہ وہ بس دانتوں پر دانت جما کر رہ گئی۔

"آپ گھر پہنچیں گے تو سب معلوم ہو جائے گا۔" قدرے توقف کے بعد وہ معتدل انداز میں بولی تو وہ بھنوؤں کو خفیف سی جنبش دے کر اسے دیکھنے لگا۔

"جبکہ میرے خیال میں مجھے گھر پہنچنے سے پہلے ہی ہر بات کا علم ہونا چاہئے۔"

"اُفوہ بھئی۔" وہ جھنجلا سی گئی۔ اس کی سوئی ریکارڈ کی طرح ایک ہی جگہ پر اٹک گئی تھی۔

"میرا نہ تو آپ سے ایسا کوئی تعلق ہے اور نہ ہی بے تکلفی کہ میں ہر بات آپ کو بتاتی پھروں۔"

"بیوی ہیں آپ میری۔ چاہے کاغذوں ہی میں سہی ——— اور کون سا تعلق چاہتی ہیں؟" وہ بہت انجان بن رہا تھا۔

صبا کا روم روم سلگنے لگا۔ وہ یونہی سپاٹ نظروں سے باہر دیکھتی رہی۔ ابھی کچھ دیر پہلے گھر سے نکلتے وقت وہ جس خوشی اور مسرت کا شکار تھی، اسے بے اعتنائی کی گرد دھندلانے لگی۔

سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر اس نے جلتی آنکھیں موند لی تھیں۔

گاڑی میں ایک دم سے خاموشی سی چھا گئی تھی۔

نوفل نے گیئر بدلتے ہوئے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔ سینے پر بازو لپیٹے وہ پلکیں موندے ہوئے تھی۔

نوفل کے دل میں ایک عجیب سی یاسیت بھرنے لگی۔ تنہائی کا مہیب احساس یا شاید کوئی دُکھ۔

"کوئی دکھ نہیں مجھے۔" اگلے ہی پل وہ جھنجلا گیا تھا۔

گاڑی شاید رک گئی تھی۔

صبا نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ نامانوس سا ایریا۔

سامنے ہی معروف ریسٹورنٹ کا سائن بورڈ دکھائی دے رہا تھا۔ نوفل نے گاڑی پارکنگ لاٹ میں پارک کر دی تھی۔ وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے آپ کو بتایا تھا کہ ہم ڈالے کی طرف انوائٹڈ تھے۔" وہ اگنیشن سے چابی کھینچتا آرام سے کہہ رہا تھا۔

صبا بے یقینی سے بولی۔ "لیکن ہم تو گھر جا رہے تھے۔"

"میرے لئے میری کمٹ منٹ از حد ضروری ہے۔ اس کے بعد آپ جو جی میں آئے کیجئے گا۔" اسے نیچے اترنے کا اشارہ کرتا وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

صبا کا جی چاہا ڈھیٹوں کی طرح گاڑی میں بیٹھی رہے۔ مگر نوفل احمد کا اکھڑپن بھی وہ دیکھ ہی چکی تھی۔ یوں بیچ بازار میں تماشا کرنا بڑے حوصلے اور ڈھٹائی کا کام تھا۔ وہ خود پر ضبط کرتی خاموشی سے نیچے اتر آئی۔

ریسٹورنٹ کے خوشبوؤں سے بھرے خنک ماحول میں لوگ اپنی اپنی میزوں پر خوش گپیوں میں مصروف تھے۔

ڈالے آفریدی وہاں ان کے انتظار میں موجود تھی۔ انہیں دیکھتے ہی اپنی نشست سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کھلے پائنچوں کی جینز، اسٹائلش سی سیاہ شرٹ اور گلے میں اسکارف ڈالے وہ اپنے چھا جانے والے حُسن سمیت جانے کتنے لوگوں کی توجہ سمیٹ رہی تھی۔ نوفل سے ہاتھ ملا کر اس نے صبا کو گلے لگا لیا۔

"تم تو نوفل کو ایسی پیاری ہوئی ہو کہ ہم تو تمہاری صورت ہی کو ترس گئے ہیں۔" وہ اسے ہلکا سا بھینچتے ہوئے شرارت سے کہہ رہی تھی۔ صبا کچھ کہے بنا جبراً مسکراتی اپنی نشست میں دھنس گئی۔ درحقیقت اس وقت وہ ڈالے سے مروت نبھانے کے موڈ میں بھی نہیں تھی۔

نوفل کے طرزِ عمل نے اُسے حد درجہ یاسیت کا شکار کیا تھا۔

وہ اپنے میکے جانے والی مخصوص خوشی کا شکار تھی۔ مگر نوفل کی اس حرکت نے اس کی طبیعت مکدر کر دی تھی۔

"میں کب سے اسے کہہ رہی تھی کہ تمہیں بھی اپنے ساتھ لائے۔ مگر اسے تو اپنی بیوی کو سات پردوں میں رکھنے کا خبط ہے۔" ژالے شکوہ کناں انداز میں کہتی نوفل کو خفیف سا گھور رہی تھی۔

"مائنڈ یو ژالے! میں میل شاؤنزم کا بالکل بھی قائل نہیں ہوں۔ اور یہ بات تم ان سے بھی پوچھ سکتی ہو۔ تمہارے سامنے ہی تو بیٹھی ہیں۔" وہ مسکراتا ہوا بڑے اعتماد سے کہہ رہا تھا۔ صبا کی نگاہ بہت شاکی انداز میں اس کی طرف اُٹھی تھی۔ چہرے پر کھلتی مسکراہٹ اور آنکھوں سے چھلکتی نرمی لئے وہ اس نوفل سے بالکل مختلف دکھائی دے رہا تھا جس سے اس کا گھر میں سامنا رہتا تھا۔ اور کس قدر پُراعتماد تھا وہ کس قدر یقین تھا اسے کہ وہ کسی کے سامنے اسے لیٹ ڈاؤن نہیں کرے گی۔

'اور میں نہیں کروں گی ـــــ شاید کبھی بھی نہیں۔'

خود سے ہار تو وہ بہت پہلے ہی گئی تھی۔ اور شاید نوفل احمد سے بھی۔ تبھی تو آج بھی وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

"اب میرے خیال میں اس لنچ کا اہتمام ہو ہی جائے جس کے لئے تم نے ہمیں انوائٹ کیا تھا۔" نوفل نے یکلخت ہی موضوع تبدیل کر دیا تھا۔

"شرم کرو نوفل احمد! تم یہاں صرف کھانا کھانے آئے ہو کیا؟" ژالے نے متاسفانہ انداز میں کہا تو وہ شانے اچکاتا ہوا مسکرا کر بولا۔

"اب اپنی مسز کے سامنے تو فی الوقت یہی اعتراف کر سکتا ہوں۔"

"دیکھا صبا! یہ محترم لائن مارنے کا کوئی ایک بھی موقع نہیں گنواتے۔" ژالے نے شکایتی انداز میں کہا تو وہ جبری مسکراہٹ کے ساتھ نوفل کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"ہو سکتا ہے ان کی کوئی حسرت باقی رہ گئی ہو۔"

"ہاہ ـــــ حسرت ان غنچوں پہ ہے ـــــ" نوفل جیسے واقعی حسرت سے گنگنایا۔ صبا نے اپنے اندر کی تپش کو بڑھتے پایا تھا۔

"تمہیں تو بتایا ہوگا نوفل نے کہ یہ لنچ پارٹی کس لئے دے رہی ہوں میں؟" ژالے اس سے پوچھ رہی تھی۔ صبا چونک کر اسے دیکھنے لگی جیسے اس کے تاثرات کا اندازہ لگانا چاہتی ہو۔ مگر زندگی سے بھرپور شریر آنکھوں میں استہزاء کی ہلکی سی بھی جھلک نہیں تھی۔

"تو بار بار یہ جتلانے والا انداز؟" صبا کے اندر شدت سے کم مائیگی کا احساس اُبھرا تھا۔

"تمہارا کیا خیال ہے بھئی، ہماری شادی کو ابھی اتنا بھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ہم ایک دوسرے سے لاتعلق رہنا شروع کر دیں؟ ابھی تو صبح بھی ایک دوسرے کے نام سے ہوتی ہے، ایسے محبت کرنے والے کپل کے درمیان کچھ بھی "راز" نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی قسم کی لاتعلقی ہوتی ہے۔" نوفل ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔ "پوچھ لو صبا سے۔ ان کے سامنے تو میں ایک کھلی کتاب ہوں۔"

"اُف ـــــ حد کرتے ہو نوفل! مجال ہے جو اظہار کا کوئی ایک بھی موقع جانے دو۔" ژالے ہنسی تھی۔ پھر حظ اُٹھانے والے انداز میں صبا کو بتانے لگی۔

"اور شادی سے پہلے یہ ہر وقت یہی رونا رویا کرتا تھا کہ اسے محبت کرنا نہیں آتی۔"

"وہ بہت پرانی بات ہو چکی ہے ژالے آفریدی! اور تم تو جانتی ہی ہو کہ ایک بہت کامیاب محبت کر چکا ہوں۔" وہ بہت معنی خیزی سے کہہ رہا تھا۔

"میں تو جانتی ہی ہوں ـــــ صبا کو بھی بتایا ہے یا نہیں؟" ژالے مسکرا رہی تھی۔ تب وہ شرارت سے پُر لہجے میں بولا۔

"وہ کیا ہے کہ ایسی باتیں صرف محبوبہ کو بتانے والی ہوتی ہیں، بیوی کو نہیں۔"

"تبھی تو آپ کو پتہ ہے اور مجھے نہیں۔" جانے وہ برداشت کی کس حد تک آ پہنچی تھی ـــــ دفعتہ ژالے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چبھتے ہوئے لہجے میں بولی تو ایک دم سے میز پر خاموشی چھا گئی۔

"کچھ غلط کہہ دیا شاید میں نے ـــــ؟" وہ نوفل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی جس کی رنگت سرخ ہو گئی تھی۔ اسے یقیناً صبا سے اتنی بہادری کی اُمید نہیں تھی۔ تبھی ژالے نے ہنس کر اس جمود کو توڑنے کی کوشش کی جو صبا کی اس بات کے جواب میں چھا گیا تھا۔

"بھئی میری ایسی قسمت کہاں؟ ـــــ اینڈ ڈونٹ وری صبا! تم اس آسمان پر چمکنے والا تنہا ستارہ ہو جس کا نام نوفل ہے۔"

"ایسا بھی ہوتا ہے ژالے! بہت زیادہ محبت انسان کو غیر محفوظ کر دیتی ہے۔ جس طرح بہت ساری دولت آدمی کو ہر وقت چوری کا اندیشہ لگائے رکھتی ہے یہ بھی میری طرف سے ایسے ہی عدم تحفظ کا شکار رہتی ہیں۔" نوفل نے بھی قدرے مسکرا کر اس کی بات کا اثر زائل کرنے کی کوشش کی مگر صبا کی طرف اٹھنے والی اس کی نگاہ میں شعلوں کی سی لپک تھی۔

"اور رہی میں، تو فی الحال میری قسمت میں ہجر کا ثنا ہی لکھا ہے۔" ژالے نے ٹھنڈی سانس بھری تھی۔

'فی الحال ـــــ'

یہ "فی الحال" صبا کے اندر کہیں بہت زور سے گڑ گیا تھا۔ نوفل کی طرف اٹھنے والی ژالے کی نظریں بہت معنی خیز تھیں اور اس پر نوفل کی جوابی مسکراہٹ۔

صبا کے اندر کا بوجھل پن بڑھتا جا رہا تھا۔

"ایکچوئیلی نوفل نے اپنے پہلے ہی کمرشل میں دُھوم مچا دی ہے ـــــ اور اسی کامیابی کو سیلیبریٹ کرنے کے لئے میں نے تم دونوں کو انوائٹ کیا ہے۔" ژالے نے آخر اس راز پر سے بھی پردہ اٹھا ہی دیا تھا۔ مگر صبا ویسے ہی ٹھس ہو کر بیٹھی رہی اس نے نوفل کو وش کرنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔

ژالے نے بھی صبا کی سرد مہری اور بے اعتنائی کو محسوس کر لیا تھا تبھی دونوں کے چہروں کو باری باری دیکھتے ہوئے ذرا سا مسکرا کر بولی۔

"میں شاید کچھ زیادہ ہی بداخلاق میزبان ثابت ہو رہی ہوں۔ میرے خیال میں ہمیں اب کچھ کھانے کا آرڈر کرنا چاہئے۔"

نوفل نے ویٹر کو اشارہ کیا تھا۔

”آرڈر اپنی اپنی پسند کا ہوگا۔“ ژالے نے یاد دہانی کرائی تو مجبوراً صبا کو بھی مینیو کارڈ پکڑنا پڑا۔ ان تینوں نے اپنے آرڈر لکھوائے تھے۔

”اور جب تک آرڈر تیار نہیں ہو جاتا تب تک تین فریش مینگو جوسز۔“ ژالے نے ویٹر کو مینیو کارڈ واپس تھماتے ہوئے کہا تھا۔

”اور اب نوفل احمد!“ ویٹر کے جانے کے بعد ژالے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔ وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

”اب کیا؟“

”اب یہ کہ مجھے صاف دکھائی دے رہا ہے کہ تم دونوں آپس میں کافی سنجیدگی سے خفا ہو۔ اور یہ بالکل بھی اچھی بات نہیں ہے۔“ وہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ صبا استہزائیہ نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

”اوہ ـــــ مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ میں ایک مشہور و معروف نجومی صاحبہ کی لنچ پارٹی پر انوائٹ ہوں۔“ نوفل نے اس کی بات کو چٹکیوں میں اُڑانا چاہا تھا۔ مگر وہ اب صبا کو دیکھ رہی تھی، کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے جو بہت سرد اور ماحول سے لاتعلق دکھائی دے رہی تھی۔ اور نوفل کا جی چاہ رہا تھا کہ اس کا دماغ ٹھکانے لگا دے۔ مگر یوں ژالے کے سامنے اپنی ناکام ازدواجی زندگی کا باب کھولنا بھی باعث تضحیک و ذلت ہی تھا۔

”کیا بات ہے صبا؟ ـــــ میں نے تمہیں آج سے پہلے کبھی اتنا رَوڈ نہیں دیکھا۔“ وہ بہت دوستانہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

صبا کا سارا غصہ بھک سے اُڑ گیا تھا۔

یہ بدتمیزی، یہ اڑیل پن اس کی طبع کا حصہ بالکل بھی نہیں تھا۔ اب جبکہ جذبات کا طوفان گزر گیا تو اسے احساس ہوا کہ وہ ژالے کے ساتھ کافی بدتمیزی کا مظاہرہ کر گئی تھی۔ اگر سوچا جاتا تو اس سارے کھیل میں قصوروار تو فقط نوفل احمد تھا۔ قول کا جھوٹا تو وہ تھا جو نہ ژالے آفریدی کا ساتھ دے پایا تھا اور نہ ہی صبا میر سے نباہ کر پا رہا تھا۔

”آئی ایم سوری۔“ صبا کو یہ دو لفظ کہنے کے لئے اپنی پوری ہمت مجتمع کرنا پڑی تھی۔

”میرا یہ مطلب بالکل بھی نہیں تھا۔“ وہ فوراً اسے ٹوک گئی۔ ”میں صرف یہ پوچھ رہی ہوں کہ کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟“

صبا نے نفی میں سر ہلا دیا تھا پھر معذرت خواہانہ انداز میں بولی۔

”دراصل میرا گھر جانے کا پروگرام بنا ہوا تھا، یہ مجھے ادھر لے آئے۔ مگر مجھے آپ کے ساتھ مس بی ہیو نہیں کرنا چاہئے تھا۔ آئی ایم رئیلی ویری سوری۔“ وہ واقعتاً شرمندگی محسوس کر رہی تھی اور حیرت بھی کہ نوفل احمد کو لے کر اب وہ حسد اور جھنجلاہٹ کا بھی شکار ہونے لگی تھی۔

”نو ـــــ نو۔ یہ واقعی بہت غصہ کرنے والی بات ہے۔ کیوں نوفل؟“ ژالے نے فوراً ہی اسے حق

بجانب قرار دے کر اس خود ساختہ شرمندگی کے حصار سے نکالنا چاہا تھا۔

”میرا نہیں خیال کہ یہ اتنی بڑی بات ہے جسے یوں ڈسکس کیا جائے ـــــ لڑکیوں کو تو یوں بھی ذرا ذرا سی بات کو لے کر جذباتی ہونے کی عادت ہوتی ہے۔“ وہ بڑے اطمینان سے بات ہی ختم کر گیا تھا۔

”یہ ذرا سی بات ہوتی تو صبا کے دل میں نہ چبھتی۔ اس سے اندازہ کرو کہ لڑکیوں کے لئے ان کے میکے کی کیا اہمیت ہوتی ہے جو وقتی طور پر شوہر کو بھی رقیب بنا دیتی ہے۔“ ژالے نے اس کو مدبرانہ انداز میں سمجھایا تو وہ ہنس دیا۔

”میرے خیال میں تم دونوں کو فوری طور پر ٹھنڈے جوس کی ضرورت ہے تاکہ مزاج کی گرمی ختم ہو سکے۔“ وہ ویٹر کو ٹرے میں مینگو جوس رکھے آتے دیکھ کر بولا تو ژالے اسے گھور کر رہ گئی۔

●●●●●

اے خدا تُو نے محبت یہ بنائی کیوں ہے
گر بنائی تو محبت میں جدائی کیوں ہے
کیوں دیا پیار مجھے اس کی ضرورت کیا تھی
میری بربادیوں میں تیری حکمت کیا تھی
میری راہوں میں تو خوشبو کا سفر رہتا تھا
دل میں آباد گلابوں کا نگر رہتا تھا
زندگی خار بھری راہ میں لائی کیوں ہے
اے خدا تُو نے محبت یہ بنائی کیوں ہے
گر بنائی تو محبت میں جدائی کیوں ہے

دل کو پگھلا دینے والے الفاظ کو گانے والے نے گایا بھی اتنے درد سے تھا کہ سننے والا اس کی اثر پذیری سے محفوظ نہ رہ سکتا۔ اور ادھر تو پھر ایک چوٹ کھایا ہوا دل تھا۔

اس کے دل کی دھرتی پر بھی آج ساون ٹوٹ کے برسا تھا۔ جانے کن زخموں سے ٹیسیں اُٹھیں کہ وہ ...دے بے حال بے اختیار ہی سسک اُٹھی۔

’بہت برا کیا ہے تم نے میرے ساتھ عمر کاظمی! ـــــ میرے سپنوں کو بے رنگ کر گئے ہو۔ محبت کے نام پر سے میرا یقین اٹھا گئے ہو۔ محبت کو ضرورت اور آسائشوں کے پلڑے میں تولتے ہوئے تم نے ایک بار بھی میری بے ریا آنکھوں میں جھانک کر دیکھنے کی خواہش نہیں کی۔ کتنا بڑا دھوکا دیا ہے تم نے مجھے۔ غبن کیا ہے محبت میں۔ اور اب کچھ بھی نہیں ہے اس دل میں تمہارے لئے بجز نفرت کے۔ بنجر کر گئے ہو تم میرے جذبوں کو کہ محبت کی فصل تو دل میں ایک ہی بار لہلہاتی ہے۔ جسے تم بے دردی سے روند گئے ہو۔ اب یہاں نئی کونپلیں پھوٹیں بھی تو کیسے؟‘

وہ عمر کاظمی کے لئے نہ رونے کی قسم کھا چکی تھی۔ مگر بعض اوقات زندگی میں کچھ ایسے موڑ بھی آتے ہیں جب آپ خود کو جذبات کے دھاروں پر بے دست و پا محسوس کرتے ہیں۔ آپ کا ”چاہنا“ بھی آپ

کوئی نہیں روک سکتا۔ تب آپ کو وہی کرنا پڑتا ہے جو آپ کا دل چاہتا ہے۔

"آئی ہیٹ یو عمر!..... میں کبھی بھی تمہیں معاف نہیں کروں گی۔" بہت اٹل انداز میں سوچتے ہوئے اس نے دوپٹے سے چہرہ رگڑ ڈالا تھا۔ تبھی کسی نامانوس سے احساس کے زیر اثر اس نے بے ساختہ سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے دروازے میں معید کو ایستادہ پایا۔

وہ جس طرح دروازے کے فریم سے شانہ ٹکائے سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا، اس کے اطمینان سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کافی دیر سے اسے یہ "شغل" کرتے دیکھ رہا ہے۔

وہ جو پہلے ہی زخمی دل لئے بیٹھی تھی، اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔

"کسی کے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ یہ بات بھی شاید اخلاقیات میں شامل ہوتی ہے۔" وہ بہت ترش لہجے میں بولتی اپنی جگہ سے اٹھی اور ٹیپ ریکارڈر آف کر دیا تھا۔

"شاید نہیں، یقیناً ہوتی ہے۔ لیکن اگر دروازہ بند کر کے اپنا "شغل" پورا کیا جائے تو۔" وہ بہت ٹھنڈے لہجے میں بولا تھا۔ ضحیٰ دانتوں پر دانت جما کر رہ گئی۔

درحقیقت وہ رونے کے ارادے سے تو کیسٹ لگا کر نہیں بیٹھی تھی جو دروازہ لاک کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ وہ تو یونہی لفظوں نے دل و ذہن کو اپنی گرفت میں لے کر جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ اور اب اس شخص کے ہاتھ طنز کا ایک اور موقع لگ گیا تھا۔

"بہرحال، تمہیں بڑی مامی بلا رہی ہیں۔ مگر جانے سے پہلے منہ ضرور دھو لینا۔ ہر کوئی میری طرح "باخبر" نہیں ہوتا۔" وہ جاتے جاتے بھی طنز کرنے سے باز نہیں آیا تھا۔

ضحیٰ نے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"یہ شخص..... شاید میرے لئے امتحان بنا کے بھیجا ہے اسے خدا نے۔"

باتھ روم میں لگے آئینے میں اسے اپنی شکل دیکھ کر احساس ہوا کہ وہ کچھ غلط نہیں کہہ کر گیا تھا۔ صاف روئی روئی لگ رہی تھی۔

اچھی طرح ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارنے کے بعد تولیے سے منہ صاف کرنے کے بعد وہ خود کو قدرے فریش محسوس کرتی باہر آ گئی تھی۔

"یہ لو، آ گئی ضحیٰ بھی۔" تائی جان اسے دیکھتے ہی بولیں۔ پھر ساتھ ہی پوچھنے لگیں۔ "اب یہ کہاں رہ گیا ہے؟"

"مجھے کیا پتہ؟" وہ نروٹھے انداز میں کہتی صوفے میں دھنس گئی۔ چچی جان نے تولتی نظروں جیسے اپنی اکلوتی دختر نیک اختر کے تاثرات کا جائزہ لیا تھا۔ وہ سخت بیزار دکھائی دے رہی تھی۔

"آج صبا کا بھی آنے کا پروگرام ہے..... میں کہہ رہی تھی کہ مریم کے ساتھ مل کر جو کچھ خریدنا ہے اپنی پسند سے خرید لو۔" تائی جان نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ جو ابھی کچھ دیر پہلے تک اپنی ناکام محبت کا سوگ منا رہی تھی جیسے سناٹوں کی زد میں آ گئی۔

"تو یہ حقیقت ٹھہری ضحیٰ میر.....!"

"مریم تو کب سے کہہ رہی ہیں۔ اسی کو فرصت نہیں ملتی۔" چچی جان اس کی گوشمالی کا کوئی بھی موقع ھ سے جانے نہیں دیتی تھیں۔ اب بھی شکایتی انداز میں بولیں۔

ضحیٰ کو بڑے زوروں کا رونا آیا تھا اور وہ ہاتھوں میں منہ چھپا کے رو بھی پڑی۔

دونوں خواتین کے ساتھ ساتھ نگین کے بلاوے پر آتا معید بھی گڑبڑا گیا تھا۔ جانے اب کیا انکشاف نے والا تھا۔

نگین نے آگے بڑھ کر فوراً اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے تسلی دینے کا سا انداز اپنایا تھا۔

"کیا ہو گیا ضحیٰ؟"

"مجھے کوئی شادی وادی نہیں کرنی ہے۔" وہ روتے ہوئے بالکل بچگانہ سی ضد کے ساتھ بولی تو معید ر پر ہاتھ پھیر کے رہ گیا۔ کچھ شرمندگی کا بھی احساس تھا کہ بڑوں کے سامنے اس کی موجودگی میں یہ تراض اٹھایا گیا تھا، سو انہی قدموں پر واپس پلٹ گیا۔

تائی جان کے ساتھ ساتھ چچی جان بھی اسے واپس جاتے دیکھ چکی تھیں۔ مگر مصلحتاً اسے آواز دے کر کنے کی کوشش نہیں کی۔

"مجھے آگے پڑھنا ہے..... ایگزیم دینے ہیں۔"

"بس پڑھ چکیں تم اور دے چکیں امتحان۔ اب آرام سے اگلے گھر سدھارو۔" چچی جان کو اس کی ے وقت کی راگنی سخت ناگوار گزری تھی۔

"اس میں کیا مشکل ہے ضحیٰ! گھر ہی کی تو بات ہے۔ شادی کے بعد کون سا تم پر آگے پڑھنے کی بندی لگ جائے گی؟ معید بھائی تو یوں بھی اعلیٰ تعلیم کے حق میں ہیں۔" نگین نے صوفے کے بازو پر لک کر اس کا سر ہلاتے ہوئے اسے بہلایا تھا۔ مگر وہ کچھ نہیں بولی، بس خاموشی سے آنسو بہاتی رہی۔

اس کے اس قدر بودے جواز کو کسی نے بھی درخور اعتنا نہیں جانا تھا۔ اور خود ضحیٰ کی سمجھ میں بھی نہیں آ ہا تھا کہ کس حکمت عملی سے اس طوفان کو ٹالے جو دن بہ دن اس کی طرف بڑھتا آ رہا تھا۔

وہ اٹھ کر بنا کچھ کہے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ دل کا درد حد سے سوا ہو رہا تھا۔ وہ ٹوٹ کر روئی ی۔ وہ ہمیشہ سے زندگی "گزارنے" کی عادی رہی تھی۔ مگر زندگی اسے اس طرح "گزارے" گی، یہ ل کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

اور معید حسن..... یہ شخص تو اسے کسی بددعا کا ثمر لگتا تھا۔

وہ ماضی میں اس سے متنفر رہی تھی۔ مگر اس بدگمانی میں فقط چڑ اور ضد تھی۔ یہ چڑ اور ضد معید حسن کی ں سے شادی کے لئے اقرار کے بعد نفرت میں بدل گئی تھی۔ وہ اس کا نام بھی اپنے نام کے ساتھ سننے روادار نہ تھی، کجا اس کے ساتھ اس قدر قریبی رشتہ۔ اسے کراہت محسوس ہوتی تھی۔

اب بھی فقط سوچ کر ہی اس کے اندر ایک بھونچال سا اٹھنے لگا تو چند ثانیوں تک وہ اپنے آپ پر قابو نے کی کوشش کرنے میں ناکام ہونے کے بعد اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی مٹھیاں سختی سے بھنچی ہوئی تھیں ر ذہن تیزی سے ایک لائحہ عمل تیار کر رہا تھا۔

•••••

"شیم آن یو صبا میر!۔۔۔۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ ڈالے کے ساتھ یوں مس بی ہیو کریں گی۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ اس پر برسنا شروع ہو گیا تھا۔

"آپ کی کوئی پرابلم ہے تو وہ میرے ساتھ ہے۔ مگر اس میں آپ مجھ سے منسلک لوگوں کو گھسیٹیں، یہ مجھے بالکل بھی پسند نہیں۔" وہ تند و ترش لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ایسا کون سا ظلم کر دیا تھا میں نے آپ پر جو یوں ظلم کی داستان سنانا شروع کر دی وہاں؟ اور اس پر وہ فضول جملہ......"

"ایکسکیوز می۔" اس نے بہت برداشت سے کام لیا تھا مگر نوفل کا خاموش ہونے کا ارادہ نہ دیکھ کر بے حد تلخی سے اُسے ٹوک گئی تھی۔ "میں اپنے مس بی ہیو کے لئے ڈالے سے سوری کہہ چکی ہوں۔ پھر اب یہ "کلاس" کیا معنی رکھتی ہے؟"

"یوں بات کو گھمانے سے بات ختم نہیں ہو جاتی۔"

"یہ میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک طرف آپ کو یہ سب کسی کو بھی بتا دینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، دوسری طرف کسی کے سامنے ہمارے آپسی اختلافات آتے ہی آپ کو میرے "مس بی ہیو" کا احساس ہونے لگتا ہے۔" وہ اب بھی تمسخر سے کہہ رہی تھی۔ جیسے اپنا دل جل رہا تھا، ویسے ہی چند لمحوں کے لئے نوفل احمد کو بھی سلگانے کو جی چاہ رہا تھا۔

"سب کو پتہ چلے گا، آپ چاہیں تو پورے شہر میں پوسٹرز لگوا سکتی ہیں۔ مگر تب جب ہمارے درمیان کچھ بھی نہ رہے گا۔" وہ بہت کھرے انداز میں کہتا اسے چٹخا گیا تھا۔

"یہ پوسٹرز میں اب بھی لگوا سکتی ہوں۔ کیونکہ ابھی بھی ہمارے درمیان کچھ بھی نہیں ہے۔"

"آپ کے نہ ماننے سے یہ رشتہ ختم نہیں ہو جاتا۔" وہ چبھتے ہوئے لہجے میں بولا تو وہ استہزائیہ انداز میں ہنس دی۔

"بہت خوب۔۔۔۔ رشتہ۔۔۔۔" اُس نے تلخی سے دہرایا تھا۔ "تو آپ کو بھی احساس ہے اس رشتے کا۔ مگر آپ کو یہ نہیں معلوم کہ جس رشتے کی ہر پانچ منٹ کے بعد نفی کی جائے، اسے کچے دھاگے کی طرح توڑنے کی بات کی جائے اس کی انسانی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔"

"صبا۔۔۔۔!" وہ غصے سے اسے ٹوک گیا تھا۔ "میں آپ سے مزید بحث نہیں چاہتا۔ اگر آپ کو رشتہ برقرار نہیں رکھنا تو اس کا سیدھا سا حل میرے پاس موجود ہے۔ مگر آپ یوں ہر جگہ اسے موضوعِ گفتگو بنائیں، یہ میں قطعی برداشت نہیں کروں گا۔" وہ بے حد درشت لہجے میں کہتا صبا کو سناٹوں میں دھکیل گیا۔ اور ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا، یہ روز اول سے ہوتا آ رہا تھا۔ نوفل احمد نے تو شاید اسے "بے دل" سمجھ لیا تھا یا پھر احساسات سے عاری کوئی مخلوق۔

"یہ رشتہ آپ ہی نے جوڑا تھا۔ اس کے پیش نظر آپ ہی کے مفادات تھے، میرے نہیں۔ میں نے تو ویسے ہی ہاں کی تھی جیسے تمام لڑکیاں کرتی ہیں۔ لیکن اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں اتنی آسانی سے آپ ک

ی زندگی سے کھیلنے دوں گی تو بالکل غلط سمجھتے ہیں۔ میں نے کبھی آپ کو آپ کا "کھیل" کھیلنے سے نہیں کا۔ اس لئے اپنی ہر جنبش پر بھی آپ کی پابندیاں برداشت نہیں کروں گی۔" وہ بہت غصے سے اور تیز ے میں بول رہی تھی جیسے ہر نفع نقصان سے عاری ہو گئی ہو۔ اس کی سانس پھول رہی تھی جیسے وہ میلوں سفر طے کر کے آئی ہو۔

نوفل نے "میر ہاؤس" کے سامنے گاڑی کو زوردار بریک لگائے تھے۔ صبا نے ڈیش بورڈ پر ہاتھ رکھ ر خود کو بہ مشکل ٹکرانے سے روکا تھا۔

"آپ جا سکتی ہیں۔" وہ سرسراتے لہجے میں بولا تھا۔ صبا بے اختیار اسے دیکھنے لگی۔ اس کی باتوں ے جواب میں جو ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔

"آپ......" وہ کچھ کہنے لگی تھی، اس سے پیشتر ہی وہ پچھلی سیٹ پر رکھا اس کا بیگ اٹھا کر اس کی ود میں رکھ چکا تھا۔

"اگر میرا آپ کے قول و فعل سے کچھ تعلق نہیں تو آپ بھی میرے ہر عمل کی جواب دہی سے آزاد ں۔" اس کا انداز صبا کے اندر عجیب سا خوف بھر گیا تھا۔

نوفل کے تاثرات میں چٹانوں کی سی سختی بھری ہوئی تھی جیسے وہ آر یا پار جیسا سوچ چکا ہو۔

"اندر نہیں آئیں گے؟" بہت سے رشتے اسے اس ایک رشتے کا پاس رکھنے پر مجبور کر رہے تھے۔

"آپ جا سکتی ہیں۔" اسٹیئرنگ پر دونوں ہاتھ مضبوطی سے رکھے وہ ونڈ اسکرین کے پار نظر جمائے ی سرد اور سپاٹ لہجے میں بولا تو اپنے آنسو پیتی وہ بیگ سنبھالتی گاڑی سے اتر گئی تھی۔

وہ ایک لمحہ بھی مزید نہیں رکا تھا۔ برق رفتاری سے گاڑی اُڑا لے گیا۔ چند ثانیوں تک وہ اُڑتی دھول یکھتی رہ گئی تھی۔ پھر گہری سانس کھینچ کر خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے پلٹ کر ڈور بیل پر ہاتھ رکھ دیا۔ ساتھ ہی وہ نوفل کی عدم موجودگی کا بہانہ بھی تلاش کر رہی تھی جو اسے گھر والوں کے سامنے پیش کرنا تھا۔

اسے دیکھ کر حسب توقع بہت خوشی و مسرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ مگر ساتھ ہی وہ سوال بھی جو صبا کے ں نظر تھا۔

"کس کے ساتھ آئی ہو صبا؟۔۔۔۔ نوفل نہیں آیا؟"

"انہی کے ساتھ آئی ہوں۔" وہ بہ دقت مسکرائی تھی۔

"تو باہر ہی سے روانہ کر دیا تم نے اسے۔ حد ہوتی ہے بے وقوفی کی بھی۔" تائی جان نے اسے گھر کا وہ اپنی صفائی پیش کرنے لگی۔

"دراصل ان کے ساتھ ایک قریبی دوست کی فیملی بھی تھی، انہیں ایئر پورٹ چھوڑنا تھا، ٹائم بالکل بھی نل تھا۔ پھر میں نے خود ہی انہیں نہیں روکا۔ خواہ مخواہ دیر ہو جاتی۔"

اسی وقت نگین نے گویا اس کی جان بخشی کروا دی تھی۔

"مبارک ہو بھئی بہت بہت۔" وہ سب کچھ بھول کر اس کے گلے لگ گئی تھی۔

"تمہیں بھی۔" نگین نے اس کے کان میں کہا تو وہ ہنسنے لگی۔

"صحت تو تمہاری ویسی کی ویسی ہے۔ لگتا ہے ابھی تک انس بھائی کا دھیان تمہاری ڈائٹ پر نہیں گیا۔" صبا نے اس کا ناقدانہ جائزہ لیتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ فی الفور بولی۔

"ان کا تو کچھ مت پوچھو۔ اتنی احتیاطی تدابیر مجھے ڈاکٹر نے نہیں بتائیں جتنی اس ایک ہفتے میں وہ بتا چکے ہیں۔"

"اے، میرے بھائی کی محبت کا مذاق اُڑا رہی ہو؟" صبا نے مصنوعی رعب سے کہا تو اندر آتے انس کو جیسے دوسرا ہٹ مل گئی۔

"دیکھ رہی ہونا ـــــ یہ صلہ ہے یہاں کسی کی قدر کرنے کا۔"

صبا ہنستی ہوئی اٹھ کر اس کے شانے سے لگ گئی۔

"نوفل نہیں آیا؟" انس نے بھی اس کی خیریت سے پہلے یہی سوال پوچھا تھا۔

"وہ فرصت میں آئیں گے۔ ابھی تو بہت معذرت کر رہے تھے۔ ٹائم نہیں تھا ان کے پاس۔" وہ بڑے متحمل انداز میں بولی تھی۔ پھر ساتھ ہی شکوہ داغ دیا۔ "آپ اپنی سنائیں، اتنی بھی فرصت نہیں ملی کہ کبھی خود سے ہی ملنے آجایا کریں۔"

"تم اچھی طرح سے ان کی کلاس لو۔ میں ذرا تمہاری خاطر داری کا اہتمام کرلوں۔" نگین اسے فری ہینڈ دے کر اٹھی تھی۔ مگر صبا نے اس کا ہاتھ تھام کر پھر سے اپنے پاس بٹھالیا۔

"میں کون سا مہمان آئی ہوں۔"

"شکر ہے کہ آپ بھی کچھ دن رہنے کے ارادے سے آئی ہیں۔ ورنہ شادی کے بعد تو واقعی پرائی لگنے لگی تھیں آپ۔" حمرہ نے خوش ہو کر کہا تو نگین شاکی نظروں سے انس کو دیکھنے لگی جو یوں ظاہر کر رہا جیسے اس نے یہ جملہ سنا ہی نہ ہو۔

نگین اب سنجیدگی سے اس سے ناراض ہونے کا سوچنے لگی تھی۔

"چچی جان! ضحیٰ کہاں ہے؟" صبا کو بہت جلد اس کی غیر موجودگی کا احساس ہوگیا تھا۔

"وہ تو منہ سر لپیٹے اپنے کمرے میں پڑی ہیں۔ میں نے کہا بھی کہ چائے دم پر پڑی ہے مگر کچھ بولی نہیں۔" حمرہ نے تفصیل بتائی تھی۔

نگین اٹھ کر کچن میں چلی گئی جہاں شام کی چائے کی تیاریاں جاری تھیں۔

"یہ کون سا وقت ہے سونے کا؟" صبا نے کہا تھا۔

"اس کا دماغ خراب ہوگیا ہے، اور کچھ نہیں۔" چچی جان نے ناگواری سے کہا۔ ضحیٰ کی اس فضول ضد نے انہیں پھر سے فرسٹریشن کا شکار کر دیا تھا جو اپنے تئیں اب معاملات کو بالکل سیدھے رخ پر محسوس کر رہی تھیں۔ ایک بار پھر سے وسوسوں کا شکار ہونے لگیں۔

ضحیٰ جیسی جذباتی اور ضدی اولاد کسی بھی وقت، کچھ بھی تماشا کھڑا کر سکتی تھی۔

"تم تو یونہی اس کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی ذہن پر سوار کر لیتی ہو زہرہ!" تائی جان کسی طور بھی ضحیٰ کی بات کو بچگانہ پن سے سوا لینے پر تیار نہیں تھیں۔

"اوفوہ ـــــ ہوا کیا ہے اب؟" صبا کا دل پریشان ہونے لگا۔

"اب محترمہ کا خیال ہے کہ اسے شادی سے زیادہ ضروری ایم اے کا امتحان لگ رہا ہے۔" چچی جان نے طنزیہ لہجے میں کہا تو وہ گہری سانس لے کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں ذرا اس سے مل لوں۔"

"دو گھڑی آرام تو کر لو۔ اس کے ساتھ تو جانے کتنی دیر تک سر کھپانا پڑے گا۔" چچی جان مدھم پڑ گئی تھیں۔

صبا نے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں چچی جان! وہ کوئی مسئلہ نہیں اٹھائے گی۔ بس کچھ لڑکیوں کے لئے نئے رشتوں کو قبول کرنا ذرا وقت طلب ہوتا ہے۔ وہ بھی اسی کشمکش کا شکار ہے، اور کچھ نہیں۔"

"تو بیٹا! اس کو تم ہی سمجھاؤ۔ جب تک وہ خود اس رشتے کی اہمیت نہیں سمجھے گی تب تک یونہی بیچ میں لٹکی رہے گی اور اپنے ساتھ ہمیں بھی پریشان کرے گی۔"

چچی جان کی باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ضحیٰ کی طرف سے واقعی بہت پریشان تھیں۔ صبا گہری سانس بھرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

خود وہ بھی الجھن میں پڑ گئی کہ نجانے اب ضحیٰ کو کیا سوجھی تھی جو وہ شادی رکوانے کی خاطر ان بہانوں کا سہارا لینے لگی تھی۔ حالانکہ جب سے شادی کی تاریخ طے کی گئی تھی تب سے وہ خود کو بہت نارمل ظاہر کرتی آرہی تھی۔ مگر اب جب کہ شادی کی تیاریاں شروع ہونے لگی تھیں تو اس کا یہ گریز کیا معنی رکھتا تھا؟

وہ ضحیٰ کے کمرے میں آئی تو وہ واقعی تکیے میں منہ دیئے لیٹی ہوئی تھی۔

"خوب فائدہ اٹھایا جا رہا ہے میری شادی ہونے کا۔ پوستیوں کی طرح بے وقت سو رہی ہو۔" صبا نے اونچی آواز میں کہا۔

نتیجہ حسب توقع نکلا تھا۔ ضحیٰ نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔ ہنستی مسکراتی صبا کو دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھ کر اس کے گلے لگ گئی تھی۔

"شکر ہے تمہیں بھی نوفل بھائی کے علاوہ اور لوگ سوجھے۔"

"اوفوہ، بھئی میں ایسی بھی ان کی شیدائی نہیں ہوں۔ جسے دیکھو، پہلا فقرہ یہی کس رہا ہے۔" وہ خوش دلی سے کہہ رہی تھی۔

"ارے جاؤ، تم دونوں بہن بھائی نے تو ایسا پینترا بدلا ہے شادی کے بعد کہ حد نہیں۔" ضحیٰ کے خوش باش سے انداز کہیں سے بھی اسے پریشان یا اُلجھا ہوا ظاہر نہیں کر رہے تھے۔ صبا کی پریشانی بھی کم ہونے لگی۔

"تمہیں بھی دیکھ لیں گے۔ بہت دن نہیں رہ گئے ہیں آزمائش کے۔" اس کے بستر پر بیٹھتے ہوئے صبا اسے چھیڑنے والے انداز میں کہتی درحقیقت اسے جانچ رہی تھی۔ مگر وہ اس کی بات چٹکیوں میں اُڑا گئی۔

"ہم تمہاری طرح مٹی کے بت نہیں ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے کہ معید بھائی کا آزمائشی دور شروع ہونے والا ہے۔" صبا مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

ضحیٰ نے تکیہ گود میں رکھتے ہوئے آرام سے کہا۔ "میں نے تو کھلی چھوٹ دی تھی انہیں بچنے کی۔ اب ان کی قسمت میں خوار ہونا لکھا ہے تو کوئی کیا کرسکتا ہے۔"

"خیر، اب اتنی بھی بری نہیں ہوتم۔"

"بہت جلد تم لوگوں کی یہ رائے بدلنے والی ہے۔" وہ عجیب سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو صبا سنجیدہ ہوگئی۔

"دل و ذہن کو ایک سوچ پر متفق کرو گی تبھی درست فیصلہ کر پاؤ گی۔"

"میں نے بہت درست فیصلہ کیا تھا۔ اپنی مرضی کے عین مطابق۔ مگر سبھی کو اس میں میرا بچگانہ پن دکھائی دے رہا تھا۔ لے کے اپنی مرضی تھوپ دی۔ اب میں سب کو گارنٹی تو نہیں دیتی پھروں گی۔" اس کے انداز میں یکلخت ہی سرد مہری اتر آئی تھی۔

صبا نے بڑے متحمل انداز میں کہا۔ "بہت سے لوگوں کی جب ایک ہی رائے ہو تو اسی کو آخری فیصلہ مانا جاتا ہے ضحیٰ! مجھے ہی دیکھ لو، میں کراس میرج کے کس قدر خلاف تھی۔ مگر تم سب نے ایک ہوکر مجھے غلط ثابت کر دیا۔ ضروری نہیں ہے کہ ہم اپنے لئے ہر بار صحیح فیصلہ ہی کریں۔ تم چاہے کسی کو اپنی آئندہ خوش گوار زندگی کی گارنٹی دو یا نہ دو مگر اس گھر کا ہر شخص تمہیں معید حسن کی گارنٹی ضرور دے گا۔"

"یہی تو مسئلہ ہے صبا!" اس کی آنکھوں میں خفیف سی سرخی اُتر آئی تھی۔ "وہ شخص سب کو اس قدر مکمل لگتا ہے کہ اس کے مقابلے میں کسی کو میرا اعتراض دکھائی ہی نہیں دیتا۔"

"ایک سیدھی سادھی سی بات کو صرف تمہارا یہ نام نہاد اعتراض ہی مسئلہ بنا رہا ہے ضحیٰ! ورنہ جو بھی سچے دل سے اس حقیقت کو سمجھ لو تو معید بھائی جیسے شخص کو پا کر تا عمر سجدۂ شکر ادا کرتی رہو۔"

صبا بے حد جذباتی ہوگئی تھی۔ ضحیٰ فوراً ہی ٹریک بدل گئی۔

"کیا یار! —— اتنے دنوں کے بعد آئی ہو اور آتے ہی یہ فضول سا ٹاپک لے کے بیٹھ گئی ہو۔"

"یہ فضول ٹاپک نہیں ہے ضحیٰ! ہم سب تمہاری بہتری چاہتے ہیں۔"

"اب کر تو رہی ہوں یہ شادی۔ اور کیا چاہتے ہو تم سب؟" اب کے وہ جھنجلا کر کہہ رہی تھی۔

"ہم سب صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم راضی بہ رضا یہ شادی کرو۔ اس تمام دورانیے کو اسی طرح دائے کرو جیسے سب لڑکیاں کرتی ہیں۔" صبا نے اس کی خامیاں پوائنٹ آؤٹ کی تھیں۔

"خوشی دل سے پھوٹتی ہے۔ صرف چاہنے سے انسان خوش نہیں ہو جاتا۔" ضحیٰ نے تلخی سے کہا تو صبا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر تیقّن بھرے لہجے میں کہا۔

"تم بہت خوش رہو گی ضحیٰ! اور دیکھنا ایک دن آئے گا جب تمہیں اپنی یہ سب باتیں محض ایک بچگانہ لگیں گی۔"

"پلیز صبی! فارگیٹ اِٹ یار!" وہ اُکتا گئی تھی۔ قدرے رُکھائی سے بولی۔ "تم لوگوں نے جو فیصلہ

کرنا تھا کرلیا۔ اب جیسی بھی زندگی گزارنی ہے اس کا فیصلہ ہم دونوں پر چھوڑ دو اور بے فکر رہو۔ تمہارے لاڈلے بھائی کو بھی اس فیصلے میں شریک کروں گی تاکہ کسی کو بھی کوئی اعتراض نہ ہو۔"

صبا کو اس کے انداز و اطوار ابھی بھی خطرناک ہی لگ رہے تھے۔ مگر اب جبکہ شادی کی تاریخ طے کی جا چکی تھی، پورے خاندان کو پتہ چل چکا تھا تو چپ ہی بھلی تھی۔ دوسرا اسے اس بات کا بھی پورا یقین تھا کہ معید بہت آسانی سے ضحیٰ کو ہینڈل کرلے گا۔ تبھی اس نے بھی اپنا موڈ بدل لیا تھا۔

"چلو جی، جب میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی۔"

ضحیٰ کو اس کا جملہ کچھ خاص پسند تو نہیں آیا مگر اسی وقت حمرہ چلی آئی تو وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"آپ لوگ تو جیسے جوگ لے کر بیٹھ گئی ہیں یہاں —— اور ادھر سب چائے پر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"چلو بھئی، چل کے ان کی چائے کے ساتھ بھی دو دو ہاتھ ہو ہی جائیں۔" صبا نے کہا تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نوفل بھائی کی سناؤ۔ انہیں فرصت ملی اپنے بزنس سے کہ نہیں؟"

"کہاں —— اب بھی وہی مصروفیت ہے۔" صبا نے مختصراً جواب دیا تو حمرہ پُرجوش انداز میں بتانے لگی۔

"آپی! نوفل بھائی کا کمرشل سب کو اتنا پسند آیا ہے کہ کیا بتاؤں۔ میری کالج فیلوز تو سمجھیں ان کی فین ہوگئی ہیں۔ اور میری فرینڈز تو پرسنلی ملنا چاہتی ہیں ان سے۔"

"خبردار، اول تو خواہ مخواہ شو آف کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اور بالفرض کسی کو خبر بھی ہے تو یہ رشتے ناطے وغیرہ کا شوشہ چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔" ضحیٰ نے اس کے جوش پر ٹھنڈا پانی ڈالنے کا سا کام کیا تھا۔

"اوفوہ —— بھئی اس سے کیا ہوتا ہے؟" صبا ہنسی تھی مگر ضحیٰ نے اسے ٹوک دیا۔

"یوں آنکھیں بند کر کے جینا بھی بہت اچھا نہیں ہوتا۔ ایک تو اتنے ہینڈسم شوہر کو اس فیلڈ میں آنے کی اجازت دے دی۔ اوپر سے انہیں "پرسنلی ملاقات" کی چھوٹ بھی دی جارہی ہے۔ تمہارا تو دماغ کھسک گیا ہے۔"

"انہیں جتنا بگڑنا تھا بگڑ چکے۔ اب وہ چاہے کسی بھی فیلڈ میں چلے جائیں اتنے ہی میرے رہیں گے جتنے کہ شادی سے لے کر اب تک ہیں۔" صبا نے دل کا درد دباتے ہوئے اس کی سیریس بات کو بھی ہنسی میں اُڑا دیا تھا۔

"شوہر کو اپنے قابو میں رکھنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ بے نتھے بیل کی طرح آزاد چھوڑ دیا۔ بھئی اگر آپ نے سب پیاروں کو چھوڑ کر اس کے ہو رہے ہیں تو اسے بھی اتنی تو وفاداری دکھانی چاہئے کہ کم از کم اس رشتے کو ایمان داری سے ضرور نبھائے۔" ضحیٰ اس سے متفق نہیں تھی۔

"مجھے تو ترس آرہا ہے معید بھائی پر۔" صبا نے گہری سانس بھر کر شرارت سے کہا تو وہ اسے گھورتی

ہوئی باہر لان میں نکل آئی جہاں اچھے موسم کو مدنظر رکھتے ہوئے نگین نے چائے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔

''شکر ہے تمہاری شکل بھی نظر آئی۔'' نگین نے اطمینان کی سانس لی تھی مگر وہ ان سے ناراضگی کے اظہار کے طور پر صبا کے ساتھ والی کرسی پر براجمان ہو گئی۔ اسی وقت انس اور معید اکٹھے اندر سے برآمد ہوئے تھے۔

''اندر ابو لوگوں کے ساتھ بھی تو چائے پی جا سکتی تھی۔'' اسی وقت ضحیٰ کو اعتراض ہوا تھا۔

''مل بیٹھ کر کھانے پینے سے محبت بڑھتی ہے۔'' نگین نے مسکراہٹ دبا کر کہا تو وہ انس اور معید کے قریب آ جانے کے باعث محض اسے گھور کر رہ گئی۔

''بھئی کتنے ہی دنوں سے میرا دل چاہ رہا تھا باہر لان میں شام کی چائے پینے کو۔'' انس نے پلاسٹک کی سفید کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے گویا اس اہتمام کو سراہا تھا۔

''تو پھر میں بھی مان لیتی ہوں کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ یہ سارا اہتمام آپ کی بیگم کا ہے۔'' صبا نے شرارت سے کہا تو وہ مضحکہ اُڑانے والے انداز میں بولا۔

''اس قدر رومینٹک سوچ۔ وہ بھی میری بیگم کی۔ ہو ہی نہیں سکتا۔''

''اب ہر ایک کو آپ کی رومینس کے ٹیکوں کا کورس تو پورا نہیں کرایا گیا ہے۔'' نگین اطمینان سے کہتی ان سب کے لئے چائے ڈالنے لگی تھی۔

''دیکھا'' انس تلملایا تو معید نے اس کا شانہ تھپک کر اسے تسلی دی۔ تب وہ قدرے ٹھنڈا پڑا تھا۔

''مگر ایک بات طے ہو گئی ہے کہ بیوی کو اس بات کی ہوا بھی نہیں لگنے دینی چاہئے کہ آپ اس کا کتنا خیال کرتے ہیں۔''

''اس سے کیا ہوگا؟'' صبا نے پوچھا تو وہ جل کر بولا۔

''اس سے یہ ہوگا کہ وہ سر پر آنکھیں نہیں رکھ لیں گی اور شوہر کو مناسب پروٹوکول دیں گی۔''

''شوہر نہ ہوا، کسی ملک کا صدر ہو گیا۔ گھر آتے ہی ریڈ کارپٹ کا ریسیپشن ضروری ہے کیا؟'' ضحیٰ نے بہت تیکھے لب و لہجے کے ساتھ اس گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

صبا اور نگین کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ شامی کبابوں کے ساتھ انصاف کرتا معید جیسے ان کی باتوں سے لطف اندوز ہوتا مسکرا رہا تھا مگر اس وار سے انس کو خاصی تکلیف پہنچی تھی۔

''ویسے تو بہت نعرے لگاتی پھرتی ہو تم عورتیں کہ مرد و عورت کو شانہ بشانہ چلنا چاہئے۔ دونوں ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں اور جہاں اپنے فرائض نبھانے کی باری آتی ہے وہاں انہیں اپنے حقوق یاد آ جاتے ہیں۔''

''بھئی خواتین کا بھی یہی مطمع نظر ہوتا ہے کہ شوہر کو اس کی اہمیت سے ناآشنا ہی رکھا جائے۔ ورنہ تو موصوف ساتویں آسمان پر جا بیٹھیں گے۔'' نگین اسے تپا کر خاصی خوش ہو رہی تھی۔

''اوفوہ ــــ بھئی اپنی بحث چھوڑو، یہاں پر ایک عدد وکیل صاحب بھی بیٹھے ہیں، ان کی صائب رائے بھی لے لو۔ آخر وہ اس ''میدانِ کارزار'' میں کودنے والے ہیں۔'' صبا نے ان کی توجہ معید کی

ف دلائی جو ان کی بحث سے لطف اندوز ہوتا ساتھ ہی ساتھ چائے، لوازمات سے بھی محظوظ ہو رہا تھا۔

''بھئی میری رائے محفوظ ہے۔'' وہ خوشگوار سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تھا۔

''ضحیٰ کی رائے سے مستفید ہونے کے بعد بھی؟'' نگین نے شریر انداز میں ضحیٰ کو دیکھتے ہوئے معید ے پوچھا تو اب کی بار وہ ہنس دیا۔

''یہ صرف گھنا ہے۔'' انس کو ہمیشہ ہی سے معید کی طبیعت کا ٹھہراؤ رشک میں مبتلا کرتا تھا۔ جبکہ ضحیٰ لگ کر رہ گئی مگر بظاہر مسکرا کر بولی۔

''جن کے پاس کہنے کو کچھ نہ ہو وہ ہمیشہ اپنی رائے محفوظ ہی رکھتے ہیں۔'' معید تو اس کی بات سنی ان نی کر گیا مگر انس پر ایسی کوئی پابندی نہیں تھی۔

''تم بہت بولتی ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ بہت عقل مند ہو۔ ڈھول بھی بہت بجتا ہے مگر اندر سے الی ہوتا ہے۔''

انس کی پھبتی پر ان سب کو ہنسی آئی تھی۔ ضحیٰ نے کھا جانے والے انداز میں انس کو دیکھا۔

''مائنڈ یو۔ زیادہ وہی بولتا ہے جس کے پاس بولنے کے لئے کچھ ہوتا ہے۔''

''بولنے کے لئے ''کچھ'' بولنا نہیں بلکہ ''اچھا'' بولنا ضروری ہوتا ہے۔'' وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

''اس سے تو بہتر تھا کہ اندر امی وغیرہ کے ساتھ ہی چائے پی لیتے۔ یہاں تو ساتھ میں کڑوی کونین بھی نگلنی پڑیں گی۔'' ضحیٰ نے با آوازِ بلند اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

''ہمارے یار کا بھی تو مستقبل قریب میں یہی حال ہونے والا ہے۔ مگر ان کا صبر دیکھو، زبان پر اُف تک نہیں ہے۔'' انس مسلسل اس کا ضبط آزما رہا تھا۔

''تو کس نے کہا ہے اس آزمائش میں پڑنے کو؟ ــــ یہاں کون سا کوئی فالتو زندگی لئے بیٹھا ہے تجربات کرانے کو۔''

''اچھا بس نا۔ اتنے دنوں کے بعد ملے ہیں اور ابھی لڑائی شروع ہو جائے گی۔ دراصل میں تین چار دن ٹھہرنے کے ارادے سے آئی ہوں۔ کیا خیال ہے، کوئی پکنک نہ ہو جائے؟'' صبا نے بات بڑھتی دیکھ کر فوراً ہی موضوع تبدیل کر دیا تھا۔

''بالکل ٹھیک۔ اور جگہ میں طے کروں گا۔'' انس نے فی الفور اس آئیڈیے کو اپروو کر دیا تھا۔

●●●●●

نوفل کو گویا اُلٹے پاؤں گھر لوٹتے دیکھ کر ہی صالحہ بیگم کھٹک گئی تھیں۔ اس پر مستزاد اس کا خاموش اور سنجیدہ سا انداز۔ وہ جو ابھی ادینہ کو نگین کی ''خوش خبری'' اور ان دونوں میاں بیوی کے میر ہاؤس جانے کا بتا رہی تھیں، پریشان سی ہو گئیں۔

''تم کیوں آ گئے واپس نوفل؟''

ادینہ سے سلام دعا کرتا وہ استعجاب سے انہیں دیکھنے لگا۔

''کیا مطلب؟ ــــ میں کہاں جانے والا تھا؟'' وہ جواباً پوچھ رہا تھا مگر اس کی یہ حیرت فطری

بالکل بھی نہیں تھی۔

”تم صبا کے ساتھ گئے تھے، مجھے تو لگ رہا ہے وہاں بیٹھے تک نہیں۔“ وہ ناگواری سے کہہ رہی تھیں۔

”اوفوہ ـــــ میں صرف صبا کو وہاں چھوڑنے گیا تھا، سب سے ملاقات ہوگئی تو پھر چلا آیا۔“ وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہتا ان کی ناراضگی دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر وہ جانے کن ”گہرائیوں“ میں اُتری ہوئی تھی۔

”پھر بھی نوفل! اس سے زیادہ وقت تو تم اپنے آفس میں گزار لیتے ہو۔ اوپر سے جو ماڈلنگ کا نیا شوق پال رکھا ہے۔ پہلے ہی بیوی کو کون سا وقت دے رہے ہو جواب بھی دو گھڑی سب کے ساتھ مل کے نہیں گزارے گئے۔“

”میری ذرا طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ویسے بھی کل پھر جانا ہی ہے مجھے وہاں۔ اس لئے ابھی آپ کا خیال کر کے جلدی اٹھ آیا۔“ وہ ماں سے جھوٹ بولنے پر شرمسار بھی تھا۔ مگر اس کے بغیر فی الحال اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

”ہر رشتے کا اپنا مقام اور اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے نوفل! یہ بات میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھائی تھی۔ میں ان ماؤں میں سے نہیں ہوں جو اپنے مفاد کی خاطر بہو کے حقوق غصب کر کے خوش ہوتی ہیں۔ میری خوشی تم دونوں سے مشروط ہے۔“

”ممانی جان تو مثالی ساس ہیں۔ اتنی فکر نوفل کو اپنی بیوی کی نہیں جتنی انہیں اپنی بہو کی ہے۔“ ادینہ کے تو دل میں جیسے کوئی تپتی سلاخ گھسیڑ رہا تھا۔

نوفل کی صبا سے بے اعتنائی اسے جتنا سکون دیتی، صالحہ بیگم کا ان دونوں کو قریب لانے کی سعی کرنا اتنا ہی بے سکون کر جاتا۔ اب بھی بظاہر مسکرا کر بولی تو صالحہ بیگم نے قطعیت سے پُر لہجے میں کہا۔

”ہاں، تو کیوں نہیں، ہونا بھی چاہئے۔“ انہوں نے فی الفور کہا تھا۔ ”انسان کو خود سے منسلک ہر رشتے کے متعلق یونہی حساس ہونا چاہئے تاکہ اپنے حقوق و فرائض کی ادائیگی میں بھی کلیئر رہ سکے۔“

”او کے مام ـــــ!“ وہ فوراً انہیں موم کرنے والے انداز میں کہتا اٹھ کر ان کے پاس پنجوں کے بل آ بیٹھا تھا۔

”آپ کو پتہ نہیں مجھ سے کیا بے یقینی ہوگئی ہے۔ اگر آپ کہیں تو ابھی واپس چلا جاتا ہوں آپ کی لاڈلی بہو کے پاس۔“

اس کے انداز پر وہ مسکرا دیں۔

”بس اس کا خیال رکھا کرو۔ اتنی صابر بچی ہے۔ میرے تو گھر کو جنت بنا دیا ہے اس نے۔“

”اوفوہ ـــــ آپ کو کیا بتاؤں اب۔ مجھے بھی اتنی ہی پیاری ہے وہ۔“ وہ بے حد مجل سا ہو کر کہہ رہا تھا۔ اب دل پہ کتنا جبر کر رہا تھا یہ اس کا خدا ہی بہتر جانتا تھا۔ مگر ماں کی محبت نے آج اس سے وہ حقیقت بھی کہلوا دی تھی جسے نوکِ زبان پر نہ لانے کی شاید وہ قسم کھا چکا تھا۔

صالحہ بیگم نے ہنستے ہوئے اس کی کشادہ پیشانی چوم لی تھی۔

”اب بتائیں، کھانا کیا کھلا رہی ہیں؟“

”زرینہ گئی تو ہے کچن میں نوری کے ساتھ۔ اب دیکھو کیا مینیو بنتا ہے۔“ وہ کہہ رہی تھیں۔ پھر ساتھ ہی ادینہ سے کہنے لگیں۔ ”مجھے ذرا کمرے میں چھوڑ آؤ۔ تھوڑا آرام کروں گی۔“

وہ فوراً اُٹھ گئی تھی۔

وہ صالحہ بیگم کو چھوڑ کر آئی تو نوفل کو وہیں صوفے پر نیم دراز کیفیت میں بیٹھے پایا۔

”سو گئے ہو کیا؟“ ادینہ اتنے دنوں کے بعد اسے سامنے پا کر کافی خوشگوار موڈ میں تھی۔ وہ چونک کر سیدھا ہو بیٹھا۔

”نیند آ رہی ہے کیا؟“ ادینہ نے اس کے بالمقابل صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تو وہ آنکھیں مسلتا ہوا پوچھنے لگا۔

”کیا میری شکل سے لگ رہا ہے؟“

”تمہاری آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔ میں نے سوچا شاید نیند کی وجہ سے۔“ وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اس سے خفیف سی سرخی لئے اپنے اندر تمام تر سحر سمیٹے ان جادو آنکھوں کو دیکھنا کس قدر دل پسند عمل تھا، یہ کوئی ادینہ سے پوچھتا۔

”امی کو سمجھایا کرو یار! وہ صبا اور مجھے لے کر اتنی ٹینس کیوں رہتی ہیں؟“ وہ واقعی متفکر تھا۔ لاکھ احتیاط برتنے پر بھی کوئی نہ کوئی بات ان کے سامنے ضرور کھل جاتی تھی۔

”میں کیا سمجھاؤں، جبکہ میں خود تم دونوں کے رشتے کی حقیقت سے بے خبر ہوں۔“ وہ بڑے بھولپن سے کہہ رہی تھی۔ نوفل کی اس کے چہرے پر پڑنے والی نگاہ بے ساختہ ہی نہیں، خاصی جانچتی ہوئی بھی تھی۔

”میں نے اسے دیکھا، پسند کیا اور پھر شادی کے لئے خود اس کا نام تجویز کیا تھا۔ اس سے بڑھ کر اس رشتے کی اور کیا حقیقت ہوگی؟“ وہ جواباً پوچھ رہا تھا۔ ادینہ پہلو بدل کر رہ گئی۔ کس قدر جلن ہوتی تھی اس کے لبوں سے صبا کا نام سن کر۔ اس سے وابستگی کا اعتراف سن کر۔

”بہت محبت کرتے ہو اس سے؟“ وہ جانے کیا اُگلوانا چاہ رہی تھی۔

نوفل چند ثانیوں تک اسے دیکھتا رہا، پھر صوفے کی پشت پر سر ٹکاتے ہوئے آنکھیں موند کر جیسے بہت ہارے ہوئے انداز میں بولا۔

”ہاں ـــــ بہت کرتا ہوں۔“

ادینہ کا جی چاہا ہر شے کو آگ لگا دے۔ اس کی ہر چال ناکام ہوگئی تھی۔

نوفل اب بھی آنکھیں موندے ہوئے تھا۔

اور یہ شاید صبا سے محبت کا اس کا آخری اعتراف تھا۔ خود سے بھی۔

”نگین کا سناؤ، کیسی طبیعت ہے اس کی اب؟“ وہ بات کو گھما گئی تھی اور اس کا نتیجہ اتنا کامیاب نکلے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" وہ بے تحاشا چونک کر سیدھا ہوا تھا۔

ادینہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تم تو مل کے آئے ہو اسے۔" وہ اسے ٹٹولنے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"ہاں۔لیکن وہ تو........میرا مطلب ہے کہ طبیعت کی خرابی کا تو مجھے علم نہیں ہے۔" نوفل کو پریشانی نے آگھیرا تھا اور ادینہ جیسے اس کی اس حالت سے بہت کچھ اخذ کرنا چاہ رہی تھی۔

"صبا نے کچھ نہیں بتایا تمہیں؟" وہ جیسے بہت استعجاب سے پوچھ رہی تھی۔نوفل کا ضبط جواب دینے لگا مگر فی الحال اس نے خود پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"ہوسکتا ہے اسے یاد نہ رہا ہو۔"

"کمال ہے، اسی کام کے لئے تم دونوں وہاں گئے تھے اور اسی سے تم لاعلم ہو۔" وہ ہنسی تھی۔

نوفل نے خود کو حد درجہ بے بس محسوس کیا تھا۔اس کے جھوٹ تارِ عنکبوت کی طرح اسی کو لپیٹ میں لئے جا رہے تھے۔

"خوش خبری تھی بے وقوف۔" وہ ہنستے ہوئے بہت بے تکلفی سے کہہ رہی تھی۔"حالانکہ یہ خبر صبا کو چاہئے تھا کہ تمہیں سناتی۔بہرحال، ماموں بننے والے ہو تم۔"

وہ جو بہت ٹینس ہو کر بیٹھا تھا، اس غیر متوقع خبر پر ہونق سا بیٹھا رہ گیا۔

"ماموں ـــــ؟" کچھ کچھ خجالت اور بے پناہ خوشی کا احساس۔وہ ملے جلے احساسات کے زیر اثر تھا۔اسے صبا کا خوش خبری کے نام پر کتراتا اور پہلو بچانا یاد آنے لگا۔یقیناً فطری حیا اسے یہ خبر شیئر کرنے سے روک رہی تھی۔وگرنہ تو وہ سب سے پہلے نوفل ہی کو بتاتی۔

نوفل کو پہلی بار ادینہ کے اس قدر بے تکلفانہ اور کھلے انداز برے لگے تھے۔وہ بات جو اس کی منکوحہ شرم کے مارے اسے نہیں بتا پائی تھی، وہی بات کوئی بھی شرعی رشتہ رکھنے کے بغیر ادینہ نے بہت آسانی سے کہہ دی تھی۔تبھی وہ بات پلٹ گیا تھا۔

"شاید اسی سرپرائز کا وہ بار بار ذکر کر رہی تھی۔خیر تم سناؤ، تمہاری کزن کی منگنی کیسی رہی؟"

"ایک دم بورنگ۔" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔"اتنی خوب صورت اور پڑھی لکھی لڑکی کو ایک عام سے لڑکے سے منسوب کر دیا۔وہ تو نائلہ کا پاسنگ بھی نہیں ہے۔خالہ کا کہنا ہے کہ انہوں نے صرف لڑکے کی تعلیم اور جاب دیکھی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بہت شریف لوگ ہیں۔اب بندہ پوچھے کہ شکل صورت نہ ہو، بینک بیلنس زیرو ہو تو اس شرافت کا کیا اچار ڈالنا ہے۔"

"بھئی تمہارے سوچنے سے کیا ہوتا ہے۔یہ تو تمہاری کزن کا فیصلہ ہونا چاہئے۔" نوفل کو اس کے اندازِ فکر پر تاسف ہوا مگر جتائے بغیر سرسری انداز میں بولا تو ادینہ نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"اس کا کیا کہنا۔وہ تو جیسے ہواؤں میں اُڑ رہی ہے۔فی الحال تو منگیتر کی ڈگریاں اسے مغرور کرنے کے لئے کافی ہیں۔سنا ہے بہت کوالیفائیڈ بندہ ہے اور ذہین بھی۔"

"تم نہیں ملیں اس سے؟" نوفل نے پوچھا تو وہ ایک ادا سے بال جھٹکتے ہوئے مسکرائی۔

"ملی ہوں۔شکل وصورت ایک پیسے کی بھی نہیں۔مگر گفتگو بہت شاندار کرتے ہیں موصوف۔اور وہ کیا کہتے ہیں، انتہائی ملنسار اور فرمانبردار ٹائپ کا روایتی سا بیٹا۔"

"انسان میں اور کیا چاہئے ہوتا ہے ادینہ! فقط خوب صورت شکل سے متاثر ہونا بہت سطحی سوچ ہے۔زندگی شکل وصورت سے نہیں، اخلاق اور رویوں کے سہارے پر گزاری جاتی ہے۔اس لئے کسی بھی آدمی کی شکل سے زیادہ اس کا اخلاق و کردار اہم ہوتا ہے۔" نوفل نے صاف گوئی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا مگر وہ اس سے متفق نہیں تھی۔

"تو کیا ضروری ہے کہ بس اچھی سیرت والے ہی کو ڈھونڈتے رہو؟ ـــــ بات بینک بیلنس کی بھی تو ہوسکتی ہے۔یعنی شکل و کردار دونوں بیسٹ ہوں۔"

"تو پھر عام شکل وصورت والے تو کنوارے ہی پھریں، اگر تمہاری سوچ اپلائی کر دی جائے تو۔ضروری نہیں کہ اچھی شکل رکھنے والوں کی سوچ بھی اتنی ہی سنہری ہو جتنی کہ ان کی رنگت ہوتی ہے۔"

"میرا تجربہ تو یہی کہتا ہے۔اب تمہی خود کو لو، کیا تمہارے سے بہترین مثال کوئی اور ہوسکتی ہے؟ عورت کا احترام، اسے خود کے حقوق دینا، اتنا کیئرنگ ہونا، سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہارے ہاں قول و فعل کا تضاد نہیں ملتا۔کوئی ذہنی گرہ بھی نہیں ہے جو تمہیں کسی عورت کو ڈی گریڈ کرنے پر مجبور کرے۔" وہ کہتی ہوئی نوفل کی جانے کن خوابیدہ سوچوں کو چھیڑے جا رہی تھی۔

"جتنا کم رو مرد ہوتا ہے اتنا ہی وہ اپنی بیوی کی خوب صورتی سے خائف ہوتا ہے۔اب خلیل ہی کو دیکھ لو، میرا پاسنگ بھی نہیں تھا پھر بھی میں نے اسے اپنا لیا ـــــ مگر میری خوب صورتی، میرا اعتماد اسے شکل بھی پسند نہیں تھا۔بس انہی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑھا کر اس نے نہ صرف اپنی بلکہ میری زندگی بھی داغ دار کر دی۔میرے جینے کی ہر راہ بند کر دی ہے اس نے۔" وہ بڑے دُکھی انداز میں کہہ رہی تھی۔

"ڈونٹ بی سلی ادینہ! زندگی کے دور ختم ہوا کرتے ہیں، زندگی نہیں۔ہر حادثے کے بعد سمجھو انسان کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔نئے خیالات، نئے اقدام۔" نوفل اپنے مخصوص، مشفقانہ انداز میں اسے سمجھا رہا تھا۔

"جس کے ساتھ حادثہ ہوتا ہے اس کے تو مانا خیالات بدل جاتے ہی اور آنے والے وقت کے متعلق اقدام بھی۔مگر ڈیئر کزن! اس معاشرے کے نظریات کا کیا کیا جائے جو عورت کو ہمیشہ سے شک کے پلڑے میں رکھ کے تولنے کا عادی ہے۔یہاں تو منگنی ہو کر ٹوٹ جائے تو لڑکی کا جینا اجیرن کر دیا جاتا ہے، طلاق کی تو بات ہی بہت الگ ہے۔" وہ تلخی سے کہہ رہی تھی۔

نوفل بہت مدھم انداز میں اس کی نفی کر پایا تھا۔

"ہر کوئی ایسا نہیں سوچتا ادینہ! اور اگر سوچے بھی تو اس کی بھی شاید کوئی مضبوط وجہ ہوتی ہوگی۔"

"صرف یہ کہ مردوں کے اس معاشرے میں مرد کی ہر بڑی سے بڑی خامی اور خطا معاف کر دی جاتی ہے چاہے وہ کمی خدا ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔مانا کہ بعض لڑکیاں اپنے کزنز کو پسند کرتی ہیں،

ان سے کافی حد تک کلوز بھی ہوتی ہیں۔ اب یہ تو ان کے والدین کی غلطی ہوتی ہے جو ان کی مرضی کے برخلاف رشتے طے کر دیئے جاتے ہیں ــــــ اب کون شوہر ہو گا جو اس ذرا سی بات کو برداشت کرے۔ فطری طور پر ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ اس کی بیوی کی پہلی سوچ وہی ہو۔ مگر یہ عورت ہی ہوتی ہے جو اپنے شوہر کی ہر کمی اور خامی برداشت کر جاتی ہے۔ چاہے وہ اس کے افیئرز ہی کیوں نہ ہوں۔"

بات کہاں سے چلی اور کہاں جا پہنچی تھی۔

نوفل کا ذہن جیسے کسی نے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہو۔

"اسی لئے تو مرد و عورت کے لئے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرعی حدود و قیود نافذ کر رکھی ہیں۔ اور جو مرد و زن ان حدود کا خیال نہیں کرتے انہیں پھر اس کا بھگتان بھی صبر سے بھگتنا چاہئے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ انسان اپنے خود ساختہ اصول بنانے کی بجائے ان اصولوں پر چلے جو رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہم تک پہنچے ہیں تو زندگی میں فقط آسانیاں ہی آسانیاں پیدا ہوں۔" وہ بے حد سرد مہری سے کہہ رہا تھا۔

ادینہ اس کے تاثرات کو بہت دلچسپی سے جانچ رہی تھی۔ یہ دھواں خواہ مخواہ نہیں اٹھ رہا تھا، کہیں نہ کہیں تو آگ سلگ رہی ہے۔ وہ بہت مطمئن تھی۔ چاہے بہت دیر ہی سے سہی مگر اس کھیل کے نتائج ضرور حاصل ہونے والے تھے۔ بس ذرا سا تحمل اور صبر۔ وہ "اندر" کی خبر نہ ہونے کے باوجود مطمئن تھی۔

"میں ذرا کپڑے چینج کر آؤں۔ تم کچن میں جھانکو، کیا بن رہا ہے وہاں؟" وہ فوراً ہی اُٹھ گیا۔

اس کے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہی وہ گنگناتی ہوئی اُٹھ کر کچن میں چلی آئی جہاں زرینہ بیگم نوری کے ساتھ مل کر کھانا تیار کروا رہی تھیں۔

●●●●●

آج بیس اکتوبر تھی۔

اتوار کی چھٹی تھی اور سب سے پہلے فون عماد کا آیا تھا جو قدرتی طور پر صبا نے ریسیو کر لیا۔

"یومِ سیاہ مبارک ہو بھئی۔" وہ بہت خوش دلی سے کہتا اُسے حیران کر گیا۔

"وہ تو اُنتیس اکتوبر کو منایا جاتا ہے۔ وہ بھی کشمیر میں۔"

"ہیپی برتھ ڈے، گڈ گرل!" وہ اب جیسے اس کی ناسمجھی سے لطف اٹھا رہا تھا۔

صبا کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ حسب عادت وہ اس بار بھی اپنا برتھ ڈے بھول گئی تھی۔

مگر یہ عماد ــــــ اس کا ذہن تو جیسے کمپیوٹر تھا۔ خاص طور پر سب کی سالگرہوں کے حوالے سے۔ ہمیشہ سب کی برتھ ڈے پر "میر ہاؤس" میں عماد ہی کی "وشنگ بیل" سب سے پہلے گونجی تھی۔ اس کے موبائل میں سب خاص مواقع کی تاریخیں فیڈ تھیں۔

"اور کسی نے تو ابھی وش نہیں کیا نا؟" وہ متفکرانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

صبا کو ہنسی آ گئی۔

"بے فکر رہیں۔ آپ ابھی تک ریکارڈ ہولڈر ہیں۔ آپ کا یہ ریکارڈ کوئی بھی نہیں توڑ پایا ہے۔"

"چہ ــــــ چہ ــــــ" عماد کو جیسے تاسف ہوا تھا۔ "یعنی کہ نوفل احمد کا شمار بھی "بے خبر" بندوں میں ہوتا ہے؟"

"اب ہر کوئی آپ کی طرح فارغ و فالتو تو نہیں بیٹھا ہوتا نا۔" وہ ہنسی دباتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

وہ ثانیہ بھر کو چپ رہ گیا۔ پھر جیسے بڑی خفگی سے بولا۔

"یہ فارغ تو ٹھیک تھا، میں برداشت بھی کر لیتا۔ مگر یہ فالتو کا طعنہ سیدھا میرے دل پہ آ کے لگا ہے۔"

صبا نے بے ساختہ ہلکا سا قہقہہ لگایا تھا۔ مگر پھر ساتھ ہی اپنی صلح جو یانہ فطرت کے تحت دوستانہ انداز میں بولی۔ "سوری عماد بھائی! دراصل مریم پھپھو سے آپ کے متعلق اتنا کچھ سنا ہے کہ بعض اوقات وہی زبان پر آ جاتا ہے۔"

"شاباش ــــــ بہت اچھا انداز معذرت ہے۔" عماد نے گہری سانس بھری تھی۔

"اوکے، سوری۔ اور وش کرنے کے لئے بہت بہت شکریہ۔" صبا نے فوراً ہی اس کے جذبات کا پاس کیا تھا۔

"صرف شکریہ کہنے سے کام نہیں چلے گا۔ کوئی پارٹی وارٹی دو، سیلیبریشن پارٹی ہونی چاہئے بھئی۔" وہ دھونس جماتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اور ایک عماد ہی پہ کیا موقوف، یہ سبھی لڑکے ایسے تھے۔ ذرا ذرا سی خوشی کو کھلے دل سے منانے والے، ملنے گلنے کے شوقین۔ مگر صبا ہر بار کی طرح پہلو بچانے لگی۔

"آپ کو اچھی طرح پتہ ہے کہ میں ان فضولیات میں نہیں پڑتی۔"

"بہت خوب ــــــ یعنی شادی کے بعد محترمہ صبا میر صاحبہ بہت توپ چیز ہو گئی ہیں۔ اور ہم اور ہمارے شوق فضولیات۔" عماد تو جیسے تڑپ ہی اٹھا تھا۔

صبا سٹپٹا گئی۔ "یہ تو نہیں کہہ رہی میں۔"

"خیر، تمہارا انداز تو یہی تھا۔"

"اوفوہ بھئی، میرا مطلب تھا کہ آپ جانتے ہیں مجھے بچوں کی طرح برتھ ڈے منانے کا کوئی شوق نہیں۔ یہ تو منحیٰ کا شوق ہے۔" اس نے عماد کو راضی کرنے کی کوشش کی تھی۔

"صرف منحیٰ کا نہیں بلکہ سب انسانوں کا ہوتا ہے، سوائے تمہارے۔" اس نے صبا پر حملہ کیا تھا۔ اس کے نروٹھے انداز سے محظوظ ہوتے ہوئے وہ جیسے ہار کر بولی۔

"اچھا، اب سیدھی بات کریں۔ چاہتے کیا ہیں؟"

"تم صرف اچھی سی سیلیبریشن کا اہتمام کرو۔ پارٹی میرے ذمہ ہے۔" وہ بڑے فراخ دلانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"مائنڈ یو عماد بھائی! میں ایک عدد شوہر کی مالکن ہوں۔" وہ مسکرا کر بولی تو عماد نے فوراً پوچھا۔

"کیا نوفل کی طرف سے پارٹی کی آفر موجود ہے؟"

اب کی بار وہ گڑبڑائی تھی۔ بھلا نوفل کو اس کے پیدا ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق۔

''وہ بھی میری طرح یہ ''شغل'' نہیں رکھتے۔'' وہ مزاح میں بات ٹال گئی تھی۔

''تو پھر ہم بھائیوں کی طرف سے سہی۔ باقی سب پوتی کہاں ہیں؟'' وہ اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔

''ابھی تو ساڑھے آٹھ بجے ہیں۔ چھٹی کا فائدہ اٹھا کر سبھی سو رہے ہیں، سوائے معید بھائی کے۔'' صبا نے بتایا تو وہ جیسے چڑ کر بولا۔

''یہ جو بندہ ہے نا معید حسن، یار اس نے ہماری ویلیو بڑی ڈاؤن کر رکھی ہے۔ اب دیکھو نا، خواہ مخواہ کا کمپی ٹیشن۔ بات بات پر معید کی مثال موجود۔''

''جیلس ہو رہے ہیں، انس بھائی کی طرح؟'' صبا نے لطف اندوز ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔

''بالکل ہو رہا ہوں۔'' وہ فوراً بولا تھا۔ ''اب یہی دیکھو، میں تو صرف تمہیں برتھ ڈے وش کرنے کے لئے جلدی اٹھ گیا، وہ بھی موبائل پر لگے الارم کی وجہ سے۔ اور پھر سو جاؤں گا۔ مگر یہ بندہ تو جیسے سورج کے ساتھ شرط باندھ کے سوتا جاگتا ہے۔ اب کوئی پوچھے کہ چھٹی والے دن اتنی صبح جاگنے سے کیا حاصل؟''

''آپ نے پڑھا، سنا نہیں عماد بھائی! صبح سویرا اٹھنے والے پرندوں ہی کو رزق ملتا ہے۔'' وہ مدبرانہ انداز میں بولی تو عماد نے اطمینان سے کہا۔

''میری تھیوری تم سے ذرا مختلف ہے۔ جو کیڑے مکوڑے بے چارے جلدی اُٹھتے ہیں ان کا کیا قصور۔ ان کا حال دیکھ لو، جلدی اٹھنے پر کسی نہ کسی پرندے کا رزق بن جاتے ہیں۔''

صبا کو بڑے زور کی ہنسی آئی تھی۔

''آپ بھی نا عماد بھائی! حرفوں کے بنے ہوئے ہیں۔''

''چلو، پھر شام کو ملاقات ہوتی ہے۔ چھ بجے میں وہاں موجود ہوں گا۔ تم سب کو انفارم کر دینا۔'' وہ اب فون رکھنے کو تھا۔

''او کے، اللہ حافظ۔'' اس نے مسکراتے ہوئے ریسیور کریڈل پر جما دیا۔

صبح ہی صبح عماد کی کال نے اس کا موڈ خوشگوار کر دیا تھا۔ لاؤنج میں داخل ہوتے معید کو اس کا خود میں مسکرانا بہت اچھا لگا تھا۔ اس نے صبح کا اخبار اور سنڈے میگزین اس کی طرف بڑھا دیا۔

''آپ پڑھ چکے؟'' وہ پوچھ رہی تھی۔

''ابھی لان میں بیٹھا یہی کام کر رہا تھا۔''

''صبح صبح لان میں؟ اب تو اتنی ٹھنڈ ہوتی ہے معید بھائی!'' اس نے اخبار کی چیدہ چیدہ سرخیوں پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا تو وہ ریلیکس ہو کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''مگر سانس لینے کا مزہ اسی فریش ایئر میں آتا ہے۔''

صبا کو کچھ یاد کر کے ہنسی آئی تھی۔

وہ متعجب سا اسے دیکھنے لگا۔ صبا نے اخبار لپیٹ کر سینٹر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔

''ابھی چند منٹ پہلے عماد بھائی کا فون آیا تھا۔''

''ڈونٹ ٹیل می ـــــ وہ کب اُٹھتا ہے اتنی جلدی؟ وہ بھی چھٹی والے روز؟'' معید نے مسکرا کر کہا

تھا۔

''یہ ان کی سحر خیزی کی عادت نہیں بلکہ ان کی شوقین طبیعت کا کمال ہے۔ مجھے برتھ ڈے وش کرنے کے لئے جناب نے اپنی قیمتی نیند کی قربانی دی تھی۔'' صبا نے محظوظ ہوتے ہوئے بتایا۔

''اوہ ـــــ'' معید کو جیسے خوشی کے ساتھ ساتھ تاسف نے بھی گھیرا تھا۔ ''آئی ایم سوری صبا! پچھلے سال میں نے سوچا تھا کہ میں تمہیں سب سے پہلے وش کروں گا۔''

''یہ کون سا میراتھن ریس ہے جس میں فرسٹ آنا انتہائی ضروری ہے؟'' وہ ہنس دی تھی۔

''اینی وے، ہیپی برتھ ڈے۔ اور تحفہ تمہاری پسند کا۔'' وہ بہت کھلے دل سے بولا تو جانے کیا سوچ کر اس کا دل بھر آیا۔ کاش کہ نوفل احمد یہاں ہوتا اور دیکھتا ان محبتوں کو جن کی وہ عادی رہی تھی۔ ان چاہتوں کو جو بنا کسی شعوری کوشش کے اس کا نصیب تھیں۔

''بس آپ کی دعائیں چاہئیں معید بھائی! بہنوں کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی تحفہ نہیں ہوتا۔'' بہت ضبط کرتے ہوئے اس کی پلکیں نم ہونے لگی تھیں۔

''پھر بھی گڑیا!'' معید نے بصد اصرار کہنا چاہا، پھر کچھ سوچ کر بولا۔ ''آج ہم سب کسی ہوٹل میں اچھا سا ڈنر رکھ لیتے ہیں، میری طرف سے۔''

''پھر کمپی ٹیشن ـــــ'' صبا کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ عماد کی بات نے اس کے غمزدہ تاثرات کو دھوئیں کی طرح اُڑا دیا تھا۔ وہ معید کو ساری بات بتانے لگی۔ وہ بھی ہنسنے لگا۔

''اب آپ ڈنر کا اہتمام کریں گے تو ان کی پارٹی کا کیا ہو گا جس میں وہ بہت ہلا گلا کرنا چاہتے ہیں ـــــ یہ تو آپ پھر کمپی ٹیشن کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں نا۔'' صبا مزاح کے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

وہ سب معید ہی سے نہیں بلکہ آپس میں ایک دوسرے سے بہت سچی محبت اور کھرے جذبات رکھتے تھے۔ چاہے ایک دوسرے کے متعلق سنجیدہ کمنٹس ہوتے یا مذاق کی بات ہوتی، سبھی اس کی پازیٹو سائیڈ دیکھتے تھے۔ اور یہی مثبت سوچ ان کے باہمی تعلقات میں مضبوطی اور محبت کا باعث تھی۔ ابھی بھی عماد کی باتوں کو معید نے بہت انجوائے کیا تھا۔

اور پھر رفتہ رفتہ شام کی پارٹی کی خبر سبھی تک پہنچ گئی تھی۔

''ایک تو یہ عماد بھائی نا ـــــ کبھی جو سرپرائز رہنے دیا ہو۔'' ضحیٰ کو عماد کا یوں نمبر لے جانا بالکل بھی نہیں بھایا تھا۔ ہمیشہ کی طرح وہ ایک ہفتہ پہلے ہی صبا کے لئے گفٹ خرید چکی تھی۔ اس کا ارادہ اس مرتبہ اسے سب سے پہلے وش کرنے کا تھا۔ مگر کیا، کیا جائے کہ صرف اس کام میں عماد سے پھرتیلا اور کوئی نہیں تھا۔

''اس کا صرف ایک ہی حل ہے کہ ان کے پرسنل سیل کی تمام میموریز صاف کر دی جائیں۔'' حمرہ کو بھی پیچھے رہ جانے کا غم ستا رہا تھا۔

''اس کا کیا ہے، وہ کیلنڈر پر نشان لگانا شروع کر دے گا۔'' انس نے لقمہ دیا تھا۔

"اچھا ہے نا ـــــ کچھ تو یاد رکھتے ہیں۔ اور پھر ویسے بھی خود سے زیادہ دوسروں کی خوشی یاد رکھنے اور سیلیبریٹ کرنے والے انسان بہت مخلص ہوتے ہیں۔" نگین نے کہا تو انس تڑپ اٹھا جیسے اس کی بات پر۔

"دیکھا، ہمیشہ کمزور جگہ پر ہی وار کرتی ہو۔ جانتی ہو نا، مجھے ڈیٹ یاد نہیں رہتی۔"

"بالکل ـــــ بھابی! اس بات کے گواہ تو ہم سب بھی ہیں۔" حمرہ نے فوراً بڑے بھائی کی سائیڈ لی تو ضحیٰ نے بھولپن سے کہا۔

"واقعی ـــــ کئی بار تو ان کو "ڈیٹ" پر جانا ہوتا تھا مگر وہ ڈیٹ ہی انہیں یاد نہیں رہتی تھی۔"

"یہ تو جب بھی بولتی ہے، چھپر پھاڑ کے ہی بولتی ہے۔ سمجھا لو اسے معید!" انس نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے یکلخت ہی معید کو بیچ میں گھسیٹ لیا جو ضحیٰ کو سخت ناگوار گزرا۔

"میں کیوں بھئی؟" معید نے استعجابیہ انداز میں بھنوؤں کو جنبش دیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"اوہ ـــــ" انس چہک کر بولا تھا۔

"اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!
پوچھتے ہیں وہ کہ غالب کون ہے؟"

اس کے یوں شعروں کا قلع قمع کرنے پر بے ساختہ سب کی ہنسی اُبھری تھی۔ جبکہ معید خفیف سا اسے گھورنے لگا۔

"کیا بکواس ہے؟" انداز یہی تھا کہ بس اب چپ ہو جاؤ۔ مگر بڑوں کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انس ان دونوں کو رگیدنے کے موڈ میں تھا۔

"بھائی "انتہائی مستقبل قریب" میں ہم ان محترمہ کی باگ ڈور تمہارے ہاتھ میں تھمانے والے ہیں۔ نصف بہتر تمہیں دے رہے ہیں، باقی کی نصف بہتر تم بنا لینا۔ مگر شروعات ابھی سے کر لو۔"

"مائنڈ یو انس بھائی! میں کسی کا رعب برداشت نہیں کرتی۔" ضحیٰ نے تنک کر کہا تھا۔

"اوفوہ بھئی ـــــ لڑنے کی نہیں ہو رہی۔ یہ سوچو کہ شام کی پارٹی کا مینیو کیا رکھا جائے؟ عماد بھائی تو فل موڈ میں تھے۔" صبا نے بات کو بگڑنے والے رخ پر جاتے دیکھ کر فوراً ہی ان کی توجہ اس حل طلب مسئلے کی طرف لگا دی تھی۔

●●●●●

"صبا! ـــــ نوفل بھائی کا فون نہیں آیا؟" نگین کو شدت سے احساس ہوا تھا کسی کمی کا۔ مگر اس نے سب کے سامنے یہ بات نہیں اٹھائی تھی۔ تایا جان کے لئے ناشتہ بناتے وقت وہ دونوں کچن میں تھیں، تبھی نگین نے پوچھا تو آملیٹ کے لئے پیاز کاٹتے اس کے ہاتھ سست پڑ گئے۔

"ابھی کل تو چھوڑ کے گئے ہیں مجھے۔ انہیں انس بھائی والی بیماری نہیں ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ دراصل ان کو بھی عماد بھائی کی طرح ہر اہم موقع کو سیلیبریٹ کرنے کی عادت ہے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارا برتھ ڈے بھول گئے ہوں؟" نگین کہہ رہی تھی۔

صبا ہنسی۔

"ارے ـــــ اتنی سی بات؟ جناب رات بارہ بجے ہی مجھے وش کر چکے ہیں۔" اس نے بڑے اعتماد کے ساتھ جھوٹ بولا تھا۔

"سچی ـــــ؟" نگین کو بہت اطمینان بھری خوشی نے لپیٹ میں لے لیا تھا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی پلٹ کر نان اسٹک پین میں انڈے کا آمیزہ الٹنے لگی۔

"شام کو انوائٹ کر رہی ہو نا اُنہیں؟" نگین نے کہتے ہوئے اس کی جان کو لاعلمی ہی میں ایک اور آزمائش میں ڈال دیا تھا۔

"کیا یار! مجھے تو یوں بھی یہ سب بچگانہ لگتا ہے۔" اس نے پہلو تہی کرنے کی کوشش کی تھی۔

"اس بچپنے میں جتنی خوشی ہوتی ہے، اتنی بڑے پن میں کہاں۔" نگین نے انس والا فقرہ دہرایا تھا۔ صبا گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"میرے خیال میں، میں خود ہی فون کر لوں۔ کل بھی مجھے ملے بغیر ہی چلے گئے تھے۔ صبا! تم نے نہیں میرے بارے میں تو نہیں بتایا؟ میرا مطلب ہے کہ یہ خوش خبری والی بات؟" وہ پھر سے پوچھ رہی تھی۔ صبا دھم سے پڑ گئی۔

"نہیں۔"

"پھر ٹھیک ہے۔ ورنہ تو ان سے بات کرتے شرم آتی۔ میں ابھی انہیں ایک سرپرائز پارٹی کا انوی ٹیشن دے کر آتی ہوں۔"

وہ رفو چکر ہو گئی تھی۔ صبا بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

عماد پورے چھ بجے صبا کے پسندیدہ چاکلیٹ فلیور آئس کیک کے ساتھ موجود تھا اور ساتھ میں دیگر بہت سے لوازمات بھی تھے۔

"بہت فضول ہیں آپ۔ اتنی رازداری سے تحفہ خرید کر رکھنے کی ساری خوشی بے کار کر دیتے ہیں۔" ضحیٰ اس سے لڑ رہی تھی۔

"تم لوگ اپنی ازل کی سستی سے لڑنے کی بجائے مجھ سے لڑ رہے ہو۔ اور یہ دیکھو، فجر کے وقت اٹھنے والا۔ یہ بھی تو وش کر سکتا تھا۔" وہ معید پر طنز کر رہا تھا۔ معید ہنس دیا۔

"کاش میں بھی نوفل بھائی کی طرح رات بارہ بجے ہی صبا کو وش کر دیتی۔ کم از کم آپ کا ریکارڈ تو ٹوٹ جاتا۔"

ضحیٰ حسرت سے کہہ رہی تھی۔ صبا چونکی۔ یقیناً یہ بات نگین نے ہی اسے بڑے تفاخر سے بتائی ہو گی۔

"ایک تو تمہیں چیزوں کی توڑ پھوڑ میں بڑی دلچسپی ہے۔" انس کہہ رہا تھا۔

"صبا! یہ میں کیا سن رہا ہوں یار؟ اس بار میں لیٹ تھا۔" عماد نے اس کی گواہی چاہی تھی۔

"بھئی اب یہ میاں والی ہو گئی ہے۔ اور میاں بھی وہ جو تاریخ یاد رکھنے کے معاملے میں آپ کے بھی

بڑے بھائی ہیں۔" نگین نے ہنس کر راز کھولا تھا۔

"چلو بھئی بچہ پارٹی! ــــ ٹیبل سجا دی جائے۔" عماد نے افراتفری مچائی تھی۔

وجدان اپنا ہینڈی کیمرہ لئے ایک ایک منظر کو فلمانے میں مصروف تھا۔

نگین اور ضحیٰ نے اسے زبردستی کپڑے تبدیل کرنے کے لئے بھیجا تھا اور اب وہ مسلسل سوچ میں ڈوبی تھی۔

نوفل کا "متوقع موڈ" اسے ابھی سے ٹینشن میں مبتلا کرنے لگا تھا۔ اب جھوٹ تو بول ہی چکی تھی کہ نوفل اسے وش کر چکا ہے۔ لیکن یہاں آنے پر یہ پول بھی کھل جانے والا تھا۔

وہ تیار ہو کر لاؤنج میں پہنچی تو سبھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ بڑوں نے اس کی پیشانی چوم کر اور باقی سب نے گا کر اسے وش کیا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو

ے یو ہیو مینی مور، ے یو ہیو مینی مور

ہیپی برتھ ڈے ڈیئر صبا

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو"

وہ جھینپی جھینپی سی تھی۔

"بھئی تمہارا میاں جتنا بھی ہوشیار کیوں نہ ہو تاریخیں یاد رکھنے کے معاملے میں، مگر تمہارا "خیال" رکھنے کے معاملے میں فی الحال ہم سے بہت پیچھے ہے ــــ اب دیکھو، تمہارے برتھ ڈے کا پور اہتمام کر چکا ہوں اور وہ موصوف ابھی شاید گھر ہی سے نہیں چلے ہیں۔" عماد با آواز بلند اسے چھیڑ رہا تھا۔

"نوفل بھائی آ گئے ہیں۔" یکایک نگین نے خوشی سے لبریز انداز میں کہا تو عماد سے بحث کرتی صبا نے بے ساختہ چہرہ موڑ کر دیکھا۔ ہاتھ میں خوب صورت پھولوں کا بکے تھامے وہ تایا جان سے معانقہ کرنے میں مصروف تھا۔

صبا کا دل خوش گمانیوں میں بھرنے لگا۔

وہ پھول لایا تھا ــــ تو کیا انہیں یاد ہے آج کا دن؟

وقتاً فوقتاً سب سے ملتا وہ اب اس کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

صبا کا دل تھم تھم کر دھڑکنے لگا۔

محبت بھری یہ داستان ابھی جاری ہے۔

مزید واقعات کے لئے جلد دوم کا مطالعہ کیجئے۔

محبت دل پہ دستک
عِفت سحر طاہر
حصہ دوئم

دوئم

"پیپی برتھ ڈے ــــــ!"
اُس کا لہجہ کہیں آس پاس ہی مہکا تھا۔
صبا حواس باختہ سی منہ اٹھائے اسے دیکھنے لگی۔
ہونٹوں کی تراش میں مبہم سی مسکراہٹ لیئے وہ زندگی سے بھرپور، پوری توجہ کے ساتھ اُسے دیکھ رہا تھا۔
"باوجود اس کے کہ آپ نے مجھے انوائٹ نہیں کیا۔"
وہ خوشگوار انداز میں کہتا اس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ صبا کے حواس پر ایک اور بم گرا۔ بمشکل وہ اس کے ہاتھوں کا بکے تھام پائی تھی۔
"بھئی انوائٹ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جن سے دل کا رشتہ ہو وہ تو یونہی کشاں کشاں کھنچے چلے آتے ہیں۔" عماد نے شرارت سے کہا تھا۔ وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔
"آپ لوگ بھی "یونہی" جمع ہوئے ہوں گے۔"
اگرچہ اس کے انداز میں سادگی تھی مگر صبا کو بہت عجیب سا لگا۔
"یونہی کہاں؟ ــــ اس کا کریڈٹ تو عماد بھائی کو جاتا ہے جنہوں نے نہ صرف سب سے پہلے آپی کو وش کیا بلکہ آج کی یہ پارٹی بھی انہی کے کھاتے میں ہے۔" حمرہ نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔
"جی نہیں ــــ سب سے پہلے نوفل بھائی نے صبا کو وش کیا تھا۔ وہ بھی رات بارہ بجے۔" تگین نے ڈرامائی انداز میں کہتے ہوئے نوفل کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر حیرت پھیل گئی تھی۔
صبا گڑبڑا کر ہوش میں آئی تھی۔ جلدی سے بولی۔
"اب اُٹھ جائیں سب لوگ ــــ مجھے تو بھوک لگنے لگی ہے۔"
"ہاں جی ــــ ہماری کیا وقعت اب۔ جن کے ہونے سے عالم میں بہاروں کو ثبات ہے، وہ تو آگئے۔" عماد نے بڑے متاسفانہ انداز میں کہا تو وہ ہنستی ہوئی اُٹھ گئی۔
اس کا جی بہت ہلکا ہو گیا تھا۔ نوفل کا طرزِ عمل بہت حوصلہ افزا تھا باوجود کل کی تلخی کے۔
یہ سوچ بار بار اس کے ذہن کے کسی کونے میں لہرا رہی تھی۔

"صبا! کیک پر کتنی کینڈلز جلاؤں؟" ضحیٰ شرارت سے پوچھ رہی تھی۔

"ساٹھ واٹ کا بلب جلاؤ یار! اب کہاں موم بتیاں گنتی رہو گی۔" عماد نے آسان ساحل بتایا تھا۔ صبا نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"مجھ سے پہلے آپ بوڑھے ہوں گے۔ یہ اچھی طرح سوچ لیجئے گا۔"

"چلو زیرو پاور کا بلب جلا دو۔ اب خوش؟" عماد نے اسے بہلایا تھا۔ وہ بے ساختہ ہنس دی۔

اس قدر شفاف اور کھنک دار ہنسی پر معید کے ساتھ بات چیت میں مصروف نوفل کی نگاہ بے اختیار ہی اس پر مرتکز ہوئی تھی۔

یوں سب کے درمیان ہنستی مسکراتی وہ انہی کا ایک حصہ لگ رہی تھی۔ اسے وہ صبا یاد آنے لگی جو اس کے نصیب میں آئی تھی۔ ایسا کوئی دوستانہ ربط ان دونوں کے مابین کبھی جاگا ہی نہیں تھا۔

"چلو بھئی، اب وقتِ شہادت ہے آیا، کیک کا۔ اُٹھ جاؤ سب۔" انس نے آواز لگائی تھی۔

"بھئی نوفل! پہلے یہ ہماری ہوا کرتی تھی، اب ہم اسے تمہیں سونپ چکے ہیں۔ اس لئے یہ کیک تمہاری مدد سے کٹے گا۔" عماد نے بہت دوستانہ انداز میں کہتے ہوئے نوفل کو شانوں سے تھام کر صبا کے ساتھ کھڑا کر دیا تھا۔ اس کے اعصاب پر جیسے منوں برف گری تھی۔

اپنی تو وہ اسے ابھی بھی نہیں لگی تھی۔ مگر عماد کی باتیں تو اسے کھلا اعتراف لگتی تھیں۔ نئے سرے سے اعصاب کو کشیدہ کرنے والی۔

نوفل نے ایک نگاہ سب کے خوش باش چہروں پر دوڑائی تھی۔ یا تو جانتے نہیں یا پھر جان کر بھی انجان بننے کا ڈرامہ کر رہے تھے۔

"چلیں نوفل بھائی! صبا کی مدد کریں۔" ضحیٰ نے اس کی سوچوں کو منتشر کر دیا تھا۔ وہ قصداً مسکراتا متوجہ ہوا تھا۔

چھری تھامے نازک ہاتھ پر اس کی گرفت مضبوط تھی۔

"حالانکہ عورتوں کو یہ کام بہت مہارت سے کرنا آتا ہے۔ مگر پھر بھی۔" انس نے لقمہ دیا تھا۔

وجدان بھی ہینڈی کیم کو اسٹینڈ پر فوکس کر کے فٹ کر آیا تھا۔

"بہت حوصلے کا کام ہے دوسروں کو کھاتے پیتے دیکھ کر محض مووی بناتے رہنا۔" وہ توجیہہ پیش کر رہا تھا۔

تالیوں کی گونج اور ہیپی برتھ ڈے کے شور میں اس نے کیک کاٹا تھا۔ بہت سے کام انسان بے اختیارانہ جذبوں کے تحت کرتا ہے، جن کے پیش نظر صرف اور صرف محبت ہوتی ہے۔ بے پناہ اور بے لوث محبت ـــــ مگر بعض اوقات زمانے کا خوف اور دوسروں کی سوچ کا احساس بھی کچھ کام کروا جاتا ہے۔

اور اسی دوسری وجہ نے صبا کو بھی یہ اقدام کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اس کے کیک کاٹتے ہی نوفل نے اپنے ہاتھ کی گرفت ہٹالی تھی۔ صبا نے کیک کا پیس اٹھا کر بہت جھجکتے ہوئے اس کی طرف بڑھایا

تو لحظہ بھر کو وہ بھی ٹھٹک گیا۔ مگر موقع کی نزاکت اور خود پر مرتکز بہت سی نگاہوں نے اسے بھی پیش قدمی کرنے پر مجبور کر دیا ـــــ اس نے ایک نوالہ لے کر کیک کا باقی کا پیس صبا کے منہ میں ڈال دیا تھا۔

میاں بیوی کا یہ ڈرامہ بہت کامیابی سے جاری تھا۔

سبھی نے صبا کو گفٹس دیئے تھے۔ انس اور معید نے نقدی سے کام چلایا۔

"میں کچھ نہیں دوں گا۔ کیونکہ میں پارٹی دے چکا ہوں۔" عماد نے ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔ مگر مریم پھپھو نے فوراً ہی پول کھول دیا۔

"جھوٹ مت بولو ـــــ یہ سب تم میرے پیسوں سے لائے ہو۔"

"امی! آپ بھی نا ـــــ" وہ منہ بناتے ہوئے والٹ نکالنے لگا تو سبھی ہنس دیئے۔

"نوفل بھائی! آپ صرف پھولوں پر ٹرخا رہے ہیں صبا کو؟" ضحیٰ نے اسے گھیرا تو وہ دلکش سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"پھولوں سے اچھا گفٹ اور کیا ہوتا ہے؟ ـــــ نیچر اور بیوٹی۔"

"خیر، اب اتنے کنجوس تو نہیں ہو سکتے آپ۔ اس کا برتھ ڈے یاد رکھ سکتے ہیں تو گفٹ خریدنا کیسے بھول سکتے ہیں؟"

"اوفوہ بھئی، بیویوں کو کیا گفٹ دینا؟" وہ شرارت سے کہتا اس کی بحث سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ ضحیٰ کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"اتنے آزاد ہو پھر رہے ہیں آپ؟"

"اب تم مجھ پر الزام مت رکھ دینا۔ یہ مجھ سے پہلے بھی اس آزادی کے حامی تھے۔" نوفل کو فروٹ چاٹ کی پلیٹ تھماتے ہوئے صبا نے بظاہر بڑی خوش گواری سے کہا تھا مگر جاننے والا اس طنز کو اچھی طرح جان گیا تھا۔

"تمہیں تو چاہئے تھا کہ گفٹ لئے بغیر انہیں کیک بھی نہ کھلاتیں۔" نگین کو تاسف ہوا تھا۔ نوفل کو اس کے انداز پر ہنسی آ گئی۔

"اب میں یہ فروٹ چاٹ کھا سکتا ہوں یا وہ بھی گفٹ سے مشروط ہے؟" وہ اجازت طلب انداز میں صبا سے پوچھ رہا تھا۔

"میں زندگی کو یوں مشروط انداز میں گزارنے کی قائل نہیں ہوں ـــــ یہ تو آپ کے شوق ہیں۔ نہ تو میں نے کیک کھلانے میں کنجوسی کی تھی اور نہ ہی فروٹ چاٹ کھلانے میں کروں گی۔" وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"صبا ناراض ہے۔ تبھی تو اتنی فلسفیانہ گفتگو کر رہی ہے۔" ضحیٰ نے جیسے اسے ڈرایا تھا۔

کچھ سوچ کر نوفل نے پلیٹ سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔

"کچھ تو نذر نیاز دینی ہی پڑے گی۔ کیونکہ گھر بھی جانا ہے۔"

صبا کی نظریں بے ساختہ ہی اس کے چہرے کو کھوج رہی تھیں جہاں طنز کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ دو
دور تک بس ملائمت تھی اور اس کی خوب صورت مسکراہٹ۔

اور یہ خوب صورتی یونہی سی مردانہ خوب صورتی نہیں تھی بلکہ نوفل کے انداز و اطوار میں جو تمکنت
اور خاندانی وجاہت تھی وہ بہت دلفریبی کی حامل تھی۔ حالانکہ "میر ہاؤس" کے مرد بھی بہت ہینڈ
گردانے جاتے تھے مگر نوفل ان میں بھی نمایاں دکھائی دیتا تھا۔

"سوچا تو تھا کہ سرپرائز دوں گا۔ مگر یہ خلقِ خدا۔" گہری سانس بھر کے کہتے ہوئے نوفل نے
جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ نکالا اور یونہی بند مٹھی صبا کی طرف بڑھادی۔

وہ جھجک کر اسے دیکھنے لگی۔ ابھی بھی اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ٹھہری ہوئی تھی۔

"دیکھے بغیر مت لینا صبا!" نگین نے اسے تنبیہہ کی۔

"ہوسکتا ہے کوئی کاکروچ ہو۔ یا پھر چوہیا۔" ضحیٰ نے حفظ ماتقدم کے طور پر کھسکتے ہوئے مناسب
فاصلے پر جا کر خاصا خطرناک خیال ظاہر کیا تھا۔

"لاحول ولا —— کیوں دل خراب کر رہی ہو آپی!" وجدان نے اسے گھورا تھا۔

"سب کو دکھا کے دینا تو طے نہیں ہوا تھا۔" نوفل اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز سے و
اور بھی محتاط ہوگئی۔ ضحیٰ کا کہنا درست بھی ہوسکتا تھا۔

"لے لو صبا! آخر کاکروچ کے بھی کچھ جذبات ہوتے ہیں یار!" انس نے اسے پچکارا تو وہ نف
میں سر ہلاتی دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"یہ گفٹ آپ ہی کو مبارک ہو۔"

"دیکھ لیں —— گھاٹے کا سودا کر رہی ہیں۔" نوفل کے مسکرا کر کہنے پر وہ جیسے شکایتی نظروں
سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اب کیا زندگی داؤ پر لگا دوں؟"

"اوہو —— بچی کافی سیریس ہوگئی ہے۔ نوفل! اب تو دکھا ہی دو یار۔" عماد نے در پردہ صبا
چھیڑا تھا۔

نوفل نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے قدرے توقف کے بعد بہت بشاشت سے کہا۔

"نہ صرف دکھاؤں گا بلکہ پہناؤں گا بھی۔"

وہ چٹکی سے تھامتے ہوئے سونے کا نہایت ہی نفیس چھوٹے چھوٹے زرقون جڑا بریسلٹ
دکھاتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

نگین نے صبا کا ہاتھ کھینچ کر اسے نوفل کے پاس بٹھا دیا۔

"دیکھو تو، کتنا خوبصورت ہے۔"

وہ بریسلٹ سب کے ہاتھوں سے ہوتا ہوا خوب صورتی کی سند پا کر دوبارہ نوفل کے ہاتھ میں آ
تھا۔ وہ اس کی کلائی میں بریسلٹ ڈال کر ہک لگا رہا تھا۔

صبا حد درجہ تحیر میں مبتلا تھی۔

پھولوں تک تو ٹھیک تھا کہ وہ کسی پارٹی کے خیال سے لے آیا ہوگا، مگر یہ گفٹ؟

ایک بہت بڑا سوالیہ نشان اسے کچھ سوجھنے نہیں دے رہا تھا۔ یہ تو طے تھا کہ نگین نے اسے نہیں
بتایا تھا بلکہ صرف سرپرائز پارٹی کہہ کر انوائٹ کیا تھا۔ تو پھر یہ۔

"تھینک یو۔" اس نے مدھم سے لہجے میں کہا تو وہ خوش گوارانہ انداز میں بولا۔

"یو آر آلویز ویلکم۔"

"یار! یہ ڈائیلاگ بیوی سے بولنا ممنوع نہیں ہوتا کیا؟" عماد بڑے تفکر سے پوچھ رہا تھا۔

"تو پھر آدمی جائے کہاں؟ —— محبوبہ رکھنے کی بھی ممانعت ہوتی ہے۔ بیوی سے بھی ڈائیلاگ
نہ بولیں تو کیا کریں؟" انس نے فی الفور جواب دیا تھا۔

"شرم کریں —— سب لوگ سن رہے ہیں۔ بلکہ تایا جان کی طرف اگر آپ اس وقت دیکھ لیں
تو سب ڈائیلاگز بھول جائیں گے۔" ضحیٰ نے بروقت انٹری دے کر انس کی جذباتیت ہرن کر دی
تھی۔ وہ سب ہنسنے لگے تو انس اسے گھور کر رہ گیا۔

کھانے سے فارغ ہوتے ہی مریم پھپھو اور عماد جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"چائے تو پی لیں۔ میں تو کہہ رہی تھی کہ آج رک جاتیں۔" نگین نے انہیں روکنا چاہا تھا۔

"بس، اب گھر جا کے پئیں گے۔ اور روز روز یوں خالی گھر چھوڑ کے آنا بھی اچھا نہیں ہوتا۔
حالات ویسے ہی خراب ہو رہے ہیں۔"

"یہ صرف اکیلی رہ رہ کے اس قدر وہمی ہوگئی ہیں۔ تبھی تو میں کہتا ہوں بہو لے آئیں۔ کم از کم
دوسراہٹ تو ملے گی۔" عماد نے بڑی ہمدردی دکھائی تھی۔ وہ گہری سانس لے کے رہ گئیں۔

"آنٹی! اس کا بینڈ بجوا ہی دیں اب۔" معید نے مریم پھپھو کو مشورہ دیا تو اس کے انداز پر عماد
نے اسے گھورتے ہوئے بدلہ چکایا۔

"بینڈ تو بجو جی! آپ کا بجنے والا ہے۔ وہ بھی بہت تھوڑے ہی دنوں میں۔ صرف چھوٹی عید ہی
آزادی کی گزرے گی، بڑی تک آپ بھی قربان ہو چکے ہوں گے۔"

سب کی بے ساختہ ہنسی نے معید کو جھینپنے پر مجبور کر دیا جبکہ ضحیٰ دانت پیستی کسی اور موقع پر عماد کی
کھنچائی کرنے کا سوچ رہی تھی۔

صبا چائے لے کر آئی تو تقریباً سبھی اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔ صرف انس اور نگین ٹی وی
آن کئے اپنی بحث میں معروف تھے۔

"نوفل چلے گئے؟" اس نے بے اختیار پوچھا تو نگین نے چائے کا مگ انس کو تھماتے ہوئے مسکرا
کر کہا۔

"تمہیں بتائے بغیر تھوڑی چلے جائیں گے۔ ٹیرس پر گئے ہیں، ان کی چائے وہیں لے جانا۔"

"ابھی تو سب کو چائے دینی ہے۔" صبا نے کہنا چاہا تو وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

"تم ان کے لئے لے جاؤ، باقی سب کو میں سرو کر دیتی ہوں۔"

"اب اتنی سردی میں ٹیرس پہ جانے کا کیا مطلب ہے؟" صبا نے قدرے جھنجلا کر کہتے ہو۔ چائے کا مگ اٹھالیا تھا۔

معید کے لئے چائے کا مگ اٹھا کر ساتھ چلتی نگین نے شرارت سے سرگوشی کی۔

"لگ رہا ہے آج بہت رومینٹک موڈ میں ہیں۔ تبھی تو موسم کی ٹھنڈک اثر نہیں کر رہی۔"

صبا بہ دقت مسکرا پائی۔

اس قدر رنج بستہ آدمی پر بھلا موسم کی سردی کیا اثر کرے گی۔

وہ چائے لے کر ٹیرس پر پہنچی تو آسمان پر چھائے بادلوں کی وجہ سے لحظہ بھر کو اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کر نوفل کو کھوج کر رہ گئی۔

بمشکل وہ سامنے ریلنگ کے ساتھ کھڑا لان میں جھانکتا دکھائی دیا تھا۔

"آپ کی چائے۔" صبا نے آہستگی سے کہا تو وہ پورے کا پورا اس کی طرف گھوم گیا۔

"تھینک یو۔" چائے کا مگ تھامتے ہوئے اس نے بہت خوش گوار انداز میں کہا تھا۔ صبا کی حیرت حد سے سوا ہونے لگی۔ یہ نوفل احمد کا کون سا روپ تھا؟ وہ تو بہت کھل کھیلنے کا عادی تھا۔ یہی وجہ کہ اول روز سے لے کر اب تک کا ہر روپ صبا کا پرکھا ہوا تھا۔

اور ان کے مابین کل جو کچھ ہوا تھا، جیسے وہ اسے گیٹ کے باہر ڈراپ کر کے گیا تھا، اس کو مدِنظر رکھتے ہوئے تو صبا کو یہ سب خواب ہی لگ رہا تھا۔ اب چاہے جو بھی ہو مگر صبا کو فطری تجسس نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔

"اتنی ٹھنڈ میں کیوں کھڑے ہیں؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اسے ٹوک گئی تھی۔

"خیر، ابھی اتنی بھی سردی نہیں پڑ رہی کہ کمرے میں بند ہو کر بیٹھ رہیں۔" چائے کے گھونٹ بھرتے وہ ریلنگ سے پشت ٹکائے اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ صبا ہلکی سی سانس بھر کے رہ گئی۔ وہ خاموشی سے چائے کے گھونٹ بھر رہا تھا۔

صبا کو اپنا وہاں کھڑے رہنا بے وجہ معلوم ہوا۔ یہی سوچ کر اس نے واپسی کے لئے قدم اٹھایا تھا کہ نوفل کی آواز اس کو روک گئی۔

"آپ نے میرے آج کے رویے سے کیا اخذ کیا ہے؟"

چند لمحوں تک ساکت کھڑی وہ اس کے انداز و الفاظ کو پرکھتی رہی تو احساس ہوا کہ تھوڑی دیر پہلے والا دوستانہ پن اب مفقود تھا۔ سینے پر بازو لپیٹتی وہ اس کی طرف پلٹ آئی۔

"تو میرا خیال غلط نہیں تھا۔" گہری سانس کھینچتے ہوئے وہ دل گرفتہ سی مسکرا کر بولی تھی۔

"میں نے آج جو کچھ بھی کیا وہ آپ کے لئے نہیں بلکہ خود کے لئے کیا ہے۔" وہ بہت سرد مہری سے کہہ رہا تھا۔

صبا کو پل بھر ہی لگا تھا اس کے ان کہے لفظوں کے معنی و مطالب کھوجنے میں۔

"اوہ۔۔۔" وہ بے ساختہ استہزائیہ انداز سے ہنس دی تھی۔ پھر تلخی سے بولی۔ "مجھے یاد نہیں رہا کہ آپ کو دوسروں کے سامنے اپنا امیج بنانے کا کریز ہے۔ اور اس کے لئے آپ وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں جو شاید عام حالات میں آپ کے لئے سخت ناگوار ہو۔"

"ویلس گڈ۔ کافی سمجھ گئی ہیں مجھے۔" وہ سراہنے والے انداز میں بولا تو صبا کڑھ کر رہ گئی۔

"اور رہ ہی کیا گیا ہے میری قسمت میں، سوائے آپ کو سمجھنے اور سمجھتے رہنے کے۔ ہر لمحہ ایک نئی چال، ایک نیا کھیل۔"

"تو خود بنائیے نا اپنی قسمت۔ اپنے فیصلے کرنے کا حق اپنے ہاتھ میں رکھئے۔" وہ کمال سکون کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

صبا کے اعصاب چٹخنے لگے۔

"آپ بے فکر رہیں۔۔۔ اب اگر میری زندگی میں ایسا کوئی لمحہ آیا تو وہاں صرف میرا ہی فیصلہ چلے گا۔" اس نے سلگتے ہوئے انداز میں کہا تو وہ برجستہ بولا۔

"مگر جب تک میرے ساتھ ہیں تب تک آپ کو بھی یہی کرٹسی نبھانی پڑے گی جو ابھی میں نبھا رہا تھا۔"

'مروت' صبا کے دل میں بڑے زور سے چبھا تھا یہ لفظ۔ میاں بیوی کے رشتے میں تو کہیں بھی اس جذبے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

"کرٹسی۔۔۔ تو پھر یہ کیا ہے؟" صبا نے تلخی سے کہتے ہوئے اپنی کلائی اس کے سامنے کر دی جہاں اندھیرے میں بھی اس کا پہنایا ہوا بریسلٹ جگمگا رہا تھا۔

"یہ۔۔۔؟" وہ دھیرے سے ہنس دیا جیسے اپنے ہی کسی خیال سے بہت محظوظ ہو رہا ہو۔ "اس کی کہانی بھی بہت دلچسپ ہے۔ انجوئیلی اس کا ایک زرقون کہیں گر گیا تھا، ٹھیک کروانے کے لئے جیولر کو دے رکھا تھا۔ ڈالے نے کہا کہ لیتا آؤں۔ نگی کا فون آ گیا کسی سرپرائز پارٹی کے لئے تو آنا پڑا۔ پھول تو چل ہی گئے مگر "کرٹسی" میں ہی ڈالے کا بریسلٹ بھی گیا۔" وہ اسے بتاتے ہوئے بہت لطف اندوز ہو رہا تھا۔

صبا کو لگا اس کی کلائی کو آگ چھو گئی ہو۔ شدید اہانت نے اس کے چہرے کو تپا دیا تھا۔

اس نے لرزتے کانپتے ہاتھوں سے بریسلٹ اتار کر اس کی طرف پھینکا جو نوفل کے سینے سے ٹکرا کر فرش پر گر گیا۔

"اس سے برا آپ زندگی میں کبھی بھی میرے ساتھ نہیں کر سکتے۔" بہت ضبط کرتے ہوئے بھی اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ بھاگنے کے سے انداز میں پلٹتی وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔ مگر نوفل اپنے خالی پن کے ساتھ کتنی ہی دیر کسی جھنجھوڑ دینے والے احساس میں گھرا کھڑا رہا تھا۔

●●●●●

"میرے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ لوگوں نے شادی کو اس قدر اہم مسئلہ کیوں بنا رکھا ہے۔"

گھر میں کھانے کو کچھ ہو نہ ہو، شادی سب کی ہو رہی ہوتی ہے۔'' ضحیٰ بہت جذباتی ہو رہی تھی مگر اس کی اتنی بے کار سی تقریر پر صبا اور نگین ہنسنے لگی تھیں۔

''کھانے پینے کا شادی سے کیا تعلق؟'' نگین نے حیرت سے پوچھا مگر وہ اپنے ہی خود ساختہ کے حصار میں گھری تھی، جھنجلا کر بولی۔

''اچھی بھلی گزرتی زندگی میں شادی نام کا پتھر اتنی ہلچل مچا دیتا ہے کہ سارا گھر ہی اتھل پتھل کے رہ جائے۔ بھلا ماں باپ کے گھر سے اچھی زندگی کسی اور کے گھر بھی گزر سکتی ہے؟''

''کیوں نہیں ——'' نگین نے فی الفور جواب دیا تھا۔

''اگر سب کی سسرال میرے جیسی ہو تو پھر شاید سبھی کی شادی میں دلچسپی بڑھ جائے۔ کیوں صبا

''ہوں۔'' وہ کسی بڑے ہی گہرے دھیان سے چونکی تھی۔ ضحیٰ کی بات اسے انجانے سے دُکھ میں مبتلا کر گئی تھی۔

کتنا سچ کہا تھا اس نے۔ بھلا ماں باپ کے گھر جیسا سُکھ اور کہیں مل پاتا ہے؟

''بھئی ایک قطعی مذہبی فریضے کی یوں نفی کرنا بہت بری بات ہے۔ شادی تو سنتِ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جس کی ادائیگی بے حد ضروری ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔ مگر ضحیٰ کا چڑچڑا پن ہنوز برقرار تھا۔

''سبھی اس بات کو ہی ہتھیار بناتے ہیں۔ مگر جہاں حقوق و فرائض کی ادائیگی کی بات آتی ہے تب تو کوئی بھی سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد نہیں کرتا۔''

''اچھا نا —— اب اس بحث میں پڑنے کا کیا مطلب ہے، وہ بتاؤ۔'' اس خواہ مخواہ کی بحث سے صبا کا دل پریشان ہونے لگا تھا۔ بلکہ اب تو ایسی کسی بھی بات پر اپنی ناکام ازدواجی زندگی اس کا مذاق اُڑانے کو سامنے آ کھڑی ہوتی تھی۔

''صاف اور سیدھی بات ہی تو کر رہی ہوں، اب ایک ہی گھر میں مل کے رہ رہے ہیں، شادی کے بعد بھی یہیں رہنا ہے تو پھر شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یوں بھی تو رہ ہی رہے ہیں اکٹھے۔'' وہ نروٹھے پن سے بولی تو نگین بے اختیار قہقہہ لگا بیٹھی۔ جبکہ صبا اس کی بے وقوفانہ باتوں پر اسے گھور رہی تھی۔

''اوفوہ —— میرا یہ مطلب نہیں تھا۔'' وہ چڑ گئی۔ دراصل وہ خود بھی اپنی کیفیت کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ لاکھ وہ خود کو مطمئن کرتی کہ اس کی معید حسن سے شادی کا مطلب وہ نہیں جو عام لوگوں کا ہوتا ہے۔ اس کا مطمع نظر صرف اور صرف ناراضگی بلکہ نفرت بھرے جذبات تھے۔ لیکن جوں جوں دن قریب آتے جا رہے تھے، اس کے اندر کا اضطراب بھی وحشت میں ڈھلنے لگا تھا۔

''اچھا، اب اپنی بک بک بند ہی رکھو اور یہ سوچو کہ شادی کے روز کا جوڑا کس رنگ میں ہو؟ بلکہ ولیمے کا بھی تمہی سلیکٹ کر لو۔ پہننا تو تمہی کو ہے۔'' صبا نے اسے ڈپٹتے ہوئے کسی سے لگایا تھا۔ اسے ضحیٰ کی طبیعت سے اچھی طرح آگاہی تھی۔ اس طرح کے ''غبار'' اٹھنا معم

بات تھی۔ قسمت سے اس نے بھی انس جیسی ہی طبیعت پائی تھی، جذباتی اور شدت پسند۔

''رہنے دو —— یہ بھی امی سے ہی پوچھ لینا۔ جیسے شادی کی تاریخ طے کر دی، ویسے ہی شاید کوئی رنگ بھی طے کر رکھے ہوں۔'' وہ ہنوز ناراضگی سے کہہ رہی تھی۔

اتنی صابر سی صبا کا دل چاہا اسے ایک جھانپڑ لگا دے۔

''تو اب کیا شادی کی تاریخ تم سے پوچھ کر رکھی جاتی؟ یہ تو بڑوں کے کرنے کے کام ہیں۔'' نگین نے اسے ٹوکا تھا۔

''اس کا دماغ خراب ہے، اور کچھ نہیں۔ جب ایک بات طے ہو گئی تو پھر اس میں مین میکھ نکالنے کا کیا مطلب ہے؟'' صبا اسے تنبیہی نظروں سے دیکھتی کہہ رہی تھی۔

ضحیٰ اس کا مطلب جان کر سر جھٹک کر رہ گئی۔

''ہم خواہ مخواہ اس کے ساتھ سر کھپا رہے ہیں —— ہمیں سیدھے جا کر معید بھائی سے یہ ڈسکشن کرنی چاہئے۔ آخر دلہن انہی کی پسند سے سجنی چاہئے۔ دیکھنی اور سہنی تو ان کو ہی ہے۔'' دفعتہً نگین شرارت سے کہتی ضحیٰ کو خائف سا کر گئی۔

صبا کو اس کی شکل دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ جبکہ اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔ پھر چیخ کر بولی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں چاہے کالا پہنوں یا سفید، انہیں کیا۔''

''یہ تو تم ان سے پوچھنا۔'' نگین اب اس کی کیفیت کا لطف لے رہی تھی۔

ضحیٰ نے مدد طلب نظروں سے صبا کو دیکھا مگر وہ خاموش رہی تھی۔ انداز یہی تھا جیسے کہہ رہی ہو کہ اب تمہیں ان سب باتوں اور چھیڑ چھاڑ کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ وہ منہ پھلائے اُٹھ کے چلی گئی۔ نگین ہنسنے لگی۔

''مجھے لگتا ہے اس کی آخری لڑائی معید بھائی سے حجلہ عروسی میں ہو گی۔ اس کے بعد اس کے تمام اعتراضات ختم ہوں گے۔''

''اب بھی کون سا وہ کم کرتی ہے۔ معید بھائی کو بھی نہیں بخشتی۔'' صبا نے گہری سانس لی تھی۔

جانے یہ شادی کیا رنگ دکھانے والی تھی، بڑوں کو جس کی شدید خواہش تھی۔

''صبا! نوفل بھائی نے جو بریسلٹ دیا تھا وہ کیوں اتار دیا؟'' نگین اس کی کلائی دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''وہ یونہی —— چبھ رہا تھا تو اتار دیا۔'' صبا کو پھر سے اسی تکلیف نے گھیر لیا جس کی وہ رات شکار رہی تھی۔

''اونہوں —— پیار کی نشانیاں یوں اتار کے نہیں رکھ دینی چاہئیں۔ پہنو گی، تبھی عادت پڑے گی نا۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔ پھر اسے بتانے لگی۔

''میں جو کبھی یہ پینڈنٹ اتار دوں تو انس کا بس نہیں چلتا میرا گلا ہی دبا ڈالیں۔ بس، جو میں گفٹ کر دوں اسے جی جان سے لگا کے رکھو اور محبت سے استعمال کرو۔''

''شدید محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔'' صبا نے مبہم سے انداز میں تبصرہ کیا تو وہ اپنی ہی بات سے لطف لے کر ہنستی ہوئی بولی۔

''ان کی محبت شدید نہیں بلکہ اندھا دھند ہے۔''

صبا کو بھی اس کی بات پر ہنسی آ گئی۔

''اچھا لفظ چنا ہے۔'' پھر اسے ٹوکتے ہوئے بولی۔''امی نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ پانی میں بہت زیادہ ہاتھ مت ڈالا کرو، اچھا نہیں ہے تمہارے لئے۔'' وہ اسے زکام کی وجہ سے مسلسل سُوں سُوں کرتے دیکھ کر کہہ رہی تھی۔

''یہ پانی میں کام کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ ٹھنڈی پیپسی پینے کی وجہ سے ہوا ہے بلکہ جان گیا ہے۔ کل تک تو نہیں تھا، ابھی کچھ دیر پہلے ہی لگا کہ زکام شروع ہو چکا ہے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔

''اب تو سردی شروع ہو چکی ہے۔ گرم ٹھنڈے کی بھی احتیاط کرو۔''

''اچھا پھپھو جان!'' صبا بھی اس کے انداز پر مسکرا دی تھی۔ پھر اٹھتے ہوئے بولی۔''اب چلوں۔ ہو سکتا ہے کل واپس چلی جاؤں۔''

''اوفوہ ــــــ ابھی دو دن تو ہوئے ہیں بمشکل۔ اور تمہیں واپسی کی فکر لگ گئی ہے۔'' نگین اسے ٹوک دیا تھا۔

'ہاں ــــــ خود تو جیسے کبھی ہفتہ بھر آ کے وہاں رہی ہو۔'' صبا نے بدلہ چکایا۔ تبھی انس کو کمرے میں داخل ہوتے پا کر نگین نے اسے سنانے والے انداز میں کہا۔

''یہ تو تم اپنے بھائی صاحب سے پوچھو ــــــ ایک دن بھی جو کبھی میکے میں رہنے کی اجازت دی ہو۔''

''بہت بری بات ہے انس بھائی! عورتوں پر ظلم۔'' صبا متاسفانہ انداز میں بولی تو وہ بستر پر دراز ہوتے ہوئے مسکرا کر کہنے لگا۔

''پہلے اپنی بھابی سے پوچھ لو، یہ عورتوں میں نہیں بلکہ لڑکیوں میں خود کا شمار کرتی ہیں۔''

''ان کی چھوڑو، یہ تو باتوں ہی کا کھاتے ہیں۔'' نگین نے طنز کیا تو وہ آرام سے بولا۔

''یہ فقرہ معید پر فٹ آتا ہے۔ وہ وکیل ہے اور واقعی باتوں ہی کا کھاتا ہے۔''

''کل تم تیار رہنا ــــــ میرے ساتھ ہی گھر چلنا۔ اور پھر ایک ہفتہ میرے پاس رہنا۔'' صبا اسے پروگرام بتایا تو انس سیدھا ہو بیٹھا۔

''کیوں بھئی ــــــ اتنی بڑی نافرمانی۔ مجازی خدا کی اجازت کے بغیر ہی پروگرام سیٹ کر رہے ہیں۔''

نگین شکایتی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

''صبا کے ساتھ کیوں؟ ــــــ میں خود تمہیں کل لے جاؤں گا۔''

صبا کے جانے کے بعد بھی اسے خاموش بیٹھے دیکھ کر وہ پچکارنے والے انداز میں بولا تو وہ ٹشو سے ناک رگڑتے ہوئے خفگی سے بولی۔

''بہت شکریہ آپ کی اس مہربانی کا۔ شام ہوتے ہی اُٹھنے کا اشارہ کر دیں گے۔''

''اوہو، تو اب میرے اشارے بھی سمجھنے لگی ہو۔'' وہ بڑی دلربائی سے بات ہی پلٹ گیا تھا۔ پھر تھوڑا سا ترچھا ہو کر لیٹتے ہوئے سر اس کی گود میں رکھ لیا۔ اب وہ بالکل اس کی نظروں کے فوکس میں تھی۔

نگین نے اس کا سر پیچھے دھکیلتے ہوئے تنبیہی انداز میں کہا۔

''مجھے زکام ہو رہا ہے۔ یونہی لگ لگا جائے گا۔''

''اُف، کتنی رومینٹک بیماری ہے یہ بھی۔'' اس کی بات سن کر وہ بولا تو نگین نے تنک کر پوچھا۔

''اب یہ زکام میں رومینس کہاں سے آ گیا؟''

''اب دیکھو نا، ایک سے دوسرے کو، دوسرے سے تیسرے کو۔ پھیلتی ہی چلی جاتی ہے، بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ بالکل محبت کی طرح۔ مجھے تو بہت محبت ہے اس بیماری سے۔'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ نگین سر تھام کے بیٹھ رہی، پھر بے چارگی سے بولی۔

''آپ کا مرض بالکل لاعلاج ہے۔''

''بالکل غلط۔ اس کا علاج ہے تمہاری محبت۔ ویسی ہی جیسی میں تم سے کرتا ہوں۔'' وہ اس کے رخسار پر انگشتِ شہادت پھیرتا بہت جذب سے کہہ رہا تھا۔ وہ اس کے انداز پر بے ساختہ مسکرا دی۔ پھر اس کے اچھے موڈ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بولی۔

''اتنی محبت کرتے ہیں اور ذرا سی خوشی کا خیال نہیں رکھ سکتے۔'' اس کے روٹھنے والے انداز پر وہ ٹھٹک سا گیا تھا۔

''ناممکن ــــــ تمہارے متعلق میں کہیں بھی نہیں چوک سکتا۔ تم کس خوشی کی بات کر رہی ہو؟'' بہت یقین کے ساتھ اس نے کہا تو وہ گہری سانس بھر کے اس کی چمکتی بھوری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ پھر مدھم لہجے میں بولی۔

''میں گھر جا کے کچھ دن وہاں رہنا چاہتی ہوں۔''

چند ثانیوں تک وہ اسے خاموشی سے دیکھتا رہا اور جتنی دیر وہ خاموش رہا، نگین کا ہاتھ اضطرابی انداز میں اس کی شرٹ کے بٹن سے کھیلتا رہا۔

''اور اگر میں کہوں، نہیں تو؟'' وہ بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

''تو پھر میں آپ سے ضد کروں گی۔'' اس نے بہت ناز بھرے مان سے کہا تو وہ دلچسپی سے بولا۔

''اچھا ــــــ تمہیں بھی ضد کرنا آتی ہے؟''

نگین نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا، پھر جتانے والے انداز میں بولی۔

''اگر آپ مجھے باتوں میں لگا کر موضوع سے ہٹانا چاہ رہے ہیں تو یہ آپ کی بھول ہے۔ آج ہر

حال میں فیصلہ ہو کر رہے گا۔"

وہ گہری سانس لیتا کھسک کر تکیے پر ہو گیا تھا۔

"اب تم خود لڑائی کی تمہید باندھ رہی ہو۔"

"میکے جانا لڑائی میں کب سے شمار ہونے لگا ہے؟" اس نے تیکھے چتون سے انس کو دیکھا تھا۔

"لیکن میں تمہیں بہت پہلے ہی سمجھا چکا ہوں کہ میکے جا کر رہنے والی بات مت کیا کرو۔ چاہ
میرے ساتھ یا کسی کے ساتھ بھی روزانہ چلی جایا کرو۔ میں وہاں جانے پر تو پابندی نہیں لگا رہا ہوں

"انس! پلیز، اتنے شدت پسند مت بنیں۔" وہ ناپسندیدگی سے کہتی اسے ٹوک گئی تھی۔
مصالحت آمیز انداز میں گویا اس مسئلے کا حل پیش کرنے لگی۔ "اگر آپ اپنے بغیر مجھے وہاں رہنے نہ
دینا چاہتے تو دو تین روز ہم دونوں وہاں رہ سکتے ہیں۔"

"اونہوں ــــ میں اس بات کو بالکل بھی پسند نہیں کرتا کہ اتنے دنوں جا کر سسرال میں ٹھ
جائے۔ وہ بھی اس صورت میں کہ آپ کا اپنا گھر بھی اسی شہر میں ہے۔" وہ فی الفور اسے ٹوک گیا
نگین کو غصہ آنے لگا۔

"کمال ہے ــــ نہ آپ کو میرا وہاں اکیلے جا کر رہنا پسند ہے نہ آپ خود وہاں میرے سا
جا کر رہنے کو تیار ہیں۔ تو پھر اس مسئلے کا کیا حل ہے؟ آپ ہی بتائیں۔"

"اس بات کو مسئلہ تم بنا رہی ہو۔ درحقیقت یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مجھے ایک بات نہیں پسند
میں نے بتا دی۔"

"اور میں ــــ میری پسند، میری مرضی، میری خوشی کچھ بھی نہیں؟" وہ حد درجہ صدمے کا ش
تھی۔ اس قدر چاہنے والے شوہر کا اتنے نازک معاملے میں سوچنے کا یہ انداز؟

"تو تمہاری خوشی اس بات میں مضمر ہے کہ تم جا کر ہفتہ ہفتہ میکے میں گزارو۔ شوہر بے چارہ
کو ترس جائے یا کسی اور کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو جائے۔" وہ اب سراسر اسے بہلا رہا تھا۔ مگر وہ
نہیں تھی۔

"جن شوہروں کو بگڑنا ہو وہ بیوی کے پاس رہتے ہوئے بھی اس کی آنکھوں میں دھول جھو
دیتے ہیں۔ اور ویسے بھی مجھے ایسا کوئی کھٹکا نہیں۔ سو پلیز، آپ اپنی سوچ کا انداز ذرا بدلیں۔
نوفل بھائی نے کبھی صبا پر کوئی ایسی پابندی نہیں لگائی تو آپ......"

وہ ناگواری سے کہتی ابھی اپنی بات بھی مکمل نہیں کر پائی تھی کہ انس سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے
سے بولا۔

"بات تمہاری اور میری ہو رہی ہے ــــ نوفل اور صبا کا یہاں کیا ذکر؟"

"ان کا نہیں تو کسی بھی شادی شدہ جوڑے کا ذکر کر لیں۔ کیا شادی کے بعد سب لوگ
بیویوں کا میکے جانا اور وہاں ٹھہرنا منع کر دیتے ہیں؟"

"میں سب کی نہیں، صرف اپنی بات کر رہا ہوں۔ میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر۔ گھر آ

مجھے تمہاری شکل دکھائی نہ دے تو مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔" وہ اب بھی نرمی سے بات کر رہا تھا۔

اور نئے نئے دنوں کے خمار میں نگین کو بھی اس کی یہ دیوانگی بہت بھاتی تھی مگر اب تو کچھ کچھ
اُلجھن اور وسوسے سے گھیرنے لگے تھے۔ اگر یونہی اس کی بات مانتی رہتی تو شاید آئندہ وہ کبھی میکے
جا کر نہ رہ پاتی۔ سو ابھی سے اس صورتِ حال کا سدباب کرنا ضروری تھا۔

"اگر میں بھی یہی ڈائیلاگ بولوں تو کیا آپ آفس چھوڑ کر بیٹھ رہیں گے؟" وہ طنزاً بولی تو انس
نے بڑے تحمل سے کہا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں ڈائیلاگ نہیں بول رہا ہوں۔"

اور واقعی وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ مگر نظرانداز کرتے ہوئے ناراضگی سے بولی۔

"یہ اچھی محبت ہے۔ اتنی سخت گرفت۔ اگلے بندے کا چاہے دم ہی نکل جائے۔"

"اُکتا گئی ہو مجھ سے تو صاف لفظوں میں کہہ دو۔ یوں گھما پھرا کے باتیں سنانے کی کیا تک
ہے؟" اب کی بار انس کو بھی غصہ آ گیا تھا۔

"جس طرح آپ کو اپنے پیار پر مان ہے اسی طرح مجھے اپنے گھر والوں سے بھی محبت ہے۔ ان
سے بھی نہیں اُکتا سکتی میں۔" وہ ہارنے کے موڈ میں تھی اور نہ ہی بحث ختم کرنے کے۔

"تو پھر مجھ سے پوچھنے کا تکلف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یونہی چلی گئی ہوتیں۔"

"اگر شوہر کی نافرمان ہوتی تو یقیناً ایسا ہی کرتی۔ بہت اچھا صلہ دے رہے ہیں فرمانبرداری کا۔"

"چہ ــــ خوب۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا تھا۔ "ایک سو ایک جواب دے دیئے، ہار پھر بھی
نہیں مان رہیں۔ اور اسے تم فرمانبرداری گردان رہی ہو۔"

"تو آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں جاہل عورتوں کی طرح سر جھکائے آپ کی ہر غلط بات برداشت
کرتی رہوں؟" نگین کا بھی حوصلہ جواب دینے لگا تھا۔ بات کیا سے کیا رخ اختیار کرنے لگی۔

"ایسے کون سے ظلم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں تم پر جو تم برداشت کر رہی ہو؟" اس کی پیشانی
پرشکن ہو گئی تھی۔

"اس سے بڑھ کے اور ظلم کسے کہیں گے کہ آپ مجھے میکے جانے سے روکتے ہیں۔" اس کی آواز
بھرا گئی۔ آنسو فوراً ہی پلکوں کی باڑ تک آ پہنچے تھے۔

اس کے رونے نے انس کو مزید غصہ دلایا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کا رونا انس کی کمزوری
تھا اور اس وقت وہ یہی ہتھیار استعمال کر کے اسے پسپا کرنے کے ارادے میں تھی۔

"میں نے کبھی بھی تمہیں میکے جانے سے نہیں روکا۔ غلط بیانی مت کرو۔"

"ایک آپ ہی تو سچے اور بات کے پکے ہیں یہاں ــــ باقی سب تو جھوٹے بستے ہیں۔" وہ
چڑ گئی۔

"نگین! بدتمیزی مت کرو۔" انس نے اسے تنبیہ کی تھی۔

"آپ چاہے جان بھی نکال لیں اور میں ذرا سی اونچی آواز بھی نہ نکالوں۔" وہ اب مکمل رونے

کے موڈ میں آ گئی تھی۔

"تو کون کہہ رہا ہے یہ ظلم سہنے کو؟ جو جی میں آئے کرتی پھرو۔ اور مہربانی فرما کر مجھے سونے دو" وہ تڑخ ہوئے لہجے میں کہتا گویا بات ختم کر کے اپنی جگہ پر دراز ہو گیا تھا۔ پھر بڑبڑاتے ہو۔ دوسرا تکیہ اٹھا کر چہرے پر رکھ لیا۔

"بے کار میں سر درد کر دیا۔"

"مجھے گھر جانا ہے اور وہاں رہنا بھی ہے۔" وہ اس کے منہ پر سے تکیہ کھینچ کر ہٹاتے ہوئے ز سے بولی تو وہ غصے سے کہنے لگا۔

"جب میں مر جاؤں گا نا، تب شوق سے جانا اور ہمیشہ کے لئے وہیں رہنا۔"

وہ خائف و ہراساں سی اسے دیکھنے لگی۔ اس قدر درشتی اور سفاکی۔ اس کی آنکھوں میں پانی آیا تھا۔ ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر وہ اٹھی، بستر سے اتری اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر نکل گئی۔

گہری سانس خارج کرتے ہوئے انس نے بے بسی سے آنکھیں موند لیں۔ پھر وہ بھی اٹھ اس کے پیچھے باہر آیا تو اسے لاؤنج میں صوفے پر دھواں دھار روتے پا کر ٹپٹا گیا۔ ابھی رات زیادہ نہیں ہوئی تھی، کوئی بھی ادھر آ سکتا تھا اور ادھر وہ اپنا شغل شروع کئے بیٹھی تھی۔ انس نے جھک اس کا بازو تھاما تو اس نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈال کر اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"اتنی رات کو یہاں تماشا لگانے کا کیا مطلب ہے؟" وہ دبے لہجے میں سختی سمو کر بولا مگر وہ ج نہیں ہوئی۔ بازو کے حلقے میں منہ دیئے روتی رہی۔

انس نے ایک بار پھر سختی سے اس کا بازو دبوچا اور اس کے احتجاج کے باوجود اسے قدموں پر کر دیا۔

"اب بھی اگر تم سیدھی طرح سے کمرے میں نہیں چلیں تو اٹھا کے لے جاؤں گا چاہے سب تماشا بن جائے۔" وہ غرایا تھا۔ اور شاید یہ اس کے غصے کا اثر تھا یا پھر اسے بھی کسی کے آ جا خدشہ ہوا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ گھسٹنے کے سے انداز میں چلتی اپنے کمرے میں آ گئی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑایا اور سے بولی۔

"لوگوں کا ڈر آپ کو ہوگا، مجھے نہیں ہے۔"

"اچھا ——" وہ اس کی صورت دیکھتا ہنس دیا تھا۔ پھر آگے بڑھتے ہوئے صلح جویانہ انداز اسے بانہوں میں لینے کی کوشش کی تو وہ اس کے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو جھٹکتی چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"اب ہر بار کی طرح تمہی لڑائی شروع کر رہی ہو، پھر مکر جاؤ گی اور سارا الزام مجھ غریب پر ڈ دو گی۔" وہ اب بھی صلح کے موڈ میں تھا مگر وہ ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتی غصے سے بولی۔

"آپ مجھ سے بات بھی مت کریں —— بہت برے لگ رہے ہیں مجھے۔"

"آئی ایم سوری۔"

"جتنی فضول بات آپ نے کہی ہے اس کی کوئی سوری نہیں ہے۔" وہ پھر سے رونے لگی تھی۔

انس کا دل بے چین ہونے لگا۔ رو رو کر وہ اپنی آنکھوں کا حشر کر رہی تھی۔ اس پر مستزاد اسے پاس بھی نہیں آنے دے رہی تھی۔

"اوفوہ، یار! سمجھ لو بکواس کی ہے میں نے۔" وہ جھنجلا گیا تھا۔ "اب کیا میں ذرا سا غصہ بھی نہیں دکھا سکتا؟"

"آپ کا مذاق کیا، غصہ بھی سر آنکھوں پر۔ اور اس روز میں نے جو ذرا سا مذاق کر لیا تو کھینچ کے تھپڑ دے مارا۔ اس وقت آپ کی یہ منصفی کہاں تھی؟" وہ واقعی اس کی بات سے صدمے کا شکار ہوئی تھی۔

"اب یہ تو کوئی بات نہیں۔ گزری باتوں کو خوامخواہ اس وقت گھسیٹ رہی ہو۔" وہ جز بز ہوا تھا۔

"میں ہر بار غلط ہوتی ہوں۔ میں نے مان لیا۔ بس۔" وہ غصے سے بولی تو وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"اچھا چلو، میں نے تمہیں تھپڑ مارا تھا۔ اب تم مجھے مار لو۔"

وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ سنجیدہ تھا۔ نگین جھنجلائی ہوئی بستر پر جا بیٹھی۔

"بس الٹی سیدھی باتیں کرتے رہیں گے۔ اتنی ہی طاقت کبھی صحیح بات کو سمجھنے میں لگا دیں تو اتنا فساد نہ پھیلے۔"

"ابھی اگر تم غصے میں نہ ہوتیں تو یہی بات میں تم سے کہنے والا تھا۔" وہ معاندانہ انداز میں بولا تو وہ دانتوں پر دانت جما کر رہ گئی۔

مگر یہ تو طے تھا کہ انس سے ناراضگی پکی تھی۔ درحقیقت وہ بہت غصے میں تھی۔

"شوہر سے ناراض ہو کر سوؤ گی تو فرشتے ساری رات لعنت بھیجیں گے۔" وہ اسے مناتے ہوئے ڈرا رہا تھا۔

"ہاں —— شوہر پر تو جیسے خدا نے فرشتے تعینات کئے ہی نہیں۔ وہ جیسا چاہے سلوک کرے بیوی کے ساتھ۔"

نگین نے طنز سے کہتے ہوئے کروٹ بدل لی تھی۔ انس گہری سانس لے کر رہ گیا۔ مگر بہر طور اتنی تسلی کافی تھی کہ وہ کمرے میں تھی اور رو نہیں رہی تھی۔

●●●●●

"آرام سے ناشتہ کرو نوفل! کہیں جانے کی جلدی ہے کیا؟" اسے چائے کے ساتھ جیم کی ہلکی سی تہہ والے توس کے بڑے بڑے نوالے لیتے دیکھ کر صالحہ بیگم اسے ٹوکے بنا نہیں رہ سکی تھیں۔

"مجھے واقعی جلدی جانا تھا مگر میں آدھا گھنٹہ لیٹ ہوں۔ بس آپ کے خیال سے ناشتہ کر رہا ہوں۔ سوچا ڈانٹ پڑے گی۔" وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"صبا کو لینے جا رہے ہو؟" صالحہ بیگم کو خیال آیا تھا۔

ادینہ بے اختیار نوفل کو دیکھنے لگی۔ چائے کا خالی کپ ساسر میں رکھتے ہوئے وہ بہت اطمینان سے بولا۔

"ان کی طرف سے میں بالکل فری ہوں۔ وہ ابھی دو چار روز ٹھہریں گی وہیں۔ رات ان سے بات ہو رہی تھی فون پر۔"

"چلو اچھا ہے، اس کا بھی جی بہلے گا ذرا۔ بندھ کے رہ گئی ہے بچی اس گھر میں۔ اسے بھلا کہاں عادت ہے اتنی خاموشی اور تنہائی کی۔" زرینہ بیگم نے اپنی مخصوص سادگی سے پُر لہجے میں کہا تو ادینہ دانت پیستی انہیں گھورنے لگی۔

"بہت سی عادتیں انسان کو ڈالنا پڑتی ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"بالکل ـــــ آپس میں محبت اور وفا ہو تو یہ کام بہت آسان ہوتا ہے۔ کیوں نوفل؟" ادینہ نے بہت موقع پر اور بھرپور وار کیا تھا۔ نوفل نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا تھا مگر اس کی بات کی حمایت یا تردید کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

"تو پھر تم کہاں جا رہے ہو ـــــ آفس کے لئے؟" صالحہ بیگم پوچھ رہی تھیں۔

"بتا دوں؟ ـــــ ڈانٹیں گی تو نہیں؟" وہ جیسے متوقع ڈانٹ کے پیش نظر احتیاطاً پوچھ رہا تھا۔

"میں بھلا کیوں ڈانٹنے لگی۔ اور ایسا کیا غلط کام کر رہے ہو تم؟" وہ حیران سی اسے دیکھنے لگیں۔

"ایکچوئیلی ژالے کے ساتھ میں تھوڑا سا اور کام کرنا چاہ رہا ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔ ادینہ کا دل خوشی سے کھل اٹھا۔

اسے نوفل اور صبا کے درمیان فاصلوں کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔

"نوفل! میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا اور صبا کو بھی یہ کام بالکل پسند نہیں ہے۔ پہلے ہی تم اسے کون سا ٹائم دے رہے ہو جو یہ نیا دردِ سر پال لیا ہے۔" صالحہ بیگم ناراضگی سے گویا ہوئی تھیں۔

"اوفوہ ـــــ آپ تو بات کو ایک دم سے اتنا ایکسٹریم پہ لے جاتی ہیں امی! صبا کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ چاہیں تو کنفرم کر سکتی ہیں۔ ژالے نے اتنے مان سے کہا کہ مجھ سے انکار نہیں ہو سکا۔" وہ اپنی صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہہ رہا تھا اور ابھی انہوں نے مزید کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ انس کے ساتھ صبا اور نگین دونوں اندر داخل ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم ـــــ"

"ارے، وعلیکم السلام۔" نوفل حیران ہوتا ہوا اٹھ کر انس سے ملنے لگا۔

"میں ابھی نوفل سے یہی پوچھ رہی تھی کہ صبا کو کب لا رہے ہو۔" صالحہ بیگم نے مسکرا کر کہتے ہوئے نگین کو گلے سے لگا لیا۔ نئی نویلی خوشی کے نمایاں احساس سے جس کا وجود مہک رہا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے تمہاری؟"

"بالکل ٹھیک ہوں میں ـــــ بھلا مجھے کیا ہونا ہے؟" وہ جھینپ گئی تھی۔

"آؤ ناشتہ کرو ـــــ"

انس نے نوفل کی پیش کش کے جواب میں معذرتی انداز اپنایا تھا۔

"ناشتہ تو میں کر کے آ رہا ہوں۔ بس ان لوگوں کو ڈراپ کرنے آیا تھا۔ ابھی تو فوراً آفس پہنچنا ہے، میٹنگ ہے میری۔"

"تو پھر رات کھانا تم لوگ ادھر ہی کھانا۔" صالحہ بیگم نے کہا۔ ان کے ذہن میں یہی بات تھی کہ ہمیشہ کی طرح نگین رات کو واپس ہو لے گی۔

"آئی ایم سوری آنٹی! میں شاید نہ آ پاؤں۔ نگین تو رہے گی چند دن۔" وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولا تو نگین نے حیرت کے شدید جھٹکے کے تحت اسے دیکھا۔ گھر سے چلتے وقت اس نے اس قسم کا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا تھا اور وہ خود کو بھی ذہنی طور پر رات کی واپسی کے لئے تیار کر کے ہی چلی تھی۔ اس کے خیال میں اس کا رات کا واویلا بے کار گیا تھا۔

مگر اب یہ کیا ہوا تھا؟

اس نے انس کے چہرے پر ناراضگی کے تاثرات ڈھونڈنا چاہے مگر وہاں ایسا کچھ نہیں تھا۔

"سچ کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ بے ساختہ پوچھ بیٹھی تھی۔ انس نے ایک اچٹتی نگاہ اس کے کھلتے ہوئے چہرے پر ڈالتے ہوئے عام سے لہجے میں کہا۔

"ہاں ـــــ جتنے دن چاہے رہ لینا۔"

"شکر ہے۔" وہ گہری سانس لیتی دھم سے کرسی پر گر گئی تو وہ لب بھینچتا چند الوداعی کلمات کی ادائیگی کے بعد واپسی کے لئے پلٹ گیا۔ نوفل اس کے ساتھ باہر تک گیا تھا۔

"نوفل تو کہہ رہا تھا تم ابھی وہیں ٹھہرو گی۔ مگر لگتا ہے کہ وہاں دل نہیں لگا تمہارا۔" ادینہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اپنے لئے کپ میں چائے انڈیلتی عام سے انداز میں بولی۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی ان کی میرے ساتھ۔ ورنہ میں دو چار روز اور ٹھہرتی۔"

اندر آتے نوفل کے قدم سست پڑنے لگے۔

صالحہ بیگم نے بھی چونک کر صبا کو دیکھا تھا۔

"رات تمہاری بات نہیں ہوئی نوفل سے فون پر؟"

صبا نے بے ساختہ نوفل کی طرف دیکھا۔ وہ اسی کی طرف متوجہ تھا۔

"جی ـــــ بس صبح نگین کا پروگرام بنا تو میں نے سوچا میں بھی آ جاؤں۔"

پتہ نہیں کیوں وہ اس شخص کی طرح بے مروتی نہیں دکھا پائی تھی۔ اب بھی مبہم سے انداز میں کہتی اسے بری الذمہ کر گئی تو وہ اطمینان سے بولا۔

"ذرا ان لوگوں کو اطمینان دلائیے۔ پتہ نہیں کیا شکوک ہیں انہیں میری طرف سے۔"

"ہر انسان اپنا کیریکٹر سرٹیفکیٹ خود ہوتا ہے۔ آپ کو میری گواہی کی کیا ضرورت ہے؟" وہ بے تاثر انداز میں کہتی چائے پینے لگی۔

"اب خوش ــــ؟" نوفل نے صالحہ بیگم کی طرف دیکھا تو وہ اس کی کلاس لینے والے انداز میں بولیں۔

"اور یہ جو پھر سے کمرشل میں کام کرنے کا سوچ رہے ہو، اس کا کیا جواب ہے تمہارے پاس؟"

اب کی بار صبا بھی چونکی تھی۔

اس کے خیال میں تو یہ باب بند ہو چکا تھا۔ صالحہ بیگم نے بھی اس کے اس فیصلے کی حوصلہ شکنی ہی کی تھی تو پھر اب؟

"اوفوہ ــــ امی! پلیز۔ اب اس بات کو ایشو مت بنایئے گا۔ رہی بات صبا کی تو ان سے بھی سوری کرنا باقی ہے۔ کیونکہ ان کو ابھی میں نے بتایا نہیں ہے۔" وہ جلدی سے بولا تھا۔ مبادا صبا کچھ الٹا سیدھا کہہ کر انہیں چونکا دے۔

"بہت غلط بات ہے نوفل بھائی! آپ کو سب سے پہلے صبا سے پوچھنا چاہیے تھا۔" نگین نے خفگی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"بھئی ابھی ان سب باتوں کے لئے بالکل بھی وقت نہیں، واپسی پر یہ بات ہوگی۔" وہ بہ عجلت بات سمیٹتا اُٹھ گیا تھا۔ صبا کے دل میں ٹیس سی اٹھی۔

اتنا نک سک سے تیار، مکمل اور بھرپور پرسنالٹی والا شخص خدا نے اس کی قسمت میں لکھ دیا تھا۔ مگر وائے قسمت، وہ اس پر ایک استحقاق بھری نگاہ بھی نہیں ڈال سکتی تھی۔

اس کے انداز پر صالحہ بیگم جز بز سی ہو کر صبا کو دیکھنے لگیں جو بالکل چپ چاپ اس سارے منظر سے بالکل الگ تھلگ سی بیٹھی تھی۔ مگر ابھی سب کے درمیان اس موضوع کو چھیڑنا مناسب نہ جان کر انہوں نے بات کو اگلے کسی وقت کے لئے ٹال دیا۔

وہ نگین سے اس کی طبیعت کا احوال پوچھنے لگیں مگر ان کے دل کو نا معلوم سے خدشات نے جکڑ لیا تھا۔

تبھی رات کو جب ادینہ اور زرینہ بیگم انیکسی میں گئیں اور ان کے بیڈ روم میں فقط نگین اور صبا رہ گئیں تب انہوں نے اس بات کو چھیڑا تھا۔

"کچھ بات ہوئی ہے تم دونوں کے درمیان؟"

صبا کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔ صالحہ بیگم کی یہ دروں بینی قابل رشک تھی اور ان کی مخلصی کا اس بات سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ ایسی کوئی بھی بات یا شک نظر انداز کرنے کی بجائے ڈسکس کرتی تھیں۔ مگر وہ شاید کبھی بھی اپنی خانہ بربادی کا رونا ان کے آگے نہیں رو سکتی تھی۔

ایک جھجک یا شاید اہانت کا احساس۔

وہ جانے کن مجبوریوں کی زنجیروں میں خود کو ہر پل مقید پاتی تھی۔ اب بھی جیسے بہت حیران ہوتے ہوئے بولی۔

"کیسی بات امی؟"

"کوئی بھی ــــ کوئی ان بن۔" وہ بے حد سنجیدہ تھیں۔

نگین کے کھلتے ہوئے روپ اور مسکراہٹ کا صبا کی سنجیدگی اور خاموشی سے کوئی میل نہیں تھا۔ اور یہ بات اول روز سے انہیں کھٹک رہی تھی۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ آپ سے کس نے کہہ دیا؟" صبا کو مسکرانے کے لئے بہت محنت کرنا پڑی تھی ورنہ لمحہ ہی لگتا پگھل کر موم ہونے میں۔

"ابھی پرسوں تو بڑی خوشی خوشی صبا کی سالگرہ سیلیبریٹ کر کے آئے ہیں۔ آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔" نگین نے گواہی دے کر گویا اسے آزاد کرایا تھا۔ پھر بڑے اشتیاق سے بتانے لگی۔

"بلکہ انہوں نے تو صبا کو اتنا خوب صورت سا بریسلٹ بھی گفٹ کیا تھا اور اتنے مزے کی پارٹی رہی۔ حالانکہ میں نے انہیں بالکل بھی یاد نہیں دلایا کہ صبا کا برتھ ڈے ہے۔ پھر بھی وہ خالی ہاتھ نہیں پہنچے تو اس کا کیا مطلب ہوا؟"

"اچھا۔" صالحہ بیگم کا دل ہلکا ہونے لگا۔ "مجھے بھی تو دکھاؤ، کیسا ہے وہ بریسلٹ؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے صبا کی خوشی شیئر کرنا چاہی تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

"وہ میں نے اتار دیا تھا۔ بیگ میں رکھا ہے۔"

"اتار کیوں دیا؟ پہنے رکھنا۔ مرد کو بہت طمانیت ہوتی ہے جب اس کی عورت اس کے دیئے معمولی سے معمولی تحفے کی بھی قدر کرتی ہے تو۔" وہ اسے سمجھانے لگیں۔ اس کا دل خون کے آنسو رونے لگا۔

"جی۔" اس نے آہستگی سے کہا تھا۔

"میں بھی اسے یہی کہہ رہی تھی۔" نگین نے فوراً لقمہ دیا تو صالحہ بیگم کا دھیان خود پر سے ہٹانے کی خاطر وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"ہاں بھئی۔ خود کا دھیان ہے نہیں اور میرا خیال کرنے چلی ہیں محترمہ۔ ابھی انس بھائی اتنے کیئرنگ نہ ہوں تو یہ اپنا بالکل بھی خیال نہ رکھے۔"

"ایسی غلطی کبھی مت کرنا۔ آس پاس کے لوگ تو صرف مشورہ ہی دے سکتے ہیں۔ ایسی حالت میں پہلی احتیاط خود عورت کو کرنی چاہیے۔" اس کی توقع کے مطابق صالحہ بیگم کی توجہ نگین کی طرف ہو گئی تھی۔

"اتنا تو خیال کرتی ہوں۔ ابھی عادت نہیں ہے تو کچھ نہ کچھ کمی رہ ہی جاتی ہے۔" وہ منمنائی تھی۔ صبا مسکرا دی۔

●●●●●

صالحہ بیگم کے دوا لے کر لیٹنے کے بعد وہ دونوں ٹی وی کے آگے آ بیٹھیں۔

"ویسے تم نے نوفل بھائی کو کچھ زیادہ ہی آزادی نہیں دے رکھی؟ ابھی تک ان کا کچھ پتہ ہی نہیں کدھر ہیں۔" نگین نے اسے ٹوکا تو وہ گہری سانس بھرتی مسکرا دی۔

"اب ہر کوئی میرے بھائی کی طرح مجنوں یا رانجھا نہیں ہوتا یار! بندے کی اپنی بھی ایک لائف ہوتی ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی ــــ بندہ مجنوں یا رانجھا نہ بھی ہو مگر شادی کے بعد تو دونوں کی لائف ایک ہی ہو جاتی ہے۔" نگین نے اسے ٹوک دیا تھا۔

"بھئی اپنی اپنی طبیعت کی بات ہے۔ نوفل کو آزاد ہو کر جینا پسند ہے جبکہ انس بھائی خود بھی رہنا چاہتے ہیں اور مقابل کو بھی اپنی محبت میں جکڑ کر رکھنا چاہتے ہیں۔" صبا نے بے پرواہی سے تو وہ کھل کر مسکرا دی۔

صبا کا تجزیہ بالکل درست تھا۔

رات وہ انس سے سخت ناراضگی کے عالم میں سوئی تھی۔ مگر صبح وہ یوں نارمل تھا جیسے کچھ ہوا ہی ہو اور پھر اسے میکے چلنے کی آفر کرنا اور اب یہاں آ کر جب اس نے ٹھہرنے کی اجازت دی تو نگین کی رہی سہی خفگی بھی جاتی رہی تھی۔

"واقعی، انہیں خود سے منسلک لوگوں کو اپنی محبت میں جکڑے رہنے کا فن آتا ہے۔" وہ محبت ـ چور لہجے میں بولی تو صبا رشک سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ تھوڑی دیر تک انہوں نے ٹی وی پر پروگرام دیکھا اس کے بعد نگین نے اسے یاددہانی کرائی تھی۔

"فون کر کے پوچھ تو لو، تمہارے میاں صاحب کہاں مصروف ہیں؟"

"ویسے حیرت کی بات تو یہ ہے کہ آج تمہارے میاں صاحب کا ایک بھی فون نہیں آیا۔" صبا ـ جواباً بڑے اطمینان سے پوچھا تو وہ فوراً ہی تفکر کا شکار ہونے لگی۔

"ہاں ــــ میں بھی یہی سوچ رہی تھی۔"

صبا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تو تم فون کر کے پتہ کر لو۔ کہیں کسی خود ساختہ ناراضگی کا شکار بیٹھے نہ ہوں۔ میں تو سونے رہی ہوں۔"

اس کا مشورہ نگین کے دل کو لگا تھا۔ سو فوراً ہی انس کا موبائل نمبر ملانے لگی۔ صبا ہلکی سی مسکراہٹ لئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

"ہیلو ــــ" انس کی سنجیدہ سی آواز ایئر پیس میں ابھر کر اسے طمانیت کا شکار کر گئی۔

"کیسے ہیں جناب؟" وہ بہت شوخی سے پوچھ رہی تھی۔

"اللہ کا شکر ہے۔ بہت اطمینان سے ہوں۔" وہ اب بھی اسی انداز میں کہہ رہا تھا۔

نگین ہنسی۔

"اچھا ــــ تو آپ کو بھی میرے بغیر اطمینان سے رہنا آ ہی گیا ہے۔"

"جب تم ایسا کر سکتی ہو تو میں کیوں نہیں کر سکتا؟"

"آپ اپنی مرضی سے مجھے یہاں چھوڑ کر گئے ہیں۔ ناراض تو نہیں ہیں نا؟" نگین کھنک کر

پوچھنے لگی۔

"کیا مجھے ناراض ہونا چاہئے؟" اس نے جواب میں سوال دھر دیا تھا۔

"اتنی پیاری اور معصوم سی بیوی سے ناراض ہو کر گناہ کمائیں گے کیا؟" وہ کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

"تم تو خوش ہو نا ــــ اپنی بات کرو۔"

"ہاں ــــ میں تو واقعی بہت خوش ہوں۔" وہ اس کے لب و لہجے کی سنجیدگی پر غور کئے بغیر مسکرا کر بولی تھی۔

"مجھے نیند آ رہی ہے نگین!"

"اتنی جلدی؟ وہ بھی میرے بغیر؟" وہ اسے چھیڑنے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"اگر تم وہاں بہت خوش ہو سکتی ہو تو کیا مجھے تمہارے بغیر نیند نہیں آ سکتی؟" انس نے طنز کیا تھا۔ پھر جیسے بہ عجلت بولا۔ "میں پھر فون کروں گا۔ ابھی مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے۔"

اور پھر نگین کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی فون بند کر دیا۔

"کمال ہے۔" وہ ریسیور کو گھور کر رہ گئی تھی۔

اسی وقت کوریڈور کی بیل بجی تو اس کا دھیان بٹ گیا۔ دروازے پر نوفل تھا۔

"حد ہوتی ہے بے پرواہی کی نوفل بھائی! یہ وقت ہے آپ کے گھر لوٹنے کا؟ امی اور صبا تو آپ کا انتظار کر کر کے ہار کر سو چکی ہیں۔" نگین نے اس کی اچھی خاصی کلاس لے ڈالی۔

"کیا نگی! آتے ہی چودہ طبق روشن کرنے لگی ہو۔" وہ ہنس رہا تھا۔

"کمرے میں جائیں تو مزید چار طبق روشن ہو جائیں گے۔" نگین نے اسے ڈرایا تھا۔ وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے جیسے واقعی ڈر کر پوچھنے لگا۔

"کیا واقعی صبا بہت غصے میں ہے؟"

"یہ تو آپ جب اندر جائیں گے تب پتہ چلے گا۔" وہ ہنستی ہوئی صالحہ بیگم کے کمرے میں گھس گئی۔

نوفل کمرے میں داخل ہوا تو وہ کسی ڈائجسٹ میں محو دکھائی دی۔ وہ اس کی طرف توجہ دیئے بغیر کپڑے چینج کرنے کے لئے گھس گیا۔

"سنا ہے آپ بہت بے صبری سے میری واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔" لیٹنے سے پہلے عادتاً بالوں میں برش پھیرتا وہ آئینے میں اس کی شبیہ دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

وہ بری طرح چونکی تھی، پھر ناگواری سے بولی۔

"جس نے بھی آپ کو اطلاع دی ہے، غلط ہے۔ مجھے خدا کے فضل سے ایسی کوئی بیماری لاحق نہیں ہوئی۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ ورنہ آگے چل کے ہم دونوں ہی کے لئے مشکل ہوتی۔" وہ کہتا ہوا آ کر بستر پر دراز ہو گیا تھا۔ صبا اسے سلگتی نگاہوں سے دیکھنے لگی مگر وہ جانتی تھی کہ نوفل احمد سے بحث

کرنے کا مطلب ہے اپنا فشارِ خون بلند کرنا، اس لئے خاموش ہی رہی۔

پھر اسے خیال آیا تھا۔

"نگی نے امی کو بتا دیا ہے۔ اب وہ اس بریسلٹ کو دیکھنے کی خواہش کر رہی ہیں جو آپ مجھے مرحمت فرمایا تھا۔" وہ طنزیہ انداز میں کہتی نوفل کو پوری طرح متوجہ کر گئی تھی۔

"آپ نے کیا کہا ان سے؟"

"کیا کہہ سکتی ہوں میں۔" وہ متاسفانہ انداز میں مسکرائی تھی۔ "کاش کہ مجھے بھی آپ کی طر مروت نہ نبھانا آتا تو میں آپ کے چہرے کا ہر نقاب اٹھا دیتی۔ مگر......" وہ تلخی سے کہتی رک گئی تم

"کل شام تک آپ کو ویسا ہی بریسلٹ مل جائے گا۔" نوفل نے بہت ٹھہرے ہوئے لہجے کہا تھا۔

"مجھے آپ سے کچھ بھی نہیں چاہئے۔ میں صرف امی کو مطمئن کرنا چاہتی ہوں۔" وہ جتا والے انداز میں بولی تھی۔

نوفل اسے پُرسوچ نظروں سے دیکھ کر رہ گیا۔

●●●●●

معید آفس سے اٹھنے ہی والا تھا جب اس کا موبائل بج اٹھا۔ گھر کا نمبر دیکھ کر وہ قدرے حی ہوا تھا۔

"جی اماں! خیریت؟" دوسری جانب تائی جان کو پا کر اس نے قدرے تفکر سے پوچھا ت پریشانی سے بولیں۔

"خیریت کیا بیٹا! ضحیٰ کی طرف سے فکر لگی ہوئی ہے۔"

"کیا ــــــ کیا ہوا ہے ضحیٰ کو؟" اس نے تیز لہجے میں پوچھا تو وہ بولیں۔

"ضحیٰ کی دوست ہے نا سعدیہ، اس کی طرف گئی تھی۔ اب شام ہونے کو ہے۔ وجدان بھی اک جا چکا ہے۔ میں نے سوچا تمہی اسے واپسی پر لیتے آنا۔"

"جی ــــــ بہت بہتر۔" اس نے بے اختیار گہری سانس لی تھی۔ وہ اپنی چیزیں سمیٹتا دراز ل کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس نے گاڑی مطلوبہ سمت ڈالی اور دھیمی آواز میں میوزک لگا دیا۔

ضحیٰ کی دوست کے گھر کے سامنے گاڑی روک کر اس نے ہارن پر ہاتھ رکھا تھا مگر اگلے منٹوں میں جب کوئی بھی دروازے تک نہیں آیا تو اسے مجبوراً اُتر کر ڈور بیل تک آنا پڑا۔ تھوڑی کے بعد ایک خوش شکل سی لڑکی نے گیٹ کھولا۔

"السلام علیکم! ــــــ ضحیٰ کو بلا دیں پلیز۔" معید نے بہت شائستگی سے مدعا پیش کیا تھا مگر مقا بہت پُرجوش ہوا تھا۔

"آپ معید بھائی ہیں نا؟ ضحیٰ کے فیانسی؟" بہت سنسنی آمیز لہجے میں پوچھا گیا

اس نئے تعارف پر وہ قدرے خفیف سا ہو گیا۔

"جی ــــــ"

"وہ اندر ہی ہے۔ آپ آیئے نا پلیز۔"

"بہت شکریہ ــــــ ابھی میں ذرا جلدی میں ہوں۔ آپ پلیز ضحیٰ کو بلا دیں۔" اب کی بار وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

اس کی شائستگی کے ساتھ ساتھ سعدیہ کو اُس کی پرسنالٹی نے بھی بہت متاثر کیا تھا۔

"اچھا، تو پھر آپ دو منٹ انتظار کریں۔ میں اسے بتاتی ہوں جا کر۔" وہ خوش اخلاقی سے کہتی اندر چلی گئی تو معید گلوخلاصی پا کر گاڑی میں آ بیٹھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ گیٹ سے برآمد ہوئی تھی۔ معید نے اگنیشن میں چابی گھما دی۔

"سارا دن گھر میں فارغ بیٹھی رہتی ہو۔ صبح کے وقت بھی دوستوں کے گھر آیا جا سکتا ہے۔ شام کا ٹور ضروری ہے کیا؟" معید کو جو پسند نہیں آتا تھا وہ یونہی صاف گوئی سے اس کا اظہار کرنے کا عادی تھا۔

"آپ سے کس نے کہہ دیا لینے آنے کو؟" ضحیٰ جیسے بہت بدمزہ ہوئی تھی۔

معید نے اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔

"میں اس وجہ سے نہیں کہہ رہا۔ مجھے ویسے بھی لڑکیوں کا بے وقت گھر سے باہر رہنا ناپسند ہے۔"

"آپ کو کیا ضرورت پڑی ہے "لڑکیوں" کی فکر میں دبلے ہونے کی۔ اور ضروری نہیں ہے کہ آپ کا یہ اندازِ گفتگو بھی ہر کسی کو پسند ہو۔" وہ ناگواری سے کہتی معید کو تیکھی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"یوں بات کو گھمایا مت کرو۔ جو میں کہہ رہا ہوں اسے سمجھو۔" وہ سخت لہجے میں کہتا اسے چپ کرا ہی گیا۔

"ایسا کون سا اختیار حاصل کر لیا ہے آپ نے جو یوں مجھ پر رعب جما رہے ہیں۔"

"بی ہیو یو ضحیٰ ــــــ!" وہ تنبیہی انداز میں بولا۔ اسے حقیقتاً ضحیٰ کا یہ بدتمیزانہ انداز سخت ناگوار گزرا تھا۔ "آئندہ ہمارے درمیان کوئی بھی رشتہ ہو مگر اس سے پہلے بھی ہمارے درمیان کزنز کا رشتہ وجود ہے۔"

"مگر وہ رشتہ بھی اتنا خوش گوار کبھی نہیں رہا۔" اس نے جتانے والے انداز میں صاف گوئی سے کہا تھا۔

"رشتوں کی حقیقت اور اہمیت انہیں ماننے سے ہوتی ہے، ان کی نفی کرنے سے نہیں۔ رشتوں کو سمجھنے کی عادت ڈالو۔"

"مجھ سے جبری تعلقات نبھائے نہیں جاتے؟" وہ تلخی سے بولی تو معید نے ایک نگاہِ غلط انداز سا پر ڈالی تھی۔ سرد سے تاثرات لئے وہ بہت خودسر دکھائی دے رہی تھی۔

"مگر کچھ رشتے اور تعلقات ایسے بھی ہوتے ہیں جو خود اپنا آپ منوا لیتے ہیں۔" اس نے بہت

پُرسکون آواز میں کہا تھا۔
"یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ کون سا رشتہ اپنا آپ منواتا ہے۔" اس نے استہزائیہ انداز میں
ہوئے بات ختم کر دی تھی۔ معید تاسف سے سر ہلا کر رہ گیا۔
"اوئے ہوئے۔" ان دونوں کو اکٹھے اندر آتے دیکھ کر عماد اور انس کی سیٹی بے ساختہ تھی۔
"تو یہ مزے ہو رہے ہیں ـــــ لانگ ڈرائیو، کینڈل ڈنر۔" عماد کچھ زیادہ ہی بے پَر کی
تھا۔ ضحیٰ تنک کر پیر پٹختی اپنے پورشن کی طرف چلی گئی۔ جبکہ معید ان کے پاس آ بیٹھا۔
"یہ کیا بکواس ہے؟ ـــــ سرِ شام کون سا کینڈل لائٹ ڈنر ہوتا ہے؟" وہ عماد کی کلاس
تھا۔ مگر وہ ابھی بھی محظوظ ہو رہا تھا۔
"ضحیٰ کی شکل دیکھنے والی تھی۔ معید یار! تیرا کیا بنے گا؟"
"تمہیں بڑی فکر ہو رہی ہے۔" معید نے اسے گھورا تھا۔
"فکر ہی کی تو بات ہے۔ شادی سے پہلے یوں لئے پھرنے کا کیا مقصد ہے؟" عماد کی آ
میں شرارت ناچ رہی تھی۔ وہ اسے اسی کی کہی بات یاد دلا رہا تھا۔
"بالکل ـــــ یہ کون سی انڈر اسٹینڈنگ ڈیولپ ہو رہی ہے؟" انس بھی اس کی شرار
ساتھ دے رہا تھا۔
"کس قدر فالتو وقت ہے تم لوگوں کے پاس۔ یہی سب سوچتے رہتے ہو۔" معید نے م
نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تو انس اطمینان سے بولا۔
"یہ ہماری پارٹ ٹائم جاب ہے۔"
"اور چونکہ تم نے کبھی یہ "انسانوں والا" کام نہیں کیا ہے نا اس لئے مزہ بھی بہت آتا ہے
جاسوسی کرنے میں۔" عماد نے لقمہ دیا تھا۔ معید ہنس دیا۔
"فیل ہو جاؤ گے بچو! بغیر اُستادوں کے یہ امتحان پاس ہونے کا نہیں ہے۔" انس معنی خ
میں کہہ رہا تھا۔
"استاد؟" معید نے استعجابیہ انداز میں بھنوؤں کو جنبش دے کر اسے دیکھا تو اس نے شر
کالر درست کرتے ہوئے گویا خود کو اس عظیم عہدے پر فائز کر دیا۔
"یعنی کہ تم لوگ ـــــ" معید نے ان دونوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ثبوت چاہا تو
"عشق و عاشقی کی ہر کلاس، ہر لیکچر اٹینڈ کیا ہے اور فل پاسنگ مارکس حاصل کئے ہیں
نے تفاخر سے کہا تو انس بھی پیچھے نہیں رہا تھا۔
"اور ما بدولت تو فرسٹ کلاس، فرسٹ ڈگری یافتہ ہیں۔ تجربے کے ساتھ۔"
"بہر حال، مجھے تم لوگوں کے فضول تجربوں اور "ٹوٹیوں" کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں
یہاں افیئر چلا رہا ہوں۔"
معید کو ان دونوں کے انداز پر ہنسی آ رہی تھی۔

"اوہو ـــــ" ان دونوں نے معنی خیزی سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔
"تو جناب کے لئے منگیتر کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر جانا کوئی معنی نہیں رکھتا؟" عماد نے طنزیہ
ہا تھا۔
"منگیتر ـــــ وہاٹ؟" معید نے اسے گھور کر دیکھا پھر اس کی تصحیح کی۔ "وہ میری کزن ہے،
الحال۔"
"فی الحال ـــــ!" انس نے چن کر لفظ پکڑا تھا۔ "ساری اہمیت اسی "فی الحال" ہی کی تو ہے۔"
"تم لوگ صرف میری ٹانگ کھینچنے کے موڈ میں ہو اور بس۔" معید سمجھ رہا تھا۔
"تم جان بوجھ کر اپنے دماغ کے گھوڑوں کو غلط سمت میں دوڑا رہے ہو۔ ورنہ ہم تو صاف لفظوں
ں پوچھ رہے ہیں کہ بات کہاں تک پہنچی ہے؟" انس ہنسا۔ معید نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی
ں۔ پھر جمائی لیتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔
"فی الوقت تو میرے دماغ کے گھوڑے بہت تھکے ہوئے ہیں۔ تھوڑا سا آرام کرنا چاہتے ہیں۔
نے پر ملاقات ہو گی۔"
عماد نے اس کا ہاتھ کھینچ کر پھر سے اپنے پاس صوفے پر گرا لیا۔
"یہ نہ تو سونے کا ٹائم ہے اور نہ ہی خواب دیکھنے کا۔ پھر کس بات کی جلدی کمرے میں لے جا
ہے؟"
"یار! کس قدر نکمے ہو تم دونوں ـــــ لگتا ہے عشق و عاشقی کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں ہے
ے پاس۔" معید ناچار ہنس دیا تھا۔
"اسی عشق نے نکما کر دیا ہے یار معید! ورنہ میں بھی کبھی آدمی تھا کام کا۔" انس نے گہری سانس
کے کہا تھا۔
"اچھا ٹیل می یار! تم دونوں کا ریلیشن شپ کیسا جا رہا ہے؟ ـــــ میرا مطلب ہے کہ اب ضحیٰ
ری ایکٹ کر رہی ہے؟" عماد اب قدرے سنجیدہ ہو گیا تھا۔
عید کو اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ ضحیٰ کا اڑیل پن کسی نہ کسی صورت سبھی پر عیاں ہو چکا تھا۔
"اگر تم دونوں جیسے اسپیڈ بریکرز بیچ میں نہیں آئیں تو گاڑی بہت اچھی چل رہی ہے۔" وہ بڑے
سے بولا تو عماد نے اسے خفیف سا گھورتے ہوئے کہا۔
شرم کرو۔ ہم یہاں تمہاری فکر میں گھل رہے ہیں اور تم سیدھے منہ بات ہی نہیں کر رہے۔"
فکر میں گھل نہیں رہے، محض پرسنلز میں گھسنا چاہ رہے ہو۔" معید نے اس کی تصحیح کی تھی مگر اس کا
ا الٹا نکلا۔
پرسنلز ـــــ" انس کے ہاتھ تو گویا کوئی اہم ترین مہرہ لگ گیا تھا۔ "تو اب بچے کے بھی
دنے لگے ہیں۔"
جنی کہ چیونٹی کے بھی پَر نکل آئے ہیں۔" عماد نے بھی سر ہلایا۔

''بکومت ـــــ ذرا سی بات کو چیونگم کی طرح کھینچ رہے ہو۔ اماں کا فون آ گیا تھا کہ و
ضحیٰ کو اس کی دوست کے گھر سے پک کرلوں۔ بس یہی خطا مجھ سے سرزد ہوگئی ہے۔'' معید
بولا تو وہ دونوں دفعتہً ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنس دیئے۔

''مگر تم لوگ کیوں اتنے جیلس ہو رہے ہو؟ خاص طور پر تم عماد! اگر آنٹی تمہاری شادی
رہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم دوسروں پر نظر رکھنا شروع کر دو۔'' وہ ان کے تنگ کر
ارادے جان کر ڈھیلا پڑ گیا تھا۔ یکلخت ہی موڈ بدلتے ہوئے اطمینان سے بولا تو عماد کو کرنٹ

''مجھ پر طنز کر رہے ہو؟ ـــــ اتنا غرور؟''

''ہاں تو خدا کے فضل سے منگنی شدہ ہوں ـــــ تمہاری طرح فارغ نہیں پھر رہا۔''
اسے مکمل طور پر ستانے کے موڈ میں آ گیا تھا۔ انس کے قہقہے نے عماد کا مزید دل جلایا۔

''تو میں کون سا ساری عمر کنوارہ رہنے والا ہوں۔ دیکھ لینا، تم دونوں سے ہزار درجے ا
ملے گی مجھے۔ پاؤں دھو دھو کر پیئے گی میرے۔''

''آخ ـــــ'' انس نے ابکائی لی تھی۔ ''تمہارے پیر تو دس سال بھی دھو کے پینے کے
ہوں۔ اس بے چاری سے تو کوئی مجبوری ہی یہ کام کروا سکتی ہے۔''

''بہرحال، معید کا یہ طنز میرے دل میں اتر گیا ہے۔ اب تم دونوں سے اچھی بیوی حا
میری زندگی کا مقصد بن گیا ہے۔'' وہ جذباتی ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ معید کو بے ساختہ
آ لیا جبکہ انس نے اس کے اسٹیٹ منٹ کا فوری نوٹس لیا۔

''خبردار جو مجھ سے بہتر کوئی کام کرنے کی کوشش بھی کی تو ـــــ ہم خوشیوں کی طرح
اکٹھے دیکھیں گے۔ خدا کرے تجھے بھی نگی جیسی بیوی ملے، جو شوہر کے جذبات کو سمجھنے میں
ہو اور ایسے ہی تجھے چھوڑ کر ہفتے بھر کے لئے میکے میں ڈیرہ لگائے رکھے۔'' عماد نے کانوا
لگائے تھے۔

''یعنی بھابی وہاں جشنِ آزادی منا رہی ہیں۔'' معید نے مسکرا کر کہا تھا۔ جواباً انس
تاثرات دکھائے جیسے اس سے زیادہ مظلوم دنیا میں اور کوئی رہا ہی نہ ہو۔

''تم اپنی سناؤ، تمہاری تلاش کہاں تک پہنچی؟ فرسٹ لیڈی ملی یا ابھی تک یہ پوسٹ خا
معید نے عماد کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

جواباً وہ حسرت سے گنگنایا تھا۔

''حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے''

''چلو غنچے تو ہیں نا۔ کبھی نہ کبھی کھل ہی جائیں گے۔'' انس نے اسے تسلی دی تھی۔

جواباً وہ فوراً بولا۔

''خدا نہ کرے کہ تیری طرح کھلیں۔'' پھر معید کو متوجہ کرتے ہوئے بولا۔ ''بیوی اسے
دے کر ہفتہ آزادی منانے میکے چلی گئی ہے اور یہ میرے ساتھ بیٹھا غم غلط کر رہا ہے۔''

''یہ کسی کو نہ بھی بتائے تو اس کی شکل دیکھ کر دوسرے شخص کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس کی بیوی
میکے چلی گئی ہے۔'' معید نے انس کو دیکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو وہ جل اٹھا۔

''دیکھ لوں گا تم دونوں کو بھی۔ زن مریدی میں انشاء اللہ مجھ سے اول ہی ہو گے۔''

''مانتے ہو نا کہ زن مرید ہو؟'' عماد نے برجستہ کہا تھا۔

''بیوی سے محبت کرنا زن مریدی کی کیٹگری میں نہیں آتا۔''

''لیکن زن مریدی کو بھی بیوی سے محبت کرنا نہیں کہا جا سکتا۔'' عماد دوبدو بولا تو وہ چڑ گیا۔

''کیا بکواس ہے یار! مجھے کب دیکھا ہے تُو نے زن مریدی کرتے ہوئے؟''

''یہ دیکھنے کی نہیں سمجھنے کی باتیں ہیں۔ کیوں معید؟'' وہ مسکراہٹ دباتا معید کو بھی اس شرارت
میں شریک کرنا چاہ رہا تھا۔ مگر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

''بھئی یہ ساری بحث بھوکے پیٹ تو قطعاً نہیں ہو سکتی۔ ہاں البتہ ایک اچھے سے ڈنر کے بعد اس
پک پر غور و فکر کیا جا سکتا ہے۔''

''معید! لے آئے ضحیٰ کو؟'' تائی جان کچن سے آئی تھیں۔

''جی بڑی مامی!'' وہ انہیں سلام کرنے کے بعد بولا تھا۔ وہ مطمئن ہو گئیں، پھر انس کو متوجہ کرتے
ہوئے بولیں۔

''پرسوں پہلا روزہ ہے انس! کل سامان کی لسٹ دوں گی، وقت نکال کر خریداری کر لینا۔''

''میں ـــــ؟'' وہ جیسے منمنایا تھا۔

''اشیائے سلف کی خریداری تو جیسے اسے موت دکھائی دیتی تھی۔

''میں کل جلدی آفس سے اٹھ رہا ہوں۔ مجھے دیجئے گا لسٹ۔'' معید نے ان کی پریشانی کا حل
ل کر سامنے رکھ دیا تو وہ انس کو گھورتی پلٹ گئیں۔

''یہ تو جھنڈے گاڑے کا فرمانبرداری کے میدان میں۔'' عماد کی ستائش بھی اپنی ہی طرز کی تھی۔

''کیا یار! ایک گھنٹہ بھی نہیں لگتا سب خریدنے میں۔ اور پھر ویسے بھی رمضان المبارک میں
اعدہ ٹائم نکال کر بار بار کچھ خریدنے جانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس سے پہلے
گھنٹہ نکال کر مہینہ بھر کی خریداری کر لی جائے۔'' وہ رسانیت سے کہہ رہا تھا۔

''میں پھر کہوں گا، ضحیٰ بہت لکی ہے یار!'' عماد نے آہ بھری تھی۔ اس کی شرارت پر معید مسکراتا ہوا
نے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

''پتہ نہیں یہ بندہ اپنے آپ کو ایک ہی سیدھ پر کیسے رکھے ہوئے ہے یار! میں تو لاکھ کوشش بھی
وں پھر بھی اتنی متوازن اور روٹین لائف نہیں گزار سکتا۔'' انس نے رشک سے پُر لہجے میں معید کو
ا تھا۔

''انسان کی فطرت تو بلاشبہ خدائی وصف ہے مگر اس کی عادات و خصائل کا بننا اور بگڑنا زندگی کے
چڑھاؤ کی وجہ سے ہے۔ عموماً ہم وہی ہوتے ہیں جو حالات ہمیں بناتے ہیں۔ معید جیسے لوگ

بہت خاص ہوتے ہیں جو خود کو اتنا بیلنس رکھتے ہیں۔ آسان لفظوں میں یوں کہو کہ اپنا ری کنٹرول اپنے ہی ہاتھ میں رکھتے ہیں۔'' عماد نے جواب دیا تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔

''اگرچہ مجھے تمہارے آخری دو جملوں کے علاوہ کسی کی بھی سمجھ نہیں آئی مگر میں پھر بھی تم سوچ سے بہت متاثر ہوا ہوں۔''

''بہت یاد آرہی ہے نگی بھابی کی؟'' عماد نے ہمدردی سے اسے دیکھا۔

''کیا بتاؤں یار! کل سے کمرے میں جانے کو جی نہیں چاہ رہا۔'' ہمدردی پا کر وہ فوراً کھل تھا۔

''تو لے آؤ نا جا کر۔ ویسے بھی پرسوں سے رمضان المبارک شروع ہو رہا ہے۔'' عماد نے م دیا تھا۔

''بالکل نہیں۔'' وہ قطعیت سے بولا تھا۔ ''اب وہ اپنی مرضی ہی سے آئے گی۔ بہت شوق اسے میکے جا کے رہنے کا۔''

''تو پھر تم جا کے چار دن سسرال رہ آؤ۔'' وہ اب مذاق اُڑا رہا تھا۔

''ہاں ــــ اور بچوں کو ان کے ننھیال بھیج دوں۔'' وہ اپنی ہی بات پر ہنس دیا تو عماد نے قہقہہ لگا کر داد دی تھی۔

●●●●●

''ایسی بھی کیا پریشانی ہے نگی! انس بھائی کوئی جن تو نہیں جو تمہیں کھا جائیں گے۔ دو دن ہ نہیں یہاں آئے اور تمہیں ان کے موڈ کی فکر ہونے لگی ہے۔'' صبا نے اسے گھرکا تو وہ صفائی کرنے والے انداز میں بولی۔

''لو بھلا، پریشانی والی بات کیوں نہیں۔ ہفتہ بھر سے آئی ہوں، ایک بار بھی انہوں نے خود فون نہیں کیا۔ اب تو رمضان بھی شروع ہو چکا۔ میں نے سوچا تھا کہ خود ہی آ کر مجھے لے ج گے۔ مگر جتنی بار بھی فون کیا، کبھی میٹنگ اور کبھی ضروری کام کا بہانہ۔''

''تو ہوں گے نا مصروف۔ اس میں ایسا کیا ہے؟'' صبا نے بے پرواہی سے کہا۔

مگر نگین کی تسلی بہرحال نہیں ہوئی تھی۔ وہ انس کی توجہ اور بے توجہی کے سبھی روپ دیکھ چکی اتنی لاپرواہی تو وہ اس سے کبھی بھی نہیں برتتا تھا۔ اس کا یہ کترانا اور نظرانداز کرنا شدید ناراضگی نشانی ہو سکتا تھا۔

''تم نہیں جانتیں اپنے بھائی کو۔ انہیں بے دھیانی میں بھی میرا دھیان رہتا ہے۔'' نگین مسکراہٹ بہت بے ساختہ پن لئے ہوئے تھی۔ صبا مسکرا دی۔

''اچھا، تو پھر یقین کر لو کہ وہ بڑے دھیان سے تمہیں بھولے ہوں گے۔''

''یعنی کہ خفا ہوں گے۔ یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں۔'' نگین نے فی الفور کہا تھا۔

''تو میں بات کروں ان سے؟'' صبا نے تنگ آ کر پوچھا تو وہ بولی۔

''رہنے دو۔ اور بگڑیں گے کہ خود کو تو فکر نہیں ہے، سفارشیں چلا رہی ہے۔''

''بہت اچھی جوڑی بنائی ہے خدا نے تم دونوں کی۔ دونوں ہی لاعلاج ہو۔'' صبا نے ہلکی سی سانس بھرتے ہوئے رائے دی تو وہ ہنسنے لگی۔

''سچی بتاؤں، وہاں رہوں تو یہاں آنے کو جی کرتا ہے۔ مگر اب یہاں انس کے بغیر دل نہیں لگتا۔ مجھے خود سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔''

''میں نے کہا نا، اس مرض کا کوئی علاج نہیں ہے۔'' وہ اطمینان سے کہتی کچن کے لئے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''تو پھر فون کر دوں انس کو کہ مجھے آ کر لے جائیں؟''

''اگر دل چاہ رہا ہے تو کر لو۔'' صبا نے مشورہ دیا تھا، جسے اس نے فوراً ہی رد کر دیا۔

''نہیں ـــــ میں فون نہیں کر رہی۔ تم اور نوفل بھائی مجھے چھوڑ آنا۔ سرپرائز رہے گا۔''

''میرے خیال میں تمہیں روزہ لگ رہا ہے، اسی لئے کسی ایک بات پر دماغ نہیں ٹک رہا۔ کہو تو کوئی خاص چیز بناؤں افطار کے لئے؟'' صبا نے بہت تحمل سے پوچھا تو وہ ہنستی ہی چلی گئی۔

اور پھر افطار کے بعد وہ فوراً واپسی کے لئے تیار ہو گئی تھی۔

●●●●●

''دو دن اور رہتیں یار! تم تو اچھی بہو بننے کے ریکارڈ توڑ رہی ہو۔'' نوفل نے اسے چھیڑا تھا۔ وہ بدو بولی۔

''جی نہیں ـــــ یہ ریکارڈ تو آپ کی بیگم نے بہت اچھی طرح سے سنبھالا ہوا ہے جو دنوں میکے شکل بھی نہیں دیکھتیں۔''

''اچھا ـــــ ایسا کیا ہے کیا؟ تو پھر ہم آج ہی انہیں میکے کی شکل دکھا کر لاتے ہیں۔'' وہ بات ہلکا پھلکا رنگ دے گیا تھا۔

''میں بھی ساتھ چلوں نوفل! تھوڑی سی آؤٹنگ ہو جائے گی۔'' ادینہ نے آخری لمحات میں اپنی ہش ظاہر کی تو نوفل سے پہلے صبا نے بڑے خلوص سے کہا۔

''بالکل، چلو۔ اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟''

نگین کو میر ہاؤس چھوڑ کر وہ تھوڑی دیر ہی وہاں رکے تھے۔

''میرے خیال میں آئس کریم ہونی چاہئے۔'' نوفل نے صبا یا ادینہ میں سے کسی کو بھی مخاطب بغیر با آواز بلند کہا تو ادینہ خوش دلی سے بولی۔

''حالانکہ یہ خیال مجھے یا صبا کو آنا چاہئے تھا۔''

''بھئی تمہارے نہ سہی مگر اپنی بیگم کے دل کی بات جاننے کا دعویٰ تو کر ہی سکتا ہوں میں۔'' وہ راتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

فرنٹ سیٹ پر بیٹھی لاتعلقی سے باہر جھانکتی صبا کڑھ کر رہ گئی۔

"ہاں تو مسز! آپ کا کیا خیال ہے؟" وہ بہت خوش دلی سے متوجہ تھا۔ شاید لاشعوری طور پر وہ ادینہ کے سامنے اس قدر الرٹ رہتا تھا۔ اپنے اور صبا کے تعلقات کے متعلق جو وہ ادینہ کی ا متعلق جذباتیت دیکھ نہ چکا ہوتا تو شاید اس کے انداز میں در نہ آتی۔ مگر اب تو ادینہ کے سامنے داری انتہائی ضروری تھی یا شاید نوفل احمد جیسے انا پسند بندے کے لئے سبھی سے پردہ داری اہم تھی۔

"ادینہ سے پوچھیں، یہ مہمان ہے آج ہماری۔" وہ بے تاثر انداز میں بولی تھی۔ نوفل نے ا نگاہ اس کے سنجیدہ تاثرات پر ڈالتے ہوئے خوش دلی کا مظاہرہ کیا۔

"سوری ادینہ! یہ بات مجھے سوچنا چاہئے تھی مگر وہ کیا ہے کہ جب یہ فرنٹ سیٹ پر ہوتی ہے مجھے بہت کچھ بھول جاتا ہے۔"

"تو پھر بھولے ہی رہو ـــــ اتنی ٹھنڈ میں میرا ابھی مرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ میں تو جا سوؤں گی، بس۔" ادینہ اس کی بات پر اندر ہی اندر جل کر رہ گئی تھی مگر مسکرا کر بولی۔ جس فرنٹ کے وہ خواب دیکھتی تھی، کتنے استحقاق سے وہاں صبا میر براجمان تھی جسے شاید نوفل احمد اب دل اتار چکا ہے شاید۔ ادینہ کے دل میں یقین اور بے یقینی کا سمندر ڈولتا رہتا تھا۔

اور یہ تو کوئی صبا سے پوچھتا کہ نوفل کی اس طرح کی لگاوٹ بھری مصنوعی باتیں اس کو اہا کتنا احساس دلاتی تھیں۔

اسے ہر بار نوفل کے سامنے اپنا آپ بونا محسوس ہوتا تھا۔

"اور ہاں ـــــ" نوفل کو جیسے ایک دم یاد آیا۔ اس نے بایاں ہاتھ جیب میں ڈال کر جگمگا بریسلٹ نکال کر صبا کی طرف بڑھایا۔

"یہ آپ کی امانت۔"

صبا نے ایک نظر بریسلٹ پر ڈالی اور دوسری نوفل احمد پر۔

"یہ کیسا گفٹ ہے بھئی؟" ادینہ کو کھد بد لگی تھی۔ فوراً ہی نوفل کے ہاتھ سے بریسلٹ لے لیا

"یہ ان کا برتھ ڈے گفٹ ہے۔ پتہ نہیں کیسے میری جیب میں رہ گیا۔" وہ اب بھی بات کر ہوئے صبا کے چہرے پر نگاہ ڈال رہا تھا جو سینے پر بازو لپیٹے، ہونٹ بھینچے ونڈ اسکرین کے با جمائے بیٹھی تھی جیسے اب کبھی کچھ نہ کہنے کا ارادہ ہو۔

"یہ زرقون ہیں نا، بہت خوبصورت بریسلٹ ہے۔" ادینہ کو حسد ہوا تھا۔

"خوب صورت لوگوں کے لئے گفٹ بھی بہت اسپیشل اور خوب صورت ہوا کرتے ہیں۔" و مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

ادینہ نے جیلسی محسوس کرتے ہوئے بریسلٹ صبا کو تھما دیا۔

"یہ لو بھئی ـــــ اسپیشل لوگوں کے لئے اسپیشل گفٹ۔"

صبا کو لگا جیسے اس نے بریسلٹ نہیں بلکہ جلتا کوئلہ مٹھی میں دبا لیا ہو۔

●●●●●

نگین حد درجہ حیرت کا شکار تھی۔ اپنی طرف سے وہ یہی سوچ کر واپس آئی تھی کہ انس اس سے شدید ناراض ہوگا مگر ادھر تو حالات ہی اور تھے۔ غیر متوقع اور ناقابل یقین بھی۔ انس کا بے حد نارمل رویہ۔

"کیسے ہیں آپ؟" کمرے میں آکر نگین نے اس کے موڈ کا اندازہ لگانے کی خاطر پوچھا تو وہ دونوں ہاتھوں میں دبا تکیہ صحیح کرتا عام سے انداز میں بولا۔

"اللہ کا شکر ہے ـــــ بالکل خیریت سے ہوں۔" وہ تکیہ اپنی جگہ پر جماتا نیم دراز ہوگیا تھا۔

اس کے انداز پر بھی نگین کو تسلی نہیں ہوئی تو اس کے پاس بیٹھتے ہوئے شکوہ کناں لہجے میں بولا۔

"اسی لئے تو ایک بار بھی فون کر کے میری خیریت معلوم کرنے کی زحمت نہیں کی آپ نے۔"

"تم کون سا شہر سے باہر گئی تھیں۔ یا پھر مہینے بھر کا پروگرام تھا جو میں فون کھڑکانے لگتا۔"

اس قدر بے نیازی ـــــ نگین بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"پہلے تو......"

"وقت ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا۔" اس کی بات کاٹ کر وہ سابقہ بے پرواہی سے بولا تھا۔ "اب دیکھو نا، تمہیں اتنا شوق ہے میکے جا کر رہنے کا۔ مجھے خود کو اس دوری کی عادت ڈال لینی چاہئے۔ اس بات کو سوچ کر وقت گزارا تو لگا جیسے واقعی ہفتہ آزادی منا رہا ہوں۔"

انس کی بات پر نگین کو شدید دھچکا لگا تھا۔ پھر غصہ آنے لگا۔

"میں نے تو جیسے آپ کو قید کر رکھا ہے نا ـــــ میری غیر موجودگی میں آزادی کے جشن مناتے پھر رہے تھے۔"

"ابھی میں بہت اچھے موڈ میں ہوں۔ لڑائی مت کرنا۔ تم اپنی مرضی سے گئی تھیں۔ میں تو صرف پنی فیلنگز بتا رہا ہوں۔" وہ اسے ٹوک گیا۔ نگین کو دکھ ہوا۔

"میرے یہاں سے جانے پر آپ کو خوشی اور اطمینان ملتا ہے؟"

(وہ مارا) ـــــ انس کا دل بلیوں اچھلا تھا۔

عماد کے مشورے اور ٹپس پہلے ہی ہلے میں کام دکھا گئی تھیں۔ بظاہر بہت سنجیدگی سے بولا۔

"اس میں اتنی عجیب تو کوئی بات نہیں۔ اگر تمہیں وہاں جا کر خوشی مل سکتی ہے تو میرے لئے ہاں خوش رہنے پر کوئی پابندی ہے کیا؟"

"مگر میں وہاں آپ کو مس کرتی رہی ہوں۔" نگین نے اسے احساس دلانے کی کوشش کی، شاید بی وہ اس والہانہ گرم جوشی کا مظاہرہ کرے جو ذرا سی دوری کے بعد اس کے انداز میں در آتی تھی۔ راس کے برعکس وہ گردن تلے ہاتھ باندھے اطمینان سے لیٹتے ہوئے بولا۔

"اب میں تمہاری طرح فارغ تھوڑی تھا۔ آفس، میٹنگز، اس پر رمضان کی آمد۔ کچھ ادھر ادھر کا جھا ہی نہیں۔"

نگین کا دل دھک سے رہ گیا۔

"تو اب میں اِدھر اُدھر میں شامل ہو گئی ہوں؟" بڑے مان سے گلہ کیا، جس میں دل کی جلن بھی شامل تھی۔ مگر ساجن تو آج جیسے کان لپیٹے ہوئے تھا۔ نہ زبان کی سن رہا تھا اور نہ ہی دل کی۔

"کیا یار! اب تم بور کر رہی ہو۔" وہ دفعتہً ہی جیسے بیزار ہو کر اُٹھ بیٹھا تھا۔ نگین کے تو مانو ہاتھ پاؤں ہی پھول گئے۔

"میں....... میں بور کرنے لگی ہوں آپ کو؟"

"اور نہیں تو کیا۔ اور ویسے بھی صبح روزے کے لئے اٹھنا ہے۔ اب سو جاؤ، میری تو ویسے بھی نیند نہیں کھلتی۔ چھ دفعہ حمرہ جگانے آتی ہے۔"

اسے جیسے اپنے لب و لہجے کی بے اعتنائی کا ذرا بھی احساس نہیں تھا۔ مگر نگین کے تو سارے حواس چوکنا ہو گئے تھے۔

"بہت اچھے —— میں پورے ہفتے کے بعد واپس آ رہی ہوں اور آپ کے پاس میرے ساتھ کرنے کے لئے کوئی بات بھی نہیں۔ نیند ستا رہی ہے۔"

"تو کیا کروں؟ —— اب تو عادی ہونا پڑے گا۔ تمہیں بھی اور مجھے بھی۔" وہ صاف گوئی سے کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب؟"

"اب میری خاطر تم میکے جانا اور وہاں رہنا چھوڑ تو نہیں سکتی نا۔ اور میں بھی کب تک تمہارے پیچھے رانجھا بنا پھرتا رہوں۔ بی پریکٹیکل۔"

وہ جو آفس جاتا تو شام کو واپسی پر اسے یوں ملتا جیسے دیارِ غیر سے لمبے عرصے کے بعد لوٹا ہو، آج اس کی ایک ہفتے کی غیر موجودگی کو خاطر میں نہیں لا رہا تھا۔

"یوں کہیے نا، اُکتا گئے ہیں مجھ سے۔ اسی لئے میری غیر موجودگی اتنی خوشی دے رہی تھی۔" اس کی آنکھیں جھلملا گئیں۔

"اب رونا مت شروع کر دینا —— بات کو کہاں سے کہاں لے جا رہی ہو۔ پہلے خود ہی کہا کرتی تھیں کہ میں تمہیں وہاں جا کر رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اب جب کہ میں اس بات پر ایڈجسٹ ہو گیا ہوں تب بھی تم مطمئن نہیں ہو۔" انس نے اسے تادیبی لہجے میں ٹوکتے ہوئے کہا تو وہ احتجاجاً بولی۔

"تو میں نے یہ کب کہا تھا کہ میرے بغیر آپ اتنے اطمینان سے خوش خوش رہنے لگیں؟"

"بہت خوب۔" انس کو ہنسی آ گئی۔ "یعنی ایک تو تمہارا میکے جا کر رہنا ضروری۔ اس پر تمہاری یاد میں میری خوشیوں اور آزادی پر بین۔ واہ ——"

"مگر آپ کی باتیں یہ جتا رہی ہیں کہ آپ مجھ سے الگ رہ کر بہت خوش رہے ہیں۔" اسے رونا آنے لگا تھا۔ لگ رہا تھا کہ انس کی یہ بے اعتنائی کچھ دیر مزید رہی تو وہ شاید مر ہی جائے گی۔

"تو کیا دیوداس بن جاتا تمہاری جدائی میں؟ —— اور یہ خواہ مخواہ کی بحث کا کیا مطلب

تم بیوی ہو میری، محبوبہ تو نہیں کہ جسے میں اپنی بے قراری کی داستانیں سناتا پھروں۔" وہ سختی سے بولنا شروع ہوا تو پھر بولتا ہی گیا۔

نگین آنکھیں پھاڑے، بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔ پھر طنزاً بولی۔

"آج محبوبہ کے عہدے سے ہٹا دیا۔ آپ کا کیا بھروسہ، کل کو واپس آؤں تو کہہ دیں کہ میری بیوی ہی نہیں ہو۔"

"خیر، وہ تو قانونی مسئلہ ہے، اتنی آسانی سے نفی کیسے کر سکتا ہوں۔ ہاں، اب اتنی عقل ضرور آ گئی ہے کہ یہ عشق وشق کے چکر بیویوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ ان کے لئے واقعی ایک عدد محبوبہ ہونی چاہئے۔" وہ بہت اطمینان سے بولا تو نگین بے اطمینان ہونے لگی۔

"ہاں، تو بنا لی ہو گی میری غیر موجودگی میں کوئی محبوبہ۔" اس نے اپنی طرف سے طنز کیا مگر جواباً وہ اس کے پیروں تلے سے زمین ہی کھسکا گیا۔

"تو کیا کریں جانِ من! تُو نہیں اور سہی، اور نہیں تو اور سہی۔"

"میں نے آپ کو اتنا بے وفا کبھی بھی نہیں سمجھا تھا انس! آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟" اس کی آواز پھر سے بھرانے لگی۔

انس کا دل بے چین ہونے لگا۔ اب اگر وہ سنجیدگی سے رونے کا پلان بنا رہی تھی تو پھر اس سے اپنی ایکٹنگ کو جاری رکھنا ممکن نہ رہتا۔ کچھ بھی تھا، وہ نگین کا رونا برداشت نہیں کر پاتا تھا۔ تبھی بات لپیٹنے والے انداز میں بولا۔

"میرے خیال میں اب سویا جائے۔ کل بات ہو گی۔"

"جو بات ہو گی ابھی اور اسی وقت ہو گی —— مجھے بھی تو پتہ چلے کہ آپ کے اس رویے کی کیا وجہ ہے؟"

"نہ تو میں نے تم سے اتنے دن وہاں رہنے پر باز پرس کی، نہ ابھی لڑ رہا ہوں۔ پھر تم کس رویے کی بات کر رہی ہو؟" وہ جیسے بہت حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

"تو کریں نا باز پرس۔ خفا ہوں کہ میں اتنے دنوں وہاں کیوں رہی۔ یہ سب نہیں کر رہے تبھی تو اتنے پرائے لگ رہے ہیں۔" وہ یکلخت ہی رونے لگی تو انس نے دل کو قابو میں رکھتے ہوئے اسے سختی سے ڈانٹ دیا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ نگی! نہ ایسے نہ ویسے۔ کسی طور تو خوش ہو جاؤ۔ یہی سب تو چاہتی تھیں تم۔"

"کیسے خوش ہو جاؤں؟ —— اتنے دنوں بعد آئی ہوں اور آپ نے ذرا سی بھی چاہت کا احساس نہیں دلایا۔ ایک بار بھی نہیں کہا کہ آئی مس یو نگی۔ جیسے ہمیشہ کہتے ہیں آفس سے آ کر۔ میرے کم اور کسی اور کے شوہر زیادہ لگ رہے ہیں آپ۔"

وہ آنکھوں میں آنسو لئے بڑے دُکھی سے انداز میں کہتی انس کے ضبط کا امتحان لے گئی۔

"بھئی اب اتنے دن دور رہو گی تو یہ سب عادتیں تو چھوٹیں گی ہی۔ اور اچھا بھی ہے۔ تمہیں یوں بھی یہ ڈائیلاگ بازی پسند نہیں تھی۔" اس نے مزید سنگدلی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"میں نے یہ تو کبھی نہیں کہا کہ آپ اتنے اطمینان سے رہنا شروع کر دیں میرے بغیر۔"

"دندناتا ہوا پہنچ جاتا تمہیں لینے تو وہ بھی تمہیں پسند نہ آتا۔ اس لئے دل کو سمجھا کر تمہارے بغیر رہنے کی کوشش کی تو لگا بس کچھ عرصے کی ہی بات ہے، پھر تو میں خود ایک آدھ ہفتے کے وقفے سے پوچھا کروں گا کہ نگی! بہت دن ہو گئے، تم اپنے میکے رہنے نہیں گئیں۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اگر وہ اپنے حواس میں ہوتی تو یقیناً اس کی ایکٹنگ کا پتہ لگا لیتی۔ مگر اس وقت تو انس کا غیر متوقع موڈ اس کے سارے کس بل نکال چکا تھا۔ اس پر مستزاد اتنی رُکھائی اور بے اعتنائی۔

وہ جل بھن کر اٹھی اور تن فن کرتی لائٹ آف کر کے اپنے تکیے پر آ گئی۔

"اوفوہ ـــــ اب کیا بات کئے بنا ہی سو جاؤ گی؟ ادھر تو آؤ۔" اندھیرے میں انس کی مسکراتی ہوئی آواز گونجی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں اس دکھاوے کی بھی۔ اب تو نیند بھی بہت اچھی آتی ہے نا آپ کو میرے بغیر۔" وہ جیسے کاٹ کھانے کو دوڑی تھی۔ انس کو ہنسی آتے آتے رہ گئی۔

"وہ تو ہے۔ مگر میں تو تمہارے خیال سے کہہ رہا تھا۔ اتنے دن میکے میں رہ کر آئی ہو، سوچا شاید مجھے مس کرتی رہی ہو گی۔"

"اب خاموشی سے سو جائیں۔ مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے۔" اس نے غصے کا مظاہرہ کیا تو آواز سے بھیگا پن نمایاں تھا۔ مگر انس جانتا تھا کہ پھل ہمیشہ صبر کا ہی میٹھا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی عماد کا تازہ بہ تازہ پڑھایا ہوا سبق تھا۔ اس لئے اطمینان سے کروٹ بدل کر آنکھیں موند لیں۔ حالانکہ اڑیل دل کو سمجھانا بہت مشکل کام تھا۔ مگر وہ نگین کو سدھارنے کا ہاتھ آیا موقع گنوانا نہیں چاہتا تھا۔

●●●●●

"کیسے ہیں جناب؟" وہ بہت خوشگوار انداز میں قدرے شوخی سے پوچھ رہی تھی۔ آواز شناسا تھی۔ عماد نے لحظہ بھر ہی ذہن پر زور دیا ہو گا۔

"ادینہ!" انداز میں سوال سے زیادہ تیقّن تھا۔ وہ اپنے مخصوص انداز میں کھلکھلا کر ہنس دی۔

"شکر ہے ـــــ میں تو سوچ رہی تھی کہ جناب کو میرا نام بھی بھول چکا ہو گا۔ مگر ادھر تو محض آواز ہی سے پہچان لیا گیا ہے۔" وہ ریسیور کو بائیں ہاتھ میں منتقل کرتی صوفے پر اطمینان سے آلتی پالتی مارے بیٹھتے ہوئے مسکرا کر بولی تو عماد نے بشاشت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

"اچھے دوستوں سے کترانا اور انہیں بھولنا، ناقدروں کی نشانیاں ہیں۔ تم سناؤ، کیسی ہو؟"

"بس ـــــ گزر رہی ہے۔"

"بس تو کیا، کرین اور ٹرک بھی گزر رہے ہوں گے۔ میں فی الحال تمہاری زندگی کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔" وہ اپنے مخصوص شرارتی انداز میں کہتا اسے ہنسا گیا تھا۔

"ویری ویل سیڈ۔ منٹوں میں بندے کا موڈ بدل کے رکھ دیتے ہو تم۔" وہ توصیفی انداز میں کہہ رہی تھی۔

"صرف موڈ ہی نہیں، ہم تو پورے کا پورا بندہ ہی بدل کے رکھ دیتے ہیں۔ لیکن تم اپنی جگہ اتنی مکمل ہو کہ میں یہ حماقت کر ہی نہیں سکتا۔" وہ اب بھی شرارت کے موڈ میں تھا۔ مگر ادینہ کو ساتویں آسمان تک جا پہنچنے میں لمحہ ہی لگا تھا۔

"تھینکس فار دی کمپلیمنٹ۔" بڑے ناز سے کہا گیا۔

"آج اتنے دنوں بعد کال کیا۔ کوئی خاص وجہ؟" وہ متجسس تھا۔

"یونہی ـــــ کسی اچھے دوست سے ملنے کو جی چاہ رہا تھا، تو سب سے پہلے تمہارا نام ذہن میں آیا۔ سو۔"

"اوفوہ ـــــ یعنی اتنا خاص ہو گیا ہوں میں۔ اور مجھے پتہ بھی نہیں۔"

"خاص نہیں جناب! خاص الخاص۔" ادینہ نے اپنی شوخی میں ہنسی کا رنگ بھرتے ہوئے کہا تھا۔

"اب تو لگ رہا ہے کہ ملنا ہی پڑے گا۔" عماد نے گہری سانس بھرتے ہوئے بشاشت سے کہا۔

"تو پھر یہیں آ جاؤ نا۔ افطار ساتھ ہی کریں گے۔" ادینہ نے کھلے دل سے آفر کی تو وہ ٹھٹک سا گیا۔ یہی دعوت صبا دیتی تو وہ فوراً ہامی بھر لیتا مگر ادینہ کے کہنے پر اٹھ کر چل دینا اسے کسی طور مناسب نہیں لگا تھا۔ اور یہی بات اس نے صاف گوئی سے کہہ بھی دی تو ادینہ ناراض ہونے لگی۔

"یہ اچھی دوستی ہے بھئی۔ بلا میں رہی ہوں اور فکر تمہیں اپنی بہن کی سسرال کی ہو رہی ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے ادینہ! سمجھنے کی کوشش کرو۔ مجھے اچھا نہیں لگے گا۔" عماد نے سنجیدگی سے کہا تو وہ ریسیور پر ہاتھ رکھے صبا کو آوازیں دینے لگی۔

"کیا بات ہے؟" وہ صالحہ بیگم کے کمرے سے نکلی تھی۔

"تمہارے عماد بھائی کا فون ہے ـــــ حال چال پوچھ رہے تھے سب کا۔ میں نے جواباً افطاری انوائٹ کیا تو آنا کانی کر رہے ہیں۔"

میکے سے آتی تو گرم ہوا کا جھونکا بھی خوش گوار محسوس ہوتا ہے۔ صبا بھی اسی خوش گواریت کا شکار ہی تھی۔ فوراً آگے بڑھ کر ریسیور اس کے ہاتھ سے لیا تو ادینہ کی اس حرکت پر عماد مسکرا کر رہ گیا۔

"اگر آج بھولے بھٹکے فون کر ہی لیا ہے تو پھر ایک چکر لگا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔" سلام دعا کے بعد وہ ڈپٹتے ہوئے انداز میں بولی تو عماد کو مانتے ہی پڑی۔

"اوکے بابا! آ جاؤں گا میں۔ بس ذرا امی کو بتا دوں۔ پتہ ہے نا کتنی [illegible] ہی ہیں۔ جوان لڑکے کا سرِ شام گھر میں ہونا انہیں بہت تقویت دیتا ہے۔" وہ کہہ رہا تھا اور صبا ہنستے ہوئے اسے سن رہی تھی۔ ... رکنے لگی۔

"صحیح کہتی ہیں پھپھو۔ اگر وہ آپ کو ذرا سی ڈھیل اور دیں تو آپ تو ہواؤں میں اُڑنے لگیں۔"

"ہاہ ـــــ میری قسمت۔" وہ جیسے دل گرفتہ ہوا تھا۔

"اچھا، اب بنئے مت۔ اور آفس سے سیدھے یہیں آیئے گا۔ ذرا گپ شپ رہے گی۔ ب
امی بھی آپ کا بہت پوچھتی ہیں۔" صبا نے اسے تاکید کرتے ہوئے صالحہ بیگم کا حوالہ دیا تو وہ شرا
سے بولا۔

"ہاں بھئی ـــــ اپنی تو کیا ہی بات ہے۔"

اس کی شرارت سمجھتے ہوئے وہ بھی ہنس دی تھی۔ اور پھر الوداعی کلمات کے بعد ریسیور رکھ
ادینہ نے استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ اس کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ مسکرا کر بولی۔

"آرہے ہیں افطاری پر۔"

"چلو، اچھی بات ہے۔" ادینہ نے اطمینان کی سانس لے کر اٹھتے ہوئے کہا تو صبا اس
خوشگوار موڈ کو دیکھ کر رہ گئی۔

عماد افطاری سے محض آدھا گھنٹہ پہلے آیا تھا۔

"تم لوگ بیٹھو، میں پھپھو کو لے کر آتی ہوں۔" ادینہ نے گھڑی کی سوئیوں پر نظر ڈالتے ہو
اور ساتھ ہی اُٹھ کھڑی ہوئی تو عماد ادب سے بولا۔

"میں خود ان سے جا کر مل لیتا ہوں۔"

"ارے، اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے بھی افطار کا وقت ہو گیا ہے۔
یہاں آنا ہی ہے۔ میں لے کر آتی ہوں انہیں۔" وہ مسکراتی ہوئی چلی گئی تھی۔

"یہ والی نند تو تمہیں بونس میں مل گئی ہے۔ کیوں صبی!" عماد اس سے کہہ رہا تھا۔ صبا کو ا
بات پر ہنسی آ گئی۔

"سن لیا تو خفا ہو گی۔"

"لڑکیاں مجھ سے ناراض نہیں ہو سکتیں۔ اور یہ بات تم بہت اچھی طرح سے جانتی ہو۔" و
بھی شرارت سے کہہ رہا تھا۔

جب نوفل نے اندر قدم رکھا تو اس کی پہلی نظر بے تحاشا ہنستی ہوئی صبا پر پڑی تھی۔ وہ حیرا
مگر ساتھ ہی اس کے سامنے والے صوفے پر براجمان عماد کا وجود اس کے قدموں کو ٹھٹکا گیا۔

"سچ کہہ رہا ہوں، بہت بڑی غلطی کی ہے تم نے نوفل سے شادی کر کے۔ بے چارہ انس ا
طرح پھنسا ہوا ہے۔" وہ متاسفانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ انس اور نگین کی ل
احوال بھی بتا چکا تھا۔

"اب بس کریں عماد بھائی! کیوں سب کی غیبتیں کر کے اپنا اور میرا روزہ خراب کر رہے
وہ ہنسنے کے باعث آنکھوں میں چھلک آنے والی نمی کو صاف کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ تبھی عماد
نوفل پر پڑی تو وہ فوراً اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔

"السلام علیکم۔ بھئی کیا احوال ہیں جناب کے۔" مصافحے کے ساتھ ساتھ معانقہ کرتے ہو۔

کے انداز میں جس قدر گرم جوشی تھی، اتنا ہی ٹھنڈا اور خود میں سمٹا ہوا انداز نوفل احمد کا تھا۔ جسے عماد
کے تو فرشتے بھی نہ جان پائے مگر صبا تو اب اس کی ایک ایک جنبش کو پہچاننے لگی تھی۔ اب بھی اس کی
پیشانی کے بل گنتے ہوئے کڑھتی ہوئی اٹھ گئی۔

"میں ذرا کچن دیکھ لوں۔ نوری پتہ نہیں کیا کر رہی ہو گی۔"

ادینہ اتنی دیر میں صالحہ بیگم کی وہیل چیئر دھکیلتی چلی آئی تو عماد اپنے مخصوص خوشدلانہ انداز میں
ان سے ملنے لگا۔

"بھئی مجھے تو بہت شکوہ ہے تم سے۔ کبھی پلٹ کے خبر بھی نہیں لی۔"

صالحہ بیگم کو عماد کی دوستانہ اور بے تکلفانہ سی فطرت بہت پسند تھی۔ شکوہ کناں انداز میں بولیں تو
وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"وعدہ رہا ـــــ اب مسلسل آؤں گا۔ حتیٰ کہ آپ خود بور ہو کر میرے یہاں آنے پر پابندی لگا
دیں گی۔"

"نہ بچے! مائیں تو بیٹوں کو دیکھ دیکھ کر جیتی ہیں۔ جب جی چاہے آؤ۔"

"جی بالکل، سر کے بل آئیں گے۔ اتنی قیمتی چیز جو دے رکھی ہے آپ کو۔ کیوں نوفل؟" وہ مسکرا
رہا تھا۔ مگر نوفل کو مسکرانے میں بہت دِقت پیش آئی تھی۔ وہ محض اثبات میں سر ہلاتا اُٹھ گیا۔

"میں ذرا کپڑے چینج کر لوں۔ روزہ کھلنے والا ہے۔"

نہایت خوش گوار ماحول میں روزہ افطار کیا گیا۔ پُرتکلف سے کھانے کے بعد عماد کے مخصوص
رنگ سے سجی محفل ان سب کو مزہ دے گئی۔ ماسوائے نوفل کے۔ عماد کی باتوں پر صبا کا ہنسنا اسے
ناگوار گزر رہا تھا۔

"یقین کریں آنٹی! میں اتنا بگڑا ہوا نہیں ہوں جتنا کہ میری امی مجھے مشہور کر چکی ہیں۔ مجھے تو
اب لگتا ہے کہ میری خراب ریپوٹیشن دیکھ کر کوئی بھی لڑکی مجھ سے شادی کرنے پر تیار نہیں ہو گی۔"

"تم ہامی تو بھرو، میں خود تمہارے لئے لڑکی ڈھونڈ دوں گی۔" صالحہ بیگم نے کمال شفقت کا مظاہرہ
کیا تو وہ خوش ہو اٹھا۔

"واقعی ـــــ آپ کی چوائس کا تو میں بھی معترف ہوں۔ مگر کیا، کیا جائے کہ سب اچھی لڑکیوں
کی تو شادیاں ہو چکی ہیں۔" آخر میں آہ بھر کے کہا تو صبا نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"یہ سب آپ کی سستی کا قصور ہے۔ بروقت کسی پہ انگلی رکھ دیتے تو آج آپ کی نیّا بھی پار لگ
چکی ہوتی۔ پھپھو کی پیشکش محدود مدت کے لئے تھی۔ اب تو بس انتظار کریں آپ۔"

نوفل نے ایک گہری نگاہ صبا پر ڈالی۔

یہ کیا جتا رہی تھی اسے کہ وہ اپنی سستی کے باعث اسے کھو چکا ہے۔ اپنی ماں کے سامنے اس کا
نام نہیں لے پایا۔ اس کی جگمگاتی آنکھیں، کھنک دار سی ہنسی۔ نوفل کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ اس نے کبھی
صبا کا یہ روپ پہلے دیکھا ہو۔

تو آج عماد کے آنے سے ـــــ

اس کا سارا وجود رشک کی آگ میں دھڑا دھڑ جلنے لگا تھا۔ رگوں میں خون کی گردش اس قدر ہوئی کہ کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔

وہ جو خود سے منسلک ہر بے جان شے تک کے لئے حد درجہ پوزیسو تھا، اس پر کسی کا تسلط کیسے برداشت کر لیتا جسے کبھی اس نے دل کی بہت اونچی مسند پر جگہ دی تھی۔

دنوں جسے اپنی رگوں میں لہو کے ساتھ دوڑتے پایا تھا۔ جو اس کی تمام تر بے نیازی کو اپنی معصومیت اور سادگی سے چکنا چور کر گئی تھی۔

اور آج جب وہ اپنی تھی بھی تو کتنے فاصلے پر تھی۔

وہ خود ساختہ واہموں کا شکار زندگی کو جی رہا تھا۔

●●●●●

عید کی تیاریوں کے ساتھ ساتھ ضحیٰ اور معید کی شادی کی خریداری بھی اپنے زوروں پر تھی۔

مریم پھپھو روزانہ افطاری کے بعد حمرہ اور نگین کو لے کر مارکیٹیں کھنگالنے نکل کھڑی ہوتیں۔ جبکہ ضحیٰ ہزار اصرار پر بھی تیار نہ ہوتی تھی۔

"ضحیٰ! اگر بعد میں کچھ پسند نہ آیا تو بہت ماروں گی میں۔" مریم پھپھو نے وارننگ دے دی تھی۔

"پھپھو، پلیز! میں کچھ نہیں کہوں گی۔ افطاری کے بعد کہیں جانے کی ہمت ہی نہیں رہتی۔" وہ بہت پژمردہ اور سست سی ہو رہی تھی۔

"خدا خیر کرے۔ ورنہ ضحیٰ آپی تو خدانخواستہ کسی کی فوتگی تک خالی جانے نہیں دیتیں۔ دادا جان کے چالیسویں پر سب سے نیا جوڑا انہی کا تھا۔" وجدان کو تشویش ہوئی تھی۔ ضحیٰ اسے گھور کر رہ گئی۔ مگر یہ سچ تھا۔

شاپنگ کی جس قدر شوقین ضحیٰ تھی، اور کوئی بھی نہ تھا۔

بقول انس اور عماد کے ضحیٰ کو آدھی رات کو بھی شاپنگ یا آئس کریم کی آفر کی جائے تو یہ نیند میں اٹھ کر چل دے گی۔

اور اب ـــــ وہ ان سب کو کیا بتاتی۔

کہاں سے لاؤں وہ اُمنگوں اور آرزوؤں بھرا دل جو ان لمحوں سے خوشیاں کشید کرے۔

کیسے جگاؤں ان مُردہ جذبات و احساسات کو جو ان آنکھوں کو چمک اور لبوں کو کھلکھلاتی دے دیں کہ یہ سب تو محبت کے "ہونے" سے مشروط ہے۔

مگر میرا جی چاہتا ہے کہ میں اس دنیا کے ہر شخص کو بتا دوں کہ محبت بھی انسانوں کی طرح فا جذبہ ہے۔ اسے بھی اس دنیا میں بقا حاصل نہیں۔

آسائشوں اور رویوں کے آگے جذبات و احساسات کی کچھ قیمت نہیں۔ بھوک اور محبت تقابل میں اس نے محبت کو ہارتے دیکھا تو تبھی اس کی محبت سسک سسک کر دم توڑ گئی تھی۔

پھر اس نے اپنے دل کی ڈائری سے محبت والا صفحہ ہی پھاڑ دیا تھا۔ محبت ایک ہی بار ہوا کرتی ہے۔ اور ضحیٰ کو لگتا تھا کہ وہ اپنے حصے کی محبت کر چکی ہے۔

آج بھی وہ تینوں واپس آکر ان سب کو اپنی شاپنگ دکھا رہی تھیں مگر مجال کیا تھی جو ضحیٰ بی بی نے نگہ اٹھا کر بھی کسی شے کو دیکھا ہو۔ یونہی پاس بیٹھی میگزین کے صفحے کھنگالتی رہی۔

"یہ دیکھو، صبا کے لئے عید کا جوڑا خریدا ہے ہم نے۔" مریم پھپھو نے ہلکے سے کام سے سجا رجنا کلر کا خوب صورت سا سوٹ اس کی طرف کھسکایا۔ اس نے فقط ایک نگاہ ہی ڈالی تھی۔

"ٹھیک ہے ـــــ"

جہاں چچی جان نے اپنی سرپھری اولاد کو خشمگیں نگاہوں سے دیکھا وہیں مریم پھپھو جو اسے صبا کے لئے عیدی کے طور پر خریدی مزید اشیاء دکھانے کا قصد کر رہی تھیں، گرم ہو گئیں۔

"یہ کیا بات ہوئی۔ میں پوچھ رہی ہوں کیسا ہے اور یوں منہ لٹکا کے کہہ رہی ہو ٹھیک ہے۔ ہوا کیا ہے تمہیں؟ ـــــ دنیا سے اچاٹ دل لئے پھر رہی ہو۔"

سب کے درمیان اس کھنچائی نے ضحیٰ کو برافروختہ کر دیا۔ مریم پھپھو جتنی ٹھنڈی اور میٹھی طبیعت کی مالک تھیں وہیں غصہ آنے پر وہ آتش فشاں کی سی صورت اختیار کر لیتی تھیں۔

"وہ میں...... یہ کپڑوں کی ڈیزائننگ دیکھ رہی تھی۔" ضحیٰ نے منمنا کر میگزین آگے کیا۔ وہ تو رب کہ پھپھو کی نظر نہیں پڑی ورنہ جتنا بے ہودہ لباس ماڈل گرل نے پہن رکھا تھا اسے دیکھ کر ضحیٰ چار چھ کان کے نیچے پڑ جاتیں۔

"پھر بھی بچے! انسان کو چہرے مہرے سے خوش دکھائی دینا چاہئے۔ دن کیا رہ گئے ہیں شادی اور تمہارے چہرے پہ ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔" اب بھی انہوں نے کچھ کم نہیں کہا تھا۔

نگین کی بے ساختہ ہنسی پر وہ خجل تو کیا ہوتی، چچی جان سے کوئی بات کرنے آئے معید کو دیکھ کر ہو کا جملہ اسے پانی پانی کر گیا۔

اس پر مستزاد انہوں نے معید کو آواز بھی دے لی تھی۔

وہ اچٹتی نگاہ ضحیٰ کے سرخ پڑتے چہرے پر ڈالتا ان کے صوفے کی پشت پر آ کھڑا ہوا۔

"جی آنٹی ـــــ؟"

"بھئی ضحیٰ نے تو ہمیں فری ہینڈ دے دیا ہے شاپنگ کے لئے۔ مگر میں نہیں چاہتی کہ کل کو تم میں کوئی شکوہ شکایت کرے۔"

"جی آنٹی! میرے لائق کوئی خدمت؟" وہ صوفے کی پشت پر ہاتھوں کا بوجھ ڈالتا قدرے جھک کر پوچھ رہا تھا۔

درحقیقت اسے ان کے اس شکوے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"بھئی دُلہے ہو تم تقریب کے۔ کم از کم اپنی دُلہن کے جوڑے کا رنگ ہی بتا دو۔" انہیں بھلا کس کی جھجک تھی۔ اپنے مخصوص دوستانہ انداز میں بولیں تو معید کا گڑبڑا کر سیدھا ہونا بھی سبھی کو لطف

دے گیا۔

"آنٹی! آپ بھی نا۔" ان کی ہنسی پر ان کا مذاق سمجھتا وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ متاسفا میں سر ہلاتا چلا گیا تھا۔

"اس قدر فرمانبردار دُولہا، دُلہن تو میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھے۔ سب کچھ دو چھوڑے بیٹھے ہیں۔ دُلہن تو ایک طرف، دُولہا تک شرمائے پھر رہے ہیں۔" نگین نے ضحیٰ کو کی غرض سے بڑے رشک آمیز لہجے میں کہا تو وہ اسے گھور کر رہ گئی۔

"اب ہر کوئی آپ کے دُولہے کی طرح نہیں ہوتا کہ ڈیٹ تک خود فکس کر رہے ہیں۔"

"یہ زندہ دلوں کی نشانیاں ہیں۔" مریم پھپھو نے اس کے طنز کا جواب بڑے اطمینان سے

"اب کسی واقعہ پر ہر انسان کا ردعمل ایک سا تو نہیں ہو سکتا نا۔" ضحیٰ اپنی بات پر اڑی ہو

"مائنڈ یو ضحیٰ! تھپڑ لگنے پر بچے بھی روتے ہیں۔"

"غلط فہمی ہے تمہاری مریم! کچھ اس جیسے ڈھیٹ بھی ہوتے ہیں جو ڈھٹائی سے ہنستے رہتے چچی جان نے جل کر جواب دیا تو وہ جو پہلے ہی بہانے کی تلاش میں تھی۔ احتجاجاً اُٹھ کھڑی ہو

"بیٹھو نا ضحیٰ! یہ لوگ تو بس تمہیں تنگ کر رہی ہیں۔" تائی جان کو ہر کسی کا خیال رہتا تھا۔

"مجھے سخت نیند آ رہی ہے۔ پھر صبح اٹھنے کا بھی مسئلہ ہوتا ہے۔" اس نے بہانہ بنایا چچی جان نے رد کر دیا۔

"ہاں، جیسے سحری کا اہتمام اسی کے ذمہ ہے۔"

"بس جتنی دیر بیٹھوں گی، یہی جلی کٹی سننا پڑیں گی۔ اس سے بہتر ہے کہ جا کر سو جاؤں۔ پھلائے واک آؤٹ کر گئی۔

راستے میں وہ تائی جان کے کمرے سے ہوتی ہوئی کوئی چیز مٹھی میں دبائے معید کے کم آئی تھی۔ اس نے اندر داخل ہونے سے پہلے دروازہ کھٹکھٹانے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔ خمیازہ بھی فوراً ہی بھگتنا پڑ گیا۔ وہ صرف ٹراؤزر میں ملبوس شاید لیٹنے کے ارادے میں تھا۔ و کی حد تک شرمسار ہوتی بے حد گڑبڑا کر قدرے رُخ موڑ گئی۔

"ویسے تو یوں بھی تم نے کبھی کوئی خاص تمیز سے کام نہیں لیا۔ مگر ابھی بہرحال ہمارا ایسا رشتہ نہیں کہ تم دندناتی ہوئی میرے کمرے میں آ جاؤ۔" بدن پر شرٹ چڑھاتا وہ تنبیہی اندا ضحیٰ کی کنپٹیاں سلگا گیا۔ مگر غلطی بہرحال اسی کی تھی اور اس پر خود کو جتنا بھی کوستی وہ کم تھا۔

"میں یہاں آپ سے لیکچر سننے نہیں آئی ہوں۔" اس نے بے حد تلخی سے کہا تو وہ لیٹنے عین اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"صرف میری شکل بھی تو نہیں دیکھنے آئی ہو گی۔" وہ بھی طنزاً بولا تھا۔

"مجھے ایسی کوئی بیماری لاحق نہیں جس کا علاج اتنا فضول ہو۔"

"اوکے ___ تو پھر صرف پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس۔ جو کہنا ہے کہو۔ مجھے سو

کے لب و لہجے میں وہی مخصوص سرد مہری در آئی جس کا مظاہرہ وہ ضحیٰ سے گفتگو کے دوران اکثر کیا رتا تھا۔

وہ سلگ اٹھی۔

"دس، پانچ منٹ آپ کے پاس ہوں گے۔ میرے پاس بہت وقت ہے۔"

"میرے لئے؟" معید نے استفہامیہ انداز میں بھنوئیں اچکا کر اسے دیکھا تو ضحیٰ کے جیسے تلوؤں لی، سر پر جا بجھی۔

"میں نے یہ نہیں کہا۔"

"اوہ ___ میں سمجھا شاید ___" وہ اب بھی اس کا دل جلانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھ رہا ۔ مگر وہ جانتی تھی کہ ابھی کچھ دیر کے بعد وہ بھی کچھ ایسی ہی صورت حال سے گزرنے والا تھا اس لئے صبر سے کام لے کر رہ گئی۔

"میں آج آپ سے آخری بات کرنے آئی ہوں......"

"اگر تم پھر سے اس شادی کو رُکوانے کی استدعا لے کر آئی ہو تو آئی ایم سوری۔" اس کی بات اٹ کر وہ بہت رسان سے بولا تھا۔ مگر وہ شاید کچھ اور ہی ٹھان کر آئی تھی۔ اس کی بات کے جواب ں حسب عادت بھڑک اٹھنے کی بجائے عجیب سے انداز میں بولی۔

"میں اب آپ سے ایسی کوئی التجا نہیں کروں گی۔"

معید نے بے ساختہ ایک جانچتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ اس کے سبھی روپ جدا تھے۔ اور شاید لجھے اسرار بھی رکھتے تھے۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا جو یکلخت ہی سندر کی سطح کی مانند پُرسکون سی دکھائی دینے لگی تھی۔ مگر اس کی آنکھوں سے مترشح کیفیت اسے قطعی رل ظاہر نہیں کر رہی تھی۔

"یہ شادی میرے ہونے سے مشروط ہے نا۔ بالفرض اگر میں ہی نہ رہوں تو؟" اس نے ٹھہرے ئے انداز میں کہتے ہوئے اپنی بند مٹھی معید کی آنکھوں کے سامنے کھول دی تھی۔

تائی جان کی نیند کی گولیوں کی شیشی پہچاننے میں معید کو لمحہ ہی لگا تھا۔ وہ بے حد بے یقینی سے ضحیٰ و دیکھنے لگا۔

اس پل صحیح معنوں میں معید کی تمام تر ذہانت اور سمجھ داری دھری کی دھری رہ گئی تھی۔

اسے ضحیٰ کا ٹرمپ کارڈ اب سمجھ میں آیا تھا۔

اس کا جی تو چاہ رہا تھا کہ وہ ایک تھپڑ کھینچ کر دے مارے، مگر اس کی ذہنی کیفیت کا اندازہ بھی ت اچھی طرح ہو چکا تھا۔ سو اندر مچلتے طوفان کو دباتے ہوئے بظاہر بڑے رسان سے پوچھنے لگا۔

"تم مجھ سے اب کیا چاہتی ہو ضحیٰ؟"

اپنا وار کاری دیکھ کر ضحیٰ کے دل میں پلتے اضطراب کو سکون آ گیا۔ سو اس کی طرف دیکھتے ہوئے ر انداز میں بولی۔

"میں یہ شادی ایک کنٹریکٹ کی بنیاد پر کروں گی۔"

وہ متحیر سا اسے دیکھنے لگا۔

"آپ تو وکیل ہیں ____ بہت آسانی سے اس کنٹریکٹ کے پیپرز بھی بنوا سکتے ہیں۔ دراصل عمر نے مجھ سے جلد لوٹ آنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ تو میرے آپ کے بیچ کنٹریکٹ یہ ہو گا کہ عمر کے آنے پر جب میں آپ سے کہوں آپ مجھے چھوڑنے کے پابند ہوں گے۔"

وہ بے حد اطمینان سے کہتی صحیح معنوں میں معید کو خلا میں معلق کر گئی تھی۔

وہ ششدر سا اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کا ذہن ایک دم سے بلینک ہو گیا۔

بے یقین نظریں ناسمجھی کے عالم میں ضحیٰ کے چہرے پر تھیں۔ جیسے اسے کبھی بھی یقین نہ رہا ہو کہ ضحیٰ کے منہ سے کبھی ایسی بات سننے کو ملے گی۔

اور ادھر وہ اسی قدر مطمئن اور پُرسکون تھی۔ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ معید حسن کے قدموں تلے سے زمین نکال چکی ہے۔ تبھی شاید اسے سوچنے کا موقع دینے کی خاطر یونہی دم بخود چھوڑ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔

وہ اپنے دیئے ہوئے وقت سے صرف آدھا گھنٹہ ہی لیٹ ہوا تھا۔ مگر گھر آ کے اسے خبر ہوئی کہ صبا "میر ہاؤس" جا چکی ہے۔

"بھئی میں نے تو بہت کہا کہ انتظار کر لو نوفل کا۔ مگر عماد کا تو تمہیں پتہ ہی ہے، ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتا ہے۔ اسے لے کر ہی ٹلا۔" ادینہ نے اپنے مخصوص انداز میں بھنوؤں کو جنبش دیتے ہوئے بتایا تھا۔

مگر جتنی اذیت وہ چاہتی تھی، نوفل کو اتنی ہی اذیت پہنچی تھی۔

حالانکہ صالحہ بیگم فی الفور اس کی صفائی پیش کر گئی تھیں۔

"میں نے ہی کہا اسے کہ چلی جائے۔ پیچھے وقت ہی کیا رہ جاتا ہے بازار جانے کا۔ مریم کا دو مرتبہ فون آ چکا تھا۔ وہ تو اچھا ہوا عماد کا چکر لگ گیا، ورنہ وہ بے چاری تو تمہارے انتظار میں بیٹھی رہ گئی تھی۔"

نوفل کو ان کی خوش فہمی پر ہنسی آنے لگی۔

"چلیں، اچھا ہوا۔ میں یوں بھی اس وقت کہیں جانے کے موڈ میں نہیں تھا۔" وہ اتنا ہی کہہ سکا۔

درحقیقت اسے صبا کا یہ اقدام انتہائی ناگوار گزرا تھا۔

اسے تو یوں بھی ان دنوں عماد کی آمد بالکل اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ مگر کچھ کہنے سے بھی معذور تھا۔ بہن کی سسرال کا معاملہ تو تھا سو تھا، خود صالحہ بیگم بھی عماد کو بہت پسند کرتی تھیں۔ ایسے میں وہ کیا مروت نبھاتا۔

"اب یوں سست بندوں کی طرح مت بیٹھ جاؤ نوفل! ____ صبا چلی گئی تو کیا ہوا، میں تو ہوں۔ ابھی ابھی عید کی شاپنگ کرنی ہے اور تم نے مجھے ایک بار بھی ساتھ چلنے کی آفر نہیں کی۔" ادینہ نے شکوہ کیا۔ لفظوں کا چناؤ بھی بہت سوچ سمجھ کر کیا گیا تھا۔

مگر نوفل کا سارا موڈ چوپٹ ہو چکا تھا۔

"سوری یار! ابھی تو بہت تھکا ہوا آیا ہوں۔" اس کا انداز معذرت خواہانہ تھا کہ اب تو کوئی بھی میزبانداری نبھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر صالحہ بیگم کو ادینہ کی طبع کا اچھی طرح سے اندازہ تھا اسی لیے انہوں نے نوفل سے اصرار کیا۔

"لے جاؤ نوفل! یہ بھلا اور کس کے ساتھ جائے گی۔ اور تمہاری بھی طبیعت ذرا بہل جائے گی" وہ قدرے جھنجلا کر اسے دیکھنے لگا۔ شاید کچھ مزید کہتا مگر ان کی تنبیہی نظروں نے اسے خاموش کر دیا۔ کوفت کا احساس شدید تھا جسے دبانے کی خاطر وہ گہری سانس اندر کھینچتا اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"چلو ——"

ادینہ کا چہرہ چمک اٹھا۔

"ایسے ہی —— کپڑے تو بدل لوں۔" ابھی کچھ دیر قبل عماد کی آمد کے بارے میں سن کر بدلے گئے جوڑے میں اسے سقم دکھائی دینے لگا۔ جبکہ اس کی ذہنی وقلبی کیفیت سے قطع نظر نوفل بیزاری سے بولا۔

"اب ان میں کیا خرابی ہے؟ چودھویں کا چاند تو بنی ہوئی ہو۔" اس کا اشارہ ادینہ کے نئے نو سوٹ کی خوبصورتی کی طرف تھا مگر لفظوں کے چناؤ میں بے احتیاطی مقابل کو خوش فہمی کے کس زینے پر پہنچا گئی تھی یہ نوفل کے ذہن میں بھی نہیں آیا تھا۔ وہ خود پر نازاں تو پہلے ہی رہتی تھی، اب تو ہوا میں اُڑنے لگی۔

"تم تو بندے کا دل خوش کر دیتے ہو نوفل!" وہ ہنستی ہوئی آگے بڑھی مگر وہ بدستور اسی قنوطیت کے حصار میں تھا۔ سنجیدہ اور بے حد خاموش۔

صالحہ بیگم پُرتشویش نظروں سے اسے جاتا دیکھ رہی تھیں۔

وہ ادینہ کے ساتھ چلا تو آیا تھا مگر وہ اسے ساتھ لے کر بازاروں میں اتنا پھری کہ نوفل تنگ آ گیا۔

"خدا کے لئے ادینہ! اب بس کرو۔ ساری شاپنگ کیا ایک ہی دن میں کر لو گی؟"

"کبھی کبھی تو تمہارا والٹ ہلکا کرنے کا موقع ملتا ہے —— اب تمہاری بیوی تو ہے نہیں، مگر کیوں فائدہ نہ اٹھاؤں۔" وہ مزے سے کہہ رہی تھی۔ مگر اس کی بات جیسے نوفل کے دل میں گڑ گئی اس کی تو ہر حسرت ہی دل کے مزار میں دفن ہو کر رہ گئی تھی —— وہ جس نے ہر لمحہ، ہر پل کے ساتھ خوشیاں کشید کرنے کا سوچا تھا اور اگر ابھی وہ میرے ساتھ ہوتی تو اس دنیا کا رنگ ہی اور ہوتا۔ میں دنیا کی ہر شے اس کے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیتا تو پھر اس کے چہرے پر کھلتی کیسی لگتی۔

اس کا دل یکلخت ہی ہر رونق سے بیزار ہونے لگا۔

"میں گاڑی میں بیٹھا ہوں ادینہ! جو خریدنا ہے جا کر خرید لو۔ اور چاہو تو میرا والٹ ساتھ لے جاؤ۔" وہ ہٹیلے انداز میں بولا تو اس کے موڈ کا اندازہ کرتے ہوئے وہ فوراً واپسی کے لئے تیار ہو گئی مگر تبھی اسے کوئی بہت اچھی جاننے والی مل گئی تو وہ زور و شور سے اس سے باتوں میں مصروف ہو گئی۔ نوفل جھنجلاتا گاڑی میں آ بیٹھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ پلٹ کر اس تک آئی تھی۔

"نوفل! پلیز، تھوڑی دیر اور رک جاؤ۔ رباب کو بہت ضروری شاپنگ کرنی ہے، مجھے ساتھ چلنے کو کہہ رہی ہے۔ تم چاہے گاڑی میں ہی بیٹھے رہو۔ بس آدھے گھنٹے کی بات ہے۔" اس کی پیشانی کے بل دیکھتے ہوئے وہ لجاجت بھرے انداز میں بولی تو نوفل نے صاف گوئی سے کہا۔

"اگر آدھے گھنٹے سے ایک منٹ بھی اوپر ہوا تو میں چلا جاؤں گا۔"

"او کے ——" وہ فوراً مان گئی تھی۔

اپنی پسند کا سافٹ میوزک دھیمی سی آواز میں لگائے وہ اپنی نشست پر ریلیکس سا نیم دراز تھا۔ نظریں باہر کے مناظر پر مرکوز تھیں —— خوش باش لوگ، ہنستے مسکراتے بچے اور کپلز —— اس کی ذہنی رو بھٹکی تھی۔ اور اگر سب کچھ ٹھیک چل رہا ہوتا تو ابھی وہ میرے ساتھ ہوتی۔ تب اس رات کا رنگ کیسا ہوتا؟

اس کے دل میں اوّلین دنوں جیسی بے چینی اور جذبات کی یورش بیدار ہوئی تھی۔ ان دنوں اس کے دل و ذہن پر صبا میر کے خیالات کا غلبہ اس قدر شدید تھا کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسی کو سوچا کرتا تھا۔

اپنا ادھورا پن اس پل اسے اتنی شدت سے محسوس ہوا تھا کہ دل میں صبا میر کی طلب حقیقی معنوں میں بڑھی اور پھر بڑھتی ہی چلی گئی۔

"دل کی مصروف گزرگاہ سے اکثر گزری
تیری یادوں کی بہار
تیرے ہونٹوں کی لگن
تیرے بدن کی خوشبو
تیرے کاجل کی مہک
تیری زلفوں کی گھٹا
تیری آنکھوں کی چمک
تیرے چہرے کی حیا
تیری بانہوں کی کھنک
تیرے رخسار کی صبح
تیرے اقرار کی دھنک
تیرے ماتھے کی شفق
تیرے پہلو کی طلب"

طلب جو ایک تلخ حقیقت ہے، جس سے نگاہ چرانا ممکن نہیں۔

کھڑکیوں کے شیشے اتارتے ہوئے گہری سانس اندر کھینچ کر اس نے جیسے اپنے اندر کی کثافت کو کم کرنے کی ایک ناکام کوشش کی تھی۔

مغنیہ نغمہ سرا تھی۔ یا شاید اسی کے درد کو بیان کر رہی تھی۔

”دشتِ تنہائی میں
اے جانِ جہاں لرزاں ہیں
تیری آواز کے سائے، تیرے ہونٹوں کے سراب
دشتِ تنہائی میں دوری کے خس و خاشاک تلے
کھل رہے ہیں تیرے پہلو کے سمن اور گلاب
دشتِ تنہائی میں، اے جانِ جہاں لرزاں ہیں“

تبھی خود کو انتہا کی بے بسی پر پاتے ہوئے بالکل سامنے اسے لگا مغنیہ کی گہری پُرسوز آواز کا ا ایک تکلم حقیقت کا روپ دھارے یکلخت اس کے سامنے مجسم شکل اختیار کر گیا ہو۔

شاپنگ بیگ دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتی، وہ اسے دنیا کی اس بھیڑ میں بے حد ہراساں اور لگی۔

اس پل وہ دل کے کچھ اس قدر نزدیک اور شدت آمیز جذبات کا حصہ بنی ہوئی تھی کہ اس کڑی بے نیازی برتنے والا نوفل احمد، بے اختیار گاڑی سے اتر کر تیزی سے اس کی جانب بڑھا۔

اگر کوئی دیکھنے والا ہوتا تو فوراً پا لیتا کہ اس بے اختیاری میں بے قراری کا عنصر بے خودی بلاشبہ زیادہ تھا۔

یوں لگا جیسے راہِ اجل کا مسافر زندگی کی طرف لپکا ہو۔

اور صبا جو سب کو اس رونق میلے میں کھو کر تنہا کھڑی اس بھیڑ سے گھبرا کر رونے کو تھی اس قدر متوقع طور پر نوفل کو سامنے پا کر لحظہ بھر کو کچھ کہنے سے بھی مفلوج ہو گئی۔

نوفل نے کچھ کہے بنا ہاتھ بڑھا کر اس کا شاپنگ بیگ تھام لیا۔ تب وہ جیسے کسی خواب سے چونکی

”وہ ـــــ باقی سب پتہ نہیں کہاں کھو گئے ہیں۔ میں کب سے انہیں ڈھونڈ رہی ہوں۔“ اس انداز بہت معصومانہ تھا۔ جیسے وہ چند سالوں کی بچی ہو اور دنیا کے میلے میں اپنوں سے بچھڑ گئی ہو۔

نوفل کو بہت پہلے کی صبا شدت سے یاد آئی۔

اسی سادگی اور معصومیت نے اسے اپنا دیوانہ بنایا تھا۔

”میرے ساتھ منحیٰ تھی۔ باقی سب اپنی شاپنگ کر رہے تھے۔ پھر پتہ نہیں وہ میرا ہاتھ چھوڑ کدھر غائب ہو گئی۔“ نوفل کی خاموشی سے گھبرا کر وہ مسلسل بول رہی تھی۔

اس کی نظر کا ارتکاز کچھ عجیب سا تھا۔ عام دنوں سے ہٹ کر۔ بے اختیار ہی صبا کو لگا جیسے یہ وہ پہلے بھی دیکھ چکی ہو۔ کب ـــــ؟ اس کا ذہن لاشعور کو کھوجنے لگا۔

تب اسے نوفل کی پہلی پہلی نگاہیں یاد آئی تھیں۔

نرمی آمیز مضبوطی سے اس کی ہتھیلی اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں لئے وہ اسے لئے لوگوں بھیڑ سے نکل آیا تھا۔

”اتنا بے خبر ہو کر سفر نہیں کرنا چاہئے کہ اپنے تنہا رہ جانے کا بھی احساس نہ ہو۔“ وہ دھیمے، سلگتے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

صبا کی جان سماعتوں میں سمٹ آئی۔ اس کے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں سمٹی ہتھیلی میں ایک حدت آمیز سا احساس سرایت کرنے لگا تھا۔

”ساتھ چلنے والوں کو بھی تو کسی کے تنہا رہ جانے کا احساس کرنا چاہئے۔“ وہ خود بھی نہیں سمجھ پائی کہ صبا اس قدر رقیق القلب کیوں ہو گئی تھی۔ یا شاید اس تنہا پل میں اس نے نوفل کو اس قدر شدت سے سوچا تھا کہ اب یوں اچانک اس کا سامنے آ جانا جذبات میں تلاطم کا باعث بن گیا تھا۔

”آپ نے تو اپنی شاپنگ نہیں کی ہوگی۔“ اس کا شاپنگ بیگ گاڑی کی سیٹ پر رکھتے ہوئے وہ بڑے تیقن سے پوچھ نہیں بلکہ کہہ رہا تھا۔ حالانکہ گھر والے اس کے لئے اور نوفل کے لئے عید کی تمام شاپنگ کر چکے تھے۔ اس کے باوجود صبا کا سر نفی میں ہل گیا۔

شاید وہ نوفل کے تمام عزائم کا اندازہ کرنا چاہتی تھی۔ اس ”ساتھ“ میں چھپی حقیقت کو کھوجنا چاہتی تھی۔

گاڑی لاک کر کے وہ اس کی طرف پلٹا تو ہونٹوں پر پھیلی مسکراہٹ اور آنکھوں کی نمی میں اپنائیت کا رنگ زیادہ تھا یا دوستی کا، صبا جان نہیں پائی تھی۔

”تو چلیں پھر۔“ وہ اپنے مخصوص انداز سے یکسر بدلا ہوا تھا۔

صبا ہق دق سی اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے چل رہی تھی۔

دل سے اُمڈتا بے یقینی کا احساس تھا کہ ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ اس کے لئے ہر شے اپنی پسند سے خریدتا وہ لحظہ بھر کو اسے متوجہ کرتا تھا۔

”یہ کیسا ہے صبا ـــــ؟“

اور پھر اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی قبولیت کی مہر لگا دیتا۔

وہ جو روزِ اوّل سے ’محترمہ‘ اور بی بی جیسے القاب کی عادی ہو گئی تھی، عجیب سی سرخوشی کا شکار ہونے لگی۔ اسے اپنی رائے دینے کا بھی ہوش نہیں تھا۔ نوفل احمد اس کے ساتھ تھا اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے چل رہا تھا، اس سے زیادہ اب وہ اپنے رب سے اور کیا مانگ سکتی تھی۔

”نوفل! ـــــ اب بس۔“ اسے جیولری شاپ کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ احتجاجاً رک گئی۔ خود اس کے ہی نہیں، نوفل کے ہاتھوں میں بھی ان گنت شاپنگ بیگز تھے مگر وہ تو جیسے خزانے کا منہ کھول بیٹھا تھا۔ اس پر اتنا لٹانے کے بعد بھی طبیعت سیر نہیں ہو رہی تھی۔

”اندر تو آئیں آپ۔“ وہ رکا نہیں تھا۔ مجبوراً صبا کو آگے بڑھنا پڑا۔

خود اس کی طبیعت میں بھی بے حد خوشگوار سی تبدیلی در آئی تھی کہ اتنا چلنے کے باوجود تھکن کا شائبہ تک نہیں ہو رہا تھا۔

تبھی اسے اپنے موبائل پر وجدان کی کال موصول ہوئی تھی۔ وہ بے حد پریشانی کے عالم میں صبا

کی گمشدگی کی اطلاع دے رہا تھا۔

"اطمینان سے خریداری کرو ـــــ وہ میرے ساتھ ہیں۔" نوفل مسکرا رہا تھا۔

"خریداری کیا خاک کرنی ہے۔ انہیں ڈھونڈ کر سب گھبرائے بیٹھے ہیں۔" وجدان نے اطمینا
کی سانس لیتے ہوئے کہا تو نوفل نے اسے مزید تسلی دینے کے لئے صبا سے بھی بات کروا دی۔

وہ پتہ نہیں کیا پسند کر رہا تھا، صبا وقت گزاری کے لئے اِدھر اُدھر چل پھر کر شوکیس میں
زیورات دیکھنے لگی۔

"یہ آپ کے لئے۔" مخملیں کیس نوفل نے اس کے ہاتھ میں لا تھمایا تھا۔

اس کی دلکش مسکراہٹ اور آنکھوں کی توجہ آمیز چمک میں اُلجھتی وہ دیکھنے لگی۔ گولڈ کا نہا
خوبصورت اور نفیس سا نیکلس تھا۔

"اس کی کیا ضرورت......."

خجل سا ہو کر اس نے کہنا چاہا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے نیکلس اٹھاتا اسے دیوار
آئینے کے سامنے لے آیا۔

"ذرا دیکھیں تو، اس کی کتنی قیمت بڑھتی ہے۔" وہ خاص لہجہ تھا۔ وہ دنگ سی کھڑی رہ گئی۔ نو
اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی بہت توجہ کے ساتھ اس کی گردن میں نیکلس ڈال کر ہک لگا رہا تھا
شاید کچھ بول بھی رہا تھا۔ مگر آئینے میں صبا کی تمام تر توجہ نوفل پر تھی۔ دفعتہً اس کی گہری نظروں کو
پر مرتکز پا کر وہ چور سی ہو کر پلٹ گئی۔

"تھینک یو۔" ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بس؟" گہری نگاہوں کی تپش کچھ اور بڑھی تھی۔

وہ دل کی دھڑکن سنبھالتی رہ گئی۔ پھر کچھ سوچ کر اسے ہنسی آئی تھی۔ نوفل کو لگا اس کی کچھ دیر
کی سوچ کو دوام مل گیا ہو۔

"کیا ہوا؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

جواباً وہ مسکراہٹ دباتی سادگی سے بولی۔

"یونہی سوچ رہی تھی کہ جب میں وہاں اکیلی کھڑی تھی تب میرے پاس واپسی کا کرایہ تک نہ
تھا۔ اب جواب میں سوائے تھینکس کے آپ کو کیا دوں؟"

نوفل نے اس کے آگے ہاتھ پھیلا دیا۔

وہ حیران سی اس کی پھیلی ہوئی شفاف ہتھیلی کو دیکھنے لگی جس کی پوروں میں زندگی کی حدت
بھرا شفاف لہو دوڑ رہا تھا جو حدت ابھی کچھ دیر وہ اپنی رگ رگ میں اترتی محسوس کر چکی تھی۔

'یا خدا! ـــــ یہ خواب ہے یا حقیقت ـــــ؟'

وہ ابھی بھی منتظر کھڑا تھا۔

بہت سے سوال اژدھوں کی طرح آس پاس منہ پھاڑے کھڑے اسے ہڑپ کرنے کو تھے۔ مگر

خواب بھی تھا تو کس قدر دلکش تھا۔ یہ خواب بھی تھا تو اس کی حقیقت کس قدر دل پسند تھی، دلفریب
تھی۔ اور وہ اپنے دل کو فریب دینے پر بخوشی تیار ہو گئی۔

بہت جھجک کر اس نے اپنا نرم و نازک ہاتھ اس کی چوڑی ہتھیلی پر رکھ دیا تھا۔

وہ ڈھیروں شاپنگ بیگز سنبھالے گاڑی تک پہنچے۔ تب نوفل کو بھولے بھٹکے خیال آیا۔

"اوہ یار! ادینہ ساتھ تھی میرے۔"

اگر پچھلی سیٹ پر دھرے شاپنگ بیگز پر نظر نہ پڑتی تو یقیناً وہ ابھی بھی اسے بھولا ہی رہتا۔

"تو کہاں گئی وہ؟" صبا بھی پریشان ہوئی تھی۔

وہ کلائی الٹ کر ٹائم دیکھ رہا تھا۔

"پون گھنٹہ اوپر ہو گیا ہے مجھے ـــــ خیر، اس کی کوئی فرینڈ مل گئی تھی اسے۔ اب تک تو وہ گھر
پہنچ چکی ہو گی۔" وہ پریشان تھا۔ صبا کو بھی تسلی ہوئی۔

اسی وقت عماد ان سے آ ٹکرایا تھا۔

"بھئی بہت اچھے۔ وہاں ہمارے حواس اُڑا کر ادھر ان حضرت کے ساتھ عیش ہو رہی ہے۔" وہ
صبا پر ناراض ہو رہا تھا۔ "قسم سے، جان نکال کر رکھ دی ان محترمہ نے۔ شروع ہی سے ایسی نظر گم،
حواس گم۔ میرا نہیں خیال کہ یہاں سے گھر تک کا راستہ بھی اسے معلوم ہو گا۔"

"اوفوہ ـــــ سنیں تو، وجدان سے میری بات ہوئی تھی اس کے سیل فون پر۔ ان سب کو پتہ
ہے۔" صبا کو اس کے انداز پر ہنسی آ رہی تھی۔

"اور میں ـــــ مجھے تو تب پتہ چلتا جب سیل فون کی بیٹری ڈاؤن نہ ہوتی۔ میں تو پاگلوں کی
طرح ہر جگہ ڈھونڈتا پھر رہا تھا۔" وہ کاٹ کھانے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"اب کیا پریشانی ہے؟ ـــــ اب تو مل گئی ہیں نا۔" نوفل کو ایک مخصوص کیفیت نے جکڑنا
شروع کر دیا تھا۔ سنجیدگی سے بولا تو صبا نے بے اختیار اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"مائنڈ مت کرنا نوفل! دراصل ان سب سے بڑھ کر مجھے صبا کی کچھ زیادہ فکر تھی۔ یہ ان سے
بہت الگ ہے۔ خود میں سمٹی ہوئی۔ یوں سمجھو کہ دنیا سے انجان۔ مجھے تو ایک ہی خیال کھائے جا رہا
تھا کہ جانے کہاں ہو گی۔"

عماد بہت مشفقانہ انداز میں اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کر رہا تھا جو کہ میر ہاؤس والوں کا
شیوہ تھا۔ مگر اس کے لب و لہجے کی بے ساختگی محسوس کر کے نوفل سلگ اٹھا تھا۔ اس کی کیفیت سے
قطع نظر صبا خجل سی ہو گئی۔

"اب میں پہلے والی صبا نہیں رہی۔ شادی ہو چکی ہے میری۔"

"اچھا ـــــ نوفل کے ساتھ ہو، پھر بھی ہوائیاں اُڑ رہی ہیں۔" وہ اب اس کا مذاق اُڑانے
لگا۔ مگر صبا کا سارا دھیان نوفل کی طرف ہو گیا جو اس وقت ان دونوں سے اس قدر لاتعلق کھڑا تھا کہ
عماد کی ایک بھی بات کے جواب میں کچھ کہنے کا روادار نہیں ہوا تھا۔

"تم لوگ ادھر ہی چلو نا۔ بہت اچھی سٹنگ رہے گی۔" عماد اپنے مخصوص دوستانہ انداز میں آ رہا تھا۔

صبا کو فوراً صالحہ بیگم کا خیال آیا۔ وہ انکار کرنے ہی لگی تھی کہ نوفل سنجیدگی سے بولا۔

"میں تو اب سیدھا گھر جاؤں گا۔ ہاں، یہ اگر جانا چاہیں تو۔"

"نہیں ـــــ اب ہم گھر ہی جائیں گے۔ شاپنگ تو ہو چکی ہے۔ بس میرے پاس ضحیٰ کی چیزیں رہ گئی تھیں، یہ آپ اسے دے دیجئے گا۔" صبا نے کہتے ہوئے گاڑی میں سے ایک شا بیگ نکال کر عماد کی طرف بڑھایا تھا۔

عماد کے جانے کے بعد وہ دونوں گاڑی میں آ بیٹھے تو گاڑی اسٹارٹ کرنے سے پہلے نوفل سگریٹ سلگا لیا۔

فضا میں محسوس کن خاموشی پھیلی تو صبا کو بہت کچھ بدلتا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔ خوبصورت نیکلس گلے میں یکلخت ہی تنگ پڑنے لگا تو اس نے بے ساختہ انگشت شہادت سے چین کو ڈھیلا کرنے کی کوشش کر ڈالی۔

"جب وہ اتنا اصرار کر رہا تھا تو چلی جاتیں اس کے ساتھ۔" گاڑی اسٹارٹ کرتا وہ بہت مہری سے کہہ رہا تھا۔

"اگر آپ کو میرا ساتھ آنا اتنا ہی برا لگا ہے تو تبھی کہہ دیتے، میں ان کے ساتھ ہی چلی جاتی۔" قدرے توقف کے بعد وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

"میرا اچھا یا برا سوچنے کی زحمت مت کیا کیجئے، آپ کی زندگی ہے، اپنے طور پر گزاریئے۔"

صبا کو بہت شدت سے احساس ہوا کہ وہ پھر سے ایک ان دیکھے خول میں سمٹنے لگا تھا۔ مگر کیا یہ کیسا کھیل تھا لمحوں کا؟ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

"بہت خوب ـــــ بہت شکریہ اس نوازش کا۔" وہ بہ مشکل خود پر قابو رکھ پائی تھی۔

وہ کچھ کہے بنا بہت سرد سا انداز لئے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور صبا اس کے رویوں کی بھول بھلی میں سر ٹکراتی رہ گئی۔

●●●●●

"عید مبارک!"

عید کی نماز پڑھ کر آنے والوں کی آوازوں سے گھر میں ایک بے حد خوشگوار اور پُرجوش سی ہلچل مچ گئی تھی۔

کیسا حسین تحفہ ہے یہ عید کا دن ہمارے لئے۔ اسپیشلی اپنے رب کی جانب سے بندے کے لئے خوشی کا دن کہ جب خوشی خود بخود اپنے دل سے اُمڈتی اور ہونٹوں پہ پھیلتی ہے۔ آنکھوں سے چھلکتی ہے۔ یوں تو روزانہ ہی تقریباً کچھ نہ کچھ پکا کر عزیزوں کے گھروں میں بھجوایا جاتا ہے۔ مگر عید کے روز بانٹی جانے والی سویوں کا ایک اپنا ہی لطف ہے۔ روزانہ کی پانچ نمازوں پر عید کی نماز کا جوش ا

ولولہ حاوی ہوتا محسوس ہوتا ہے۔

سال بھر سلوائے جانے والے مہنگے ترین جوڑے سے بھی عید کے جوڑے کی خوبصورتی کا تقابل نہیں کیا جا سکتا۔

چاہے آدمی کتنا بھی بینک بیلنس کیوں نہ رکھتا ہو، عیدی کا ایک سو روپیہ بھی بہت الوہی سی خوشی دیتا ہے۔

کیوں ـــــ؟

عید کے روز چھوٹی چھوٹی خوشی ہر خوشی پر بھاری کیوں لگتی ہے؟ ـــــ جن لوگوں سے ہم پورا سال ملتے رہتے ہیں، عید کے روز ان سے ملنے میں اس قدر نیا پن کیوں لگتا ہے؟

ان سب سوالوں کا جواب خود قدرت نے دیا ہے۔ جس نے صاف لفظوں میں اس دن کو مسلمانوں کے لئے خوشی کا دن قرار دیا ہے۔

تو اس روز خوشی انسان کے اندر سے پھوٹتی ہے ـــــ اسے خوش ہونے کی کوشش نہیں کرنا پڑتی۔ اس کے حواس پر فطری طور پر خوشی کا قبضہ ہوتا ہے۔

"انس بھائی! پلیز، کم از کم آج تو اس قدر کنجوسی مت دکھائیں۔" ضحیٰ کو سخت تاؤ آ رہا تھا۔ کیا مجال تھی جو انس کسی کو اپنی جیب کے پاس پھٹکنے بھی دے رہا ہو۔

"دیکھو، اب میں شادی شدہ ہوں اور شوہروں کی جیب کی حالت کا ابھی تمہیں اندازہ نہیں۔ عموماً خالی ہی ہوتی ہے۔ اور عید پر تو خصوصاً۔" وہ اسے صاف ٹہلا رہا تھا۔ ساتھ ہی نگاہ اِدھر اُدھر کسی دل پسند چہرے کی تلاش میں بھٹک رہی تھی۔ سبھی موجود تھے مگر ایک وہی کہیں نہیں تھی۔

رات سبھی لڑکے چاند رات کی انجوائے منٹ میں گھومتے پھرتے رہے تو کہیں صبح چار بجے واپسی ہوئی تھی۔ تین چار گھنٹوں کی نیند اور اس کے بعد پھر افراتفری میں اٹھ کر عید کی نماز کے لئے نکلنا۔ تب نگین کچن میں تائی جان اور چچی جان کے ساتھ تھی۔ مگر اب کہاں ہے ـــــ؟ انس کا دل بے چین ہو رہا تھا۔

"آپ تو شوہر بننے سے پہلے بھی اتنے ہی کنجوس تھے۔ ناحق بھابی کو الزام دے رہے ہیں۔" ضحیٰ نے جل کر کہا۔ وہ تایا جان اور چچا جان سے اچھی خاصی عیدی بٹور چکی تھی۔ یہ انس ہی تھا جو قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ ہر بار اس سے عیدی لینا بحث و مباحثے کا سبب بنا کرتا تھا۔

"میں کنجوس ہی بھلا۔" وہ فوراً بولا تھا۔ پھر سامنے صوفے پر بیٹھے معید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اور یہ جو اتنی بھاری آسامی تمہارے حوالے کی ہے، اس سے کچھ نہیں مانگو گی؟"

"ان سے تو جو مانگنا تھا، مانگ لیا ہے۔" وہ بے اختیار کہہ کر فوراً ہی انس کو دیکھنے لگی۔ جیسے اندازہ کرنا چاہتی ہو کہ وہ اس کی بات کو کس رخ پر سمجھا ہے۔ مگر انس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور انداز معنی خیز۔

"اوہو ـــــ"

ضحیٰ بے اندازہ خجل ہو اُٹھی۔

ایک بے احتیاط جملہ کسی کو کتنے غلط اندازے لگانے کی چھوٹ دے دیتا ہے۔ اسے شدت اندازہ ہوا تھا۔

معید اچٹتی نگاہ اس پر ڈالتا پھر سے چچا جان کی طرف متوجہ ہو گیا تو ضحیٰ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔

"صاف لگ رہا ہے کہ رمضان کی رخصتی کے ساتھ ہی شیطان کی آمد ہو گئی ہے۔ تبھی تو آپ سخاوت کو کنجوسی نے لپیٹے میں لے لیا ہے۔" وہ طنزاً کہہ رہی تھی۔

اسی وقت مریم پھپھو اور عماد کے ساتھ چاند، احمر اور نعمان اپنی مسز کے ساتھ اندر داخل ہو۔ پھر سے عید مبارک کا شور بیدار ہونے لگا۔ ضحیٰ جلدی سے وجدان اور حمرہ کو بھی لے آئی۔

"عیدی جمع کرنے کا نادر موقع ہاتھ لگا ہے اور تم لوگ بے خبر بیٹھے ہو۔" رسٹ کلر کا خوبصور سا جوڑا اور چنا ہوا دوپٹہ اس کے سادہ سے روپ کو بھی دمکا رہا تھا۔ اس کی طمانیت اور بے فکر پن ہی نے معید کو گہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے پر مجبور کیا تھا۔

عیدی کے لئے سب سے الجھتی، جھگڑتی وہ اسے سب فکروں سے آزاد محسوس ہوئی تھی اور اس کی بے ساختہ سی ہنسی۔ تو کیا یہ واقعی کسی خوش کن تبدیلی کے حصار میں ہے؟

وہ اُلجھا تھا۔

انس غیر محسوس کن طریقے سے ان سب کے بیچ میں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آیا تو نگین ش اس کے انتظار سے بیزار ہونے کے بعد باہر آنے لگی تھی۔ مگر انس کو دیکھ کر ٹھٹک سی گئی۔ اس لشکارے مارتا روپ انس کے دل میں گھر کر گیا تھا۔

"عید مبارک ——"

وہ بہت گرم جوشی سے ملا تھا جیسے دونوں کے مابین بہت دوستی ہو۔ نگین کی ہر ناراضگی، ہر ش ہرن ہونے لگا۔

"سب لوگ باہر موجود ہیں —— میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہا تھا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ نگین یو اس کی توجہ خود سے ہٹانے کی خاطر بیڈ شیٹ درست کرنے لگی تو وہ بیڈ کے وسط میں آڑا ترچھا لی ہوئے بولا۔

"عید کا مطلب یہ تو نہیں ہوتا۔" اس کے انداز کی ذومعنویت پا کر وہ جھینپ سی گئی۔

"تو میں کون سا آپ کے آرام کی خاطر صحیح کر رہی تھی۔ اور لائیے نا، ذرا میری عیدی نکالئے تب آپ کو عید کا مطلب سمجھ میں آئے گا۔" وہ فوراً بات پلٹ گئی تھی۔

"ایسے ہی تھوڑی مل جاتی ہے عیدی۔ اس کے لئے پہلے عید ملنا پڑتی ہے۔" وہ آنکھوں میں کہ شرارت لئے کہہ رہا تھا۔

"ملی تو ہوں عید۔"

نگین کے احتجاج پر وہ مکر گیا۔

"کب؟ —— کہاں؟"

"ابھی —— یہاں ——" وہ حجاب کے مارے وضاحت بھی نہیں کر پائی تھی۔

"وہ تو میں ملا تھا۔ بھئی جو آگے بڑھ کے عید ملے، عیدی صرف اس کو ملتی ہے۔"

اس کی مسکراہٹ کا رنگ کچھ اور بڑھا تھا۔ نگین ناراضگی کے اظہار کے طور پر پیر پٹختی باہر نکل گئی تو وہ بھی اپنی شرارت سے محظوظ ہوتا اس کے پیچھے لپکا تھا۔

"کیا بات ہے بھئی —— اکیلے اکیلے ہی عید منائی جا رہی ہے۔" اسماء بھابی نے اس کے سجے سنورے وجود کو محبت سے بانہوں میں بھینچتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ ہنس دی۔

"سب سے عید وصول ہو گئی ہے، سوائے آپ کے میاں کے۔ جو نہ صرف کنجوس ہیں بلکہ مہا کنجوس ہیں۔" ضحیٰ نے نگین سے شکایت کی تو اسماء بھابی نے حیرت کا برملا اظہار کیا۔

"یہ —— آج نگی "آپ" کیسے ہو گئی؟" وہ ضحیٰ کی تُو تڑاخ سے اچھی طرح واقف تھیں۔

"عقل کا کیا ہے، جب بھی آ جائے۔" وہ ڈھٹائی سے بولی تو اسماء بھابی نے قہقہہ لگاتے ہوئے بے ساختہ معید کی طرف اشارہ کیا۔

"پھر تو معید بھی "وہ" ہو گیا ہو گا؟"

نگین بھی ہنسی تو وہ جز بز ہو کر اسماء بھابی کو گھورنے لگی۔

"نہ صرف "وہ" بلکہ "آپ" اور "انہوں" بھی ہو گئے ہیں۔" نگین نے اس کے جملے سے حظ اٹھاتے ہوئے مزید بتایا تھا۔

"واہ بھئی —— پھر تو واقعی عقل کی آمد کا اشارہ ہے۔"

"آپ پہلے ایسی نہیں تھیں۔ یہ سب نعمان بھائی کی صحبت کا اثر ہے۔" ضحیٰ نے متاسفانہ انداز میں با آواز بلند کہا۔ ممکن ہی نہیں تھا کہ نعمان نہ سنتا۔

"کیا یار! ہمسایہ ملک کی طرح ہر اندرونی و بیرونی سازش کی ذمہ داری مجھ غریب پر ڈال دیتے ہو تم لوگ۔" وہ اپنی خفگی کا اظہار کر رہا تھا۔ اسماء بھابی تو گویا تڑپ ہی اُٹھیں۔

"ارے واہ —— ایسی کون سی خامیاں سامنے آ گئی ہیں میری جو یوں پھیل رہے ہیں آپ؟"

"منہ زبانی والی بات کہاں ہے بیگم؟ —— اس کے لئے تو پورا رجسٹر تیار کیا ہے میں نے۔" وہ آہ بھرتے ہوئے بولا تو چاند نے اسماء بھابی کو فری مشورہ فراہم کیا۔

"رجسٹروں کا کیا ہے بھابی! ان کو تو ایک دن دیمک چاٹ جائے گی۔ آپ اس کی خامیوں پر مشتمل ایک ویب سائٹ لانچ کیجئے۔ آخر دنیا کو بھی تو پتہ چلے کہ شوہر بھی قصوروار ہوتے ہیں۔"

"یہاں کون مانتا ہے بھلا۔ لیکن تمہارا مشورہ قابل غور ہے۔"

"خیر، عید کا دن ہے اس لئے میں کوئی ایشو نہیں اٹھانا چاہتا۔ مگر یہ بہرحال حقیقت ہے کہ عورتوں میں خامیاں مردوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ انس نے بھی اس میدانِ کارزار میں قدم رکھ دیا تھا۔

"مثلاً؟" ضحیٰ نے تمسخر سے پوچھا۔

"گن گن کے بتا سکتا ہوں۔ پوریں ختم ہو جائیں گی، خامیاں نہیں۔" وہ مسکراہٹ دباتے کہہ رہا تھا۔

"اور یہ مردوں کی سب سے بڑی خامی ہی نہیں بلکہ ہابی بھی ہے۔ یعنی کہ ہر وقت عورت کو الزام ٹھہراتے رہنا۔" نگین نے بہت اطمینان سے اس کی بات لوٹائی تھی۔

"ہاں تو وکیل صاحب! آپ بتائیں، کیا ریشو ہے مرد و زن کی خامیوں اور خوبیوں کا؟" نے فرضی مائیک معید کے آگے کرتے ہوئے بڑے انداز سے پوچھا تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہ سب حالات پر منحصر ہے نہ کہ مرد یا عورت ہونے پر۔۔۔۔ بے وفائی اور وفا، یا کچھ خامیاں یا خوبیاں کسی کی میراث نہیں ہوتیں۔ ہمارے پاس بہت سے ایسے کیسز آتے ہیں؛ عورت مظلوم ہوتی ہے تو وہیں ایسے کیسز کی بھی کمی نہیں جن میں ایک عورت اچھے خاصے مرد کو رگ رکھ دیتی ہے۔"

"یہ تو ملکی سطح کی بات ہے۔ بھئی ہم تو گھریلو ڈسکشن کر رہے ہیں۔ بھلا ہم شوہروں سے زیادہ مظلوم اور کون ہو گا۔ اب میں نعمان کا درد بہت اچھی طرح محسوس کر سکتا ہوں۔" انس نے نگین کو شرارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے آہ بھری تھی۔

"اور میرے درد کا کچھ نہیں۔ اب تک مجھے عیدی نہیں دی آپ نے جو کہ میرا حق بنتا ہے۔" نگین نے چوٹ کی تو اسماء بھابی نے طنز کیا تھا۔

"شادی کے بعد صرف عورت پر حقوق و فرائض کا اطلاق ہوتا ہے نگین! ان لوگوں کی ساری تابی شادی سے پہلے تک ہوتی ہے۔"

ان کی بات پر انس نے قہقہہ لگایا تھا۔

"آپ کی اس بات سے تو نگی کبھی بھی اتفاق نہیں کرے گی۔"

اس کا مطلب سمجھتے ہوئے نگین جھینپ گئی تھی۔ انس نے مسکراتے ہوئے اپنا والٹ نکال کر نگین کو تھما دیا۔

"میں ابھی ہر الزام کو دھو دیتا ہوں۔ اس بلی کو سب سے زیادہ عیدی دینا ورنہ یہ بخشنے والی نہیں ہے۔" اس نے کہتے ہوئے ضحیٰ کی طرف اشارہ کیا تھا جو اس کی بات سن کر کھل اٹھی۔

"آپی! کیا کرو گی اتنے روپوں کا؟ اب تو تمہارے پاس اتنے جمع ہو گئے ہیں کہ ان پر با آسانی ٹیکس لگ سکتا ہے۔" وجدان کی نظریں ہمہ وقت اس کے منی باکس پر رہتی تھیں اور اس کا ضحیٰ پر ادھار چلتا ہی رہتا تھا۔

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ ٹیکس لگوا ہی لوں۔ کم از کم مفت خوروں سے تو جان چھوٹے گی جو ادھار لے کر واپس بھی نہیں کرتے۔" ضحیٰ نے اطمینان سے جواب دیا تھا۔

"صبا اور نوفل نہیں آئے ابھی تک؟" مریم پھپھو نے استفسار کیا تھا۔

"وہ شام کو آئے گی۔" تائی جان نے طمانیت سے کہا تو چچی جان انہیں مفصلاً بتانے لگیں

"ہم نے تو بہت اصرار کیا کہ کچھ دن پہلے آ کر رہتی، عید یہیں گزرتی۔ پر کہنے لگی کہ سسرال میں پہلی عید ہے اور یوں بھی صالحہ آپا کا بہت خیال کرتی ہے۔ شام کو انس اور نگین ادھر جائیں گے تو وہ دونوں یہاں آ جائیں گے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ صبا اور نگین دونوں ہی اس معاملے میں بہت سمجھدار ہیں۔ ورنہ آج کی لڑکیوں میں نہ تو اس قدر احساس ہے اور نہ ہی رشتوں کو جوڑ کر رکھنے کا گُر۔" مریم پھپھو نے صاف گوئی سے رائے دی تھی۔

انہیں بحیثیت بہو کے نگین "میر ہاؤس" کے لئے بہت بہترین چوائس لگتی تھی جس نے پُر آسائش ماحول میں آنکھ کھولنے کے باوجود تعیش پسندی کو خود پر حاوی نہیں ہونے دیا تھا اور نہ ہی تساہل پسندی سے کام لے کر گھریلو ذمہ داریوں سے بچنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے برعکس وہ ہر کام کو بہت شوق سے سیکھنے کی کوشش کرتی تھی۔ باہر سے آنے والا اس گھر کی بہو بیٹیوں میں تمیز نہیں کر پاتا تھا۔ وہ اس قدر سب میں گھل مل کر رہتی تھی۔

"چلو بھئی، جلدی سے کچھ کھانے پینے کا انتظام کرو۔ بھوک بہت لگ رہی ہے۔" عماد کو سب سے زیادہ جلدی بھوک لگتی تھی۔ اب بھی کچن سے اٹھتی خوشبوئیں معدے کا امتحان لینے لگیں تو اس نے شور مچا دیا۔

مریم پھپھو کے ساتھ نگین اور اسماء بھابی فوراً ہی اٹھ گئیں۔ جبکہ چچی جان مسلسل ضحیٰ کو گھور رہی تھیں جو عماد اور چاند کے ساتھ باتیں بگھارنے میں جتی ہوئی تھی۔

اتنا سکھانے، پڑھانے کے بعد بھی وہ اس میں اپنی پسند کا احساسِ ذمہ داری پیدا نہیں کر پائی تھیں جو لڑکیوں کو ہر گھریلو کام کی مناسبت سے کرنے کا شعور دیتا ہے۔

●●●●●

ادینہ اپنی بھرپور تیاری کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تو صبا تیار ہونے کے بعد کمرے میں پھیلی اشیاء کو ترتیب سے رکھ رہی تھی۔

"ارے، یہ کیا صبا! پہلی عید ہے تمہاری۔ میکے سے آیا سوٹ نہیں پہنا تم نے؟" وہ مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"میں نے سوچا اتنے سالوں تک میکے والوں ہی کے بنائے کپڑے پہنتی رہی ہوں، اس بار ذرا شوہر کو خوش کیا جائے۔"

صبا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو وہ کلس کر رہ گئی۔ اسے پھر سے وہ رات یاد آنے لگی جب وہ کتنی ہی دیر نوفل کی گاڑی کے پاس کھڑی اس کا انتظار کرتی رہی تھی مگر وہ صبا کو ساتھ لئے مارکیٹیں نکالتا پھر رہا تھا۔ ادینہ کو تو اس کی دوست نے گھر ڈراپ کر ہی دیا تھا۔ مگر جب نوفل اور صبا غیر متوقع طور پر اکٹھے واپس پہنچے تو صحیح معنوں میں ادینہ جل کر خاکستر ہو گئی۔

"بڑی عجیب سی بات ہے۔" ادینہ نے شانے اچکاتے ہوئے کہا۔ "ورنہ عموماً لڑکیاں میکے سے

آیا جوڑا ہی پہنتی ہیں۔"

"پہنوں گی نا ـــــ شام کو جب ادھر جاؤں گی، تب۔ ابھی تو فی الحال شوہر کو خوش کرنے کے لئے یہ اہتمام کیا ہے۔" صبا کو پتہ نہیں کیوں اس جھوٹ میں بہت مزا آیا تھا اور ہنسی بھی۔ "تمہیں پتہ ہی ہے نوفل اس معاملے میں کس قدر جذباتی ہیں۔"

ادینہ کو اس کے لشکارے مارتے روپ پر رشک بھی آیا تھا اور بے پناہ حسد بھی محسوس ہوا۔ جانے کیا جادو کر رکھا تھا اس عام سی لڑکی نے نوفل کے حواس پر کہ وہ جو ایک پل کو اس سے دکھائی دیتا تو اگلے ہی پل اس کی وارفتگی بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہوتی تھی۔

"مجھے یہ ڈریس نوفل ہی نے دلوایا تھا اور خاص طور پر ہدایت کی تھی کہ عید پہ ضرور پہنوں۔" ادینہ آخری لمحوں تک بازی کھیلنے کا گر جانتی تھی۔ اٹھلا کر بولی تو صبا نے بڑے خلوص سے اس کی تعریف کی۔ چند ثانیوں کے توقف کے بعد ادینہ یوں بولی جیسے اچانک ہی یاد آیا ہو۔

"پتہ ہے صبا! جب ممانی جان نے میری اور نوفل کی بات طے کر رکھی تھی تب بھی نوفل ہر موقع پر میرے لئے اپنی پسند کا ڈریس بنواتا تھا اور اس کی ضد ہوتی کہ میں وہی ڈریس اور پہنوں جو اس نے پسند کی ہے۔"

اس نئی خبر پر صبا تو ٹھٹکی سو ٹھٹکی، نوفل کے قدم بھی دہلیز پر ہی رک گئے تھے۔ صالحہ بیگم نے نوفل اور ادینہ کے متعلق ایسا کچھ سوچ رکھا ہو تو ہو مگر نوفل نے کبھی بھولے سے بھی ادینہ کو ایسے میں ایسا کوئی مقام نہیں دیا تھا۔ اور جہاں تک شاپنگ کی بات تھی تو یہ واقعی وہ سچ کہہ رہی تھی۔ مگر اس بات کا کریڈٹ بھی نوفل کی جذباتیت کو جاتا تھا۔ وہ خود سے منسلک ہر رشتے کا یونہی خیال رکھنے کا عادی تھا۔ مگر اب جس انداز میں ادینہ بات کر رہی تھی وہ بھی نظر انداز کیا جانے والا نہیں تھا۔ صبا کی تو نہیں، البتہ ادینہ کی غلط فہمی ضرور دور کرنے کی ضرورت تھی۔

"السلام علیکم! ـــــ عید مبارک۔" وہ بڑے خوش باش سے انداز میں کہتا اندر داخل ہوا تو صبا کے مدھم انداز پر حاوی ہوتے ادینہ کے پُر جوش اور قدرے بے تکلفانہ انداز نے نوفل کو بہت ... دیا تھا۔

"تمہیں اکثر کرتہ شلوار پہننا چاہئے نوفل! یو آر لکنگ ویری اسمارٹ۔"

"یہ تمہاری عیدی۔" اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے نوفل نے والٹ میں سے روپے نکال کر اس کی طرف بڑھائے تو وہ ٹھٹکی۔

"یہ کیا نوفل! ـــــ ایسے تھوڑی مزہ آتا ہے عیدی لینے کا۔ کوئی لڑائی جھگڑا نہیں، کوئی تکرار نہیں۔"

"تم خود سمجھدار ہو۔ آئی ایم میرڈ ناؤ ـــــ میں کہاں بحث و تکرار میں وقت ضائع کرتا پھروں۔ ابھی مجھے بیوی سے عیدی ملنی ہے۔" وہ قصداً مسکرایا تھا۔ انداز میں ایک محسوس کن سی ذو معنویت تھی۔ جہاں ادینہ کو ایک جھٹکا لگا وہیں صبا کو بھی یہ غیر متوقع الفاظ سن کر اپنے وجود میں سنسنی سی

محسوس ہوئی تھی۔

"بہت اچھا طریقہ ہے مجھے کمرے سے بھگانے کا۔" وہ ٹھیک سے مسکرا بھی نہیں پائی تھی۔

"کیا کریں ـــــ پہلی عید کا چارم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔" وہ گہری سانس بھرتا کہہ رہا تھا۔

صبا ان کے انداز گفتگو پر خواہ مخواہ خجل ہو رہی تھی۔

"میں امی جان کو دیکھ آؤں ذرا۔" صبا سنجیدگی سے کہتی منظر سے ہٹنے لگی تھی۔ مگر راستے ہی میں نوفل اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک گیا۔

"ابھی ٹھہریں ذرا ـــــ ادینہ دیکھ لیتی ہیں نا امی کو۔ کیوں ادینہ؟" وہ ہونٹوں پر بڑی خوشنما سی مسکراہٹ لئے ادینہ سے رائے طلب کر رہا تھا۔ ادینہ سے مسکرانا دوبھر ہونے لگا۔

"ہاں ـــــ کیوں نہیں۔" وہ دل میں جلتا الاؤ لئے پلٹ گئی تھی۔

نوفل نے گہری سانس بھرتے ہوئے ایک نظر ساتھ کھڑی صبا پر ڈالی۔ اس کا دلایا ہوا سوٹ، گلے میں خوبصورت سا نیکلس اور ہاتھوں میں اسی کے دیئے ہوئے کنگن ـــــ ایک عجیب سے احساس نے اس کے اندر قدم دھرا تھا۔ پارسا عورت بہت خوبصورت نہ ہوتے ہوئے بھی اپنی فطری شرم و حیا اور معصومیت بھری سادگی سے ہر خوبصورتی کو پیچھے چھوڑ دیتی ہے۔ صبا بھی بہت خوبصورت نہیں تھی اور عموماً بہت سادہ حلیے میں رہتی تھی۔ مگر نوفل کو یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی کہ وہ اسے اپنی طرف کیوں متوجہ کرتی ہے جب کہ وہ اپنے اطراف میں خود ساختہ بدگمانیوں اور شکوک کی دیواریں کھڑی کئے بیٹھا تھا۔

'شاید ان آنکھوں نے بھی میرے گرد ایک ایسی ہی دیوار کھینچ رکھی ہے کہ میں کہیں جا نہیں پا رہا۔ چاہتے ہوئے بھی۔'

صبا نے اپنا ہاتھ کھینچا تو وہ کسی دھیان سے چونکا تھا۔

"اکیلے میں تو میرا خیال ہے کہ اس طرح کے ڈراموں کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ قدرے طنزیہ انداز میں کہتی نوفل کو پوری طرح سے متوجہ کر گئی تھی۔

اس کے شانوں کو تھامتا وہ تھوڑا سا جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بہت رسانیت سے پوچھنے لگا۔

"آپ کو کس نے کہا کہ یہ ڈرامہ ہے؟" وہ بری طرح چونکی تھی۔ اس جملے کے کئی معنی نکالے جا سکتے تھے اور سب سے بڑھ کر نوفل کے اس انداز کے۔ مگر وہ نوفل کے اس انداز سے مسمرائز نہیں ہونا چاہتی تھی۔ ہر بار وہ یونہی ہاتھ بڑھا کر پھر اس کا ہاتھ جھٹک دیتا تھا۔

"اتنے عرصے سے ایک ڈرامہ ہی تو کھیل رہے ہیں آپ میرے ساتھ۔ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔" اس نے بہت تحمل سے کہتے ہوئے اپنے شانوں پر سے اس کے ہاتھ ہٹائے تھے۔

"اگر آپ چاہیں تو اس ڈرامے کو حقیقت بنایا جا سکتا ہے۔" وہ جانے کس رو میں تھا، بے اختیار۔ مگر صبا کے اندر کہیں گہری ضرب پڑی تھی۔

"حقیقت سے ڈرامے بنا کرتے ہیں، نہ کہ ڈرامے سے حقیقت۔"

"ویسے اگر ہماری لائف پر ڈرامہ بنے تو بہت انٹرسٹنگ ہوگا۔"

صبا کی آنکھوں میں بے اختیار ہی نمی اتر آئی تھی۔ بے حد دل گرفتگی سے بولی۔

"ڈرامہ ہی تو ہے ہماری زندگی ـــــ دوسروں کو دکھانے کے لئے ہنسنا، دوسروں کو خوش ر کے لئے کامیاب ازدواجی زندگی کی ایکٹنگ کرنا۔"

"ہوں ـــــ اس کا مطلب ہے کہ آپ اس سب سے تنگ آگئی ہیں۔" وہ مبہم سے انداز کہتا پھر سے اس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔ سفید براق کلف لگے کرتے شلوار میں ملبوس وہ بھرپور مردانہ شخصیت کے ساتھ ماحول پر چھایا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ شادی سے لے کر اب تک صبا اسے کبھی اس لباس میں نہیں دیکھا تھا۔ اس کا پہناوا ویسٹرن ہی ہوا کرتا تھا۔ اور اب جیسے ا وجاہت اور تمکنت میں اس لباس نے مزید اضافہ کر دیا تھا۔

"نہیں ـــــ بہت خوش ہوں۔ بلکہ میں تو ایسی ہی زندگی کے خواب دیکھا کرتی تھی۔" ا دل جل کر خاک ہوا تھا۔

"خوابوں کا کیا ہے۔ ہم صرف خواب دیکھنے پر ہی قادر ہیں۔ ان کی تعبیر اپنے حق میں نہ سکتے۔ میں نے بھی بہت خواب دیکھے تھے اپنی زندگی کے لئے۔" وہ عجیب سے انداز میں کہہ رہا صبا بولی۔

"انتقام پورا کرنے سے بہتر تھا کہ ان خوابوں ہی کو پورا کر لیتے۔ کم از کم کسی اور کی زند بربادی سے بچ جاتی۔ کسی اور کے خواب تو نہ ٹوٹتے۔"

وہ چونکا تھا۔ وہ انتہائی شکستہ اور دل گرفتہ تھی۔

"میں نے آپ سے کہا نا کہ ہر خواب کی تعبیر اپنی من پسند نہیں ہوتی۔ بعض خواب حقیق روپ دھارنے پر بہت خطرناک اور ناقابل قبول ہو جاتے ہیں۔" وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں صبا بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"یہ آپ کی عیدی۔" وہ اس کی طرف کڑکڑاتے ہوئے نوٹ بڑھا رہا تھا۔ مگر صبا نے ا طرف ایک نظر بھی نہیں کی تھی۔

"بہت شکریہ اس مہربانی کا۔ مگر اب شاید مجھے نہ تو آپ سے کسی چیز کی ضرورت ہے اور توقع۔" وہ بڑے تحمل سے کہتی مزید وہاں نہیں رکی تھی۔

نوفل کئی پل اسی زاویے میں کھڑا رہ گیا۔

'مجھ سے کیا توقعات وابستہ کئے بیٹھی ہو صبا میر! تم نے تو خود میری توقعات کو اس بری طر ہے کہ......' وہ سختی سے لب بھینچ گیا تھا۔

'اب شاید عماد اور صبا کے بیچ کچھ نہ رہا ہو، شاید شادی کے بعد صبا مجھ سے واقعی کچھ تو وابستہ کر بیٹھی ہو، یا شاید محبت کی امید رکھتی ہو۔' نوفل کے ذہن میں خیالات کی بھاگ دوڑ مچی

'مگر میں یہ کیسے بھولوں کہ تمہارے ان جذبات پر، ان احساسات پر کسی اور کا قبضہ رہ چکا ہے۔'

وہ نیچے آیا تو وہ صالحہ بیگم کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی۔

"بس میں یہی چاہتی ہوں کہ تم یونہی اس کا خیال رکھو۔ مختصر سی زندگی کو صرف اور کی ہوس میں ا دینا بھلا کہاں کی دانش مندی ہے۔ جب تک سے کے سمندر سے خوشیوں کے موتی نہ چنے ں۔ بھئی پیچھے مڑ کر دیکھنے پر خوشی اور طمانیت کا احساس ہونا چاہئے نہ کہ سود و زیاں کا۔"

صبا نے انہیں بتایا تھا کہ یہ لباس اور جیولری نوفل کی گفٹ کردہ ہے تو وہ بہت خوش ہوئی تھیں۔ ں نے نوفل سے کہا تو وہ بہ دقت مسکرا پایا۔

اس نے بھی تو اپنے دل پسند شریک سفر کے ساتھ ایسی ہی زندگی گزارنے کی تمنا کی تھی۔ مگر یہیں تو زندگی اور خواب زندگی کی حقیقت کھلتی ہے۔

وہ گہری سانس بھرتا صالحہ بیگم کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"آپ بس دعا کیا کریں امی! اور خوش رہا کریں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ صالحہ بیگم نے اس پیشانی چوم کر خوشیوں بھری زندگی کی دعا دی تھی۔

"میری خوشی تو تم دونوں کے خوش رہنے سے مشروط ہے میری جان! نگین کی طرف سے تو ایسا ان ملا ہے دل کو کہ بیان سے باہر ہے۔ صحیح قدر دانوں میں گئی ہے میری بچی۔ اتنا خیال رکھنے سسرال والے اور محبت کرنے والا شوہر۔ میری تو ساری فکریں ختم ہوگئی ہیں۔"

نوفل نے بے ساختہ صبا کی طرف دیکھا تھا۔ وہ ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لئے ان کی باتیں سن ی۔

نوفل پر بہت غیر محسوس کن جھنجلاہٹ حملہ کرنے لگی۔

وہ کیوں اتنی پتی ورتا بن رہی تھی؟

ہر وقت اپنے رویے سے نوفل کے رویے کو کیموفلاج کرتی رہتی تھی۔ مگر کیوں؟ ـــــ کیوں چھپا ی وہ اس کی اصلیت سب سے؟ ـــــ وہ اتنے مہینوں سے اس ایک بات کا سراغ نہیں لگا پایا یا فقط اپنے بھائی کی خوشگوار زندگی کی خاطر وہ یہ ناگوار زندگی سہہ رہی تھی؟

مگر کیا اس کی سوچ اتنی ہی شفاف ہے کہ محض اپنے بھائی کی، بلکہ میری بہن کی زندگی کی خاطر بےلوث ہے یہ؟' اس کی سوچیں الجھ الجھ کر مزید گنجلک ہو رہی تھیں۔

دوپہر کے کھانے کے بعد نوفل نے خود ہی اسے مخاطب کیا تھا۔

'میرے خیال میں اب ہمیں چلنا چاہئے۔ نگی اور انس کو بھی تو ادھر آنا ہے۔"

"وہ نہ بھی آئیں بیٹا! مگر جو حق صبا کا ہے وہ اسے ہر صورت ملنا چاہئے۔ تم لوگوں کا تو وہاں ہر ن جانا بنتا ہے۔" صالحہ بیگم نے بڑی خوبصورتی سے اس کی غلطی کی نشاندہی کی تھی۔ وہ انس و نگی ں و صبا کے مابین رشتے کو مخصوص "وٹے سٹے" کا رنگ دینے کے حق میں نہیں تھیں۔

"بہت بہتر۔" نوفل نے فرمانبرداری سے سر جھکایا تھا۔ صبا دل گرفتہ سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ صالحہ بیگم کی اچھائی پر خوش ہو یا نوفل کے ناروا رویوں
منائے۔ ایک نوفل احمد اسے صحیح مان دے دیتا تو وہ خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی گردانتی۔
مگر یہاں سب کو حسب آرزو ملنے لگے تو دنیا جنت بن جائے۔
عید کے روز تو خوشی دل سے پھوٹتی ہے مگر صبا کو آج بھی خوش ہونے کے لئے ''کوشش''
رہی تھی۔
'میری زندگی میں یہ بناوٹ، یہ کھوٹ کب تک میرے خدا۔ یا پھر مجھے کاش وہ گناہ یاد
جس کی پاداش میں مجھے یہ سزا بھگتنی پڑ رہی ہے تو میں ہر تاوان چکا کر کفارہ ادا کروں۔' وہ
ہوئے بھی پژمردہ ہو رہی تھی۔ اتنی دل گرفتہ کہ آج میر ہاؤس جانے کا خیال بھی اس کے
خوشی سے بھر نہیں پا رہا تھا۔
اس کی یہ خاموشی نوفل نے بھی بہت شدت سے محسوس کی تھی مگر وہ خود جانے کن اُلجھنو
گھرا تھا کہ ہمیشہ کی طرح اسے اذیت دے کر خوشی حاصل کرنے کی بجائے خاموشی سے ڈ
کرتا رہا۔
اس بوجھل فضا کی خاموشی کو نوفل کے پرسنل سیل کی رنگ نے توڑا تھا۔ اس نے ہاتھ
ڈیش بورڈ پر تھرتھراتا موبائل اٹھا کر بٹن پش کرتے ہوئے کان سے لگا لیا۔
''خیر مبارک! ــــ تمہیں بھی عید مبارک ہو۔'' وہ اتنے عرصے میں پہلی بار مسکرایا تھا۔
سے کھڑکی سے باہر جھانکتی رہی۔
''آفر تو اچھی ہے۔ مگر کیا ہے کہ ابھی تو میں اپنی سسرال جا رہا ہوں۔ جانے وہاں کیا پرو
سیٹ ہو۔'' وہ معذرت خواہانہ انداز میں کہتا صبا کی سماعتوں کو متوجہ کر گیا۔
''تو پھر تم خود ہی صبا سے بات کیوں نہیں کر لیتیں۔ ہاں، ابھی گاڑی میں ہیں ہم۔ ا
کرو۔'' وہ کہنے کے بعد موبائل صبا کی طرف بڑھا رہا تھا۔ صبا سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگ
''ژالے آپ سے بات کرنا چاہتی ہے'' وہ بدستور ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا کہہ رہا تھا۔
دل پر بہت جبر کرتے ہوئے موبائل فون اٹھا کر اس نے کان سے لگایا تھا۔ بہت پُر
ہائے، ہیلو کے بعد وہ اصل بات پر آئی تھی۔
''رات کو پارٹی رکھی ہے میں نے گھر پر ــــ اور میری شدت سے خواہش ہے کہ تم
ضرور شرکت کرو۔''
''ابھی تو ہم گھر جا رہے ہیں۔'' صبا کا ہامی بھرنے کا قطعی ارادہ نہیں تھا۔ مگر پھر بھی اس
کے ساتھ ہی اس نے ایک بے ساختہ نظر نوفل پر ڈالی تھی مگر وہ اسی محویت کے ساتھ ڈرائیو
مصروف تھا۔ یعنی اس آفر کو قبول یا رد کرنے کی ساری ذمہ داری صبا ہی کی تھی۔
''کوئی مسئلہ نہیں ہے صبا! ابھی تو بہت ٹائم ہے۔ گھر والوں سے ملو، گپ شپ لگاؤ۔ پار
کے بعد ہے۔ یار دوست مل بیٹھیں گے یار!''

ژالے کے اصرار میں بہت بے ساختگی بھری اپنائیت تھی۔ اور ادھر صبا میر تھی۔ مروت و محبت
میں گندھی ہوئی۔
''پتہ نہیں گھر والوں نے کیا پروگرام بنایا ہو ــــ'' انکار کرنے کی کوشش میں اس کی زبان لڑکھڑا
گئی تھی۔
ژالے کے محض ایک ہی بار اصرار کرنے پر وہ موم ہو گئی تھی۔
''اوکے۔''
''اب لگی ہو نا نوفل کی بیوی۔ وہ تو شوقین ہے پارٹیز اور ہلے گلے کا۔'' ژالے نے ہنس کر کہا تو
صبا نے اس ''نئی اطلاع'' کے ساتھ الوداعی کلمات کہتے ہوئے فون نوفل کی طرف بڑھا دیا تھا۔ اس
نے ٹائمنگ وغیرہ کنفرم کر کے فون آف کر دیا تھا۔
''اگر آپ کا موڈ نہیں تھا تو آپ پر دعوت قبول کرنے کی مجبوری نہیں تھی۔'' وہ اچٹتی نگاہ اس پر
ڈالتا کہہ رہا تھا۔
''جہاں اتنا کچھ برداشت کر رہی ہوں، وہیں ایک آپ کی منظورِ نظر بھی سہی۔'' صبا نے بڑے
ضبط سے کہا تھا۔
نوفل نے کچھ کہنے کی کوشش میں کھلتے لبوں کو بہ مشکل آپس میں بھینچا تھا۔
گاڑی کی فضا پھر سے بوجھل ہو گئی تھی۔

●●●●●

''میری صرف ایک ہی شرط ہے ــــ خبردار جو تم نے میرے بغیر وہاں رہنے کی ضد کی تو۔''
نگین کو بیگ میں کپڑے ٹھونستے دیکھ کر کمرے میں آتے ہی انس نے صفا چٹ انداز میں کہا تو وہ
جل کر بولی۔
''تو میں کون سا ہفتہ بھر رہنے کو جا رہی ہوں۔ آپ کے ساتھ ہی واپس آؤں گی۔ آپ کا کیا
بھروسہ ہے اب۔''
انس دل کھول کر ہنسا تھا۔ پھر اس کا دل جلانے والے انداز میں بولا۔
''تو یوں کہو نا کہ میری بے اعتباری ہو رہی ہے۔''
''ہاں ہو رہی ہے۔'' نگین نے صاف گوئی سے اعتراف کیا تھا۔ ''اس روز میں ہفتہ بھر رہ کے
آئی تو آپ کیسے آزاد ہوئے پھر رہے تھے۔ بلکہ اُڑ رہے تھے۔''
''میں تو چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنی زلفوں کے جنگل میں قید رکھو۔ اپنے علاوہ کچھ سوچنے نہ دو۔ مگر
تمہیں خود ہی کچھ پرواہ نہیں اپنے ہینڈسم شوہر کی تو پھر شوہر بے چارہ کیا کرے؟'' وہ بڑی معصومیت
سے پوچھ رہا تھا۔
نگین کو غصہ آنے لگا۔ دانت پیس کر بولی۔
''ایک تو بیوی کے اِدھر اُدھر ہوتے ہی ہینڈسم شوہروں کو ''چارے'' کی ضرورت محسوس ہونے لگتی

ہے۔ تبھی تو خود کو "بے چارے" محسوس کرتے ہیں۔"

انس نے بہت مشکل سے ہنسی ضبط کرتے ہوئے اس کے شانے پر ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے شر
سے کہا۔

"تو "چارے" کو کیا ضرورت ہے اِدھر اُدھر ہو کر شوہر کو "بے چارہ" کرنے کی۔"

وہ پوری کی پوری اس کی طرف گھوم گئی تو وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"یہی تو بات ہے۔ بیوی کو چارہ سمجھ رکھا ہے آپ لوگوں نے۔ جب جی چاہا، اس کا موجو
اشد ضروری ہے۔ بیوی کو بھی کبھی بے چاری سمجھ لیا کریں۔" وہ طنزاً کہہ رہی تھی۔

انس نے دونوں ہاتھ اس کی کمر میں حمائل کرتے ہوئے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے
جکڑ لیا تھا۔

"تو بیوی کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی عقل استعمال کرے۔ معصوم شوہر کو اتنے چالاک زمانے
حوالے کر کے میکے نہ جایا کرے۔"

"جب آپ میرے حقوق ضبط کرنے کی بات کرتے ہیں تو آپ کا یہ رومینٹک انداز مجھے
بھی اچھا نہیں لگتا۔" وہ واقعتاً چڑ گئی تھی۔

"خبردار ـــــ تم مجھ پر اپنے حقوق کے سلسلے میں کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتیں۔ محبت کرنے
معاملے میں تو میں چوک ہی نہیں سکتا کبھی۔" وہ اپنے کہے کو عمل سے یقین بخش رہا تھا۔

نگین کی سانس رکنے لگی۔

اور یہ تو وہ بھی مانتی تھی کہ انس کے جذبات کی شوریدہ سری کا ساتھ دینا تو دور کی بات تھی وہ
جذبات کو سہہ بھی نہیں پاتی تھی۔ ایک حیا کا سا احساس اس پر ہمیشہ حاوی رہتا تھا۔ اس کے بر
اپنے جذبات کے فی الفور اظہار کے معاملے میں انس بہت بے باک تھا۔

"انس! دیر ہو رہی ہے۔" وہ کسمسائی تھی۔ انس نے اس کے دلفریب چہرے کو گہری نگاہ
سمویا تھا۔

"کیا بہت ضروری ہے آج جانا؟"

اس کے لب و لہجے سے جھلکتے مخصوص استحقاق کو پاتے ہی نگین نے جیسے ہوش میں آتے ہو
اس کے بازوؤں کو جھٹک دیا تھا۔

"خبردار جو آپ نے مجھے ورغلانے کی کوشش کی تو ـــــ آج عید کا دن ہے اور مجھے گھر
جانا ہے۔"

"دیکھا ـــــ ایک ہی پل میں مجھے شیطان کے منصب پر فائز کر دیا۔" وہ تلملایا تھا۔ نگین کو
آ گئی۔

"یہ میں نے کب کہا؟ ـــــ آپ کے دل کا چور بولا ہو گا۔"

"ورغلانے کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔ اور تم مجھے شیطان کہہ رہی ہو۔" وہ اپنی بات پر زور د

ہوئے ناراضگی سے کہتا بستر پر دراز ہو گیا تھا۔

نگین گہری سانس بھر کے رہ گئی۔ اب اگلا آدھا گھنٹہ اسے منانے میں صرف ہونے والا تھا۔ اور
یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھی۔

دروازہ کھٹکھٹائے جانے پر وہ پلٹی تھی۔

"آ جائیں۔"

دروازہ کھول کر حمرہ نے اندر جھانکا تھا۔

"صبا آپی اور نوفل بھائی آ گئے ہیں۔" وہ اطلاع دے کر غائب ہو گئی تھی۔

"دیکھا ـــــ ایسے ہوتے ہیں اچھے شوہر۔" نگین نے اسے مزید تپایا تھا اور وہ واقعی سلگتا ہوا
اٹھ بیٹھا۔

"ایک تم اور ایک تمہارا بھائی۔ اچھوں کی دنیا تمہی دونوں پر ختم ہو گئی ہو گی۔"

"اچھا بابا! سوری۔ اب باہر تو چلیں۔" نگین نے ہنستے ہوئے اپنے کانوں کو ہاتھ لگایا تو چند لمحے
سے گھورتے رہنے کے بعد وہ مسکرا دیا تھا۔

"اگر تم میری اتنی پیاری بیوی نہ ہوتیں تو میں کبھی بھی تم سے راضی نہیں ہوتا۔" کمرے سے نکلتے
ہوئے وہ اسے باور کرا رہا تھا۔ نگین کے ہونٹوں پر بے ساختہ ہنسی چٹکی تھی۔

●●●●●

"وجی! ـــــ ایک بار تم میرے ہاتھ آؤ، پھر دیکھنا میں تمہارا کیا حشر کرتی ہوں۔" وہ اسے دھمکا
رہی تھی۔ مگر وجدان کہاں ہاتھ آنے والا تھا۔ منٹوں میں اُڑنچھو ہوا۔

صبا نے پیچھے سے ضحیٰ کو بانہوں کے گھیرے میں لے لیا تو وہ گھبرا کر پلٹی۔ پھر صبا کو دیکھ کر جوش
بھرے انداز میں عید ملنے لگی۔

"تم نے وہ گانا نہیں سنا ضوئی! شادی کے دن ہیں قریب ـــــ بنو ذرا دھیرے بولو۔"

وہ شرارت سے کہہ رہی تھی۔ مگر ضحیٰ نے اسے وہیں ٹوک دیا۔

"عید کے روز تو موڈ خراب مت کرو۔"

"لگتا ہے معید بھائی نے عیدی نہیں دی۔"

"ان سے تو ایسی عیدی وصول کر رہی ہوں کہ یاد کریں گے وہ بھی۔" وہ عجیب سے انداز میں
مسکرائی تو صبا نے پُرتجسس انداز میں پوچھا۔

"ایسا کیا مانگ لیا تم نے؟"

"اپنی زندگی ـــــ اپنی آزادی۔" وہ لہک کر بولی تھی۔ صبا نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کا
دماغ پھر جانے کا مکمل یقین ہو گیا ہو۔

"تم ذرا یہ بتاؤ کہ نوفل بھائی کدھر ہیں؟ ـــــ میں ان سے آج دو دو ہاتھ کرنے والی ہوں۔
آؤ، ہماری لڑکی پر قبضہ ہی کر کے بیٹھ گئے ہیں۔" ضحیٰ یکلخت ہی بدل گئی تھی۔

صبا ہلکے سے مسکرائی۔

"وہ سب کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھے ہیں۔"

"نگی اور انس بھائی چلے گئے کیا؟" ضحٰی اس کے ساتھ لاؤنج کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھ
تھی۔ صبا نے اثبات میں جواب دیا۔

"ہاں ___ ابھی نکلے ہیں، ہمارے آنے کے بعد۔"

ضحٰی جاتے ہی نوفل کو گھیر کر بیٹھ گئی جو پہلے ہی وجدان اور حمرہ کے نرغے میں تھا۔

"پہلے تو نکالیں ایک بھاری بھرکم عیدی۔ اس کے بعد میں آپ پر ایک بہت بھاری مق
چلانے والی ہوں۔" اس نے دھونس بھرے انداز میں کہا تھا۔

"ہاں بھئی، کیوں نہیں۔ تم چلا سکتی ہو مقدمہ۔ آخر ایک اتنا قابل وکیل سونپ رہے ہیں تمہیں
نوفل نے ہنستے ہوئے بے ساختگی سے کہا تو اس کے اندر تک کڑواہٹ بھر گئی۔ یہ تو ہو ہی نہیں سک
کہ نوفل کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھا معید حسن اس جملے سے محروم رہا ہو۔

"غلط فہمی ہے آپ کی دولہا بھائی! ہم اپنے زور بازو پر بھروسہ کرنے والے لوگ ہیں۔ دوسرا
سہارا نہیں لیتے۔" وہ اونچی آواز میں بولی تو اپنا والٹ نکالتا نوفل ہنس دیا۔

اس نے اپنا والٹ نکال کر صبا کی طرف بڑھایا تھا۔

"میں اسے کیا کروں؟" وہ گڑبڑائی تو اسماء بھابی نے آہ بھر کے شرارت سے کہا۔

"یہ تو حال ہے ہم بے چاری بیویوں کا۔ کبھی جو شوہر مہربان ہو جائیں تو بھی یقین نہیں آتا۔"

ان کے اس فقرے اور صبا کے جھینپ اٹھنے پر سبھی نے لطف لیا تھا۔

"بھئی عیدی دیں سب کو ___" نوفل کی آنکھوں میں ہلکی سی تنبیہہ تھی، اپنا آپ سنبھالنے
دوسرے لفظوں میں اس کا امیج برقرار رکھنے کی۔

صبا نے دل پر جبر کرتے ہوئے اس کا والٹ تھاما تھا۔ ابھی آتی دفعہ اس کے دیئے ہوئے رو
کو اس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اور اب اتنے استحقاق سے نوٹ بانٹنا اسے بالکل بھی گوارہ نہیں
مگر شاید اس کی زندگی میں سب کچھ ان چاہا ہی رہ گیا تھا۔ تب شاید اس نے بدلہ چکانے کی
تھی۔ بڑے کھلے دل اور کھلے ہاتھ سے اس نے نوفل کا والٹ ہلکا کرتے ہوئے وجدان، حمرہ ا
کے ساتھ ساتھ احمر اور چاند کو بھی عیدی دی تھی۔

"شاباش ہے بھئی ___ اور میری عیدی کہاں گئی؟" چاند کو عیدی ملتے ہی عماد کو سخت اعتر
ہوا تھا۔

"اتنے بڑے ہو کر مجھ سے عیدی لیں گے؟" صبا کو ہنسی آئی تھی۔

"تم کون سا عمروں کے لحاظ سے دے رہی ہو۔ یہ چاند تو جیسے شیر خوارگی کی عمر میں ہے۔
سے صرف چار ہی ماہ چھوٹا ہے۔" وہ تڑپ ہی تو اٹھا تھا "اتنے بڑے" ہونے کے طعنے پر۔

"یہ بہت کانشس ہیں عمر کے معاملے میں۔" ضحٰی کو بھی ہنسی آ گئی تھی۔

"شرم کرو عماد! اب دی ہوئی عیدی کی واپسی کا بندوبست کر رہے ہو۔" اسماء بھابی اسے غیرت دلانے والے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"جی ___ اور آپ کا جو ننھا شوہر ہے نا، وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی سب کو اپنی "بالی عمریا" کے قصے سنا کر عیدی بٹور کر فارغ ہوا ہے۔" عماد نے پورا پورا بدلہ چکایا تھا۔

سب کی ہنسی پر اسماء بھابی نے اپنے میاں کو ہلکی نگاہ سے گھور کر دیکھا تھا۔ نعمان کو خود عماد کی لن ترانی پر ہنسی آ رہی تھی۔

رات کے کھانے پر خواتین نے بے حد اہتمام کیا تھا۔

"ہم دونوں کہیں انوائٹڈ ہیں امی!" صبا نے پہلے ہی بتا دیا تھا۔

"خوشی سے بیٹا! مگر عید کے روز تو یہ اہتمام ہوتا ہی ہے۔" انہوں نے تسلی دی تھی۔

نوفل کے ہاں جانے تک وہ خاصی پژمردہ ہو چکی تھی۔ کپڑے بدل کر وہ اپنے ساتھ لایا امی کی طرف کا جوڑا پہن کر الجھی سی بیٹھی تھی۔ جب نوفل اس کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"آپ ابھی تک یونہی بیٹھی ہیں؟" وہ ٹھٹکا تھا۔ اس قدر کھلتے ہوئے رنگ کے لباس میں وہ بے حد نمایاں ہو رہی تھی۔ دوپٹے سے بے نیاز، متناسب سراپا ایک الگ ہی بہار دے رہا تھا۔

"کیا بہت ضروری ہے جانا؟" وہ جیسے بہت ہار کر پوچھ رہی تھی۔ وہ چند سیکنڈز کے لئے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر بہت نارمل انداز میں بولا۔

"یہ تو آپ کو اس وقت سوچنا چاہئے تھا۔ ہامی آپ ہی نے بھری تھی اس انوی ٹیشن کے لئے۔"

"آپ نے بھی تو منع نہیں کیا تھا۔" وہ بے دلی سے چٹیا کے بل کھولنے لگی۔

"ویری ویل! ___" وہ دھیرے سے ہنستا ہوا آگے بڑھ کر اونچے تکیے سے ٹیک لگاتا بستر پر نیم دراز ہو گیا۔

"یعنی اب آپ میری مرضی کی پابند ہو گئی ہیں۔"

"مرضی ہو یا نہ ہو، کسی کا پابند ہونا ہی بہت معنی رکھتا ہے۔" وہ بہت ضبط سے کہہ رہی تھی۔

"اوہو ___ تو یہ بات آپ کے لئے بھی معنی رکھتی ہے۔" وہ طنزیہ لہجے میں بولا تو اپنے گھنے بالوں کو برش سے سلجھاتی وہ مارے تحیر کے پلٹ کر اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس شادی کو ایک کھیل کے طور پر آپ نے کھیلا ہے۔ اس شادی سے آپ کے مفادات وابستہ تھے، میرے نہیں۔ میں نے تو یونہی شادی کی تھی جیسے سب لڑکیاں کرتی ہیں۔ پھر آپ مجھ پر طنز کے تیر کیوں چلاتے رہتے ہیں۔ یوں جیسے یہ کھیل آپ نے نہیں میں نے کھیلا ہو۔" اس نے تلخی سے کہا تھا۔

چند لمحے اسے دیکھتے رہنے کے بعد نوفل نے آنکھیں موند لی تھیں۔ اس کے طرزِ عمل نے صبا کو اندر تک توڑ پھوڑ دیا تھا۔ اس کا جی چاہا کہ زور زور سے چیخنے چلانے لگے۔ اتنا کہ نوفل احمد کی یہ بے نیازی چیخ کر رہ جائے۔ وہ بھی دنیا کے سامنے اپنے کئے کا جواب دہ ٹھہرے۔ وہی تکلیف اس کے

بھی حصے میں آئے جس کا شکار وہ ہو رہی تھی۔

اس کا جی تو چاہا کہ عظیم ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس انوی ٹیشن کو رد کر دے۔ شا
نوفل احمد سے کچھ بدلہ لیا جائے۔ مگر پھر وہی عورت کی ازلی کمزوری۔ خود سے زیادہ خود سے ۃ
رشتوں کا خیال ہمہ وقت زنجیر کی مانند پیروں سے لپٹا رہتا ہے۔ اُسے بھی جگہ اور ماحول کا
روک گیا تھا۔

اس کے بعد صبا نے مکمل تیاری کے بعد اسے جگایا تھا۔

''میرے کپڑے نہیں لائیں آپ؟'' وہ سوئی سوئی نظروں سے اسے دیکھتا پوچھ رہا تھا۔ شاید
دیر میں وہ نیند کے جھونکوں کی زد میں آ گیا تھا۔

صبا نے خاموشی سے اس کے کپڑے لا کر بستر پر ڈال دیئے جو وہ اسی پارٹی کے خیال سے
میں اپنے کپڑوں کے ساتھ لے آئی تھی۔ عین عید کے روز منہ اٹھا کر کسی اور کے گھر چل دینا ا
بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ مگر اب ژالے سے ہامی بھر کے وہ خود اپنے پاؤں میں بیڑی ا
بیٹھی تھی۔

جینز شرٹ میں ملبوس وہ واش روم سے نکل کر آئینے کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

صبا بے دلی سے بیٹھی اپنی چوڑیوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔

''چلیئے۔'' وہ اس کی ''لیڈیز'' پرفیوم چیک کرنے کے بعد اس کی طرف پلٹا تو وہ چونک کر گہ
سانس کھینچتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ سب سے ملتی وہ اس کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھی تھی۔

''یہ تو بہت غلط بات ہے کزن! آئی ہمارے بہانے سے ہو اور جا کہیں اور رہی ہو۔'' عماد کا ف
نوفل کو ابھی تک سُلگا رہا تھا۔

وہ بہت خاموش اور بے زار بیٹھی تھی۔

''اب آ ہی گئی ہیں مارے بندھے تو کم از کم یہ موڈ لے کر پارٹی میں مت جایئے گا۔'' وہ تلخی
گویا ہوا تھا۔

''میں نے آپ سے کبھی کہا ہے کہ اگر مارے بندھے مجھ سے شادی کر ہی چکے ہیں تو اب ا
سلیقے سے نبھایئے؟'' وہ بہت غیر متوقع طور پر بول اُٹھی تھی۔ لحظہ بھر کو تو نوفل بھی چپ رہ گیا تھا۔

''میں بھی انسان ہوں اور مجھے بھی برے رویے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھا
کریں۔'' وہ بڑے ضبط سے کہہ رہی تھی۔ وہ جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔

راستے میں نوفل نے کیک اور پھول خریدے۔ ژالے نے گھر ہی میں پارٹی ارینج کر رکھی تھی۔

ایسٹرن اور ویسٹرن امتزاج سے ڈیکور کیا گیا گھر بے حد شاندار نظر آ رہا تھا۔

صبا یہی سوچ کر کانشس ہو رہی تھی کہ جانے وہاں کتنے لوگ ہوں۔ مگر وہاں محض ژالے اور ا
کے ڈیڈی کو موجود پا کر اس کی آدھی ٹینشن دور ہو گئی تھی۔

ژالے نے بہت پُرتپاک انداز میں ان کا استقبال کیا تھا۔

''تھینکس اے لاٹ صبا! مجھے بالکل بھی یقین نہیں تھا کہ تم اتنے اہم دن پر گھر سے نکل پاؤ گی۔
یقین جانو، مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے۔'' وہ صبا کی مشکور ہو رہی تھی۔ صبا محض مسکرا کر رہ گئی۔

''میں تو سوچ رہا تھا جانے کتنی بڑی پارٹی دے رہی ہو جو یوں عید کے روز مدعو کیا جا رہا ہے۔''
نوفل مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''جہاں تم موجود ہو، وہ خود بخود گرینڈ پارٹی بن جاتی ہے۔ کیوں صبا؟'' ژالے نے شرارت سے
کہتے ہوئے صبا سے تائید چاہی تو وہ دھیرے سے مسکرا دی۔ ژالے انہیں سوفٹ ڈرنک سرو کرنے لگی۔

''میں تمہیں یوں خوش اور مکمل دیکھ کر بہت خوش ہوں ینگ مین!'' ژالے کے ڈیڈی نوفل سے
کہہ رہے تھے۔ ''مگر یار! کچھ دوستی بھی تو نبھاؤ۔ اس سر پھری سے بھی کہو کہ شادی کر لے اب۔''

صبا غیر ارادی طور پر ان کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

''میں تو جانے کب سے کہہ رہا ہوں اس سے۔ یہی نہیں مانتی۔'' نوفل نے یقیناً اس ٹاپک کو
بہت لطف اندوز ہونے والے انداز میں لیا تھا۔ لفظوں کو بہت کھینچ کر بولا تو ژالے نے اس کے پاس
صوفے میں دھنستے ہوئے اسے گھورا تھا۔

''میں تو کہتا ہوں اسے، اگر کوئی پسند ہے تو بھی بتائے۔'' ڈیڈی کھلے انداز میں کہہ رہے تھے۔
نوفل نے مسکراہٹ دباتے ہوئے بظاہر بڑی سادگی سے ژالے کو اُکسایا تھا۔

''ہاں، ہاں ژالے! بتا دو انکل کو۔ اگر کوئی پسند ہے تو۔'' اس کی شرارت سمجھتے ہوئے ژالے نے
دانت پیستے ہوئے آرام سے کہا۔

''یہی تھا ڈیڈی۔ خود تو مزے سے شادی کر لی۔ اب مجھے مشورے دیئے جا رہا ہے۔''

ڈیڈی نے اس کی بات پر زوردار قہقہہ لگایا تھا مگر نوفل ایک دم سے سیدھا ہو بیٹھا اور بے ساختہ
ہنستے ہوئے بولا۔

''خدا کو مانو یار! میری بیوی بیٹھی ہے اور تم ایسے تخریب کارانہ بیانات دے رہی ہو۔''

''اچھا ہے نا ـــــ ذرا تمہاری بھی جھاڑ ہو۔ خود تو شادی کر کے بیٹھ گئے اور دوست کی ذرا بھی
پرواہ نہیں۔'' ژالے نے اطمینان سے کہا تھا۔

''چہ، چہ ـــــ اِٹس ٹو لیٹ ژالے! اگر تم پہلے اشارہ بھی کر دیتیں تو میں ضرور تمہیں اپنا پروپوزل
پیش کرتا۔'' نوفل نے اچٹتی نگاہ بالکل خاموش بیٹھی صبا پر ڈالتے ہوئے قدرے تاسف سے کہا تھا۔

''دیکھا ڈیڈی! ـــــ یہی وجہ ہے میری شادی نہ کرنے کی۔'' ژالے نے فی الفور سچویشن کو
اپنے حق میں کیا تھا۔

''کس قدر بے وفا ہوتے ہیں یہ شوہر حضرات۔ اتنی خوبصورت بیوی کے ہوتے ہوئے بھی لائن
مارنے سے باز نہیں آتے۔''

''بات کو مذاق میں مت ٹالو ژالے! ـــــ میں اس سال تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اینڈ
دیٹس آل۔'' ڈیڈی نے قطعیت سے کہا تو وہ پریشان سی نوفل کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر سنجیدہ ہوتے

ہوئے بولی۔

"ایسے ہی تھوڑی ہو جاتی ہے شادی؟ ـــــ بنا دولہا کے؟"

"تو وہ کون سا مشکل کام ہے۔ ایک سے ایک بہترین رشتہ مل رہا ہے تمہارے لئے۔" اعتماد سے گویا ہوئے تھے اور واقعی یہ بات سچ بھی تھی۔

"لیکن ڈیڈی! ہر کسی سے تو شادی نہیں کی جا سکتی نا۔" ژالے نے زچ ہو کر کہا تھا۔

"تو پھر کسی ایک سے کرلو۔" وہ اس سے بھی زیادہ اطمینان سے بولے تھے۔

"اور اگر وہ ایک ان دنوں دستیاب نہ ہو تو ـــــ؟" وہ بے ساختہ بولی تو صبا نے چونک کر دیکھا تھا۔

"تو پھر یہ کہ تمہیں اچھے دنوں کی امید رکھنی چاہئے۔ جو تمہارا ہے وہ لوٹ کر تمہارے پاس آئے گا۔" نوفل نے اسے تسلی دی تھی۔

صبا کو لگا جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے عشق و عاشقی کا کھیل کھیلتے ہوئے وہ اس کا مذاق اڑا رہے ہوں۔ گلاس پر اس کے ہاتھوں کی گرفت غیر ارادتاً ہی سخت ہو گئی تھی۔

وہ جو دنیا میں اس کا سب سے زیادہ اپنا ہونا چاہئے تھا، اس سے کس قدر دور تھا۔ قربتوں میں بھی فاصلے سموئے ہوئے اسے پل پل اذیتوں کا شکار کرتا تھا۔

اور ژالے آفریدی ـــــ شاید اس کی پہلی اور آخری محبت۔

اس نے بے تاثر نگاہ ان دونوں پر ڈالی تھی۔

کس قدر استحقاق بھرے انداز میں وہ نوفل کے ساتھ جڑ کے بیٹھی تھی۔

آزادانہ ماحول کی پروردہ ژالے یا پھر اس کے ڈیڈی کو اس قربت سے شاید کوئی فرق نہ پڑتا ہو مگر صبا کا دل تو جیسے مسلسل کسی نے مٹھی میں دبوچا ہوا تھا۔

یہ دوسری بار تھی جب اسے محسوس ہوا کہ وہ نوفل احمد سے محبت کرنے لگی تھی۔

اس کج ادا اور بے وفا شخص سے، جو اسے التفات کی ایک نگاہ بھی بخشنے کو تیار نہیں تھا۔ وہ اس سے اس کی قربت دیکھ کر سلگ رہی تھی۔ جیلس ہو رہی تھی۔

اور نوفل احمد کو شاید سامنے بیٹھے اس وجود کا احساس تک نہیں تھا۔ جسے وہ اپنے ساتھ اپنی بہتر کے طور پر لایا تھا اور اب بھلائے بیٹھا تھا۔

"اچھا اب فضول باتیں بالکل ختم کر دو۔ صبا کیا سوچ رہی ہو گی۔ ہم اپنی ہی باتوں میں تم کو بھولے بیٹھے ہیں۔" ژالے نے یکبارگی موضوع تبدیل کر دیا تھا۔

"پتہ ہے ڈیڈی! نوفل اِز سو لکی۔ اس نے لائف میں ہمیشہ اپنی مرضی اور پسند کی شے پائی صبا ہی کی مثال لیں ـــــ بس نام ہی لیا تھا اس نے اور یہ اسے مل گئی۔" وہ پُرستائش انداز میں کہہ رہی تھی۔

صبا سخت بے آرامی محسوس کرتے ہوئے پہلو بدل کر رہ گئی۔ اسے ژالے کی باتیں طنز ہی لگ رہی تھیں۔

"پھر تو یہ آپ کا نام بھی لیتے تو آپ انہیں مل جاتیں۔" صبا نے بہت تحمل سے مسکرا کر کہا تھا۔ اپنے دل کے درد کی شدت کو فقط وہی جان سکتی تھی۔

"اپنی ایسی قسمت کہاں۔" ژالے نے گہری سانس بھری تھی، پھر بے ساختہ ہنس دی۔ صبا نے بلا ارادہ نوفل کی طرف دیکھا تو وہ گہری نظر اس پر جمائے ہوئے تھا۔

'کاش اس نگاہ میں محبت ہوتی۔ کم ہی سہی مگر توجہ ہوتی تو شاید میرا شمار بھی دنیا کی خوش قسمت عورتوں میں ہوتا۔'

وہ خاموشی سے زاویۂ نگاہ بدل گئی تھی۔

مگر دل میں پنپنے والی خواہش کو روکنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ کھانے کے دوران بھی وہ زیادہ تر خاموش ہی رہی تھی۔ جبکہ نوفل اور ژالے ایک کے بعد ایک موضوع پر بحث کرتے اور قہقہے لگاتے اسے احساسِ کمتری کا احساس دلاتے رہے تھے۔

"صبا بہت اچھی بچی ہے۔ مگر تھوڑا کم بولتی ہے۔" ڈیڈی نے واپسی پر اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ملائمت سے کہا تو وہ بس مسکرا کر رہ گئی۔ انہوں نے صبا اور نوفل کو گفٹس بھی دیئے تھے۔ جبکہ ژالے حسب عادت کھلے دل سے ملی۔

"بہت لکی ہو صبا! جو اتنا چاہنے والا شخص ملا ہے تمہیں۔ اس کی قدر کرنا اور بہت خیال بھی رکھنا۔ دوسروں کے لئے یہ جس قدر کیئرنگ ہے، خود سے اتنا ہی بے پرواہ رہتا ہے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ تمہاری محبت اسے سمیٹ لے گی۔" وہ نرمی سے مسکراتے ہوئے بہت دوستانہ باتیں شیئر کر رہی تھی جب ڈیڈی سے الوداعی کلمات کی ادائیگی کے بعد نوفل ان کے قریب آ کھڑا ہوا اور شاید اس کی ایک آدھ بات سن بھی چکا تھا۔

"کیا پٹیاں پڑھا رہی ہو میری مسز کو؟" اس نے کہتے ہوئے صبا کے شانوں پر بازو دراز کرتے ہوئے اسے خود سے قریب کیا تو وہ جیسے کسی امتحان میں پڑ گئی۔ بے اختیار ہی خود میں سمٹ کر اسے دیکھا۔ وہ ہونٹوں پر مخصوص دلکش مسکراہٹ لئے ژالے کی طرف متوجہ تھا۔

"پٹیاں تو نہیں پڑھا رہی لیکن یقین کرو نوفل! تم دونوں کو دیکھ کر اب میرا بھی شادی کرنے کو دل چاہ رہا ہے۔" ژالے نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا تو وہ ہلکا سا قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

"یعنی ہم دونوں کامیاب جا رہے ہیں۔"

"ایسے ویسے؟ ـــــ مجھے تو پچھتاوا ہو رہا ہے کہ تمہیں کیوں مس کر دیا میں نے۔" وہ اب بھی شرارت سے کہہ رہی تھی۔

صبا کے دل میں خلا سا پیدا ہونے لگا۔

"مجھے اس لئے مس کر دیا تم نے، کیونکہ کہیں کوئی اور بہت شدت سے میرا انتظار کر رہا تھا۔" نوفل نے ذومعنی انداز میں کہا تو وہ مسکراتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"یعنی جس کا مجھے انتظار ہے، مجھے بھی وہی ملے گا؟"

"یہ تو انتظار کی شدت پر منحصر ہے۔" نوفل نے شانے اچکاتے ہوئے کہا تھا پھر صبا کو... کرتے ہوئے بولا۔ "آپ بتائیں وہ اسم جسے پڑھ کر مجھے قابو میں کیا ہے آپ نے۔"

"ہاں، ہاں ضرور صبا!" ژالے نے فوراً کہا تھا۔ صبا نے ایک خاموش نگاہ نوفل کے چ... ڈالتے ہوئے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"کیا آپ کو وہ اسم معلوم کرنا ہے جس سے "یہ" قابو میں آ جائیں؟" صبا بے ساختہ ہنسی تھ...

"ارے نہیں ـــــ مجھے تو اپنے "ان" کو قابو کرنے والا اسم چاہئے۔ یہ تو اب تمہارا ہو چ...

صبا کا دل چاہا اس کا شکریہ ادا کر دے۔ پر دل مسوس کر رہ گئی۔ مگر اتنا کہہ ہی دیا۔

"یہ آپ کی بھول ہے جو یہ آپ کو میرے قابو میں لگ رہے ہیں۔"

"چلو یہ نہ سہی، تم تو اس کے قابو میں آ گئی ہو۔ یہی تو سچی اور کھری محبت کی نشانی ہے نوفل... اس نے جسے چاہا اسے پا لیا۔ اپنی محبت کی تکمیل کی ہے، اسے تشنہ نہیں چھوڑا۔" ژالے ستائش... میں کہہ رہی تھی۔

صبا کو نہ تو نوفل کا انداز سمجھ میں آ رہا تھا اور نہ ہی ژالے کا۔

پتہ نہیں حقیقت کیا تھی اور سراب کیا تھا۔

مگر کاش کہ اسی میں زندگی تمام ہو جائے۔ اپنے شانوں پر نوفل کے بازو کا پُرحرارت لمس... کرتے ہوئے اس نے بہت شدت سے دعا کی تھی۔

●●●●●

"یہ میں کیا سن رہا ہوں یار؟"

انس اس کے کمرے میں داخل ہوا تو تحیر اور بے یقینی کی گرفت میں تھا۔

ٹیبل لیمپ کی روشنی میں رائٹنگ ٹیبل پر جھکا معید کسی قانونی کتاب میں سے نوٹس لیتا ہاتھ... کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ ٹیوب لائٹ آن کر کے اس کے ساتھ پڑی کرسی پر آ بیٹھا۔

معید ابھی بھی خاموش مگر منتظر نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بچے نہیں ہو تم کہ میں ہر بات کھول کر بتاؤں۔ شادی کیوں ملتوی کر رہے ہو تم؟" انس... کر کہا تو وہ پین بند کر کے پیپرز پر پھینکتا مسکرا دیا۔ پھر اطمینان سے بولا۔

"ملتوی ہی کی ہے، انکار تو نہیں کیا۔"

"مجھے تو انکار ہی کے مترادف لگ رہا ہے۔ عین تاریخ طے ہونے کے وقت تمہیں یاد آیا... دو سال کی منگنی رکھ لیتے ہیں۔ یہ کوئی مذاق ہے کیا؟" انس واقعی سنجیدہ بلکہ قدرے غصے میں... معید اس کے انداز کو ذرا بھی سیریسلی نہیں لے رہا تھا۔

"مذاق نہیں ہے، اسی لئے تو کہہ رہا ہوں کہ ہم دونوں کو اس رشتے سے مانوس ہونے کا... چاہئے۔ ضحیٰ کا رویہ تمہارے سامنے ہے۔" معید نے بہت پُرسکون لہجے میں کہا تو اس کی بات

...رتے ہوئے انس قدرے ٹھنڈا پڑنے لگا۔

"پھر بھی یار! یہ کوئی بات تو نہ ہوئی۔ دن کیا رہ گئے تھے۔ ضحیٰ کے نخرے تو سالانہ پروگرام کے ...اسے کون سنجیدگی سے لے رہا تھا۔"

"مگر میں لینا چاہتا ہوں۔" معید نے سنجیدگی سے اس کی بات کاٹ کر کہا تھا۔

"میں نے نوٹ کیا ہے کہ زندگی کے متعلق اس کا اپنا ہی نظریہ ہے۔ کچھ لوگ اپنی زندگی سے ...وہ خود سے منسلک زندگیوں کا خیال کرتے ہیں مگر ضحیٰ ان لوگوں میں سے ہے جن کے لئے خود کی ...رگی ہی پوری "زندگی" ہوتی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ جب وہ میری زندگی میں آئے تب تک اس ...سوچ میں پختگی آ جائے اور میرے خیال میں سال دو سال کافی ہوں گے اس کے لئے۔"

اس کی بات کو غور سے سنتا انس بے چارگی سے بولا۔

"میری بالکل بھی سمجھ میں نہیں آ رہا معید! کہ عین ٹائم پر یہ سب کیا ہے؟ ـــــ یار! تم تو اتنے ...ذے دار کبھی نہیں رہے۔" معید نے اسے خفیف سا گھورا۔

"وہ تمہی تھے نا جو مجھے سمجھانے کے لئے دوڑے چلے آئے تھے کہ ضحیٰ اور میری طبیعتوں میں ...ن و آسمان کا فرق ہے۔"

"یہ اس کا واویلا تھا ـــــ میں تو محض تمہیں تنبیہہ کر رہا تھا۔" انس نے اسے یاددہانی کرائی تھی۔

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔ اور تم بے فکر رہو، جب بڑے ماموں اور چھوٹے ...ں کو کوئی اعتراض نہیں ہوا تو تم کیوں دبلے ہو رہے ہو؟" معید نے اطمینان سے کہا تو اب کی بار ...اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"میں صرف یہ جاننے آیا ہوں کہ یہ خیال تمہیں اس وقت کیوں نہیں آیا جب تمہاری بات پکی ہو ...تھی؟ اب جبکہ سب تمہاری شادی کے انویٹیشن کے انتظار میں ہیں، تم نے "باقی آئندہ" کا ...لگا دیا ہے۔"

"تمہارے سمجھنے کے لئے آسان لفظوں میں یہ کہ پہلے شاید میں بڑی مامی کی خوشی کو نبھانا چاہ رہا ...مگر پھر ضحیٰ کا ردعمل دیکھ کر احساس ہوا کہ ہم دونوں ہی کو اس رشتے کو سمجھنے اور اس سے مانوس ...نے کے لئے کچھ وقت چاہئے۔ بس اسی لئے میں نے فوراً بڑے ماموں سے بات کر لی۔ چھوٹے ...بھی وہیں موجود تھے۔"

"اور چاچو نے کچھ نہیں کہا؟" انس نے دلچسپی سے پوچھا تو وہ طمانیت بھرے لہجے میں بولا۔

"ان کے کانوں تک بھی ضحیٰ کے اعتراض پہنچ چکے ہیں۔ بڑے ماموں سے پہلے انہوں نے ...پشت تھپکی تھی۔"

"ویسے تم ہو بڑے خبیث۔" انس نے متاثر کن انداز میں کہا تو اسے ہنسی آ گئی۔

"اس "ہجو" کی وجہ تسمیہ پوچھ سکتا ہوں؟"

"...منوں میں سب کو اپنا ہم خیال بنا لیتے ہو۔"

"بات میں دم ہونا چاہئے یار!"

"ویسے ابھی کچھ خاص خوش نہیں ہیں تمہارے فیصلے سے۔" انس کو خیال آیا تھا۔

"ان کا بس چلے تو وہ شام سے پہلے تین بول پڑھوا دیں میرے۔ اسی لئے میں نے ماموں سے بات کی ہے۔ اب وہ جو فیصلہ کریں گے وہی ہوگا۔" معید مسکراتے ہوئے بولا پُریقین انداز میں کہا۔

"اس فیصلے سے سب سے زیادہ خوشی ضحیٰ کو ہوگی۔ اسے بڑا شوق تھا تم سے ذہنی ہم آہنگی کرنے کا۔"

"اچھا ___ یہ تو بہت نئی خبر ہے۔" معید ہنس دیا تھا۔

"بہرحال یار! دل توڑ دیا ہے تم نے ہمارا۔ کیا ارمان تھے دل میں تمہاری شادی کے خون کر دیا ہے تم نے۔" انس نے گہری سانس بھری تو معید نے فی الفور تصحیح کی۔

"میں نے شادی ملتوی کی ہے، خدانخواستہ رشتے سے انکار نہیں کر دیا۔ تم بعد ارمانوں کی آبیاری کرو۔ میں انہیں ضرور پورا کروں گا۔"

"بہت شکریہ۔ ورنہ اگر انکار بھی کر دیتے تو اتنی بھاری دلیلیں پیش کرتے کہ ہمارے چارے ان کے بوجھ تلے دب کر رہ جاتے۔" انس نے اٹھتے ہوئے طنز کیا تھا۔

"بیٹھو نا۔"

"نہیں ___ تم آرام سے اپنا کام کرو۔"

"ایسا تو کوئی کام نہیں۔ چند نوٹس لینے تھے، وہ لے چکا ہوں۔ تم بیٹھو، گپ شپ کرتے ہیں۔" معید نے آفر کی جسے انس نے اپنی طرف سے بہت ظالمانہ انداز میں ریجیکٹ کر دیا۔

"اچھا ہے نا ___ اکیلے بیٹھو گے تو احساس ہوگا کہ کیسا سنہری موقع ہاتھ سے گنوا دیا۔ بھی صرف اپنی نادانی سے۔ ورنہ ایک آدھ ماہ میں یہ تنہائی ختم ہوگئی ہوتی۔"

معید کو اس کے بددعائیہ انداز پر بے ساختہ ہنسی آئی تھی۔

"شادی نہ ہوئی "اینڈ آف دی ڈے" ہوگیا۔ اور کچھ تو جیسے ہے ہی نہیں زندگی میں کرنے کو۔"

"اچھا جی ___ تم ہی بتا دو۔ اور کیا ہوتا ہے شادی کے علاوہ؟" وہ بحث پر آمادہ تھا۔ معید نے فوراً جواب دیا۔

"منگنی۔"

"بس تم منگیتر بنے ہوئے ہی زندگی گزار دینا۔" وہ جل کر بولا۔

اسی وقت عماد کمرے میں داخل ہوا تو معید نے اونچی آواز میں کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، ہر ایسے ویسے کی منگنی ہو جاتی ہے؟ ___ ایسی بات ہوتی تو یہ کنوارہ نہ پھرتا۔"

"بہت خوب ___ میرے پیچھے میری برائیاں۔" عماد نے اسے گھورا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے اس سے ہاتھ ملانے لگا۔

"یہ کیا نیا شوشہ چھوڑ دیا ہے تم نے؟" عماد نے بجائے حال احوال پوچھنے کے، سیدھا تفتیش شروع کر دی تو معید شانے جھٹکتا اپنے بستر پر نیم دراز ہوتے ہوئے دلچسپی سے بولا۔

"یوں لگ رہا ہے جیسے تم لوگ شام کے اخبار پڑھ کر آئے ہو۔ کیا بہت سنسنی خیز خبر ہے کوئی؟"

اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے عماد پسلیوں پر ہاتھ جمائے لڑاکا عورتوں کی طرح کھڑا گھورتا رہا تو وہ ہنس دیا۔

"اسے کہتے ہیں ناشکرا پن۔" عماد نے ڈھیلے پڑتے ہوئے شکایتی انداز میں انس سے کہا تو وہ تاسف سے بولا۔

"یہ محض جذباتیت کا شکار ہو کر ایسی حرکت کر رہا ہے، اور کچھ نہیں۔ ضحیٰ کا اعتراض گھر میں کوئی گنتی میں نہیں لایا تھا۔"

"گھر جاتے ہی مجھے اس "انہونی" کا پتہ چلا تو میں سیدھا ادھر بھاگا ہوں۔" عماد اس انداز میں اس کے مقابل بیٹھا جیسے اب تمام صورت حال جان لینے کا متمنی ہو۔

"یعنی کھانا ادھر ہی کھاؤ گے؟" معید نے ابرو چڑھاتے ہوئے پوچھا تو اس قدر غیر متعلق سوال پر وہ بھنا اٹھا۔

"ہاں ___ اور ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد تمہارا خون پینے کی بھی طلب ہو جائے۔"

"اُف ___ ایسا کیا کر دیا ہے میں نے یار؟ ___ ماموں لوگوں نے تو ایک بھی سوال نہیں کیا اور تم دونوں عدالت لگا کے بیٹھ گئے ہو۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"شرم کرو ___ سب کا دل توڑا ہے تم نے۔ اب سب کے دل میں واہمے جاگیں گے کہ شاید تم اس شادی پر راضی نہیں ہو۔" عماد نے اسے لتاڑا تھا۔

"میں نے شادی سے کسی طور پر انکار نہیں کیا ہے۔" معید نے اسے یاد دلایا تو انس کرسی گھسیٹتا اس کے پاس آ بیٹھا، پھر قدرے جل کر بولا۔

"ملتوی تو کر دی ہے نا۔ اور توجیہہ کیا پیش کر رہے ہو کہ ذہنی مطابقت نہیں ہے۔ یہی بات جب ضحیٰ نے اٹھائی تھی تو تم نے بڑے آرام سے اسے نظرانداز کر دیا تھا۔"

"بہت سے فیصلے حالات کو دیکھ کر بھی کئے جاتے ہیں ___ پہلے میں نے یہی سوچا تھا کہ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا ___ مگر اب میں سوچتا ہوں کہ اس رشتے کی اجنبیت دور کرنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے کچھ اور وقت ملنا چاہئے۔ اسے ہی نہیں، مجھے بھی۔" معید نے سنجیدگی سے جواب دیا تو عماد گہری سانس بھرتا اس کے بستر پر دراز ہوگیا۔ گردن تلے ہاتھ باندھے حسرت آمیز انداز میں بولا۔

"کیا شانِ بے نیازی ہے۔ اور اگر یہی حرکت میں نے کی ہوتی تو سب سے پہلے یہی میری دلہن نا بنتا۔"

"بات بہت سادہ اور سیدھی سی ہے۔ تم لوگ خواہ مخواہ اسے اتنی اہمیت دے رہے ہو۔" درجہ مطمئن تھا۔

"ہاں بھئی ــــ ہمیں کیا۔ کون سا ہمارے سہرے کے پھول کھلنے سے رہ گئے ہیں۔" آہ بھری تھی۔

"اتنی لڑکیوں سے واقفیت ہے تمہاری۔ کسی کا ہاتھ پکڑ کر مریم پھپھو کے سامنے لا کھ منٹوں میں تمہارے پھول تو کیا، پورے کا پورا باغ کھلا دیں گی۔" انس نے اطمینان سے کہا اسے گھورنے کے بعد وہ مایوس لہجے میں بولا۔

"بس یار! حقیقت پالی ہے میں نے۔ ایسے ہی زمانے میں محبت کا ڈھنڈورا پیٹ رکھا ہ نے۔ ایسی دوستیوں کی بات کرو تو نرا ٹائم پاس ہے یار۔"

"یہ محبتیں کر کر کے پتہ چلا ہے تمہیں؟" معید نے دلچسپی سے پوچھا تو اس نے تصحیح کی۔

"دوستیاں، محبت مجھ جیسے بندے کو یونہی نہیں ہو جاتیں۔"

"تم جیسے بندے کو یہ ناگہانی طور پر ہوتی ہے اور ایک ہی جھٹکے میں چاروں شانے چت ہے۔" انس نے بڑی شد و مد کے ساتھ پیش گوئی کی تو اس نے ہاتھ ہلا کر جیسے مکھی اڑائی۔

"پتہ نہیں کن لوگوں کو ہو جاتی ہے محبت۔ اور وہ بھی راہ چلتے۔ یہ تو بہت دیکھ بھال کر کیا والا کام ہے۔"

"ذلیل شخص ــــ محبت کو کام کہہ رہا ہے۔" انس نے اسے گھورا تھا۔

معید ان دونوں کی گفتگو سن کر مسکرا رہا تھا۔

"اے دنیا کے روکھے پھیکے ترین انسان! تمہارا مشاہدہ کیا کہتا ہے؟" عماد نے اسے مخ تھا۔ وہ آرام سے بولا۔

"اگر کوشش کرنے سے محبت ہونے لگے تو دنیا میں نفرت کا وجود ہی نہ رہے۔ یہ اوپر ہے انسان کے دل میں۔ اپنے آپ پھوٹتی ہے، نہ کہ کوشش کر کے کرنا پڑتی ہے۔"

"بہت اچھا۔" انس نے تالی بجا کر داد دی تھی۔

"اب بتاؤ، کیا کہتے ہو؟" عماد نے پوچھا تو وہ بولا۔

"اب یہ تو معید اور ضحیٰ کو دیکھ کر ہی اندازہ ہوگا۔ اگر ان دونوں کے درمیان اس "و محبت ہو گئی تو میں سمجھوں گا کہ معید سچ کہہ رہا ہے۔"

"یہ میرا ذکر کہاں سے آ گیا بیچ میں ــــ؟" معید نے اسے گھورا تو وہ اسے یاد دہانی ہوئے بولا۔

"تم شاید بھول رہے ہو، یہ تمہارا ہی پاس کردہ "قانون" ہے کہ ساتھ رہنے سے، ایک دو خیال کرنے سے محبت ہو جاتی ہے۔"

"تو پھر کسی سے بھی شادی کر لو۔" معید نے فوراً کہا تو وہ چمک کر بولا۔

"ایسے ہی کر لوں؟ ــــ نہ جان نہ پہچان۔"

"یہ لاعلاج ہے۔ ٹھونک بجا کر ہی لائے گا۔ "بیوی کا مجسمہ"" انس نے طنزاً کہا تو وہ آستینیں اتا اٹھ بیٹھا۔

ان دونوں کا لمبا پروگرام دیکھ کر معید گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

●●●●●

"مجھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ آپ اس معاملے کو سیریسلی کیوں نہیں لے رہے۔ وہ تو بچہ نادانی کر رہا ہے۔" تائی جان خفا ہو رہی تھیں۔

"وہ بچہ نہیں، اس فیملی کا سب سے سمجھدار لڑکا ہے۔ اگر وہ کچھ کہتا ہے تو مضبوط جواز بھی پیش ہے۔ اس لئے مجھے اس کی بات سے انکار نہیں ہوا۔" تایا جان بہت مطمئن انداز میں ناک پر ٹکاتے شام کے اخبار کی سرخیاں دیکھنے لگے تو وہ جز بز ہو گئیں۔

"یہی بات پہلے بھی ہو سکتی تھی۔"

"تو کون سا شادی کے کارڈ بانٹے گئے تھے؟ ــــ ڈیٹ ہی تو فکس ہونا تھی۔ نہیں ہوئی بس۔" ب بھی اسی انداز میں گویا تھے۔ مگر انہیں تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

"زہرہ بے چاری تو پریشان ہو رہی ہے۔ شاید معید ہی کی مرضی نہیں تھی۔" وہ بولیں تو تایا جان خبار پرے کرتے ہوئے انہیں ٹوک دیا۔

"خواہ مخواہ کے مفروضوں میں مت پڑیں۔ اس نے ایسی قطعاً کوئی بات نہیں کی۔ صرف تھوڑا سا مانگا ہے۔ اور پھر زہرہ بھابی کیوں پریشان ہیں جبکہ اس وقت ایاز بھی وہیں موجود تھا۔ ساری اس کی موجودگی میں ہوئی ہے۔" انہوں نے چچا جان کا حوالہ دیا تھا۔

"اب آپ نے کیا سوچا ہے؟ ــــ فیصلے کا اختیار تو اس نے آپ ہی کو دیا ہے۔" انہیں کھد بد وئی تھی۔

رحقیقت اتنی بے چینی انہیں انس کی شادی کے وقت بھی نہیں تھی۔ تایا جان نے چشمہ اتارتے ئے اخبار ایک سائیڈ پر رکھا اور گویا ہوئے۔

"بھئی بات یہ ہے کہ معید کوئی بھی بات سوچے سمجھے بغیر نہیں کرتا۔ اور پھر یہ تو اس کی زندگی کا ین فیصلہ ہے۔ یقیناً کوئی بات اس کے مدنظر ہو گی۔ تبھی وہ مہلت چاہ رہا ہے۔ اور جہاں تک ہے میرے فیصلے کی تو وہ کبھی کبھار ہی مجھ سے کوئی فرمائش کرتا ہے۔ اور میں اسے قطعاً انکار نہیں تا۔" انہوں نے رک کر تائی جان کے تاثرات دیکھے تو ہنس دیئے۔

"ابھی ماشاءاللہ سے حال ہی میں دو شادیاں نمٹائی ہیں آپ نے، پھر بھی دل نہیں بھرا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں؟ ــــ بھلا خوشیوں سے بھی کبھی دل بھرا کرتا ہے؟" وہ ابھی بھی خفا ـ "میں نے تو تیاریاں شروع بھی کر دی تھیں شادی کی۔"

"بے فکر رہیں۔ ان تیاریوں کو مدنظر رکھ کر ہی کوئی فیصلہ کریں گے جس سے سب کی تسلی ہو۔"

تایا جان نے کہا۔ وہ سر ہلا کر رہ گئیں تو وہ پھر سے بولے۔

"اب آپ معید کی کلاس لینے مت بیٹھ جایئے گا۔ فیصلہ تو بہر حال میرا ہی ہوگا۔ اسے جو ب لگا اس نے وہی کہا۔ اب میں جو کہوں گا اس پر وہ ذرا بھی اعتراض نہیں کرے گا۔"

"تو آپ اسے کہہ دیتے کہ ہو جانے دے شادی۔"

"پھر وہی بات۔" تایا جان نے متاسفانہ انداز میں کہا۔ "یہ چند ایک دن کا نہیں، پوری ز معاملہ ہے بیگم! اور پھر اگر وہ چاہتا ہے وہ دونوں سوچ سمجھ کر نئی زندگی میں قدم رکھیں تو نزدیک یہ اچھی بات ہے۔ دونوں ہی کو اس نئے رشتے سے مانوس ہونے کے لئے وقت چا ایک دوسرے کو سمجھ کر زندگی کا آغاز کریں گے تو زیادہ بہتر ہوگا۔"

"بات تو آپ کی صحیح ہے۔ ضحیٰ کا مزاج ذرا معید سے مختلف ہے۔" انہوں نے پہلی معاملے کو مثبت انداز میں لیا تھا۔

تایا جان مسکرا دیئے۔

"ہو سکتا ہے یہی بات معید کے پیش نظر ہو۔ اچھا ہے، اس دوران دونوں ایک دوسرے اسٹینڈ کر لیں تو پھر ذہنی مطابقت ہوتے دیر نہیں لگے گی۔ بات تو وہ آپ کی رکھ ہی چکا ہے آپ کا بھی فرض بنتا ہے کہ اس کا ساتھ دیں۔"

"ٹھیک ہے۔"

اب کہیں جا کر ان کی تسلی ہوئی تو وہ مسکراتے ہوئے بولے۔

"شکر ہے، آپ نے جذباتیت کے حصار سے نکل کر سوچا۔"

"بیٹا ہے میرا ـــــ وہ بھی بہت لاڈلا۔ اس کی بہتری ہی سوچوں گی۔" وہ جتانے وا میں بولیں تو وہ ہنس دیئے۔

"ہمیں بھی وہ کم عزیز نہیں ہے۔ بیٹا ہونے کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے۔ تبھی تو د زیادہ قریب محسوس ہوتا ہے۔"

●●●●●

'ہونہہ ـــــ کون کہتا ہے کہ معید حسن کو کوئی ہرا نہیں سکتا؟ ایسا ٹرمپ کارڈ کھیلا ہے کہ

ضحیٰ کو جب سے خبر ہوئی تھی اس کی مسرت کا ٹھکانہ نہیں رہا تھا۔

اپنی بہادری پر کتنی ہی بار وہ خود کو شاباش دے چکی تھی۔

'اب دیکھنا معید حسن! یہ منگنی بھی کتنی آسانی سے ٹوٹ جائے گی۔' وہ خود پر نازاں تھی۔

اور ابھی یہی خوشخبری اس نے فون پر صبا کو سنائی تو وہ گنگ رہ گئی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو؟ ـــــ کیسے نہیں ہو رہی شادی؟ ـــــ سب کچھ تو طے تھا۔ تاریخ ہی طے ہونا تھی۔"

"میں تو بس اتنا جانتی ہوں کہ جنت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ جن میں سے زندگی بخش

ہلکو جھونکے آ کر میری روح کو تراوٹ دے رہے ہیں۔" وہ موج میں تھی اور صبا شاک میں۔

"تبھی نے کچھ الٹا سیدھا کیا ہوگا۔"

"میں نے نہیں، تمہارے ذہین و فطین بھائی نے۔ اُف صبا! میں بہت خوش ہوں۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ امی کہاں ہیں، ان سے بات کراؤ۔ مجھے تو کچھ نہیں بتایا کسی نے۔" وہ رہی تھی۔

"ابھی رات ہی کو تو سب طے ہوا ہے کہ بات فی الحال منگنی تک ہی رہے گی۔"

"مگر کیوں؟ ـــــ کوئی وجہ بھی تو ہو۔" وہ پریشان تھی۔ ضحیٰ کے ہاتھ ایک اور موقع لگا۔

"دیکھ لو ـــــ پھر تم کہتی ہو کہ ہر الٹا کام میں کرتی ہوں۔ مگر اب کی بار تمہارے لاڈلے بھائی شوشہ چھوڑا ہے۔"

"میں خود بات کروں گی ان سے۔"

"اب کیا رہ گیا ہے بات کرنے کو۔ انہوں نے تایا جان اور ابو سے سارا مسئلہ ڈسکس کیا ہے۔ ہی ختم ہو گئی ہے۔ تم بس جلدی سے آ جاؤ، میں آئس کریم پارٹی دے رہی ہوں، وہ بھی اپنی ذاتی ٹ منی سے۔" اس نے جیسے حاتم طائی کی قبر پر لات ماری تھی۔

صبا گہری سانس لے کر رہ گئی۔

ضحیٰ کی خوشی سے اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ واقعی خبر سچی تھی۔ فون رکھنے کے بعد اس کے دل کو اتنی بے چینی لگی کہ وہ رہ نہیں پائی تھی۔ سیدھی اپنے کمرے میں آئی جہاں سنڈے کی چھٹی کا فائدہ اٹھاتے ئے نوفل سو رہا تھا۔ آدھا کمبل اس کے اوپر تھا اور آدھا بستر سے نیچے لٹک رہا تھا۔ وہ اوندھا لیٹا د سے بھی بے خبر تھا۔

صبا اسے ڈسٹرب کرنے کے خیال سے جھجک گئی۔

مگر دل میں ضحیٰ کی سنائی خبر نے ایسی کھد بد لگا دی تھی کہ اسے کسی پل قرار نہیں آ رہا تھا۔

'کہیں سارا فسانہ ضوئی ہی نے نہ پھیلایا ہو۔' وہ جلد از جلد خود جا کر سارا معاملہ دیکھنا، سمجھنا چاہ رہی تھی۔ بے بسی سے ہاتھ ملتے ہوئے نوفل کو دیکھنے لگی۔

"سنئے!" منمنا کر اسے آواز دی۔ مگر نوفل پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا۔

"اوفوہ ـــــ اب ان کو جگانا ایک اور مصیبت۔" اسے کوفت ہونے لگی۔ ہمت کر کے جھکی اور اس کا بازو تھام کر ہلایا۔ مگر ابھی بھی نتیجہ صفر تھا۔

چند لمحے کچھ سوچنے کے بعد اس نے سائیڈ ٹیبل پر دھرا ٹائم پیس اٹھایا اور ایک منٹ بعد کا الارم سٹ کر کے رکھ دیا۔

ذرا دیر بعد ہی الارم بج اٹھا۔

ایک، دو، تین سیکنڈ۔

وہ دم سادھے نوفل کے جاگنے کے انتظار میں تھی۔

اس کی محنت رنگ لائی۔ نوفل نے دفعتہً سر اٹھا کر ناگواری سے اس آواز کا ماخذ جاننے کی
کی تو نیند سے بھری آنکھیں سامنے کھڑی صبا پر جا پڑیں۔

''یہ صور اسرافیل کون بجا رہا ہے؟'' وہ بے حد ناگواری سے پوچھ رہا تھا۔

''یہ الارم بج رہا ہے۔ ساڑھے دس بج چکے ہیں۔'' صبا نے جیسے اس کی معلومات میں اضا
تھا۔

''تو؟ ـــــ پہلے کبھی نہیں بجے کیا؟''

صبا نے ٹائم پیس اٹھا کر الارم بند کر دیا اور سیدھے سبھاؤ بولی۔ ''دراصل یہ الارم میں نے آ
جگانے کے لئے لگایا تھا۔ مجھے گھر جانا ہے۔''

لحظہ بھر اسے دیکھنے کے بعد نوفل نے سر تکیے پر ڈال دیا تو اپنی ریاضت اکارت جاتی دیکھ
جز بز ہونے لگی۔ مگر پھر وہ کروٹ بدلتا سیدھا ہوا اور تکیہ اونچا کر کے ٹیک لگاتا نیم دراز ہو گیا۔

''خیریت تو ہے نا؟'' اس کی آواز نیند سے بوجھل تھی۔

''ضحیٰ کا فون آیا تھا۔ کچھ پرابلم تھی۔ میں نے سوچا کہ چکر لگا لوں۔''

''اینی تھنگ سیریس؟'' وہ چونکا تھا۔

''نہیں۔'' صبا کہتے ہوئے رکی۔ ذہن متذبذب سا ہوا کہ نوفل کو بتانا چاہئے یا نہیں۔
مگر متوقع شادی کا ملتوی ہو جانا گھر کے ''داماد'' سے تو چھپ نہیں سکتا تھا اس لئے کسی او
ذریعے علم ہونے سے بہتر تھا کہ وہ خود ہی بتا دیتی۔

''ایکچوئیلی ـــــ معید بھائی اور ضحیٰ کی شادی ـــــ ملتوی ہو گئی ہے۔'' وہ اٹک کر بولی۔
اس کے بعد نوفل نے مزید تفصیل نہیں پوچھی۔ شاید ان کے ذاتی مسئلے کا خیال کر کے خامو
گیا تھا۔

''تیار ہو جائیں۔ میں شاور لے لوں۔'' کمبل پرے کرتے ہوئے وہ بستر سے اتر گیا
مطمئن ہو کر وارڈ روب کی طرف بڑھ گئی۔

نوفل نے گیٹ پر ہی گاڑی روک دی تو وہ استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

''شاید ابھی میرا جانا صحیح نہ ہو۔'' وہ سنجیدگی سے بولا تو صبا نے کہا۔

''آپ اس گھر سے الگ تو نہیں۔ اور پھر ایسا کوئی بڑا مسئلہ تو نہیں۔ میں تو صرف اپنی تسل
لئے آئی ہوں۔ اگر خدانخواستہ کچھ بات ہوتی تو امی مجھے ضرور فون کرتیں۔'' وہ پُر اعتماد تھی۔ ا
بات سن کر نوفل نے گاڑی کے ہارن پر ہاتھ رکھ دیا۔

●●●●●

''اب تو تمہیں دلی سکون مل گیا ہو گا۔'' تائی جان سے تفصیل جاننے کے بعد صبا سیدھی ا
پاس آئی تھی۔ دانت پیس کر کہا تو وہ بھولپن سے بولی۔

''لو بھلا، میں نے کیا، کیا ہے؟ ـــــ بلکہ میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ وہ مجھ سے شادی

نہیں چاہتا۔ مگر کوئی میرا واویلا سن ہی کہاں رہا تھا۔''

''یہ انہی واویلوں کی نحوست ہے جو اب معید بھائی نے تمہاری زبان بولنا شروع کر دی ہے۔''

''یہ کیا بدتمیزی ہے صبی! انکار معید حسن نے کیا ہے، پھر بھی سارا ملبہ مجھ پر گر رہا ہے۔'' وہ ناگواری سے بولی تو صبا نے اسے خفیف سا گھورا۔

''ابھی تو وہ نوفل کے پاس بیٹھے ہیں۔ ذرا دیر میں ان سے اصلیت پوچھوں گی۔ تب پتہ نہیں تم پہ کیا کچھ گرے گا۔''

''بے شک ابھی جا کے پوچھ لو۔ میں بالکل بے خبر ہوں۔ بلکہ میں تو اب بڑے ذوق و شوق سے شادی کی تیاریاں شروع کر رہی تھی۔ ہائے، میرے شاپنگ پلانز ـــــ میں معید حسن کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ جگ ہنسائی کرا دی میری۔'' وہ بڑی جذباتی ہو رہی تھی۔

صبا بے چاری حیران و پریشان اسے دیکھے گئی۔ پھر سنبھلتے ہوئے بولی۔

''خیر، کوئی نہ کوئی مضبوط وجہ تو ہو گی ان کے پاس۔''

''ہنہ ـــــ اسے کہتے ہیں اقرباء پروری۔ جب میں انکار کر رہی تھی تب تو کسی کو مضبوط وجہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ جبکہ میں نے اتنے دلائل بھی دیئے۔ جبکہ ''موصوف'' ابھی منہ سے کچھ پھوٹے بھی نہیں اور سب کو ''مضبوط وجہ'' کا احساس ہو گیا ہے ـــــ چہ، خوب۔'' وہ بے حد طنز سے بولی تھی۔

''امی کہہ رہی ہیں کہ انہوں نے تمہارے ہی اعتراضات کو سامنے رکھ کر فی الحال شادی ملتوی کرنے کا کہا ہے۔'' صبا نے اس پر حقیقت آشکار کی تو وہ تیوری چڑھا کر بولی۔

''میرے کون سے اعتراضات تھے بھلا؟ ـــــ اپنے لاڈلے بھائی سے کہو، خبردار جو میرے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کی کوشش کی تو۔''

''تم ہی نے ذہنی مطابقت نہ ہونے کا شوشہ چھوڑا تھا۔'' صبا نے یاد دلایا تو وہ تلملا اُٹھی۔

''یعنی اب وہ ''دورانِ منگنی'' ذہنی مطابقت پیدا کریں گے مجھ سے؟''

''اچھا ہے نا ـــــ تمہاری دلی آرزو پوری ہو جائے گی۔'' اب کی بار صبا نے بھی اسے چڑایا تھا۔

''میں نے کبھی ایسی فضولیات نہیں پالیں۔ میں تو سرے سے اس پروپوزل ہی کے خلاف تھی۔ اور اب اگر وہ سوچ رہے ہیں کہ اس طرح کچھ بہتری پیدا ہو گی تو غلط سوچ رہے ہیں۔ کیونکہ میں معید حسن کو اس انداز میں سوچ ہی نہیں سکتی۔''

صبا گہری سانس بھرتی اُٹھ گئی۔ پھر سنجیدگی سے بولی۔

''یہ تو اب ابو ہی بتائیں گے کہ کیا فیصلہ ہوا ہے۔ معید بھائی نے تو صرف رٹ دائر کی ہے۔ اپروو یا ریجیکٹ کرنے کا اختیار تو ابو کے پاس ہے۔''

''میری تو زبان بند ہے۔ پہلے بھی کسی نے میری نہیں سنی، اب بھی میں کچھ نہیں بولوں گی۔'' ضحیٰ نے آرام سے کہا۔ اسے خوشی تھی کہ اس کا ٹرمپ کارڈ بیکار نہیں گیا تھا۔

معید حسن اس کے کسی انتہائی اقدام سے ڈر کر شادی ملتوی کر دے گا، یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ مگر معید کے اس اقدام نے جہاں اسے مسرت بخشی، وہیں اس سے اور متنفر بھی کیا۔

"کتنے آرام سے کہتا تھا کہ میں اپنی ماں کے سامنے انکار نہیں کر سکتا۔ سب مجھے ذلیل کر کے اپنے سامنے جھکانے کی چال تھی۔ اب جا کے سیدھا ابا جان کے سامنے انکار کر دیا جن سے زمانہ ڈرتا ہے۔"

بہر حال اب وہ معید حسن نامی "خطرہ" ٹل جانے سے بے حد مطمئن تھی۔ مگر تائی جان کو کسی چین نہیں تھا۔ تایا جان سے تو وہ زیادہ بحث نہیں کر پائیں مگر معید سے سخت خفا تھیں۔ خود کل بھی ان سے کترا رہا تھا۔ تبھی انہوں نے ایمرجنسی کال پر مریم پھپھو کو بلا لیا۔

وہ دونوں بھائیوں کی لاڈلی تھیں اور اکثر اپنی ہی منوا کر چھوڑتی تھیں۔ انہیں بھروسہ تھا کہ وہ شادی کو ملتوی ہونے سے رُکوا سکتی ہیں۔

رات کے کھانے کے بعد سے وہ تایا جان اور چچا جان کے ساتھ کمرے میں گھسی ہوئی جانے مذاکرات کر رہی تھیں۔

"اللہ کرے، ابو جان اپنے فیصلے سے ایک انچ نہ ہلیں اور یہ شادی ملتوی نہ ہو۔ میں نے تو کی تیاری بھی اچھے طریقے سے نہیں کی۔ خیال تھا، شادی کا بہانہ کر دوں گی۔"

حمرہ کی اپنی ہی مجبوری تھی۔

"ایسے لولے لنگڑے بہانے لوگ اپنی شادیوں پر لگاتے ہیں۔" وجدان نے لقمہ دیا تھا۔ اسے گھور کر رہ گئی۔

"کچھ بھی نہیں ہوگا ـــــ یونہی ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا رکھا ہے سب نے۔" صبا نے تسلی آ لہجے میں کہا۔ نوفل جاتے ہوئے اسے یہیں چھوڑ گیا تھا۔

مریم پھپھو دو گھنٹوں کے بعد کمرے سے نکلیں تو ان کا چہرہ مسکراہٹ سے جگمگا رہا تھا۔

"پھپھو! کیا رزلٹ رہا؟" انس بے تاب سا ان کی طرف بڑھا تھا۔

"شادی نہیں ہو رہی۔" وہ اطمینان سے بولیں تو لاؤنج میں داخل ہوتی ضحیٰ کا جی چاہا آگے بڑھ کران کا منہ چوم لے۔ مگر چونکہ نقصِ امن کا خدشہ تھا اس لئے فی الوقت اپنے جذبات پر قابو پانا بہتر لگا۔ آ کر آرام سے صبا کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"تو ماما! آپ کے آنے کا کیا فائدہ ہوا بھلا؟ یہ رزلٹ تو پہلے ہی سے معلوم تھا ہمیں۔" عماد نے خفگی دکھائی۔ سبھی کے منہ لٹک گئے تھے۔

مریم پھپھو کو ہنسی آ گئی۔

"جن کی شادی تھی وہ تو کوئی ردِ عمل نہیں دکھا رہے۔ تم لوگ خواہ مخواہ دیوانے ہو رہے ہو۔"

"یہ ساری قسمت کی باتیں ہیں۔" ضحیٰ نے سب کو سنایا تھا۔

"واقعی ـــــ سارا قسمت کا کھیل ہے۔ تبھی تو بھائی جان نے فیصلہ کیا ہے کہ اگر معید اور ضحیٰ

الحال شادی نہیں چاہتے تو ٹھیک ہے۔ مگر منگنی کی بجائے بہتر ہے کہ نکاح کی سنت ادا کر دی جائے۔ اس کے بعد جب جی چاہے گا، رخصتی ہو جائے گی۔"

مریم پھپھو نے ڈرامائی انداز میں کلائمکس پیش کیا تو جہاں سب کی خوشی دوبالا ہوئی وہیں ضحیٰ کی سانس تھمنے لگی۔

"وہ مارا ـــــ اب پیدا کرتے رہنا دونوں ذہنی مطابقت نکاح کے چھوہارے کھا کر۔" عماد شوخی سے بولا تو ضحیٰ کا جی چاہا وہیں بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دے۔

بہت غیر متوقع طور پر شارجہ سے انکل عباس چلے آئے تو سبھی کی خوشی مزید بڑھ گئی اور ؟
خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ اس کی یوں بھی باپ کے ساتھ بالکل ہم عمر دوستوں کی طرح
تھی۔ خوش دلی اور خوش مزاجی میں عماد انہی کا پرتو تھا اسی لئے سبھی کو ان کی پاکستان آمد کا بہت ا
رہتا تھا کہ ان کے ساتھ گزرا وقت سبھی کے لئے یادگار ہوا کرتا تھا۔

صبا کا ''میر ہاؤس'' میں قیام کچھ دنوں کے لئے مزید بڑھ گیا تھا۔

ابھی ابھی انکل عباس اور مریم پھپھو آئے ہوئے تھے۔ ان کے استفسار پر وہ ضحیٰ کو ڈھونڈ
تھی۔ اس کے کمرے میں پہنچی تو وہاں حرہ بیٹھی نوٹس سامنے رکھے رٹے مارنے میں معروف تھی۔

''ضوئی کہاں ہے؟''

صبا کے پوچھنے پر اس نے منہ بسور لیا۔

''ہمیں مصیبت میں ڈال کے خود ٹیرس پہ بیٹھی ہیں۔''

''اتنی ٹھنڈ میں؟ ـــــ یہ لڑکی نکاح بھی کینسل کروائے گی۔'' صبا کوفت کا شکار ہوئی تھی۔
خیال آیا۔ ''اور تمہیں کیا مسئلہ ہے؟''

''اُف، آپی! اس فنکشن کے فوراً بعد ہمارے ٹیسٹ اسٹارٹ ہو رہے ہیں۔''

''تو کون سا فائنل ایگزیم ہیں۔ پاسنگ مارکس لے لینا۔'' صبا نے اسے ریلیکس کرنا چاہا۔

''پڑھوں گی تو ہی پاسنگ مارکس آئیں گے نا۔ ہمارے ہاں تو ایسی تقریبات اللہ دے اور
لے والا معاملہ ہوتا ہے۔ ایک مہینہ بھی نہیں رکھا درمیان میں۔'' وہ اپنی ممکنہ کارکردگی سے کافی ا
تھی۔ تب صبا نے اطمینان سے کہا۔

''تو چلو، فیل ہی ہونا ہے تو ذرا دھڑلے سے ہو جانا۔ اُٹھو اور چل کے کچن میں بھابی کی ہا
کراؤ۔ انکل اور پھپھو آئے ہوئے ہیں۔ میں ذرا ضحیٰ کو بلا لاؤں۔''

وہ بڑی خوشی سے سب کچھ سمیٹ کر کمرے سے بھاگی تھی۔ صبا مسکرا کر سر ہلاتی سیڑھیوں
طرف بڑھ گئی۔

''اتنی ٹھنڈ میں، اس لڑکی کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی اوپر پہنچی تو اسے ا
پسندیدہ مقام یعنی ٹیرس کی سیڑھیوں پر بیٹھے دیکھ کر اس کے سر پر جا کھڑی ہوئی۔

نم

''اتنی سردی میں تو بندے کا دماغ بھی فریز ہو جاتا ہے۔ تم کیا سوچ رہی ہو؟''

وہ سیاہ شال اچھی طرح اپنے گرد لپیٹے ہوئے تھی۔ چونک کر صبا کو دیکھنے لگی۔

''کیا بات ہے؟ ـــــ کہاں کھوئی ہوئی ہو؟'' صبا نے سرعت سے اس کی غائب دماغی کو محسوس
کیا تھا۔

''تم یہاں کیوں آئی ہو؟'' وہ سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

اس کے انداز نے صبا کو حیران کیا تھا مگر قصداً مسکرا کر بولی۔

''نیچے پھپھو اور انکل عباس آئے ہوئے ہیں ـــــ تمہارا پوچھ رہے ہیں۔ دیکھا تو محترمہ ہر جگہ
سے غائب تھیں۔''

''صبی پلیز! ـــــ میں اس وقت یہاں تنہا بیٹھنا چاہتی ہوں۔'' اس نے کہا تو صبا نے گھورتے
ہوئے پوچھا۔

''یہ اتنی اچانک تمہیں تنہائی کی کیا ضرورت پڑ گئی ہے؟''

''اب کیا میں اپنی مرضی سے اٹھ بیٹھ بھی نہیں سکتی ہوں؟'' وہ چڑ گئی تھی۔

''بالکل بھی نہیں۔ کوئی بھی ہوش مند انسان ''قید تنہائی'' کو پسند نہیں کرتا۔ پتہ ہے، کبھی ''کالا
پانی'' میں قیدیوں کو سخت ترین سزا کے طور پر قید تنہائی دی جاتی تھی۔ تم نے بھلا کیا جرم کیا ہے؟''

''صبا! کیوں میرا دماغ کھا رہی ہو؟'' وہ چڑچڑی ہو رہی تھی۔

''دیکھو! اس وقت میں تم سے کوئی بحث نہیں کرنا چاہتی۔ اُٹھو اور نیچے چلو۔ بے وقوفوں کی طرح
اس سردی میں بیٹھی ہو۔'' صبا نے اسے ڈپٹتے ہوئے بازو سے پکڑ کر اُٹھایا تھا۔

''میں نہیں جا رہی نیچے ـــــ میرا دل گھبراتا ہے۔'' وہ دوبارہ سیڑھیوں پر بیٹھ گئی تو صبا پریشان
ہو گئی۔ کیونکہ اب ضحیٰ نے گھٹنوں پر سر ٹکا کر رونا شروع کر دیا تھا۔

''ضوئی! کیا ہو گیا ہے؟'' وہ بوکھلا کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اسے بازوؤں کے حصار میں لیا مگر
بنا کچھ کہے سُوں، سُوں کرتی رہی۔

''کیا مسئلہ ہے ضحیٰ؟ بتاؤ تو۔''

''تم لوگوں کو کسی مسئلے سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ـــــ تم لوگ بس اس فنکشن کو انجوائے کرو۔'' وہ
بھرائے ہوئے لہجے میں بولی تو ایک پل کو اس کی شکل دیکھنے کے بعد صبا نے اطمینان سے کہا۔

''ہاں ـــــ میں تو ضرور انجوائے کروں گی۔ آخر میرے اتنے پیارے بھائی کی شادی ہے۔
ری، نکاح ہے۔''

''صبا! تمہیں بالکل بھی فرق نہیں پڑتا؟'' وہ دکھی ہوئی تھی۔

''کس بات سے بھئی؟'' وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

''تمہارا بھائی میرے ساتھ فراڈ کر رہا ہے۔ گیم کھیل رہا ہے۔''

''کیا بچپنا ہے ضحیٰ! تم کیا جانتی نہیں ہو معید بھائی کو؟'' صبا کو اس کی بات پسند نہیں آئی تھی۔

"وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔ یہ بات سب کو معلوم ہو چکی ہے۔ پھر بھی سب اس پار لگانے کے چکر میں ہیں۔ ایک بندہ جو خود تو شادی سے انکار کرتا ہے، پھر دوسروں کے دوبارہ راضی ہو جاتا ہے۔ خود سوچو، وہ کوئی فراڈ ہی کرے گا نا۔"

"وہ درحقیقت تمہیں اس رشتے سے مانوس ہونے اور اسے انڈر اسٹینڈ کرنے کا موقع د ہیں ضحیٰ! اور کچھ نہیں۔ تم اپنے ذہن کو فضول سوچوں سے پراگندہ مت کرو۔" صبا نے بڑے اسے سمجھایا تھا۔

ضحیٰ اور معید کے درمیان کتنی بڑی خلیج تھی، یہ صبا کو اب اچھی طرح اندازہ ہو رہا تھا۔

"وہ بالکل سیریس تھا صبا! کل کو وہ یہ منگنی بھی ختم کر دیتا۔ یہ تو تایا جان کی وجہ سے..... سے کہنے لگی تھی کہ صبا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تو چلو کر لینے دو انہیں فراڈ۔ کھیل لینے دو گیم۔ دیکھ لیں گے ہم بھی انہیں۔" اس ساری ذمہ داری خود پر لیتے ہوئے ضحیٰ کا بازو پکڑتے ہوئے اسے اٹھایا۔ "ابھی تو فوراً نیچے انکل خود اوپر چلے آئیں گے۔"

"میرا بالکل بھی دل نہیں کر رہا۔" وہ ناراضگی دکھا رہی تھی۔ مگر صبا اس کی آہ و زاری پر بغیر اسے ساتھ گھسیٹتی لے گئی۔

●●●●●

وہ ساڑھے دس بجے شوٹنگ سے فارغ ہو کر گھر پہنچا تو صبا کے ساتھ صالحہ بیگم کو جاگتے پا گیا ــــ مگر اپنی حیرت ظاہر کئے بغیر اونچی آواز میں سلام کرتا تھکے ہوئے انداز میں صو دھنس گیا۔

"اب تو کھانا لگا دوں؟ ــــ یہ بھی آ گئے ہیں۔" وہ صالحہ بیگم سے پوچھ رہی تھی۔

نوفل بے اختیار سیدھا ہو بیٹھا۔

"ابھی تک آپ نے کھانا نہیں کھایا؟ ــــ پھر تو میڈیسن بھی نہیں لی ہو گی۔"

"میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔" وہ اطمینان سے بولیں۔ مگر نوفل خوش نہیں ہوا تھا۔

"یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔ آپ کو ٹائم پر کھانا کھا کر سو جانا چاہئے۔"

"اور تمہاری بیوی کو؟" انہوں نے دفعتہً پوچھا تو وہ چونک گیا۔

"کیا مطلب؟"

"اگر تم ٹائم پر آ جایا کرو تو یہ کم از کم کھانا ہی وقت پر کھا لیا کرے ــــ لنچ پر تو اب تم د نہیں آتے ہو۔" وہ طنزیہ کہہ رہی تھیں۔

"افوہ، ماما! زمانہ بدل چکا ہے۔ اب شوہر کے انتظار میں بھوکے بیٹھے رہنا محبت کی نہیں، کی نشانی ہے۔" وہ لہجے کو خوشگوار بناتے ہوئے بولا تو انہوں نے ناراضگی سے کہا۔

"اور ماں جو بھوکی بیٹھی انتظار کر رہی ہے، وہ بھی بے وقوف ہے؟"

"آج لگتا ہے آپ میری کھنچائی کے موڈ میں ہیں۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

صبا کھانا لگانے کے لئے اُٹھ گئی تو صالحہ بیگم متاسفانہ انداز میں بولیں۔

"تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے نوفل! شادی کا مطلب محض ایک فنکشن نہیں ہوتا جسے چار دن انجوائے کرنے کے بعد آدمی پھر سے اپنی سابقہ زندگی میں گم ہو جائے۔ یہ رشتوں کا بندھن ہے اور اس میں جڑا ہر رشتہ احتیاط اور توجہ مانگتا ہے۔"

"میں نے کب کسی رشتے کی اہمیت سے انکار کیا ہے امی جان؟" وہ پیار سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے سہلاتے ہوئے مسکرایا تو وہ بولیں۔

"انکار تو نہیں کیا مگر شاید نبھانے کا سلیقہ بھی نہیں جانتے ہو۔"

اسی اثناء میں صبا ٹرالی میں کھانا سجائے وہیں لے آئی تو انہیں بات وہیں چھوڑنا پڑی۔

نوفل اگرچہ کھانا کھا کے آیا تھا مگر صالحہ بیگم کو مزید شکایت کا موقع نہ ملے، اس لئے بہت ذوق و شوق سے کھانے کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"آج نگین کا فون آیا تھا۔ کل وہ انس کے ساتھ آ رہی ہے، صبا کو لینے۔ معید کے نکاح کی ڈیٹ تو فائنل ہو ہی چکی ہے۔" صالحہ بیگم نے کہا تو وہ بے تاثر انداز میں بولا۔

"ہاں تو چلی جائیں نا۔ ویسے بھی دن کتنے رہ گئے ہیں۔"

"اصولاً تو تمہیں خود ساتھ جانا چاہئے۔" انہوں نے سمجھایا تو وہ فی الفور بولا۔

"ہاں، کیوں نہیں ــــ میں لے جاؤں گا۔"

"میرا خیال تھا میں یہیں سے شرکت کر لیتی۔ بس مہندی اور نکاح ہی تو ہے۔ آپ اکیلی ہو جائیں گی۔" صبا نے کہا تو وہ بولیں۔

"تم میرے لئے ہلکان نہ ہوا کرو۔ زرینہ اور ادینہ ہیں نا، انہیں اندر بلا لوں گی۔"

"جی۔" صبا نے سر جھکا لیا۔ وہ نوفل کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

"اور تم نوفل! اب اپنی یہ فضول مصروفیت چھوڑو اور صبا کے ساتھ جانا۔ یہ نہ ہو کہ یہ وہاں تمہاری مصروفیت کے بہانے دیتی پھر رہی ہو۔"

"بہت بہتر۔" وہ مسکرا دیا تھا۔

پھر انہیں اپنے ہاتھ سے میڈیسن کھلا کر بستر پر لٹانے کے بعد انہیں گڈ نائٹ کہتا ان کے کمرے سے نکلا تو صبا برتن سمیٹ کر کچن میں رکھنے کے بعد یقیناً بیڈ روم میں جا چکی تھی۔

وہ کمرے میں آیا تو ٹی وی آن کئے وہ بستر ٹھیک کر رہی تھی۔ نوفل سیدھا کپڑے چینج کرنے کے لئے ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔

باہر نکلا تب بھی وہ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھی چینل سرچنگ میں مصروف تھی۔

"مجھے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ ہر بات میں ماما کو کیوں آگے رکھتی ہیں۔ جبکہ میں انہیں ہر وقت ٹینشن فری دیکھنا چاہتا ہوں۔" گھڑی اتار کر تکیے کے پاس پھینکتے ہوئے وہ تلخی سے بولا تو صبا

نے جلتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ بات آپ اپنے آپ سے پوچھئے۔ آپ ہی انہیں ٹینس ہونے کے مواقع فراہم کرتے ہیں نہیں۔"

جواباً نوفل نے یوں سر جھٹکا جیسے اس سارے معاملے سے بے زار ہو گیا ہو۔ اور لائٹ آف بستر پر آ گیا۔

"اگر آپ مجھ سے یہ توقع کرتے ہیں کہ میں سب کے سامنے آپ کی عزت بناؤں تو پھر ہر معاملے میں بھی چوک نہ کیا کریں۔" بہت غیر متوقع طور پر صبا بول اٹھی تو اس نے ٹھہرے انداز میں پوچھا۔

"کس بات کی یقین دہانی چاہتی ہیں آپ؟"

"ہونہہ ۔۔۔ یقین۔ بہت پرایا اور اجنبی سا لفظ لگتا ہے آپ کے منہ سے۔ آپ سے شادی اسی "یقین" کے سہارے کی تھی کہ آپ جو دکھائی دیتے ہیں وہی سچ ہو گا۔ مگر پھر جلد ہی آپ احساس دلایا کہ وہ ایک کامیاب ترین ملمع سازی تھی۔"

"آپ میری طرف سے بہت بڑی غلط فہمی کا شکار تھیں شاید......" نوفل کا لب و لہجہ بہت تھا مگر وہ تیزی سے اس کی بات کاٹ گئی۔

"خوش فہمی کہئے۔ جس کا میں ہی نہیں، میرے پیارے بھی شکار ہو گئے۔ آج کے دور میں سب سے بڑا دھوکا کسی پر اعتبار کرنا ہی ہے۔"

"بس کریں محترمہ! اگر میں بھی سچائی کا پردہ چاک کرنے پر آؤں تو بہت سے "پردہ نشینوں" نام بے نقاب ہو جائیں گے۔ مگر میں خود کو اس سطح پر لانا پسند نہیں کرتا۔" وہ بہت تلخ و ترش لہجے بولا تو صبا نے غصے سے کہا۔

"جس سطح پر میں آپ کو دیکھ چکی ہوں اس سے زیادہ کی مجھے خواہش بھی نہیں۔"

"شٹ اپ۔" وہ بھڑک کر اٹھ بیٹھا تو صبا کا دل جیسے سکڑ سا گیا۔

"کیا چاہتی ہیں آپ مجھ سے؟ ۔۔۔ جتنا میں کر رہا ہوں نا، وہی میری برداشت سے بڑھ کر ہے۔ اور جس دن میری برداشت بھی جواب دے گئی تو۔" سرخ ہوتی آنکھیں اس پر جما شعلہ بار لہجے میں کہتا وہ دفعتاً جبڑے بھینچ گیا تھا۔ پھر تکیہ اٹھا کر نیچے دے مارا اور اٹھ کر کمرے باہر نکل گیا۔

صبا نے کب سے روکی سانس آزاد کی اور پھر اپنے ہاتھ پاؤں کی لرزش وہ واضح طور پر محسوس کر سکتی تھی۔

●●●●●

ادھر ڈھولک پر پہلی تھاپ پڑی اور ادھر ضحیٰ کے دل کو کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

لاپروائی اور بے حسی کے سارے خول جیسے تڑخ گئے ہوں اور بے بسی سی بے بسی تھی کہ یہ

سینے پر مجبور تھی۔

گڈریئے کی طرح اس نے اتنی بار شیر آیا، شیر آیا کا نعرہ لگایا تھا کہ اب جبکہ واقعی شیر آ چکا تھا تو بھی اس کی آواز پر کان دھرنے کو تیار نہیں تھا۔

وہ اپنے تئیں خود کو معید کے خلاف بہت مضبوط خیال کرتی تھی مگر آج معلوم ہوا کہ کیا ہونے جا رہا تھا۔

زوردار آواز میں دروازہ کھلنے پر وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔ تبھی کسی نے ٹیوب لائٹ آن کی تو وہ ں پر ہاتھ رکھنے پر مجبور ہو گئی۔ روشنی سے تو اسے ان دنوں نفرت سی ہو رہی تھی۔

"یہ دیکھو، لیڈی دیو داس یہاں سپنوں کی دنیا سجائے بیٹھی ہے ۔۔۔ نہ بھئی، ہمیں کیا سزا ہے ادھر ڈھولک پیٹ رہی ہیں؟" لائبہ نے آتے ہی گولہ باری شروع کر دی تھی۔ اس کے پیچھے عائزہ رہا تھیں۔

"کہہ تو رہی ہوں کہ تم لوگوں کو اس کام کا معقول معاوضہ دیا جائے گا۔ پھر کس بات کی پریشانی ہے؟" صبا نے تسلی دی تو لائبہ بدک اٹھی۔

"میں بالکل نہیں کہوں گی کہ شادی کے بعد تمہارے پر نکل آئے ہیں۔ بلکہ یہ کہوں گی کہ چونٹی کے یہ پر شادی سے پہلے ہی کے ہیں۔ ہمیں ہی اپنی معصومیت میں دکھائی نہیں دیئے۔" لائبہ نے ان ہنسی پر چڑ کر کہا اور ضحیٰ کے پاس گر سی گئی۔

"تم یہاں کس خوشی میں گھسی ہوئی ہو؟"

"اپنے نکاح کی خوشی میں۔" صبا نے آرام سے کہا تو عائزہ کو اعتراض ہوا۔

"یہ کون سی جوگ لینے والی بات ہے۔ ہائے! جوگ تو میں لوں گی، معید حسن جیسے ہینڈسم بندے کا نکاح ہو جانے کے بعد۔" اس نے آہ بھرتے ہوئے بڑی غمزدہ سی ایکٹنگ کی تو صبا اور لائبہ کے ایک ساتھ اس کی پشت پر پڑے تھے۔ وہ اچھل کر رہ گئی۔

"میں بڑی خوشی سے یہ ہینڈسم بندہ تمہیں دان کرنے کو تیار ہوں۔" ضحیٰ نے اکتا کر کہا تھا۔

"یہ کیا میرے بھائی کی بندر بانٹ لگا رکھی ہے تم لوگوں نے۔" صبا نے انہیں آنکھیں دکھائیں تو عائزہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔

"تمہارا کیا جاتا ہے؟ ۔۔۔ تمہیں تو بس ایک عدد بھائی ہی چاہئے نا، چاہے کوئی بھی ہو۔"

"میری تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ معید بھائی کے ڈر سے چھپی بیٹھی ہے یا پھر شرم کے مارے۔" نے پرسوچ انداز میں کہا تھا۔

"دوسری سوچ پر زیادہ غور کرو۔" صبا نے مسکراہٹ دبائی تو ضحیٰ نے صفاچٹ انداز میں جواب دیا۔

"مجھے کسی سے کوئی شرم نہیں آ رہی۔"

"تو پھر ذرا پہلی سوچ پر غور کرو۔" عائزہ نے دوبدو کہا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

"کسی سے ڈرتی ہے میری جوتی۔"

"تو پھر معید بھائی وہاں اپنے "گینگ" کے ساتھ بیٹھے داداگیری کیوں دکھا رہے ہیں؟ ہمیں بھگا دیا کہ بغیر لیڈر کے کرسی یعنی کہ ڈھولک ہمیں نہیں ملے گی۔ وہ لوگ ڈھولک ... ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کا لیڈر بڑے طمطراق سے وہاں بیٹھا ہے۔" لائبہ نے جذباتیت م... نقشہ کھینچ کے رکھ دیا تھا۔

"انس بھائی اور عماد بھائی تو پورے لڑکے والے بنے ہوئے ہیں۔ کہہ ر... لڑکی ڈر کے مارے اپنے کمرے میں بند ہوگئی ہے کہ کہیں وکیل صاحب کوئی دفعہ نہ لگا د... بھی کہ اس فنکشن میں لڑکے والوں کا پلہ بھاری رہے گا۔" عائزہ نے یہ بھی بتایا تھا۔

اسی وقت حرہ بھی منہ پھلائے آگئی۔

"یہ لو، ہمارا آخری کھلاڑی بھی پویلین میں واپس آگیا۔" صبا ہنسی تھی۔

"سارے کے سارے "بھانڈ" جمع ہیں وہاں۔ بھلا لڑکیوں کے فنکشن میں ان ک... "فنکشن" ہے۔ حرہ غصے میں تھی۔ ڈھولک تو ایک طرف رہی، اس سے چمچہ بھی چھین لیا... بڑے شوق سے بے زبان ڈھولک پر برسا رہی تھی۔

"آپ لوگ تو آگئیں اُٹھ کے۔ مجھے فارغ کرنا کون سا مشکل کام تھا ان کے لئے۔ خفا تھی۔

"ابھی ہم ضحیٰ کو لے کر وہیں آرہی تھیں۔" لائبہ کے کہنے پر ضحیٰ نے اسے گھورا تھا۔

"اُٹھ کے دفع ہو جاؤ ـــــ میں کہیں نہیں جارہی۔"

"اُف آپی! اتنا مزہ آرہا ہے وہاں۔ چاند نے ہر گانے کی کیا ٹانگ توڑی ہے، بلکہ کے رکھ دیا ہے۔ پچھلی شادیوں کی کسر وہ اس بار نکال رہے ہیں۔" سب کچھ بھول کر حرہ للچایا مگر وہ یونہی بےزار بیٹھی تھی۔

"حد ہوتی ہے غرور کی ضحیٰ! اتنے شاندار بندے کو قابو کرنے کے بعد بھی مزاج نہی... تمہارے۔ یوں تو ہر وقت دونوں جنگ و جدل کا سماں باندھے رکھتے تھے۔ یہ تو بتاؤ کہ کب بنیں؟" لائبہ نے اسے گدگداتے ہوئے پوچھا تو وہ بدک اُٹھی۔

"دماغ تو خراب نہیں ہوا تمہارا؟"

صبا نے بہ مشکل ہنسی روکی۔

"میں تنہ ہوں۔ شاید میرے سامنے یہ اتنی راز کی بات نہ بتا سکے۔"

"شٹ اپ ـــــ!" وہ غرائی تھی۔

"واقعی یار! ـــــ کوئی تو وجہ ہوگی کہ معید بھائی نے ہم جیسی حسیناؤں کو چھوڑ کر دوشیزہ کو دل کی راج دھانی کی رانی بنالیا۔" عائزہ ایکٹنگ میں کمال رکھتی تھی۔

"ہے نا وجہ۔ میرے بھائی کی آئی سائٹ بہت اچھی ہے۔" صبا نے اطمینان سے ک... گھورتی ہوئی ضحیٰ سے مخاطب ہوئی۔

"اب تم آرام سے ساری کہانی بلکہ پریم کہانی سنا دو۔"

"... سب تم جا کر اس سے پوچھو جو خوشی سے بے حال ڈھولک کی محفل انجوائے کر رہا ہے۔"

"مگر کس بوتے پر؟" لائبہ نے بڑے مفکرانہ انداز میں سوال اٹھایا تھا۔

"ضحیٰ میر کے بوتے پر۔" صبا نے بے اختیار کہا۔ جواب میں وہ کوئی کڑا سا جواب دینے ہی لگی ... اسی وقت جیسے لڑکوں کی پوری فوج بنا اجازت اس کے کمرے میں آدھمکی۔

"ہیلو گڑوی والو!" عماد نے ڈھولک پر تھاپ لگاتے ہوئے نعرہ لگایا۔ جبکہ ضحیٰ اب سارا غصہ اور ...ے اپنی جان بچانے کی فکر میں تھی۔

"کیوں بھئی ـــــ اتنا ہی دم تھا کہ دُم دبا کے وہاں سے بھاگ لیں ساری؟" چاند مذاق اُڑا...

"جی نہیں ـــــ ہم نئی بھابی کو وہاں چھوڑ کے آئی تھیں۔" لائبہ نے اپنی عزت رکھنی چاہی۔

"واہ، واہ! کتنی تگڑی پارٹی چھوڑ کے آئی تھیں۔ ہمارے ایک گانے کی مار نہیں سہہ پائیں محترمہ ... پنالٹی کے طور پر ہم سب کے لئے چائے بنا رہی ہیں۔" انس نے مزے سے بتایا تھا۔

"اگر آپ لوگ بھانڈ، میراثیوں کے انداز چھوڑ کر شرافت کے ساتھ گانا گائیں تب دیکھئے ہم ... کو کیسے میدان چھوڑنے پر مجبور کرتی ہیں۔" عائزہ نے چمک کر کہا تو سب کا رخ بالکل توپ کے ...داز میں اس کی طرف ہوا۔

"تم چاہے شرافت کو لے آؤ، چاہے نزاکت کو۔ ہم ہر کسی کے ساتھ گا کے دکھا دیں گے۔" انس ...مینان سے جواب دیا تھا۔

...روہ سب کارپٹ پر دھرنا مار کر بیٹھتے ہوئے آپس میں تبادلہ خیال کرنے لگے۔

"کون سا سُر اٹھایا تھا ہم نے بھلا؟"

"کوئی بڑا "دردیلا" سا گانا تھا۔" ابرار نے یاد دلایا۔

"ویسے جتنے سڑے بُسے انداز میں یہ شادی ہو رہی ہے، اس میں دردیلے گانے ہی مناسب رہیں..." یہ عماد صاحب کی کھلی رائے تھی۔

"لڑکی سے پوچھ لو یار! ـــــ اب شادی میں اس کی اتنی رائے تو ہونی چاہئے کہ گانے ہی کم از ... کی پسند کے گا لئے جائیں۔" انس نے بڑی شرارت سے ضحیٰ کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھا اور ... توقع وہ بھتے سے اُکھڑ گئی۔

"پرسنل اٹیک مت کریں آپ۔ اور مجھے کیوں تنگ کر رہے ہیں آپ؟ ـــــ جا کے اپنے بھائی ...ئیں۔" غصے میں حسب عادت اس کے منہ سے الٹا سیدھا ہی نکلا تھا۔

...وں کے مختلف النوع قہقہے اُبھرے۔ چاند نے متاسفانہ انداز میں کہا۔

"واقعی یار! جو اس پر بیتنے والی ہے، اس پر ہونا تو یہی چاہئے۔ اس وقت معید کو ہمارے سہارے ...ضرورت ہے۔"

"صبا! ان سب سے کہہ دو، یہاں سے چلے جائیں۔" ان سب کی شوخیاں ضحیٰ کے ر
لے رہی تھیں۔ تنگ کر کہا تو انس دھونس جمانے والے انداز میں بولا۔

"ہم تو رونق میلہ لگانے آئے ہیں۔ ہاں، تو چاند! وہ کیا گانا تھا۔"

"ہاں یار! بہت بھلا سا گانا تھا وہ۔" عماد نے اسے آنکھ سے اشارہ کیا اور وہ اسٹارٹ

"لڑکی تمہاری کنواری رہ جاتی
یہ مانو ہمارا احسان کہ لڑکے نے ہاں کر دی"

"یہ کیا گانا ہوا؟ —— یہ تو نری زیادتی ہے۔" عائزہ نے احتجاج کیا تھا۔ مگر اس
لڑکوں کی بلند و بھاری آوازیں غالب آ گئیں۔

"ہم کب ماننے والے تھے، جانے کیسے مان گئے
لڑکی جادوگرنی ہے، جان گئے پہچان گئے"

ضحیٰ نے تکیہ اٹھا کے انس کو دے مارا تھا۔

"ایک لفظ بھی مزید کہا تو میں تایا جان کو بلوا لوں گی۔"

"لو، انہی کا تو سارا چلایا ہوا چکر ہے۔" وہ ہنسا تھا۔

"تو کیا غلط کہہ رہے ہیں؟ —— کہاں تو ہمارا لڑکا بے چارہ کام کے بوجھ کا مارا، س
بلکہ آزاد زندگی گزار رہا تھا۔ اب اچانک ہی اس بحرِ بیکراں میں غرق ہونے کو راضی ہو
تمہارے کالے جادو ہی کی بدولت ہے۔"

اس قدر کھلے الزام پر ضحیٰ کا خون کھول اُٹھا تھا مگر مجبوری سی مجبوری۔ کچھ بول کر س
بھرم گنوانے والی بات تھی۔ سو دانتوں پر دانت جما کر رہ گئی۔

اسی وقت چچی جان نے آ کر ضحیٰ کی دوستوں کی آمد کے ساتھ ساتھ چائے تیار ہو جا
بھی سنایا تو سبھی میں کھلبلی مچ گئی۔

"اب آئے گا مزہ گرما گرم مقابلے کا۔" چاند خوش ہوا تو وہ جاتے جاتے غرائی۔

"اگر کسی نے میری دوستوں کی طرف جھانکا بھی تو میں اس کا حشر کر دوں گی۔"

"ارے واہ —— میں تو چائے کی بات کر رہا ہوں۔" وہ مصنوعی حیرت سے بولا ت
سے پیر پٹختی گئی تھی۔

"کسی کا بھلا دماغ خراب ہے تو وہ اس کی سہیلیوں کو چھیڑے گا۔ اس سے بہتر ہے
بھڑوں کو چھیڑ لے۔" پیچھے سے عماد کی ہانک اُبھری تو اسے مزید غصہ آیا۔ مگر اس جھگڑے کو
ٹال کر وہ واپس پلٹی تھی۔

●●●●●

"یار! کبھی وہ مصرعہ سنا تو تھا کہ "خاموش لوگ بلا کے خطیب ہوتے ہیں" مگر خاموش
قدر گھنے بھی ہوتے ہیں، یہ پہلی مرتبہ آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔"

صبا اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو بے حد محظوظ ہو رہی تھی۔

"یہ کیا، نوفل بھائی کی ایک اور خوبی کھلی ہے تم پر؟" ضحیٰ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف متوجہ
ئی تھی۔

"ارے کہاں —— وہ معصوم تو کھلی کتاب ہیں۔" صبا اس ذکر کو سمیٹتی دھماکہ کرنے والے انداز
بولی۔

"یہ نئی خوبی تو معید بھائی میں دریافت ہوئی ہے۔"

"تم لوگوں پر ابھی کھلے ہیں۔ میں ان کے گھنے پن سے بہت پہلے کی واقف ہوں۔" ضحیٰ نے
زاری سے کہا تھا۔

"اُف! سنو تو، بڑی حیرت انگیز بات ہے۔"

"اب کیا نکاح کے روز وہ ہاتھی پر بیٹھ کے آ رہے ہیں یا میری رخصتی کرا کے چاند پہ جا رہے
" وہ اُکتا کر بولی۔

"ان سے بھی زیادہ حیران کن بات ہے۔"

"اب بک بھی دو۔ پہلے ہی ٹینشن کے مارے سر درد کر رہا ہے میرا۔" ضحیٰ کو فطری طور پر ایک
بری لگی تھی۔ صبا نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"ابھی ساری ٹینشن ہوا ہو جائے گی جب میں یہ بتاؤں گی کہ معید بھائی نے تمہارے نکاح کے
کا کلر اپنی پسند سے بتایا ہے۔ مریم پھپھو نے کسی نہ کسی طرح ان سے اُگلوا لیا ہے۔ بلکہ آج
اپنے ساتھ لے جا کر باضابطہ پسند بھی کروائیں گی۔"

حیٰ نے اپنی سماعتوں پر شک کرتے ہوئے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"کس نے کہا یہ سب؟"

"دیکھا، تمہیں بھی یقین نہیں آ رہا نا۔ یہ بات سو فیصد معید بھائی نے کہی ہے۔" وہ ہنسی تھی مگر ضحیٰ
گئی۔

"مجھے یہ چونچلے بالکل بھی پسند نہیں ہیں۔"

"اب یہ بات تو تم پھپھو کو بتانا۔"

"مگر میں اپنی پسند کا کلر لوں گی۔" وہ ہٹیلے پن سے بولی تو صبا نے اسے ٹوک دیا۔

"ہر بات میں اتنی ضد اچھی نہیں ہوتی ضحیٰ!"

"ضد کی کیا بات ہے؟ —— کیا میں نے ایک بار بھی ان کی ڈریسنگ کے لئے کوئی مشورہ دیا
جو یوں ذاتیات میں گھسے چلے آ رہے ہیں۔"

"اچھا چلو، اُٹھو تو سہی —— پھپھو سے نمٹ کر تم چاہے کوئی سا بھی کلر لے لینا۔" صبا اُٹھ کھڑی
ہوئی۔

"وہ تو میں ضرور لوں گی۔ اب شوہر پسند کا نہیں مل رہا تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ میں کلر بھی

اپنی پسند کا نہ لوں۔" اس نے اطمینان سے کہا۔ جبکہ صبا گڑبڑا کر معید کو دیکھنے لگی جو پتہ نہیں ک
دروازے میں آن کھڑا ہوا تھا۔

"تم تو یہیں چپک کے رہ گئی ہو۔ آنٹی غصہ ہو رہی ہیں۔" وہ شاید ضحیٰ کی گل فشانی سننے سے
ہی رہا تھا۔

"بس ہم لوگ نکل ہی رہے ہیں۔ نگین اپنا پرس لینے گئی ہے۔" صبا نے کنکھیوں سے ضحیٰ کی ط
دیکھتے ہوئے کہا۔ معید کے ساتھ جانے کا سن کر جس کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔

"جلدی کرو ـــــ مجھے پھر اپنے کچھ کام بھی نمٹانے ہیں۔" وہ بہ عجلت کہتا واپس ہو گیا تھا

"ہونہہ ـــــ کام نمٹانے ہیں۔ تو جا کر پہلے اپنا ضروری کام نمٹائیں۔" ضحیٰ اس کی نقل اتا
ہوئے ناگواری سے بولی تو صبا نے اس کے ہاتھ پر تھپڑ رسید کرتے ہوئے تادیبی انداز میں کہا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ اور یہ معید بھائی سے آخری سامنا ہے تمہارا۔ پھر نکاح کے روز
پردہ شروع ہو جائے گا۔"

ضحیٰ سر جھٹک کر رہ گئی۔

"پھپھو! ـــــ میں اپنا ڈریس اور کلر اپنی پسند سے لوں گی۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ ا
ہو گئی تھی۔

مریم پھپھو فرنٹ سیٹ پر تھیں۔ پیچھے وہ تینوں بیٹھی تھیں۔ جس طرح وہ معید کی موجودگی ک
کئے بغیر بولی تھی، اس پر پھپھو نے باقاعدہ مڑ کر اسے گھورا تھا۔

"مجھے میرون کلر پسند ہے۔" وہ منمنائی تو صبا اور نگین بمشکل ہنسی روک سکیں۔

"آج کل ہر لڑکی یہ کلر پہن رہی ہے ـــــ تم کچھ ہٹ کر پہنو گی تو بہت اچھا لگے گا
کے قطعی انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اپنے لاڈلے بھانجے کی فرمائش جی جان سے پوری کر
والی تھیں۔

ضحیٰ اپنی جگہ پہلو بدل کے رہ گئی۔

پہلے ہی موقع پر اتنی بڑی شکست اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ جہا
کی مریم پھپھو سے بے تکلفانہ دوستی تھی، وہیں وقت آنے پر وہ اتنی سختی اور قطعیت کا مظاہر
جاتی تھیں۔ اس لئے مودبانہ، دوستانہ رویہ ملحوظِ خاطر رکھنا پڑتا تھا۔

"مجھے میرون کلر پسند ہے پھپھو!"

"مگر معید کو رسٹ کلر اچھا لگتا ہے۔" وہ اطمینان سے بولیں تو وہ چپ کی چپ رہ گئی۔

نگین کا شرارتی سا ٹہوکا اسے حواس میں لایا تھا۔

ناراضگی سے بولی۔

"تو یہ پہن لیں رسٹ کلر۔ مجھے نہیں پہننا۔"

"بھئی اب تو تمہیں یہی کلر پہننا پڑے گا۔ کیوں معید؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے

معروف معید سے پوچھا تو وہ بشاشت بھرے لہجے میں بولا۔

"بالکل آنٹی! میرا فیورٹ کلر ہے یہ۔ اور پھر دلہن پسند کی نہیں مل رہی تو اس کا مطلب یہ تو نہیں
کلر بھی میری پسند کا نہ ہو۔"

مریم پھپھو اس کی شرارت سمجھ کر خوب ہنسی تھیں۔

صبا کے ہونٹوں پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ معید نے بہت موقع پر بدلہ چکایا تھا۔ جبکہ ضحیٰ
خفگی کے اظہار کے طور پر منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

"بہت بری بات ہے معید بھائی! ـــــ یہ تو اب آپ ہماری لڑکی کو ڈرا رہے ہیں۔" نگین نے
بے ساختہ ہنسی کو مسکراہٹ میں سمیٹتے ہوئے کہا تو وہ بولا۔

"کیوں بھئی، لڑکے اللہ کی مخلوق نہیں ہیں کیا؟ ـــــ ان کو بھی مستقبل کے بہت سے وہم
تے ہوں گے۔"

"اوہو ـــــ یعنی آپ آل ریڈی ضحیٰ سے خوفزدہ ہیں۔ حیرت انگیز!" نگین نے اس کی بات
لطف لیا تھا۔

"کرمنلز سے ہر شریف شہری ڈرتا ہے۔ اس میں نیا کیا ہے؟" اس نے بہت لطیف پیرائے میں
یا تو سب کی ہنسی پر سلگ کر ضحیٰ نے تند و تیز نگاہ اس پر ڈالنا چاہی تو غیر ارادی طور پر ہی نظر بیک
رہیں معید کی مسکراتی نگاہوں سے مل گئی۔

ایک کڑواہٹ کا احساس بہت سرعت سے ضحیٰ کو اپنی لپیٹ میں لے گیا۔ اس نے فوراً نظروں کا
بدل لیا تھا۔

"مگر تمہیں ایسے وہم پالنے کی ضرورت نہیں۔ دیکھو تو، تمہاری اتنی تخریب کارانہ گفتگو کے جواب
بے چاری ایک لفظ بھی نہیں بولی۔" پھپھو مسکرا کر کہہ رہی تھیں۔

ضحیٰ پہلو بدل کر رہ گئی۔ "اب یہ بیچاری۔" زہر لگتا تھا اپنے لئے اسے یہ لفظ۔

مریم پھپھو ایک کلر پسند کرانے کے لئے معید کو ساتھ لائی تھیں مگر پتہ نہیں کون کون سی چیزوں کے
سے لئے پھریں۔ اور ضحیٰ کی بجائے ہر شے پر اس کی پسند کا ٹھپہ لگوایا۔ ضحیٰ نے ہر اس شے کو
ں محفوظ کر لیا جو اس کے لئے معید کی ذاتی پسند کی روشنی میں خریدی گئی تھی۔

اور یہ سب چیزیں مجھے کبھی بھی استعمال میں نہیں لانی ہیں۔' وہ بہت قطعیت سے سوچ رہی

'آنٹی! اب بس پلیز۔" کلر میں اپنی چوائس بتانے تک معید بھی بوکھلا چکا تھا۔ ان کے پُرزور
کا احترام کرتے ہوئے ساتھ تو آ گیا تھا مگر خواتین کی شاپنگ اتنی دردِ سر ہو گی یہ اس کے گمان
ں نہیں تھا۔

'اُفوہ! اب رہ کیا گیا ہے پیچھے۔ جہاں کلر پسند کر لیا وہیں ڈریس بھی بتا دو، کون سا اسٹائل لیں۔"
پھپھو کی فراخ دلانہ آفر نے ضحیٰ کا دل اتنا جلایا کہ وہ گاڑی ہی میں بیٹھی رہی۔ یعنی کہ اس کی کوئی

ویلیو ہی نہیں تھی جس کو یہ جوڑا پہننا تھا۔ معید اپنے انکار پر ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان رہا تو
کا خیال آ ہی گیا۔

"پھر تم ہی آ جاؤ ضحیٰ!"

"رہنے دیں۔ میری وہاں کیا ضرورت ہے۔ کل انہوں نے بتا دیا، جوڑا اپنی پسند کا لے
وہ جوان کے طرزِ عمل سے پہلے ہی سلگ رہی تھی، چیخ کر بولی تو انہوں نے اطمینان سے کہا۔

"اچھی بات ہے۔ ویسے بھی اب تمہیں پردے میں بیٹھنا چاہیے۔ یونہی ساتھ لے آئے
وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔

صبا اور تگین کی ہنسی کے ساتھ اس نے معید کی مسکراہٹ بھی اچھی طرح دیکھ لی تھی۔ مگر
زیادہ دیر معید کو اپنی شرمندگی سے محظوظ ہونے کا موقع نہیں دیا تھا۔ ان لوگوں کے دور جا
سخت لہجے میں بولی۔

"تو یہ عقل مندانہ حل سوچا ہے آپ نے اس مسئلے کا؟"

"کون سا مسئلہ؟" وہ یقیناً ناسمجھی کی اداکاری کر رہا تھا۔

ضحیٰ کو غصہ آیا۔ جسے وہ زندگی اور موت کا مسئلہ بنائے بیٹھی تھی، فریق ثانی اسے ذرہ برا
دینے کو تیار نہیں تھا۔

"اگر میں سوچوں تو میری زندگی میں آپ سے بڑا کوئی اور مسئلہ نہیں ہے۔" وہ تپ کر
معید بے ساختہ اس کی طرف گھوم گیا۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں تمسخر تھا۔

"تو تم نے مجھے اپنا مسئلہ کیوں بنا رکھا ہے؟" وہ لحظہ بھر کو اس کی نگاہ و انداز اور اپنے لف
پکڑ پر کنفیوز ہوئی تھی، پھر غصے سے بولی۔

"آپ بات کو گھمائیں مت۔"

"میں بات کو نہیں گھما رہا۔ بلکہ یہ چکر قسمت کی طرف سے ہیں۔ اب تو تم نے دیکھ لیا
کہ میں نے ابھی ابھی تمہاری مدد کرنے کی خاطر کس حد تک کوشش کی ہے۔ مگر اب قسمت
لکھا ہے تو......."

"قسمت کو الزام مت دیں۔ میں جانتی ہوں آپ کس حد تک میری مدد کر سکتے ہیں۔"
بات کاٹ کر وہ تلخی سے بولی تھی۔

"اس سے زیادہ اور میں کچھ نہیں کر سکتا۔ بڑوں کی اس حد تک نافرمانی میری سرشت میں
نہیں۔" اس کا لب و لہجہ بہت متوازن تھا۔

"مجھے اس کنٹریکٹ کا حل چاہیے۔" ضحیٰ اپنی برداشت کی آخری حد پر تھی، ہٹیلے پن سے ب
چند ثانیوں تک وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر سابقہ انداز میں بولا۔

"بالفرض ہم دونوں کے مابین یہ کنٹریکٹ طے پا جاتا ہے تب بھی اس بات کی کیا گارنٹی
عمر کاظمی تمہیں اپنا لے گا؟"

ضحیٰ کے دل کو جیسے کسی نے یکلخت ہی شکنجے میں کس دیا ہو۔ یہ شخص ہر وقت اس کے اندر جھانکتا رہتا تھا۔ اسے مات دینے کی کوشش کرتا۔ اپنے سامنے گڑگڑاتا دیکھنے کا متمنی ہے۔ اس کا جی چاہا کہ کوئی ایسا منتر پڑھے کہ یہ شخص گاڑی سے تو کیا، اس کی زندگی سے بھی غائب ہو جائے۔

مگر وائے حسرت!

ہر سوچ حقیقت کا لبادہ پہننے سے مجبور ہوتی ہے۔

"وہ قول نبھانے والوں میں سے ہے۔ اور یوں بھی یہ ہم دونوں کا مشترکہ فیصلہ ہے۔ آپ اس کی فکر مت کریں۔"

"آپ کو صرف یہ کنٹریکٹ سائن کرنا ہے۔ جس کا متن میری مرضی کا ہوگا۔" اپنے لب و لہجے کی رزش پر وہ بمشکل قابو پا سکی تھی۔

"میں صرف تمہارے مستقبل کی طرف سے تسلی چاہتا ہوں۔ یہ نہ ہو کہ کل کو عمر کاظمی اس علیحدگی کو اِنکاح کو وجہ بنا کر مسئلہ کھڑا کر دے۔" وہ بے تاثر انداز میں کہہ رہا تھا۔

ضحیٰ چڑ گئی۔

"کہہ رہی ہوں کہ ہر بات اس کے علم میں ہے۔ میرا کونٹیکٹ ہے اس سے۔"

"اوکے!" وہ گہری سانس بھرتا سیدھا ہو بیٹھا۔ پھر رسان سے بولا۔

"کل کو جب میں کسی کی خاطر تمہیں چھوڑنے کا فیصلہ کرتا تو شاید بہت گلٹی فیل کرتا۔ اس رشتے ں بہرحال بہت سے رشتے انوالو ہیں۔ مگر اب جبکہ یہ مطالبہ سراسر تمہارا ہے اور تمہیں اس پر کوئی سوس بھی نہیں تو میں آرام سے تمہارا مطالبہ پورا کر سکتا ہوں۔"

ضحیٰ کا جی چاہا کاش اس وقت اس کے پاس ٹیپ ریکارڈر ہوتا تو وہ معید حسن کا یہ اعتراف، یہ روپ سب کے سامنے لا سکتی۔

"بہت خوب! ____ تو میرے اس مطالبے کے پابند نہ ہوتے ہوئے بھی آپ مجھے چھوڑ یتے؟" وہ بے اختیار ہی تلخی آمیز لہجے میں کہہ گئی تھی۔

ونڈ اسکرین کے پار دیکھتا معید سنجیدگی سے بولا۔

"میں نے زندگی میں فقط ایک ہی لڑکی سے شادی کا سوچا تھا........"

"وہی، جس کی تصویر آپ کے لاکر میں ہے۔" ضحیٰ نے تیز لہجے میں اس کی بات کاٹی تو وہ چند نیوں کو چپ رہ گیا۔

"تو پھر میری زندگی برباد کرنے سے بہتر تھا کہ آپ اسی سے شادی کر لیتے۔ اس سارے ناٹک ا کیا ضرورت ہے؟ کون سا بدلہ لے رہے ہیں آپ مجھ سے؟" وہ چیخ کر رہ گئی تھی۔

"میں نے تمہیں بتایا نا کہ وہ بہت کرائسز میں گھری ہے۔ بڑی مامی کہیں بھی میری شادی کرتیں، ا انکار نہیں کرتا۔ شاید کہیں اور شادی کی صورت میں زیادہ خرابی پیدا ہوتی۔ مگر تمہاری تو اپنی ہی رری ہے۔"

"میری ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے جس کی بناء پر میں ایسا گندا کھیل کھیلتی۔" وہ چیخی تھی۔

مگر معید کے اطمینان میں رتی برابر بھی فرق نہیں آیا۔

"تم شاید بھول رہی ہو، عمر کے انتظار کے لئے تم چار پانچ سال بیٹھنے کو تیار تھیں۔ جبکہ گھر والے تمہیں ایک سال بھی نہ بٹھاتے، سو مجھ سے شادی پر ہامی بھرنا تمہاری مجبوری تھی۔ اب ہر کسی کے ساتھ تم یہ کنٹریکٹ بازی تو نہیں کر سکتی تھیں۔"

چند لمحوں کے لئے وہ جیسے اپنی قوت گویائی کھو بیٹھی تھی۔

کیا تھا یہ شخص!

اس قدر شاطر ــــ بنا چال چلے ہی مات اس کا مقدر بنا رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے جب تک عمر کا انتظار کرو تب تک میرے لئے بھی حالات سازگار ہو جائیں فائدہ تو دونوں ہی کا ہے۔ ایک دوسرے کو الزام دینے سے کیا حاصل۔ میں اس کنٹریکٹ کے لئے تیار ہوں۔" اس کا لب و لہجہ بہت متوازن تھا۔

ضحیٰ کے دل میں یکایک خالی پن سا بھرنے لگا۔ اس نے خود کو صفر ہوتے محسوس کیا تھا اور کیفیت کی تکلیف صرف وہ شخص ہی جان سکتا تھا جس نے زندگی میں اپنی ذات کو آخری حد تک ہوتا محسوس کیا ہو۔ وہ جو اسے تکلیف دینے کا سوچ رہی تھی، خود ہی تکلیف کا شکار ہونے لگی۔ کچھ ہو، خون کا رشتہ تو تھا نا اس کے ساتھ۔ لیکن وہ تو کسی بھی بات کا لحاظ نہیں کر رہا تھا۔

بہت سے الفاظ اندر سر پٹختے رہ گئے مگر وہ جیسے قوت گویائی ہی کھو بیٹھی تھی۔ اس کا درد حد تھا۔ یعنی وہ اس کے نزدیک اس قدر ارزاں تھی کہ وہ آسانی سے اسے اپنے مقصد کے لئے استعمال کر سکتا تھا۔ کسی بھی احساس یا رشتے کا پاس رکھے بنا۔

اور کچھ بھی ہو مگر ضحیٰ کو معید حسن کے اس روپ نے ذرہ بھر بھی خوشی نہیں دی تھی۔

●●●●●

ویسے تو شاید لڑکوں کا گروپ اس پورے فنکشن پر اپنا ہی قبضہ جمائے رکھتا اگر لڑکیوں کو ضحیٰ کی دوستوں کا ساتھ نہ مل جاتا۔ خصوصاً سعدیہ اور بینش نے لائبہ اور عائزہ کا خاصا ساتھ دیا تھا۔ رائمہ کا جوش صرف تالیاں پیٹنے کی حد تک ہی تھا۔

آج ڈھولک کا آخری دن تھا اور اگلے روز مایوں مہندی کی رسم رکھی گئی تھی۔

"پہلے چائے پی لی جائے تاکہ سب میں انتقامی جوش و جذبہ سرگرم ہو جائے۔" عماد نے د آفر کی تھی۔

صالحہ بیگم بھی ادینہ اور زرینہ بیگم کے ساتھ آج موجود تھیں اور ان سب کی خوشیوں سے محظوظ ہو رہی تھیں۔ میر ہاؤس کی رونقیں انہیں بہت بھائی تھیں۔

وہیں نوفل کی موجودگی اور اس کے موڈ میں خوشگوار سی تبدیلی نے صبا کو بھی مطمئن کر رکھا تھا۔ ایک بے نام سی سرخوشی اور سکون دل کو گھیرے ہوئے تھا جس کا ماخذ جانتے ہوئے وہ اس احسا

بے وجہ معروفیت میں کھو کر پس پشت ڈالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"بھئی، آج اگر تم لوگوں نے انہیں ٹھیک سے گانے نہیں دیا تو میں تم لوگوں کی ٹھکائی کر دوں گی۔" مریم پھپھو نے لڑکیوں کا ساتھ دیتے ہوئے پہلے ہی سے لڑکوں کو وارننگ دے دی تھی۔

"حالانکہ مار تو انہیں پڑنی چاہئے۔ اپنے ایمان سے بتائیں، ایک بار بھی ٹھیک سے گایا ہے انہوں نے؟" انس نے ہنس کر کہا تو عماد دوبدو بولا۔

"بلکہ اگر ہم شور شرابہ کر کے ان کا پردہ نہ رکھیں تو محکمہ انسدادِ ماحولیات والے انہیں گرفتار کر کے لے جائیں۔"

"بہت بری بات ہے عماد!" انہوں نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے عماد کو ڈپٹا تھا۔

"ہاں جی! سچی بات کس کو اچھی لگ سکتی ہے۔" چاند نے بڑا مدبرانہ انداز اپنایا تھا۔

"ابھی جب مقابلہ ہوگا تو ان سب کی بولتی بند ہو جائے گی۔" لائبہ نے کھا جانے والی نظروں سے چاند کو گھورا تو وہ بڑے اسٹائل سے مسکرا دیا۔

"بدتمیز!" وہ بے اختیار ہی نگاہ پھیر گئی تھی۔

"سب سے پہلے اس کی بتیسی اندر کرنا۔" عائزہ نے سرگوشی کی تو وہ گڑبڑا گئی۔

"میں کیوں؟"

"تمہیں دیکھ کے زیادہ خوش ہوتا ہے نا، اس لئے۔" وہ مزے سے بولی تو سب کے بیچ لائبہ اسے گھور کر رہ گئی۔ نعمان جا کر اپنے کمرے میں مقید معید کو گھسیٹ لایا تھا۔

"مقدمہ جاری ہے اور مجرم عدالت سے غائب۔ مگر کسی کو خبر ہی نہیں۔"

سبھی ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

"ضحیٰ کی تو لاٹری لگ گئی ہے۔" سعدیہ نے کمنٹ دیا تھا۔ عائزہ فوراً متوجہ ہوئی۔

"میں بھی یہی کہتی ہوں کہ سب سے نالائق لڑکی کو خاندان کی کریم مل رہی ہے۔"

"شرم کرو۔ اور نظر مت لگانا میرے بھائی کو۔" صبا نے آنکھیں دکھائیں۔

"انہیں تو لگ چکی نظر جس کی لگنا تھی۔" عائزہ نے ایک آہ بھر کے معید کی طرف دیکھا۔

سیاہ ٹراؤزر اور ایش گرے ٹی شرٹ میں ملبوس وہ رف سے حلیے میں قدرے جھنپا ہوا مگر بے حد اچھا لگ رہا تھا۔

"میرا یہاں کیا کام ہے یار!" وہ خالصتاً زنانہ محفل سے کترایا تھا۔

"لو جی، تمہاری وجہ سے ہی تو یہ کام ہو رہا ہے۔" عماد نے اسے یاد دلایا تھا۔

"چلو بھئی ــــ کس کو شوق تھا مقابلے کا، آجاؤ میدان میں۔" چاند نے باآواز بلند لڑکیوں کو للکارا تھا۔

"جی تو چاہ رہا ہے کہ تمہیں بنفسِ نفیس آگے کر دوں۔ مگر لڑکا ذرا بے باک ہے، اس لئے۔" عائزہ نے شرارت بھری سرگوشی کی مگر اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی لائبہ کا تھپڑ اس کے شانے

کی خبر لے چکا تھا۔

عماد نے ڈھولک بڑی شرافت کے ساتھ اس کے حوالے کر دی تو لائبہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ لوگ کیوں نہیں بجا رہے؟"

"ہم بھی بجائیں گے۔ مگر ڈھولک نہیں بلکہ تم لوگوں کا بینڈ۔" چاند نے ذومعنی انداز میں ... جز بز ہو گئی۔

ان دنوں گھر میں چلتی مشاورت سے وہ بھی باخبر تھی جو اس کے اور چاند کے رشتے کو ... رہی تھی۔

"پہلے ایک بینڈ باجے سے تو فارغ ہو لینے دو۔" تائی جان ہنسی تھیں۔

"ہاں! وہ دن آئے تھے۔" لائبہ اسے منہ چڑا کر ڈھولک بجانے لگی۔

"بنو تیرے ابا کی اُونچی حویلی
بنو میں ڈھونڈتا چلا آیا"

"اوئے! یہ تو ہم گانے والے تھے ـــــ ہمارا گانا یہ ہے۔" ابرار نے شور مچایا تھا۔

"آپ ابرار بھائی ہی رہیں۔ ابرار الحق بننے کی کوشش مت کریں۔" عائشہ بھنائی تھی مگر کون سننے کو بیٹھا تھا۔ ایک ہفتے سے ان کے گانے سن سن کر انہوں نے اچھی خاصی پیروڈیز ... لی تھیں۔

"بنو تیرے ابا کی ٹوٹی حویلی
بنو میں اینٹیں ڈھوتا آیا
بنو تیری بہنوں کی لمبی زبانیں
بنو میں قینچی لیتا آیا"

لائبہ کی ساری توجہ ڈھولک کی تھاپ بدلنے پر تھی۔ صبا کا جھانپڑ اُسے گڑبڑا گیا۔

"ہمیں رگید رہے ہیں یہ لوگ۔" سعدیہ نے ہنسی روکتے ہوئے کہا تھا۔

"اب ہماری باری ہے عماد بھائی!" عائزہ سے بے عزتی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"ہاں، ہاں ـــــ گولڈ میڈل تمہارا انتظار کر رہا ہے۔" اس نے جلتی پہ تیل چھڑکا تھا۔

عائزہ نے نظروں ہی نظروں میں لڑکیوں کو اشارہ دیا تھا۔

"کل ہم دولہا کے گئے شاوا
وہاں پر بھالو دیکھے شاوا
ہم نے دولہا سے پوچھا شاوا
یہ کون ہیں تیرے شاوا
شرما کے بولے، گھبرا کے بولے

یہ بھالو نہیں ہیں، یہ بھائی ہیں میرے
دولہا کے بھائی، بھالو ہیں
ذرا زور سے بولو، بھالو ہیں"

اب لڑکوں کی شکلیں دیکھنے لائق تھیں۔ سب ہنس رہے تھے۔

"اتنی اچھی شکلیں ہماری، لے کے بھالو بنا دیا یار!" عماد نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ...ے سے کہا تھا۔

"یہ کہیں کہ آئینہ دکھا دیا۔" نگین نے کہا۔

"اس حملے کا جواب بہت ضروری ہے گینگ!" انس نے نگین کو گھورا تھا۔

"چاند! وہی گانا گاؤ جو رات معید کے کمرے میں سنا رہے تھے۔" نعمان اٹھ کر ان کے پاس آ ... جبکہ نوفل وہیں صوفے پر معید کے ساتھ بیٹھا ان لوگوں کو ایک دوسرے کی درگت بناتے دیکھ کر ...را رہا تھا۔

"ہاں یار! اتنی زبردست چیز مس کر رہے ہو۔" عماد کا جوش بیدار ہونے لگا۔

"میرے انگنے میں تمہارا کیا کام ہے
جو ہے دلہن والا وہی تو بدنام ہے
دلہن کی بہنیں تپلی دلہن کا برا حال ہے
کھیت میں بھجوا دو سنڈی کا کیا کام ہے"

ہنسی، مزاح، قہقہے۔ فضا اپنے عروج پر تھی۔

کتنی ہی دیر وہ لوگ یونہی لڑکیوں کو زچ کرتے رہے تھے۔ مگر ایک بھی طریقے کا گانا نہ خود گایا ...رنہ انہیں گانے دیا۔

نوفل اپنے گھر والوں کو ڈراپ کرنے چلا گیا جبکہ انس وہیں لمبا لیٹ گیا۔

"بہت کڑا مقابلہ تھا ـــــ تھک گیا ہوں۔" اس کی ایکٹنگ پر سب کو ہنسی آ گئی۔

مُنی کی دوستوں کو ڈراپ کرنے کی ذمہ داری عماد کے سر آئی جسے اس نے بخوشی قبول کیا تھا۔

"میں بھی چلوں گی ساتھ۔" رائمہ کو متذبذب دیکھ کر صبا نے تسلی دی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے یار! ـــــ اچھا بھلا لانگ ڈرائیو کا موقع مل رہا تھا۔" عماد نے مصنوعی خفگی ...ے کہا تو اس نے متاسفانہ انداز میں کہا۔

"شرم کریں عماد بھائی! بہنوں کو چھوڑنے جا رہے ہیں۔"

"تو میں نے کیا کہا، بہنوں کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر نہیں جا سکتے کیا؟" وہ فوراً مکر گیا تھا۔ صبا ...سکرا دی۔

"لگتا ہے پھپھو سے بات کرنا ہی پڑے گی۔"

"بس دھمکیاں ہی دیتی رہنا۔" وہ اسے گھورتا ہوا باہر نکل گیا تھا

کی خبر لے چکا تھا۔

عماد نے ڈھولک بڑی شرافت کے ساتھ اس کے حوالے کر دی تو لائبہ نے مشکوک نظرو اسے دیکھا۔

"آپ لوگ کیوں نہیں بجا رہے؟"

"ہم بھی بجائیں گے۔ مگر ڈھولک نہیں بلکہ تم لوگوں کا بینڈ۔" چاند نے ذومعنی انداز میں کہا جز بز ہو گئی۔

ان دنوں گھر میں چلتی مشاورت سے وہ بھی باخبر تھی جو اس کے اور چاند کے رشتے کو لے رہی تھی۔

"پہلے ایک بینڈ باجے سے تو فارغ ہو لینے دو۔" تائی جان ہنسی تھیں۔

"ہاں! وہ دن آئے تھے۔" لائبہ اسے منہ چڑا کر ڈھولک بجانے لگی۔

"بنو تیرے ابا کی اونچی حویلی
بنو میں ڈھونڈتا چلا آیا"

"اوئے! یہ تو ہم گانے والے تھے ـــ ہمارا گانا یہ ہے۔" ابرار نے شور مچایا تھا۔

"آپ ابرار بھائی ہی رہیں۔ ابرار الحق بننے کی کوشش مت کریں۔" عائشہ بھنائی تھی مگر کون سننے کو بیٹھا تھا۔ ایک ہفتے سے ان کے گانے سن سن کر انہوں نے اچھی خاصی پیروڈیز لی تھیں۔

"بنو تیرے ابا کی ٹوٹی حویلی
بنو میں اینٹیں ڈھوتا آیا
بنو تیری بہنوں کی لمبی زبانیں
بنو میں قینچی لیتا آیا"

لائبہ کی ساری توجہ ڈھولک کی تھاپ بدلنے پر تھی۔ صبا کا جھانپڑ اُسے گڑبڑا گیا۔

"ہمیں رگید رہے ہیں یہ لوگ۔" سعدیہ نے ہنسی روکتے ہوئے کہا تھا۔

"اب ہماری باری ہے عماد بھائی!" عائزہ سے بے عزتی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"ہاں، ہاں ـــ گولڈ میڈل تمہارا انتظار کر رہا ہے۔" اس نے جلتی پہ تیل چھڑکا تھا۔

عائزہ نے نظروں ہی نظروں میں لڑکیوں کو اشارہ دیا تھا۔

"کل ہم دولہا کے گئے شاوا
وہاں پہ بھالو دیکھے شاوا
ہم نے دولہا سے پوچھا شاوا
یہ کون ہیں تیرے شاوا
شرما کے بولے، گھبرا کے بولے

یہ بھالو نہیں ہیں، یہ بھائی ہیں میرے
دولہا کے بھائی، بھالو ہیں
ذرا زور سے بولو، بھالو ہیں"

اب لڑکوں کی شکلیں دیکھنے لائق تھیں۔ سب ہنس رہے تھے۔

"اتنی اچھی شکلیں ہماری، لے کے بھالو بنا دیا یار!" عماد نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ے سے کہا تھا۔

"یہ کہیں کہ آئینہ دکھا دیا۔" نگین نے کہا۔

"اس حملے کا جواب بہت ضروری ہے گینگ!" انس نے نگین کو گھورا تھا۔

"چاند! وہی گانا گاؤ جو رات معید کے کمرے میں سنا رہے تھے۔" نعمان اٹھ کر ان کے پاس آ جبکہ نوفل وہیں صوفے پر معید کے ساتھ بیٹھا ان لوگوں کو ایک دوسرے کی درگت بناتے دیکھ کر را رہا تھا۔

"ہاں یار! اتنی زبردست چیز مس کر رہے ہو۔" عماد کا جوش بیدار ہونے لگا۔

"میرے انگنے میں تمہارا کیا کام ہے
جو ہے دلہن والا وہی تو بدنام ہے
دلہن کی بہنیں تکی دلہن کا برا حال ہے
کھیت میں بھجوا دو سنڈی کا کیا کام ہے"

ہنسی، مزاح، قہقہے۔ فضا اپنے عروج پر تھی۔

کتنی ہی دیر وہ لوگ یونہی لڑکیوں کو زچ کرتے رہے تھے۔ مگر ایک بھی طریقے کا گانا نہ خود گایا ر نہ انہیں گانے دیا۔

نوفل اپنے گھر والوں کو ڈراپ کرنے چلا گیا جبکہ انس وہیں لمبا لیٹ گیا۔

"بہت کڑا مقابلہ تھا ـــ تھک گیا ہوں۔" اس کی ایکٹنگ پر سب کو ہنسی آ گئی۔

ضحیٰ کی دوستوں کو ڈراپ کرنے کی ذمہ داری عماد کے سر آئی جسے اس نے بخوشی قبول کیا تھا۔

"میں بھی چلوں گی ساتھ۔" رائمہ کو متذبذب دیکھ کر صبا نے تسلی دی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے یار! ـــ اچھا بھلا لانگ ڈرائیو کا موقع مل رہا تھا۔" عماد نے مصنوعی خفگی سے کہا تو اس نے متاسفانہ انداز میں کہا۔

"شرم کریں عماد بھائی! بہنوں کو چھوڑنے جا رہے ہیں۔"

"تو میں نے کیا کہا، بہنوں کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر نہیں جا سکتے کیا؟" وہ فوراً مکر گیا تھا۔ صبا مسکرا دی۔

"لگتا ہے پھپھو سے بات کرنا ہی پڑے گی۔"

"بس دھمکیاں ہی دیتی رہنا۔" وہ اسے گھورتا ہوا باہر نکل گیا تھا

"ضوئی کو بتانا ہم آئس کریم کھانے جا رہے ہیں۔" صبا نے آواز لگائی تو عماد اس کی بات پر ہنسا۔

"یعنی ضحیٰ کا دل جلانے کے لئے میری جیب کا صفایا۔"

نوفل واپس لوٹا تو چائے کا دور چل رہا تھا۔

"یہ لیں نوفل بھائی! رت جگے کے لئے۔" عائزہ نے مسکراتے ہوئے چائے کا مگ اس کی طرف بڑھایا۔

"آپ کی بیگم تو آئس کریم کھانے جا چکی ہیں۔ آپ چائے ہی سے کام چلائیں۔" نگین نے کہا تو وہ چونک گیا۔ اسے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ صبا کے علاوہ وہاں عماد کی کمی تھی۔ اس نے مگ ہونٹوں سے لگا لیا تو دل کی جلن جیسے کئی گنا بڑھ گئی۔

چاند گٹار کی تاروں کو چھیڑتا مدھم سُروں میں گنگنانے لگا۔

"ساتھ جب سے تمہارا نہیں ہے
چاند کے پاس تارا نہیں ہے
عشق کرنا تو یہ سوچ لینا
اس ندی کا کنارا نہیں ہے
اُڑ گئی نیند آنکھوں سے کہہ کر
یہ علاقہ ہمارا نہیں ہے
دیکھ رکھی ہے میں نے یہ دنیا
پیار سے کچھ بھی پیارا نہیں ہے"

"فوراً پتہ لگاؤ کہ یہ کون سی تارا ہے جو چاند کے پاس نہیں ہے۔" نگین نے مسکراہٹ دباتے ہوئے لائبہ کے پہلو میں کہنی چبھوئی تو وہ جو ابھی تک اس کی آواز کے ٹرانس میں تھی، شپٹا گئی۔

"یہ اب کسی کام کی نہیں رہی۔"

لائبہ ان دونوں کو گھور کر رہ گئی۔

وہ عماد کے ساتھ ہنستی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی۔

"بس! آج یہ طے ہو گیا ہے صبا میرا! تم میرا دل توڑنے میں ماہر ہو چکی ہو۔ ذرا سا سا میرا بیڑہ پار لگ سکتا ہے۔ مگر نہیں۔" عماد کہہ رہا تھا۔

باتوں میں مصروف نوفل کی سماعتیں بے ساختہ ہی ان کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"بھئی میں تو چائے نہیں پیوں گی۔ ابھی زبان پر آئس کریم کا ذائقہ تازہ ہے۔" وہ عائزہ سے کہہ رہی تھی۔ پھر آ کر نوفل کے ساتھ ہی صوفے سے ٹیک لگا کر کارپٹ پر بیٹھ گئی۔

بڑے تو سونے کے لئے جا چکے تھے۔ بس یہ لوگ ہی گپیں لگانے بیٹھ رہے تھے۔

"کبھی ضحیٰ بھی آ جائے تو مزہ آ جائے۔" نگین نے کہا تو صبا نے فوراً اسے ٹوک دیا۔

"اس کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔ اسی لئے تو میں نے بھی فورس نہیں کیا۔"

"اگر معید بلاتا تو ضرور آتی۔ تم، ہم بھلا کس کھاتے میں ہیں؟" انس نے اونچی آواز میں کہا۔

"اچھا ہے، آدمی کو اپنی اوقات پتہ چلتی رہنی چاہئے۔" جواباً معید نے اطمینان سے کہا تو عماد نے فوراً لقمہ دیا۔

"دیکھا ___ شادی ہوئی نہیں اور بندہ پہلے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔"

"اسی لئے تو آپ کی نہیں ہونے دے رہے۔ کوئی تو قابو میں رہے۔" لائبہ نے اسے چھیڑا تھا۔

"ویسے یار! غور کرو تو یہ عورتیں بڑی ڈپلومیٹک ہوتی ہیں۔ بھائی بیوی کے قابو میں نہ جائے مگر شوہر ضرور ان کے قابو میں ہو۔ چکرا کے رکھ دیا ہے انہوں نے شادی شدہ بندوں کو۔" نعمان نے انکشاف کیا تھا۔

"افسوس کہ بھابی اس وقت سونے جا چکی ہیں۔ ورنہ ضرور داد دیتیں تمہارے اس تاریخی جملے کی۔" انس نے کہا۔

"تو کیا جھوٹ ہے اس میں؟ ___ اپنی بیگم سے پوچھو یا پھر صبا سے۔" نعمان اپنی بات پر ڈٹا ہوا تھا۔

"ہر گھر میں ایسا نہیں ہوتا۔" نگین نے مسکرا کر مختصراً جواب دیا تھا۔

"اگر ایسا ہوتا بھی ہے تو اِٹس نیچرل۔ البتہ جواب میں ساری ذمہ داری مرد پر آ جاتی ہے کہ اب وہ کیسے بیوی اور ماں بہن میں توازن برقرار رکھتا ہے۔" صبا نے کہا۔

"دیکھا، پھر ڈپلومیٹک جواب۔" عماد مسکرانے لگا۔

"اس میں کیا ڈپلومیسی تھی؟ ___ کیا مرد میں اتنے گٹس بھی نہیں ہوتے کہ وہ دو رشتوں کے درمیان توازن رکھ سکے۔ عورتیں بھی تو اتنے سارے رشتوں کو نبھاتی ہیں، ساتھ لے کر چلتی ہیں۔" صبا بحث کرنے والے انداز میں بولی تو انس نے کہا۔

"یہ سوال تو تمہیں معید سے کرنا چاہئے۔ اس کا تو روزانہ ہی نئے نئے مرد عورتوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اسے پتہ ہو گا کہ مرد ڈپلومیٹک ہوتا ہے یا عورت؟"

معید ان کی طرف متوجہ نہیں تھا، چونک اٹھا۔

"ہوں ___ کیا کہا؟"

"یہ شاید ٹیلی پیتھی کے ذریعے ضحیٰ سے رابطے میں ہے۔" نعمان نے معنی خیز انداز میں کہا تو معید خجل سا ہو گیا۔ اسے پتہ تھا کہ اب سب کے بیچ اس کی درگت بننے والی تھی ورنہ اس سے پہلے تو اس نے کبھی انہیں پٹھے پر ہاتھ بھی دھرنے نہیں دیا تھا۔

عائزہ آ کر صبا کے ساتھ بیٹھی تو جگہ کم ہونے کی وجہ سے اسے مجبوراً نوفل کی طرف کھسکنا پڑا جو چائے کا مگ رکھ کر سیدھا ہو رہا تھا۔ پیچھے ہٹتے ہی اس دلربا سے سراپے کو خود سے بے حد قریب پایا تو لحظہ بھر کو ٹھٹک سا گیا۔ خود صبا بھی اس غیر ارادی قربت پر خجل سی تھی۔ حالانکہ سامنے ہی نگین اور انس

بھی بیٹھے تھے۔ انہیں کوئی نوٹ نہیں کر رہا تھا تو انہیں کون کرتا۔ مگر ساری بات دل کی ہوا کر یہ دل ہی وہ نہیں تھے جو ایک ہی تال میں دھڑکتے۔ صبا کو اپنا بایاں پہلو جلتا محسوس ہو رہا تھا شانہ اس کے بازو سے مسلسل ٹچ کر رہا تھا۔ اس نے اپنی پوری توجہ ابرار اور چاند کے ڈوئٹ لگا دی۔ مگر پرفیوم کی دلفریب اور وحشی خوشبو اس کے ارتکاز کو منتشر کر رہی تھی۔

یہ ساتھ بیٹھا اس سے لاپرواہ اور سنگدل شخص! شاید یہ ماحول کا اثر تھا کہ اس کی دھڑ ترتیب ہوئے جا رہی تھیں۔ اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ ساتھ بیٹھا یہ شخص اپنی تما اعتنائی اور سنگ دلی کے باوجود اسے بے حد عزیز ہو چکا تھا۔ جس کے بے ایمان وجود صرف دو نیچی نگاہیں ہی دکھائی دیتی تھیں۔

''چلو، اب اپنی اپنی پسند سے کچھ سناؤ تم لوگ۔'' نعمان نے سب کو آفر کی تھی۔

''میں تو کھری کھری سناؤں گا۔ اور وہ بھی سب شادی شدگان کو جنہیں اس بیچارے کنوا رتی بھر بھی فکر نہیں ہے۔'' عماد نے سب سے پہلے ہاتھ اٹھاتے ہوئے منتقمانہ انداز میں کہا تو بے ساختہ جواب دیا۔

''پیوستہ رہ شجر سے، امید بہار رکھ۔''

''کوئی شجر بچے گا تب نا۔'' وہ تلملا رہا تھا اور سب کی ہنسی۔

پھر بیت بازی شروع ہوئی تو یہ محفل دیر تک چلی۔ خصوصاً نعمان، عماد، چاند اور ابرار کے ساتھ عائزہ نے خوب مقابلہ کیا۔ جبکہ باقی سب ایک آدھ شعر پتھر کی طرح لڑھکا رہے تھے۔

''گفتگو میں حیا کے تالے ہیں
اور لب پہ ادا کا پہرہ ہے
لڑکیوں کو سمجھ نہ پاؤ گے
یہ سمندر بہت ہی گہرا ہے''

لائبہ نے اپنی باری آنے پر چاند کی تمام تر شرارتوں کا حساب ایک ہی بار میں چکتا کر دیا تو وہ سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

''چلو صبا! کوئی اچھا سا شعر ہو جائے۔'' نعمان نے فرمائش کی تو وہ مسکرا دی۔

''یہ مت پوچھو کہ کیا بچتا ہے کیا ٹوٹ جاتا ہے
کسی پر سے کسی کا جب بھروسہ ٹوٹ جاتا ہے
میرے محبوب دشمن کو میرا پیغام دے دینا
ذرا سی چوٹ سے یہ دل کا شیشہ ٹوٹ جاتا ہے''

''بڑا دردیلا شعر ہے صبی! ـــــ ہضم نہیں ہوا۔''

''دو گولی کار مینا!'' مشورہ مفت تھا۔

''نوفل سے سنو یار! شوہروں کو کبھی کبھی تو موقع ملتا ہے زبان کھولنے کا۔'' ابرار نے کہا تھا۔

اس صنف سے اپنی لاتعلقی ظاہر کر دیتا اگر نگین وہاں موجود نہ ہوتی۔ اسے شاعری سے نوفل ف کا اچھی طرح پتہ تھا۔ ہلکے سے مسکرا کر وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں گویا ہوا۔

''ہم برے ہیں اگر تو برے ہی بھلے
اچھا بننے کا کوئی ارادہ نہیں
ساتھ لکھا ہے تو ساتھ نبھ جائے گا
اب نبھانے کا کوئی بھی وعدہ نہیں''

با کا دل جیسے ایک بار رک کر پھر سے دھڑکا تھا۔ مدھم مدھم، آہستہ آہستہ!

بہت زیادہ ہے یہ نوفل! اتنی صاف گوئی۔'' نعمان نے متاسفانہ انداز میں کہا تو وہ خفیف سا

یہ اپنی غائبانہ محبوبہ کے لئے کہہ رہے تھے نعمان بھائی! ڈونٹ وری۔'' صبا نے جانے کس کا لنا چاہا تھا۔ مسکرا کر بولی تو نوفل نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

شعر تو شعر ہے ـــــ چاہے کسی کے دل کو لگے یا دماغ کو۔''

مجھے جانے دو اب یار!'' معید نے اپنی طرف سے بہت آہستگی کے ساتھ ابرار سے کہا مگر اسے ں تھا کہ وہ سب ہی اسے پھانسنے کے موڈ میں تھے۔

یہ دیکھو بھائی لوگ! ابھی سے دغا بازیاں شروع ہو گئی ہیں۔ اس سے پوچھو اب کون سا کیس ں کرنا ہے جا کر؟''

ضحیٰ میر بنام معید حسن۔'' عماد نے آواز لگائی تھی۔

بکواس مت کرو۔'' وہ ہنس دیا تھا۔

اوہو! گن لو اب۔ یہی دانت دیکھنے اور گننے کی حسرت تھی کبھی۔''

یا تو یہ ضحیٰ سے شادی کی خوشی ہے یا پھر صدمہ۔ تیسری تو کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔'' ابرار نے یقین کے ساتھ کہا تو معید نے لب بھینچتے ہوئے اسے ہلکا سا گھور کر دیکھا تھا۔

شادی سے پہلے سبھی ایسے ہی بھاؤ کھاتے ہیں۔'' نعمان نے انکشاف کیا تھا۔

اور پھر بعد میں سب ہماری صبا کی طرح ہو جاتے ہیں۔ بے وفا۔'' عماد نے صبا کو کچھ یاد ، کی کوشش کی تو وہ اسے آنکھیں دکھانے لگی۔

یہ معید بھائی ہی کا حوصلہ ہے جواب یہ آپ کے قابو میں ہیں۔ بلکہ نکاح میں ہیں محترمہ۔'' نے ہنستے ہوئے نوفل کو بتایا تھا۔

وسب آپس میں مذاق میں مگن تھے اور ادھر نوفل احمد کا دل پھر سے دھڑا دھڑ جلنے لگا تھا۔

●●●●●

یک بار پھر سے رنگ و نور سے بھری رات ''میر ہاؤس'' کا مقدر بنی تھی۔ تمام انتظامات بہترین ر بھی انس کو بات بات میں معید کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔

''کیا یار! دولہا بن کے کیا انسان کسی کی ذرا سی مدد بھی نہیں کرسکتا؟'' وہ چڑ کر رہ گیا
تایا جان کا سختی سے آرڈر تھا کہ معید سے ایک تنکا بھی دوہرا نہ کرایا جائے۔ کم از کم
تک۔ اور ادھر ''میر ہاؤس'' میں ایک ہنگامہ سا مچا ہوا تھا۔

''کیا مصیبت ہے یار! اگر گھر میں ایک آدھ باتھ روم اور بنا دیا جاتا تو کوئی قیامت
پڑتی۔'' ہر کمرے کے ساتھ اٹیچڈ باتھ ہونے کے باوجود جب لائبہ کو کوئی بھی باتھ روم خا
اسے ''میر ہاؤس'' کی غلط کنسٹرکشن کا شدت سے احساس ہوا تھا۔

''تو گھر سے نہا کے آتیں نا۔'' عائزہ نے بڑی بے رحمی سے جواب دیا تو وہ دانت پی

''ایک ہفتہ پہلے آرہی ہوں اور نہا کے آتی۔ تمہاری طرح سال کے سال نہانے کی
ہے مجھے۔''

عائزہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ دبانے کے لئے پلٹ کر پھر سے باتھ روم کا بند دروا
لگی جہاں سے حمرہ کی آمد کے کوئی آثار فی الحال تو پیدا نہیں ہو رہے تھے۔

''جو بھی کہو، یہاں تو باری میری ہے۔ لائن میں لگنا پڑے گا۔'' اس نے پلٹ کر کہا
اسے بددعائیں دینا شروع کر دیں۔

''خدا کرے تم نہانے گھسو تو ٹینکی سے پانی ختم ہو جائے ـــــ گیزر آف ہو جائے
چلی جائے۔''

''شاباش ہے بھئی ـــــ یہ کیا نثر نگاری ہو رہی ہے؟ جبکہ آج تو ترنم سے گانے کا
صبا سر پر تولیہ لپیٹے رف سے حلیے میں مگر بہت فریش سی اندر داخل ہوئی تھی۔

''آج اگر مجھے کوئی باتھ روم خالی نہیں ملا تو میں شادی میں شریک نہیں ہوں گی۔ یہ
کے رکھ لو۔'' لائبہ سخت جذباتی ہو رہی تھی۔ دیگر کزنز تیار ہو کر باہر لان میں موجود تھیں اور
سے قطعی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

''اوفوہ! اتنا جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میرے کمرے میں جا کر واش رو
سکتی ہو۔'' صبا نے اس کی جذباتی تقریر پر ہنسی روکتے ہوئے کہا اور سر پر سے تولیہ اتار
سہلاتے ہوئے بال خشک کرنے لگی۔

''اور نوفل بھائی؟'' وہ متذبذب ہوئی تو صبا نے اسے اطمینان دلایا۔

''وہ تو کب کے شاور لے کر فارغ ہو چکے۔ اب انہوں نے صرف چینج کرنا ہے۔''
پروانہ آزادی پا کر سرپٹ بھاگی تو دوسرے پورشن کا کوریڈور مڑتے ہی کسی سے اتنی
ہوئی کہ اسے حقیقتاً دن میں تارے تو کیا، ''چاند'' بھی دکھائی دے گیا۔

''اگر جو دیکھ بھال کر چل لیا کرو تو اتنے فلمی ٹکراؤ نہ ہوا کریں۔'' اس کی مسکراتی ہوئی
میں پڑی تو نیچے گری لائبہ کے حواس قدرے ٹھکانے پر آئے تھے۔

''تم بھی اگر بدمست ہاتھی کی طرح دندناتے ہوئے نہ پھرو تو ایسے حادثات نہ ہوا

دیکھتی ہوئی بولی تھی۔
نے والی نظروں سے
کہ کمال ہو گیا۔ وہ فلمی ہیروئن کی طرح اس سے ٹکرا کر گری ہوئی تھی مگر اس نے ایک منٹ کو
دہن کے اسے اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ جلتی پہ تیل ڈالنے کی سی حرکتیں کر رہا تھا۔
دلچسپی سے اس کا برہم سا روپ دیکھا تھا۔
ب اٹھ جاؤ گی یا پھر کرین منگواؤں؟'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
بہ تنتنا کر اٹھی تھی۔
کرین منگوانا اپنی کسی ہوتی سوتی کے لئے ـــــ اور خبردار جو آئندہ کبھی مجھ سے ٹکرانے کی
کی تو۔''
ارے واہ ـــــ!'' وہ حیران ہوا تھا۔ پھر اس کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا۔ ''ایک سے ایک
رت لڑکی آئی ہوئی ہے باہر۔ میرا کیا دماغ خراب ہے جو ماسیوں سے الجھتا، ٹکراتا پھروں؟''
کیا میں تمہیں ماسی دکھائی دے رہی ہوں؟'' لائبہ کا دماغ جیسے ابلنے کو تھا۔ غرا کر بولی تو وہ
ہوئے بغیر بولا۔
سوری! ـــــ شاید میں کچھ غلط کہہ گیا۔ آج تو باجی پیاری بھی بہت پیاری لگ رہی ہے
ے مقابلے میں۔''
لائبہ کے تو سر پہ لگی تلوؤں جا بجھی۔
''تو پھر جا کے دیکھو اپنی پیاری کو۔ میرا دماغ کیوں کھا رہے ہو؟'' وہ پاؤں پٹختی آگے بڑھی تو
نے اس کا ہاتھ تھام کر روک لیا۔ لائبہ نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا جس کے ہونٹوں پر ہلکی
مسکراہٹ تو تھی مگر اس میں شرارت کا شائبہ تک نہیں تھا۔
''کیا کر رہے ہو؟'' وہ اس کی نظروں کے ارتکاز سے نروس ہوتے ہوئے منمنائی تھی۔ جواباً وہ
ان سے بولا۔
''خود ہی تو کہا تم نے کہ اپنی پیاری کو دیکھو، اس لئے۔''
''اف ـــــ'' لائبہ کو لگا جیسے تمام جسم اس کے چہرے پر سمٹ آیا ہو۔ وہ ایک جھٹکے سے اپنا
اس کی گرفت سے چھڑا کر پلٹی اور پھر بھاگنے کے سے انداز میں اس نے صبا کے کمرے میں آ کر
دم لیا تھا۔
''بدتمیز! دماغ خراب ہو گیا ہے کیا اس کا؟ کتنا بے باک ہے۔ اگر کوئی وہاں آ جاتا تو؟'' اس کا
ابھی تک بے ترتیبی سے دھڑک رہا تھا۔ اسے چاند کی اپنے لئے پسندیدگی کا اندازہ تو تھا مگر یوں
کھلے لفظوں میں اظہار کا یہ پہلا موقع تھا۔ سو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ
بے حد ہلکا پھلکا سا احساس بھی دل و ذہن کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھا کہ جو اسے پیارا تھا،
سے بھی وہ پیاری تھی۔ اس سے بڑھ کر دل کی تسلی اور کیا ہو سکتی تھی۔ وہ گنگناتی ہوئی نہانے گھس گئی۔

●●●●●

الٹی سیدھی سوچوں اور اعصابی کشیدگی کا نتیجہ بخار کی صورت نکلا تھا اور اب صبا متفکر سر پر کھڑی تھی۔

"بہت بے وقوف ہو تم ضوئی! کم از کم اپنی طبیعت کی خرابی سے آگاہ تو کرتیں۔ یوں عی کے وقت بیمار پڑنے کی کیا تک ہے؟" وہ تھرمامیٹر سے اس کا بخار چیک کرتے ہوئے ا رہی تھی۔

"کیا فائدہ ہوتا۔ تم سمجھتیں شاید یہ بھی کوئی ڈرامہ کر رہی ہوں میں۔" اس نے بے تاثر کہتے ہوئے آنکھوں پر بازو رکھ لیا تو صبا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"میرا دماغ تمہاری طرح خراب نہیں ہے۔ بے وجہ کی ٹینشن اور فضول سوچوں کا نتیجہ" وہ اس کی حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ضروری نہیں ہے کہ جو تمہارے لئے فضول اور بے وجہ ہو، اس کی میرے نزدیک ب اہمیت نہ ہو۔" وہ تلخ لہجے میں بولی تو صبا نے معاندانہ انداز میں کہا۔

"بہرحال ضحیٰ! اب جبکہ یہ سب ہونے جا رہا ہے تو تمہیں اپنے ذہن کو ٹینشن فری رکھنا ایک تمہاری طبیعت کی خرابی سب گھر والوں کی پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔"

"ٹینشن میں ذہن کو ٹینشن فری رکھنا شاید تمہی کو آتا ہوگا۔ میں اتنی مافوق الفطرت نہیں" وہ چڑ کر بولی تو صبا اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"لیکن ہماری تربیت تو ایک سے ماحول میں ہوئی ہے نا۔ ہمارے اپنے، ہمارے چاہنے ایک ہی ہیں نا۔" نرمی سے کہا تو پتہ نہیں کیا سوچ کر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"پھر بھی، تم نے ایک بار بھی میری کسی بات کا اعتبار نہیں کیا۔ اگر تم کبھی مجھے بتاؤ کہ خدا نوفل بھائی تم سے اچھا سلوک نہیں کرتے تو ان کی پالشڈ پرسنالٹی اور اچھے بی ہیویئر سے قطع تمہاری بات کو فوراً سچ تسلیم کر لوں گی۔ کیونکہ میں تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔" اس نے ہوئے لہجے میں کہا تو چند ثانیوں کے لئے صبا جیسے سُن سی ہو کر رہ گئی۔

نادانستگی میں وہ اس کے زخموں کو پھر سے تازہ کر گئی تھی۔

"اور میں بھی تمہیں بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ بلکہ تمہاری جذباتیت اور بے وقوفیوں مجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ تمہاری کن باتوں کا مجھے اعتبار کرنا چاہئے اور کن کا نہیں۔" اس الفور خود کو سنبھالتے ہوئے قدرے بے پرواہی کا تاثر دیا تھا۔ ورنہ دل تو اس کے اندھے اع ایمان لے آیا تھا۔

"تو پھر دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" وہ یکلخت ہی غصے میں آ گئی تھی۔

صبا نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"زیادہ بھابی بننے کی کوشش مت کرو۔ ورنہ مجھے بھی روایتی نند بننا پڑے گا۔"

"سب سے پہلے تو میں تمہارا یہاں آنا ہی بند کرا دوں گی۔" ضحیٰ نے دانت پیس کر کہا تو د

ی۔ پھر یونہی ہنسی کے درمیان اسے چھیڑنے والے انداز میں بولی۔

"یہ کام تو تبھی ہوگا جب تم معید بھائی کو اپنی مٹھی میں کر لوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے ے کافی نیک ہیں۔"

"اس سے پہلے کہ میں اس نکاح سے انکار کر دوں، تم اپنی شکل گم کر لو۔" ضحیٰ نے تکیہ اٹھا کر ے مارا تھا۔

"اچھا فضول باتیں چھوڑو اور اب اٹھ جاؤ۔ کپڑے تیار پڑے ہیں۔ پہن لو۔ پھر رسم کا وقت ہو ئے گا۔ مووی والا بھی انتظار کر رہا ہے۔" صبا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تو وہ ساکت سی اسے ئے گی۔ صبا نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چومی تھی۔

"چلو اُٹھ جاؤ اب۔ اس سے پہلے کہ بڑوں کی طرف سے بلاوا آئے۔"

چند لمحوں تک یونہی بے تاثر انداز میں بیٹھے رہنے کے بعد وہ خاموشی سے اُٹھ کر واش روم میں گئی تو صبا نے بھی تشکر کی سانس بھری تھی۔ عائزہ اور حمرہ کو اس کے پاس بھجوا کر وہ تیزی سے اپنے رے کی جانب بڑھی تو راستے ہی میں تایا جان سے ٹکراؤ ہو گیا۔

"بیٹا جی! آپ یونہی پھر رہے ہو۔ باہر لوگ آنا شروع ہو چکے ہیں۔"

"بس ابو! میں دس منٹ میں تیار ہو کر پہنچتی ہوں۔" وہ بھاگی تھی۔ جلدی جلدی کے چکر میں دیر تی جا رہی تھی اور کسی کو اندازہ بھی نہیں ہو رہا تھا۔

کپڑے تبدیل کر کے اس نے جیولری پہنی تھی اور بالوں کو یونہی سمیٹ کر پیچھے کر دیا۔ حمرہ کی لاع کے مطابق بیوٹیشن آئی تھی جس کا کام شادی کے دنوں میں ان سب کو تیار کرنا تھا۔ وہ نازک ا چپلوں میں پاؤں پھنساتی تیزی سے باہر نکلنے کو تھی جب نوفل اندر داخل ہوا۔

"آپ ابھی تک یونہی پھر رہے ہیں؟" وہ اسے سابقہ حلیے میں دیکھ کر بے ساختہ بولی تو نوفل نے شانے جھٹک کر کہا۔

"مجھے کون سا میک اپ کرنا ہے۔ کپڑے چینج ہی تو کرنے ہیں، کر لوں گا۔"

"کر لیں نا پلیز۔ اس سے پہلے کہ مجھے ابو سے ڈانٹ پڑ جائے۔" وہ الماری کھول کر نوفل کا ستری شدہ سوٹ ہینگر پر سے اتارتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ پھر بے اختیار ہی پلٹی جیسے اچانک کچھ یاد آیا ہو۔

"ماما اور ادینہ وغیرہ کو لائے ہیں یا نہیں؟" وہ حد درجہ متفکر تھی۔

"انہیں کافی دیر پہلے ہی لا چکا ہوں۔ لان میں سب کے ساتھ موجود ہیں۔" نوفل نے اچٹتی سی نگاہ اس کے پُرسکون چہرے پر ڈالتے ہوئے جواب دیا اور اپنا سوٹ اس کے ہاتھوں سے لے کر پلٹ گیا۔

"باہر سردی تو نہیں ہے نا ـــــ آئی مین ہیٹر وغیرہ کا انتظام۔"

"سب کچھ اے ون ہے۔ اینڈ ڈونٹ وری۔ ہر طرف سے کور کر کے پھر ہیٹر کا انتظام کروایا ہے

ہم نے۔ ورنہ اتنی سردی میں کھلے آسمان کے نیچے کسی فنکشن کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' وہ اسے دیتا ہوا واش روم میں چلا گیا تھا۔

تب وہ ٹھٹکی

ارے یہ کیا۔۔۔۔!

ایک خوشگوار احساس نے اس کی مشامِ جاں کو معطر کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ نوفل احمد تھا۔ ا کیسا روپ تھا اس کا؟ کیا کمپرومائز کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھ رہا تھا وہ؟

فی الحال اس کے پاس ان سوالوں کے جواب کھوجنے کا وقت نہیں تھا۔ سو اک خوشگوار احسا ساتھ لئے اور اپنی بقیہ تیاری مکمل کرنے کے لئے حرہ کے کمرے میں آ گئی جہاں بیوٹیشن سب فارغ ہو کر اسی کے انتظار میں بیٹھی تھی۔

''بس لائٹ سا میک اپ ہو اور سادہ سا ہیئر اسٹائل۔'' اسے ہمیشہ ہی میک ڈاؤن کا رہتا تھا۔

بیوٹیشن اسے اسٹول پر بٹھاتی ہوئی خوش دلی سے بولی۔

''آپ بیٹھیں تو سہی۔۔۔۔ سب کچھ آپ کے ڈریس کی مطابقت سے ہوگا۔ یا پھر جو آپ چہرے پر سوٹ کرے۔''

تب وہ خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر بیٹھ گئی۔

●●●●●

معید اور ضحیٰ کی مایوں، مہندی کی رسم اکٹھے ہی کی جا رہی تھی۔ سو پہلے لڑکوں کی معیت میں کے سفید براق سوٹ میں ملبوس، گلے میں پیلا اور سبز چنری کا دوپٹہ لٹکائے معید کو اندر لایا گیا۔

''میرے یار! دو قدم پیچھے چلو۔ مہندی کی رسم ہو رہی ہے، نکاح کا ٹائم نہیں نکلا جا رہا۔''

وہ آگے نہیں نکلا تھا بلکہ اس پر منقش دوپٹہ تاننے والے دو قدم پیچھے رہ گئے تھے۔ مگر انس اسے برداشت کرنا پڑا۔ اب اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں کیا کہتا، جھینپ کر رہ گیا۔

''بے فکر رہو یار! ٹائم پر پہنچائیں گے تمہیں۔'' چاند نے تسلی دی تھی۔ تائی جان نے آگے معید کی پیشانی چومی اور پھر اس سے کئی سرخ نوٹ وار کر کام کرنے والیوں کو دیئے تھے۔ پھر باری مریم پھپھو اور چچی جان بھی آگے بڑھی تھیں۔

''پتہ نہیں کیوں، مگر آج معید کو دیکھ کر مجھے بے اختیار قربانی کا بکرا یاد آ رہا ہے۔'' یہ خیا باآواز بلند خیال عماد صاحب کا تھا۔ جس کے جواب میں قہقہے پڑے تھے۔ معید بے بسی سے سکا تھا۔

دو ڈھول والے اندر بلائے گئے۔ پھر جوان سب نے بھنگڑے ڈالے، وہ ماحول کو مزید بخش گئے تھے۔ چاند کے کھینچنے پر نوفل نے وہیں دونوں ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔

''او یار! اب تو ٹی وی پر بھی آنے لگے ہو۔ لگے ہاتھوں فلموں کی پریکٹس بھی کر لو۔'' ابرا

ہنچ کر بحرِ بیکراں میں لے آیا تھا۔

وہ سب ایک ایک پل سے خوشی کشید کر رہے تھے۔

اور صبا نے آج نوفل کا ایک نیا ہی روپ دیکھا تھا۔ ان سب کے ساتھ مل کر بھنگڑا ڈالتے ہ، ہنستے ہوئے، بہت بے فکر سا انداز۔ صبا نے اسے اپنی رگوں میں دوڑتا محسوس کیا تو دل اپنی ت پر خود ہی گھبرا گیا۔

نوفل کی بے اعتنائی کے باوجود دل کا اس کی طرف یوں مائل ہونا اس کے لئے انتہائی پریشان کن ر غیر معمولی بات تھی۔ سو خوشی کے عالم میں بھی ایک تفکر ہمہ وقت اس کے ہمراہ رہتا تھا جو اسے پے سے باہر ہونے نہیں دیتا تھا۔

تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ لوگ انہی مستیوں میں مگن رہے تھے۔ اس کے بعد معید کو لے جا کر لینڈے اور گلاب کی لڑیوں سے سجائے گئے اسٹیج پر بٹھایا گیا۔ تائی جان نے فوراً ہی صبا کو ضحیٰ کو نے کا آرڈر دیا تھا۔

''جلدی سے رسم ہو جائے تو پھر کھانا کھول دیا جائے گا۔''

وہ دیگر کزنز کے ساتھ ضحیٰ کے کمرے میں آئی تو اسے دیکھ کر لحظہ بھر کو ٹھٹک گئی۔ اُس کا فوٹو سیشن ،ہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ مووی بھی بن رہی تھی اور جس قدر سوگوار اور مضمحل وہ لگ رہی تھی، اتنا ہی ڈ کر روپ بھی آیا تھا۔

''چلو بھئی۔۔۔۔ ضحیٰ کو لانے کا آرڈر آیا ہے۔'' اس نے آیت الکرسی پڑھ کر ضحیٰ پر پھونکنے کے باآواز بلند کہا تھا۔

وہ سب مہندی کے گیت گاتیں گوٹے سے سجے دوپٹے تلے اسے پنڈال میں لائی تھیں۔

معید کے تمام حواس جیسے الرٹ ہو گئے۔ مسکراتے ہوئے اس کے ہونٹ بھنچ سے گئے مگر بہر طور ا دنیا تھی تو وہ احتراماً کھڑا ہوا تھا۔

''کاش ضحیٰ! تم اپنی زندگی کا سب سے انوکھا واقعہ دیکھ پاتیں کہ وکیل صاحب تمہارے استقبال کو ئرے ہوئے ہیں۔'' عماد نے ہانک لگائی تو سب ہنسنے لگے۔

''یہ امر اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ عورت کو ایسا احترام ملتا رہنا چاہئے۔'' صبا نے خوش دلی ے جواب دیتے ہوئے ضحیٰ کو بٹھایا تھا۔

''مہندی کی یہ رات، مہندی کی یہ رات
آئی مہندی کی یہ رات
لائی سپنوں کی بارات
سجنیا ساجن کے ہے ساتھ
رہے ہاتھوں میں ایسے ہاتھ
گوری کرت سنگھار، گوری کرت سنگھار''

چاند اور اس کا گروپ آرکسٹرا پر شوخ سُروں میں میوزک دے رہا تھا۔
مہندی کی رسم ہنسی مزاح کے دوران مکمل ہوئی تھی۔
ضحیٰ نے صبا کو بلایا تھا۔
"میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔"
صبا نے جھک کر گھونگھٹ میں مقید اس کا چہرہ دیکھا تو اس کی زرد پڑتی رنگت دیکھ کر اس کی
کا یقین آ گیا۔ نگین اور حرہ کے ساتھ اسے کمرے میں بھجوا کر وہ صالحہ بیگم کے پاس چلی گئی
مکمل ہو چکا تھا، سو اب وہ ان کے ساتھ ساتھ تھی۔
"تم آرام کرو—— میں تمہارے لئے ابھی کھانا بھجواتی ہوں۔" نگین نے کہا تو ضحیٰ نے
ٹوک دیا۔
"مجھے بالکل بھی بھوک نہیں ہے۔ میں اب بس سوؤں گی۔"
"ابھی سے؟—— ابھی تو بیٹھ کر باتیں واتیں کریں گے مزے مزے کی۔" وہ شرارت
بولی تھی۔
"مجھے کوئی مزے وزے کی باتیں نہیں سننی—— خبردار جو کسی نے آ کر مجھے جگایا بھی تو
کہتی دوپٹہ اتار کر کرسی پر پھینکتی ہوئی کپڑے تبدیل کرنے کے ارادے سے بڑھی تو نگین نے
ٹوک دیا۔
"انہی کپڑوں میں سو جاؤ—— اب یہ کپڑے نکاح کا جوڑا پہنتے وقت ہی چینج ہوں گے۔"
"کیا فضول رسم ہے۔ اب اس پھول، گوٹے والے لباس میں تو سونے سے رہی میں۔" و
کی بات رد کرتی ہوئی باتھ روم میں گھس گئی تھی۔ نگین گہری سانس بھرتی ہوئی مسکراتی ہوئی اس
کمرے سے نکل گئی۔
وہ تولیے سے چہرہ پونچھتی باتھ روم سے نکلی تو کمرے میں کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ تولیہ کرسی پر
ہوئی تھکے تھکے سے انداز میں اپنے بستر پر گر سی گئی۔
اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ صدیوں کا سفر طے کر کے یہاں تک پہنچی ہو۔ واقعی معید حسن
اس کے مابین صدیوں ہی کا فاصلہ تو تھا۔ مگر یہ فاصلہ چند دنوں میں کیسے ختم ہو گیا؟—— یہ
کیسے ہو گئی؟—— اُسے اپنا دماغ پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔
وہ دنوں روئی تھی اس انہونی پر مگر نتیجہ کیا رہا تھا، صفر۔ اور آج وہ اس کی زندگی میں داخل ہو
جس سے قابل نفرت اسے کچھ بھی نہیں لگتا تھا۔
جو کچھ عمر کاظمی نے اس کے ساتھ کیا تھا اور معید حسن کا جو رویہ اس کے ساتھ ہمیشہ سے
اس نے مردوں کو ضحیٰ میر کے لئے کچھ زیادہ قابل اعتماد نہیں رہنے دیا تھا۔ بلکہ اب تو وہ گھر
سے بھی متنفر ہو رہی تھی۔
آنکھیں موند کر گہری سانس کھینچتے ہوئے اس نے اپنے تنے ہوئے اعصاب کو پُرسکون کر۔

نا کام کوشش کی تھی۔
درحقیقت آج جو کچھ بھی ہوا تھا وہ اس کی برداشت سے بہت زیادہ تھا۔ اب بھی بے بسی کا
اس حد سے بڑھا تو اس کی آنکھوں کے کونے بھیگنے لگے۔
"میں تمہیں زندگی بھر معاف نہیں کروں گی معید حسن! کبھی نہیں۔ اگر تم محض زندگی گزارنے کے
یہ قدم اٹھاتے تو شاید میں بھی کمپرومائز کی راہ پر چل ہی پڑتی۔ مگر تم جو کھیل کھیلنے کی خاطر میرا
ستعمال کر رہے ہو، اسے میں بہت اچھی طرح جان چکی ہوں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی سلگتی
یں اسی راہ پر گامزن تھیں۔
اسی وقت دروازہ کھٹکھٹائے جانے کی ہلکی سی آواز اور پھر کسی نے ناب گھما کر آہستہ سے دروازہ
ولا۔ ضحیٰ نے مندی آنکھیں کھول کر دروازے کی جانب دیکھا تو معید حسن کو پا کر وہ ایک جھٹکے سے
ٹھ بیٹھی۔ اس نے اِدھر اُدھر ہاتھ مار کر اپنا دوپٹہ تلاش کرنے کی کوشش کی تھی مگر ندارد!
"کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟" وہ بھنچے ہوئے لہجے میں غصے سے بولی تو اس نے اطمینان سے
جواب دیا۔
"کسی کام سے آیا ہوں۔ تمہاری شکست کا مذاق اُڑانے نہیں۔"
ضحیٰ تو سر تا پا دھڑ دھڑ جلنے لگی۔
"آپ مجھے انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کر رہے ہیں۔ میں نے اگر کسی کی ضد کا مان رکھا ہے تو وہ
میرے گھر والے ہیں۔ مگر آپ جو کھیل میرے ساتھ کھیل رہے ہیں اس کا نتیجہ آپ ہی کو بھگتنا پڑے
گا۔" اس کی رنگت جل اُٹھی تھی۔ اسے سامنے پا کر تو جیسے رگوں میں خون کی بجائے لاوا دوڑنے لگا
تھا۔ اوپر سے اس کا انداز گفتگو۔
"تمہیں کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ کمال معتدل انداز میں بولا تھا۔ پھر قدرے
توقف کے بعد گویا ہوا۔ "لوگوں کی پرکھ کرنا سیکھو۔ ایک دم سے انتہا پر پہنچ کر فیصلے کرنا جذباتیت کی
نشانی ہے۔ باہوش لوگ ایسے کام نہیں کیا کرتے......"
"اور اس گھر میں باہوش صرف آپ ہی ہیں۔ میں جانتی ہوں۔" وہ تیز لب و لہجے میں اس کی
بات کاٹ گئی۔ "میں جذباتی سہی، بے وقوف سہی مگر کم از کم اپنے چہرے پر نقاب سجا کر کسی کو دھوکا
تو نہیں دے رہی نا—— آپ سے تو ہزار درجہ بہتر ہوں۔ بہت اچھے بیٹے، بہت اچھے بھائی تو
بن گئے ہیں۔ مگر آپ کو یہ جاننے کی فرصت نہیں ہے کہ اس عرصے میں آپ کتنے برے انسان بن
چکے ہیں۔"
سینے پر بازو لپیٹے وہ بہت سکون سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے خاموش ہونے پر گویا
ستائشی انداز میں بولا۔
"آبزرویشن تو کافی اچھی ہے تمہاری۔ خصوصاً میرے متعلق۔"
وہ سر تا پا دھڑ دھڑ جلنے لگی تھی۔

"خدا کا شکر ہے کہ مجھے صحیح اور غلط کی کافی تمیز ہے۔"

"مگر اس کے ساتھ ساتھ تمیز کی دیگر اقسام پر بھی نظر ڈال لیتیں تو اور بہتری آ جاتی تمہا اخلاقیات میں۔"

"اب آپ جان بوجھ کر مجھے بدتمیزی کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔" اسے خود نہیں پتہ تھا کہ اتنی برداشت سے کیسے کام لے رہی تھی، ورنہ اب تک تو پھٹ جاتی۔

"میں تمہاری یہ امانت تمہارے حوالے کرنے آیا تھا۔" اس نے سینے پر لپیٹے بازو کھولے تو ضحیٰ پہلی مرتبہ اس کے ہاتھ میں ایک سفید لفافہ دکھائی دیا تھا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ اکھڑ انداز میں گویا ہوئی تھی۔

معید نے لفافہ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"پروانہ آزادی۔"

لفافہ تھامتے ہوئے ضحیٰ کا دل پوری شدت سے دھڑک اُٹھا تھا۔ اس نے بڑی بے صبری لفافہ کھولا تو اس میں تہہ شدہ پیپر رکھا تھا۔

بے ترتیب ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ ضحیٰ نے پیپر سیدھا کرتے ہوئے اس کا متن پڑھنے کی کوشش کی تو صدمے کا شکار ہو گئی۔ سارا پیپر بالکل خالی تھا۔ کوئی عبارت تحریر نہیں کی گئی تھی۔ البتہ آخر لائن پر وقفے وقفے سے معید حسن کے تین عدد سائن جگمگا رہے تھے۔

اس نے بے حد بے یقینی سے معید کو دیکھا۔ وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا جیسے اس کے ردِعمل کا منتظر ہو۔

ضحیٰ کو یوں لگا جیسے وہ اب اس کا تماشہ دیکھنا چاہتا ہو۔ اسی خیال سے وہ بہ مشکل ہی خود کنٹرول کر پائی تھی۔

"یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق؟" وہ بڑی حیرت میں مبتلا ہوا تھا۔ پھر بڑے اطمینان سے بولا۔

"تم یہ سب ہی چاہتی تھیں نا۔ تو میں نے کر دیا۔ اب تم اپنے کسی بھی نفع و نقصان کا ذمہ دار مجھے نہیں ٹھہرا سکتیں۔ کیونکہ تم نے جو آخری ذمہ داری میرے شانوں پر ڈالی تھی، میں اسے نبھا کر اب تمہارے حوالے کر چکا ہوں۔ تم اسے جیسے چاہے کیش کر سکتی ہو۔"

مگر ضحیٰ کا تو خون ہی کھول اٹھا۔

"میں نے آپ سے پورا گارنٹی کارڈ مانگا تھا، یہ آٹوگراف میرے کس کام کا؟" اس نے کاغذ لہرایا۔ وہ جس ثبوت کو ہاتھ میں لے کر سب پر معید کی اصلیت واضح کرنا چاہتی تھی، وہ معید حسن کی ہوشیاری کے باعث اس کے ہاتھ نہیں آیا تھا۔

"عمر کے آنے پر تم اپنی مرضی کا کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہو۔ میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔ اور نہ ہی تم پر کسی بات کا الزام آئے گا۔ اس کاغذ پر جو چاہے تحریر کر لو، میں اس سے متفق ہوں۔" وہ سنجیدگی

سے کہنے کے بعد پلٹ کر اس کے کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔ جبکہ ضحیٰ بے تاثر نگاہیں اس پرچے پر جمائے ساکت بیٹھی تھی۔

●●●●●

صبح پورے گھر میں ایک ہڑبونگ سی مچی ہوئی تھی۔

ہر کسی کو اپنی تیاری کی فکر تھی۔ حالانکہ گھر ہی کا فنکشن تھا اس لئے سب بہت اطمینان سے بیدار ہوئے تھے۔ مگر پوستیوں کی طرح باری باری ناشتہ کرتے اور دیگر تیاریوں میں اتنا ٹائم نکل گیا کہ کسی کو بھی احساس نہیں ہوا۔ مگر چونکہ سارا انتظام میرج حال میں تھا اس لئے تایا جان جو گرجنا شروع ہوئے تو دونوں پورشنز میں بھگدڑ سی مچ گئی۔

"شاباش ہے بیٹا جی! پہلے بتاتے تو کرائے کے میزبان بھی ریسیپشن پر پہنچا دیتا۔" یہ طنز صبا کے لئے تھا۔ وہ شرمندہ ہوتی اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔

سب کے پُرزور اصرار پر وہ اپنی شادی کا ریڈ لہنگا پہن رہی تھی۔ بے حد پھرتی کے ساتھ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ جیولری پہن رہی تھی جب اٹیچڈ باتھ کا دروازہ کھول کر نوفل باہر نکلا۔ آئینے میں اس کی شبیہہ دیکھ کر وہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔

'تو یہ باتھ روم میں تھے۔' اس کا دل بڑے زور سے دھڑکا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے تک وہ اپنے کمرے کا بڑی بے تکلفی سے استعمال کر رہی تھی۔

وہ عجلت میں تھا۔ پھر بھی صبا کی طرف اُٹھنے والی اس کی نگاہ بہت بے ساختہ تھی۔ مگر وہ اسے قصداً نظر انداز کرتا شرٹ پہننے لگا۔

وہ تیزی سے کلائی میں چوڑیاں پہن رہی تھی۔

اب اس نے بال جھٹک کر شانے سے پیچھے کئے تھے۔

اور اب وہ ذرا سا لہنگا اونچا کئے جوتوں میں پاؤں ڈال رہی تھی۔

اور اب ــــ اور اب نہ چاہتے ہوئے بھی نوفل کے دھیان کے سارے دھاگے ایک ایک جنبش سے اُلجھ رہے تھے۔ خود کو سنبھالنے اور سرد مہری کے خول میں مقید رکھنے کی کوشش میں وہ جھنجلا کر رہ گیا۔ کالر کا بٹن انتہائی کوشش کے باوجود نہیں لگا تو کچھ بگڑتی ذہنی کیفیت اور کچھ جھنجلاہٹ آمیز غصے سے اس نے اپنی آخری کوشش کر ڈالی۔ نتیجتاً بٹن ہی ہاتھ میں آ گیا۔

"شٹ ــــ!" وہ اپنی برداشت کی آخری حد پر تھا۔ جتنی جلدی وہ اس کمرے سے نکلنا چاہ رہا تھا اتنا ہی قسمت دغا دے رہی تھی۔ قریب تھا کہ وہ شرٹ اتار پھینکتا۔

"کیا ہو گیا؟" صبا اس سے بے خبر بالکل بھی نہیں تھی۔ اس کی جھنجلاہٹ کا ماخذ تو جان نہیں پائی مگر اسے خود سے اُلجھتے وہ دیکھ چکی تھی اس لئے بے ساختہ ہی اس کی طرف مُڑ کر پوچھا تو وہ غصے سے بولا۔

"یہ ہو گیا ہے۔" ہتھیلی پر رکھا بٹن اسے دکھایا تو انداز حد درجہ بیزار کن تھا۔

"اوفوہ!" وہ بھی ہلکے سے تاسف میں گھر گئی تھی۔ جتنا ٹائم کم تھا، اتنی دیر ہوتی جا رہی تھی
سے یہ بٹن کی مصیبت۔ پل بھر سوچنے کے بعد اس نے پلٹ کر دراز میں سے سوئی دھاگا نکا
نوفل ابھی تک یونہی اُکتاہٹ و بے زاری کے حصار میں گھرا کھڑا تھا۔ اس کے پاس جا کر
آفر کی۔

"اگر آپ خود بٹن لگا سکتے ہیں تو ٹھیک ہے، ورنہ میں لگا دیتی ہوں۔"

نوفل کسی اور ہی دھیان میں تھا۔ خاموشی سے اس کے سامنے ہتھیلی کھول دی۔ بٹن تھامتے
صبا نے ایک نظر نوفل کی بلند قامت پر ڈالی تو اسے احساس ہوا کہ باوجود اس کی اچھی ہائٹ کے
کے سامنے وہ گڑیا سی لگ رہی تھی۔

"دو منٹ کے لئے یہاں بیٹھیں پلیز!" اس نے بیڈ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"لیکن ذرا جلدی۔ مجھے فوراً ہال میں پہنچنا ہے۔" وہ گہری سنجیدگی سے بولا تھا۔

"مجھے بھی تو وہیں جانا ہے۔" اس نے جھک کر بٹن کو اس کی جگہ پر جمایا اور سوئی سے ٹانکا
ہوئی بولی۔ پھر مزید گویا ہوئی۔ "میرے خیال میں تو سب تیار ہو کر جا چکی ہیں، صرف میں ہی
ہوں سب کی ڈانٹ کھانے کے لئے۔" وہ بٹن لگاتی ہوئی نوفل کے اس قدر قریب تھی کہ اس
ہی کے احساس کو دبانے کے لئے بلاضرورت بول رہی تھی۔ ورنہ دل کی دھڑکنیں تو اس قدر
ترتیب تھیں کہ حد نہیں۔

اور نوفل۔

وہ تو جیسے خود کو کسی امتحان میں ڈال بیٹھا تھا۔

مہکتا ہوا گلاب سا پُر لطافت سراپا اس سے چند انچ کے فاصلے پر تھا۔ وہ چاہتا تو نہایت آ
سے اس کے کسی بھی نقش کو چھو سکتا تھا۔ یہ خیال کسی تیز دھاری تلوار کی مانند اس کے ذہن میں لہ
نوفل کو اپنی نگاہ اپنے اختیار میں کرنے میں بہت وقت ہونے لگی۔ صبا کے ہاتھوں کی لرزش
چہرے کی بدلتی رنگت وہ بہت سرعت سے محسوس کر گیا تھا۔ اس کی پیشانی پر چمک اُٹھنے والی شب
ایک نگاہ ڈالتے ہوئے وہ فی الفور اس کا ہاتھ روک گیا تھا۔

"بس اتنا ہی کافی ہے۔"

اس نے ایک جھٹکے سے دھاگا توڑ دیا تو صبا فوراً ہی پیچھے ہٹ گئی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر ا
بھی نگاہ اس پر مزید ڈالے بنا اپنا کوٹ اور ٹائی اٹھائے کمرے سے نکل گیا۔

صبا دل پر ہاتھ رکھے گرنے کے سے انداز میں اپنے بستر پر بیٹھ گئی۔

"پل بھر کی قربت نہیں سہی جاتی اس شخص کی ـــــ اور اگر کبھی جو یہ مجھ پر التفات کی بارش
دے تو؟"

اس نے اپنے دل میں میٹھا سا درد اُٹھتا محسوس کیا تھا۔

سب لوگ میرج ہال پہنچ چکے تھے جبکہ صبا اور لائبہ کی ڈیوٹی ضحیٰ کو پارلر سے تیار کرانا ٹھہرا۔

بہت ضد کر کے انہیں پک اینڈ ڈراپ کی ذمہ داری اپنے سر لی تھی اور اس کی سب سے بڑی وجہ
کا دلکش روپ تھا اور یہ بات اب کسی سے چھپی ہوئی تو نہیں رہی تھی کہ ان دونوں کا رشتہ ان
زیر غور تھا۔ تبھی انس اور عماد نے اسے اچھا خاصا رگیدنے کے بعد یہ ذمہ داری اس کے حوالے
تھی۔

"بندہ دہی بھلے لگانے کا ٹھیلا لگا لے، بھینس چرا لے بلکہ گوالہ بن کے گھر گھر دودھ بیچ لے مگر
کے عشق میں نہ پڑے۔ نری خواری ہے۔" وہ بڑی مہارت سے گاڑی ڈرائیو کرتا با آواز بلند
خیال کر رہا تھا۔ جبکہ اتنی ہی مہارت کے ساتھ بیک ویو مرر بھی پچھلی نشست پر ضحیٰ کے ساتھ بیٹھی
سیٹ کر رکھا تھا جو آج گولڈن براؤن لباس میں کچھ زیادہ ہی پُرکشش لگ رہی تھی۔ یا پھر
کا ہر رنگ ہی دل میں کھبا کرتا ہے۔

"بہت اچھے۔ تو پھر کب لگا رہے ہیں آپ جناب دہی بھلے کا ٹھیلا؟" صبا نے مسکراہٹ دباتے
بڑی سادگی سے پوچھا تھا۔

وہ بھی ایک استاد تھا۔ بڑی ہوشیاری سے بولا۔

"میں بھلا کیوں۔ میں ان چکروں میں نہیں پڑتا۔ میں تو ان کی بات کر رہا ہوں جو عشق میں
پڑتے ہیں۔"

اسی وقت ایک موٹر سائیکل کے غلط طریقے سے اوورٹیک کرنے پر اس نے بروقت بریک دبا دی
سنبھلنے کی کوشش کے باوجود وہ تینوں ہی اِدھر اُدھر ٹکرا کر رہ گئیں۔

"الٰہی خیر!" صبا کا دل دہل گیا تھا۔

"انہیں تو فوراً سے پیشتر چاند گاڑی چلانے کا لائسنس بنوا لینا چاہئے۔" لائبہ نے اپنی کہنی
سہلاتے ہوئے جل کر ایک اور ویکنسی کا حوالہ دیا تھا۔

"بہت غلط بات ہے یوں کسی کو مس گائیڈ کرنا۔" چاند نے ایک مسکراتی نگاہ آئینے میں جھلکتے اس
کے سندر سے روپ پر ڈالتے ہوئے گاڑی گیئر میں ڈالی تھی۔ پھر ساتھ ہی بولا۔

"اب تم بھلا کسی چاند گاڑی کے ڈرائیور کے ساتھ شادی کرو گی؟"

صبا زور سے ہنسی تو لائبہ کو کرنٹ سا لگا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟ ـــــ میرا یہاں کیا ذکر؟"

"اوہو!" اس کے بھڑکنے پر چاند کو جیسے بہت مزہ آیا تھا۔

"دیکھ رہی ہو صبا! ایسے ہوتے ہیں مجنوں کو پتھر پڑوانے والے، پنوں کو صحرا میں جلانے والے،
رانجھے کو تخت ہزارہ چھڑوانے والے۔ اور اب چاند کو چاند گاڑی ڈرائیو کروانے والے۔" وہ اونچی
آواز میں بولا تو لائبہ کا جی چاہا کہ اس کی گردن ہی دبا دے۔ ضحیٰ تو سر منہ لپیٹے تھی۔ مگر صبا اب
باقاعدہ مُڑ کر اپنی ہنسی روکنے کا تکلف کئے بغیر اسے دیکھ رہی تھی۔

"دیکھ رہی ہو صبا! یہ مجھے ہی کہہ رہا ہے۔" وہ مارے شرم کے روہانسی ہونے لگی تھی۔

"تو تم کوئی اور بزنس یا جاب کیوں نہیں بتا دیتیں انہیں؟" صبا نے بھی شرارت سے کہا
پھلائے کھڑکی سے جڑ کر بیٹھ گئی۔

"لیں جی۔ آپ کی پارٹی تو ناراض ہو گئی ہے۔" صبا نے سیدھے ہوتے ہوئے چاند کو
ہنس دیا۔ پھر اونچی آواز میں بولا۔

"اس سے کہو، ذرا سامنے ہو کر بیٹھے۔ میں اس سے زیادہ مرر کو نہیں موڑ سکتا۔"

"تو ضرورت بھی کیا ہے مجھ پر مرر سیٹ کرنے کی؟" اس کی توقع کے عین مطابق لائبہ
بولی تو چاند نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تمہیں کون دیکھ رہا ہے؟ ——— بلکہ تمہاری وجہ سے مجھے پیچھے کا ویو دکھائی نہیں دے ر
لئے کہہ رہا تھا کہ مرر کی رینج سے ہٹ جاؤ تاکہ میں ٹریفک دیکھ سکوں۔"

لائبہ کی درگت بنتی دیکھ کر صبا کو بہت ہنسی آ رہی تھی مگر اس وقت ہنسنے کا مطلب لائبہ کو
تھا۔ سو اس نے چاند کے بازو پر ہاتھ مارتے ہوئے قدرے رعب سے کہا۔

"اس طرح کی ہوشیاریاں دکھا کر آپ اپنے لئے ہی مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔ کیونکہ
ابھی کورٹ ہی میں ہے۔"

"ڈونٹ وری سسٹر! جج، وکیل سب اپنے قابو میں ہیں۔ گواہ کی کیا مجال جو میرے حق میں
نہ دے۔"

وہ صورت حال کو پوری طرح انجوائے کر رہا تھا۔ مگر لائبہ اس سے سختی سے خفا ہو گئی۔

"بھلا محبت کے دعویدار یوں تنگ کیا کرتے ہیں؟"

"اسے بھی چیک کرو۔ کہیں سو تو نہیں گئی۔" صبا کو ضحیٰ کا خیال آیا تھا۔

رات کی شدید ٹینشن کے باعث وہ اب بخار میں مبتلا تھی اور کسی سے بھی بات نہیں کر رہی تھ

"یہ اب صرف تین بار ہاں کرنے کے بعد بولے گی۔" عماد نے کہہ کر مریم پھپھو سے
جھانپڑ بھی کھا لیا تھا۔

چاند انہیں پارلر ڈراپ کر کے واپس ہو گیا تو ضحیٰ کو بیوٹیشن کے حوالے کر کے وہ دونوں صو
آ بیٹھیں۔

"مجھے تو خواہ مخواہ "ری لُک" کروا دیا دلہن کا۔" صبا کو اپنا لہنگا اور وزنی دوپٹہ سنبھالنے میں
مشکل پیش آ رہی تھی۔ حالانکہ گھر آئی بیوٹیشن نے اس کی ہدایت پر اس کے بالوں کے ساتھ
دوپٹے کو بھی بہت اچھے طریقے سے سیٹ کیا تھا۔ اب بھی وہ ناگواری سے بولی تو لائبہ نے شرا
سے پوچھا۔

"کہیں یہ الزام نوفل بھائی کے سر تو نہیں لگا رہیں؟"

"لائبہ!" اس کا مطلب سمجھ کر وہ تیزی سے سرخ پڑی تھی۔ ساتھ ہی اس کے بازو پر چٹکی بھ
وہ اُچھل کر رہ گئی۔

دلہ

"بہت فاسٹ جا رہی ہو۔"

"انٹرنیٹ کا زمانہ ہے یار! سب چلتا ہے۔" وہ بڑے انداز سے بولی۔ پھر صبا کی شکل دیکھ کر
ہنس دی۔

●●●●●

یہ ضحیٰ تھی۔
دلہناپے کا روپ اس کے بے حد سنجیدہ اور سوگوار سے سراپے کو اس قدر ماورائی بنا رہا تھا کہ کسی کو
بھی یقین نہیں آیا۔

ابھی ابھی صبا اور نگین نے اسے لا کر اسٹیج پر دولہا بنے معید کے ساتھ بٹھایا تھا۔ رسٹ کلر میں وہ
درحقیقت بے حد حسین لگ رہی تھی۔ اب سے ایک گھنٹہ پہلے نکاح کا فریضہ ادا کیا گیا تھا مگر ضحیٰ کو کسی
بھی بات کا ہوش نہیں تھا۔ طبیعت تو پہلے ہی سے خراب تھی اور نکاح سے پہلے تک ٹینشن بھی حد سے
سوا تھی۔ مگر اس کے بعد سے وہ بالکل ساکت و جامد بیٹھی تھی۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں
جکڑے سرخ مرطوب لبوں کو سختی سے بند کئے جیسے اب کبھی کچھ بھی بولنے کا ارادہ نہ ہو۔

اس سے پہلے دولہا بنا معید اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ سب کی بے تحاشا توصیفی نظروں کے
حصار میں تھا۔ مگر جب ضحیٰ کو اس کے ساتھ لا کر بٹھایا گیا تو جیسے قدرت کی کوئی تخلیق مکمل ہو گئی ہو۔
مارے تشکر کے تائی جان کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"آج میں حسن اور تہمینہ کی روحوں کے سامنے سرخرو ہو گئی ——— خدا میرے سب بچوں کو یونہی
ہنستا بستا رکھے۔"

خوشیاں، ہنگامے، بے فکری!

کیمرہ اور مووی میکرز مستعد پھر رہے تھے۔ رسمیں ہو رہی تھیں۔

جہاں آج لڑکیوں کی شوخیاں عروج پر تھیں وہیں تمام لڑکوں کی برجستگی بھی قابل دید تھی۔ حمرہ اور
ضحیٰ کی سہیلیاں دودھ پلائی کے نیگ کے لئے جھگڑ رہی تھیں۔ پہلے تو سب لڑکے معید کے دودھ
پینے کے حق میں نہیں تھے۔

"یہ کوئی بچہ تھوڑی ہے۔ دودھ پینے کی عمر سے نکل آیا ہے۔" عماد نے اعتراض کیا تھا۔

"یہ بچوں والا دودھ ہوتا تو ابھی آپ یہاں ہوتے۔ یہ دودھ تو قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے۔"
ضحیٰ کی سہیلی بینش نے طنز کیا جو عماد کو سراسر خود پر حملہ محسوس ہوا۔

"انہیں بھی پتہ چل گیا ہے کہ آنٹی تیری شادی کی کوشش کر رہیں۔" چاند نے اس کے کان میں سرگوشی
کی تھی۔ پھر ہانک لگا کر بولا۔

"یہ بچہ نہیں، بلکہ بچا ہوا ہے۔ وہ بھی شادی سے۔"

"جلدی کریں معید بھائی! صرف بیس ہزار ہی تو مانگے ہیں۔ ایک نظر ضحیٰ پر ڈالیں تو شاید تیس
ہزار ہی دے ڈالیں۔" سعدیہ نے اپنے مخصوص شوخ انداز میں کہا تو ان کی چالاکی پر معید مسکرا دیا۔

"بشرطیکہ ڈر کے مارے حواس نہ اُڑیں تو۔" انس نے لقمہ دیا تھا۔

"ضحیٰ آپی! سن رہی ہیں نا۔ نوٹ کرتی جائیں کہ بعد میں کس کس سے بدلہ لینا ہے۔" ضحیٰ کا گھٹنا تھام کر سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

تب مریم پھپھو نے ضحیٰ کی خرابیٔ طبع کا اعلان کرتے ہوئے جلد از جلد رسمیں ختم کرنے کا دیا تھا۔

دس ہزار روپے ضحیٰ کی دوستوں میں بانٹے گئے۔ جبکہ حمرہ، نگین اور صبا کو سونے کے لاکٹ ملے۔ جبکہ باقی کے دس ہزار کزنز میں تقسیم ہوئے۔

لڑکیاں نعرے لگاتی ہوئی بہت خوشی سے اسٹیج سے اتری تھیں۔

"لٹ گئے ہو آج تو۔"

ان سب کو معید سے ہمدردی ہو رہی تھی۔ مگر وہ مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں بیٹھا تھا۔

مہمانوں کو کھانا کھلانے کے فوری بعد تایا جان نے رخصتی کا آرڈر دے دیا تھا۔

"اُف ـــــ واپسی پر میں بھی معید بھائی کے ساتھ بگھی میں بیٹھ کر جاؤں گی۔" حمرہ کو کے وقت سوچ کر ہی خوشی ہو رہی تھی۔

"ڈیئر کزن! بگھی میں فالتو اور فضول لوگوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ ہاں البتہ پائیدان پر چاہو تو۔"

ہینڈی کیم کو اس کے دلکش روپ پر فوکس کرتے ہوئے وجدان نے اسے چھیڑا تو وہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ پھر دانت پیس کر بولی۔

"پائیدان پر تو تم بیٹھو گے۔ کیونکہ کوچوان کی جگہ وہیں ہوتی ہے۔"

"خواہ مخواہ رخصتی، رخصتی کہہ کر والد صاحب بچے کا دل خوش کر رہے ہیں۔ حالانکہ سوکھا یوم تھا بے چارے کا۔" انس نے واپسی پر معید کے شانے پر بازو دراز کرتے ہوئے بظاہر بڑی سے کہا تو نعمان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے ہٹاتے ہوئے معید کو گھور کر کہا۔

"یہ اسی لائق ہے۔ جہاں اتنی ساری رسمیں ہو گئیں، کیا ٹائم لگنا تھا رخصتی میں؟ ابھی دلہن گھر جا رہا ہوتا۔ مگر نہیں، وکیل صاحب تاریخوں پر تاریخیں دیئے جا رہے ہیں۔"

"چہ، چہ ـــــ کیا بیچ میں لٹک گئے ہو معید! اس سے تو بہتر تھا کہ منگنی ہی رہنے دیتے۔ دیکھو، نہ منگیتر، نہ شوہر۔" عماد نے بھی جی بھر کر افسوس منایا تھا۔

معید انہیں گھور کر رہ گیا۔

وہ سب تو جیسے اس کی بدنصیبی کا غم منا رہے تھے۔

واپسی پر وہ گاڑی میں انہی کے ساتھ تھا اس لئے ان کی الٹی سیدھی بھی سننی پڑ رہی تھیں۔

"ویسے معید! ذرا بتاؤ تو، اس وقت کیا احساسات ہیں؟" ابرار کو نعمان کی کھسر پھسر نے آ

ر دینے والے انداز میں پوچھا تو وہ ان کا مطلب سمجھتے ہوئے لاپرواہی سے بولا۔

"بہت سخت نیند آ رہی ہے یار! جاتے ہی سوؤں گا۔ کیونکہ کل ایک بہت اہم پیشی ہے میری ت میں۔"

ان سب کو صدماتی چپ لگ گئی تھی۔

"ابے! دماغ تو نہیں چل گیا تمہارا؟ ابھی نکاح پڑھوا کے آ رہے ہو کسی لڑکی کے ساتھ اور کل کسی مقدمہ لڑنے جا رہے ہو۔" انس جیسے رومینٹک نیچر بندے کے لئے تو درحقیقت یہ بہت صدماتی تھا۔

"اتنی دلجمعی سے اپنا مقدمہ لڑا ہوتا تو کیس جیت کے آ رہے ہوتے۔" ابرار کڑھا تھا۔

"کس بات کی پریشانی ہے یار تم لوگوں کو؟" معید کو ان کے انداز پر ہنسی آ گئی تھی۔ فرنٹ سیٹ پر انس نے مڑ کر اسے ناراضگی سے دیکھا۔

"میں تم سے بالکل بھی خوش نہیں ہوں۔ ایک بار کہتے ابو جی سے، میں دیکھتا کہ وہ کیسے رخصتی نہ اتے ضحیٰ کی۔"

"میری ڈیمانڈ ہی کب تھی یار!" وہ مطمئن تھا۔

"خدا ناخن بھی گنجے ہی کو دیتا ہے۔ لوگ یہاں شادی کے لئے ترس رہے ہیں اور جن کی ہو رہی ان کو کوئی دلچسپی ہی نہیں۔" ڈرائیونگ کرتے ہوئے عماد نے بڑی حسرت سے کہا تھا۔

وہ لوگ میر ہاؤس پہنچے تو باقی سب کی گاڑیاں پہلے ہی سے وہاں موجود تھیں۔

"کیا خیال ہے معید! اگر تم کہو تو ملاقات کراؤں ضحیٰ سے؟" اندر کی طرف بڑھتے ہوئے ان ب سے ہٹ کر انس نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ پیچھے ہٹ کر اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ اب وہ میری منکوحہ ہے ـــــ اور مجھے ایسی ملنے نہ ملنے کی کوئی پرابلم ہیں ہے۔"

انس گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

وہ اندر آئے تو محسوس کن خاموشی نے ان کا استقبال کیا تھا۔

"کیا ہوا؟ ـــــ کہاں ہیں سب لوگ؟" انس نے پریشان صورت لئے بیٹھی لائبہ سے پوچھا تو پریشانی سے بولی۔

"ضحیٰ کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے۔ اس کے کمرے میں ہیں سب۔"

سب ایک دم سے مستعد ہوئے تھے۔

"ڈاکٹر کے پاس نہیں لے گئے؟" انس نے تفکر سے پوچھا۔

"آپ کے گھر کے پاس جو ڈاکٹر رہتی ہیں، انہیں بلایا ہے۔" اس نے ڈاکٹر زارا مجاہد کا حوالہ دیا ماجوان کے بلاک میں رہنے کی وجہ سے ان کی فیملی ڈاکٹر بھی تھیں۔

'تو کیا وہ اپنی دھمکی پر عمل کر چکی ہے ـــــ؟' ساکت کھڑے معید کے ذہن پر کوڑیالے سانپ

نے جیسے ڈنک مارا تھا۔

ضحیٰ کی خرابیٔ طبع کا یوں تو رات ہی سے سبھی کو علم تھا مگر یوں اچانک اس کا ہاتھ پاؤں سبھی کو ہراساں کر گیا تھا۔

"کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ اچھی بھلی لڑکیاں اثر لے لیتی ہیں ایسی تقریبات کا۔ ا بخار تھا۔" مریم پھپھو ڈاکٹر زارا مجاہد کو بلوانے کے بعد ان سب کو تسلی دے رہی تھیں۔

صبا اور تزئین اس کی سرد پڑتی حنائی ہتھیلیوں کو رگڑ رگڑ کر گرماہٹ پہنچانے کی سعی کر رہی تھیں۔

"بخار اور تھکن کی وجہ سے اس کی یہ کنڈیشن ہوئی ہے۔ اور میرے خیال میں اس بھی نہیں ہوگا۔ اسے فوراً کچھ نرم اور زود ہضم غذا کھلائیں، اس کے بعد یہ دوا کھلائیں۔ انشا ہو جائے گی۔"

ڈاکٹر زارا نے اس کے چیک اپ کے بعد انہیں تسلی دیتے ہوئے مسکرا کر کہا تو س میں جان آئی۔

ریم پھپھو نے معید کو آواز دی تو وہ بے ساختہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

جلدی کرو ــــ ہو سکتا ہے کوئی "مژدہ جانفزا" سنانے لگی ہوں۔" عماد کو اس ماحول میں بھی ی کی سوجھ رہی تھی۔

ا متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھتا چلا گیا۔

خیریت تو ہے آنٹی؟" اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی پوچھ لیا تو وہ مسکرا دیں۔

بالکل خیریت ہے۔ بس بخار اور کچھ تھکن کی وجہ سے اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ میڈیسن ی ہیں اسے۔ اب سو رہی ہے۔ رات بہت ہو گئی ہے، تم لوگ بھی آرام کرو۔ اور عماد سے بھی بخبردار جو رات بھر جاگنے کی کوشش کی تو۔"

جی آنٹی! کوشش کرتا ہوں اسے سمجھانے کی۔" وہ مسکراتے ہوئے پلٹ آیا تھا۔

اب کیسی طبیعت ہے ضحیٰ کی؟" انس اٹھ بیٹھا تھا۔ عماد اور چاند کے ہمراہ وہ معید کے کمرے ا موجود تھا۔

بہتر ہے۔" وہ مختصراً کہتا اپنی الماری کی طرف بڑھا۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا۔" چاند گنگنایا تھا۔

ویسے یار! کچھ پتہ چلا کہ خوشی کے مارے بے ہوش ہوئی تھی یا صدمے سے؟" انس با آواز پوچھ رہا تھا۔

"عمرِ دراز مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں"

ب اور ٹھنڈی آہ کے ساتھ چاند نے شعر پڑھا تو وہ اپنا نائٹ سوٹ نکال کر ان کی طرف پلٹا۔

بکواس کرنے کی نہیں ہو رہی۔" انہیں گھورتے ہوئے تنبیہی انداز میں کہا تو عماد اس کا دل الے انداز میں بولا۔

دل پہ مت لو یار! ضروری تو نہیں کہ تمہاری دہشت ہی سے بے ہوش ہوئی ہو۔"

ا متاسفانہ انداز میں سر ہلا کر جیسے انہیں لاعلاج قرار دیتا واش روم میں گھس گیا۔

تینوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیئے۔

"اب دیکھنا ذرا، اس کی محبت کی تھیوری کیسے تبدیل ہوتی ہے۔" انس نے لطف ا
ہوئے کہا۔

"نام بدنام کر رکھا ہے تم لوگوں نے محبت کا یار! پتہ نہیں کن لوگوں کو ہو جاتی ہے۔ ا
تک نہیں ہو رہی۔" عماد مایوس تھا۔

"ہو گی بھی نہیں انشاء اللہ۔" چاند نے خلوصِ دل سے دعا دی تھی۔

"وہ کیوں؟" عماد نے اسے گھورا تھا۔

"وہ اس لئے کہ تم محبت کرنے کی کوشش میں ہو جبکہ یہ خود بخود ہو جانے والا عمل
اطمینان سے بولا تھا۔

"خود بخود؟" عماد نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ پھر قدرے تمسخر اُڑانے والے انداز
"یعنی کسی روز میں باجی پیاری کے عشق میں بھی مبتلا ہو سکتا ہوں؟"

"ہاں، بالکل۔ اس میں ایسا عجب تو کچھ بھی نہیں۔" چاند اپنی بات پہ اڑا تھا۔

"البتہ باجی پیاری کے شوہر کو پتہ چلنے کے بعد تمہاری حالت کافی عجیب ہو سکتی ہے۔
ان کی بحث سے لطف لیتے ہوئے گرہ لگائی تھی۔

"دل آ جائے گدھی پہ تو پری کیا چیز ہے؟" چاند نے فی الفور کہا تھا۔

"ہنہ!" عماد نے مکھی اُڑانے والے انداز میں ہاتھ ہلایا تھا۔ "محبت کو ڈاکے کی وار
ہے تم لوگوں نے۔ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے، کسی بھی وقت ہو رہی ہے۔"

انس انگڑائی لیتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں تو چلوں یارا ___ سخت نیند آ رہی ہے۔"

"آج رات یہیں رک جاؤ۔ ہر وقت بیوی کے سر پر سوار مت رہا کرو۔" عماد
دباتے ہوئے کہا تو وہ تفاخر سے بولا۔

"یہ محبت کرنے والوں کی نشانی ہے۔ وہ کبھی ایک دوجے سے جدا نہیں رہ سکتے۔
سے محبت ہے۔"

"وہ جھوٹے ہیں، منافق ہیں
خدا کی ان پہ لعنت ہے
جو بیوی سے یہ کہتے ہیں
مجھے تم سے محبت ہے"

چاند نے گہری سانس بھرتے ہوئے اونچی آواز میں کہا تو انس نے تکیہ اٹھا کر ز
دے مارا۔

واش روم سے نکلتا معید بھی چاند کی بات پر ہنس دیا تھا۔

"کیا بات ہے یار چاند! مکرر، مکرر۔" عماد کو انس کے تاثرات نے بہت لطف دیا تھ

س منہ پر ہاتھ پھیرتا کمرے سے نکل گیا۔

شکل دیکھی تھی اس کی۔" عماد ابھی بھی محظوظ ہو رہا تھا۔

ہمیشہ اس کا ویک پوائنٹ پکڑتے ہو تم لوگ۔ وہ کرتا ہے اپنی بیوی سے محبت اور یہ بات سب
ہیں۔" معید نے مسکراتے ہوئے کہا تو عماد دعائیہ انداز میں زور و شور سے بولا۔

خدا کرے ایسی ہی محبت مجھے بھی ہو جائے۔"

بہت خوار ہوتا ہے بندہ۔" معید نے اسے تنبیہہ کی تو وہ دوبدو شوخی سے بولا۔

وہ تو تمہیں دیکھ کر مجھے اچھی طرح اندازہ ہو رہا ہے۔"

میرے خیال میں تم دونوں کے بستر نیچے بچھے ہوئے ہیں۔ اپنی اوقات پر آ جاؤ تو بہتر ہو گا۔"
بات نظرانداز کرتے ہوئے معید نے پُرسکون انداز میں کہا تو عماد قدرے جھنجلا گیا۔

کیا یار! انسان کو اتنا ٹھنڈا بھی نہیں ہونا چاہیے۔"

ید ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تھی۔ پھر بھنویں اچکا کر
لگا۔

اب کیا میں اپنی فیلنگز تمہارے ساتھ شیئر کروں؟"

وہ کیا کہتا ہے یار انس اسے، گھنا اور میسنا۔" عماد گہری سانس بھرتا اس کے بستر سے اتر گیا تھا۔

لڑکی کی تمام عمر ایک جگسا پزل حل کرتے گزرنے والی ہے۔" چاند کو بھی صحیح سے ہمدردی ہو
ی۔

●●●●●

س کی سیکرٹری نے لائن ملائی تو اسے اندازہ نہیں تھا کہ دوسری جانب صبا ہو گی۔

خیریت ___؟" اس کی پیشانی پر شکنیں پھیلی تھیں۔

جی ___ آپ واپسی پر مجھے گھر لے جائیے گا۔" صبا نے سیدھے لفظوں میں اپنا مقصد بیان
تو وہ تیکھے انداز میں بولا۔

"یہ ڈیوٹی میرے ہی سر کیوں؟ کسی کے ساتھ بھی واپس آ سکتی ہیں آپ۔"

"ایک بار آپ کے ساتھ گئی ہوں تو اب آپ ہی کی ڈیوٹی ہوں، چاہے آپ نہ سمجھتے ہوں۔" صبا
بڑے تحمل انداز میں کہا تھا۔

لمحہ بھر کو وہ چپ رہ گیا۔

"اگر میں ماما کے ذریعے آپ کو کہلواتی تب آپ کو زیادہ برا لگتا۔ اس لئے خود کہہ رہی ہوں۔
یہاں الحمدللہ کسی کی کمی نہیں ہے۔" صبا نے پھر سے جتانے والے انداز میں کہا تو نوفل کے خون
ابال سا آیا تھا۔

"میں سب سمجھتا ہوں۔ مجھے اپنی محبتوں کی کہانیاں نہ ہی سنایا کریں تو بہتر ہے۔" اس نے
ک سے فون رکھ دیا تھا۔

"ہیں ——!" صبا تحیر زدہ سی ریسیور کان سے لگائے کھڑی رہ گئی۔

"کیا ہوا؟ —— آ رہے ہیں مجازی خدا؟" نگین اپنے ساتھ ساتھ اس کے لئے بھی کپ لئے چلی آئی تھی۔

صبا نے ریسیور رکھتے ہوئے کپ تھام لیا۔

"کہہ تو رہے ہیں، اب دیکھو اگر فارغ ہوئے تو۔" وہ قصداً مسکرائی تھی۔

"ویسے یار! یہ اپنی ضحیٰ نکاح کے بعد کچھ زیادہ ہی نہیں بدل گئی؟ پہلے تو پھر کچھ شور ہنگامہ رکھتی تھی، اب تین دن ہوئے اپنے کمرے ہی سے نہیں نکل رہی۔" نگین کو خیال آیا تھا۔

"اسے یونہی چھوٹی چھوٹی باتوں کو سر پہ سوار کرنے کی عادت ہے۔ اور کچھ معید بھائی بھی ہے اس پر۔ تو یہی ناراضگی لے کے بیٹھی ہو گی۔" صبا نے نپے تلے انداز میں جواب مسکرا دی۔

"زیادہ غصہ تو رسٹ کلر کا لہنگا پہننے پر ہو گا۔ حالانکہ اس کا فوٹو سیشن اتنا زبردست ہوا بھی اتنی ہی پیاری آئی ہے۔ کیا یہ میرون کلر اتنا اٹھتا اس پر؟"

"اسے تو اللہ ہی عقل دے تو دے —— ہمارے سمجھانے سے وہ سمجھنے والی نہیں ہے۔" کہا تھا۔

"چلو ذرا، دیکھیں تو اب کیا مصروفیت ہے جناب کی۔" نگین کے کہنے پر صبا سر ہلاتی ہوئی۔ مگر ان کے کہیں جانے کی نوبت ہی نہیں آئی اور ضحیٰ خود لاؤنج میں داخل ہوئی تھی۔

"یہ لو، رخصتی سے پہلے ہی آ پہنچی یہ تو۔" نگین ہنسی تھی۔

"یہ میرے تایا کا گھر ہے۔" ضحیٰ نے اثر لئے بغیر بے پرواہی سے کہا اور ویکلی میگزین شمارہ اٹھاتے ہوئے وہیں صوفے میں دھنس گئی۔

"اور ابھی اگر معید بھائی آ گئے تو پھر دیکھنا، کیسے بھاگتی ہو تم۔" نگین نے اس کے ہوئے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو وہ آرام سے بولی۔

"آپ کے معید بھائی ہیں یا کوئی وبائی مرض جس سے آدمی ڈرتا چھپتا پھرے؟"

"ارے واہ۔" نگین نے محظوظ ہوتے ہوئے صبا کو دیکھا تھا۔ "اس کی تو ٹون ہی بدل گئی۔"

"دعا کرو خیالات بھی بدل جائیں۔" صبا نے گہری سانس بھر کے کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔

"ابھی تک ویسے تمہاری معید بھائی سے ملاقات تو نہیں ہوئی نا؟" نگین کو اچانک کسی پُرجوش کیا تھا۔

"وہ کون سا امریکہ کے صدر ہو گئے ہیں۔" وہ اب بھی بے نیازی سے میگزین کے رہی تھی۔

"تمہیں اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" صبا جل کر بولی تو نگین نے اس کی بات کرتے ہوئے دلچسپی سے پوچھا۔

پھر بھی یار! کچھ تو تبدیل ہوا ہو گا۔ سوچنے کا انداز ہی سہی۔"

"وہ کیوں جی؟" اس نے اب کی بار نظریں اٹھانے کی زحمت کر ہی لی تھی۔

"چہ —— نکاح شدہ ہو اب تو۔"

"تو اب کیا میرے سینگ نکل آنے چاہئیں؟" وہ حیران ہونے کی اداکاری کر رہی تھی۔

"تم کہاں سر کھپا رہی ہو؟ —— یہ لاعلاج ہے۔" صبا نے نگین کو سمجھایا تھا۔

"علاج کے بعد بھی؟" نگین ذومعنی انداز میں بولی تو ضحیٰ نے میگزین پٹختے ہوئے کہا۔

"ایسی کیا نئی بات ہو گئی ہے؟ —— وہی گھر ہے اور وہی لوگ۔ میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ نئے رشتے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

"اور سنو۔" صبا نے اسے گھورا تھا۔ پھر قدرے سختی سے بولی۔ "وہی لوگ ہیں مگر رشتہ تو تبدیل ہے نا۔ اسی کو ذہن میں رکھو اب۔"

"اور دو چار خواب معید بھائی کے دیکھ ڈالو۔ کافی افاقہ ہو گا۔" نگین نے مشورہ دیا تو وہ صبا کی پر منہ بنانے لگی۔ مگر نگین نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ تنقیدی انداز میں بولی۔

"اور یہ اپنے کاٹن اور کھدر کے کپڑوں کو تو آگ ہی لگا دو تو بہتر ہے۔ ایک سے ایک سوٹ یا ہے تمہارا۔ وہ پہنا کرو اب۔"

"ایسے ہی، بلا وجہ۔" اس نے ناک سکوڑی تھی۔

"لو، اس سے بڑی وجہ اور کیا ہو گی کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے۔" نگین نے کہا تو وہ چڑ گئی۔

"اب کیا ہر وقت چوتھی کی دلہن بن کے بیٹھی رہا کروں؟"

"آمین۔" دونوں نے بیک وقت کہا تو وہ خجل سی ہو گئی۔

"تم لوگوں کو اور کوئی کام نہیں ہے کیا ——؟" غصہ دکھانے کی کوشش کی تو نگین نے صاف ئی سے کہا۔

"بھئی میرا زیادہ وقت تو تمہیں اچھی دیورانی بنانے میں صرف ہوا کرے گا۔"

"ویسے یہ موقع اپنے دیور کو دو تو زیادہ بہتر ہو گا۔" صبا نے بے ساختہ کہا تو نگین زور سے ہنس ۔

"وری فنی۔" وہ سرخ چہرہ لئے اُٹھ گئی تھی۔

"بیٹھو تو۔" کپ خالی کر کے تپائی پر رکھتے ہوئے نگین نے اس کا ہاتھ تھام کر کھینچا تو وہ پھر سے ں کے پاس گر سی گئی۔

"اگر آپ لوگوں کو یہی فضول باتیں کرنی ہیں تو میں یہاں نہیں بیٹھوں گی۔" وہ صاف گوئی سے لی تو صبا نے بات بڑھنے کے خیال سے کہا۔

"اسے جانے دو —— ابھی دماغ ٹھیک نہیں اس کا۔"

"دماغ بات کرنے سے ٹھیک ہوتے ہیں، یونہی نہیں۔" نگین نے رعب سے کہا۔ مگر ضحیٰ کا موڈ

ابھی بھی ٹھیک نہیں ہوا تھا۔ صبا چپ چاپ انہیں دیکھنے لگی۔

"تم نے جو ذہنی مطابقت کا شور مچا رکھا تھا نا، وہ یوں منہ پھلائے بیٹھے رہنے یا ناراضگی سے نہیں ہو گی۔ آپس میں بات چیت کرو۔ ملو جلو۔" تگین اپنی سمجھ کے مطابق اسے سمجھا رہی تھی۔ ضحیٰ اب بے بسی سے صبا کی طرف دیکھنے لگی۔

"صحیح کہہ رہی ہے تگین۔ یوں اجنبی بن کے رہنے سے اس رشتے کا کوئی احساس نہیں ہوگا۔ رشتے کو اہمیت دو گی تبھی یہ اٹوٹ بندھن بنے گا۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا تو وہ اُکتانے لگی۔

"جو بندھن بندھنا تھا، بندھ گیا۔ نکاح نہ ہوا، کوئی قیامت مچ گئی ہے۔"

"ہائے، کوئی چھوٹی موٹی قیامت تو مچا ہی دیتیں۔" تگین نے شرارت سے کہا تو وہ ناراضگی سے بولی۔

"تم لوگوں کے لئے تو یہ سب ایک مذاق ہے اور بس۔"

"تم سنجیدگی سے لو اس رشتے کو، تب ہے نا۔" تگین نے اسے ٹوکا تو صبا نے کہا۔

"اُٹھو اور سب سے پہلے جا کر کپڑے تبدیل کرو۔ لوگ مبارکباد دینے آتے رہتے ہیں سادگی اچھی نہیں لگتی۔"

"رات کو تو بدلے ہیں کپڑے۔ اب کیا فیشن شو کی تیاری کئے رہا کروں؟" وہ بیزاری سے بولی تھی۔

"سبھی لڑکیاں کرتی ہیں۔ تم کچھ انوکھا نہیں کرو گی۔" تگین نے اسے سمجھایا تھا۔

"اب میں گھر میں اتنے فینسی کپڑے پہن کے بیٹھا کروں؟"

"کون کہہ رہا ہے بیٹھنے کو؟ اپنے میاں صاحب کے ساتھ گھومنے پھرنے جایا کرو۔ سارا وصول ہو جائے گی۔" اس کے اعتراض پر تگین نے اطمینان سے کہا تو ضحیٰ کی شکل کے زاویے صبا کو زوروں کی ہنسی آئی تھی۔

"وہ میرے میاں صاحب کہاں سے ہو گئے؟ ___ ہماری شادی نہیں ہوئی ہے ابھی۔" ہو کر بولی تو تگین نے چمک کر کہا۔

"تمہاری بھول ہے یہ۔ نکاح سے بڑھ کے اور کیا ہوتا ہے۔ اب تو جب جی چاہے ہاتھ تھام کے اپنے ساتھ لے جائیں۔ ان کا حق بنتا ہے۔"

ضحیٰ نے حواس باختہ ہو کر صبا کی طرف دیکھا تو اس نے بے پرواہی سے شانے اچکا دیئے۔

"ایسی باتیں تو اب سننا پڑیں گی ___ نکاح شدہ ہو۔"

وہ چڑ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"بڑے لفظوں میں یہ جملہ لکھ کر مجھے فریم کروا دو۔ یا پھر میرے ماتھے پہ لکھ دو۔" وہ خفا واپس چلی گئی تھی۔ تگین ہنسنے لگی۔

"لگ ہی نہیں رہا کہ اس کا نکاح ہو چکا ہے۔"

"دعا کرو کے اسے لگنے لگے۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

●●●●●

"مس احمد! کوئی اپائمنٹ تھی کسی کی؟" نوفل نے ریسیور اٹھا کر اپنی سیکرٹری تمکین احمد سے دریافت کیا تھا۔ ابھی ابھی وہ میٹنگ روم سے اٹھ کے آیا تو نکلنے سے پہلے اسے یاد آ گیا، تمکین نے کسی ملاقاتی کے آنے کی خبر دی تھی۔ مگر اس وقت وہ میٹنگ کے لئے جا رہا تھا، اس لئے انتظار کرنے کا کہہ دیا تھا۔

"یس سر! ___ ابھی وہ صاحب بیٹھے ہیں۔ ان کی اپائمنٹ تو نہیں تھی مگر وہ آپ سے ضرور ملنا چاہتے ہیں۔" اس نے بتایا تو نوفل کی نگاہیں اپنی رسٹ واچ کی سُوئیوں سے الجھنے لگیں۔ پچھلے ایک گھنٹے سے وہ میٹنگ میں تھا اور یہ شخص پچھلے ایک گھنٹے ہی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"نام کیا بتایا تھا انہوں نے اپنا؟" اسے کچھ خیال آیا تو وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولی۔

"سر! یہ اپنا نام تو نہیں بتا رہے، مگر ملنے کی ضد میں کافی دیر سے بیٹھے ہیں۔"

"او کے، بھیجیں اندر۔ میں دیکھتا ہوں۔"

وہ گہری سانس بھرتا ریسیور رکھ کر کرسی پر جھولنے لگا۔

مگر اگلے چند منٹ میں جو شخصیت دروازے سے اندر داخل ہوئی اسے دیکھ کر نوفل لمحہ بھر کو ساکت رہ گیا تھا۔

"السلام علیکم!" آنے والے کے لب و لہجے اور انداز میں بہت خوشی اور جوش و خروش تھا۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا شموئیل! یہ تم ہو۔" نوفل بے حد بے یقینی سے کہتا اُٹھا اور پھر بڑے پُرجوش انداز میں اس سے بغلگیر ہوا تھا۔

"اتنے عرصے کے بعد یاد آئی؟" نوفل اسے لئے سٹنگ روم میں چلا آیا تھا۔

"اور تمہیں تو وہ بھی نہیں آئی۔ یہ تو میں ہی ہوں جو ڈھونڈتا ہوا چلا آیا۔ اور ایک تم بے وفا ہو پورے ایک گھنٹے سے باہر سڑنے کو بٹھا رکھا تھا۔ کوئی ایسے بھی کرتا ہے یار!" شموئیل خان کے لب و لہجے میں پشتو کا خوبصورت ساتچ تھا جو اس کے غیر مقامی ہونے کو ظاہر کرتا تھا۔

"اگر تم اپنا نام بتا دیتے تو میں ایک سیکنڈ بھی انتظار نہ کراتا، باوجود اس کے کہ میری سیکرٹری کافی خوبصورت ہے۔" نوفل نے شرارت سے کہا تو وہ جھینپ گیا۔

"میں نے اسے ایک بار بھی نہیں دیکھا۔"

"چہ، چہ ___ اس کا مطلب ہے کہ مجھے اپنی سیکرٹری بدل لینی چاہئے۔" نوفل نے بظاہر تاسف سے کہا تو وہ ہنس دیا۔

"تم میری ٹانگ کھینچنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"یہ بتاؤ کہ مجھ تک کیسے پہنچے؟ ___ امریکہ سے تو بنا ایڈریس دیئے یا لئے چلے آئے تھے۔" نوفل نے پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

"تم بہت مشہور شخصیت بن گئے ہو___ ٹی وی پر تمہارا ایڈ دیکھا تھا۔ اس کے بعد پتہ لگانا کون سا مشکل کام تھا۔"

نوفل کی اُلجھن دور ہوگئی تھی۔

"اور پتہ ہے یہ ایڈ بنایا کس نے تھا؟" نوفل کو دفعتہً یاد آیا تو مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہاری "ہیر" نے۔" نوفل مسکرایا تھا۔

"ژالے___؟" وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"وہ تمہاری تلاش میں یہاں آ پہنچی ہے۔" نوفل نے مزے سے کہا تو وہ پہلو بدل کر رہ گیا۔

"مذاق کر رہے ہو یار!" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا تھا۔

"قسم سے یار! سچ کہہ رہا ہوں۔ تجھے ڈھونڈتے ہوئے پہنچی ہے یہاں۔ دیکھے گا تو حیران رہ جائے گا۔" نوفل کہہ رہا تھا۔ مگر شموئیل خان بدک گیا۔

"خدا کو مانو یار! میں تو پہلے بھی اس "میم" کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتا رہتا تھا۔ اب تو ایک نظر بھی نہیں ڈالنے والا۔"

اس کے انداز پر نوفل کو ژالے کی باتیں اور منصوبے یاد آئے تو وہ بے اختیار ہنستا چلا گیا۔

"تم وہاں بھی یہی کچھ کیا کرتے تھے اور تمہاری انہی حرکتوں کی وجہ سے وہ ڈھیل پا کر میرے پیچھے پڑ گئی تھی۔" وہ خانزادہ خفا ہوا تھا۔

بہترین کاٹن کے کلف دار سوٹ میں ملبوس وہ ہمیشہ کی طرح بہت اچھا لگ رہا تھا۔ صحت کے اعتبار سے بھی اور پرسنالٹی کے اعتبار سے بھی۔ سبزی مائل بھوری آنکھوں کی چمک میں ابھی بھی وہ سادگی اور معصومیت کا امتزاج تھا جو بقول ژالے کے اس خانزادے کو ننھا خرگوش بنائے رکھتا تھا۔

نوفل بے اختیار سیدھا ہو بیٹھا۔

"شموئیل یار! مونچھیں کہاں کیں تُو نے؟"

وہ نوفل کے انداز پر جھینپ سا گیا۔ خواہ مخواہ ہی لبوں کے اوپری حصے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔ "وہ تو کب کی صاف کرا دیں۔"

"اوہ گاڈ!___ اور تمہارے بابا؟___ انہوں نے کچھ نہیں کہا؟"

"بس جوتے پڑنے کی کسر باقی رہ گئی تھی۔" وہ خود بھی جیسے محظوظ ہوا تھا۔ "دنوں خفا رہے مجھ سے۔ صاف کہہ دیا کہ جب تک دوبارہ مونچھیں نہیں نکل آتیں، میرے سامنے مت آنا۔ میں بڑی مستقل مزاجی سے شیو کرتا رہا تو تنگ آ کر انہوں نے مجھے فیکٹری سنبھالنے شہر بھیج دیا۔"

"یعنی سستے میں چھوٹے ہو۔" نوفل مسکرا دیا۔

"اس کے بعد دس بار ان کے سامنے ناک رگڑی تھی میں نے۔" اس نے گہری سانس بھری

نوفل حیران ہوا۔

"اتنی غیر متوقع آزادی پا کر بھی؟"

"او یار! ٹھپ فیکٹری سنبھالنے بھیج دیا مجھے۔ منیجر غبن کر کے بھاگ چکا تھا، ورکرز صرف تنخواہ پانے کے چکروں میں آتے تھے۔ اور فرمان لالہ کی تو کیا ہی بات تھی، نکموں اور ہڈحراموں کو سمجھو، بٹھا کے کھلا رہے تھے۔ مختصراً یہ کہ وہ سارا ملبہ بلکہ ساری فیکٹری مجھ پر آن گری۔ مگر بابا کا انتقامی جذبہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔ انہوں نے فیکٹری میری نام کر کے کہا، اسے چلاؤ اور اسی سے کھاؤ۔" وہ گہری سانس بھرتے ہوئے اپنی دُکھی داستان سنا رہا تھا۔

انٹرکام پر چائے آرڈر کرتا نوفل ہنس دیا۔

"اب کیا صورت حال ہے؟"

"تھینک گاڈ___ برسوں کی محنت ٹھکانے لگی۔ میری لیدر گارمنٹ فیکٹری اس وقت بہترین کنڈیشن میں ہے۔ ایک ہی جھٹکے میں، میں نے سارا سیٹ اپ چینج کر دیا تھا۔ اس وقت تو غصہ تھا، آہستہ آہستہ دلچسپی ہوئی اور پھر یہی اپنا روزی کمانے کا ذریعہ بن گیا۔ اور پھر جس دن بابا جان کو تیس لاکھ کیش بھجوایا اس روز میری مونچھیں پسِ پردہ چلی گئیں۔" وہ بھی ہنس رہا تھا۔

"انٹرسٹنگ!___ ژالے یہ فسانہ سن کر بہت خوش ہو گی۔" نوفل نے اسے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو وہ پیون کو چائے لاتے دیکھ کر محض نوفل کو گھور کر رہ گیا۔

"چائے بناؤں سر؟" پیون مستعد تھا۔

"نہیں، آپ جائیں۔ میں بنا لوں گا۔" نوفل نے اسے فارغ کیا تھا۔ اور شموئیل خان شاید اسی انتظار میں تھا۔ پیون کے کمرے سے نکلتے ہی خفگی سے بولا۔

"تم ہر وقت ژالے کی متفکر ماں بن کر اس کا رشتہ ڈالنے کی کوشش مت کیا کرو۔"

"اوہ گاڈ___" نوفل بے اختیار قہقہہ لگا کر دونوں کے لئے چائے نکالنے لگا۔ "تم کبھی نہیں بدل سکتے خان!"

"اور یہ بات تم ژالے آفریدی کو ضرور بتا دینا۔" وہ دوبدو بولا تو نوفل نے چائے کا کپ اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا

"بہتر ہو گا کہ تم اپنے منہ سے بتاؤ۔ وہ ترس رہی ہے تمہیں ملنے کو۔"

"کیا بات کر رہے ہو یار!___ میرے باپ کو پتہ چل گیا نا کہ میں شہر میں کسی بدیسی میم کے ساتھ دکھائی دیا ہوں تو پھر شاید ہی کہیں دکھائی دوں۔" وہ سوچ کر ہی خوفزدہ تھا۔

"تو پورے شہر کو پکنک اسپاٹ بنا کے گھومنے کی کیا ضرورت ہے؟ تم اس سے یہاں بھی تو مل سکتے ہو۔" نوفل نے اپنا سیل فون اٹھاتے ہوئے کہا تو وہ مضطرب ہو اُٹھا۔

"نوفل پلیز۔ اسے مت بتانا کہ میں تم سے ملا ہوں۔" یہ سنجیدگی شموئیل خان کی فطری سادگی سے ہٹ کے تھی۔ نوفل حیران سا اسے دیکھنے لگا۔

"میری خاطر یار!___ ابھی فی الحال اسے مت بتاؤ۔" وہ اٹکا تھا۔ نوفل نے خاموشی سے

موبائل ٹیبل پر ڈال دیا۔

''کیا واقعی تمہیں ژالے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے؟''

چند لمحوں کے توقف کے بعد نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ سادگی سے بولا۔

''وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔''

نوفل کو اس کا کترانا بہت شدت سے محسوس ہوا تھا۔

''تو پھر کیا مسئلہ ہے یار؟ ــــ وہ کیا کہتے ہیں، تمہاری ذات برادری کی بھی ہے۔ بس مختلف ماحول کی پروردہ ہے۔ اور کچھ نہیں۔''

''ہمارے ہاں لڑکیوں سے دوستی کا کوئی تصور نہیں ہے۔'' وہ بولا تو نوفل نے کہا۔

''تو شادی کرو نا یار! کس نے کہا دوستی گانٹھنے کو؟''

''تم مجھے گولی مروانے کے چکر میں ہو۔'' اس نے نوفل کو گھورا تھا۔

''مجھے فریب مت دو۔ سب سے چھوٹے ہو۔ اپنی ماں کے لاڈلے ہو۔ وہ نہ تو تمہاری کوئی رد کرتی ہیں اور نہ ہی تمہارے بابا جان کو کرنے دیتی ہیں۔'' نوفل نے اطمینان سے اسی کی معلومات کا استعمال اس پر کیا تھا۔

''تو میرا کیا دماغ خراب ہے کہ میں ژالے آفریدی کو اپنے سر پر بٹھا لوں؟'' وہ کنی کترا گیا۔

''بھئی میں کچھ نہیں کہوں گا۔ اب یہ تم دونوں کا آپسی معاملہ ہے۔'' نوفل کپ رکھتا اٹھ کھڑا تو شموئیل خان نے اسے دیکھا۔

''تو تم اسے میرا پتا دو گے؟''

''ابھی تو نہیں۔ مگر بتاؤں گا ضرور۔ وہ میری سب سے اچھی دوست ہے۔ ہواؤں سے پوچھتی پھر رہی ہے تمہارا۔ اور میں اسے یوں امتحان میں نہیں دیکھ سکتا۔'' نوفل نے صاف گو مظاہرہ کیا تھا۔

''یار! ایسے تو وہ پھر سے میرے پیچھے پڑ جائے گی۔ بڑے کھلے مزاج کی لڑکی ہے۔'' وہ سوچ کر ہی خوفزدہ تھا۔ نوفل کو ہنسی آنے لگی۔

وہ اونچا لمبا، شاندار مرد ژالے آفریدی کا محض نام سن کر ہی قربانی کا بکرا لگنے لگا تھا۔

''ابھی تو اٹھو۔ تھوڑے عرصے کے بعد ملے ہو تو ایک شاندار سا ڈنر تم پر ڈیو ہے۔'' نوفل نے تو وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیوں نہیں ــــ میں تو ترس رہا تھا تم سے ملنے کو۔''

''یہی ڈائیلاگ اگر تم ژالے سے بولو گے تو وہ خوشی کے مارے جانے کیا کر بیٹھے۔'' نوفل آگے بڑھ کر اس کے لئے دروازہ کھولتے ہوئے چھیڑا تو وہ سادگی سے بولا۔

''مجھے تو سوچ کر بھی ڈر لگتا ہے۔ وہ لڑکی میرے ساتھ کچھ بھی کر سکتی ہے۔''

''وہ بہت بدل گئی ہے یار!'' نوفل ہنسا تھا۔

''میرے معاملے میں وہ نہیں بدل سکتی۔'' وہ بے اختیار بولا تو نوفل رک کر اسے دیکھنے لگا۔

''بڑا پکا یقین ہے تمہارا؟''

''صحیح کہہ رہا ہوں ــــ وہ ہر وقت مجھے بے وقوف بناتی رہتی تھی۔'' وہ بات بدل گیا تھا۔

نوفل گہری سانس بھرتا اس کے ساتھ آفس سے نکلتے ہوئے ایک انتہائی ضروری ایس ایم ایس کر تھا۔

''کس کو فون ملا رہے ہو؟'' وہ کھٹک گیا تھا۔

نوفل نے میسج بھیجتے ہوئے موبائل آف کیا اور خوش دلی سے مسکرا دیا۔

''ایک مہنگے سے ریسٹورنٹ میں ریزرویشن کروا رہا تھا۔ ذرا پتہ تو چلے کہ تمہاری فیکٹری کس پوزیشن میں ہے۔ کیونکہ بل تمہارے ذمہ ہے۔''

''یار! تم آؤ تو۔ اس ملاقات کے بدلے میں ساری عمر تمہیں مہنگے سے مہنگے ریسٹورنٹ میں کھانا کھلا سکتا ہوں۔''

خانزادہ شموئیل خان کے انداز میں روایتی محبت تھی۔ جو اس خطہ زمین کا وصف تھی جہاں اس نے جنم لیا تھا۔ وہی مخصوص سادگی اور اپنا پن، جسے ابھی تک شہروں کی ہوا مکمل طور پر ختم نہیں کر پائی تھی۔

نوفل کا دل خوش ہو گیا۔

''تم اپنی گاڑی میں ہو؟'' پارکنگ لاٹ میں پہنچ کر نوفل ٹھٹکا۔

شموئیل خان کی سرمئی گاڑی کے پاس مستعد سا ڈرائیور موجود تھا۔

''میں تمہارے ساتھ ہی چلوں گا۔'' شموئیل خان نے کہا تو وہ سر ہلا کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ شموئیل نے اپنے ڈرائیور کو گاڑی سمیت واپس کیا اور نوفل کے ساتھ آ بیٹھا۔

''اس دن کے میں خواب دیکھا کرتا تھا۔'' شموئیل کے کہنے پر گاڑی سڑک پر ڈالتا نوفل ہنس دیا۔

''اگر تم ٹی وی پر دکھائی نہیں دیتے تو شاید ہی کبھی تم سے ملاقات ہوتی۔'' وہ ابھی بھی کہہ رہا تھا۔

''تم میرے معاملے میں کچھ زیادہ ہی جذباتی ہو رہے ہو۔'' نوفل نے اسے چھیڑا تو وہ سادگی سے بولا۔

''نہیں یار! تم سے میری محبت الگ ہے۔''

''مہربانی ہے تمہاری۔'' نوفل ایک ٹھنڈے میٹھے احساس سے بھیگ گیا تھا۔

واقعی نیویارک میں رہائش کے دوران بھی وہ ہر وقت نوفل سے چپکا رہتا تھا۔ حالانکہ وہ بھی باقی دوستوں کے ساتھ مل کر اسے خوب تنگ کیا کرتا تھا مگر پھر بھی ہر مسئلے کے وقت وہ نوفل کے دربار میں حاضری دیتا تھا۔ حتیٰ کہ ژالے آفریدی سے چھپنے کے لئے بھی اسے نوفل ہی کی پشت دکھائی دیتی تھی۔ تب تو بے فکری اور بے پرواہی کا دور تھا۔ نوفل نے اس کے انداز کو سادگی اور بے وقوفی سمجھتے ہوئے اس کا کسی بچے ہی کی طرح خیال رکھا تھا۔ مگر آج شموئیل خان کا یوں اچانک سامنے آنا اس

کے لئے بھی بے حد مسرت کا باعث بنا تھا۔

"تمہیں تو ہم یاد کرتے ہی رہتے تھے۔ تم نے بھی کبھی یاد کیا ہمیں کہ نہیں؟" نوفل نے وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"میں وہاں سے بھاگ تو آیا تھا مگر پھر کہیں بھی دل نہیں لگا۔ بابا نے واپس جانے کی بھی نہیں دی۔ وہ تو یوں بھی فیضان لالہ کے کینیڈا جانے اور واپس نہ آنے پر مشتعل تھے۔ میں شکنجے میں آیا تو پھر نکل ہی نہیں پایا۔ زندگی ان دنوں بہت بے مصرف لگتی تھی۔ کہیں دل نہیں لگ

"تو بھاگے کیوں تھے وہاں سے؟ ـــــ ژالے کی وجہ سے؟" نوفل نے تیقن سے پو مان گیا۔

"ہاں ـــــ میں نہیں چاہتا تھا کہ فیضان لالہ کی طرح میں بھی بابا جان کو دکھ دینے بنوں۔"

"اتنی سی بات کے لئے تم نے اپنی محبت چھوڑ دی؟"

"خدا کو مانو یارا! یہ محبت کہاں سے آ گئی؟" وہ بدکا تھا۔

"ابھی پتہ چل جائے گا۔" نوفل نے زیر لب کہتے ہوئے سیاہ گیٹ کے سامنے گاڑی ہارن پر ہاتھ رکھ دیا۔ چوکیدار نے تیزی سے گیٹ وا کیا اور شاندار سے پورچ میں گاڑی لے آ

"یہ کیا طریقہ ہے نوفل! کسی کے گھر آنے کا؟ ـــــ پہلے اتنا خفیہ سا میسج دیا اور اب خو کے چلے آئے ہو۔" وہ مصنوعی غصے سے بولتی گاڑی کے پاس چلی آئی تھی۔

شموئیل خان نے کرنٹ کھا کر نوفل کی طرف دیکھا تو وہ شانے اچکا کر طمانیت سے مسکرا ژالے آ کر کھڑکی میں جھکی تو اس کی زبان حرکت کرنا بھول گئی۔ وہ ساکت سی بے حد کے ساتھ شموئیل خان کو دیکھ رہی تھی۔ جسے خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسا ردِ عمل ظاہر کرے۔

●●●●●

وہ انتظار کر کر کے تھک گئی تھی۔ مگر نوفل کے آنے کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ وجدان کے ہمراہ گھر لوٹ آئی۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ وجدان کھڑے کھڑے ہی سلام دعا کرتا واپس پلٹ گیا تھا۔

"کیا بات ہے؟ ـــــ اپنے صاحب بہادر کے ساتھ نہیں آئیں؟" ادینہ نے مسکراتے پوچھا تھا۔

صبا نے اچٹتی نگاہ اس کے کھلے ہوئے انداز پر ڈالی اور قدرے سنجیدگی سے بولی۔

"اب ہر وقت صاحب بہادر ہی ڈیوٹی دینے پر تو مامور نہیں ہیں۔ سو بکھیڑے ہیں ان کے۔

"تم سناؤ، سب خیریت رہی نا؟" صالحہ بیگم نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا تھا۔

وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

"الحمد للہ سب خیریت ہے۔"

"اس روز تقریب میں بھی بہت مزہ رہا۔ تم لوگوں کی فیملی میں ماشاء اللہ اتنے شرارتی بچے ہیں کہ آدمی کی طبیعت خوش ہو جاتی ہے اس رونق سے۔"

'بچے؟' صبا کو ہنسی آئی تھی۔ ذہن میں ان سب کے سراپے گھوم سے گئے تھے۔

"وہاں ایسی کسی تقریب کے بغیر بھی یونہی رونق ہوتی ہے۔"

"پھر تو تمہارا دل یہاں کی خاموشی میں نہیں لگتا ہو گا۔" ادینہ کی توجہ ٹی وی اسکرین سے ہٹی تھی۔

صبا بڑے متحمل انداز میں اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

"ایک دفعہ دماغ لگ جائے تو پھر دل لگتے دیر نہیں لگتی ہے۔"

"بہت خوب۔" صالحہ بیگم اس کے جواب سے محظوظ ہوئی تھیں۔ مگر وہ ادینہ کی تمسخرانہ نگاہوں کو اچھی طرح محسوس کر سکتی تھی۔

"دل و دماغ لگانے کے لئے بھی زندہ انسان چاہئے ہوتا ہے۔ اب در و دیوار کو تو آدمی دُکھڑے سنانے سے رہا۔" وہ اپنے مخصوص تیکھے انداز میں بولی تو صبا گہری سانس بھرتی صالحہ بیگم کی طرف پلٹ گئی۔

"آپ نے کھانا کھا لیا ہے؟"

"بس ابھی کھانے ہی والی تھی۔ نوفل کا انتظار تھا۔ آج جلدی آنے کو کہہ گیا تھا۔" انہوں نے جواب دیا تو صبا سر ہلا کر اُٹھ گئی۔

"میں ذرا کپڑے تبدیل کر آؤں۔ پھر اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ میں بھی یونہی اٹھ آئی تھی۔"

وہ کمرے میں آئی تو دماغ تپ رہا تھا۔

نوفل کا طرزِ عمل ذرہ بھر بھی حوصلہ افزا نہیں تھا۔ صبا کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ سمجھوتے کی سیڑھی پر قدم کیوں نہیں رکھ رہا تھا۔

ازدواجی نہ سہی، مگر "دکھاوے" کا تعلق تو رکھ ہی سکتا تھا نا۔

مگر وہ شاید یہ بازی اپنے طریقے سے کھیلنے کی سوچ رہا تھا۔

کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ انہی تکلیف دہ سوچوں میں ڈوبی بیگ میں سے کپڑے نکال کر الماری میں رکھنے لگی۔ زیورات لاکر میں رکھنا تھے۔ اس نے پنجوں کے بل اچکتے ہوئے وارڈروب کے اوپری خانے کی شیٹ کے نیچے ہاتھ مار کر چابی دریافت کرنے کی کوشش کی۔ جاتے ہوئے وہ خالی لاکر کے خیال سے چابی یہیں رکھ گئی تھی وگرنہ اپنے پرس میں رکھتی۔

اس نے چابی مٹھی میں دبوچی تھی مگر جب لاکر بند کرنے کی باری آئی تو چابی ہول میں گھوم کر ہی نہیں دی۔

"چہ ـــــ اب اسے کیا ہو گیا ہے؟" وہ جھنجلا گئی تھی۔

دو تین مرتبہ کوشش کی مگر چابی گھومنے سے انکاری تھی۔ اس نے چابی نکالتے ہوئے اسے بغور دیکھا، اس پر تو نمبر کندہ تھا۔

’تو ہی تھی یا شاید چھ۔‘

اُلجھ کر سوچتے ہوئے اس کی نگاہ بلا ارادہ ہی نوفل کی لاکر سے جا ٹکرائی تو بنا کچھ سوچے اس
یونہی غیر ارادتاً ہول میں چابی ڈال کر گھمائی۔

’’کلک‘‘ کی خفیف سی آواز کے ساتھ اس کا لاکر کھل گیا تھا۔

’’حیرت ہے۔‘‘ وہ بڑبڑائی تھی۔ پھر فی الحال نوفل کے لاکر میں زیور رکھنے کے خیال سے
کھولی تو سب سے اوپر پڑی خوبصورت سی البم نے اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ اس کا دل کسی
متوقع صورتحال کو سوچ کر بے ترتیبی سے دھڑک اُٹھا۔

یہ نوفل احمد کا کوئی پرسنل افیئر بھی ہو سکتا تھا جسے جان کر شاید وہ مزید ذہنی تکلیف کا شکار ہو
’اب اس سے زیادہ اور کیا تکلیف ہو گی جتنی اب سہہ رہی ہوں۔‘ اس نے سوچتے ہوئے
اٹھائی تھی۔ دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے البم کھولی۔

’’دنیا یہاں ختم ہو جاتی ہے۔‘‘

پہلے صفحے پر موٹے سیاہ مارکر سے تحریر تھا۔ صبا کی سانسیں تنگ پڑنے لگیں۔

بے جان ہاتھوں سے اس نے آگے دیکھا تو پہلی ہی تصویر اس کے ذہن کو جھنجھنا کر رکھ گئی
ایک کے بعد اس کے ذہن میں دھماکے سے ہو رہے تھے۔

●●●●●

اس مرتبہ میٹنگ کے سلسلے میں انس کو پندرہ دنوں کے لئے جرمنی جانا پڑ گیا تو وہ بوکھلا گیا۔

’’ہر بار تو ابو خود جاتے ہیں یا پھر چچا جان۔‘‘

’’بیٹا جی! اب آپ بھی آگے بڑھ کے کچھ سیکھیں۔ کنارے پر پاؤں ڈبو کر بیٹھے رہنے سے
نہیں آ جاتی۔‘‘ تایا جان نے طنز کیا تو وہ چپکا ہو رہا۔

مگر پہلے تائی جان کے سامنے اور اب نگین کے ساتھ وہ مسلسل بحث میں مصروف تھا۔

’’بھلا مجھے وہاں بھیجنے کی کیا تک بنتی ہے؟‘‘ اس نے پندرھویں بار یہ جملہ بولا تو نگین ہنس

’’واقعی، بھلا کسی عقلمند سے شخص کو بھیجتے۔‘‘

’’نگی! مار کھا لو گی مجھ سے۔‘‘ وہ بھنایا تھا۔

’’اوفوہ ـــــ ابھی تو ایک ہفتہ پڑا ہے روانگی میں۔ اور پھر سرسری بات ہی تو ہوئی ہے
یونہی دل پہ لے بیٹھے ہیں۔‘‘ نگین نے سمجھایا تو وہ طنزاً بولا۔

’’تم سے زیادہ میں والد صاحب سے واقف ہوں۔ ایک بار جو کہہ دیا، سو کہہ دیا۔‘‘

’’پہلے بھی تو دوسرے شہروں میں جاتے رہتے ہیں۔‘‘ نگین نے اعتراض کیا تھا۔

’’شہر سے باہر اور ملک سے باہر جانے میں بہت فرق ہوتا ہے مگر تمہیں کیا فرق پڑتا ہے
زیادہ سے زیادہ یہی پلاننگ کر لو گی کہ اتنے روز میکے رہ آؤں گی۔‘‘ وہ چڑ کر بولا۔

’’واقعی ـــــ آئیڈیا تو بہت اچھا ہے۔‘‘ نگین واقعتاً خوش ہوئی تھی۔

ہے کیا نگی! میں سوچتا ہوں کہ تمہیں شادی کرنی ہی نہیں چاہئے تھی۔‘‘ وہ بڑی سنجیدگی سے
تھا۔

’’پھر آپ کا کیا ہوتا؟‘‘ وہ غیر سنجیدہ تھی۔

واب ہو رہا ہے وہ بھی کچھ زیادہ قابل فخر نہیں ہے۔‘‘ وہ گہری سانس کھینچتا ٹی وی آن کر کے
پائنے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تھا۔

ین اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے اور ٹی وی اسکرین کے بیچ آ بیٹھی۔ انس نے اسے ذرا سا گھور
ا۔

ب کیا ہے؟‘‘

یرے ہوتے ہوئے آپ ان نامحرم دوشیزاؤں کو اتنے شوق سے دیکھ رہے ہیں۔‘‘ وہ احتجاجاً
انس کو موقع مل گیا۔

سوچ لو ـــــ جرمنی جا کر ان پندرہ دنوں میں بھی یہی کروں گا۔‘‘

خیر ـــــ وہ بھی اچھا ہے۔ آدمی کی طبیعت فریش رہتی ہے۔ کم از کم ایک ہی شکل دیکھ کر
نے سے تو بہتر ہے۔‘‘ وہ مسکراہٹ دبا کر کہتی اٹھ گئی تو انس نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے پاس
۔

تم ذرا بھی جیلس نہیں ہو گی؟‘‘

اوں ہوں۔‘‘ نگین نے نفی میں سر ہلایا تو وہ جل کر بولا۔

روتی پھرو گی اس گھڑی کو جس میں مجھے باہر بھیجا تھا۔‘‘

خدا نہ کرے۔‘‘ نگین نے تنبیہی انداز میں اسے دیکھا تھا۔

ایسا کرتے ہیں دونوں ساتھ چلتے ہیں۔‘‘ اسے نیا خیال سوجھا تھا جسے نگین نے فوراً رد کر دیا۔

بالکل نہیں ـــــ میں ایسی حالت میں اتنے لمبے سفر کا رسک نہیں لے سکتی۔‘‘

ہاں ـــــ تو میں بھی تمہیں ایسی حالت میں چھوڑ کے نہیں جا سکتا۔‘‘ وہ دوبدو بولا تو نگین کو
گئی۔

’’کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ دن بہ دن آپ کی محبت بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ اتنی شدت اچھی نہیں
۔‘‘ نرمی سے اس کی پیشانی پر آئے بال سنوار کر کہا تو وہ مسکرا کر بولا۔

’’محبت تو اچھی ہوتی ہے نا۔‘‘

’’مگر ایک حد میں رہ کر۔‘‘

’’محبت کی حدود و قیود نہیں ہوتیں۔ ورنہ کسی کا شوہر میری طرح ناخوش نہ ہوتا۔ ہر کسی کی محبت کا
عاملہ ہوتا۔ کسی کو بھی اس کی کمی یا زیادتی کا رونا نہ رونا پڑتا۔‘‘

’’آپ کس بات سے ناخوش ہیں؟‘‘ نگین نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑا تھا۔

’’تم سے۔ کبھی جو بیوی سے چند لمحوں کے لئے بھی محبوبہ بنی ہو۔‘‘ وہ شکایتی انداز میں بولا تھا۔

نگین مسکرادی۔

"بنا تو رکھا ہے آپ نے مجھے اپنی محبوبہ۔"

"وہ تو میں نے بنا رکھا ہے نا ــــ تم نے تو کبھی بھی "محبوبیت" کا احساس نہیں دلا
سے منانا تو آتا نہیں ہے۔" اس کی وہی شکایتیں تھیں۔

"وعدہ رہا، اس مرتبہ روٹھیں گے تو بہت اچھے طریقے سے مناؤں گی۔" وہ فوراً بو
بات پرانس اسے گھورنے لگا۔

نگین ہنسی تھی۔

"اب اور کیا کہوں؟ ــــ یہی تو چاہ رہے تھے آپ۔"

"کبھی یہی پکا ارادہ کرلو کہ مجھے کبھی روٹھنے نہیں دو گی۔" وہ جل کر بولا تھا۔

"پہلے اچھی طرح سوچ لیں کہ آپ چاہتے کیا ہیں؟" نگین نے مشورہ دیا تو وہ
ہوئے سر کے نیچے ہاتھ باندھتا چت لیٹ گیا۔

"یہ تو اب آپ بچوں جیسی ضد کر رہے ہیں۔ ابو جی صحیح کہہ رہے ہیں، آپ ان کا
رہے ہیں تو اس کے تمام رموز سے واقفیت ہونا بھی لازم ہے نا۔ یونہی ایک ایک قد
زندگی میں آگے بڑھا جا سکتا ہے۔" وہ اسے سمجھا رہی تھی۔

"مگر میں تم سے دور جانا نہیں چاہتا۔"

"تو کون سا ہمیشہ کے لئے جا رہے ہیں۔" وہ بے ساختہ کہہ گئی تھی، پھر استغفار پڑ
محبت بھرے انداز میں بولی۔ "دو ہفتوں کی تو بات ہے ــــ چٹکیوں میں گزر جائیں گ

"دو ہفتے چٹکیوں میں نہیں، ہمیشہ پندرہ دنوں ہی میں گزرتے ہیں۔" وہ ناراضگی سے

"دور رہنے سے محبت بڑھتی ہے۔" نگین نے اسے یاد دلایا تھا۔

"یہ محض تمہاری پڑھی ہوئی باتیں ہیں۔ میرے جاتے ہی میکے بھاگو گی۔"

"اچھا، وعدہ رہا۔ نہیں جاؤں گی۔ یہیں آپ کی واپسی کا انتظار کروں گی۔" نگین
اس کی ناک پکڑتے ہوئے مسکرا کر کہا تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"شاید اس خیال سے جدائی آسان ہو جائے۔"

پندرہ دن اور "جدائی" ــــ نگین نے بہ مشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔ وگرنہ وہ پھر تا
اتنے سارے دنوں کی دوری کو بھی وہ جدائی نہیں گردانتی ہے۔

●●●●●

وہ بے حد بے یقینی سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھے شموئیل خان کو دیکھ رہی تھی۔ جو نوفل کی
پر اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔

"کیسا رہا سرپرائز؟" نوفل نیچے اترتے ہوئے گنگ کھڑی ژالے سے پوچھا
شموئیل کو بھی باہر نکلنا پڑا۔

یقین نہیں آرہا شموئیل خان! یہ تمہی ہو۔" وہ اب حیرت کے غلبے سے نکل آئی۔ اس کا
ہاتھوں میں تھامے جوش سے چیخی تو وہ خجل سا ہونے لگا۔

گاڈ! ــــ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کیا کروں۔ کیسے، کہاں سے ملا یہ تمہیں؟" وہ
پوچھ رہی تھی۔

ے اندر تو بٹھاؤ کہ یہیں کھڑے کھڑے تفصیل بتا دوں؟" نوفل کو شموئیل کے تاثرات دیکھ کر
ا تھی۔

لے یونہی اس کا ہاتھ تھامے مسلسل بولتی ہوئی انہیں اندر لے آئی تھی۔ پھر شموئیل کو صوفے پر
ہوئے خود اس کے ساتھ بیٹھی تو وہ بدک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

حول ولا قوۃ۔"

ا کا قہقہہ بے ساختہ و بے اختیار تھا۔

بندہ کبھی نہیں بدل سکتا۔" ژالے بھنا گئی تھی۔

ا کمال ہو گیا تھا۔ جس شخص کے پیچھے وہ خوار ہوتی پھر رہی تھی وہ اب بھی اس سے پہلو بچاتا
ا۔

لہاں تھے تم؟ ــــ اور پہلے یہ بتاؤ کہ نیو یارک سے کیوں بھاگے تھے؟" ژالے اسے اتنی
سے چھوڑنے والی نہیں تھی۔

بے بسی سے مدد طلب انداز میں نوفل کو دیکھنے لگا۔

بھئی جس بھی نیت سے بھاگا تھا، اب تو مل گیا ہے نا ــــ اس کی خوشی مناؤ۔" نوفل کو ترس آ

ے یہ تو اپنی خیر منائے۔" وہ شموئیل کو پیاسی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ "کوئی دوستوں کو چھوڑ
ی بھاگتا ہے؟"

سب گلے شکوے میں کر چکا ہوں۔" نوفل نے کہا تو وہ شکوہ کناں انداز میں بولی۔

کیا میرا حق نہیں بنتا ہے اس پر؟"

بھئی، میں منحرف ہوا۔ پورے کا پورا شموئیل خان تمہارے حوالے ہیں۔" نوفل ہنسنے لگا تھا۔

ہاں ہوتے ہو آج کل؟" وہ شموئیل سے پوچھ رہی تھی جو اس کے علاوہ کمرے کی ہر چیز کو
تا۔

نکل، شہر ہی میں ہوں۔" وہ اس کی شہ زوری کے آگے یونہی کمزور پڑ جایا کرتا تھا۔

نکا شادی وادی تو نہیں کر لی نوفل کی طرح؟" وہ بظاہر بڑی خوش دلی سے پوچھ رہی تھی۔ مگر
ی طرح جانتا تھا کہ اس کی دلی کیفیت تلاطم کی زد میں ہو گی۔

ا کی بات کا جواب دینے کی بجائے شموئیل نے مسرت آمیز لہجے میں نوفل سے پوچھا۔

ا نے شادی کر لی ہے؟"

"صرف شادی نہیں، بلکہ ایک کامیاب محبت اور پھر شادی۔" ژالے نے راز کھولا
رسٹ واچ دیکھنے لگا۔

"اور بڑے افسوس کی بات تو یہ ہے کہ وہی بیوی میرا انتظار کر کر کے تھک کر اب وا
گی۔ مجھے اسے پک کرنا تھا اس کے میکے سے۔" مسکرا کر بولا تو شموئیل نے گرم جو
مبارک باد دی تھی۔

اسی وقت ژالے کے ڈیڈی اندر آئے تو وہ دونوں احتراماً کھڑے ہو گئے۔

ژالے اپنے مخصوص انداز میں شموئیل خان کا تعارف کروا رہی تھی۔

"یہ ہمارے گروپ کا بھگوڑا ہے ڈیڈی! شموئیل خان۔ جو اپنی پڑھائی ادھوری چھوڑ
بھاگ آیا تھا۔ کیونکہ وہاں اس کا ایمان خراب ہوتا تھا۔" اس قدر عجیب تعارف پر وہ
سا ڈیڈی سے ہاتھ ملانے لگا۔

"تم اب اسے یہاں سے بھی بھگاؤ گی۔" نوفل نے اسے دھمکایا تو وہ جذب سے
"اب بس ایسا منتر پڑھوں گی کہ اس کے قدموں کو زمین جکڑ لے گی۔"

شموئیل خاموشی سے سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"کچھ خاطر مدارات کروا اپنے دوستوں کی بھئی۔" ڈیڈی نے اُسے احساس دلایا تو وہ
"نوفل نے سرپرائز ہی ایسا دیا ہے کہ میری تو بھوک پیاس ہی اُڑ گئی ہے۔"

فون کی گھنٹی بجنے پر ڈیڈی معذرت کرتے ہوئے اُٹھ گئے تو شموئیل نے نوفل کی طر
"میرے خیال میں اب چلا جائے۔ کافی دیر ہوگئی ہے۔"

"ارے کہاں؟ ـــــ ابھی تو آئے ہو۔ خبردار جو اٹھنے کا نام بھی لیا تو۔ ابھی ہم اک
ڈنر کریں گے۔" ژالے نے رعب سے کہا تو وہ چپکا ہو رہا۔

"تم ابھی بھی اتنے ہی سنگ دل ہو۔ کسی کے بھی جذبات کا احساس نہ کرنے وا
رہی تھی۔

نوفل نے دیکھا، اس کی شربتی آنکھوں کی چمک بے مثال تھی۔

"تم پتہ نہیں کس گمان میں ہو۔ میں نے تو کبھی ایسا کچھ نہیں کیا۔" شموئیل کا اند
سنجیدگی لئے ہوئے تھا۔ نوفل تو ایک طرف رہا، ژالے بھی کھٹک گئی تھی۔

"تو پھر تم وہاں سے بھاگے کیوں تھے؟"

"کیونکہ وہاں میرا دل نہیں لگ رہا تھا۔" وہ سادگی سے بولا تھا۔

"حالانکہ وہاں دل لگانے والی بہت سی چیزیں تھیں۔" نوفل نے لقمہ دیا۔

"تو پھر تم نے وہاں دل کیوں نہیں لگایا؟" وہ نوفل سے پوچھنے لگا۔

"وہ سب میری ٹائپ کا نہیں تھا نا۔" نوفل مسکرانے لگا۔

شموئیل خان نے ایک نظر ژالے آفریدی کو دیکھا۔ وہ پوری طرح اس کی طرف

ن چڑ گیا۔

"مجھے نیو یارک کی سردی پسند نہیں تھی۔"

"اور یہاں بہت خوش ہو تم؟" ژالے نے قدرے جارحانہ انداز میں پوچھا تو وہ چند ثانیوں کے
چپ رہ گیا۔ پھر مدھم لہجے میں بولا۔

"اپنوں کی خوشی کے لئے خوش رہنا ہی پڑتا ہے۔"

"دیکھ لوں گی میں تمہیں بھی اور تمہارے فلسفے کو بھی۔ ابھی تو میں فی الحال ڈنر کا انتظام دیکھ آؤں۔"
ژالے نے اپنا انداز بدلتے ہوئے اسے دھمکایا اور ساتھ ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ شہد رنگ بالوں کو
ورت سے کلپ میں جکڑے، کھلے پائنچوں کے ٹرائزور اور گرم فل سلیوز ٹی شرٹ پر پرنٹڈ گرم
اوڑھے وہ ہمیشہ کی طرح بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔

"بہت برا کیا ہے تم نے یار! میں اس سے نہیں ملنا چاہتا تھا۔" ژالے کے جاتے ہی شموئیل نے
ہوئے انداز میں کہا تو نوفل حیران ہو گیا۔

"تم سنجیدہ ہو؟"

"ہاں ـــ اور میں اس کہانی کو پھر سے شروع نہیں کرنا چاہتا جسے میں اپنے خیال میں نیو یارک
ادھورا چھوڑ آیا تھا۔" وہ قطعیت سے بولا تو نوفل نے گہری سانس بھری۔

"تو تم جانتے تھے کہ ژالے کا تمہاری طرف جھکاؤ درحقیقت اس کی محبت تھی۔"

"میں یہ سب افورڈ نہیں کر سکتا نوفل!" شموئیل خان کی آنکھوں میں خفیف سی سرخی اُتر آئی تھی۔
ان آنکھوں میں جھلکتا تکلیف کا احساس نوفل کو بہت سرعت سے محسوس ہوا تھا۔ مگر وہ اس کا ماخذ
ننے سے قاصر تھا۔

"ژالے بہت اچھی لڑکی ہے شموئیل! آزاد خیال اور بے باک تو ہے مگر کریکٹر لیس نہیں ہے۔
یہ بات تم ہی مجھے نیو یارک میں بھی بتایا کرتے تھے۔" نوفل نے بے حد سنجیدگی سے کہا تو وہ
باتی ہونے لگا۔

"وہ تو میں اب بھی کہتا ہوں اور اس کی اچھائی سے مجھے کب انکار ہے۔ مگر تم لوگ میرے
ات نہیں سمجھ سکتے۔" اس کی گفتگو بے ربط تھی۔ نوفل سمجھ نہیں سکا۔

"چلو بھئی، آجاؤ ـــ ڈنر ریڈی ہے۔" ژالے نے تالی بجاتے ہوئے انہیں مطلع کیا تو وہ
دں ہی بہت سست روی سے اٹھے تھے۔

کھانے کے دوران بھی ژالے کی شموئیل پر توجہ بے مثال تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا اسے
پنے ہاتھوں سے کھانا کھلانے لگے۔

چلتے وقت اس نے نہ صرف شموئیل خان کا موبائل نمبر لیا تھا بلکہ زبردستی اس کا وزیٹنگ کارڈ بھی
لیا تھا۔

نوفل نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی تو ژالے نے اپنا والٹ جیب میں ڈال کر گاڑی کی طرف

بڑھتے شموئیل کا ہاتھ بڑی سبک روی سے تھاما۔ وہ بے ساختہ اسے دیکھنے لگا۔

"ایک اور بات تو رہ ہی گئی۔ مونچھوں کے بغیر تم زیادہ ہینڈسم لگ رہے ہو۔" وہ شرارۃ بولی تو نوفل کے قہقہے پر وہ جھینپ کر اپنا ہاتھ چھڑاتا گاڑی میں آ بیٹھا۔ ڈالے پورچ کی سیڑھیوں کھڑی ہاتھ ہلا رہی تھی۔ نوفل گاڑی گیٹ سے باہر لے آیا۔

"مجھے گھر ڈراپ کرو گے یا میں گاڑی منگوا لوں؟" وہ نوفل سے پوچھ رہا تھا۔

"میری گاڑی میں ہی چلے جاؤ۔ ڈیزل کے پیسے دے دینا۔" اس نے بہت رسانیت سے تو وہ مسکرا دیا۔

"ابھی تو بہت رات ہو گئی ہے۔ کل میں انکل اور آنٹی سے ملنے آؤں گا اور بھابی سے بھی کورس۔"

"ابو کی ڈیتھ ہو گئی ہے یار!" نوفل نے بتایا تو وہ تاسف کا شکار ہونے لگا۔

"اور آنٹی کیسی ہیں؟" بہت عرصے تک کسی کی خبر نہ رکھنے والے یونہی انکشافات کی زد میں ہیں۔ وہ بھی شرمندہ تھا۔

"وہ ٹھیک ہیں۔" نوفل مسکرا دیا تھا۔ شموئیل کو اس کے شاندار سے فلیٹ میں ڈراپ کرنے کے بعد وہ ایک منٹ بھی مزید نہیں رکا تھا۔ مگر گھر پہنچنے تک جتنی دیر ہونی تھی، ہو چکی تھی۔

اسے صالحہ بیگم کی ڈانٹ کا ڈر تھا۔ مگر تمام لائٹس آف پا کر اسے تسلی ہوئی کہ وہ سو چکی تھیں۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ صبا واپس آ چکی تھی یا نہیں۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی بے ساختہ نگاہ ڈالی تو ڈم لائٹ میں اُسے محو استراحت پا کر گہری سانس بھرتا وہ بے آواز قدموں سے ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔

فریش ہو کر وہ بستر پر آیا تو کتنی ہی دیر شموئیل خان کی غیر متوقع آمد کے متعلق سوچتا رہا جو اچانک تو تھی مگر اتنی ہی خوشگوار بھی تھی۔ انہی خیالوں میں غلطاں وہ جانے کب نیند کی گہری وادی میں اُتر گیا تھا۔

●●●●●

"یہ لیں، آپ کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ عماد بھائی بھی اگلے چند دنوں میں جرمنی جانے والے آج اتوار کی چھٹی تھی۔ اس لئے نہ صرف سبھی گھر پر موجود تھے بلکہ مریم پھپھو کی فیملی آئی ہوئی تھی۔ بڑے سب تو ناشتے سے فراغت کے بعد اب ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے جبکہ نگین اور ضحیٰ ابھی کچن میں تھیں۔ کیونکہ ابھی نہ صرف ان دونوں نے خود بلکہ عماد، انس اور حمرہ نے بھی ناشتہ کرنا تھا۔ نگین نے اپنے تئیں انس کو خوشخبری دی تو اس نے برا سا منہ بنایا۔

"اس کے جانے سے کیا ہو جائے گا؟"

"جو مزہ اکیلے وہاں کے نظاروں میں ہے وہ میرے ساتھ ہونے سے تھوڑی آئے گا۔" بی جمالو کا رول ادا کرنے کی کوشش کی تھی۔

ہاں ــــــ تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ مجھے وہاں بھیجو۔ مگر یہاں کس کو پرواہ ہے۔ پچھتائیں گے سب۔" اس نے کپ میں چائے انڈیلتے ہوئے کہا تو ضحیٰ آملیٹ اور پراٹھوں کی پلیٹیں رکھتی کرسی پر بیٹھتے ہوئے متاسفانہ انداز میں بولی۔

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی نگین سے کہ یہ "جن" تمہارے قابو میں آنے والا نہیں۔"

"چھوڑو سسٹر! اس نے کبھی مجھے قابو کرنے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔" انس مایوس تھا۔

"تم بھی تو کھونٹے کے بیل ہو۔ ایک دو دفعہ شہر میں "کسی" کے ساتھ دکھائی دو، پھر دیکھنا یہ کیسے قابو کرتی ہیں۔" عماد نے مسکراتے ہوئے ذومعنی انداز میں کہا تو نگین خفگی سے بولی۔

"میرے ہی سامنے آپ میرے میاں کو الٹی پٹی پڑھا رہے ہیں۔"

"بے فکر رہیں بھابی ماں! میرے تعویزوں کا اثر کہیں نہیں جانے والا۔" وجدان کا انداز بھانڈا پھوڑنے والا تھا۔

نگین نے اسے آنکھیں دکھائیں تو اس نے زبان دانتوں تلے دے لی۔

"تو تم مجھ پہ تعویز کروا رہی ہو؟" انس نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تو وہ منمنائی۔

"کہاں کوئی، یہ تو چینی اور دم کیا ہوا نمک......"

"واہ، واہ ــــــ کیا محبت ہے۔" عماد نے سر دھنا تھا۔

"خاک محبت ہے یار! میں بھی کہوں پچھلے کئی ماہ سے میرا بی پی کیوں ہائی رہنے لگا ہے۔ صرف میری پلیٹ میں اتنا نمک۔ اور اب تو شوگر ٹیسٹ کرانا پڑے گی۔ اتنی چینی کھلا چکی ہے مجھے۔" انس کو غم ہونے لگا تھا۔ جبکہ ضحیٰ کو اس کی پول کھلنے پر بہت مزہ آیا تھا۔

"پہلے یہ تو پوچھو کہ یہ چینی اور نمک تھا کس لئے؟" عماد نے اس کا دھیان کرایا تھا۔

"تم بتاؤ، تمہارے ہی "آستانے" سے جاری ہوئی تھیں یہ دونوں چیزیں۔" انس نے وجدان کو گھورا تو وہ مزے سے بولا۔

"میں نے تو نیکی کا کام ہی کیا تھا۔ بے مہر اور سنگدل شوہر کو اپنے قابو میں کرنے کے لئے دی تھیں یہ دونوں چیزیں۔"

"بے مہر اور سنگدل؟" عماد اور ضحیٰ کو انس کی شکل دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی۔

"اور وہ کیا عمل کرنا تھا نگی بھابی! جس میں کھمبا نہیں سوچنا تھا؟" ضحیٰ نے بڑی معصومیت سے پوچھا تو وہ شرمندہ ہونے لگی۔

"وہ تو پورا ہی نہیں ہوا ــــــ ہر بار کھمبا یاد آ جاتا تھا۔"

"شرم کرو، شرم کرو۔ میرے سامنے بیٹھ کر اپنی کارستانیاں بیان کر رہی ہو۔"

"تو کیا غلط کیا ہے میں نے؟ آپ جو ہر وقت مجھ سے لڑتے رہتے ہیں۔ میری کوئی بات نہیں مانتے۔" وہ بحث کرنے لگی تھی۔

"ایک سو ایک طریقے ہوتے ہیں بات منوانے کے۔ تمہیں تو ان سے بھی آگے کی سوجھی۔" انس

نے سر جھکا تھا۔

"تو کیا فائدہ ہوگیا؟ ___ کون سا قابو میں آ گئے ہیں آپ۔" نگین نے چڑ کر کہتے وجدان کو دھمکایا۔

"اور تم اب بنوانا مجھ سے اپنے دوستوں کے لئے چائے۔"

اسی وقت معید لاؤنج میں آتے ہوئے سب سے سلام دعا کرتا ان کے پاس آ پہنچا تو ضحیٰ ... کا احساس لئے اپنی پلیٹ پر جھک گئی۔

نکاح کے بعد یہ اس سے پہلا سامنا تھا۔

"اوہو ___ آئیے جناب! آپ کہاں مفرور پھر رہے ہیں؟" عماد نے اس سے ہاتھ ... ہوئے طنز کیا تو وہ مسکراتے ہوئے وضاحت دینے لگا۔

"کسی کلائنٹ سے بہت ارجنٹ ملنا تھا۔ اس لئے صبح صبح جانا پڑا۔"

"یار! کم از کم چھٹی کے دن تو چھٹی کرلیا کرو۔" انس چڑ گیا تھا۔ پھر ساتھ ہی ضحیٰ سے ... ہوا۔ "ضحیٰ! چائے ڈالو معید کے لئے۔"

اس کا حکم ضحیٰ کے لئے بہت غیر متوقع تھا۔

اس کا حلق تک کڑوا ہونے لگا۔ مگر مجبوری تھی کہ انس اور عماد کے سامنے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی ... نہ چاہتے ہوئے بھی معید کے لئے کپ میں چائے انڈیلنے لگی۔

"اوہو، یعنی پہلا "باقاعدہ" ناشتہ۔" عماد نے شرارت سے دونوں کی باری باری شکل دیکھی ...

"جو فی الحال تمہارے نصیب میں نہیں ہے۔" انس نے اس کا دل توڑنے میں کوئی کسر نہیں رکھی تھی۔

"نہیں یار! ضحیٰ کو دیکھ کر میرا کافی حوصلہ بڑھا ہے۔ اگر اس جیسی نالائق بندی کو اتنا قابل بنا سکتا ہے تو پھر میرا مستقبل بھی کافی روشن ہوگا۔"

عماد نے بڑی امید سے کہا تو ضحیٰ دانت پیس کر رہ گئی۔ اس نے چینی ڈالے بغیر چائے کا ... معید کی طرف کھسکا دیا تھا۔

"کیا بوریت ہے یار! ___ تم دونوں آپس میں بات نہیں کرتے کیا؟" عماد جھنجلایا تھا۔

"یا پھر ہم یہاں سے اُٹھ جائیں ___؟" انس نے شرارت سے کہا تو ضحیٰ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔

"کیوں تنگ کر رہے ہو بیکار میں؟" معید مسکرا رہا تھا۔ پھر شوگر پاٹ اپنی طرف کھسکا کر ... میں چینی ڈالنے لگا۔

"تم کہاں جارہی ہو؟ بیٹھو۔" عماد نے رعب سے ضحیٰ کو روکا تھا۔

"مجھے اور بھی کام ہیں ان باتوں کے علاوہ۔" وہ قدرے ناراضگی سے بولی تو اس نے اطمینان سے کہا۔

"پہلے یہ باتیں ہو لینے دو۔ اور کام بعد میں کرلینا۔"

"بیٹھو نا ضحیٰ! اب تو پردے والی کوئی بات نہیں رہی۔ کیوں معید بھائی؟" نگین نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

"میرے لئے تو پہلے بھی پردے والی کوئی بات نہیں تھی۔" معید نے بڑے پُرسکون انداز میں کہا

"اوہو! ___ یعنی لمبا چکر ہے۔" عماد نے آنکھیں دکھائی دی تھیں۔ جبکہ ضحیٰ کرسی میں دھنسی اس کے لفظوں کے ہیر پھیر میں گم سلگ رہی تھی۔

"ویسے یار! تم لوگوں کو موقع تو ملنا چاہئے بات چیت کا۔ کیوں ضحیٰ؟" انس کو بھی بھلے وقت پر یاد آیا تھا۔

بہت ضبط کرتے ہوئے بھی ضحیٰ کو اپنے جسم کا سارا خون چہرے پر جمع ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"یہاں کون سے مسئلے پڑے ہیں جو بات چیت سے حل ہوں گے؟" وہ بہت رکھائی سے بولی تھی۔

"ہمارے یار سے پوچھو۔ سب سے پہلے تو رخصتی کا مسئلہ ہے جو پتہ نہیں کتنی دور جا پڑا ہے۔" عماد نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تو ان کی ہنسی پر وہ تپ کر اُٹھ گئی اور پھر نگین کے لاکھ روکنے پر بھی نہیں رکی تھی۔

"حد کرتے ہیں آپ لوگ بھی۔ دو منٹ بھی بیٹھنے نہیں دیا۔" نگین نے انہیں گھرکا تھا۔

"ہاں یار! حد کرتے ہو تم بھی۔ ابھی تو معید نے ڈھنگ سے اس کی شکل بھی نہیں دیکھی ہوگی۔" انس نے شرارت سے کہا تو وہ بوکھلا سا گیا۔

"کیا بدتمیزی ہے یار!"

نگین ہنسنے لگیں۔

"مجھے تو لگ ہی نہیں رہا کہ ان لوگوں کا نکاح ہو چکا ہے۔"

"ان کی حرکتوں سے تو مجھے بھی نہیں لگ رہا۔" انس کو بھی شک ہوا تھا۔

"کیا چاہتے ہو تم لوگ؟" معید نے رسانیت سے پوچھا تو عماد نے دوبدو کہا۔

"چاہنا تو اب تم دونوں نے ہے ایک دوسرے کو۔ ہم بے چارے تو صرف دعا ہی کر سکتے ہیں۔"

نگین کی موجودگی کے باعث معید جھینپ سا گیا تھا۔

"دماغ خراب ہوگیا ہے تم لوگوں کا، اور بس۔"

"کمال ہے یار! ___ جن کا نکاح ہوا ہے انہیں کچھ پرواہ ہی نہیں۔ اور ہم خواہ مخواہ رومینٹک ہوئے جارہے ہیں۔" انس نے گہری سانس بھرتے ہوئے مایوسی سے کہا تھا۔

معید کو اس کے انداز پر ہنسی آ گئی۔

"تمہیں تو یوں بھی بیماری ہے ڈائیلاگ بولنے کی۔"

"مگر اب مجھے کوئی فکر نہیں۔ سنا ہے باہر کے ممالک میں اس بیماری کا بہت اعلیٰ علاج ہے۔"

انس نے نگین کو جلانے کی خاطر کہا تو وہ بولی۔

"عماد بھائی جا رہے ہیں نا۔ یہ آپ کی ہر رپورٹ دیں گے مجھے۔"

"عماد بھائی نہ ہوا، زیرو زیرو سیون ہو گیا۔ کہیں تم محض میری جاسوسی کی خاطر تو نہیں ساتھ؟" انس نے شکی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"اکٹھے جا رہے ہو دونوں؟" معید نے پوچھا۔

"کہاں یار! میں ایک ہفتے کے بعد جا رہا ہوں۔ وہ بھی صرف پانچ دنوں کے لئے۔ اتفاق ضرور ہے کہ ہم دونوں ایک ہی شہر میں ہوں گے۔" عماد نے بتایا تھا۔

"اور مجھے کل کی فلائٹ سے جانا ہے۔" انس نے آہ بھری تھی۔

"یہ بہت اچھا چانس ہے تمہارے لئے۔ ایسے ٹورز میں نت نئی معلومات ملتی ہیں بزنس معید نے اس کی حوصلہ افزائی کی تو وہ ناراضگی سے بولا۔

"تو تم کیوں نہیں آ گئے اس پروفیشن میں؟ اب ملے دے کے والد صاحب کو ایک میں ہی دیتا ہوں۔"

"میرا انٹرسٹ نہیں تھا بزنس میں۔ اور کوئی وجہ نہیں تھی۔ مگر اب جلد ہی عماد تمہیں جوائن کر گا۔" معید نے کہا تو انس بے یقینی سے عماد کو دیکھنے لگا۔

انکل عباس ان کے بزنس میں کافی روپیہ انویسٹ کر رہے تھے مگر ابھی تک عماد نے انہیں کرنے کی آفر نہیں کی تھی۔

"میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میری جاب بہت اچھی چل رہی ہے۔ اتنے جھنجٹ میں، میں پڑنا چاہتا۔" وہ پہلو بچا گیا تھا۔

"ہاں، مجھے خوب اس جھنجٹ میں پھنسایا جا رہا ہے اور خود مزے سے آزاد نوکری کر رہے انس تلملایا تھا۔

معید نے اسے سمجھایا۔

"وہ تو کسی کے انڈر کام کر رہا ہے۔ آزاد نوکری تو تمہاری ہے۔"

"جہاں ابا اور چچا سر پہ بیٹھے ہوں، وہ تمہاری نظر میں آزاد نوکری ہے؟"

اس کے یوں جل کر پوچھنے پر عماد اور معید کو ہنسی آ گئی تھی۔

"شادی شدہ لوگوں کو ایسی ہی نوکری کرنی چاہئے جہاں بڑوں کی ان پر نظر ہو۔" نگین نے چھیڑا تھا۔

"قسم سے آدمی اپنی سیکرٹری کو بھی نظر بھر کے نہیں دیکھ سکتا اور ایک یہ عماد ہے، باس کی بیٹی ساتھ لئے گھومتا ہے۔" وہ پھر سے بولا تو نگین ہنسی۔

"کیا کیا ارمان پل رہے ہیں دل میں۔ آپ بھی ایسی ہی کوئی آزاد نوکری کیوں نہیں کر دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا اور ارمان بھی نکل جائیں گے۔"

"پھرتی رہنا پھر دم کیا ہوا نمک اور چینی لے کر۔" انس نے طنز کیا تو معید حیرت سے پوچھنے لگا۔

"وہ کیا ہے؟"

"یہ تو یونہی ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا لیا ہے سب نے۔" نگین نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے بات لپیٹنے کی کوشش کی تھی۔ مگر عماد کے ہاتھ گویا ایک موقع لگا تھا۔

"تم بھی ٹرائی کرو یار! ـــــ بڑی کمال کی چیز ہے یہ نمک چینی۔ دنوں میں سنگ دل محبوب قابو میں ہوگا۔"

"اور یہ نمک اور چینی آ کہاں سے رہا ہے؟" معید مسکرایا تھا۔

"وجدان کے بابا جی ہیں، المعروف جھنڈے والی سرکار۔ ان کی کرامات ہیں۔" عماد نے محظوظ ہوتے ہوئے بتایا تو نگین خجل ہوتی اُٹھ گئی۔

"میں تو مذاق کر رہی تھی۔ یہ ایسے ہی بات کو چیونگم کی طرح کھینچ رہے ہیں۔" وہ منہ پھلائے چلی گئی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" معید نے متاسفانہ نظروں سے ان دونوں کو باری باری دیکھا تھا۔

"ان کی لو اسٹوری بڑی دلچسپ ہے یار! شوہر علی الاعلان محبت کے دعوے کرتا پھرتا ہے اور بیوی منہ سے تو کچھ نہیں کہتی مگر وظیفے کر کے شوہر کو قابو کرنے کے جتن ضرور کر رہی ہے۔" عماد ڈھٹائی سے ہنسا تھا۔

"تو صحیح ہے نا ـــــ یہی نشانی ہے محبت کرنے والے میاں بیوی کی۔ بے دھیانی میں بھی ایک دوسرے کے دھیان میں رہتے ہیں۔" انس نے اطمینان سے کہا تو عماد نے اس کی تصحیح کی۔

"مائنڈ یو! وہ تمہیں سیدھا کرنے کے لئے وظیفے کر رہی ہیں، نہ کہ اپنی طرف ملتفت کرنے کے لئے۔" پھر ساتھ ہی وہ معید کی طرف پلٹا۔

"ویسے یار! تم کیوں ٹرائی نہیں کرتے ہو؟"

"کیا؟" معید نے نیوز پیپر اٹھاتے ہوئے بے توجہگی سے استفسار کیا تھا۔

"یہی چینی، نمک والا ٹوٹکا۔ اور نہیں تو کھمبے والا وظیفہ ہی کر لو۔ ضحیٰ بھی معید، معید کرتی پھرے گی۔" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

معید نے بھنوئیں اچکاتے ہوئے اسے ہلکا سا گھور کے دیکھا تو وہ ڈھٹائی سے بولا۔

"صحیح کہہ رہا ہوں میں۔ ورنہ تو اس نکاح کے بعد بھی "ذہنی مطابقت" کے آثار دکھائی نہیں دے رہے ہیں خدانخواستہ۔" وہ تاسف سے سر ہلا کر دوبارہ نیوز پیپر میں گم ہو گیا تو انس نے پوچھا۔

"ویسے یار! کچھ دل کی دنیا میں تبدیلی وغیرہ نہیں آئی ہے۔ آئی مین کسی سے کچھ شیئر کرنے کو دل نہیں چاہ رہا۔"

"کیا بکواس ہے یار!" معید ہنس دیا تھا۔ وہ دونوں پھیلنے لگے۔

"اس کا مطلب ہے، کچھ تو ہے۔"

"کچھ سے کیا مطلب ہے تمہارا؟ ـــــ بہت کچھ ہے۔"

وہ نیوز پیپر تہہ کر کے پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ جو حیرت سے چلا اٹھے تھے۔

"کس قدر گھنے ہو تم معید!"

"کوئی نئی بات کرو۔" وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔ لاپرواہی سے بولا تو عماد کڑھنے لگا۔

"اور ہم خواہ مخواہ اس کے لئے خوار ہو رہے تھے کہ بچے نے دل پہ پتھر رکھ کے یہ فیصلہ کیا"

"جبکہ اس نے تو دل میں ضحیٰ کو رکھ کے یہ فیصلہ کیا ہو گا۔" انس نے اسے گھورا تھا۔

"سو واٹ؟" اس نے خفیف سے شانے اچکائے تھے۔

"ایسا تھا بھی تو کیا فرق پڑتا ہے؟ ـــــ وی آر لیگل ناؤ۔"

"کاش یہ جملہ کہنے کا مجھے بھی موقع ملے۔" عماد نے آہ بھری تھی۔

"محبت کر میرے یار! اسی کشتی میں سب پار لگ رہے ہیں۔" انس نے بھی اسی کے میں تسلی دی تو وہ بڑے مایوس لہجے میں بولا۔

"کیسے کر لوں یار! کوئی پارٹ ٹائم جاب ہوتی تو اس ویکنسی کے لئے ٹرائی بھی کرتا۔"

"تو ویسی محبت کرو نا جیسی لیلیٰ مجنوں، ہیر رانجھا اور سوہنی مہینوال نے کی تھی۔ فرہاد اور شیریں کی تھی۔" انس نے مزید مشورہ دیا تھا تو وہ اپنی بحث بھول بھال کر تجزیہ نگاری پر اتر آیا۔

"لیلیٰ مجنوں جیسی محبت کرنے سے پہلے آدمی کو اپنے اندر پتھر کھانے کا حوصلہ رکھنا پڑتا ہے میں کر نہیں سکتا۔ دوسرا یہ کہ کالی لڑکیاں مجھے پسند نہیں، اگر سوچو واقعی کوئی لیلیٰ مل گئی تو؟ ـــــ باری آتی ہے ہیر رانجھا کی، تو یار! اگر تم نے ان کی زندگی پر مبنی کوئی فلم دیکھی ہو تو اپنے ایمان بتانا کہ اگر دیسی گھی کی چوری کھا کھا کر میری ان فلموں کے ہیرو جیسی توند نکل آئے تو کوئی اندھی ہی مجھے قبول کرے گی۔ چینی کھانے سے شوگر اور ہائی بلڈ پریشر کا خطرہ الگ۔ ہاں، مہینوال جیسی محبت کچھ کچھ ٹھیک تھی لیکن اگر بات سوئمنگ پول تک رہتی تو میں سر کے بل ایک کرتا۔ مگر اب کون بپھرے ہوئے چناب میں ڈبکیاں لگاتا پھرے۔ سوہنی تو ملے نہ ملے، میں شہیدوں میں شمار ہونے لگوں گا۔ رہ گیا فرہاد، تو ایک نظر میرے سوٹڈ بوٹڈ حلیے پر ڈال کر اپنے سے بتاؤ، اب میں تیشہ اٹھائے دودھ کی نہر نکالتا اچھا لگوں گا، بشرطیکہ کوئی دودھ کا پہاڑ ملے تو۔ اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ کسی دودھ والے سے ساز باز کر کے کوئی حل نکال لوں۔ لیکن......"

وہ بلا تکان بولنے کے بعد گہری سانس کھینچتا رکا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے قدرے شرارت بولا۔

"اگر تم رومیو جولیٹ کی بات کرو تو میں آنکھیں بند کر کے تیار ہو جاؤں گا۔ کیونکہ وہ فلم میں چکا ہوں اور ویسی محبت مجھے سوٹ بھی کرتی ہے۔ مگر اینڈ میری مرضی کا ہو گا۔"

معید بھی اپنی سنجیدگی بھولے اس کی لاف زنی پر ہنس رہا تھا۔

"اسے بہت بری طرح سے چت کرے گی یہ محبت۔" انس نے پیش گوئی کی تھی۔

"یہ کہاں آدمی کو چوائس کا موقع دیتی ہے؟ آن واحد میں حملہ آور ہوتی ہے۔"

"وہ تو مجھے معید کو دیکھ کر اچھے طریقے سے اندازہ ہو رہا ہے۔" اس نے چھیڑنے والے انداز میں کہا تھا۔

"میرا یہاں کیا ذکر؟" معید نے دایاں ابرو اچکاتے ہوئے اس سے پوچھا تو وہ مصنوعی قہقہہ لگا کر بولا۔

"آج کل دریا میں نیکیاں ڈالنے کا زمانہ نہیں رہا میرے بھائی! اور پھر کسی مجھ جیسے بھلے شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

حُسن کی ادا بے وجہ نہیں!
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے"

"بہت خوب! ـــــ شاعر بھی تمہاری طرح کافی "جاسوسانہ" مزاج کے حامل لگتے ہیں۔" معید نے متاثر ہونے والے انداز میں کہا تو عماد نے سر ہلایا۔

"دیکھ لیں گے بچو! ـــــ ہم بھی یہیں ہیں اور تم بھی۔ کون محبت میں چت ہوتا ہے، سب دیکھیں گے۔"

"ہم تو شہید محبت ہیں بھئی۔ ہمیں زندہ نہ سمجھنا لوگو۔" انس بڑے انداز سے کہتا اُٹھ گیا تھا۔

"شہید کبھی مرتے نہیں ہیں۔" عماد نے یاددہانی کرائی تو وہ وضاحتی انداز میں بولا۔

"اس شہادت میں پہلے بندے کو مرنا پڑتا ہے مائی ڈیئر! تب کہیں جا کر محبوبہ کو یقین ہوتا ہے محبت کا۔"

"یار! اس کی کوئی محبوبہ نہیں۔ پھر بھی لگتا ہے کہ جانے کتنی محبتیں بھگتا چکا ہے۔ بلکہ عشق کے سمندر سے بھیگ کے نکلا ہے۔ اور ایک ہم ہیں، ابھی تک پر بھی گیلے نہیں ہوئے۔" انس کے جانے کے بعد عماد کو پریشانی لاحق ہوئی تھی۔

معید بے چارہ سر تھام کے بیٹھ گیا تھا۔ اسے اچھی طرح پتہ تھا کہ اب مزید اگلا گھنٹہ وہ اسی موضوع پر سیر حاصل گفتگو کر کے دل کا بوجھ ہلکا کرنے والا تھا۔

●●●●●

"میری پیکنگ کر دی تم نے؟" انس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی نگین سے پوچھا تھا جو کمرے کی ڈسٹنگ میں مصروف تھی۔

"مل گئی فرصت بیوی کی بدخوئی کرنے سے؟" طنزیہ لہجے میں بولی تو انس حیران ہوا۔

"خدا کو مانو بیوی! میں وہاں تمہاری شان میں قصیدے پڑھ کے آ رہا ہوں اور تم ہو کہ آتے ہی خودکار ہتھیار کی طرح فائرنگ شروع کر دی۔"

"بہت خوب۔ ایسے ہی قصیدے باہر بھی پڑھے ہوں گے۔" وہ جل کر رہ گئی تھی۔

"تم جانتی ہو کہ میں تم سے ـــــ جانے دو، تمہیں اس زندگی میں تو کبھی میرا یقین آ ہی نہیں

سکتا۔" وہ تجدید محبت کرتے کرتے ایک دم سے بات پلٹ گیا تو وہ ناراضگی کے اظہار کے
اور اس کی شادی کی تصویر اٹھا کر کپڑے سے زور زور سے جھاڑنے لگی۔

"کیوں شیشہ گھسا رہی ہو؟" انس نے اُسے ٹوکا تھا۔

"ہوسکتا ہے یہ بھی آپ کو قابو کرنے کا کوئی ٹوٹکا ہو۔" وہ ناراضگی سے بولی تو انس
ناراضگی کا ماخذ سمجھنے میں ایک سیکنڈ ہی لگا۔ ہنستے ہوئے آگے بڑھ کر اسے بازوؤں سے تھام

"تو کیا غلط ہے۔ کرنہیں رہی تھیں مجھ پہ کالا جادو؟"

"اب آپ الزام لگا رہے ہیں مجھ پہ۔ میں تو یونہی آپ کو راضی رکھنے کے لئے۔"
احتجاج کیا تو انس نے اس کے ہاتھ سے تصویر لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

"مجھے صرف یہ بتاؤ کہ میں تمہیں اپنے اختیار سے باہر کب لگا ہوں جو پھر سے مجھے قابو کر
ضرورت آن پڑی؟"

"تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ آپ میرا مذاق اُڑائیں۔ وہ بھی سب کے بیچ۔"

"بات میں نے نہیں کھولی تھی۔ مجھے تو خود اسی وقت پتہ چلا کہ میرے مسلسل گڑبڑ رہے
بلڈ پریشر کا جواز کیا تھا۔"

"میں نے تو سوچا کہ اس طرح آپ میری بات زیادہ ماننے لگیں گے۔" وہ معصومیت سے
تو انس نے قدرے جھک کر مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"اور کیا منوانا چاہتی ہو مجھ سے؟" نگین نے کچھ کہنے کو لب وا کئے تو وہ تیزی سے بولا۔

"ماسوائے میکے جاکے رہنے کے۔"

"یہی ——— یہی ایک سب سے بڑی خامی ہے آپ میں۔ اسی کے وظیفے کر رہی تھی۔"
وہ جھٹکے سے اپنے بازو اس کی گرفت سے آزاد کراتی پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"مجھ سے دور جانے کے وظیفے کر رہی تھیں تم؟" انس نے بے یقینی سے دیکھا تو وہ احتجاجاً

"بات کو غلط رخ سے مت دیکھیں۔"

"میں کیا دیکھوں گا، بات صاف ہے۔" وہ تیکھے لہجے میں بولا تو نگین کو اُلٹی پڑنے لگیں۔

"بات صاف نہیں ہے انس! میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ آپ کبھی کبھار مجھے میکے ر
اجازت دے دیا کریں۔ خفا نہ ہوا کریں۔ اور بس۔" اس نے آگے بڑھ کر انس کے ہاتھ
ہاتھوں میں لیتے ہوئے اپنی صفائی پیش کی تو وہ مسکرا دیا۔

"ویسے یہ وظیفے مجھے کرنے چاہئے تھے، تمہیں اپنے قابو میں کرنے کے لئے۔"

"پھر تو ضرور الٹے پڑتے۔" نگین ہنسی۔ اس کی ناراضگی یونہی سی تھی۔ انس کے بگڑتے ہی
غصہ بھولنے لگتی تھی۔ اور یہی ایک عادت ان دونوں میں میل کھاتی تھی۔

"ہم اظہار محبت تیرے روبرو کرتے
گلی گلی، شہر شہر، کو بہ کو کرتے!
ہوتے پیر تو چھو چھو کے دیکھتے تجھ کو
اور پھر دکھانے کو تجھے "چھو" کرتے!"

اپنا ماتھا اس کی صبیح پیشانی سے ٹکائے وہ بڑی شرارت سے بولا تو نگین بے اختیار ہنستی چلی گئی۔

"تمہارے میکے چلیں؟" اس کی ہنسی کو اپنی سماعتوں میں جذب کرتے ہوئے انس نے مسکرا کر
پوچھا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔

"سچی کہہ رہے ہیں؟"

"بالکل۔" انس نے خوشگوار انداز میں کہا۔ "مگر چونکہ تمہارے تعویذ، گنڈوں کا مجھ پر خاطر خواہ
اثر نہیں ہوا ہے اس لئے ان سب سے مل کر شام کو ہم واپس آجائیں گے۔"

"جو حکم جناب۔" وہ ہنس دی تھی۔

●●●●●

وہ پچھلے پندرہ منٹوں سے بڑا ہنس ہنس کے اور اسٹائل کے ساتھ کسی سے گپیں لڑا رہا تھا۔
پہلے دس منٹوں میں تو حمرہ کو یہی لگا کہ کسی کی باتیں سننا غلط بات ہے، سو وہ واپس پلٹ گئی
حالانکہ اس کی دوست کا بہت ضروری فون آنے والا تھا۔ مگر جب اگلے دس منٹوں میں بھی وجدان کی
باتیں ختم نہیں ہوئیں تو اسے مجبوراً وہیں دھرنا دے کے بیٹھنا پڑا۔ جبکہ وہ اس کی موجودگی سے واقف
ہونے کے باوجود کسی کو فون پر اپنا اسٹار، اپنی فیورٹ بکس، موویز، فلم اسٹارز اور پتہ نہیں کیا الا بلا بتا رہا
تھا۔ تب ذرا سا دھیان دینے پر حمرہ کو معلوم ہوگیا کہ وہ کسی لڑکی سے محو گفتگو تھا۔

'کس قدر بدتمیز ہے یہ۔' حمرہ متحیر تھی۔

کتنے منجھے ہوئے انداز میں، ہیرو بنا لڑکی سے گفتگو جھاڑ رہا تھا۔

"تم فون کب فارغ کرو گے؟" حمرہ نے بڑے ضبط سے پوچھا تو اس نے چونکنے کی اداکاری
کی۔

"کیا ——— مجھ سے کچھ کہا تم نے؟"

"فون کی جان کب چھوڑو گے؟" حمرہ کو غصہ آیا تھا۔

وہ اطمینان سے بولا۔

"آج سنڈے ہے ——— چھٹی کا دن ہے۔"

"بڑی نئی خبر ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ساری چھٹی تم فون پہ ہی گزار دو۔" وہ چڑ گئی تھی۔
مگر وجدان اس کے موڈ کی پرواہ کئے بغیر دوبارہ اپنی گفتگو میں مصروف ہوگیا تھا۔

"نہیں، نہیں ——— کوئی مصروفیت نہیں۔ سنڈے کو تو یوں بھی بالکل فارغ ہوتا ہوں۔ آپ
آئیں نا، شرف ملاقات بخشیں، ہمیں بھی میزبانی کا موقع دیں۔"

"وجدان! اب بس کرو۔ اسے باقاعدہ انوی ٹیشن بھیج کر بلوا لینا۔" حمرہ مضطرب تھی۔ وجدان
نے ایک نظر اسے گھورا۔

"ارے نہیں، پرابلم تو کوئی نہیں۔ بس ذرا دشمن دار بندہ ہوں تو ہر وقت کوئی نہ کوئی سر
رہتا ہے۔ جیسے اس وقت۔"

وہ پھر گویا تھا۔ حمرہ کا جی چاہا فون اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے۔ مگر پھر شاید اسے
تھا، اسی لئے آدھے گھنٹے کی اس سیر حاصل گفتگو کے بعد اس نے الوداعی کلمات ادا کر
ریسیور رکھ دیا تھا۔

"کس قدر فضول گفتگو کرتے ہو تم ——— محض وقت کا زیاں۔" حمرہ کو اس کی یہ
گزری تھی۔

"بندر کیا جانے ادرک کا مزہ۔ وہ بھی تو تھی جو آدھے گھنٹے سے سن رہی تھی۔" وہ وہیں
لمبا لیٹ گیا تھا۔ اطمینان سے بولا تو وہ چڑ گئی۔

"تم نے اپنا سنڈے گزار لیا نا۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

"کیوں بھئی ——— یہ ہمارا بھی گھر ہے۔"

"میرا ایک بہت ضروری فون آنا ہے۔" حمرہ نے رعب دکھایا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"میرے جیسا؟"

"بکواس مت کرو۔" وہ بدکی تھی۔

"مگر ہو سکتا ہے کہ اب وہ فون نہ آئے۔" وہ اپنا خیال ظاہر کر رہا تھا۔

"یہ بات یقیناً تمہیں تمہارے موکلوں نے بتائی ہوگی۔" حمرہ نے طنز کیا۔

"بالکل صحیح پہنچی ہو۔" کشن سینے پر رکھتے ہوئے اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔

"اُٹھو یہاں سے وجی! شرم تو نہیں آئے گی تمہیں لڑکیوں کی باتیں سنتے ہوئے۔"

اُس کا اُٹھنے کا ارادہ نہ دیکھ کر حمرہ کوفت کا شکار ہونے لگی۔

"ابھی تمہارے سامنے آدھا گھنٹہ میں نے ایک لڑکی ہی سے بات کی ہے۔ ایک با
شرماتے دیکھا ہے؟" وہ یونہی آنکھیں موندے پوچھ رہا تھا۔

"خیر، وہ تو میں نے یونہی رواداری میں کہہ دیا۔ بس تم نکلو یہاں سے۔ مجھے اپنی دو
بہت ضروری بات کرنی ہے۔"

"تم بے فکر رہو ——— میں اس سے بات کر چکا ہوں۔" وہ اطمینان سے بولا تو حمرہ
کھا کر اسے دیکھا۔

"کس سے؟"

"تمہاری دوست سے۔ یہ اسی کا فون تھا۔" وہ مزے سے بولا تو حمرہ نے طیش میں آ
کر اس کے منہ پر دے مارا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھا تھا۔

"تم میری دوست سے باتیں کر رہے تھے؟" وہ غرائی۔ مگر وجدان متاثر نہیں ہوا تھا۔

"میں نہیں، وہ مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔" اس نے تصحیح کی تھی۔

"بس قدر بے شرم ہو تم وجدان!"

"میرا 'وجدان' بھی یہی کہتا ہے۔" شرارت اس کی مسکراہٹ ہی سے نہیں بلکہ اس کی آنکھوں
سے بھی جھلک رہی تھی۔

"میں ابھی جا کر چاچو کو بتاتی ہوں۔ پھر دیکھنا، تمہارا 'وجدان' ہی نہیں بلکہ موکل بھی کیسے
بدمے ہوتے ہیں۔"

"ہاں، بلکہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں۔ مجھے ان سے تمہارے پیپرز کے رزلٹ کے
متعلق بہت 'فکر انگیز' گفتگو کرنی ہے۔" وہ اس کے ساتھ اُٹھنے کو تیار ہوا تو حمرہ کو بریک لگ گئی۔

"کون سا رزلٹ؟"

"وہی جسے بتانے کے لئے تمہاری دوست نے فون کیا تھا۔ کیا مترنم سا نام تھا اُس کا۔ ترنم۔"

وہ اس کی دوست کی مدح سرائی میں معروف تھا جبکہ حمرہ صدمے کی زد میں تھی۔

"کیا رزلٹ آیا ہے؟"

"بہت نالائق ہو تم۔"

"فیل ہو گئی ہوں؟" اس کی رنگت اُڑ گئی تھی۔

"ویسے تمہیں زیادہ محنت کرنی چاہئے تھی۔ اور اچھے نمبرز لینے کے لئے۔" وہ متاسفانہ انداز میں
کہہ رہا تھا۔

"اتنے برے پیپرز تو نہیں ہوئے تھے۔" حمرہ روہانسی ہونے لگی۔

"رزلٹ بتا رہا ہے کہ اتنے اچھے بھی نہیں ہوئے تھے۔"

"اب کیا ہوگا وجی؟ ——— ابو سے بہت ڈانٹ پڑے گی۔"

"جب میں نورانی سُرمہ آفر کر رہا تھا تب مذاق اُڑانے میں تم سب سے آگے تھیں۔ اب تو
برے موکل بھی تم سے خفا ہیں۔ ہاں، یہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی کو رزلٹ کے متعلق نہ بتاؤ۔" وہ بہت
شرافت کے موڈ میں تھا۔

"اور تم؟" حمرہ نے جھجک کر پوچھا تو وہ قدرے سوچ کر بولا۔

"میں بھی نہ بتانے کا وعدہ کر سکتا ہوں۔ مگر ایک ایگری منٹ کرنا ہوگا تمہیں میرے ساتھ۔"

"کیسا ایگری منٹ؟" وہ سمجھی نہیں تھی۔

"تم پیپر، پین تو لے کر آؤ۔ میں اتنی دیر میں نکات جمع کرتا ہوں۔" وجدان کے کہنے پر وہ پیڈ
اور پین لے آئی تھی۔

"لکھو، میں حمرہ میر بقائمی ہوش و حواس اپنی مرضی سے یہ ایگری منٹ سائن کر رہی ہوں۔"

اس نے لکھوانا شروع کیا تھا۔ حمرہ پین روک کر اعتراضاً بولی۔

"ایسے ہی سائن تھوڑی کر دوں گی بنا پڑھے۔"

"لکھتے ہوئے پڑھتی جانا۔ شاباش۔" اس نے پچکارا تو مجبوراً حمرہ کو اس کا کہنا ماننا پڑا۔

"نمبر ایک، میں وجدان کی ہر بات مانا کروں گی۔"

"ایسے ہی ـــــ تم جو اُلٹی سیدھی فرمائشیں کرتے رہتے ہو۔ میں تمہاری نوکرانی تو نہیں۔"

"اچھا ـــــ تو ہر بات کی جگہ "کچھ کچھ" لکھ دو۔" اس نے حمرہ کا اعتراض مٹا دیا تھا۔

"نمبر دو، میں ساری زندگی وجدان کا خیال رکھوں گی۔"

"ساری زندگی میں یہاں تھوڑی بیٹھی رہوں گی تمہارا خیال رکھنے کو؟"

"تمہارا مطلب ہے شادی۔ کیا شادی کے بعد کزن کا خیال رکھنا گناہ ہو جاتا ہے؟ اچھا نمبر دو یوں لکھ لو کہ میں شادی کے بعد بھی وجدان کا خیال رکھوں گی۔" وہ مسکراہٹ دبائے رہا تھا۔

"اگر سسرال والوں نے اجازت دی تو۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے تیزی سے پین چلانے لگی۔

"نمبر تین ـــــ نمبر تین ـــــ" وہ سوچتے ہوئے اس سے پوچھنے لگا۔ "حمرہ! نمبر تین کیا چاہئے؟"

"اپنے موکلوں سے پوچھ لو۔ یا پھر خود ہی سوچ لو مجھے پھانسنے کی کوئی نئی شق۔ میرا دماغ تو نہیں ہے۔" وہ اُکتا گئی تھی۔

"کیا مطلب؟ یعنی میرا دماغ شیطان کا دماغ ہے؟" وہ خفا ہوا تھا۔

"کچھ کم بھی نہیں ہے۔" حمرہ نے طنز سے کہتے ہوئے کاغذ لہرایا تھا۔

"بس، اب میں اور کچھ نہیں لکھوا رہا۔ تم بس اسی پر سائن کر دو۔"

"بس؟" حمرہ نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھا۔

"تو تم کیا سمجھ رہی ہو میں تمہیں بلیک میل کرنے کے لئے کچھ اُلٹا سیدھا لکھواؤں گا؟" صدمے سے بولا تو حمرہ گہری سانس لے کر پیپر پر اپنے سائن کرنے لگی۔ پھر کچھ سوچ کر جملے کا اضافہ کیا۔

"اگر وجدان نے میرے حالیہ رزلٹ کے متعلق گھر میں کسی کو بھی بتایا تو اس ایگریمنٹ کی اہمیت نہیں ہو گی۔"

"بہت خوب! میں تمہیں اتنا عقلمند نہیں سمجھتا تھا۔" وہ پیپر ہاتھ میں لئے سر دھن رہا تھا۔

"میں ذرا اس ایگریمنٹ کو سنبھال آؤں۔"

وہ اُٹھ کر چلا گیا تو حمرہ پھر سے اپنے رزلٹ کے صدمے کی زد میں آ گئی۔

"خیر جو ہونا تھا ہو گیا ـــــ فائنل ایگزیم میں زیادہ محنت کر لوں گی۔" ترنم کا نمبر ملا کر اس نے دکھی دل کو تسلی دی تھی۔

پہلے تو اسے وجدان سے گپیں لگانے پہ خوب جھاڑا۔

"میں نے تو اس سے پوچھا تھا تمہارا۔ کہنے لگا کہ مجھے ہی حمرہ سمجھ لیں۔ اور مائنڈ مت کرنا، کچھ وہ باتیں ہی اتنی خوبصورت کرتا ہے کہ......"

"اُف، یہ لڑکیاں۔" حمرہ نے ریسیور کو گھورا تھا۔ پھر کڑھ کر بولی۔

"بھلے تم اس سے اپنی یادداشتیں شیئر کرتی رہتیں مگر میرا رزلٹ اسے بتانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ـــــ تمہیں تو پتہ چل گیا نا؟" وہ حیران ہوئی تھی۔

"نہ صرف مجھے بلکہ پورے گھر کو پتہ چل سکتا ہے۔" وہ جل کر بولی۔

ترنم نے مدافعانہ انداز میں کہا۔

"سو واٹ یار! پاسنگ مارکس تو ہیں نا۔ بلکہ مجھ سے تو اچھے ہی نمبرز ہیں تمہارے۔"

حمرہ کو لگا جیسے اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔

"کس کے پاسنگ مارکس ہیں؟"

"تمہارے ـــــ وجدان نے بتایا نہیں تمہیں؟" وہ پوچھ رہی تھی۔ حمرہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"اسے تو اب میں بتاؤں گی۔"

●●●●●

کسی نے اسے بازو سے تھام کر جھنجوڑا تو اس کا ذہن نیند کی گرفت سے آزاد ہونے لگا۔

"اُٹھ جائیں ـــــ نو بج رہے ہیں۔"

نوفل خوابیدہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ اب کمرے میں بکھری ایک آدھ چیز ٹھکانے پر رکھ رہی تھی۔ فراغت پا کر اس کی طرف پلٹی۔

"اُٹھ جائیں نا۔"

"چھٹی کے دن بھی صبح صبح۔" اسے صبا کا جگانا پسند نہیں آیا تھا۔

"انس بھائی اور نگین آ رہے ہیں۔" صبا نے مسکرا کر کہا۔

"ابھی ـــــ؟"

"نہیں، دوپہر کے کھانے پر۔ دراصل کل انس بھائی کی جرمنی کی فلائٹ ہے۔ اس لئے آج ملنے آ رہے ہیں۔" اس نے بتایا تھا۔

اسی وقت نوفل کا موبائل بج اٹھا۔ اس نے ہاتھ مار کر تکیے کے نیچے سے موبائل دریافت کیا۔ نیند بھری آنکھوں سے دیکھا تو کوئی نیا نمبر تھا۔ مگر دوسری طرف شموئیل کو پا کر اس کی ساری سستی اڑنچھو ہو گئی۔

"آج آؤ نا میری طرف۔ سب سے مل بھی لینا ـــــ ڈونٹ یو وری۔ میں لینے آ جاتا ہوں۔ لنچ ہمارے ساتھ ہی کرنا۔ ایڈریس ـــــ ہاں، چلو ایڈریس ہی نوٹ کر لو۔" وہ اب کسی کو اپنا ایڈریس لکھوا رہا تھا اور صبا حیران سی اس کا پُرجوش سا روپ دیکھ رہی تھی۔

اس نے بات ختم کر کے موبائل ایک طرف ڈال دیا۔

"کس کو کھانے پر بلا رہے ہیں؟" صبا نے بستر کے کنارے پر ٹکتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

"ہاں ـــــ میرا بہت اچھا دوست ہے، شموئیل خان۔ امریکہ میں ہمارے ساتھ تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ کھانے پر کافی اہتمام ہونا چاہئے۔" صبا نے سوچتے ہوئے کہا
الفور بولا۔

"آف کورس، یس۔ وہ پہلی مرتبہ ہمارے گھر آ رہا ہے۔ اور پھر انس اور نگی بھی تو ہوں
پھر قدرے توقف سے بولا۔

"اگر پرابلم ہے تو سب کچھ ریڈی میڈ بھی آ سکتا ہے۔"

"نہیں ـــــ ایسی کوئی بات نہیں۔ کتنی ہی چیزیں تو میں نے فریز کر رکھی ہیں۔ بنانے
مسئلہ نہیں ہوگا۔" وہ کہتے ہوئے اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"اور ذرا اپنا گیٹ اپ بھی صحیح رکھئے گا ـــــ سنا تو ہوگا آپ نے کہ پہلا تاثر ہی آخری
ہوتا ہے۔"

اس نے ایک نظر نوفل کے چہرے پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "سنا تو ہے۔ مگر میں نے تو اسے
ہوتے پایا ہے۔"

"اب آپ کا تجربہ سب پر تو اپلائی نہیں کیا جا سکتا نا۔" وہ بے پرواہی سے کہتا بستر سے ا
تھا۔

"مگر میرے لئے تو میری زندگی کا تجربہ ہی سب سے بڑی حقیقت ہے نا۔" صبا نے با
نہیں کی تھی۔ مگر اس کا لب ولہجہ کسی بھی قسم کی تندی وترشی سے پاک تھا۔

"یہ بحث ہم کسی اور وقت کے لئے نہیں اٹھا سکتے؟" نوفل نے بہت رسان سے پوچھا
خفیف سی ہوگئی۔

"کیوں نہیں ـــــ بحث کرنے سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔"

"آپ کون سے مسائل حل کرنا چاہتی ہیں؟" وہ واش روم کی طرف بڑھنا بھول گیا تھا۔

"جب آپ کے پاس بحث کے لئے وقت ہوگا تو مسائل بھی اپنے آپ سامنے آ جائیں۔"
وہ اطمینان سے کہتی پلٹ کر وارڈ روب میں سے اس کے کپڑے نکالنے لگی۔

"شلوار سوٹ نکال دوں آپ کے لئے؟"

"اوں، ہاں ـــــ کچھ بھی نکال دیں۔"

وہ چونکا تھا۔ پھر صبا کے بدلے ہوئے انداز پر غور کرتا واش روم میں گھس گیا۔

اس کے کپڑے نکال کر بستر پر ڈالتی وہ سیدھی کچن میں چلی آئی۔ ایک نظر گھڑی پر ڈالی
کے آنے میں ابھی ایک آدھ گھنٹہ باقی تھا۔ جتنی دیر میں وہ صالحہ بیگم کو نوفل کے دوست کی آ
تفصیل بتا کر آئی، اتنی دیر میں نوری بھی لچکتی مٹکتی آ پہنچی تھی۔

"آج صفائی نہیں کرنی ہے نوری! بلکہ صرف کچن کا کام کرنا ہے۔" صبا نے اسے دیکھتے ہی
اس نے دانت نکوسے۔

"کوئی مہمان آ رہے ہیں جی؟"

"مہمان تو نہیں، تمکین آ رہی ہے۔" وہ مختصراً کہتی فریزر کا دروازہ کھول کر جائزہ لینے لگی کہ کون سی
زین ڈشز اس کم دورانیے میں تیار کی جا سکتی تھیں۔ ساتھ ہی ساتھ نوری کو ہدایات دینا شروع کیں
وہ بھی مستعدی سے اس کے ساتھ جت گئی۔

وہ شاور لے کر نکلا تو کمرہ خالی تھا۔ تولیے سے رگڑ کر بال خشک کرتے ہوئے وہ اپنے بستر تک
بغور اپنے استری شدہ شلوار سوٹ کو دیکھا۔ وہ بہت کم شلوار سوٹ پہنتا تھا مگر صالحہ بیگم اس کے
موسم اور فیشن کے لحاظ سے یہ کپڑے بنواتی رہتی تھیں تو کبھی نہ کبھی ان کا دل رکھنے کی خاطر نوفل
نہیں استعمال کرنا ہی پڑتا تھا۔

"ناٹ بیڈ۔" وہ مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر تولیہ ایک طرف ڈالتا اپنے کپڑے اٹھا کر ڈریسنگ روم
میں چلا گیا۔

اسے اندازہ تھا کہ شموئیل کسی بھی وقت پہنچ سکتا تھا۔ تب بال سنوارتے ہوئے اسے خیال آیا کہ
آنے والے کو بھی انوائٹ کرنا چاہئے۔

"ان کی کشتی کو مجھے ہی پار لگوانا پڑے گا۔"

بڑبڑاتے ہوئے وہ پلٹ کر سائیڈ ٹیبل کی طرف آیا مگر اس کا موبائل وہاں نہیں تھا۔

اس نے اندازاً تکیے کے نیچے ہاتھ مارا تو موبائل کے ساتھ ساتھ کسی اور چیز سے بھی اس کا ہاتھ
اس نے موبائل اٹھاتے ہوئے یونہی تکیہ پرے کیا تو دکھائی دینے والی چیز نے اُسے ساکت
ـــــ!

شموئیل کے آنے میں بہت وقت نہیں لگا۔ اور ابھی وہ سب سے مل کر ڈرائنگ روم م
ہی تھا کہ نگین اور انس بھی پہنچ گئے۔

ایک بار پھر خوشگوار سے تعارف کا سلسلہ چلا تھا۔

نگین سیدھی کچن میں صبا کے پاس پہنچ گئی جو نوری سے چائے کی ٹرالی سیٹ کروا رہی تھی۔

نگین ہنستی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

''پہنچ گئے آپ لوگ؟'' صبا نے اسے پیار کیا تھا۔

''واہ ـــــ آج تو بہت اچھی لگ رہی ہو۔''

دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے نگین نے اس کا سر تا پا جائزہ لیتے ہوئے اس کی خوبصورت ڈر
سراہا تو صبا نے اسے گھورا۔

''آج سے کیا مراد ہے تمہاری؟''

''آج، یعنی سنڈے کو۔ ورنہ تو روایتی خاتونِ خانہ بنی رہتی ہو۔'' نگین نے اطمینان سے کہا

''بھئی تمہارے میاں کا معدہ تو ٹیسٹ لیبارٹری بن چکا ہے۔ مگر میرے میاں ذرا اور ٹائپ
ہیں۔ ان کے لئے روایتی خاتونِ خانہ بنے رہنا پڑتا ہے۔'' صبا مسکرائی تو دانتوں سے ویفر
ہوئے نگین کو یکایک یاد آ گیا۔

''پتہ ہے یار! آج میری پکی ہو گئی بس۔''

''کیا ـــــ دال ـــــ؟'' صبا نے حیرت سے اسے دیکھا تو وہ گہری سانس بھرتے
حسرت سے بولی۔

''یہی سمجھ لو ـــــ دال نہیں گلی۔ اتنی مشکلوں سے وجدان سے پوچھ پوچھ کے سنگ دل
قابو کرنے کے وظیفے کرتی رہی مگر آج اس وجدان کے بچے نے ہی بھانڈا پھوڑ دیا۔''

''کیا؟'' صبا کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ ''وجدان کہاں کا گدی نشین ہے بھلا؟''

''اس کے بابا جی جھنڈے والی سرکار تو ہیں نا۔'' نگین نے امید بھری نظروں سے اسے دیکھا
کو ابھی بھی اس کی باتوں پر ہنسی آ رہی تھی۔

''بکواس کی ہو گی اس نے اپنا کوئی کام نکلوانے کے لئے۔''

''نہیں ـــــ ایسا کچھ خاص کام نہیں کروایا۔ بس کبھی کبھار اس کے دوستوں کے لئے چائے اور
سنیکس وغیرہ ہی بنا کر دیئے ہیں۔'' نگین نے صفائی پیش کی تھی۔

''تو اور کیا تم سے پتھر تڑواتا؟ اس کے دوستوں کی خدمت ہی اس کا سب سے بڑا کام ہے۔''
صبا نے ٹرالی کا فائنل جائزہ لیتے ہوئے مسکرا کر کہا تو نگین بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

''صحیح کہہ رہی ہوں ـــــ تم یہ بابا جی وغیرہ کے چکروں میں مت پڑو۔ میرا بھائی تو یوں بھی تم
پر فدا ہے۔''

صبا نے اسے چھیڑا تو کب سے ان کی باتیں سنتی نوری نے بڑے پُر یقین انداز میں کہا۔

''نہ جی، یہ بابے بڑے کرماں والے ہوتے ہیں۔ ادھر میری نانی کے گاؤں میں بھی ایک بابے
کی جھگی تھی۔ وہ بھی لوگوں کے لئے دم درود کیا کرتا تھا۔''

''تو اب نہیں کرتا؟'' نگین نے پوچھا تو وہ افسوس بھری آہ بھرتے ہوئے بولی۔

''نہ جی ـــــ ایک رات اپنی جھگی میں کسی کے لئے عمل کرتے ہوئے جل کے مر گیا۔''

''شاباش۔'' صبا نے اسے گھورا تھا۔ ''یہ کیسا عمل تھا بھئی؟''

''بی بی جی! بڑے جلالی عمل بھی ہوتے ہیں۔'' وہ بڑے مدبرانہ انداز میں بولی تو صبا نے اسے
ڈانٹ دیا۔

''اچھا بس۔ اب یہ کچن سمیٹو۔''

''ہائے، شکر ہے میں نے ایسا کچھ جلالی عمل نہیں کر ڈالا۔'' نگین نے جھرجھری لی تھی۔

''تمہیں تو میں بعد میں پوچھوں گی۔ پہلے ذرا یہ چائے اندر لے چلیں۔ نوفل کے دوست پہنچ چکے
ہیں۔'' صبا نے اسے آگے دھکیلا اور خود ٹرالی لئے چل دی۔

''صحیح خان پٹھان ہیں شموئیل بھیا۔ حالانکہ اُردو بولتے ہیں، پھر بھی لب ولہجہ ہم سے الگ ہے۔
اور خوبصورت بھی۔'' نگین اسے بتا رہی تھی۔

''السلام علیکم۔'' اس نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے سلام کیا تھا۔

''یہ صبا ہیں ـــــ میری مسز۔'' نوفل نے اس کا تعارف کروایا تھا۔

پختون روایات کا امین شموئیل خان احتراماً اٹھ کر اس کے حال احوال دریافت کرنے لگا۔

صبا نے بھی بڑے خوشگوار انداز میں اس سے بات کی تھی۔

چائے کے دوران نوفل نے پرانی یادیں چھیڑ دیں تو سبھی دلچسپی لینے پر مجبور ہو گئے۔

کھانے کا وقت آنے تک اپنی سادہ فطرت اور بے ساختگی سے شموئیل ان سب کا پسندیدہ ہو چکا

''ابھی میں ژالے کو انوائٹ کرنے والا تھا۔ مگر پھر یہ سوچ کر ارادہ ملتوی کر دیا کہ وہ تمہاری بولتی
بند کر دے گی۔'' نوفل اسے چھیڑ رہا تھا۔

سب کی مسکراہٹ پر وہ خفیف سا ہو گیا۔ مگر پھر اس نے جیسے صبا کو اپنی شکایت لگانا چاہی۔

"مگر بھابی! اس کی بہت بنتی ہے ڈالے کے ساتھ۔ بلکہ اس کی وجہ سے اتنی شہ ملی ہوئی تھی ہمیں چٹکیوں میں اُڑاتی تھی۔"

"بھئی کچھ بھی کہو، ڈالے بہت اچھی بچی ہے۔ ملنسار اور ٹھنڈی طبیعت کی مالک ہے۔" ما اپنی پُر امن طبیعت کے ہاتھوں مجبور تھیں۔ فوراً بولیں۔

"ٹھنڈی طبیعت؟" شموئیل نے جس طرح نوفل کی طرف دیکھا تھا اس پر نوفل کو ہنسی آ گئی۔

صبا نے ہمیشہ کی طرح بہترین کھانا بنایا تھا۔ جس کی شموئیل نے کھلے دل سے تعریف کی تھی۔ اس دوستانہ گھریلو محفل میں وہ اپنی شرمیلی طبع کے برعکس بہت اعتماد کے ساتھ گھل مل گیا تھا۔

"یقین کریں، ہوٹلنگ کر کر کے اب تو معدہ بھی بے حس ہو چکا ہے۔ مگر آج لگا کہ کچھ کھایا ہے۔"

"تو بیٹا! اب یہاں بھی تمہارا اپنا گھر ہے ــــ یہیں آ جایا کرو۔" صالحہ بیگم کا دل بھر آ گیا تھا۔

"ضرور ماں جی! اب تو ضرور آیا کروں گا۔" وہ فوراً بولا تھا۔

اس کی یہ بے تکلفی نوفل کو بہت پسند آئی تھی۔ ورنہ تو وہ ہمیشہ نوفل کی آڑ ڈھونڈتا رہتا تھا۔

"بھابی! آپ کی منہ دکھائی کا تحفہ مجھ پر اُدھار رہا۔ مجھے خواتین کے لئے گفٹ وغیرہ خریدنے کا تجربہ نہیں، اس لئے معذرت۔ مگر میں آپ کو آپ کی پسند کا گفٹ دلواؤں گا۔ کیوں نوفل؟" صبا سے معذرت کرنے کے بعد نوفل کی تائید چاہ رہا تھا۔ وہ مسکرا دیا۔

"بھئی یہ تمہارا اور تمہاری بھابی کا معاملہ ہے۔"

"لگتا ہے ماں جی کی ساری دعائیں تمہیں ہی لگ رہی ہیں یارا!" چلتے وقت وہ پُرستائش لہجے میں نوفل سے بولا تو وہ ہنس دیا۔

"ایسا کیا دیکھ لیا میرے پاس؟"

"بھابی بہت نائس خاتون ہیں۔ بات چیت میں بھی اور گھرداری میں بھی۔"

"سبھی لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔" نوفل نے اس کی بات اُڑانے کی کوشش کی تھی۔

"نہیں یارا! دل کے ساتھ ساتھ گھر کو بسانے والی لڑکیاں بہت کم ہوتی ہیں۔ اور کچھ گھر میں گم ہو کر دل میں داخل ہونے کا راستہ کھو دیتی ہیں۔"

وہ سنجیدہ تھا مگر نوفل ابھی بھی غیر سنجیدہ تھا۔

"اچھا، تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ گھر کے ساتھ ساتھ میرے دل پہ راج کر رہی ہے؟"

"وہ ہیں ہی اتنی اچھی۔ کوئی عقل کا اندھا ہی ان کی ناقدری کرے گا۔"

شموئیل کے اطمینان سے کہنے پر وہ اسے گھور کر رہ گیا تھا۔

اس کو رخصت کرنے کے بعد نوفل اندر چلا آیا۔

"بھائی تو اپنی مصروفیات میں یوں گم ہوئے ہیں کہ ہماری یاد بھی نہیں آتی انہیں۔" تکین نے اسے دیکھتے ہی گلہ کیا تو وہ اس کے گلے میں بازو ڈالتا اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"یاد تو انہیں کیا جاتا ہے جنہیں بھلا دیا جائے۔"

"اچھا بس ــــ یہ ڈائیلاگ اب بہت پٹ چکا ہے۔" وہ ناراض تھی۔ نوفل مسکرا دیا۔

"اتنی مشکل سے تو تمہیں یہاں سے نکالا ہے۔ اب یونہی پیچھے پیچھے پھرتے رہیں؟"

"دیکھ رہی ہیں امی! بھائی تو بہنوں کے پیچھے ساری عمر پھرتے رہتے ہیں۔ اور ادھر ابھی سال بھی نہیں ہوا اور یہ اُکتا گئے ہیں۔" تکین نے منہ بسورا تھا۔

"پیچھے پھرنے والوں سے کون سا اچھا سلوک کرتی ہو تم؟" انس نے اسے چھیڑا تو وہ نوفل سے اُلجھنے لگی۔

"کتنے دنوں کے لئے جا رہے ہیں انس بھائی؟" صبا نے پوچھا تو وہ بے چارگی سے بولا۔

"پندرہ دنوں کے لئے ــــ یعنی دو ہفتے۔"

"اچھا ہے نا۔ آپ کو بہت شوق ہوا کرتا تھا باہر جانے کا۔" صبا نے اسے یاد دلایا تھا۔

"کمال ہے صبی! میں تو سوچ رہا تھا کہ تم ابو سے میری سفارش کرو گی۔"

اس کی بات پر وہ ہنسی تھی۔

"وہ کون سا آپ کو تفریح کے لئے بھیج رہے ہیں۔ بزنس ٹور ہے۔ آپ ہی کے فائدے کے لئے ہو گا۔"

اسی وقت ادینہ چلی آئی تو باتوں کا رخ پلٹ گیا۔

"بھئی کراس میرج میں سب سے بڑی خرابی یہی ہے۔ اب اگر صبا بہت زیادہ میکے نہیں جاتی تو اس کی اپنی مرضی۔ مگر آپ تکین کو کس خوشی میں وہاں باندھے رکھتے ہیں؟"

ادینہ کے شکوے کا اپنا ہی انداز تھا۔ نوکیلا، چبھتا ہوا۔ مگر ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ اب بھی موجود تھی۔

"ایسا بھی کچھ نہیں ہے۔ بلکہ میں نے تو کبھی اس طرح سوچا بھی نہیں۔"

"اور یوں بھی شادی شدہ زندگی کا اصل مقصد شوہر کا گھر بسانا ہوتا ہے۔ نہ کہ ہر وقت میکے میں دھرنا دیئے رہنا۔" صبا نے بہت اطمینان سے بات ختم کر دی تھی۔

ادینہ چبھتی نگاہوں سے اسے دیکھ کے رہ گئی۔

"تم چاہو تو رہ جاؤ یہاں؟" رات کھانے کے کافی بعد انس کے دل میں واپسی کا خیال آیا تو جانے کیسے اور کس دل سے اس نے تکین کو آفر دی تو وہ بدک گئی۔

"ایسے ہی رہ جاؤں؟ کل آپ جا رہے ہیں۔"

"ہاں تو میں چلا جاؤں گا۔ پھر وہاں تمہارا کیا کام ہو گا۔" وہ دفعتاً شرارت سے مسکرایا تو تکین نادمی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"اس گھر میں میرے اور بھی بہت سے رشتے ہیں۔ اب آپ نہیں ہوں گے تو اس کا یہ مطلب

تھوڑی ہے کہ میں واپس میکے چلی جاؤں۔"

"سوچ لو ـــــ آج آخری بار موقع دے رہا ہوں۔ اس کے بعد تو قید کر کے رکھوں گا
اندر سے نگین کے جواب پر خوش تھا۔ بشاشت بھرے لہجے میں بولا تو وہ مسکرا دی۔

"میں آپ کے ساتھ ہر حال میں خوش ہوں۔"

"ڈونٹ ٹیل می۔ اور وہ جو ہر وقت کٹ کھنی بلی کی طرح جھپٹنے کو تیار رہتی ہو؟"

"نوٹ کر لیں ـــــ اب لڑائی کی شروعات آپ کر رہے ہیں۔" نگین نے احتجاج کیا
ہنس دیا۔

صبا کچن میں برتن پہنچانے کے بعد ان کے پاس چلی آئی تھی۔

"انس بھائی! آپ تو جا رہے ہیں۔ نگی کو چھوڑ جائیں ہمارے پاس۔"

"بھئی میں تو فری ہینڈ دے چکا ہوں محترمہ کو۔ باقی ان سے طے کر لو۔" انس نے م
نظروں سے نگین کو دیکھا تھا۔

"جب یہ واپس آئیں گے تب ان کے ساتھ آؤں گی۔" نگین نے اس کی توقع کے مط
جواب دیا تھا۔

"یہ وظیفے کچھ الٹے نہیں پڑ گئے؟" صبا نے اسے چھیڑا تو وہ کچھ بولتی، اس سے پہلے انس
مذاق اُڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ کریں گی وظیفے۔ جن قابو میں کرنے ہیں نا۔"

"اس بار ایسا وظیفہ کروں گی کہ یاد کریں گے۔" نگین نے اسے دھمکایا تو وہ اسے چڑانے
لئے ہنسنے لگا۔ پھر خوب مزے لے لے کر اس کے وظیفوں کی داستان نوفل اور صالحہ بیگم کو بھی سنا
سب کے ہنسنے پر وہ اندر ہی اندر انس سے خفا ہو گئی۔

"آج یہیں رک جاتے بھائی!" صبا انہیں واپسی کے لئے تیار دیکھ کر اُداس ہونے لگی تھی۔

"واپسی پہ آؤں گا تو ضرور ٹھہروں گا اور خوب باتیں کریں گے۔ وہاں کے قصے بھرے پڑ
ہوں گے میرے پاس۔" وہ اسے بہلاتے ہوئے ساتھ ہی ساتھ نگین کو بھی سنا رہا تھا۔ مگر وہ "ہونہ
کہہ کے چہرہ موڑ گئی اور صالحہ بیگم سے ملنے لگی۔

"اپنا خیال رکھئے گا۔" انس سے ملتے ہوئے صبا کا دل گداز ہونے لگا۔ اس کی نم ہوتی آ
دیکھ کر انس نے بے اختیار اسے شانے سے لگا لیا تھا۔

"میں وہاں صرف انجوائے کرنے نہیں جا رہا ہوں۔ اور پھر تم لوگوں کا چہیتا بھی تو جا رہا
میری سی آئی ڈی کے لئے۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

"کون؟ ـــــ عماد بھائی؟" صبا بھی مسکرا دی۔ اسے نگین بتا چکی تھی کہ کچھ دنوں کے وقفے
سے عماد بھی جرمنی جا رہا تھا۔

"وہی ہے ایک جسے میری آزادی برداشت نہیں۔" انس نے آہ بھر کے کہا تو نگین نے طنزاً کہا

"جا کے چکھ لیجئے گا مزہ دیارِ غیر میں آزادی کا۔ کوئی حسرت رہ نہ جائے۔"

وہ ہنستے ہوئے صالحہ بیگم کے آگے جھک کر پیار لینے لگا۔

صبا اور نوفل انہیں چھوڑنے باہر تک آئے تھے۔
ان کے جانے کے بعد صالحہ بیگم کو ان کے کمرے میں پہنچا کر نوفل اوپر آیا تو صبا کو تکیہ الٹ کر
کچھ ڈھونڈتے پایا۔ پھر اس نے بیڈ کا گدا اٹھا کر دیکھا تھا اور اس کے بعد سائیڈ ٹیبل کی دراز چیک
کرنے لگی۔

وہ دروازہ بند کرتا اندر چلا آیا۔

"ایسا کون سا خزانہ کھو گیا ہے آپ کا جسے اتنی بے صبری سے ڈھونڈ رہی ہیں؟" وہ انجان پن کی
ایکٹنگ کرتا گریبان کے بٹن کھول رہا تھا۔

صبا بے تحاشا چونک کر پلٹی۔

وہ اس کی طرف متوجہ تھا۔

"وہ ـــــ یہاں پر ایک۔" وہ بے اختیار کہتے ہوئے ایک دم چپ ہو گئی۔ پھر "کچھ نہیں"
کہتے ہوئے بستر کی چادر ٹھیک کی اور تکیے کو اس کی صحیح جگہ پر رکھا۔

"ضروری تو نہیں کہ جو آپ نے دیکھا ہو وہ سچ ہو۔ بعض اشیاء نظر کا دھوکا بھی ہو سکتی ہیں۔" وہ
ناصحانہ انداز میں کہتے ہوئے ڈریسنگ روم میں چلا گیا تھا۔

صبا کئی لمحوں تک ساکت کھڑی رہ گئی تھی۔

یہ وہ کیا کہہ گیا تھا؟ ـــــ یونہی عادتاً طنز کیا گیا تھا یا پھر باقاعدہ سوچا سمجھا "حملہ" تھا؟

وہ اُلجھتی ہوئی بستر کے کنارے پر ٹِک گئی۔

ڈریسنگ روم سے نکلا تو وہ نائٹ سوٹ میں ملبوس تھا۔ چند منٹ آئینے کے سامنے کھڑا بالوں میں
برش کرتا رہا، پھر وارڈروب کی طرف بڑھا۔

صبا یونہی بے مقصد سی بیٹھی تھی۔ جیسے اس وقت کرنے کو کچھ بھی نہ رہا ہو۔

نوفل نے پلٹتے ہوئے وہی البم صبا کے آگے پھینکی تھی۔

"اسے ڈھونڈ رہی تھیں آپ؟"

نیلے خوب صورت سے کور والی یہ وہی البم تھی جو صبا نے دیکھی تھی۔

اس نے ایک نظر البم پر ڈالنے کے بعد نوفل کی طرف دیکھا جو چلتا ہوا آ کر اپنی جگہ پر تکیے سے
ٹیک لگائے نیم دراز ہو گیا تھا۔

"اب پوچھیں، کیا پوچھنا چاہتی ہیں؟"

صبا کو یکلخت ہوش آیا تھا۔

"میں نے تلاشی کی غرض سے آپ کا لاکر نہیں کھولا تھا بلکہ اپنے زیورات رکھنے کے لئے......"

"میں آپ سے کوئی صفائی طلب نہیں کر رہا۔ مجھے صرف آپ کے کسی بھی سوال کے جواب میں

حقیقت بتاتی ہے۔" وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے تلخی سے بولا تو صبا نے وہی البم اٹھا کر اس کی جانب پھینک دی اور اسی کے سے انداز میں بولی۔

"یہ البم بذاتِ خود ایک سوال ہے ——— میرا نہیں خیال کہ مجھے آپ سے کچھ بھی پوچھنے کی ضرورت ہے۔"

"میں نے آپ سے کہا نا، کہ بہت سی چیزیں نظر کا دھوکا بھی ہوتی ہیں۔ مگر لگتا ہے کہ آپ کسی بڑی غلط فہمی کا شکار ہو گئی ہیں۔"

"مجھے ایسی کوئی غلط فہمی بلکہ خوش فہمی لاحق نہیں ہوئی۔" وہ جلبلا کر بولی تو نوفل نے استہزائیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"اچھا تو پھر اس البم کو لاکر سے نکالنے کا مقصد پوچھ سکتا ہوں؟"

صبا کو لگا کہ اس کے جسم کا سارا خون اس کے چہرے پر جمع ہو گیا ہو۔ مگر اس نے اپنے لب لہجے کی مضبوطی میں کوئی فرق نہیں آنے دیا۔

"اس البم میں میری تصویریں ہیں۔ اور میرا نہیں خیال کہ ان پر آپ کا کوئی حق بنتا ہے۔ اس لئے میں نے یہ البم نکالی تھی۔"

"چہ ——— خوب۔" نوفل نے جیسے اس کی بات سے لطف لیا تھا۔ "اچھا ریزن ہے کسی کی پرسنلز میں انٹرفیئر کرنے کا۔"

"میں آپ کے پرسنلز میں کب سے شمار ہونے لگی؟" وہ چیخ گئی تھی۔

"ابھی نہیں۔ مگر کبھی تو تھیں۔" وہ نہایت اطمینان سے کہتا صبا کو مرنے کی حد تک حیران کر گیا۔

لمحہ بھر کے توقف کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوا تھا۔

"شکار کرنے کے لئے پہلے ہدف کا سامنے ہونا ضروری ہے، چاہے کسی بھی روپ میں ہو۔ بے شک چند تصویریں ہی ہوں۔"

وہ نہ سمجھنے کی سی کیفیت میں نوفل کو دیکھ رہی تھی۔

"ایسا ہی آپ پر مرمٹا ہوتا تو آج "حالات" کچھ اور ہی ہوتے۔"

وہ صبح سے ایک موہوم سی آس، ایک مدھم سی امید کی ہلکی سی خوش فہمی میں مبتلا تھی۔ یہ صبا کی البم اور نگین کی منگنی کے روز کی تصویریں تھیں۔ اور ہر تصویر میں صبا نمایاں تھی اور چند ایک اس کے خوبصورت کلوز اپ تھے۔ اور ان تصویروں کا نوفل کے پاس ہونا کیا ثابت کرتا تھا؟ ——— جو جواب صبا کو اس کے دل و دماغ نے دیا وہ بے حد خوش کن اور قدرے خوش فہم تھا۔

مگر اب۔

وہ اس کی ہر خوش فہمی کا دامن تار تار کر گیا تھا۔

اس کی نظر میں اترتی بے یقینی اور دکھ کے احساس نے نوفل کے اعصاب کو تناؤ کا شکار کرنا شروع کر دیا۔

"بہت اچھے۔" وہ دفعتاً پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر البم اٹھائی اور ایک ایک کر کے ساری تصویریں باہر نکالنے لگی۔

"یعنی اب تو ان کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔ بے کار ہیں آپ کے لئے۔" کہتے ہوئے اس نے تصویروں کو پھاڑنا شروع کر دیا تو کچھ کہنے کو وا ہوتے لبوں کو باہم دباتے ہوئے نوفل اسے دیکھے گیا۔ اس نے ایک ایک کر کے ساری تصویروں کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ وہ اپنے حواس میں نہیں لگ رہی تھی۔ پھر تمام ٹکڑوں کو بستر پر اچھالتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اسے اسٹڈی روم کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ٹوکتے ہوئے بولا۔

"کہاں جا رہی ہیں؟"

"بے فکر رہئے ——— خودکشی نہیں کرنے جا رہی۔" وہ رک کر بے حد تلخ لہجے میں بولی تھی۔

"ورنہ اگر چاہوں تو ایسا کر کے بہت سے لوگوں کے آگے آپ کو جواب دہ ٹھہرا سکتی ہوں۔"

نوفل ابھی اس کے لفظوں کی گہرائی میں چک پھیریاں لیتا دروازے ہی کو دیکھ رہا تھا کہ وہ دوبارہ باہر آئی۔ اب کی بار اس نے آکر بستر پر اپنا تکیہ اور کمبل اٹھا لیا تھا۔

"یہ کیا ڈرامہ کھیل رہی ہیں آپ؟" وہ بے حد ناگواری سے کہہ رہا تھا۔

"ڈرامہ ہی تو نہیں کھیلنا چاہتی۔" وہ جانے کس عذاب سے گزری تھی، پھنکار کر بولی۔

"جب دل ایک نہ ہوں تو بستر کے ایک ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ دوبارہ اسٹڈی روم میں چلی گئی تھی۔

اور یہاں اپنی پوری جان سمیت سلگنے کو نوفل تنہا رہ گیا تھا۔

●●●●●

اس نے نگین کو ایک منٹ کے لئے بھی سونے نہیں دیا تھا۔

"شرم کرو ——— کل میں جا رہا ہوں اور تمہیں نیند کی پڑی ہے۔" وہ متاسفانہ انداز میں بولا تو نگین نے تنبیہی لہجے میں کہا۔

"ساڑھے گیارہ تو بج ہی چکے ہیں۔ صبح سوا پانچ بجے کی فلائٹ سے جانا ہے آپ کو۔ جہاز میں کیا سوئے سوئے ہی جائیں گے؟"

"وہ میرا ہیڈک ہے۔"

"اور اگر میں نہ سو پائی تو میرا "ہیڈک" آپ کے جانے کے بعد شروع ہو جائے گا۔" نگین نے اپنے سر درد کی جانب اشارہ کیا تو وہ چند لمحے اسے گھورنے کے بعد ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا۔

"یعنی سوئیں گے نہیں آپ۔" نگین اس کے پاس بیٹھتے ہوئے مسکرائی۔

"تم سو جاؤ۔ تمہیں کیا فرق پڑتا ہے میرے جاگنے یا سونے سے۔" وہ بہت بے اعتنائی سے گویا ہوا تھا۔ نگین نے ایک نظر ٹی وی اسکرین پر جلوہ نما انگلش ہیروئن پر ڈالی۔

"ارے واہ ——— یونہی سو جاؤں آپ کو ان سوتنوں کے ساتھ چھوڑ کر؟" ناراضگی سے کہتے

ہوئے اس نے انس کے ہاتھ سے ریموٹ چھیننے کی کوشش کی تو اس نے ریموٹ والا ہاتھ اوپر
پھر جتانے والے انداز میں بولا۔

"انہی کے درمیان بھیج رہی ہو تو ذرا ان کے کلچر کا حساب کتاب لگانے دو۔"

"میں کب بھیج رہی ہوں؟" وہ یکدم اُداس ہو گئی تھی۔

اور وہ جو اسے ستانے کی سوچ رہا تھا، بے ساختہ مسکرا دیا۔ پھر ریموٹ اس کی گود میں
ہوئے گردن تلے ہاتھ باندھتا لیٹ گیا۔

نگین نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"آپ مذاق سمجھ رہے ہیں؟ میں سچ کہہ رہی ہوں۔" یقین دلانے والے انداز میں کہا
معنوعی بے اعتنائی سے بولا۔

"اب بہت دیر ہو چکی ہے نگین بی بی! اب تو میں وہ پرندہ ہوں جو پنجرے کا دروازہ کھلنے
بعد اُڑنے کی تیاری میں ہے۔"

"ہاہ ــــ!" نگین کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ مگر انس کے ہونٹوں کے کناروں سے
مسکراہٹ نے اس چھیڑ چھاڑ کا دروازہ کھول دیا تھا۔ مگر وہ ظاہر کیے بغیر یونہی اسے یاد دلانے وا
انداز میں بولی۔

"یعنی میری وفائیں بھول گئی ہیں آپ کو۔"

"کون سی وفائیں؟" وہ مکر گیا تھا۔

"آپ کا اتنا خیال کیا ــــ ایک اجنبی ہوتے ہوئے آپ سے شادی کی ہامی بھری۔ اور
پچھلے ماہ وظیفے کر کر کے آپ کو اپنے قابو میں کرنے کی کوشش کرتی رہی، پھر بھی آپ پوچھ رہے ہیں
کون سی وفائیں؟"

"صدقے جاؤں ان وفاؤں کے۔" انس ہنس دیا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف کھینچ لیا۔

"اتنے سارے جتن کرنے کی بجائے دن میں ایک بار خود سے اپنی محبت کا اظہار کر دیا کرو تو
ہی بات ہے۔"

اس کے سینے پر سر رکھتے ہوئے وہ کھل کے مسکرا دی تھی۔

"پتہ نہیں، آپ اس اظہار سے سیر کیوں نہیں ہوتے ــــ جانتے تو ہیں کہ مجھے بھی آپ
محبت ہے۔"

"بتاؤ تو پتہ چلے نا۔"

"لڑکیاں بتاتی ہوئی اچھی نہیں لگتیں۔" نگین نے ناصحانہ انداز میں کہا تو وہ آرام سے بولا۔

"میں لڑکیوں کی بات کب کر رہا ہوں؟ تم تو بیوی ہو میری۔"

"ان باتوں میں آپ سے کوئی نہیں جیت سکتا۔" نگین کا ہاتھ اس کے بالوں میں تھا۔

انس کے احساسات سبک ہونے لگے۔ نگین کا یہ انداز اور التفات اسے بہت اچھا لگا تھا کہ وہ

اس کے قریب بہت کم آتی تھی۔

"مجھے تم وہاں بھی بہت یاد آؤ گی یار۔" وہ ابھی سے پریشان ہونے لگا تھا۔

"اچھا ہے نا ــــ میں بھی تو یہاں آپ کو یاد کروں گی۔ آپ کو بھی چاہیے مجھے مس کریں۔
کہ آپ کو میری قدر ہو سکے۔" نگین نے اسے چھیڑا تھا۔

"تمہیں اپنی قدر معلوم ہی نہیں میری جان! ــــ میری محبت کا اندازہ کر لو تو خود کے ہونے پر
اس وقت نازاں رہو۔" اس کے ریشمیں بالوں کو لبوں سے چھو کر وہ بوجھل سے لہجے میں بولا تو اس
انداز میں چھپی سچائیوں کا اندازہ کرتے ہوئے نگین کا رواں رواں اپنے رب کا شکر گزار ہوا تھا۔

"نازاں تو میں اب بھی ہوں انس! میرے لئے سب سے بڑھ کے اور کیا فخر ہوگا کہ میری
ذات آپ کے نام سے پہچانی جاتی ہے۔" وہ بے ساختہ بولی تو لب و لہجہ بہت سادہ تھا مگر انس کی
جذباتی فطرت کے سکون کو اتنا ہی ایقان بہت تھا کہ مقابل بھی اس کی محبت میں غرق ہے۔

آج بہت عرصے کے بعد ان کے بیڈ روم میں ایسی رات آئی تھی کہ ان دونوں نے بہت باتیں کی
تھیں ــــ اپنے آنے والے وقت کی اور اپنے متوقع بچے کی۔

انس کی مسکراہٹ میں سرشاری تھی تو کبھی کبھار کھنکنا اُٹھنے والی نگین کی ہنسی بھی گواہ تھی کہ محبت ان
پر رحمت کی طرح سایہ فگن تھی۔ مگر باہر سیاہ رات کی آنکھ جانے کیوں بھیگتی جا رہی تھی۔

●●●●●

موبائل اسکرین پر انجان نمبرز کو سرسری نگاہ سے دیکھتے ہوئے شمویل خان نے کال ریسیو کی تو
آفریدی کی زندگی سے بھرپور کھلکھلاتی ہوئی آواز سن کر بے اختیار اپنے اردگرد دیکھنے لگا۔ جیسے
کسی اور کے سن لینے کا خدشہ ہو۔

اس وقت وہ فیکٹری کے وزٹ پر تھا اور ابھی پیکنگ کے شعبے میں کھڑا ورکرز کی کارکردگی کا جائزہ
لیتے ہوئے کچھ مشورے بھی دے رہا تھا جب ژالے کی کال آگئی تھی۔

وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا اپنے آفس کی طرف بڑھنے لگا۔

"کب آ رہے ہو میری طرف؟" ژالے نے بہت استحقاق سے پوچھا تھا۔

"کبھی نہیں ــــ" بے اختیار منہ سے نکل جانے والے ان دو لفظوں پر شمویل خان جتنا
پچھتاتا، کم تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ تحیر میں مبتلا ہوئی تھی۔ پھر جیسے غرا ہی تو اُٹھی۔ "یعنی تمہارا مطلب ہے کہ تم
مجھ سے کبھی بھی ملنا نہیں چاہتے؟"

"نہیں ــــ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ گڑبڑاتے ہوئے سنبھلا۔

وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ ژالے کی توجہ تو ایک طرف رہی، اس کا عتاب سہنا بھی بہت
حوصلے کا کام تھا۔

"تو اور کیا مطلب تھا تمہارا؟ یعنی کمال ہو گیا۔ ایک اتنی خوب صورت، بلکہ حسین لڑکی تمہیں فون

کر کے لنچ پر انوائٹ کرتی ہے اور تم اسے اتنی رُکھائی سے انکار کر دیتے ہو ـــــ تمہارا دماغ خراب نہیں ہوگیا؟" وہ جیسے اس کی دماغی حالت کی طرف سے مشکوک ہوئی تھی۔

شمونیل اپنے آفس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔

"میں کہنا چاہ رہا تھا کہ ابھی میں فرصت میں نہیں ہوں۔" وہ سانس لینے کو رکی تو اسے بولنے کا موقع مل ہی گیا تھا۔

تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ مدھم انداز میں شکوہ سموتے ہوئے بولی۔

"اتنے سالوں کے بعد ملے ہو اور مجھ سے ملنے کے لئے فرصت کے "بہانے" تلاشتے ہو"

"بات یہ ہے ڈالے بی بی! کہ میں......" وہ ناصحانہ انداز میں کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ وہ چلا...

"پھر تم نے بی بی کہا مجھے؟"

اسے فوراً ہی ڈالے کی چڑ یاد آگئی تو وہ معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔

"آئی ایم سوری۔"

"ویلکم۔ اب یہ بتاؤ کب آرہے ہو؟" وہ فوراً اپنے موڈ میں لوٹ آئی تھی۔

اب کی بار شمونیل قدرے محتاط ہوگیا۔

"دیکھو ڈالے! میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ میں واقعی بہت مصروف ہوں۔ پیکنگ ہو رہی ہے۔ مجھے اپنی نگرانی میں سارا مال ٹرکوں پر لوڈ کرانا ہے۔"

"تف ہے تم پر شمونیل خان! تمہیں دوستی نبھانا تو آتی ہی نہیں، کم از کم دل ہی رکھ لیا کرو" وہ خفا ہونے لگی تھی۔

وہ لب دانتوں تلے دبا کر رہ گیا۔

"تم بالکل بھی نہیں بدلے ہو" وہ شکوہ کناں تھی۔ جواب میں اس کی مسلسل خاموشی پا کر اسے دھمکانے والے انداز میں بولی۔

"مگر تم اچھی طرح سن لو کہ میں بھی نہیں بدلی ہوں۔ اور تم چاہے اب کتنا بھی بھاگنے یا بچنے کی کوشش کرو، مگر مجھ سے دور نہیں جا پاؤ گے۔" اس نے لائن منقطع کر دی تھی۔

"ہیلو!" وہ بے جان انداز میں اس کو پکار کر رہ گیا۔ مگر انگیجڈ ٹون اس کا منہ چڑانے لگی۔ اس نے تھکے تھکے سے انداز میں موبائل فون سامنے ٹیبل پر ڈالا اور راکنگ چیئر سے پشت ٹکا کر بیٹھ گیا۔

"ڈالے آفریدی ــــــ"

وہ نہیں جانتا تھا کہ اتنے سالوں کے بعد وہ پھر سے اپنے بھرپور اور چھا جانے والے احساس کے ساتھ اس کے سامنے ایک بڑے سے سوالیہ نشان کی مانند آ کھڑی ہوگی۔

تو اب ــــــ؟

اب کیا لائحہ عمل ہونا چاہئے تھا زندگی کا؟

اور یہ کہ ڈالے آفریدی اس کی زندگی میں اب کہیں فٹ ہوتی بھی تھی یا نہیں؟

اس نے سر کرسی کی پشت پر ٹکاتے ہوئے جلتی آنکھیں موند لیں۔ لنچ ٹائم تک پیکنگ کا کام مکمل ہو چکا تھا بلکہ اب سارا مال نہایت مستعدی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ٹرکوں میں بھرا روانگی کے لئے تیار تھا۔

وہ ذہنی اور جسمانی طور پر تھکن محسوس کرنے لگا تو سب کچھ پروڈکشن منیجر کے حوالے کر کے آفس سے باہر کی طرف بڑھا تو اسٹاف کے بیچ سے گزرتے ہوئے اس کے پی اے عمران تارڑ کے پاس کھڑی ڈالے آفریدی اسے اپنی جگہ فریز کر گئی۔

عمران کی نگاہ شمونیل پر پڑی تو اس نے فوراً ڈالے کو آگاہ کیا۔ نتیجتاً وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھنے لگی۔

شمونیل کو اپنی نازک پوزیشن کا احساس بہت شدت سے ہوا تھا۔

اس نے آس پاس موجود اسٹاف کا خیال کرتے ہوئے مسکرانے کی مقدور بھر کوشش کی تھی۔

"ہیلو بھگوڑے! کہاں چھپتے پھر رہے ہو؟ اور یہ تھی تمہاری نام نہاد مصروفیت۔ ٹہلتے ہوئے آرہے ہو"

اس کی آواز لنچ کے لئے اُٹھتے تقریباً ہر اسٹاف ممبر نے سنی اور کئی ان کی طرف گھومے بھی تھے۔

شمونیل کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ حسب سابق وہ جینز، ٹی شرٹ اور اسکارف میں ملبوس تھی۔ اس کے ملنے کے لئے بڑھے ہاتھ کو شمونیل نے محض دو انگلیوں ہی سے چھوا تھا۔

"ابھی چلتے ہیں۔"

وہ ہر ایک سے نظر چراتے ہوئے اسے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا وہیں پلٹ گیا تو وہ حیران سی اس کی ہم قدم ہوگئی۔

"ویسے بہت برے ہو تم شمونیل! مجھے اتنا غصہ تھا نا تم پر۔ مگر ابھی جانے کہاں چلا گیا وہ۔" وہ بڑی معصومیت سے کہہ رہی تھی۔

"تمہیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔" وہ عاجزی سے بولا تو اس کے ساتھ چلتے وہ اسے گھورنے کے بعد گویا ہوئی۔

"ایسا کیا سیکرٹ تھا یہاں؟"

"تم نے دیکھا نہیں، وہاں سارا میل اسٹاف تھا۔" وہ دبے لفظوں میں بولا۔ مگر ڈالے نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"تمہاری بدذوقی کا مجھے شروع ہی سے اندازہ ہے۔"

وہ اس کے کمنٹ پر خاموش ہی رہا تھا۔ مگر جب وہ پارکنگ لاٹ میں کھڑی اس کی گاڑی کی طرف اس کے ساتھ بڑھی تو وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔

"تم اپنی گاڑی میں نہیں آئیں؟"

"یہ بھی تو میری گاڑی ہے۔" دلکشی سے مسکراتے ہوئے اس کا اعتماد قابل دید تھا۔ شمونیل جز بز

ہوتا اس کے لئے فرنٹ ڈور کھولنے لگا۔

''ویسے اصولاً تو تمہیں خود مجھے پک کرنا چاہئے تھا۔ مگر چونکہ تم ان معاملات میں سلا
ہو، اس لئے مجھے خود آنا پڑا۔ وہ بھی ٹیکسی ہائر کر کے۔'' وہ متاسفانہ انداز میں بتا رہی تھی۔
مگر اس کا کھلتا ہوا انداز، چہرے کی جگمگاہٹ اور باتوں سے چھلکتی سرخوشی گواہ تھی کہ
خوش تھی۔

''کہاں اترو گی؟'' تھوڑی دور جانے کے بعد اس نے جیسے انجان بن کے پوچھا تو
ہوئے بولی۔

''جہاں جی چاہے لے جاؤ ___ میں تو صرف ایک اچھے سے لنچ کے لئے آئی تم
تمہارے ساتھ۔''

''میرا مطلب ہے، تمہیں کہاں ڈراپ کروں؟''

اس کی بات اور اس بات میں جھلکتی خوشی کو نظر انداز کرتے ہوئے شموئیل نے اپنی
وضاحت کی تو وہ ایک دم سیدھی ہو کر اسے دیکھنے لگی جیسے اس کی بات میں چھپے مقصد کو
رہی ہو۔

''کیا بات ہے شموئیل؟ ___ اگر لنچ کے لئے پیسے نہیں ہیں تو میں دے دوں گی۔''
سے اس نے طنز کیا تھا۔

شموئیل کی رنگت تمتما اُٹھی۔

''ایسی بات نہیں ہے۔ دراصل میرے پاس ٹائم نہیں تھا.......''

''گاڑی روکو۔'' وہ صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہنے لگا تھا کہ وہ یکلخت ہی سختی سے بولی

''میں نے کہا گاڑی روکو۔'' وہ پھر سے چلاّئی تو گھبرا کر شموئیل کا پاؤں بریک پر جا پڑا۔

''تم سمجھتے کیا ہو خود کو شموئیل خان؟ بہت اونچی شے ہو تم، جس کے میں خواہ مخواہ گلے
ہوں؟ اور تم یوں مسلسل مجھے ٹالنے کی کوشش کر رہے ہو۔ میں نے تم سے.......'' کچھ کہنے
میں اس کے لب لرزے مگر اس کے انداز پر دل کچھ اس طرح دُکھا کہ وہ کسی بھی اعتراف
گئی۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر سرِ راہ اُترنے لگی تو شموئیل خان نے جیسے یکلخت ہی حواس
ہوئے بہ سرعت اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''میرا مطلب یہ نہیں تھا ژالے!''

''ڈونٹ ٹچ می شموئیل! خبردار جو کوئی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی تو۔ میں اچھی طرح
ہوں تمہیں۔'' وہ اس پر الٹ پڑی تھی۔ مگر شموئیل نے یونہی اس کا ہاتھ تھامے گاڑی چلا دی۔

''اب بتاؤ، کہاں لے چلوں؟'' اپنے دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ پر جماتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

اپنے ناروا سلوک کا اسے بہت جلدی احساس ہو گیا تھا۔ کچھ بھی تھا، وہ اس کی دوست تھی
کے جذبات اچھی طرح سمجھتا تھا۔ مگر اسے یوں ہرٹ کرنا۔ کوئی بہت بڑی مجبوری ہی اس

اٹکی تھی۔

''مجھے کہیں بھی ڈراپ کر دو۔''

وہ بے اختیار اُسے دیکھنے لگا۔ شربتی پیالوں کو لبالب بھرا پا کر اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ اسے
یاد تھا کہ اس نے کبھی ژالے کی آنکھوں میں آنسو دیکھے ہوں۔ وہ تو یونہی رعب جماتی، شور
قہقہے لگاتی ہی اچھی لگتی تھی۔ اُس کا دل کٹنے لگا۔

''آئی ایم سوری ژالے! ___ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ اور تم اسے دل پہ لے بیٹھیں۔''

''میں بچی نہیں ہوں ___ رویوں کی زبان اچھی طرح سے سمجھ میں آتی ہے مجھے۔'' وہ جیسے
ای تھی۔

''تو چلو، یہی بتا دو کہ معاف کیسے کرو گی؟'' وہ بے چارگی سے بولا۔ مگر ژالے کی پژمردگی ابھی
دور نہیں ہوئی تھی۔

وہ یونہی بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتی کھڑکی سے باہر بھاگتی دوڑتی زندگی پر نظریں جمائے ہوئے
ی۔ شموئیل کا دل تاسف سے بھرنے لگا۔

''اچھا، بات نہ کرو۔ صرف یہ بتا دو کہ اب کہاں چلیں؟'' ژالے کے متوقع ردِعمل کے ڈر سے
نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

درحقیقت اسے اپنے رویے کی بدصورتی کا احساس بہت شدت سے ہو رہا تھا۔ وہ اپنے متعلق
لے آفریدی کے جذبات کو بہت اچھی طرح سمجھتا تھا اور ان جذبات کی پذیرائی نہیں کر سکتا تھا تو
کا یہ مطلب قطعاً نہیں نکلتا تھا کہ ان کی تحقیر بھی کرے۔

''جہنم میں۔'' وہ سخت غصے میں تھی۔

''معافی مانگ تو رہا ہوں۔ کام کا لوڈ اتنا زیادہ تھا کہ میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔'' وہ مصالحت
مادہ تھا۔

ژالے نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔

''اپنا رویہ دیکھا ہے تم نے؟''

''آئی ایم سوری ___ اب کیا لکھ کے بھی دے دوں؟'' وہ عاجزی سے بولا تو ژالے کو اس
کے تاثرات دیکھ کر سکون آ گیا۔

''اب کی بار تو معاف کر رہی ہوں۔ مگر آئندہ کبھی تم نے کام کا لوڈ مجھ پر ڈالنے کی کوشش کی تو
کستان سے بھی بھگا دوں گی۔'' وہ مزید رعب ڈال رہی تھی۔

شموئیل نے گہری سانس بھرتے ہوئے اپنے پسندیدہ ریسٹورنٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔

''اب بتاؤ ___ نیو یارک سے کیوں بھاگے تھے؟'' کھانے کے دوران وہ بڑے استحقاق سے
حساب کتاب پر اتری تو وہ جو سست روی سے ایک ہی کباب کو کانٹے سے کچوک رہا تھا، چڑ کر رہ گیا۔

''ایسا کیا رکھا تھا وہاں جو ہر کوئی سوچتا ہے کہ نیو یارک کو چھوڑ کر بھاگنا میرے لئے مشکل تھا۔''

"وہی تو۔ یہاں کیا رکھا تھا تمہارے لئے؟" وہ اب بھی اس کے انداز کو خاطر میں نہ…

"بابا جان نے بلایا تھا مجھے ایمرجنسی میں۔" وہ قدرے مدھم لہجے میں بولا تو اس کی آ…
ایک انجانا سا تکلیف کا احساس جھلک رہا تھا۔

ڈالے بے اختیار اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"کیا ایمرجنسی تھی؟"

اس کے سوال نے جیسے شموئیل کو کرنٹ لگایا۔

"کچھ نہیں۔ تم خاموشی سے کھانا کھاؤ۔" اس نے بے اعتنائی سے کہا تو ڈالے نے دانت…

"بچھڑنے کے بھی کچھ قاعدے ہوا کرتے ہیں شموئیل خان! یوں بزدلوں میں اپنا نام… ضروری تھا؟"

"میں ایسی کون سی گیم کھیل رہا تھا۔" وہ خفیف شانے اُچکا کر بولا تو انداز کی لاپروائی… ڈالے کو چپ کرا گئی۔

"پھر بھی شموئیل! بتا کر تو آتے۔ مجھے نہیں تو نوفل ہی کو سہی۔ میں یوں بھٹکتی تو نہ…" قدرے توقف کے بعد وہ دُکھی انداز میں بولی تھی۔

"تمہیں تو یوں بھی شوق ہے بھٹکتے پھرنے کا ڈالے بی بی! ہوتیں تم میرے بابا کے گ… چھٹی کا دودھ یاد آجاتا تمہیں۔" وہ اس کی سنجیدگی کو اُڑا گیا تھا۔

ڈالے بھی اپنا غم بھول بھال کر تلملا اُٹھی۔

"خدا نہ کرے میں تمہارے بابا جان کے گھر پیدا ہوتی۔"

شموئیل خان اپنا جملہ سوچ کر ہنس دیا تھا۔

"پھر میں تمہارے بابا جان کے گھر پیدا ہوا ہوتا۔"

"ہاں، یہ ہو سکتا تھا۔" ڈالے کے اعصاب ڈھیلے پڑے تھے۔

وہ خاموشی سے کھانا ختم کر رہا تھا۔ ڈالے ہاتھ روک کر اسے دیکھنے لگی۔

شموئیل کی توجہ منتشر ہوئی تھی۔ اس کی نگاہوں کی تپش شموئیل کو اپنے چہرے پر بہت اچھی… محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا دل یکلخت ہی بے چینیوں کی لپیٹ میں آنے لگا۔

یہ دیکھنا اس عام دیکھنے کی طرح نہیں تھا۔

اس نگاہ میں بھرپور توجہ، اشتیاق، چاہت، کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ اس نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ مگر ڈالے کی طرف دیکھنے کی غلطی نہیں کی اور گلاس اٹھا کر پانی پینے لگا۔

"تم نے اپنی مونچھیں کیوں اُتروا دیں شموئیل؟" اس نے اس قدر دلچسپی سے پوچھا تو… خجالت کا شکار ہونے لگا۔

"بس ایسے ہی۔ تم نے کھانا کھا لیا؟"

"بتاؤ نا۔ کہیں "کسی نے" فرمائش تو نہیں کی تھی؟" وہ شرارت کے موڈ میں تھی۔

…ہی، بابا جان کی ضد میں ایک دن ریزر لگا دیا تھا تو اس کے بعد خیال ہی نہیں آیا دوبارہ …رکھنے کا۔" اس نے مجبوراً بتایا تھا۔

وہ اس لئے بھی ڈالے سے گھبراتا تھا کہ وہ ہر بات ضد کر کے پوچھتی تھی اور پھر جواب لئے بغیر ٹلتی بھی نہیں تھی۔

وہ صاف گوئی سے بولی۔

"ویسے اب تم زیادہ ہینڈسم لگتے ہو۔ پہلے سے جسم بھر گیا ہے تمہارا۔ اور چہرہ بھی۔"

"اب چلیں؟" شموئیل نے دانت پیسے تو وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگی تھی۔

"ڈالے!" وہ بے بس ہونے لگا۔ اس کی زور آوری ایسی ہی پسپا کر دینے والی تھی۔

"اگر تم فارغ ہو چکی ہو تو چلیں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ اس سے زیادہ جھیلنا شموئیل کے لئے مشکل …ہو رہا تھا۔

"ابھی تو آئس کریم رہتی ہے۔" وہ اطمینان سے بولی تو شموئیل نے دبے لفظوں میں کہا۔

"اتنی سردی میں؟"

"تو پھر کوئی ڈیزرٹ منگوا لو۔ بلکہ فروٹ ٹرائفل مجھے بہت پسند ہے۔" ادھر مکمل اطمینان تھا۔

شموئیل گہری سانس بھرتے ہوئے ویٹر کو بلانے لگا۔

●●●●●

کالج سے آ کر بیگ رکھتے ہی وہ یونیفارم بدلنے کا تکلف کئے بغیر چچی جان کے پورشن میں آ گئی تھی۔

چچی جان سلائی مشین رکھے ضحیٰ کی قمیض سی رہی تھیں۔ اس نے انہیں سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ آ گئیں خیر سے۔"

"جی، ابھی آئی ہوں۔ یہ وجدان کہاں ہے؟ ابھی آیا نہیں یونیورسٹی سے؟" حمرہ نے بظاہر عام سے انداز میں پوچھا تھا۔

"کچھ منگوانا ہے کیا؟" چچی جان نے جواباً پوچھا تو اس نے سر جھٹکا۔

"نہیں، ویسے ہی۔ کچھ کام تھا اس سے۔"

"وہ تو کب کا آ چکا۔ اپنے کمرے میں ہے۔ دیکھ لو، سو نہ رہا ہو۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ چچی جان دوبارہ مشین کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

وہ دروازہ کھول کر وجدان کے کمرے میں داخل ہوئی تو وہ دھیمے سُروں میں میوزک سنتا اپنے بستر پر آنکھیں موندے لیٹا ہوا تھا۔

حمرہ نے سب سے پہلے سی ڈی پلیئر بند کیا تو ایک سیکنڈ کے وقفے سے وہ اونچی آواز میں بولا۔

"بہت پہلے سے ان قدموں کی آہٹ جان لیتے ہیں
تجھے اے "حمرہ میر" ہم دور سے پہچان لیتے ہیں"

اس کی آنکھیں ابھی بھی بند تھیں۔

حمرہ نے آگے بڑھ کے بنا کسی لحاظ کے اس کے پاؤں پر تھپڑ رسید کیا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"نادان لڑکی! میرا مراقبہ توڑ دیا ہے تم نے۔" وہ بڑے رعب سے بولا تو حمرہ نے دانت کچ

"ابھی کچھ دیر میں، میں تمہارا سر بھی توڑنے والی ہوں۔"

"میرے مؤکلوں نے ابھی چند لمحے پہلے مجھے خبر پہنچا دی تھی کہ میرا باقی کا دن بہت برا والا ہے۔ یعنی مجھ پہ کوئی ناگہانی بلا نازل ہونے والی ہے۔ ہائے، وہ کتنا سچ کہہ رہے تھے نہ مانا۔" وہ متاسفانہ انداز میں کہتا اُٹھ بیٹھا تھا۔

"تم اس قدر بے ہودہ ہو وجی! یہ مجھے آج پتہ چلا ہے۔"

"یہ آج نئی کوالٹی ڈھونڈ لی ہے تم نے۔" وہ مسکرایا تھا۔ مگر حمرہ سخت غصے میں تھی۔

"تم میری دوست کے ساتھ انٹرنیٹ پر چیٹنگ کرتے ہو؟"

"پوچھ رہی ہو یا الزام لگا رہی ہو؟" وہ مطمئن تھا۔

"پوچھ رہی ہوں۔" اس کا انداز ڈانٹنے والا تھا۔

"کس دوست کی بات کر رہی ہو؟" وجدان نے پوچھا تو وہ طنزاً بولی۔

"تم کس کس کے ساتھ چیٹنگ کر رہے ہو؟"

"کوئی بھی ہو۔ مگر تمہاری دوست ان میں کوئی نہیں ہے۔" وہ سچائی سے بولا تھا۔

"جھوٹ مت بولو وجی! مجھے ترنم نے خود بتایا ہے۔ بلکہ مجھے ہی کیا، میرے سارے گر لڑکیوں کو پتہ چل گیا ہے کہ تم ترنم سے چیٹنگ کرتے ہو۔"

"ترنم——؟" وہ جیسے یاد کرنے لگا۔ "نام تو بہت خوب صورت اور مترنم سا ہے۔ مگر یاد رہا کہ میں اسے جانتا ہوں۔"

"بہت بری بات ہے وجی! میری فرینڈز کیا سوچتی ہوں گی کہ میرا کزن اس قدر لفنگا میری ہی دوست کو لائن مار رہا ہے۔" حمرہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے غصے کا اظہار کیس کرے۔

"اچھا—— بالفرض تمہاری کوئی دوست ہے بھی تو کیا اسے شرم نہیں آتی کہ اپنی دوست کے کزن کو لائن دے رہی ہے۔" وجدان نے بحث کرنے والے انداز میں کہا۔

لمحہ بھر کے لئے وہ لاجواب ہو گئی۔ مگر پھر اس پر الزام دھرنے والے انداز میں بولی۔

"تمہی نے اسے پھنسایا ہوگا—— اُس روز بھی تم اس سے فون پر اتنی لمبی کہانیاں کہہ رہے"

"اچھا—— وہ ترنم؟" وہ لمبا سا کھینچ کر بولا۔

"یہ تو اب میں چاچو کو بتاؤں گی، تب تمہیں یاد آئے گا کہ کون سی ترنم۔" وہ پاؤں پٹختی واپس پلٹی تھی۔ وجدان ہنستے ہوئے اُٹھ کر اس کے پیچھے لپکا تو وہ راستے میں ضحیٰ کے پاس مل گئی۔

"کیا بات ہے؟ پھر سے تو جھگڑا نہیں کر رہے تم دونوں؟" ضحیٰ نے دونوں کو باری باری دیکھتے ہوئے پوچھا تو وجدان نے فوراً چٹکی سے اپنی شہ رگ کو چھوا۔

"آئی سویئر۔ میں نے کوئی لڑائی والی بات نہیں کی۔"

"ہاں—— میں ہی ہوں نا لڑاکا طیارہ۔" حمرہ چڑ کر بولی تھی۔

وجدان نے سر دُھنا۔

"واہ، واہ—— کیا چن کے اور پرفیکٹ نام رکھا ہے تم نے اپنا۔"

"اسے سمجھا دیں آپی! یہ میری دوستوں کے منہ نہ لگا کرے۔" اس کا شکایت کرنے والا انداز دان کو سر پر ہاتھ پھیرنے پر مجبور کر گیا۔

"کیا مطلب؟" بات ضحیٰ کے سر پر سے گزر گئی تھی۔

"مطلب یہ کہ اس کی دوستوں کو میری شاعری پسند آ گئی ہے۔ مگر میں اپنا کوئی تازہ کلام ان کو یں دینا چاہتا۔ اور یہی بات حمرہ کو اچھی نہیں لگی۔ ہے نا حمرہ؟" وہ دھمکانے والے انداز میں بات کو ہاں سے کہاں تک لے گیا تھا۔

"یہ کہاں کا شاعر رہ گیا ہے۔ میرے پاس اتنی ساری بکس پڑی ہیں شاعری کی، وہ لے لو۔" ضحیٰ نے کھلے دل سے آفر کی تو وہ وجدان کو گھورتے ہوئے مجبوراً واپس ہو لی۔

وجدان نے گہری سانس کھینچی تو ضحیٰ کو بغور اپنی طرف متوجہ پا کر وہیں سانس روک لی۔

"کیا بات ہے برخوردار! کن ہواؤں میں اُڑ رہے ہو؟"

"وہ تو ایسے ہی آپی! بے وقوف ہے نری۔" وہ گڑبڑایا تھا۔

"یہ شاعری واعری چھوڑو اور اپنی پڑھائی پہ دھیان دو کچھ۔" اسے نصیحت کرتی وہ چچی جان کے س چلی آئی۔

"اب آ رہی ہو جب سلائی مکمل ہو چکی۔ کہا بھی تھا کہ خود سے سوٹ دینا۔ اور کچھ نہیں تو سینا پرونا ہی آ جائے گا۔ مگر کہاں۔" انہوں نے آخری سلائی لگانے کے بعد قینچی سے دھاگا کاٹا اور قمیض جھٹک کر فالتو لگے دھاگے کاٹنے لگیں۔

"اب کون سا میرا رشتہ ڈھونڈنے کو ہلکان ہونا ہے آپ کو جو میں ان سر کھپائیوں میں پڑوں۔" وہ ابھی سوئی ہوئی اُٹھ کے آئی تھی۔ بیزاری سے بولی تو انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"بڑی اعلیٰ سوچ ہے۔ یعنی قسمت سے اتنا اچھا شوہر مل ہی گیا ہے تو کیا اب گنوار ہی اس کے پلے پڑ جاؤ گی؟"

وہ جو بڑی ریلیکس ہو کر کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، ایک دم سیدھی ہوئی۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟—— میں گنوار ہوں؟"

"گنوار بھی نہیں، جاہل کہو تو زیادہ بہتر رہے گا۔" وہ بے اعتنائی سے بولی تھیں۔

"انگلش میں ماسٹرز کر رہی تھی۔ فقط پیپرز ہی نہیں دیئے، ورنہ تو ڈگری ہولڈر ہوتی۔ اور آپ مجھے

جاہل گنوار کہہ رہی ہیں۔" ضحیٰ کو صدمہ لگا تھا۔

"جاہلیت تعلیم سے مشروط نہیں ہوتی۔ اس میں اور بھی بہت سے عوامل کارفرما ہوتے انہوں نے اطمینان سے کہا اور چیزیں سمیٹنے لگیں۔

"ہاں ـــــ ساری تعریفیں اور اخلاق تو آپ کے داماد میں آ گئے ہیں۔ میں تو اب لگوں گی آپ کو۔" وہ سلگ گئی تھی۔

"اس میں کیا شک ہے۔ ماشاء اللہ، لاکھوں میں ایک ہے معید۔ چراغ لے کر بھی نکلو ملے۔ خدا اسے اپنی امان میں رکھے۔" ان کے لب و لہجے میں معید کے لئے محبتیں برس رہی تھیں۔

"آج کل ٹیوب لائٹ کی روشنی میں ان سے لاکھ درجہ اچھے مل جاتے ہیں۔ ایسا بھی پڑا ہوا۔" ضحیٰ کو ان کا انداز "اوور" لگا تھا۔

"تم جیسی نکھٹو کے نصیب تو جاگ گئے نا۔ ورنہ میں تو دن رات پریشان رہتی تھی کہ تمہارا کیا بنے گا۔" وہ سلائی کی ہوئی قمیض اس کی گود میں پھینکتی اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

ضحیٰ کو لگا اس کے چہرے سے آگ کی لپیٹیں نکل رہی ہوں۔

"بس، آ گئیں نا اپنی آئی پر۔ مجھے پتہ تھا اب ساری عمر یہی تقابل ہوتا رہے گا۔ جس حسن فرسٹ اور ضحیٰ میر فیل آتی رہے گی۔" اسے حد درجہ غصہ آیا تھا۔

چچی جان نے بے اعتنائی سے جواب دیا۔

"تو آؤ نا تم بھی فرسٹ۔ محنت کرو بی بی! یوں دلوں پر حکومتیں نہیں کی جاتیں۔ معید ایک نہ دو، ہر شخص کا پسندیدہ ہے۔ کیوں؟ محض اپنے اخلاق و عادات کی وجہ سے۔ اور ذرا لو۔ کس قدر تنگ کرتی ہو مجھے۔ کبھی جو میری مان کے چلی ہو۔ کچن میں جھانک کر نہیں دیکھتیں پرونے کا تمہیں شوق نہیں۔ صرف شادی ہو جانا ہی کمال نہیں ہوتا بی بی! پہلے اس کے قابل پڑتا ہے۔"

"اُف ـــــ"

چچی جان تو تقریر جھاڑ کے اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ ادھر سلگنے اور تڑپنے کو ضحیٰ کی جان شدید غصے کی لہریں تھمیں تو اسے احساس ہوا کہ وہ اس طرح محض خود کو تکلیف دے رہی اور کیا خبر اتنا غصہ نروس بریک ڈاؤن ہی کا باعث بن جاتا۔ سو وہ ایسی ترکیب سوچنے لگی جو معید حسن کی فرسٹ پوزیشن ہتھیائی جا سکے۔ اور اس کے لئے اسے بہت زیادہ سوچنا نہیں پڑا ترکیب اسے سوجھی تھی وہ تھی تو اس کے لئے ناقابل قبول مگر اپنی زندگی کو معید حسن کی "اچھائی بھینٹ چڑھانے سے بچانے کے لئے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار تھی۔

●●●●●

اس نے بے چینی سے بستر پر کروٹ بدلی تو نظر بے ساختہ اپنے ساتھ خالی جگہ پر جا اٹکی۔ نائٹ بلب کی روشنی میں ایک جھماکا سا ہوا اور بہت جانے پہچانے اور دل پسند نقوش

بے تھے۔ نوفل نے بے اختیار ہاتھ بڑھایا تو پھر خود ہی اپنی بے اختیاری پر خجل سا ہو اُٹھا۔ وہ جگہ بھی خالی تھی اور یہ تخیلات اسے گزشتہ پانچ دنوں سے دکھائی دے رہے تھے۔

گزشتہ پانچ دنوں سے صبا اسٹڈی روم میں سو رہی تھی اور پانچ دنوں ہی سے نوفل ایک رات بھی ڈھنگ سے سو نہیں پایا تھا۔ اور اپنی یہ حالت نوفل کے لئے ناقابل قبول تو تھی سو تھی، بے حد حیران کن بھی تھی۔ اپنے تئیں اس نے صبا کو بہت سرد مہری سے رد کر دیا تھا مگر یہ کیسا رد کرنا تھا کہ وہ نظر سے دور ہو کر دل کے اور قریب ہو گئی تھی۔

نوفل کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی بے خوابی کی وجہ صبا کا یہاں نہ ہونا ہے۔

اس سے کوئی بھی تعلق نہ ہونے کے باوجود؟

تکیہ اونچا کرتے ہوئے وہ اُٹھ بیٹھا تھا۔ ایک نگاہ وال کلاک پر ڈالی تو گھڑی کی سوئیوں کو رات کے اڑھائی بجاتے پایا۔

ان پانچ دنوں میں نہ صرف اس کی نیند بلکہ دیگر معمولات بھی متاثر ہوئے تھے۔

آفس میں بھی جب تک وہ کام میں مصروف رہتا تب تک صحیح تھا مگر فراغت پاتے ہی ذہن اپنی خانگی زندگی کی بے ترتیبی میں اُلجھنے لگتا تو دل و ذہن متضاد سمتوں میں اُڑانے بھرنے لگتے۔ ذہن میں تو بے جا انا کا ڈیرہ تھا مگر دل ہمیشہ صبا میر کی طرف کھنچتا تھا اور وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ آخر میں اس کا فیصلہ کیا ہوا گا۔

رات بے خوابی ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ صبح وقت پر جاگ نہیں پایا۔ وہ ابھی بھی گہری نیند میں تھا جب اسے جھنجھوڑے جانے کا احساس ہوا۔ ساتھ ہی ذہن سے ٹکراتی صبا کی آواز۔ اس کی ذرا سی محنت کے بعد نوفل کی آنکھ کھل ہی گئی تھی۔

"اُٹھ جائیں ـــــ آفس کا ٹائم نکل گیا ہے اور آپ کا موبائل بھی بج رہا ہے کب سے۔"

نوفل کا ذہن خوابیدہ تھا۔

شاید یہ بھی تخیل ہے۔ ایک حسین تخیل۔

اس نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ چھونا چاہا تھا۔

صبا اسے جگانے کو جھکی کی جھکی رہ گئی تھی۔

نیند بھری آنکھوں سے اسے دیکھتا وہ اپنے ہاتھوں سے اس کا چہرہ چھو رہا تھا۔ جانے کس خواب کا یقین کرنا چاہ رہا تھا؟ پھر جیسے وہ کرنٹ کھا کر سیدھی ہوئی تھی۔ پیشانی سے تپش سی پھوٹ پڑی۔ وہ تیز قدموں سے چلتی کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

تب نوفل کو بھی اپنی بے اختیاری پر ایک جھٹکا سا لگا۔ ساری نیند ہوا ہو گئی۔ خود کو لعنت ملامت کرتا وہ اُٹھ بیٹھا تھا۔

جانے وہ کتنی دیر خود سے اُلجھتا رہتا کہ ژالے کی کال نے اس کا دھیان بٹا دیا۔

"کہاں ہو یار تم؟ اتنی مرتبہ فون کر چکا ہوں۔ ملتی ہی نہیں ہو۔"

"یہیں ہوں، اسی دنیا میں۔ فی الحال تم بتاؤ کہ میری کال، کیوں ریسیو نہیں کر رہے تھے" ژالے نے استفسار کیا تھا۔

"سو رہا تھا ــــــ ابھی جاگا ہوں۔ خیریت؟"

"ہاں ــــــ خیریت ہی ہے۔ تم لگاؤ نا چکر میرے آفس کا۔" نوفل کو لگا وہ کچھ کہتے کہتے رُک گئی تھی۔

"اگر خیریت ہے تو پھر میں کیوں چکر لگاؤں۔ اب جبکہ میرا پراجیکٹ بھی ختم ہو چکا ہے۔" نوفل نے بات کی تہہ میں پہنچنے کی خاطر بے اعتنائی سے کہا تو وہ طنزیہ انداز میں بولی۔

"اور کچھ نہیں تو اپنی پے منٹ وصول کرنے ہی آ جاؤ۔"

"ہاں ــــــ یہ ہو سکتا ہے۔ تم چیک بنوا کے رکھو۔ میں آج چکر لگاتا ہوں۔" وہ اطمینان سے بولا تو ژالے نے دانت پیستے ہوئے لائن ڈس کنکٹ کر دی۔

وہ تیار ہو کر نیچے آیا تو صبا نوری سے لاؤنج کی صفائی کروا رہی تھی۔ وہ صالحہ بیگم کے کمرے میں گھس گیا۔ ان سے مل کے آفس کے لئے نکلا تو وہ ابھی بھی مصروف تھی۔

"ناشتہ کریں گے؟" وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر پچھلے پانچ دنوں سے ناشتے اور کھانے کے متعلق ضرور پوچھتی تھی۔

"نہیں۔" اس نے بھی حسب سابق جواب دیا تھا اور کوریڈور کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

آفس میں ایک آدھ ضروری کام نمٹا کر وہ ژالے کی طرف آیا تو وہ فرصت میں بیٹھی تھی۔ بہت پُر جوش انداز میں ملی۔ مگر اس کی اُداسی نوفل کو اچھی طرح محسوس ہو گئی تھی۔

"خیریت تو ہے نا ژالے؟" اس نے متفکر انداز میں پوچھا تو وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"ایک بات پوچھوں؟ ــــــ سچ بتاؤ گے؟"

"آف کورس ژالے! پوچھو۔" وہ فی الفور بولا تھا۔

ایک پل کے توقف کے بعد وہ بولی۔

"کیا شموئیل کہیں کمیٹڈ ہے؟"

"جہاں تک میری معلومات ہیں، ان کے مطابق تو اس سوال کا جواب نفی میں ہے۔" وہ حیران ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"تم نے اس سے پوچھا نہیں؟" ژالے نے کہا تو وہ صاف گوئی سے بولا۔

"سچی بات تو یہ ہے کہ اس طرف دھیان ہی نہیں گیا۔ مگر اس نے مجھے اپنی زندگی کی جو کہانی سنائی تھی، اس کے مطابق تو وہ گھر بدر ہونے کے بعد سے یہاں کسی فلیٹ میں تنہا ہی رہ رہا ہے۔"

"اوہ یس!" ژالے کا دھیان ابھی اس نقطے کی طرف گیا تھا۔ اس کی پریشانی دور ہونے لگی۔

"بات کیا ہے ژالے؟" نوفل کو ابھی بھی معاملے کی سمجھ نہیں آئی تھی۔

جواباً ژالے نے شموئیل سے ملاقات اور لنچ کے دوران ہونے والی بات چیت بتا دی۔ مگر نوفل

نے کسی بھی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔

"وہ شروع دن سے تم سے گھبراتا ہے۔ اور کچھ نہیں۔"

"نہیں نوفل! وہ گھبراتا اور تھا۔ اب وہ مجھ سے کترا رہا ہے۔ پتہ نہیں کیوں۔" وہ مایوس ہو کر بولی تو نوفل نے اس کے وہم کو دور کرنا چاہا۔

"یہ محض تمہارا خیال ہے۔"

"نہیں ــــــ کچھ تو بات ہے۔ میں سمجھ نہیں پائی۔ مگر وہ مجھ سے روڈ ہونے کی کوشش کر رہا تھا مگر ہو نہیں پایا۔"

"اگر تم کہو تو میں بات کروں اس سے؟" نوفل نے پوچھا تھا۔

"اُف، نوفل! میں کل رات ہی سے سوچ رہی ہوں۔ اور مجھے اتنا ڈر لگ رہا ہے کہ حد نہیں۔ اگر اس نے مجھے رد کر دیا تو؟" وہ واقعی پریشان تھی۔

"شٹ اپ۔" نوفل اسے ٹوک گیا تھا۔

"تصویر کے دونوں رخ دیکھنے چاہئیں نا۔ اگر اس نے مجھے ریجیکٹ کر دیا تو میں جو اس کے لئے اتنا لمبا سفر کر چکی ہوں، یادوں کا، خوابوں کا۔ اس کا کیا ہو گا نوفل؟" وہ جو اپنے کام کے دوران سب کی میڈم بنی پھرتی تھی، اس وقت نم پلکیں لئے بہت خوف زدہ سی پوچھ رہی تھی۔

محبت کا ایک اور روپ نوفل احمد پر کھلنے لگا۔

"کچھ نہیں ہو گا سلی گرل! وہ بے وقوف ویسے ہی تم سے گھبراتا ہے۔ اور کچھ نہیں۔ میں خود بات کروں گا اس سے۔ بلکہ اب تم دونوں کو شادی کر لینی چاہئے۔" وہ بہت خوش دلی سے اسے بہلا رہا تھا۔ ژالے کی رنگت کی سرخی پلٹنے لگی۔

"تمہارا کیا خیال ہے، میں ایسے ہی اس سے شادی کر لوں گی؟"

"تو کیا دودھ کی نہر نکلواؤ گی اس سے؟" نوفل ہنسا تھا۔

"ایک لمبا چوڑا افیئر چلاؤں گی۔ اس کے بعد شادی کروں گی۔" وہ اپنے ارادے بتا رہی تھی۔

"اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک آدھ اخبار میں ہمارا اسکینڈل بھی شائع ہو جائے۔"

"پھر یہ بھی دعا کرنا کہ وہ اخبار شموئیل خان کے والد صاحب نہ پڑھتے ہوں۔ کیونکہ پھر اس اخبار کے ساتھ ساتھ ان کے گھر میں تمہارا داخلہ بھی ممنوع قرار پا جائے گا۔" نوفل نے اسے مشورہ دیا تو وہ ہنستی ہی چلی گئی۔

●●●●●

رائمہ کی شادی کا کارڈ آیا تو وہ مسٹر اینڈ مسز معید حسن کے نام پر تھا۔

اس بدتمیزی پر صنحیٰ بل کھا کر رہ گئی۔ مگر پھر خیال آیا کہ رائمہ بے چاری کو ان کے بیچ کے معاملات کی کیا خبر۔ مزید سوچا تو ایک نئی راہ کا سراغ ہاتھ لگ گیا۔

اس نے خاموشی سے وہ کارڈ چچی جان کے ہاتھ پر لا رکھا۔

وہ اس کا اور معید کا نام دیکھ کر خوش ہوئی تھیں۔

"آپا سے پوچھتی ہوں۔"

وہ فوراً تائی جان کے پاس پہنچیں۔ اور وہ تو چاہتی ہی تھیں کہ کسی بھی طور یہ "ذہنی مطابقت" کا امتحان ٹلے۔ فوراً بولیں۔

"کیوں نہیں، دونوں جائیں گے۔ آنے دو معید کو۔ میں خود بات کرتی ہوں۔ ضحیٰ سے کہو کرے دوست کی شادی میں شرکت کی۔" تائی جان نے کھلے دل سے اجازت دی تو ضحیٰ نے جھاڑے۔

'اب دکھائی دے گی اصلیت سب کو معید حسن کی۔'

اس نے کب ضحیٰ کو کسی نائٹ فنکشن میں شرکت کی اجازت دی تھی جواب دیتا۔ اور ذہنی مطابقت نہ ہونے کی جتنی "مثالیں" گھر والوں کے سامنے آتیں، اتنا ہی ضحیٰ کے حق میں اچھا ہوتا۔ سو وہ مطمئن سی نگین کی مدد سے رائمہ کی شادی میں پہننے کے لئے ڈریسز سلیکٹ کرنے لگی۔

"بارات میں اپنے نکاح والا جوڑا پہن لو۔ بجلیاں گراؤ گی معید بھائی کے دل پر۔" نگین مشورہ دیتے ہوئے چھیڑ رہی تھی۔

"لاحول ولاقوۃ۔"

اسے معید پر بجلیاں گرانے والے جملے کو سن کر ہی کرنٹ لگا تھا۔

"میری نہیں، بلکہ رائمہ کی شادی ہے۔ بہت ہیوی ڈریسز نہیں پہنوں گی میں۔"

"چہ ـــــ یہی تو موقع ہے یار! معید بھائی کے دل میں گھر کرنے کا۔" نگین نے کہا تو وہ ہوگئی۔

"اب بار بار "معید بھائی" کہہ کر دل تو نہ خراب کریں۔ کیا خاک اچھا سوچوں میں؟"

اس کی بات پر نگین کو زوروں کی ہنسی آئی تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ موصوف "دلبر" کے عہدے پر فائز ہو گئے ہیں۔"

"میرے خیال میں دو دن سے انس بھائی کا فون نہیں آیا، اس لئے آپ کا کوٹہ میری طرف رہا ہے۔" وہ سلیکٹ کئے ہوئے کپڑے ایک طرف ڈال کر باقی کپڑوں کو پھر سے وارڈروب رکھنے لگی۔

"ہائے ظالم! کیا یاد کرا دیا۔" نگین نے آہ بھری تھی۔

"ابھی ایک ہفتہ ہی ہوا ہے۔ مگر لگ رہا ہے جیسے مہینوں گزر گئے ہیں انہیں گئے۔"

"روز تو فون آیا ہوتا ہے۔ پتہ نہیں کس ٹیلی فون بوتھ میں سکہ ڈالتے ہیں جو ختم ہی نہیں ہوتا" ضحیٰ نے طنز کیا تو وہ اس کے بستر پر لیٹتے ہوئے اطمینان سے بولی۔

"اب یہ تم خالصتاً نندوں والے جلاپے پر اتر آئی ہو۔ اور کوئی بات نہیں۔"

ضحیٰ کو اس کی بات پر ہنسی آ گئی۔

"یہ اچھی رہی۔ حق کی بات تو ہضم نہیں ہوئی۔"

نگین بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگی۔

●●●●●

وہ کتنی ہی دیر سے چچی جان کا سر کھا رہی تھی۔ بالآخر وہ زچ ہو گئیں۔

"تمہارا تو دماغ خراب ہے ضوئی! نہ میں کہتی ہوں تمہاری بات کا کوئی سر پیر بھی ہے یا نہیں؟"

"سر پیر نہیں بلکہ پورا سراپا ہے۔ آپ دیکھ لیجئے گا، آپ کے چہیتے داماد نے اگر میرے شادی میں شرکت پر اعتراض کیا تو مجھ سے برا اور کوئی نہیں ہو گا۔"

"بے وقوف! پہلے اس سے بات کر کے تو دیکھو۔" چچی جان چڑ ہی تو گئیں اس کی راگنی سے۔

"مجھے پتہ ہے نا، پوچھے بغیر ہی مجھے پتہ ہے کہ وہ مجھے کبھی بھی رائمہ کی شادی میں شرکت کی اجازت نہیں دیں گے۔ اور وجہ یہی ہو گی کہ نائٹ فنکشنز ہیں۔" وہ بڑے اطمینان سے کہتی انہیں غصہ دلا گئی۔

"تم کیا افلاطون کی اولاد ہو؟ بیٹھے بٹھائے ساری جمع تفریق نکال لی۔"

"آزمائے تو بندہ اسے جس سے ناواقف ہو۔ ہزار بار آزمائے ہوئے کو کیا آزمانا؟" ضحیٰ نے برانہ انداز میں کہتے ہوئے شانے جھٹکے تھے۔

"سر میں درد کر دیا ہے تمہاری بے کار کی بحث نے۔ جاؤ، جا کے آپا سے پتہ کرو۔ انہوں نے معید سے پوچھ لیا ہو گا تمہارے شادی میں جانے کا۔" انہوں نے اسے وہاں سے ٹہلانا چاہا تھا۔

"آپ کی تسلی کے لئے پوچھ لیتی ہوں۔ ورنہ "جمع تفریق" وہی ہے جو میں نکال چکی ہوں۔" وہ انہیں پہلے ہی متنبہ کر رہی تھی۔

چچی جان نے اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھا تو وہ اُٹھتے اُٹھتے بھی باز نہیں آئی۔

"مگر آپ اتنا ضرور یاد رکھ لیں کہ اگر انہوں نے مجھے خواہ مخواہ کی پابندیوں میں رکھنے کی کوشش کی تو میں احتجاج ضرور کروں گی۔" وہ کہتی ہوئی چلی گئی تھی۔

"خدا تمہیں سمجھے ضحیٰ!" چچی جان گہری سانس لے کر رہ گئی تھیں۔

"اے لو ـــــ میری یادداشت۔" تائی جان نے پیشانی پر ہاتھ مارا تو ضحیٰ امید بھری نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"مجھے شک تو تھا کہ "اُدھر" سے انکار ہی ہو گا تائی جان! اسی لئے میں ان سے پوچھنے کے حق میں نہیں تھی۔" اس نے فرمانبرداری کی انتہا کر دی تھی۔

"ارے بچی! وہ تو میں کہہ رہی ہوں کہ معید سے بات کرنے کا دھیان نہیں رہا مجھے۔" تائی جان نے اس کی الٹی سوچوں کو لگام ڈالی تھی۔

"تو پھر کل تو رائمہ کی مہندی ہے۔" اس نے معصومیت سے پوچھا تو وہ مسکرا دیں۔

"تو تمہارا کون سا اس سے پردہ ہے؟ بلکہ تمہیں تو اب خود اس سے پوچھنا چاہئے۔"

"میں ——؟" وہ جیسے ہچکچائی تھی۔

"ہاں، کیوں نہیں۔" تائی جان کو اسے سمجھانے کا موقع مل گیا تھا۔ "ابھی سے اگر ا طرح باہمی مشاورت سے چلو گے تو آئندہ زندگی کے لئے آسانی پیدا ہوگی۔"

"جی ——"

دل ہی دل میں دانت پیستے ہوئے اس نے فرمانبرداری سے سر جھکا لیا تو تائی جان کو ا آ گیا۔

پچھلے کچھ دنوں سے وہ ضحیٰ کی طبیعت میں کافی ٹھہراؤ محسوس کر رہی تھیں۔ خصوصاً معید کے

"ابھی جاؤ، معید اپنے کمرے میں ہی ہوگا۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو وہ خجل سی ہوگئی ہی ان کے کمرے سے نکل آئی۔

راستے میں اسے نگین نے پکڑا تھا۔

"سواری کدھر جا رہی ہے؟"

"کیوں جی —— سواری پر پابندی ہے کیا؟"

"چیک پوسٹ پر رکنے کی پابندی تو بہر حال ہے۔" نگین نے اس کے انداز پر لطف لیا

"اوہو، ایسی چیک پوسٹیں اپنے شوہروں پر لگائیں۔ ایک تو یہ شادی شدہ خواتین بھی نا بس" اس نے نگین کو چڑانے کی خاطر جان بوجھ کر سر جھٹکا تو وہ حیران ہونے لگی۔

"ہائے! یہ آج سورج کس رخ سے نکلا تھا؟"

"ضحیٰ میر کے کمرے سے۔" وہ اطمینان سے کہتی معید کے کمرے کی طرف بڑھی تو نگی میں غرق ہونے لگی۔

"خیر تو ہے ضوئی؟ کہیں تایا جان کے کمرے کا ایڈریس تو نہیں بھول گئیں؟"

"نہیں جی —— ہمیں شہر کے کوتوال صاحب ہی سے ملنا ہے۔" وہ بڑے اطمینان معید کے کمرے تک جا پہنچی تھی۔ جبکہ نگین ابھی بھی بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ مسکرا دی۔

"بیسٹ آف لک۔"

"تھینکس۔" وہ بہ دقت مسکراتی کڑوے حلق کے ساتھ حسب عادت دستک دیئے بغیر کھولتی اندر داخل ہوئی تو کمرہ خالی تھا۔ یعنی معید واش روم میں تھا۔ اس نے اندازہ لگایا۔

'تو ہوا کریں۔'

وہ خود کو بہت بے پرواہ اور مضبوط ظاہر کرتی کمرے میں ٹہلنے لگی۔ چلتے چلتے اس کی رائٹ کی طرف گئی۔ اس کی فائلوں اور کتابوں کی ترتیب خواہ مخواہ بگاڑی اور آخر میں انگشت شہاد دھکیل کر اس کی تصویر گرائی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

وہ اچھل کر پلٹی تھی۔ اس قدر اچانک آواز نے اس کی دھڑکن تھما سی دی تھی۔ ہاتھ پاؤں سنسنا اٹھے۔

"یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا؟ لے کے جان نکال دی۔" ضحیٰ کو غصہ آنے لگا۔

معید کی آنکھوں میں حیرت چمکی۔

"ویری ویل! پہلے تو تم یہ بتاؤ کہ یہ کیا طریقہ ہے کسی کے کمرے میں آنے اور دہشت گردی پھیلانے کا؟" وہ اپنی رائٹنگ ٹیبل کی دگرگوں حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"میں کسی بھی کام کے لئے کسی کی اجازت کی پابند نہیں ہوں۔" وہ بڑے اطمینان سے بولی تو معید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے مزید کہا۔

"یا پھر تم اس کمرے پر اپنا اس قدر حق سمجھنے لگی ہو کہ تمہیں دروازہ کھٹکھٹا کر آنا بھول گیا ہے اور اس رائٹنگ ٹیبل کو تم اپنی ملکیت سمجھنے لگی ہو۔"

'یا خدا!' ضحیٰ حیرت سے کھلی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ 'اس شخص کی زبان جل کیوں نہیں جاتی اس قدر فضول باتیں کرتے ہوئے۔'

"میں صحیح کہہ رہا ہوں نا؟" وہ بہت مضبوط قدموں سے اس کے مقابل کھڑا تھا۔

"دماغ تو صحیح ہے آپ کا؟" ضحیٰ کا دماغ کھولنے لگا۔ یعنی وہ اس مختصر سی 'تباہی' سے کیا عظیم الشان اندازے لگا بیٹھا تھا۔

"تمہاری حرکتوں سے مجھے جو محسوس ہوا وہ بتا دیا میں نے۔" وہ اب بھی اتنا ہی مطمئن تھا۔

"آپ اپنی وکالت کی صلاحیتیں مجھ پر آزمانے کی کوشش مت کریں۔ اور نہ ہی میں آپ کو اپنے متعلق ایسے فضول اندازے لگانے کی اجازت دے رہی ہوں۔" وہ تپی ہوئی تھی۔ جواباً معید نے شانے اچکائے۔

"میں بھی کہاں کسی کام کے لئے کسی کی اجازت کا پابند ہوں۔"

'بھاڑ میں جاؤ تم۔' یہ فقرہ ضحیٰ دل ہی میں کہہ پائی تھی۔

"مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔" وہ سیدھے سبھاؤ اپنے مقصد کی طرف آئی تو معید کو حیرت ہوئی۔ ایسا بھلا کیا ہو سکتا تھا جس کے لئے وہ اس سے پوچھنے آئی تھی۔

"بصد شوق! تم کسی بھی مسئلے کے متعلق ڈسکشن کر سکتی ہو مجھ سے۔" نرمی سے کہا تو وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

"مجھے کون سی آپ کی عدالتی خدمات حاصل کرنی ہیں۔"

"تو؟" وہ استفہامیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تو یہ کہ رائمہ کی شادی ہے۔"

"رائمہ کون؟"

"میری دوست ہے۔"

"تو ___؟"

"تو یہ کہ مجھے اس کی شادی میں شرکت کرنا ہے۔"

"تو ___؟"

"تو یہ کہ کل اس کی مہندی کا فنکشن ہے۔"

"تو ___؟"

وہ پھر سے سوالیہ انداز میں بولا تو ضحیٰ کی پیشانی تپ اٹھی۔ اسے یوں لگا کہ جیسے معید حسن مضحکہ اُڑا رہا ہو۔

"تو پھر یہ کہ مجھے کل رات اس فنکشن میں شریک ہونا ہے۔ اور یہ کہ گھر والوں کے خیال مجھے آپ سے اجازت لینی چاہئے۔ اور یہ کہ آپ نے آج تک مجھے کبھی بھی نائٹ فنکشنز میں کی اجازت نہیں دی۔ مگر یہ بات آپ لکھ کر رکھ لیں کہ میں اپنی مرضی کی مالک ہوں۔ آپ بے جا پابندیاں نہیں لگا سکتے۔ میں رائمہ کی شادی میں ضرور شریک ہوں گی۔"

وہ طنزیہ انداز میں بولتی چلی گئی تھی۔ رکی تو رنگت تمتما سی اٹھی۔

"اگر تم اپنی مرضی کی مالک ہو تو مجھ سے کیا پوچھنے آئی ہو؟" وہ سادگی سے گویا ہوا تھا۔

لمحہ بھر کے لئے ضحیٰ خالی ذہن رہ گئی۔

"میں صرف آپ کو انفارم کرنے آئی ہوں۔ تاکہ بعد میں آپ کو اعتراض نہ ہو۔" جو جملہ میں آیا وہی زبان سے ادا کر کے وہ بعد میں خود پچھتائی تھی۔

"میرے اعتراض کی پرواہ کرنے کا شکریہ۔"

"مجھے آپ کے اعتراض کی کوئی پرواہ نہیں۔ یہ تو میں امی اور تائی جان کا دل رکھنے کے لئے آئی ہوں۔ ورنہ میرا کیا دماغ خراب ہے کہ میں اپنی زندگی کو آپ کے تسلط میں دے دوں۔" نخوت بھرے انداز میں بولی تھی۔

"اور اگر میرا جواب وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا ہے تو؟" معید نے اس کے باغی تاثرات پر دوڑاتے ہوئے رسانیت بھرے لہجے میں پوچھا تو وہ تنتنا کر بولی۔

"تو اب کی بار میں خاموش نہیں بیٹھوں گی۔ بلکہ حشر مچا دوں گی۔"

"تو پھر جا کر حشر مچا دو۔ مگر جو قیامت یہاں مچائی ہے، اسے ٹھیک کر کے جاؤ۔" وہ یکلخت سنجیدہ ہوا تھا، اپنی رائٹنگ ٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو وہ سبکی محسوس کرنے لگی۔

"یہ کام باجی پیاری بہت اچھے طریقے سے کر سکتی ہے۔" اطمینان سے کہتے ہوئے اس نے جانے کو پر تولے تھے۔

"کاموں کو سنوارنا بھی سیکھ لو ضحیٰ میر! یہ ہنر بھی زندگی میں بہت کام آتا ہے۔"

اس نے اپنے پیچھے معید کی ٹھہری ہوئی آواز سنی ضرور مگر رکی نہیں تھی۔

●●●●●

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا یار! تم دونوں کا؟ ___ میں نے کب ژالے آفریدی سے محبت کا ...ی کیا تھا؟" شموئیل خان بدک اُٹھا تھا۔

اس کے انداز پر نوفل کو ہنسی آئی۔

"یار! تم سے زیادہ بولڈ تو یہاں کی لڑکیاں ہیں۔ گھبرا کیوں رہے ہو؟"

"گھبرانے ہی کی تو بات ہے۔ میں نے کبھی ایسی فضولیات نہیں پالیں۔ اور تم یہ بات اچھی طرح ...تے ہو۔" وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

نوفل نے اسے پچکارا۔

"تم نہ سہی مگر وہ تم سے محبت کرتی ہے۔"

"اس کی کیا بات ہے یار! وہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔" شموئیل کترایا تھا۔

"لوگ اس کی ایک نظرِ کرم کے لئے ترستے ہیں اور تمہیں اس کا کوئی احساس ہی نہیں۔" نوفل کو ...پر عجیب سا احساس ہوا تھا۔

"تو وہ ان پر اپنی نظرِ کرم کیوں نہیں ڈالتی؟" شموئیل کا جان چھڑانے والا انداز بدستور تھا۔

نوفل نے بغور اسے دیکھا۔

"کیا بات ہے خان! آر یو سیریس؟"

"تو میں کیا اتنے سالوں سے جھک مار رہا ہوں؟ میں نے کبھی بھی اس سے محبت نہیں کی۔ وہی ...لٹے سیدھے چکروں میں پڑی ہو تو الگ بات ہے۔" وہ اطمینان سے کافی کے مگ میں چمچ ہلاتے ...ئے کہہ رہا تھا۔

نوفل کا اطمینان رخصت ہونے لگا۔ وہ بے اختیار میز پر آگے کو جھک آیا۔

"اٹس ناٹ فیئر یار! وہ سالوں سے پھر رہی ہے تیرے پیچھے۔"

"تو میں نے کب کہا اُسے۔"

"پیار کہنے یا کہلوانے سے تھوڑی ہی ہوتا ہے۔ اور پھر وہ تم سے پیار کرتی ہے۔ اصل حقیقت تو ...ی بات کی ہے۔ تم اب اس راہ پر چل پڑو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔" نوفل نے اسے بہلایا۔

"میرا دماغ ابھی ٹھیک ہے، اس لئے میں اپنا اچھا برا خوب سمجھتا ہوں۔" وہ اپنی موجودہ حالت پر قانع تھا۔

"مگر وہ تمہاری زندگی میں سب سے خوب صورت چیز ہے۔"

"خدا کے لئے نوفل! اب بند کرو اس کی وکالت۔ رہی کافی تو اس کا بل میں پے کر دوں گا۔" ...جیسے اُکتا سا گیا تھا۔

اسے کافی کے بہانے ہوٹل میں بلوا کر اب نوفل مسلسل اس کے سامنے ژالے آفریدی کا پروپوزل رکھے ہوئے تھا جس کا شموئیل خان کے پاس ایک ہی جواب تھا اور وہ تھا۔ "ناں۔"

نوفل کو احساس ہونے لگا کہ شموئیل اپنی بات سے ایک آدھ انچ بھی اِدھر اُدھر ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔

"کیا بات ہے شموئیل! کیوں بھاگ رہے ہو ژالے آفریدی سے؟" نوفل سنجیدہ ہو گیا۔
"میں نہیں بھاگتا یارا! وہ بھگا رہی ہے مجھے۔ جب چاہے منہ اُٹھا کر میرا محاسبہ کرنے آ جاتی ہے۔ میرا اسٹاف بھی مجھے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا ہے اب۔"
"وہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ تم اس سے کیوں بھاگتے ہو؟ محبت کرتی ہے وہ تم سے۔"
"تو یہ اس کا دردِ سر ہے، نہ کہ میرا۔"
"ایسی بات مت کرو خان! برسوں تلاش کیا ہے اس نے تمہیں۔" نوفل کو شموئیل سے اس سنگ دلی کی توقع ہرگز نہیں تھی۔ اور خاص طور پر نوفل کے سامنے تو وہ دوسری بات منہ سے نکالے بغیر حکم بجا لایا کرتا تھا۔
تو پھر ان گزرے چند سالوں میں کیا ہو گیا تھا کہ جس نے شموئیل خان کو سنگ دلی کی اس حد تک پہنچا دیا کہ وہ ژالے آفریدی جیسی قتالہ عالم پر التفات کی ایک نگاہ بھی ڈالنے کو تیار نہ تھا باوجود نوفل احمد کے سمجھانے کے۔
"دیکھو نوفل یارا! میں واقعی نہیں چاہتا کہ وہ خواہ مخواہ میرے پیچھے اپنی زندگی برباد کرے۔ اپنا ایک سیٹ اپ ہے۔ اپنی لائف ہے۔ وہ اپنے طریقے سے گزارے۔ اس کی زندگی میں مجھ جیسے جاہل، گنوار شخص کی کوئی جگہ نہیں۔ یقین کرو اور اسے بھی عقل دو۔ وہ صرف اپنا وقت برباد کر رہی ہے، اور کچھ نہیں۔ اسے کہو کہ شادی کر لے۔"
شموئیل نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ نوفل تحیر کے مارے اس کی صورت دیکھنے لگا۔
"مجھے اس سے محبت نہیں ہے۔" شموئیل نے اپنی سنہری آنکھیں کافی کے مگ پر جما لی تھیں۔ اب کی باران سنہری آنکھوں میں اترتی خفیف سی سرخی نوفل احمد سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔
"تم کسے بتا رہے ہو؟ —— مجھے یا خود کو؟" نوفل طنزاً بولا تھا۔ "ایک بار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر محبت سے منکر جاؤ، انکار کر دو تو شاید اس کی بھی تسلی ہو جائے گی۔ مگر فی الحال تو میں بھی یہ یقین نہیں کر سکتا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جس پر ژالے آفریدی نظر کرے، اس کی دیوار نہ ٹوٹے۔"
"مجھے کیا ضرورت پڑی ہے ان فضولیات میں پڑنے کی۔ تمہیں تو بنا رکھا ہے نمائندہ اس نے۔"
وہ اب بھی نوفل سے نگاہ نہیں ملا پا رہا تھا۔ اور یہی بات نوفل کو چبھ رہی تھی۔
"کیا بات ہے شموئیل! مجھ سے بھی چھپاؤ گے؟" نوفل نے بے حد یقین سے پوچھا تو وہ عجیب سے انداز میں ہنس کر اسے دیکھنے لگا۔
"کن چکروں میں پڑے ہو نوفل یار! یہ میری منزل نہیں ہے۔"
"تم اس راستے پر قدم تو ڈالو۔ منزل تمہارے سامنے ہو گی ان شاء اللہ۔"
"مگر میں یہ سب چکر افورڈ نہیں کر سکتا۔" شموئیل کے قطعی انداز پر نوفل ٹھٹکا تھا۔
"چکر چلانے کا کون کہہ رہا ہے؟ —— سیدھے سبھاؤ اس سے شادی کر لو۔ لوگ تو

خواب دیکھتے ہیں۔ اور تم ہو کہ پیٹھے پر ہاتھ دھرنے نہیں دے رہے۔"
"یارا! بس کرو اب۔ میں خواہ مخواہ شرمندہ ہوا جا رہا ہوں۔ میں اسے یوں بار بار ڈسکس کر کے ہرٹ نہیں کرنا چاہتا۔ وہ بہت اچھی ہے۔ مگر ہر اچھی چیز آپ اپنا نہیں سکتے۔ اور نہ ہی ہر اچھی چیز آپ کے لئے ہوتی ہے۔" شموئیل خان جیسے بے بس ہو گیا تھا۔
"لیکن ژالے کو تم اپنے ہاتھوں سے کھو رہے ہو۔" نوفل نے برجستہ کہا تھا۔
"نوفل! کیا ہم کچھ اور بات نہیں کر سکتے؟"
"ہاں، کیوں نہیں۔" نوفل نے اس کی التجا کے جواب میں بنا توقف کہا تھا۔ "اب تم ذرا اس انکار کا بیک گراؤنڈ بتاؤ مجھے۔"
وہ خاموش نظروں سے نوفل کو دیکھنے لگا، پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔
"کیا میرا انکار کر دینا کافی نہیں ہے؟"
"وہ تو تم کر چکے ہو —— اب سمجھو ژالے اس معاملے سے نکل گئی۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ اس قطعی انکار کے پیچھے کیا وجہ ہے؟" نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا تھا۔
"میں شروع ہی سے یہی ارادہ رکھتا تھا۔" شموئیل نے صفائی پیش کرنے والے انداز میں کہنا چاہا مگر نوفل اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔
"مجھے بہلاؤ مت شموئیل! تم نے زبان سے کبھی ژالے کی محبت کا اقرار چاہے نہ کیا ہو مگر ہم سبھی کو یقین تھا کہ تم بھی ژالے کو ناپسند نہیں کرتے۔"
"کسی کو ناپسند کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔"
"وہ کسی اور کوئی نہیں شموئیل خان! وہ ژالے آفریدی ہے جس نے تم سے سچی محبت کی ہے۔ برسوں سے جو تمہارے نام پر بیٹھی ہے۔ اور اب سات سمندر پار کر کے تمہارے پیچھے چلی آئی ہے۔" نوفل نے تلخی سے کہتے ہوئے گویا اسے باور کرایا تھا۔
اور یہ نوفل کا لب و لہجہ اور انداز و الفاظ ہی تھے جن کی تاب نہ لاتے ہوئے شموئیل خان پھٹ پڑا۔
"تم جو کہہ رہے ہو، میں اس کی سچائی سے منکر نہیں۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ میں شادی کر چکا ہوں۔ میں ژالے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا۔"
نوفل کو لگا اس کی سماعتوں میں کسی نے سیسہ انڈیل دیا ہو۔

●●●●●

باریک گوٹے سے سجے سبز اور پیلے سوٹ میں ملبوس دونوں کلائیوں میں بھر بھر چوڑیاں پہنے وہ معمول سے ہٹ کے بہت دل لگا کر رائمہ کی مہندی میں شمولیت کی غرض سے تیار ہوئی تھی۔
اس کا موڈ اس قدر خوش گوار تھا کہ نگین باقاعدہ اس پر فقرے کستی جا رہی تھی۔
"یہ پیاہ میں جانے کی تیاری ہے یا پیا سنگ جانے کا اہتمام ہو رہا ہے؟"

"جو بھی سمجھ لیں۔ میں نے اب بحث کرنا چھوڑ دی ہے۔" وہ کان میں بالی پہنتے ہوئے
سے بولی تو نگین آنکھیں پھاڑ کے رہ گئی۔

"واللہ! یہ تم ہو ضحیٰ؟ ـــــ ایسی چھیڑ چھاڑ کرنے پر تو تم اینٹ اٹھا لیا کرتی تھیں۔"

"بخش دیا آپ کو۔ کیا یاد کریں گی آپ۔" وہ مسکراہٹ دباتی پلٹی تو سب کچھ بھول کر
ساختہ اس کی تعریف کئے بنا نہیں رہ سکی۔

"آپ ہی نے کبھی غور نہیں کیا۔ وگرنہ مابدولت کا رنگ و روپ تو ہمیشہ سے ایسا ہی
اِترائی تھی۔

"اچھا ـــــ" نگین نے معنی خیز انداز میں کہا۔ "میں سمجھی شاید معید بھائی سے اگلی
ملاقات کا شاخسانہ ہے۔"

"میں اس پر بھی آپ کو کچھ نہیں کہوں گی۔ مجھے آپ کے دماغی خلل کا اچھی طرح انداز
ضحیٰ کے اطمینان میں اب بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"او کے ـــــ او کے ـــــ بیسٹ آف لک۔ دیر سے ہی سہی مگر عقل آ ہی گئی جنابہ کو
نے اسے چھیڑا تھا۔

اسی وقت حمرہ نے آکر اسے انس کے فون کا مژدہ سنایا تو وہ تیزی سے اُٹھی۔

"آرام سے ـــــ کیا جلدی ہے؟ وہ مایوس ہو کر فون بند کرنے والوں میں سے نہیں
جرمنی ہی سے کیوں نہ کر رہے ہوں۔"

ضحیٰ نے اسے چھیڑا تو وہ ہنستی ہوئی اس کے کمرے سے نکل آئی۔

"السلام علیکم!" بے ترتیبی سے دھڑکتے دل کے ساتھ وہ بولی تو سانس پھول رہی تھی۔

"وعلیکم السلام! ـــــ کیا حال چال ہے بے وفا لوگو!" انس کی زندگی سے بھرپور آواز
فریش کر گئی۔

"چھوڑ کے آپ بھاگے ہیں اور بے وفائی کا الزام مجھ پر؟"

"ایسے ہی تو کوئی چھوڑ کے نہیں بھاگا کرتا نا۔ ذرا اپنی کج ادائیوں پر غور کرو۔ اتنے محبت
والے شوہر کو بھگا دیا ہے تم نے۔ اب بتاؤ، وقت کیسے گزر رہا ہے؟" وہ اسے چھیڑنے والے
میں کہہ رہا تھا۔

نگین اُداس ہونے لگی۔

"آپ آجائیں انس! ـــــ سچی، میرا بالکل بھی دل نہیں لگتا۔"

"ہائیں! یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ ـــــ نگی! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں تو سات سمندر پار بیٹھا ہوں۔ پھر یہ رومانس کا وائرس تمہیں کہاں
گیا؟" وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔ مگر وہ ہنوز اسی انداز میں بولی۔

"آپ ہی سے لگا ہے روگ۔ سچی بتائیں نا انس! کب آ رہے ہیں؟"

"او یار! ابھی تو کافی دن پڑے ہیں۔ اگر تم زیادہ اُداس ہو تو اپنے گھر کا ایک چکر لگا آؤ۔" انس
نے کہا تو وہ بولی۔

"آپ آئیں تو ہی جاؤں گی۔ آپ کے بغیر مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔" اس کے انداز و الفاظ پر
ایک لخت چپ رہ گیا تھا۔ پھر بے حد جذباتی انداز میں بولا۔

"نگی! نہ کر یار۔ میرا دل بے قرار ہونے لگا ہے۔ تمہاری طلب پر قابو پانا تو پہلے ہی مشکل مرحلہ
ہے۔ اس طرح کی باتیں کرو گی تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر واپس آ جاؤں گا۔"

"تو آجائیں نا۔" وہ دھیرے سے ہنسی تو دوسری طرف وہ بے قرار ہونے لگا۔

"بہت ظالم ہو نگی! پاس ہوتی ہو تب بھی جلاتی ہو۔ دور ہو تب بھی یہی کام کر رہی ہو۔"

"ارے۔" وہ کھل کے ہنس دی۔ "آپ تو بڑے دعوے کر رہے تھے۔ دیکھی نہیں کوئی میم شیم؟"
وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔

"میں نے اگر کوئی میم شیم دیکھ لی تو تمہیں ہی تکلیف ہو گی۔"

"شیم شیم انس میرا! ـــــ شرم کریں۔" وہ متاسفانہ انداز میں بولی تو انس ہنسا۔

"خود ہی اُکسا رہی ہو مجھے۔ خیر، اب ٹائم پاس کرنے کے لئے کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔"

"انس ـــــ!" وہ چلا ہی تو اُٹھی تھی۔ "اب گوریوں سے افیئر چلائیں گے آپ؟"

"تم جو نہیں مانتی۔ بیوی کامیاب محبوبہ ہو تو شوہر کو کیا پڑی ہے اِدھر اُدھر رُلنے کی؟" وہ مدبرانہ
انداز میں کہہ رہا تھا۔

"میں ابو کو بتاتی ہوں ـــــ میرے خیال میں آپ کی اس مشکل کا ان کے پاس بہترین حل ہو
گا۔" نگین نے دھمکایا تو وہ گڑبڑا گیا۔

"خدا کو مانو یار! ـــــ مذاق کر رہا ہوں میں۔"

"اب آئے نا لائن پر۔ خبردار جو کبھی فضول لڑکیوں کی طرف نظر بھی اٹھا کر دیکھا تو۔"

"اچھی لڑکیوں کی طرف تو دیکھ سکتا ہوں نا؟" وہ معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔

"آپ واپس آئیں ایک دفعہ، پھر میں پوچھوں گی آپ سے۔" نگین نے اسے دھمکایا تو وہ ہنسنے
لگا۔

●●●●●

وہ بھرپور تیاری کے ساتھ لاؤنج میں آ بیٹھی تھی۔ ایک نظر وال کلاک پر ڈالی۔ ابو اور تایا جان بس
آنے ہی والے تھے اور معید کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

سعدیہ اور بینش کا دو مرتبہ فون آ چکا تھا۔ وہ لوگ رائمہ کے ہاں پہنچ چکی تھیں اور اب بے چینی
سے ضحیٰ کا انتظار کر رہی تھیں۔

"ممی بس تھوڑی دیر تک پہنچ رہی ہوں۔" ضحیٰ نے انہیں تسلی دی تھی۔ وہ بڑی پلاننگ کے بعد

تیار ہو کر بیٹھی تھی۔

"ہو گئیں تیار؟ ـــــ ماشاء اللہ۔" تائی جان کے ستائشی انداز پر وہ جھینپ سی گئی۔

"معید کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں ـــــ اتنی دیر ہو گئی۔ میں بھی انہی کا انتظار کر رہی ہوں۔" وہ معصومیت سے بولی۔ اندر ہی اندر اسے ہنسی بھی آ رہی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ معید کبھی بھی اسے رائٹر کی... میں جانے کی اجازت نہیں دے گا۔ وجہ وہی نائٹ فنکشنز ـــــ اُسے تو وہ صاف جواب دے... تھا۔ اب صرف اس جواب کو تایا جان کے سامنے لا کر معید کی پوزیشن خراب کرنے کی ضرورت... اور ہوا بھی وہی۔

تایا جان کو دیکھتے ہی وہ شکایتی انداز میں شروع ہوئی تھی۔

"دیکھ لیں آپ۔ دو گھنٹوں سے میں یہاں تیار ہو کر بیٹھی ہوں۔ میری دوست کا کتنی بار... چکا ہے۔ مگر معید ابھی تک نہیں آئے۔"

"تو بیٹا جی! آپ فون کر لیتیں ـــــ کہیں مصروف ہو گا۔" چچا جان نے نرمی سے کہا تو... کر بولی۔

"وہ مجھے لے کر جانا ہی نہیں چاہتے۔ کل بھی صاف انکار کر دیا تھا انہوں نے۔ وہ کہتے ہیں... چاہے دوست کی ہی شادی ہو مگر رات کے وقت لڑکیوں کا باہر نکلنا اُنہیں پسند نہیں۔"

"کس نے کہا یہ؟" تایا جان سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے۔

"معید نے۔" ضحیٰ نے چہرے پر جی بھر کے مظلومیت سجائی تھی۔

"ذرا نمبر ملاؤ اُس کا ـــــ میں خود بات کرتا ہوں اس سے۔" تایا جان نے اسی انداز میں... تو ٹیلی فون اسٹینڈ کی طرف بڑھتی ضحیٰ کا دل بلیوں اُچھلنے لگا۔ آخر وہ وقت آ ہی گیا تھا جس کا... شدت سے انتظار تھا۔

تایا جان کو شکایت لگانے کے بعد وہ بہت مطمئن بلکہ شاداں و فرحاں بیٹھی تھی۔ اُسے اچھی ...رح علم تھا کہ معید صاحب اس وقت اپنے کسی کلائنٹ کے ساتھ مصروف ہوں گے۔ ضحیٰ کی دوست ...ی مہندی کا فنکشن اسے یاد بھی نہ ہو گا۔ اور بالفرض یاد ہوا بھی تو وہ کون سا ان فنکشنز میں شرکت کا ...ائل تھا۔

"تایا جان! میں پھر وجی کے ساتھ چلی جاؤں؟ ـــــ دیر ہو رہی ہے۔" اس نے بڑے مؤدبانہ ...داز میں پوچھا تو اسی اثنا میں حمرہ چلی آئی۔

"معید بھائی باہر گاڑی میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"ہیں ـــــ؟"

ضحیٰ نے جیسے ٹھیک سے سنا نہیں تھا۔

"اسے کہتے ہیں مدعی سست، گواہ چست۔" تایا جان مسکرا دیئے۔ "چلو، اب اٹھ جاؤ۔ کہیں واقعی ...یر نہ ہو جائے۔"

وہ نہ چاہنے والے انداز میں اُٹھ کر خدا حافظ کہتی باہر نکلی تھی۔ پورچ میں معید گاڑی کے بند ...دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا موبائل فون پر کسی سے محو گفتگو تھا۔

ضحیٰ کا حلق کڑوا ہونے لگا۔ مجال تھی جو یہ شخص اسے کوئی بازی جیتنے دیتا۔

اس نے پچھلا دروازہ کھولنے کی سعی کی۔ مگر وہ لاکڈ تھا۔ وہ گفتگو مختصر کرتا فون آف کر کے اس کی طرف پلٹا۔

"آدھے گھنٹے سے میں ویٹ کر رہا ہوں تمہارا ـــــ پتہ بھی ہے، میرا کتنا قیمتی وقت نکال دیا ہے تم نے۔"

وہی سابقہ اندازِ گفتگو۔ کچھ فرق نہیں تھا۔

اُس کے کانوں کی لوئیں تپیں۔

"تو کس نے کہا تھا ویٹ کرنے کو؟ ـــــ کسی قتل یا پھانسی کے مقدمے کی تیاری ہی کر لیتے بیٹھ کے۔ میں تو یوں بھی وجی کے ساتھ جانے والی تھی۔"

"فوراً اپنی سوچ پر عمل بھی کر ڈالا کرو ـــــ دوسرے نجانے کتنے ناگوار فریضے ادا کرنے سے بچ

جائیں۔" وہ گاڑی کے دروازے ان لاکڈ کرتا ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان ہوا تھا۔
ضحیٰ کا جی چاہا، ہاتھ میں تھاما پرس اس کے سر پر دے مارے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے تنک کر بولی۔
"اپنے یہ افکار اپنے والد صاحب کے سامنے بھی دہرایا کریں۔ تاکہ وہ آپ کی "اخلاقی بلندی" کا اندازہ اچھی طرح کرسکیں، جس کے وہ گن گاتے رہتے ہیں۔"
"یہ تو ان کی محبت ہے۔" وہ جیسے متشکر ہوا تھا۔
ضحیٰ کڑھی۔ "محبتوں کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا کرتے معید حسن!"
"میں نے کبھی محبت سے جائز فائدہ اٹھانے کی بھی نہیں سوچی اور تم ناجائز فائدے کی بات کر رہی ہو۔" معید نے لحہ بھر کو بیک ویو مرر میں اس کی خفگی بھری صورت پر ایک نگاہ کی تھی۔
"ناجائز فائدہ ہی تو اٹھا رہے ہیں۔ ورنہ ابھی تک سب سے اپنی اصلیت چھپا کے نہ رکھے۔"
"میں معید حسن ــــــ الحمدللہ، سب کے سامنے شفاف آئینے کی طرح ہوں۔" وہ بہت پُرفخر انداز میں بولا۔
ضحیٰ نے اس کے سیاہ بالوں سے بھرے سر پر تپتی نگاہ ڈالی۔
"آپ نے نہ صرف دوسروں کو غلط فہمیوں کا شکار بنا رکھا ہے بلکہ خود بھی اپنے متعلق بہت خوش فہمی کا شکار ہیں۔" وہ چیخ کر بولی تھی۔
"مجھے تمہارا یوں بدتمیزی کرنا بالکل بھی پسند نہیں ہے۔" اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے تحکمانہ لب و لہجے میں بولا تو ضحیٰ کا دماغ گھما گیا تھا۔
"میں آپ کی پسند و ناپسند کی پابند نہیں ہوں۔"
"شرعی اعتبار سے تم اپنے ہر فعل میں میری پسند و ناپسند کی پابند ہو۔" وہ برجستہ بولا تو لحہ بھر کو چپ رہ گئی۔
یہ "حادثہ" تو جیسے یاد ہی نہ رہا تھا۔ پھر تمسخرانہ انداز میں بولی۔
"اچھا ــــــ کب تک؟"
"دو سال کا عرصہ کم نہیں ہوتا ضحیٰ میر! تب تک تو یہ شرعی حق میرے پاس ہی رہے گا۔ چاہے اس کی پابندی کرو یا نہ کرو۔" وہ خاصے جتانے والے انداز میں بولا تھا۔
"یہ دو سال کا ٹائم پیریڈ بھی میرا دیا ہوا ہے۔ میں جب چاہوں اس تعلق کو ختم کرسکتی ہوں۔" وہ چیخ کر رہ گئی۔
"شٹ اپ ــــــ!" وہ دفعتہً بے حد ناگواری سے اسے ٹوک گیا تھا۔ "مجھے فضول گوئی سے سخت چڑ ہے۔"
"ہنہ ــــــ ہر کام لاٹ صاحب کی مرضی سے ہونا چاہئے۔" وہ ہڑبڑا کر رہ گئی۔
"وہاں میرا تو کوئی کام ہے نہیں۔ بس تمہارا پک اینڈ ڈراپ کا فریضہ میرے ذمہ ہے

ی سہی، مگر بہر حال۔ واپسی جلدی ہونی چاہئے۔ میں وہاں رُکوں گا نہیں۔"
"آپ کا وہاں کوئی کام ہے بھی نہیں۔ یہ میری فرینڈ کی شادی ہے، نہ کہ آپ کی۔" اس نے قدرے غصے سے کہا تھا۔
یعنی کہ کمال تھا۔ اتنے اچھے موقع پر وہ اس کا موڈ خراب کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دے رہا تھا۔
"انوی ٹیشن کارڈ مسٹر اینڈ مسز کے نام تھا۔" وہ اسے یاد دلا رہا تھا۔
"لوگوں کو کیا پتہ اصلیت کا۔" وہ کڑھنے پر مجبور تھی۔ جی چاہ رہا تھا، منتر پھونک کر اسے گاڑی سے غائب کر دے۔
"واقعی ــــــ شکلوں سے کیا پتہ چلتا ہے۔" وہ اطمینان سے کہتا گاڑی پارک کر رہا تھا۔
ضحیٰ دانتوں پر دانت جما کر اپنا ضبط آزما کر رہ گئی۔
"واپسی کب تک ہے؟" وہ بڑے استحقاق کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ بلکہ وہ ہمیشہ ہی سے یہی دادا ابا والا رول پلے کیا کرتا تھا۔ مگر ابھی تو ضحیٰ کو صحیح معنوں میں طرارہ آ گیا۔ یعنی کہ وہ خود کو واقعی اس کا "خاوند ٹائپ" کوئی شے سمجھنے لگا تھا۔
"جب میرا جی چاہے گا، میں فون کر دوں گی۔"
"ڈرائیور کو ــــــ؟" اس نے تیکھے انداز میں ضحیٰ کو دیکھا۔ اُس کا پچھلی نشست پر بیٹھنا یہی جتا رہا تھا کہ وہ اسے کوئی اہمیت دینے کے حق میں نہیں ہے۔
"آپ جو بھی سمجھ لیں۔ "فریضے" یونہی تو ادا نہیں ہو جاتے۔" وہ گفٹ سنبھالتی گاڑی سے اُتر گئی تھی۔ اس کی سرکشی کو محسوس کرتے ہوئے معید لب بھینچ کر رہ گیا۔

●●●●●

نوفل کو لگا اس کے سر پر چھت آن گری ہو۔ اس نے بے حد بے یقینی سے شموئیل کی طرف دیکھا جو جانے کب سے دل پر لئے اس بوجھ کو اتارنے کے بعد اب تھکا ہارا سا بیٹھا تھا۔
"جھوٹ بول رہے ہو تم ــــــ؟"
"کہو تو نکاح نامہ دکھا دوں؟" جواباً شموئیل نے بہت تحمل سے پوچھا تو نوفل نے متاسفانہ انداز میں سر ہلایا۔
اسے سب سے پہلا خیال ژالے کا ہی آیا تھا۔
شموئیل خان آفریدی کے عشق میں ڈوبی، جوگن بنی ژالے آفریدی!
وہ اتنے بڑے جھٹکے کا شکار ہوا تھا۔ ژالے اس حقیقت کو جاننے کے بعد شاید دیوانی ہی ہو جاتی۔
"پسند کی شادی کی ہے تم نے ــــــ؟" نوفل نے چبھتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ ناراضگی سے بولا۔
"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا؟ ــــــ یہ شادی خالصتاً بابا کی ارینج کی ہوئی تھی۔"

"اور تم نے اتنی آسانی سے ہاں کر دی؟"

"نہ تو میں کس آس پر انکار کرتا؟ میرا کون سا برسوں پرانا عشق چل رہا تھا؟" شموئیل نے پہلو تہی کی جیسے وہ اس کی بحث کا ماخذ جانتا ہوں۔

"ژالے سے بڑھ کر اور کیا آس ہو سکتی ہے تمہارے لئے؟ —— چلو، میں مانتا ہوں کہ تم اس سے عشق نہیں کرتے تھے۔ مگر اس کی چاہت سے واقف تو تھے نا۔"

نوفل نے سنجیدگی سے کہا تو قدرے توقف کے بعد شموئیل نے قطعی لہجے میں جواب دیا۔

"اگر میں نے ژالے کو بسانا ہوتا تو لاسٹ سمسٹر ڈراپ کر کے وہاں سے بھاگ نہ آتا، وہیں اس قصے کو نمٹا کر کوئی نام دے دیتا۔"

"پھر بھی شموئیل! تو جانتا تھا یار......"

"او یارا! کس بے مقصد اور فضول بحث میں پڑ گئے ہو؟ —— میں جانتا تھا کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ مگر ضروری تو نہیں کہ جو بھی آپ سے محبت کرتا ہو اس سے شادی کر لی جائے؟"

"وہاں سب ہی کا خیال تھا کہ تم بھی ژالے کو چاہتے ہو۔" نوفل جیسے مسلسل اس کا امتحان لینے پر آمادہ تھا۔

تبھی وہ کلائی پر بندھی گھڑی پر وقت دیکھتا بہ عجلت اُٹھ کھڑا ہوا۔

"بہت دیر ہو گئی ہے —— مجھے چلنا چاہئے۔"

"ژالے سے کیا کہوں شموئیل خان ——؟" نوفل نے متاسفانہ انداز میں پوچھا تو وہ رُکا تو مگر پلٹا نہیں۔

"اُس سے کہنا یہ سفر اُسی نے شروع کیا تھا۔ منزل کی چاہ اُسے تھی۔ اور یہ غلطی بھی اُسی کی تھی، اُس نے ہم سفر کا اِذن لینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔ آنکھیں بند کر کے سفر کرنے میں نقصان تو ہونا ہی تھا۔ میں خود کو قطعی قصوروار نہیں سمجھتا۔"

چہرہ موڑ کر کہتے ہوئے وہ بنا مزید رُکے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔

نوفل کتنی ہی دیر تک بند دروازے پر نظریں جمائے بیٹھا رہا۔

●●●●●

اُس نے اپنی واپسی کی اطلاع دینے کے لئے فون کیا تو ریسیو کرنے والا معید تھا۔

ضحیٰ کے اندر تک جیسے کڑواہٹ بھر گئی۔

"وجی نہیں ہے کیا؟"

"کیا مسئلہ ہے؟" اس نے جواباً تفتیش کا آغاز کیا تو وہ چڑ گئی۔

"جو بھی مسئلہ ہے، وہ میں اسی کو بیان کروں گی۔ آپ فون وجی کو دیں۔"

"محترمہ! اس وقت رات کے گیارہ بج رہے ہیں —— وجی اپنے بیڈروم میں جا چکا ہے۔ آپ بتائیں۔" وہ بہت تحمل سے گویا تھا۔

ضحیٰ ٹھنڈی پڑ گئی۔

"مجھے واپس آنا تھا۔"

"کچھ زیادہ جلدی فارغ نہیں ہو گئیں تم؟"

وہ طنزاً بولا تو ضحیٰ کو غصہ آنے لگا۔ یعنی اب یہ "حق" بھی استعمال کیا جائے گا۔

"تو آپ سے یہ ڈیوٹی نبھانے کا تھوڑی کہہ رہی ہوں۔ عاقل و بالغ ہوں۔ اکیلی بھی سفر کر سکتی ہوں۔" اس نے تنک کر کہا تو معید نے فی الفور اُسے ٹوکا۔

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔ وہیں ٹھہرو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔"

"ہنہ ——"

سر جھٹکتے ہوئے ضحیٰ نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا اور اٹھ کر رائمہ کے پاس چلی آئی۔ دونوں ہاتھوں میں مہندی رچائے مایوں کے پیلے سوٹ اور پھولوں کے زیور سے سجا جس کا سوگوار سا رُوپ بھی ماحول پر چھا رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" رائمہ نے اسے دیکھتے ہی پوچھا تو اس نے منہ لٹکا دیا۔

"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ یہاں سے کسی کے ساتھ چلی جاؤ۔ معید بھائی بزی ہوں گے۔" وہ کہتے ہوئے اُٹھ گئی۔

اور اب کی بار ضحیٰ نے اسے مروتاً بھی منع نہیں کیا تھا۔

جلد ہی وہ اپنے کسی کزن کو پکڑ لائی تھی۔

"یہ توقیر بھائی ہیں۔ ابھی پانچ منٹوں میں تمہیں ڈراپ کر آئیں گے۔"

"اکیلے ——؟" وہ ہچکچائی تھی۔

شکلاً تو بے چارے شریف ہی لگ رہے تھے۔ مگر لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے۔

"چلو، میں ساتھ چلتی ہوں۔" رائمہ فوراً تیار ہو گئی تھی۔ مگر اس کی امی نے ٹوک دیا۔

"اس حلیے میں اور وہ بھی مایوں کی رات خبردار جو تم باہر نکلیں۔ صائمہ کو ساتھ کر دو اور بابر کو۔"

"یہ ٹھیک ہے۔" ضحیٰ نے فوراً اوکے کر دیا۔ صائمہ اور بابر، رائمہ کے چھوٹے بہن بھائی تھے۔

جلد ہی اس کی روانگی عمل میں آ گئی۔

امی اسے اکیلے اندر آتے دیکھ کر حیران ہوئی تھیں۔

"معید نہیں آیا؟"

"وہ گئے ہی کب تھے مجھے لینے ——؟" وہ لاپرواہی سے کہتی اپنے کمرے کی طرف بڑھی تو انہوں نے کہا۔

"وہ جاتے ہوئے مجھ سے کہہ کر گیا تھا کہ تمہیں لینے جا رہا ہے۔"

"ہو سکتا ہے انہیں کوئی اور مل گئی ہو۔"

"بکو مت۔" چچی جان نے ناراضگی سے جواب دیا۔ پھر پوچھنے لگیں۔

"اور یہ تم آئی کس کے ساتھ ہو؟"

"پتہ نہیں۔ رائمہ کے کوئی کزن تھے۔ وہ ڈراپ کر گئے ہیں۔"

"بہت بری بات ہے ضحیٰ! گھر میں اتنے لوگ موجود ہیں اور تم کسی اور کے ساتھ آئی ہو اتنی رات گئے۔" چچی جان کو اس کی عاقبت نا اندیشی پر غصہ آیا تھا۔

"اوفوہ ___ اس میں ایسی کیا قیامت ہو گئی؟ صحیح سلامت پہنچی تو ہوں۔" وہ قدرے ... تھی۔

"اپنا گھر والا سلامت رہے تمہارا۔ الٹے پیروں لینے گیا تھا تمہیں، اور تم کسی اور کے ساتھ ... تمہارا دماغ کام نہیں کرتا ضحیٰ!" چچی جان نے سر تھام لیا تو وہ کنفیوژ ہونے لگی۔

"بھلا کیا گناہ کر دیا میں نے؟"

"گناہ ہی تو ہے۔ اپنے محرم کے ہوتے ہوئے ایک نامحرم کے ساتھ سفر کیا ہے تم نے۔" ... جان نے غصے سے کہا تو وہ اونچی آواز میں بولی۔

"اکیلی تھوڑی تھی؟ ___ ساتھ میں رائمہ کا چھوٹا بھائی اور بہن بھی تھے۔"

"اچھا ___" چچی جان دھیمی پڑ گئیں۔

"دروازہ کس نے کھولا تھا؟"

"تایا جان نے۔ بلکہ توقیر بھائی ان سے سلام و دعا کر کے واپس ہوئے ہیں۔" ضحیٰ نے ... سے کہا تھا۔

"چھوٹی مامی! ضحیٰ آ گئی کیا؟" ان کے کمرے میں پاؤں رکھتے ہی معید نے اِدھر اُدھر دیکھ ... پوچھا تو وہ شرمندہ سی ہو گئیں۔

"ہاں بیٹا! ___ بس ابھی پہنچی ہے۔"

اب کی بار معید کی نگاہ اس پر پڑی تھی۔

"کس کے ساتھ آئی ہو؟" معید نے پوچھا تو اسے طریقے سے جواب دینا چاہئے تھا۔ مگر ... کر بولی۔

"رائمہ کے کزن کے ساتھ ___ کیوں، کوئی پرابلم ہے آپ کو؟"

چچی جان تو ہکا بکا ہوئی ہی تھیں، معید بھی اس کے انداز پر اسے ٹوکے بنا نہیں رہ سکا۔

"پرابلم نہیں، مجھے اعتراض ہے۔ جب میں تمہیں پک کرنے آ رہا تھا تو کسی اور کے ساتھ ... کی کیا ضرورت تھی؟"

"میں اب وہاں انتظار میں بیٹھی رہتی۔ مجھے عادت نہیں ہے۔" وہ چچی جان کی غیر متوقع ... کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھی بلکہ ان کی طرف تو غلطی سے بھی دیکھنے کی کوشش نہیں کی مبادا ... خشمگیں نگاہیں اسے زبان بندی پر مجبور نہ کر دیں۔

تنک کر بولی تو وہ لب بھینچتا مزید کچھ کہے بنا واپس پلٹ گیا۔

"میرا دل تو چاہ رہا ہے کہ ایک تھپڑ کھینچ کے لگاؤں تمہارے۔" چچی جان نے دانت پیس کر کہا تو ضحیٰ نے کرنٹ کھا کر انہیں دیکھا۔

"میں نے کیا، کیا ہے؟"

"بات کرنے کا طریقہ دیکھا ہے اپنا؟ ___ ایسے بات کرتے ہیں شوہر کے ساتھ؟"

ایک تو چچی جان کا غصہ، اوپر سے ان کا اندازِ تخاطب ___ اُف، ضحیٰ کو لگا جسم کا سارا لہو اس کے چہرے پر اکٹھا ہو گیا ہو۔

مگر امی کے سامنے "علمِ بغاوت" بلند کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔

"امی! کیا کہہ رہی ہیں آپ؟ ___ میرے شوہر کہاں سے ہوئے وہ؟"

"یہی ___ یہی ٹیڑھی سوچ لے کے بیٹھی ہے تمہیں۔" وہ اس کے منمنا کے کہنے پر تیز لہجے میں بولیں۔ "بی بی! ذرا دھیان کرو۔ بس رخصتی ہی باقی ہے۔ شوہر ہونا اور کیا ہوتا ہے؟ تو عزت بھی بیویوں والی دیا کرو اُسے۔"

اس قدر ثقیل لیکچر نے ضحیٰ کے چاروں طبق روشن کر دیئے تھے۔

"خبردار جو کوئی اُلٹی سیدھی حرکت کی تو۔ معید ہی نہیں، گھر میں کوئی بھی پسند نہیں کرتا کہ تم یا کوئی اور لڑکی اتنی آزاد روی کا مظاہرہ کرے۔"

اس کی طبیعت اچھی طرح صاف کرنے کے بعد بھی چچی جان کی تشفی نہیں ہو رہی تھی۔ اب کی بار وہ ذرا سانس لینے کو تھمیں تو ضحیٰ نے احتجاج کیا۔

"میں نے کیا، کیا ہے؟"

"کیا، کیا ہے؟ ___ میں کہتی ہوں کرنے کو اور رہ ہی کیا گیا ہے۔" چچی جان سُلگ رہی تھیں۔

"اوفوہ ___ اب کیا ساری رات وہاں بیٹھی اپنے "مجازی خدا" کا انتظار کرتی رہتی؟" وہ جھنجلائی تھی۔

"ہاں ___ جلد یا بدیر۔ اُسے پہنچنا ہی تھا نا۔ مگر تم سے تو مجھے کبھی اچھی بلکہ سیدھی حرکت کی توقع رہی ہی نہیں۔"

اس قدر بے اعتباری ___ وہ جلتی کڑھتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔

جوتے اِدھر تو دوپٹہ اُدھر۔ خود بیڈ پر آڑی ترچھی گری وہ مسلسل کچھ الٹا سیدھا ہی سوچ رہی تھی۔

'کیا جان کا عذاب چمٹ گیا ہے، بصورت معید حسن۔'

'بھئی اتنی ہی اعلیٰ و ارفع "خصوصیات" کے حامل تھے موصوف تو باندھ دیتے کسی انہی اوصاف کی حامل موصوفہ کے پلّو سے۔ لے کے میری معصوم زندگی برباد کر دی اور کسی کو احساس تک نہیں۔ بلکہ اُلٹا وہی سب کی نظروں میں بیبا بچہ بنا ہوا ہے۔ یعنی کہ حد ہو گئی۔'

'اور یہ معید حسن کیسے حامی ہو گیا میرے نائٹ فنکشن میں شرکت کا؟'

'ہنہ ___ میرے مقابل کی چالیں چل رہے ہیں موصوف۔'

'خیر، مجھے بھی ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہار تو معید حسن ہی کا مقدر بنے گی۔ ڈھونگ اور ڈرامہ بازی۔'

'خیر ہارنا، میں نے بھی نہیں سیکھا ہے۔'

وہ تنفر سے سوچ رہی تھی۔ اور ایک بھی سوچ مثبت نہیں تھی۔

●●●●●

''اب تو میں تمہیں سچ بتا چکا ہوں یارا! ــــ پھر بھی تم اسی ٹاپک کو رگڑ رہے ہو۔ اب تو برآمد ہونے سے رہا۔ جو ''حکم میرے آقا'' کہتے ہوئے سب کچھ ایک پل میں ٹھیک کر دے۔'' شموئیل خاصا ڈسٹرب ہوا تھا۔

نوفل نے بغور اسے دیکھا۔

''تم کہہ تو رہے ہو۔ مگر پتہ نہیں مجھے سچ کیوں نہیں لگ رہا۔''

''تو چل کے مل لو اس سے۔'' وہ جیسے چڑ گیا تھا۔

نوفل کا دھیان پہلی مرتبہ اس طرف گیا۔

''ہیں کون؟''

''انسان ہی ہیں ــــ اپنی برادری کی ہیں یارا!'' وہ ابھی بھی اکتاہٹ و بیزاری کی زد

'رہ کہاں رہی ہیں؟ ــــ حویلی میں یا تمہارے ساتھ؟''

''میرے ساتھ کیوں؟'' وہ جیسے بدکا تھا۔ پھر نوفل کے حیران ہونے پر فوراً سنبھلا۔

''میرا مطلب ہے کہ وہ حویلی میں بابا جان کے پاس ہوتی ہیں۔''

''کتنا عرصہ ہو گیا ہے شادی کو؟''

''دو سال ہو رہے ہیں۔'' شموئیل کا لب و لہجہ مدھم پڑ گیا تھا۔

''اور بچے؟''

نوفل مکمل انٹرویو کے موڈ میں تھا۔ مگر اب کی بار شموئیل مضطربانہ انداز میں اُٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا فضول ٹاپک لے بیٹھے ہو یارا!''

''یہ فضول ٹاپک ہے؟ ــــ کسی کی زندگی داؤ پہ لگی ہوئی ہے اور تم اتنے بے نیاز بن رہے'' نوفل نے متاسفانہ انداز میں کہا تو وہ سنجیدگی سے بولا۔

''داؤ پہ ہی تو نہیں لگانا چاہتا کسی کی زندگی کو۔ اسی لئے تو ایمانداری سے سچ بتا رہا ہوں۔ یہیں سے اپنی راہ بدل لے۔ کیونکہ میں اب اپنی راہ کھوٹی نہیں کر سکتا۔''

''تم اپنی بتاؤ۔ زندگی کیسی گزر رہی ہے ــــ؟'' نوفل نے اس کی کیفیت کا احساس کرتے ہوئے قدرے مسکرا کر پوچھا تو اسے دیکھتے ہوئے وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں دوبارہ صوفے میں دھنس گیا۔

''ویسی ہی، جیسی حویلی میں گزر سکتی ہے۔''

نوفل چونکا تھا۔

یکلخت ہی کوئی تند و تیز سوچ اس کے ذہن کو جھنجھوڑتی ہوئی گزری۔

''کہیں بے جوڑ شادی کا شکار تو نہیں ہوئے تم بھی؟'' وہ بے ساختہ بولا تو شموئیل خان پھیکے انداز میں مسکرا دیا۔

''جوڑے تو وہی ہوتے ہیں یارا! جو اوپر والا ملا کر بھیجتا ہے۔ یہاں تو بس رسومات طے ہوتی ہیں۔ جوڑ کیا اور بے جوڑ کیا، ساتھ نبھانا ہی پڑتا ہے۔''

''خیریت تو ہے نا شموئیل؟'' نوفل پریشان ہوا تھا اور اس کی پریشانی پر وہ کھل کے مسکرا دیا۔

''اچھا لگ رہا ہے تمہیں اپنے لئے یوں پریشان دیکھنا۔''

''تم خوش رہو شموئیل خان! میں تا عمر پریشان رہنے کو تیار ہوں۔''

''بس یارا! یہی محبتیں مجھے کمزور پڑنے نہیں دیتیں۔ ورنہ زندگی تو ہر پل خراج وصول کرنے کو تیار رہتی ہے۔ ہر کمزور پہلو پہ وار کرتی ہے۔''

''تم خوش نہیں ہو شموئیل خان؟'' نوفل نے پُر تیقن انداز میں کہا تو وہ کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا ہنسا۔

''اچھا ــــ بالفرض ایسا ہے بھی تو کیا ہو سکتا ہے؟'' اس نے جیسے مزہ لینے کو پوچھا تھا۔

نوفل کڑھا۔

''تم ڈالے سے کنٹیکٹ کر سکتے تھے۔ اس آزمائش میں پڑنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''شادی تو کہیں بھی کرنی ہی تھی۔ میری نہ سہی، بابا جان کی پسند ہی سے سہی۔'' وہ اب قدرے معتدل لگ رہا تھا۔ مگر اس کی سنہری آنکھوں میں اُترتی یاسیت کے رنگ نوفل سے چھپ نہیں سکے تھے۔ کہیں نہ کہیں کچھ غلط ضرور تھا جو سامنے تو نہیں آ رہا تھا مگر نوفل کو کھٹک ضرور رہا تھا۔

''اگر کسی سے محبت کرو تو اسے پا لو شموئیل خان! ورنہ ساری عمر بے کیف گزرتی ہے۔ پا لینے کا اطمینان اور تسلی زندگی کو بہت معتدل رکھتی ہے۔ جبکہ کھو دینے یا نہ پانے کی کسک ہر فرصت میں ڈنک مارتی ہے۔ سوال کرتی ہے۔''

''مانتا ہوں ــــ تمہاری ہر بات مانتا ہوں نوفل! مگر اس سے کہو کہ مجھے مزید سزا مت دے۔ ڈالے سے کہو شادی کر لے۔ یہی بہتر ہو گا ہم دونوں کے حق میں۔''

وہ دفعتاً بہت ٹوٹے ہوئے انداز میں بولتا نوفل کو ششدر کر گیا تھا۔

●●●●●

''ضوئی! آج تو نہ ہی جاؤ بارات پر تو بہتر ہے۔ بارش پل کے پل ہونے ہی والی ہے۔ موسم ٹھیک نہیں ہے۔''

چچی جان نے آ کر اسے روکا تو وہ جو اپنی تیاری کے آخری مراحل میں تھی، تڑپ کر پلٹی۔

''جی نہیں ــــ یہ بالکل نہیں ہو سکتا۔ میں اب بالکل تیار ہوں۔''

”تو یہ کہاں لکھا ہے کہ تیاری کے بعد ارادہ ملتوی نہیں ہوسکتا؟“ ان کے لہجے میں ناگوا
آئی تھی۔

”گاڑی کی سہولت ہے نا۔ پھر کیا پریشانی ہے آپ کو؟“ ضحیٰ نے ان کی فکر کم کرنا چاہی تھی مگر
”یہ بات نہیں۔ باہر ٹھنڈ بہت ہے۔ اوپر سے رات کا وقت ہے۔“
”تو آپ کا کیا خیال ہے؟ موسم کے خوف کی وجہ سے کوئی بھی رائمہ کی شادی میں شامل نہ
گا؟“ ضحیٰ نے بحث کرنے والے انداز میں کہا تو انہوں نے بے ساختہ اُسے ٹوکا۔
”سب سے ہماری کیا ضد؟ معید بھی یہی کہہ رہا ہے کہ موسم باہر نکلنے والا نہیں ہے۔“
”تو یوں کہیں نا کہ آپ کے چہیتے داماد کے منہ سے نکلے ہیں یہ سنہری الفاظ۔ جنہیں
”بیانیے“ چلی آئی ہیں۔“ وہ تنک کر بولی تھی۔
”بکو مت۔ اور جو جی میں آئے کرو۔“ وہ چڑ گئی تھیں۔
”وہ تو میں کروں گی ہی۔“ ضحیٰ کا اطمینان قابل دید تھا۔
”سویٹر ضرور پہن لینا۔“ وہ ماں تھیں۔ مجبوراً بولی تو وہ جیسے ان کی لاعلمی پہ ہنسی۔
”یہ کون سا فیشن ہے؟ ـــــ اس قدر خوبصورت سوٹ پہ سویٹر پہن کے گرہن لگا لوں
خوب صورتی کو؟“
”سردی فیشن کی خوب صورتی نہیں دیکھتی۔ کوئی شال وغیرہ ہی رکھ لینا۔“ انہوں نے تنبیہاً
میں کہا تھا۔ مگر ہیٹر لگے ماحول میں اس وقت ضحیٰ کو یہ ساری نصیحتیں بس خانہ پُری ہی لگ رہی تھیں
اور اب ـــــ
چھاجوں مینہ برس رہا تھا۔ سردی تو جیسے ٹوٹ کے پڑنے کو تھی۔ میرج ہال میں گیدرنگ کی
کچھ احساس نہیں ہو رہا تھا، مگر اب وہاں سے لے کر گاڑی میں آ کر بیٹھنے تک ضحیٰ کے دانت بج
تھے۔ فیشن کے مارے سویٹر پہن رکھا تھا اور نہ ہی شال جو فنکشن میں نہ سہی، واپسی پر ہی کام آ جاتی۔
اُسے اپنی بے وقوفی کا شدت سے احساس ہوا تھا۔
”فیشن بھی موسم کی مناسبت ہی سے اچھا لگتا ہے ـــــ یہ تو اپنی جان خود سے ملک الموت
کے حوالے کرنے والی بات ہوئی۔“ اس کی کپکپاہٹ بھانپتے ہوئے ہیٹر آن کر کے معید نے
چڑ گئی۔
”آپ کو کیا اعتراض ہے؟“
”اعتراض کیوں نہیں ہوگا۔ بہت مضبوط رشتہ ہے فی الحال ہمارے مابین۔“
”مگر فی الحال ـــــ“ اس نے جیسے معید کے لفظوں کو پکڑا تھا۔
”تو اسی ”فی الحال“ کی بنیاد پر اعتراض کر رہا ہوں۔ مجھے بھری جوانی میں رنڈوا ہونے کا
شوق نہیں ہے۔“ وہ اطمینان سے بولا تو ضحیٰ کے دل کو کچھ ہوا۔
”خدا نہ کرے، مجھے کچھ ہو۔“

”تو پھر احتیاط کیا کرو۔ فیشن موسم کے لحاظ سے بھی کیا جا سکتا ہے۔“ وہ نصیحت کر رہا تھا۔ ضحیٰ کا
دماغ پلٹا۔
”آپ کی جو ڈیوٹی ہے وہ انجام دیں۔ میں نے آپ کو اپنا قانونی مشیر نہیں رکھا ہوا جو مجھے
مشورے دیتے پھر رہے ہیں۔“
”بے وقوفوں کو مشورے ہی دیئے جاتے ہیں اور وہ بھی مفت۔“ وہ اطمینان سے بولا۔
ونڈ اسکرین پر وائپر مسلسل چل رہے تھے۔ پانی کی چادر کے پار دیکھنا ازحد مشکل تھا۔ سو وہ بھی
بہت احتیاط سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔
گاڑی کے اندر کا ماحول ہیٹر سے گرم ہوا تو ضحیٰ کا دماغ بھی تپ گیا۔
”ایک تو آپ خود کو ساری دنیا سے زیادہ عقل مند خیال کرتے ہیں۔ باقی تو جیسے بے وقوف
بھرے ہیں یہاں۔“
”خیر ـــــ میں نے تو کبھی ایسا نہیں سوچا۔ لیکن اگر تم ایسا سمجھتی ہو تو یہ تمہاری میانہ روی ہے۔“
ضحیٰ کو لگا وہ مسکرا رہا ہو۔
”اُف ـــــ“ وہ چیخ سی گئی۔
”میں نے کبھی ان فضولیات میں ذہن نہیں کھپایا۔ رشتہ ہی کیا ہے آپ کا میرا؟“ غصے کے عالم
میں پہلے کون سا کوئی سیدھی بات منہ سے نکلا کرتی تھی جو اب نکلتی۔ مگر معید کے ہاتھ تو گویا موقع
لگ گیا۔
”ہاہ ـــــ بہت خوب۔ رشتہ ہی کیا ہے ہمارا۔ چند گواہ، تین سائن اور ایک نکاح۔“ معید کے
تمسخرانہ انداز پر اس کی پیشانی تپ اُٹھی تھی۔
”اس نکاح کی جو اہمیت ہے وہ آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی۔“ وہ تڑخی۔
جواباً معید نے اطمینان سے کہا۔
”میں نے تو یونہی نکاح کرایا ہے جیسے کبھی بھی اپنی لائف میں کراتا۔ میرے دل و ذہن میں کوئی
اور غلط سوچ نہیں تھی۔ باقی کے مطالبات تو تمہارے تھے۔“
”مہلت تو آپ کو بھی چاہئے تھی نا۔ یہ الگ بات ہے کہ بندوق میرے شانے پر تھی۔“ وہ
مارے غصے کے لب کچلنے لگی۔
”تمہیں خود ”مرد ماری“ کا شوق ہے۔ ورنہ عورتوں کے شانے ان کاموں کے لئے تھوڑی بنے
تھے۔“ وہ مطمئن تھا۔ اور ادھر ضحیٰ پوری جان سے سلگنے پر مجبور۔
”اس سارے کھیل کو کھیلنے پر مجھے آپ نے مجبور کیا ہے۔ ورنہ میری زندگی اللہ کے فضل سے
بہت اچھی گزر رہی تھی۔“
”اچھا ـــــ واقعی؟“ وہ جیسے طنزاً ہنسا تھا۔ ”اس دور“ کے حالات و واقعات کو یاد کر کے کراہ کر
رہ گئی۔ ہمیشہ وہ اپنے ہی دام میں گرفتار ہو جاتی تھی۔

"کسی کا چھوڑ کے جانا آپ کے ملنے سے ہزار درجہ اچھا تھا۔ اس میں روز روز کی
نہیں تھیں نا۔" وہ بے رخی سے گویا ہوئی تو وہ ناصحانہ انداز میں بولا۔

"شکر کرو، ان سر کھپائیوں کی وجہ سے دھیان بٹا ہوا ہے۔ ورنہ تو روز جیتی مرتی رہتیں۔"

'اللہ ـــــ' ضحیٰ کا دماغ جھنجھنا اٹھا تھا۔ ایسی ثقیل گفتگو تو نہیں کی تھی کہ وہ سمجھ نہ پاتا
سیدھا اُسے طعنے دیئے جا رہا تھا۔ اس کے ماضی پر حملہ آور ہو رہا تھا۔

"میرے منہ مت لگیں آپ۔" وہ حد درجہ بدتمیزی پر اتری مگر مقابل کے چیلنجنگ انداز
سے اُڑا دیا۔

"روک سکتی ہو مجھے؟"

"آپ ـــــ آپ خود کو سمجھتے کیا ہیں؟" اس کا سکتہ بمشکل ٹوٹا تو وہ چلاّئی تھی۔

"وہ کیا بھلا سا نام ہے اس رشتے کا ـــــ ناکح اور منکوحہ۔"

"ایک ذرا سا نکاح کیا ہو گیا، آپ نے تو ٹھیکہ ہی لے لیا ہے۔ مجھے......" وہ پتہ
چاہ رہی تھی مگر گاڑی میں دفعتہً گونج اُٹھنے والے معید کے قہقہے نے اس کی آواز دبا دی۔

"اوہ گاڈ ـــــ ذرا سا نکاح ـــــ؟" وہ پھر سے ہنسا تھا۔ "ذرا وضاحت کریں گی
اپنے اس بچگانہ بلکہ بے وقوفانہ بیان کی؟ یہ ذرا سا نکاح کیا ہوا کرتا ہے؟"

اُس کی پیشانی تپ اُٹھی۔

"پتہ نہیں کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں نے پک اینڈ ڈراپ کی آفر قبول کرا
عذاب لگتی ہے اتنے سے سفر کے دوران۔"

"اس بارے میں میرے اور تمہارے خیالات حیرت انگیز حد تک ملتے جلتے ہیں۔"
سکون کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"میرے خیال میں آپ گاڑی روک دیں۔ تاکہ میں یہیں اُتر جاؤں۔" وہ بہت تلخی
اور دو منٹوں ہی میں اس کی فرمائش پر عمل ہوا۔ گاڑی رُک گئی تھی۔

"گاڑی بند ہو چکی ہے ـــــ شاید تم نے ٹھیک سے سنا نہیں۔ کوئی بھی فنکشن کام نہیں
وہ اطمینان سے بولا تو ضحیٰ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

"یعنی اتنی سردی میں رات یونہی بسر ہو گی؟"

"فیشن سے زیادہ موسم کو مدنظر رکھا ہوتا تو شاید آسان رہتی۔" وہ طنزاً بولا۔ کہہ تو صحیح
چونکہ معید حسن کہہ رہا تھا اس لئے ضحیٰ کو کچھ زیادہ ہی لگا۔

"آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔"

"او کے ـــــ" وہ مطمئن سا انگلیوں سے اسٹیئرنگ بجانے لگا۔ وہ چند منٹ ہی
پائی تھی۔

"اب کچھ کریں بھی۔"

"مثلاً کیا کروں؟" وہ پلٹا تھا۔

"باہر نکل کے گاڑی چیک کریں اور کیا۔ یونہی رات بیٹھے رہیں گے؟" وہ تنک کر بولی تھی۔

"اتنی سرد اور تیز بارش میں باہر نکلنا کوئی خاص عقلمندی بھی نہیں۔ اب تو یہاں بیٹھ کر انتظار ہی کیا
جا سکتا ہے۔" جواباً معید نے اپنے تمام تر اضطراب کو چھپاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔ حالانکہ وہ
جانتا تھا کہ یوں بیچ راستے میں گاڑی بند ہو جانا پریشان کن تھا۔ مگر یہ بھی معلوم تھا کہ فی الحال انتظار
کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

"یہ ڈرامہ بازی گھر چل کے زیادہ بہتر طریقے سے ہو سکتی تھی۔" وہ جل کر بولی تو اتنے عرصے
میں پہلی بار وہ قدرے برہم ہوا تھا۔

"شٹ اپ ضحیٰ!"

وہ ڈری تو ضرور مگر ظاہر نہیں کیا۔

"اگر لینے آنے کا موڈ نہیں تھا تو تایا جان سے کہہ دیتے۔ وہ کسی بہت اچھے "متبادل" کا
بندوبست کر لیتے۔"

"میرا ارادہ تو تمہیں خیر و عافیت سے گھر پہنچانے کا تھا مگر تم شاید بیچ راستے میں موسم انجوائے
کرنا چاہ رہی تھیں۔ گاڑی رک چکی ہے، یہی تمہاری خواہش تھی نا۔ اب جو کرنا ہے کرو۔" وہ ٹھنڈے
لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"کیا مطلب گاڑی رک چکی ہے؟" وہ تیکھے انداز میں بولی۔

"مطلب یہ کہ اپنی مرضی سے رکی ہے۔" معید چڑ گیا تھا۔

بیچ راہ میں گاڑی بند ہو جانا، وہ بھی سنسان سرد رات میں کوئی اچھے آثار نہیں تھے۔

اس نے موبائل اٹھا کر گھر کال کرنا چاہی مگر سگنلز ہی پورے نہیں آ رہے تھے۔ اس لئے کال ملنا
ناممکن تھا۔

"ہیٹر تو لگا رہنے دیں۔ ٹھنڈ ہو رہی ہے۔" وہ رہ نہیں سکی تھی۔ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

"اسی لئے کہتے ہیں کہ بات سوچ سمجھ کر منہ سے نکالنی چاہئے۔ تم نے کہا گاڑی روکو تو گاڑی
رک گئی۔"

"میں تو اور بھی بہت کچھ کہتی ہوں، وہ تو قبول نہیں ہوا۔ یہ ضرور سنی جانی تھی۔" وہ جل کر بولی
تھی۔

"قبولیت کی گھڑی کبھی کبھار ہی آتی ہے۔" وہ سیدھا ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"اب کیا ہو گا؟" ضحیٰ کا دماغ ایک ہی سوئی پہ اٹک گیا تھا۔

"وہی جو قسمت میں ہو گا۔"

'ایک سو ایک اچھی باتیں ہوتی ہیں لوگوں کے ساتھ۔ میرے ساتھ یہی ہونی تھی۔' ضحیٰ نے بے
بسی سے سوچا تھا۔

"چلو اب پھر۔" ایک بار پھر سے موبائل سروس کو ناکارہ پا کر معید نے نیچے اترنے کا ق
ضحیٰ چونکی۔

"کہاں؟"

"کچھ پیدل چل کے مین روڈ تک تو پہنچ سکتے ہیں ــــــ یہاں بے وقوفوں کی طرح
گزارنے سے بہتر ہے کچھ عقل سے کام لے لیا جائے۔" وہ قطعیت بھرے انداز میں بولا تو
جھرجھری لی۔

"دماغ تو صحیح ہے نا آپ کا ــــــ اندر بیٹھے میں ٹھنڈ سے فریز ہو رہی ہوں، باہر نکل
حال ہوگا؟"

"ایڈونچر پسند لوگوں کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔" وہ رُکھائی سے بولا تو ضحیٰ تڑخی۔

"اس بھوت خانے میں گاڑی آپ نے روکی ہے، نہ کہ میں نے ــــــ مجھے خواہ مخواہ
مت دیں۔"

"جو بھی ہے، اب بھگتان تو بھگتنا ہی ہے نا۔" وہ جھنجلایا۔

گھڑی کی سوئیاں تیزی سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ بارش کے رکنے کے آثار نہیں تھے۔ البتہ
کی رفتار میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی تھی۔ پھر بھی ایسی ٹھنڈ میں، وہ بھی پنجاب کے موسم میں
سے باہر نکل کر چلنا بڑے دل گردے کا کام تھا۔

"ایسے وقت میں میرا دماغ بالکل ٹھیک کام کرتا ہے۔ میں فی الحال مرنے کے موڈ میں
ہوں۔" ضحیٰ نے رُکھائی سے کہتے ہوئے دوپٹے کو اچھی طرح لپیٹتے ہوئے سردی سے بچنے
کی تھی۔

"کیا پاگل پن ہے؟ ــــــ یوں گاڑی میں بیٹھ کے فقط راہزنوں کا انتظار ہی کیا جا سکتا
بھی اس سنسان سڑک پر۔ میں تنہا ہوتا تو اور بات تھی۔" معید نے ضبط کرتے ہوئے سمجھایا
دھک سے رہ گئی۔

"آپ مجھے ڈرا رہے ہیں؟"

"ڈرا نہیں رہا، حقیقت بتا رہا ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ یہاں سے نکل کر کسی کی مدد لے لی
معید نے نرمی سے کہا تو وہ تذبذب کے عالم میں بولی۔

"مگر باہر ٹھنڈ بہت ہے۔"

"ابھی اندر باہر ایک ہی موسم ہو رہا ہے۔ اور تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنے کے بعد اگر
حل ہو جائے تو کیا برا ہے۔"

تھوڑی سی پس و پیش کے بعد وہ مفاہمانہ انداز میں بولی۔

"پہلے آپ انجن چیک کر لیں۔ اگر کچھ سمجھ نہ آئی تو پھر چل پڑیں گے۔"

"بہت عقلمند ہو گئی ہو۔ مگر میرے ساتھ تھوڑا سا مسئلہ یہ ہے کہ اتنے اندھیرے میں

...ائی نہیں دیتا۔" وہ طنز و استہزاء سے بھرپور لہجے میں بولا تو وہ گہری سانس لیتی اپنی تمام تر ہمت مجتمع
...رتی اس کی تقلید میں گاڑی سے نیچے اُتر آئی۔ مگر گاڑی کے گرم ماحول سے باہر نکلنا اس قدر تکلیف
...ہو گا یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

...سردی کی شدید لہر تو ایک طرف رہی، بارش کی بوچھاڑ نے انہیں لمحوں میں شرابور کر دیا تھا، اوپر
...ہیل والا جوتا پہنے ہونے کی وجہ سے وہ معید حسن کے تیز قدموں کا ساتھ دینے سے قاصر تھی۔ وہ
...چلتے چلتے اس کی طرف پلٹا۔

"یوں چلنے سے تو کام نہیں بنے گا۔"

"اس سے زیادہ میرے بس میں نہیں۔ پتہ نہیں کس منحوس گھڑی میں اس گاڑی میں بیٹھی تھی۔" وہ
...نامدہ کپکپا رہی تھی۔ معید نے متاسفانہ نظروں سے اس کی سپید پڑتی رنگت کو دیکھا۔

"یہ جیکٹ پہن لو۔" اس نے اپنی سیاہ جیکٹ اتار کر صرف کہا ہی نہیں بلکہ گرم استر والی جیکٹ
...ں کے شانوں پر ڈال دی۔ ضحیٰ کچھ بول ہی نہیں پائی بلکہ ایک حدت آمیز سکون نے کچھ بولنے ہی
...نہیں دیا تھا۔

"اب تھوڑا سا تیز قدموں سے چلو۔ ذرا سا فاصلہ باقی ہے۔" معید نے اس کا ہاتھ اپنے مضبوط
...ہاتھ میں لیا اور گویا اسے گھسیٹتے ہوئے چل دیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ منمنائی تھی۔

"اس میں رومانس کا کوئی عمل دخل نہیں۔ بے فکر رہو۔" اس کے لفظوں نے ضحیٰ کو بھک سے اُڑا
...ا۔ ایک تو اس کا یوں ... تھامنا، اوپر سے یہ جتانا اس کے تن بدن کو خاکستر کر گیا تھا۔ اس نے بے
...یار اپنا ہاتھ کھینچا مگر مقابل بھی زیرک تھا، اس کی گرفت مضبوط رہی۔

"آپ کا میرا ایسا کوئی رشتہ نہیں کہ آپ مجھ سے اتنی گھٹیا گفتگو کریں۔" وہ چلائی تو معید نے
...ے سرزنش کی۔

"یہ بات تم مجھے آرام سے بھی بتا سکتی ہو۔"

"ہاتھ چھوڑیں میرا۔ مجھے آپ کے ساتھ کہیں نہیں جانا۔" وہ ہٹیلے انداز میں بولی تھی۔

"میں تمہیں ہاتھ تھامنے کی وجہ تسمیہ بتا چکا ہوں۔" وہ مطمئن تھا۔ اس شخص کی ضد ضحیٰ کو بے بس
...کرنے لگی۔ وہ کچھ کہتی مگر اسی وقت وہ دونوں سامنے سے آنے والی گاڑی کی ہیڈ لائٹس میں نہا
...گئے۔ ضحیٰ بے اختیار معید کا شانہ تھام کر اس کی اوٹ میں ہو گئی تھی۔

●●●●●

"یہ ڈرامہ بازی کتنے دنوں چلے گی؟"

وہ اسٹڈی روم کی طرف بڑھ رہی تھی جب نوفل کی سرد آواز کانوں سے ٹکرائی۔

"مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں آپ؟" وہ اطمینان سے پلٹی تھی۔

"ابھی تک دیوانہ تو نہیں ہوا کہ دیواروں سے گفتگو کرنا شروع کر دوں۔" صبا کو لگا سگریٹ کے

ساتھ وہ خود بھی سلگ رہا ہو۔

''جی، فرمائیے۔'' وہ پُرسکون تھی۔

''اپنا بوریا بستر اٹھائیے اور اپنی جگہ پر واپس آ جائیے۔'' وہ تحکمانہ انداز میں کہتا صبا کو حیرت زدہ کر گیا۔ مگر فی الحال یہ اتنی گہرائی میں جانے کا موقع نہیں تھا۔ تبھی وہ تلخی سے بولی۔

''اپنی جگہ؟ ــــــ کون سی اپنی جگہ؟''

''میں فضول کی بحث نہیں چاہتا۔'' وہ سرد مہری سے بولا تو صبا نے تیزی سے کہا۔

''مجھے پرواہ بھی نہیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں اور کیا نہیں۔ میں اپنی زندگی کو اپنی مرضی اور ڈھنگ سے گزارنا چاہتی ہوں اور بس۔''

''مگر جب تک آپ میرے پاس ہیں، آپ کو میری پسند سے زندگی گزارنا ہو گی۔'' اس کی درشتگی ــــــ صبا کی آنکھیں جلنے لگیں۔

''میں آپ کی ''پسند'' میں کب سے شامل ہو گئی صاحب! جو مجھے اپنی پسند سے زندگی گزارنے کی تلقین کر رہے ہیں؟''

''میں نے کہا نا، مزید بحث نہیں۔ اپنا بستر یہاں لا کر رکھیں۔ مت آزمایا کریں میرے ضبط کو۔'' نرمی سے کہا تو وہ سابقہ تلخ لہجے میں بولی۔

''ایک بات چیت ہی ہے نا ہمارے مابین۔ وہ بھی بند کر دیجئے۔ ایک بڑے دردِ سر سے نجات مل جائے گی۔''

''پھر تو زندگی گزارنا بہل مشکل ہو جائے گا صبا میر!'' وہ مدھم لہجے میں بولا تو صبا نے تحیر سے پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ نرم تاثرات سے سجا وجیہہ چہرہ کچھ الگ ہی کہانی سنا رہا تھا۔ دل ہچکولا کھا کر رہ گیا۔

''اس طرح تو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ آپ کے دل میں میرے لئے کیا ہے اور آپ میرے ساتھ کیا پلان کر رہی ہیں۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔

'دھت تیرے کی۔' صبا فی الفور حواس میں لوٹی تھی۔

''میں کون سا آپ کی املاک پر قبضے کی منصوبہ بندی کر رہی ہوں؟'' جل کر کہا تو وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

''اور کس کس چیز پر قبضہ کریں گی؟''

''ہیں ــــــ؟'' وہ متحیر تھی۔ کتنے رنگ تھے اس شخص کے اور وہ بھی ایک سے بڑھ کر ایک۔ ابھی وہ ایک حقیقت کو کھوج ہی رہی ہوتی تھی کہ وہ پینترا بدل لیتا تھا۔ اس نے صبا کا ہاتھ ہاتھ میں تھاما تو اسے لگا جیسے پورے وجود میں ایک کرنٹ سا دوڑ اٹھا ہو۔

''بہت غلط بات ہے صبا میر! کسی کو یوں بیچ منجدھار میں لا کر بے یار و مددگار چھوڑ دینا۔ اِذن دے کر راہ پلٹ جانا۔ بہت بری بات ہے۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا جیسے سلگتے

کہہ رہا تھا۔

باہر بارش اپنے جوبن پر تھی۔ مگر اتنی ٹھنڈ میں بھی صبا کو ان ہاتھوں میں اپنا آپ پگھلتا محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اس کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر لمس کی حدت اس کی توجہ ایک سمت مرکوز رہنے نہیں دے رہی تھی۔ اس کا وجدان چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ یہی اصل روپ ہے نوفل احمد کا۔

نوفل نے اسے خود سے قریب کیا تو وہ بے جان سی اس کی طرف کھنچی چلی آئی تھی۔

سیاہ رات کا جادو اپنا اثر دکھانے کو تھا ــــــ!

●●●●●

وہ ابھی تذبذب ہی میں تھی کہ میرون سوک کا شیشہ نیچے ہوا اور ڈرائیور نے معید سے کہا۔

''آ جاؤ صاحب!''

سرد برستی رات میں یہ آفر بہت پُرکشش تھی۔ مگر ضحیٰ کا ساتھ اسے محتاط رہنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ جا کر گاڑی کی کھڑکی میں جھکا۔

''پیچھے زنانہ سواری ہے۔ بیگم صاحب کو بھی بلا لو۔'' ڈرائیور کے کہنے پر معید نے سرسری نگاہ پچھلی نشست پر ڈالی تو سیٹوں کے درمیان سے جھانکتا مسکراتا چہرہ ایک جھماکے سے اس کے ذہن کے بہت سے در وا کر گیا۔

''باقی تعارف بعد میں۔ پہلے اپنی ساتھی کو لے آؤ۔ سردی بہت ہے۔'' وہ مسکرائی تھی۔

معید ہلکا پھلکا سا ہو کر ضحیٰ کی طرف پلٹا۔

''آ جاؤ۔''

''کون ہے؟''

''اپنے ہی ہیں۔'' وہ مسکرا رہا تھا۔

پچھلا دروازہ کھول کر ضحیٰ کو اندر بٹھایا اور خود ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا۔ ضحیٰ نے دیکھا، پچھلی سیٹ پر ایک اچھی خاصی خوبصورت لڑکی براجمان تھی۔

''آپ تو بھیگ گئی ہیں ساری۔''

''ہماری گاڑی خراب ہو گئی تھی۔'' ضحیٰ خجل سی ہو گئی کہ گیلے کپڑوں سے گاڑی کی نشست خراب ہونے کا خدشہ تھا۔

''ارے تو کیا ہوا؟ یہ بھی تمہاری اپنی ہی گاڑی ہے۔ کیوں معید حسن؟'' وہ لڑکی مسکرا کر معید سے مخاطب ہوئی تو ضحیٰ غش کھانے کو ہو گئی۔ شناسائی کا یہ کون سا پرانا در کھل گیا تھا؟

وہ ہنس دیا تھا۔

''میں بھی کہوں، اتنی رات کو سرد بارش میں کون سرپھرا گاڑی لے کے پھر رہا ہے۔''

''دو ہی تو سرپھرے تھے کیمپس میں۔ ایک تم اور ایک میں۔'' وہ برجستہ بولی تھی۔

''خیر، تمہارے جیسی سرپھری کا مقابلہ تو میں پھر بھی نہیں کر سکا۔'' وہ اعتراف کر رہا تھا۔ اور

ضحیٰ ــــ وہ محو حیرت تھی۔ یہ کون سا رشتہ نکل آیا تھا؟ اور کون سی شناسائیاں طے ہو رہی تھیں
جیسے سڑے ہوئے غصیلے شخص کی بھی کسی لڑکی سے دوستی ہو سکتی ہے ــــ ناممکن۔ مگر بہرحال
وقت تو یہ لفٹ ہر حال میں غنیمت تھی۔ ورنہ تو شاید وہ گھر تک پیدل مارچ کراتے ہوئے
ضحیٰ کو تو یوں لگ رہا تھا جیسے ٹھنڈ اس کی ہڈیوں میں گھس گئی ہو۔

"تم تو شارجہ چلی گئی تھیں نا؟" معید پوچھ رہا تھا۔

"ہاں۔" اس نے گہری سانس بھری۔ "چلی گئی تھی۔ مگر اب یہیں ہوتی ہوں۔"

"اور فراز؟" اس نے پھر سے پوچھا تھا۔

"مجھے چھوڑو، تم اپنی سناؤ۔ ابھی تک ویسے ہی گھوم رہے ہو۔ شریف ابن شریف۔" وہ کہ
تھی۔ ضحیٰ پوری طرح سے خود کو باہر اندھیرے میں گم ظاہر کرنے لگی۔ اسے علم تھا کہ اگلا تعارف
ہونے والا تھا۔ مگر حیرت صد حیرت۔ معید کے پُرسکون انداز نے اسے جھٹکا سا لگایا۔

"ہاں ــــ اور اگلے دو سال تک ارادہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔"

"اوہو ــــ کس کے انتظار میں بن باس لئے بیٹھے ہو؟" وہ چھیڑ رہی تھی۔

"جس کا انتظار تھا، اس کی شادی ہوگئی۔" وہ اسی اطمینان سے بولا۔

ضحیٰ بحرِ تحیر میں غرق ہونے لگی۔ اس قدر گہری شناسائی کہ وہ راز جو کسی کو معلوم نہیں تھا، اس
لڑکی کے ساتھ شیئر کر رہا تھا۔

"بہت افسوس کی بات ہے معید حسن! یعنی ناکام افیئر۔" وہ متاسفانہ انداز میں بولی تو وہ ہنسا

"افیئر چلا ہی کہاں تھا؟ اس سے پہلے ہی اس کی شادی ہوگئی۔"

"افسوس ــــ مگر اب دو سال تک کیا اس کا سوگ مناؤ گے؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

ضحیٰ ہمہ تن گوش تھی۔ کچھ بھی ہو، یہ بات چیت اس کے بہت کام آسکتی تھی۔

"کچھ تو کروں گا ہی۔ بہرحال، تم سناؤ۔ کیسی گزر رہی ہے؟" وہ بات پلٹ گیا تھا۔

"اچھا، ان کا تعارف کراؤ۔" وہ لڑکی اب ضحیٰ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ اور ضحیٰ خوامخواہ کانشس ہو

"یہ ــــ میری کزن ہوتی ہیں۔" وہ قدرے توقف کے بعد بولا تھا۔

"فی الحال یا......؟" وہ شرارت سے پوچھ رہی تھی۔

ضحیٰ کا دل عجیب طریقے سے دھڑکا۔

"کزن کا مطلب کزن ہی ہوتا ہے۔ تم اپنا دماغ مت تھکاؤ۔" وہ خوش دلی سے بولا۔ اور
ڈرائیور کو راستہ بتانے لگا۔

"آئی ایم سوری۔ دراصل ہم دونوں بہت اچھے دوست رہے ہیں۔ میرا نام نویرا ہے۔" وہ
سے مخاطب تھی۔

"میں ضحیٰ ہوں۔" وہ بہ دقت مسکرا پائی تھی۔ ابھی تک ذہن چکر پھیریاں لے رہا تھا کہ معید
اس کا اصل تعارف کیوں نہیں کرایا۔ کیا وہ نویرا سے اس کا اور اپنا تعلق چھپانا چاہتا تھا؟ مگر کیوں؟

تو شادی شدہ تھی۔

ہمیشہ کی طرح وہ "مجھے کیا" کہہ کر اپنا ذہن نہیں بٹا پائی تھی۔

"معید! لگانا چکر میری طرف ــــ میں آج کل پاپا کی طرف ہوں۔" انہیں ڈراپ کرنے
کے بعد نویرا خوش دلی سے کہہ رہی تھی۔ "پاپا کے گھر کا ایڈریس تو معلوم ہے نا ــــ بہت دفعہ
گئے ہو تم تو۔"

"وہ کیسے بھول سکتا ہوں میں؟" وہ ذومعنی انداز میں کہتا ہنس دیا تھا۔

ضحیٰ تمام اخلاقیات کو بالائے طاق رکھے، بنا نویرا کا شکریہ ادا کئے یا الوداعی کلمات ادا کئے ڈور
بیل بجا رہی تھی۔

وہ نویرا کو رخصت کر کے پلٹا۔

"تمہاری بداخلاقی کا مجھے شک تو تھا ہی، اب تو پورا یقین ہوگیا ہے۔ اس نے اتنی مشکل میں
ہماری مدد کی اور تمہاری زبان سے شکریہ کے دو لفظ نہیں نکلے۔" وہ اسے جھاڑ رہا تھا۔

ایک تو سردی سے حال خراب ہو رہا تھا اوپر سے یہ ناگوار لیکچر۔ اور موڈ تو پتہ نہیں کیوں بگڑ رہا
تھا۔ تنک کر بولی۔

"آپ ہیں نا سپاس نامہ پیش کرنے کو۔ اور کر بھی دیا بہت اچھے سے۔ میرا کورنش بجا لانا بہت
ضروری نہیں تھا۔" معید دانتوں پر دانت جما کر رہ گیا۔ اسی وقت وجدان نے گیٹ وا کر دیا تھا۔

"گاڑی کہاں چھوڑ آئے؟ ــــ بھیگ رہے ہیں سارے۔" وہ متفکر ہوا تھا۔

ضحیٰ ان دونوں کو سوال و جواب میں اُلجھا چھوڑ کر اندر بھاگ گئی تھی۔ اسے پتہ تھا کہ یہ سردی کوئی
اچھا پیغام نہیں لا رہی تھی، اور واقعی صبح تک وہ بخار اور فلو کی زد میں آچکی تھی۔

"یہ ہوتا ہے رومینٹک ملاقاتوں کا رزلٹ۔" اس کے لئے چکن کارن سوپ بنا کر لاتی نگین نے
چھیڑا تھا۔

"آپ کا تو بس دماغ چلا ہوا ہے۔"

"تم بھی چلاؤ اب دماغ کو بی بنو! کہ رخصتی کے دن بہت دور نہیں ہیں۔" وہ گنگنائی تھی۔ تکیے
سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے ضحیٰ نے اسے تنبیہی نظروں سے دیکھا تھا۔

"تو کیا غلط کہہ رہی ہوں؟ ــــ یقین مانو ضوئی! اتنا چارمنگ موقع گنوا دیا ہے نا تم نے۔
شادی کر لی ہوتی تو شوہر کی محبت کا مزہ لوٹ رہی ہوتیں۔"

"اِٹس اِنف۔" اس کی رنگت تپ اُٹھی۔

نگین نے اس کے پہلو میں چٹکی بھری۔

"سن کے ہی یہ حال ہے تو اگر......"

"میں یہ گرما گرم سوپ آپ کے دماغ پر انڈیل دوں گی اب۔" ضحیٰ تو ناک تک بھر گئی تھی،
جلبلائی۔

"ہاہ—— بندر کیا جانے ادرک کا مزہ۔" وہ اب بھی چھیڑنے سے باز نہیں آرہی تھی۔

"میرا، ان کا رومینس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔" ضحیٰ کو سوپ بھی کڑوا لگنے لگا تھا۔

"تو تعلق بناؤ میری جان! ایسے تعلق تو بنانے سے بنتے ہیں۔" وہ لہک کر بولی تو ضحیٰ نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ کا تو انس بھائی نے بیڑہ غرق کر دیا ہے۔"

"ظالم! کس کی یاد دلا رہی ہو؟" وہ دفعتاً اُداس ہو کر بولی تھی۔

"انہی کی جو اس وقت "میوں شموں" کی سنہری زلفوں سے محظوظ ہو رہے ہوں گے۔" ضحیٰ نے سوچ کر کہتے ہوئے خود ہی مزہ لیا تھا۔

"آہا—— وہ تو میری سیاہ زلفوں کے دیوانے ہیں۔" تگین اترائی تھی۔

"تو کب تک "اندھیرے" میں رہتے۔ وہاں کے سنہرے پن نے تو ان کی نظر چکا چوند کر دی ہو گی۔" ضحیٰ نے بھی حملہ کیا تھا۔

"جی نہیں—— ایسا کچھ نہیں ہے۔" وہ اپنی بات پر زور دے کر بولی تو ضحیٰ نے مزہ لیا۔

"یہ کس کو سمجھا رہی ہیں؟ خود کو یا مجھ کو؟"

"تم مجھے سمجھا رہی ہو یا ڈرا رہی ہو؟" تگین نے جواباً اسے گھورا تو وہ اسی انداز میں بولی۔

"آپ سمجھ رہی ہیں یا ڈر رہی ہیں؟"

"شٹ اپ۔" تگین ہنس دی تھی۔

"سردی سے تمہارا دماغ سن ہو گیا ہے۔ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہیں۔ سوپ پیو گرم۔" پھر چند لمحے ہی خاموشی کے گزرے تھے، تگین کو جانے کیا سوجھی۔

"ویسے ضوئی! برستی بارش اور تنہائی میں معید بھائی کے ساتھ بھیگی سڑک پر چلتے ہوئے تمہیں خیال آرہا تھا؟"

"میرا جی چاہ رہا تھا، ہر طرف آگ لگا دوں۔"

"ہیں——؟" تگین نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"وہاں ہیٹر تو لگ نہیں سکتا تھا۔ ایک ہی صورت ہو سکتی تھی گرم ہونے کی۔" وہ اطمینان سے بولی تو تگین نے پاس پڑی معید کی جیکٹ کی طرف اشارہ کیا۔

"خیر—— گرم ہونے کی اور بھی بہت سی صورتیں تھیں۔" وہ کانوں تک سرخ پڑی تھی اس مطلب پا کر۔ "بہت کھلی ہوئی ہیں آپ۔"

"تو تم بھی کھل جاؤ اب۔ یہ کان جو ابھی سرخ ہو رہے ہیں، رات معید بھائی کے ڈائیلاگز سنا تپنے چاہئے تھے۔" وہ مزے سے کہہ رہی تھی۔

"وہ بہرحال آپ سے کچھ عقل مند ہی واقع ہوئے ہیں۔ انہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ کس بات پر میں سامنے والے کا سر توڑ سکتی ہوں۔" ضحیٰ نے بھی اسی اطمینان کا مظاہرہ کیا تھا۔ حالانکہ

معید سے متعلق یہ ساری چھیڑ چھاڑ اسے زہر لگ رہی تھی۔ مگر—— ہائے رے مجبوری۔ اب ہر کسی کے سامنے تو وہ اپنی طبیعت کا یہ رخ پیش نہیں کر سکتی تھی۔ اور کچھ صبا کی برین واشنگ کا بھی نتیجہ تھا کہ وہ تگین کے سامنے محتاط رہتی تھی۔ مگر پھر بھی کبھی کبھار یہ چڑ پوری طرح اُبھر کر سامنے آ ہی جاتی تھی تو پھر سبھی مزہ لیتے تھے۔ جیسے اس وقت تگین لے رہی تھی۔

"سر توڑنے والی بات تو صحیح ہے۔ مگر دل توڑنا تو بہت بڑا گناہ ہے ضوئی!"

"پھانسیاں دلوا دلوا کر وکیل صاحب کا دل بہت مضبوط ہو چکا ہے۔ بالکل اسٹار پلس کی ظالم ساسوں کی طرح ان پر اثر نہیں ہوتا۔" وہ طنزیہ بولی تھی۔

"ہائے ضوئی! ایسے تو مت کرو۔ اتنا اچھا دیور میرا، تمہارے پیچھے خوار ہے اور تم یوں ناقدری کر رہی ہو۔" تگین کو معید حسن پر ترس آیا تھا۔

"تو کہیں اور جا کے قدر کرائیں اپنی۔" ضحیٰ تنکی تھی۔ پھر اسے اچانک یاد آیا۔

"بلکہ رات ان کی کسی پرانی "شناسا" نے ہی ہمیں لفٹ دی تھی اور اس سے بڑا ہنس ہنس کے باتیں کر رہے تھے۔"

"اوہو۔ تمہیں تو بڑا افسوس ہوا ہوگا۔"

"نہ جی، مجھے کاہے کا افسوس ہوگا۔ بلکہ مجھے تو بہت خوشی ہوئی جب انہوں نے میرا تعارف کزن کی حیثیت سے کرایا۔" وہ مزے سے بولی۔

"دماغ تو خراب نہیں ہوا تمہارا؟ غور سے سنتیں، سجن کہا ہوگا۔" تگین کو یقین نہیں آیا تھا۔

"مجھے کیا ضرورت پڑی تھی اتنا غور کرنے کی۔ غور کئے بغیر ہی سارا چکر سمجھ میں آرہا تھا۔" اس نے خالی پیالہ تگین کے ہاتھ میں تھمایا اور ٹشو سے ہونٹ صاف کرنے لگی۔

"ایک تو تمہیں ہوا میں تیر چلانے کی بہت عادت ہے۔" تگین مایوس ہو کر اُٹھ گئی تھی۔

"اور آپ کو سب کی زندگی میں رومینس کا رنگ بھرنے کی۔" ضحیٰ نے اسے چھیڑا تھا۔ پھر پوچھنے لگی۔ "انس بھائی کب آرہے ہیں؟"

"بس تین روز تک۔ عماد بھائی کا بھی فون آیا تھا کل۔ ٹھیک ٹھاک نظر رکھے ہوئے ہیں میرے میاں پر۔" وہ ہنسی تھی۔

"شکر ہے۔ آئیں تو آپ کا دھیان بٹے۔" ضحیٰ نے کہا۔

اسی وقت چچی جان نے تگین کو آواز دی تھی۔

"انس کا فون ہے بیٹا!"

"دیکھا—— ادھر میں نے یاد کیا اُدھر ان کے دل کی گھنٹی بجی۔" وہ اترائی تھی۔

"اور ادھر فون کی۔" ضحیٰ نے گہری سانس بھری تھی۔ تگین ہنستی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ ضحیٰ نے کینہ توز نظروں سے معید کی جیکٹ کو دیکھا اور اٹھا کر کرسی پر پھینک دیا۔

"ایک تو پتہ نہیں اللہ میاں نے ہر احسان اسی بندے کے ذریعے مجھ پر کرنا ہوتا ہے۔" اُسے

پرانا شکوہ تھا۔

●●●●●

پُرتپش نگاہوں نے لمحوں میں صبا کے حواس گم کئے تھے۔

"کہاں گم ہو جاتی ہیں آپ میرے ساتھ چلتے چلتے؟" وہ سراپا شبنم بنا ہوا تھا۔ مگر اس کی نظر کی شعلگی صبا کے تن من کو جلا کر راکھ کر رہی تھی۔

اس کی تمام تر توجہ صبا پر مرتکز تھی۔

اور صبا ـــــ

اسے تو اپنا آپ ہوا سے بھی ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ تمام جان نوفل کے ہاتھوں میں دبے ہاتھ میں سمٹ آئی تھی۔ اور اب وہ اس پر مہربان ہو رہا تھا۔

ابر کرم کی طرح۔

ایک بارش کھڑکی کے اس پار برس رہی تھی، سرد اور بے رحم۔ اور ایک کھڑکی کے اس طرف تھی نرم و پُر حدت۔ اسے یاد نہیں تھا کہ نوفل نے کبھی اتنی محبت سے اس کی جانب پیش قدمی کی ہو اسے دل کی رضا سے چھوا ہو۔

تو اب ـــــ

'یا اللہ! ـــــ یہ لمحہ ہے یا تمام زندگی؟' اُس نے سختی سے آنکھیں موند لیں۔ خواب اس قدر خوبصورت تو نہیں ہوا کرتے۔ اور اگر یہ خواب تھا بھی تو اس کے یقین میں زندگی بسر کرنے کو چاہنے لگا تھا۔ وہ بہت محبت سے اسے چھو رہا تھا۔ اور وہ پیاسی دھرتی۔

اسے کیسے کہے کوئی

کہ صحراؤں کی تپتی پیاس، رم جھم سے نہیں بجھتی۔

"آئی لو یو صبا! ـــــ آئی ریئلی لو یو۔"

وہ تھک سا گیا تھا۔ ہار گیا تھا۔

اس کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔

یہ نوفل احمد تھا۔ وہ پتھر سے بنا شخص کہ جس کی تہہ در تہہ چھپی ذات کو تلاشنے میں صبا کی انگلیاں فگار ہو گئی تھیں، اتنی آسانی سے کھل گیا۔

اس کے تپتے، سلگتے دل پر ٹھنڈے میٹھے پانی کی پھوار سی پڑی تھی۔ اس کے شانے میں منہ چھپائے وہ شاید اعتراف کی پہلی سیڑھی پر تھا۔

"آئی لو یو صبا ـــــ!" اور وہ اس کے لفظوں کی گہرائیاں ناپنے میں مصروف تھی۔

●●●●●

"شرم کرو ـــــ پچھلے آدھے گھنٹے سے ایک بھی کام کی بات نہیں کی تم نے۔ مسلسل لڑ رہی ہو۔" اس نے شرم دلائی تو وہ پھر سے لڑنے پر آمادہ ہو گئی۔

"شرم تو آپ کو کرنی چاہئے۔ کبھی لتی کی تعریف کر رہے ہیں تو کبھی ڈیزی کی۔ کبھی روز قیامت لگتی ہے تو کبھی جینی۔"

"تو میں کیا کروں یار! یہاں ہر طرف رنگینی ہی رنگینی ہے۔" وہ کراہا تھا۔

"تو ضرورت کیا ہے آپ کو چھوٹے چھوٹے کپڑے پہننے والیوں کو دیکھنے کی؟" وہ جلبلائی تھی۔

"میں تھوڑی دیکھتا ہوں یار! وہ خود کھنچی چلی آتی ہیں۔ سمجھا کرو نا۔ ایشیائی حُسن کی بڑی مانگ ہے یہاں۔" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔

"انس! ـــــ خبردار۔" وہ تنبیہی انداز میں بولی تو وہ ہنسا تھا۔

"وہاں بیٹھ کر تو تم بس خبردار ہی کر سکتی ہو۔"

"میں اور بھی بہت کچھ کر سکتی ہوں انس!" نگین نے اسے دھمکایا تھا۔ مگر وہ اثر لئے بغیر بے پرواہی سے بولا۔

"ہنہ زیادہ سے زیادہ میکے چلی جاؤ گی۔ اور کیا۔"

"ہاں، چلی جاؤں گی۔ اور پھر کبھی بھی لوٹ کے نہیں آؤں گی۔" وہ ناراضگی سے بولی تھی۔

"میرے آنے کے بعد بھی نہیں آؤ گی؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"نہیں۔ کبھی بھی نہیں آؤں گی۔ بلکہ منائیں گے بھی تو کبھی نہیں مانوں گی۔" وہ پوری طرح ناراض ہو گئی تھی۔

انس ہنسا تھا۔

"یہاں بہت بے باکی ہے یار! ایک طرف نظر اٹھا کے دیکھ لو تو وہ لیں، کہتی پیچھے چلی آتی ہے۔"

"تو ـــــ؟" نگین کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"تو یہ کہ......

انکار سا مزہ اقرار میں کہاں!

بڑھتا ہے شوق غالب ان کی نہیں نہیں سے

تو یہ نگی! میری جان کہ جو مزہ تمہارے شرمانے، کترانے اور لجانے میں ہے وہ ان کی بے باکیوں میں کہاں۔ اور یہ دل تو اول روز سے تمہارا دیوانہ ہے جانم! وہاں کی تپش کا یہاں کے برفیلے مشینی جذبوں سے کیا مقابلہ۔ میری کیا پوچھتی ہو جانِ من! میں تو جب سے یہاں آیا ہوں، جی بھر کے سو بھی نہیں پایا۔ آدھی رات تک تمہیں یاد کر کے جاگتا ہوں تو باقی رات تم خوابوں میں آ کر تڑپاتی ہو۔ مجبوری نہیں ہوتی جانو! تو میں کبھی بھی یہاں نہ ٹھہرتا۔ پتہ نہیں تم کیسے وہاں رہ رہی ہو میرے بغیر۔"

ایک ایک لفظ اس کی دیوانگی کا مظہر تھا۔ اس کے پیار کا گواہ تھا۔ اس کی محبت کا امین تھا۔ اس کی چاہت کا دعویدار تھا۔ وہ کیوں نہ مغرور ہوتی۔ مگر اس کا دل جلانے کو بولی۔

"خیر ـــــ ہم تو بڑے سکون میں سوتے ہیں۔ اطمینان سے جاگتے ہیں۔ کوئی تنگ کرنے والا نہیں اور نہ ہی کوئی اُلٹی سیدھی فرمائشیں کرنے والا ہے، یعنی کہ اوور آل مزے میں گزر رہی ہے۔"

"آئی ہیٹ یو نگی!" وہ تپا تھا۔ نگین بے ساختہ ہنسی۔

"تم کبھی بھی میرا دل خوش نہیں کر سکتیں۔" وہ مایوس ہونے لگا تو وہ مزید بولی۔

"تو یوں کہیں نا کہ دل خوش کرنا ہے۔ مجھے خبر ہوتی تو زنانہ رسالوں کی رومینٹک کہانیوں سے ڈائیلاگز چرا لیتی۔ کم از کم آپ یوں خفا تو نہیں ہوتے۔"

"تم فیل ہو گئی۔ ہر امتحان میں فیل ہو۔ قریب تھا تب بھی نالائق اسٹوڈنٹ تھیں۔ اب سمندر پار ہوں تو تب بھی نالائقی کے جھنڈے گاڑ رہی ہو۔"

وہ کھل کے ہنسی تھی۔

انس کی پیاسی سماعتیں سیراب ہونے لگیں۔

"میں نالائق ہی ٹھیک ہوں۔" وہ مطمئن تھی۔

"ہو تو تم بھی کندن مگر تمہیں تھوڑی سی دکھ اور جدائی کی آنچ دینی پڑے گی۔ پھر صحیح معنوں چمکو گی تم۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اور نگین ہنس ہنس کر اس کا مذاق اُڑا رہی تھی۔

"ہنہ ـــــ جدائی اور آپ۔ پندرہ دن تو نکالے نہیں جا رہے میرے بغیر۔"

"عماد سن رہا ہے ساری گفتگو۔ کیا عزت رکھ رہی ہو تم میری۔"

"تو کون کہہ رہا ہے کہ جرمنی میں اپنے پوسٹرز لگوائیں۔ یہ سارا مباحثہ تو یہاں بھی روزانہ کرے گا، پرائم ٹائم میں۔" وہ مذاق اُڑا رہی تھی۔

انس ناراض ہونے لگا۔

"اب تو میں پاکستان آؤں گا ہی نہیں۔ کرتی رہنا وہاں وظیفے۔ یہیں کسی گوری کی گوری باہوں کو اپنا مسکن بنا لوں گا۔"

"بلکہ اس گوری باہوں والی کو یہیں لے آنا۔ سچی انس! ذرا مجھے بھی ریلیف مل جائے گا۔" اپنی بات کے آخر میں خود ہی کھلکھلا دی تو انس تپ کر رہ گیا۔

●●●●●

طلب ایک کڑی حقیقت ہے۔

جس سے نگاہ چرانا ممکن ہی نہیں۔ اب یہ وقتی طلب تھی یا حقیقی اس کا اندازہ صبا کو نہیں ہو رہا تھا۔ مگر ان لمحات میں اس قدر خوبصورتی اس قدر دلکشی تھی کہ وہ ان کے فریب میں اُلجھتی چلی جا رہی تھی۔ دل کہہ رہا تھا اگر یہ دھوکا بھی ہے تو وہ دھوکا کھانے کو تیار ہے۔

اگر یہ خواب ہے تو وہ اس کی تعبیر سے بے نیاز اس کے فسوں کا شکار ہونے کو تیار ہے، وہ راضی بہ رضا تھی۔ اور محبتوں کے طوفان رُکا نہیں کرتے۔ سیلاب کی مانند بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں۔ ایسی ہی کیفیت کا شکار آج نوفل احمد بھی تھا۔ تمام تر نفرت اور خود ساختہ واہموں کو دل و ذہن سے جھٹکے وہ اس پل صرف اور صرف صبا کا تھا۔ صبا نوفل احمد کا۔

"آئی لو یو صبا!" وہ نجانے کتنی بار اسے یقین دلا چکا تھا۔ بلکہ اپنے عمل سے اپنے کہے کو

بخش چکا تھا۔ لیکن شاید خود بے یقینی کی زد میں تھا۔ اس لئے صبا کو ایک جھٹکا سا لگا۔

اول رات سے لے کر آج تک وہ بدگمانیوں میں لپٹا طنز و استہزاء سے بات کرتا، اس پر نفرتوں کے کٹورے انڈیلتا آیا تھا۔

تو یہ ایک رات میں کیا جادو ہو گیا تھا کہ نوفل احمد اس کی جانب پلٹ آیا تھا۔

محبت ـــــ؟

تو یہ محبت ہے؟

کیا یہی محبت ہے؟

اس کے دل میں سوال گونجا۔

تب اس کے ذہن نے پوری شدت سے اس کی نفی کر دی۔ یہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ وقت، کشش، ہوس۔ مگر محبت یہ نہیں ہے۔ تو کیا محض مجھے کھلونا سمجھ کر ـــــ؟ وہ سر سے پاؤں تک جھنجنا اُٹھی تھی۔

ابھی کچھ دیر پہلے تک اسے اپنا آپ معتبر ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

نوفل احمد کا لمس اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت لگ رہا تھا۔ اور اب اُسے لگا جیسے اس کے وجود پر کن کھجورے رینگ رہے ہوں۔ جب تک ان سوالوں کا جواب نہ مل جاتا وہ اس قرب کو قبول نہیں کر سکتی تھی۔ تبھی اس کو سختی سے جھٹکتے ہوئے تمام تر وحشت اس کے لب و لہجے میں اتر آئی تھی۔

"صبا ـــــ!" محبتوں کا خمار ابھی بھی اس کے انداز و الفاظ سے جھلک رہا تھا۔ مگر ادھر۔

صبا کی انا، اس کی عزت داؤ پہ لگی تھی۔

"ڈونٹ ٹچ می نوفل!" اس کا لب و لہجہ رندھنے لگا۔ آنسوؤں کی نمکینی حلق میں اُتر آئی۔

کوئی اور وقت ہوتا، اول روز سے نوفل احمد اسے اپنی ہم سفری میں لے کے چلا ہوتا تو اس بات پر جھگڑا انوکھا ہی ہوتا۔ بدگمانی کی بارش نہ برستی بلکہ محبتوں کی نرم و ملائم دھوپ ہوتی۔

"کیا ہوا صبا؟" وہ اب بھی متنفر نہیں ہوا تھا۔

مگر شاید اب صبا سوچ کی گہرائیوں میں اُتر گئی تھی۔ تبھی تو ایک پل بھی چین نہیں آ رہا تھا۔

"آپ مجھے بیوی کی حیثیت سے اپنی تمام تر دلی و ذہنی آمادگی سے قبول کر رہے ہیں تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر یہ اس رات کے فسوں کا شکار ہو کر محض ایک عورت کو پاس پا کر بہکنے کا احساس ہے نوفل احمد! تو مجھے چھوئیے گا نہیں۔" اُس کی زخمی انا پھنکار اُٹھی تھی۔

نوفل احمد کا دماغ جھنجنا اُٹھا۔

●●●●●

"خان! اگر تم نے مزید اکڑ دکھانے کی کوشش کی تو میں تمہارا حشر خراب کر دوں گی۔" وہ موبائل فون کان سے لگائے کھڑکی کے شیشے سے پار برستی سردیوں کی بارش کا نظارہ کرتی اسے دھمکا رہی تھی۔

"دیکھو ڈراے! اس میں ایسی خفگی والی کوئی بات نہیں۔ اور میں بہانے کیوں بناؤں گا؟ اگر مجھے تم سے نہیں ملنا ہوتا تو میں صاف انکار کر دیتا۔" شموئیل قدرے گڑبڑایا تھا۔

''ژالے نے گہری سانس کھینچی، پھر طنزاً بولی۔

''ہاں ـــــ بد ذوق تو تم شروع ہی سے ہو اور بد اخلاقی اب اچھی طرح ظاہر ہو رہی ہے۔''

''میں بد اخلاق ہی بھلا۔'' وہ بے ساختہ بولا اور پھر ژالے کی لعن طعن سن کے اپنے لفظوں پر پچھتایا بھی۔

''بڈھ ہو تم خانوں کے نام پر شموئیل خان! آفریدی کہتے ہو تم خود کو۔ اُف، مجھے تو تمہارے بابا جان سے ملنا چاہئے اور تمہاری چارج شیٹ ان کے حوالے کرنی چاہئے۔ انہیں صحیح ٹرکس آتے ہیں تمہیں سیدھا کرنے کے۔''

''کیوں میری جان کھا رہی ہو ژالے! سونے دو یارا! موسم خراب ہو رہا ہے باہر۔ اور ویسے میں بہت تھکا ہوا ہوں۔'' وہ واقعی نیند کے جھونکوں کی زد میں تھا۔ سیزن کی وجہ سے ان دنوں ایکسپورٹ کا لوڈ بہت زیادہ تھا۔ اور کچھ وہ خود بھی کام میں بہت انوالو رہتا تھا۔ وہ ملازموں پر انحصار کرنے والا بندہ نہیں تھا۔ تبھی کامیاب بھی تھا۔

''تم سونے لگے ہو؟'' ژالے کو جیسے جھٹکا سا لگا تھا۔ ''اتنے خوبصورت موسم میں تمہیں نیند آ رہی ہے؟'' وہ بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔

شموئیل کراہ کر رہ گیا۔

''تو رات اور کس لئے ہوتی ہے؟'' جواباً وہ مسکرا دی۔

''ایسی خوب صورت راتیں تو کافی پینے، شیشے کے پار برستی بوندوں کا نظارہ کرنے اور میٹھی باتیں کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔''

اس کے مخمور لہجے نے شموئیل کے اعصاب کو الرٹ کیا تھا۔

''میرے خیال میں تمہیں بھی ایک پُرسکون نیند کی ضرورت ہے۔''

''میں اتنی بد ذوق نہیں ہوں۔'' ژالے نے منہ بنایا تھا، پھر بولی۔ ''تم یہ بتاؤ کہ بابا جان سے کب ملوا رہے ہو؟''

''یہ میں نے تم سے کب کہا تھا؟'' شموئیل کو جیسے کرنٹ چھو گیا تھا۔

جواباً وہ ہنسی تھی۔

''تم نے نہیں کہا تو اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ میں شادی سے پہلے اپنی ہونے والی سسرال نہیں جاؤں گی۔ بلکہ میں تو تمہارے بابا جان کے دربار میں حاضری دینے کو بھی تیار ہوں۔''

''خواب دیکھنا چھوڑ دو ژالے بی بی!'' وہ کہے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

''ایسے ہی؟'' اسے اعتراض ہوا تھا۔ بات سیریس تھی۔ ورنہ وہ ''بی بی'' کا نوٹس ضرور لیتی۔

''اب تو میں عادی ہو چکی ہوں ان خوابوں کی۔ تمہارے سنگ چلنا اور دور نکل جانا۔ تمہاری حویلی کی راہداریوں میں گھومنا۔ اور تمہارے ساتھ ڈھیروں باتیں کرنا۔'' وہ جیسے واقعی اس خواب کی گرفت میں آ گئی تھی۔

''ہر خواب کی تعبیر اپنی من مرضی کی نہیں ہوتی ژالے آفریدی! آپ اپنی مرضی سے شاید خواب دیکھنے پر تو قادر ہو سکتے ہیں مگر ان کی تعبیر نہیں بدل سکتے۔'' وہ سنجیدہ تھا۔

''ارے چھوڑ دو یارا! ہم کیوں فکر کریں؟ ہمت اور حوصلہ ہو تو قسمت کی ہر چال اپنے حق میں کی جا سکتی ہے۔'' وہ اس کے لب و لہجے کی نقل کرتے ہوئے بولی تو نہ چاہتے ہوئے بھی شموئیل مسکرا دیا۔

''اب لگی ہو نا پٹھانی۔''

''پتہ ہے شموئیل! میں نے سوچا ہے کہ اب میں پشوازیں سلوانا شروع کر دوں۔ سر پر دوپٹہ لیا کروں۔ ٹراؤزر کی جگہ شلوار پہنا کروں۔ تمہاری حویلی کا روپ اپنا لوں تا کہ کوئی مجھے ریجیکٹ کرنے کا ریزن پیش نہ کر سکے۔''

وہ کہہ رہی تھی۔ اور یہ وہ موضوع تھا جو شموئیل خان کے اعصاب کو تناؤ کا شکار کر دیتا تھا۔ وہ کسی صورت بھی اس کے پلو سے آس کے جگنو نہیں باندھنا چاہتا تھا کہ جن کی روشنی میں وہ اس کے پیچھے چلی آتی۔ مگر جو خود ہی خارزار میں الجھنے کو تیار ہو، اس کا کیا؟

''مر جاؤ گی ژالے آفریدی! یہ راہ اتنی آسان نہیں ہے جتنی تم سمجھ رہی ہو۔'' وہ بے اختیار ہوا تھا۔ ژالے چونکی۔ یہ لب و لہجہ عام تو نہیں تھا۔ اتنی تپش تو شموئیل خان آفریدی کے لب و لہجے میں کبھی نہیں اتری تھی۔

''تم ساتھ ہو تو میں ہر حد سے گزرنے کو تیار ہوں۔''

''مگر میں یہ نہیں چاہتا۔'' شموئیل نے اٹل انداز میں کہا تو وہ قیافہ لگانے لگی۔

''کیا تم بابا جان سے ڈرتے ہو؟''

''میں صرف تم سے ڈرتا ہوں ژالے آفریدی! ـــــ حقیقت سہار نہیں پاؤ گی تم۔'' وہ بے اختیار بولا تھا۔

''کیسی حقیقت؟'' وہ حیران ہوئی تھی۔

دوسری جانب کئی لمحوں کی خاموشی تھی۔

''تم یہ کیوں نہیں سمجھ لیتیں ژالے! کہ میں تمہارے نصیب میں نہیں ہوں۔'' وہ ہارنے لگا تھا۔ بشر کا دل تھا۔ وہ پکارتی تھی تو کھنچا چلا جاتا تھا۔ مرد بھی تھا۔ اتنی خوبصورت لڑکی اس کے پیچھے پاگل ہوئی پھرتی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی توجہ بکھر بکھر جاتی تھی۔

''خدا نہ کرے۔'' وہ بے ساختہ بولی۔ پھر اسے ڈانٹنے لگی۔ ''میں ایسا کیوں سوچوں؟ تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے شموئیل خان! تمہیں تو میں تقدیر میں اوپر سے لکھوا کے لائی ہوں۔ تمہارے پاس نظر ہی نہیں، ورنہ میں تمہیں دکھاتی اپنی پیشانی پہ تمہارا چمکتا نام۔''

''مت دو فریب خود کو بھی ـــــ اور مجھے بھی۔''

''کیا بات ہے شموئیل! کیا تم سنجیدہ ہو؟ خیریت تو ہے؟'' وہ متفکر ہوئی تھی۔

''دیکھو ژالے! میں ہزار دفعہ نوفل سے بھی کہہ چکا ہوں کہ تمہیں سمجھائے۔ بلکہ تم خود ہی سمجھ لو کہ

میں تمہارے لائق نہیں ہوں۔" وہ کہہ رہا تھا۔ اور ژالے اس کے لفظوں کی گھمن گھیریاں رہی تھی۔

"تمہارے سامنے پوری زندگی پڑی ہے۔ بلکہ جو زندگی تم گزار رہی ہو وہ میری حوالہ زدہ ماحول سے بہت بہترین ہے۔ اپنے مقدر کو اپنے ہاتھوں پچھتاووں کے حوالے مت کرو شریکِ سفر صرف تمہارا ہونا چاہئے ژالے! صرف تمہارا۔"

"اور تم کس کے ہو؟" ژالے بے یقینی کی زد میں تھی۔ "دیکھو! جھوٹ مت بولنا شموئیل میں مر جاؤں گی۔"

"میں اب مزید جھوٹ نہیں بول سکتا۔ کیونکہ میں تمہاری زندگی برباد ہوتے نہیں دیکھ سکتا" شموئیل نے صاف گوئی سے کہنا شروع کیا تو ژالے کے دل کی دھڑکن تھم تھم کے چلنے لگی۔

"میری شادی ہو چکی ہے ژالے! —— دو سال ہو چکے ہیں —— مجبوراً ہی سہی۔ مگر اور کا ہوں۔"

"جھوٹ۔" وہ تیقن سے پُر لہجے میں بولی۔ "تم مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے جھوٹ بول رہے ہو۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں —— تم نوفل سے حقیقت معلوم کر سکتی ہو۔"

"نہیں۔ میں کسی سے نہیں پوچھوں گی۔ مگر تم مجھ سے یہ جھوٹ مت بولو۔" وہ تیز لہجہ شموئیل کو خائف سی لگی۔

مگر وہ واقعتاً اسے کسی دھوکے آمیز امید کا شکار نہیں بنانا چاہتا تھا، نرمی سے بولا۔

"یہ سچ ہے ژالے! میں شادی کر چکا ہوں۔ اور میری بیوی میری فیملی کے ساتھ ہی رہتی

"میں مر جاؤں گی شموئیل!" اس کی شربتی آنکھیں بھر آئیں۔

"کوئی کسی کے لئے نہیں مرا کرتا ژالے! یہ صرف کتابی باتیں ہیں۔ تم بھی ایک نئی زندگی شروع کرو۔" وہ سفاکی پر اتر آیا تھا۔

"کوئی کسی کے لئے نہیں مرتا شموئیل! مگر میں تمہارے لئے مر جاؤں گی۔ میرے ساتھ کرو۔" ژالے نے جیسے اس کی منت کی تھی۔

"مت دو تکلیف خود کو بھی اور مجھے بھی ژالے! جو حقیقت تھی وہ میں نے تمہیں بتا دی بات کا یقین نہیں ہے تو اب تم نوفل احمد سے پوچھ لو۔" شموئیل نے اس کے، اپنے مابین ایک آخری موڑ دے کر آہستگی سے خدا حافظ کہا اور موبائل آف کر ڈالا۔

'بکواس —— بکواس کر رہا ہے۔' وہ ابھی تک بے یقینی کی گرفت میں تھی۔

ہتھیلی سے رگڑ کر آنسوؤں کی دھند صاف کرتے ہوئے اس نے اگلا نمبر نوفل احمد کا وہ مسلسل آف مل رہا تھا۔

'جب وہ خود کہہ رہا ہے تو......' وہ تھم سی گئی تھی۔

'تو اس نے شادی کر لی۔'

اس کے قدم بلند قامت آئینے کے سامنے رکے تھے۔

'میں، ژالے آفریدی یہ روپ سروپ لے کر کسی کے سامنے جاؤں اور وہ مجھے اپنا آپ دان نہ کرے اور وہ بے قدرا —— قدر ہی نہ جان سکا میری —— اتنی آسانی سے اس نے اپنا تن من کسی اور پر وار دیا۔ وہ سراپا جو میری آنکھوں میں اتنے برسوں سے مقید تھا اب کسی اور کی ملکیت ہے وہ آنکھیں جن کے سنہری پن کو میں نے اپنی پوروں سے چھونے کی تمنا کی تھی، ان میں کسی اور کے سپنے ملتے ہیں۔ وہ قرب جس کی چاہ مجھے نیویارک سے یہاں کھینچ کے لائی تھی، کسی اور کے شب روز مہکاتا تھا۔'

'آئی ہیٹ یو شموئیل خان آفریدی! —— آئی ہیٹ یو۔'

وہ ایک جنون کی سی کیفیت میں اٹھی تھی۔

'تو پھر یہ طے ہے کہ اب عمر بھر نہیں ملنا، تو پھر یہ عمر بھی کیوں، اگر تم سے نہیں ملنا۔'

ڈیڈی اپنے بستر میں آرام سے محو استراحت تھے۔ ورنہ اتنی رات گئے اس کی آمد کا مقصد ضرور پوچھتے۔ وہ سیدھی ان کے واش روم میں گئی تھی۔

'تو پھر یہ عمر بھی کیوں —— جب جینے کا مقصد نہیں رہا شموئیل خان ——!'

اس نے ریزر کھول کر بلیڈ نکالا اور ایک وحشت کے عالم میں دانت جما کر اپنی داہنی کلائی پر رکھ ——!

●●●●●

نوفل کا ذہن بے یقینی کی زد میں تھا۔

یہ الفاظ —— یہ انداز والفاظ صبا کے تھے ——؟

وہ تو محبتوں کے پھولوں سے اس کی جھولی بھر دینے کو تھا۔

وہ اپنی حلاوتوں سے تمام کڑواہٹ مٹانے کو تھا۔

اور وہ ایک بار پھر اس کا ہاتھ جھٹک چلی تھی۔

"تم کبھی میرا اعتبار نہیں کرو گی۔" وہ یکلخت پھنکارا تھا۔

صبا تحیر سے اسے دیکھنے لگی۔

اتنے عرصے میں پہلی بار وہ اسے "آپ، جناب" سے ہٹ کے مخاطب کر رہا تھا۔

"تم چاہے تمہارے لئے تڑپتا رہوں، سلگتا رہوں، تمہاری طلب میں پاگل ہوتا رہوں۔ مگر میری شدت تمہارے سنگ دل پر کبھی اثر پذیر نہیں ہوگی۔ تم رہو گی قید اپنی گزشتہ محبتوں کے گنبد میں، ان تمہیں کبھی بھی میری محبت کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ کیونکہ تمہارے دل کا پیمانہ لبالب بھرا ہوا ہے غرض تو میں ہوں —— میں جو ——"

وہ سرخ ہوتی آنکھیں اس پر جمائے شدید برہمی کے عالم میں تھا۔ اور یہ کیا راز کھول رہا تھا۔

اس کا سر چکرانے لگا۔ شانوں میں کھبتی اس کی انگلیوں کا درد ذرا بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

وہ تو ایک بحر تحیر میں غرق تھی۔

مگر لمحے ریت کی مانند ہاتھوں سے پھسل چکے تھے۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ان انکشافات پر کیا ردعمل ظاہر کرے ـــــ وہ پلٹ کر کر چکا تھا۔

شاید سب کچھ ختم کر کے۔

سب کچھ۔

وہی، جو ابھی شروع ہی ہوا تھا اور وہ اپنی بے وقوفی کے ہاتھوں سب گنوا بیٹھی تھی۔

اور اب بیٹھی ہاتھ مل رہی تھی۔

●●●●●

"توبہ ہے انس! وہاں اتنی دور بیٹھ کے بھی دل جلائیں گے میرا۔ یہاں تو بہت ڈائیلاگ کرتے ہیں۔" وہ مایوسی سے کہہ رہی تھی۔

انس سلگا۔

"تب کون سا قدر کرتی تھیں تم جو یہاں فون سے سن کے "دل پشوری" کرنا چاہ رہی ہو"

وہ دل کھول کے ہنسی۔

"کس قدر تپے ہوئے ہیں انس! ویسے کر کیا رہے ہیں اس وقت؟"

"ایسے ہی، دماغ خراب ہوا تو تمہارے لئے شاپنگ کرنے نکل کھڑا ہوا۔ ابھی عماد سامنے پہ کھڑا ہے اور میں فون بوتھ پہ کھڑا دھوپ سینک رہا ہوں۔"

"دھوپ یا آنکھیں؟" نگین نے چھیڑا تو وہ ڈھٹائی سے بولا۔

"یہی سمجھ لو ـــــ جو کر سکتا ہوں، وہی کروں گا نا۔"

"آئی کل یو انس!" وہ غرائی تھی۔ تبھی لائن ڈراپ ہو گئی۔

"شٹ ـــــ!" وہ سخت بدمزہ ہوئی تھی۔

تبھی بوتھ سے نکلتے ہوئے زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ انس اپنے موبائل سے دوبارہ نمبر ملانے لگا۔ تصور جاناں میں ڈوبا وہ اپنے دھیان میں گم تھا۔

نگین نے لپک کر ریسیور اٹھایا۔

"مجھے خبر تھی میری جان انتظار کر رہی ہو گی۔" وہ اندر تک ٹھنڈا ہو گیا۔

"ایسے ہی ـــــ میں تو کسی اور کے فون کے انتظار میں تھی۔" وہ مکر گئی۔

"کبھی تو اعتراف کر لیا کرو جانم!" وہ ملتجیانہ انداز میں بولا تو وہ ہنسنے لگی۔

انس نے ہاتھ اٹھا کر سڑک کے پار عماد کو اشارہ کیا۔ کان سے موبائل لگائے وہ بڑی محویت سے نگین کو سن رہا تھا۔

نشے میں دھت ڈرائیور کا ٹرالر اسے اپنی طرف بڑھتا دکھائی ہی نہیں دیا تھا۔

"انس ـــــ!" عماد زور سے چیخا تھا۔

مگر تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔

نگین نے ایک دھماکا اور انس کی کراہ سنی تھی اور بس۔

دہشت نے اُسے اپنے بے رحم حصار میں لے لیا۔

اور پھر وہ آ گیا تھا۔

تین نہیں بلکہ پندرہ دنوں کے بعد۔

لیکن پہلے کی طرح ہنستا مسکراتا نہیں، بلکہ تابوت میں بند لاشے کی صورت۔

اور ان پندرہ دنوں میں گھر والوں کا کیا حشر ہوا تھا یہ بتانے کے لائق نہیں تھا۔

میر ہاؤس میں صفِ ماتم بچھ گئی تھی۔ جس جس نے سنا اُس کی آنکھیں اشک بار تھیں۔

اس قدر جوان موت۔

جہاں سب لڑکے بوکھلائے ہوئے تھے تو وہیں تایا جان بھی ڈھے سے گئے تھے۔ جوان بیٹا جوانی میں انہیں بے سہارا کر گیا تھا۔ تائی جان تو حواس میں تھیں ہی نہیں۔ انہیں ہاسپٹلائز کیا تھا۔ ان کا ذہن انس کی موت کی خبر پر ہی ٹھہر گیا تھا۔

اور پھر وہ بھی۔

انس کی دیوانی۔ اس کی خوشی میں ہنستی اور اس کے غم میں شراکت دار۔

اسے شاید اس خبر کے متعلق نہ ہی بتایا جاتا۔ مگر کیا، کیا جاتا کہ فون پر اس وقت وہی تھی۔ تباہ کن ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ مگر اس کی حالت تو ایسی تھی کہ نہ چاہتے ہوئے بھی سب کو رُلا رہی تھی۔ کسی طور بھی انس کی موت کا یقین کرنے کو تیار نہیں تھی۔ لیکن تقدیر سے کون لڑ سکا ہے؟

موت سے کس کو رستگاری ہے؟

اسے بھی پندرہ دنوں کے بعد یقین آ گیا تھا۔

اور تب سے اب تک وہ پتھر کی ہو گئی تھی۔ جب وہ ہمیشہ کے لئے گیا تب بھی اسے ہوش نہیں تھا۔

نوفل اُسے گلے لگا کر رو دیا۔ مگر اس کی پتھرائی آنکھوں میں سے ایک بھی آنسو نہیں نکلا تھا۔ اس کی حالت پتھر دلوں کو بھی پگھلا رہی تھی۔ اور جانے والے کب رُکا کرتے ہیں۔ وہ بھی چلا گیا تھا دائمی جدائی دے کر۔

●●●●●

اسے ژالے کے ڈیڈی کا فون ملا تھا۔

"میں نوفل کو ٹرائی کر رہا تھا۔ مگر اُس کا فون مسلسل بزی مل رہا تھا۔"

"جی انکل!" وہ آنکھیں مسلتا اُٹھ بیٹھا۔

"بیٹا! آپ اس وقت یہاں آ سکتے ہیں؟ ــــــ ژالے ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہے۔" وہ پریشانی کے عالم میں کہہ رہے تھے۔

شموئیل کا دل سکڑنے لگا۔

"اسے کیا ہوا ہے؟"

"میں بہت پریشان ہوں شموئیل بیٹا! وہ بہت بُری لائف گزار رہی تھی۔ ایسے میں خودکشی کی کوشش کرنا۔ مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

وہ پتہ نہیں اُسے کیا کیا بتا رہے تھے مگر وہ تو وہیں بھک سے اُڑ گیا تھا۔

خودکشی ـــــ

"کون سے ہاسپٹل میں ہے وہ؟"

اسے اپنی آواز کسی گہرے کنوئیں میں سے آتی محسوس ہوئی تھی۔ جواباً انہوں نے اسے ہاسپٹل کا نام بتا دیا۔ اس نے مزید کچھ بات کئے بغیر فون آف کر دیا۔ اگر وہ نائٹ سوٹ میں نہیں ہوتا تو شاید کپڑے بدلنے کی بھی زحمت نہ کرتا۔ مگر اب بھی اس کی عجلت قابلِ دید تھی۔

گھر سے نکلتے ہوئے گاڑی چلاتے ہوئے وہ مسلسل نوفل سے کنٹیکٹ کرنے کی کوشش کرتا رہا مگر کال نہیں لگی تھی۔ مایوس ہو کر اس نے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ وہ جلد از جلد ہاسپٹل پہنچنا چاہتا تھا۔

ژالے کے ڈیڈی بے حد متفکر سے اُسے کوریڈور ہی میں مل گئے تھے۔

وہ لپک کر ان کے پاس پہنچا۔

"اب کیسی ہے وہ؟" وہ متوحش تھا۔

"پہلے سے بہتر ہے۔" وہ تھکے تھکے انداز میں کہتے وہیں بینچ پر بیٹھ گئے تو وہ بھی ان سے کچھ فاصلے پر ٹک گیا۔

"مگر اس نے یہ سب......"

وہ کیا، کیوں کے چکر میں پڑنے ہی لگا تھا کہ یکلخت ہی ایک جھماکے کے ساتھ اس کے ذہن کے نہاں خانوں سے ژالے سے فون پر ہونے والی آخری گفتگو تر و تازہ ہو گئی۔

وہ مضطرب سا بات ادھوری چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اپنی کلائیوں کی رگیں کاٹ لیں اس نے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی شموئیل! کس بات نے اسے اتنا مجبور کیا کہ وہ زندگی ہی سے منہ موڑ گئی۔ میرا بھی خیال نہیں کیا۔" وہ بے حد شکستہ دل ہو رہے تھے۔

تب سے اب تک یہی بات تو انہیں کھائے جا رہی تھی کہ اتنی خوش و خرم ژالے خودکشی جیسا [illegible] اور انتہائی اقدام کیسے کر سکتی ہے۔

"کوئی کسی کے لئے نہیں مرتا ژالے! ـــــ تم بھی نئی زندگی شروع کرو۔" اُسے یاد تھا اس نے کہا

تھا۔ اور جواباً وہ بولی تھی۔

"میں مر جاؤں گی شموئیل! میرے ساتھ ایسا مت کرو۔"

'الٰہی!' وہ سر تھام کر بیٹھا رہا۔

'تو سچ بولنا ہی میرا جرم ہو گیا ہے ــــــ مگر اے خدا! تُو گواہ ہے کہ میں نے ژالے کو آنے والے وقت کی تکلیف سے بچانے کی مقدور بھر کوشش کی تھی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ وہ جذباتی ہو کر اس قدر بولڈ اسٹیپ لے گی۔ اور اس کی مجھ سے محبت ــــــ اتنی گہری، اتنی شدید کہ جان جانے کا خوف بھی نہیں ہوا اسے۔ جانے دل کی کن گہرائیوں میں گڑی ہیں اس یک طرفہ محبت کی جڑیں' وہ ابھی تک شاکڈ تھا۔

یک طرفہ محبت؟

وہ ٹھٹکا۔

یہ خیال کا سکہ کاسۂ ذہن میں گرا تو کتنی ہی دیر کھنکتا رہا۔ پھر کوئی اس کے اندر ہنسا تھا طنزیہ اور جتانے والے انداز میں۔

'شموئیل خان آفریدی! کسے دھوکا دیتے ہو؟ ژالے آفریدی کو یا اپنے آپ کو؟ ــــــ تم مان کیوں نہیں لیتے کہ تم اس سے نہیں بلکہ اتنے سالوں سے خود سے بھاگ رہے ہو ــــــ اس اعتراف سے بھاگ رہے ہو کہ ژالے کی محبت یک طرفہ نہیں بلکہ تم بھی گرفتارِ محبت ہو۔ اور یہ کہ اس کی آنکھوں میں اُبھرتے اپنے عکس ہی نے تمہیں محتاط کر دیا تھا۔ تم جو رسموں میں جکڑے، روایات کے پروردہ ــــــ'

وہ شدید ذہنی تناؤ کا شکار تھا ــــــ اگر اس وقت ڈاکٹر نہ آ جاتا تو شاید اس کا نروس سسٹم جواب دے جاتا۔

"اب وہ خطرے سے باہر ہیں۔ مگر آفریدی صاحب! یہ فقط آپ کی بدولت ہوا ہے کہ آپ نے پولیس کو اطلاع نہیں کی۔ ورنہ ہم ایسے کیسز بہت محتاط ہو کر ہینڈل کرتے ہیں۔"

"تھینک یو عباس! ــــــ میں سمجھ سکتا ہوں۔" انکل ممنون ہوئے تھے۔ اگر ڈاکٹر کے ساتھ ان کے اچھے اور دیرینہ تعلقات نہ ہوتے تو یقیناً اب تک وہ پولیس کے چکروں میں پڑے ہوتے اور بدنامی ہوتی وہ الگ۔

"مگر آئندہ خیال رکھئے گا ــــــ اُسے بہت کیئر کی ضرورت ہے۔ وہ شدید ذہنی تناؤ کا شکار ہے تبھی ایسی حرکت کی ہے اس نے۔ ورنہ ژالے جیسی میچورڈ لڑکی سے میں ایسی توقع نہیں کر سکتا۔ اسے اس ذہنی دباؤ سے نکالیں۔ ورنہ اس کا نروس بریک ڈاؤن بھی ہو سکتا ہے۔"

ڈاکٹر عباس نے سنجیدگی سے کہا اور ایسی ہی دو چار پیشہ وارانہ نصیحتیں کرتا چلا گیا۔

"کیا ہوا ہے اُسے شموئیل؟ ــــــ تم تو اس کے دوست ہو۔ رات وہ اپنے کمرے میں گئی تو بالکل ٹھیک تھی۔ پُرسکون اور مطمئن۔ پھر ایسا کیا ہو گیا؟ ــــــ ایسی کون سی انتہا ہو گئی تھی کہ اسے زندگی جیسی شے بے کار لگنے لگی۔ ایسا کیا چھن گیا اس سے؟"

انکل حوصلہ چھوڑ بیٹھے تھے۔ مگر شموئیل خان آفریدی ان کے کسی ایک بھی سوال کا جواب دینے کے قابل نہیں تھا۔

●●●●●

"خدا کے لئے نگین! پیٹ بھر کے نہ سہی، دو نوالے ہی کھا لو بچے! اپنا نہیں تو آنے والی زندگی کا خیال کرو۔"

چچی جان آج سے نہیں، مسلسل دو دن سے اس کی منتیں کر رہی تھیں۔ اور وہ تھی کہ دنیا سے بیگانی، خود سے لاپرواہ۔ رو رو کر اس کی آنکھوں کے سوتے خشک ہو گئے تھے۔ آنکھیں سوج گئی تھیں، آواز بیٹھ گئی تھیں۔ مگر غم تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

عماد پر نظر پڑی تو وہ چچی جان کا ہاتھ پیچھے دھکیلتی تیزی سے اُٹھ کر اس کی طرف لپکی۔

"انس کہاں ہیں؟ ــــــ میں نے آپ کو کہا تھا نا، ان کا دھیان رکھنا۔ پھر کہاں چھوڑ آئے انہیں؟" اس کی آستین کو مٹھی میں جکڑے وہ وحشت زدہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

کثرتِ گریہ وزاری سے سوجی گلابی آنکھیں اور بیٹھی بیٹھی آواز۔ ملگجے سے حلیے میں ــــــ یہ وہ نگین تو نہیں تھی جو ہر وقت بنی سنوری، خوشبوؤں میں بسی انس کی دلداری کا سامان کئے رہتی تھی۔

خود عماد کا دل کٹنے لگا۔

اس نے بھی تو بھائیوں جیسا دوست کھویا تھا۔ جس کا جتنا بھی ماتم کیا جاتا وہ کم تھا۔

"عماد بھائی! بتائیں نا ــــــ کہاں ہیں انس؟ میں اتنے دنوں سے ان کا انتظار کر رہی ہوں۔ انہوں نے تو پرسوں آنے کا کہا تھا۔ اب تو اتنے دن گزر گئے۔ آپ تو ان کے ساتھ آنے والے تھے۔ پھر اکیلے کیوں آ گئے؟"

وہ ناراضگی سے کہہ رہی تھی۔

جیسے اسے انس کی موت کی خبر ہی نہ ہو۔

جیسے اس کی وداعی کا دن بیچ میں آیا ہی نہ ہو۔

چچی جان روتی ہوئی آگے بڑھیں اور اسے شانوں سے تھام لیا۔

"صبر کرو میری جان! قسمت میں اتنا ہی ساتھ لکھا تھا تو کوئی کیسے مٹا سکتا تھا؟"

نگین نے جیسے ان کی بات سن کر ہی نہ سنی تھی۔ ان کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے اسی انداز میں بولی۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں۔ دیکھئے، عماد بھائی تو لوٹ آئے ہیں۔ انہوں نے بھی ان کے ساتھ آنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ اور پھر میرے بغیر تو وہ رہ ہی نہیں سکتے۔ خفگی دکھا رہے ہوں گے۔ ہے نا عماد بھائی؟"

وہ اب عماد سے پوچھ رہی تھی۔ اس کی شرٹ کی آستین ابھی تک نگین کی گرفت میں تھی۔ اس قدر جوان جہان مرد ہوتے ہوئے بھی اس کی حالت دیکھ کر عماد کا دل پانی ہونے لگا۔ جی چاہا مردانگی کا

زعم چھوڑ کر اونچی آواز میں رو دے۔ ابھی تک وہ سب انس کی موت کو قبول نہیں کر پا رہے تھے
وہ جو اس کی ہم سفر، ہم نفس تھی، جس کے بغیر ایک لمحہ گزارنا بھی انس کو قیامت لگا کرتا تھا
جس کا وہ برملا اظہار بھی کیا کرتا تھا، کس حوصلے سے اسے داغ جدائی دے گیا تھا۔

اور اب نگین کی حالت ____ یہ لمحہ موجود تھا۔ اور برداشت سے باہر تھا۔

عماد بے بسی سے چچی جان کی طرف دیکھنے لگا۔ مریم پھپھو روتی ہوئی آگے بڑھیں۔ آج انس
کے قل کا دن تھا۔

گھر خواتین اور مردوں سے بھرا ہوا تھا۔ تائی جان بدستور ہاسپٹل میں تھیں۔ غم سے نڈھال تھیں
مگر معید اور صبا مسلسل ان کے پاس تھے۔ ایسے میں نگین کی خود سے بیگانگی مزید دکھ کا باعث بن
رہی تھی۔ شادی کے چند ماہ بعد ہی ہر وقت دلہن کی مانند سجی رہنے والی لڑکی کا روپ اُجڑ کر بے رنگ
لباس پہن بیٹھا تھا۔

"میری بچی ____!" مریم پھپھو اسے گلے سے لگا کے رو دیں۔

"انس کیوں نہیں آئے پھپھو! میں نے تو انہیں عماد بھائی کے بھروسے بھیجا تھا۔ ان سے پوچھیں
نا، انہیں کہاں چھوڑ آئے؟"

وہ ان کی گرفت میں کسمسا کر شکوہ کناں ہوئی تو چچی جان حوصلہ ہار بیٹھیں۔ ایک دم سے فضا میں
رونے کی آوازیں گونجیں تو نگین چونک کر چچی جان اور حمرہ کو دیکھنے لگی۔ جیسے کچھ سمجھنے کی کوشش کر
رہی ہو۔

"وہ نہیں آئے گا میری جان! ____ مان لو اس حقیقت کو۔ ایک بار کھل کر سوگ منا لو۔ دل کا
بوجھ ہلکا کر لو۔ وہ چھوڑ گیا ہے تمہیں۔ ہمیشہ کے لئے۔"

صالحہ بیگم ضبط کھو بیٹھیں تھیں۔ جبکہ عماد تیز قدموں سے چلتا باہر نکل گیا تھا۔

"جھوٹ کہہ رہے ہیں سب۔" نگین، مریم پھپھو کے بازوؤں کی گرفت ہٹاتے ہوئے بے دردی
سے بولی۔ اور اول روز سے ایسا ہی ہو رہا تھا۔ ایک تو وہ انس کی موت کو مانتی ہی نہیں تھی۔ اور جب
ذرا حواس میں لوٹتی تو آنسو تھمنے میں نہیں آتے تھے۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ انس آنے والے ہیں۔ مجھے کہا تھا انہوں نے، بس دو چار دنوں میں"
وہ کہتی ہوئی صالحہ بیگم کے پاس بیٹھی اور سر ان کی گود میں رکھ لیا۔

"آپ تو یونہی انس سے ناراض ہو رہی ہیں۔ وہ جلدی آ جائیں گے۔ پھر میں رہنے کے لئے
آؤں گی۔ وہ اجازت نہیں دیتے مگر آپ کہیں گی تو وہ مان جائیں گے۔"

وہ پھر سے اسی دیوانگی کی زد میں تھی، جہاں کوئی بھی اس کی کچھ مدد نہیں کر سکتا تھا۔ سو وہ
روتے ہوئے دھندلاتی نظروں سے سیپارہ پڑھنے لگیں کہ اس کلام پاک سے بڑھ کر اور کسی چیز میں
سکون نہیں تھا۔

●●●●●

انس کی موت کی خبر نے اسے اتنا شاکڈ کیا تھا کہ وہ جو بہت ناراض سا ژالے کی خودکشی اور اس سے
کانٹیکٹ نہ ہونے کا شکوہ لے کر آیا تھا، ساکت رہ گیا۔

"یہ کیسے ہو گیا یار؟" بہت دیر بعد وہ بولنے کے قابل ہوا تھا۔

"بس مشیت ایزدی، یا پھر ہماری آزمائش۔" وہ خود نڈھال تھا۔

جان سے پیاری بہن کی زندگی کا سب سے بڑا دکھ اس کا دل چیر گیا تھا۔ وہ جو اس کی آنکھوں
میں کبھی آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا اب اسے اس دگرگوں حالت میں دیکھنے کا حوصلہ کہاں سے لاتا۔ سو اس
پچھلے ایک ہفتے میں اس سے بچتا ہی رہا تھا۔

"نگین کیسی ہے؟" شموئیل نے دکھ سے پوچھا تو ضبط کی لالی اس کی آنکھوں میں اُترنے لگی۔

"کیا ہو سکتا ہے کوئی انسان اپنی زندگی کے بغیر؟ وہ تو بس سمجھو دنیا سے بے خبر ہو گئی ہے۔"

"خدا بھی کیا آزمائشیں ڈالتا ہے اپنے پیاروں پر۔" شموئیل نے گہری سانس بھری تھی۔ پھر اسے
حوصلہ دینے لگا۔ "مگر وہ جتنا بڑا دکھ دیتا ہے اتنا ہی صبر بھی عطا کرتا ہے۔ اور یہ تو اس کا وعدہ ہے کہ
وہ ہمیں ہماری استطاعت سے بڑھ کر نہیں آزماتا۔"

"یہ کسک تو تاعمر نہیں مٹنے والی شموئیل خان! ایسا غم ملا ہے ہمیں۔" نوفل ٹوٹنے لگا تھا۔

"حوصلہ کرو یار! تمہیں تو سہارا دینا چاہئے نگین کو، ماں جی کو۔" شموئیل نے اسے گھر کا۔

"امی تو نگین کو اکیلا چھوڑنے کو تیار ہی نہیں۔ اس دن سے وہیں تھیں۔ کل زبردستی واپس لایا
ہوں۔ مگر ان کی حالت بھی ٹھیک نہیں۔ بی پی مسلسل شوٹ کر رہا ہے۔" نوفل نے بتایا تھا۔

"ظاہر ہے ____ صدمہ ہی اتنا غیر یقینی اور شدید ہے۔ میں اتنا دکھ اور تکلیف محسوس کر رہا
ہوں تو جن سے اتنی قریبی تعلق داری ہے ان کی کیا کیفیت ہو گی۔"

شموئیل نے گہری سانس کھینچی تھی۔ پھر متاسفانہ انداز میں بولا۔

"ماں جی سے ملنے کا جی تو بہت ہے مگر میں ابھی ان کا سامنا نہیں کر سکتا۔ ان کی چوٹ بہت
گہری ہے۔ زخم بھرنے میں وقت لگے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ پھر سے انہیں گزرے وقت میں لے جا
کر کڑا کر دوں۔ مگر تم حوصلہ کرو یار! ان کے سامنے خود کو مضبوط بنائے رکھو۔ انہیں بھی سنبھلنے میں
آسانی ہو گی۔"

"ہوں ____"

نوفل نے یونہی سر ہلا دیا تھا کہ اب تو صبر اور حوصلہ کسی وقت ہی کو آنا تھا۔

●●●●●

ژالے نے اسے دیکھتے ہی آنکھیں موند لی تھیں۔

وہ گہری سانس بھرتا آگے بڑھا اور اسٹول کھینچ کر اس کے بستر کے پاس بیٹھ گیا۔

وہ اب بھی خود کو سویا ہوا ظاہر کر رہی تھی۔

"کم از کم انسان میں اتنا حوصلہ تو ہونا چاہئے کہ وہ حقیقت کا کھلے اور مضبوط دل سے سامنا کر

سکے۔" شموئیل نے طنز کیا تھا یا تبصرہ۔ مگر وہ بھڑک ضرور اُٹھی تھی۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو؟ ـــــ میرا تماشا دیکھنے؟"

"مجھے پتہ تھا تم جاگ رہی ہو۔" وہ اطمینان سے بولا تو ژالے چلاّ اُٹھی۔

"اب کیوں آئے ہو یہاں؟ ـــــ کیا باقی رہ گیا ہے توڑنے کو شموئیل خان! ایک دل ٹو... میرے پاس۔ وہ بھی تم نے........"

"چ ـــــ چ ـــــ"

قدرے توقف کے بعد وہ اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے متاسفانہ انداز میں بولا۔

"اس بہادری اور مضبوطی کے دعوے کیا کرتی تھیں تم ژالے آفریدی؟ ـــــ محض ایک دل... چکر میں پوری زندگی کو داؤ پر لگا دیا۔ میں بہت مایوس ہوا ہوں تمہاری کارکردگی سے۔"

اس کی باتیں ژالے کا دماغ گھمانے لگیں۔

یعنی وہ اس کے انتہائی اقدام کو کوئی اہمیت دینے کو تیار ہی نہیں تھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے شموئیل! ورنہ اب کی بار میں خود کو نہیں بلکہ تمہیں مار ڈالوں گی۔" بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے درشت لہجے میں بولی تھی۔

دو دن ہو گئے تھے اسے ہاسپٹل سے آئے۔ اور اب وہ دل جلانے آ پہنچا تھا۔

"یہ ہوئی نا بات ـــــ بھئی جس پہ غصہ ہے اس پر نکالو۔ خود کو تکلیف پہنچائی تو کیا کمال کیا۔" وہ اسے سراہتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ اس کے انداز بالکل بدلے ہوئے تھے۔ جیسے وہ پہلے سے ا... شموئیل ہو۔ وگرنہ اس سے پہلے تو وہ یوں اس کے "متھے" لگنے کی جرأت نہیں کر پاتا تھا۔

"میں نے کسی کے لئے بھی خود کو تکلیف نہیں پہنچائی۔ تم کسی غلط فہمی میں مبتلا مت ہونا۔" وہ ... میں بولی تھی۔

"میری ایسی مجال کہاں۔" وہ انکساری سے گویا ہوا۔

"تم یہاں آئے کیا کرنے ہو؟ ـــــ اور میرے کمرے میں آنے کی تمہیں کس نے اجازت د... ہے؟" ژالے تپی تھی۔ اندر جلتی آگ تھی کہ کم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ اوپر سے یہ نیا ڈرامہ۔

وہ تو ڈیڈی ہی کا سامنا نہیں کر پا رہی تھی۔ اور یہ سب اس کے سامنے بیٹھے شخص کی وجہ سے تھا جو کبھی جان لگتا تھا۔ مگر اب جانی دشمن لگ رہا تھا۔

"مجھے کسی کی اجازت کی کیا ضرورت ہے بھلا۔" وہ بھنویں اچکاتے ہوئے لاپرواہی سے ک... رہا تھا۔

"مجھے یاد نہیں رہا۔ ورنہ میں واچ مین کو تمہاری تصویر ضرور دکھا دیتی۔ وہ وہیں سے دھکے دے... تمہیں رخصت کرتا۔" ژالے نے دانت پیسے تھے۔

اتنا زور لگا کر بولنے سے وہ ہانپنے لگی تو تکیے سے ٹیک لگا لی۔

"کیا ضرورت تھی اتنی بہادری دکھانے کی؟ ـــــ خواہ مخواہ میں اپنی صحت برباد کر لی۔ پہلے...

...تمی تمہاری۔" وہ ہمدردانہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

...ژالے نے آنکھیں موند کر گہری سانس اندر کھینچی۔ گویا خود کو پُرسکون کرنے کی کوشش کی۔

"تماشا دیکھنے آئے ہو میرا؟"

اب کی بار اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو شموئیل نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"میں محض تمہاری بے وقوفی پوائنٹ آؤٹ کرنے آیا ہوں ژالے آفریدی!" وہ بھی سنجیدگی سے کہتے ہوئے ذرا رکا تھا۔ پھر گویا الفاظ کے ساتھ ساتھ ہمت بھی مجتمع کرتے ہوئے بولا۔

"تم نے مجھے اتنا ستایا، اتنا تنگ کیا۔ اور اپنی باری پہ ذرا سا مذاق برداشت نہیں کر پائیں۔"

"مذاق ـــــ؟" وہ جھٹکا کھا کر اسے دیکھنے لگی۔

وہ نرمی سے مسکرا دیا۔

"کیا مجھے تم سے مذاق کرنے کا کوئی حق نہیں تھا؟"

"تم مذاق کر رہے تھے؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔

شموئیل نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم نے شادی نہیں کی ہے؟" اس کی آنکھیں لبالب بھر گئی تھیں۔

"نہیں۔" شموئیل نے گہری سانس بھری۔

"مگر تم نے تو کہا تھا کہ........"

"جھوٹ کہا تھا میں نے۔" وہ اسے یاد کرانے لگی تھی کہ وہ اس سے پہلے ہی اس کی بات کاٹ گیا۔

"تو تم ـــــ یعنی کہ شموئیل! تم نے مجھ سے مذاق کیا تھا ـــــ جھوٹ بولا تھا؟" وہ ابھی بھی بے یقینی کے سمندر میں غوطہ زن تھی۔ دفعتہً اُٹھ بیٹھی۔

"آئی ایم سوری۔ مگر مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم یوں ری ایکٹ کرو گی۔" وہ اس سے نظر چرا گیا تھا۔

ژالے نے آگے جھک کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑا۔

"تم جھوٹ کہہ رہے تھے شموئیل؟ ـــــ تم کسی اور کے نہیں ہوئے ـــــ؟" وہ ایک دم سے ...لی تو آنکھوں کا پانی رخساروں پر چھلک آیا۔

"ہاں ـــــ میں کسی اور کا نہیں ہوا۔ خدا گواہ ہے۔" وہ بے ساختہ بولا تھا۔

درحقیقت ژالے کی جذباتیت اسے پوری جان سے ہلا گئی تھی۔ وہ اس کے پیار کو تو سمجھتا تھا مگر اس کی گہرائی اب جان پایا تھا۔

"آئی ہیٹ یو شموئیل خان! ـــــ اگر میں مر جاتی تو؟" وہ اپنے رخساروں کو ہتھیلیوں سے رگڑتے ہوئے ناراضگی سے بولی تو وہ بے اختیار بولا۔

"تو میں بھی مر جاتا۔"

ژالے اسے دیکھنے لگی۔ پھر سنجیدگی سے بولی۔

"تم کہیں مجھ پر ترس کھا کر یا ہمدردی میں تو یہ سب نہیں کر رہے ہو؟"

"بس ـــــ اتنا ہی جانتی ہو مجھے؟" شموئیل کا انداز چیلنجنگ تھا۔ اور یہی وہ پوائنٹ تھا جہاں وہ ہار گئی۔

"تم نے مجھے بہت تنگ کیا ہے شموئیل! ـــــ آئی ہیٹ یو ـــــ کیونکہ ـــــ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔" وہ کہتی ہوئی بے دم سی لیٹ گئی تو ہونٹوں پر بے حد خوبصورت مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں چمک۔ وہ بھی مسکرا دیا۔ شموئیل خان آفریدی کو تب محسوس ہوا کہ جبراً مسکرانا بھی انگاروں پر چلنے کے مترادف ہوتا ہے۔

●●●●●

میر ہاؤس کی خوشیوں کو جیسے کسی کی نظر لگ گئی تھی۔ ہر وقت جہاں قہقہے گونجا کرتے تھے وہاں سے کسی نہ کسی کے رونے کی آواز آیا کرتی تھی۔

قل ہو چکے تھے۔ سوگ کے دن ختم ہو گئے تھے۔

مگر ایک تا عمر کا سوگ تھا جس نے ہر مکین کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

یہ کمی بھلا کیسے پوری ہوتی جو انس کے جانے سے در آئی تھی۔

ایک نہ دو بلکہ سبھی دلوں میں۔

وہ جو کتنی ہی دیر سے ایک ہی پوزیشن میں صوفے سے ٹیک لگائے کارپٹ پر بیٹھی تھی، وجدان کو ڈرائنگ روم سے باہر آتے دیکھ کر تیزی سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھی۔

"وجی! ـــــ وجی! بات سنو۔" وہ اسے کلائی سے تھام کر کھینچتی ہوئی ایک طرف لے آئی۔ وہاں سب گھر والے موجود تھے۔ اتنے دنوں کے بعد وہ خود سے کسی سے مخاطب ہوئی تھی۔ بھابی کا رویہ بہت حوصلہ افزا لگا تھا۔

"جی بھابی!"

"تمہارے دوست آئے ہیں؟" وہ بہت دوستانہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔

"جی ہاں۔" وہ قدرے حیران ہوا۔

"میں ان کے لئے چائے بنا دوں؟" اس کی آفر بہت غیر متوقع تھی۔

"نہیں بھابی! میں حمرہ سے کہتا ہوں۔ فارغ ہی تو بیٹھی ہے۔" وہ ہچکچایا تھا۔

"نہیں ـــــ چائے میں ہی بناؤں گی۔ مگر بدلے میں تمہیں میرا بھی کام کرنا پڑے گا۔" وہ اصرار بولی تو وجدان نے کہا۔

"آپ سو کام کہیں بھابی!"

"تو پھر تم مجھے اپنے بابا جی سے تعویذ لا کے دو گے انس کو واپس لانے کا۔" وہ ایک دم سے بولی تو وجدان جھٹکا سا کھا کر اسے دیکھنے لگا جو بہت پُر اُمید نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"دیکھو نا۔ اتنے دن ہو گئے انہیں گئے۔ پندرہ دنوں کا وعدہ کر کے گئے تھے۔ یہاں سب

متعلق الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں ـــــ تم مجھے کوئی وظیفہ لا دینا۔ ان کے وظیفے تو بہت چلتے ہیں نا۔"

وہ کہہ رہی تھی اور وجدان کی پیشانی عرق آلود ہو رہی تھی۔ وہ بے بسی سے چچی جان کو دیکھنے لگا۔

تائی جان کی طبیعت بمشکل سنبھلی تھی۔ مگر ابھی بھی ذرا سا دھچکا بھی انہیں اسی فیز میں پہنچا دیتا تھا جہاں انس کی یادیں تھیں۔

"میرا بچہ ـــــ" وہ اب بھی سسک اُٹھی تھیں۔

حمرہ نے آگے کھسک کر انہیں بانہوں کی آغوش میں لے لیا۔

"بتاؤ نا ـــــ لا کر دو گے نا؟" وہ ضد کر رہی تھی۔ وجدان کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

چچی جان نے اٹھ کر نگین کو تھام لیا۔

"بس کرو نگین! صبر کر جاؤ میری بچی! اب اسے کوئی تعویذ، کوئی وظیفہ واپس نہیں لا سکتا۔" اس کی آواز رندھ گئی۔

کس قدر تلخ حقیقت تھی یہ کہ جس پر خود ان کا دل بھی یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔

نگین نے متوحش نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ۔ کیوں نہیں آئیں گے وہ؟ ـــــ وعدہ کر کے گئے ہیں مجھ سے۔"

وہ تیز لب و لہجے میں بولی تو صبا نے آخری سطریں پڑھ کر سیپارہ چوم کر بند کیا اور اُٹھ کر اس کے پاس چلی آئی۔

"چلو۔ کمرے میں چلتے ہیں۔"

"پہلے اس سے کہو، یہ میرا کام کر دے۔ میں پیسے بھی دوں گی، جتنے یہ کہے گا۔" وہ لجاجت بھرے لہجے میں بولی تو صبا کا دل چاہا چیخیں مار کر رو دے۔

مگر حالات صرف اور صرف صبر و برداشت کے متقاضی تھے۔ جو بے حد مشکل امر تھا۔ مگر ان ساعتوں کی اشد ضرورت بھی تھا۔

"تم آؤ تو۔ میں بات کرتی ہوں اس سے۔" وہ بمشکل خود کو سنبھال پائی تھی۔

نگین کی یہ کیفیت ایک امتحان ہی تو تھا۔ مگر کیا، کیا جاتا کہ وہ حواس میں کبھی کبھار ہی آتی تھی۔

وہ زبردستی اسے اس کے کمرے میں لے آئی۔

"دیکھا تم نے۔ کتنی اچھی صفائی کی ہے میں نے کہا۔ پتہ ہے، انس کو باجی پیاری کا ہمارے بیڈ روم میں آنا بالکل بھی پسند نہیں۔ اس لئے میں یہاں خود صفائی کرتی ہوں۔ میں نے سوچا، جانے کب وہ آ جائیں۔ صبا! وجدان سے گلاب کا بکے اور میرے لئے گجرے ضرور منگوا لینا۔"

وہ سائیڈ ٹیبل پر دھری انس کی تصویر اٹھا کر اپنے دوپٹے سے صاف کرتے ہوئے مسلسل بول رہی تھی۔ اور ادھر صبا کے آنسوؤں کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔

وہ چونک کر صبا کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"صبا ـــــ!" اس کے ہونٹ بے آواز کھلے تو صبا اس کے گلے سے آ لگی اور اونچی آواز سے رونے لگی۔

آہستہ آہستہ نگین کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے بھر گئیں۔

اس کے احساسات پر جمی برف پگھلنا شروع ہو گئی تھی۔

"صبا! ـــــ کیوں کیا انس نے ایسا؟ ـــــ وہ تو میرے بغیر ایک پل نہیں رہ سکتے تھے۔ ساری عمر کے لئے مجھے کیسے تنہا کر گئے؟ انہوں نے میرا نہیں سوچا۔ اپنے بچے کا بھی خیال نہیں۔ کیوں کیا انہوں نے ایسا؟ ـــــ کیوں؟"

اور یہ وہ سوالات تھے جن کا جواب فقط کاتب تقدیر کے پاس تھا۔ صبا کے گلے لگ کے وہ رو کے روئی تھی۔

مگر دل کا بوجھ تھا کہ کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

●●●●●

"زندگی اسی کا نام ہے نوفل! کبھی خوشی تو کبھی غم۔ کبھی پانا تو کبھی کھونا۔ مگر ایک ہی پل کے دکھ میں تمام عمر گزار ڈالنے کی تمنا رکھنا نری بے وقوفی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ کسی کے چلے جانے سے زندگی ٹھہر نہیں جاتی۔ اپنی سانسیں آپ جینا پڑتی ہیں۔"

ژالے اسے سمجھا رہی تھی۔

اور یہ فقط آج سے نہیں بلکہ پچھلے ایک ہفتے سے ہو رہا تھا۔ جب سے اسے انس کی موت کی خبر ملی تھی تب سے وہ نہ صرف مسلسل میر ہاؤس باقاعدگی سے جاتی رہی تھی بلکہ نوفل کو بھی زندگی کی طرف لانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"یہ سب باتیں کہنے سننے میں بہت آسان لگتی ہیں ژالے! مگر کبھی میری جگہ آ کے دیکھو، میں کس تکلیف میں ہوں۔ نگین کی حالت میری برداشت سے باہر ہے۔ اور ماما ـــــ ابو کے بعد میں نے سوچا تھا کہ اب انہیں کبھی کوئی دکھ نہیں پہنچنے دوں گا۔ مگر وہ اتنی ہی تکلیف میں ہیں جتنی ابو کی وفات کے وقت تھیں۔ اور میں اب بھی کچھ نہیں کر پا رہا ان کے لئے۔"

اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ کتنے ہی دنوں سے وہ بے خوابی کا شکار تھا۔ اور کچھ غم کی شدت دل و ذہن پر اثر انداز ہو رہی تھی۔

"دیکھو، یہ کمی تو اب زندگی کے ساتھ ساتھ رہے گی۔ اور وقت ان کمیوں کے ساتھ جینا سکھا دیتا ہے۔ تم بس ماما کو خوش رکھنے کی کوشش کرو۔ انہیں اپنی طرف سے کوئی تکلیف نہ ہونے دو۔ ان کے کہے کو اپنا ایمان بناؤ۔" ان حالات میں شموئیل خان اور ژالے اس کے صحیح معنوں میں غم خوار ثابت ہوئے تھے۔

"ہوں ـــــ"

نوفل نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے گہری سانس کھینچی تھی۔ پھر اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"اور تم نے جو خودکشی والی حرکت کی ہے ـــــ بزدلانہ حرکت۔ اس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" اسے بہت دنوں بعد موقع ملا تھا۔

ژالے خفیف سی ہو کر ہنس دی۔

"وہ تو بس اس خان زادے کو متاثر کرنے کے لئے........"

"بکواس نہ کرو۔" نوفل بے حد ناگواری سے اسے ٹوک گیا۔ "اور بھی ہزاروں طریقے سے اسے متاثر کرنے کے لئے۔"

"مگر یہ سب سے موثر تھا۔"

وہ ڈھٹائی سے بولی تو نوفل نے متاسفانہ انداز میں کہا۔

"مجھے تو لیکچر دے رہی ہو ماں کی فرمانبرداری کا۔ اور خود تم نے اس قدر انتہائی اقدام کے وقت پل بھر کو بھی اپنے ڈیڈی کے متعلق نہیں سوچا؟"

"اب سوچتی ہوں تو شرم آتی ہے خود پر۔" وہ اعتراف کرنے والے انداز میں گویا ہوئی۔

"مجھے اتنی حد تک نہیں جانا چاہئے تھا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ وہ الو کا پٹھا مذاق کر رہا تھا۔"

"مذاق ـــــ کون ـــــ؟" نوفل حیران ہوا تھا۔

ژالے مسکرا دی۔

"وہی، تمہارا جگری یار۔ کہہ رہا تھا اس نے شادی کر لی ہے۔ مجھ سے جان چھڑا رہا تھا۔ کتنے آرام سے کہہ دیا کہ کوئی کسی کے لئے نہیں مرتا۔ میں نے پروف کر دیا تو خود ہی تیر کی طرح سیدھا ہو گیا۔"

"اس نے تم سے کہا ہے کہ یہ سب مذاق تھا؟" نوفل کی آنکھوں سے تحیر جھلک رہا تھا۔

"ہوں۔" ژالے نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تو نوفل سنجیدگی سے بولا۔

"تمہیں اور کوئی کیوں نظر نہیں آتا ژالے؟"

"کہیں تم اپنی طرف اشارہ تو نہیں کر رہے ـــــ؟" وہ شرارت سے بولی تو نوفل نے اسے خفیف سا گھورا۔

"اچھا ـــــ مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں صبا کے علاوہ اور کوئی کیوں نظر نہیں آیا؟ حتیٰ کہ میں بھی؟" وہ سنبھلتے ہوئے جوابی وار پر اتر آئی تو نوفل خاموشی سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہارا تو پھر چند دنوں کا پیار تھا۔ میں نے تو سالوں شموئیل خان کو سوچا ہے۔" وہ اطمینان بھرے جذب سے بولی تھی۔

"لیکن اگر وہ تم سے پیچھا چھڑا رہا تھا تو تمہیں اس کی خاطر خودکشی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" نوفل کو پھر سے غصہ آیا تھا۔

"میں نے کہا نا، وہ مذاق کر رہا تھا۔ تم ہی بتاؤ، اس نے شادی کی ہوتی تو تمہیں سب سے پہلے نہ بتاتا وہ؟"

ژالے نے مصالحانہ انداز میں کہتے ہوئے اسے درمیان میں گھسیٹا تو وہ پل بھر کو چپ رہ
اب اسے کیا بتاتا کہ وہ خود اپنے بنے ہوئے جال میں جکڑنے جا رہی ہے۔

وہ سمجھ سکتا تھا کہ کس مجبوری نے شموئیل کو اپنے بیان سے پھرنے پر مجبور کیا تھا۔ اس الوقت خاموشی ہی میں عافیت تھی۔

مگر موقع پاتے ہی اس نے شموئیل سے بات ضرور کی تھی۔

وہ پھٹ پڑا۔

”تو اور کیا کرتا میں؟ ___ سچ بول کے تو جان کا عذاب گلے میں ڈال لیا تھا میں نے۔ اسی دھوکے میں خوش ہے تو یونہی سہی۔“

”مگر اس کا انجام کیا ہوگا؟“

دونوں اس کے دوست تھے اور وہ کسی کی بھی بربادی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

”یہ تو تم اسی سے پوچھو۔ میں تو ایک مرتبہ بھگتان کر چکا ہوں۔“ وہ بے رخی سے بولا تھا۔

”شادی کیوں نہیں کر لیتے اس سے؟“ نوفل نے بغور اسے دیکھا تو وہ اسے گھورتے جتانے والے انداز میں بولا۔

”بابا کی بھتیجی بیاہ کے لایا ہوں میں۔ مجھے شوٹ کرنے سے پہلے تو نہیں، ہاں بعد میں شاید کچھ سوچ لیں۔“

”بابا کی بھتیجی ___؟“ نوفل کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

یہ اصطلاح تو وہ بہ کثرت استعمال کیا کرتا تھا ماضی میں۔ اس کے فرقان لالہ کی منگنی بچپن سے بابا کی بھتیجی سے طے تھی اور شموئیل خان باتوں کے دوران جب بھابی کی بجائے اسے بھتیجی کہہ کر بات کرتا تو نوفل اس کا خوب ریکارڈ لگایا کرتا تھا۔ اور اب ___

”تمہارے ایک ہی چچا ہیں۔ اور ان کی ایک اکلوتی لاڈلی بیٹی ہے۔ جو تمہارے بابا کی بھتیجی فرقان لالہ کی منگیتر تھیں۔ پھر یہ تمہارے حصے میں کون سی بھتیجی آ گئی ہے؟“

نوفل نے نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا تو وہ قدرے توقف کے بعد سپاٹ لہجے میں بولا۔

”فرقان لالہ نے وہیں کسی کینیڈین لڑکی سے شادی کر لی تھی۔ مجھے امریکہ سے بلوانے کا مقصد تھا۔ بابا کی بھتیجی کی ذمہ داری کسی کو تو لینی ہی تھی ___ سو میں بابا کا شملہ اونچا کرنے سے نہیں ہچکچایا۔“

نوفل شاکڈ سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

●●●●●

ژالے نے سچ کہا تھا۔

وقت تمام کیسوں کے ساتھ جینا سکھا دیتا ہے۔

زندگی پہلے جیسی تروتازہ اور بھرپور نہ رہی تھی۔ مگر معمولاتِ زندگی پھر سے رواں دواں

...ہاؤس کی چہچہاہٹوں کو کسی کی نظر لگ گئی تھی۔

لیکن میر ہاؤس ... محسوس کن خاموشی اور غم زدہ سے تاثر نے سب کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ کوئی بھی ہنسنے ... ایک ... ہنسانے یا زندگی سے کوئی خوشی کشید کرنے کی ہمت نہیں کر پاتا تھا۔

ایسے میں ضحیٰ کی زندگی میں ہلچل مچی تو ویرا فراز کے نام سے۔

نانی جان سے افسوس کے بعد وہ معید کے ساتھ کسی مسئلے کو ڈرائنگ روم میں بیٹھی ڈسکس کر رہی ... جب وہ چچی جان کی لاکھ گھرکیوں اور گھوریوں کے بعد چائے لے کر ڈرائنگ روم کے دروازے تک پہنچی۔ اندر سے آتی آوازوں نے اس کے تجسس کو ہوا دی تو وہ اندر جانے کی بجائے اسی لئے وہیں کان لگا کر کھڑی ہو گئی۔

”فراز سے الگ ہونے کا تو میں کب سے سوچ رہی تھی۔ مگر تم سے دوبارہ ملنے کے بعد تو میرا فیصلہ مزید مضبوط ہوا ہے۔“

”ڈونٹ وری ویرا! میں نے تب بھی تم سے کہا تھا کہ کوئی بھی قدم سوچ سمجھ کر اٹھاؤ۔ مگر تب فراز کی چکنی چپڑی باتوں نے تمہیں اپنے جال میں پھانس لیا تھا اور تم ایک پیار بھرا دل توڑ کر اس باتوں کے شعبدہ گر کے پیچھے ہو لیں۔“ وہ خفگی سے کہہ رہا تھا۔

”ٹھوکر کھا کر عقل ہاتھ لگی ہے معید! لیکن اب پھر سے تمہارا ساتھ ملا ہے تو میں فراز کے ساتھ مزید رہنے کی حماقت نہیں کروں گی۔ تم پیپرز تیار کرو۔ میں اس سے خلع لینا چاہتی ہوں۔“ ویرا نے اطمینان سے جواب دیا تو ضحیٰ کے وجود میں بے نام سی سنسنی پھیلتی چلی گئی۔

یہ سب کی ناک تلے کون سا کھیل شروع ہونے والا تھا۔ اور کیا ویرا ہی وہ لڑکی تھی جس کی تصویر معید حسن نے آج بھی اپنے لاکر کے ساتھ ساتھ دل میں بھی سنبھال رکھی تھی؟

”اگر تم سکیورٹی وغیرہ کی پرابلم محسوس کرو تو ڈونٹ وری۔ میرا گھر حاضر ہے۔“ وہ کہہ رہا تھا۔

ضحیٰ سلگتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ لٹھ مار انداز میں سلام کیا اور ٹرالی رکھ کے واپس پلٹنے لگی۔

”چائے بنا کر جاؤ ضحیٰ!“ معید کے تحکمانہ انداز نے اسے تلملانے پر مجبور کیا۔ مگر بادل نخواستہ وہ لب پھیلائے مسکراہٹ کا تاثر دیتی پلٹی اور گھٹنوں کے بل کارپٹ پر بیٹھ کر چائے بنانے لگی۔

”چینی؟“ اُس نے ویرا سے پوچھا تو اس کی بجائے معید حسن بولا۔

”میری طرح، ایک چمچ۔“

’ہنہ ___‘ وہ کڑھ کر رہ گئی۔ ’جیسے دونوں جڑواں پیدا ہوئے تھے نا ___ میری طرح ___‘

اس کا جی چاہا یہ سب با آواز بلند کہے۔ مگر اتنی ہمت کون لاتا؟

”وہ تمہارے ڈیپارٹمنٹ میں ایک اور لڑکی بھی ہوتی تھی۔ لمبی ہیل اور لمبے بالوں والی۔“ وہ جیسے ذکر کر رہا تھا۔

ضحیٰ جو چائے بنا کر وہاں سے بھاگنے کے چکروں میں تھی، اب آرام آرام سے کام نمٹانے لگی کہ وہاں تو بہت ”کام کی“ باتیں ہو رہی تھیں۔

"اوہو، ذنوبیہ —— ابھی تک یاد رکھے ہوئے ہو۔" ویرا ہنسی تھی۔

"اس کی حرکتیں ہی ایسی تھیں۔" وہ بھی ہنس دیا۔

"بالخصوص تمہارے ساتھ۔" ویرا نے انکشاف کیا۔

وہ اکیلی ہوتی تو حیرت کے مارے اچھل ہی پڑتی۔ مگر ابھی اس نے چائے بنا کر سامنے رکھی اور معید کی چائے میں وہ دو چمچے بھر کے چینی ڈالنا بالکل نہیں بھولی تھی۔

"ہاں ——" ہنستے ہوئے معید نے ویرا کو ذرا سا گھورا اور پھر ضحیٰ سے مخاطب ہوا۔

"بس، تم جاؤ اب۔"

وہ سرتاپا دھڑا دھڑ جلنے لگی۔

ایسا سلوک تو سب گھر میں ماسی پیاری کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ کام نکالا اور فارغ۔

وہ جلتی کلستی باہر آئی تھی۔

سیدھی نگین کے کمرے میں گئی جہاں صبا بھی موجود تھی۔

"سمجھا لو اپنے بھائی کو۔ میرے منہ نہ لگا کرے۔" اس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ جا... میزائل کی طرح صبا کے سر پر پھٹی تو وہ آرام سے بولی۔

"یہ رومینٹک سی واردات ہوئی کہاں پر ہے؟"

"ہیں ——؟" وہ جھٹکا کھا کر اسے دیکھنے لگی۔ "کیا مطلب؟" تیوری چڑھا کر پوچھا... معصومیت سے بولی۔

"منہ لگنے کا اور کیا مطلب ہوتا ہے؟"

"فٹے منہ تمہارا صبا! جیسا تمہارا بھائی، ویسی تم خود۔" ضحیٰ نے طیش میں آ کر تکیہ اٹھایا... دے مارا۔ اب وہ ایسی ڈھکی چھپی بات بھی نہیں کر رہی تھی کہ کوئی سمجھ نہ پاتا۔ نگین کے چہرے... بہت نرم سا تاثر پھیلا تھا۔

"خود ہی تو شکایت کر رہی ہو۔ اور اب خود ہی بات پلٹ رہی ہو۔"

"اس نے مجھے کیا اپنی ذاتی ملازمہ سمجھ رکھا ہے۔ چائے لاؤ، بناؤ، چلو اب جاؤ۔" وہ باقاعدہ... کے انداز کی نقل کرتے ہوئے بولی تو صبا سے اپنی مسکراہٹ چھپانا مشکل ہو گیا۔

"زیادہ غصہ تو "چلو اب جاؤ" پہ آیا ہوگا۔ ہے نا؟" ہمدردی سے پوچھا تو وہ بے ساختہ بولی...

"تو اور کیا ——" پھر کھسیا کر کہنے لگی۔ "مگر میں کون سا شوق میں وہاں بیٹھی تھی۔ فو... آرڈر دیا تھا ان کی ساس محترمہ نے۔"

"چچی جان کو کہہ رہی ہو؟ —— شرم کرو۔" صبا نے اسے گھر کا تھا۔

"صحیح کہہ رہی ہوں۔ سب کے رشتے ان سے جڑے ہیں۔ میرے ساتھ تو بہو، بھا... ڈانٹ ڈپٹ ہوتی ہے۔" وہ برگشتہ سی کہتی نگین کے پاس نیم دراز ہوئی ہی تھی کہ گم صم بیٹھی... دم سے چونک گئی۔

"یہاں مت لیٹو ضوئی! —— پلیز۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی تو ضحیٰ نے حیرانگی سے پوچھا۔

"کیوں —— یہاں کیا ہے؟"

صبا اسے سوال پوچھنے سے روکتی رہ گئی تھی۔

"دراصل انس کو پسند نہیں یہ بات۔ یہ ان کی جگہ ہے نا۔" وہ دھیمے سُروں میں بولی تو ضحیٰ فی الفور اٹھ گئی۔

"آئی ایم سوری۔"

صبا کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ اگر انس کو نگین پر جان چھڑکتے دیکھا تھا تو نگین نے بھی بس جان دینے کی کسر ہی رکھ چھوڑی تھی۔

"آج شام کو میں گھر جا رہی ہوں۔ اور تم لوگ مجھے ڈراپ کرنے جاؤ گی۔" صبا نے ماحول بدلنے کی سعی کی تھی۔

"ابھی نہ جاؤ صبا!" نگین پریشان سی ہونے لگی تو صبا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"وہاں ماما کا خیال بھی تو کرنا ہے۔ نوفل پریشان ہوں گے۔" پیار سے کہا تو اب کی بار اس نے بات سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"نوفل بھائی آ رہے ہیں شام میں؟" ضحیٰ نے پوچھا۔

"شاید۔ کہا تو انہوں نے ہی تھا۔ اب دیکھو، اگر یاد ہوا تو آ جائیں گے۔ وگرنہ میں پیکنگ تو کر ہی چکی ہوں۔ معید بھائی یا وجی کے ساتھ چلی جاؤں گی۔" صبا نے جواب دیا تھا۔

"رات کے لئے کچھ پکا دیا نا؟ مجھ پہ چھوڑ کے مت چلی جانا۔" ضحیٰ کو خیال آیا تھا۔

صبا نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"شرم کرو —— سسرال میں بھی رہ رہی ہو۔ اتنی ہڈحرامی نہ دکھایا کرو۔ معید بھائی سیدھا کر کے رکھ دیں گے۔"

"پہلے تو انہیں میں سیدھا کروں گی۔ کمال ہے، کہاں کی آشنائیاں نکال کے بیٹھے ہوئے ہیں موصوف۔" ضحیٰ ابھی تک کلس رہی تھی۔

"ارے واہ —— دیکھا نگی! ہماری ضحیٰ عقل مند ہو رہی ہے۔ اسے پتہ چل گیا ہے کہ شوہر کی کن باتوں کو گرفت میں لینا چاہئے۔" صبا نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔

اس ساری گفتگو کا ایک مقصد نگین کی ذہنی توجہ بٹانا بھی تھا جو کہ ایک مشکل امر لگ رہا تھا۔

"خبردار جو تم نے یہ صیغہ استعمال کیا میرے لئے۔" ضحیٰ غرائی تھی۔

مگر وہ قطعی متاثر نہیں ہوئی۔

"شوہر کو شوہر ہی کہا جاتا ہے، بیوی نہیں۔"

"جب تک میری رخصتی نہیں ہوتی، تب تک میں انہیں اپنا شوہر نہیں مان سکتی۔" وہ بے سوچے سمجھے غصے سے بولی تو صبا کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

"یعنی اب تم رخصتی کے انتظار میں ہو؟" صبا نے سر ہلایا تو وہ چڑ گئی۔

"بہن ہو گی تم اپنے بھائی کی۔ میرے ساتھ پنگے مت لو۔ ورنہ تمہارے میاں کو اعتراض ہو..." بے رخی سے کہتی وہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"اللہ ـــــ ئے" صبا نے بمشکل ہنسی روکی۔

"اچھا ٹھیک ہے ـــــ میں کاہے کو اوکھلی میں سر دینے لگی۔ جا کے دو کپ اچھی سی چائے کے لاؤ۔ فضول بحث سے سر میں درد کر دیتی ہو۔" سنجیدگی طاری کرتے ہوئے صبا نے کہا۔ اسے "اوکھلی" کا مطلب نہیں پتہ تھا۔ ورنہ وہ اتنی آسانی سے اس کی جان چھوڑ کر چائے بنانے چل دیتی۔

مگر کوریڈور سے نکلتے ہی وہ اپنی دھن میں مگن چلتی کسی سے جا ٹکرائی تھی۔ ناک پہ لگنے چوٹ شدید تھی تبھی تو آنکھوں میں پانی بھر آیا۔

"دیکھ کے نہیں چل سکتے کیا؟" کافی او، آ، کرنے کے بعد اسے سامنے والے کی خبر لینے کا خیال آیا جس نے اسے گرنے سے بچانے کے لئے شانوں سے تھام کر سہارا بھی دیا تھا۔

"میں تو چل سکتا ہوں۔ مگر تم شاید دیکھ کے بھی نہیں چل سکتیں۔" معید نے اطمینان سے کہا۔ اس نے تڑپ کر اپنے شانوں پر سے اس کے ہاتھ ہٹائے۔

"مجھے پتہ تھا، یہ آپ ہی ہوں گے۔" وہ سلگ اُٹھی تھی۔

"تو تم میرے خیالوں میں گم چل رہی تھیں؟" وہ جیسے حیران ہوا تھا۔

ضحیٰ کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"دیکھیں، میرے منہ مت لگیں۔" وہ بدتمیزی پر اترنے لگی تھی، بگڑ کر بولی۔

مگر وہ ہنوز پُرسکون تھا۔

"پورے ڈیڑھ فٹ کے فاصلے پہ کھڑا ہوں۔ اسے منہ لگنا تو نہیں کہتے۔"

لمحہ بھر ہی لگا تھا اسے اس ذو معنی جملے کو سمجھنے میں۔ اور وہ ناسمجھی کا تاثر دیتے ہوئے بھی کانوں تک لال ہو گئی۔

"ہٹیں راستے سے۔" غصے سے کہا تو اب کی بار وہ ڈپٹنے والے انداز میں بولا۔

"میری چائے میں کتنی چینی ڈالی تھی تم نے؟"

"اتنی ہی جتنی وکیل صاحب نے آرڈر کی تھی۔" وہ چڑ گئی تھی اس تفتیش سے۔

"میں بھی ایک چمچہ ہی ڈالا کرتا ہوں۔ مگر کبھی اتنی میٹھی چائے نہیں بنی۔" وہ اسے شکی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ضحیٰ کو قدرے سکون ہوا۔

"انسان کے اخلاق بھی گھل جاتے ہیں ساتھ۔"

"اوہو ـــــ اگر ایسا ہوتا تو تمہاری بنائی ہوئی چائے کا رنگ اور مزہ شاید تارکول جیسا ہوتا۔"

...ہ رہا تھا۔

"اتنے برے اخلاق ہوتے تو آپ سے شادی کبھی نہ کرتی۔" وہ بھبک کر بولی تھی۔

"بہر حال، آئندہ سے میری چائے میں چینی فقط ایک چمچ۔" وہ انگشت شہادت اٹھا کر بولا تو وہ ...نن کرتی، پاؤں پٹختی کچن میں چلی گئی۔

...مگر دل تھا کہ راکھ ہوا جا رہا تھا۔

●●●●●

"یہ کیا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے تم نے ژالے کے ساتھ؟" نوفل کی اس سے بہت دنوں کے بعد ملاقات ہو رہی تھی۔ تیکھے انداز میں پوچھا تو وہ اطمینان سے بولا۔

"وہی، جو وہ چاہتی تھی۔"

نوفل چپ رہ گیا تھا۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولا۔

"وہ کھیل کھیلنا نہیں چاہتی اسٹوپڈ! محبت چاہتی ہے تمہاری۔ فقط سراپے کی نہیں بلکہ دل کی بھی مانگ رکھتی ہے تم سے۔"

"میرے اختیار میں تو یہی کچھ ہے۔ سو کر رہا ہوں۔ وہ یونہی مطمئن ہے تو یونہی سہی۔"

"اور تم ـــــ؟" نوفل نے چبھتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ رنجیدگی سے بولا۔

"میرا کیا ـــــ زندگی نے میرا کبھی سوچا ہے جو میں اس کے متعلق سوچوں؟ اب تو بری بھلی جیسی بھی گزر جائے، اچھی ہے۔"

"اور ـــــ پہلی شادی کا کیا بنے گا؟" نوفل قدرے جھجکا تھا۔

"میں صرف ژالے کو سنبھلنے کا موقع دینا چاہتا ہوں۔ بے وقوفی پر اتر آئی ہے وہ۔" شموئیل نے جواب دیا تھا۔

"ایسے بات سنبھلنے کی بجائے اور بگڑے گی شموئیل! ابھی تک تو وہ تمہاری بے رخی سہہ رہی ہے۔ اب توجہ کے انداز دیکھے گی تو اس کے بعد کسی تلخ حقیقت کو سہارنا اس کے لئے زیادہ مشکل بلکہ قیامت خیز ثابت ہوگا۔" نوفل نے اسے سمجھایا تھا۔

"بچہ نہیں ہوں میں ـــــ اور نہ ہی بے وقوف ہوں۔ مگر جب وہی پاگل پن کا مظاہرہ کرنے پر اتر آئی ہے تو بتاؤ، میں اسے کیا اور کیسے سمجھاؤں؟" وہ بے بس سا ہو کر بولا تو نوفل خاموش ہو گیا۔

ژالے کی محبت کی شدت اور اس کی ضد سے تو وہ بھی بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اتنے مہینوں وہ اسے سمجھا نہیں پایا تھا تو اب اپنی محبت کو سامنے مجسم حالت میں پا کر وہ کیسے کچھ سمجھتی۔ اور یوں بھی دل کی مرضی کے خلاف کی جانے والی بات ہزار درجہ سچ ہو تب بھی دل کو اچھی نہیں لگتی۔

"اگر اسے اپنی ذاتیات میں دخل اندازی نہ سمجھو تو تم سے ایک بات پوچھوں؟" نوفل نے تمہید باندھی تو وہ ناراضگی سے بولا۔

"ایسی کون سی ذاتی باتیں رہ گئی ہیں میری جن سے تم ناواقف ہو؟"

"اب اگر تم نے شادی کر ہی لی ہے تو نبھاتے کیوں نہیں؟ کیا تم بھی فرقان لالہ کی طرح سے زیادتی نہیں کر رہے؟"

نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا تو اس کا رنگ فق پڑ گیا۔

یہ ذکر اسے یوں ہی تکلیف پہنچایا کرتا تھا۔ اسی ذکر اور یاد سے بچنے کے لئے تو اس نے فرار گاہ بنایا تھا۔ مگر وقت تھا کہ پلٹ پلٹ کر انہی لمحوں کو آئینے کے سامنے لا کھڑا کرتا تھا۔

"سب کو پتہ تھا کہ یہ شادی نہیں نبھے گی۔ نہ اِس طرف سے، نہ اُس طرف سے۔" وہ چہرے کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

"بابا جان نے اس سلسلے میں تمہیں کچھ نہیں کہا؟"

"انہوں نے جو کہنا، کرانا تھا کرا لیا۔ ان کے لئے اتنی ہی تسلی کافی ہے کہ ان کی زبان کی رہ گئی۔ چاہے کسی نے بھی رکھی ہو۔"

"مگر زندگی یوں تو نہیں گزاری جاتی شموئیل خان!" نوفل کو تاسف ہوا تھا۔

اس قدر بھرپور مرد اور اس قدر ادھوری زندگی جی رہا تھا، اس سے بڑھ کر افسوس اور کیا ہوگا۔

"میں بھی تو گزار ہی رہا ہوں اس زندگی کو۔ وگرنہ اس نے تو میری ایسی کی تیسی کرنے میں کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔" وہ پھیکے انداز میں مسکرا دیا۔

"مگر اب تم مزید اُلجھنوں میں ڈال رہے ہو خود کو۔" نوفل نے اسے وارن کیا تھا۔

"جانے دو یارا! وہ خود دھوکا کھانا چاہتی ہے۔ بہت چاہا میں نے کہ اس کے جذبات کا رُخ موڑ دوں۔ مگر وہ بہت سر پھری ہے۔ اور میں اپنے سر الزام نہیں لینا چاہتا۔" وہ زبردستی خود کو مطمئن کر رہا تھا۔ مگر نوفل کی تسلی نہیں ہوئی۔

"اور اگر اس نے شادی کرنے کا کہہ دیا تو؟"

"تب تک میں اسے حقیقت بتا دوں گا۔"

"پہلے حقیقت بتا کر انجام دیکھ چکے ہو۔ شاید بات کسی طرف لگ ہی جاتی۔ مگر اب تو تم اپنے لئے صحیح معنوں میں پھندا تیار کر رہے ہو۔" نوفل اس کے ارادوں سے مطمئن نہیں تھا۔

"ایسے نہ وہ خود چین سے جیے گی نہ مجھے جینے دے گی۔ باقی جو رب نے چاہا وہی ہو جائے گا۔" شموئیل مضطرب ہونے لگا تھا۔

"میں تو بس سمجھا ہی سکتا تھا تم دونوں کو۔ بہرحال، بیسٹ آف لک۔ خدا بہتر کرے تم لوگوں کے حق میں۔" نوفل گہری سانس بھرتا سیٹ چھوڑ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا بات ہے؟ ___ آج جلدی جا رہے ہو؟" شموئیل نے اٹھتے ہوئے پوچھا تو وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے جھکے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں یار! آج صبا کو لینے جانا ہے۔ بہت دن ہو چکے ہیں۔ ماما کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ پھپھو اور ادینہ ہیں تو سہی، مگر ان سے بھی زیادہ وہ صبا سے اٹیچ ہیں۔"

"ہاں ___ بالکل ٹھیک ہے۔" شموئیل نے فوراً کہا تھا۔

باہر آ کر شموئیل الوداعی کلمات کہتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ نوفل اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔

نگین کے متعلق سوچتے ہوئے وہ پھر سے آزردگی کا شکار ہونے لگا تھا۔

جو سوچا بھی نہیں تھا قدرت نے وہ وار کر دیا تھا۔ کوئی سنبھلتا بھی تو کیونکر اور کیسے؟ کہ وہ ہی قادرِ مطلق ہے۔ اسی کی رضا میں راضی رہنا پڑتا ہے۔ چاہے جبر سے رہو یا صبر سے۔

"چچی! تم بھی چلو ہمارے ساتھ۔" نوفل نے درحقیقت دل سے یہ بات کہی تھی۔ مگر وہ جانے کیا سمجھی۔ تیز لب و لہجے میں بولی۔

"کیوں ___ میں کہاں جاؤں یہاں سے؟"

"اچھا ہے بھابی! ہوا بدلے گی تو فریش ہو جائیں گی۔" منیٰ نے بھی خوشگوار انداز میں کہا تھا۔

مگر وہ تو جانے کس دھیان میں تھی۔

"میں نے ایک بار کہا نا، میں اس گھر سے کہیں نہیں جاؤں گی۔ اور میکے تو ہرگز نہیں۔ پتہ بھی ہے کہ انس کو میرا وہاں جانا اچھا نہیں لگتا۔ پھر بھی۔" وہ یوں بدک رہی تھی جیسے وہ اسے زبردستی وہاں بھیجنے پر تلے ہوں۔

"اوہ۔ بھئی اس کا جی نہیں چاہ رہا تو نہ زبردستی کرو۔ ویسے بھی ابھی عدت میں ہے۔ کہیں بھی آنا جانا نہیں ہو سکتا۔" چچی جان نے مداخلت کی تو وہ متوحش سی انہیں دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب ہے چچی جان؟ ___ عدت سے کیا مراد ہے آپ کی؟" اس کے انداز میں بھی دہشت و بے چینی اُتر آئی تھی۔

"بیوی ہوں انس کی۔ اس گھر میں رہنا میرا حق ہے۔ اور میں کبھی بھی یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔ یہاں انس رہتے ہیں، میں بھی یہیں رہوں گی۔ یہاں انس رہتے ہیں۔" کہتے کہتے وہ رونا شروع ہوئی۔ پھر ہذیانی انداز پر اُتر آئی تھی۔

وہ سب پریشان سے اسے سنبھالنے کو لپکے تو وہ تائی جان کی گود میں ننھی بچی کی مانند سمٹ گئی۔

"امی! میں کہیں نہیں جاؤں گی ___ یہیں رہوں گی ___ انس کی دلہن بن کے۔" وہ سسک رہی تھی۔

"ہاں میری بچی! کس نے کہا کہ یہ گھر تمہارا نہیں ہے۔ مالکن ہو تم یہاں کی۔ یہیں رہو گی تم۔" انہوں نے بڑے صبر و ضبط سے اسے سنبھالا اور صبا اور نوفل کو نکلنے کا اشارہ کیا تو وہ سب کو سلام کرتے باہر نکل آئے۔

گاڑی میں بیٹھنے تک وہ ضبط کھو چکی تھی۔

نوفل لب بھینچے گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

نگین کی حالت اس کی ذہنی کیفیت کو متاثر کر رہی تھی۔

قسمت کے تھپیڑے اسے کہاں سے کہاں لے آئے تھے۔

''خدا کس قدر ظالم ہے ——— اسے ذرا بھی رحم نہیں آیا ہم پر۔'' صبا تڑپ رہی تھی۔
نوفل نے ایک نگاہ اس کے آنسوؤں سے بھیگے چہرے پر ڈالی اور سنجیدگی سے بولا۔
''کفریہ کلمات نہ کہیں۔ وہ رحیم و کریم ہے۔ بزرگ و برتر ہے۔ جب ہر ذی روح کو اسی طرف لوٹنا ہے تو پھر جلد یا بدیر کا شکوہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟''
''مگر ——— نگین ——— اُس بے چاری کی حالت دیکھی ہے آپ نے؟'' اس کا دل ابھی تک قابو میں نہیں تھا۔
''خدا یقیناً ہم سے بہتر جانتا ہے۔'' نوفل نے بات ہی ختم کر دی تھی۔
'اتنا معتدل ہو کر سچ لیں تو سب کو صبر نہ آ جائے؟' وہ گہری سانس بھر کے رہ گئی۔
مگر انس کی یادیں ساتھ محوِ سفر تھیں۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگتا ہی رہا۔
''ماما کے سامنے ایسے ری ایکٹ کریں گی تو ان کی طبیعت مزید بگڑے گی۔'' نوفل نے دو ٹشوز گھسیٹ کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے تنبیہی انداز میں کہا تو اس نے تھینک یو کہتے ہوئے تھام لئے اور چہرہ صاف کرنے لگی۔
''خود پہ قابو پانا آسان تو نہیں۔ وہاں بھی سب مجھ ہی کو حوصلہ کرنے کا کہہ رہے تھے۔ یہاں بھی دل کا بوجھ ہلکا نہیں کر سکتی میں؟'' وہ بھیگی سرخ آنکھوں میں شکوہ لئے ہوئے تھی۔
''صبر کرنے سے صبر آتا ہے۔ کوشش کریں گی تو وقت کے ساتھ ساتھ نارمل ہو جائیں گی۔ جب پیروں میں رشتوں کی زنجیریں ہوں تو قدم دھیان سے اُٹھانا چاہئے، سب کا خیال کر کے۔''
وہ اسے بہلا رہا تھا یا سمجھا رہا تھا۔
مگر اس کا آخری فقرہ صبا کے دل میں گڑ کر رہ گیا۔ اسے شدت سے احساس ہوا کہ یہ بات انس اگر کبھی خود پہ لاگو کرتا تو حالات کچھ اور ہی ہوتے۔
زرینہ بیگم اور ادینہ لاؤنج ہی میں صالحہ بیگم کے پاس مل گئیں۔
صالحہ بیگم نے صبا کو گلے لگاتے ہی رونا شروع کر دیا تو اس سے بھی خود پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ نوفل صورتحال کا اندازہ کرتے ہی تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔
جبکہ صبا خود کو سنبھالتی، صالحہ بیگم کو صبر اور حوصلے کی تلقین کر رہی تھی۔

●●●●●

دن، وقت اور حالات کب ٹھہرتے ہیں۔
ایک کے بعد دوسرا بھاگا چلا آتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی تھا۔
آہستہ آہستہ روٹین کی زندگی واپس آ رہی تھی۔ اگر کچھ نہیں بدلا تھا تو وہ تھی میر ہاؤس پہ چھائی منجمد خاموشی۔
یوں لگتا تھا وہ چہکاریں اب کبھی دوبارہ یہاں گونجیں گی ہی نہیں جو کہ ماضی میں میر ہاؤس کا خاصہ رہی تھیں۔

عماد کا یہاں آنا اب بہت کم ہو گیا تھا۔ حالانکہ معید سے بھی اس کی بہت دوستی تھی۔ مگر انس سے عادات و خصائل ملنے کی وجہ سے وہ اس سے زیادہ کلوز رہا تھا۔ اور اب جبکہ اس کے آخری وقت میں بھی وہ اس سے قریب رہا تھا تو قدرتی طور پر وہ ذہنی ڈسٹربنس کا بھی شکار تھا۔
آج بھی وہ بہت دنوں کے بعد میر ہاؤس آیا تو خیال یہی تھا کہ تائی جان کو سلام کر کے دس پندرہ منٹ بیٹھنے کے بعد واپس ہو جائے گا۔ مگر اسے دیکھتے ہی لان کی دھوپ میں کرسی پر بیٹھی نگین اٹھ کر اندر چلی گئی تو وہ جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔
ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا۔ بلکہ جب سے انس گیا تھا تب سے اب تک یا تو وہ اس سے شکوے شکایات کرتی رہتی تھیں یا پھر اسے دیکھتے ہی اِدھر اُدھر ہو جاتی تھیں۔
وہ سر جھٹکتا خود کو اس نامعلوم سی اُداسی سے چھڑاتا اندر آیا تو وہ تائی جان کے پاس لاؤنج میں بیٹھی تھی۔
وہ سلام کرتا وہیں صوفے پر سامنے بیٹھ گیا۔
''مریم کیسی ہے؟'' تائی جان نے سلام و دعا کے بعد مریم پھپھو کا پوچھا تھا۔
''ٹھیک ہیں، الحمدللہ۔ آج کل میں چکر لگانے کا ارادہ ہے ان کا بھی۔'' وہ قصداً مسکرا کر بولا۔
تائی جان سر ہلا کر پھر سے تسبیح کے دانے رولنے لگیں۔
''آپ کی کیا ناراضگی ہے بھئی مجھ سے؟'' وہ سیدھے سبھاؤ نگین سے مخاطب ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ تائی جان بھی چونک گئیں۔
''آپ ہی سے کہہ رہا ہوں۔ مجھے دیکھتے ہی آپ بھاگ اُٹھتی ہیں۔ ایسا کیا قصور کر دیا ہے میں نے؟'' وہ دوستانہ لب و لہجے میں پوچھ رہا تھا۔
''میں آپ سے نہیں بولتی عماد بھائی!'' فوراً ہی اُس کی آنکھیں بھر آئیں۔ قدرے توقف کے بعد اس نے کہا تو وہ جی بھر کے حیران ہوا۔
''میں نے ایسا کیا، کیا ہے؟''
''آپ ——'' اس کے لب لرزے۔ سیاہ پلکوں کی جھالر پہ اٹکے ستارے ٹوٹ کر زرد رخساروں پر گرنے لگے۔
''آپ انس کو لے کر نہیں آئے۔ آپ نے پرامس کیا تھا مجھ سے ان کا خیال رکھنے کا۔ اور آپ کے سامنے ہی وہ........ اور آپ نے کچھ بھی نہیں کیا۔''
وہ شدید ذہنی تکلیف کا شکار ہوا۔
ایک ہی خیال تو نشتر کی طرح اس کے دل کو کچوکتا رہتا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا عزیز از جان بھائیوں جیسا دوست جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اور وہ بت بنا کھڑا دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر پایا۔
''یہ تو مشیت الٰہی ہے بیٹی! عماد کا کیا قصور؟ جب خدا کچھ نہ کرے تو بندہ وہاں کیا کر سکتا ہے؟''

تائی جان نے صورت حال بھانپتے ہوئے نرمی سے نگین کو سمجھایا تھا۔ جبکہ عماد سر جھکائے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم پیوست کیے ضبط کی حد پر تھا۔

"مگر انہوں نے پرامس کیا تھا انس کو واپس لانے کا اور ان کا خیال رکھنے کا۔" وہ بیٹھے اور لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "میں انہیں کبھی بھی معاف نہیں کروں گی۔ اس وقت یہ ان کے ساتھ تھے سا بھی خیال نہیں رکھ پائے ان کا۔"

بس، یہ عماد کے ضبط کی آخری حد تھی۔ وہ تیزی سے اٹھا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

تائی جان اسے آوازیں ہی دیتی رہ گئیں۔

"جانے دیں امی! انہیں اپنی غلطی کا احساس ہے۔" نگین نے دوپٹے سے چہرہ خشک کرتے ہوئے کہا تو وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

"اس بے چارے کی کیا غلطی ہونی ہے بچے! خدا نے جس کے نصیب میں جیسی موت لکھی ہے ویسے ہی آنی ہے۔ اب انس ہی کو دیکھو، موت بلا کر سات سمندر پار لے گئی۔ کوئی کیا کر سکتا بھلا؟ رکنے کو تو وہ بھی رک سکتا تھا مگر قسمت ——" انہوں نے کہتے ہوئے گہری سانس بھری

ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں وہاں سے اُٹھ گئی۔

'لگتا ہے تمہیں دکھ اور جدائی کی آنچ لگانا ہی پڑے گی۔' آخری بات چیت میں وہ کہہ رہا تھا۔

'اور میں نادان سمجھ ہی نہیں پائی کہ جدائی تو دبے پاؤں ہمارے بیچ قدم رکھ چکی ہے —— کی آنچ دھیرے دھیرے ہماری طرف بڑھ رہی ہے۔'

وہ چلتے چلتے اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

'اور یہاں انس کی خوشبو ہے۔'

اُس نے ایک گہری سانس اندر کھینچی۔

معمول کے مطابق آج بھی اس نے انس کے پسندیدہ پرفیوم کا کمرے میں چھڑکاؤ کیا تھا۔

'اس خوشبو کو سانسوں میں اتاروں تو آپ اتنے قریب لگتے ہیں انس! مگر آپ کو چھونا چاہوں تڑپ کر رہ جاتی ہوں۔ مر جانے کی حد تک بے بسی محسوس ہوتی ہے —— کیوں کی مجھ سے محبت اگر چھوڑ ہی جانا تھا تو؟'

اس کی آنکھوں سے سیل رواں ہو گیا۔

اس کی وارفتگیاں، اس کی بے تابیاں ——

اس کی محبت، اس کا عشق کی حد تک چاہنا ——

'تمہیں اس زندگی میں تو میری محبت کا یقین آ ہی نہیں سکتا۔' وہ چڑ کر اس سے کہا کرتا تھا۔

'آپ آئیں انس! اور میری حالت دیکھیں تو جان لیں کہ بغیر خواہش کے جینا کیا ہوتا ہے۔'

'مجھے نہ بھیجیں وہاں —— دیکھ لینا، سب پچھتائیں گے۔' انس نے جانے سے پہلے کہا تھا۔

جانے کیا خدشات تھے آپ کو انس! —— ایک بار، فقط ایک بار کھل کر مجھ سے کہا ہوتا تو

جان دے کر بھی آپ کو روک لیتی۔

اور اب ——

اب میں کیا کروں گی انس؟ —— میں نے خود کو کبھی آپ کے بغیر تو سوچا ہی نہیں۔ ابھی سے میری حالت میلے میں کھوئی بچی جیسی ہو چکی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے مجھے قدم اٹھانا بھی نہیں آتا۔ اور تا عمر آپ کے بغیر رہنا —— میں مر جاؤں گی انس! میرے ساتھ ایسے مت کریں۔ آپ تو واقف ہے میرے حوصلے سے۔ میری محبت سے۔

'یار! کبھی تو اپنی محبت کا خود ساختہ اظہار کیا کرو۔ تمام بوجھ مجھ غریب پہ ہی ڈال رکھا ہے۔' وہ جھنجلاتا تھا۔

وارڈ روب کھول کر وہ انس کے کپڑوں پر ہاتھ پھیرنے لگی جن میں اس کے وجود کی خوشبو مقید تھی۔ اُس کے آنسو بہنے لگے۔

اب میں کیا کروں گی انس! —— آپ کے بغیر جینا تو قیامت ہے۔ اور یہ مجھے پہلے قدم پر ہی پتہ چل گیا ہے۔

وہ تڑپ رہی تھی، ماہی بے آب کی مانند۔

مگر اس کی ذرا سی تکلیف پر جان وارنے والا تو بہت دیر ہوئی، جان ہار چکا تھا۔

سو وہ اس کی ایک ایک چیز سے اس کی یادیں کشید کرتی خود کو ہلکان کرتی رہی۔

●●●●●

"کہاں آوارہ گردی کر رہے ہو تم؟ —— میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں۔"

لائن ملتے ہی وہ اسے ڈپٹنے والے انداز میں بولی تو وہ کراہ کر رہ گیا۔

"کہاں ڈھونڈ رہی ہو تم مجھے؟" شموئیل نے بڑے صبر کا مظاہرہ کیا تھا۔

"بس ستاروں پر کمندیں ڈالنا باقی رہ گئی ہیں۔" طنز کرتے ہوئے ژالے کی اُردو دانی عروج پر تھی۔

"اچھا —— سوری —— کہو، کیا کام تھا؟" وہ اپنی طبع سے مجبور تھا۔ فوراً موم ہو گیا۔

"وری گڈ! بہت اچھے شوہروں والی کوالٹی ہے تمہارے اندر۔" وہ خوش ہو کر بولی تو شموئیل نے لب بھینچے۔

"ابھی میں تمہارے آفس سے ہو کر آ رہی ہوں۔ بلکہ آفس کے باہر موجود ہوں۔ تمہارے اسٹاف بلکہ پی اے تک کو معلوم نہیں کہ تم کہاں ہو۔" اس کا انداز تفتیشی تھا۔

"اوئے —— تم میرے آفس کیوں گئیں؟" شموئیل کو غصہ آیا تو کھلکھلا کر ہنسی۔

"واہ —— خان پٹھان کو غصہ بھی آتا ہے۔"

"ابھی تم نے میرا غصہ دیکھا نہیں ہے۔ وہ تو میں عورت ہونے کی وجہ سے تمہارا خیال کر جاتا ہوں۔" شموئیل نے اسے جتایا تو وہ دانت پیس کر بولی۔

"یہ عورت کس کو کہا تم نے؟"

"تمہیں ـــــ اور کس کو کہوں گا؟" وہ حیران ہوا تھا۔

"میں لڑکی ہوں۔ اور ابھی اوور ایج نہیں ہوئی۔ فقط ساڑھے پچیس سال کی ہونے والی ہوں۔"

"تو کیا لڑکی کو عورت نہیں کہتے؟"

"فی میل میں بھی بہت کیٹگریز ہوتی ہیں شموئیل خاناں! مگر تم معصوم جان۔ کبھی کسی [کو] دیکھا ہو تب نا۔" وہ اس کا مذاق اُڑا رہی تھی۔

"پتہ ہے مجھے۔ ماں، بہن، بیٹی۔" وہ چڑ کر بولا تو ژالے ہنسی۔

"نہیں بے وقوف! لڑکی، خاتون، عورت وغیرہ کی کیٹگریز کی بات کر رہی ہوں میں۔"

"یہ اچھی رہی ـــــ تمہاری ہر معاملے میں اپنی ہی منطق ہے۔" وہ جیسے ہار کر بولا تو [وہ] خوش ہوئی۔

"یہ ہوئی نا اچھے بچوں والی بات۔ اب تم فوراً آ جاؤ۔ اسی ریسٹورنٹ میں جہاں اس [دن] لے گئے تھے۔"

"وہاں کیا ہے؟"

"اگر شادی ہو گئی ہوتی ہماری تو میں کہتی آج ہمارا ولیمہ ہے۔ مگر فقط اتنا کہوں گی کہ آج [لنچ] تمہارے ساتھ کروں گی۔"

"اوہ ــــ مگر میں فارغ نہیں ہوں یار!" شموئیل نے ہچکچاتے ہوئے انکار کیا تھا۔

"خبردار ــــ خبردار جو کوئی بدمزگی پیدا کرنے کی کوشش کی تو۔ میں بہت بری طرح پیش [آؤں] گی۔" ژالے نے اسے مزید کچھ کہنے سے پہلے اسے دھمکایا تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"اوکے ــــ میں پندرہ منٹ تک پہنچ سکتا ہوں۔ مگر فقط پندرہ منٹ کے لئے۔"

"تم آؤ تو سہی۔ دیکھ لیں گے تمہارے وقت کو بھی۔" اس نے مسکرا کر کہتے ہوئے موبائل [آف] کیا اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

"مجھے ڈراپ کر کے گاڑی گھر چھوڑ دینا۔ واپسی پر میں مینج کر لوں گی۔" پچھلی نشست پر [بیٹھتے] ہوئے اس نے ڈرائیور سے کہا۔ جو یوں تو آفس کے کاموں کے دوران استعمال ہوتا تھا مگر کبھی ژالے اپنے لئے بھی اسے ہائر کر لیتی تھی۔

ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلایا اور مستعدی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہ واقعی اگلے پندرہ [منٹ] میں ریسٹورنٹ پہنچ گیا۔ ژالے نے ہاتھ ہلا کر اسے متوجہ کیا تھا۔

"میں بہت مشکل سے صرف پندرہ منٹ نکال کے آیا ہوں تمہارے لئے۔" آتے ہی شموئیل نے قطعی انداز میں کہا تو وہ بولی۔

"یعنی کہ ان پندرہ منٹوں میں صرف بے حد ضروری کام ہی ہو سکتا ہے۔"

"وہ کیا؟" وہ استعجابیہ نظروں سے ژالے کو دیکھنے لگا۔

"تم آؤ تو۔" ژالے سیٹ چھوڑ کر اُٹھ گئی تھی۔

لامحالہ شموئیل کو بھی اس کی تقلید کرنا پڑی۔

"اب کوئی اور ریسٹورنٹ ڈھونڈو گی۔ یوں تو میں لیٹ ہو جاؤں گا۔" وہ تنقیدی انداز میں بولا تو ژالے نے اسے تنبیہی نظروں سے گھورا اور ہاتھ تھام کر گھسیٹنے کے سے انداز میں قریبی مارکیٹ میں لے آئی۔

"اب یہاں کیا ہے؟" وہ بے بس ہونے لگا۔ یہ قیامت ایسی ہی قیامت مچایا کرتی تھی۔

"یہاں سے تم مجھے انگوٹھی دلا رہے ہو۔" وہ جیولر شاپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شوخی سے بولی تو وہ اس کے کھلتے چہرے کو نہ سمجھنے والے انداز میں دیکھنے لگا۔

"منگنی کی ـــــ میری اور تمہاری منگنی کی۔ باضابطہ گھر والوں کی موجودگی میں کر لیں گے۔" وہ بے حد خوش تھی۔

مگر اس خوشی میں اس نے گنگ کھڑے شموئیل خان آفریدی پر ایک نگاہ بھی نہیں ڈالی اور اس کا ہاتھ تھام کر کھینچتی ہوئی جیولر شاپ میں داخل ہو گئی۔

زندگی کی بساط پر مہرہ بنا شموئیل خان آفریدی پہلے کون سی چال اپنی مرضی کی چل پایا تھا جو اب اعتراض کرتا۔

'خدا جانے تقدیر کو کیا منظور ہے۔'

وہ انگوٹھی پسند کرتی ژالے کے کھلے ہوئے چہرے کو دیکھ کر بے بسی سے سوچ رہا تھا۔

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا ژالے؟"

وہ بہ دقت تمام کہہ پایا۔ جبکہ ژالے نے ڈائمنڈ جڑی نازک سی جگمگاتی انگوٹھی اپنی انگلی میں ڈال کر ہاتھ اس کے سامنے لہرایا۔

"یہ دیکھو—— یہ کیسی لگ رہی ہے؟"

"یہ کیا مذاق ہے ژالے؟"

"مذاق——؟" ژالے نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر بولی۔ "میں سو فیصد سنجیدہ ہوں خان"

"زندگی کے فیصلے یوں سرِ راہ نہیں کیے جاتے۔" شموئیل چکرایا ہوا تھا۔ یہ تو اُلٹی آنتیں گلے پڑ رہی تھیں۔ یہ سچ تھا کہ وہ بھی ژالے آفریدی سے محبت کرتا تھا۔ مگر پیروں میں بندھی مجبوریوں کی بیڑیاں اسے کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے روکتی تھیں۔

"تو کیا میرے ساتھ افیئر ہی چلاؤ گے؟ —— شادی نہیں کرو گے؟" وہ ناراضگی سے بولی۔ جیولر کو زیرِ لب مسکراتے دیکھ کر دانت پیستا وہ بھی بظاہر مسکرایا۔

"اوکے—— جلدی سے کچھ چوائس کرو۔ میرے پاس ضائع کرنے کے لئے مزید وقت نہیں ہے۔ صرف پانچ منٹ باقی ہیں۔"

"اچھا، یعنی ضائع کرنے کے لئے تمہارے پاس صرف پانچ منٹ تھے جو تم نے مجھ پر لگائے۔ بہت خوب۔" وہ انگوٹھی رکھ کر اس سے دو دو ہاتھ کرنے پر تیار ہو گئی۔

شموئیل بوکھلا سا گیا۔

"میرا مطلب یہ تھا کہ اب صرف پے منٹ کر کے شاپ سے نکلنے کا وقت رہ گیا ہے میرے پاس۔ بابا جان شہر آئے ہوئے ہیں۔"

"ویری گڈ—— یعنی ان سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔" وہ کھل اُٹھی تو شموئیل تاسف سے سر ہلاتا جیولر سے بل بنانے کا کہنے لگا۔

"یہ انگوٹھی تم اپنے پاس رکھو۔ اور جب دل کی مرضی ہو، تب میرا ہاتھ تھام کر پہنا دینا۔" دکان سے نکل کر ژالے نے پیکٹ اسے تھمایا اور بہت سنجیدگی سے بولی۔ وہ سوچوں میں گم رہ گیا۔

●●●●●

"آ جائیں—— کھانا لگا دیا ہے میں نے۔" صبا نے دروازہ کھول کر بیڈ پر نیم دراز جانے کن سوچوں میں گم نوفل کو پکارا تو وہ چونک کر سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کے تاثرات میں جانے ایسا کیا تھا کہ صبا بے اختیار اندر چلی آئی۔

"کیا سوچ رہے ہیں؟" اس کے نارمل سے انداز پر یقیناً وہ حیرت زدہ ہوا تھا۔ تبھی ایک بے ساختہ مگر گہری نگاہ صبا پر ڈالی۔

"یہ آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔"

"یہ آپ کی بھول ہے نوفل! نکاح کے ایک پیپر پر سائن کیے تھے ہم نے۔ جب خدا نے ہماری ایسی تفریق مٹا دی تو آپ کون ہوتے ہیں تیرا، میرا کرنے والے۔" وہ بے حد سکون سے بولی تو لمحہ بھر کو نوفل سے جیسے قوتِ گویائی چھین لی گئی ہو۔

"نکاح کے پیپر پر سائن کرنے کے بعد اور بھی بہت سے مطالب ہوا کرتے ہیں محترمہ! مگر آپ کو صرف اپنی من مرضی کی شقیں ہی ملی ہوں گی۔"

"نہیں۔ ملا تو بہت کچھ ہے۔ مگر ادراک ابھی ہوا ہے۔ خیر، دیر آید درست آید۔" اس کا اطمینان نوفل کو چبھنے لگا۔

اتنا مطمئن اور شانت اس نے صبا کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ نوفل کے ذہن میں اس رات کی فلم سی چلی گئی، جب وہ اس کی تمام تر توجہ اور بے تابیوں کو ٹھکرا کر اس کی محبت کو ہوس کا نام دے گئی تھی۔ اس کا حلق تک کڑوا ہونے لگا۔ اسے ابھی بھی اپنی بے خودی پر ندامت ہونے لگتی تھی۔

پچھلے کچھ دن تو یوں گزرے کہ خود کو بھی سوچنے کا وقت نہ ملا تھا۔ مگر اب جبکہ وہ سامنے تھی تو وہ احتساب بن کر سامنے آ کھڑا ہوا۔

"ہر بار دیر اچھی نہیں ہوا کرتی بی بی! اور نہ ہی ہر منطق سب پر اپلائی کی جا سکتی ہے۔" وہ کڑے اکھڑے انداز میں بولا تو صبا نرمی سے بولی۔

"آپ مجھے "تم" کہہ کر بلائیں گے تب بھی میں اعتراض نہیں کروں گی۔ اور آپ کے منہ سے صرف "صبا" بھی اچھا لگتا ہے۔"

نوفل کا دماغ گھوما۔ وہ کیا پھر سے اس کا تمسخر اُڑا رہی تھی؟

"آپ اپنی حد میں رہیے۔" وہ جیسے بھڑکا۔ صبا نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پھر اسی لب و لہجے میں کہا۔

"آپ بتا دیجئے میری حد۔"

"وہ تو میں اول شب سے آپ کو بتا چکا ہوں۔" نوفل نے تنفر سے کہا تھا۔

"یہ غرور اور تنفر آپ کو سوٹ نہیں کرتے۔ اصل میں آپ کی شخصیت اتنی اچھی ہے کہ یہ خود کچھ کھوکھلے سے لگتے ہیں۔"

"آپ میری ذات میں گھسنے کی کوشش مت کریں۔" وہ چیخ کر رہ گیا۔

لعنت ہے اس بے خودی پر۔ ایسا بھی کیا خمار عشق کہ من و تن کی خبر ہی نہ رہے۔ اپنا ہر
جانا کب منظور تھا بھلا؟

"آپ کی اور میری ذات الگ نہیں ہے۔" وہ یاد دہانی کرانے والے انداز میں بولی
تیز نظروں سے اُسے دیکھا۔

"ہم "دو" ہی ہیں۔ وگرنہ آپ کے لئے قربتوں کے معنی اس قدر گرے ہوئے نہ ہو
نے بھی اسے یاد کرایا تھا۔

صبا قدرے شرم سار ہوئی اور کچھ توقف کے بعد پوچھا۔

"اور اگر میں اپنے لفظوں پر نادم ہوں تو؟"

"تو ____" وہ اسے دیکھتے ہوئے اُٹھ بیٹھا۔ "تو یہ کہ لمحے ہاتھ سے پھسلتی ریت
ہوتے ہیں۔ بہت دیر تک ان پر قابو نہیں پا سکتے آپ۔ پچھتانا ہی مقدر رہ جاتا ہے۔"

"تو آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں پچھتاؤں؟" وہ آس و نراس میں گھری پوچھ رہی تھی۔
ایسی سادگی اور معصومیت کہ نوفل احمد کا پتھر دل بھی ہمکنے لگا۔ وہ زمین کا باسی گویا چاند کا تمنا
تھا اور چاند بھی وہ جو اس کے اپنے آنگن کا تھا۔ مگر کس قدر صدیوں کے فاصلے پر۔ یہ تو ا
معلوم ہوتا تھا کہ جب جب وہ اسے چھونے کو ہاتھ بڑھاتا تھا۔

"آپ شاید کچھ کہنے آئی تھیں۔" وہ یکلخت ہی اپنے سرد مہر خول میں سمٹتے ہوئے رو
میں بولا تو صبا ست سی پڑ گئی۔

"کہا تو میں نے بہت کچھ ہے۔ مگر شاید آپ سن کر بھی سننا نہیں چاہتے۔ تبھی یوں پہ
رہے ہیں۔"

"اگر آپ کھانے کا پوچھنے آئی ہیں تو میں پانچ منٹ میں آ رہا ہوں۔" وہ گویا ال
ہوئے بولا تو صبا کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ سنگدل، بے مہر۔ وہ بہت دُکھی دل کے ساتھ پلٹی تھی۔

●●●●●

"ہیلو!" وہ ریسیور اٹھاتے ہی یکلخت بولی۔ سارا دھیان چولہے پر پڑے بریانی کے
طرف تھا۔

"السلام علیکم! جی ویرا بات کر رہی ہوں۔ معید حسن سے بات ہو سکتی ہے؟" کھنکتا ہوا لہ
ضحیٰ کی سماعتوں سے ٹکرایا تو وہ جانے کیوں تپ سی اُٹھی۔

"آپ ان کے موبائل پر کال کرتیں تو زیادہ اچھے سے بات ہو سکتی تھی۔" بظاہر بڑے آ
کہا تو وہ ہنسی۔ پھر بولی۔

"آپ شاید وہی ہیں، جو اس رات معید کے ساتھ تھیں۔ ضویا۔"

"جی نہیں، ضحیٰ۔" اس نے فی الفور اپنا نام درست کرایا تو وہ پھر سے ہنسی۔

"جو بھی ہے۔ یہ معید کہاں ہے؟" وہ بڑے استحقاق سے پوچھ رہی تھی۔ ضحیٰ کو غصہ آیا

ی سیکرٹری لگی ہوں۔

"وہ شاید گھر میں نہیں ہیں۔" روکھے سے لہجے میں کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"مگر آج تو چھٹی ہے۔ وہ گھر پر ہی ہوگا۔"

"وہ عموماً چھٹی والے روز بھی گھر پر نہیں پائے جاتے۔" ضحیٰ نے طنزاً کہا تھا۔

"اچھا، وہ آئے تو اسے میرا پیغام دے دینا پلیز۔ آتے ہی مجھے کال بیک کرے۔ میں کب سے
کا موبائل ٹرائی کر رہی ہوں مگر کوئی رسپانس نہیں مل رہا۔" ویرا نے دوستانہ لب و لہجے میں کہا اور
ہودائی کلمات ادا کرنے لگی تو ضحیٰ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے ریسیور پٹخنے کے سے انداز میں
کریڈل پر ڈالا۔

"کس قدر لیچڑ ہوتے ہیں بعض لوگ۔ خواہ مخواہ لیس ہوئے جاتے ہیں۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے
تو اچانک ہی ذہن میں اپنی گزشتہ کارگزاری کا خیال آیا۔

"بریانی ____" وہ سرپٹ کچن کی طرف بھاگی جہاں مصالحہ پیندے میں لگ چکا تھا۔

"تمہارا تو ستیا ہی ناس ہو ویرا بیگم!" وہ روہانسی ہونے لگی کہ آج رات کا کھانا چچی جان نے
بطور خاص بنانے کو کہا تھا۔

اس نے چاول اُبلنے کو رکھے اور ٹوٹکوں والی کتاب اٹھا کر جلے ہوئے سالن کو قابلِ گزارا بنانے
ترکیب ڈھونڈنے لگی۔

"اگر سالن جل جائے تو اس میں آدھی پیالی کچا دودھ ڈال کر پکائیں۔ جلے ہوئے کی بُو نہیں
ئے گی۔"

اس نے پڑھا اور فوراً ہی عمل بھی کر ڈالا۔ چکھ کر دیکھا تو کچھ خاص جلا ہوا نہیں لگا۔ وہ اس
کتاب کی مصنفہ کی شکر گزار ہو گئی۔ رائتہ اور سلاد بنا کر فریج میں رکھا تو معید کی شکل نظر آئی۔ اور کوئی
بات ہوتی تو اب تک ذہن سے نکل چکی ہوتی مگر جانے کیوں یہ ویرا بیگم تب سے ذہن میں اودھم
مچائے ہوئے تھی۔

"فون تھا آپ کا۔" لٹھ مار انداز میں کہا تو صوفے پر نیم دراز کیفیت میں براجمان وہ مندی
آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا۔

"کس کا تھا؟"

"آپ کی کوئی گرل فرینڈ تھی۔" اطمینان سے کہا۔ کب سے دل یہ سب کہنے کو بے قرار ہو رہا
تھا اب جیسے صبر سا آ گیا۔

معید کی پوری آنکھیں کھل گئیں۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" ناگواری سے پوچھا تو وہ معصومیت سے بولی۔

"اگر دوست لڑکی ہو تو اسے گرل فرینڈ ہی کہتے ہیں میری نالج کے مطابق۔"

"ویرا کا فون تھا؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"دیکھا ـــــ گرل فرینڈ کہا تو کتنی آسانی سے بوجھ لیا آپ نے۔" وہ استہزاء سے بولا۔
"کبھی سیدھی بات کا سیدھے سے جواب بھی دے دیا کرو۔" وہ چڑ کر بولا تو ضحیٰ نے ... سے کہا۔
"میں نے تو سیدھے سے ہی بتایا تھا کہ آپ کی گرل فرینڈ کا فون آیا ہوا تھا۔ اب وہ کوئی اور ـــــ یہ تو آپ کو ہی علم ہوگا ان کے بارے میں۔"
وہ جبڑے بھینچ کر اسے گھورنے لگا۔ تب وہ مسکراہٹ دباتی پلٹ آئی۔ معید کو زچ کرنے کا الگ ہی مزہ تھا۔ تبھی اس نے بڑے اچھے موڈ میں کھانا لگایا تھا۔
سبھی نے اتنے دنوں کے بعد ضحیٰ کے ہاتھ کا کھانا شوق سے کھایا تھا۔ نگین کو خود چچی نے اپنی نگرانی میں کھانا کھلایا تھا۔
"آج لگتا ہے کھانے کو کسی اور کے ہاتھ لگے ہوئے ہیں۔" وجدان نے ڈکار لیتے ہوئے آواز میں کہا تو معید اطمینان سے بولا۔
"آج یقیناً کھانا ضحیٰ نے بنایا ہے۔"
"تمہیں کیسے پتہ چلا؟" چچی جان مسکرائی تھیں۔
"اس کے ہاتھ کے جلے کا ذائقہ ہی اور ہوتا ہے۔"
وہ جو کچھ "اچھا سا" سننے کی منتظر بیٹھی تھی، تلملا اٹھی۔ کسی کو کچھ پتہ چلے نہ چلے۔ یہ کالا ناک کا پتلا سب کچھ محسوس کر لیتا تھا۔
"ہاں، کچھ خوشبو سی آ رہی تھی بریانی میں سے۔" چچا جان کو بھی جیسے اچانک یاد آیا۔
"شاید مصالحہ زیادہ ہی بھن گیا تھا۔" تائی جان نے سادگی سے کہا تو ضحیٰ کو رونا آنے لگا۔ غصے کے وہ ٹیبل سمیٹنے لگی۔ وگرنہ اس سے پہلے تو اچھا کھانا بناتے ہی اسے انعام بٹورنے کی جلدی جاتی تھی۔
"برتن دھو کے تین کپ چائے لاؤنج میں دے جانا۔" یہ حکم اچانک ہی صادر ہوا تھا۔
"میں ابھی فارغ نہیں ہوں۔" وہ پلیٹ دھو کر ریک میں رکھتی خشک انداز میں بولی تو وہ کہنے لگا۔
"میں بھی برتن دھونے کے بعد کی بات کر رہا ہوں۔"
"دیکھوں گی۔" وہ رکھائی سے بولی تو معید کو یاد آیا۔
"ویسے کھانا اچھا بنا ہوا تھا۔ بس بریانی کا مصالحہ جل گیا تھا اور سالن میں نمک تھوڑا سا کم تھا، باقی سب اچھا تھا۔ رائتہ، سلاد وغیرہ۔"
"شکریہ ـــــ نوازش۔" اس نے گلاس پٹختے ہوئے کہا تو وہ زیرلب مسکراتا چلا گیا۔
"ہنہ ـــــ کلیجہ جلانے کا ماہر۔" ضحیٰ کو شدید غصہ آ رہا تھا۔ "کیا تھا ذرا سی تعریف کر دیتا تو۔" وہ جھنجلا رہی تھی۔ مگر اچانک ہی ذہن میں لال بتی جل اٹھی۔ وہ بڑے زور کی ٹھٹکی تھی۔
"لعنت ہے مجھ پر ـــــ میں بھلا دو بول اس کے منہ سے سننے کو کیوں مری جا رہی ہوں؟"

خود پر شدید حیرت ہوئی۔
"لاحول ولا قوۃ ـــــ دماغ خراب ہو رہا ہے شاید میرا۔" اس نے جھنجلاہٹ کے عالم میں سوچا اور بڑبڑاتے ہوئے چائے کے لئے پانی رکھنے لگی۔

●●●●●

وہ بڑے استحقاق سے شموئیل خان کے آفس میں براجمان تھی۔ جبکہ وہ اپنے مخصوص نرم مزاج سے ہٹ کے خاصا جھنجلایا ہوا ادھر سے اُدھر مارچ پاسٹ کر رہا تھا۔
"بیٹھ جاؤ خان! کیوں ٹانگیں گھسا رہے ہو؟" ژالے کا انداز چھیڑنے والا تھا۔
وہ واقعی تلملا اٹھا۔
"اٹھا کر باہر پھینک دوں گا تمہیں اگر کچھ مزید بولیں تو۔"
"ارے ـــــ" پہلے تو وہ اس کے اس قدر غیر متوقع انداز پر حیران ہوئی۔ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "بہت آرزو تھی تمہیں اس دبنگ روپ میں دیکھنے کی۔ دبنگ ہی کہتے ہیں نا؟" وہ ابھی بھی سنجیدہ نہیں تھی۔
وہ ایک جگہ رک کر دونوں ہاتھ جمائے اسے گھورنے لگا۔ اپنی تمام تر دلکشی اور شادابی سمیت، شربتی آنکھوں میں شوخی و شرارت کے تمام رنگ لئے وہ اسے زچ کرنے پر آمادہ تھی۔
"ایسے نہیں دیکھتے لڑکیوں کو۔ انہیں شرم آتی ہے۔" ژالے نے اسے ٹوکا تو وہ جل اُٹھا۔
"وہ لڑکیوں کو آتی ہوگی۔ تمہارا اس کیٹگری سے دور پرے کا بھی واسطہ نہیں ہے۔" ژالے ہنسی۔
"بھئی آخر ایسی کیا حسرت ہے تمہیں کہ مجھے شرماتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو؟"
وہ بدکا۔
"لاحول ولا ـــــ مجھے ایسی کوئی فضول حسرت نہیں ہے۔ مگر یہ جو تم میرے آفس کا ماحول خراب کرنے کی کوشش کر رہی ہو نا، یہ ترک کر دو۔" اس کا انداز رکھائی سے بھرپور تھا۔
"میں نے تو صرف مستقبل قریب کی مالکن کی حیثیت سے تمہارے پی اے کے ساتھ آفس ورکرز سے تعارف ہی لیا ہے اور بس۔" دوسری طرف معصومیت کی انتہا تھی۔
وہ بے بس ہونے لگا۔
"خدا کے لئے ژالے آفریدی! اپنے دماغ کو اپنے بزنس میں لگاؤ۔ اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔"
"تو پھر محبت کے دکھ کو ترجیح کیوں نہ دی جائے؟" ادھر سے ترنت جواب آیا۔
شموئیل اپنا سر ہاتھوں میں تھامے اپنی نشست پر ڈھے گیا۔ پہلے کون سا ژالے کے سامنے اس کی چلتی تھی جو اب وہ اس کی بات مان کر سیدھی بات پکڑ لیتی۔
"پریشان ہو؟ ـــــ سر دکھ رہا ہے؟" ژالے نے ہمدردی سے پوچھا تو وہ سر اٹھا کر اسے گھورنے لگا۔

''کیا بات ہے خان! آج بات بات پر گھور رہے ہو۔ بہت اچھی لگ رہی ہوں کیا؟'' وہ جھکی تھی۔

''آخر تم سدھر کیوں نہیں جاتیں؟'' وہ بے چارگی سے بولا۔ تب وہ ایک دم سنجیدہ ہوگئی۔

''اتنا تو سنور گئی ہوں تمہاری محبت میں شموئیل خان! اب تو اگر مجھے اپنے خاندان کی عورتوں کی طرح پردہ بھی کراؤ گے تو کرلوں گی۔''

وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔ کوئی بات تو تھی اس کے لب و لہجے میں، اس کے انداز واطوار میں سب سے بڑھ کر اس کے تاثرات میں جو دل کو چھو رہی تھی۔

''مجھے اور مت آزماؤ شموئیل خان! بہت بھاگی ہوں میں تمہارے پیچھے۔ میں جانتی ہوں تمہاری مجھ سے محبت میں وہ شدت نہیں جو میری تم سے محبت میں ہے۔ مگر میں پھر بھی تمہارے پر راضی ہوں۔ میں اپنی محبت میں بہت پُریقین ہوں خان! تم دیکھنا، ایک دن تم بھی میری محبت بھرنے لگو گے۔ بس خود کو یوں سنبھال کر رکھنا چھوڑ دو۔ مکمل طور پر میرے حوالے کردو پھر دیکھنا، کتنی محبت سے سنوارتی ہوں تمہیں۔ سر سے پاؤں تک عشق کی تصویر بنا دوں گی۔'' وہ بڑے جذب سے کہہ رہی تھی۔

اور ادھر تو پہلے سے اس کی محبت میں گھائل دل تھا۔ اس کے سامنے کبھی اعتراف نہیں کیا تو کیا ہوا؟ اتنے عرصے کے بعد اسے سامنے پا کر وہی جذبے پھر سے نمو پا گئے تھے جنہیں وہ حالات و واقعات کی وجہ سے زبردستی دبائے ہوئے تھا۔ اُس کا دل ہمکنے لگا خود سپردگی کو، چاند کو چھونے کو۔ شموئیل خان آفریدی تھا۔ آفریدی قبیلے کے سردار کا بیٹا۔ دل کی بہت کم سنتا تھا۔ مگر زمل کے مقابلے میں اسے اپنی یہ عادت بہت گھٹیا محسوس ہو رہی تھی۔ سو اس نے بھی خود کو اس بحر میں بے دست و پا چھوڑ دیا جسے سب ''محبت'' کہتے ہیں۔

●●●●●

وہ اسے دیکھ کر حسب سابق اُٹھ کر اندر جانا چاہتی تھی مگر عماد اس کے راستے میں آگیا۔

''کیا بات ہے؟ مجھ سے کیوں بھاگ رہی ہیں آپ؟''

نگین نے پلکیں اٹھا کر ایک نظر اس کی طرف دیکھا پھر اس کی بات کا جواب دیئے بغیر ایک طرف ہو کر گزرنا چاہا۔ مگر عماد پھرتی سے دوبارہ اس کی راہ میں حائل ہوگیا۔

''میرا راستہ چھوڑ دیں پلیز۔'' نگین کے انداز کی ناگواری عماد کو تحیر میں مبتلا کرگئی۔ آج تک وہ اس سے ایسے لب و لہجے میں کبھی بھی مخاطب نہیں ہوتی تھی۔ پھر آج ایسا کیا ہوا تھا جو اتنی بدتمیزی پر اتر آئی۔

''میں صرف آپ کی ناراضگی اور غصے کا سبب جاننا چاہتا ہوں۔ پھر آپ کو مجھ سے بچنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔''

''مگر میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔'' وہ قطعیت بھرے انداز میں بولی تو وہ بے

اسے دیکھنے لگا۔ سفید لباس پر سیاہ شال اوڑھے وہ بالکل سادہ اور ویران سے حلیے میں کہیں سے بھی پہلے والی نگین نہیں لگ رہی تھی۔ (اور اگر انس ہوتا تو ایک شور مچا دیتا۔ بھلا اس سے نگین کی رنگوں سے بے نیازی برداشت ہی کہاں ہوتی تھی) عماد کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا ہو۔

''یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ مجھ سے ایسی کیا خطا ہوگئی ہے جو آپ مجھ سے ایسا سلوک کر رہی ہیں۔'' عماد خود کو بے بسی کی انتہا پر پا رہا تھا۔

''یہ آپ اپنے دل سے پوچھئے۔'' وہ تلخی سے بولی تو عماد نے حیرانی بھرے دُکھ سے پوچھا۔

''پھر بھی ـــــ کچھ تو کہیں۔ شاید میں کفارہ ادا کرسکوں۔''

''تو پھر مجھے انس کو واپس لا دیں۔'' وہ دفعتہً اس کی طرف دیکھتے ہوئے تلخ اور ہٹیلے انداز میں بولی تو عماد دکھ اور تحیر کے مارے شاکڈ سا ہوگیا۔

''میں نے انہیں آپ کے بھروسے پر بھیجا تھا۔ کہاں ہیں انس؟ ـــــ آپ نے تو وعدہ کیا تھا انہیں ساتھ لانے کا۔ نبھائیں اپنا وعدہ۔'' وہ حواس میں نہیں لگ رہی تھی۔ اور بے تکان بولنے والے عماد کی زبان گنگ سی ہو کر تالو سے چمٹ گئی۔

''میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی ـــــ کبھی بھی نہیں۔''

وہ اس کے پاس سے ہو کر گزرتی تیزی سے اندر چلی گئی۔ جبکہ عماد ابھی تک دُکھ اور بے یقینی کے حصار میں گھرا وہیں کھڑا تھا۔

●●●●●

''دل تو ہے دل، دل کا اعتبار کیا کیجئے
آ گیا جو کسی پہ پیار کیا کیجئے''

نفاست سے فائل کئے ناخنوں کو کیوٹکس کا دوسرا کوٹ کرتی ادینہ کی گنگناہٹ نے زرینہ بیگم کو بہت مطمئن کر دیا۔ بہت عرصے بعد وہ اسے اپنے ہلکے پھلکے موڈ میں دیکھ رہی تھیں۔

''آپ کیا دیکھ رہی ہیں اتنے غور سے؟'' وہ انہیں اپنی طرف متوجہ پا کر ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولی تو انہوں نے سادگی سے جواب دیا۔

''میں دیکھ رہی ہوں، بڑے عرصے کے بعد انسانوں والی جون میں لوٹی ہوں۔''

''واہ رے اماں جان ـــــ!'' وہ ایک بار کھل کے ہنسی۔ ''کیا اعلیٰ پائے کی تعریفی سند پیش کی ہے آپ نے۔''

''اور نہیں تو کیا۔ ورنہ تو ہر وقت تمہارا مزاج سوا نیزے پہ پہنچا رہتا تھا۔''

''ٹائم، ٹائم کی بات ہے۔ اب ہر وقت انسان ایک ہی موڈ میں تو نہیں رہ سکتا نا۔ وہ بھی ایک مرڈر تھا غم کا، سو گزر گیا۔'' وہ اطمینان سے کہتی پھونکیں مار کر کیوٹکس خشک کرنے لگی۔

''چلو شکر ہے۔'' انہیں تسلی ہوئی تو ساتھ ہی دبے لفظوں میں کہہ دیا۔

''اب اپنے مستقبل کے متعلق سوچو۔ یہ نوفل کا پیچھا تمہیں کچھ نہیں دینے کا۔''

"ہنہ ——— اب اس کا پیچھا کر کون کمبخت رہا ہے۔ اب تو اپنی منزل کوئی اور ہی ہے۔" وہ
کر ہی خوش ہو رہی تھی۔

زرینہ بیگم متفکر ہوئیں۔

"پہلے بھی ایک بار ٹھوکر کھا چکی ہے ——— اب کے ذرا دھیان سے قدم رکھنا۔"

"اوفوہ ———" اس نے انہیں ناگواری سے گھور کر دیکھا۔ "کبھی تو صحیح بات منہ سے
لیا کریں۔"

"تو کیا، نصیحت کو تم صحیح نہیں سمجھتیں؟" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا تو وہ بولنے لگی۔

"ہر وقت نصیحتیں بھی اچھی نہیں لگتیں۔ اور نہ ہی ہر راستہ دھیان دے کر چلنے والا ہوتا ہے۔
کئی بار میں نے بندہ ہی صحیح چنا ہے۔"

"اچھا ———" وہ متعجب ہوئی تھیں۔

"ہاں ——— آنکھیں بند کر کے چلوں تو بھی منزل تک پہنچ سکتی ہوں۔" وہ بڑے تفاخر سے
تو انہوں نے متجسس ہو کر پوچھ ہی لیا۔

"ہے کون؟"

"اکلوتا بیٹا ہے اپنے والدین کا۔ زمین، جائیداد کا وارث۔ ویسے بھی لاکھوں نہیں تو ہزاروں میں
ایک ہے۔" اس کی آنکھیں خواب ناک انداز میں چمک رہی تھیں۔

"کون ———؟" زرینہ بیگم کا تجسس عروج کو پہنچنے لگا۔

"عماد۔" وہ اطمینان سے بولی تو زرینہ بیگم کو بہت خوشی ہوئی۔

"شکر ہے۔ کوئی تو عقل کا کام کیا۔ خاندان بھی اچھا ہے اور لڑکا بھی۔"

"آپ تو بس یہی دیکھتی رہنا۔" اس نے ناک چڑھاتے ہوئے کہا تو وہ نہ چاہتے ہوئے
اسے ٹوک گئیں۔

"اپنی سوچ کو مثبت اور لالچ سے پاک رکھو تو خدا تمہارے لئے بہتر نہیں بلکہ بہترین کرے گا۔"

"آج کل لڑکوں کی شکل نہیں، بلکہ ان کی جیب اور بینک بیلنس دیکھا جاتا ہے۔"

ادینہ کی بات پر زرینہ بیگم نے متاسفانہ انداز میں اسے دیکھا۔ وہ ماں تو اسی کی تھیں مگر یہ
جانے کس پر پڑی تھی۔ ان کی سادہ لوحی سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

وہ ہمیشہ سے خود غرض اور کینہ پرور رہی تھی۔ آدمی کے ظاہر پر مر مٹنے والی۔ جو دل چاہا
دینے والی۔

اس کی عادتوں کو ناپسند کرنے کے باوجود وہ بیٹی کی تیز طبع سے خائف، اسے برا بھلا نہیں کہہ
تھیں تو کبھی کبھار نصیحت کی شکل میں سمجھانے کی کمزور سی کوشش کر لیتیں۔ یہ الگ بات تھی کہ
نے ان کی باتوں کو کبھی درخور اعتنا نہیں جانا تھا۔

"ہمیشہ رہنے والی چیزیں تو اخلاق اور کردار ہی ہیں۔ جیب اور بینک بیلنس تو کبھی بھی

بیٹھے ہیں۔"

"خیر، اس کی جائیداد کے کون سے حصے دار بیٹھے ہیں۔ ماں باپ کا اکلوتا وارث ہے اور اتفاق
سے اخلاق و کردار کا اچھا بھی ہے۔ آپ بھی خوش، میں بھی راضی۔" وہ اچھے موڈ میں تھی۔

زرینہ بیگم اندر ہی اندر کلس کر رہ گئیں۔ یہی فیصلہ اگر وہ محض عماد کے اخلاق اور کردار کو دیکھ کر
کرتی تو خدا بھی اس سے راضی ہوتا۔ مگر وہ پہلے کب ان کی مانتی، سنتی تھی جو اب ان کی باتوں پر
کان دھرتی۔

سو وہ دل میں خدا سے اس کے سدھرنے کی دعائیں کرتی رہیں۔ جبکہ ادینہ کی گنگناہٹیں پھر سے
جاری ہو چکی تھیں۔

●●●●●

ایک بھیانک خواب سے اس کی آنکھیں کھلیں تو وہ پسینوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

"یا اللہ ———!" بے ترتیب دھڑکنوں کے ساتھ اس نے بے اختیار اپنے پہلو میں ہاتھ مارا تو
زندگی سے بھرپور گرم وجود اس کا دل ٹھہرا گیا۔ وہ اس کے قریب ہو کر جیسے اس کے ہونے
کا یقین چاہنے لگی تو اس نے نیند ہی میں اس کے گرد بازو کا حصار کر لیا۔

"سو رہے ہیں؟" وہ منہ اٹھا کر پوچھنے لگی۔ دوسری جانب سے کوئی جواب نہیں آیا تو اب کی بار
اس نے انس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر تقریباً جھنجھوڑ ڈالا۔

"کیا ہے ———؟" وہ غنودگی کے عالم میں تھا۔

"اٹھیں نا ——— میں نے اتنا برا خواب دیکھا ہے۔" نگین ابھی تک خوفزدہ تھی۔ خود کو انس کے
بغیر تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کجا اس کی موت ——— اس نے ایک بار پھر سے اسے جھنجھوڑا تو انس
نے اسے خود سے مزید قریب کر لیا۔

"چلو، سو جاؤ اب۔"

"پہلے آپ جاگیں اور میرا خواب سنیں۔ مجھے اتنا ڈر لگ رہا ہے۔ دل اتنی بے ترتیبی سے دھڑک
رہا ہے۔"

"کہاں ——— دکھاؤ نا۔" وہ ہاتھ رکھ کر اس کی دھڑکن چیک کرنے لگا تو نگین نے اس کا ہاتھ
جھٹک دیا۔

"بہت گندے ہیں آپ ——— اٹھیں گے نہیں۔ بس فضول حرکتیں کئے جائیں گے۔" وہ ناراض
ہونے لگی تو انس نے گہری سانس بھرتے خود کو قدرے بیدار کر لیا۔

"میں کون سا خوابوں کی تعبیر بتانے کا ماہر ہوں یار! صبح سنا لیتیں۔" جمائی لیتے ہوئے کہا۔ مگر وہ
بہت متفکر تھی۔

"آپ صبح ہی صدقہ خیرات کرنا پلیز۔ میں نے آپ کے حوالے سے بہت برا خواب دیکھا
ہے۔ اللہ معاف کرے۔"

"آمین ___" وہ فی الفور بولا تھا۔ پھر پوچھنے لگا۔ "ویسے بائی داوے، کیا دیکھا ہے خواب میں جو کسی پل چین نہیں لینے دے رہا؟"

"اُف ___!" تگین نے سوچ کر جھرجھری سی لی۔ "میں دوبارہ سوچنا بھی نہیں چاہتی۔ آپ سے جدائی تو موت لگتی ہے انس!" اس کے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے وہ روہانسی ہونے لگی تھی۔ انس کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی۔

"اوئے، میں نہیں جانے کا تمہیں چھوڑ کے۔ تم میں تو میری جان بستی ہے۔" پیار سے کہا اور اس نے چہرہ اٹھا کر نائٹ بلب کی روشنی میں اس کے تاثرات کھوجنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ہم ہمیشہ ساتھ رہیں گے انس!"

"ہاں، بالکل۔ حالانکہ جنت میں مجھے ستر حوریں ملنے والی ہیں۔" وہ شرارت پر آمادہ تھا۔

تگین کی ذہنی رو پلٹی۔

"سچی؟ ___ یعنی ہر مرد کو؟"

"اور نہیں تو کیا؟ ___ وہاں تو اپنی موجیں ہوں گی۔"

"میں جیلس ہو رہی ہوں انس! آپ وہاں میرے سامنے دل لگی کیا کریں گے۔" اسے سوچ کر غصہ آنے لگا تھا۔

"تم تو ان کی سردارنی ہو گی یار!" انس نے اسے چمکارا۔ مگر اس کی تسلی نہیں ہوئی۔ تب وہ مشورہ دینے لگا۔

"تم انہیں اپنی خدمت پر لگائے رکھنا۔ کسی کو ٹانگیں دبانے پر اور کسی کو بازو۔ میری طرف دھیان دینے کی انہیں فرصت نہیں ملے گی۔"

تگین کی قلقل کرتی ہنسی کمرے میں گونجنے لگی۔ اس نے اٹھ کر لائٹ آن کی اور پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر اپنے چاروں جانب دیکھنے لگی۔

"انس ___!" اُس نے پکارا۔ مگر کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

"انس! کہاں ہیں آپ؟" وہ اُٹھ کر واش روم میں جھانک رہی تھی۔

پاس سوئی ضحیٰ کی نیندیں تو بہت غضب کی تھی مگر تگین کے پاس سوتے ہوئے لاشعوری طور پر اس کی آنکھ عموماً کھل جایا کرتی تھی کہ اس کی نیند ویسے ہی کم ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا؟" اس کی نیند اڑ گئی۔ تیزی سے اُٹھ کر تگین کی طرف بڑھی۔

"انس کہاں ہیں؟" وہ متوحش انداز میں پوچھنے لگی تو ضحیٰ گڑبڑا گئی۔

"تم سوئی نہیں؟" بات پلٹنا چاہی۔ مگر وہ اپنے حواس میں نہیں تھی۔

"مجھے بتاؤ ضوئی! انس کہاں گئے ہیں؟ ___ ابھی تو تھے یہاں، میرے پاس۔" وہ چلتی اپنے بیڈ کے پاس آئی۔

"یہاں تو میں سوئی تھی۔" ضحیٰ نے اسے بہلانا چاہا۔

"تم تو اس طرف تھیں۔ یہ سائیڈ انس کی ہے۔ یہاں میں کسی کو بیٹھنے نہیں دیتی۔ یہاں انس لیٹے تھے ابھی۔ ہم باتیں کر رہے تھے۔" وہ بضد ہوئی تو ضحیٰ گھبرانے لگی۔ تگین کی طبیعت کا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا۔ اسی لئے وہ اس کے پاس سونے سے خائف تھی۔ مگر تائی جان کے اصرار پر وہ انکار نہیں کر پائی تھی۔

"بات سنو تگین! ___ بہت رات ہو گئی ہے۔ تین بج رہے ہیں۔ ابھی سو جاؤ۔ صبح بات کریں گے۔" ضحیٰ نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے پیار سے کہا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔

"صبح کیا ہو گا ضوئی! وہ واپس آ جائیں گے کیا؟" اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آواز میں اس قدر بے بسی و بے چارگی بھری تھی کہ ضحیٰ بے اختیار رونے لگی۔

"وہ اب کبھی نہیں آئیں گے ضوئی! ___ حالانکہ وہ کہتے تھے کہ میں تمہیں چھوڑ کے کبھی بھی نہیں جاؤں گا۔ بہت شکایت ہے مجھے تمہارے بھائی سے۔ جھوٹے وعدے، لارے لگا کے خود کہیں چھپ کے میری بے تابی کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے ___ وہ ایک بار آئیں ضوئی! میں انہیں بتاؤں گی کہ میں ان سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ میں انہیں بتاؤں گی کہ میں ان کی جدائی کے بعد کتنی ٹوٹ گئی ہوں ___ بھری دنیا ہے مگر ان سے زیادہ اپنا مجھے کوئی نہیں لگتا۔ میں انہیں وہ سب بتا دوں گی جو وہ سننا چاہتے تھے۔ بس ایک بار ___ ایک بار خدا اُنہیں مجھے واپس لوٹا دے۔ بس ایک بار۔"

وہ زار و قطار رونے لگی تھی۔ ضحیٰ نے خود پر بہ مشکل قابو پاتے ہوئے اسے گلے سے لگا لیا اور تھپکنے لگی۔

"صبر کرو تگین! ___ صبر۔"

"نہیں ہوتا ضوئی! قسم سے نہیں ہوتا۔" وہ مچلی تھی۔ "جب خدا نے انہیں مجھ سے چھین ہی لینا تھا تو مجھے اتنا محبت کرنے والا شخص دیا ہی کیوں؟ میرے دل میں ان کی محبت بسائی ہی کیوں؟ ___ میرے خدا! میں مر کیوں نہیں جاتی۔"

"نہ کرو تگین! ___ بس چپ ہو جاؤ۔ خدا کی یہی مرضی تھی۔ اور......" ضحیٰ نے بے بسی سے کہنا چاہا تو وہ اسے جھٹک کر پیچھے ہٹ گئی۔

"یہ طفل تسلیاں مت دو مجھے۔ صبر، صبر، صبر۔ کہنا بہت آسان ہوتا ہے ضوئی! مگر اس پر چلنا پل صراط طے کرنے کے مترادف ہے ___ ذرا میرے دل سے پوچھو، مجھے اپنے اور انس کے بچے کا خیال نہ ہوتا تو میں اب تک اپنی زندگی ختم کر لیتی ___ مجھے جینا اچھا نہیں لگتا۔ میں کس قدر بے بس ہوں انس! ___ آپ کو چھو نہیں سکتی، آپ کو محسوس نہیں کر سکتی۔" وہ رو رہی تھی۔

"کسی کے بھی چلے جانے سے زندگی ختم نہیں ہو جاتی تگین! ایک ماں سے بڑھ کر کون اپنے بیٹے سے محبت کرے گا۔ تائی جان ہی کو دیکھ لو۔ کیا انہوں نے صبر نہیں کیا؟ ___ وہ اس پل صراط پر سے نہیں گزریں؟ تایا جان نے اس عمر میں جوان جہان بیٹا کھو دیا تو انہوں نے جینا چھوڑ دیا کیا؟ یہ

مشیت ایزدی ہے۔ خدا کے کاموں میں ہمارا کیا دخل؟ وہ جتنا بڑا دکھ دیتا ہے، اسی قدر حوصلہ بھی عطا کرتا ہے۔ تم ایک بار سوچو تو سہی۔ اس کی شے تھی، اس نے لے لی۔ غم کیسا؟"

"تو مجھے کیوں دی اپنی شے اُس نے؟ نہیں ہوتا اب مجھ سے صبر۔ یہ کیسی مشیت ہے؟ ناتواں جانوں کو جیتے جی پل صراط پر سے گزارنا۔ خدا اس قدر ظالم تو نہیں۔ وہ تو رحیم ہے ضوئی! پھر...... پھر......" اس کی آواز پر ناتوانی غالب آگئی تو ضحیٰ نے اسے تھام کر لٹا دیا اور کمبل اوڑھا دیا۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا نگین! ـــ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ضحیٰ نے آنسو پیتے ہوئے تسلی دی۔ خود اس کا دل پانی ہوا جا رہا تھا۔

محبت سے بچھڑنا کس قدر جان لیوا ہوتا ہے، اس کا احساس اسے تھا۔ دائمی جدائی۔ ایک ... جس میں بھٹکنا اور بھٹکتے رہنا ہی مقدر ہوتا ہے۔

نگین نے تھک کر آنکھیں موند لیں تو وہ آہستہ آہستہ اسے تھپکنے لگی۔

اسے خود بھی انس بہت شدت سے یاد آ رہا تھا۔ اسے صبر کی تلقین کرتے رہنے کے بعد ضحیٰ کی آنکھیں بھیگتی جا رہی تھیں۔

●●●●●

یہ بہت کم اتفاق ہوتا تھا کہ گلریز خان آفریدی اس کے آفس میں آئے ہوں۔ ابھی بھی ... دروازے سے اندر داخل ہوتا دیکھ کر وہ فون مختصر کرتا ریسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم!" ان کی آواز میں رعب اور دبدبے کی جھلک تھی۔

"وعلیکم السلام۔ بابا جان! آپ یہاں کیسے؟" وہ حیران سا انہیں سٹنگ روم کی طرف ... کرتے ہوئے پوچھنے لگا تو وہ کمر پر ہاتھ باندھتے ہوئے مسکرا دیئے۔

"کیا ہم یہاں نہیں آ سکتے؟"

"ایسی بات نہیں ـــ میرا مطلب تھا کہ اگر کوئی کام تھا تو مجھے کوٹھی بلا لیا ہوتا۔" ان کے ... کے بعد شموئیل خان نے ان کے بالمقابل صوفے پر نشست سنبھالتے ہوئے ادب سے کہا۔

"بیٹوں سے ملنے کے لئے کاموں کے بہانے نہیں تلاشے جاتے شموئیل خاناں!" وہ سنجیدگی ... بولے تھے۔

"جی ـــ" وہ یہی کہہ پایا۔ پھر تکلف نبھاتے ہوئے پوچھا۔ "چائے منگواؤں آپ کے ... یا قہوہ؟"

"کچھ نہیں۔ ہم بس تھوڑی دیر کے لئے آئے ہیں۔ تم سے ایک ضروری بات کرنا تھی۔" ... نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

وہ پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ گلریز خان تو ایک فون کال پر بندے کو لائن حاضر کر... والوں میں سے تھے۔ پھر کوئی بے حد ضروری بات ہی ہو سکتی تھی جو انہیں اس کے آفس تک ...

آئی۔ یا شاید اس میں کچھ چھوٹے ہونے کے باعث شموئیل خان کی ضدی اور اڑیل طبیعت کا بھی دخل رہا ہو۔

بڑے دونوں بیٹوں کی نسبت شموئیل خان سے ان کا برتاؤ اور ہی قسم کا ہوتا تھا۔

"جی کہیے۔" وہ ہمہ تن گوش تھا۔

وہ کھنکھارے۔ پھر لمحہ بھر توقف کے بعد بولے۔

"دیکھو شموئیل خاناں! تم ہمارے بہت لاڈلے بیٹے رہے ہو۔ پیار تو تمہاری بی بی جان اور ہم دوسرے دونوں سے بھی بہت کرتے تھے مگر تمہاری بات ان سے الگ ہے۔ اور تم بھی بہت اچھی طرح جانتے ہو۔"

انہوں نے تمہیدی انداز اپنایا تو شموئیل کے اعصاب الرٹ ہونے لگے۔ وہ سیدھے سبھاؤ اپنا ارادہ بتانے والوں میں سے تھا۔ مگر جب کبھی انہیں شموئیل سے کچھ منوانا ہوتا تب وہ یہی انداز اپناتے تھے۔

"آپ کھل کے بات کریں بابا جان!" وہ اپنی اُلجھن دباتے ہوئے بظاہر اطمینان سے بولا تو انہوں نے ہنکارا بھرا، پھر گویا ہوئے۔

"بلوشے ہمیں بہت عزیز ہے شموئیل خاناں!"

"میں جانتا ہوں بابا جان!" ان کے رُکنے پر شموئیل خان کو مجبوراً کہنا پڑا۔ ورنہ اس موضوع نے ہمیشہ اسے بیزار ہی کیا تھا۔

"تو پھر تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس کی چھوٹی سی تکلیف بھی ہمیں بہت تکلیف دیتی ہے۔" انہوں نے کہا تو وہ اندر ہی اندر کڑھنے لگا۔

یہ تو سراسر غلط بیانی ہی تھی۔ جہاں بابا جان کو اپنی پگڑی نیچی ہونے کا خدشہ ہوتا وہیں وہ بات جذبات پر لے جاتے تھے۔ مگر اب کی بار وہ خاموش ہی رہا۔

"پرسوں مارکیٹ میں تمہارے ساتھ لڑکی کون تھی؟" ان کا سوال اس قدر غیر متوقع اور اچانک تھا کہ وہ گڑبڑا کر پہلے تو فقط ان کا منہ دیکھے گیا۔

انہوں نے دوبارہ کہا۔

"پرسوں ہم نے کسی لڑکی کو تمہارے ساتھ دیکھا ہے شموئیل خاناں!" ان کا انداز بارعب اور بے لچک تھا۔ جیسے وہ اپنے مختصر سے سوال کے جواب میں مکمل کہانی سننے کا ارادہ کیے ہوں۔

"تو کیا میں سمجھوں کہ میری سی آئی ڈی کی جا رہی ہے؟" شموئیل کا دماغ تپا۔ وہ بھی تو ان ہی کا خون تھا۔ ٹھنڈا رہتا تو ٹھیک، ورنہ شدید اُبال آتا تھا۔

"یہی سمجھ لو۔ مگر اس سے پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ وہ لڑکی کون ہے؟" وہ مطمئن تھے۔ پھر اسی لب و لہجے میں بولے تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا میرا کچھ بھی پرسنل نہیں ہو سکتا؟"

"کیوں نہیں ہوسکتا۔" وہ فی الفور بولے۔ پھر تیوری چڑھاتے ہوئے جیسے اُسے وارن کیا۔ "پلوشے کی جو تمہاری زندگی میں جگہ ہے وہ اپنے ذہن میں رکھنا۔"

"بابا جان! جو میرے ساتھ ہوگیا، وہی میرے لئے بہت بڑی سزا ہے۔ اب کم از کم میری زندگی تو آسان رہنے دیں۔" وہ تلخ ہونے لگا تو انہوں نے بے نیازی کا مظاہرہ کیا۔

"تو ہم کب منع کر رہے ہیں تمہیں۔ مکمل آزادی ہے تمہارے پاس۔ کھاؤ، کھیلو۔ مگر اپنی اپنی ذمہ داری یاد رکھو۔"

"ہاہ ___ مکمل آزادی اور حد؟" وہ استہزاء سے ہنسا۔ "بہت خوب صورتی سے آپ نے ... کو کمبائن کیا ہے۔"

"تم جو بھی کہو شموئیل خاناں! مگر ہم بات کرتے ہیں سیدھی اور کھری۔ وہ لڑکی جو بھی ہو تمہاری، مگر وہ پلوشے کی جگہ نہیں لے سکتی۔" انہوں نے اٹل انداز میں کہا۔ وہ بہت مطمئن انداز میں صوفے پر ٹیک لگائے گویا ایک لمبی نشست کے لئے بیٹھے تھے۔

یہ شموئیل کے اعصاب پر ایک اور بڑا حملہ تھا۔ وہ یقیناً اس کے ہمراہ ژالے آفریدی کو دیکھ چکے تھے۔

"آپ نے جو کرنا تھا، کر لیا بابا جان! اور آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے مجھے باقی کی زندگی مرضی سے گزارنے کی آزادی دی تھی۔" وہ بڑے تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ مگر اندر دہکتی آگ بڑی بے تاب ہو رہی تھی۔

"تو ہم کب مکرے ہیں اپنی بات سے؟ ___ اپنے کہے سے ہٹنا قبیلے کے سرداروں کی ریت نہیں ہے شموئیل خاناں! تم اپنی زندگی اپنی مرضی اور اپنے طور طریقوں سے گزارو۔ تمہیں مکمل آزادی ہے۔" وہ جانے کیا طے کئے ہوئے تھے۔

اس نے بمشکل اپنا طیش ضبط کیا۔

"تو پھر میں ژالے آفریدی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔" اس نے بنا سوچے سمجھے انہیں ہرانے کی چال چلی تھی۔ وہ ان کے مہرے کو پیٹنا چاہ رہا تھا۔ ان کے چراغ پا ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

مگر وہ اُٹھ کر اس کے مقابل آئے تو خلاف توقع ہلکی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر جگمگا رہی تھی۔

"تو کرو ___ کون روکتا ہے تمہیں؟ ___ شادی کرو، اسے شہر کی کوٹھی میں رکھو، عیش کراؤ۔"

انہوں نے دوستانہ انداز میں کہا تو وہ سکتے کے عالم میں انہیں دیکھنے لگا۔

قدرے توقف کے بعد وہ اس کے دونوں شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرمی سے بولے۔

"بدلے میں، میں تم سے فقط پلوشے کے لئے کچھ تحفظات چاہتا ہوں اور بس۔"

وہ گنگ کھڑا تھا۔

"کب کر رہے ہو شادی ___؟" انہوں نے اسی نرم انداز میں پوچھا تو وہ غائب دماغی کیفیت میں بولا۔

"جلد ہی۔"

"بہت اچھے۔" وہ خفیف سا مسکرائے۔ شموئیل کے لئے انہیں اس موڈ اور مزاج میں دیکھنا ایک نہایت حیران کن تجربہ تھا۔ اس لئے وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا۔

گریز خان نے اس کا شانہ تھپکا۔

"بیسٹ آف لک۔" پھر اسے بغور دیکھتے ہوئے بولے۔ "مگر شادی سے پہلے ایک بار مجھ سے ضرور ملنا۔"

وہ سر ہلانے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ شکاری خود اپنے جال میں آ پھنسے تو اس کا کیا تدارک؟

●●●●●

"سوٹ کیس ___؟" صبا نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

وہ کوٹ اتار کر بستر پر ڈالتا ٹھٹک گیا۔

"کیا بات ہے؟ ___ کبھی سوٹ کیس کا نام نہیں سنا؟" سنجیدگی سے پوچھا تو وہ خفیف سی بولی۔

"دوسرے شہر جانے کے لئے سوٹ کیس تیار کرانے کی کیا ضرورت؟ کبھی اتنے دنوں کے لئے تو گئے نہیں۔"

"مگر دوسرے ملک جانے کے لئے تو ضرورت پڑ سکتی ہے نا؟" وہ طنزیہ پوچھنے لگا۔

صبا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"آپ بیرون ملک جا رہے ہیں؟"

نوفل نے گہری سانس کھینچی اور بستر کے کنارے ٹک کر جھکتے ہوئے شوز اتارنے لگا۔ پھر فارغ ہونے کے بعد سیدھا ہوتے ہوئے عام سے انداز میں بولا۔

"آپ ایسا کریں، صبح نوری سے کہہ کر میرا سوٹ کیس تیار کروا دیں۔ اس ہفتے میں کبھی بھی سیٹ مل سکتی ہے۔"

"کہاں جا رہے ہیں آپ؟" وہ متوحش سی اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔

نوفل نے ایک نگاہِ غلط انداز اس پر ڈالی اور اطمینان سے بولا۔

"سنگاپور۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے کہیں بھی جانے کی۔" وہ دفعتاً تیزی سے بولی تو نوفل کی آنکھوں میں پہلے حیرت چمکی، پھر اس پر استہزاء غالب آنے لگا۔

"ہاہ ___ بہت اچھے۔ یعنی اب میں آپ کے مشوروں پر چلا کروں گا۔"

"آپ اسے کچھ بھی سمجھیں۔ لیکن میں آپ کو کہیں باہر جانے کی اجازت نہیں دوں گی۔"

وہ حیران سا کھڑا ہوا۔

"ایکسکیوزمی محترمہ! ___ آپ مسلسل اوور ری ایکٹ کر رہی ہیں۔ میں نے ایسے کوئی حقوق آپ کو نہیں دیئے جن کی بناء پر آپ مجھ پر ایسی پابندیاں لگا سکیں۔" اس کے لب و لہجہ میں تلخی کی

آمیزش تھی۔

مگر وہ اس کے یوں مدمقابل آ جانے پر بھی نہیں گھبرائی تھی بلکہ کچھ عجیب ہی ہوا۔ یا شاید حیران کن۔

بے اختیار آگے بڑھ کر اس کی شرٹ مٹھیوں میں دبوچتی وہ اس کے ساتھ لگ گئی۔

"اتنی دور مت جائیں نوفل! پلیز ــــ" اُس کی یہ بے اختیاری اس قدر غیر متوقع تھی کہ وہ جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔

"آپ شہر سے باہر ہوں تو اور بات ہے۔ مگر ملک سے باہر مت جائیں۔" وہ شاید اپنے آپ میں نہیں تھی۔

نوفل نے اپنا سینہ بھیگتا محسوس کیا۔ شاید وہ رو رہی تھی۔ کسی انجانے احساس سے نوفل پگھلنے لگا۔ صبا کا یہ التفات اس کے لئے نیا ہی نہیں، بہت حیران کن بھی تھا۔

"انس بھائی بھی تو باہر گئے تھے۔ پھر کیا ہوا۔ وہ کبھی بھی واپس نہیں آئے ویسے ہنستے مسکراتے۔ پلیز نوفل!"

اس نے بے اختیار گہری سانس لی۔ تو یہ توہمات اسے گھیرے ہوئے تھے۔ آہستہ سے اُسے الگ کیا۔ اس کی مٹھیوں سے اپنی شرٹ چھڑائی تو وہ بھیگتی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ابھی ایسا مت سوچیں نوفل! جدائی ہمیں راس نہیں آتی۔" اس کے لب و لہجے میں عجب تڑپ اور دُکھ تھا۔

"میری جدائی شاید آپ کو راس آ جائے۔" وہ کٹھور تو نہیں تھا مگر اس کے معاملے میں جانے پل بھر ہی میں اس کے دل میں اتنی سختی کیسے بھر جاتی تھی۔

اس کی آنکھوں میں وحشت سی اُبھرنے لگی۔

"ایسا مت کہیں نوفل! ــــ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں بہت صاف دل سے آپ کے ساتھ چل رہی ہوں۔ یہ آپ ہی ہیں جو کمپرومائزنگ کی راہ نہیں اپنا رہے۔ میں تو اپنا سارا مان غرور تیاگ کر آپ کی ہمراہی میں سفر کر رہی ہوں۔ کبھی نہیں سوچا تو اب ہی سوچ لیں کہ کیوں۔ اب تو کوئی مجبوری نہیں رہی باقی بقول آپ کے۔ مجھے اپنے بھائی کا گھر اُجڑنے کا بھی غم نہیں رہا تو کون سی مجبوری مجھے آپ سے باندھے ہوئے ہے؟ کبھی سوچا آپ نے؟" آنسو اس کا چہرہ بھگونے لگے تھے۔ اور شاید نوفل کا دل بھی ــــ مگر ہائے یہ انا پسند دماغ۔

اسے نرمی سے پیچھے ہٹاتا وہ تیزی سے واش روم کی طرف بڑھ گیا تو وہ اس کی پشت دیکھتی رہ گئی۔

●●●●●

"وہ آئے میرے پاس، ٹھیک کرتے ٹائی کی ناٹ
میں نے پوچھا گھور کے، مسٹر یور پرابلم از واٹ"

"واہ ــــ واہ ــــ" وجدان نے اونچی آواز میں شعر پڑھنے کے بعد خود ہی سر دُھنا تو

کا دماغ گھومنے لگا۔

ایک تو اس شیطان سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکی تھی۔ جبکہ وہ مستقلاً سامنے صوفے پر براجمان اس شاہکار سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"اس نے کہا دیکھی نہیں کہیں میں نے ایسی بیوٹی
اسی لئے تو چھوڑ کے آیا ہوں اپنی ڈیوٹی"

"یہ یقیناً کوئی سرکاری آفیسر ہو گا۔ وہ ایسی ہی ڈیوٹیز ادا کرتے ہیں۔" وہ ساتھ ساتھ تجزیہ نگاری کے فرائض بھی سرانجام دے رہا تھا۔

"وجی! ــــ شرافت کے ساتھ میرے حوالے کرو یہ پیپر۔" وہ غرائی۔

"یہ پیپر تمہارا ہے؟"

"پیپر نہیں، مگر جو کچھ لکھا ہے وہ میں نے لکھا ہے۔" اس نے دانت پیسے۔ اتنے دنوں بعد وہ پھر سے اس کی جان جلانے والی حرکتیں کرنے لگا تھا۔

"یہ رائٹنگ تمہاری ہے کیا؟" وجدان نے اس کی آنکھوں کے سامنے کاغذ لہرایا۔ پھر خود ہی مذاق اڑاتے ہوئے بولا۔

"کہاں میری موتیوں جڑی لکھائی اور کہاں تمہارے کاغذوں پر چلتے کیڑے مکوڑے۔ یوں لگتا ہے پہلے لال بیگ انک میں گرا ہو، اس کے بعد پیپر پر سے گزر گیا ہو۔"

"تم بہت......."

"شکریہ، شکریہ ــــ اب یہ اگلا شعر سنو۔" اُس کی دھمکی سنے بغیر وہ متشکر ہوا۔

"اچھا جی ــــ یہ شاعر بہت دنوں کے بعد جاگا ہے۔" ضحیٰ کو بھی اتنے عرصے بعد ان دونوں کو پرانے روپ میں دیکھ کر اچھا لگا تھا۔ ورنہ میر ہاؤس کی ویرانی تو اب ایک آسیب لگنے لگی تھی جو کسی طور پر پیچھا چھوڑنے پر آمادہ نہ تھی۔

"ارے آپی! سنو تو میرا شاہکار۔" وہ شرارت پر آمادہ تھا۔

حمرہ ٹھنڈی پڑ گئی۔ کیونکہ ضحیٰ خلاف توقع وہیں بیٹھ گئی تھی۔

وجدان نے دوبارہ شعر سنا کر داد چاہی۔

"واہ ــــ واہ ــــ کیا بات ہے۔

میں نے غصے سے کہا دیکھا ہے کبھی اپنا فیس
وہ باچھیں پھیلا کر مجھ سے بولے جانم یس"

وہ لہک کر بولا تو ضحیٰ کو ہنسی آنے لگی۔

"بہت خوب۔"

"ہنہ ــــ گھٹیا۔" حمرہ نے اُٹھتے ہوئے تلملا کر کہا۔

"شعر یا؟" وہ فی الفور پوچھنے لگا۔

''نہیں، شاعر۔'' حمرہ نے دانت پیسے تو وہ بے ساختہ قہقہہ لگا بیٹھا۔
کچن میں چائے کا مگ یونہی چھوڑ کر نگین بہت بے تابی سے ان کی طرف آئی تھی۔
''کیا ہوا؟ ــــــ انس آ گئے کیا؟'' اس نے بے چینی سے پوچھا تو لاؤنج میں موجود تینوں
جیسے ساکت رہ گئے تھے۔
''بتاؤ نا وجی! انس آ گئے ہیں کیا؟'' وہ کہیں سے بھی مخبوط الحواس نہیں لگ رہی تھی۔
''نہیں بھابی!'' وہ پھنسی پھنسی آواز میں بے چارگی سے بولا تو جواباً نگین نے ناگواری سے
''تو پھر تم ہنسے کیوں؟''
وہ ناسمجھی کی سی کیفیت میں نگین کو دیکھنے لگا۔
''تم چائے بنا رہی تھیں نگی! اس کا کیا ہوا؟'' ضحیٰ نے ماحول پر چھائی کشیدگی دور کرنا چاہی
اس کی ذہنی رو ایک ہی سمت چل رہی تھی۔
''اس سے پوچھو ضوئی! یہ کیوں ہنس رہا تھا؟ انس تو نہیں آئے لوٹ کر۔ یہ پھر بھی خوش
ہنس رہا ہے۔ میں تو نہیں ہنستی۔ کوئی بھی نہیں ہنستا۔ پھر اسے کیوں ہنسی آ رہی ہے؟ یہ ان کے
پر بھی خوش ہے؟'' وہ ناراضگی سے پوچھ رہی تھی۔
جوانی کی سرحد کو چھوتا وجدان اس کی ذہنی و جذباتی کیفیت دیکھ کر بہ مشکل اپنے آنسو روک
پایا تھا۔ کاغذ حمرہ کی طرف پھینکتا وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔
''میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا نا؟'' وہ ضحیٰ کی طرف پلٹی۔ ''جب تک انس نہیں آ جاتے،
نہیں ہنسے گا۔ کوئی بھی خوش نہیں ہو گا۔'' وہ اطمینان سے کہہ رہی تھی۔
ضحیٰ نے بے بسی سے اندر آتے عماد کو دیکھا جو گنگ کھڑا اس کی گفتگو سن رہا تھا۔
بظاہر دیکھنے پر وہ بالکل حواس میں دکھائی دیتی تھی۔ مگر اس کی باتیں عقل و شعور سے پرے
''مجھے دیکھو ــــــ میں آخری بار پتہ ہے کب خوش ہوئی تھی۔'' وہ یاد کرتے ہوئے ضحیٰ کو
لگی۔ ''اڑھائی ماہ ہو گئے ہیں۔ جب انس جا رہے تھے، تب ہاں، شاید تبھی ہم نے بہت
کیں۔ بہت سا ہنسے۔ لیکن اب دیکھو، انس نہیں لوٹے تو کیا میں ہنستی ہوں؟ نہیں نا۔ تو پھر یہ
کیوں خوش ہوتے ہیں؟ مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا۔''
''لیکن یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔'' عماد نے خود کو کمپوز کرتے ہوئے اندر آ کر اپنی رائے
تو وہ چونک گئی۔ پھر ناگواری سے بولی۔
''اس میں ایسی بری بات کون سی ہے؟''
''تو ہنسنا یا خوش ہونا چھوڑ دینا کہاں کی عقل مندی ہے؟'' عماد نے جواباً کہا تو وہ چبا کر بولی
''محبت کی نشانی تو ہے نا۔''
''مگر محبت تو ہنسنا اور خوش رہنا سکھاتی ہے۔'' وہ درپردہ اسے سمجھانے اور بہلانے کی
میں تھا۔

''یہی تو میں کہہ رہی ہوں۔'' نگین کا تنفس تیز ہوا تھا اور لب و لہجہ تند۔ ''انسان کو تبھی ہنسنا چاہئے
جب اس کی محبت اس کے پاس ہو۔ جب محبت ہی نہ ہو تو اس کے خوش رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ پھر
یہ لوگ کیوں خوش ہوتے ہیں؟ بہت افسوس کی بات ہے، مگر کسی کو بھی خیال نہیں۔ مجھے تو سبھی خوش
دکھائی دیتے ہیں۔''
''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ خدا نے زندگی دی ہے تو اسے ہنسی خوشی ہی گزارنا چاہئے۔'' عماد
نے اطمینان سے کہا تو وہ یکلخت ہی اس پر الٹ پڑی۔
''خوشی دی نہیں، خوشی چھینی ہے مجھ سے ــــــ اتنے انجان مت بنیں۔ جیسے کچھ جانتے ہی نہیں۔''
''نگین!'' ضحیٰ انگشت بدنداں تھی۔ ابھی تک عماد سے اس کا رویہ گھر والوں کی نگاہ میں نہیں آیا
تھا۔ مگر آج وہ بھرم بھی گیا۔ عماد خفیف سا ہو کر ضحیٰ کو دیکھنے لگا۔
''تمہیں نہیں پتہ ضحیٰ! انہوں نے میرے ساتھ کیا، کیا ہے؟'' وہ دفعتہً روہانسی ہو کر ضحیٰ سے
مخاطب ہوئی تو وہ ہونق سی اسے دیکھنے لگی۔ ''انہوں نے انس کو ساتھ لانے کا، ان کا خیال رکھنے کا
وعدہ کیا تھا۔ اور دیکھو، خود تو صحیح سلامت موجود ہیں مگر انس کو وہیں چھوڑ آئے ــــــ یہ سب ان کا
قصور ہے۔''
سانپ پٹاری سے باہر نکل آیا تھا۔ ضحیٰ اس کی ذہنی کیفیت پر حیران و پریشان رہ گئی۔
''آئی ایم سوری ــــــ'' وہ نگین کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ''یہ خدا کی کرنی ہے ــــــ اس کی
مرضی، اس کی مشیت سے سب کچھ ہوا۔ مگر میں پھر بھی اپنے اس دعوے کے لئے آپ سے معافی کا
خواستگار ہوں۔''
عماد کے لئے یہ بہت کڑا لمحہ تھا۔ خود اس کے لئے انس جو اہمیت رکھتا تھا، یہ وہی جانتا تھا۔ اس
لمحہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دل کو سنبھالے وہ بہت ضبط و برداشت کا مظاہرہ کر رہا تھا۔
''نہیں ــــــ'' اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ قطعی انداز
میں بولی۔ ''میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی ــــــ زندگی بھر نہیں۔'' وہ پلٹی اور تیز قدموں سے
چلی گئی۔
''عماد بھائی!'' ضحیٰ کا ابھی سکتہ ٹوٹا تھا۔ آنکھوں میں نمی لئے وہ بے بسی سے اسے دیکھ رہی تھی۔
''یہ کیا ہو گیا ہے کہ نگین......'' وہ بے حد پریشان تھی۔
''اس کی ذہنی کیفیت نارمل نہیں ہے۔ اس لئے ایسے بی ہیو کر رہی ہے۔ اسے نارمل ہونے میں
کچھ وقت لگے گا۔'' عماد نے اسے تسلی دی۔ جبکہ خود اپنے دل و ذہن کی بے وزن کیفیت وہی سمجھ پا
رہا تھا۔
''میں جا کر وجی کو دیکھوں ــــــ وہ پریشان ہو رہا ہو گا۔'' ضحیٰ نے گہری سانس بھرتے ہوئے
کہا تو عماد نے اسے روک دیا۔
''وہ کہاں ہو گا؟ ــــــ میں اسے سمجھاتا ہوں۔''

"اپنے کمرے کی طرف گیا ہے۔" ضحیٰ نے بتایا تو وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ادھر کو نکل گیا۔
تب ضحیٰ گھٹنوں میں منہ چھپائے بیٹھی سسکیاں بھرتی حمرہ کی طرف متوجہ ہوئی اور اسے پیار
ہوئے تسلیاں دینے لگی۔

●●●●●

"دماغ تو خراب نہیں ہوا تمہارا شموئیل خان؟" نوفل جتنا حیران ہوسکتا تھا، اتنا حیران ہوا۔
"اس میں دماغ کی خرابی کی کون سی بات ہے؟" اس نے جواباً بڑے سکون سے سوال کیا۔ نوفل
نے موبائل دوسرے کان سے لگاتے ہوئے سلگ کر کہا۔
"صحیح دماغ والی بھی کوئی بات نہیں اس میں۔"
"او یار! کیا ہوگیا ہے؟ —— دنیا میں اور شادیاں نہیں ہوتیں؟ تم نے بھی تو کی ہے نا۔"
"مگر صرف ایک۔" نوفل نے طنز کیا تو وہ ہنسا۔
"یہ تو اپنی اپنی قسمت ہے یارا! —— کسی کی ایک تو کسی کی پانچوں گھی میں۔"
"اور بیٹا جی! سر ایسا کڑاہی میں جائے گا کہ ٹانگیں اوپر ہوں گی اور سانس لینے کو نہیں ہوگی۔"
نوفل چڑ گیا تھا۔ جبکہ دوسری جانب شموئیل اس کی حالت انجوائے کرتا ہنس رہا تھا۔
"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو خان! —— شاید تمہیں اپنے بابا کی بندوق بھول گئی
ہے یا پھر ان کی بھتیجی۔" نوفل کے کہنے پر وہ ہلکے سے قہقہے کے ساتھ بولا۔
"دجیلس ہو رہے ہو؟ —— ابھی تو یہ صرف دوسری ہے، باقی دو کی ویکنسی خالی ہے۔"
"کیا بات ہے خان! بڑے موڈ میں ہو۔" نوفل نے اس کے انداز میں نمایاں تبدیلی محسوس کی
تھی۔ بلکہ بہت عرصے کے بعد اسے اس قدر خوشگوار موڈ میں سنا تھا۔ اور ژالے سے شادی۔ نو——
وہ یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔
"بابا جان نے خود مجھے اجازت دی ہے ژالے سے شادی کرنے کی۔" وہ راز کھول رہا تھا۔ نو
دم سادھے سنے گیا۔
"جب بابا کو اس فیصلے سے فرق نہیں پڑتا تو میں کیا، کیوں کے چکروں میں کیوں پڑوں؟" وہ
خوش تھا۔ بے حد خوش۔
نوفل کو اس پر بے ساختہ رشک آیا۔
"تو آخر یہ راز بھی کھل ہی گیا خبیث آدمی! کہ تُو ژالے سے محبت کرتا تھا۔ وگرنہ یوں قہقہے نہ لگا
رہا ہوتا۔"
شموئیل نے ایک اور قہقہہ لگایا تھا۔
"اپنے ایمان سے بتا یارا! ژالے جیسی لڑکی ہاتھوں میں دل لئے راہ میں کھڑی ہو تو کون کب
کب تک دامن بچائے گا؟"
"اُف —— ڈفر! گھنے!" نوفل کو ہنسی آئی۔ "اور ژالے تجھے کہتی ہے میسنا۔ اور سمجھتی ہے معصوم

زکوش۔" نوفل نے بے ساختہ کہا تو وہ بھی ہنس دیا۔
"اب اس ظاہری پردہ داری کی ضرورت نہیں رہی تو میں اپنے جذبات کیوں چھپاؤں؟ ہاں،
میں نے محبت کی تھی ژالے سے۔ اب سے نہیں، نیویارک میں رہائش کے دنوں سے۔ اور تم لوگ
صحیح سمجھے تھے۔ واپس نہ لوٹتا تو شاید فرقان لالہ کی طرح وہیں ژالے سے شادی کر لیتا۔ حالانکہ
اتنی ہمت نہیں تھی مجھ میں۔" وہ اعتراف پر اعتراف کیے جا رہا تھا۔ ایک نیا شموئیل خان
ریدی۔ محبت کو پانے کے خیال سے ہی جو بے حد پُر اعتماد لگنے لگا تھا۔
"اور اپنی شادی کے متعلق ژالے سے کلیئر کیا تُو نے؟" نوفل کو دھیان آیا۔
"وہ جانتی تو ہے یارا!" قدرے توقف کے بعد شموئیل نے کہا۔
"مگر مانتی تو نہیں نا۔" نوفل برجستہ بولا۔
"اس نے کہا تھا کہ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ شاید خود کو مطمئن کر رہا تھا۔
"مگر ایسی باتوں سے زندگی کو بہت فرق پڑتا ہے۔ کیا تم —— آئی مین دونوں کو ساتھ رکھو
گے؟" نوفل نے قدرے جھجک کر پلوشے کی بابت پوچھا تو وہ اطمینان سے بولا۔
"میں صرف ژالے کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔ بابا کی بھتیجی تو حویلی میں رہتی ہے۔ وہی اس کی
جگہ ہے۔"
"یہ کیسی آدھی ادھوری قربانی ہے شموئیل خان؟" نوفل کو اچھا نہیں لگا تو کہہ دیا۔
"اب ساری زندگی قربان کرنے سے رہا یارا! کسی کی عزت بچانی تھی، بچا لی۔ اب اس سے
زیادہ کیا کروں؟ اپنے دل کو نہ دیکھوں؟" وہ سادہ سا خان جذباتی ہونے لگا۔
نوفل نے گہری سانس کھینچی۔
"بہرحال، ژالے سے صحیح طرح بات کر لینا۔ ورنہ وہ ساری زندگی نہ چین سے رہے گی اور نہ
تمہیں سکھ سے رہنے دے گی۔"
"ارے محبت کرنے والوں کی ہر ادا سر آنکھوں پر۔" وہ خوش دلی سے ہنسا تو نوفل کو بہت اچھا
لگا۔ ورنہ اتنے عرصے سے تو وہ اسے ٹینشن ہی میں دیکھتا چلا آ رہا تھا۔
"کاش! اب یہ بات ژالے بھی سمجھ لے۔" بظاہر ٹھنڈی سانس بھر کے نوفل نے کہا تو وہ برجستہ
بولا۔
"اسی سے تو میں نے سیکھا ہے یہ گر۔ وہ ادائیں سکھانے والوں میں سے ہے۔ فقط دکھانے
والوں میں سے نہیں۔"
"بیسٹ آف لک شموئیل خان! —— خوش قسمت ہو، جو محبت کو اتنی آسانی سے پا رہے ہو۔"
نوفل نے اُسے وش کیا تو وہ سنجیدہ ہو گیا۔
"یہ تو تمہیں لگتا ہے نوفل! مجھ سے پوچھو، پچھلے سال میں نے کس اذیت میں گزارے ہیں۔
محبت سے جدائی اور ان چاہی زندگی گزارنے کا تصور زندگی میں کوئی رنگینی باقی نہیں رہنے دیتا۔ بہت

کچھ برداشت کرنے کے بعد محبت کو پانے کی منزل تک پہنچا ہوں میں۔"

"اسی لئے تو کہہ رہا ہوں، لکی ہو۔ ورنہ بعض تو محبت پا کر بھی بے نیل و مرام رہتے ہیں دل اور خالی ہاتھ۔" نوفل نے رسمی کلمات کے بعد موبائل آف کر کے ٹیبل پر ڈال دیا اور پشت سے سر ٹکا لیا۔

'ہنہ ـــ محبت؟ ـــ مراد پا کر بھی نامراد رہنا ـــ خالی دل اور خالی ہاتھ ـــ'

نوفل نے اپنا دل ٹٹولا تو دکھ کی ایک عجیب سی کیفیت پورے وجود میں سرایت کرنے لگی۔

'خالی دل ـــ میری طرح۔'

ثمین کی شدید ذہنی ٹینشن رنگ لائی تھی۔

نتیجہ نروس بریک ڈاؤن کی صورت میں نکلا تو ایک بار پھر سے سب ہی بوکھلا گئے۔

انس کی نشانی کوکھ میں لئے وہ ان سب کی امیدوں کا مرکز تھی۔ اور اب اسی کا یوں ہاتھوں سے ریت کی مانند پھسل جانا سب ہی کو ہراساں کر رہا تھا۔

ہسپتال میں صبا اور چچی جان کے ہمراہ معید اور عماد تھے۔

قدرت کو جانے کیا منظور تھا۔

ہسپتال سے آنے والا ایک فون سب کا کلیجہ چیر گیا۔

ثمین کا حمل ضائع ہو گیا تھا ـــ انس کی آخری نشانی اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی ان سے روٹھ گئی۔

ایک بار پھر سے میر ہاؤس میں صف ماتم بچھ گئی۔

●●●●●

شموئیل خان نے بات کی تھی یا زندگی کا ایک اور دروازہ کھول دیا تھا۔

ڈالے چند ثانیوں تک تو بس گنگ سی، بے یقین نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

وہ بات ادھوری چھوڑ گیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد پوچھنے لگا۔

"کیا بات ہے؟ ـــ تم بھی تو یہی چاہتی تھیں۔ کیا میں بابا سے کہوں کہ وہ تمہارے ڈیڈی سے بات کریں؟"

"شموئیل خان ـــ!" ڈالے کی آنکھیں آنسوؤں سے لبالب بھر گئیں۔ "تم سچ کہہ رہے ہو؟"

اس کی جذباتیت نے شموئیل خان کو بہت متاثر کیا تھا۔ اور دل تو بہت پہلے ہی اس کی چاہت جنوں خیز محبت کا معترف ہو چکا تھا۔

"اب یہ تو تمہیں نکاح نامے پر سائن کرنے کے بعد ہی پتہ چلے گا کہ میں واقعتاً سچ کہہ رہا تھا۔" وہ دلکشی سے مسکرا دیا۔

ڈالے بے اختیار اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس کے پاس آئی۔

"او خان ـــ" وہ شدت جذبات سے اس کا بازو دبوچ کر بے حد جذباتی انداز میں بولی۔

"آئی لو یو ــــــ رئیلی۔"

اب بوکھلانے کی باری شموئیل خان کی تھی۔ وہ چاہے خود کو کتنا بھی بولڈ ثابت کر لیتا، اندر سے تو وہی روایتی پٹھان۔

اب بھی وہ ژالے کی بے تکلفی پر قدرے بوکھلا سا گیا۔

"اوکے ــــــ اوکے ــــــ" اس نے اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کراتے ہوئے تیزی سے کہا اس پر ژالے کو بے ساختہ ہنسی آنے لگی۔

وہ خوش تھی۔ بے حد خوش۔

اسے لگ رہا تھا جیسے کائنات کی ساری نعمتیں بنا مانگے اس کی جھولی میں آ گری ہوں۔

"بابا جان کب آ رہے ہیں؟" ژالے نے جگمگاتی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا، طمانیت سے مسکرا کر بولا۔

"جب تم کہو۔"

"تو پھر آج ہی شموئیل خان! ــــــ ابھی، اسی وقت۔"

وہ پھر سے جذباتی ہونے لگی تو شموئیل کو ہنسی آ گئی۔

"بس، کل کا دن صبر کر لو ــــــ پرسوں تک انشاء اللہ سب سیٹ ہو جائے گا۔"

"مُکر نہ جانا شموئیل خان!" وہ قدرے مشکوک ہوئی تو شموئیل نے اسے چھیڑنے والے انداز میں کہا۔

"اب تو جان پھنسا دی شکنجے کے اندر۔ اب مُکر کے کہاں جاؤں گا؟"

"بہت پیار کروں گی شموئیل خان! ــــــ کبھی چاہ کر بھی اس شکنجے سے نکلنے کی کوشش نہیں کرو گے۔" وہ اس قدر محبت سے بولی کہ شموئیل خان بس اسے دیکھ کر رہ گیا۔

●●●●●

وہ بالکل ساکت تھی۔ جیسے کوئی جذبات و احساس سے عاری وجود۔ مگر جب نوفل اسے اور ماما کو ہسپتال سے لے کر سید حامیر ہاؤس جانے کی بجائے اپنے گھر آیا تو اس کے منجمد احساسات جاگنے لگے۔

"آپ گاڑی یہاں کیوں لائے؟" اس کی آنکھوں میں وحشت سی اُترنے لگی۔

"ماما سے نہیں ملو گی؟ ــــــ اتنے دنوں سے تمہیں یاد کر رہی ہیں۔" نوفل نے مصروف انداز میں انجن آف کرتے ہوئے کہا تو وہ بے بسی سے صبا کو دیکھنے لگی۔

"یہ بھی تو تمہارا ہی گھر ہے نگی! چند روز ہمارے ساتھ رہ لو گی تو ہم بھی خوش ہو جائیں گے۔" صبا نے پیار سے کہا تو وہ اس کے بعد خاموشی سے ان کی تقلید میں گاڑی سے اتر کر اندر آ گئی جہاں زرینہ بیگم اور ادینہ کے ہمراہ صالحہ بیگم بے صبری سے اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

اسے دیکھتے ہی بانہیں پھیلا دیں تو وہ والہانہ انداز میں ان سے لپٹ گئی۔

نوفل نے صالحہ بیگم کو پہلے ہی سختی سے منع کر دیا تھا کہ نگین کے سامنے کسی بھی قسم کی جذباتیت کا مظاہرہ نہ کیا جائے۔ مگر بیٹی کو اس قدر لٹی پٹی حالت میں دیکھ کر تو سنگ دل سے سنگ دل ماں بھی بلبلا اٹھتی۔ وہ تو پھر اپنے بچوں پر جان وارنے والی ماں تھیں۔

ان کی آنکھیں بھر آئیں۔

نگین خاموشی سے ان کی گود میں سر رکھے آنسو بہا رہی تھی۔

نوفل ماحول کی افسردگی کی تاب نہ لاتے ہوئے تیز قدموں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

●●●●●

شموئیل خان نے اگلے ہی دن بابا جان سے کنٹیکٹ کیا تھا اور ادھر وہ تو جیسے تیار ہی بیٹھے تھے۔

"ایک دفعہ کوٹھی آ کے مجھے مل جاؤ شموئیل خاناں!"

"جی بابا!" وہ اندر ہی اندر ان کی اس قدر مہربانیوں پر حیران بھی تھا۔ سو اسی شام کوٹھی پہنچ گیا۔

جہاں بابا جان اپنے پورے جاہ و جلال کے ساتھ موجود تھے۔

وہ مؤدبانہ انداز میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

چائے اور ریفریشمنٹ سے فارغ ہونے کے بعد وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہوں ــــــ تو اب کیا ارادے ہیں تمہارے؟" ہنکارا بھرتے ہوئے انہوں نے پوچھا تو وہ نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"ارادہ تو آپ کو پتہ ہے بابا جان! میں چاہتا ہوں کہ کل آپ ژالے کے ڈیڈی سے مل لیں۔"

"ہوں ــــــ"

وہ پُرسوچ انداز میں مونچھوں کو بل دے رہے تھے۔ پھر صوفے کی پشت پر ہاتھ پھیلاتے ہوئے پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"تم نے اس لڑکی سے بات کر لی شادی کی؟" انہوں نے استفسار کیا تو شموئیل خان نے محض اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"تم جانتے ہو شموئیل خان! پلوشے ہمیں کتنی عزیز ہے۔ مگر تمہیں بھی ہم جگر کا ٹکڑا مانتے ہیں۔ اس لئے تمہاری ہر من مانی برداشت کر لیتے ہیں۔ تم اس لڑکی سے شادی کر لو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ بس ایک شرط ہے ہماری۔"

وہ اپنے مخصوص دبنگ لب و لہجے میں بولے تو شموئیل گہری سانس بھر کے استفہامیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگا۔

"بات یہ ہے شموئیل خاناں! کہ تم چاہے چار شادیاں اور کرو، اور بے شک خاندان سے باہر کرو مگر تمہیں صرف ایک ہی قول کی پاسداری کرنا ہوگی۔"

وہ کہتے ہوئے لحہ بھر کو ٹھہرے تو شموئیل خان جزبز ہونے لگا۔ درحقیقت اسے گلریز خان کے اس کُھلے ڈُلے انداز سے کوفت ہونے لگی تھی۔

"آپ حکم کریں بابا جان ——!" وہ بہ مشکل تحمل سے بول پایا تھا۔ ورنہ جھنجلاہٹ تو ہو رہی تھی۔

"تو پھر غور سے ہماری بات سنو اور دل پر لکھ لو شموئیل خاناں! کہ خاندان سے باہر شادی اپنی مرضی سے کرو۔ مگر اتنا ضرور ذہن نشین رکھنا کہ تمہارا بچہ صرف پلوشے کی کوکھ سے جنم لے گا ہمارا وارث۔"

وہ تحکمانہ اور قطعی لب و لہجے میں کہتے شموئیل خان کے سر پر جیسے پہاڑ توڑ گئے تھے۔ وہ بوکھلا کر بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا۔

●●●●●

"ماما! خدا کے لئے۔ کم از کم آپ تو بچوں جیسی ضد مت کریں۔" وہ انہیں سمجھاتے سمجھاتے زچ ہو چلا تھا۔

"بچوں جیسی ضد تو تم کر رہے ہو نوفل! جب میرا دل ہی مطمئن نہیں ہے تو میں تمہیں اجازت دے دوں؟" صالحہ بیگم کا انداز اٹل تھا۔

جب کھانے کے بعد انہوں نے نوفل کو اپنے کمرے میں بلایا تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اس سے کس معاملے پر بات کرنا چاہتی ہیں۔ مگر جب انہوں نے صاف لفظوں میں اسے جانے سے منع کیا تو وہ ٹھٹک گیا۔

ابھی اس کی روانگی میں ایک ہفتہ باقی تھا۔ اس لئے اس نے صالحہ بیگم سے اس سلسلے میں بات نہیں کی تھی۔ لیکن صبا نے شاید انہیں بتا دیا تھا۔ اسی لئے انہوں نے دوٹوک لفظوں میں اسے ارادہ ملتوی کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

"یہ تفریحی ٹور نہیں جو ملتوی کر دوں۔ بزنس کے سلسلے میں جا رہا ہوں۔ پہلے بھی تو......"

"پہلے کی بات اور تھی نوفل!" وہ اس کی بات کاٹ گئیں۔ "ایک سے ایک قابل بندہ تمہارے آفس میں۔ کسی کو بھی بھیج دو اپنی جگہ۔"

"ہاں —— بزنس ہی ان میں سے کسی ایک کے حوالے نہ کر دوں؟" وہ ناراض سا اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ اور میری بات سنو۔"

انہوں نے ڈانٹتے ہوئے کہا تو وہ ان کے پاس آ بیٹھا۔

"بات سمجھنے کی کوشش کریں امی جان! یہ میرا ابھی کا نہیں بلکہ بہت پہلے کا پروگرام ہے۔ اور کسی صورت ملتوی بھی نہیں ہو سکتا۔" ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے نوفل نے ملتجیانہ انداز میں کہا تو ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"میری خاطر بھی نہیں؟"

وہ بے بس سا ہونے لگا۔

"آپ کے لئے تو جان بھی حاضر ہے۔"

"ابھی تو پہلے ہی صدموں سے نہیں سنبھلے ہیں، ایک تمہارا سہارا غنیمت ہے، اتنی دور بھیجنے کو دل نہیں مانتا نوفل!" ان کا دل پگھل رہا تھا۔

ان کی بات سمجھتے ہوئے نوفل نے لب بھینچے۔ وہ یقیناً انس کو کھونے کے صدمے کا ذکر کر رہی تھیں۔

"ہمیں جدائی راس نہیں آتی نوفل! مت جاؤ۔ بہن کی حالت دیکھو۔ صبا بھی پریشان ہے۔ سبھی بکھرے ہوئے ہیں۔ ایسے میں تمہارا جانا مزید پریشانی کا باعث ہوگا۔"

صالحہ بیگم نے اپنی طرف سے بات ختم کر دی۔

اور وہ بھی سمجھا یا نہیں مگر خاموش ضرور ہو گیا تھا۔ لیکن کمرے میں آتے ہی وہ صبا سے الجھنے لگا۔

"میں نے ماما سے شکایت نہیں کی، صرف انہیں بتایا ہے ——" وہ آرام سے کہتی اسے مزید جھنجلا گئی۔

"آپ کو میں نے اپنی سیکرٹری اپائنٹ نہیں کیا ہے میرے خیال میں۔" وہ طنزیہ انداز میں بولا تھا۔ "ماما کو بتانا یا نہ بتانا میری مرضی تھی۔ آپ کو میرے معاملات میں اتنی اتھارٹی کس نے دی ہے کہ جب جی چاہے کچھ بھی کرتی پھریں؟"

"آپ میرے شوہر ہیں —— اور میں اپنے شوہر سے متعلق ہر مسئلہ گھر کے بڑوں سے ڈسکس کر سکتی ہوں۔"

صبا اس کے انداز سے پریشان تو ہوئی مگر اس وقت خاموشی کا مطلب تھا نوفل کی سخت سست سنتے رہنا جس کی کم از کم وہ تو خود میں ہمت نہیں پا رہی تھی۔

"مائنڈ یور اون بزنس محترمہ!" وہ غرا اٹھا تھا۔

"نوفل پلیز! —— میں اپنی خاطر نہیں، ماما کی خاطر، نگین کی خاطر کہہ رہی ہوں۔ یہاں آپ کے علاوہ اور کون ہے جو ان کی کیئر کر سکتا ہے۔" صبا جیسے تھک کر بستر کے کنارے ٹک گئی تھی۔

اب نوفل چاہے متاثر ہوا ہو یا نہیں مگر بہت روکھے لہجے میں بولا۔

"خیر —— آپ کی خاطر تو میں رکنے والا نہیں ہوں۔ لیکن آپ نے ماما کو بتا کر اچھا نہیں کیا۔"

"ہنہ —— مجھے ایسی کوئی خوش فہمی بھی نہیں کہ آپ میری خاطر رکیں۔ اور جہاں تک بات تھی ماما کو بتانے کی تو وہ میں ضرور بتاتی۔ مجھے آپ کی طرح دل میں بات دبانے اور دوسروں کو شاک لگانے کا نہ تو شوق ہے اور نہ ہی تجربہ۔" صبا نے بھی اسی کا سا لب و لہجہ لوٹایا تھا۔

"مجھ سے بحث نہ کیا کریں......" وہ چڑ کر کہنے لگا تھا جب کہ صبا تلخی سے اس کی بات کاٹتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں جانتی ہوں آپ کو بحث کرنے والی عورتیں پسند نہیں ہیں۔"

"ویلڈن —— ذہین ہوتی جا رہی ہیں۔"

وہ جان بوجھ کر اسے چڑانے لگا بلکہ سلگانے والے انداز میں بولا تو صبا کا دل ہی نہیں، جان بھی

جل کر رہ گئی۔

●●●●●

گلریز خان اپنی بات کہہ کر خاموش ہوئے تو شموئیل خان سے جیسے قوت گویائی چھن ہی گئی۔ وہ ابھی تک اسی شاکڈ حالت میں انہیں دیکھ رہا تھا۔

''تم اپنی روایات سے اچھی طرح واقف ہو شموئیل خاناں! ـــــ اس میں ایسا عجیب کیا ہے؟'' وہ شاید اس کی کیفیت سے باخبر تھے۔

''ہمیں اپنے خاندانی خون میں ملاوٹ پسند نہیں ہے۔ جائیداد کا بٹوارہ ہمیشہ ہمارے خون میں ہوا ہے، ہمارے خاندانی وارثوں میں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ تم بھی اس روایت کو برقرار رکھو گے۔''

''بس بابا جان! ـــــ'' وہ ضبط سے سرخ ہوتا چہرہ لئے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ''میں ایسی کوئی فرسودہ شرط ماننے کو تیار نہیں ہوں۔''

''اگر ہم تمہاری خواہش پوری کرنے کو تیار ہیں تو تمہیں بھی ہماری ہر شرط ماننے کو تیار رہنا چاہئے۔'' وہ قطعی انداز میں بولے تھے۔

''جس لڑکی کو میں محض آپ کی عزت کی خاطر بیاہ کر لایا تھا، جس سے میرا رشتہ اول روز سے کاغذی کارروائی کہلا رہا تھا اس سے اچانک آپ کو وارث کی حسرت کیسے پیدا ہو گئی؟'' شموئیل کا خون بھی پٹھانوں کی تاثیر رکھتا تھا۔ سو گرم ہونے لگا۔

''یہ ہمارا حکم ہے شموئیل خاناں! کل ہم تمہارے ساتھ اس لڑکی کے گھر جانے اور پوری عزت کے ساتھ رشتہ مانگنے کو تیار ہیں۔''

گلریز خان نے ٹرمپ کارڈ استعمال کیا تھا۔

شموئیل خان لاچار کھڑا رہ گیا۔

●●●●●

''کیا بات ہے نگین! اتنی خاموش کیوں بیٹھی ہو جان؟''

صالحہ بیگم اسے کتنی ہی دیر سے دیکھ رہی تھیں۔ ابھی صبا ناشتے کے برتن اٹھا کر کچن میں لے گئی تھی۔ اور تب سے اب تک وہ ایک ہی پوزیشن میں اپنے کپ پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔

اس کی خاموشی پر ان کا دل کٹنے لگا تو وہ رہ نہ سکیں۔

''ہوں ـــــ'' وہ چونک گئی۔ ''مجھ سے کچھ کہا آپ نے؟'' اس کی بے خبری کمال کی تھی۔

''اتنی چپ نہ رہا کرو میری جان! ہنسا بولا کرو۔ صبا کے ساتھ بات چیت کیا کرو۔ وہ کیا سوچتی ہو گی۔''

وہ اسے سمجھانے والے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

اور نگین نے کہا بھی تو کیا۔

''میں یہاں اتنے دن رہ لی ماما! اب مجھے گھر جانے دیں۔''

''ارے ـــــ'' صالحہ بیگم پریشان ہوئیں۔ ''یہاں کیا مسئلہ ہے تمہیں؟''

''مسئلہ کچھ نہیں ماما! لیکن آپ تو جانتی ہیں کہ انس کو میرا یہاں آ کر رکنا اچھا نہیں لگا کرتا تھا۔ انہیں ابھی بھی یہ بات پسند نہیں ہو گی۔''

اس کی بات سن کر صالحہ بیگم کا دل خون کے آنسو رونے لگا۔

''مگر ہم تو تمہیں اتنی جلدی جانے نہیں دیں گے۔ اتنی مشکل سے تو ہاتھ لگی ہو۔ کیوں ماما؟'' صبا نے آ کر خوش دلی سے کہا تو صالحہ بیگم خود کو سنبھالتے ہوئے بولیں۔

''بالکل ـــــ یہی بات تو میں اسے سمجھا رہی ہوں۔ دکھ بہت بڑا سہی نگین میری بچی! مگر صبر بھی صبر کرنے ہی سے آتا ہے۔''

''ہوں ـــــ'' نگین کی آنکھیں بھر آئیں۔

صبا اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی اور محبت سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''بہت رو لیا نگی! اب بس کرو۔ مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جاتا۔ خدا کی رضا سمجھ لو۔ میں جانتی ہوں یہ دکھ، یہ صدمہ بہت عظیم ہے۔ مگر ماما کو دیکھو، کیا یہ تکلیف میں نہیں ہیں؟ ـــــ نوفل کو دیکھو، وہ تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر اب بے بس ہیں۔ خدا کے لکھے کو بھلا کون مٹا سکا ہے؟ ورنہ ہم سب ڈھال بن جاتے انس کے سامنے۔ موت انہیں تو کیا، ان کے سائے کو بھی چھو نہ پاتی۔''

''مگر میرا بچہ صبا! انس کی نشانی بھی نہ رہی۔ نہ جانے قسمت میں اس کی کیا مصلحت ہے؟'' وہ رونے لگی تھی۔

خود صبا کا دل بھی بھر آنے لگا۔

وہ بے بسی سے صالحہ بیگم کو دیکھنے لگی تو انہوں نے نرمی سے کہا۔

''جو خدا جانتا ہے، ہم بشر اس کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے نگی! گہرائی میں مت جاؤ۔ دل خوامخواہ کے وسوسوں اور غلط فہمیوں کا شکار ہوتا ہے۔''

''تو میں کیا کروں؟ ـــــ میرا جینے کا کیا مقصد رہ گیا ہے؟ ـــــ کس کے لئے ہنسوں، بولوں؟ نہ شوہر رہا نہ بچہ۔ پھر بھی آپ کہتی ہیں کہ صبر کروں، حوصلہ کروں، خوش رہوں۔ کس بات پہ خوش رہوں میں؟ اس پر کہ میرا شوہر نہیں رہا۔ یا اس بات پر کہ اس کی نشانی بھی نہ رہی؟'' وہ بولتے بولتے ہزیانی انداز میں چیخنے لگی تو صبا کو لینے کے دینے پڑ گئے۔

خود صالحہ بیگم بھی رونے لگی تھیں۔

صبا جو اسے سمجھانے اور بہلانے کے ارادے سے بیٹھی تھی، اب بے بس سی اسے بانہوں کے حصار میں لئے حوصلہ دے رہی تھی۔

●●●●●

ایرا کو اپنے ایک سفری بیگ اور سوٹ کیس کے ہمراہ گھر میں پا کر وہ بھی معید حسن کے ساتھ، ضحیٰ

میر کے کان کھڑے ہو گئے۔

معید نے تایا جان اور تائی جان کو شاید کچھ تفصیل بتائی ہو۔ اس نے بہانے سے جا کر بہت کوشش کی مگر ایک لفظ بھی پلے نہیں پڑا تھا۔

'یا خدا! ــــ کون سا کھیل کھیلنے لگا ہے یہ شخص؟'

وہ چکرا سی گئی۔

کتنی دیدہ دلیری سے وہ اپنی گرل فرینڈ کو گھر لے آیا تھا۔ بلکہ اب اس کے لئے گیسٹ روم کھلوایا جا رہا تھا۔

"ویرا اب گیسٹ روم میں ہی رہے گی۔ اس کی ضروریات کا خیال رکھنا اب تمہاری ذمہ داری ہے۔" معید حسن نے بطورِ خاص اسے ویرا کے سامنے بلا کر نصیحت کی تو وہ دانت کچکچا کر رہ گئی۔ مگر کہتی۔ سر ہلا دیا۔

"جی ــــ"

"ارے نہیں ــــ اس تکلف کی کیا ضرورت ہے معید! میرا اپنا گھر ہے یہ اب تو۔ یو ڈونٹ وری۔" ویرا نے بے تکلفی سے کہا تو وہ جل کر رہ گئی۔

'اگر یہی گل کھلانا تھا تو بھلا میری زندگی برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟'

اُسے معید حسن پر ٹوٹ کر غصہ آ رہا تھا۔

اور ویرا کے انداز تو اول روز ہی سے اسے پسند نہیں آئے۔

ناشتے کی میز پر نہ صرف وہ بے تکلفی سے موجود تھی بلکہ سب کے ساتھ یوں گھل مل گئی تھی جیسے جانے کتنے عرصے سے یہیں رہ رہی ہو۔

"یہ تو بہت اچھی ہیں۔ حالانکہ شکلاً بہت مغرور لگتی ہیں۔" ویرا کی خوش مزاجی اور بے تکلفانہ انداز سے حرہ بھی بہت متاثر ہوئی تھی۔

بہت عرصے کے بعد فضا میں ایک ہلکا پھلکا سا تاثر پھیلا جو سب کو اچھا لگ رہا تھا۔

"شکل کا کیا ہے، دیکھنے میں تو تم بھی بہت عقل مند لگتی ہو۔" وجدان نے بے ساختہ کہا تو وہ اترا کر بولی۔

"شکریہ ــــ!"

اس کے یوں بنا سوچے سمجھے بولنے پر ضحیٰ نے قہقہہ لگایا تو وہ چونک کر وجدان کے لفظوں پر غور کرنے لگی۔ پھر جب سمجھ آئی تو وجدان آگے آگے اور وہ حسب عادت پیچھے پیچھے۔

"یہ پی ٹی سی ایل نمبر ٹھیک کیوں نہیں ہو رہا؟ ــــ میرا انتہائی ضروری فون آنا تھا۔" وہ معید حسن کے سر پر کھڑی تحکمانہ انداز میں پوچھ رہی تھی۔ آج چھٹی کا روز تھا۔ وہ لاؤنج ہی میں فائل کھولے بیٹھا تھا۔

معید نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔

"کل تک فون ٹھیک ہو جائے گا۔"

"مگر میرا فون تو آج آنا ہے۔" وہ جیسے جھنجلائی تھی۔

"بنایا ہوگا دوستوں کے ساتھ کوئی بوگس سا پروگرام۔" معید نے طنز کیا تو وہ چمک کر بولی۔

"جی نہیں ــــ اطلاعاً عرض ہے کہ میرا جرمنی سے فون آنا تھا۔ وہ بھی انتہائی ضروری۔"

"عمر کاظمی ــــ؟"

معید نے بے اختیار اسے دیکھا تو ضحیٰ نے سنبھلتے ہوئے اپنے تاثرات میں لاپرواہی کا عنصر سمویا۔

"اب ہر بات آپ کو بتانے والی تو نہیں۔ جس کا بھی آنا ہو۔ مگر فون لائن تو ٹھیک ہونی چاہئے۔"

وہ بڑے روکھے انداز میں کہتی پلٹ گئی۔ جبکہ معید ابھی تک لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

ضحیٰ کا جی چاہ رہا تھا زور زور سے ہنسے۔ معید کے تاثرات نے اسے بہت مزہ دیا تھا۔

'اب مزہ آئے گا۔ اپنی گرل فرینڈ کو گھر لے آئے، میری دفعہ کتنا تڑکا لگا ہے موصوف کو۔'

وہ اپنے تئیں معید حسن کو جلانے کا پورا اہتمام کر چکی تھی۔

مگر شام کی چائے پر خود اس کا دل جل بھن گیا۔

وہ تھوڑا سا ہی لیٹ ہوئی تھی مگر اسے پتہ چلا کہ نہ صرف چائے بن چکی ہے بلکہ لان میں سرو بھی ہو چکی ہے۔

"یہ نیکی کس نے کی؟" وہ ہلکی پھلکی سی ہو گئی۔ ورنہ تو روز ہی چچی جان سے اتنی دیر سونے پر اسے ڈانٹ پڑا کرتی تھی۔ کیونکہ اکثر ہی شام کی چائے لیٹ ہو جاتی تھی۔

"یہ نیکی ویرا آپی نے کی ہے ــــ نہ صرف چائے بلکہ ساتھ میں ڈھیر سارا اہتمام بھی کیا ہے انہوں نے۔"

وہ پُرجوش انداز میں کہتی باہر کی طرف بڑھی تو اس کی تقلید میں بڑھتے ضحیٰ کے قدم ٹھٹکنے لگے۔

اسے جھٹکا سا لگا تھا۔

اتنے دنوں سے یہ ذمہ داری ضحیٰ کے سر پر تھی اور اب یہ ویرا ــــ

ضحیٰ کی سلطنت پر قبضے کی کوشش ــــ؟

وہ سلگتی ہوئی لان میں پہنچی تو سب چائے کے ساتھ ساتھ ویرا کے ہاتھ کے ذائقے سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"ویرا چائے بہت اچھی بناتی ہے۔ دودھ، قہوے اور چینی کا پرفیکٹ میچ۔" یہ معید حسن تھا۔

'اور میری تعریف کرتے ہوئے موصوف کی زبان پر چھالے پڑ جاتے ہیں جیسے۔' وہ کڑھتی ہوئی کرسی سنبھال کر بیٹھ گئی تھی۔

"تمہارے لئے چائے نکالوں ضویا ــــ؟" ویرا کے پوچھنے پر وہ چونکی تھی۔

'ارے واہ ــــ!'

اسے لگا جیسے وہ مہمان ہو اور ویرا اس گھر کی مالکن۔

"نہیں، شکریہ۔" وہ رُکھائی سے بولی تھی۔

"پی لو ____ تمہیں بھی پتہ چلے کہ چائے کیسے بنائی جاتی ہے۔" یہ معید حسن تھا۔

اُف ____ اس قدر کھلا طنز۔

"واقعی آپی! تمہارے جوشاندے کا ایک فائدہ تو تھا کہ پوری سردیوں میں زکام سے بچا[...] مگر یہ چائے بھی کمال کی ہے۔ اور یہ پیٹیز اور سموسے، واہ واہ ____" وجدان سر دُھن رہا تھا۔

'لالچی ____ خبیث! اکیلے میں بتاؤں گی۔ آہ آہ نہ کر اٹھے تو پھر کہنا۔' وہ وجدان کو اُٹھا[...] کو تیار تھی۔

'اور یہ ویرا ____ اسے تو میں دو دنوں میں یہاں سے بھگا دوں گی۔'

ویرا نے اس کی پلیٹ میں زبردستی فنگر فش اور سموسہ رکھا تو اسے لینا ہی پڑا۔

ویسے بھی سبھی اتنے شوق سے چائے کے ساتھ لوازمات سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ[...] بھی جی ہمکنے لگا تھا۔

اور دونوں چیزیں چکھنے کے بعد اسے ماننا ہی پڑا کہ ویرا میں اور کوئی خوبی ہو یا نہ ہو، ہاتھ[...] ذائقہ ضرور موجود تھا۔

معید حسن نے ویرا کو چائے کا دوسرا کپ بنانے کا اشارہ کیا تو وہ بے اختیار اپنی کرسی پر پہلو بد[...] کرتائی جان سے بات کر کے اپنا دھیان بٹانے کی کوشش کرنے لگی۔

●●●●●

آگے کے معاملات اس قدر آسانی سے طے ہوں گے، یہ شموئیل خان تو کیا، ژالے کے بھی[...] وگمان میں نہیں تھا۔

گلریز خان بہت شان وشوکت سے ژالے کے گھر آئے اور اس کے ڈیڈی سے رشتے کی[...] کی۔ بلکہ وہ بی بی جان کو بھی ساتھ لائے تھے جو ژالے سے بہت محبت سے ملی تھیں۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" موقع پا کر شموئیل نے ژالے کو میسج کیا تھا۔

"اوکے ____" وہ مسکرا دی۔

اسی شام وہ ریسٹورنٹ میں شموئیل خان کے مقابل موجود تھی۔

"میں واقعی ایک شادی کر چکا ہوں ژالے! کیا اس سے تمہیں کوئی فرق پڑتا ہے؟" وہ سپا[...] سبھاؤ کہتا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"اگر وہ تمہاری مرضی سے تمہاری زندگی میں آتی تو تم میری طرف نظر بھر کے بھی نہ دیکھ[...] خان!" ژالے نے پلکیں نہیں جھپکی تھیں، اطمینان سے بولی تو شموئیل گہری سانس بھرتا اِدھر اُ[...] نظریں گھمانے لگا۔ پھر قدرے توقف کے بعد سنجیدگی سے بولا۔

"تم تو پٹھانوں کی روایات جانتی ہی ہو۔ بعض اوقات شملہ اونچا رکھنے کے لئے بہت[...] فیصلوں پر بھی سر جھکانا پڑتا ہے۔ یوں سمجھو، ایک ایسا ہی فیصلہ میں نے بھی مانا۔ بابا جان کی عز[...]

[...]نا کا مان رکھا۔ مگر اس کا انعام انہوں نے مجھے تمہاری صورت میں دیا۔ تو کیا مجھے پچھتانا چاہئے؟"

[...]پوچھ رہا تھا۔

[...]ژالے مسکرا دی۔

"قطعی نہیں ____ میں تو اب یہی کہوں گی۔"

"تم خوش ہو نا؟" وہ پوچھنے لگا تو ژالے نے پُر محبت نگاہیں اس کے چہرے پر جماتے ہوئے [...]مخصوص، بولڈ انداز میں کہا۔

"اگر یہی بات تنہائی میں پوچھتے تو بہت اچھے سے جواب دیتی۔"

"ربش ____" وہ جھینپ سا گیا تھا۔

"اچھا ____ اب جلدی سے مجھے شادی کی تیاری کرانا شروع کر دو۔ میں ہر چیز تمہاری پسند [...]سے لینا چاہتی ہوں۔" ژالے نے بہت لاڈ سے کہا تو شموئیل نے سر جھکا دیا۔

"اچھے لگتے ہو، یوں محبت کے آگے سر جھکاتے۔ ورنہ تو میں نے تمہیں محبت سے بھاگتے ہی [...]دیکھا ہے۔"

وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔

مگر اب شموئیل خان کے انداز میں وہ سمٹنا، وہ کترانا نہیں رہا تھا، بلکہ ایک محسوس کن بے تکلفی اور اعتماد آ گیا تھا جو ژالے کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"چلو، تمہیں شادی کی پہلی شاپنگ آج ہی کراتا ہوں۔" وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

"اوکے ____"

ژالے طمانیت سے ہنس دی۔

●●●●●

وہ اپنے خیال میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔ اسے خبر نہ تھی کہ اندر عماد آیا بیٹھا ہے۔ وہ ٹھٹک [...]گئی۔

جبکہ وہ اسے دیکھتے ہی احتراماً اُٹھ کھڑا ہوا۔

"السلام علیکم ____!"

"وعلیکم السلام ____!"

صالحہ بیگم کے ساتھ ساتھ اسے چائے سرو کرتی صبا کا بھی لحاظ تھا جو جواب دے دیا۔ ورنہ تو وہ [...]کے نام سے بھی بدکنے لگی تھی۔

"آ جاؤ نگی! چائے پی لو۔" صالحہ بیگم کے کہنے پر اسے بیٹھنا ہی پڑا۔

"کیسی طبیعت ہے آپ کی؟" عماد اسی سے مخاطب تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ مختصراً کہتی صالحہ بیگم کی طرف متوجہ ہو گئی۔ جبکہ عماد اس کا کترانا محسوس کر کے [...]رہ کر رہ گیا۔

"واپسی کب ہو رہی ہے آپ کی؟ ——— وہاں سب ہی کو آپ کی کمی محسوس ہو رہی ہے۔" اس کے، اپنے مابین رشتوں کو یوں غلط فہمی سے ختم نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

نگین نے ایک سلگتی نگاہ اس پر ڈالی، جس کی تپش عماد کو اپنے دل میں اترتی بہت اچھی محسوس ہوئی تھی۔

اور شاید نگین نے بھی کسی ضد کے زیر اثر بہت جذباتی ہو کر فیصلہ کیا۔

"اب میں وہاں نہیں جاؤں گی۔"

ایک دھماکا سا ہوا تھا۔

صبا متحیر سی اسے دیکھنے لگی۔

وہ نگین جو میر ہاؤس کی فضا سے باہر سانس لینا بھی کفر سمجھتی تھی، ایک دم سے ایسا فیصلہ کر بیٹھی ابھی تک کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

حالانکہ صالحہ بیگم کی مرضی یہی تھی کہ نگین اب واپس نہ جائے۔ مگر نگین کی حالت اور میر ہاؤس سے اس کا لگاؤ انہیں یہ بات منہ سے نکالنے سے روکتا تھا۔

اور اب ——— صالحہ بیگم حیران تھیں۔

"کیوں ———؟" عماد بھی حد درجہ حیرانگی کی زد میں تھا۔

"اب کیا بچا ہے وہاں میرے لئے؟ اور ویسے بھی میں کسی کے آگے صفائی پیش کرنے کی پابند نہیں۔ جو میری مرضی ہو گی، میں وہی کروں گی۔" وہ بے حد بے رخی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اور یہ بات کمرے میں موجود تینوں نفوس نے بہت اچھی طرح محسوس کی تھی۔

"یہ کیک لیں عماد بھائی! میں نے بطور خاص آپ کے لئے بنایا ہے۔ آپ کو بہت پسند تھا نا؟" عماد کے چہرے پر چھے حیرت کے تاثرات دیکھ کر صبا نے بات بدلنے کی مقدور بھر کوشش کی تھی۔

ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے نوفل نے ایک گہری نگاہ صبا پر ڈالی جو اس وقت پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھی۔

عماد بہت پُرتپاک انداز میں نوفل سے ملا۔ جبکہ دوسری طرف اول روز کی طرح گرم جوشی مفقود تھی۔

"نگین اب یہیں رہے گی نوفل!"

صالحہ بیگم سمجھ رہی تھیں کہ وہ حالات سے سمجھوتہ کر بیٹھی ہے۔ اپنے تئیں انہوں نے نوفل کو بڑی خوشی سے یہ خبر دی تھی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ مگر نگی کو کوئی اعتراض تو نہیں؟" وہ پوچھنے لگا۔ نگاہ مضطربانہ انداز میں چائے کا کپ ساسر میں گھماتی نگین پر تھی۔

"اسی نے تو کہا ہے خود۔"

"مگر وہاں کے مکینوں کو بھولئے گا نہیں۔ آتی رہئے گا۔" عماد نے بے ساختہ کہا تو نگین نے

نیم نگاہ اس پر ڈالی۔

"وہاں رہنے والے ہر مکین، ہر فرد کا عمل میرے دل پر نقش ہو چکا ہے۔ آپ بے فکر رہیں، میں کبھی بھولنے والی نہیں ہوں۔" وہ پُرتپش انداز میں بولی تو عماد کڑھ کر رہ گیا۔

وہ جو کہہ رہی تھی وہ تو سب کی سمجھ میں آ رہا تھا۔ مگر جو نہیں کہہ رہی تھی، جو ان الفاظ کے پس پردہ تھا، وہ عماد کو بہت اچھی طرح سے محسوس ہو رہا تھا۔

ایک تلخی، ایک غیر معینہ مدت تک نہ ختم ہونے والی غلط فہمی۔

اور وہ کسی بھی حال میں اس غلط فہمی کو بڑھاوا نہیں دینا چاہتا تھا۔

"اچھا ——— اب میں چلتا ہوں ——— کافی دیر ہو گئی ہے۔" وہ چائے کا کپ رکھتا دفعتاً اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ارے، بیٹھو بیٹا! ——— ابھی تو آئے ہو۔ محض چائے ہی تو پی ہے۔" صالحہ بیگم نے اصرار کیا تو وہ مسکرا دیا۔

"بس آنٹی! بہت دنوں سے صبی کے ہاتھ کی چائے یاد آ رہی تھی۔ میں نے سوچا ایک چکر لگا ہی لوں، ورنہ دل یوں ہی مضطرب رہے گا۔ چائے کا ایک کپ ہی کافی ہے۔ باقی آپ لوگوں کا خلوص اور محبت۔"

"تو تم روزانہ آ سکتے ہو اس خلوص اور محبت کا ذائقہ چکھنے۔ یہاں کون سی کمی ہے؟"

نوفل کا لہجہ صبا کو عجیب سا لگا تھا۔ بلکہ وہ تو نوفل اور عماد کے مابین پھیلے اس تناؤ کو بھی محسوس کر رہی تھی جو نوفل کے برتاؤ سے جھلک رہا تھا۔

نوفل سے ہاتھ ملاتا، جھک کر صالحہ بیگم سے پیار لیتا وہ اچٹتی نگاہ خاموش بیٹھی، ماحول سے کٹی نگین پر ڈالتا باہر نکل گیا تو نوفل نے اتنا بھی فرض نہیں نبھایا کہ اسے باہر تک ہی چھوڑ آئے۔

صبا کلستی ہوئی برتن سمیٹنے لگی۔

"بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے نگی! ——— یہاں رہو گی تو دل بہل جائے گا۔"

نوفل کے کہنے پر وہ پھیکے سے انداز میں مسکرا دی۔

"یہ تو میں ہی جانتی ہوں کہ یہ فیصلہ میں نے کیسے کیا ہے۔ ورنہ اس گھر سے میری جتنی یادیں جڑی ہیں، ان کا دامن وہاں سے چھڑانا اتنا آسان کام نہیں ہے۔"

"وقت سب کچھ سکھا دیتا ہے۔ آسان بنا دیتا ہے سسٹر!" نوفل نے اسے حوصلہ دیا تھا۔

"وہاں رہنے یا یہاں رہنے سے رشتہ تو ختم نہیں ہو گا نگی! ——— وہاں بھی تمہارے اپنے ہیں اور یہاں بھی۔" صبا نے محبت سے کہا تھا۔ صالحہ بیگم نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

اور واقعی، جتنی محبت نگین کو اول روز سے میر ہاؤس سے ملی تھی، وہ بھولنے کے لائق نہیں تھی۔

اتنا جلد بازی میں کیا جانے والا فیصلہ اب نگین کا دل پریشان کرنے لگا تھا۔

وہ چائے کا کپ ادھورا چھوڑتی اُٹھ کر باہر نکل گئی۔

"ابھی اسے سنبھلنے میں بہت وقت لگے گا۔" صالحہ بیگم دُکھی ہو گئیں۔

نگین منہ سے کچھ نہیں کہتی تھی۔ مگر رات کو وہ جب ان کے پاس کروٹ بدلے لیٹی ہوئی تو اس کی خاموش سسکیاں ان سے چھپی نہیں رہتی تھیں۔ اور صبح کے وقت اس کی سوجی ہوئی آنکھیں شب بیداری اور گریہ زاری کا راز کھول رہی ہوتی تھیں۔

"وقت سب کچھ سکھا دیتا ہے ماما! آپ بے فکر رہیں۔ وہ بھی سنبھل جائے گی۔" نوفل نے سنجیدگی سے کہا تو صالحہ بیگم اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"تمہارے بزنس ٹرپ کا کیا بنا؟"

ٹرالی گھسیٹ کر باہر نکلتی صبا کی ساعتیں ہمہ تن گوش ہو گئیں۔

"وہی جو آپ چاہتی تھیں۔" وہ دفعتہً ہی ناراض سا بولا تو صالحہ بیگم شکر بجا لائیں۔

"تم دیکھنا، خدا کتنا نوازتا ہے تمہیں۔ اس کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ کسی شے کی کمی نہیں یہیں تمہارے لئے بے پناہ رزق لکھے گا وہ۔"

انہوں نے بے ساختہ ہی اسے کئی دعائیں دے ڈالیں تو نوفل مسکرا دیا۔ دل پہ موجود بارگراں بوجھ خود بخود ہی ہٹ گیا تھا۔

مگر رات صبا کی بحث پھر سے اس کا موڈ خراب کرنے لگی۔

"آپ عماد بھائی سے اس قدر بیگانہ کیوں رہتے ہیں؟"

"اوہو ___ تو یہ حسیات کام کرتی ہیں آپ کی؟" وہ طنزاً بولا تھا۔

"اللہ کا شکر ہے ___ میری تمام حسیات بہت اچھا کام کرتی ہیں۔ اور آپ کا رویہ تو آنکھ کے اندھے کو بھی محسوس ہو جائے۔ میں تو پھر بھی دیکھ سکتی ہوں۔" وہ جل کر رہ گئی۔

"میں ایسا ہی ہوں۔" وہ بستر پر نیم دراز ہو گیا۔

"میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ کیسے ہیں۔ یوں خول چڑھا کر مجھ سے پیش مت کریں۔ میر ہاؤس کے باقی کسی بھی فرد کے ساتھ آپ کا رویہ ایسا نہیں۔ پھر عماد بھائی کے ساتھ کا رویہ ایسا کیوں ہے؟" وہ آج اس پزل کو حل کرنے کے موڈ میں تھی۔

مگر نوفل کا موڈ خراب ہونے لگا۔

"آپ کو اس کی اتنی فکر کیوں ہے؟" وہ سلگا تھا۔

"مجھے اپنے میکے سے آنے والے ہر فرد کی عزت و احترام کی فکر ہے نوفل صاحب!" وہ تنک کر بولی تھی۔

"ہنہ ___" وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔

"ویسے تو بہت رواداری نبھاتے رہتے ہیں۔ اتنا نہیں ہو سکا کہ چار قدم چل کے انہیں رخصت ہی کر آتے۔" صبا کو پھر سے یاد آیا۔

"جو پروٹوکول آپ چاہتی ہیں، وہ خود سے دے لیا کریں۔ میرے پاس ان چونچلوں کے

ضرورت نہیں ہے۔" وہ سرد ہونے لگا تھا۔

"میاں بیوی میں، میں اور تم نہیں چلتا نوفل!" صبا کو اس کے انداز نے دُکھی کیا تھا۔

مگر وہ ہنوز اسی سرد مہری کی کیفیت میں تھا۔

"مجھے یہ پٹیاں نہ پڑھایا کریں مہربانی فرما کر۔ اور اب لائٹ آف کر دیں تاکہ میں دو گھڑیاں اطمینان سے سو سکوں۔"

وہ جلتی کڑھتی لائٹ آف کر کے صالحہ بیگم کے کمرے میں آ گئی جہاں نگین بھی موجود تھی۔

●●●●●

"مبارک ہو خان! ___ جیت گئے ہو اپنی محبت کو۔" نوفل نے اس کی بات سنتے ہی اسے گلے لگا لیا تو وہ ہنس دیا۔

"جیت تو اس نے مجھے لیا ہے یار! میں تو بہت بچا، بہت چھپا ہوں اس سے۔"

"اور اپنی پہلی شادی کا چکر بتایا اسے ___؟" نوفل نے اپنے دل کی بات کی تو وہ طمانیت سے مسکرا دیا۔

"بے فکر رہو ___ وہ سب جانتی سمجھتی ہے۔ بلکہ یوں کہہ لو کہ مجھے جانتی ہے، میری روح کو پاتی ہے۔"

"بہت خوش قسمت ہو خان! ___ محبت سے آگے بھاگتے رہے اور محبت بے دام کی غلام بنی ہوئی ہے تمہارے پیچھے۔" نوفل کو بے ساختہ رشک آیا تھا۔

"خیر، خوش قسمتی میں تو تم میرے بھائی بند ہو۔ اب شکر گزاری نہ کرو تو اور بات ہے۔" شموئیل نے اسے چھیڑا تھا۔

وہ محض مسکرا دیا۔ پھر پوچھنے لگا۔

"یہ بتاؤ، آگے کیا ارادے ہیں؟"

"بہت نیک ___ بس تیسرے ہفتے سے شادی کی رسومات شروع۔" وہ سرشاری کی کیفیت میں تھا۔

نوفل نے اس کے شانے پر دھکا جڑا۔

"کمینے ___!"

"بس یار! تم ہی سے سیکھے ہیں یہ انداز۔" وہ ہنس دیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ژالے بھی اس کے آفس میں موجود تھی۔ جگر جگر چمکتی آنکھیں اور بات بے بات کی ہنسی۔

"تمہارے تو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں کہ تم کتنی خوش ہو۔" نوفل نے اسے چھیڑا تو وہ کرسی سے ٹیک لگا کر ہنس دی۔

"ضرورت بھی کیا ہے۔ میرے تو من کی مراد پوری ہو رہی ہے۔ جتنی بھی نذر نیاز کروں، کم

ہے۔" وہ مزے سے بولی تو شموئیل کو کڑھتے دیکھ کر نوفل ہنسنے لگا۔
"مجھے لگتا ہے کہ شادی کے بعد تم نہیں بلکہ یہ تم سے رومانٹک ڈائیلاگز بولا کرے گی۔"
"تو اب بھی یہی ہو رہا ہے ——— مجھے موقع کب دیتی ہے یارا؟" وہ مایوس تھا۔
"ہمت لاؤ خان! ہمت۔ دل کے اصل جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں یہ الفاظ۔ تمہارا
تھوڑی کہ اندر سے کچھ اور، باہر سے کچھ اور۔" وہ اسے چھیڑنے لگی تھی اور شموئیل جز بز ہونے لگا
"اوکے ——— سیز فائر۔" نوفل نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکا۔ "اب صرف اتنا بتا دو کہ
کون کروا رہا ہے؟"
"تم ———"
وہ دونوں بے اختیار اکٹھے بولے تو نوفل انہیں گھورنے لگا۔ مگر مجبوری تھی۔ سو اٹھ کھڑا ہوا
"دوستی اور محبت میں اتنی مار تو کھانی ہی پڑتی ہے۔" گہری سانس بھر کے نوفل نے کہ
دونوں ہنسنے لگے۔

●●●●●

"ضحیٰ! معید کے کپڑے پریس کر دو بیٹا۔"
چچی جان نے چوتھی مرتبہ اسے یاد دلایا کہ اسے جمعہ کے لئے معید کے سفید سوٹ کو اِس
ہے۔ مگر ایک مرتبہ بھی وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی۔
اور اب جب ویرا نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے بتائیں آنٹی! میں کر دیتی ہوں۔" تو چچی
خشمگیں نگاہوں سے گھبرا کر ضحیٰ کو اُٹھنا ہی پڑا۔
ویرا بھی اس کے ساتھ ہی چل دی۔
"آپ تو مہمان ہیں۔ کہاں ان بکھیڑوں میں پڑ رہی ہیں۔ چار دن سکون سے گزار
کر جائیں۔"
ضحیٰ نے بڑے سلیقے سے اس پر واضح کیا کہ ایک دن اسے اپنے گھر بھی لوٹنا ہے۔
"اب تو یہی میرا ٹھکانہ ہے۔ پتہ نہیں کب تک۔" وہ ہنسی تھی۔
استری اسٹینڈ کے پاس کھڑی ہو کر ضحیٰ بے اختیار اسے دیکھنے لگی۔ اسے کچھ غلط ہونے کا
سے احساس ہو رہا تھا۔
معید حسن اس سے نکاح جیسا بندھن باندھنے کے بعد گھر میں ایک اور کھیل رچا رہا تھا۔
"لاؤ، میں کرتی ہوں۔" ویرا نے اس کے ہاتھ سے واٹر اسپرے لیتے ہوئے کہا۔
ضحیٰ نے بے اختیار اپنا ہاتھ پیچھے کیا تو جلتی استری سے چھو گیا۔
"سی ———" واٹر اسپرے اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا۔
"ارے ———" ویرا متاسف ہوئی۔ "ہاتھ جل گیا؟ ——— درد ہو رہا ہے؟"
"نہیں۔" وہ اپنے ہاتھ کی پشت پر جلتی لمبی سرخ لکیر کو دیکھتے ہوئے اتنا ہی کہہ سکی۔

"بہت محبت کرتی ہو معید سے؟" ویرا نے چند لمحے اسے پریسنگ کرتے ہوئے دیکھتے رہنے کے
بعد غیر متوقع سوال کیا کہ ضحیٰ گڑبڑا سی گئی۔
"کیا مطلب؟" وہ ہونق سی اسے دیکھنے لگی تو ویرا مسکرا دی۔
"اس کی قدر کرنا۔ بہت محبت کرنے والا اور دل میں رکھنے کے قابل بندہ ہے۔" وہ بہت جذب
سے کہہ رہی تھی۔
ضحیٰ کے دل کی دھڑکنیں الٹ پلٹ ہونے لگیں۔ اسے لگا ویرا اسے کرید رہی ہو۔
"... کمزکاری۔"
ضحیٰ کو لگا، یہی موقع ہے بات کا سرا پکڑنے کا۔
"کچھ ایسا ہی سمجھ لیں۔"
"کیا مطلب؟ ——— یعنی دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی؟" ویرا نے حیران ہو کر پوچھا تو
... رانے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی۔
"ظاہر ہے۔ ایسے معاملات یک طرفہ کب تک چل سکتے ہیں؟"
"واہ، معید حسن کو دیکھ کے تو ایسا کچھ احساس نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ تو یونیورسٹی میں بھی لڑکیوں سے
... کتنے فٹ کے فاصلے پر رہتا تھا۔"
"اچھا ہے نا۔ جب دل میں کسی کی شبیہ بسی ہو تو پھر اِدھر اُدھر دھیان دینے کی ضرورت بھی کیا
ہے۔" ضحیٰ نے جیسے اِترا کر کہا تھا۔
"کپڑے پریس ہو گئے ہوں تو میرے کمرے میں پہنچانے کے بعد یہ ڈسکشن کر لینا۔"
یہ آواز تھی یا ایٹم بم جو ضحیٰ کی سماعتوں پر اچانک گرا تھا۔
معید حسن اس کی پشت پر ہی کھڑا تھا۔
ضحیٰ کا جی چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں دھنس جائے۔ یا خدا! یہ کیسی آزمائش لکھ دی تُو نے
... مقدر میں۔
ویرا ہنسی۔
"... کنا رہے ہو معید! تمہارا گھنا پن اب مجھ پہ واضح ہو رہا ہے۔ تب ہی مجھے لفٹ نہ کرائی۔"
"ارے کمال ہے ——— لفٹ تو تم نے مجھے نہیں کرائی تھی۔ ڈولی میں بیٹھ کے نکل لیں فراز احمد
... کے سنگ۔"
وہ دونوں باتیں کرتے نکل گئے تھے۔
ضحیٰ نے ایک طویل سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔ اسے ویرا پر شدید غصہ آ رہا
... یقیناً معید کی اس قدر خاموش آمد سے واقف تھی۔ مگر ضحیٰ کا مذاق اُڑانے کی غرض سے ———
... ال، یہی بات ہو گی۔
... اس کے دل و دماغ متفق تھے۔

'میرا مذاق اُڑا رہے تھے دونوں۔'
ضحیٰ کا دماغ تپنے لگا۔
'دیکھنا ویرا بیگم! تمہیں تو میں ایسا سیدھا کروں گی کہ معید حسن بھی یاد کرے گا۔' وہ کڑھ رہ

●●●●●

"میری تو اب ایک ہی خواہش ہے۔ خدا جلد از جلد صبا کی گود بھر دے تو میرے سُونے
بھی رونق آ جائے۔"
صالحہ بیگم شاید نگین سے بات کر رہی تھیں۔ مگر زرینہ بیگم کے جواب نے نوفل کے
ثابت کر دیا۔
"خدا بہت مہربان ہے آپا! ــــ وہ یقیناً آپ کی دعائیں سنے گا۔"
"خدا کی مہربانیوں سے تو کوئی انکار نہیں۔ مگر پے در پے صدمات نے جیسے خوشیوں کا منہ
دیا ہے اس گھر سے۔ سوچتی ہوں اس طرح نگین کا بھی دل بہل جائے گا۔"
صالحہ بیگم گہری سانس بھرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔
نوفل عجیب سے احساسات میں گھرا وہیں سے الٹے قدموں اپنے کمرے میں لوٹ آیا۔
صبا ابھی واش روم سے نہا کر نکلی تھی۔
لمبے سیاہ بالوں کو ٹاول سے رگڑ رگڑ کر نرمی سے خشک کرتی وہ اپنے آپ میں مگن تھی۔
نوفل کی نگاہ بے اختیار اس کے سراپے میں اٹکی۔
خدا کی مہربانی سے تو واقعی انکار نہیں مگر یہ خاکی ــــ
اس کی کمیاں، اس کی خامیاں کوئی کیسے برداشت کرے۔
اپنی پشت پر اس کی نگاہوں کی تپش صبا کو بہت اچھی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ وہ پلٹی۔
"کچھ کام ہے؟"
وہ گڑبڑا سا گیا۔
"نہیں، مجھے کیا کام ہونا ہے۔" وہ بے رخی سے بولا تو صبا پھیکے انداز میں مسکرا دی۔
"میں کچھ دنوں کے لئے امی کی طرف جانا چاہتی ہوں۔"
اس کے کہنے پر نوفل چونکا۔ پھر تیکھے لہجے میں پوچھنے لگا۔
"وہ کیوں ــــ؟"
"کیوں سے کیا مراد ہے آپ کی؟ ــــ میکے جانے کے لئے ہر بار کوئی وجہ ہونا ضرور
ہوتی۔" وہ سنجیدہ تھی۔
"مگر یہاں آپ کی زیادہ ضرورت ہے۔" وہ بے ساختہ بولا تو صبا دل گرفتگی سے ہنسی۔
"اچھا ــــ کسے؟"
"اس گھر کو، ماما اور نگین کو۔" وہ کترا گیا۔

"اور آپ کو ــــ؟"
"آپ اچھی طرح جانتی ہیں۔"
"میں تو صرف وہ جانتی ہوں جو آپ مجھے باور کرانا چاہتے ہیں۔ مگر جو کچھ آپ کے دل میں
ہے میں اسے سمجھنا چاہتی ہوں، وہ مجھ سے شیئر کریں۔" وہ کہہ رہی تھی۔
نوفل گہری نگاہ اس پر ڈالتا بستر پر آ گیا۔
"تو پھر کل مجھے امی کی طرف ڈراپ کر دیں گے؟" وہ منتظر تھی۔
"نہیں۔" صفاچٹ جواب آیا۔ جیسے وہ کوئی ٹوٹ کے محبت کرنے والا شوہر ہو۔ جسے بیوی کی
پل پل کی جدائی بھی شاق گزرتی ہو۔
صبا دل مسوس کر دوبارہ سے اپنے بال سلجھانے لگی۔ جبکہ نوفل کا ذہن ابھی تک صالحہ بیگم کی
"خواہش" میں اُلجھ، بھٹک رہا تھا۔

●●●●●

عماد کا بار بار آنا نگین کی ٹینشن بڑھا رہا تھا۔
مگر اس سے زیادہ برداشت کرنا اس کے بس میں نہیں تھا۔ تب ہی تو گاڑی سے اتر کر وہ ابھی
سیدھا ہی ہوا تھا کہ وہ اس کے سر پر پہنچ گئی۔
اس کے سلام کا جواب بہت تیکھے انداز میں دیا تو عماد نے ایک جانچتی نگاہ اس پر ڈالی۔
"کیسی ہیں آپ؟"
"الحمدللہ۔" وہ جیسے اسے یہیں سے ٹرخانے کے موڈ میں تھی۔
عماد گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔
"نوفل بھائی تو گھر پہ نہیں ہیں۔"
"اچھا ــــ" عماد مسکرا دیا۔ "تو کیا مجھے یہیں سے واپس ہو جانا چاہئے؟"
"آپ کی مرضی۔" وہ بے رخی سے بولی تھی۔
"گھر میں اور لوگ تو ہوں گے؟" عماد نے پوچھا تو نگین نے سلگتی نگاہ اس پر ڈالی۔
"آپ کے یہاں آنے کا مقصد پوچھ سکتی ہوں میں؟"
"ہاں، ضرور۔" اس نے اطمینان سے کہا تو وہ جز بز ہونے لگی۔ "صبا میری بہن ہے۔ اور یہ اس
کی سسرال ہے۔ میرا آنا بنتا ہے۔"
عماد کی بات اسے شرمندہ کر گئی۔
وہ اس قدر بد اخلاق تو کبھی بھی نہیں رہی تھی۔ پھر جانے کیوں عماد کے سامنے آتے ہی عجیب
سے جذبات اس کے دل و ذہن کا گھیراؤ کر لیتے تھے۔
"لیکن آپ کا یہاں آنا مجھے پسند نہیں ہے۔" وہ تلخی سے بولی تو عماد کا رنگ پھیکا پڑنے لگا۔
"نگین! بات کرنے سے بات بنتی ہے۔ یوں ہواؤں میں تیر نہ چھوڑو۔" وہ بے اختیار بولا تو

نگین کو کرنٹ سا لگا۔

وہ ہمیشہ اسے بھابی کہہ کر بلایا کرتا تھا اور اب یہ اندازِ تخاطب۔

"میرا آپ سے بات کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ آپ کو دیکھ کر مجھے اپنے تمام نقصان یاد آنے لگتے ہیں۔" اس کا انداز ابھی بھی وہی تھا۔

عماد کو دکھ ہوا۔

"نگین! ایسا مت سوچو ____ اگر میرے بس میں ہوتا تو کیا میں اسے بچا نہ لیتا؟ زندگی موت پر تو صرف خدا کا اختیار ہے۔ میں تو خود بے بس کھڑا اسے ہاتھوں سے نکلتے دیکھتا رہ گیا تھا۔"

"آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا انہیں ساتھ لانے کا۔" نگین کی آواز بھرانے لگی۔

"یہ تو عارضی وعدے ہیں نگین! اصل وعدہ تو وہ ہے جو معبودِ حقیقی کا ہے۔ وہ اپنا وعدہ پورا کرنے پر قادر ہے۔ انسان نہیں۔"

وہ خاموش کھڑی اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"خود کو زندگی کی طرف لانے کی کوشش کرو نگین! زندگی یوں ختم نہیں ہوتی۔ بہر طور اپنی سانسیں پوری کرنا پڑتی ہیں۔"

عماد نے اسے سمجھایا۔ اس کی خاموشی سے تو یہی لگ رہا تھا کہ وہ بات سمجھ رہی ہے۔ مگر عماد کے چپ ہوتے ہی وہ غصے سے بولی۔

"میں چاہے جیوں یا مروں۔ مگر میں نہیں چاہتی کہ آپ بار بار میرے سامنے آئیں۔"

"یہ تو قسمت کے کھیل ہیں نگین! ضروری تو نہیں کہ تمہاری ہر راہ ہی کھوٹی ثابت ہو۔" وہ بے اختیار کہہ گیا تھا۔ وہ خود تو جھٹکا کھا کر چپ ہوا ہی تھا، نگین بھی چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ارے ____ عماد! کیا بات ہے؟ یہیں سے لوٹنے کا ارادہ ہے؟ آ رہے ہو یا جا رہے ہو؟" ادینہ کسی کام سے انیکسی سے نکلی تو عماد کو دیکھ کے کھل اٹھی۔

"آیا تھا۔ سب سے مل لیا۔ اب واپسی ہو رہی ہے۔" وہ قصداً مسکرایا تھا۔

"ارے واہ ____ مجھ سے تو ملے نہیں، سب سے کیسے مل لئے؟ چلو اندر۔" ادینہ رعب سے بولی تھی۔

"ابھی تو اندر سے نکلا ہوں۔ پھر کسی دن سہی۔ تم سے بھی ملوں گا اور آنٹی سے بھی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تو نگین مزید کچھ کہے بغیر پلٹ گئی۔

"بے چاری۔" ادینہ نے ترس کھانے والے انداز میں کہا تو عماد کو اچھا نہیں لگا۔

"بے چارے پن والی اس میں کیا بات ہے ادینہ؟ خدا کی رضا سے بڑھ کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ وہ بھی سنبھل جائے گی۔ اس نے دکھ ہی بڑا دیکھا ہے۔ صبر آنے میں بھی تھوڑا وقت لگے گا۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔" وہ فوراً اس کی حمایت میں بولی۔ پھر بڑے مان سے پوچھنے لگی۔ "تم کہاں ہوتے ہو؟ ____ اتنے دنوں سے مل بھی نہیں رہے؟"

"حالات کے مطابق چلنا پڑتا ہے ادینہ! ____ سوچ رہا تھا کہ جاب چھوڑ کے اب ماموں جان کے بزنس میں انوالو ہو جاؤں۔ بس اسی بھاگ دوڑ میں تھا۔ حالانکہ میں بزنس مائنڈڈ بالکل بھی نہیں ہوں۔ مگر ماموں جان کی محبت اور ان کی مجبوریاں۔"

اس نے گہری سانس بھری تو ادینہ کے دل کی کلی کھل اٹھی۔

بزنس ____ یعنی کہ دولت کا چھپر۔

"ارے واہ ____ اس سے اچھی بھلا اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ ____ ان بے چاروں کا اب اور کون ہے جو یہ سب بکھیڑے سمیٹے۔ اس موقع پر تو تمہیں ہی آگے بڑھنا ہو گا۔ اور جاب میں رکھا بھی کیا ہے۔ اپنے بزنس کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔"

ادینہ کی سوچ اسے بہت سطحی لگی۔

مگر بہرحال اس نے اس پر کچھ کمنٹ نہیں کیا تھا۔ گہری سانس بھرتا پلٹ گیا۔

"اوکے ____ پھر کسی روز ملاقات ہو گی۔ انشاء اللہ۔"

"اوکے۔" وہ دل مسوس کے رہ گئی۔

مگر اس کو خوش کرنے کے لئے فی الحال اتنی ہی تسلی کافی تھی کہ عماد اتنے بڑے بزنس کو سنبھالنے والا ہے۔

اسے ابھی سے اپنی پانچوں انگلیاں گھی میں محسوس ہونے لگی تھیں۔

وہ گنگناتے ہوئے واپس پلٹی تھی۔

●●●●●

"ژالے کی شادی ہو رہی ہے ماما!"

نوفل نے کھانے کی میز پر دھماکا کیا تھا۔ صبا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"اچھا ____" وہ خوش ہوئیں۔ "کب؟ ____ کس کے ساتھ؟"

"بہت جلد ____ ڈیڑھ ہفتہ ہی باقی ہے۔ اور جہاں تک بات ہے کس کے ساتھ تو میرے ساتھ تو نہیں ہو رہی۔" وہ اچٹتی نگاہ صبا کے ٹھٹکے ہوئے ہاتھ پر ڈالتے ہوئے مذاقاً کہہ رہا تھا۔

"شرم کرو۔" صالحہ بیگم نے اسے گھورا تھا۔

"کاہے کی شرم؟ ____ آپ کی بہو تو مجھے کھلی چھٹی دیئے ہوئے ہے۔" وہ آرام سے بولا۔

جبکہ صبا کے دل میں کھد بد سی ہو رہی تھی۔ ژالے کی شادی ____؟

"شموئیل کے ساتھ ہو رہی ہے ماما! ان لوگوں کا سات سالہ پرانا عشق کامیاب ہو رہا ہے۔" وہ ہنسا تھا۔

صبا بے اختیار اسے دیکھنے لگی۔

چہرے پر کچھ پچھتاوا یا کچھ کھونے کا احساس تک نہیں تھا۔

"تو وہ سب مجھے تڑپانے اور کلسانے کو۔" وہ چکرا سی گئی۔

"ہم سبھی مدعو ہیں۔" نوفل نے کہا اور منتظر نگاہوں سے نگین کو دیکھنے لگا جس نے فوراً ہی معذرت
کر لی۔

"میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔"

"تم اور صبا چلے جانا۔" صالحہ بیگم نے بخوشی کہا تو وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ ابھی اصرار کرنا
کچھ مناسب نہیں لگا تھا۔ سو وہ خاموش ہی رہا۔

"آپ کو تو بڑا افسوس ہوا ہوگا ڈالے کی شادی کا۔" رات صبا کے دل میں جانے کیا سمائی تھی

"بہر طور، اب کیا ہو سکتا ہے؟" نوفل نے گہری سانس بھری اور کہنی کے بل نیم دراز ہو کر میگزین
کے صفحات اُلٹنے پلٹنے لگا۔

"اور اس کے سات سالہ عشق میں آپ کہاں فٹ ہوتے ہیں؟" صبا نے طنز کیا تھا۔

وہ ہنسا۔

"محبت یکطرفہ بھی ہوتی ہے محترمہ!"

"ہنہ ـــــ آپ جیسا شخص تو اس کے ہجوں سے بھی واقف نہیں کجا محبت کرنا۔" وہ تمسخر
اُڑاتے ہوئے بولی تھی۔

"کبھی فرصت میں بتاؤں گا آپ کو۔"

"یوں کہیں کہ مجھے خود سے متنفر کرنے کے لئے آپ نے اپنے اردگرد نفرتوں اور غلط فہمیوں
جال پھیلا رکھا ہے تاکہ میں آپ کے قریب نہ آسکوں۔" صبا نے قطعیت سے کہا تھا مگر وہ لاپروا
سے میگزین کے صفحات اُلٹتا رہا۔

وہ تھک کر اس کے قریب آبیٹھی۔

"مت کریں ایسے نوفل! زندگی کو کچھ تو آسان کریں میرے لئے۔" آزردگی سے کہا تو وہ اسے
دیکھنے لگا۔

نیلے لباس میں وہ زندگی کی تمام تر رعنائی اور دلکشی کا پیکر لگ رہی تھی۔

وہ جز بز ہونے لگا۔

صبا کے ملبوس سے اُٹھنے والی خوشبو اس کے حواس پر طاری ہونے لگی۔ اسے لگا چند ثانیوں تک
یوں ہی اس کے قریب رہی تو اس کا دل پگھل جائے گا۔

"زندگی کو مشکل میں نے نہیں، آپ نے بنا رکھا ہے۔ میں نے تو آپ کو کھلی آزادی دے رکھی
ہے۔ جیسے جی چاہے، گزاریں۔"

"آپ کے بغیر، کیسے نوفل؟" وہ ہار رہی تھی۔

نوفل کا دل آدم کا دل تھا، بھٹکنے لگا۔

محبت پہلو میں بانہیں پھیلائے بیٹھی تھی اور وہ نگاہیں چرائے چرائے تھکنے لگا تھا۔

بے اختیار اس نے ہاتھ بڑھا کر صبا کے رخسار کو چھوا تھا۔

وہ ٹوٹ کر اس کے شانے سے آ لگی۔

لمحہ موجود تھا۔ اور حقیقت تھی۔

وہ لمحوں میں پگھل کر رہ گیا۔ اس نے صبا پر اس قدر محبت نچھاور کی کہ محبت اپنے ہونے پر نازاں
اٹھی۔

●●●●●

"تمہارا تو دماغ خراب ہوگیا ہے ویرا! ـــــ اب جبکہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تمہیں کس
بات کا خوف ہے؟" معید اسے ڈانٹنے والے انداز میں کہہ رہا تھا۔

وہ دونوں لان کی دھوپ میں کرسیوں پر براجمان تھے۔ ان سے کچھ فاصلے پر بظاہر اخبار کا مطالعہ
...ی کے کان کھڑے ہوگئے۔

"تمہارا ساتھ ہی سب سے بڑی تسلی ہے معید! ـــــ تمہارے سہارے ہی تو اس کا گھر چھوڑ کر
...آئی ہوں۔"

"ویری گڈ۔ بس یہی سوچو کہ آگے راہ بہت آسان ہے۔ خوامخواہ کو امتحان میں ڈالنے بلکہ جان
...وں میں ڈالنے کا مطلب؟ احتجاج کی استطاعت رکھتے ہوئے بھی ظلم سہتے رہنا، ظالم کا ساتھ
دینے کے مترادف ہے۔ میں تو پہلے ہی اس حق میں نہیں تھا۔ مگر اس وقت تمہیں فراز سے آگے پیچھے
کچھ دکھائی ہی نہیں دے رہا تھا۔ حتیٰ کہ میرے وعدے بھی۔" معید کہہ رہا تھا۔

...ی کا دل پہلو میں پھڑپھڑانے لگا۔

تو یہ تھی تمہاری گم گشتہ محبت معید حسن!

"اب انہی وعدوں کی ڈور تھام کے واپس لوٹی ہوں معید! ـــــ بس یہ دھیان رکھنا کہ میں اس
...میں تنہا نہ رہ جاؤں۔" ویرا بہت ملول اور افسردہ تھی۔

...ی کو اس کی جذبات نگاری پر غصہ آنے لگا۔

مگر معید صاحب تو اس وقت پورے شہزادہ سلیم بنے بیٹھے تھے۔

"ڈونٹ وری ویرا! ـــــ میں ہوں نا۔"

...ی نے جل کر پہلو بدلا۔

"تم نے کیس فائل کر دیا ہے۔ خلع کا حق تو قدرت نے دے رکھا ہے تمہیں۔ اب فراز
عدالت میں آجائے تو دنوں میں رزلٹ آجائے گا۔ بس تم ثابت قدم رہنا۔" وہ کہہ رہا تھا۔

اور ...ی کا دماغ چکرا رہا تھا۔

اس صبح کا رنگ بے حد انوکھا تھا۔

کھڑکی کے پردے ہٹاتے ہی سردیوں کی ایک خوشگوار دھوپ بھرے دن نے کمرے میں کے بیڈ تک کرنوں کا سنہری سا جال بچھا دیا۔

صبا نے چہرہ گھما کر دیکھا۔

نوفل ابھی تک بے سدھ سو رہا تھا۔

اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ در آئی۔

'تو صبا میر! تم جیت ہی گئیں اس اکھڑ مزاج شخص کو۔'

جو ہر وقت کڑی دھوپ کا سا روپ بنائے رکھتا تھا، رات ابر کی طرح برسا تھا —— یوں کہ کی پور پور سیراب کر دی۔

چاہت —— اس قدر اپنائیت اور وارفتگی کہ صبا کو اپنا دامن تنگ پڑتا محسوس ہونے لگا۔

'اور میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ محبت کے معاملے میں یہ بندہ اس قدر امیر ہے۔ خزا بھرے پڑے ہیں اس کے پاس محبتوں کے۔'

اُسے یاد آیا۔ نوفل نے اسے چھوا بھی تو یوں جیسے وہ کوئی نازک آبگینہ ہو اور ذرا سی بے اح سے اس کے ٹوٹ جانے کا ڈر ہو۔

اُس کی وارفتگی میں بھی ایک احتیاط تھی۔

اور بے خودی میں بھی ایک دھیان کی سی کیفیت۔

صبا کے ہونٹوں کی مسکراہٹ شرم آگیں تصور سے گہری ہو گئی۔ اس کا جی چاہا آگے بڑ نوفل کے گھنے بکھرے بالوں میں انگلیاں پھیر کر انہیں اور منتشر کر دے۔ اسے محبت سے جگا دیکھے کہ اب اس کی محبت کون سا روپ دھارتی ہے۔

رات اس نے اس قدر مان اور احترام دیا تھا کہ وہ کسی طور خود کو روک نہیں پائی تھی۔

وہ آگے بڑھی اور جھک کر اسے جگانے کا قصد کیا تو یوں جھکنے سے اس کی مشکبو نم زلفیں سے ڈھلک کر نوفل کے چہرے پر جا پڑیں۔

چاندنی رات کے ہاتھوں پہ سوار اُتری ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار اُتری ہے
اس میں کچھ رنگ بھی ہیں، خواب بھی مہکار بھی ہے
جھلملاتی ہوئی خواہش بھی ہے، انکار بھی ہے
میرے آنچل پہ اُمیدوں کی قطار اُتری ہے
کوئی خوشبو میری دہلیز کے پار اُتری ہے

وہ بہت حسین اور روح پرور خواب سے بیدار ہوا تو شاید صبا کے لئے یہ غیر متوقع بیداری ثابت ہوئی۔ وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہٹنے کو تھی مگر نوفل نے یوں ہی نیند بھری آنکھوں کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام کر اسے خود سے نزدیک کر لیا۔

"یہ خواب بھی ہے تو بہت خوبصورت ہے۔"

اس کی بوجھل سی آواز صبا کو حیا بار کر گئی تھی۔ یوں لگا جیسے پلکوں پر منوں بوجھ آ گرا ہو اور وہ کبھی بھی نوفل سے نگاہ ملا کر بات نہیں کر سکے گی۔

"ماما اُٹھ گئی ہوں گی —— نو بج رہے ہیں۔" یونہی نگاہ چرائے کہا تو نوفل قدرے دھیان کی دنیا میں لوٹا۔

خوشبوؤں سے مہکتا وہ دلفریب سا وجود اس کی دسترس میں تھا۔ وہ آنچ دیتا قرب، مہینوں جس کے سحر سے بچتا چلا آ رہا تھا اب مکمل سپردگی کی حالت میں اس کے مضبوط بازوؤں کے حصار میں تھا۔ اُسے جھٹکا سا لگا۔

ایک ہی پل میں وہ حقیقت کے کئی معنی طے کر گیا۔ اس کے بازوؤں کی گرفت ہلکی پا کر وہ فوراً پرے کو ہو بیٹھی۔

اور ادھر وہ پتہ نہیں کس عظیم نقصان کے دھیان میں ششدر لیٹا تھا۔

●●●●●

"آج تو بہت دنوں کے بعد اتنے اچھے ذائقے کا کھانا کھایا ہے۔" کھانے سے فارغ ہوتے ہی یہ پہلا تبصرہ معید حسن کا تھا۔

فضی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

اتنی دیدہ دلیری، وہ بھی سب گھر والوں کے سامنے۔

وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ آج ضد کر کے ویرا نے دو نئی ڈشز بنائی تھیں۔

مگر یوں بلا جھجک سب میں بیٹھ کر کھلے عام تعریفی سند جاری کرنا ——

اور اصل دھچکا تو اسے اس وقت لگا جب سب ہی نے کھلے دل سے معید کی بات کی تائید کی۔

'اُف —— یہ سیدھے سادھے میرے گھر والے —— انہیں کیا پتہ کہ ان کی ناک تلے دن دہاڑے کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔'

تایا جان نے حسب عادت ویرا کو بھی انعام سے نوازا تھا۔

ویرا نے ضحیٰ کے برتن سمیٹنے تک چائے بنائی اور لاؤنج میں لے آئی۔

''یہ تمہاری چائے۔ اسٹرونگ وِد ون ٹی اسپون شوگر۔'' سب کو چائے سرو کرنے کے بعد اس نے معید کا کپ بڑھاتے ہوئے شرارت سے کہا تو وہ ہنس دیا۔

''تھینکس اے لاٹ۔''

'ہائے۔' ضحیٰ کے دل پر ہاتھ پڑا تھا۔

'یہ کیا لیلیٰ مجنوں کا ڈرامہ ہو رہا ہے۔'

اس نے وحشت زدہ ہو کر سب گھر والوں پر نگاہ ڈالی۔ وہ سب ہی اپنی باتوں اور کچھ غور... میں مگن تھے۔

'یا اللہ ـــــ مجھے کون سی دیدۂ بینا عطا کر دی تُو نے۔ اور میں کب سے معید حسن جیسے ازلی... کی مسکراہٹوں کا حساب رکھنے لگی ـــــ مجھے تو ہاتھ جھاڑنے چاہئیں۔ خس کم جہاں پاک۔'

مگر یہ تکلیف ـــــ ؟

وہ عجیب بے وقوفوں کی طرح اپنی ذات کے تیے پانچے میں مصروف تھی۔

'یہ میرے ''ہونے'' کی تکلیف ہے کہ میں ''ہوں'' اور یہ بندہ میرے ہونے کا نوٹس لے... میرے ہی سامنے کسی اور پر ڈورے ڈال رہا ہے۔ نہیں، بلکہ کسی اور کے ڈوروں کا شکار ہو رہا ہے... کیا یہ شخص مجھے اس قابل بھی نہیں سمجھتا تھا کہ کبھی مسکرا کے بات ہی کر لے۔'

اس نے گھبرا کر پہلی فرصت میں رائمہ کا فون ملایا۔ اور اس پر اعتبار کرتے ہوئے اپنے اور... کے مابین ڈھکی چھپی ناراضگی اور کشیدگی کا ذکر کیا تو وہ حیران ہونے لگی۔

''اوہ گاڈ ـــــ یہ کیا بے وقوفی چل رہی ہے تم دونوں کے درمیان؟''

''بس یار! ـــــ میری مرضی نہیں تھی نا۔'' وہ بے بسی سے بولی۔

''انہیں اگنور کر کے ان حالوں کو پہنچی ہو تم کہ اب ایک اجنبی لڑکی تمہاری نظروں کے سامنے سے تمہارا حق چھیننے کو ہے۔''

''اوفوہ ـــــ تو میں کون سا معید حسن کو تختی بنا کر تمام عمر کے لئے گلے میں ڈالے پھرنے کو بیٹھی ہوں۔ میں تو صرف یہ پوچھ رہی ہوں کہ معید حسن کو مزہ کیسے چکھایا جائے۔''

وہ معید حسن کو اپنے آگے جھکانے کی تگ و دو میں تھی۔

''مرد کو قابو کرنا کون سا مشکل کام ہے۔ بس ذرا سی دل بستگی اور پھر تم دونوں کا تو رشتہ بھی ہے کہ بے تکلف ہونا کوئی مشکل بات نہیں۔''

وہ شادی شدہ تھی، ایسی ہی ٹپس دے سکتی تھی۔ مگر ضحیٰ کا تو معید حسن کے بارے میں سوچ کر دل خراب ہونے لگا۔

''ایک بار معید حسن کو اپنی محبت میں گرفتار ہونے دو۔ پھر دیکھنا، تمام عمر اس شکنجے سے نہیں...

...گے۔''

...گئی ''گر'' بتانے کے بعد رائمہ مسرت بھرے لہجے میں بولی۔ تب تک وہ تپتے ہوئے چہرے ...ساتھ فون بند کرنے کا سوچ رہی تھی۔

''...ایسی باتوں سے مردوں کو قابو کیا جا سکتا ہے؟''

''...اپنے مرد کو ایسے قابو میں کیا جاتا ہے۔ ذرا سی ناز و ادا دکھانے میں کیا جاتا ہے۔ دنوں میں وہ ...تمہاری محبت ہوں گے۔'' رائمہ پُر یقین تھی۔

...اور وہ تذبذب کا شکار۔

وہ کون سا معید حسن کے عشق میں ڈوبی تھی جو اس کو پانے کے اتنے جتن کرتی۔ وہ تو بس ویرا کی ...اس کی نظر میں آنا چاہتی تھی۔ اسے اپنے ہونے کا احساس دلانا چاہتی تھی اور بس، اس کا مقصد ...ہو جاتا۔

...فون بند کرنے کے بعد وہ آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

...کھلتی ہوئی رنگت، دلکش کٹیلے نقش، شانوں سے قدرے نیچے تک تراشیدہ سلکی بال۔

اس نے اپنا جائزہ لیتے ہوئے اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ پہلے تو انہیں کچھ لمبا کرنے کا ...کرنا چاہئے۔

وہ جانتی تھی کہ معید حسن کو لڑکیوں کا بالوں کی کٹنگ کرانا بالکل بھی پسند نہیں ہے۔

'اب دیکھتی ہوں معید حسن! مجھ سے بچ کے کہاں جاؤ گے۔'

وہ اپنے جائزے سے سو فیصد مطمئن تھی۔

'ویرا تو پانی بھرتی ہے میرے آگے۔ معید حسن! تم میری جانب ایک بار، صرف ایک بار لپکو۔ پھر ...دیکھے تمہیں منہ کے بل گراتی ہوں۔'

...وہ بے حد تنفر سے سوچ رہی تھی۔

...مگر وہ بے وقوف یہ نہیں جانتی تھی کہ محبت فاتح عالم ہے۔ اور اگر وہ اس سحر کا شکار معید حسن سے ...لگی تو کیا ہو گا؟

...تب وہ بچاؤ کے لئے کون سا در کھٹکھٹائے گی؟

●●●●●

''ژالے آفریدی! شرم کرو ـــــ کیوں اپنے روپ کی دشمن ہو رہی ہو؟ بہت بری لگو گی دلہن ...بن کے۔''

اس کی فون کال پاتے ہی بھڑک اٹھا تو دوسری جانب ژالے نے ہنسنا شروع کر دیا۔

''کیا ہے خان! ابھی سے اتنی رومانٹک گفتگو شروع کر دی۔ پہلے بات تو سن لو۔''

''...مرے شاپنگ کے لئے جانا ہو گا تو میری طرف سے مکمل انکار ہے۔ شادی کو دن ہی کتنے رہ ...گئے۔ کچھ تو اپنے میرے درمیان چارم رہنے دو۔'' وہ جیسے بھرا بیٹھا تھا۔

"اوئے ہوئے ——" وہ طنزیہ انداز میں بولی۔ "پتہ نہیں جناب کن خوش فہمیوں …
بیٹھے ہیں۔ ایک ذرا سی فون کال کیا ملالی، موصوف ساتویں آسمان پہ جا بیٹھے ہیں۔ خبردار …
بننے کی کوشش کی تو۔" آخر میں اس کا انداز ڈانٹنے والا تھا۔

وہ اپنا غصہ بھول کے ہنس دیا۔

"اب جو منصب مل رہا ہے، اسی کا رول ادا کروں گا۔"

"اب آئے ہو نا لائن پر۔"

"اب شاپنگ کے لئے مت کہنا —— میں واقعی شادی کے دن تک تم سے نہیں ملنا …
سنجیدہ تھا۔

"اُف شموئیل خان! میں تو تمہیں بہت بدھو سمجھتی تھی۔ مگر اندر سے تم بھی "پورے" …
سی ہنسی کے ساتھ چھیڑتے ہوئے بولی تو شموئیل اس خطاب پر بدک اُٹھا۔

"شٹ اپ۔"

"ارے —— ڈانٹنا بھی آتا ہے تمہیں؟" وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔

"ایک بار تم مل لو مجھے، پھر بتاؤں گا کہ کیا کیا آتا ہے مجھے۔" شموئیل نے دفعتاً دانت …
تو ژالے کا کھنکناتا ہوا قہقہہ اس کی سماعتوں میں رس گھول گیا۔

"اب تو بہت جلد تم سے ملنا پڑے گا شموئیل خاناں!" وہ مدھم لہجے میں کہتی شموئیل خا …
سے احساسات کا شکار کر گئی۔

اپنی اسی مغلوب سی کیفیت نے اسے خشک مزاجی دکھانے پر مجبور کر دیا۔

"اب اگلے آدھے منٹ میں فون کرنے کا مقصد بتا دو ورنہ میں لائن ڈسکنیکٹ کر دوں …

"فضول آدمی —— ڈیڈی جہیز کا سامان بھجوانے سے متعلق پوچھ رہے ہیں کہ کہاں
حویلی یا کہیں اور؟" ژالے نے فوراً اصل مقصد بیان کیا تو وہ اطمینان سے بولا۔

"جہیز تم نہیں لاؤ گی بلکہ مجھے بابا نے جہیز میں ویل فرنشڈ کوٹھی دی ہے۔ جس میں تم رخ …
کے جاؤ گی۔"

"پھر بھی شموئیل! تمہارے گھر والے......" وہ اسے سمجھانے والے انداز میں کہنے لگی …
اس کی بات کاٹ گیا۔

"صرف تم ژالے آفریدی! میرے گھر میں ڈولی سے اترو گی۔ اینڈ دیٹس آل۔" اس کا …
قدر قطعیت لئے ہوئے تھا کہ ژالے کو مزید ضد بیکار لگنے لگی۔

"شکر ہے، تمہیں میری تو چاہت ہوئی۔" ژالے نے گہری سانس بھری تو وہ معنی خ …
بولا۔

"بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں، کچھ انکشافات میں، کچھ بھید بھری حقیقتوں کے کھلنے میں …
زدہ رہ جاؤ گی ژالے آفریدی!"

… اپے خان! لگتا ہے تمہارا دماغ گرم ہونے لگا ہے۔ پھر بات ہوگی۔" وہ دفعتاً ہی ہنستے ہوئے
… ی تھی۔

… ئیل خان نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔

"… ژالے آفریدی ——" وہ کھل کے مسکرایا تھا۔

"… تو پا لیا تم نے مجھے —— اور میں نے تمہیں۔"

… ی سرشاری کی سی کیفیت اس کا گھیراؤ کرنے لگی تو سر کرسی کی پشت پر ٹکاتے ہوئے اس نے
… موند لیں۔

●●●●●

… جھنجلا رہا تھا۔ خود سے اُلجھ رہا تھا۔ لڑ رہا تھا۔

… نہ تو کیا، وہ خود سے ناراض پھر رہا تھا۔

… کیا ہو گیا ہے؟

… پہلی کیفیت تو بے یقینی کی تھی۔

… اس نے صبا میر کے مہکتے پُر لطافت وجود کو اپنے اس قدر قریب پا کر بھی اسے نظر کا دھوکا سمجھ

… گر پھر احساس ہوا کہ یہ ایک اٹل حقیقت تھی —— شاید ماما کی بچے کی خواہش کا اثر۔

… اس نے خود کو بری الذمہ قرار دینے کی ایک مضبوط تاویل گھڑنا چاہی مگر دل و ذہن پر چھائی خمار
… الگی کیفیت نے شدت سے اس تاویل کو رد کر ڈالا۔

"جس وارفتگی اور اپنائیت سے تم نے اسے اپنایا ہے نوفل احمد! اس میں صرف اور صرف محبت کی
… سرشاری تھی۔ اور بس، اس بے قراری میں بے خودی کا شائبہ تھا، نہ کہ دھوکے کا۔"

"تم نے چاہت کو نبھایا ہے نوفل احمد! مجبوری کو نہیں۔"

اس کا دل تو اول روز سے باغی تھا ہی مگر اب ذہن بھی اسی کی تائید کئے جا رہا تھا۔

… سر ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ رہا۔

"… تو صبا میر کو اپنی چاہت، اپنی محبت کی بھنک بھی پڑنے نہیں دینا چاہتا تھا اور کہاں اسے چاہتوں
… اوج دکھا دی۔

"تف ہے تم پر نوفل احمد! —— صبا میر سے ہار گئے؟ —— صبا میر سے؟"

… بہت تکلیف دہ سوچوں کی زد میں تھا۔

… محبت کرنے والے جب شدت سے محبت کی نفی کرتے ہیں تو ایسی ہی تکلیف کا شکار ہوتے ہیں۔

●●●●●

"… ما پلیز! یہ میرا سوٹ بھی پریس کر دینا۔"

… آئرن اسٹینڈ پر کھڑی پریسنگ کا کام نمٹا رہی تھی جب نگین نے آکر سستی سے کہا۔

صبا نے ایک نظر اس کے ہاتھ میں لٹکے سفید سوٹ پر ڈالی اور پھر دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوتے ہوئے بولی۔

"تمہارے تین چار سوٹ میں نے پریس کر دیئے ہیں ــــ ان میں سے کوئی پہن لو۔"

"یہ ــــ یہ پہنوں گی میں؟" نگین نے ہینگرز پر لٹکے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ خوبصورت کلرز اور ڈیزائنز کے گرم سوٹ تھے۔

"تمہارے ہی ہیں۔ تمہاری وارڈ روب میں پڑے تھے۔ میں نے سوچا، پریس کر دوں۔ کب سے ان ہی دو جوڑوں میں پھر رہی ہو۔" صبا اب بھی اسی مصروف انداز میں بولی تو نگین نے تلخی سے کہا۔

"میں اب کلرز نہیں پہنتی۔ تم مجھے یہی سوٹ پریس کر کے دو۔"

"کیوں بھئی، رنگوں سے کیا دشمنی چل رہی ہے تمہاری؟" صبا نے استری بند کر کے اس کی طرف مُڑتے ہوئے مصنوعی حیرت سے پوچھا تو وہ آزردہ ہونے لگی۔

"رنگ تو انس کے ہونے سے تھے صبا! ــــ ہنسی، خوشی، طمانیت سب ان کے ہونے کے نام تھی۔ اب وہ نہیں ہیں تو زندگی بے رنگ ہے۔ فقط آنسو، غم اور بے سکونی۔" اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

"خبردار ــــ خبردار جو تم نے ایک آنسو بھی بہایا تو۔" صبا نے سختی سے اسے ٹوک دیا۔

"کیوں ــــ اب غم میں رو بھی نہیں سکتی میں؟" وہ جیسے اور دُکھی ہوئی تھی۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر رخساروں پر گرنے لگے۔

"بس کرو نگین! خدا کو بھی اتنی ناشکری پسند نہیں۔ غم کرو، مگر ایک حد تک۔ پھر صبر کا مقام ہے۔ اسی غم کی شدت نے تم سے تمہارا بچہ چھینا ہے۔ کبھی سوچا ہے تم نے؟"

صبا نے دکھ کی کیفیت میں گھرتے ہوئے اسے آئینہ دکھایا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"صحیح کہہ رہی ہوں ــــ جانے والے تو چلے جاتے ہیں مگر جو رہ جائیں ان کا بہت خیال رکھنا پڑتا ہے۔ ورنہ خدا ان کا ساتھ بھی چھین لیتا ہے۔"

صبا نے سنجیدگی سے کہا تو وہ پتہ نہیں اس کی بات سمجھی یا نہیں مگر آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے سوٹ استری کرنے لگی۔

صبا گہری سانس لیتی صالحہ بیگم کے ہینگ کئے ہوئے کپڑے اٹھا کر وہاں سے چل دی۔

"صبا کو لے جا کر شاپنگ کرا دینا۔ اور ژالے کے لئے کوئی اچھا سا گفٹ بلکہ شموئیل بھی۔" صالحہ بیگم نوفل سے کہہ رہی تھیں۔

"میں پہلے والے کپڑوں میں سے ہی کچھ پہن لوں گی ماما! بہت اہتمام سے تو جانا نہیں بلکہ جانا بھی مجبوری ہی ہے۔" صبا نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو انہوں نے سوچ کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر بولیں۔

"ژالے اور شموئیل کے کچھ جوڑے بنا لینا میری طرف سے۔ اور گفٹس جو تم لوگ دینا چاہو، تمہاری مرضی ہے۔"

"جی ماما!" نوفل اُٹھ کھڑا ہوا۔

وہ تو یوں بھی کل سے صبا کے سائے سے بھی بچ رہا تھا۔

اور وہ کوئی ننھی بچی تو نہیں تھی، اول روز سے ہی اس کے گریز کو پا گئی تھی۔

مگر وجہ جاننے سمجھنے سے فی الحال قاصر تھی۔

اسے یہی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ نوفل احمد کے کس روپ کو صحیح سمجھے۔

اس کے قرب میں از خود وارفتگی تھی۔ بناوٹ یا دھوکا نہیں تھا۔ پھر کیا بات تھی کہ وہ اس سے گریزاں پھر رہا تھا؟ اور اگر گزشتہ تلخیوں کو بھلا کر اس کی طرف بڑھا تھا تو اب اپنی مہربانیوں کے پَر سمیٹ کیوں بیٹھا تھا؟

وہ گرما گرم چائے کا بھاپ اُڑاتا مگ لئے بیڈ روم میں آئی تو وہ بیڈ پر اوندھا پڑا اضطراری انداز میں پاؤں ہلا رہا تھا۔

"چائے لے لیں۔" صبا نے نرمی سے کہا تو اس کے پاؤں کی حرکت رُک گئی۔ مگر نہ تو وہ پلٹا اور نہ ہی کوئی جواب دینے کی کوشش کی۔

وہ متذبذب سی کھڑی رہی۔

"یہ چائے........" اس نے پھر سے کہنا شروع کیا تھا کہ وہ تلخی سے اس کی بات کاٹ گیا۔

"کہیں رکھ دیں اس آبِ حیات کو۔ پی لوں گا۔"

وہ سناٹوں میں گھرنے لگی۔

کس قدر اجنبی لگا تھا یہ لب و لہجہ سماعتوں کو۔

پرسوں رات کے نوفل احمد سے بالکل جدا۔ وہ تو شاید کوئی اور ہی تھا۔ اس کے کانوں میں میٹھی سرگوشیاں کرتا، اسے اپنی محبت کا یقین دلاتا۔

اس نے چائے کا مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر کور کر دیا۔

وہ اُٹھ بیٹھا تھا۔

صبا ہمت کرتے ہوئے اس سے کچھ فاصلے پر ٹِک گئی۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟"

"کیوں ــــ مجھے کیا ہوا ہے؟" اس نے تیوریاں چڑھائیں۔

صبا نے پل بھر کے توقف سے جیسے کچھ سوچا تھا، پھر بڑے دوستانہ انداز میں بولی۔

"نوفل! آپ کو نہیں لگتا کہ جتنا آپ خود کو مخفی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، اتنے ہی کھلتے جاتے ہیں مجھ پر؟"

نوفل کو لگا اس نے کوئی خنجر چلا دیا ہو۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

تیز لہجے میں کہا تو یہی خیال ہوا کہ وہ جھجک کر چپ کر جائے گی۔ مگر وہ اس کے ہرانداز کی عادی ہو چکی تھی، اطمینان سے بولی۔

"مطلب تو مجھ سے بہتر آپ جانتے ہیں نوفل احمد! جتنا آپ جذبات کو آشکار ہونے سے روکتے ہیں، اتنا ہی مجھ پر کھل کھل جا رہے ہیں۔"

"آپ اپنی حد میں رہیے۔" وہ بھڑکا تھا۔ مگر وہ نہیں رُکی۔

"آپ اپنے نفس کے غلام ہوتے تو اب تک کتنی ہی بار ہمارے مابین موجود فاصلے سمٹ چکے ہوتے۔ آپ کو محبت نے میرے آگے جھکایا ہے نوفل! وہ محبت، جو آپ مجھ سے کرتے تو ہیں مگر اس کی بھنک تک نہیں پڑنے دیتے۔ شاید آپ کی عزتِ نفس اعتراف کرنا گوارا نہیں کرتی۔ مگر میں اچھی طرح جان گئی ہوں۔"

"ہوا میں تیر چلانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔ لمحوں کی بھول کو محبت کا نام مت دیں۔" وہ سنا اتر آیا تو اس کے جذبات کا بھی خیال نہیں کیا۔

صبا دھیرے سے مسکرائی۔

"کسے فریب دے رہے ہیں نوفل؟ — مجھے یا خود کو؟"

نوفل اضطرابی کیفیت میں گھرنے لگا۔ یہ نازک سی، چھوئی موئی سی لڑکی اس کی شخصیت نقاب کرنے کے درپے تھی۔ پہلے ہی وہ اپنی بے خودی پر خود سے چھپتا پھر رہا تھا۔ اور اب آئینہ لئے سامنے آ بیٹھی تھی۔

اور یہ بات نوفل احمد سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

"آپ خوش فہمیوں کا شکار بنے رہنا چاہتی ہیں تو آپ کی مرضی صبا میر! ورنہ آپ کی میرے لئے وہی ہے جو اول روز سے تھی۔ نہ اس سے کم اور نہ زیادہ۔"

وہ جیسے دانت پیس کر بولا تو صبا مدبرانہ انداز میں مسکرائی۔

"فی الحال آپ چائے پی لیں۔ ٹھنڈی ہو جائے گی۔"

"یاددہانی کا شکریہ!" وہ وہاں سے اُٹھ کر ہی چلا گیا تھا۔

صبا متاسفانہ انداز میں ہنس دی۔

'پتہ نہیں نوفل احمد! کس سے بھاگ رہے ہو تم؟ — مجھ سے یا خود سے؟ — الجھی نفسیاتی گرہ ہے جسے نہ تو خود سلجھاتے ہو اور نہ ہی مجھے سلجھانے کی اجازت دیتے ہو۔'

وہ اُداس ہونے لگی۔

●●●●●

"یہ آپ کی چائے۔"

معید نے حیران ہو کر پہلے کپ اور پھر کپ والی کو دیکھا۔ ایک نگاہ گھڑی پر ڈالی۔ وہاں

شام پانچ بج رہے تھے۔

یعنی چائے کا ٹائم تو ہو چلا تھا۔

مگر یہ "انقلاب"، چائے اور ضحیٰ میر۔

اس نے خاموشی سے چائے کا کپ تھام لیا۔

"دراصل سب چائے پی رہے ہیں۔ آپ سو رہے تھے، اس لئے آپ کو ڈسٹرب نہیں کیا۔ اب سوچا آپ کو چائے دے دوں۔ چینی ایک چمچ ہی ڈالی ہے میں نے۔"

وہ وضاحتوں پہ وضاحتیں دیئے جا رہی تھی۔ معید متحیر تھا مگر پھر بھی بظاہر نرمی سے بولا۔

"شکریہ، میرا اتنا خیال کرنے کا۔"

"اس میں شکریہ والی کیا بات ہے؟ — یہ تو میرا فرض ہے۔" وہ مسکرائی۔

معید کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید بے ہوش ہی ہو جاتا۔ ضحیٰ میر کا یہ روپ ہی اتنا غیر متوقع اور ...ا تھا۔ مگر معید صرف اسے گہری نگاہ سے دیکھ کر رہ گیا۔

وہ وہاں سے خود کو لعنت ملامت کرتی اور رائمہ کے مشوروں کو کوستی ہوئی نکلی تھی۔

'یعنی کہ حد ہو گئی۔ اب ضحیٰ میر کو معید حسن کے آگے پیچھے پھرنا پڑے گا۔ اُف' اسے اس سوچ پہ جی بھر کے غصہ آ رہا تھا۔

مٹھیاں بھینچے وہ اِدھر سے اُدھر ٹہل ٹہل کر اپنا غصہ ضبط کرنے کی کوشش میں تھی۔

'لاحول ولا، ایک سو ایک طریقے ہیں لوگوں سے نمٹنے کے۔ اور یہاں مجھے معید حسن سے مقابلہ کرنے کا ڈھنگ نہیں آ رہا۔ بس ایک بار میرا فرمانبردارانہ روپ دیکھ لیں، اس کے بعد معید حسن اور ... کا قصہ اس کا پول کھول دے گا۔ کاش، یہ سب معید حسن کی چاپلوسی کئے بغیر ہو جائے۔' اس نے لمبی سانس بھری۔

"کاش —"

"امتحان میں کامیابی، بیرونِ ملک کا ویزا لگوانا ہو، من کی مراد پانا ہو یا سنگ دل محبوب کو اپنے قدموں میں جھکانا ہو تو میرے بابا جی جھنڈے والی سرکار سے رابطہ کرو آپی! یوں کاش، کاش کرنے سے کچھ نہیں ہونے والا۔"

وجدان نے آتے ہی اپنی دکان کھول لی تھی۔

"ابھی تک تم نے یہ فضول چکر نہیں چھوڑے؟"

"جب تمہارا کوئی بڑا مسئلہ سلجھاؤں گا تب تمہیں یقین آئے گا۔" وجدان نے متاسفانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو وہ اُکتا کر بولی۔

"میرا سب سے بڑا مسئلہ تو فی الوقت معید حسن ہے۔"

"انہیں قدموں میں جھکانا ہے؟" وہ پُرجوش ہوا۔

"نہیں، غائب کرنا ہے۔ کر سکتے ہو؟" ضحیٰ نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ ڈھیلا پڑ گیا۔

"آپی! تم بس اُلٹا سیدھا ہی سوچ سکتی ہو۔ کبھی جو ڈھنگ کی بات کی ہو۔"

"شرم کرو، بات کرنے کا طریقہ دیکھو اپنا۔ پورے دو سال بڑی ہوں تم سے۔"

"تو اس میں تمہارا کیا کمال ہے؟" وہ ڈھٹائی سے کہتا صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔

کچھ سوچ کر وہ اس کے سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ویسے وجی! تم نے ایک بات نوٹ کی ہے ویرا کے متعلق؟"

"ایک نہیں، ایک سو کہو۔ وہ بہت اچھی نیچر کی مالک ہیں، باتیں بہت اچھی کرتی ہیں، کوکنگ میں ماسٹر ہیں، چائے بہت اچھی بناتی ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ہر وقت میرے دوستوں کے لیے چائے بنانے کو تیار رہتی ہیں۔" وجدان شروع ہوا تو ضحیٰ آنکھیں، منہ کھولے اسے دیکھتی رہی اور وہ رُکا تو اسے شدید غصہ آیا۔

"یوں کہو کہ اس آخری پوائنٹ کی وجہ سے تمہیں اس میں سو خوبیاں دکھائی دے رہی ہیں جو اس میں سرے سے ہیں ہی نہیں۔"

"آپی! تم تو چپ ہی رہو۔ بندر کیا جانے ادرک کا مزہ۔" وجدان نے بدلحاظی سے کہا تو ضحیٰ نے اُسے گھورا۔

تب وہ صلح جویانہ انداز میں پوچھنے لگا۔

"اچھا، تم بتاؤ، تم نے جو صرف ایک بات نوٹ کی ہے وہ کیا ہے؟"

اس کی توجہ پا کر وہ پُرجوش سی ہو کر بولی۔

"میں نے یہ بات نوٹ کی ہے کہ وہ غیر ہو کر یہاں ایسے رہ رہی ہے جیسے یہ ہمارا نہیں اس کا گھر ہو۔ بھلا کس بل بوتے پر؟"

"معید بھائی کا ریفرنس کیا کم ہے آپی؟" وجدان نے اطمینان سے کہا تو وہ ڈرامائی انداز میں بولی۔

"وہی تو ـــــ وہ آئی تو مہمان بن کے تھی، مگر اب آہستہ آہستہ اس گھر کی میزبان بننے کے چکروں میں ہے۔"

"تو اچھا ہے نا، جب تک وہ اس گھر میں رہیں، اسے اپنا گھر سمجھ کے رہیں۔" وجدان نے کہا تو ضحیٰ چڑ گئی۔

"جو میں کہہ رہی ہوں، وہ سمجھنے کی کوشش کرو گدھے!"

"اور جو میں کہہ رہا ہوں، وہ تم سمجھنے کی کوشش کرو گدھے کی آپی! ویرا آپا بہت اچھی ہیں۔ اور تم ان کی صلاحیتوں سے جیلس ہو کر مجھے ان سے متنفر کرنے کی کوشش کر رہی ہو تو یو آر فیل۔ کیونکہ وہ ہیں ہی بہت اچھی۔"

وجدان نے بے حد اطمینان سے کہا تو ضحیٰ کا جی چاہا اسے کس کے تھپڑ لگا دے۔ کس قدر ضدی تھا۔ لگ رہا تھا جیسے واقعی اس کے موکل اسے ضحیٰ کے دل کی خبر دے گئے ہوں۔

"دفع رہو تم۔ اور جب وہ معید حسن کو لے کر فرار ہو جائے گی، تب پھر دیکھتے رہنا اس کی نیکیوں کی لسٹ کو۔"

"خدا کو مانو آپی!" وجدان بے اختیار سیدھا ہو بیٹھا۔ "کیوں اُلٹا سیدھا بک رہی ہو؟ نہ تو معید بھائی ایسے ہیں اور نہ ہی ویرا آپا۔ بلکہ وہ تو میرڈ ہیں۔ اور معید بھائی کا تم سے کیا رشتہ ہے، وہ شاید تم بھول چکی ہو۔"

وجدان نے متاسفانہ انداز میں کہا تو وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولی۔

"وہی رشتہ ہی تو نہیں بھولی ہوں، جب ہی تو اتنی تپی ہو رہی ہوں۔ ادھر وہ ویرا آپا ہیں نا تمہاری، اپنے شوہر سے طلاق لے رہی ہیں۔" اس نے جیسے دھماکا کیا تھا۔

"بہر حال، یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ اس پر میں کوئی کمنٹ نہیں دوں گا۔ البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ وہ دونوں ایسے نہیں ہیں جیسا تم اپنے فضول دماغ سے سوچ رہی ہو۔ اور اگر تم آئندہ بھی ایسی فضول باتیں کرتی رہیں تو میں سب کچھ صاف لفظوں میں ابو کو بتا دوں گا۔"

وہ قطعیت سے بولتا ضحیٰ کو زہر سے زیادہ بری چیز لگ رہا تھا۔

"وقت آنے دو، پھر پوچھوں گی تمہیں۔" وہ تلملاتی ہوئی اُٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تو وجدان گہری سانس بھرتا وہیں صوفے پر لیٹ گیا۔

●●●●●

وہ صبا کی طرف آیا تو راستے ہی میں ادینہ نے اسے روک لیا۔

"کہاں ہوتے ہو عماد! ـــــ ملتے ہی نہیں۔" وہ شکوہ کرنے لگی۔

عماد مسکرا دیا۔

"فون پر روزانہ آدھی ملاقات تو ہو جاتی ہے۔"

"کم آن ـــــ فون کال، ملاقات کا نعم البدل تھوڑی ہو سکتی ہے۔" وہ ناراضگی دکھا رہی تھی۔

"بس ذرا مصروفیت رہی۔ مگر دیکھو، آج فرصت ملتے ہی چلا آیا ہوں۔" وہ اُسے بہلا رہا تھا۔

ادینہ کو کچھ خیال گزرا۔

"صبا سے ملنے آئے ہو؟"

"ظاہر ہے۔"

وہ مسکرایا۔ ذہن کے پردے پر ایک اور چہرہ دکھائی دیا۔ مگر وہ سر جھٹکتا ادینہ کی طرف متوجہ ہو گیا جو کہہ رہی تھی۔

"صبا تو شاپنگ پر گئی ہے۔ اس سے تو ملاقات نہیں ہو سکتی۔"

"تو چلو، آج آنٹی سے مل لیتا ہوں۔" عماد نے کہا تو وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے ناز سے بولی۔

"آج تم میری میزبانی سے لطف اُٹھاؤ۔ بہت اچھی چائے پلاؤں گی۔"

"پھر کبھی سہی ادینہ! ابھی اتنا وقت نہیں ہے۔"

عماد نے اسے ٹالنا چاہا۔ مگر وہ ناراض ہونے لگی۔

"ابھی تم صبا سے ملنے جاتے تو کیا اتنی دیر بھی نہ رُکتے؟"

"اُفوہ ـــــ ایک تو تم ضدی بہت ہو۔" عماد کو ہار مانتے ہی بنی۔

"ابھی آپ نے میری ضد دیکھی ہی کہاں ہے جناب!" وہ ہنسی اور اسے ساتھ لئے انیکسی کی طرف چل دی۔ اسے یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں باتوں کی آواز سن کر اندر سے صبا ہی نہ جھانک لے جسے اپنے تئیں وہ شاپنگ کے لئے بھجوا چکی تھی۔

زرینہ بیگم بھی عماد کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ انہوں نے ہی اس کے لئے چائے بنائی۔ ایرج بیٹھی باتیں ہی بگھارتی رہی۔

عماد کو اس کے نازنخرے بہت شدت سے محسوس ہو رہے تھے۔

ایک گھنٹے بعد جب وہ وہاں سے نکلا تو شام پڑ رہی تھی۔ وہ اندر جانے کا ارادہ ملتوی کرتا ہوا سے گاڑی لے کر نکل گیا۔

نوفل احمد نے گاڑی میں عماد کی بہت واضح جھلک دیکھی تھی۔

وہ اندر آیا تو پہلا ٹکراؤ صبا ہی سے ہوا۔

"چائے پئیں گے؟" صبا نے پُر محبت نگاہ اس بے مہر پر ڈالی۔

"نہیں ـــــ ابھی ضرورت نہیں ہے۔" اس کی سرد مہری کسی اور کو تو نہیں مگر صبا کو بہت بُری طرح محسوس ہوتی تھی۔

وہ دل مسوس کر رہ گئی۔

جانے کیسی گتھیاں تھیں اس شخص کے ذہن و دل میں جنہیں نہ تو وہ خود سلجھاتا تھا اور نہ ہی انہیں سلجھانے کی اجازت دیتا تھا۔

مگر رات سونے سے پہلے اس کا استفسار صبا کو الرٹ کر گیا۔

"شام کو کون آیا تھا؟"

"کب؟ ـــــ کوئی بھی تو نہیں۔"

جیسا سرسری سوال تھا، صبا نے جواب بھی اسی انداز میں دیا اور تکیہ سیدھا کرنے لگی۔

"میر ہاؤس والوں میں سے کون آیا تھا؟" اب کی بار کئے جانے والے سوال نے صبا کو ہونے پر مجبور کر دیا۔

"کوئی بھی نہیں آیا۔"

"آپ سے ملنے بھی نہیں؟"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" صبا قدرے حیران ہوئی تو وہ اسی انداز میں بولا۔

"آپ بچی نہیں ہیں کہ میں آپ کو ڈکٹیٹ کراتا پھروں۔ خوب سمجھ رہی ہیں کہ میں کس کی بات کر رہا ہوں۔"

"میں ابھی بھی نہیں سمجھی۔"

"صبا میر! مجھے بے وقوف سمجھنے یا بے وقوف بنانے کی کوشش مت کریں۔ جو کھیل آپ میرے ساتھ کھیل رہی ہیں، میں اس سے اول روز سے واقف ہوں۔"

وہ اس کی بے نیازی پر سلگا تو صبا کی آنکھیں حیرت سے پھیلنے لگیں۔

"یہ کیسی پہیلیاں کہہ رہے ہیں آپ؟ ـــــ سیدھی طرح بات کیوں نہیں کرتے؟" وہ اُلجھ کر پوچھنے لگی۔

نوفل چند لمحوں تک تیز نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"عماد آیا تھا یہاں؟"

"نہیں۔" اس کے سوال کے جواب میں صبا نے سوچے بغیر سچ بتا دیا تو نوفل احمد کے اندر پھر سے زہر گھلنے لگا۔

"وہ یہاں آیا تھا محترمہ! ـــــ آپ سے ملا بھی، لیکن آپ پھر بھی منکر ہیں۔"

"میں بھلا کیوں منکر ہونے لگی؟ اگر وہ آئے ہوتے تو بھلا آپ سے چھپانے والی اس میں ایسی کون سی بات تھی؟" صبا کا مارے تحیر کے برا حال تھا۔

اب یہ کون سا نیا باب کھول بیٹھا تھا وہ۔

"یہی تو میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ سچ کب بولنا شروع کریں گی؟" وہ تلخی سے کہتا صبا کا ضبط آزما گیا۔

"جب آپ سچے ہو جائیں گے۔ خود سے بھی اور مجھ سے بھی۔" وہ بھی قدرے غصے سے کہتی اپنی جگہ پر دراز ہو گئی۔

"خدا کا شکر ہے میرے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں۔" وہ فی الفور بولا تو صبا نے جل کر کہا۔

"تضاد کا اصل مطلب ہی میں نے آپ جناب کی باتوں سے پایا ہے۔"

"جھوٹے کو ساری دنیا ہی جھوٹی لگتی ہے۔" وہ اطمینان سے بولا تھا۔

"مجھے کسی سے کوئی چوری نہیں اور نہ ہی خدا کے سوا کسی کا ڈر ہے کہ میں خوامخواہ جھوٹ بولتی پھروں۔ اور رہی بات عماد بھائی کی تو اگر وہ مجھ سے ملنے آئے بھی ہوتے تو میں بطور خاص آپ کو تو کبھی بھی نہیں بتاتی۔" صبا اس کی باتوں پر سلگ اُٹھی۔

نوفل نے سرخ ہوتی آنکھیں اس پر جمائیں۔

"تو پھر اب کوئی فیصلہ بھی کیوں نہیں کر لیتیں؟"

"کیسا فیصلہ؟" صبا کا دل زور سے دھڑکا۔

"اپنی من مرضی کی زندگی گزارنے کا فیصلہ۔ اس ان چاہی زندگی سے چھٹکارا پانے کا فیصلہ۔ کچھ میری سانسیں بھی آسان ہونے دیں۔" وہ سرد مہری سے بولا تو صبا کو لگا وہ سرتا پا برف سے ڈھک گئی ہو۔

یہ کیسا سربستہ راز تھا؟ ـــــ ابھی چند روز پہلے ہی تو وہ پورے چاند کی رات آئی تھی جب ا
کے پوری طرح سے نفی ہوتے وجود کو نوفل نے آکاش پر جا بٹھایا تھا۔
اسے اس کے ہونے کا احساس کچھ اس طرح سے دلایا کہ وہ زندگی کی سچائیوں پر ایمان لے
آئی۔ اور اب یہ آزادی کا اِذن، یا پھر موت کا پروانہ۔

"اور آپ کا اُس رات کا روپ، اسے میں کیا سمجھوں نوفل احمد ـــــ؟" وہ اُٹھ کر بیٹھتے ہو
پھنکاری تھی۔

نوفل کی آنکھوں میں اترتی سرخی بڑھ گئی۔

"وہ صرف میری ماں کی خواہش تھی۔ پتہ نہیں کیوں میں وہ پاگل پن کر بیٹھا۔ انہیں میری اولا
کی خواہش ہے، اور میں ان کی کسی خواہش کو ٹھکرا نہیں سکتا۔"

"بہت خوب۔" صدمے کے باعث وہ بہت دیر کے بعد بولنے کے قابل ہوئی تھی۔

"بہت اچھے جا رہے ہیں نوفل احمد! آپ۔ اتنے استحقاق سے اپنا حق بھی وصول کر لیا اور م
پر سودرے کہ ناک بھی نیچی نہیں ہونے دے رہے۔ اب بتائیں مجھے، کہاں جاؤں میں آپ کو چھو
کر؟ اور اگر مجھے یوں اِذنِ آزادی ہی دینا مقصود تھا تو پھر اس رات وہ کھیل کھیلنے کی کیا ضرورت تھی
اولاد تو کوئی بھی عورت پیدا کر سکتی ہے۔ پھر مجھے ـــــ مجھے آپ نے کیوں ـــــ" تکلیف کے
احساس میں گھر کے کہتے ہوئے اس کی آواز رندھ گئی تو وہ لیٹتے ہوئے کروٹ بدل گئی۔

نوفل احمد نے چند ثانیے یوں ہی بیٹھے رہنے کے بعد لائٹ آف کی اور اپنی جگہ پر آکر دراز ہو
گیا۔ اندھیرے میں جیسے اس کی تمام تر حسیات پگھلنے لگیں۔

'تمہیں کیسے کہوں صبا میر! کہ اپنی تمام تر بے وفائی کے باوجود تم میرے دل میں کتنا خاص مقا
رکھتی ہو۔ اور کوئی بھی عورت میرے لئے صبا میر نہیں ہو سکتی۔'

وہ اندھیرے میں خود سے اعتراف کر رہا تھا۔

جھگڑ رہا تھا۔

مگر یہ تمام حقیقت اس سے شیئر نہیں کر پایا جو اس سے محض چند انچ کے فاصلے پر لیٹی اپنی قسمت
پر نوحہ کناں تھی۔

●●●●●

دروازے پر دستک ہوئی تو آئینے کے سامنے کھڑے گیلے بالوں کو تولیے سے خشک کرتے معید
حسن کی 'لِس' میں بہت بے توجہی تھی۔

دروازہ جیسے بہت سوچ بچار کے بعد کھولا گیا۔

وہ آئینے میں ضحیٰ میر کی شبیہہ دیکھ کر حیران تو ہوا مگر اپنی حیرت دباتے ہوئے بولا۔

"اس صدی کا انقلاب ہے یہ تو۔ ضحیٰ میر کو کب سے کسی کام کے لئے میری اجازت کی ضرورت
پڑ گئی؟"

اس کے طنز کو ضحیٰ نے بہت حوصلے سے پیا اور دوپٹے کا کونا مروڑتے ہوئے مدھم لہجے میں بولی۔

"وہ ـــــ آپ سے ایک کام تھا۔"

"مجھ سے ـــــ؟" وہ پورے کا پورا اس کی طرف مڑ آیا۔ لب و لہجے میں بھرپور تمسخر تھا۔

ضحیٰ کا جی چاہا لعنت کے چار حرف بھیج کر اپنی راہ پکڑے۔ ہائے، مگر مجبوری۔

"جی ـــــ دراصل مجھے رائمہ کی طرف جانا ہے۔" اس کا انداز اب بھی بہت مودبانہ تھا۔

معید کو اُلجھن ہونے لگی۔

یہ ضحیٰ کا کون سا انداز ہے، کون سا روپ ہے۔

وہ جو اس سے متنفر، ہر پل اس کا تیا پانچا کرنے کو تیار بیٹھی رہتی تھی۔

اور اب یہ ـــــ

تو کیا عمر کا فلمی والا باب بند ہونے کو ہے؟

وہ متحیر تھا۔

اس کی بات کے جواب میں صفا چٹ انداز میں بولا۔

"رائمہ کی تو شادی ہو چکی ہے۔ اب اس کے ہاں جانے کی کیا تک بنتی ہے؟"

"شادی ہونے سے دوستی تو ختم نہیں ہو جاتی۔" اندر سے پیچ و تاب کھانے کے باوجود وہ نرمی
سے بولی تو معید نے کہا۔

"مگر اس کی سسرال کا معاملہ تو ہے نا۔"

"وہ اپنی امی کے ہاں آئی ہوئی ہے۔" ضحیٰ نے جلدی سے بتایا مبادا وہ کوئی اور دفعہ عائد نہ
کر دے۔

"تو جی کہاں ہے؟" وکیل صاحب کی جرح کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور ادھر ضحیٰ میر جیسی متلون مزاج
ضبط آزما رہی تھی۔

"تائی جان کہہ رہی ہیں کہ مجھے آپ کے ساتھ جانا چاہئے۔" وہ بھولپن سے کہنے لگی تو معید نے
حیرت آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"اور تم مان گئیں؟"

"تو اور کیا کرتی؟" معصومیت میں کچھ اور اضافہ ہوا۔

اسے علم تھا کہ وہ ویرا کے ساتھ کہیں جانے کو تیار ہو رہا ہے۔ ایسے میں یہ اسے گولڈن چانس
تھا۔

معید نے اُسے ٹرخایا۔

"ابھی تو میں فارغ نہیں ہوں۔ کسی سے کمٹ منٹ ہے میری۔"

"کسی سے کیا۔ صاف کہیں کہ ویرا سے کمٹ منٹ ہے آپ کی۔" اب کی بار وہ تیکھے انداز میں
بولی تو معید نہ چاہتے ہوئے بھی بغور اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

"ہاں، مگر تمہیں کیا اعتراض؟" اب کی بار معید نے دھیان سے پوچھا تو وہ اطمینان سے بولی۔

"مجھے کیا اعتراض ہونا ہے۔ آپ چاہے ویرا کے ساتھ کمٹ منٹ نبھائیں یا کسی ایکسٹرا سے۔ مجھے تو فی الوقت اپنے مسئلے کا حل چاہئے۔"

"بے کار کی بحث مت کرو......" وہ ناگواری سے کہنے لگا تھا کہ وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بول اٹھی۔

"اور اگر آپ کو کوئی بہانے بازی کرنا ہی ہے تو اپنے والد محترم کے سامنے کریں، جن کے سامنے بلکہ سینکڑوں گواہوں کے سامنے آپ نے میری ذمے داری اٹھائی ہے۔"

یہ پہلا موقع تھا کہ ضحیٰ نے اپنے اور اس کے مابین رشتے کو اس طرح استعمال کیا تھا۔

یہ معید کے لئے ایک اور جھٹکا تھا۔

"بڑی جلدی خیال آ گیا تمہیں اس بات کا۔"

وہ سنبھلتے ہوئے طنزاً بولا تو ضحیٰ نے کہا۔

"آ تو گیا نا ____ میں نے سوچا کہ میں اس زبردستی کے بندھن میں بندھنے کے بعد کیوں پتی ورتا کا روپ دھارے رہوں۔ کچھ آنچ آپ تک بھی تو پہنچنی چاہئے۔ آپ بھی تو نبھائیں اس بندھن کی ذمہ داریاں۔"

معید فی الفور بات کی تہہ تک پہنچا۔

"اوہو ____ تو اب تم مجھے اس طرح تنگ کرنا چاہتی ہو۔"

"یہ تو آپ کو یہ "گیم" کھیلنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا۔"

ضحیٰ نے طنز کیا تو وہ صفاچٹ انداز میں بولا۔

"بہر حال، میرے لئے میری کمٹ منٹ زیادہ اہم ہے۔"

"تو پھر یہ بات آ کر اپنے والد محترم کو بتا دیجئے، میں انہی کے پاس بیٹھی ہوں۔" وہ اس کا جلانے والے انداز میں کہتی چلی گئی۔

معید حسن کئی لمحوں تک لب بھینچے کھڑا کچھ سوچتا رہا۔

درحقیقت اسے ضحیٰ پر غصہ آ رہا تھا۔

اس کی باتوں سے لگ رہا تھا کہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس وقت وہ ویرا کے ساتھ کہاں ہے پھر بھی اس طرح کی پروگرامنگ سیٹ کر لینا، یہ اتفاق نہیں بلکہ سوچی سمجھی سازش ہی تھا۔

وہ انہی سوچوں میں الجھتا لاؤنج میں آیا تو وہاں ضحیٰ بیگم پورے طمطراق کے ساتھ براجمان تھیں وہ تایا جان کے پاس آ بیٹھا۔

"لو بھئی، معید تو بالکل تیار ہے۔" تایا جان خوش ہوئے تو معید نے ایک تیکھی نگاہ ضحیٰ کی زیر لب مسکراہٹ پر ڈالی۔

"کہاں جانے کے لئے بڑے ماموں؟"

"بھئی ضحیٰ کو اپنی دوست کے ہاں جانا ہے۔" انہوں نے اطمینان سے کہا تو وہ دبے لفظوں میں بولا۔

"تو اسے پہلے بتانا چاہئے تھا۔"

"تو اب کون سا اس نے اپنی رہائش تبدیل کر لی ہے، وہیں رہ رہی ہے۔" ضحیٰ نے بڑی معصومیت سے لقمہ دیا تو معید کا جی چاہا اسے ایک جڑ دے۔

کتنے اطمینان سے اسے بے اطمینان کر رہی تھی۔

"اوہو، اس نے کون سا اتنی دور جانا ہے۔ اور ویسے بھی تمہارا آج آف ڈے ہے۔" تایا جان نے بات ہی ختم کر دی تو وہ محض، جی کہہ کر رہ گیا۔

مگر سارا غصہ باہر گاڑی میں بیٹھ کر اس نے ضحیٰ پر اتارا۔

"اتنی ہمت تھی تو وہاں تایا جان کے سامنے انکار کرتے۔ میں نے تو ایک سے دوسری بار آپ کو نہیں کہا۔" وہ مطمئن تھی۔ شاداں و فرحاں۔

"تم ____ فتنی ہو پوری۔" وہ دانت کچکچا کر رہ گیا۔

"اف ____ "ضحیٰ کو تو مزہ ہی آ گیا۔ وہ کھل کر ہنسی۔ "اب آئے ہیں نا لائن پر۔ بڑے بیبے بچے کا امیج بنایا ہوا تھا آپ نے۔ اب پتہ چلے گی سب کو آپ کی اصلیت۔"

"کیا ____ کیا ہے میری اصلیت؟" وہ جیسے اسے کاٹ کھانے کو دوڑا۔

"یہی ہے آپ کی اصلیت۔ کبھی تایا جان کے سامنے میرے ساتھ اس انداز میں بات کریں تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔" ضحیٰ نے اطمینان سے کہا۔

"اور تم ____ اپنے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا تم اس بندھن میں ایک "گیم" کے طور پر نہیں بندھی ہو؟ کیا تمہیں بھی فقط دو سال گزرنے کا انتظار نہیں ہے؟ اور اگر بڑے ماموں کو اس "کاغذی کارروائی" کا علم ہو جائے جو تمہارے، میرے مابین تمہاری مرضی سے طے پائی ہے تو تب تم اپنے متعلق کیا کہو گی؟" وہ ایک دم سے بھڑک اٹھا تھا۔

"تو میں نے کب منع کیا ہے؟ بتا دیں جا کر تایا جان کو۔ بلکہ سب کو کہ میں عمر کاظمی کے انتظار میں ہوں۔"

وہ اسے مزید سلگانے کو اطمینان سے بولی تو وہ دانتوں پر دانت جما کر رہ گیا۔

جبکہ اسے اچھی طرح کلسانے کے بعد ضحیٰ اب آرام سے ڈیش بورڈ میں رکھی سی ڈیز چیک کرنے لگی۔

●●●●●

آج دھرتی پر دو ستاروں کا ملن ہو رہا تھا!

ژالے آفریدی اور شمائل خان آفریدی۔

محبت کے آسمان کے دو ستارے جو باہمی کشش کی بدولت آج دھرتی پر ایک ہو رہے تھے۔

من کرتا ہے

آج روپہلی چنری اوڑھوں

زرد بسنتی مالا پہنوں

شوخ چمکتا گجرا ڈالوں

تازہ تازہ گجرا پہنوں

مہندی سے بھرپور سجاؤں

خس میں اپنا آپ بساؤں

نین اٹھا کے نین جھکا کے

دھیرے سے مسکاؤں

اپنے خواب کسی کو دے کر

چپکے سے کھو جاؤں

ژالے آفریدی بے حد خوش تھی۔

اور صبا میر بے حد حیران۔

وہ آج صبح ہی سے ژالے کے پاس تھی اور اس دوران اس پر کیا کیا انکشافات نہیں ہوئے تھ

"پتہ ہے صبا! پچھلے کتنے سالوں سے میں اس خان کے پیچھے مر رہی ہوں۔ اور اگر کبھی اظہا بھی تو دل کی خبر نہیں ہونے دیتا تھا۔ مگر دیکھ لو، سچی محبت کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ بالآخر میرے دل مکیں ہونے جارہا ہے۔"

"تم ــــ تم شموئیل بھائی سے؟" صبا مارے تحیر کے بول اُٹھی۔

ژالے کا دھیان اس کی طرف نہیں تھا۔

"تمہارا کیا خیال تھا کہ میری کنپٹی پر پستول رکھ کر یہ فیصلہ لیا گیا ہے؟" وہ ہنسی تھی۔ بے شفاف اور معطر ہنسی۔ ستاروں جیسی جگر جگر کرتی آنکھیں۔

وہ کہیں سے بھی تو محبت میں لٹی پٹی نہیں لگ رہی تھی۔

"اور نوفل ــــ میرا مطلب ہے کہ نوفل کے لئے تمہاری فیلنگز......" وہ جھجک سی گئی۔

ژالے زور سے ہنسی۔

"کم آن صبا! اگر میں کبھی بھی نوفل میں انوالوڈ ہوتی تو اب تک ہم شادی کر چکے ہوتے۔ بھلا رکاوٹ تھی درمیان میں۔ بلکہ تم تو بہت بعد میں آئی ہو۔ ہم نے تو سالوں کی دوستی نبھائی ہے دراصل نوفل اور دنیا کا باشندہ تھا۔ اس کی پسند ناپسند میں بہت شدت پسندی تھی۔ اسے صبا میر چا تھی، اور وہ اس نے حاصل کر لی۔"

ژالے کا انداز اسے چھیڑنے والا تھا۔

مگر دکھی کو تو ہر چوٹ اپنے زخم پر ہی لگتی محسوس ہوتی ہے۔ اسے بھی یہی محسوس ہوا۔

نوفل احمد، ژالے کو نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی کبھی اس کا تمنائی رہا۔ مگر پھر بھی صبا میر کو اس نے کیا تھا۔ محض تمکین کا گھر بچانے اور بنانے کے لئے۔

مگر وہ اس کا بے خودی میں اعتراف محبت کرنا۔

وہ اُلجھن میں تھی۔

ژالے اپنی خوشی میں بے حال تھی۔ وگرنہ آج ہر بات مکمل کے اس کے سامنے آ جاتی۔

اسے علم ہو جاتا کہ نوفل احمد بھی دنوں اس کے پیچھے پاگل رہا ہے۔

اسے اپنی محبت کی کسوٹی پر پرکھتا رہا ہے۔

مگر نادان تھا۔

سمجھتا نہیں تھا کہ زندگی میں بہت زیادہ ناپ تول کرنے والے اکثر کمی بیشی کا شکار رہتے ہیں۔

●●●●●

"نوفل! یار، میں بہت نروس ہو رہا ہوں۔"

دُولہا بنتے ہوئے شموئیل خان نے کوئی گیارہویں مرتبہ کہا تو نوفل کو ہنسی آ گئی۔

"فکر نہ کرو ــــ پہلی مرتبہ دُولہا بنتے وقت سب ہی نروس نیس کا شکار ہوتے ہیں۔"

"مگر میں تو پہلی مرتبہ دُولہا نہیں بن رہا۔" وہ صاف گوئی سے بولا تو نوفل نے کہا۔

"پہلی دفعہ دل میں یہ جذبات جو نہیں تھے۔ من چاہی زندگی کو پانے کا نشہ تو نہیں تھا۔"

"ہاں ــــ یہ تو ہے۔" وہ تسلیم کرتے ہوئے کہنے لگا۔ "تب تو پوری دنیا کو آگ لگانے کو دل رہا تھا اور اب یہ صورت حال ہے کہ دل میں ایک آگ بھڑک رہی ہے۔ یار! مجھے تو ژالے کا سامنا کرنے کے خیال ہی سے گھبراہٹ ہو رہی ہے۔"

اور واقعی شموئیل خان کے تاثرات ایسے تھے کہ جنہیں دیکھ کر نوفل ہنسا اور پھر ہنستا ہی چلا گیا۔

"ہاں، ہاں تم نہیں مذاق اُڑاؤ گے تو اور کون اُڑائے گا۔ یار دوست ایسے ہی موقعوں کے لئے تو ہوتے ہیں۔" شموئیل برا مان گیا تھا۔

"ابے ڈفر! اتنا پریشان تو اپنی شادی پر لڑکیاں ہوتی ہوں گی۔ ژالے تو ہرگز نہیں ہو گی۔ بلکہ وہ تو یاد کر رہی ہو گی ڈائیلاگز، جو تجھ سے پہلی رات کو بولنے ہیں۔ کیونکہ اسے پتہ ہے کہ تُو کتنے پانی میں ہے۔"

"بکواس مت کر ــــ نوفل اوئے ــــ" شموئیل اس کا مذاق سمجھ کر جھینپا تھا۔

"سن، میری ایک بات یاد رکھنا شموئیل خان! خانگی زندگی کی بنیاد باہمی اعتبار و اعتماد پر رکھنا۔ تاکہ زندگی کی عمارت خوب صورت اور مکمل بنے گی۔ اس پہلی رات ہی کو گولڈن نائٹ نہیں سمجھنا بلکہ زندگی کی ہر رات کو گولڈن نائٹ ہونا چاہئے۔ سب سے پہلے میاں بیوی میں دوستی، اس کے بعد پیار اور پھر خانگی رشتہ ہو تو اس سے بہتر ریلیشن شپ اور کوئی نہیں۔" نوفل نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تو شموئیل نے سر ہلا دیا۔

"مان لیتا ہوں۔ تم مجھ سے سینئر ہو، اور تجربہ کار بھی۔ ایسی ہی چکنی چپڑی باتیں کر کے بھابی کا دل جیتا ہوگا۔"

"اچھا یہ بتاؤ، حویلی سے کون کون آچکا ہے؟" نوفل نے یکلخت ہی موضوع بدل دیا تھا۔

"بابا جان تو پہلے ہی سے یہیں تھے۔ بی بی جان اور دو بھابیاں آئی ہیں فرمان لالہ کے کچھ کزنز ہیں۔ بس یارا! بہت لمبا چوڑا سلسلہ نہیں ہے۔ مجھے تو بس ژالے آفریدی چاہئے" آواز ہی میں نہیں، آنکھوں میں بھی اپنی چاہت کو پالینے کا نشہ تھا۔

اور آج تو وہ اپنی عروسِ جاں کو لینے جا رہا تھا۔ کیوں نہ بن پیے بہکتا۔

نوفل نے اسے نظر لگ جانے کے ڈر سے نگاہ چرائی۔

اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور چہرے کی تمتماہٹ قابلِ دید تھی۔

(خدا کرے شموئیل خان! تمہاری خوشیوں کو کسی حاسد کی نظر نہ لگے اور تم ہمیشہ اتنے ہی مطمئن رہو جتنے کہ آج ہو)

اس نے سچے دل سے اس کے لئے دعا کی تھی۔

مگر تمام دعائیں مستجاب کہاں ہوتی ہیں؟

شاید نوفل کی یہ دعا بھی واپس پلٹ آئی تھی۔

●●●●●

"دو ستاروں کا زمین پر ہے ملن آج کی رات"

آرکسٹرا بے حد خوبصورت دھن بجا رہا تھا۔

ایجاب وقبول کے بعد نکاح کا فریضہ ادا ہوا تو تمام لوگ کھانے کے لئے اٹھ گئے۔

دودھ پلائی کی رسم میں شموئیل نے صبا کو ژالے کی بہن قرار دیتے ہوئے گولڈ کا بھاری ... دیا تھا۔

"آج تو ان سے دنیا کی کوئی بھی شے مانگ لو" اس کے کسی کزن نے شرارت سے ... برجستہ بولی۔

"ان کے پہلو میں جو گراں قدر شے بیٹھی ہے، اس کے آگے بھلا انہیں کچھ بھی دینے سے انکار ہوسکتا ہے۔"

نوفل نے ایک گہری نگاہ اس پر ڈالی۔

اس کی ناپسندیدگی کے باوجود وہ آج بھی سیاہ بارڈر والی خوب صورت ریڈ ساڑھی میں اور درحقیقت دل میں اتر رہی تھی۔

بے حد پُر وقار اور دلنشین۔

وہ تو نگاہ ڈال کر پچھتایا۔

نظر پلٹی تو یوں کہ تشنہ لب، بار بار پلٹ کر اسی جفاجو کی طرف اٹھتی رہی۔

مگر بے خبر تھی—— یا شاید بے خبری کی اداکاری کر رہی تھی۔

●●●●●

رسمیں چونکہ میرج ہال ہی میں ادا کر لی گئی تھیں اس لئے رخصتی کے بعد ژالے کو شموئیل کے ... کوٹھی میں جانا تھا جو گلریز خان نے تحفے میں ژالے کے نام کی تھی۔

... مہمان رخصت ہوئے تو باقی صرف شموئیل خان کے بابا جان، بی بی اور ژالے کے علاوہ صبا ... ہی رہ گئے۔

... سیدھے سجی سجائی دولہا دلہن کے انتظار میں محو کوٹھی میں آئے جہاں نوکروں کی قطاریں ...ال میں کھڑی تھیں۔

ژالے کو اندر پہنچا کر نوفل کا اشارہ پاتے ہی صبا اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم تو ٹھہرو۔" بولڈ سی ژالے آفریدی بھی بوکھلا سی گئی تھی۔

نوفل ہنسا۔

"بھئی تم دونوں عاقل اور بالغ ہو، سمجھدار ہو۔ پھر میری مسز کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟"

"بہت خبیث ہو نوفل! بعد میں پوچھوں گی تمہیں۔" وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

نوفل اسے لئے بہ مشکل واپسی کی اجازت پا کر وہاں سے نکلا تھا۔

"اُف——"

کمرے میں داخل ہو کر دروازہ لاک کر کے شموئیل خان اس کے سامنے بستر پر یوں گرا جیسے ...لوں پیدل چل کے آیا ہو۔

"کہتے ہیں کہ شادی کرانا بہت آسان کام ہے۔ ابھی تو اتنے سارے مراحل باقی ہیں، اور میرا ...ے حال برا ہو رہا ہے۔" وہ معنی خیزی سے کہتا دونوں گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹے آنکھیں موندے ...

...الے کا دل دھڑکا گیا۔

...زندگی میں کبھی اس قدر مشرقی انداز میں تیار نہیں ہوئی تھی۔ خوب صورت میک اپ اور جدید ...کے گہنوں سے سجی وہ آسمان سے اتری اپسرا لگ رہی تھی۔

...س پر نگاہ جمائے بیٹھے شموئیل کی آنکھوں میں خمار اترنے لگا۔

...کے قریب ہوتے ہوئے اس کا حنائی ہاتھ تھام کر شموئیل خان نے پہلی مُہر محبت ثبت کی تھی۔

...تِ جذبات سے ژالے کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

(اے خدا، تیرا شکر ہے۔ تُو بہت رحیم و کریم اور نوازنے والا ہے) اُس کا دل سجدۂ شکر بجا لایا۔

... کی زندگی کی سب سے بڑی چاہت آج پوری ہوگئی تھی۔

"...ب خود سے آنکھیں کھولو گی یا میں کچھ کوشش کروں؟"

... کی شرارت سے پُر آواز ژالے کو بہت قریب سے آئی تو اس نے آہستہ سے پلکیں اٹھا کر ...ر شبِ زفاف کی پہلی نگاہ ڈالی۔

''کیسا لگ رہا ہوں تمہارا دُولہا بن کر؟'' وہ بے حد خوش تھا۔

ژالے نے بمشکل ہنسی کو مسکراہٹ میں ڈھالا۔

''آج کی رات تو بیوی کی تعریف کی جاتی ہے، نہ کہ شوہر اپنی تعریفیں کراتا ہے زبردستی۔''

''بھئی بیوی! بات یہ ہے کہ شوہر تو ساری زندگی ہی بیوی کی جھوٹی سچی تعریفیں کرتا رہتا ہے کم از کم گولڈن نائٹ ہی میں شوہر ہی کی تعریف کر دی جائے تو ساری عمر کے لئے اس بے چارے کا مورال ہائی ہو جائے۔'' وہ شرارت پر آمادہ تھا۔

ژالے بے ساختہ ہنسی تو وہ اسکے قریب ہوا اور وہ کھسک کر پیچھے۔

''پاس سے دیکھنے دو گی تو ہی مکمل تعریف کروں گا نا۔'' وہ بے حد معصومیت سے بولا تو ژالے کی پلکیں بوجھل ہونے لگیں۔ دل اس قدر شدت سے دھڑکا کہ وہ گھبرا گئی۔

''اور میری منہ دکھائی؟'' اسے روکنے کا ایک ہی طریقہ یاد آیا۔

''پورے کا پورا شموئیل خان آفریدی۔'' وہ اطمینان سے کہتا اسے تفاخر میں مبتلا کر گیا۔

''اب کیا خیال ہے، تھوڑا پاس آنے کی اجازت ہے؟'' وہ شرارت سے پوچھنے لگا تو ژالے نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

''میرا میک اپ خراب ہو جائے گا شموئیل!''

''ارے، ایسی کی تیسی تمہارے میک اپ کی۔''

شموئیل نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنی مضبوط مٹھیوں میں جکڑا تو ژالے کی زندگی سے بھرپور خوب صورت ہنسی کمرے میں گونج اُٹھی۔

اسی وقت ان کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا تو وہ دونوں ہی چونک گئے۔

اسی اثناء میں دروازہ پھر سے بجا۔

''یہ کون ہے جسے یہ نہیں پتہ کہ آج ہماری گولڈن نائٹ ہے۔'' شموئیل بڑبڑاتے ہوئے اُٹھا تھا۔

دروازہ کھولا تو سامنے ملازمہ کو کھڑے پا کر اسے غصہ آیا۔

''کیا مسئلہ ہے؟''

''وہ جی، بڑے خان آ رہے ہیں۔'' ملازمہ نے گھبرا کر وضاحت دی تو وہ متحیر ہوا۔

''کہاں ــــــ میرے کمرے میں؟''

''ہاں جی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو بتا کر آؤں۔'' وہ کہتے ہوئے وہاں سے بھاگی تھی۔

شموئیل حیران سا واپس پلٹا۔

''بابا جان کو اس وقت کیا کام آن پڑا؟'' وہ بڑبڑایا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' ژالے نے تفکر سے اسے دیکھا تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔

''بس ظالم سماج ہی شکل بدل بدل کر سامنے آ رہا ہے۔''

اسی وقت گلریز خان کے کھنکھارنے کی آواز پر وہ تیزی سے پلٹا۔

''ہم اپنی بہو کے لئے کچھ تحفہ لائے ہیں۔'' وہ اپنے مخصوص تحکمانہ اور بارُعب انداز میں بول رہے تھے۔

ژالے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چمکی۔

''آ جاؤ اندر۔'' انہوں نے اونچی آواز میں کہا تو دروازے میں سے بیس بائیس برس کی بے حد خوبصورت لڑکی اندر داخل ہوئی۔ سلیقے سے دوپٹہ اوڑھے وہ بہت قیمتی مگر سادہ لباس میں ملبوس تھی۔

''یہ پلوشے ہے ــــــ ہماری بھتیجی، شموئیل خان کی پہلی خاندانی بیوی اور تمہاری سوت۔'' وہ بے حد اطمینان سے تعارف کی رسم نبھا رہے تھے۔

شموئیل تڑپ کر ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''بابا جان! یہ کیا مذاق ہے؟''

''کیا بات ہے شموئیل خاناں! اپنے وعدے کو بھول گئے ہو؟ ہمیں تمہارا وارث صرف پلوشے سے منظور ہے۔ آج کی رات یہ تمہاری بیوی ہے۔ پھر جتنی چاہے راتیں اپنی اس بیوی کے ساتھ گزارنا۔'' وہ اپنے دبنگ لہجے میں کہتے شموئیل کو کھڑے کھڑے زمین میں اُتار گئے۔

پلوشے کے حسین تاثرات میں ایک محسوس کن تنفر تھا۔ آنکھوں میں بے حد حقارت لئے وہ ژالے کے سجے سنورے رُوپ کو دیکھ رہی تھی۔

اور ژالے ــــــ

وہ بے حد بے یقینی سے ساکت کھڑے شموئیل خان کو دیکھ رہی تھی۔

جس کی خاموشی اسے مجرم ٹھہرا رہی تھی۔

اس کا دل بند ہونے لگا۔

وہ بیٹھے بیٹھے ایک طرف کو ڈھے گئی تو شموئیل خان تڑپ کر اس کی جانب بڑھا۔ مگر گلریز خان کے اونچے لمبے وجود نے اس کی راہ میں حائل ہو کر اسے رُکنے پر مجبور کر دیا۔

''ایسے نہیں شموئیل خاناں! ہم اپنے قول سے پھرنے والوں کو اتنی آزادی نہیں دیتے۔''

وہ بے حد سرد مہری سے کہہ رہے تھے۔

اور پھر اس کی ساری وضاحتیں، ساری صفائیاں بے کار گئیں۔

ژالے آفریدی کی آنکھوں میں بے اعتباری اُتری تو پھر اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دیا۔

گلریز خان کا کروفر اپنی جگہ مگر شموئیل تو پلوشے کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر گنگ رہ گیا تھا۔

کبھی اتنے سالوں میں جو اس نے ان دونوں کے مابین موجود اس رشتے کو کوئی اہمیت دی ہو۔

ژالے ــــــ

آج جب وہ اپنی زندگی کا سب سے خوب صورت سفر شروع کرنے والا تھا تب جانے اسے کیا

ہوا کہ وہ اسی بدنما بلکہ خطرناک موڑ کی صورت میں اس کے راستے میں آ گئی تھی۔

بمشکل وہ بابا جان اور پلوشے کو رخصت کر کے لوٹا تو کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے وضاحتیں دیں مگر ژالے اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہ تھی۔

”ایک لفظ بھی مزید مت کہنا شموئیل خان! ورنہ میری ضد تو تم بھی دیکھ ہی چکے ہو۔ اس بہت بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔“

وہ اندر سے پھنکاری تو شموئیل خان دُکھتا سر پکڑ کر بیٹھ رہا۔

”میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تمام معاملہ ژالے سے کلیئر کر لو۔ وہ کوئی عام گھریلو لڑکی نہیں ہے جو ہے، جیسا ہے کی بنیاد پر قبول کر لیتی۔“

نوفل نے متاسفانہ انداز میں کہا تو شموئیل چڑ گیا۔

”اوئے یارا! سب جانتی تھی وہ۔“

”مگر اب معاملہ جس رخ سے اس کے سامنے آیا ہے وہ بہت خطرناک ہے۔“ نوفل نے اسے ...کیا۔

”حیرانگی تو مجھے پلوشے کے رویے سے ہو رہی ہے ـــــ آج تک اس نے کبھی مجھ سے آنکھ ...کر بات کرنے کی جرأت نہیں کی۔ اس رشتے کا رسپانس دینا تو بہت دور کی بات ہے وہ کبھی بلا ...ت بلکہ ضرورت کے تحت بھی حویلی میں میرے سامنے نہیں آتی تھی اور اب یوں اچانک ـــــ“ بے حد الجھا ہوا تھا۔

...راتوں کی بے خوابی سرخی کی صورت اس کی آنکھوں میں اُتر آئی تھی۔

”یہ سب بابا جان کی بریفنگ ہے۔“

نوفل نے کہا تو وہ کچھ سوچ کر نفی میں سر ہلاتا ہوا بولا۔

”پلوشے کا انداز بہت باغیانہ تھا نوفل! صاف لگ رہا تھا کہ وہ بابا جان سے متفق ہے۔“

”اب تم کیا چاہتے ہو؟“

نوفل نے پُرسوچ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ بے بسی سے بولا۔

”ایک تم ہی ہو جو ژالے کو سمجھا سکتے ہو۔“

”مجھے تو اس کا سامنا کرنے کا خیال ہی خوفزدہ کر رہا ہے ـــــ اپنے ولیمے کی تقریب جیسے ...نے بھگتائی ہے، اسی سے میں کھٹک گیا تھا کہ بات کچھ زیادہ ہی سنگین ہے۔“ نوفل نے صاف ...کر کہا۔

”لوئے تمہارے سے وہ کیا کہے گی۔ تمہارا تو کوئی قصور نہیں اس سارے معاملے میں۔“

”تم بھول رہے ہو ـــــ کل کے فنکشن میں وہ مجھے سارا وقت اس طرح نظر انداز کرتی رہی

جیسے میں وہاں موجود ہی نہیں۔" نوفل نے اسے یاد دلایا۔
"تھوڑا بہت ری ایکٹ تو کرے گی نا۔ اب اسے تم کلیئر کر دو کہ تمہاری طرح میں بھی
معاملے سے انجان تھا۔"
"اور اپنے بابا جان کے اس بیان کے متعلق تم نے کیا سوچا ہے؟" نوفل نے دھیان سے
دیکھا تو شموئیل خان کا چہرہ سرخ ہوا اور نتھنے پھولنے لگے۔
"یہ سب بکواس ہے ــــ اگر میں نے پلوشے کو اس نیت سے قبول کیا ہوتا تو آج وہ
یوں میرے نام پر حویلی کے کسی گمنام کمرے میں نہیں بلکہ میرے بیڈروم میں ہوتی۔"
"لیکن مجھے یہ سمجھاؤ، نہ تو یہ کوئی بے جوڑ شادی ہے، پلوشے عمر میں بڑی ہے نہ بہت بڑی
بدصورتی والا معاملہ بھی نہیں۔ پھر تم نے اسے کیوں نہیں بسایا؟"
نوفل کے دل میں کب سے یہ سوال مچل رہا تھا۔ شموئیل کی زبانی اسے پلوشے کے متعلق
کچھ علم میں آ چکا تھا۔
وہ کئی لمحوں کے لئے خاموش ہو گیا۔
نوفل اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر جیسے اسے سب کچھ سمجھ میں آنے لگا۔
"ژالے آفریدی ــــ"
وہ گہری سانس بھرتا اپنی ریوالونگ چیئر میں دھنس گیا۔
"لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ تم سراسر ایک گناہ میں شریک ہو رہے ہو؟"
"بابا جان کے حکم کی تعمیل میں سوچنا کم اور عمل زیادہ اہم ہوتا ہے۔" وہ تلخی سے بولا تو نوفل نے
ہنکارا بھرا۔
"اور اب ــــ؟"
"اب یہ کہ ژالے کے سامنے شاید مجھے ہی قربانی کا بکرا بننا پڑے۔ مگر میں صرف یہ جاننا چاہتا
ہوں کہ تمہارے بابا نے تمہارے اور پلوشے کے متعلق جو بیان جاری کیا ہے اس کی کیا حقیقت
ہے؟" وہ پوچھنے لگا۔
"لاحول ولا ــــ" شموئیل بدکا تھا۔ "یہ سراسر ان کی ذہنی اختراع ہے اور کچھ نہیں۔ اگر ایسا
کچھ ہوتا تو میں کبھی بھی ژالے کو حامی نہیں بھرتا۔"
"خیر ــــ یہ تو ماننے والی بات ہے۔" نوفل اس سے متفق ہوا۔ پھر صاف گوئی سے بولا۔
"مگر جس طرح اور جس سچویشن میں یہ بات ژالے کے سامنے آئی ہے وہ بھی نظر انداز نہیں کی
جا سکتی۔"
"وہ میری ایک بات بھی سننے کو تیار نہیں۔ اور میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔ اسی لئے تو تم کو
طلب کر رہا ہوں۔"
"ہوں ــــ"

نوفل نے پُرسوچ انداز میں سر ہلایا تھا، پھر بولا۔
"شام کو بات کرتا ہوں میں ژالے سے۔ فون کال تو اس نے میری بھی اٹینڈ نہیں کی۔"
اور پھر اسی شام وہ شموئیل کے ہاں پہنچ گیا۔
"میں صرف تم سے بات کروں گی اور کسی سے نہیں۔" وہ ڈرائنگ روم کے دروازے میں کھڑی
رنجی سے بولی تو شموئیل بے بسی سے نوفل کو دیکھنے لگا۔
"صرف میں ہی تم سے بات کروں گا۔ تم آؤ تو۔" نوفل اس کا اشارہ سمجھتے ہوئے مفاہمانہ انداز
بولا تو وہ آ کر ایک الگ صوفے پر بیٹھ گئی۔
نوفل نے بہ نظر غائر اس کا جائزہ لیا۔
بالکل سادہ سے لباس میں، بالوں کو پونی میں قید کئے وہ کہیں سے بھی دو روزہ بیاہتا نہیں لگ رہی
تھی۔ اس کے تنے تنے نقوش نوفل کو بھی سنبھلنے پر مجبور کر رہے تھے۔
وہ کھنکھارا۔
"کیسی ہو ــــ؟"
ژالے نے جواب دیئے بغیر فقط ایک پُرشکوہ نگاہ اس پر ڈالی تھی۔
"میں چائے کا کہہ کر آتا ہوں۔" شموئیل خان سنجیدگی سے کہتا اُٹھ گیا تو نوفل نے متاسفانہ انداز
میں کہا۔
"بس ــــ یہ تھا تمہارا عشق؟ اس لافانی محبت کے قصے گھر گھر کے سنایا کرتی تھیں مجھے جو
طوفان کی ایک مار نہیں سہہ پایا؟"
اس کا حملہ بہت سخت تھا۔ ژالے بلبلا اُٹھی۔
"اگر تم اس کے وکیل بن کے آئے ہو تو مجھ سے بات مت کرو۔"
"میں تم دونوں کی بات سنوں گا۔ مگر بہرحال مجھے تمہارا طرز عمل بالکل پسند نہیں آیا۔" نوفل نے
صاف گوئی سے کہا تو وہ تنک کر بولی۔
"اور اس کے طرز عمل کی تو تم داد ہی دو گے۔ بیسٹ فرینڈ جو ہوا تمہارا۔"
"اور تمہارا؟" نوفل نے برجستہ پوچھا تو وہ چپ رہ گئی۔
"یہ وہی شموئیل خان ہے جس کے پیچھے تم جوگ لئے پھر رہی تھیں ژالے آفریدی! جس کی محبت
کی ایک نگاہ پانے کو تم اپنی پوری زندگی تیاگنے کا دعویٰ کیا کرتی تھیں۔ یہ وہی شموئیل خان ہے جس
کے لئے تم جانے کتنے چاہنے والوں کو ٹھکرا رہی ہو۔ اور اب اس کی یہ بے قدری۔ چہ ــــ چہ۔"
نوفل کا انداز طنز و تلخی سے بھرپور تھا۔
وہ تڑپ اُٹھی۔
"میری محبت کو الزام مت دو نوفل احمد! ــــ داغ تو اس نے لگایا ہے محبت کے دامن پر۔"
"تم سب جانتی تھیں۔ اس نے تم سے کچھ بھی نہیں چھپایا۔ پھر اب یہ ڈرامہ بازی کیوں؟" نوفل

کا انداز سختی لئے ہوئے تھا۔

اگر کوئی اور ہوتا تو ژالے اس کی طبیعت منٹوں میں صاف کر دیتی۔ مگر مقابل اس کا بہت دوست اور خیر خواہ تھا۔ سو وہ بہت حوصلے سے اس کی سخت سست سننے پر مجبور تھی۔

"شاید اس نے تمہیں وہ کچھ نہیں بتایا جو اس کے بابا جان میرے سامنے فرما کر گئے ہیں۔ جواب میں ایک لفظ بھی احتجاج کا نہیں کہہ سکا۔" وہ بھی تلخ ہونے لگی۔

"تم اس سے پوچھتی تو سہی کہ اس میں حقیقت کتنے فیصد ہے۔"

"میں کچھ بھی جاننا نہیں چاہتی ــــ بلکہ میں اس کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی۔" وہ بولی تھی۔

"شٹ اپ۔" نوفل نے اسے ناگواری سے ٹوک دیا۔ "تم اُسے اس گناہ کی سزا دینے کی کوشش کر رہی ہو جو اُس نے کیا ہی نہیں۔"

"وہ آل ریڈی گناہ کر چکا ہے۔ تم نے اس لڑکی کو نہیں دیکھا۔ مجھ سے بھی کم عمر ہے اور خوب صورت بھی۔"

"پھر بھی اس نے تم سے شادی کی۔ کیوں؟" نوفل نے اسے گھیرنا چاہا۔

"یہ بھی حویلی والوں کا مشغلہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ بیویاں رکھنا۔" وہ بے حد بدگمان ہو رہی تھی۔

"تم ایک بے بنیاد بات کو لے کر اپنی زندگی خراب کرنے کی کامیاب کوشش کر رہی ہو۔" نوفل نے اسے متنبہ کیا تو وہ غصے سے بولی۔

"یہ تو اسے سوچنا چاہئے تھا۔ بچے اس سے پیدا کرے گا تو مجھے کیا بنائے گا۔ رکھیل؟"

"بکواس مت کرو۔" نوفل کو بے حد غصہ آیا تھا۔ "جو منہ میں آ رہا ہے، بک رہی ہو۔ شادی کی ہے اس نے تم سے۔"

"ہاں ــــ قانونی ٹھپہ لگانے کے لئے۔ ورنہ صورت حال تو کچھ ایسی ہی ہے۔" وہ باغی ہو رہی تھی۔

نوفل کا جی چاہا، اسے ایک ہاتھ جڑ دے۔ کس قدر غلط اندازِ فکر تھا اس کا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے ژالے! تم کسی کے سمجھانے سے سمجھنے والی نہیں ہو۔ تم جیسی ہی ہوتے ہیں جو زبانی کلامی تو محبت کے بلند و بانگ دعوے کرتے پھرتے ہیں اور پھر آزمائش پڑنے پر ہاتھ جھاڑ کر ایک سائیڈ پر ہو جاتے ہیں۔"

نوفل سلگ کر بولا تو وہ اسی انداز میں بولی۔

"تم مجھے مت سمجھاؤ۔ میں بہت اچھی طرح سے جانتی ہوں کہ شموئیل خان نے کیسے مجھے کیا ہے۔"

"اس نے تمہیں دھوکا نہیں دیا، تمہاری محبت کو مان بخشا ہے اپنی قبولیت کا۔"

ژالے نے اس کی بات سن کر یوں سر جھٹکا جیسے اس پر کسی بات کا کچھ اثر نہ ہوا ہو۔

اور واقعی ایسا ہی تھا۔

گریز خان کی بات کے جواب میں شموئیل خان کی خاموشی اس کے دل میں بدگمانی بن کے بیٹھ گئی۔ جواب پتہ نہیں کیسے دور ہونے والی تھی۔

نوفل ہار کر بیٹھ گیا۔

●●●●●

"مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی خوب صورت منکوحہ کے ہوتے ہوئے کوئی کسی اور لڑکی کی طرف دیکھ بھی کیسے سکتا ہے۔" رائمہ نے فون پر متفکرانہ انداز میں کہا تو وہ نہ سمجھنے والے انداز میں پوچھنے لگی۔

"خوب صورت منکوحہ ــــ کون؟"

"یہ لو۔ جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے۔ باغ تو سارا جانے ہے۔" رائمہ نے جیسے اس کی عقل پر ماتم کیا۔

"تمہیں کہہ رہی ہوں۔ آئینہ دیکھا ہو ڈھنگ سے تو نا۔"

اور اب وہ آئینہ دیکھ رہی تھی ــــ اور جتنا آئینہ دیکھ رہی تھی اتنا ہی رائمہ کی بات پر ایمان پختہ ہو رہا تھا۔

'کہاں میں اور کہاں وہ پرکٹی ویرا' اس نے اپنے شانوں سے نیچے آتے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیر کر تنفر سے سوچا۔ 'ایک دفعہ تو معید حسن کو اپنے قدموں میں جھکا کر ہی چھوڑوں گی۔ سمجھتا کیا ہے خود کو۔ بہت ناقابلِ تسخیر ہے۔'

دروازہ کھٹکھٹائے جانے کی آواز پر "یس" کہہ کر وہ اب سوالیہ نظروں سے دروازے ہی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ممی کی شکل برآمد ہوتے ہی گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

اس کے ہاتھ میں چائے اور کچھ لوازمات کی ٹرے تھی۔

"میں ابھی باہر ہی آ رہا تھا۔" معید نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں نے سوچا، آپ اندر مصروف ہوں گے تو یہیں پر چائے بنا کر لے آئی۔" وہ مدھم سُروں میں بولی تو معید نے بے ساختہ گہری نگاہ اس پر ڈالی۔

خالصتاً گھریلو لڑکیوں کے سے دھیمے انداز میں وہ کتنی عجیب اور انوکھی سی لگی تھی۔

"یوں الگ سے کمرے میں چائے پینا اچھا تو نہیں لگتا۔ تم چلو، میں وہیں آ رہا ہوں۔"

معید نے اس پر سے نگاہ ہٹاتے ہوئے اپنی چیزیں سمیٹیں تو وہ آگے بڑھ کر ٹرے اس کے بستر پر رکھتے ہوئے مسکرائی۔

"اس چائے کو پی کر دیکھیں۔ الگ پینے میں بھی مزہ دے گی۔ کیونکہ میں نے صرف آپ کے لئے چائے بنائی ہے اور آپ کے لئے ہی کباب فرائی کئے ہیں۔"

ضحیٰ کی بات بہت عجیب نہیں تھی۔ پھر بھی اس نے معید کو جھٹکا لگا دیا اور ایک بار پھر اس کی
طرف توجہ دینے پر مجبور کر دیا۔

"اور وہاں، چائے کس نے بنائی ہے؟"

"پتہ نہیں ــــ شاید ویرا نے۔" وہ قصداً لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولی۔

"میں بھی وہیں پی لیتا۔ ایسے ہی تم نے زحمت کی۔" معید نے جیسے کسی گہرائی تک پہنچ کر کہا
تھی۔ کچھ دنوں سے وہ ضحیٰ کو بہت عجیب اور بدلا ہوا سا پا رہا تھا۔

"یہ چائے میں نے آپ کے لئے بنائی ہے۔" وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولی تو وہ
گیا۔ اب اس بات سے کیا نتیجہ اخذ کرتا۔

وہ واپس پلٹ گئی۔

معید کی نظر شانوں سے نیچے لہراتے کلپ میں مقید بالوں پر پڑی۔

لگ رہا تھا کہ کافی عرصے سے اس نے بالوں کی کٹنگ نہیں کرائی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی
لمبائی خاطر خواہ بڑھ گئی تھی۔

"ضحیٰ!" وہ بے اختیار اسے پکار بیٹھا۔

وہ رکی مگر پلٹی نہیں۔ فقط چہرہ موڑ کر اُسے دیکھا۔

"تھینک یو۔"

"شکریہ کس بات کا؟ یہ میرا فرض ہے اور آپ کا حق۔" وہ بہ مشکل کہتی غڑاپ سے باہر تھی۔

اندر معید حسن کا تو مارے حیرت کے جو حال تھا سو تھا، ادھر ضحیٰ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کلی
کر تین بار کلی کرے تاکہ زبان پاک ہو جائے۔

"لاحول ولا قوۃ ــــ اپنے دشمنِ اول سے جھوٹا رومینس جھاڑنا۔ اُف! یہ مجھے کیا ہو نا
ہے؟" وہ اپنے آپ سے اُلجھ رہی تھی۔

راستے میں ویرا سے ملاقات ہوئی جو ادھر ہی آ رہی تھی۔

"خیریت ــــ؟"

"چائے کا ٹائم ہو رہا ہے، میں نے سوچا کہ معید کو انفارم کر دوں۔"

"وہ تو چائے پی چکے ــــ بلکہ ہم دونوں۔" ضحیٰ کی اداکاری کمال کی تھی۔

"اچھا۔" ویرا پہلے حیران ہوئی، پھر مسکرا دی۔

"آپ کو تو بہت مایوسی ہوئی ہو گی سن کر؟" ضحیٰ نے بڑی معصومیت سے پلکیں جھپکا کر پوچھا تو
حیرانگی سے پوچھنے لگی۔

"مجھے کیوں؟"

"آپ کے ہاتھ کی بنی چائے جو نہیں پی ہم نے۔"

"ہاں، یہ تو ہے۔ بلکہ اس گھنے کو تو میں پوچھوں گی۔" ویرا نے مصنوعی خفگی کا مظاہرہ کیا تو ضحیٰ

وہ بشاش ہو گیا۔

"اچھا ہے پر کٹی! یونہی جلتی کڑھتی رہو۔ تبھی یہ گلابی رنگت ماند پڑے گی۔"

وہ اِتراتی ہوئی وہاں سے چل دی تو ویرا کے ہونٹوں پر بے ساختہ محظوظ کن مسکراہٹ اُتر آئی۔

●●●●●

وہ کمرے میں داخل ہوا تو خود پر اسپرے کرتا ڈالے کا ہاتھ ٹھٹک گیا۔

"کہاں کی تیاری ہے؟" شموئیل کا انداز بے حد دوستانہ تھا۔

"آفس ــــ"

وہ مختصراً بولی تو انداز کی سرد مہری واضح تھی۔

"ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں کہ تم پھر سے آفس کی دوڑ لگا دو۔" وہ اسی انداز میں کہتا
اس کی طرف آیا تھا۔

وہ بالوں کو کلپ میں جکڑ رہی تھی۔ یوں کہ اس کے تراشیدہ وجود کی ساری خوب صورتی شموئیل
پر آشکار ہو رہی تھی۔

اور یہ پہلی بار تھا کہ وہ اس کے وجود سے نگاہ نہیں چرا رہا تھا بلکہ شاید یہ اس کی نظروں میں در
آنے والے استحقاق کی تپش تھی کہ ڈالے کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا۔ اس کی طرف دیکھے بغیر وہ
لپ اسٹک اٹھا کر لگانے لگی تھی کہ شموئیل نے جھک کر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر روک دیا۔

"ابھی مت لگاؤ۔"

ڈالے نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا اور یہ دیکھنا ہی غضب ڈھا گیا۔

ادھر تو جذبات کا ایک طوفان موجزن تھا۔

خود ڈالے کا دل ہچکولے کھانے لگا۔

اس شخص کو اس نے بہت چاہا تھا۔ بہت بھاگی تھی اس کے پیچھے۔ اور اب وہ اتنے قریب تھا۔
اسے اپنی بانہوں کی گرفت میں لئے۔

ایک مدہوش کن سی کیفیت اسے اپنی گرفت میں لینے لگی۔ خواب کا حقیقت بننا کس قدر خوش کن
ہوتا ہے۔

لیکن اگر حقیقت بے حد تلخ ہو تو ــــ؟

گریز خان کے الفاظ کسی کوڑے کی مانند اس کے وجود سے ٹکرائے تو شموئیل خان کے گریبان پر
ڈالے کی مٹھیوں کی گرفت پہلے ڈھیلی پڑی، پھر وہ اسے جھٹکتی ہوئی پیچھے ہو گئی۔

"ڈالے!"

"ڈونٹ ــــ ڈونٹ ٹچ می۔"

"اب تو تم مجھ پر ایسی کوئی دفعہ لاگو نہیں کر سکتیں۔" وہ شرارت سے کہتا اس کی طرف بڑھا تو اس
کے بجھے بجھے لہجے میں کہا۔

"میں نے کہا نا شموئیل خان! مجھے چھونا بھی نہیں۔ اپنے بابا جان کے قول کی پاسداری کر... شک کرو۔ مگر مجھے کھلونا سمجھ کر کھیلنے کی کوشش مت کرو۔"

"کون کمبخت ایسا سمجھ رہا ہے؟ —— تم تو جان ہو میری۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر اپنی طرف... اس کے لئے امتحان بننے لگا۔

مگر روح پر لگے زخموں کی کسک ابھی نئی نئی تھی۔

وہ کمزور نہیں پڑی۔

ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔

"بے وقوفی مت کرو ڈالے! تم بچی نہیں ہو کہ میں تمہیں سمجھاتا پھروں۔ اگر مجھے تمہیں ا... کا دھوکا دینا ہوتا تو بہت پہلے دے لیتا۔ جس طرح تم میرے پیچھے —— میرا مطلب ہے کہ...

وہ اسے سمجھانے کے لئے مناسب الفاظ ڈھونڈ رہا تھا کہ وہ جیسے غرا ہی اٹھی تھی۔

"ہاں، یہی زعم لے بیٹھا ہے تمہیں کہ میں تمہارے پیچھے پیچھے پڑی تھی۔ غلطی کی تھی میں نے... کیوں اتنی ٹھوکریں کھا کر بھی مجھے عقل کیوں نہیں آئی۔ اوہ گاڈ، کتنی بے وقوفی کرتی رہی ہوں میں..."

شموئیل بے چارگی سے اسے دیکھنے پر مجبور تھا جو اب اس کی چاہت پر ہی شرمسار تھی۔ یہی ڈالے آفریدی کل تک اس کے قدموں کی دھول تک مانگ میں سجانے کو تیار تھی۔

"اور تم —— معصوم صورت، دھوکے باز ہو۔" وہ شموئیل خان کو رگیدنے لگی۔ "یوں مظا... رہے تھے جیسے پتہ نہیں کسی بڑھیا سے بیاہ رچا بیٹھے ہو۔ اور وہ......"

ڈالے نے مٹھیاں بھینچیں تو شموئیل کو اس صورت حال میں بھی اس کی جیلسی پر ہنسی آگئی۔

اور اس کی ہنسی نے ہی جلتی پر تیل کا سا کام کیا تھا۔

"آئی ہیٹ یو شموئیل خان! آئی ہیٹ......" وہ چیخ کر بولی اور اپنا بیگ اور سن گلاسز ا... اس کے روکنے سے پہلے ہی یہ جا اور وہ جا۔

شموئیل خان گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

●●●●●

چلو چھوڑو
محبت جھوٹ ہے
عہدِ وفا اِک شغل ہے بے کار لوگوں کا
طلب سُوکھے ہوئے پتوں کا بے رونق جزیرہ ہے
خلش دیمک زدہ اوراق پر بوسیدہ سطروں کا ذخیرہ ہے
خمارِ وصل تپتی دھوپ کے سینے پہ اُڑتے
بادلوں کی رائیگاں بخشش
محبت، وفا بھی تو بس یہی کچھ ہے نا

وہ گزرے مہینوں کا حساب لگانے بیٹھی تو جوق در جوق زیاں ہی اپنے حصے میں پایا۔

محبت میں نفع اور نقصان نہیں دیکھا جاتا۔ مگر جہاں دل لہولہو اور جگر پاش پاش ہو، زندگی مسلسل امتحان ہو، ہر گام پہ وفا کا خون ہوتا ہو، جینے کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو تو وہاں کوئی یہ نفع و نقصان کیوں نہ دیکھے۔

وہ تو جیسے اس زندگی کے ہاتھوں تنگ آ گئی تھی۔ تبھی تو اتنے خراب موسم کی پرواہ کئے بغیر ٹیرس کی دیوار سے لگی پراگندہ سوچوں میں گم تھی۔

اس نے کبھی پڑھا تھا کہ انتظار طویل ہو جائے تو محبتیں بے یقین ہو جاتی ہیں۔ لیکن اظہار کا پانی محبت کو پھر سے شاداب کر ڈالتا ہے۔ مگر جس محبت کو اظہار کا پانی ہی میسر نہ ہو تو؟ —— اور یہ بنجر زدہ محبت۔

اس نے آنکھ میں آئے گرم پانی کے قطرے کو انگلی سے جھٹکا۔ اس کا انجام کیا؟

گاڑی سے اترتے نوفل کی نگاہ سیدھی اوپر پڑی تو سردیوں کی شام میں اسے ٹیرس پر کھڑا دیکھ کر وہ حیران ہوا۔

اندر کی طرف بڑھتے ہوئے وہ اس کی طرف سے متفکر تھا۔

"اور اب ——"

صبا کا دل بھر آنے لگا۔

"اب جو نیا کھیل شروع کیا ہے تم نے، یہ تو برداشت کی حدوں سے باہر ہے نوفل احمد! چاہت رکھتے تو میں محبت میں اپنا آپ تمہیں دان کر دیتی۔ مگر اس طرح سے مجھے استعمال کرو گے، مجھے گھن آتی ہے خود سے۔ اس تصور سے کہ تم نے کن جذبات کے زیر اثر مجھے چھوا ہوگا۔ محض ایک۔"

وہ انہی پراگندہ جذبات میں بہتی جانے کہاں سے کہاں نکل جاتی جب نوفل کی آواز اسے اپنی پشت پر سنائی دی۔

"آپ کا دماغ تو خراب نہیں ہوا؟ —— اتنی ٹھنڈ میں ٹیرس پہ کھڑے ہونے کی کیا تک ہے؟"

صبا کا دل یک دم پھر سے رواں ہوا۔

"بے فکر رہیں —— مر بھی گئی تو آپ پر الزام نہیں آنے دوں گی۔ اتنا تو جان ہی گئے ہوں گے مجھے۔" وہ یونہی رخ موڑے بولی تو نوفل نے لب بھینچ لئے۔

اس کا رندھا ہوا لہجہ گواہ تھا کہ وہ بہرحال وہاں کھڑی انجوائے تو ہرگز نہیں کر رہی تھی۔

"میں آپ کو یہ بے وقوفی کرنے بھی نہیں دوں گا۔ فی الحال تو آپ میری کسٹڈی میں ہیں۔ نا چاہتے ہوئے بھی میں ہی گناہ گار ٹھہرایا جاؤں گا۔ سو اپنے خطرناک ارادوں کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھئے۔"

وہ بے حد رسان سے بولا تو وہ اس کی طرف پلٹتی پھٹ پڑی۔

"اور خود کو آپ کے حوالے کر دوں۔ آپ چاہے میری عزت نفس کی دھجیاں اُڑائیں اور چاہے

میری عزت کی۔" وار بے حد کاری تھا۔

نوفل احمد بلبلا اُٹھا۔

"بی ہیو یُو صبا!"

"اس میں جھوٹ کیا ہے نوفل؟" اس کے آنسو بہہ نکلے۔ "اتنے مہینوں میں کبھی میرے قر
نہیں آئے۔ اور اب عورت ہونے کا، بیوی ہونے کا مان بخشا بھی تو یوں کہ مجھے میری ہی نظروں
گرا دیا ___ یہ کیسا مان ہے جو مجھے کسی پل خوشی، کسی پل چین نہیں دیتا۔"

وہ پانی بن جانے کو تھی۔

نوفل کا دل پگھلنے لگا۔

اس کا جی چاہا اسے ٹوک دے۔ اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دے۔ اور اسے بتائے کہ اس نے
قدر بے خودی اور وارفتگی کے عالم میں اسے چھوا تھا۔ اور یہ کہ جب بھی وہ اس سے قریب ہوتا ہے
یوں کہ تمام بدگمانیاں کہیں دور جا سوتی ہیں اور وہ صرف اور صرف محبت بھرے جذبات کے زیرِ
ہوتا ہے۔

'اے کاش ___ اے کاش! میں یہ سب اسے کہہ پاتا۔'

"بہت ہوگئی بے وقوفی۔ اندر چلیں۔ سردی بڑھ رہی ہے۔" سختی سے کہتے ہوئے نوفل نے ا
ہاتھ تھاما تو وہ سرد ہو رہا تھا۔

صبا نے اپنا ہاتھ کھینچنے کی سعی کی۔

"آپ کو کیا فکر ہے میری؟ ___ اچھا ہے نا، ایک ان چاہی زندگی سے پیچھا چھوٹ جائے
آپ جا کر آرام کریں اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

"صبا! مجھے تنگ مت کریں۔" اس کی آنکھوں میں ضبط کی سرخی اُترنے لگی تھی۔

صبا کو اور رونا آیا۔

"اور جو میری زندگی مجھ پر ہی تنگ کر رہے ہیں، وہ؟"

"تو چھوڑ جائیں مجھے ___ اس زندگی کو۔"

وہ غصے سے بولا تو صبا ہارنے لگی۔

"صاف کہیں نا کہ جینا چھوڑ دوں۔"

وہ حواس میں ہوتا تو ان الفاظ کی گہرائی پا کر اس کی محبت کی شدت پر ایمان لے آتا۔ اس کی
آنکھوں پر بندھی غلط فہمیوں کی پٹی اتنی دبیز نہ ہوتی تو وہ محبتوں کی معراج کو پا لیتا۔

مگر فی الوقت تو وہ اس کا ہاتھ تھامے کھینچتا زبردستی اسے کمرے تک لایا تھا اور اسے لا کر بیڈ
پٹخ دیا۔

"خبردار! جو آئندہ کبھی ایسی فضول حرکتیں کیں تو۔"

"آپ کو کیا؟ میں جیوں یا مروں؟" وہ بھبک کر بولی تھی۔

"اتنی آسانی سے تو مرنے نہیں دوں گا۔" وہ بھی سلگ اٹھا۔

"ہاں ___ کچھ کمی رہ گئی ہے نا۔ اچھی طرح سے حسرتیں نکال لیں اپنے دل کی۔" صبا کے دل
تکلیف پہنچی تھی۔

"ظاہر ہے ___ یونہی تو زندگی کو امتحان میں نہیں ڈال رکھا میں نے۔" وہ اب کچھ پُرسکون ہو
اٹھا۔

"بہت پچھتائیں گے آپ نوفل! ___ اور میں کبھی بھی آپ کو معاف نہیں کروں گی۔"

وہ بے بسی سے بولی تو پہلے نوفل متحیر ہوا۔ پھر بے ساختہ ہنس دیا۔

"یعنی آپ کے حساب میں تمام الزامات مجھ پہ نکلتے ہیں ___ ویری گڈ۔ بہت اچھی حساب
دان ہیں آپ تو۔" وہ جیسے اب محظوظ ہو رہا تھا۔

صبا تنگ آ کر چپ ہو رہی۔ یا شاید بات کرنے کو کچھ رہا ہی نہ تھا۔

●●●●●

ادھر معید کی گاڑی آ کر رکی، ادھر ضحیٰ ماں کے سر پر آن موجود ہوئی۔

"کچھ نوٹ نہیں کر رہیں آپ۔ اس گھر میں کیا چل رہا ہے؟"

"کیا ___؟" چچی جان حیرت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"آپ کے راج دُلارے داماد کے بارے میں کہہ رہی ہوں۔" ضحیٰ نے بھید کھولا تو ان کی
پریشانی بڑھنے لگی۔

"خدا خیر کرے ___ کیا بات ہوگئی؟"

"ہاں جی۔ اب تو خدا ہی خیر کرے تو کرے۔ ورنہ بندوں کے کرتوت تو خیریت کی خبر نہیں
دیتے۔" وہ ٹھنڈی سانس بھر کے بولی تو چچی جان نے اسے گھور کے دیکھا۔

"سو باتیں کر لے گی، مگر مجال ہے جو بات کا سیدھا سرا پکڑا دے۔"

"میں تو اس لئے خاموش ہوں کہ آپ کہاں میری باتوں کا اعتبار کرنے والی ہیں۔ وگرنہ تو ایسی
باتیں سب سے پہلے ماؤں ہی سے شیئر کی جاتی ہیں۔"

اس کی اداکاری عروج پر تھی۔ اور چچی جان کی پریشانی۔

"اب ایک تھپڑ لگا دوں گی ضحیٰ! یا تو اصل بات بتا دو یا پھر اُٹھ کے دفع ہو جاؤ۔" ان کے صبر کا
پیمانہ لبریز ہونے لگا تھا۔

ان کے تجسس کو بڑھا کر ضحیٰ کو قدرے تسلی ہوئی تو وہ خالصتاً مکارانہ انداز میں بولی۔

"موصوف اب ہر وقت ویرا صاحبہ کو گاڑی میں لادے پھرتے ہیں۔"

"ہیں ___ وہ کون ہے؟ موصوف؟" وہ متحیر تھیں۔

ضحیٰ نے گہری سانس بھری۔

"موصوف یعنی معید حسن۔"

”کیا ہوا ہے معید کو؟ ـــــــ کھل کے بات کیوں نہیں کرتیں؟“ وہ زچ ہو گئیں۔

”اوفوہ ـــــــ کبھی بندے کو اشاروں کی زبان بھی سمجھ میں آ جانی چاہئے۔“ وہ جی بھر کے بد مزہ ہوئی۔

”ہاں ـــــــ اب اس عمر میں یہی ایک ہنر تو رہ گیا ہے میرے سیکھنے کو۔“ وہ کڑھنے لگیں۔ ”ایک ہی بیٹی دی ہے خدا نے۔ مگر گنوں کی طرح عقل کی بھی پوری ہے۔ مجال ہے جو کبھی ڈھنگ کی بات کر جائے۔“

ان کی بات سن کر ضحیٰ کے دل کو خاصی ٹھیس پہنچی۔

”ایک زمانہ معترف ہے میری ذہانت کا۔ اور آپ ہیں کہ گھر کی مرغی کو دال برابر سمجھ رہی ہیں۔“

”رہنے دو بی بی! اپنی ذہانت و فطانت کے قصے تو وہاں سناؤ جہاں کوئی تمہیں جانتا نہ ہو۔“ تائی جان نے طنز کیا تو وہ نروٹھے انداز میں بولی۔

”آپ کو کبھی میری صلاحیتوں پر اعتبار نہیں آ سکتا۔“

”نہ تو یہ کون سی صلاحیتیں ہیں جن کا تمہاری پیدائش سے لے کر اب تک مجھے علم نہیں ہو سکا۔“ ان کا انداز ہنوز ویسا تھا۔

”آپ کو تو بس ـــــــ ساری بات بھلا دی۔ یہ سب تھوڑی کہنے آئی تھی میں۔“ وہ جھنجلا سی گئی۔

”اچھا جو کہنا ہے فوراً کہہ دو۔ تمہاری طرح سے فارغ نہیں ہوں میں۔ اور بھی بہت سے کام پڑے ہیں۔“

انہوں نے قطعیت سے کہا تو وہ پُر جوش سی ان کے پاس آ بیٹھی۔

”آپ تائی جان سے بات کیوں نہیں کرتیں؟ میری نالائقیاں تو آپ کو فوراً دکھائی دے جاتی ہیں اور آپ کا لاڈلا داماد جو کچھ کرتا پھر رہا ہے وہ تو شاید آپ جانتے بوجھتے ہوئے بھی دیکھنا نہیں چاہتیں۔“ پُر شکوہ انداز میں کہا تو انہوں نے استعجاب سے ہونٹوں پر انگشت رکھی۔

”کیا بک رہی ہو؟ ـــــــ کیا کر دیا ہے اس بے چارے نے؟“

”اوفوہ، میری سیدھی سادھی ماں!“ ضحیٰ نے سانس بھری۔ پھر چڑ کر بولی۔ ”دیکھا نہیں، صبح شام کیسے اپنی اس سہیلی کو گاڑی میں لئے اُڑتا پھرتا ہے وہ بے چارہ۔“

انہیں بات سمجھنے میں کچھ وقت لگا تھا۔

”جب سے یہ ویرا اس گھر میں آئی ہے اس کے تو مزاج ہی بدل گئے ہیں۔ چائے ہے تو اس کے ہاتھ کی، ناشتہ ہے تو ویرا سے اچھا آملیٹ اور کوئی نہیں بناتا، کھانا ہے تو اس کی لذت بھی موصوف کو محسوس ہو رہی ہے۔ اور آپ لوگ ہیں کہ آنکھیں بند کئے اس کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔“

”استغفر اللہ۔ اب یہ کیڑا نہ جانے تمہارے دماغ میں کہاں سے گھس آیا ہے۔“ وہ متحیر تھیں۔

الٹا الٹ پڑیں۔

”اوّل تو ایسا کچھ نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ بھی تمہاری نالائقی ہے۔ کچن میں تم جھانک کے نہیں دیکھتیں۔ مجال ہے جو بڑھ کے معید کا کوئی کام کیا ہو۔ اب اگر وہ بے چاری چار دن کے لئے اس گھر میں آ ہی گئی ہے تو تمہیں اپنی خامیوں کی بجائے اس کی خوبیوں پر اعتراض ہونے لگا ہے۔ بجائے اس کے کہ تم اپنی کوتاہیوں کی تلافی کرو، اس بے چاری کو خوامخواہ موردِ الزام ٹھہرا رہی ہو۔ بہت شرم کی بات ہے ضحیٰ! وہ یہاں اپنا مشکل وقت کاٹنے آئی ہے اور.........“ وہ تو یوں شروع ہوئیں کہ ضحیٰ کے لتے لے ڈالے۔

”اُف ـــــــ“ وہ گھبرا کے اُٹھ گئی۔ ”آپ سے تو بات کرنا فضول ہے۔ بھلا آپ کو اپنے لاڈلے کے آگے اور کوئی دکھائی دیتا ہے۔ میں تو خاص طور پہ نہیں۔“ ناراضگی سے کہا تو وہ تڑاخ سے بولیں۔

”سورج کے سامنے دیے کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔“

”اور وہ سورج جو چاند چڑھا رہا ہے وہ بھی فی الحال آپ کو دکھائی نہیں دے رہا۔ پچھتائیں گی کل کو۔“

”ارے پچھتاؤ گی تو تم۔ مجال ہے جو کبھی سیدھی ڈھنگ کی بات سوچی ہو۔ ہمیشہ ایسی فضول باتیں ذہن میں آتی ہیں جو کبھی ہو نہ سکیں۔ میں کہتی ہوں ضحیٰ! وقت ہے، ابھی بھی سنبھل جاؤ۔ آپا اور بھائی صاحب کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کرانا۔“

”اللہ جی ـــــــ“ وہ زچ ہو گئی۔ ”میں آپ کو کیا بتا رہی ہوں اور آپ ہیں کہ اُلٹا مجھ ہی کو مشقِ ستم بنا رہی ہیں۔ جو چکر وہ چلا رہا ہے وہ آپ کو دکھائی نہیں دیتے۔ ایک وہ یوں ہی آپ کی خدمت میں ہمہ وقت پیش پیش ہے۔ آپ کا جی چاہتا ہے، میں بھی اس کی بے دام کی غلام بن جاؤں۔“

”تم اپنی عقل دانی کا ڈھکن بند ہی رکھو۔ ہمارے پاس اللہ کے فضل سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی موجود ہے۔“

امی جان کو اس کی ایک بھی بات میں وزن دکھائی نہیں دیا تھا۔ سو صفا چٹ انداز میں اسے لتاڑ دیا۔

وہ بے حد بد مزہ ہو کر وہاں سے اُٹھی تھی۔

●●●●●

دل میں اِک لہر سی اُٹھی ہے ابھی
کوئی تازہ ہوا چلی ہے ابھی
شور برپا ہے خانۂ دل میں
کوئی دیوار سی گری ہے ابھی
کوئی تازہ ہوا چلی ہے ابھی
دل میں اِک لہر.........

وہ اپنے بستر پر بہت بے دلی سے اوندھا سیدھا پڑا تھا جب مریم پھپھو اسے دیکھنے چلی آئیں
''اوہو، یہ عماد صاحب آج کل کس قنوطیت کا شکار ہیں؟ کلاسیکل سنا جا رہا ہے۔''
وہ حیران تھیں۔
کچھ دنوں سے وہ بیٹے کی خاموشی کو نوٹ تو کر رہی تھیں مگر اب تو حد ہو گئی تھی۔ یہ انس
کرنے کے بعد تو وہ سرتاپا بدلنے لگا تھا۔
اس قدر خاموشی اور سنجیدگی اس کی طبع کا حصہ تو کبھی بھی نہیں رہی تھی کہ وہ اس کی عادت سمجھ
نظر انداز کر دیتیں۔
وہ انہیں اپنے کمرے میں پا کر سیدھا ہو بیٹھا۔
''کیا بات ہے؟ —— طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟''
وہ متفکر ماؤں کی طرح آگے بڑھ کر اس کی پیشانی چھوتے ہوئے پوچھنے لگیں تو وہ ان کا
تھام کر اپنے پاس بٹھاتا مسکرا دیا۔
''بالکل ٹھیک ہوں —— آپ کیوں فکرمند ہو رہی ہیں؟''
''جس ماں کا اکلوتا بیٹا اپنی تمام شوخی و شرارتیں بھول کر کمرے میں بند ہو جائے، وہ فکرمند
کے علاوہ اور کیا کر سکتی ہے؟'' انہوں نے شکوہ کیا تو وہ گہری سانس بھر کے انہیں دیکھنے لگا۔
''ایسا کچھ نہیں ہے ماما جان!''
''چھپاؤ تو اس سے جسے تمہارے اندر کی خبر نہ ہو۔ ان ہاتھوں میں پل کر جوان ہوئے
تمہارے جیون کا ایک ایک لمحہ میرے سامنے بیتا ہے۔ تم ایسے تو کبھی بھی نہیں تھے۔'' وہ قدر۔
سے کہہ رہی تھیں۔
''بس ماما! میں تو ابھی تک حیران ہوں۔ یوں لگ رہا ہے ان ہاتھوں میں اس کی سانسیں
رہی ہیں۔'' وہ اپنے دونوں ہاتھ سامنے پھیلائے انہیں تکنے لگا۔ حد درجہ بے بسی کی جھلک اس
چہرے پر تھی۔ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہ کر سکنے کی بے بسی۔
انس کی موت اسی کے ہاتھوں میں ہوئی تھی۔
اس کی ٹوٹتی سانسیں وہ ابھی تک محسوس کرتا تو راتوں کو گھبرا کر اُٹھ بیٹھتا تھا۔
''میرے بچے! وہ نقصان تو سبھی کے لئے ناقابلِ تلافی ہے۔ مگر جو آیا ہے وعدے کے مطابق
اسے جانا ہی ہے۔ اور جس طرح جانا ہے وہ بھی کاتب تقدیر طے کر چکا ہے۔ پھر اس طرح دل
ہارنے کا کیا مطلب ہے؟'' وہ بھی دُکھی ہونے لگیں۔
''اُس نے دو ہی لفظ کہے تھے ماما! —— اللہ، نگین۔'' اُس کا لب و لہجہ زخم زخم ہونے لگا۔
ضبط و برداشت کی سرخی اس کی آنکھوں میں اُترنے لگی۔
''پھر میں اسے آوازیں ہی دیتا رہا اور وہ، میری ایک آواز پہ پلٹ کے دیکھنے والا، ایسا گیا
ہزاروں مرتبہ پکارنے پر بھی نہیں لوٹا۔ دوستی یوں نبھائی جاتی ہے ماما؟ —— اور نگین سے اس

...اسے تو محبتیں نبھانا بھی نہیں آئیں۔''
مریم پھپھو کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں ہو گئے۔
جواں سال بھتیجے کی موت کا غم بھلا اتنی جلدی بھلا دینے والا تھا؟ بلکہ یہ تو وہ خلا تھا جو کبھی بھی پُر
نہ ہو سکتا تھا۔
خدا نے صبر دیا تھا تو زندگی اپنے معمولات پر آ گئی تھی۔ مگر انس کی یادیں انمٹ تھیں۔ کسی نہ کسی
بات پر وہ یاد آ جاتا تو بات کرنے والا چپ سا ہو کر دُکھ کی سی کیفیت میں گھر جاتا تھا۔
''اُف، یہ پیاروں کے دُکھ۔ یا الٰہی! تُو محفوظ رکھنا۔''
''کسی کے ہاتھ میں آنے جانے کا نظام کب ہے بیٹا؟ کسی سے بھی پوچھ لو، وہ محبتوں بھری اس
دنیا کو چھوڑ جانے کی خواہش کب کرتا ہے؟ حالانکہ ہمارا رب ہمیں ہر پل اپنی اصل زندگی یعنی
موت اور اس کے بعد کی زندگی کو یاد رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ پر خاکی خطاکار کیا کرے۔ بہت کمزور
ہوا ہے۔ یہی اصل زندگی لگتی ہے۔ کیونکہ ہم نے انہی آسائشات اور محبتوں میں اپنا دل لگا لیا
ہے۔ حالانکہ اگر ہم حکمِ ربی کی طرف نظر کریں تو اعتراض کے قابل ہی نہ رہیں۔ تبھی تو ہمارا رب
ہمیں صبر کی تلقین کرتا ہے۔''
وہ خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ مگر دھیان تو کسی اور کی طرف تھا۔

محبت ——
یہ کیسی محبت تھی کہ وہ، زندگی سے ناتا توڑ کے جانے والا اسی کے حصار میں تھا۔
خدا سے اسی کی حفاظت کی پکار کر رہا تھا۔ اس کے تنہا رہ جانے کا دُکھ جاتے ہوئے بھی انس کی
آنکھوں میں منجمد تھا۔ جاتے ہوئے بھی اس کے لبوں پر نگین کا نام تھا۔
اور عماد اُس کی نگاہوں میں جمی حسرت کبھی بھی نہیں بھول سکتا تھا۔
نگین سے اس کی محبت کب کسی سے چھپی تھی؟ اور نہ ہی وہ کبھی اسے چھپانے کا تکلف کیا کرتا
تھا بلکہ ان کے اکثر چھیڑنے پر وہ صاف لفظوں میں کہا کرتا تھا۔
''ہاں —— ہے مجھے اپنی بیوی سے محبت۔''
اور وہاں سے انس نے نگین اور اپنے ہونے والے بچے کے لئے جو شاپنگ کی تھی، وہ بیگ
ابھی تک عماد کے پاس رکھا تھا جو اس نے نگین کو دینے کا سوچا تھا۔ مگر ابھی تک اپنا حوصلہ مجتمع نہیں کر
پایا تھا۔

ان نگاہوں میں اپنے لئے نفرت اور بے زاری کو دیکھنا بڑے حوصلے کی بات تھی اور وہ اتنا حوصلہ
اپنے اندر نہیں پاتا تھا۔ وہ تمام چیزیں جنہیں بے حد محبت، چاہت اور توجہ کے ساتھ انس نے خریدا
تھا، اب اگر وہ اس کے ہاتھوں میں دیتا تو کیا وہ پھر سے اسی کرب سے نہ گزرتی؟
مگر اب امانت ——
مریم پھپھو نے اسے گلے سے لگایا تو وہ حقیقت کی دنیا میں لوٹنے لگا۔

"اتنے خاموش نہ رہا کرو عماد! اس گھر میں تو رونق ہی تمہارے وجود سے ہیں۔ دو تو بند
ہم۔ تم بھی یوں منہ بنا کے اپنے کمرے میں گھسے رہتے ہو۔ اگر عظیمہ اور اس کے بچے نہ ہوں تو
تو پاگل ہو جاؤں۔" انہوں نے رندھے ہوئے لہجے میں کہا۔

عظیمہ اور خاور ان کی انیکسی میں کرائے دار تھے۔ واقعی جن کی وجہ سے مریم پھپھو کا دل بہلا کرتا تھا۔ خصوصاً ان کے دو اور چار سالہ بچوں کی شرارتیں انہیں بور نہیں ہونے دیتی تھیں۔ ورنہ اتنے بڑے گھر میں تنہا رہنا تو بہت حوصلے کا کام تھا۔

"اوفوہ، تو اب یاد آئیں نا میری وہ فضول باتیں اور وہ شرارتیں۔"

وہ فوراً ہی اپنے سابقہ جامے میں لوٹنے کی کوشش کرنے لگا۔ حالانکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ جانتی تھیں کہ وہ جس کیفیت کا شکار رہتا ہے، وہ بہت آزمائشی تھی۔

"میں نے تھوڑی کہا تھا کہ یوں اُداس اُلو کی طرح اپنے کمرے میں پڑے رہو۔" انہوں نے بھی اسے گھورتے ہوئے ماں ہونے کا ثبوت دیا تو وہ ضبط کرتے ہوئے بھی ہنس دیا۔ پھر وہ سنجیدہ ہونے لگا۔

"آپ کی تنہائی دور کرنے کا میرے پاس ایک بہت اچھا حل ہے۔"

وہ چونکیں۔ پھر ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کوئی لڑکی پسند آئی ہے؟ ____ شادی کر رہے ہو؟"

اس نے لب بھینچے۔

"شاید ____"

"یقیناً کیوں نہیں؟" انہوں نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔

"شاید آپ کو کوئی اعتراض ہو۔" وہ متذبذب تھا۔

"قطعاً نہیں ____ مجھے تمہاری پسند پر ہرگز کوئی اعتراض نہیں۔ تم جب اور جس سے کہو میں تمہاری شادی کرنے کو تیار ہوں۔" وہ فی الفور قطعیت بھرے لہجے میں بولیں۔

عماد انہیں بغور دیکھنے لگا۔

"اور اگر میں کہوں کہ اس کے ساتھ ایسا کچھ ہے جو آپ کو اعتراض پر مجبور کر سکتا ہے تو؟" انہیں آزمانے کی خاطر کہا۔

"بس شریف گھرانے کی با کردار لڑکی ہو عماد! اس سے زیادہ میں کچھ ڈیمانڈ نہیں کروں گی۔ میں جانتی ہوں اگر تم کسی کو پسند کرو گے تو اس میں واقعتاً کچھ نہ کچھ بات تو ضرور ہو گی۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو اندر سے ان کا دل پریشان بھی تھا۔

جانے وہ کیا کہنے والا تھا؟

"ماما! اس کے ساتھ ایک ٹریجڈی ہو چکی ہے ____ آئی مین، وہ پہلے میرڈ تھی۔" وہ قدرے رک کر بولا تو نظر ان کے رنگ بدلتے چہرے پر تھی۔

"ہر گھرانے کی شرافت اور لڑکی کے کردار کی تو گارنٹی ہے۔" وہ کہہ رہا تھا۔

"شادی شدہ۔" مریم پھپھو نے نگاہ بھر کے اپنے وجیہہ بیٹے کو دیکھا۔ "تمہیں پسند ہے؟"

انہوں نے حوصلے سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"پھر مجھے بھی پسند ہو گی۔ کون ہے؟ ____ کیا نام ہے اس کا؟" انہوں نے پوچھا تو وہ گہری سانس بھرتا سیدھا ہو بیٹھا۔

"تحسین ____!"

ان کا دل رک سا گیا ____ مگر وہ اپنی بات مکمل کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تحسین کی کزن ہے۔ اس کی پھپھو زاد۔ ادینہ۔"

وہ اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ جو اپنی بات کہہ کر یوں سنجیدہ تھا جیسے اس میں کوئی خوشی کی بات نہ ہو۔ فی الحال وہ کوئی دوسری بات سوچنے کے قابل نہیں تھیں۔

●●●●●

"نہ چھڑا سکو گے دامن
نہ نظر بچا سکو گے
نہ چھڑا سکو گے دامن"

وہ گنگناتی ہوئی معید کے کمرے تک آئی تھی۔ اِدھر اُدھر دیکھا اور غڑاپ سے اندر۔

"یا خدا ____!"

دل چاہا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

وہ صرف پینٹ میں ملبوس شاید مطلوبہ شرٹ کی تلاش میں وارڈ روب چیک کر رہا تھا۔

"میں ابھی ناک کرنے ہی والی تھی۔" ہکلا کر کہا۔

"اچھا ____ اندر آ کر بھی دروازہ ناک کیا جا سکتا ہے، یہ سنہری اصول یقیناً تم ہی نے وضع کیا ہو گا۔" وہ بغور اسے دیکھنے لگا۔

اچھا سا سوٹ پہنے، صاف ستھری، تیار حالت میں وہ ہاتھوں کو باہم ملتی قدرے نروس سی لگ رہی تھی۔

"بہرحال، اب آ ہی گئی ہو تو برائے مہربانی میری بنیان اور باریک چیک دار شرٹ ڈھونڈ دو۔"

اس نے فرمائش جڑ دی تو وہ خود کو اپنی اس "آمد" پر اندر ہی اندر لعنت ملامت کرتی آگے بڑھی۔

"یہ کون سا مشکل کام ہے؟" بہ مشکل مسکرا کر کہا مگر اس کی الماری کی حالت دیکھ کر اسے محسوس ہوا کہ یہ کوئی آسان کام بھی نہیں تھا۔

"یہ وارڈ روب کون سیٹ کرتا ہے؟" اسے معید جیسے نفاست پسند شخص کی وارڈ روب کی حالت پر کافی اچنبھا ہوا تھا۔

"جب تک صبا کرتی تھی تب تک تو سب ٹھیک تھا۔ مگر جب سے سب کچھ باجی پیاری کے ہاتھ

میں آیا ہے، یونہی چل رہا ہے۔"
اب کچھ بھی ہو، رشتہ تو بدل ہی چکا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی دھیان کی بازی اُلٹ پلٹ جاتی تو
"یہ آپ کی بنیان۔" اس نے ایک عظیم مشقت کے بعد ایک عدد بنیان برآمد کر ہی لی تھی۔
ہی باجی پیاری کی طبیعت صاف کرنے کا بھی اس نے سوچ لیا تھا۔
"شکریہ۔" معید نے کہتے ہوئے بنیان تھامی اور پہننے لگا۔
"شکریہ تو تب ادا کیجئے گا جب میں آپ کی ساری وارڈروب سیٹ کروں گی اور آپ
سارے کپڑے پریس کر کے رکھوں گی۔" وہ اس کی مطلوبہ شرٹ نکال کر پلٹی تو اس کے مضبوط
سے ٹکرا گئی۔
جز بز ہو کر اسے دیکھا۔ تھوڑا پیچھے ہٹنے کی کوشش کی مگر وارڈروب کے پٹ اس کوشش کی راہ
حائل ہوئے۔
"اس قدر مہربانی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"
وہ نرمی سے پوچھنے لگا تو ضحیٰ کی پیشانی پر شبنم چمک اُٹھی۔
"یہ تو ـــــ میرا فرض بنتا ہے ـــــ اور آپ کا حق۔"
یہ ڈائیلاگ اس نے بہت فر فر یاد کیا ہوا تھا۔ مگر آج جب ہونٹوں سے نکلا تو بہت ٹوٹ ٹوٹ
معید صحیح معنوں میں حیران ہوا تھا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ دوڑ اُٹھی۔
"میں یہ شرٹ پریس کر دوں؟" ضحیٰ کو اس سچویشن پر رونا آنے کو تھا۔ خود سے اوکھلی میں
تھا، اب موسلوں سے ڈرنے سے بھلا کیا حاصل ہوتا؟
"ہاں، ضرور۔ اور پیشگی شکریہ۔" وہ دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ نہ صرف پھر سے بولا بلکہ دا
سے اس کے رخسار کو نرمی سے چھو کر بولا تو وہ پوری جان سے کانپ کے رہ گئی۔ بے حد متوحش
معید کی جانب دیکھا تو وہ دلچسپی سے اسی کو تک رہا تھا۔
"وہ .... مم .... میں ...."
وہ شرٹ آگے کرتی کچھ کہتی، کچھ بھولتی تیزی سے وہاں سے نکلی تو سانسیں دھونکنی کی مانند
رہی تھیں۔
'یا خدا! ـــــ' شرٹ لا کر استری اسٹینڈ پر پٹخی۔ 'کس قدر لفنگا ہے یہ معید حسن۔ لوفر۔'
اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے رخسار رگڑ ڈالے۔
'مجھے چھونے کی جرأت بھی کیسے کی اس نے۔'
اسے پھر سے دو سرد انگلیوں کا رخسار سے ٹکرانا یاد آیا تو تن من میں پھریری سی دوڑ گئی۔
'اور ابھی پتہ نہیں کتنی مرتبہ اس کے کمرے میں جانا ہے۔'
اس کا دل ڈوبنے لگا تھا۔
شرٹ پریس کر کے اس نے حمرہ کے ہاتھ اس کے کمرے میں بھجوائی۔

اس سے پہلے وہ تمام رپورٹ رائمہ کو پہنچایا کرتی تھی۔ مگر اب یہ بات ـــــ
'یہ تو بہ ـــــ
یہ سوچ کر ہی عجیب سا لگا۔
حسن کو ذرا بھی تمیز نہیں کہ لڑکیوں سے کیسے اور کتنے فاصلے سے بات کی جاتی ہے۔ پتہ نہیں
کیسے بات کرتا ہوگا؟' اسے دھیان آیا تو دل جل سا گیا۔
'چلو، مجھ سے تو مانا کہ کچھ رشتہ ہے کہ ایسے بات کر لی جائے۔'
وہ سوچنے لگی تھی۔ مگر ساتھ ہی ٹھٹک گئی۔
'یا اللہ! کیا بکواس سوچ رہی ہوں میں؟' اسے جھرجھری سی آئی۔
'خدا نہ کرے کہ میرا اس کا کوئی ایسا ویسا رشتہ رہے۔ اس کی قسمت اس کے ساتھ پھوٹے جس
کی تصویریں وہ اپنے لاکر میں رکھا کرتا تھا۔ بلکہ یہی دیراب کتنا سچا عشق ہے کہ اپنے شوہر سے طلاق
لے کر پرانے عاشق سے شادی کر رہی ہے۔'
اس نے پُر ملامت انداز میں سوچا تھا۔
"لیں ـــــ آپ یہاں بیٹھی پتہ نہیں کیا سوچ رہی ہیں اور میں سمجھ رہی ہوں کہ آپ معید
بھائی سے مذاکرات میں معروف ہوں گی۔"
حمرہ اندر آتے ہی شروع ہوئی تو وہ سٹپٹا گئی۔
"اُفوہ۔" سر پر ہاتھ مارا۔ دھیان آیا کہ اس کے کمرے میں کس مقصد کے لئے گئی تھی۔
"میں نے تو صبا آپی کو اپنی آمد کا فون بھی کھڑکا دیا تھا۔ معید بھائی کو منا لیا آپ نے؟ وہ تو کہیں
جانے کو ٹِش پِش تیار کھڑے ہیں۔"
"خدا کے لئے حمرہ! دو منٹ کے لئے زبان کو سکون دے لو۔ طوفان میل ہو پوری۔ لگتا ہی نہیں
صبا کی بہن ہو۔" وہ چڑ کر بولی تو اس کے پیچھے سے وجدان کا سر برآمد ہوا۔
"مگر آپی! تمہاری کزن ضرور لگتی ہے۔"
"تم ـــــ تم بھی آ رہے ہو گدھے!" اس کا پارہ وجدان کو دیکھتے ہی ہائی ہوا تو وہ معترض ہوا۔
"دھیان سے آپی! اپنی زبان کو کنٹرول میں رکھو۔"
"بالکل جی۔ آخر گدھے کی بھی کوئی عزت ہوتی ہے۔" حمرہ کو موقع ملا تھا۔
وجدان نے اس کی چٹیا پکڑ کر کھینچی تو وہ چیخ اُٹھی۔
"چلو جی۔ ایک مسئلہ حل نہیں ہوتا اور دوسرا معرکہ شروع ہو جاتا ہے۔" ضحیٰ کو ان کی بے وقت کی
لڑائی پسند نہیں آئی تھی۔
"پہلے تو یہ میری بہت عزت کیا کرتی تھی۔ تمہاری وجہ سے آپی! صرف اور صرف تمہاری وجہ سے
یہ میری توہین کی مرتکب ہو رہی ہے۔" وجدان نے اسے گھورا تھا۔
"ہاں، ہاں ـــــ تم تو قومی ترانہ ہو کہ تمہارا ادب و احترام کیا جائے۔" ضحیٰ نے دانت پیسے۔

"صبح سے الّو کی طرح شکل چھپائے بیٹھے تھے۔ اور اب شام ہوتے ہی آنکھیں پٹپٹا[...]
ہو۔ میں نے کہا نہیں تھا صبا کی طرف چلنے کو۔"

"مائنڈ یو آپی ڈیئر! اب تم ایک عدد شوہر بلکہ شوفر کی مالکن ہو۔ مجھے تمہاری غلامی سے آزا[...]
کافی سنہرے ماہ ہو چکے ہیں۔" وہ بے رُخی سے کہتا اس کے بستر پر دراز ہوا تو اس کی زبان دا[...]
ضحیٰ کو غصہ آنے لگا۔

"کیسے کیسے دل جلانے والے الفاظ استعمال کر رہا ہے خبیث۔ شوہر اور معید حسن۔ ہنہ۔"
اسے طرارہ آیا تو دھمکانے لگی۔

"اب کبھی اُدھار مانگنا مجھ سے ــــــ پھر میں پوچھوں گی کہ مجھ سے کیا رشتہ داری ہے تمہا[...]

"ہاہ ــــ وہ دن ڈوب گیا آپی! اب ایک نئے بینک نے بہت آسان شرائط پر قرضہ دی[...]
کر دیا ہے۔ کیوں حمرہ؟"

وہ شرارتی نظروں سے حمرہ کی تائید چاہ رہا تھا۔ حمرہ اسے کوس کر رہ گئی۔ اس کا اشار[...]
تھی۔ سمجھتی کیوں نہ کہ آج کل اس کی پاکٹ منی وجدان کی زد میں تھی۔

وہ منہ پھلائے 'ہنہ' کہتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تو ضحیٰ نے بھی اسے اُٹھنے کا اشارہ کیا۔

"گاڑی نکالو۔ صبا کی طرف جانا ہے۔"

"میں بہت تھک کے آ رہا ہوں۔ معید بھائی سے کہو۔" اس نے آنکھیں موندیں۔

"ایسے کون سے ہل چلا کے آ رہے ہو؟" وہ جلبلا کر بولی تو اس نے اطمینان سے کہا۔

"پورے ستانوے رنز سے ہاری ہے ہماری ٹیم ــــــ یہ کوئی کم اسکور نہیں ہے۔"

"تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" وہ جل کر رہ گئی۔

اسے پتہ تھا کہ جتنی دیر وہ وجدان سے بحث کرے گی، وہ یونہی بے سر و پا تاویلیں د[...]
ہی ضائع کرے گا۔ سو جلتی کڑھتی لاؤنج میں چلی آئی جہاں حمرہ، معید کو چلنے پر راضی کر چکی تھی[...]

"چلو بھئی! میں بھی تیار ہوں۔"

وہ شکر کا کلمہ پڑھنے ہی والی تھی کہ ویرا کہتی چلی آئی۔ اسٹائلش سے ٹراؤزر اور شارٹ شر[...]
ملبوس شانے پر ہلکی پھلکی شال ڈالے وہ واقعی دیکھنے کی چیز لگ رہی تھی۔

ضحیٰ نے بے اختیار معید کی طرف دیکھا۔ وہ بھی ویرا ہی کی طرف متوجہ تھا۔

"اب تو دیر ہو چکی ہے۔ ابھی رات ہو جائے گی۔ پھر کبھی کا پروگرام رکھ لیں۔" اس [...]
پھسلی تو معید نے اسے گھورا۔

"تم پھر کبھی کا پروگرام رکھ لو۔ روز روز میں فرصت میں نہیں ہوتا۔"

ویرا کے سامنے معید کے انداز نے اسے کڑھنے پر مجبور کر دیا۔ مجال تھی جو کبھی اس کی [...]
لیتا۔ وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

"صبا کو کہنا اس بار آئے تو نگین کو بھی ساتھ لائے۔" چلتے وقت تائی جان نے آبدیدہ ہو[...]

[...]چھا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

[...] بالکل ہی ڈرائیور بنا دیا ہے تم لوگوں نے۔ کوئی ایک آگے آ جاؤ۔" معید نے ان تینوں کو
[...]یکھ کر کہا تو حمرہ نے ضحیٰ کی پسلی میں ٹھوکا دیا۔
[...]ھی اسے شرارت سے دیکھ رہی تھی۔

[...]نا بھی ہے، موقع بھی اور دستور تو ہے ہی۔" ویرا کی بات پر وہ جھینپ سی گئی۔
[...]ون سا دونوں کا افیئر چل رہا تھا۔ پھر بھی اس کی بات عجیب سے رنگ میں لپٹی محسوس

[...]ہو رہی ہے۔ کم آن ویرا! تم ہی آ جاؤ۔" معید جھنجلایا تو وہ شانے اُچکاتی آرام سے فرنٹ
[...]زہ کھول کر براجمان ہو گئی۔

[...]نے سانس بھر کے تاسف سے ضحیٰ کو دیکھا۔ خود اسے بھی عجیب سا ہی لگا تھا۔ مگر کیا کرتی کہ
[...]خود بھی کب معید حسن کی ہمراہی چاہتی تھی۔ یہ تو بس انا اب بیچ راستے میں آن کھڑی
[...]پل کے پل حالات بدل رہے تھے۔

[...]یکھ کر صبا اور صالحہ بیگم جتنی خوش تھیں، نگین کا رویہ اتنا ہی سرد اور لیا دیا محسوس ہوا۔

[...]بات ہے نگین! ہمارے آنے کی خوشی نہیں ہوئی تمہیں؟" ضحیٰ کو اس کے کھنچے کھنچے سے
[...]ہوا تو وہ بے رخی سے بولی۔

[...]ن تو آتے ہی رہتے ہیں ــــــ اور یہاں کون سے خوشیوں کے شادیانے بج رہے ہیں
[...]یاں مناتی پھروں؟"

[...]سب ایک دم سے خاموش رہ گئے۔

[...]ی اندازہ نہیں تھا کہ نگین اس طرح کا رویہ بھی اپنا سکتی ہے۔ ضحیٰ تو بری طرح سے شرمندہ

[...]و گیا ہے تمہیں نگی!" صالحہ بیگم کا انداز سرزنش کرنے والا تھا۔

[...]بات نہیں آنٹی! پریشانی میں کبھی کبھار ایسا ہو جاتا ہے۔" معید نے طریقے سے بات
[...]ال نے کہا۔

[...]نا ــــ اپنے پرائے کا بھی تو دھیان رکھنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ جدھر سے آئی، بات کھینچ

[...]ے اپنے۔" وہ جانے کس رو میں تھی۔ تلخی سے بولی۔ "میرے اپنے ہوتے تو مجھے
[...]نہ کر دیتے ــــــ اس گھر سے میرا بھی ایک رشتہ ہے۔ مگر انس کے جاتے ہی سب
[...]پھیر لیں۔ ابھی ضحیٰ نے بھی مجھے بھابی کہنا گوارہ نہیں کیا اور میں اپنے پرائے کا دھیان

[...]صالحہ بیگم پریشان تھیں تو باقی سب دم بخود۔ نگین تو کبھی بھی ایسی نہیں رہی تھی۔

"مجھے پتہ ہے ماما! آپ بھی مجھے ہی غلط کہیں گی۔ آپ لوگ بیٹھیں، میں چلتی ہوں۔"
سے کہتی اُٹھ کے چلی گئی تو صالحہ بیگم نے آنکھوں میں آئی نمی پونچھی۔

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا، اسے دن بہ دن کیا ہوتا جا رہا ہے۔"

"کوئی بات نہیں آنٹی! آہستہ آہستہ سنبھل جائیں گی۔ صبر کی آمد بھی دُکھ کی مناسبت ہی ہے۔" معید نے انہیں آبدیدہ دیکھ کر تسلی دی تو وہ شرمندگی سے بولیں۔

"نہیں بیٹا! اس کا رویہ نظر انداز کرنے والا نہیں۔ اس روز عماد کے ساتھ بھی یونہی بولی اس بے چارے کا اس قصے میں کیا قصور۔ صرف یہی نا کہ وہ آخری وقت میں انس کے کر اسے کہتی ہے کہ انس کو ساتھ کیوں نہیں لایا۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا ماما! ـــــ آپ پریشان نہ ہوں۔" صبا نے چائے سرو کر کے انہیں تسلی دی۔

حالانکہ اندر ہی اندر وہ بھی نگین کی اس شدت پسندی سے خائف تھی جو کہ دن بہ دن چلی جا رہی تھی۔

"امی کہہ رہی تھیں کہ آپ اس بار بھابی کو بھی ساتھ لے کے آئیں۔" حمرہ نے تائی جان دیا تو صبا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

صالحہ بیگم اب ویرا سے محوِ گفتگو تھیں۔ ایک اجنبی کے سامنے نگین کے رویے پر وہ خاصی تھیں۔ سو اب اسی کے مداوے میں مصروف تھیں۔

صبا نے چائے کے برتن سمیٹے تو ضحیٰ بھی اس کی مدد کے لئے کچن میں آ گئی۔

"تم بیٹھو۔ میں کر لیتی ہوں۔" صبا نے کہا تو وہ جل کے بولی۔

"ہاں ـــــ میں تو اب کسی کام کی نہیں رہی۔ کوئی مجھ سے کچھ کروانے کو راضی ہی نہیں۔"

"ہائیں، یہ تمہیں کون سی بوٹی سنگھا دی کسی نے؟" صبا نے تحیر سے اسے دیکھا۔

"یہ جو ویرا بیگم ہیں نا، یہ میر ہاؤس پر قبضہ جمانے کا رنگین بلکہ سنگین قسم کا خواب دیکھ رہی ضحیٰ کے پیٹ میں بات ٹھہر ہی نہیں رہی تھی۔

"کیا مطلب؟" صبا حیران تھی۔

"مطلب ـــــ اب تمہیں اپنے بھائی کے ساتھ اس پر کٹی کو دیکھ کے بھی کچھ سمجھ نہیں مطلب میں کیا بتاؤں؟" وہ کڑھ کے بولی تو صبا نے اسے ڈپٹا۔

"بکومت ـــــ دونوں شادی شدہ ہیں۔"

"ہاں، نام نہاد۔" وہ طنز سے بولی۔ "گاڑی میں لئے اُڑتے پھرتے ہیں محترم اسے۔ اور بس اپنے میاں سے طلاق لینے کو بے تاب بیٹھی ہیں۔ اور ادھر آپ کے بھائی میاں جگنو بنے راستہ دکھا رہے ہیں۔"

"شٹ اپ ضحیٰ! ـــــ معید بھائی ایسے نہیں ہیں۔" صبا کو اس کی کسی بات پہ یقین نہیں آ

ایسے بھی نہیں ہیں۔" اس کا انداز جلا کٹا تھا۔

پہلے بھی تم نے ایسے ہی شوشے چھوڑے تھے۔ ہوا کیا؟ انہوں نے اتنے آرام سے تم سے نکاح اور اب تمہیں ویرا میں کیڑے دکھائی دینے لگے ہیں۔"

"رہی ہے۔ اسی کی تصویریں تھیں معید صاحب کے لاکر میں۔" وہ صد فی صد پُریقین تھی۔ ورسٹی کا پیار اب تکمیل کے مراحل میں ہے۔"

"کون سی فلم ہے؟ ـــــ یونیورسٹی کا پیار۔" صبا کو بے اختیار ہنسی آئی۔

"ہاں مانو۔ جب میری زندگی خراب ہو گی، تب تم لوگوں کو یقین آئے گا۔ امی اور وجی بھی ایسی ہی کرتے ہیں۔" وہ خفگی سے منہ پھلا کر بولی۔

"میرے خدا!" صبا متحیر ہوئی۔ "یہ ساری بکواس تم ان دونوں سے بھی کر چکی ہو؟"

"تو کیا ان دونوں کو یوں ہی اپنے سینے پہ مونگ دلنے کو چھوڑ دوں؟" ناراضگی سے کہا تو صبا نے شانے پر چپت لگائی۔

"بے وقوف ہو تم۔" صبا نے اسے ڈانٹا۔ "ایسے ہی فضولیات میں پڑی رہتی ہو۔"

"اچھا، اب تم آنا تو میں تمہیں ثبوت بھی دکھا دوں گی تمہارے بھائی کی شرافت کا۔" اس کا انداز جارحانہ تھا۔

مگر صبا نے اس کی کسی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیا تو وہ دل مسوس کر رہ گئی۔

اُس نے ژالے کا راستہ روکا تو وہ خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔
"مجھے تنگ مت کیا کرو خان! پچھتاؤ گے۔"
"پچھتا تو میں رہا ہوں تم سے دل لگا کے۔" وہ مسکرایا۔
دنوں میں اس کے انداز بدلے تھے۔ مگر ژالے کو غصے کے ساتھ کوفت ہوتی تھی۔
"تو چھوڑ دو مجھے۔"
"چھوڑنے کے لئے تھوڑی اپنایا ہے۔" اس نے ژالے کو اپنی طرف کھینچا۔
"ہاتھ مت لگاؤ مجھے۔"
"رعب نہ ڈالا کرو مجھ پر خان زادی!" شموئیل نے متنبہ کیا۔
"ورنہ ـــــ کیا کر سکتے ہو تم؟"
اس نے تمسخر اُڑانے والے انداز میں کہا تو شموئیل نے اسے دھکیل کر دیوار کے ساتھ لگایا
اس کے دائیں بائیں ہاتھ رکھ کر اسے محصور کرتے ہوئے باغی لہجے میں بولا۔
"بیوی ہو میری ژالے! ـــــ زبردستی بھی کر سکتا ہوں۔" اس کے لب و لہجے میں کچھ ایسا تھا
کہ ژالے کا وجود سنسنا اُٹھا۔
"تم ـــــ تم زبردستی کرو گے میرے ساتھ؟" ژالے کا یہ تحیر اور بے یقینی ذرا ہی دیر کی تھی
دوسرے ہی پل وہ جیسے اس پر پل پڑی۔
ہاتھ میں پکڑا بیگ کتنی ہی بار اس کے شانوں پر دے مارا اور وہ ہنستا رہا۔ بچنے کی ذرا بھی کوشش
نہیں کی۔
ژالے کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔
"آئی ہیٹ یو شموئیل خان!" وہ ہارسی گئی تھی۔
"لیکن میں جو تم سے محبت کرنے لگا ہوں، اس کا کیا ہوا؟" وہ اس کے انتہائی قریب کھڑا
محبت سے اس کے نقوش کی دلفریبی کو محسوس کرتا اس کے کانوں میں زندگی کا امرت گھول رہا تھا۔
ژالے بھی مسحور ہونے لگی۔
یہ قرب، یہ لب و لہجہ زندگی کا حاصل۔
مگر حقیقت۔

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا، ایک بے خودی اور بے اختیارانہ پن تھا۔ ہو سکتا ہے وہ بھی اس
زندگی میں اس کا ساتھ دیتی اگر دل پر لگنے والی چوٹ اس قدر شدید اور نئی نہ ہوتی۔
"مجھ سے محبت مت کرو شموئیل خان! کیونکہ اب میں تم سے نفرت کرتی ہوں۔" وہ اس کے
بازوؤں کی گرفت توڑنے لگی۔
شموئیل نے بے اعتباری سے اس کی شربتی نگاہوں میں جھانکا جہاں سے شدید غصہ جھانک رہا
ٹوٹے ہوئے مان کی کرچیاں اور خوابوں کی پامالی کا دُکھ۔
"بعض اوقات حالات ویسے نہیں ہوتے جیسے دکھائی دیتے ہیں جان!" وہ سنجیدگی سے بولا تو
وہ درشت لہجے میں پوچھنے لگی۔
"کیا تمہارے اور تمہارے بابا کے بیچ یہ کنٹریکٹ ہماری شادی سے پہلے ہی سائن نہیں ہو چکا
تھا؟"
"وہ تو ہے۔ مگر میں نے صرف انہیں ٹالنے کے لئے......" شموئیل نے اسے یقین دلانے والے
انداز میں کہنا چاہا مگر وہ تلخی سے اس کی بات کاٹ گئی۔
"ہاں ـــــ ٹالنے کا کیا مطلب شموئیل خان؟ وہ تمہاری منکوحہ ہے۔ خاندانی بیوی۔ جس سے
تم اپنی اولاد پیدا کرو گے۔"
"اعتبار نہیں کرتیں مجھ پر؟" شموئیل نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ اس کی گرفت کمزور پا
کر اس کی بانہوں کے حصار سے نکلتے ہوئے اسی تلخ انداز میں بولی۔
"اگر مجھے ڈیڈی کی فکر نہ ہوتی تو میں اسی روز تمہارا یہ محل چھوڑ جاتی شموئیل خان! رہتے تم یہاں
اپنی پلوشے کے ساتھ۔" وہ کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئی تھی۔
شموئیل خان مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

●●●●●

عماد کی پسند نے مریم پھپھو کو خاصا شاکڈ کیا تھا۔
وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ زندگی کو اتنے لاابالی اور کھلنڈرے انداز میں گزارنے والا عماد
زندگی کا ساتھی چنتے وقت اتنے کڑے انداز میں فیصلہ کرے گا۔ ان کا شدت سے جی چاہ رہا تھا
کسی سے مشورہ کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کریں۔ مگر اس سے پہلے وہ عماد سے بات کر کے اس
سنجیدگی کے تناسب کو جانچنا چاہ رہی تھیں۔ اور آج کئی دنوں کے بعد انہیں یہ موقع مل ہی گیا۔
وہ لان کی ہلکی سی دھوپ میں بیٹھا کوئی فائل چیک کر رہا تھا۔
"ٹی ٹائم ہو رہا ہے بچے!"
انہوں نے ٹرے اسٹینڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا تو وہ چونک گیا۔ پھر اپنے پسندیدہ میونیز کٹلس کی
پلیٹ دیکھ کر مسکرا دیا۔
"جب سے تم نے بزنس جوائن کیا ہے، زیادہ ہی مصروف ہو گئے ہو۔" وہ چائے کا مگ اس کے

آگے رکھتی شکوہ کناں انداز میں بولیں تو وہ ہنس دیا۔

"خود ہی تو گلہ کرتی تھیں کہ کسی معاملے میں سیریس نہیں ہوتا۔ اب جبکہ اچھا بھلا سنجیدہ بزنس کے امور سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں تو معروفیت کی شکایت کر رہی ہیں۔ آپ خواتین بھی نا۔"

"میں نے اتنا سنجیدہ ہو جانے کو بھی نہیں کہا تھا کہ میں تمہارے پرانے روپ کو ہی جاؤں۔" وہ خفگی سے بولیں۔

"اوفوہ ـــــ میری سنجیدگی کو دل پہ نہ لیں مام جانی! بڑے ماموں کا ہوا نہ ہوتا تو آپ کو ٹیپکل بزنس مین والا انداز نظر نہ آئے۔ وہ نہ صرف سخت گیر استاد کی طرح کلاس میں سبق پڑھا ہیں بلکہ ہوم ورک بھی اچھا خاصا دیتے ہیں۔" وہ انہیں بہلا رہا تھا۔

"شرم کرو۔" مریم پھپھو نے اسے گھورا۔

"انس ایسے ہی تھوڑا ابد کتا تھا ان سے۔" وہ بے ساختہ بولا، پھر لب بھینچ کر چپ ہو رہا۔

ان کے بھی دل میں ٹیس سی اُٹھی تھی۔

"ہاہ ـــــ وقت کب رکتا ہے۔ برا ہو یا بھلا، گزرتا ہی چلا جاتا ہے۔"

"اچھا۔ اب آپ زیادہ سنجیدہ مت ہوں۔ یہ بتائیں کہ میر ہاؤس کا چکر کب لگا رہی ہیں؟" ایک کٹلس اٹھاتے ہوئے ان کا دھیان بٹانے لگا۔

"بس، آج کل میں ہی۔" انہوں نے کہا اور چائے کے گھونٹ بھرتی پُرسوچ انداز میں ا دیکھنے لگیں۔

"کیا مسئلہ ہے ماما؟"

وہ بھی انہی کا بیٹا تھا، ان کی چپ بھانپ گیا۔

"میں یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ کیا تم واقعی ادینہ سے شادی کرنا چاہتے ہو؟"

ان کا دل کٹ سا گیا تھا۔ عماد نے ایک نگاہ ان کے تاثرات پر ڈالی۔

اگر عام حالات میں وہ کسی اور لڑکی کے لئے رضامندی دیتا تو وہ بے حد خوش ہوتیں۔ مگر ا وہ بہت متفکر اور اُلجھی اُلجھی سی تھیں۔

"اگر آپ مانیں تو......."

"میں کیوں نہیں مانوں گی بیٹا! مگر میں صرف یہ کہنا چاہتی ہوں کہ زندگی کے فیصلے اتنی اچا اور یوں جذباتیت سے نہیں کئے جاتے۔ اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔" انہوں نے دبے لفظوں میں ا سمجھایا تھا۔

"اور اگر میں کہوں کہ میں نے اچھی طرح سوچ سمجھ کے ہی فیصلہ کیا ہے تو؟" وہ جیسے ان امتحان در امتحان میں ڈالنے کے چکر میں تھا۔

انہوں نے گہری سانس بھری۔

"میں کیا کہوں عماد! زندگی تمہیں گزارنی ہے۔ تم اُسے جانتے سمجھتے ہو گے، تب ہی اس را

ہو۔ بہرحال اچھی طرح سے جان بوجھ لو۔ وہ ایک بار ان راہوں سے گزر چکی ہے۔ اس نے گزارنے کا طریقہ ضرور وضع کر لیا ہو گا۔ اچھا ہوتا تم بھی اس کے طریقے کو جان لیتے۔ فیصلہ آسان ہو جائے گا۔"

"ہوں ـــــ"

عماد نے مبہم انداز میں کہتے ہوئے ذرا سا سر ہلایا۔ پھر بولا۔

"مجھے لگتا ہے کہ میرے فیصلے نے آپ کو خوش نہیں کیا۔"

"تم خوش رہو گے تو میں بھی خوش رہوں گی۔ تمہاری کامیاب زندگی میری خوشیوں کی ضمانت ہے بیٹا!" ان کا لہجہ نم ہونے لگا۔

"وہ اچھی لڑکی ہے ماما!" انہیں تسلی دیتے ہوئے عماد کے ذہن میں کوئی سراپا لہرایا تو وہ سر جھٹک کر چائے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

●●●●●

واپسی پر صبا کے مشورے کے مطابق ضحیٰ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی تو معید حیران ہوا۔ اتنی فرمانبرداری۔

"ہر چیز اپنے مقام پر ہی اچھی لگتی ہے۔"

وہ جتانے والے انداز میں بولی تو معید کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔

میر ہاؤس پہنچ کر حمرہ اور ویرا تو اُتر کر اندر چلی گئیں مگر ضحیٰ گاڑی سے نہیں نکلی تھی۔

"کیا ہے؟ ـــــ رات یہیں بسر کرنی ہے؟" معید نے تحیر سے پوچھا۔

آج تو وہ بات بے بات حیران کر رہی تھی۔

"آپ نے ویرا کو فرنٹ سیٹ پر کیوں بٹھایا؟" وہ سنجیدگی سے پوچھنے لگی تو معید پورے دھیان سے اس کی طرف پلٹا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ کی گاڑی کی فرنٹ سیٹ ہر ایرے غیرے کے لئے نہیں ہے۔" وہ اس سے نظر ملائے بغیر کہہ رہی تھی۔

"ویرا ایرے غیرے میں شمار نہیں ہوتی۔" معید نے اپنی حیرت دباتے ہوئے اسے باور کرایا۔

"بہت اپنوں میں بھی شمار نہیں ہوتی کہ اسے اتنی اہمیت دی جائے۔"

اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے ہوئے وہ بظاہر بہت شکوہ کناں انداز میں کہتی معید حسن کو بحرِ تحیر میں غوطے لگوا رہی تھی۔

"خیریت تو ہے؟ اب یہ کون سی ڈرامہ بازی کھیلنے لگی ہو؟" معید نے چبھتے لہجے میں پوچھا۔

اور ضحیٰ اس کے لب و لہجے سے تو نہیں البتہ اس کی چمکتی سیاہ آنکھوں سے ضرور خائف تھی۔ جو کہ اُتر کر اس کا بھید بھی پا سکتی تھیں۔

سو نظریں ملانے سے ہنوز اجتناب کیا۔

"یہ وہی ڈرامہ بازی ہے جس کا نام نکاح ہے اور اسی نے مجھے حق دیا ہے اس سیٹ پر بیٹھنے کا
وہ کتنی ہی دیر خاموش رہا تو ضحیٰ نے کنکھیوں سے اسے دیکھا۔

"اور عمر کاظمی؟ —— وہ کہاں فٹ ہوتا ہے اس سارے معاملے میں؟" کافی دیر کے بعد اس نے پوچھا تو ضحیٰ نے بمشکل مسکراہٹ دبائی۔

شکاری اپنے ہی دام میں آنے والا تھا۔

"آپ مجھے اتنا غلط نہ سمجھیں۔ وقتی غصے کے تحت میں نے جو کچھ بھی کہا ہو، مگر مجھے اتنی عقل ہے کہ یہ سمجھ سکوں کہ نکاح کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔" بڑی سمجھداری سے کہا۔

"میرے خیال میں آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ اب اتر کے اندر چلو۔"

پتہ نہیں اس پہ کیا اور کتنا اثر ہوا تھا۔ جب وہ بولا تو اس کا لب ولہجہ بہت متوازن تھا۔

اور دل ہی دل میں اسے برا بھلا کہتی بظاہر بہت خاموشی سے اندر چلی گئی۔

'دیکھنا تو معید حسن! وہاں لے جا کے ماروں گی جہاں پانی بھی نہ ملے گا۔'

اس کے ارادے خطرناک اور حوصلہ بلند تھا۔

●●●●●

"مختصر یہ کہ بابا جان اپنی گیم میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ وہ پلوشے کو ساتھ تو لے گئے ہیں مگر ژالے کے دل میں بدگمانی کا جو بیج بو گئے ہیں اب وہ تناور درخت بننے لگا ہے۔ میری تو کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ کیا کروں۔"

وہ حسب عادت نوفل کے سامنے واویلا کر رہا تھا۔

نوفل نے متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"شرم کر خان! اپنی بیوی کے دکھڑے میرے آگے رو رہے ہو۔"

"کیا شرم کروں؟ —— پہلے خود مجھے عشق و محبت کے پاٹھ پڑھایا کرتے تھے اور اب جب مصیبت میں ہے تو طعنے مار رہے ہو۔" وہ بھڑک اٹھا۔

"میں نے یہ بھی کہا تھا کہ ژالے سے ہر بات کلیئر کر لے۔" نوفل نے اسے یاد دہانی کرائی۔

"تب اسے سب کچھ منظور تھا۔ چاہے میں شادی شدہ ہوتا یا رنڈوا۔" وہ سلگا۔

نوفل ہنسنے لگا۔ شموئیل چڑ گیا۔

"اگر خدا نے شکل کی طرح قسمت بھی اچھی دے ہی دی ہے تو دوسروں کا مذاق تو مت اڑاؤ۔"

نوفل کے دل میں ایک لہر سی اٹھی تھی۔

"اپنی اپنی قسمت کی بات ہے۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا۔

شموئیل پھر سے دکھڑا رونے لگا۔

"یار! وہ اپنی محبت سے مکر رہی ہے —— سالوں میرے پیچھے جوگن بن کر پھرنے والی دن میں دس بار مجھ سے نفرت کا اظہار کرتی ہے۔"

"محبت کی شدت ہے اس نفرت کے زور کے پیچھے۔" نوفل نے سمجھایا۔

"تب مجھے اس کی محبت کی چاہ ہے تب وہ آگے بھاگنے لگی ہے۔"

اس کی بے چینی حد سے سوا تھی۔ نوفل نے گہری سانس بھری۔

"یہ ازل سے ہوتا آیا ہے۔"

"مجھ میں اتنی برداشت نہیں ہے یار! بیوی ہے میری اور رعب انسپکٹروں والا جھاڑتی ہے۔"

"بیوی ہے۔ حق رکھتے ہو۔ زبردستی کر سکتے ہو۔"

نوفل نے جیسے اسے چیلنج دیا تو اس کی مردانگی کو ٹھیس پہنچی۔

"عورت ذات سے زبردستی کروں؟"

"وہ بے زبان اور کمزور عورت نہیں ہے جس کا سر پکڑ کر جدھر تم گھماؤ گے ادھر کو چل پڑے گی۔ تمہیں چکرا دے گی صحیح معنوں میں۔" نوفل نے طنز کیا مگر وہ ڈھیلا پڑ گیا۔

"نہ یار! —— اتنی زبردستی وہاں اچھی لگتی ہے جہاں مان ہوتا ہے۔ میں اس کی نظروں میں گرنا نہیں چاہتا۔"

"بری جگہ پھسل رہے ہو خان! یہ سب اس کی مصنوعی ناراضگی ہے۔ ایک بار محبت سے تھامو گے سب کچھ بھول جائے گی۔"

"تمہیں کیا معلوم؟" شموئیل خان نے گہری سانس کھینچتے ہوئے کہا۔ "اب تو اس کی بے اعتباری ہرٹ کرنے لگی ہے۔"

"ڈونٹ وری یار! محبت میں یہ سب اونچ نیچ چلتی رہتی ہے۔ یوں دل پہ مت لو۔" نوفل نے بہلانے کی مقدور بھر کوشش کی مگر وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

"مجھ میں اتنا صبر و تحمل نہیں ہے۔ وہ ایک بے بنیاد بات کو لے کر ہم دونوں کی زندگی کے خوب صورت دنوں کو ضائع کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اگر اس کا یہ برتاؤ یوں ہی رہا تو جانے کیا ہو جائے۔"

"شٹ اپ۔" نوفل نے اسے ڈانٹ دیا۔ "میں خود بات کروں گا اس سرپھری سے۔ خبردار جو تم نے اسے کچھ بھی الٹی میٹم دینے کی کوشش کی تو۔ خواہ مخواہ بدمزگی مت بڑھاؤ۔"

"اور وہ جو کر رہی ہے، وہ بھی محبت کو تو بڑھاوا نہیں دے رہا۔" وہ طنزاً بولا تھا۔

"بہرحال، اب یہ میرا درد سر ہے۔ میں خود ژالے سے بات کرتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ اب بات سمجھ جائے گی۔"

نوفل نے پُر یقین انداز میں کہا۔ مگر شموئیل خان نے ژالے کی ضد اچھی طرح دیکھ رکھی تھی۔ اس کا دل کسی اور ہی سمت پرواز کر رہا تھا۔

●●●●●

معید کو ان کی بات سن کر دھچکا لگا۔

"کیا بات کر رہی ہیں آنٹی؟ —— یہ سب عماد نے خود کہا ہے آپ سے؟"

"ہوں۔" انہوں نے تھکے تھکے انداز میں جواب دیا۔

"اس میں مضائقہ تو کوئی نہیں۔ مگر بہرحال عماد کو اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا چاہیے تھا۔"

خود معید بھی کنفیوژ ہونے لگا کہ بہرطور وہ کوئی غیر شرعی قدم نہیں اٹھانے والا تھا کہ کھلے بندوں اس کی مخالفت کی جاتی۔

مگر اتنا تو وہ سمجھ ہی گیا تھا کہ عماد کی ادینہ سے اچھی خاصی دوستی ہوگی۔ جب ہی وہ اس حد تک پہنچا تھا۔ ورنہ وہ محض کسی کو دیکھ کر محبت میں مبتلا ہو جانے والوں میں سے ہرگز نہیں تھا۔

"مجھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ خاندان میں ایک سے ایک لڑکی ہے۔ پڑھی لکھی، خوب صورت۔ اور عماد کو بھی پسند آئی تو۔"

وہ ماں تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس معاشرے میں رہ رہی تھیں اس میں سب ہی کی سوچ یہی ہوتی ہے۔ اب بھی دل کی ٹیس کو دبا نہیں پائیں تو عماد کے بدلتے اطوار کے پیشِ نظر جو بات وہ اس کے سامنے نہیں کر پائیں، وہ بھانجے سے کہہ دی۔

خود معید بھی کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ عماد زندگی میں ایسا فیصلہ کرے گا۔ وہ بھی اپنی بیوی پسند کرنے کے معاملے میں۔

"آپ اس معاملے میں صبا سے بات کیوں نہیں کرتیں؟" معید کو خیال آیا۔ "وہ ادینہ کی عادات واطوار اور رویے کے متعلق زیادہ اچھی طرح جانتی ہوگی۔ تقریباً اکٹھے ہی رہتے ہیں وہ لوگ۔"

"وہ تو میں پوچھ ہی لوں گی۔ مگر اس کی بھی سسرال کا معاملہ ہے۔ میں تو ابھی عماد کی سنجیدگی جانچ رہی تھی۔" وہ واقعتاً پریشان تھیں۔

"میں بات کرتا ہوں اس سے۔" معید نے کہا۔

"ابھی تو وہ بھائی صاحب کے پاس بیٹھا ہے۔" مریم پھپھو نے اسے بتایا تو وہ سر ہلا کر رہ گیا۔ مگر جلد ہی اسے عماد سے بات کرنے کا موقع مل گیا جب وہ لوگ رات کا کھانا کھا کر فارغ ہوئے۔

"آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔"

اتنی سردی میں یہ نادر و نایاب آئیڈیا آئس کریم کی جنونی منحیٰ ہی کا ہو سکتا تھا۔

"خودکشی کرنے کے اور بھی بہت سے آسان اور آزمودہ طریقے ہیں۔ کچھ سوچ لو۔ ابھی ہم کو ضروری کام سے جا رہے ہیں۔" اسے گھورتے ہوئے کہہ کر وہ عماد کو لئے اپنے کمرے میں چلا آیا۔

"کیا بات ہے؟ ——— بہت مصروف رہنے لگے ہو۔" معید نے آرام سے بیٹھتے ہی اس سے شکوہ کیا تو وہ مسکرا دیا۔

"بڑا ہو گیا ہوں نا۔ اس لئے۔"

"آنٹی کو بھی بہت شکایت ہے تمہاری مصروفیت کی۔"

"اوئے چھوڑ یار! ماؤں کو عادت ہوتی ہے پریشان ہونے کی۔ جب زیادہ فرصت ہوتی تھی تب

...اٹی تھیں۔ اور اب جبکہ بزنس میں مصروف ہو گیا ہوں تب بھی ان کا دل ہولتا رہتا ہے کہ ہر ...کام۔" عماد نے ہنستے ہوئے اسے ٹالا۔

"تو پھر کیسا رہا تجربہ بزنس کا؟" معید نے پوچھا تو وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

"تم جانتے ہو، میں بزنس لائن کا بندہ نہیں ہوں۔ بس سر پہ پڑی ہے تو سوچا نبھا ہی دوں۔ اب ...ہوں پہ کام کا زیادہ لوڈ دیکھتا ہوں تو خود بخود ذمہ داری کا احساس ہونے لگتا ہے۔ سو دل بھی ...لگا ہے۔"

"ویری گڈ۔" معید نے اسے ستائشی انداز میں سراہا۔ "یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اپنا فیوچر بھی ...کر لو گے اس طرح۔"

"کل کس نے دیکھا ہے یار!" وہ آزردہ ہونے لگا۔ "اب انس ہی کو دیکھ لو۔ اتنا پیارا بھائی ...بھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ یوں ہنستا مسکراتا چلا جائے گا ہم سب کو روتا چھوڑ کے۔ خود اس نے ...سوچا ہوگا اپنی جنت، اپنی محبتوں کو چھوڑ کر جانے کا۔ مگر موت سے کس کو رستگاری ہے۔"

"بس یار! خدا سے تو کوئی شکوہ نہیں۔ اس کے بنائے نظام کا کسے علم نہیں۔ دم مارنے کی مجال ...خطاکار کی۔" معید کی آنکھوں میں بھی ضبط کی سرخیاں اُتر آئیں۔

انس کے بغیر اس نے خود کو کیسے سنبھالا یہ اس کا دل ہی جانتا تھا۔

...ی جان اب اس سے اور بھی نزدیک ہو گئی تھیں۔ آفس ٹائم سے ذرا سا بھی اوپر نیچے ہوتے ہی ...فون کر کے اس کی خیریت معلوم کرنے لگتی تھیں۔ اسے جلدی گھر آنے کا کہتی تھیں۔

...خود وہ بھی ان کے واہموں اور وسوسوں کو جان گیا تھا سو ان کا اور بھی زیادہ خیال کرتا تھا۔

مگر انس کی جگہ بھلا کوئی اور لے سکتا تھا؟

کبھی نہیں۔

"اتنا پیارا شخص ——— لا اُبالی اور محبتوں سے گندھا ——— بے حد جذباتی اور سادہ طبع۔

خود معید جیسے غیر جذباتی شخص کی آنکھیں اس کے لئے نم ہو جاتی تھیں۔

عماد نے گہری سانس بھری۔

"بہرحال ——— جینا تو پڑتا ہی ہے۔ جب تک سانسیں باقی ہوں۔"

"ہاں، جینا تو پڑتا ہی ہے۔" معید بھی آزردہ تھا۔

"مگر یہ طے ہے کہ اس کے جانے سے سب کچھ بدل گیا ہے۔ سب ایک دوسرے کو مطمئن ...کی خاطر خوش پھرتے ہیں۔ مگر کسی کی مسکراہٹ اور ہنسی میں بےساختہ پن نہیں۔ مامی جان کی ...بھی کسی پل خشک نہیں ہوتیں۔ اور نگین......."

...بےاختیار کہتے کہتے رک سا گیا تو معید تاسف سے بولا۔

"...نا ——— اُس نے تو جیسے زندگی کی خوشیوں کو ہی خود پر حرام کر لیا ہے۔ بھلا ایسے بھی کبھی ...گزارا کرتی ہے؟"

"انس کی اس کے لئے جنوں خیزی سے کون ناواقف ہے؟ ہم انس کے بغیر بہ مشکل رہ رہے ہیں تو وہ بھی اس کی بیوی تھی یار! میں جانتا ہوں کہ وہ کیسے گیا ہے اسے چھوڑ کے۔ جاتے ہوئے اس نے ایک پل کو اس کی آنکھوں سے نگین کا چہرہ نہیں گیا ہوگا۔ نام ہی تو اسی کا تھا انس کے ہونٹوں پہ" وہ آج پہلی بار کسی سے کھل کر بات کر رہا تھا۔

"بہت کم میاں بیوی میں اتنی شدید محبت دیکھنے کو ملتی ہے۔" معید نے تبصرہ کیا تو وہ خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ محبت ہے معید؟"

کچھ دیر کے بعد اس نے پوچھا تو معید نے کچھ توقف کے بعد کہا۔

"اس محبت کے رنگ بہت انوکھے ہوتے ہیں۔ ہر بار جدا، ہر بار اجنبی سے لگتے ہیں۔ مگر یہ سب کا ایک ہی ہوتا ہے۔ محبت، محبت اور شدید محبت۔" عماد نے گہری سانس بھرتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی۔

"اور اگر کسی کی محبت سے محبت ہو جائے تو؟" اس کا سوال بہت انوکھا اور بہت سے بدلے ہوئے تھا۔

معید اس کی شکل دیکھنے لگا تو اس نے وضاحت کی۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے نا کہ ہمیں کسی شخص سے محبت کی بجائے اس کی محبت سے، اس کی محبت کرنے کے انداز سے محبت ہو جائے۔"

"ایسا بہت کم بلکہ شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ یہاں کبھی تو یک طرفہ محبت چلتی ہے اور کبھی محض شکل یا حیثیت دیکھ کر۔" معید نے کہا۔

"ہوں۔" عماد نے ہنکارا بھرا تو معید اصل بات کی طرف لوٹتے ہوئے بولا۔

"تم مجھے یہ بتاؤ کہ کب تک یوں ہی محبت کی تلاش میں بھٹکنے کا ارادہ ہے؟ پہلے تو بہت رولا ڈال رکھا تھا کہ ماں نے زبردستی چھترا چھانٹ رکھا ہوا ہے۔ اب تو چاند کی بھی منگنی طے ہو چکی۔ وہ فون پہ طعنے دے رہا تھا تمہارے لئے۔"

عماد نے خاموش نظروں سے دیکھا۔ وہ جواب کا منتظر تھا۔

"ماما سے بات نہیں ہوئی تمہاری؟"

"کس سلسلے میں ــــــ؟" معید نے انجان بننے کا مظاہرہ کیا۔ وہ تمام تفصیل عماد ہی کی زبانی سننے کا متمنی تھا۔

"میری شادی کے سلسلے میں۔" وہ اطمینان سے بولا تو معید نے اسے گھورا۔

"اب تک اپنے سینکڑوں افیئرز کی داستان سنا چکے ہو۔ اتنے شرمیلے کب سے ہو گئے کہ خود یہ خبر مجھے نہیں سنا سکتے؟"

"یہ افیئر نہیں ہے۔ اسے میں کسی انجام تک پہنچانا چاہتا ہوں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

...نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا۔

...کہیں بھی محبت دکھائی نہیں دی۔ نہ عماد کے لب و لہجے میں اور نہ ہی اس کی آنکھوں میں۔

...تم تو لو میرج کے حق میں تھے۔ پھر یہ ــــــ؟" وہ بات ادھوری چھوڑ گیا۔

...نے اسے قدرے حیرت سے دیکھتے ہوئے وضاحت کی۔

...میں نے ماما کو لڑکی اپنی پسند کی بتائی ہے۔"

...پسند ہونے اور محبت ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے عماد صاحب!" معید نے اسے جتایا۔ پھر ..."اب میں کیا تمہارے وہ تمام فرمودات محبت دہراؤں جنہیں سنا سنا کر ماضی قریب میں تم ...کھایا کرتے تھے؟"

...وقت اور عمر کے ساتھ ساتھ انسان کی سوچ بھی میچور ہوتی چلی جاتی ہے۔" وہ فلسفیانہ انداز میں ...معید نے آرام سے اسے ٹوک دیا۔

...شٹ اپ۔ تم محبت کی فضا میں سانس لینے والے پرندے ہو۔ اتنی جلدی اپنی پرواز نہیں بدل ...اصل بات بتاؤ۔"

...کے گھرکنے والے انداز پر عماد مسکرا دیا۔

...بس یوں ہی یار! سوچا کہاں اپنی سنڈریلا کی تلاش میں گھر گھر دستک دیتا پھروں۔ جو دل کو ...رہی ہے، ہو سکتا ہے نصیب کو بھی اچھی لگ جائے۔ تو بس پھر ایک پہ ہاتھ رکھ دیا۔" اس ...از میں لاپرواہی تھی۔

...نے پوچھا۔

...اس خوش نصیب کا نام ہی بتا دو ــــــ مجھے تو بہت تجسس تھا۔ میں جانتا تھا کوئی کارنامہ ہی ...ہے۔"

...کی بات سن کر وہ چپ رہ گیا تو معید کو اپنی زیادتی کا احساس ہونے لگا۔

...کوئی بھی ہو، مجھے پتہ ہے تمہارے لئے بہت خاص ہوگی۔ کیونکہ جن سے ہم محبت کریں وہ ...ا کرتے ہیں چاہے دوسرے انہیں کسی بھی نگاہ سے دیکھیں۔" اب کی بار عماد نے لب ...دیئے۔

...جانتے ہو اسے۔ صبا کی نند ہی لگتی ہے۔ ادینہ۔"

...ہا ــــــ وہ ــــــ" معید نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔ پھر پوچھنے لگا۔ "یہ یک طرفہ ...یا فریق ثانی کو بھی علم ہے اس واردات کا؟"

...خیال زیادہ درست ہے تمہارا۔" عماد نے کہا تھا۔

...اگر د ــــــ پھر بھی کہتے ہو کہ یہ محبت نہیں ہے؟" معید نے اسے لتاڑا۔ "فریق ثانی کو تب ...جبکہ تمہاری طرف سے کچھ التفات ہے۔"

...نہیں یار! ابھی تو میں خود بھی کچھ سمجھ نہیں پا رہا ہوں۔" وہ دفعتاً ہی جیسے اس موضوع سے

اُکتا گیا ہو۔
معید بھونچکا رہ گیا۔
شادی جیسا اہم فیصلہ اور عماد جیسے بندے کی یہ لاتعلقی۔
"تو پھر اتنی عجلت کا فیصلہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پہلے اچھی طرح سوچ بچار کر لو تمہیں یوں بھی عادت ہے ٹھونکنے بجانے کی۔"
معید نے بات ختم نہیں کی بلکہ مشورہ دیا تو وہ بولا۔
"اس بار میں ایسا نہیں کرنا چاہتا۔ محبت ہے یا نہیں، شادی تو کرنی ہی ہے۔ ابھی نہیں تو کبھی سہی۔ پھر ابھی کیوں نہیں۔"
اس کا لب و لہجہ ابھی بھی بے تاثر تھا۔ اور یہ بات معید حسن نے بہت شدت سے محسوس کی۔
"یوں لگ رہا ہے جیسے اپنی نہیں کسی اور کی شادی کی بات کر رہے ہو۔ بلکہ ہماری شادیوں کے تم جشن مناتے رہے ہو۔ پھر اپنی دفعہ یہ پژمردگی کیوں طاری ہے تم پر؟" معید نے اس کے اندر اُترنے کی کوشش کی تو وہ الٹا اس پر گرم ہونے لگا۔
"تو اب کیا اپنی دفعہ بھی میں ہی ناچے گاجے کروں گا؟ شرم تو تم لوگوں کو آنی چاہیے۔ اب یہ باری ہے تو اصولاً جشن تو تم لوگوں کو منانا چاہیے۔"
معید ہنس دیا۔
"اچھا ___ تو اس بات کی ناراضگی ہے۔"
"تم یہ بتاؤ کہ میرا فیصلہ تمہیں کیسا لگا؟"
"عماد نے فیصلہ کیا ہے تو کچھ دیکھ بھال اور سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔ اس لڑکی کے ساتھ ایک ٹریجڈی ہے۔ باقی اس کی عادات و اطوار کے متعلق تو تم ہی جانتے ہو شاید۔ یا پھر صبا ٹھیک سے بتا پائے گی۔" معید نے احتیاط سے کہتے ہوئے آخر میں اسے بھی راہ سجھائی۔
عماد نے لحظہ بھر کو لب بھینچے، پھر مسکرا دیا۔
"پھر بھی، ماما کو مطمئن کر دینا یار! میں شاید انہیں ٹھیک سے سمجھا نہ پاؤں۔"
"یہ کام میں نہیں، صبا ہی کر سکتی ہے۔ کیونکہ وہ ادینہ کو مجھ سے ہی نہیں بلکہ تم سے بھی اچھی طرح گھریلو سطح پر جانتی ہے۔"
معید نے صاف لفظوں میں کہتے ہوئے اس ذمہ داری کو لینے سے انکار کیا تو عماد کی نگاہوں میں سوچ کی پرچھائیاں اُترنے لگیں۔

●●●●●

وہ کمرے میں داخل ہوا تو عجیب سی صورت حال نے اس کا استقبال کیا۔
اس کے تمام کپڑے بیڈ پر بکھرے پڑے تھے۔ الماری کے دونوں پٹ وا تھے اور محترمہ ضحیٰ نہ جانے کیا برآمد کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی جا رہی تھیں۔

اس کی پشت پر جا کھڑا ہوا۔
"بہت خوب ___ اب کیا کھوجا جا رہا ہے میری الماری کے لاکر میں سے؟"
بھرپور آواز اس قدر غیر متوقع اور اچانک تھی کہ ضحیٰ اچھل ہی تو پڑی۔
انا شدید آیا کہ حد نہیں۔ تب ہی تو وہ انجام کی پرواہ کیے بغیر اس پر برس پڑی تھی۔
"اس طرح سے کسی کی جان نکالتے ہیں اچانک؟"
اس کے یوں رنگے ہاتھوں پکڑے جانے پر معید کو بھی غصہ تھا مگر اس کے بے ربط انداز پر ہنسی بھی آئی جسے وہ فی الفور دباتے ہوئے اپنے سابقہ انداز میں بولا۔
"کبھی اتفاق نہیں ہوا کسی کی جان نکالنے کا۔ آرام سے نکالتے ہیں یا اچانک۔"
"اگر آپ اندر داخل ہونے سے پہلے دروازہ کھٹکھٹا لیتے تو یہ صورت حال نہ ہوتی۔" وہ ابھی بھی پیروں میں سنسناہٹ سی محسوس کر رہی تھی۔ ناراضگی سے بولی تو معید نے سیاہ آنکھوں میں اسے دیکھا اور تمسخرانہ انداز میں بولا۔
"بہت خوب ___ یعنی کہ میں اپنے کمرے میں بلکہ اپنے ذاتی کمرے میں دروازہ کھٹکھٹا کے آؤں اور تم ___ تمہارا فرض نہیں بنتا تھا کہ میرے کمرے میں داخل ہونے سے پہلے میری اجازت لے لیتیں؟"
"میں کون سا آپ کا جمع شدہ خزانہ تلاش رہی ہوں۔ مختلف رنگوں کی جرابیں ہیں جن کے جوڑے تلاش کر رہی ہوں۔ لے کے جان نکال دی۔ اور اب اوپر سے طنز بھی فرمائے جا رہے ہیں" چڑ کر بولی۔
تو اسے اپنے اوپر فدا کرنے کے لئے اتنے پاپڑ بیلنے پڑ رہے تھے، اوپر سے خواہ مخواہ کی بے رخی۔
"___ یہ سب کیا ہے؟"
بکھرے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔
"آپ کی بری......" ضحیٰ نے منہ بھر کے کہتے کہتے خود کو کنٹرول کیا تھا۔
"یہ سب میں نے استری کرنے کے لئے نکالے ہیں۔ رومال، جرابیں، ٹائیاں وغیرہ الگ الگ رکھ دی ہیں۔ دیکھ لیجئے گا۔ باقی رہا پریسنگ کا کام تو کل تک انشاء اللہ سب کپڑے ریڈی ملیں گے۔"
فرمانبرداری سے کہا تو دوسری طرف سے کوئی بھی جواب موصول نہ ہونے پر بے اختیار معید کی طرف دیکھا تو اسے خاموشی سے بغور اپنی جانب متوجہ پا کر ضحیٰ کا دل حلق میں آن اٹکا۔
بعض اوقات تو محترم وکیل کی بجائے تھانے دار لگتے ہیں۔ کیسے تفتیشی بلکہ تشویشی انداز میں دیکھ رہے ہیں۔" کڑھ کر سوچا۔
"کیا ہوا؟ ___ کچھ غلط کام کر دیا میں نے؟" ضحیٰ نے معصومیت کے سارے اگلے پچھلے

ریکارڈ توڑتے ہوئے آنکھیں پٹپٹا کر استفسار کیا تو وہ سانس بھرتا پلٹ گیا۔
"مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ تم چاہتی کیا ہو؟"
'اور ابھی سب کہتے ہیں معید بہت سیدھا سادہ بچہ ہے۔ ہوں، جلیبی بلکہ اسپرنگ جیسا ہے۔' ضحیٰ نے ٹھنڈی آہ بھری تھی۔
"کیا مطلب ہے آپ کا؟" اس نے ناسمجھی کا مظاہرہ کیا۔
"مطلب یہ کہ اگر میں تمہاری اپنی گزشتہ دشمنی کی تاریخ کے صفحات پلٹوں تو شروع سے اب تمہارے التفات کی یہ سطریں کہیں پڑھنے کو نہیں ملیں گی۔ پھر اب اس سب کی وجہ؟"
وہ اب بستر کے کنارے پر ٹکا بوٹ اتار رہا تھا۔ رسانیت سے بولا تو ضحیٰ سے مزید ڈائیلاگ بازی کرنا مشکل ہونے لگا۔
مگر ـــــ ہائے ری مجبوری۔
"وجہ تو بہت صاف اور سامنے ہے۔ اب آپ ہی نہ سمجھنا چاہیں تو الگ بات ہے۔" ز سُروں میں کہہ کر وہ آگے بڑھی اور اس کے بستر پر بکھرے کپڑوں کو سمیٹنے لگی۔
معید کا ہاتھ کئی لمحوں کے لئے اسی زاویے پر رک گیا۔ ضحیٰ کنکھیوں سے اس کا ردِعمل دیکھ رہی تھی۔ دل بے ساختہ تیزی سے دھڑکنے لگا۔
"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" یقیناً وہ اس کی باتیں سن کر بے حد حیران ہو رہا تھا مگر مجال تھی جو چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اپنے اندر کی خبر ہونے دیتا۔ ابھی بھی بے حد سکون سے بولا تو ضحیٰ کا جی چاہا سارے کھیل پر لعنت کے چار حرف بھیج کر اور کپڑوں کا ڈھیر پھینک کر معید حسن کو ہمیشہ کی طرح کھری کھری سناتی نکل جائے۔
"یہ سب کہنے کی نہیں، سمجھنے کی باتیں ہیں۔ اور جس روز آپ نے اپنا دل میری طرف صاف کرلیا، سب سمجھ جائیں گے۔" وہ جبراً مسکرا کر بولی اور کپڑوں کا ڈھیر اٹھائے پلٹ گئی۔
اس کے کمرے سے نکل جانے کے بعد بھی معید حسن خالی دروازے کو دیکھ رہا تھا۔

ثمویٔل خان خوش تھا ـــــ بے حد خوش۔
ون رکھتے ہی اس نے ہوا میں مُکا لہرا کر ایک نعرہ سا لگایا۔
"پہلے شکرانے کے نفل پڑھ لوں۔ باقی کا لائحہ عمل بعد میں۔"
ے خیال آیا تو وہ فوراً ہی نوافل کی ادائیگی کے لئے اُٹھ گیا۔
دا کا شکر ادا کیا اور آئندہ کے لئے بھی اس سے بہتری کی دعائیں مانگیں۔ آسانیاں مانگیں۔
ں کے بعد بہت سوچ بچار کرتے ہوئے اس نے حویلی کا نمبر ملایا۔
لوشے کے فون پر آنے میں زیادہ وقت نہیں لگا تھا۔
ات کی تمہید، اس کا سمجھانا بجھانا، پلوشے کا رونا بلکہ چیخنا چلاّنا۔
اس سے کبھی بھی بدتمیزی نہیں کرتی تھی بلکہ کبھی بات تک نہیں کرتی تھی۔ یہ حالات ہی تھے جو ذہنی سطح کو اس نہج پر پہنچا گئے تھے۔
تم نہ صرف اپنا بلکہ میرا بھی دماغ خراب کر رہی ہو پلوشے! اگر ایک معاملہ خدا کے فضل و کرم بلکہ طریقے سے حل ہوسکتا ہے تو پھر اس طرح کی آنا کانی کرنے کا کیا مطلب ہے؟" وہ چڑ سا دوسری جانب سے سسکیوں کی آواز تیز ہونے لگی۔
اوہ گاڈ! پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے جو بکواس میں نے کی وہ یقیناً تم پلے نہیں باندھ رہیں۔ زندگی ت نہیں ہیں تمہیں؟ چپ کرو۔ خبردار جو ایک بھی آنسو بہایا تو۔"
ویٔل خان اس کی جذباتیت سے زچ ہو گیا تھا۔ یعنی وہ اتنی دیر سے سر کھپائی کر رہا تھا اور وہ ے بے وقوفوں کی طرح آنسو بہا رہی تھی۔
جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر آج کی رات اچھی طرح سے غور کرو۔ اور اگر واقعی ایک بہترین زارنے کی چاہت ہے تو بابا جان سے کہو کہ تمہیں یہاں کوٹھی چھوڑ جائیں۔ میں سب ٹھیک کر "

ا کا بس نہیں چل رہا تھا، پلوشے کو فون سے باہر نکال کر ٹھیک کر دے جو اس روز تو بابا کی شہ پر بہادر بن کر کوٹھی آ پہنچی تھی۔ مگر اب جبکہ وہ اسے ایک اچھے مستقبل کے لئے بلا رہا تھا تو وہ کی طرح روئے چلی جا رہی تھی۔
لوشے! اب تم میری ذمہ داری ہو، بابا جان کی نہیں۔ بلکہ وہ تو خوش ہوں گے کہ میں تمہیں خود

اپنی مرضی سے یہاں بلوا رہا ہوں۔ اور آگے بھی انشاء اللہ سب ٹھیک ہی ہو گا۔ ہم سب ...ما مہربانی رہی تو ایک بہت اچھی زندگی گزاریں گے۔ جس میں تمہیں بھی گھٹ گھٹ کے جینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ہمارے ساتھ ساتھ زندگی کی ہر خوشی پر تمہارا حق بھی ہو گا اور اختیار بھی۔ ...م گزار لی کاغذی زندگی تم نے۔"

وہ بہت اپنے پن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

پلوشے کا دل بھی سنبھلنے لگا۔

کیا واقعی ایک اچھی اور نارمل زندگی اس کی منتظر تھی؟

اس کے آنسو رکنے لگے۔

مگر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ سب بے حد کٹھن مراحل ہی سے گزر کر ممکن تھا۔

لیکن اگر ایسا ہو جائے تو؟

اس کا دل امید کے جگنوؤں کو مٹھیوں میں بھرنے کو ہمکنے لگا۔

الوداعی کلمات کہنے کے بعد ریسیور رکھ کر وہ پلٹا تو سینے پر بازو لپیٹے تنے تنے تاثرات ژالے پیچھے ہی کھڑی تھی۔

وہ قدرے گڑبڑایا۔

"تم......تم کب آئیں؟"

"بہت خوب۔ تو پلاننگ ہو رہی ہے اپنے روشن مستقبل کی۔" وہ بے حد کڑوے انداز میں اسے الرٹ کر گئی۔ یعنی وہ کچھ نہ کچھ سن چکی تھی۔

'یا اللہ! یہ عورتیں______'

ابھی وہ ایک سے دماغ کھپا کر فارغ ہوا تھا اور اب یہ ژالے آفریدی کیس۔ وہ کراہ کر رہ گیا مگر بظاہر بہت خوش دلی سے بولا۔

"اپنے نہیں، بلکہ ہمارے روشن مستقبل کی۔"

"ہمارے______؟" ژالے نے قدرے آنکھیں میچ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یعنی تم اور وہ تمہاری خاندانی بیوی۔"

"بس ژالے! بہت ہو گئی بدگمانی۔ کبھی اطمینان سے بیٹھ کر اس غلط فہمی کو دور بھی کر لو کہ تمہیں کوئی دھوکا دے رہا ہوں۔ اتنا بھی اعتبار نہیں کرتیں مجھ پر؟" وہ ناراضگی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

ژالے نے دانت پیسے۔

"میرے ساتھ ڈرامہ بازی مت کرو۔ اعتماد و اعتبار جیسے لفظ تمہاری زبان سے نہیں جچتے۔"

وہ دھپ سے صوفے میں دھنس گیا۔

"یا خدا! کیسے سمجھاؤں میں اس بے وقوف بیوی کو؟" وہ حقیقتاً زچ ہو گیا تھا۔

ژالے بدک اٹھی۔

"بے وقوف کسے کہا تم نے؟" خونخوار لہجے میں پوچھا تو وہ غصے سے بولا۔

"تمہیں______ جو بے وقوفی کے ہاتھوں ہم دونوں کی زندگیاں تباہ کرنے کی کامیاب کوشش کر ...

"...گزارو نا 'تم دونوں' اچھی اور کامیاب زندگی۔ دے تو رہے تھے اسے سنہرے دنوں کی ...میرا کیا ہے، جب کہو گے چلی جاؤں گی۔" وہ چیخ اٹھی تھی۔

شموئیل تاسف سے اسے دیکھنے لگا۔

"نہیں______ اگر تم اطمینان سے بیٹھ کر میری مکمل بات سن لو تو نہ صرف بہت سی غلط فہمیاں دور ...ی بلکہ شاید تم بھی اس سلسلے میں ہمارا ساتھ دینا پسند کرو۔"

"...بھی جس کے ساتھ وعدے وعید کر رہے تھے، وہی کافی ہیں۔ تم جانو اور تمہاری وہ خاندانی ...میں یہاں محض اپنے باپ کی خاطر رہ رہی ہوں کہ میں انہیں تکلیف دے چکی ہوں ایک بے ...ان کے پیچھے۔ پھر سے تکلیف نہیں دینا چاہتی ورنہ تمہارے گھر میں نہ پڑی ہوتی۔" وہ جلتا ...ی ہوئی تھی۔

شموئیل دنگ سا اسے دیکھ رہا تھا۔

...ری بات کیا سے کیا رنگ اختیار کر رہی تھی۔

"ویسا کچھ نہیں ہے ژالے! جیسا تم سوچ رہی ہو۔" وہ اٹھ کر نرمی سے کہتا اس کے پاس آیا۔

"ویسا بھی کچھ نہیں ہے جیسا میں نے سوچا تھا شموئیل خان!" وہ ہارسی گئی۔

"ویسا ہی ہو گا______ سب کچھ ویسا ہی ہو گا جیسا تم نے سوچا تھا۔ تھوڑا سا انتظار تو کرو میری ...پھر ایک خوب صورت زندگی ہماری منتظر ہو گی۔" اسے بانہوں میں بھرتے ہوئے وہ جذبات ...بھل آواز میں کہتا ژالے کو بے حد سچا اور دل سے قریب لگا۔

...ر ابھی جو کچھ فون پر وہ پلوشے سے کہہ رہا تھا، وہ سب تو ژالے نے اپنے کانوں سے سنا تھا ...ے جھٹلانے کا وہ کوئی جواز بھی نہیں رکھتی تھی۔

...ا کا دل برا پڑنے لگا۔ اور شموئیل خان تو اتنا برا لگنے لگا کہ حد نہیں۔

...اُسے جھٹک کر پیچھے ہٹی تھی۔

"مجھے چھوڑو اور اسے سنبھالنے کی فکر کرو جسے ایک بہترین زندگی گزارنے کے خواب دکھا رہے ...میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ مجھے اب کیسے جینا ہے______ جلد یا بدیر میں کوئی مناسب ...لوں گی۔"

...ا سے کہتے ہوئے باوجود غصے کے اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی اترنے لگی تو وہ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

...ئیل ہاتھ پر مکا مار کر رہ گیا۔

'...ت پچھتاؤ گی ژالے آفریدی!'

●●●●●

نوفل کو اُلٹے لینے کے دینے پڑ گئے۔

وہ آیا تو ژالے کو سمجھانے کے لئے تھا اور یہاں ژالے تو جیسے بھری بیٹھی تھی۔ اس کے دو لفظ لئے کہ وہ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

وہ تو شکر ہے کہ ژالے کے آفس میں اس وقت کوئی نہیں تھا ورنہ تو شاید وہ اس کا بھی لحاظ نہ کرتی۔

"کیا ہو گیا ہے تمہیں ژالے؟ —— پاگل تو نہیں ہو گئیں؟"

وہ ذرا تھمی تو نوفل نے تحیر سے کہا۔

اور بس —— ژالے بی بی نے جو چھم چھم رونا شروع کیا تو نوفل بھی گھبرا گیا۔

"میرے خدا! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ —— کچھ بتاؤ تو۔"

"بات مت کرو مجھ سے دھوکے باز! ایک ہی تھالی کے چٹے بٹے ہو تم دونوں۔"

وہ رونا چھوڑ کر غرائی اور پھر دوبارہ ٹشو پکڑ کر اپنی ناک رگڑنے لگی۔

اس نئے لقب نے نوفل کو پریشان کیا تھا۔

"اب کیا کر دیا خان نے؟"

"یہ پوچھو کہ کیا نہیں کر رہا وہ میرے ساتھ۔ دھوکہ دہی، فریب۔ میرے اعتماد کا خون کر دیا ہے اس نے۔" وہ یوں ہی آنسو بہاتے ہوئے بولی۔ پھر اس پر الٹ پڑی۔

"اور تم —— اُس کی ہر پلاننگ کا تمہیں علم ہوتا ہے۔ پھر مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو؟"

"یا اللہ! کیسی پلاننگ؟"

"مگر وہ جانتا نہیں ہے مجھے —— بہت غلط بندے سے ٹکرانے کی کوشش کی ہے اس نے۔"

ژالے کو سوچ سوچ کر طیش آ رہا تھا کہ شموئیل خان جیسا بندہ جس کا کسی زمانے میں وہ خود مذاق اُڑاتی آئی تھی، اب اسے یوں چٹکیوں میں اُڑا رہا تھا اور وہ برداشت کرنے پر مجبور تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے تم دونوں میں؟ —— مجھے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی۔" نوفل نے اسے یقین دلانے والے انداز میں کہا تو وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"مجھے واقعی نہیں پتہ کہ اب کیا ہوا ہے؟ میں تو اس کے کہنے پر تمہیں سمجھانے آیا ہوں اور یہاں لینے کے دینے پڑ رہے ہیں۔"

نوفل نے ناراضگی کا مظاہرہ کیا تو وہ ڈھیلی پڑنے لگی۔

"بہت بڑی غلطی کی ہے میں نے اس دھوکے باز کو پہچاننے میں۔ او گاڈ! کیسے سادگی اور بھولے پن کا نقاب پہن کر ملتا رہا ہم سے۔ اور میں بے وقوف، اس کے پیچھے امریکہ چھوڑ کے آ گئی اور وہ —— وہ کسی اور کے پیچھے مجھے چھوڑ رہا ہے۔"

وہ بات کرتے پھر سے چھما چھم رو دی تو نوفل ہق دق بیٹھا رہ گیا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو ژالے! وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔" نوفل کو خود کو سنبھالنے میں ٹائم لگا تھا۔

"وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔" وہ رونا چھوڑ کر چلائی تو نوفل گڑبڑا گیا۔

"اوکے، اوکے۔ مگر یقین کرو کہ اس کے نئے پلان کے متعلق میں بالکل لاعلم ہوں۔ کیا ہوا ہے ہونے کو ہے؟ میں کچھ نہیں جانتا۔"

اور شاید ژالے کو اس کی بات کا یقین آ ہی گیا۔

اس نے الف سے یے تک ساری بات نوفل کو بتا دی جو اس نے شموئیل کو فون پر پلوشے سے کہتے سنا تھا۔ وہ بے حد بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ سب شموئیل نے پلوشے سے کہا ہے؟" بات کے اختتام پر اس نے بے یقینی سے پوچھا تو وہ تی۔

"نہیں، میں نے خواب دیکھا ہے۔ یہ پیپر ویٹ اُٹھا کے دے ماروں گی اگر مزید جرح کی تو۔"

"پھر بھی ژالے! شموئیل ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ اگر اُسے پلوشے کو بسانا ہوتا تو تم سے شادی کرنا کون سی مجبوری تھی؟"

نوفل کو اس کی باتوں میں دم نظر نہیں آ رہا تھا۔

مگر ژالے تو اپنی سماعتوں سے تمام باتیں سن چکی تھی۔ اس کے لئے تو شک یا بے یقینی کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔

"وہ مجھے توڑنا چاہتا ہے اور بس۔" وہ تلخی سے کہتی اب ٹشو پیپر لئے بہت بے دردی سے اپنی ناک پونچھ رہی تھی۔

اندر کا غبار نکل گیا تو خیال آیا کہ اس بے درد اور بے وفا شخص کے لئے آنسو بہانے کا کیا فائدہ جو گھر میں کسی اور کو اور دل میں کسی اور کو بسائے بیٹھا تھا۔

نوفل ابھی تک یقین اور بے یقینی کے درمیان ڈول رہا تھا۔

"اور میری بے وقوفی، میرے خدا! —— میں کیا کرتی۔ اتنے سالوں اس شخص کے پیچھے خوار ہوتی رہی جو پہلے ہی سے شادی شدہ تھا۔ اور وہ، اس نے کیسی کامیابی سے میری محبت کو، میرے جذبات کو استعمال کیا ہے۔" ژالے کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کر ڈالے۔

"ٹھیک ہے، میں اس سے بات کروں گا۔" نوفل اور کیا کہتا۔ اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ مگر ژالے کو اب یہ بھی گوارہ نہیں تھا۔

"بس —— اب اور نہیں نوفل! تم نے جتنا اسے سمجھانا تھا سمجھا لیا۔ اور جتنا مجھے سمجھنا تھا وہ بھی سمجھ لیا۔ مجھے اس کی توجہ کی بھیک نہیں چاہئے۔"

"ہو سکتا ہے پس پردہ بات کچھ اور ہو۔" نوفل ابھی بھی شش و پنج میں تھا۔

مگر وہ جو اپنے کانوں سے سب سن چکی تھی، کیسے مان لیتی۔

"اُسے اپنے قبیلے کے مردوں کی روایت نبھانی ہے اور بس۔ وہ اس فخر کا موقع کیسے ہاتھ سے

جانے دیتا کہ شہر میں بھی ایک ماڈرن سی بیوی رکھتا ہے۔" وہ بے حد تلخ ہو رہی تھی۔

مگر نوفل نے دل میں ٹھان لی تھی کہ وہ شموئیل خان سے مل کر تمام معاملے کی خود سے
کرے گا۔

اور پڑتال کیا ہوتی۔ وہ کوٹھی پہنچا تو شموئیل خان کو وہاں پلوشے کی دلجوئی کرتے پایا۔

وہ اس سے سخت متنفر پلٹا تو شموئیل خان سخت لہجے میں پلوشے کو اندر جانے کا کہہ کر نوفل
پیچھے لپکا۔

"یہ کیا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے تم نے شموئیل خان؟" نوفل بمشکل رکا تھا۔ مگر بیٹھے
نے شموئیل کو سخت سست سنانا شروع کر دیں۔

"میں نے تم سے کہا بھی تھا کہ ژالے سے شادی کرنے سے پہلے سو مرتبہ سوچنا۔ اس کی
بہت خالص تھی۔ مگر مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم یوں اس کی محبت کو استعمال کرو گے۔ میں تو حیران
کہ میں کیوں اور کیسے تمہاری باتوں میں آ گیا۔ اگر تمہیں پلوشے ہی کو بسانا تھا تو پھر ژالے کی
برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

نوفل کی تمام باتیں اس نے سر جھکا کر سنیں مگر اس کے خاموش ہوتے ہی وہ سرخ آنکھوں
اسے دیکھتے ہوئے تلخ لب و لہجے میں بولا۔

"بس ــــ یہ تھی ژالے کی خالص محبت اور تمہاری خالص دوستی۔ یارا! مجھے بھی تو کچھ
موقع دو۔ سنی سنائی کو لے کر پہاڑ بنا رہے ہو۔"

"مگر تم یہ کبھی مت سمجھنا کہ میں اس بار تمہارا ساتھ دوں گا۔ میری تمام تر ہمدردی ژالے
ساتھ ہے۔" نوفل نے قطعیت سے کہا تو وہ زچ ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا۔

"تم لوگوں کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔"

"میرا بھی تمہارے متعلق یہی خیال ہے۔ مگر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ ژالے اب جو بھی
اٹھائے گی، اس کے ذمہ دار تم ہو گے۔" نوفل بھی اٹھ کھڑا ہوا تو شموئیل جو اسے تمام حقیقت بتا
ارادہ رکھتا تھا، سب کچھ اندر ہی دبا گیا۔

"پچھتاؤ گے تم لوگ۔" شموئیل نے تاسف سے کہا۔ "یہی اعتبار تھا تم دونوں کا مجھ پر؟"

"اعتبار کو توڑا بھی تو تم ہی نے ہے۔"

نوفل نے اُسے جتاتے ہوئے کہا تو وہ ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

"یہ تو وقت ہی بتائے گا۔"

"گزرے وقت کو یاد کر کے بہت پچھتاؤ گے شموئیل خان!"

"اوکے، پچھتانے دو مجھے۔ تم صرف دور سے تماشہ دیکھو۔"

شموئیل خان کے لب و لہجے میں محسوس کن تبدیلی تھی۔ وہ لب بھینچتا تیزی سے وہاں سے
آیا۔ جبکہ شموئیل خان دونوں ہاتھوں پر سر رکھے بیٹھا تھا۔

●●●●●

"آپ کا دل تو یہاں خوب لگ گیا ہے۔"

ضحیٰ نے موقع پاتے ہی ویرا کو لان کی نرم گرم دھوپ سے لطف اٹھاتے دیکھ کر جالیا تھا۔

وہ اس کی بات سن کر مسکرادی۔

"ہاں ــــ یہ تو ہے۔"

"حالانکہ کسی اور کے گھر میں جا کے رہنا بہت بڑے حوصلے کا کام ہے۔ اور مزے کی بات تو یہ
کہ آپ کے شوہر کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں۔" ضحیٰ کو اس کی ڈھٹائی پسند نہیں آئی تھی سو بظاہر
راتے ہوئے حملہ کیا تو ویرا کی مسکراہٹ غائب ہونے میں پل بھر نہیں لگا تھا۔

"وہ بھلا اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہے؟ ــــ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسے علم ہی
کہ میں کہاں رہ رہی ہوں۔"

"لیکن آپ کے پاس تو جواز ہو گا ان سے الگ ہونے کا۔" ضحیٰ کسی طور اس کی جان چھوڑنے کو
نہیں تھی۔

"میں ہی اسے سمجھ نہیں پائی۔ ہمارے ایک فیصلہ میں بھی ذہنی مطابقت نہیں ہے۔"

"مگر میں نے تو سنا ہے کہ آپ کی لو میرج تھی۔" ضحیٰ متحیر رہ گئی۔

"جب لو ہوتا ہے تو یہی ہوتا ہے۔ سامنے والے کی خامیاں بھی خوبیاں لگتی ہیں۔ تب سمجھانے
والے بھی دشمن دکھائی دیتے ہیں۔" وہ تلخی سے مسکرادی۔

"لیکن معید مجھ سے زیادہ اچھی طرح جانتا تھا۔ اسے علم تھا کہ فراز کے ساتھ میرا کسی طور
گزارا نہیں ہو سکتا۔ مگر تب مجھے اس کی باتیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ اب سوچتی ہوں کہ مجھے محبت
کا دل توڑنے کی سزا ملی ہے۔ وہ محبت جو ابھی تک میرا انتظار کر رہی ہے۔"

ویرا کی آنکھوں میں چمکتی نمی اور اس کے لب و لہجے کی آزردگی متاثر کن سہی مگر ضحیٰ کا دل تو اس
لمحے اُچھل کر حلق میں آن ٹکا تھا۔

وہ اس سے ہمدردی کیا کرتی۔ تیکھے لب و لہجے میں بولی۔

"مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ پرانی محبت کے لئے آپ اپنے شوہر کو چھوڑ دیں۔ اس سے
بھلا اور کون سا رشتہ ہوتا ہے؟"

"یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ــــ بہت سی لڑکیاں پرانی محبت کے لئے اس رشتے کو کچھ نہیں
سمجھتیں۔ ویرا تو پھر بھی مجبوری کی حالت میں یہ قدم اٹھا رہی ہے۔"

عمر نے آتے ہی سنجیدگی سے ویرا کی حمایت میں کہا تو ضحیٰ کے کانوں کی لوئیں تپ اُٹھیں۔

بڑا صاف اور واضح حملہ تھا۔

پرانی محبت ــــ عمر کاظمی۔

اور نیا رشتہ ــــ معید حسن۔

کیا فرق ہے، معید حسن کے نزدیک میرے اور ویرا کے مابین؟

"اور جہاں پرانی محبت آپ کی قدر کر رہی ہو، وہاں آپ کو اپنی زندگی کی ترجیحات پر غور چاہئے۔ محض کمپرومائز اس رشتے کی گاڑی کو دھکیل نہیں سکتا۔" وہ اب بھی سنجیدہ تھا۔

ضحیٰ اپنی نشست پر کسمسا کر رہ گئی۔

"میرے کیس کا کیا بنا معید؟" اب ویرا اس کی طرف متوجہ تھی۔

"بس، انشاء اللہ اگلی دو پیشیوں تک یہ کشتی بھی پار لگ جائے گی۔ ہاں، یہ ضرور ہے کہ تمہیں مہر چھوڑنا پڑے گا۔"

معید نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تو وہ جذباتی انداز میں بولی۔

"فراز جیسے شخص کو چھوڑنے کے لئے میں کچھ بھی چھوڑ سکتی ہوں۔ پھر محض لاکھوں کا حق م... پراپرٹی کیا چیز ہے؟"

"زندگی روپے پیسے سے تو نہیں گزر سکتی جب تک کہ ہم سفر قدر کرنے والا نہ ہو۔"

یہ معید حسن تھا۔

'اُف ـــــ یہ قدردانوں کا قدردان۔'

ضحیٰ نے دانت پیسے۔

"پھر بھی آپ کو یوں اپنا گھر بار چھوڑ کے نہیں نکلنا چاہئے تھا۔ غیروں پر بھروسہ کرنے... تھا کہ آپ اپنے شوہر کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ زندگی کو کمپرومائزنگ طریقے سے بھی تو گزارا... ہے۔"

"تمہیں جس بات کی خبر نہیں اس میں ٹانگ مت اڑاؤ۔ ویرا نے وہی کیا جو اپنے لئے زندگی کے لئے بہتر اور مناسب سمجھا۔ اس لئے اسے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں۔"

معید نے اسے سختی سے ٹوک دیا تو جہاں وہ ہکا بکا رہ گئی، وہیں ویرا نے بھی معید حسن... لب و لہجہ کو محسوس کر لیا۔

"اوفوہ ـــــ تم بھی نا معید! اس بے چاری کو کیا پتہ حالات کا۔ کوئی بھی بظاہر دیکھنے والا ہی مشورے دے گا۔"

"انہیں اور آتا ہی کیا ہے ڈانٹنے کے سوا۔"

ضحیٰ نے بے اختیار شکوہ کناں انداز میں کہا تو ویرا ہنس دی۔

"ارے نہیں یار! یہ تو بہت پیارا بندہ ہے۔ انتہا کی محبت کرنے والا۔ بس ذرا کچھ زیادہ... اور قناعت پسند ہے۔"

"اچھا بس اب۔" معید نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

جبکہ وہ تو ان کی بے تکلفی کے مظاہروں پر حیران ہوئے جا رہی تھی۔

معید حسن کو تایا جان سے جوتے لگوانے کو جی چاہ رہا تھا۔ جن کے سامنے وہ با ادب با...

...بیٹھا تھا اور ان کے پیچھے یوں کھل کر کھیل کھیلتا تھا۔

"...کی طرف سے تم پریشان نہ ہوا کرو ـــــ اس کی گارنٹی میں تمہیں دیتی ہوں۔" ویرا نے ... دی۔

"اور آپ کی گارنٹی؟" ضحیٰ نے بہ مشکل زبان کو پھسلنے سے روکا تھا۔

...معید حسن پر تو ایسی کوئی پابندی نہیں تھی۔ ویرا چائے لانے کے لئے اُٹھی تو اس نے بنا ... ضحیٰ کو آڑے ہاتھوں لیا۔

"کیا چاہتی ہو تم؟" اسے گھورتے ہوئے پوچھا تو وہ سٹپٹا گئی۔ "اس ساری انویسٹی گیشن ... کا مطلب پوچھ سکتا ہوں؟"

"مجھے جس بات کی تشویش ہوگی میں اس کی تفتیش ضرور کروں گی۔ یہ میرا حق ہے اور آپ مجھے ... روک نہیں سکتے۔"

"تمہیں ویرا کی طرف سے کیا تشویش ہے؟" وہ حیران تھا۔

"کیوں، کیا نہیں ہونی چاہئے؟ ـــــ کاغذی سہی، مگر میرا آپ سے قانونی رشتہ ہے۔"

اب کی بار ضحیٰ نے بہت اعتماد سے کہا تو معید حسن اُلجھن آمیز نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

...یقیناً ضحیٰ کی سوچ تک رسائی حاصل نہیں کر پا رہا تھا۔

مگر ضحیٰ اس کی سوچ کو جس ڈگر پر ڈالنا چاہ رہی تھی، اس میں تقریباً کامیاب ہی رہی تھی۔

●●●●●

"پلوشے! تم میری بات سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کر رہی؟ ـــــ اتنی بزدلی دکھانے سے تم نہ ... میری بلکہ اپنی زندگی بھی برباد کر دو گی۔"

پچھلے آدھے گھنٹے سے اس کے ساتھ سر کھپائی کر رہا تھا مگر وہ ابھی سوچ کی اسی سیڑھی پر کھڑی ... سے شموئیل خان اسے اوپر لانا چاہ رہا تھا۔

"پہلے ہی آپ کی بیوی کا موڈ خراب ہو رہا ہے۔ میرے یہاں رہنے سے اور خرابی ہوگی۔"

"میری بیوی کی تو ایسی کی تیسی۔ تم اپنے خیالات کو بدلو گی تو ہی زندگی کسی رخ پر چلے گی۔" وہ ... کر رہا۔

...اسے خبر نہیں تھی کہ اسی کی بیوی اس کی ایسی تیسی کرنے کے لئے سر پر آن کھڑی ہوئی ہے۔

"واہ ـــــ بہت خوب۔" ڈالے کے تو دل کو ہاتھ پڑا تھا۔

پلوشے تو حیران ہوئی ہی تھی، شموئیل خان بھی اس کی غیر متوقع آمد پر اچھل پڑا۔ "بہت اچھی ... ہو رہی ہے۔ مگر شاید میری آمد ہی غلط موقع پر ہوئی ہے۔" اس کا لب و لہجہ بہت تلخ اور ... غصے سے اٹا ہوا تھا۔

"تم نے تو قسم ہی کھا لی ہے غلط موقع پر آنے کی۔ کبھی تو پوری بات سن لیا کرو۔" شموئیل نے ... فی الفور سنبھالتے ہوئے طنزاً کہا تو وہ پھنکاری۔

"تم تو چپ ہی رہو ـــــ بہت آزما لیا ہے میں نے تمہاری سچائیوں کو۔" پلوشے کے … ژالے کے اس انداز گفتگو نے شموئیل کو کانوں تک لال کر دیا۔

"تو اب تک تو تمہیں عادی ہو جانا چاہئے تھا۔" وہ بہ مشکل خود کو ٹھنڈا رکھ پایا تھا۔

"بہت سی مجبوریوں نے باندھ لیا ہے مجھے شموئیل خان! ورنہ میں یہ تماشا دیکھنے کو بھی نہ رُکتی" اس نے تپے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے پلوشے کی طرف اشارہ کیا۔

پلوشے نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے تو شموئیل نے فی الفور ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"یہ تو پھر واقعی تمہاری مجبوری ہے۔ کیونکہ یہ سب تو اب تمہیں روزانہ ہی دیکھنا پڑے گا۔" … حد اطمینان سے ژالے کی طرف متوجہ ہوا تو اس کی خوب صورت، شربتی آنکھیں بے یقینی سے پھیل…

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

"وہی جو تم سمجھ رہی ہو۔" شموئیل خان کا انداز برقرار تھا۔

"خان! ادی کو غلط فہمی کا شکار مت کرو۔" پلوشے نے بے چارگی سے کہا تو ژالے چیخی۔

"تم بیچ میں مت بولو۔ میں کچھ بھی غلط نہیں سمجھ رہی۔"

"ہاں پلوشے! تم چپ رہو۔ یہ بالکل ٹھیک سمجھ رہی ہے۔" شموئیل خان جیسے اب کچھ سوچ کر بالکل پُرسکون تھا اور اس کا یہ سکون ژالے کو بے سکون کر رہا تھا۔

پلوشے اندر جانے کے لئے اُٹھی تو ژالے نے اسے سرد لہجے میں کہا۔

"تمہیں کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں۔ آج سے تم اسی کے بیڈ روم میں رہو۔"

شموئیل خان بدک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ پلوشہ بھی خائف سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"اسی لئے آئی ہو نا تم ـــــ اپنی حویلی کا وارث پیدا کرنے کے لئے؟" وہ زہر خند لہجے میں کہہ رہی تھی۔

شموئیل خان نے حواس باختہ ہوتی پلوشے کو اندر جانے کا اشارہ کیا تو وہ جیسے جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق وہاں سے بھاگی۔

"یہ کیا بکواس تھی ژالے؟" شموئیل نے خفگی کا مظاہرہ کیا تو وہ جل بلا اُٹھی۔

"یہ بکواس نہیں بلکہ وہ حقیقت ہے جو تحفتاً مجھے سہاگ رات میں سونپی گئی تھی اور تم مجھے زیادہ معصوم بن کے دکھانے کی کوشش مت کرو۔ میں جان گئی ہوں تم بھی جتنے پانی میں ہو۔ جاؤ، وہ اندر تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔" وہ تنفر انداز میں کہتی، پیر پٹختی اپنے کمرے میں چلی آئی۔

شموئیل خان بھی دندناتا ہوا اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔

"کیا چاہتی ہو تم؟ ـــــ ان تمام باتوں کا مقصد کیا ہے آخر؟" اتنے عرصے میں وہ پہلی بار اشتعال میں آیا تھا۔

"مجھ سے بات مت کرو شموئیل خان!" وہ تلخی سے بولی تو شموئیل خان نے آگے بڑھ کر اس کا بازو سختی سے دبوچا۔

"ہاں، اس لئے تو شادی نہیں کی تھی میں نے۔ تم سے بات کرنے بلکہ چھونے تک کا اختیار … رکھتا ہوں۔ روک سکتی ہو مجھے؟" وہ بہت چیلنجنگ انداز میں کہتا اس کی بغاوت سے پُر … دیکھ رہا تھا۔

… نے غصے سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"… روک سکتی ہوں۔ تم اسی کو گھر میں بساؤ جسے دل میں بسا رکھا ہے۔"

"… بہت پچھتاؤ گی اپنے ان لفظوں پہ ژالے!"

… چند لمحوں تک دیکھتے رہنے کے بعد شموئیل خان نے تادیبی انداز میں کہا تو وہ سر جھٹکتی اس … ہٹ گئی۔ شموئیل متاسفانہ نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

مر وہ اپنے دھیان میں مگن تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ اوپر موڑ سے مڑتے ہوئے حسن سے جا ٹکرائی۔ اس نے بھی ہڑبڑا کر اسے واپس گرنے سے روکا تو اسی کوشش میں نہ چا ہوئے بھی وہ اس کی بانہوں کے حصار میں گھر گئی۔

معید ہی نہیں، ضحیٰ بھی اس ٹکراؤ پر ہق دق رہ گئی تھی۔

لمحوں کے طلسم نے پلک جھپکتے میں اس کے دل کو اپنی گرفت میں جکڑا تو معید حسن کے خو سے ہو کر اسے اس کے قدموں پر کھڑا کر کے وہاں سے جانے کے بعد بھی وہ دل پر ہاتھ رکھے کھڑی اپنی دھڑکنیں شمار کرتی رہی۔

●●●●●

معید نے عماد کے دل کی بات صبا کو بتائی تو وہ بھی بے حد حیران اور کچھ کچھ پریشان رہ گئی۔

"کیا اس میں کوئی مضائقہ ہے؟" معید نے اس کی پریشانی نوٹ کرتے ہوئے پوچھا تو اس. صاف گوئی سے کہا۔

"عماد بھائی اور ادینہ کے مزاج مشرق اور مغرب ہیں۔ مجھے اس بات پہ حیرانی ہو رہی ہے کہ ا بھائی اس حد تک پہنچ کیسے گئے؟"

"یہ تو میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہاں، مگر یہ ضرور کہوں گا کہ عماد نے بہت ٹھونک بجا کر یہ فیصلہ ہو گا۔" معید نے کہا تو بھی صبا کی پریشانی کم نہیں ہوئی۔

وہ اتنے عرصے میں ادینہ کی سیمابی فطرت سے اچھی طرح آگاہ ہو چکی تھی اور اچھی طرح جا گئی تھی کہ ادینہ من موجی اور خود غرض طبع کی مالکہ ہے جسے اپنے فائدے اور نقصان کے علاوہ اور کچھ سجھائی ہی نہیں دیتا تھا۔

"مجھے تو کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا۔" وہ واقعتاً اُلجھ رہی تھی۔ پھر پوچھنے لگی۔ "کیا عماد بھائی نے خو سے یہ سب کہا ہے؟"

"ظاہر ہے، اب میں تو علم نجوم جاننے سے رہا۔" معید نے تحمل سے کہا تو وہ خفیف سی ہو گئی۔

"آنٹی نے بتایا ہے۔ ظاہر ہے عماد نے بہت سنجیدگی سے اپنا مطمع نظر پیش کیا ہو گا۔"

"مریم پھپھو کا کیا ردعمل تھا؟" صبا نے پوچھا تو وہ بولا۔

"بہت شدید تو نہیں۔ لیکن وہ پریشان ضرور ہیں۔"

نہیں، یہ نیا کیسے پار لگے گی۔ ادینہ ہمارے خاندان جیسے ماحول میں رہنے کی عادی نہیں اس کی عادات اور رویہ مختلف ہے ہم سے۔"

"کیا تم یہ سب عماد کو نہیں سمجھا سکتیں؟" معید نے پوچھا تو وہ شانے اچکا کر بولی۔

جو بن پڑا، وہ کروں گی۔ اس کے بعد تو جوان کی مرضی ہو گی، دل کی رضا ہو گی وہ وہی کریں

چلو، اتنا بھی کافی ہے کہ تم اس کا ذہن تو اس طرف لگاؤ کہ ان دونوں کے مزاج آپس میں ملتے۔ اور یہ کہ وہ اچھی طرح سے اپنے اس فیصلے کے متعلق سوچ لے۔ آخر کو تمہاری سسرال کا ہے۔ اور عماد جیسے لا ابالی بندے سے میں بہت زیادہ توقعات نہیں رکھتا ہوں۔"

معید نے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا تو صبا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ خود بھی عماد کے اس فیصلے کو سن کر متعجب ہی نہیں، فکر مند بھی تھی۔

اور اس پریشانی میں ادینہ کے طلاق یافتہ ہونے کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ بلکہ اسے محض ادینہ کی عادات و اطوار کو سوچ کر فکر ہو رہی تھی کہ اس کی تو اپنی ماں سے بھی کم ہی بنتی تھی۔

اسی بات بلکہ مسئلے کو اس نے شام کے وقت عماد سے ٹیلی فون پر ڈسکس کیا تو جو بات اسے بڑی لگ رہی تھی، عماد نے اسے بہت آرام سے لیا۔

"دنیا میں ہر شخص کی ذہنی مطابقت نہیں ہوتی آپس میں۔ اور ہمارے تو گھر میں مثال موجود معید اور ضحیٰ کو ہی دیکھ لو۔ نبھا ہی رہے ہیں نا۔"

"تو آپ بھی محض نبھانا ہی چاہتے ہیں؟"

صبا نے حیران ہو کر پوچھا تو اس نے گہری سانس بھری۔

"اس دور میں محبت کرنا اور پھر اس محبت کا مل جانا بہت مشکل ہے صبا! اسی لئے میں اس چکر میں نہیں پڑ رہا۔ دل کسی ایک پہ مطمئن ہوا تو اسی کا نام لے ڈالا۔"

"مگر عماد بھائی! میں ادینہ کو آپ سے زیادہ جانتی ہیں۔ وہ اور آپ سمجھئے، مشرق اور مغرب ہیں۔ سب سے بڑھ کر اس کے گھر کا ماحول۔ ادینہ میں کسی بھی سمجھوتے کی کوالٹی نہیں ہے۔"

صبا نے صاف لفظوں میں بات کرنے کی ٹھانی تو عماد کچھ دیر کے لئے خاموش رہ گیا، پھر بولا۔

"آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جاتا ہے صبا! ڈونٹ وری۔"

"یہ کیا ہے عماد بھائی؟ ـــــ محبت تو نہیں ہوئی نا۔" صبا بے چارگی سے بولی تو اب کی بار وہ دیا۔

"یہ تم سے قریب رہنے کا ایک ٹرک ہے۔"

"مجھ سے قریب رہنے کی اور بھی بہت سی ٹرکس تھیں ـــــ اس کے لئے آپ کو ادینہ سے شادی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

وہ ناراضگی سے بولی تو اندر داخل ہوتے نوفل کے قدم مارے تحیر کے دہلیز پر ہی تھم گئے۔

"دیکھ لیجئے گا عماد بھائی! اپنے فیصلے پر پچھتائیں گے آپ۔" وہ اب بھی اس سے خفا تھی۔
بھلا ادینہ کی عادات کا عماد جیسے خوش مزاج بندے کے ساتھ کیا جوڑ تھا۔ اور دوسرے یہ کہ
مل کے رہنے کی عادت بھی کہاں تھی۔ اسے تو محض اپنا آپ ہی اچھا لگتا تھا۔
"یعنی تم بھی اس رشتے کے حق میں نہیں ہو؟" وہ قدرے توقف کے بعد پوچھنے لگا تو صبا نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔
"میں واقعی اس بے جوڑ رشتے کے حق میں نہیں ہوں۔ پھپھو کو جس طرح کی بہو چاہئے، ادینہ اس کا عکس بھی نہیں۔"
صبا کی بات سن کر عماد ہنسنے لگا۔
"خیر ــــ ماما کی پسند کی لڑکی تو کہیں سے گھڑی گھڑائی ہی ملے گی۔ ان کا بنایا ہوا سانچہ پیچیدہ ہے۔"
"ہر ماں کو ایسی ہی بہو چاہئے ہوتی ہے جو آتے ہی گھر کی ذمہ داری سنبھالے۔ محض میاں کو نہیں، باقی گھر والوں کو بھی خوش رکھے۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا۔
"اور تمہارا کیا خیال ہے کہ ادینہ اس سانچے میں پوری نہیں اترتی؟"
"کیا آپ کی ادینہ سے اس موضوع پر بات ہو چکی ہے؟"
"نہیں۔ لیکن وہ جانتی ہے۔" عماد نے بتایا۔
"پھر تو میں آپ کے لئے دعا ہی کر سکتی ہوں۔ خدا کرے وہ آپ کے لئے اور آپ اس کے لئے بہتر ثابت ہوں۔" صبا نے گہری سانس لے کر خوش دلی سے کہا تو وہ بولا۔
"بہت شکریہ ــــ اتنی دیر میں پہلی بار میرا حوصلہ بڑھا ہے۔"
صبا نے الوداعی کلمات کہتے ہوئے فون بند کیا اور گہری سانس بھرتے ہوئے پلٹی تو نوفل کو سامنے دیکھ کر قدرے حیران ہوئی۔
وہ بہت سرد تاثرات لئے اندر آیا تھا۔
"کیوں منع کر رہی تھیں آپ عماد کو اس رشتے سے؟" نوفل نے تیوری چڑھاتے ہوئے پوچھا۔
صبا کو حیرت کے ساتھ ساتھ ناگواری بھی محسوس ہوئی۔
"اوہو ــــ تو یہ کوالٹی بھی موجود ہے آپ میں۔ چھپ کر دوسروں کی باتیں سننے والی۔"
"بات کو گھمائیں مت۔ جو میں پوچھ رہا ہوں اس کا جواب دیں۔" وہ اس کا طنز پی گیا تھا۔
"ہاں ــــ میں نے منع کیا ہے انہیں۔ کیونکہ میں نہیں سمجھتی کہ ان کی ادینہ سے ذہنی مطابقت ہو سکتی ہے۔ ان کے اور ادینہ کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔" صبا نے بنا ہچکچاہٹ اصل وجہ بتا دی تو وہ فی الفور تلخی سے پُر لہجے میں بولا۔
"اور آپ سے زیادہ اچھی طرح عماد صاحب کے مزاج سے کون واقف ہوگا۔"
"ظاہر ہے ــــ ایک عرصہ گزار کے آئی ہوں ان کے ساتھ۔" صبا نے لاپرواہی سے کہا تو

ٹائی ڈھیلی کرتا وہ بستر پر ٹک گیا۔
"آپ اس معاملے سے دور ہی رہیے۔ یہ ان دونوں کا فیصلہ ہے۔ انہیں اپنی مرضی و منشا کرنے دیں۔" وہ قطعی لہجے میں بولا تو صبا نے اپنی حیرت چھپاتے ہوئے جواب دیا۔
"میں ان سے الگ نہیں ہوں۔ ادینہ کے مزاج سے مجھے بھی اچھی طرح واقفیت ہے۔"
"مجھ سے بحث مت کریں۔ جب میں نے آپ سے کہہ دیا کہ اس معاملے سے دور رہیں تو پھر دور رہیں۔ اگر عماد کو ادینہ میں کوئی انٹرسٹ ہے تو اسے اس کی مرضی کا فیصلہ کرنے دیں۔"
"انہوں نے مجھ سے مشورہ مانگا تھا۔ جو مجھے مناسب لگا میں نے انہیں بتا دیا۔ اس میں آپ کی پسند کا تو کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا۔"
صبا نے تھوڑے سے جھوٹ میں عار محسوس نہیں کیا تھا۔ اسے علم تھا کہ نوفل یوں تو بات کو جانے دینے والوں میں سے نہیں ہے۔
"اور آپ کو کیوں مناسب نہیں لگا، ادینہ اور عماد کا رشتہ؟ ــــ کیونکہ آپ دل سے چاہتی ہی نہیں۔" نوفل نے غصے سے کہا تو وہ متحیر سی بولی۔
"تو اس میں اتنے غصے والی کون سی بات ہے؟"
"بہرحال ــــ آپ اس معاملے سے دور ہی رہیں۔ کسی بھی فیصلے میں آپ کی سوچ کا عمل دخل نہیں ہونا چاہئے۔" نوفل نے قطعیت سے کہا تو وہ اس کی بات مکمل ہوتے ہی بول اٹھی۔
"یہ محض آپ کا خیال ہے نوفل! ورنہ میں نے کچھ غلط سوچ کر مشورہ نہیں دیا تھا۔ مجھے علم ہے کہ ادینہ اپنی سوچ اور فطرت کی وجہ سے عماد بھائی کے ساتھ گزارہ نہیں کر سکے گی۔ دونوں کے ذہنوں کی سوچ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کل کو پچھتانے سے بہتر ہے کہ آج ہی سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا جائے۔ زندگی گزارنے کا موقع روز روز تھوڑی ملتا ہے۔"
"یہی تو میں کہہ رہا ہوں ــــ اگر ادینہ کو دوبارہ زندگی گزارنے کا موقع مل ہی گیا ہے تو آپ اس راہ کی رکاوٹ نہ بنیں۔" نوفل نے قطعی انداز میں کہا تو وہ بے بسی سے اس کی صورت دیکھ کر رہ گئی۔

●●●●●

وہ اپنے بستر پر اوندھی لیٹی اپنی بدلتی قلبی و ذہنی کیفیت پر غور کر رہی تھی۔
میر حسن کی پل بھر کی قربت اس کے تمام تر حواس کو جھنجھوڑ کے رکھ گئی تھی۔
اس قدر بودی نفرت ــــ
سالوں کی نفرت اور بے زاری پر وہ کچھ لمحے حاوی کیسے ہو گئے تھے میر ــــ؟
اسے اپنے وجود کے گرد ایک ان دیکھے مضبوط حصار کی تپش محسوس ہونے لگی۔
اس نے بے چینی سے کروٹ بدلی۔
اپنی اس ہاری ہوئی کیفیت پر اسے کل سے رونا آ رہا تھا۔

اس نے اپنی زندگی میں صرف ایک ہی شخص سے نفرت کی تھی۔ اور وہ تھا معید حسن۔

اتنی نفرت تو وہ عمر کاظمی سے بھی نہیں کر پائی تھی جو اس کے دل کی دنیا تاراج کر گیا تھا۔

پھر یہ کیسا لمحوں کا طلسم پھیلا تھا کہ اس کا دل اس طلسم کا شکار ہو گیا۔ نفرت کو مٹنے میں پل بھر نہیں لگا تھا۔

اس نے اپنے دل کو ٹٹولا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

نہ نفرت اور نہ محبت ــــ بس ایک انجانا سا درد تھا۔ جو اسے کسی پل چین نہیں لینے دے رہا تھا

'اللہ کرے تمہاری بھی ایسے ہی نیند اُڑ جائے معید حسن! ــــ تم بھی یوں ہی سوچوں بلکہ اُلٹی سیدھی سوچوں کا شکار ہو جاؤ۔'

وہ چڑ کر اپنی مخصوص عادت یعنی بد دعاؤں پر اُتر آئی تھی۔ پھر نروس سی انگشت شہادت کا ناخن چباتی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔

'آخر یہ ہوا کیا ہے مجھے؟ ــــ وہ سپاٹ چہرہ لئے اس قدر لاپرواہ اور بے نیاز لگ رہا تھا اور میں، اس وقت بھی جو تپش میرے چہرے سے پھوٹی تھی اس کی حدت ابھی تک محسوس کر رہی ہوں وہ زیرک؟'

وہ جو اپنے دل کے دروازے کو تالا لگا کر عمیق گہرائیوں میں چابی پھینک دینے کا دعویٰ کیا کرتی تھی، دل پہ ہونے والی پہلی ہی دستک پر بے چین ہو اُٹھی تھی۔

مگر یہ بے چینی خود اس کے لئے ناقابل قبول تھی۔ اس لئے اپنی اس تبدیلی کو وہ قبول کرنے کے بجائے مسلسل رد کر رہی تھی۔

مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ اس دستک کا شور رفتہ رفتہ کس قدر بڑھنے والا ہے۔

●●●●●

ژالے نے چائے کا مگ اپنے آگے کھسکایا اور دونوں ہاتھوں سے دُکھتی کنپٹیاں دبانے لگی۔

ان دنوں تو سکھ کی نیندیں حرام ہو کر رہ گئی تھیں۔ جن محبت کرنے والے دن رات کے خواب دیکھے تھے، ان میں آنکھوں کو سونے کا موقع ہی کہاں ملا تھا کہ وہ ایک خوب صورت نیند لے کر ہو پاتی۔ اب تو یہ مسلسل دُکھن ہی ساتھی بنی ہوئی تھی۔

کچھ شور ہوا تو اس نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔

سامنے کا منظر اس کا خون خاک کر گیا۔

شموئیل خان بڑے پُراسرار انداز میں پلوشے کو ناشتے کی میز پر لا رہا تھا۔

"نہیں خاناں!....... یوں اچھا نہیں......ژالے......" وہ منمنا رہی تھی۔

ژالے کو مکمل بات سمجھ میں تو نہیں آئی مگر وہ اتنا ضرور جان گئی کہ پلوشے اس کی موجودگی کی وجہ سے میز پر نہیں آ رہی۔

'میرا سامنا کرنے کے قابل تو تم بھی نہیں ہو شموئیل خان!' اس نے تلخی سے سوچا اور دُکھتے دل کو تسلی دینے کے لئے چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔

شموئیل خان بالآخر پلوشے کو ناشتے کے لئے لانے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔

ژالے اپنی جگہ پر براجمان رہی۔

وہ اچھی طرح شموئیل خان کا روپ دیکھنا چاہتی تھی۔ مگر پہلی رات کو تپتی سلگتی دکھائی دینے والی پلوشے اس قدر برافروختہ کیوں تھی، یہ ژالے کی سمجھ سے باہر تھا۔

اب تو وہ شموئیل خان کے ساتھ تھی۔ پھر بھی؟

ژالے کا ذہن نہ چاہتے ہوئے بھی اس پہیلی میں اُلجھنے لگا۔

"یہ چائے لو ــــ توس پہ جیم لو گی یا مکھن؟" شموئیل نے بذاتِ خود چائے مگ میں ڈال کر پلوشے کے آگے رکھی اور بڑی اپنائیت سے پوچھنے لگا۔

ژالے نے اپنا سر درد کچھ اور بڑھتا محسوس کیا تھا۔

"کچھ نہیں ــــ میرا جی نہیں چاہ رہا۔" پلوشے ابھی بھی اسی دھیمے انداز میں منمنا رہی تھی۔

"اوہو، یارا! کھاؤ گی تو ہی زندہ رہو گی نا۔ اور مجھ میں بابا جان کا مزید عتاب سہنے کی ہمت نہیں ہے۔" شموئیل خان کا انداز بھی نظر انداز کئے جانے والا نہیں تھا۔

ژالے کے دل میں درد سا اُٹھا۔

'مگر اس نے کون سا کبھی مجھ سے اعترافِ محبت کیا تھا یا کبھی زندگی ساتھ گزارنے کے وعدے کئے تھے۔' وہ گھومی۔

'میں ہی بے وقوفوں کی طرح اس کے سائے کو ہاتھ میں پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے پیچھے بھاگتی رہی، دیوانی بن کے۔ مگر اس شخص نے کتنی کامیابی سے میری محبت کا استعمال کیا ہے۔'

اس نے جلتی آنکھوں سے پلوشے کو توس پر جیم لگا کر دیتے ہوئے شموئیل خان کو گھورا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" پلوشے نے کن اکھیوں سے ژالے کے تاثرات دیکھتے ہوئے بے چارگی سے کہا۔

"کھاؤ گی تو خود بخود بھوک لگنا شروع ہو جائے گی۔ کم آن ــــ ہری اپ۔" وہ اس کی ایک بھی سننے کے موڈ میں نہیں لگ رہا تھا، قطعیت سے بولتا ژالے کو زہر لگا۔

پلوشے نے مرتے کیا نہ کرتے کے مصداق توس پکڑ لیا تو وہ بہت بے دردی سے کرسی گھسیٹ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟ ــــ بیٹھ کر پہلے ناشتہ ختم کرو۔"

شموئیل خان نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ پھنکاری۔

"مجھے ہیرو، ہیروئن کے پٹے ہوئے ڈرامے دیکھنے کا کوئی شوق نہیں۔"

"یہ تو اب روز کی بات ہے۔ تم کب تک یونہی ٹیبل چھوڑ کے اٹھا کرو گی؟" شموئیل نے اطمینان سے جواب دیا تو اہانت کے احساس کے ساتھ وہ غرا اُٹھی۔

"اٹھا کر تم دونوں کو باہر پھینک دوں گی شوئیل خان! یہ میرا گھر ہے۔ اسے میں تم دونوں
عیاشیوں کے لئے تمہارے حوالے نہیں کروں گی۔"

"ویل ڈن ـــــ" شوئیل خان نے ہلکی سی تالی بجا کر گویا اس کی ہمت کی داد دی۔ "یہ
ژالے آفریدی والی بات ـ"

"شوئیل خان! جتنی عزت بنی ہے اسے سنبھال کے رکھو۔ میں تمہاری اس ہوتی سوتی
سامنے تمہاری کھال اتارنا نہیں چاہتی۔"

ژالے نے پلوشے کی موجودگی کے باعث اب کی بار انگریزی زبان کا سہارا لیتے ہوئے
پیسے تو وہ جیسے محظوظ ہوتے ہوئے انگریزی ہی میں بولا۔

"احساس کرنے کا شکریہ۔ مگر کتنے مزے کی بات ہے نا کہ پلوشے کو بھی انگریزی آتی ہے
انگریزی ادب کی طالبہ ہے۔"

ژالے نے بے اختیار پلوشے کو دیکھا جو سر نیچے کیے یقیناً اپنی بے ساختہ امڈ آنے والی مسکراہٹ
چھپا رہی تھی۔

اسے یوں لگا جیسے وہ دونوں مل کر اسے بے وقوف بنا رہے ہوں۔

"جہنم میں جاؤ تم دونوں۔ مجھے کسی کی بھی کوئی پروا نہیں۔" وہ تپ کر کہتی ہوئی اٹھی اور
کمرے میں چلی آئی۔ جسے وہ شوئیل خان سے الگ رہ کر بیڈ روم کے طور پر استعمال کر رہی تھی۔
سنگل صوفے میں دھنستے ہوئے بے اختیار اس کا جی چاہا کہ گنوار عورتوں کی طرح رونا شروع کر
دے۔

کھٹکے کی آواز پر بھی وہ متوجہ نہیں ہوئی، یونہی سر جھکا کر، کہنی صوفے پر ٹکائے ہاتھ پر ماتھا گرائے
بیٹھی رہی۔

"چ ـــ چ ـــ یہاں پر تو اپنی شکست کا ماتم منایا جا رہا ہے۔" شوئیل کی متاسفانہ
نے اسے سر اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

"تم میرے کمرے میں آئے بھی کیسے؟" اس کی بات نے ژالے کو اور تپایا تھا۔

"دروازے سے۔" وہ سادگی سے بولا تو ژالے نے غصے سے کہا۔

"تو پھر اسی دروازے سے گیٹ آؤٹ بھی ہو جاؤ۔"

"اپنے رویے اور انداز پر ذرا غور کرو۔ تم میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو۔" شوئیل
سنجیدہ ہوتے ہوئے اسے جتایا تو وہ شعلہ بار لہجے میں بولی۔

"مت دکھاؤ یہ نرمی۔ جو کر سکتے ہو، کر ڈالو۔ منتظر ہوں میں بھی۔"

وہ چند لمحے یونہی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر تاسف سے بولا۔ "جتنی تم محبت مجھ سے کر
کا دعویٰ کرتی ہو، اتنا ہی کبھی اعتبار کیا ہوتا تو آج یہ حالات نہ ہوتے......"

"حالات تب بھی یہی ہوتے شوئیل خان! کیونکہ تم دغا باز ہو۔ محبتوں سے کھیلنے والے،"

کرنے والے، روایتی سردار ہو۔" اس کے مزید کچھ بولنے سے پہلے ہی ژالے شیرنی کی
تھی۔

رہی ہو کہ تم میرے اختیار میں ہونے کے باوجود اپنی مرضی کی زندگی گزار رہی ہو۔ اس
پھرے غیر روایتی سردار ہونے کا کیا ثبوت مانگتی ہو؟" شوئیل نے اسے جتایا تو وہ تمسخرانہ
بولی۔

اپنی مرضی سے زندگی اس لئے گزار رہی ہوں کیونکہ یہ میری زندگی ہے۔ میں تمہیں یا کسی
مرضی کے بغیر اس کا اختیار نہیں سونپ سکتی۔ خوش فہمیوں میں جینا چھوڑ دو کہ تم نے مجھے
رکھی ہے۔"

ہاری باتیں مجھے بہت غصہ دلا رہی ہیں ژالے! مجھے مجبور مت کرو کہ میں کچھ ایسا کر گزروں
بھی ندامت ہوتی رہے۔ بیوی ہو میری اور آج خوب صورت بھی بہت لگ رہی ہو۔"
کے برعکس شوئیل کے انداز سے کہیں بھی غصہ نہیں جھلک رہا تھا۔
"چیز" نے ژالے کو سلگا دیا۔

دار ـــــ خبردار جو کبھی میرے لئے یہ لقب استعمال کیا تو۔ اپنی خاندانی بیوی ہے نا، اس
یہ ڈائیلاگ بولو جا کر۔ مجھ پہ کچھ اثر نہیں ہونے والا۔"

ا ہوا اس کے سامنے آیا اور اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اس کا بازو تھام کر ایک جھٹکے سے
ال کھڑا کر لیا۔

وہ جو میرے دل پہ کالا جادو کر دیا ہے تم نے۔ اس کے اثر کا کیا؟" وہ شرارت سے پوچھ

لے نے اس کے سینے پہ دونوں ہاتھ جماتے ہوئے اپنے اور اس کے درمیان بہ مشکل فاصلہ

ری مزید راہ کھوٹی نہ کرو شوئیل خان! اپنی آدھی زندگی میں نے اس یک طرفہ محبت میں گزار
آدھی میں اس شخص کے ہاتھوں برباد نہیں کرانا چاہتی جس سے میں نے محبت کی ہے۔ کوئی
کے اپنی راہیں آسان کر لو اور مجھے بھی۔"

نے لگی۔ آخر میں تو آواز اس قدر رندھ گئی کہ کچھ کہا ہی نہیں گیا۔
یل خان کو اس پر بے ساختہ پیار آ گیا۔

تو بے وقوف ہو تم میری جان! اتنی بڑی ایڈورٹائزنگ کمپنی چلا رہی ہو مگر زندگی کی گاڑی
ہوا بڑی بڑی غلطیاں کر رہی ہو۔"

ہاتھوں کے حصار میں لیتے ہوئے وہ دھیمی آواز میں بولا تو ژالے کا جی چاہا، لمبی سانس بھر
ی کو اپنی سانسوں میں بھر لے۔ اسے خود میں سمو لے۔ یا اس کے وجود میں سما جائے۔
ال نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

آہستگی سے اس کی بانہوں کی گرفت توڑی اور اس کے سینے پر رکھے ہاتھوں سے اسے دھکیل دیا۔

"تم غلطی کر رہی ہو ڈالے!" شموئیل خان نے کہنا چاہا تو وہ اس کی بات کاٹ کر تلخی سے بولی

"تم سے محبت کرنا ہی میری سب سے بڑی غلطی تھی شموئیل خان! اب تم یہاں سے جاؤ ورنہ چلی جاؤں گی۔"

شموئیل نے کچھ کہنے کو لب وا کئے مگر پھر بے سود جان کر وہ پلٹا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

●●●●●

"تمہیں معید بھائی سے محبت ہونا شروع ہو گئی ہے۔"

رائمہ نے اس کے "مرض" کی علامات سنتے ہی دوٹوک انداز میں کہا۔ جس کی ضحیٰ نے بہت بھرے انداز میں اور بے حد شدت سے نفی کی تھی۔

"ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔"

اور اب جبکہ یہ صورتحال سامنے آئی تھی تو تب سے اب تک وہ جیسے جلے پیر کی بلی کی طرح کمرے میں پھر رہی تھی۔

'ویرا فراز۔'

اُس نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

'نہ یہ لڑکی میری زندگی میں آتی، نہ میرے دل و دماغ کی یہ کیفیت ہوتی۔ جان عذاب میں آ گئی ہے۔' اُس کے لئے خود اپنی یہ کیفیت ناقابلِ قبول تھی۔

اور آج تو ویرا نے حد ہی کر دی تھی۔ بلکہ معید حسن نے بھی۔

ویرا کو معید کے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر ضحیٰ کو معید کو تنگ کرنے کا خیال آیا تو دس منٹ گزر جانے کے بعد وہ بلا دھڑک اس کے کمرے میں گھس گئی۔

ویرا کا سسکیاں بھرتا وجود اور اس کے گرد معید کی بانہوں کا حصار۔

وہ ہق دق کھڑی رہی گئی۔

نہ جائے رفتن، نہ پائے ماندن۔

اس کا جی چاہا کھڑے کھڑے غائب ہو جائے۔

ویرا کی پشت اس کی جانب تھی مگر معید حسن کے تاثرات ضحیٰ کو دیکھ کر فوراً بدل گئے۔

اب جانے یہ اپنے کئے کی شرمندگی تھی یا رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کی۔ اس نے نرمی سے ویرا کو اپنے شانے سے الگ کیا۔ جبکہ ضحیٰ تیزی سے وہاں سے پلٹ گئی۔

اور اب وہ پنڈولم کی طرح اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر چکر لگا رہی تھی۔

وہ سین نگاہوں کے سامنے سے ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔

'معید حسن! یہ تو چلو طے ہے کہ تم اور میں کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ مگر میں تمہیں ویرا کے لئے

...نہیں چھوڑوں گی۔ کبھی نہیں۔'

...اسے شدید غصہ آ رہا تھا۔

...بنی کمال ہے، میرا شوہر اور کسی اور کی بیوی کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا ہے۔'

...تبھی دروازے پر دستک ہوئی تو وہ رُک گئی۔

...اس وقت کسی سے بات کرنے کو جی تو نہیں چاہ رہا تھا مگر مجبوری تھی۔ کمرے تک آئے ہوئے کو ...بدتہذیبی کہلاتا۔

"آ جائیں۔" وہ منتظر نگاہوں سے دروازے کو دیکھنے لگی۔

معید حسن کی شکل برآمد ہوتے ہی ضحیٰ کو لگا اس کا تمام خون چہرے پر سمٹ آیا ہو۔

...ابھی اس واقعے کو محض آدھا گھنٹہ ہی تو گزرا تھا۔

"جی فرمائیے؟" وہ بے حد طنز سے بولی۔

"فرمانے ہی آیا ہوں۔" معید نے اطمینان سے کہا تو وہ کلس کر رہ گئی۔

...وہ کھنکھارا۔

"دیکھو ــــ ضروری نہیں جو کچھ ہم دیکھیں اس کا مطلب بھی وہی ہو۔ بسا اوقات تصویر کا ...دوسرا رخ کہانی کو مکمل کرتا ہے۔ وگرنہ بات ادھوری رہتی ہے اور ذہن میں ابہام پیدا کرتی ہے۔"

...اُئی ثقیل اُردو ــــ

"آپ کیا مجھے اقبال کی شاعری کی نثر سنانے آئے ہیں؟" وہ چڑ گئی۔

"میں صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ تم براہِ مہربانی اپنا منہ بند ہی رکھنا۔ تمہیں عادت ہے بنا تحقیق کے ...آگے پہنچانے کی۔" معید نے تحکمانہ انداز میں کہا تو وہ چمک کر بولی۔

"بہت خوب ــــ ایک آپ ہی اچھی عادتوں والے نیک پیدا ہوئے ہیں اس گھر میں۔ ...سارے جہان کی بری عادتیں تو مجھ ہی میں ہیں۔"

"جتنا کہا جائے اتنا کیا کرو۔ بحث بہت کرتی ہو۔"

"ہاں ــــ آنکھوں، کانوں اور منہ پر ہاتھ رکھ لوں۔ ہے نا؟" وہ تنک کر بولی تو معید نے ...لمبی سانس بھری۔ پھر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"وہ بہت پریشان تھی......."

"طریقہ تو بہت اچھا تھا پریشانی دور کرنے کا۔" ضحیٰ نے اس کی بات اچک کر پھر سے حملہ کیا تو ...وہ سامنے بولا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ دراصل آج اس کے کیس کا فیصلہ تھا۔ اسے خلع مل گئی ہے۔"

"آہا ــــ پھر تو آپ کو بھی مبارک ہو۔" ضحیٰ نے جیسے بڑی خوش دلی کا مظاہرہ کیا تو وہ چڑ گیا۔

"یہ کیا بکواس ہے؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ آج اسی لئے جشنِ آزادی منایا جا رہا......."

"شٹ اپ ضحیٰ ــــ!"

وہ طنز سے کہنے والی تھی کہ وہ بے حد غصے سے اس کی بات کاٹ گیا۔ اس کے چہرے پر پھیلی سرخی اور ایک دم سے یوں غصے میں آجانے پر ضحیٰ کا دل سہم گیا۔

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟ ــــ کیسی فضول باتیں کر رہی ہو؟"

"خدا نے آنکھیں دیکھنے کے لئے دی ہیں۔ اب آنکھوں دیکھی کو محض آپ کے کہنے سے جھٹلا نہیں دوں گی نا۔"

وہ احتیاطاً دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے بولی، مبادا معید حسن کا ہاتھ ہی نہ چل جائے۔

"دیکھو، یہی میں تمہیں بتانے کی کوشش کر رہا ہوں۔" معید نے بڑے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے سمجھانے کی ایک اور کوشش کرنا چاہی۔ مگر وہ بدتہذیبی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے تنک کر بولی۔

"نہ تو آپ مجھے کیوں صفائیاں دے رہے ہیں؟ جو کچھ کہنا ہے تایا جان سے کہیے گا۔"

"واٹ ــــ؟" معید کو جھٹکا لگا۔ "یہ سب فضولیات تم بڑے ماموں سے کہو گی؟" اسے یقین نہیں آیا تھا۔

ضحیٰ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے تیکھے انداز میں کہا۔

"یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے جو آپ کے سامنے آ رہا ہے۔"

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا؟"

"اور جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس کے متعلق کیا کہیں گے؟" وہ ہٹیلے پن سے پوچھنے لگی۔

معید نے بہ مشکل ضبط کیا۔

"تم انتہائی بے وقوف لڑکی ہو۔ تمہارے ساتھ بحث کرنا یا بھینس کے آگے بین بجانا دونوں ایک سے عمل ہیں۔"

اس کی مثال پر ضحیٰ کو جی بھر کے غصہ آیا۔ یعنی قصور بھی تھا اور اکڑ بھی رہا تھا۔

"بے وقوف ہوں۔ مگر اتنی نہیں کہ اپنے شوہر کو غیر لڑکی کے ساتھ......"

ہمیشہ کی طرح اس کی زبان پھسلی تو غلط موقع پر۔ وہ زبان دانتوں تلے دبا گئی۔ مگر معید کے چہرے پر پھیلے حیرت کے تاثرات اسے بخوبی محسوس ہو گئے تھے۔

اس نے اندر ہی اندر خود کو لعنت ملامت کرتے ہوئے فی الفور اپنے بیان میں ترمیم کی۔

"جب تک ہمارے مابین یہ رشتہ موجود ہے، تب تک میں یہ سب برداشت نہیں کروں گی۔"

"یہ کیا ہو رہا ہے جو تم سے برداشت کرنا مشکل ہو رہا ہے بے وقوف؟" وہ برہم ہونے لگا۔

"بچے نہیں ہیں آپ۔" وہ بھی برا مان کر بولی تھی۔

معید کا جی چاہا پکڑ کر اسے ٹھیک کر دے۔

اس نے گہری سانس لے کر خود کو معتدل کیا کہ ضحیٰ سے بحث کرنے کا مطلب تھا مسلسل بحث ...

...لجھان۔

...ے ــــ" وہ اطمینان سے بولا۔ "تمہیں جو سمجھنا ہے سمجھ لو۔ اور جو کسی کو بتانا ہے بتا دو۔

...بتر۔"

...ڈھٹائی تایا جان کے سامنے بھی دکھائیں تو مانوں۔" ضحیٰ کڑھی۔

...ں نے خواہ مخواہ اپنا وقت ہی ضائع کیا ہے یہاں آ کر۔" وہ پلٹ گیا تھا۔

...ھے رہ گئی۔ اپنے خود ساختہ واہموں اور خدشات سمیت۔

گلریز خان نے شموئیل کا بلوشے سے برتاؤ دیکھا تو وہ اتنے خوش ہوئے کہ ژالے کو بھی بہ
درجہ دے بیٹھے۔
انہوں نے ژالے کو کھانے کی میز پر اپنی داہنی جانب بٹھایا تو نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ان کی
رعب شخصیت کے رعب میں آ کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔
''ہم تم سے بہت خوش ہیں شموئیل خاناں!'' وہ بہت خوشگوار انداز میں بولے۔
''شکریہ بابا جان!'' شموئیل نے اچٹتی نگاہ ژالے پر ڈالتے ہوئے کہا۔ ژالے کے چہرے
غصے اور ناگواری کی سرخی تھی۔
''ہماری اس بہو کو بھی خوش رکھا کرو۔'' انہوں نے ژالے پر مہربان ہوتے ہوئے کہا تو وہ ہنا
''یہ بات تو آپ کو اسے کہنی چاہئے۔''
اس کی بات سمجھ کر ژالے نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی تھی۔
''اسے کہیں سیر و یر کے لئے لے جاؤ۔ یہاں بند رہ کر تو یہ بور ہو گئی ہوگی۔''
بابا جان کی مہربانی اب ہنی مون تک پہنچ گئی تھی۔ ژالے کو بولنا ہی پڑا۔
''تھینک یو! ـــــ میں بالکل بور نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی میرے پاس کہیں جانے کے لئے
ہے۔'' اس کا اندازِ سپاٹ تھا۔
''نہیں بچے! یہی تو دن ہیں گھومنے پھرنے کے۔ پاکستان میں نہیں تو یورپ چلے جاؤ دونوں
''میں امریکہ سے آئی ہوں یہاں۔''
ژالے نے جتانے والے انداز میں جیسے انہیں بتایا کہ یورپ کا لالچ اس کے لئے کوئی
نہیں رکھتا۔
مگر وہ نرمی سے بولے۔
''وہ تو ٹھیک ہے۔ پر بچہ! اپنے سر کے سائیں کے ساتھ گھومنے پھرنے کی بات تو اور ہی
اس نے کچھ کہنے کو لب وا کئے ہی تھے کہ شموئیل بہت سنجیدگی سے اسے ٹوک گیا۔
''بس کرو ژالے! بابا جان سے بحث مت کرو۔''
''نہ شموئیل خاناں! ہماری بہو سے اس لہجے میں بات مت کرو۔''
گلریز خان نے اسے منع کیا تو ژالے سر جھکائے ان کی مہربانیوں کا پس منظر سوچنے لگی

ر اسے حویلی دیکھنے کا شوق ہے تو اسے وہاں لے جاؤ.......''
ں، مجھے ایسا کوئی شوق نہیں ہے۔'' وہ ان کی بات کاٹ گئی تو شموئیل خان نے ناگواری سے
ما۔
ہ تاثرات لئے وہ قطعی مفاہمت کے موڈ میں نہیں لگ رہی تھی۔
ا رات وہ اس کے کمرے میں پہنچ گیا۔
ی کی ہمت نہیں ہوئی کبھی بابا جان سے بحث یا ان سے اختلاف کرنے کی۔''
دیکھ لی نا میری ہمت۔'' وہ اطمینان سے بولی۔
ب میری دی ہوئی چھوٹ ہے۔'' شموئیل خان نے جتایا تو وہ چیخی۔
ا ہر بات میں خواہ مخواہ میرے شوہر بننے کی کوشش مت کیا کرو۔''
۔'' وہ جیسے محظوظ ہو کر ہنسا۔ ''جو حقیقت ہے، اسے کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے؟ ـــــ مابدولت
بلکہ دو دو کے شوہر ہیں۔''
ری ہی بے وقوفی تھی جو تمہیں چاہ کر سر پر چڑھائے رکھا اور اب سر پر مسلط کر لیا ہے۔'' وہ
بولی۔
ئل نے آرام سے کہا۔
ب تو تمہیں ''چاہ'' کرنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا۔ میں تو بہت بھاگا مگر تم نے قابو کر
لیا۔''
رے نصیب ـــــ'' وہ ضبط سے بولی۔ وگرنہ شموئیل خان کے ہونٹوں سے مسکراہٹ نوچنے
ا رہا تھا۔
یب تو تمہارے بہت اعلیٰ ہیں۔ مگر جو اپنے خود ساختہ واہموں کا شکار ہو، خدا اس کی آنکھوں
ال دیتا ہے اور اسے اپنے نصیب کی خوش بختی کا احساس ہی نہیں ہوتا۔'' شموئیل خان نے کہا
ے لہجے میں بولی۔
را منہ مت کھلواؤ شموئیل خان! اور خدا کے لئے میرے سامنے آ کر بار بار میرا ضبط مت
و۔'' اس نے تو کسی اور انداز میں کہا مگر شموئیل خان بات کو اپنے ہی انداز میں لے گیا۔
ہر ہے، جب دونوں کے مابین شرعی رشتہ ہے تو یہ ضبط و برداشت تو کرنا ہی پڑے گا۔ تمہارا
ابھی ٹھکانے پر نہیں ہے۔''
رعت اس کا مطمع نظر سمجھی تھی۔
ٹ اپ!''
ا شوہر ہونے کے ناتے تمہاری اتنی بدتمیزی پسند نہیں کرتا ژالے!'' وہ یکلخت سنجیدہ ہوا تھا۔
ہر مجھ سے لفنگوں والی گفتگو مت کرو۔''
ا تمہارا دماغ خراب ہے اور کچھ نہیں۔'' اس کے قطعی انداز پر شموئیل نے تاسف سے کہا۔

ڈالے جیسی میچور لڑکی سے ایسے رویے کی اسے کبھی بھی توقع نہیں رہی تھی۔ جو سب کچھ پہلے جاننے کے باوجود کچھ غیر متوقع باتوں کو دل پر لے کر بیٹھ گئی تھی۔ اور نہ صرف اپنی بلکہ اس کی زن کے خوبصورت دنوں کو بھی اپنی ضد کے پیچھے گنوا رہی تھی۔

●●●●●

وہ دروازہ کھٹکھٹا کر نگین کے کمرے میں آئی تو اسے اپنی اور انس کی شادی کی تصویر سے بات کرنے میں مگن پایا۔

''کیا ہو رہا ہے؟'' صبا نے بمشکل ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلائی۔

''دیکھ نہیں رہیں، تمہارے بھائی سے باتیں کر رہی ہوں۔ تم کہیں جا رہی ہو؟'' اطمینان سے کہتے ہوئے اس نے صبا کی تیاری سے اندازہ لگایا تو وہ بولی۔

''ہاں، امی کی طرف جا رہی ہوں۔ انہوں نے بطورِ خاص تمہیں ساتھ لانے کا کہا تھا۔'' صبا کر منتظر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''نہیں ــــــ اب میں وہاں کبھی نہیں جاؤں گی جہاں سے مجھے اور انس کو نکال دیا گیا ہے۔'' وہ قطعیت بھرے لہجے میں کہتی صبا کو ششدر کر گئی۔

ان دنوں وہ کتنی ہی دیر انس کی تصویر تھامے پتہ نہیں کیا باتیں کرتی رہتی تھی۔ مگر میر ہاؤس والوں کے متعلق اب اس نے اتنے منفی انداز میں سوچنا شروع کر دیا ہے، یہ صبا کو ابھی پتہ چلا تھا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے نگی! میں اور نوفل تو تمہیں اپنی مرضی سے لے کے آئے تھے۔''

''اگر وہ لوگ چاہتے تو مجھے روک سکتے تھے۔ مگر انس گئے، میرا بچہ گیا تو انہوں نے مجھ سے رشتہ ہی توڑ لیا۔''

وہ اپنی سوچ پر ڈٹی ہوئی تھی۔

''تم غلط سوچ رہی ہو نگی! وہاں سب اب بھی تمہارا انتظار کرتے ہیں۔ اب بھی تمہارے لئے وہاں اتنا ہی پیار اور عزت ہے جتنی کہ پہلے تھی۔''

صبا نے اس کی برین واشنگ کرنا چاہی۔ مگر نگین کی ناں، ہاں میں نہیں بدلی تھی۔

''تم لوگ جاؤ۔ میں یہاں انس کے ساتھ ہوں۔'' اس کا انداز بہت نارمل تھا۔

صبا کو رونا آنے لگا تو وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل آئی۔

''کیا رہا؟'' نوفل نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

''وہ نہیں مانتی۔'' صبا نے پوری بات نہیں بتائی۔

''میں نے تو آپ سے پہلے ہی کہا تھا۔ مگر آپ کو شوق ہے اپنی کرنے کا۔'' وہ تیکھے انداز میں کہ صبا کا ضبط آزما گیا۔

''اپنی کرنے کا شوق ہوتا تو آج حالات کچھ اور ہی ہوتے۔''

''میری طرف سے تو آپ کو پوری آزادی تھی۔ آپ نے خود ہی اس کھلی پیشکش -

...ا ... حالات آپ کے حق میں ہو سکتے تھے۔'' وہ فوراً بولا۔ اُدھار رکھنا تو یہ شخص جانتا ہی نہیں ... ہی کسی کا دل رکھنا۔

...الومی۔

...میں اس فضول کی بحث میں نہیں پڑنا چاہتی۔ پہلے ہی کافی دیر ہو چکی ہے۔'' اس نے بے تاثر ...کہا تو وہ اچٹتی نگاہ اس پر ڈالتا گاڑی کی چابی اور اپنا والٹ اٹھانے لگا۔

...ت صبا کو اپنی طبیعت میں بے حد بوجھل پن سا محسوس ہوا۔

...لیٹ وہ رات سے ہی محسوس کر رہی تھی۔ مگر اب ایک دم سے سر چکرایا اور ساتھ ہی جی ...لا تو وہ بے اختیار ہی واش روم میں گھس گئی۔

...بین پر جھکتے ہی اسے قے آ گئی۔

...نے کھلے دروازے میں سے جھانکا تو اسے قے کرتے دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

...ایزنگ۔''

...ل سے چہرہ خشک کرتی بہت نڈھال سی باہر آئی تھی۔

...ے کہاں چلنا ہے؟ ــــــ ڈاکٹر کے پاس یا میر ہاؤس؟''

...چھنے لگا تو صبا اس کی مہربانی نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

...ر ہاؤس ہی چلیں۔ اب اتنی بھی طبیعت خراب نہیں ہے۔''

...نے اچکا کر آگے چل دیا۔

...صبا اس کی تقلید میں چلتی اپنی حالت کا سبب سوچ رہی تھی۔

●●●●●

...ایک دم سے یوں تیزی پکڑ لے گی یہ اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ اور وہ بھی سردیوں کی بارش۔ ...ھوڑی دیر پہلے تک سیاہ بادل تو تھے مگر موسم کے تیور ایسے خراب نہ تھے کہ وہ باہر نکلنے سے

...ک ختم ہو جائے تو رائمہ کے ہاں ہی رکنا۔ میں خود پک کر لوں گا۔ میرے موبائل پر رنگ ...معید نے تنبیہی انداز میں کہتے ہوئے اسے رائمہ کی طرف ڈراپ کیا تھا۔

...سے فارغ ہو کر وہ رائمہ کی طرف ہی آئی تھی۔ وہاں پہنچ کر معید کو رنگ کیا۔

...فی الحال تو فارغ نہیں ہوں۔ بلکہ آدھے گھنٹے تک تم وہیں رکو، میں آ جاؤں گا۔'' اس نے ...پس منظر سے آنے والی ویرا کی آواز نے اسے سمجھا دیا کہ وہ کس مصروفیت میں تھا۔

...ٹ ہی وہ ٹِک کے بیٹھی تھی۔ اس کے بعد اپنی ضدی طبع سے مجبور ہو کر وہ موسم کی خرابی ...رائمہ کی ڈانٹ کا اثر لئے بغیر وہاں سے نکل آئی۔

...نہیں لیا کہ اکیلے کسی سواری میں بیٹھنے کا حوصلہ ہی کب تھا۔

...رحمت یوں چھم چھم برسنے لگے گا یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

وہ ایک بند دکان کا بڑھا ہوا شیڈ دیکھ کر لرزتی کانپتی اس کے نیچے کھڑی ہوگئی۔ حسب ، موبائل بھی گھر ہی چھوڑ آئی تھی ورنہ وجدان ہی کو کال کر لیتی۔

سردیوں کی بارش تھی۔ سو لوگ دکانوں اور مکانوں میں دبکے بیٹھے تھے۔ وہ بے بسی سے بڑ پانی سے بنتے کیچڑ کو دیکھنے لگی۔

'یا خدا! ہمیشہ اس بندے کی نہ مان کر ہی کیوں نقصان میں رہتی ہوں؟'

اس نے بے اختیار سوچا۔

جب کبھی وہ معید کی ضد میں کوئی حرکت کرتی تھی اس کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑتا تھا۔

اب بھی وہ اسی تکلیف میں مبتلا تھی۔

موٹر سائیکل پانی اور کیچڑ کے چھینٹے اُڑاتی گزری تو وہ ہڑبڑا کر حواس میں لوٹی۔

چھینٹے اُڑ کر اس کے کپڑوں تک آئے اور گل پاشی کر گئے تھے۔

وہ موٹر سائیکل سوار کو کوس کر رہ گئی۔

شاپنگ بیگز دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے اس نے اپنی گرم شال کو ٹھیک سے اِ لپیٹا۔ دور دور تک کسی ٹرانسپورٹ کا نشان نہیں تھا کہ وہ ہمت کر کے کسی رکشے میں ہی بیٹھ جاتی۔

اسی وقت ایک شخص تیز قدموں سے چلتا اسی شیڈ کے نیچے آ کھڑا ہوا۔

''اُف ـــــ کس قدر سرد بارش ہے۔'' وہ اپنے بالوں سے پانی کے قطرے جھٹکتا خود کلا سے انداز میں بولا۔ جبکہ ضحیٰ احتیاطاً اس سے پرے ہو کر کھڑی ہوگئی۔

وہ تو اپنوں سے موڈ کے مطابق بات کرتی تھی۔ کسی اجنبی سے کیا سلوک برتتی۔

''یہاں سے کوئی کنوینس ملنا بہت مشکل ہے۔'' وہ پھر سے بولا۔ وہ شاید خواہ مخواہ بے ہونے والا شخص لگتا تھا۔ اس نے ضحیٰ کی طرف دیکھا جو سڑک پر منتظر نظروں سے کسی کنوینس انتظار کر رہی تھی۔

''آپ شاید کافی دیر سے یہاں کھڑی ہیں ـــــ ایسے موسم میں شاپنگ کے لئے نکلنا پاگا ہی کہلاتا ہے۔'' وہ اس کے ہاتھ میں موجود شاپنگ بیگز دیکھتے ہوئے تبصرہ کرنے لگا تو ضحیٰ کے پیمانہ لبریز ہونے لگا۔

''آپ اپنے کام سے کام رکھئے۔''

''اس وقت ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ تھوڑی دیر کے ساتھ کو انجوائے کر کے گزارا جا سکتا ہے۔'' دوسری طرف ڈھٹائی کی انتہا تھی۔

ضحیٰ نے اندر ہی اندر ڈرتے ہوئے بظاہر سخت لہجے میں جواب دیا۔

''اگر آپ اپنی فضول گفتگو بند رکھیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔ ورنہ کہیں اور چلے جائیں جیسے انجوائے کرنے والے آپ کو بہت مل جائیں گے۔''

''آپ کی آواز بھی آپ ہی کی طرح خوب صورت ہے۔ یقین مانئے، میں آپ کی آ

ہو گیا ہوں۔''

ے......'' ضحیٰ کے تو گویا پیروں لگی سر پر جا بجھی۔ اس کے اندر کی غصیلی لڑکی طمطراق سے
مارا خوف کہیں دُور جا سویا۔ ''کیا بکواس کر رہے ہیں؟''

ے جانِ من! موسم ہے، موقع اور دستور بھی۔ ایسے موسم میں تو ایسی رومانٹک گفتگو ہی اچھی
ے'' وہ بظاہر شریف دکھائی دینے والا شخص یکلخت ہی شرافت کا لبادہ اتار کر وقت کا فائدہ
لگا۔

ب موسم سے زیادہ ضحیٰ کو وہ خراب شخص عذاب لگنے لگا تھا۔

ذر گھٹیا اندازِ گفتگو نے اسے لرزا کے رکھ دیا۔

ش معید ہی ادھر آ نکلے۔'

کے دل نے بہت شدت سے دعا کی۔

نے اس کی گھٹیا باتوں کا جواب دینے کی بجائے لرزتے قدم اٹھا دیئے اور بارش کی پرواہ کئے
ڑی۔

ے ـــــ تم تو ناراض ہوگئی ہو۔ اچھا لاؤ، یہ سامان ہی اٹھا لوں۔ گھر تک تو چھوڑنے کا
دیکھو، اور کچھ نہیں تو دوستی تو ہو سکتی ہے ہمارے درمیان۔'' وہ بھی اس کے پیچھے چل دیا تھا۔

ـــــ!' اسے رونا آنے لگا۔

ردی میں بارش میں بھیگنا، اُوپر سے یہ شخص۔ اسے صحیح معنوں میں خدا یاد آیا تھا۔

دا جانے آنکھوں میں آنسو تھے یا بارش کا پانی۔

نظر دُھندلا گئی تو پیر اُلٹا پڑ گیا۔ وہ گرنے کو تھی۔

اللہ۔''

ی نے اندازِ محبوبیت سے اسے بڑھ کر سنبھالنے کی کوشش کی تو وہ بے بسی اور خوف کے
ٹھی۔

●●●●●

ت خراب تھی تو بھلا ڈاکٹر کو دکھا لیتیں۔ ایسے موسم میں لاپرواہی کرنا اچھا نہیں ہوتا۔''

ن نے اسے گھر کا تو وہ بے دلی سے سر ہلا کر رہ گئی۔

تو میں اس لڑکی سے بہت تنگ ہوں۔ کہا بھی تھا کہ آج موسم خراب ہے، رائمہ کے ہاں
جانا۔ مگر اس کے سر میں ایک بار جو سودا سما جائے پھر اس کا نکلنا بہت مشکل ہے۔''

نا برستی بوندوں سے خائف ہو کر ضحیٰ کے غائبانہ لتے لے رہی تھیں۔

جاتی ہے۔ وہ کون سا اکیلی ہے، معید لے گیا ہے۔ واپسی پر بھی اسی کے ساتھ آئے
بان نے انہیں تسلی دی۔

د انہوں نے ہی اسے رائمہ کی طرف جانے کی اجازت دی تھی۔ ورنہ چچی جان تو اسے

صاف انکار کر چکی تھیں۔

"یہ ویرا ابھی یہیں ہے؟" صبا کو خیال آیا تو چچی جان کے اُٹھتے ہی تائی جان سے پوچھنے لگی۔

"ہاں ــــ" تائی جان نے گہری سانس بھری۔ "بے چاری کو طلاق ہو ہی گئی۔"

صبا کو دھچکا لگا۔

"اچھا؟"

"ہاں ــ چاہے اچھا تھا یا برا، سر کا سائیں تھا۔ اپنی مرضی سے خلع لینے کے باوجود اس نے اثر لیا ہے۔" وہ بتانے لگیں۔

"تو اب کیا ارادے ہیں اس کے؟ ــــ کہاں جائے گی وہ؟ اپنے گھر؟" صبا نے پوچھا۔

"دراصل یہ ویرا کی پسند کی شادی تھی۔ اس لئے ساری فیملی نے اس سے رابطہ توڑ دیا تھا۔ ابھی تک وہ اس سے ناراض ہیں۔ تبھی تو وہ یہاں رہ رہی ہے۔" تائی جان نے بتایا تھا۔

صبا کو ضحیٰ کی کہی باتیں بتانے میں تذبذب ہوا۔ ابھی یہاں ضحیٰ ہوتی تو چٹاخ پٹاخ سب کہ ڈالتی۔

صبا انہیں عماد اور ادینہ کی بابت بتانے لگی۔

"ہاں ــــ مریم نے ذکر تو کیا تھا۔ پریشان بھی تھی۔ جانے کیسی طبیعت کی لڑکی ہوگی۔" جان نے کہا۔

"ہاں، طبیعت تو عماد بھائی سے اس کی نہیں ملتی۔ بس دل کی بات ہے ساری۔ ورنہ تو ہزاروں لڑکیاں مل جائیں۔" صبا کو افسوس ہوا۔

"آج صبح میں نے پھر انس کو خواب میں دیکھا تھا۔" تائی جان افسردگی سے بولیں تو صبا چونکی۔

"وہی خوابوں کا سلسلہ۔"

"ہاں، آج بھی وہ نگین کی طرف سے پریشان دکھائی دیا۔ مجھے کہہ رہا تھا، اس کا خیال رکھو اس کے لئے پھول اور سفید دوپٹہ دیا اس نے مجھے۔" ان کی آواز بھرا گئی۔

"نگین کی حالت کسی سے چھپی ہوئی نہیں۔ سارا سارا دن کمرے میں گھسی بھائی جان کی تصویر سے پتہ نہیں کیا کیا باتیں کرتی رہتی ہے۔ وہ وہاں سکون سے کیسے رہ سکتے ہیں۔"

"یہاں رہتی تو بہل جاتی۔" انہوں نے کہا۔

"یہی سوچ کر تو وہاں لے گئے تھے۔ یہاں تو چپے چپے پر بھائی جان کی یادیں تھیں۔ مگر اس تو وہاں بھی ان کی یادیں بچھا رکھی ہیں۔ وہ اس دھوکے سے باہر نکلنا ہی نہیں چاہتی جہاں بھائی اس کے ساتھ ہیں۔"

"تبھی تو میرے بچے کو وہاں پر چین نہیں۔ کیسے شہزادیوں کی طرح رکھا ہوا تھا اس نے نگین کو۔"

وہ رونے لگیں تو صبا کو بھی رونا آ گیا۔

کتنی ہی دیر اس سوگوار ماحول میں رہنے کے بعد تائی جان نے دوپٹے کے پلو سے چہرہ پونچھا

آج تو وہ اس کے لئے پھول اور سر ڈھانپنے کو دوپٹہ دے کر گیا ہے۔"

ہاں ــــ تو؟" صبا ناسمجھی کی کیفیت میں انہیں دیکھنے لگی۔

کئی دنوں سے میرے دل میں ایک بات آ رہی ہے صبا!" انہوں نے ہچکچاتے ہوئے کہا تو وہ

لی۔

دا کیا ــــ؟"

یہی، جب سے مریم کو پریشان دیکھا ہے تب سے میرا ذہن کچھ اور ہی سوچنے لگا ہے۔"

اب بھی متذبذب تھیں۔ پھر رک گئیں۔

دو ــــ جو دل میں ہے، کہہ دیں۔ میں کون سا اجنبی ہوں۔" صبا نے انہیں بڑھاوا دیا۔

ں سوچ رہی تھی کہ ادینہ طلاق یافتہ ہے۔ عماد اس سے شادی کر سکتا ہے تو پھر نگین تو اس سے بہتر ہے، وہ اس سے شادی کیوں نہیں کر لیتا؟"

ں نے جھجکتے ہوئے کہا تو وہ متحیر سی ماں کا چہرہ دیکھنے لگی۔

●●●●●

ت سنیں۔"

ٹروں میں پلوشے نے اسے پکارا تو وہ تحیر سے اسے دیکھنے لگی۔

ے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کبھی اس سے مخاطب ہونے کی جرأت کر سکتی ہے۔

یا ہے؟" اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے ژالے نے بگڑے لہجے میں پوچھا تھا۔

پ اُن سے ایسے ہی ناراض ہو رہی ہیں ــــ ایک بار ان کی بات سن لیتیں تو تمام غلط دور ہو جاتیں۔" وہ جھجکتے ہوئے بولی۔

لے کے انداز نے اسے سنبھل کر بات کرنے پر مجبور کر دیا۔

اس کی طرف داری نہیں کرو گی تو اور کون کرے گا۔ تمہیں بھلا اس کا قصور کیوں دکھائی دینے

ں پر برس پڑی۔

لوں وہ حد درجہ چڑچڑی اور بے زار ہو رہی تھی۔

خوش دلی اور بشاشت دور کہیں جا سوئی تھی۔ اب تو ایک نئی ژالے تھی۔

ی اور تلخ۔

میں، وہ نہ تو آپ سے دھوکا کر رہے ہیں اور نہ ہی کچھ برا کرنے کا سوچ رہے ہیں۔"

ا ــــ اس سے زیادہ اچھا اور کیا کرے گا۔ اتنی اچھی اور حسین سوکن لا کے میرے سر پر

وہ تلخی سے بولی۔

ے کا رنگ سرخ پڑ گیا۔

لی آپ کی سوچ کی غلطی ہے۔ اگر بیٹھ کر بات کی جائے تو مفاہمت کی راہیں نکل آتی

اس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔

”ٹو ہیل ود۔“ وہ برہمی سے کہتی پلٹی تو پیچھے کھڑے جانے کب سے ان دونوں کی باتیں...
شموئیل سے ٹکرا گئی۔

”کس کو سمجھا رہی ہو پلوشے! اس کا دماغ بہت خراب ہے۔ یہ صرف اپنی خود ساختہ سوچوں کی...
سمجھتی ہے اور بس۔“ وہ بھی اتنے ہی تلخ لہجے میں بولا تھا۔

”خود ساختہ؟“ ژالے جبراً ہنسی۔ ”ہاں —— میں ہمیشہ ون وے کا شکار رہی ہوں۔ دماغ
خراب تھا میرا۔ ہیرا سمجھ کر کوئلہ ہاتھ میں لے بیٹھی۔“

اس نے دکھ سے کہا تو لحظہ بھر کو وہ خاموش ہو گیا۔

”دیکھیں، آپ پھر سے غلطی کر رہی ہیں۔ خان ایسے نہیں ہیں۔“ پلوشے نے کہنا چاہا تو وہ اس
اُلٹ پڑی۔

”شٹ اپ خان کی چمچی!“

”خبردار ژالے! جو پلوشے سے ایک بھی لفظ مزید کہا تو۔“

شموئیل نے یکلخت ہی سرد لہجے میں کہا تو وہ سُن سی ہو کر بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

کل تک تو وہ اسے اپنے اور پلوشے کے مابین موجود رشتے کی وضاحتیں دیتا پھرتا تھا اور آج
حال تھا کہ وہ اس کی خاطر ژالے کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

”تمہیں اگر میں بیاہ کر اس گھر میں لایا ہوں تو یہ بھی میرے ساتھ بھاگ کر نہیں آئی ہے۔ ا...
کی بھی ذمہ داری ہے مجھ پر۔“

”بس خاناں ——!“

اس کے سخت لب و لہجے پر پلوشے نے دبے لفظوں میں اسے ٹوکنا چاہا تو وہ اس پر الٹ پڑا۔

”تم چپ رہو۔ اتنا بے حس نہیں ہوں کہ تمہاری بے عزتی ہوتے دیکھتا رہوں۔“

پلوشے خاموشی سے وہاں سے ہٹ گئی۔

ژالے نے اس کے انداز سے سخت بے عزتی محسوس کی۔

”تو پھر اس کی ذمہ داری کیوں نہیں نبھاتے؟ چھوڑ دو مجھے۔“ اس نے حد کر دی تھی۔

اب جانے یہ شموئیل کی برداشت تھی یا وہ قصداً اس کے رویے کو نظر انداز کر جاتا تھا۔ اس...
اتنے سخت الفاظ سننے کے بعد بھی ٹھنڈے لہجے میں بولا۔

”یہ تو اب تم بھول ہی جاؤ کہ میں کبھی تمہیں چھوڑوں گا۔ بہت بھاگا ہوں تم سے۔ مگر تم نے
نہیں مانی۔ اب تو آخری سانس تک نبھانی ہو گی تمہیں۔“

”ہونہہ —— مائی فٹ ——“

ژالے نے تلملا کر پاؤں پٹخا۔

شموئیل نے انگشت شہادت اٹھاتے ہوئے اسے ایک بار پھر سے یاد دہانی کرائی۔

”پلوشے سے دور ہی رہو —— وہ تمہیں کچھ نہیں کہتی، تم بھی اس کی عزت کرو۔ اس کی اہ...

...جگہ ہے، یہ تم نہیں جانتیں۔“

”...تو میں اب بہت اچھی طرح جان گئی ہوں۔ اس کی جگہ کیا ہے اور میری جگہ کیا ہے۔“ وہ

”...میرے ساتھ بنا کے رکھی ہوتی تو میں تمہیں بتاتا کہ تمہاری اس گھر میں کیا جگہ ہے اور میرے
...کیا مقام ہے۔“ شموئیل نے طمانیت سے کہا تو وہ چیخ کر رہ گئی۔

”...مجھے کوئی شوق نہیں لائن میں لگنے کا۔ تم اسی ایک کو سنبھالو۔ میں بہت جلد کوئی فیصلہ کر لوں گی
...گی کا۔“

...ٹھک کرتی اپنے کمرے میں جا گھسی۔ شموئیل خان گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

وہ رائمہ کے گھر پہنچا تو پتہ چلا کہ ضحیٰ وہاں سے نکل چکی ہے۔ موسم کے تیور دیکھ کر معید کو اس بے وقوفی پر شدید غصہ آیا۔

"کوئی کام جو یہ لڑکی ڈھنگ سے کر جائے۔"

وہ گاڑی میں آ بیٹھا۔

سردیوں کی بارش نے موسم کو یکلخت ہی برفیلا بنا دیا تھا۔ لب بھینچے گاڑی ڈرائیو کرتا وہ اِدھر اُدھر نظر دوڑاتا تمام راستے اسی سرپھری کو دیکھتا رہا۔

'ہوسکتا ہے وہ گھر پہنچ چکی ہو۔'

اسے دھیان آیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈیش بورڈ پر سے موبائل اٹھایا۔ ارادہ یہی تھا کہ فوراً کے اس کی خیریت معلوم کر لے۔ مگر اسی وقت اس کی نگاہ تھوڑی دور جاتی لڑکی پر پڑی اور اس پیچھے وہ مرد۔ کال ملاتا اس کا ہاتھ ٹھٹکا۔

اس نے گاڑی کی رفتار بڑھائی۔

'صبح ضحیٰ نے یہی شال اوڑھ رکھی تھی۔ تو پھر یہ مرد کون ہے؟'

گاڑی کی آواز پر مرد نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔

معید نے ان کے قریب جا کر گاڑی کو فی الفور بریک لگائے۔

وہ ضحیٰ ہی تھی اور اسے تنگ کرتا وہ شیطان۔

معید لمحوں میں ساری صورتِ حال سمجھ گیا۔ ضحیٰ لڑکھڑائی تو اسے سنبھالنے کے لئے آگے بڑ شخص معید کو تیزی سے باہر نکلتے دیکھ کر بھاگ اٹھا۔

ضحیٰ کی نگاہ معید پر نہیں پڑی تھی۔ معید نے تیز قدموں سے چلتے ہوئے آگے بڑھ کر اس پکڑا تو وہ چیخ اُٹھی۔

"ذرا آنکھوں سے بھی کام لے لو ــــــ میں ہوں۔" معید نے تپے ہوئے لہجے میں کہا ڈبڈبائی آنکھوں اور زرد پڑتی رنگت کے ساتھ اسے دیکھتی ایک دم ہی رو دی۔

ٹوٹتی جان یکلخت ہی واپس لوٹ آئی تھی۔ وہ بے ساختہ و بلا ارادہ معید کے شانے سے جا لگ

"وہ........وہ مجھے تنگ کر رہا تھا۔"

شاپرز نیچے گرائے وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

...کی کنپٹیاں سلگ اُٹھیں۔

...شخص قریبی گلی میں فرار ہو چکا تھا۔ وگرنہ وہ اس کی ٹھیک ٹھاک ٹھکائی کرنے کے موڈ میں تھا۔

"چلو ــــــ گاڑی میں بیٹھو۔ بارش تیز ہو رہی ہے۔"

معید نے آہستہ سے اس کا سر تھپکا تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔

...ذرا اس سے الگ ہو کر گاڑی میں جا بیٹھی۔

...متاسفانہ نظروں سے نیچے گرے گندے ہوتے شاپرز کو دیکھنے لگا۔ پھر گہری سانس بھری اور ...کر سارے شاپرز اٹھا کر گاڑی کی پچھلی نشست پر ڈال دیئے۔

...ضحیٰ کی حالت دیکھتے ہوئے فی الوقت اسے ڈانٹنے کا ارادہ موخر کر دیا اور گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی ...رٹ کر دی۔ جبکہ ضحیٰ بی بی ابھی بھی سُوں سُوں کر رہی تھیں۔ معید تنے ہوئے تاثرات لئے گاڑی ...و کرنے لگا۔

...ماں کی بات اس قدر بے یقین کر دینے والی تھی کہ صبا ہق دق سی اُنہیں دیکھے گئی۔

...یوں لگا جیسے ذہن بالکل صاف سلیٹ ہو گیا ہو۔

"...تمین میری بیٹیوں کی طرح ہے۔ برا نہیں سوچ رہی۔ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔ ابھی سال ...نہیں ہوا، میرے انس کی دُلہن بن کے آئی تھی اور اب سفید جوڑا پہنے بیٹھی ہے۔" وہ حد درجہ ...ردگی کا شکار ہونے لگیں۔

...صبا نے بہ مشکل خود کو بولنے پر آمادہ کیا۔

"...یہ کیسے ہوسکتا ہے امی! ــــــ بھلا کیسے سب ــــــ" اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اپنا مافی ...کن لفظوں میں بیان کرے۔

"اگر اب بھی اس کے متعلق نہ سوچا گیا تو وہ انس کے پیچھے خود کو پاگل کر لے گی۔ ابھی عمر کیا ...اس کی۔"

...نانی جان کا تجزیہ بے حد درست تھا۔

...صبا کا ذہن یکلخت کھل گیا۔

●●●●●

...اس کے گاڑی اندر روکتے ہی ضحیٰ پھرتی سے اُتر کر اندر چلی آئی۔

"...ہائے ــــــ یہ بھیگ کیسے گئیں تم؟"

...نانی جان متحیر سی اس کا حلیہ ملاحظہ کرنے لگیں تو وہ ان سے نظریں چراتی بولی۔

"...یوں ہی ــــــ تھوڑی سی واک کر لی تھی بارش میں۔" کہتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئی تو انہوں ...متاسفانہ انداز میں سر ہلایا۔

"اس لڑکی نے مجال ہے کوئی ڈھنگ کا کام کیا ہو۔"

اندر آتے ہوئے معید نے ان کی بات سن کر دل ہی دل میں ان کی تائید کی تھی۔

کمرے میں آتے ہی وہ یوں ہی گیلے کپڑوں سمیت بستر پر گر سی گئی۔

گزری تمام ساعتوں کو سوچا تو بدن میں جھرجھری سی دوڑ اُٹھی۔

"اگر معید وہاں نہ آتا تو؟"

اس کا دل ابھی بھی اس بات کو سوچ کر خوف زدہ ہونے لگا۔

'کیوں نہ آتا۔ خدا نے اسے بنا کر ہی میرے لئے بھیجا ہے۔' ایک سوچ سی دل میں لہرائی۔

'ہش ـــــ' دماغ نے دل کو ڈانٹا تو وہ گھبرا کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

'اور مجھے بھی معید حسن کو زیادہ اہمیت دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ خواہ مخواہ ذہن پر سوار ہوا رہا ہے۔' وہ اُلجھنوں کا شکار ہوتی جا رہی تھی۔

●●●●●

"تو پھر تم نے کیا سوچا ہے؟"

مریم پھپھو نے لنچ ٹائم میں عماد کے گھر آنے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے گھیرا تو وہ کھانے سے ہاتھ روک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کس بارے میں؟"

"ادینہ کے بارے میں ـــــ اپنی شادی کے بارے میں۔" انہوں نے سنجیدگی سے کہا تو چند ثانیے انہیں دیکھتے رہنے کے بعد وہ گہری سانس لے کر دوبارہ کھانے میں مشغول ہو گیا۔

"یہ مذاق کی بات نہیں ہے عماد!" وہ چڑ گئیں۔

جتنی انہیں اس معاملے کی ٹینشن ہو رہی تھی، اتنا ہی وہ اسے لٹکا رہا تھا۔

"اتنا سر پہ سوار کرنے والی بات بھی نہیں ہے مام ڈیئر!" وہ لاپروائی سے بولا تو وہ حیران ہونے لگیں۔

"میں تمہاری اور ادینہ کی شادی کی بات کر رہی ہوں۔"

"شادی ہی ہے نا ـــــ مارشل لاء تو نہیں لگنے والا۔" وہ ہنوز اسی انداز میں بولا تو انہیں اس کی غیر سنجیدگی غصہ دلانے لگی۔

ایک اتنی اہم بات جو اتنے دنوں سے ٹینشن بن کے ان کے ذہن پر سوار تھی، اسے یوں چٹکیوں میں اُڑا رہا تھا۔

"یہ بچوں کا کھیل نہیں ہے عماد! مجھے تو اس معاملے میں کہیں سے بھی سیریس نہیں لگ رہے" انہوں نے قدرے غصے سے کہا تو وہ چمچ واپس پلیٹ میں رکھ کر انہیں دیکھنے لگا۔

"سیریس ہونا اور کیا ہوتا ہے بھلا؟" اس کا انداز ٹھہرا ہوا تھا۔

"میری جو مرضی تھی میں نے آپ کو بتا دی۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام۔"

"کیوں مجھے پریشان کر رہے ہو عماد؟" وہ بے بس ہونے لگیں تو وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

"آپ خواہ مخواہ کی ٹینشن لے رہی ہیں اور بس۔ روزانہ ایسی ہزاروں شادیاں ہوتی ہیں۔"

"ان شادیوں میں دولہا اتنی لاپروائیاں نہیں دکھاتے۔ پوری دلچسپی کے ساتھ کام نمٹاتے ہیں۔ تم دل کی بات کیوں نہیں بتاتے؟" اب جانے انہوں نے سرسری بات کی تھی یا اس کا چہرہ ہی کھلی ...ب بن کے کوئی کہانی سنانے لگا تھا۔

...قصداً ہنس دیا۔

مگر اس ہنسی میں وہ بے ساختگی نہیں تھی جو کبھی عماد کی طبع کا حصہ رہی تھی۔

اس ہنسی میں ایک اضطراب پوشیدہ تھا۔

ایک بے چینی مگر اتنی جلدی ہتھیار ڈالنے والوں میں سے وہ بھی نہیں تھا۔

"اوہ۔ جلد ہی آپ کو فائنل بتا دوں گا۔ ابھی تو فی الحال میں بزنس کو پوری توجہ دے رہا ہوں۔"

پھر سے انہیں ٹال گیا تو وہ بدمزہ ہونے لگیں۔ اس کے موبائل فون نے بجنا شروع کر دیا تھا۔

بحث کو بے سود جان کر چائے بنانے کے لئے اُٹھ گئیں۔ فون پر ادینہ تھی۔

"کہاں ہو تم؟" وہ پوچھ رہی تھی۔

"لنچ کرنے۔ گھر پہ۔" وہ مختصراً بولا۔

"تم نے گھر میں کب سے لنچ کرنا شروع کر دیا؟ اس ریسٹورنٹ میں جانا چھوڑ دیا کیا؟" وہ ...الکانہ انداز میں پوچھنے لگی۔

"ہوں۔" عماد نے محض ہنکارا ابھرا تھا۔

"اچھا جلدی سے فارغ ہو جاؤ۔ پھر مجھے بہت ضروری شاپنگ کرنی ہے۔"

"میں تو فارغ نہیں ہوں۔ یہاں سے سیدھے مجھے میٹنگ میں جانا ہے۔" عماد سمجھ نہیں سکا کہ ...نے ادینہ سے جھوٹا بہانہ کیوں بنا دیا۔

"میٹنگ کیا مجھ سے زیادہ ضروری ہے؟" اس کی ادا میں ناز تھا، مان تھا۔

...ار خود سے اُلجھنے لگا مگر پھر سنبھل کر بولا۔

"تمہارا اس میٹنگ سے کیا مقابلہ؟ تم، تم ہو۔"

"تو پھر آ جاؤ نا۔"

...اسی ادا سے بولی تو عماد نے گہری سانس بھری۔

"...عدہ نہیں کرتا۔ کوشش کروں گا۔ اگر جلدی فارغ ہو گیا تو۔"

"بہت بور ہو تم عماد! پہلے تو ایسے نہیں تھے۔" وہ کوفت کا شکار ہوئی۔

"وقت کے ساتھ ساتھ انسان کو بدلنا پڑتا ہے۔ ورنہ وقت خود اُسے بدل دیتا ہے۔"

"اچھا، اچھا ـــــ میں اس وقت عالمانہ موڈ میں قطعاً نہیں ہوں۔ مجھ سے اچھی اچھی باتیں ..." وہ اس کی بات قطع کر گئی۔

"مثلاً کون سی باتیں؟" عماد نے پوچھا تو وہ بولی۔

"اپنے مستقبل کی باتیں۔"

"کل کس نے دیکھی ہے۔ میں اگلے پل کی بھی پلاننگ کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ انس ع
دیکھو۔ اور نگین کو۔ اس نے تو کبھی ایسی سچویشن کا سوچا بھی نہیں ہوگا۔" وہ کہتے ہوئے آزردہ ہوگیا

ادینہ نے کوفت سے گہری سانس بھری۔ پھر بے زاری سے بولی۔

"یہ کیا تم ہر بات میں انس اور نگی کو گھسیٹ لاتے ہو؟ جو ہو چکا وہ ان کی قسمت میں لکھا تھا
اس کو اپنی زندگی پر اپلائی کرنا سراسر بے وقوفی ہے۔"

عماد کو اس کی بات ناگوار گزری۔ خصوصاً اس کے لب و لہجے سے ٹپکتی بے زاری جسے اس
چھپانے کی قطعاً کوشش نہیں کی تھی۔

ادھر عماد کئی دنوں سے محسوس کر رہا تھا کہ وہ جب بھی ادینہ سے کسی تیسرے کے متعلق گفتگو کر
لگتا تو وہ یا تو موضوع بدل دیتی یا پھر بے زاری کا اظہار کرنے لگتی تھی۔

اور دوسری طرف ادینہ تھی۔ جس نے کبھی خود سے آگے تو کچھ سوچا ہی نہ تھا۔ اس کا بس چ
تھا کہ اس کی موجودگی میں عماد کسی اور کو نہ دیکھے، نہ سوچے۔

ایسے میں اس کا ہر بات میں انس کی کوئی یاد نکال لینا یا پھر نگین کے حال کا ذکر اسے زہر لگتا تھا

"میں فی الحال اس سے ہٹ کے کسی موضوع پر بات نہیں کر سکتا۔ بہتر ہوگا کہ تم مجھ سے
میں بات کرلو۔"

عماد نے سرد مہری سے کہہ کر اس کی "سنو تو" کو نظر انداز کرتے ہوئے موبائل آف کر دیا۔
اس کی پیشانی پر گہری سلوٹیں پڑ چکی تھیں۔

●●●●●

ہر اک چیز بدل جاتی ہے عشق کا موسم آنے تک
راتیں پاگل کر دیتی ہیں، دن دیوانے ہو جاتے ہیں

وہ مسلسل اُلجھن و بے یقینی کا شکار تھی۔

معید حسن کی طرف بڑھتے دل کے التفات کو وہ کوئی بھی نام دینے کی جرأت خود میں نہیں پا ر
تھی۔

'بکواس ___'

اس نے سختی سے دل کو ڈپٹا۔

'زہر لگتا ہے مجھے وہ شخص۔ لگتا ہی کیا ہے میرا وہ؟ ___ دشمن اوّل۔'

وہ اندھیرے کمرے میں کمبل لپیٹے اُلٹی سیدھی سوچوں میں گھری تھی۔

'مگر یہ دل کیوں اس بے حس، سنگ دل کی طرف ہمک رہا ہے۔ اس "زہر لگنے" میں اتنی شد
کیوں نہیں ہو رہی۔ اور دشمن سے جانے کب وہ "دشمنِ جاں" بن گیا ہے۔"

اس نے دونوں مٹھیوں میں کمبل دبا کر سینے سے بھینچا اور گہری سانس بھری۔

ر اندر کی گھٹن کسی طور کم نہ ہو رہی تھی۔

کیا ہے؟ ___ کیوں ہے؟'

براکے وہ اُٹھ بیٹھی تو سامنے دیوار پر معید حسن کی تصویر اُبھر آئی۔

حیران سی، ایک خواب کی کیفیت میں گھرنے لگی۔

ں گھور سیاہ آنکھیں، ان میں بھری خفگی۔

تنی بار کہا ہے کہ اکیلی باہر مت جایا کرو۔ دوستوں کے گھر جانا ہو تو مجھ سے کہو۔ انس ہے،
ہے۔" وہ ناراض ہوتا تھا۔

پھر جب ٹرپ کے لئے ضد کر رہی تھی۔

وئی ضرورت نہیں کالج ٹرپ کے ساتھ جانے کی۔ آج کل زمانہ کون سا ہے یوں لڑکیوں کا
لے کر نکلنے کا۔ یہاں سے ذمہ داری کا وعدہ کر کے لے جانے والے وہاں اپنے آپ میں مگن
ہیں اور لڑکیاں منہ اٹھائے اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہوتی ہیں۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم فیملی ٹرپ پر
یں۔ اسلام آباد ہی تو جانا ہے، اگلے ہفتے ہم سب چلیں گے۔"

ر واقعی وہ سب اگلے ہی ہفتے اسلام آباد کا چپہ چپہ کھنگال آئے تھے اور ایک نہیں بلکہ چار دن
ام کیا۔

رضیٰ کے دل سے ٹرپ کے ساتھ نہ جانے کا ملال نہیں گیا۔ مگر اب دل کیا کہہ رہا تھا۔

لط تو نہیں کہتا وہ۔ واقعی زمانہ ہی کون سا ہے لڑکیوں کے باہر نکلنے کا۔ جب کہ کوئی مرد ہمراہ نہ
ں کی ساری منفی سوچیں اس پل مثبت ہو رہی تھیں۔ کوئی سن لیتا تو بے ہوش ہی ہو جاتا۔

ئی میر اور معید حسن کے لئے سوفٹ کارنر؟ ___ خود ضحیٰ کے لئے بھی اپنی یہ کیفیت اس قدر
تھی کہ وہ معید حسن کے بارے میں اچھا سوچنے کے بعد فوراً کترا سی جاتی۔

بہت شاطر آدمی ہے ___ مجھ سے نکاح کے باوجود وہ ویرا سے چکر چلا رہا ہے۔ میں کبھی
ے معاف نہیں کروں گی۔' وہ فوراً تہیہ کرتی۔ مگر اگلے ہی پل بھیگے وجود کے گرد نرم، گرم سا
بازوؤں کا حصار یاد آتا تو وہ پگھل سی جاتی۔

خدایا ___!' اسے رونا آنے لگا۔

بھلا معید حسن مجھے ملنے والا ہے؟ ___ تو پھر یہ کیفیت کیوں ہو رہی ہے میری؟ ___ میں
ول کہ وہ ویرا کا ہے۔ وہ ویرا جو اس کے لئے اپنے شوہر سے طلاق لئے بیٹھی ہے۔ اس کے
ہوئے بھلا وہ میری طرف کیسے دیکھے گا؟'

بے حد حساس اور آزردہ دل تھی۔

خدایا! میرے دل کو بدل دے۔'

سامنے لیٹ کر سختی سے آنکھیں موند لیں اور خدا سے دعا کرنے لگی۔

●●●●●

''آپ ماں بننے والی ہیں۔''

لیڈی ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا تو صبا بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

''یو آر پریگننٹ۔''

ڈاکٹر سمجھی شاید وہ اس کی بات سن نہیں پائی۔

مگر صبا نے اس کی بات اچھی طرح سے سنی تھی۔ لیکن اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا۔

دوسری بار ڈاکٹر نے کہا تو وہ جیسے ایک خواب کی گرفت سے آزاد ہوئی۔

''آر یو شیور ڈاکٹر؟'' اس کے انداز میں بے یقینی تھی۔

ڈاکٹر مسکرا دی۔

''پہلی پہلی بار ماں بننے والی لڑکیاں یوں ہی بے یقینی کا شکار ہوتی ہیں۔ اگر یہ رپورٹس آپ
ہیں تو میں سو فیصد پُر یقین ہوں کہ آپ پریگننٹ ہیں۔''

ڈاکٹر نے لیبارٹری ٹیسٹ کی رپورٹ انگشتِ شہادت سے صبا کی طرف کھسکائی تو اس
میکانکی انداز میں رپورٹ نکال کر دیکھی جس پر لکھا ''پازیٹو'' اس کے دل کو عجیب سے انداز
دھڑکا گیا۔

●●●●●

''میں دوبارہ شادی کا سوچ بھی نہیں سکتی معید!''

ویرا کا لہجہ بھیگا ہوا تھا۔

ضحیٰ کے قدم ٹھٹک گئے۔ وہ احتیاطاً پورچ کے پلر کی اوٹ میں ہو گئی۔ لان میں کرسیوں پر
وہ دونوں محوِ گفتگو تھے۔

''خبردار ویرا! ـــــ خبردار جو تم نے اب ایسی کچھ کارکردگی دکھائی تو۔'' معید نے سخت لہجے
کہا۔ ''اب جبکہ قسمت تم پر مہربان ہو رہی ہے تو تم پھر سے نادانوں جیسا قدم اُٹھانا چاہتی ہو۔''

''میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتی ہوں معید!''

ضحیٰ کو لگا جیسے وہ رو رہی ہو۔

''شٹ اپ ویرا!'' معید کے انداز میں اب بھی سختی تھی۔ ''تمہیں مستقبل میں کیا کرنا ہے، کیا
وہ سب میری ذمہ داری ہے۔ میں نے تمہیں اوّل روز ہی کہا تھا کہ یہ مت بھولو، معید حسن ہر لمحہ
قدم پر تمہارے ساتھ ہے۔'' آخر تک آتے آتے معید کا لہجہ نرم ہو گیا تھا۔

ضحیٰ اپنی جگہ پر سلگ کر رہ گئی۔

''تھینک یو معید! ـــــ تھینک یو سو مچ۔'' ویرا کا انداز متشکرانہ تھا۔

''اچھا ـــــ اب جا کے آرام کرو۔ اور ہاں، مجھے تمہاری یہ اُتری ہوئی صورت دوبارہ دکھائی
دے۔ مجھے وہی پرانی والی ویرا چاہیے۔ ہنستی، مسکراتی، پُر اعتماد۔''

معید نے دھونس بھرے انداز میں کہا تو وہ ہلکی سی آواز میں ہنس کر اُٹھ گئی۔ اس کا اندر جانا

کر ضحیٰ پلر کی اوٹ سے نکل آئی۔

جانب دیکھ کر مسکراہٹ سے نوازتی ویرا اندر چلی گئی جبکہ وہ سیدھی اخبار کھولتے معید حسن کی
آئی۔

دیکھ کر معید کی تیوری پر بل آ گیا۔ اس نے اخبار جھٹک کر سیدھا کرتے ہوئے منہ کے
پھیلا لیا تو ضحیٰ تلملا اُٹھی۔ ابھی ویرا کے ساتھ وہ کیسے باتیں مٹھار رہا تھا۔ اور اس پر نگاہ پڑتے
منہ میں کونین آ گئی ہو۔

مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔'' وہ کرسی کی پشت پر دونوں ہاتھ جمائے اس کے سامنے
ہوتے ہوئے بولی۔

ہوں ـــــ سن رہا ہوں، کہو۔'' اخبار کے پیچھے ہی سے آواز آئی۔

پہلے آپ اخبار رکھیں ـــــ میری طرف متوجہ ہوں۔'' اس کے انداز میں پتہ نہیں اتنی دھونس
آئی تھی۔

شاید یہ ویرا اور معید کی بے تکلفی کا نتیجہ تھا۔

معید نے بھی اخبار پیچھے کر کے اسے دیکھا۔

یہ ضحیٰ میر کو میری ''توجہ'' کی ضرورت کب سے پڑنے لگی؟'' وہ جیسے استعجاب سے بولا تو وہ
رہی۔

بات اکیلے میں سوچنا بہت آسان لگتی تھی، وہی معید کے منہ سے سن کر وہ عجیب سی خجالت کا
ئی۔ مگر یہ آر یا پار کا وقت تھا۔

آپ ویرا کو یہاں سے بھیج دیں۔'' وہ بولی تو معید نے تعجب سے پوچھا۔

کہاں بھیج دوں؟''

وہیں، جہاں وہ رہتی تھی۔ اس کے گھر۔''

مگر تمہیں اس کے یہاں رہنے سے کیا تکلیف پہنچتی ہے؟'' معید کی پیشانی پر آہستہ آہستہ شکنیں
ابھریں۔

بس ـــــ مجھے اس کا یہاں رہنا اچھا نہیں لگتا۔'' وہ اندرونی وجہ چھپا گئی۔

کا معید حسن سے اپنائیت کا اظہار اور حد درجہ کی بے تکلفی اسے کب بھاتی تھی۔

تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا ایسی بات کرنے کا۔''

معید نے تنبیہی انداز میں کہا تو اسے غصہ آنے لگا۔

کیوں؟ ـــــ سارے حق ویرا فراز ہی کے پاس ہیں؟'' اس نے چبا چبا کر کہا تو معید فوراً
سا گیا۔

فراز اب اس کا شوہر نہیں ہے۔''

ہاں تو میں بھی کہہ رہی ہوں۔ اسے طلاق ہوئی ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ اپنے گھر جا کر عدت

پوری کرے۔ کسی نامحرم کے سامنے مت آئے۔"
ضحیٰ کے انداز میں سرکشی تھی جس نے معید کو بہ نظر غائر اس کا جائزہ لینے پر مجبور کر دیا۔
"تمہیں اس کی اتنی فکر کیوں ہے؟"
"کیونکہ یہی صحیح ہے۔ لاپرواہیاں بڑے نقصان کا باعث بن جاتی ہیں۔" وہ مدبرانہ انداز میں بولی تو معید نے خشک لہجے میں کہا۔
"جو کہنا چاہتی ہو، وہ صاف لفظوں میں کہو۔ مجھے فضول کی بحث پسند نہیں ہے۔"
"یہ فضول کی بحث نہیں ہے۔" وہ چیخ کر بولی۔ "صاف صاف بات یہ ہے کہ مجھے ویرا کا آ
سے بے تکلف ہونا بالکل بھی پسند نہیں۔ آپ میرے شوہر ہیں، اس کے نہیں۔" پل بھر کے لئے
کی بات نے معید کے سر پر گویا بجلی سی گرا دی۔
وہ متحیر سا اسے دیکھتا رہ گیا۔

●●●●●

رات وہ کمرے میں آیا تو صبا کو ٹہلتے پایا۔
وہ واش روم سے نکل کر آیا تو بھی اسے اسی کیفیت میں پنڈولم کی طرح اِدھر سے اُدھر ٹہلتے پایا
نوفل اسے نظرانداز کرتا بستر پر آ گیا۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھی فائل اٹھائی اور اپنے سامنے رکھ کر کھو
لی۔ تب ہی ایک کاغذ فائل کے صفحات پر آ گیا۔
نوفل نے چونک کر سر اٹھایا۔
"یہ بھی بہت ضروری ہے۔" اس کی رنگت سرخ ہو رہی تھی۔
نوفل نے اچٹتی سی نگاہ اس کاغذ پر ڈالی۔
ایک بار، دو بار، سہ بار۔
اس مختصر سی رپورٹ کو وہ کتنی ہی بار پڑھ گیا۔
سر اٹھا کے دیکھا تو وہ دونوں بازو سینے پہ لپیٹے تیز نظروں سے اُسی کو دیکھ رہی تھی۔
"تو ——؟" وہ پُرسکون تھا۔
"تو یہ کہ —— یہ سب کیا ہے؟"
وہ تلخی سے بولی تو وہ جیسے نہ چاہتے ہوئے بھی ہنس دیا۔
"یہ رپورٹ آپ مجھے دکھا رہی ہیں اور مجھ ہی سے پوچھ رہی ہیں کہ یہ کیا ہے؟"
"میں جتنا زمین بنتی جا رہی ہوں، آپ اتنا ہی مجھ پر چڑھتے جا رہے ہیں نوفل احمد! مگر اب نہیں ہوگا۔ میں اس بچے کی اہمیت اور حیثیت کا تعین چاہتی ہوں۔" وہ پھٹ پڑی تھی۔
نوفل نے ناگواری سے اسے دیکھا۔
"کیا مطلب ہے آپ کا؟"
"مطلب یہ کہ میں ان چاہا بچہ نہیں چاہتی —— جسے دیکھ کر ساری عمر "لمحوں کی بھول" یاد آ

تو جیسے دماغی توازن کھو بیٹھی تھی۔
کو غصہ آیا۔
یہ میری ماں کی خواہش ہے صبا میر! خبردار، جو کوئی نیا گیم کھیلنے کی کوشش کی تو۔"
تو میں کہہ رہی ہوں کہ میں ماں تب ہی بنوں گی جب آپ کی خواہش ہوگی، ورنہ نہیں۔"
لے انداز میں بولی تو نوفل جہاں تھا، وہیں رہ گیا۔

●●●●●

کیا بدتمیزی ہے؟ —— بات کرنے کا سلیقہ نہیں ہے تمہیں؟" معید نے غصے سے کہا۔
وہ تو جیسے بات کو کسی کنارے لگانے آئی تھی۔
آپ اسے خود یہاں سے بھیجیں گے یا میں تایا جان سے بات کروں؟"
لگا اس کا دماغ پھر گیا ہے۔
یہاں سے نہیں جائے گی۔" وہ سختی سے بولا۔
یہاں سے جائے گی۔ اگر میں عمر کاظمی کو بول سکتی ہوں تو آپ کو بھی ویرا کو یہاں سے بھیجنا
کہتے ہوئے اس کی آواز بھرا گئی۔ بلکہ آنکھوں میں نمی بھی اتر آئی۔ جبکہ معید کو اس کی بات
اور شدید جھٹکا لگایا۔
لیکن کیوں؟ —— کوئی وجہ بھی تو ہو؟" وہ سنبھلتے ہوئے بے اعتنائی سے بولا تو ضحیٰ کی نظروں
نے اس کا چہرہ دھندلانے لگا۔
کیونکہ —— کیونکہ میں ......"
نے بنا سوچے سمجھے اعتراف کی سیڑھی پر قدم رکھنا چاہا مگر لفظوں پر بیٹھے سوچ کے سانپوں
خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔
آئی ہیٹ یو معید حسن! —— تم کبھی بھی مجھے خوشی نہیں دے سکتے۔" وہ چیخ کر کہتی وہاں
آئی تھی۔
ایک طوفان تھا سینے میں جو تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔
کا سیلاب تھا جس میں وہ بہتی چلی جا رہی تھی۔
—— میں محبت کرنے لگی ہوں —— محبت کرنے لگی ہوں معید حسن سے —— اسی
سے جو مجھے کبھی کوئی خوشی نہیں دے سکتا اور جو کسی اور کی زلف کا اسیر ہے۔"
نے خود سے اعتراف کر لیا تو کتنے ہی آنسوؤں نے پلکوں کی باڑ توڑ کر نکاسی کا راستہ بنا لیا۔

●●●●●

کپ چائے میرے لئے بھی بنا دینا۔"
لئے ناشتہ بنا رہی تھی جب شموئیل نے آ کر فرمائش کی اور وہ ان سنی کر کے اپنے ناشتے
تیار کرتی رہی۔

''سنا نہیں، میں نے کیا کہا ہے؟'' رُعب سے دوبارہ کہا تو وہ چیخی۔

''جا کر یہ رعب اپنی ''بیوی'' پہ جھاڑو۔''

''بیوی پہ ہی جھاڑ رہا ہوں۔'' وہ مسکرایا۔ پھر صلح جو انداز میں بولا۔ ''سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔ تمہارے ہاتھ کی چائے پینے کو دل چاہ رہا تھا۔''

''میں تمہاری نوکرانی نہیں ہوں۔ اگر اتنی ہی خواہش ہو رہی ہے تو خود بنا لو۔'' وہ صفاچٹ انداز میں بولی اور ٹرے اٹھا کر کچن سے نکلنے لگی۔

شموئیل اس کی راہ میں آ گیا۔

''محبت کرنے والے سنگ دل ہوتے ہیں۔ سنا تو تھا، اب دیکھ بھی لیا۔''

''آئی ہیٹ یو شموئیل خان! ـــــ میری راہ سے ہٹ جاؤ۔'' وہ پھنکاری۔

''راہ تو میری تم نے کھولی ہے خان زادی! اب اس راہ پہ لا کے واپس لوٹا رہی ہو۔'' وہ گمبیر لہجے میں بولا تو ژالے نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔

''اپنے لفظوں کا جادو اس پہ چلاؤ جو تمہاری اصلیت سے ناواقف ہو۔'' ژالے نے سرد لہجے میں کہا۔

''تم ہٹ رہے ہو سامنے سے یا نہیں؟''

''اچھا، چائے مت بناؤ میرے لئے۔ جو اپنے لئے بنائی ہے، وہ دے دو۔'' وہ جانے کیوں ضد پر اڑا تھا۔

ژالے بھی ضد پہ آ گئی۔

''نہیں ـــــ میری کسی چیز پر تمہارا حق نہیں ہے۔''

اس کی بات سن کر شموئیل خاموش ہو گیا۔ پھر چند لمحوں کے توقف کے بعد بولا۔

''اور تم پر؟''

''مجھ پر بھی نہیں۔'' وہ تڑخی تھی۔

شموئیل خان نے کچھ کہنے کو وا ہوتے لبوں کو سختی سے باہم بھینچا اور پلٹ کر باہر نکل گیا۔

ژالے کا جی چاہا، پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ اس نے بے دلی سے اپنے لئے بنائے ہوئے ناشتے اور چائے کو دیکھا تو اس کی بھوک مر گئی۔ وہ ٹرے وہیں رکھ کر کچن سے نکل گئی تھی۔

●●●●●

کمرے کی فضا بے حد سرد ہو رہی تھی۔

ہیٹر لگانے کے باوجود۔

مگر سردی موسم کی نہیں، جذبات و احساسات کی تھی۔

خاموش اور جامد، سرد فضا میں صبا کی بات نے ارتعاش سا پھیلا دیا۔

''دماغ تو ٹھیک ہے آپ کا؟'' نوفل بہ مشکل حواس میں لوٹا۔

''اب ہی تو دماغ ٹھیک ہوا ہے۔'' وہ زخمی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''آرام سے سو جائیں۔ میں کوئی فضول بات سننا نہیں چاہتا۔''

''مگر میں بات کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ لفظوں کو چبا کر بولی۔

نوفل نے اسے تولتی نگاہوں سے دیکھا۔

یہ صبا اُس صبا سے بہت مختلف تھی جس کے ساتھ وہ اپنی من مرضی کے مطابق رویہ اختیار کرتا رہا تھا۔ یہ تو کوئی اور ہی تھی۔

نڈر، بے خوف، انجام سے بے پرواہ۔

''کیا بات کرنا چاہتی ہیں آپ؟'' وہ سرد مہری سے بولا تو صبا نے اطمینان سے کہا۔

''میں یہ بچہ نہیں چاہتی۔''

نوفل کے سر پہ ہفت آسمان آ گرے۔

''یہ کیا بکواس ہے؟ ـــــ پتہ ہے آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' وہ مارے غصے کے بہ مشکل کہہ پایا۔

مگر وہ تو جیسے انجام سے بے خبر ہو رہی تھی۔ اسی سکون سے بولی۔

''ہاں ـــــ میں اس بچے کی ماں نہیں بننا چاہتی جس کی بنیاد میں محبت نہیں بلکہ آپ کی غرض ہے۔''

''شٹ اپ!'' وہ دھاڑا۔

مگر صبا پہ اب بھی کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ یوں ہی بولتی رہی۔

''آپ نے خود کہا تھا کہ یہ بچہ آپ کی نہیں بلکہ آپ کی ماں کی خواہش ہے۔ میں یہاں آپ کی موجود ہوں۔ دوسروں کی خواہش پوری کرنے کے لئے نہیں۔ آپ کی محبت ہی نہ ملی تو دوسروں کی رضا حاصل کرنے کی مجھے کیا ضرورت ہے۔''

نوفل کو لگا، وہ پاگل ہو گئی ہے۔

''فضول باتیں مت کریں۔''

''یہ بہت ضروری باتیں ہیں نوفل! مجھے کہنے دیں۔''

وہ اسے ٹوک گئی۔ مگر نوفل نے اسی سرد لہجے میں کہا۔

''میں نے کہا نا، میں مزید کوئی فضول بات سننا نہیں چاہتا۔''

''ہونہہ ـــــ یہ تو وقت ہی بتائے گا۔'' وہ تلخی سے بولی اور لائٹ آف کر کے بستر پر آ گئی۔

بستر کے دو کناروں پہ موجود دونوں نفوس کا آپس میں تعلق ایک مگر سوچیں مختلف تھیں۔

جانے قدرت کیا رنگ دکھانے والی تھی۔

●●●●●

عرینہ کا کئی بار فون آ چکا تھا۔ بلکہ اس کا موبائل فون تو اب بجتا ہی اس کی کال سے تھا۔

''لگتا ہے اب ملنے جانا ہی پڑے گا۔''

اُس کا خفگی سے پُر پیغام پڑھتے ہوئے وہ مسکرا دیا۔ آج کئی دنوں کے بعد اس نے اپنے ذہن کو فریش محسوس کیا تھا۔

دل پہ چھایا غبار بھی بہت حد تک کم ہو رہا تھا۔

اس نے الماری کھولی تو بہت سے کپڑوں میں سے اسے وہ شرٹ اچھی لگی جو لبرٹی سے اس نے اور انس نے ایک ساتھ ایک ہی رنگ اور ڈیزائن میں لی تھی۔ وہ بہت موڈ میں تیار ہوا۔ ایک سکون اس کا گھیراؤ کیے ہوئے تھا۔ خود عماد نے بھی اپنی اس حالت سے کافی اطمینان محسوس کیا۔

مریم پھپھو نے چھٹی والے روز اسے گاڑی کی چابی لہراتے دیکھا تو خفا ہونے لگیں۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ ــــ میں یہاں بیٹھ کے مکھیاں ماروں گی اکیلی؟"

"بس آدھے گھنٹے کی بات ہے ــــ پھر آ کے ایک بہت اچھی خبر سناؤں گا۔" وہ وعدہ کرتے ہوئے بولا۔

ان کا دل دھڑکا۔

"ادینہ سے ملنے جا رہے ہو؟"

"ہاں۔" وہ چھپا نہیں سکا۔

"اوکے ــــ بیسٹ آف لک۔" وہ اس کی کشمکش پہچان گئی تھیں۔ کھلے دل سے بولیں تو مسکراتا ہوا نکل آیا۔

آئینہ بتا کیسے ان کا دل چراتا ہے
آج پھر اکیلے میں ان سے ملنے جانا ہے

گاڑی میں دھیما سا میوزک گونج رہا تھا اور ساتھ ساتھ وہ بھی گنگنا رہا تھا۔

●●●●●

"تم ہمارے ساتھ کیوں نہیں چلتیں نگین! ــــ امی تمہیں اتنا یاد کرتی ہیں۔"

صبا نے ایک بار پھر اسے منانے کی کوشش کی۔ وہ تو میر ہاؤس جا رہی تھی اور اس کی خواہش کہ آج نگین کو بھی ساتھ لے جائے۔

"نہیں صبا! میرا دل نہیں چاہتا۔ یوں بھی ماما اکیلی ہیں۔"

"ادینہ اور پھپھو ہیں نا۔" صبا کے انداز میں اصرار تھا۔

"وہ تو انیکسی میں ہیں۔ اور ویسے بھی میں یہاں انس کو زیادہ قریب محسوس کرتی ہوں۔" اطمینان سے بولی تو صبا اپنے آنسو پیتی واپس پلٹ گئی۔

'جانے کب نکلو گی تم اس فیز سے۔'

اُن کے جانے کے بعد وہ لان میں آ بیٹھی۔

انس کی شوخیاں، شرارتیں یاد کرتے کرتے وہ اسے خود سے بہت قریب محسوس کرنے لگی۔ اس کی باتیں، اس کا لہجہ، اس کی خوشبو اس کے اردگرد لہرا رہی تھی۔

دھوپ میں کرسی پر سر ٹکائے اس کی آنکھیں مندنے لگیں۔

'کبھی تو اعتراف کر لیا کرو ظالم! اپنی محبت کا۔' وہ زچ ہو جاتا تھا۔

'آئی لو یو انس! آئی لو یو۔'

آنکھوں کے پار کوئی خوب صورت سی یاد تھی۔

"نگین ــــ!" اس نے پکارا۔

"نگین ــــ!" وہ پکار رہا تھا۔

نگین نے بوجھل ہوتے پپوٹے بہ مشکل کھولے۔

"نگین ــــ!" وہ پُرتشویش انداز میں اس کی طرف جھکا۔

نگین کی ساری جان جیسے اس کی آنکھوں میں سمٹ آئی۔

"آئی لو یو ــــ آئی رئیلی لو یو ــــ اب مجھے کبھی چھوڑ کے مت جانا۔"

وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامتے ہوئے لجاجت بھرے سوئے سوئے سے انداز میں بولی تو عماد ششدر رہ گیا۔

●●●●●

نگین کو بخار ہو گیا تھا۔

جانے دل و دماغ پہ کیسا بوجھ تھا جس نے بخار کی صورت اختیار کر لی۔

صبا اس کے پاس سے اُٹھی تو سیدھی معید کے کمرے میں آئی۔

"اوہو ــــ بڑے بڑے لوگ آئے ہیں آج۔" وہ اُسے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

"میں نے سوچا، آپ تو ادھر آئیں گے نہیں، میں ہی مل جاؤں۔"

"آج رہو گی؟" وہ اس کے شکوے کے جواب میں مسکرا کر پوچھنے لگا۔

"نہیں، واپس جاؤں گی۔ ماما اکیلی ہوتی ہیں۔" صبا نے جواب دیا۔

وہ حیرت سے بولا۔

"نگین تو ہوتی ہے ان کے پاس۔"

"اس کا ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے ــــ ہر وقت اپنے آپ میں گم رہنا۔ بلکہ اب تو وہ انس سے باتیں بھی کرتی رہتی ہے۔ پریشانی کا یہ روپ بہت خوف ناک ہے معید بھائی! مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے وہ پاگل ہو گئی ہے۔"

"خالہ سے کہیں اسے کسی اچھے سے سائیکالوجسٹ کو دکھائے۔ وہ جلد ہی اس جذباتی دباؤ سے نکل آئے گی۔" معید نے مشورہ دیا۔

صبا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اب کہوں گی ان سے۔ مگر ابھی تو فی الحال میں آپ سے کچھ گفتگو کرنے آئی ہوں۔"

"ہاں ضرور ــــ آؤ بیٹھو۔" معید نے کرسی کی جانب اشارہ کیا تو اس نے نشست سنبھال لی۔

''کہو۔'' وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

''یہ آپ کے اور ضحیٰ کے درمیان کیا چل رہا ہے؟''

صبا نے مشکوک انداز میں پوچھا تو اُسے ہنسی آ گئی۔

''کیا مطلب ـــــ؟''

''مطلب یہ کہ ویرا اور آپ کے بیچ کیا چکر ہے؟'' صبا نے اسی سنجیدگی سے پوچھا تو وہ مسکرایا۔

''تم میرا اور ضحیٰ کا چکر معلوم کرنے آئی ہو یا میرا اور ویرا کا؟''

غیر سنجیدگی سے پوچھا تو صبا خفگی سے بولی۔

''یہ مذاق کی بات نہیں ہے۔ وہ بخار میں تپ رہی ہے۔ بلکہ کچھ اول فول بھی بک رہی ہے۔''

''وہ جب بخار میں تپ نہیں رہی ہوتی، تب بھی س کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔'' معید نے اطمینان سے کہا۔

''آپ اتنی اہم بات کو غیر سنجیدہ انداز میں مت لیں۔'' وہ ناراض ہوئی تھی۔

''تم بات ہی اتنی غیر سنجیدگی سے کہہ رہی ہو۔'' وہ برجستہ بولا۔ ''ضحیٰ اور میرے درمیان نکاح چل رہا ہے۔ جبکہ ویرا اور میرے مابین دوستی کا چکر ہے۔ اور کچھ؟''

''ویرا کا معاملہ سلجھ چکا۔ وہ اب یہاں سے جا کیوں نہیں رہی؟''

صبا کے ذہن میں بھی یہ سوال اٹھا تو اس نے پوچھ لیا۔ ضحیٰ کی حالت اور بے ہوشی کی کیفیت میں بڑبڑانا اس کے علم کو خاصا بڑھا گیا تھا۔

''تمہیں کس نے کہا کہ اس کا معاملہ سلجھ چکا ہے؟'' معید نے تیوری چڑھائی تو صبا ذرا سنبھلی۔

''وہ جس کام کے لئے آئی تھی، وہ ہو چکا۔ اب اس کے یہاں رہنے کی کیا تک بنتی ہے؟''

''بہت افسوس کی بات ہے۔ تمہارے منہ میں بھی ضحیٰ کی زبان بول رہی ہے۔'' معید نے اسے دیکھتے ہوئے متاسفانہ انداز میں سر ہلایا تو وہ خجل سی ہو گئی۔

''یہ بات نہیں۔ ضحیٰ نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ وہ آپ دونوں کے رشتے کو لے کر ڈسٹرب ہے۔''

''یہ اس کا دماغی خلل ہے۔ میں اس بارے میں مزید کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''اس معاملے کو سلجھا تو سکتے ہیں۔ پہلے ہی وہ بہ مشکل شادی کے لئے راضی ہوئی تھی اور اب یہ ویرا والا........''

''میں اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ سب اس کی اپنی ذہنی اختراع ہے۔'' معید نے بہت سنجیدگی سے کہا تو صبا کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اندر سے برہم ہے۔

''اچھا اور کچھ نہیں تو جا کر اس کی عیادت تو کر سکتے ہیں نا۔'' صبا فوراً صلح جو انداز پر اتر آئی۔

''دیکھی جائے گی۔ فی الحال تو تم اُٹھو۔ مجھے ایک کیس فائل اسٹڈی کرنی ہے۔'' معید نے اسے ٹہلانے کی کوشش کی تھی۔

''پہلے وعدہ تو کریں۔'' وہ اُٹھتے ہوئے بولی۔ معید مسکرا دیا۔

''میری بات مانیں گے تو فائدے میں رہیں گے۔ بہت سے راز آشکار ہوں گے۔'' وہ معنی خیز انداز میں کہہ رہی تھی۔

معید مسکراتے ہوئے سر ہلاتا رہا۔

نوفل شام کو اسے لینے آ گیا تھا۔

''معید بھائی! میری بات یاد رکھئے گا۔''

وہ جاتے ہوئے بھی اشارے کر رہی تھی۔ پھر گاڑی میں جا بیٹھی۔

''امید ہے کہ اب حواس ٹھکانے آ چکے ہوں گے۔'' سفر کے دوران چھائی خاموشی کو نوفل کے طنز نے توڑا تو سوچوں میں گم وہ بری طرح چونکی۔

''کیا مطلب ہے آپ کا؟''

''مطلب یہ کہ آپ جو فضولیات کہہ رہی تھیں، اس کا افاقہ ہوا یا ابھی کسر باقی ہے؟'' وہ اسی انداز میں پوچھ رہا تھا۔

صبا کو غصہ آیا۔ وہ تلخی سے بولی۔

''میں اپنی بات پر قائم ہوں۔ ہو گا وہی جو میں چاہتی ہوں۔''

''اگر آپ نے میرے بچے کے معاملے میں کچھ اُلٹی سیدھی حرکت کرنے کی کوشش کی تو بہت برا ہو گا۔'' نوفل نے سخت لہجے میں کہا۔

وہ تمسخر سے ہنسی۔

''یہاں اچھا کیا ہوا ہے آج تک جو آپ برا ہونے کے ڈراوے دے رہے ہیں؟''

''بہرحال، میں اس سلسلے میں آپ کی کوئی بھی حماقت برداشت نہیں کروں گا۔'' نوفل نے اسے تنبیہ کی تو وہ بھڑک اُٹھی۔

''مجھ سے اس قدر بارعب انداز میں بات مت کیا کریں۔ بیوی تو کبھی آپ نے سمجھا نہیں۔ لونڈی بھی نہیں ہوں آپ کی۔''

''شٹ اپ یو۔'' وہ ناگواری سے بولا تو وہ مزید چیخی۔

''کبھی اپنے انداز اور رویے پر غور کیا ہے آپ نے؟''

''یہ سب آپ کے اپنے کرموں کا پھل ہے۔'' وہ سرد مہری سے بولا۔

صبا دکھ کے مارے اسے دیکھنے لگی۔

''میں نے ایسا کیا کر دیا نوفل؟ فقط انس کی بہن یا نگین کی نند ہونا ہی میرا جرم بن گیا تھا؟''

''نہیں ـــــ اس کی ایک اور وجہ بھی تھی۔'' نوفل کی آنکھوں میں سرخی اور لب و لہجے میں محسوس کی جانے والی تلخی اتر آئی تھی۔ ''تمہارا اور عماد کا افیئر ـــــ''

صبا کو اپنے وجود کے ہزاروں ٹکڑے ہوتے محسوس ہوئے۔ وہ بے یقینی سے اس سنگ دل شخص کو

دیکھے گئی جس کے لبوں سے یہ زہر میں بجھے تیر نکلے تھے۔

●●●●●

وہ حواس میں لوٹی تو عماد کو سامنے پا کر اس کی رنگت سپید پڑ گئی۔

اس کے ہاتھوں پر گرفت ڈھیلی پڑی تو وہ سائیں سائیں کرتے دماغ کے ساتھ زمین پر ڈھے گئی۔ عماد نے بے اختیار اُسے سنبھالا۔

پھر اپنی پوزیشن اور صورتِ حال کا اندازہ کرتے ہوئے اسے وہیں چھوڑ کر تیزی سے انیکسی میں آیا۔ زرینہ بیگم اور ادینہ کو ساری صورت حال بتائی۔

''ہائے میری بچی۔''

زرینہ بیگم فوراً باہر بھاگی تھیں جبکہ ادینہ نے اس کی آستین پکڑ لی۔

''آؤ نا، بیٹھو۔ امی دیکھ لیتی ہیں نگین کو۔''

وہ شیریں لب و لہجے میں بولی تو عماد کو تاسف ہوا۔

''بیٹھنے کو ساری عمر پڑی ہے۔ جو وقت کا تقاضا ہے وہ تو نبھا لوں۔''

وہ تلخی سے کہتا باہر نکلا تو زرینہ بیگم کے پاس بیٹھی نگین کو دیکھ کر اس کے دل کو تسلی مل گئی۔

وہ پلٹ کر ادینہ کی طرف دیکھے بغیر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

ذہنی و قلبی ماہیت ایک دم سے بدل کے رہ گئی تھی۔ وہ فیصلہ جو اتنے مہینوں سے نہیں ہو پا رہا تھا، اب ایک پل میں ہو گیا تھا۔

گھر جاتے ہی وہ سیدھا مریم پھپھو کے پاس گیا۔ ان کے قدموں میں جا بیٹھا اور ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

''کیا بات ہے عماد؟'' وہ پریشان ہوئیں۔

''آپ چاہتی ہیں نا کہ میں کوئی فیصلہ کر لوں اپنی آئندہ زندگی کے متعلق۔'' وہ گویا ہوا۔

''ہوں ــــــ'' وہ مبہم لہجے میں بولیں۔

''تو میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔'' عماد نے مدھم لہجے میں کہا۔

مریم پھپھو کا دل بے ترتیبی سے دھڑکا۔

''کیا ــــــ؟''

''آپ میری خواہش مان لیں گی نا؟'' وہ منہ اٹھا کر بچوں کی طرح پوچھنے لگا۔

وہ ماں تھیں۔ ان کا دل پگھلنے لگا۔

''کیوں نہیں میری جان! تُو بول تو سہی۔''

''ماما! میں نگین سے شادی کرنا چاہتا ہوں ــــــ مجھے نگین چاہیئے ماما!'' وہ بے اختیار ہو گیا تھا۔

مریم پھپھو کا ہاتھ اپنے کلیجے پر جا پڑا۔ اُس کی اس قدر غیر متوقع بات نے ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی سلب کر لی تھی۔

وہ عماد کی بات کے زیر اثر بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ بمشکل اس جھٹکے سے سنبھلیں۔

''دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟'' خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھا۔ مگر اس طرف مکمل اطمینان تھا۔

''میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔''

''حد ہوتی ہے ڈھٹائی کی عماد! تم نے یہ سوچا بھی کیسے؟ ــــــ وہ بھی نگین کے متعلق؟ ــــــ کسی کو پتہ چلے تو کیا سوچے تمہارے بارے میں؟''

ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اپنے غصے کا اظہار کس طرح کریں۔

''مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں۔ ہر کوئی اپنی زندگی کے فیصلے کرنے میں آزاد ہے تو یہ آزادی مجھے حاصل نہیں؟'' وہ قطعیت سے بولا۔ انہیں غصہ آیا۔

''آزادی کا مطلب یہ نہیں کہ تم ہر فیصلہ کرتے وقت صرف خود کو دیکھو۔ اس آزادی کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ۔'' ان کے انداز میں سختی تھی۔

وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

''میں نے سب کچھ دیکھ کے یہ فیصلہ کیا ہے مام! اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔''

''ادینہ سے شادی کا فیصلہ بھی تمہارا ہی تھا۔'' انہوں نے طنز کیا۔

وہ تو متحیر تھیں۔ عماد کی ذہنی کیفیت اب انہیں مشکوک لگنے لگی تھی۔

پہلے ادینہ ــــــ اور اب نگین۔

ادینہ کے لئے تو وہ دل پر پتھر رکھ کے مان ہی گئی تھیں مگر اب نگین۔

ان کا دل ڈوبنے لگا۔

وہ میر ہاؤس کی بہو رہ چکی تھی۔ بھلا وہ اس کے لئے ایسی بات کرتی اچھی لگتیں۔

''وہ کل کی بات تھی۔ بس میں ہی اپنے دل کی آواز سمجھ نہیں پایا تھا۔'' وہ مطمئن تھا۔

مریم پھپھو کا دماغ دُکھنے لگا۔

''عماد! تنگ نہ کرو مجھے۔''

''میں نے آپ کو فائنلی بتا دیا ہے۔ اب آگے سارا معاملہ آپ ہی کو طے کرنا ہے۔''

''دماغ تو صحیح ہے تمہارا؟ ــــــ میں ایسی بات کیسے کر سکتی ہوں؟'' وہ بدکیں۔

''ویسے ہی جیسے تمام مائیں اپنے بچوں کے رشتوں کے لئے کرتی ہیں۔'' وہ طمانیت سے مسکرایا۔

بہت دنوں کے بعد وہ اس قدر پُرسکون دکھائی دیا تھا۔ مگر اُس کے اس سکون کی وجہ نے اُنہیں طمانیت دینے کی بجائے خلجان کا شکار کر دیا تھا۔

''میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ تمہیں تو اس معاملے میں میری پوزیشن کا بھی احساس نہیں ہے۔ بھائی صاحب کیا سوچیں گے، ہم اسی انتظار میں تھے کہ انس جائے اور ہم......''

وہ بے حد جذباتیت کا شکار ہونے لگیں۔

''وہ حکمِ ربی تھا مام! ــــــ میر ہاؤس کے مکینوں کے نہ تو دل اس قدر تنگ ہیں اور نہ ہی

دماغ۔ آپ دیکھ لینا، وہ سب میرے اس فیصلے کا دل سے خیر مقدم کریں گے۔" عماد پُر یقین تھا

"اور نگین ــــــ وہ مانے گی کیا؟"

انہیں دفعتہً کوئی خیال چھو کے گزرا۔ انہوں نے جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"اسے منانا اس کے گھر والوں کا کام ہے۔ اور ویسے بھی نیک کام میں خدا کی مدد شامل حا
ہوتی ہے۔" وہ اس قدر پُر اعتماد انداز میں بولا کہ ان کے کچھ کہنے کو بچا ہی نہیں۔

"ایک بار پھر سوچ لو عماد! ــــــ کوئی مسئلہ نہ بن جائے۔" وہ بے بس سی ہو گئیں۔

"ڈونٹ وری مام! اور فی الفور میرے لئے کچھ کھانے کا بندوبست کریں۔ بہت بھوک لگ
ہے۔" وہ خوشگوار لہجے میں کہتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا تو وہ گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

کسی عورت کی کردار کشی اس کی موت ہے۔

با بھی اسی عمل سے گزری تھی۔

فل کی بات نے اسے اندر تک توڑ کر رکھ دیا تھا۔

دمہ اس قدر شدید تھا کہ اسے اپنی صفائی پیش کرنا بھی یاد نہیں رہی۔

جو اس کی جانب سے کسی وضاحت اور صفائی کا منتظر تھا، پک کر رہ گیا۔ نہیں جانتا تھا کہ وہ
جذباتی کرب کی کس کڑی منزل پر کھڑی ہے۔

ک کی وہ لکیر جو اوّل روز سے ان کے درمیان کھنچی چلی آ رہی تھی، آج وہ یک بیک بلند و بالا
بن گئی تھی۔

گھر آ کے وہ حسب عادت صالحہ بیگم کے پاس ٹھہرنے کی بجائے اوپر اپنے کمرے میں چلی
ذہن میں دھماکے سے ہوتے محسوس ہو رہے تھے اور وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی کہ نوفل نے
کیا بہتان لگایا ہے۔

میکانکی انداز میں چلتی اپنے بستر تک آئی اور جوتے اُتار کر بیٹھ گئی۔

گہرے صدمے کی گرفت میں تھی۔

ا تھا کہ ٹکڑوں میں بٹا جا رہا تھا اور ذہن ایک بھی سوچ کو گرفت میں کرنے میں ناکام تھا۔

ں آندھیوں کا شور تھا جو اس کی سماعتوں کو بے سماعت کئے دے رہا تھا۔

فل کب کمرے میں آیا، اسے علم نہیں ہوا۔ ہاں، مگر جب وہ اس کے سامنے آیا، تب۔

اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔

تو اس کے ہونٹ ہلتے نظر آئے۔

کوئی الزام تراشی؟ ــــــ پھر کوئی بہتان؟

ایک خواب کی گرفت سے آزاد ہوئی تھی۔

تیر کی مانند اٹھ کر الماری کی طرف بڑھی اور دروازہ کھول کر اپنے کپڑے نکال کر باہر ڈھیر کرنے
فل نے چند لمحوں تک اس کے عمل کو خاموشی سے دیکھا، پھر آگے بڑھ کے اس کا بازو تھاما۔

یہ کیا کر رہی ہیں؟" سخت لہجے میں کہا۔

وقت صبا کے نازک وجود میں جانے اتنی طاقت کہاں سے آ گئی۔ اس نے نوفل کو زور سے

پرے دھکیلا۔ وہ لڑکھڑا سا گیا۔

"خبردار —— خبردار جو مجھے چھوا بھی۔" وہ چیخی۔

نوفل کو غصہ آنے لگا۔ اس کی بچی بات سن کر وہ طیش میں آ گئی تھی۔ بجائے اس کے کہ اس
معافی مانگتی یا شرمندہ ہوتی۔

"اور خبردار جو آپ نے میری اجازت کے بغیر اس گھر سے قدم باہر نکالا۔" وہ بھی غصے
بھرے لہجے میں بولا۔

صبا کی رنگت بدلنے لگی۔ "خبردار میں نہیں، خبردار آپ رہیں۔ آج سے میرا آپ کا کوئی رشتہ نہیں
ہے۔" وہ پھنکار رہی تھی۔

"شٹ اپ۔" وہ تلملایا۔

"آج تو آپ نے حد ہی کر دی نوفل! —— اتنے مہینوں میں مجھے مٹی سے بھی حقیر سمجھتے رہے
میں بھی زمین بن کے آپ کے قدموں میں بچھی رہی۔ مگر آج تو آپ نے میری عزت، میرے
کردار کی دھجیاں اُڑا دی ہیں۔ اور آپ کا یہ جرم ناقابل معافی ہے۔"

اس کے آنسو بہہ نکلے جنہیں اُس نے ہاتھ کی پشت سے رگڑ کر صاف کرنے کی کوشش کی۔

"میں نے وہی کہا ہے جو حقیقت......" نوفل نے قطعیت سے کہنا چاہا تھا کہ وہ دھاڑ اُٹھی۔

"خاموش ——"

وہ اتنی زور سے چیخی تھی کہ اس کے گلے میں خراش پڑ گئی۔

"شرم کریں —— شرم کریں نوفل! وہ میرے بھائیوں جیسے ہیں جن کے ساتھ آپ......"
صدمے کی گرفت میں تھی۔

"میرے سامنے ڈرامے مت کریں۔ آپ اور عماد ایک دوسرے میں انٹرسٹڈ تھے۔ یہ میں
اچھی طرح سے جانتا ہوں۔"

نوفل نے سلگتے لہجے میں کہا تو شور کی آواز سن کر اِن کے دروازے تک آئی نگین پوری جان
کانپ کر رہ گئی۔

وہ چھوٹی سی بے ضرر بات جسے غلط فہمی کہہ کے شادی سے پہلے نوفل نے ٹھیک کر دیا تھا، آج
ماضی بنی ہوئی تھی۔

●●●●●

دروازہ ہلکے سے کھٹکھٹا کے قدرے توقف کے بعد کوئی کمرے میں داخل ہوا بھی تو ضحیٰ نے کمبل
ہٹا کے دیکھنے کی زحمت نہیں کی کہ کس نے تشریف آوری کا شرف بخشا ہے۔

اب جانے یہ "ہار" کا اثر تھا یا بخار ہی نے انجر پنجر ڈھیلے کر دیئے تھے کہ آج تیسرے روز بھی
خود میں اُٹھنے کی ہمت نہیں پا رہی تھی۔

وہ کھنکھارا۔

ضحیٰ کا دل زور سے دھڑکا۔

"معید حسن ——!"

پھر ایک گرم مضبوط ہاتھ سرک کر کمبل میں اس کی پیشانی تک پہنچا تو اس کے پورے وجود میں
کرنٹ سی دوڑ اُٹھی۔

"ہوں ——"

اس کی مدھم سی آواز ضحیٰ کو اپنے بہت قریب سے اُبھرتی محسوس ہوئی تھی۔

"اتنا ٹھنڈا بخار پہلی دفعہ دیکھا ہے۔"

جانے کیا بات تھی، معید حسن کی آواز کانوں میں پڑتے ہی اسے زوروں کا رونا آیا۔

"یا خدا! —— کیا ضروری تھا کہ میں اسی شخص کے سامنے ہارتی؟"

اسے ہمیشہ کی طرح شکوہ ہوا تھا۔

معید نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس پر نمی کا احساس اسے چونکا گیا۔ اس کی پیشانی بالکل خشک تھی۔

پسینہ نہیں تھا۔ تو پھر ——

وہ اُلجھن کا شکار ہونے لگا۔

وہ رو رہی تھی۔ شاید کوئی تکلیف ہو۔ وہ مخمصے میں پڑ گیا۔ پھر گہری سانس بھرتے ہوئے جھکا اور
کمبل منہ پر سے کھینچ کر نیچے کر دیا۔

شاید بلکہ یقیناً اس حرکت کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ تبھی تو بے آواز بہتے آنسو روکنے کی زحمت
نہ کی تھی۔ لمحہ بھر کو اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔ پھر فوراً ہی ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کر ڈالیں۔
مگر یہ کم بخت آنسو بھی اس وقت ہر راز منکشف کرنے کے درپے تھے۔ گرم چشمے تھے کہ اُبلتے
چلے آ رہے تھے۔

اور معید دنگ تھا۔ متحیر تھا۔

"کیا ہوا ہے تمہیں؟"

ضحیٰ نے نفی میں سر ہلایا۔

"اتنے آنسو یونہی نہیں بہہ رہے ہیں۔" معید کو یقین نہیں آیا۔

"کہا نا، کچھ نہیں ہے۔" وہ کچھ چڑ سی گئی۔ (ویسے تو بڑا وکیل بنا پھرتا ہے) اس کا دل دُکھا تھا۔

"بات یہ ہے ضحیٰ بی بی! کہ میں کوئی بے وقوف بندہ نہیں ہوں —— تمہارے جیسی مست الست
کم از کم آنسو ایسے تو بہا نہیں سکتی۔ شاباش، بتا دو، کیا بات ہے؟"

وہ اسے پچکارتے ہوئے پوچھنے لگا۔

اتنا ہمدردی پا کر کس کافر کا دل نہ بھر آتا۔

"بتا دوں ذرا —— ؟؟"

سوچ کے وہ کس کھاتے میں فٹ کرتی۔

ابھی تو فی الحال وہ دونوں ایک ہی فریم میں جڑے نظر آتے تھے۔ ایسے میں معید کے سامنے
مان لینا اسے اپنی ذلت محسوس ہوتا تھا۔

''کوئی بات نہیں ہے۔ اور آپ میرے کمرے میں کیوں آئے ہیں؟'' وہ بے رُخی سے بو
معید نے متاسفانہ انداز میں کہا۔

''میں تمہاری عیادت کے لئے آیا ہوں۔ اور تمہارا یہ سلوک ــــــ''

''مجھے کسی ''عیادت مند'' کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ تلخی سے بولی اور آنکھوں کو ایک بار پھر
مسلا۔

''بہت سے کام بلاضرورت بھی کئے جاتے ہیں۔''

''ہاں، تو کیا ضرورت تھی اس عیادت کی۔ ایک ہی بار تعزیت کے لئے آتے۔'' دُکھے دل
جانے کیسے شکوہ نکل آیا اور ساتھ ہی جھر جھر بہتے آنسو۔

معید بھونچکا رہ گیا۔

اسے ضحیٰ سے ایسی رقیق القلبی کی اُمید نہ تھی۔ بے اختیار اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

''یہ کیا بے وقوفی کئے جا رہی ہو؟ ــــــ کوئی تکلیف ہے تو منہ سے کہو۔''

نرمی، اپنائیت، توجہ ــــــ ہر رنگ تھا اس کے لہجے میں۔

مگر اس کی بات ــــــ ایسی باتیں لڑکیاں اپنے منہ سے کہتی اچھی لگتی ہیں کیا ــــــ؟
وہ گھومی۔

نظر اُٹھائی تو دل دھک سے رہ گیا۔ وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

''آپ جاتے کیوں نہیں یہاں سے؟'' وہ کھسیانی ہو کر اس سے اُلجھنے لگی۔

''جب تک مجھے اپنی تکلیف نہیں بتاؤ گی، میں یہاں سے نہیں جانے والا۔''
معید کا لہجہ سخت اور اٹل تھا۔

''آپ اتنا خیال کرتے ہوں تو بات ہی کیا تھی۔'' پھر شکوہ۔

معید نے بڑے دھیان سے اسے دیکھا۔

سُوں سُوں کرتی، اس سے نظریں چراتی وہ کوئی اور ہی ضحیٰ تھی۔ وگرنہ ضحیٰ اور اس سے پروا
یا نہ کرنے کے شکوے دو متضاد چیزیں تھیں۔

''میرے خیال میں تم اتنی بڑی تو ہو ہی چکی ہو کہ اپنا اچھی طرح خیال رکھ سکو۔ اور د
تمہیں بقول تمہارے کسی بھی ''عیادت مند'' کی ضرورت نہیں ہے۔'' وہ اطمینان سے اس ک
اس پر اُلٹتے ہوئے بولا تو ضحیٰ پانی پانی ہونے لگی۔ اس کی خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ خود
یوں قابو کھو کر معید کی طرف کیوں ملتفت ہو رہی تھی۔

مگر جو بھی ہو، یہ کیفیت خود اس کے لئے بہت تکلیف دہ تھی۔

ایک شخص جو سالوں قابل توجہ نہ لگا ہو، اس کے لئے یکلخت ہی دل کا یوں دھڑک اُٹھنا

تھا۔
لئے تو کہہ رہی ہوں کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔'' وہ قدرے غصے سے بولی۔ اندرونی
ے چڑچڑا بنا رہا تھا۔
یں عمر کاظمی سے تو کوئی ان بن نہیں ہو گئی؟''
سوچ بچار کے بعد معید نے اندازہ لگایا تو ضحیٰ کا پارہ ہائی ہو گیا۔ تمام نرم گرم جذبات ہوا ہو
ے ناک کے نشانے لگاتا تھا۔
پ کو اس سے کیا؟ ــــــ جو بھی ہے میرا اور اس کا معاملہ ہے۔ جیسے آپ کا اور ویرا کا۔''
ری۔
نے متعجب ہو کر اسے دیکھا۔
یں اور ویرا کہاں سے آ گئے؟''
پ گئے ہی کہاں تھے۔ یہیں ہیں، میرے سینے پہ مونگ دلنے کے لئے۔''
فقرہ دل میں کہا۔
ہو یو ضحیٰ! ــــــ تم پہلے ہی نہ صرف خود میرے متعلق اُلٹا سیدھا سوچتی تھیں بلکہ اب تو تم
ھی انہی فضولیات میں لگا دیا ہے۔'' وہ غصے ہوا تھا۔
وہی سمجھتی ہوں جو دیکھتی ہوں۔''
ری نظر کمزور ہے۔'' معید نے طنز کیا۔
ے کے معاملے میں نہیں ہے۔''
ساختہ بول کر پچھتائی۔ پھر بے اختیار اسے دیکھنے لگی جو اس کے جملے پر حیران ہوا تھا۔
پ میرے اور عمر کاظمی کے ملنے پر اعتراض کر سکتے ہیں تو میں آپ اور ویرا پر کیوں نہیں کر
ٹپٹا کر بولی۔
ے اور ویرا کے درمیان دوستی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔'' وہ سختی سے بولا۔
بھی کہتا ہے کہ اس نے چوری نہیں کی۔ آپ وکیل ہیں، آپ سے زیادہ علم کسے ہو گا؟''
کیا۔
ا دماغ خراب ہو چکا ہے۔'' معید نے متاسفانہ انداز میں کہا۔
ل، آپ ویرا کو یہاں سے بھیجیں۔ میں اسے مزید برداشت نہیں کر سکتی۔ دوسروں کی
تو آپ میرے شوہر ہی ہیں۔ آپ کو ویرا کے ساتھ دیکھ کر سب کو میں بے چاری لگنے لگی

واس ہے؟'' معید نے سر جھٹکا۔
ل نہیں، حقیقت ہے۔ اگر میں اس رشتے کی پاسداری کر سکتی ہوں تو آپ کو بھی، جب
سلامت ہے، اس کی حرمت کا خیال رکھنا پڑے گا۔''

وہ ہٹیلے انداز میں بولی تو معید نے طنز کیا۔

"بہت خیال آرہا ہے اس رشتے کی حرمت اور پاسداری کا۔"

"جو بھی ہو، میں آپ کی یہ آزادیاں بڑے ماموں کو بتا دوں گی۔" اس کا انداز ہنوز وہی تھا۔

معید چڑا۔

"جو مرضی میں آئے کرو۔" وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ "تمہارے دماغ کے پُرزے ڈھیلے ہو چکے ہیں بلکہ ناکارہ اور ان کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔" وہ کہتا ہوا چلا گیا۔

وہ بے بس سی بیٹھی رہ گئی۔

وہ عیادت کرنے نہیں آرہا تھا تو دل کو ایک مسلسل بے چینی نے گھیر رکھا تھا۔ اور اب جبکہ وہ آیا تھا تو بھی کوئی تار سیدھا نہیں بندھ پایا تھا۔

'یا اللہ ——!'

اسے اپنی مغلوب سی کیفیت پر رونا آنے لگا۔

●●●●●

وہ قیامت خیز دور سے گزر رہی تھی۔

جی میں آتا تھا کہ مر جائے۔ مگر موت آئے بھی تو کیسے۔ یہ تو حکم ربی ہے۔ "ادھر" سے اذن چاہئے ہوتا ہے۔

رو رو کر اب اس کے آنسو بھی ختم ہو گئے تھے۔ مگر دکھ تھا کہ کم ہونے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔

نیند، بھوک، پیاس سب اُڑ چکے تھے۔

اور دوسری طرف نوفل احمد تھا —— ویسا ہی سرد مہر اور سنگدل۔

'کس کس گناہ کو معاف کراؤ گے نوفل احمد! —— اور کیا میں کبھی تمہیں معاف کر پاؤں گی! جسے میں نے اپنا سب کچھ مان کر دل کی گہرائیوں سے چاہا تھا، خود پر ہر ظلم سہتی رہی کہ شاید یہ تمہارے چاہنے کی ایک ادا ہو۔ لیکن اس تمام تر سنگدلی اور بے اعتنائی کے پیچھے نفرتوں کا یہ سیلاب اُمڈ رہا تھا۔ ہائے، میں کیوں نہ جان پائی نوفل احمد! —— چلی گئی ہوتی اوّل روز ہی تمہیں تمہارے گھر کو چھوڑ کے۔ دنیا کے طعنے اور اپنوں کا تمام غصہ ہنس کے سہہ لیتی مگر......

مگر یہ تو نہ سُنتی جو تم نے کہا ہے۔

پر یہ الفاظ بھی کہاں ہیں —— یہ تو پگھلتا ہوا سیسہ ہے جو تم نے میری سماعتوں میں انڈیل قیامت سے پہلے مجھے قیامت کا نظارہ کرا دیا ہے۔'

اُس نے روتے ہوئے سوچا اور سوچتے سوچتے کئی بار روئی تھی۔

ہاتھ بے اختیار اپنے پیٹ پر گیا۔

'اور یہ آنے والی ننھی جان —— یہ تمہارے انتقام، تمہارے غصے اور نفرت کا کون سا رنگ نوفل احمد! کہ میں چاہوں بھی تو اسے خود سے جدا نہیں کر سکتی۔ مگر دعا —— ہاں دعا تو میرے اختیار

...ہے نا۔'

یا خدا! مجھے موت دے دے۔"

پھر سے بلک اُٹھی۔

...تھی کہ وہ اب موت ہی کو "جینے" والی تھی۔ ساری دنیا لاکھ بہتان باندھے مگر شوہر کے منہ سے اپنے کردار پر ایسا الزام سننا موت ہی تو تھا۔

جو اتنے مہینوں سے اس کی ہر بے اعتنائی ہنس کے سہتی چلی آرہی تھی، اب یکدم ڈھے گئی۔

...یا زندگی کا سفر یہیں تک تھا۔

عماد کی ضد اور ہٹیلے پن نے انہیں اندر تک ہلا دیا۔ وہ صاف لفظوں میں کہہ چکا تھا کہ وہ ثمیر کے علاوہ کسی اور کو گھر لانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

"پاگل ہو گئے ہو تم؟ ـــــ دنیا والے باتیں بنائیں گے۔" وہ تھکنے لگیں۔

بحث میں تو وہ ماسٹر تھا۔

"مجھے دنیا کی کچھ پرواہ نہیں۔"

"اور تمہارے پاپا ـــــ؟"

"ان سے میں آج ہی بات کرنے والا ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے، انہیں رتی بھر بھی اعترا نہیں ہوگا۔ پاپا تو یوں بھی میری ہر خوشی کو اپنی خوشی جانتے ہیں۔" وہ بے حد مطمئن تھا۔

اور اس نے اپنا کہا کر بھی دکھایا۔ اگلے ایک گھنٹے کے اندر ان سے بات کی۔ اپنا مطمع نظر ان واضح کیا اور فون مریم پھپھو کو پکڑا دیا۔

"زندگی اس نے گزارنی ہے مریم! خوامخواہ ضد مت کرو۔"

انہیں عماد سے بے حد محبت تھی۔ ہلکے پھلکے انداز میں بولے تو وہ رونے والی ہو گئیں۔

"آپ دونوں بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔ میر ہاؤس والوں کو پتہ چلا تو قیامت آ جا گی۔" وہ تقریباً چلا اُٹھیں۔

مگر انہوں نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ اطمینان سے مشورہ دینے لگے۔

"تم سب سے پہلے بڑی بھابی سے بات کرو۔ وہ بہت سمجھ دار خاتون ہیں۔ یقیناً کوئی اعترا نہیں کریں گی۔"

"کیوں نہیں کریں گی؟ ـــــ وہ سمجھیں گی کہ میں انس کے مرنے ہی کا انتظار کر رہی تھی شاید وہ اور بھڑکیں۔

"تحمل سے میری بات سنو مریم!" وہ بے حد سنجیدگی بھری ملائمت سے بولے۔ "زندگی عما گزارنی ہے۔ اگر وہ نگین میں اپنے پسندیدہ شریکِ سفر کی جھلک دیکھتا ہے تو اسے یہ بازی کھیلا دو۔ اس کا ساتھ دو۔ اسے کمزور مت کرو ورنہ ساری عمر کسک رہے گی اس کے دل میں۔ زندگی خوشی اور غم دونوں ہی میں بسر ہو جاتی ہے۔ مگر اپنی پسند کی زندگی گزارنے کا لطف اور طمانیت اور ہوتی ہے۔" اُن کی باتیں مریم پھپھو کا ذہن کھولنے لگیں۔

پھر بھی ـــــ اگر ان لوگوں نے اعتراض کیا تو؟" وہ شک و شبہات میں گھری تھیں۔ اپنوں کا ڈر دل میں گھر کرنے لگا تھا۔

پھر میں خود بھائی صاحب سے بات کروں گا۔ بس تم اتنا خیال کرنا کہ اس معاملے میں عماد کا اس کی خواہش کا اظہار نہ کرنا۔ اپنا ارادہ ظاہر کر کے ان لوگوں کا عندیہ لینا۔ بعد کی بعد میں جائے گی۔" وہ پُر اعتماد تھے۔ اتنے ہی جتنا کہ عماد تھا۔

اور اب انہی باپ بیٹے کی تسلیوں سے ہمت پکڑ کر وہ "میر ہاؤس" آ تو گئی تھیں۔ مگر یہاں آ کر "طفل تسلیاں" لگنے لگیں۔

ہج سے آئی بیٹھیں تھیں۔ سب ہنس بول رہے تھے اور یہ گم صم۔

ہر بھی پرواہ کرنے والے لوگ تھے۔ بھلا کیسے نہ پہچانتے۔

"کیا پریشانی ہے مریم! بہت اُلجھی ہوئی لگ رہی ہو؟"

سب سے پہلے تائی جان نے ہی اُسے ٹوکا تھا اور انہیں جیسے صحیح موقع مل گیا۔

"صحیح اندازہ لگایا ہے آپ نے۔ پریشان بھی ہوں اور اُلجھن میں بھی پڑی ہوں۔"

"خیر تو ہے نا؟" چچی جان متفکر ہو گئیں۔

مریم پھپھو نے گہری سانس لیتے ہوئے مسکرانے کی مقدور بھر کوشش کی۔

"پتہ نہیں، خیر ہے یا نہیں۔"

"کھل کے بات کرو مریم! مجھے بھی پریشانی ہونے لگی ہے۔" تائی جان نے انہیں اپنے بستر پر کا اشارہ کرتے ہوئے تفکر سے کہا تو وہ ان کے ساتھ کمبل میں بیٹھ گئیں۔

"بات تو یہ پریشانی والی نہیں ہے۔ بس مجھے آپ لوگوں کی ناراضگی کا خوف ہے۔"

وہ ہچکچائیں۔ دل ڈر رہا تھا۔ جانے کیا ہو۔

اب تو یہ بھی فکر تھی کہ اگر میر ہاؤس سے انکار ہو گیا تو کیا ہوگا۔

عماد کی شکل نگاہوں میں پھرنے لگی۔

"بھئی مریم! پہیلیاں نہ بجھواؤ۔ میرا تو بی پی بڑھنے لگا ہے۔ تم سے محبت ہے تو خفا نہیں ہو سکتے۔ بات کرو۔" تائی جان نے انہیں اعتماد دیا۔

"عماد کے رشتے کی بات ہے بھابی!" وہ دھیمی سی آواز میں بولیں۔

تائی جان نے حیران ہو کر انہیں دیکھا۔ "اس میں کیا پریشانی ہے؟ وہ ادینہ سے شادی کرنا چاہتا ہم راضی تھے۔ اس کی خوشی میں خوش ہیں۔"

"مگر میں ایسا نہیں چاہتی بھابی!"

"بیٹے سے ضد نہ باندھنا مریم!" وہ بے ساختہ بولی تھیں۔

"ضد نہیں باندھ رہی بھابی! بلکہ عماد بھی غلطی پر تھا۔" وہ سنجیدگی سے بولیں۔

تائی جان نہ سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھ رہی تھیں۔

اپنی نند کو وہ اچھی طرح جانتی تھیں۔ وہ ہر بات بے تکلفی سے کہہ دینے والی فطرت رکھتی تھیں۔ یوں تمہید باندھنا اور ہچکچانا ان کے لئے ایک نئی بات تھی۔

"تو اس میں پریشانی والی کیا بات ہے؟ یہاں کون سا ہم نے ادینہ کے لئے رشتہ ڈال دیا تھا۔" چچی جان نے ان کو بے فکر کرنا چاہا۔

"ہاں۔ شکر ہے، وہ تسلی تو ہے۔" مریم پھپھو نے گہری سانس بھری۔

"یعنی کوئی اور مسئلہ ہے؟" تائی جان صحیح پہنچی تھیں۔

"دراصل ـــــ میں نے عماد کے لئے خود ایک لڑکی پسند کر لی ہے۔" وہ چور لہجے میں بولیں۔

"ارے ـــــ تو اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے؟" تائی جان خوش ہوئیں۔

"پوچھیں گی نہیں کہ لڑکی کون ہے؟" وہ ٹھٹکنے لگی تھیں۔

تائی جان نے اشتیاق سے کہا۔

"پوچھوں گی کیوں نہیں، بلکہ تمہیں خود ہی بتا دینا چاہئے۔"

"بتانے ہی تو آئی ہوں۔ بلکہ آپ سے اجازت لینے۔ بس ہمت نہیں ہو رہی تھی۔" انہوں نے پست لہجے میں کہا تو وہ حیران ہوئیں۔

"میری اجازت کی بھلا کیا ضرورت تھی مریم! تم بسم اللہ کرو۔ اب بتا بھی دو، کون ہے وہ لڑکی جسے تم نے عماد کے لئے پسند کیا ہے؟"

چچی جان بغور ان کے بدلتے رنگ کو دیکھ رہی تھیں، قصداً ہنس کر بولیں تو انہوں نے گہری سانس کھینچتے ہوئے جیسے اپنی ہمت مجتمع کی۔ پھر مدھم لہجے میں بولیں۔

"بات معیوب تو نہیں بھابی جان! بس آپ لوگوں کے جذبات کا پاس تھا۔ اس وجہ سے بات کرنے سے دل ڈر رہا تھا۔ دراصل میں نے عماد کے لئے نگین کو پسند کر لیا ہے۔"

انہوں نے اٹکتے ہوئے کہہ ہی دیا۔

چند لمحوں کے لئے تو گویا فضا ساکت رہ گئی۔

پھر انہوں نے تائی جان کی رندھی ہوئی آواز سنی۔

"تم نے تو میرا دل جیت لیا ہے مریم! ـــــ یقین کرو، میری اپنی یہی خواہش تھی کہ عماد شادی کرنے کے لئے ادینہ کی بجائے نگین کا نام لیتا۔"

"بھابی ـــــ!"

مریم پھپھو کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ بے اختیار ان کے شانے سے لگ گئیں۔

تائی جان انہیں بازوؤں کے حصار میں لے کر پیار سے تھپکنے لگیں۔

"اس سے بہتر سوچ کوئی ہو ہی نہیں سکتی تھی مریم!"

چچی جان نے بھی نم آنکھوں کے ساتھ انہیں سراہا تو ان کا دل شانت ہو گیا۔

●●●●●

نگین کمرے میں آئی تو صبا کو بے سدھ لیٹے پا کر کسی خدشے کے تحت اس نے کمبل ہٹایا۔ وہ ابھی بھی یونہی لیٹی تھی۔

نگین نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے ہلایا تو خود اندر تک ہل گئی۔ وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔

"صبا! ـــــ صبا!" وہ اسے پکارتی اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

صبا نے بمشکل سرخ ہوتی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تو اس کے دل کو کچھ ہونے لگا۔

"بتایا تو ہوتا اتنی طبیعت خراب ہے۔"

اس نے کچھ کہے بغیر پھر سے آنکھیں موند لیں۔

"میں ابھی بھائی جان کو فون کرتی ہوں۔"

نگین کو گزشتہ صورت حال بھول گئی تھی۔ وہ بے چین ہو کر کھڑی ہوئی اور پریشانی کے عالم میں کہا تو صبا نے فوراً آنکھیں کھولیں۔

"نہیں ـــــ انہیں کچھ مت کہنا۔" صبا نے سختی سے کہا۔

نگین کو بہت کچھ یاد آیا تھا۔

وہ اس جیسے جذباتی شخص کی بہت صابر بہن تھی۔ اوّل روز سے نوفل کی زیادتیاں برداشت کرنے کے باوجود جس نے نگین کا گھر تباہ کرنے کی رتی بھر کوشش نہیں کی تھی۔

نگین نے نم ہوتی آنکھیں پونچھیں۔

"تو چلو پھر اُٹھو، میرے ساتھ ڈاکٹر کے پاس چلو۔"

"مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ گھر سے ہی کچھ میڈیسن لے لیتی ہوں۔" وہ نقاہت بھرے لہجے میں بولی۔

نگین کو اس کے صبر، اس کی برداشت سے وحشت ہونے لگی۔ کوئی اور لڑکی ہوتی تو نوفل کی جانب سے ایسے فضول اور گھٹیا الزام سننے کے بعد اس پر چار حرف بھیج کر گھر جا چکی ہوتی۔

نگین کا جی چاہا اسے جھنجھوڑ ڈالے۔

پھر نگین نے زبردستی اسے اٹھایا اور صالحہ بیگم کو بتا کر اسے ڈاکٹر کے پاس لے آئی۔

ڈاکٹر اسے چیک کرنے کے بعد دوائیوں کا نسخہ لکھنے لگی۔

"پہلی پریگننسی ہے آپ کی؟" وہ ہاتھ روک کر پوچھ رہی تھی۔

نگین نے چونک کر پہلے ڈاکٹر اور پھر صبا کو دیکھا جو کرسی سے ٹیک لگائے نڈھال بیٹھی تھی۔

خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیر کر انہیں تر کرتے ہوئے صبا نے اثبات میں سر ہلایا تو نگین بے اختیار مسکرا دی۔

وہیں میڈیکل اسٹور سے میڈیسن لے کر وہ دونوں رکشے میں بیٹھ گئیں۔ دونوں کی سوچیں مختلف سمتوں میں اُڑان بھر رہی تھیں۔

نگین اچھی طرح نوفل کے کان کھینچنے کا تہیہ کر چکی تھی۔

●●●●●

''آپی! پکنک کا پروگرام بن رہا ہے۔ چلیں گی؟'' حمرہ نے اس کے کمرے میں جھانکا۔

اپنی قمیض تہہ کرتے اس کے ہاتھ ٹھٹکے۔

''یہ نیکی کون کر رہا ہے؟'' مسکرا کر پوچھا۔

''معید بھائی۔'' وہ اندر چلی آئی۔

''اچھا ___'' وہ پھر سے اپنا کام کرنے لگی اور بظاہر سرسری انداز میں پوچھا۔

''کس کے صدقے یہ نیکی کی جا رہی ہے؟''

کہیں دل میں موہوم سی اُمید جاگی تھی کہ وہ ابھی ابھی بخار سے فارغ ہوئی تھی تو شاید تازہ ہوا کھلانے کی غرض سے معید نے یہ پروگرام سیٹ کیا ہو۔

''دراصل آج ویرا آپی بہت اُداس لگ رہی تھیں تو معید بھائی نے انہیں خوش کرنے کے لئے اس پکنک کا اعلان کیا ہے۔ جس میں پورے لاہور کی آوارہ گردی شامل ہے۔''

حمرہ نے تفصیلاً بتایا تو وہ تپ اٹھی۔

''ویرا جی کے لئے پروگرام بنا ہے تو مجھے بلانے کی کیا ضرورت تھی؟''

''کیا مطلب؟ ___ معید بھائی نے بھیجا ہے مجھے۔'' حمرہ حیران ہو کر بولی۔

''تو ___؟'' وہ تہہ کی قمیض اٹھا کے دُور پھینکی۔

''تو یہ کہ معید بھائی کہہ رہے تھے کہ آپی کو بھی بلا لو تا کہ اس کے دماغ کی گرمی بھی دور ہو۔'' حمرہ نے مزے سے بتایا تو اس کے دل میں جلن پیدا ہونے لگی۔

'اچھا تو ویرا جی کے موڈ کی اتنی فکر ہے کہ اسے ٹھیک کرنے کی تگ و دو میں مصروف ہیں۔ اور منکوحہ کے لئے ان کے پاس یہ الفاظ رہ گئے ہیں۔' وہ تلملائی تھی۔

اس کی دلی کیفیت سے بے خبر حمرہ نے پوچھا۔

''تو پھر چل رہی ہیں نا آپ؟''

''تم چلو ___ میں ابھی آ کے بتاتی ہوں۔'' وہ اپنی قمیض کا دامن جھاڑتی اُٹھ کھڑی ہوئی تو حمرہ شانے اچکا کر باہر نکل گئی۔

وہ سیدھی معید کے کمرے میں آئی۔

منہ دھو کر تولیے سے خشک کرنے کے بعد اب یقیناً وہ کپڑے بدلنے کے چکر میں تھا۔ اسے دروازہ کھٹکھٹا کر بنا اجازت لئے اندر آتے دیکھ کر گہری سانس لے کر رہ گیا۔

''یہ کیا فضول پروگرام بن رہا ہے؟'' جاتے ہی تیوری چڑھا کر کہا جو معید نے اچھی طرح ملاحظہ کی۔

''کون سا؟ ___ ہماری شادی کا؟'' وہ اور بھی انجان بنا۔

ضحیٰ سلگی۔

''آج کے پروگرام کی بات کر رہی ہوں میں۔'' تلملا کر کہا تو وہ اطمینان سے بولا۔

''آج تو تمہیں ساتھ لے جا کر پکنک منانے کا پروگرام تھا۔''

ضحیٰ اس کے جملے کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی۔

''میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ ویرا سے دور رہیں۔'' وہ سخت لہجے میں بولی۔ جبکہ معید قدرے پُرسکون تھا۔

''ہاں، تو دور ہی ہوں نا۔ وہ اپنے گیسٹ روم میں ہے اور میں یہاں۔ کافی فاصلہ بنتا ہے۔''

''پھر آپ نے اس کے لئے پکنک کا پروگرام کیوں رکھا؟''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟'' معید نے جواباً سوال کیا تھا۔

''فرق پڑتا ہے۔'' وہ زور دے کر بولی۔ پھر کہا۔ ''مجھے فرق پڑتا ہے۔ جب میں آپ سے بار ہا کہہ رہی ہوں تو آپ یہ سب کیوں کر رہے ہیں؟''

وہ اپنی سیاہ آنکھیں اس پر جماتے ہوئے معنی خیز انداز میں بولا۔

''کیا بات ہے ضحیٰ میر! کہیں تم ویرا سے جیلس تو نہیں ہو رہیں؟''

ضحیٰ نے سٹپٹا کر اسے دیکھا۔

چمکتی سیاہ آنکھیں دل میں اتر کر بھید پانے کی سعی میں مصروف تھیں۔

''جیلس ہوتی ہے میری جوتی۔'' فوراً نگاہیں پھیریں۔

''تو پھر مجھے بھاڑ میں ڈالو اور اطمینان سے جا کر پکنک پر جانے کی تیاری کر لو۔ ایک بندے کی ہ فالتو تھی، میں نے سوچا اسی بہانے تمہارا بھی چکر لگ جائے گا باہر کا۔''

وہ یوں بولا جیسے امریکہ کا چکر لگوانے کا کہہ رہا ہو۔

ضحیٰ نے بہ مشکل غصہ ضبط کیا۔

''نہ میں جا رہی ہوں اور نہ ہی کوئی اور۔''

''تم نہ جاؤ۔ اور سب تو جا رہے ہیں۔'' ادھر وہی اطمینان تھا۔ اور ذہین آنکھیں اس کے تاثرات کے مطالعے میں مصروف۔

وہ بے بس ہونے لگی۔

''میں شور مچا دوں گی۔''

''کیا ___؟''

معید کی آنکھوں میں تمسخر اُمڈ آیا۔ جس نے ضحیٰ کو مزید تپا ڈالا۔ اور غصے میں تو اسے ہمیشہ کچھ اُلٹا ہی سوجھتا تھا۔ اب بھی متنقمانہ لہجے میں بولی۔

''یہی کہ ___ یہی کہ آپ مجھے تنگ کر رہے تھے۔'' جو کچھ منہ میں آیا، وہ کہہ ڈالا۔

معید کی آنکھوں میں پہلے تو حیرت چمکی، پھر اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس نے واپس پلٹتی ضحیٰ کا ہاتھ تھام کر اسے روکا۔ وہ ایک جھٹکے سے اس کی طرف آئی تھی۔

"کس قدر بے وقوف ہو تم ضحیٰ!" وہ متاسفانہ انداز میں بولا تب بھی ہلکی سی مسکراہٹ کا تاثر اس کے چہرے پر موجود تھا۔

اور ضحیٰ اس بلا ارادہ اور اچانک قربت سے سانس روکے کھڑی تھی۔

"کیا کھوگی جا کے سب سے؟ یہی کہ میں تمہیں چھیڑ رہا ہوں؟ ـــــ بے وقوف! پہلے اپنے میرے درمیان موجود رشتے کو ذہن میں لاؤ، پھر سوچو کہ تم سب کو اپنے اوپر ہنسنے کا فری موقع دے جا رہی ہو۔"

اس کی سانسوں نے ضحیٰ کے چہرے کو چھوا تو جیسے خواب سے بیدار ہوئی۔ دو قدم پیچھے ہٹ کر مناسب فاصلہ قائم کیا اور احتجاجی لہجے میں بولی۔

"میں نے تنگ کرنے کا کہا ہے، چھیڑنے کا نہیں۔"

"بہت خوب۔"

لگ رہا تھا کہ وہ اس کی باتوں سے بہت محظوظ ہو رہا ہے۔

"اور یہ بے وقوف کسے کہہ رہے ہیں آپ بار بار؟" اسے خیال آیا۔ تنک کر پوچھا۔

"تمہیں ـــــ" معید نے اطمینان سے کہا اور اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"اور خود کے بارے میں جناب کا کیا خیال ہے؟" وہ چڑ سی گئی تھی۔

کچھ وہ باتوں سے اس اثر کو زائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو معید کی غیر ارادی قربت سے دل و ذہن پر ہو رہا تھا۔

"میں ایک وکیل ہوں۔ اور وکالت کی ڈگری بے وقوفوں کو نہیں دی جاتی۔" وہ مطمئن تھا۔

"ہنہ ـــــ" ضحیٰ نے سر جھٹکا۔

"بہرحال، میں اتنی عقلمند تو ہوں کہ جو دیکھوں سنوں اس کے مطابق حکمت عملی اختیار کر سکوں۔"

"اُف ـــــ" وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

تب ضحیٰ کو احساس ہوا کہ وہ ہنستا ہوا اچھا لگتا تھا۔

"حکمت ـــــ عملی ـــــ" وہ لفظوں کو کھینچ کر بولا۔ "اس عمل میں کیا حکمت ہے، میں پوچھنے کی زحمت کر سکتا ہوں؟"

"میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ جب تک آپ اس رشتے میں منسلک ہیں، ذرا تہذیب کے دائرے میں رہیں۔"

اسے خود بھی سمجھ نہیں آئی کہ ویرا سے اُسے دور رکھنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کرے۔

"میں نے کیا، کیا ہے تمہارے ساتھ؟" وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا۔

ضحیٰ کے رخسار خواہ مخواہ ہی تپنے لگے۔

"میں نے یہ نہیں کہا۔ مگر آپ ویرا کے ساتھ کس کھاتے میں فرینک ہو رہے ہیں؟"

"وہ میری دوست ہے ـــــ یونیورسٹی فیلو ہے۔"

"یہ ماضی کی بات ہے۔ اب وہ کسی اور کی مطلقہ ہے۔ اور آپ میرے ناکح۔" وہ غصے سے

"یہ بار بار ناکح اور منکوحہ کہہ کر تم مجھے کیا باور کرانا چاہتی ہو؟"

"یہی کہ جب تک آپ اس رشتے کے پابند ہیں تب تک آپ کو صرف میرے نام ہو کر رہنا ہوگا۔ ورنہ میرے پاس بھی آپشن ہے۔ میں بھی ایسا ہی کوئی چکر چلا سکتی ہوں۔" وہ بولی تو معید کو غصہ آگیا۔

"شٹ اپ ـــــ!"

"ہنہ ـــــ" ضحیٰ نے سر جھٹکا اور معید نے اس کے بازو کو سختی سے تھام کر جھٹکا۔

"اس طرح کی فضول گفتگو میں برداشت نہیں کروں گا۔"

"اور میں جو کچھ برداشت کر رہی ہوں وہ بھی میری برداشت سے باہر ہے۔" وہ نڈر لہجے میں معید کو بحرِ تحیر میں دھکیلنے لگی۔

"برداشت ـــــ؟" وہ جیسے بہت حیران ہو کر بولا۔ "کیا برداشت کر رہی ہو تم؟ یہ تو اوّل روز تم نے طے کرلیا تھا کہ کتنے عرصے تک تم اس بندھن کو نبھانا چاہتی ہو۔ پھر اب یہ پابندیاں کیسی؟"

اس کے سوال نے ضحیٰ کو احساس دلایا کہ وہ مسلسل بے وقوفی کئے جا رہی تھی۔

خود تو وہ عمر کاظمی کی آڑ لئے بیٹھی تھی اور معید کا ویرا سے ہنسی مزاح اسے چبھتا تھا، کھلتا تھا۔

اس نے کچھ کہنے کو لب وا کئے۔

"معید حسن! مجھے تمہارا ویرا کے ساتھ بات کرنا، بے تکلف ہونا، اس کی تعریفیں کرنا بلکہ اس کی طرف نگاہ اُٹھانا بھی تکلیف دینے لگا ہے۔"

کہنے کو بہت کچھ تھا اس کے پاس مگر گلے میں پڑتے آنسو کے پھندے نے کچھ کہنے کی اجازت نہ دی۔ اس کی نظر کے سامنے معید کا چہرہ دُھندلا گیا۔

"بازو چھوڑیں ـــــ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔" آنکھ کے چھلکنے کی کچھ تو جیہہ تو چاہئے تھی نا۔

معید نے خفیف ہو کر اس کے بازو پر سے مضبوط ہاتھ کی گرفت ہٹالی۔

وہ تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

معید پریشانی کے عالم میں اُلجھا اُلجھا سا بالوں میں ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

●●●●●

"تم نے اتنی بڑی خوش خبری چھپائے رکھی ہم سے؟"

لگن گھر آ کے سیدھی صالحہ بیگم کے پاس گئی۔ انہیں صبا کی پریگننسی کی خبر دی تو انہوں نے صبا کی پیشانی چوم لی اور فوراً نوافل کی ادائیگی کے لئے تیاری پکڑ لی۔

لگن نے فرصت پا کر اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"مجھے خود کہاں پتہ تھا؟" وہ نظریں چرا گئی۔

تگین نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"سچ کہہ رہی ہو؟"

"جھوٹ بولنے کی کوئی وجہ تمہارے ذہن میں ہو تو کہو۔" صبا نے نقاہت سے کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"اب تم صرف آرام کیا کرو گی۔ کچن وچن سب بند۔ کیونکہ ہمیں ایک خوب صورت اور مو منے بے بی چاہئے جو اس گھر کو خوشی اور رونق سے بھر دے۔"

وہ بہت دنوں کے بعد یاسیت کے خول سے باہر نکلتی دکھائی دی تھی۔

صبا اپنی تکلیف بھول کر اس کی دل جوئی کرنے لگی۔

"تم اپنا خیال رکھو۔ تاکہ میرا خیال رکھنے کے قابل ہو سکو۔"

"ہاں ۔۔۔۔ میں تمہارا خیال خوب رکھوں گی۔ اور ہاں، بے بی کا بھی۔ اور اس کا نام بھی رکھوں گی۔ اس کے کپڑے بھی میں چینج کیا کروں گی اور صفائی بھی۔ تم بس اسے فیڈ کرا دیا کرنا۔"

وہ بہت پُر جوش ہو رہی تھی۔ صبا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی تو وہ پریشان ہو گئی۔

"کیا بات ہے صبا؟ میں کچھ غلط کہہ رہی ہوں؟ تم یہ سمجھ لینا کہ میں تمہارے بچے کی گرا ہوں۔ تم بس اسے کھیلنے کے لئے مجھے دے دیا کرنا۔ پتہ ہے مجھے بچے بہت اچھے لگتے ہیں۔"

اُلجھتے ہوئے بولی تو صبا نے اپنے تپتے ہاتھوں میں اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"وہ تمہارا ہی بچہ ہو گا تگین! تم فکر مت کرو۔"

"تھینک یو ۔۔۔۔ تھینک یو صبا!"

وہ روتی آنکھوں اور ہنستے لبوں کے ساتھ اس کے گلے لگ گئی تو صبا سے بھی اپنے آنسوؤں ضبط کرنا بہت مشکل ہونے لگا۔

●●●●●

"تم اپنی ایڈورٹائزنگ ایجنسی فروخت کر رہی ہو؟"

شموئیل نے اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ جو خوب صورت سے نا سوٹ میں ملبوس اپنے بستر پر آڑی ترچھی لیٹی تھی، ایک دم سے اُٹھ بیٹھی۔

"یہ کیا طریقہ ہے کسی کے کمرے میں آنے کا؟"

"کس کا کمرہ؟" شموئیل نے بھنویں اچکائیں۔ پھر بولا۔ "شاید تم بھول رہی ہو کہ میں تم شوہر ہوتا ہوں۔ اور اس وجہ سے یہ کمرہ میرا بھی ہے۔"

"کبھی ہوتا تھا تمہارا۔ مگر تم بھول رہے ہو کہ میں پلوشے نہیں، ژالے آفریدی ہوں۔"

"ژالے شموئیل خان۔"

اس کے تصحیح کرنے پر وہ "ہنہ" کر کے سر جھٹکنے لگی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے۔" وہ پھر اپنے سابقہ سوال کی طرف آیا۔

ژالے نے کہا۔

"ہاں ۔۔۔۔ رضا اسے دوبارہ ٹیک اوور کرنے کو تیار ہے۔ کوئی اعتراض؟" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

شموئیل نے قطعاً کوئی اہمیت نہیں دی۔

رضا اس کا کزن تھا جس سے پہلے ژالے نے یہ ایجنسی ٹیک اوور کی تھی۔ اب جبکہ وہ بیرونِ ملک لوٹا تو دوبارہ سے ایجنسی سنبھالنے کو راضی تھا۔

"مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک اور خبر بھی سنی ہے میں نے۔" وہ دل کی بے چینی دباتے ہوئے گھور کر بولا۔

مگر وہ بالکل بھی پریشان نہ ہوئی۔ اطمینان سے بولی۔

"ہاں ۔۔۔۔ میں واپس امریکہ جا رہی ہوں۔"

"کس کی اجازت سے؟" شموئیل کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔

ژالے نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم یہ بات کرنے کے قابل ہو گیا؟"

"شٹ اپ ۔۔۔۔ تم میری نرمی کا ناجائز فائدہ اُٹھا رہی ہو ژالے!" اس کے انداز نے شموئیل کے اندر کے روایتی خان کو انگڑائی لے کر بیدار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ہاہ ۔۔۔۔" وہ تمسخرانہ انداز میں بولی۔ "جو حسرت دل میں تھی، وہ بھی پوری کر ڈالتے۔"

"دل تو چاہتا ہے کہ زنداں میں ڈال دوں تمہیں اور پھر روز تمہارا حال پوچھنے آیا کروں۔" وہ ل کر بولا تھا۔

"تم پتہ نہیں کن غلط فہمیوں کا شکار ہو۔" ژالے کا انداز ہنوز وہی تھا۔

"بہت جلد تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کون غلط فہمیوں کا شکار ہو رہا ہے۔" وہ سنجیدہ ہو گیا۔ پھر بت بھرے لہجے میں بولا۔

"یہ تو تم بہت اچھا کر رہی ہو کہ ایجنسی فروخت کر رہی ہو۔ مجھے ویسے بھی تمہارا جاب کرنا پسند ں تھا۔ لیکن یہ جو نیا سودا تمہارے دماغ میں سمایا ہے واپس امریکہ جانے کا، اسے بھول جاؤ۔ کام آرام سے گھر بیٹھو۔"

"ہنہ، گھر۔" وہ طنز سے بولی۔ "کس کا گھر شموئیل خان؟ ۔۔۔۔ تمہاری پلوشے کا؟"

"تمہارا اسٹوپڈ! تمہارا اور میرا۔ صرف ہم دونوں کا۔" شموئیل خان نے اسے ایک جھٹکے سے کھینچ اپنے مقابل کھڑا کیا تو وہ سٹپٹا سی گئی۔ اس کی آنکھوں میں جذبوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا اور دل میں خوشبو۔

"بہت خراب ہو تم ژالے! ۔۔۔۔ میرے اتنے خوب صورت دن رات برباد کر رہی ہو۔ دیکھنا، برا سلوک کروں گا تمہارے ساتھ۔" وہ بہت نرمی اور محبت سے اسے چھو رہا تھا۔ ژالے کو لگا وہ سے بھی ہلکی ہو گئی ہو۔

محبت کی تو ایک نگاہ ہی تخت شاہی پہ بٹھا دیتی ہے، کجا اس قدر التفات۔
وہ دم سادھے اس کی وارفتگی کو محسوس کر رہی تھی۔
اسے لگا بہار کا موسم اس کے کمرے میں اُتر آیا ہو۔ یہ اس کی خاموشی اور سپردگی کا احساس ہی تھا جس نے شموئیل خان کو مزید پیش قدمی پر مجبور کر دیا۔
اس کی قربت اور لمس سے مسمرائز ژالے نے بس کمزور سا احتجاج کیا تھا اور بس۔
شموئیل کو لگا جیسے اس نے اپنی دنیا جیت لی ہو۔

●●●●●

''بھابی جان راضی ہیں۔ بلکہ سب خوش ہیں ہمارے اس ارادے سے۔''
مریم پھپھو نے واپسی پر گاڑی ڈرائیو کرتے عماد کو بتایا تو وہ ہنسا۔
''میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا، میر ہاؤس والوں کے دل تنگ ہیں اور نہ ذہن۔''
''پھر بھی ـــــ بات اتنی آسان نہ تھی کہ جتنی تم سمجھتے ہو۔'' وہ مسکرائیں۔
ان کا ذہن بھی ہلکا پھلکا ہو رہا تھا۔
پتہ نہیں کیوں جب سے عماد نے ادینہ کا نام لیا تھا، انہیں ایک مسلسل بے چینی نے گھیر رکھا تھا۔ اور اب جبکہ یہی قرعہ فال نگین کے نام نکلا تو انہیں کوئی فکر، پریشانی نہیں تھی۔
''بھابی کہہ رہی تھیں کہ وہ خود صبا سے بات کریں گی۔ نگین کی طرف سے وہ فکر مند تھیں۔ وہ شاید ہی ہامی بھرے اس پروپوزل پر۔''
انہوں نے کہا تو عماد نے اطمینان سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
''وہ سب آپ اوپر والے پر چھوڑ دیں ـــــ خدا ایسے ایسے سبب بناتا ہے کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے۔''
''اور خدانخواستہ نگین نہ مانی تو ـــــ؟'' ان کے دل کو ایک اور وہم نے ستایا۔
''تو ـــــ؟'' عماد نے گہری سانس کھینچی۔ پھر قصداً مسکرا کر بولا۔
''ہم کسی کو مجبور تو نہیں کر سکتے نا۔ اگر اوپر سے اشارہ ہو گیا تو یہ معاملہ حل ہو جائے گا۔ وگرنہ جو قسمت۔''
مریم پھپھو نے سکون کی سانس لی۔
''ہاں، یہ ضرور ہے کہ مجھے نگین کے انکار کا افسوس بہت ہو گا۔''
قدرے توقف کے بعد وہ بولا تھا۔
مریم پھپھو بہت دن سے دل میں مچلتے سوال کو زبان پر لے ہی آئیں۔
''تمہیں اس کا خیال آیا کیسے عماد؟ پیار محبت والا چکر ہوتا تو تم ادینہ سے پہلے اس کا نام لیتے۔''
چند لمحے وہ سوچتا رہا۔ جیسے اپنی یادداشت کو کھنگال رہا ہو۔ پھر مدھم لہجے میں بولا۔
''پتہ نہیں ماما! لیکن یہ میرے دل و ذہن کا متفقہ فیصلہ ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ مجھے انس کی محبت

ں چھوڑنا چاہئے۔''
ں کے لفظوں میں بہت گہرائی تھی۔ وہ خاموش رہ گئیں۔

●●●●●

ژالے کا موڈ سخت خراب تھا۔
کردں پر چیخنا، چلانا حتیٰ کہ ایک بار تو خواہ مخواہ میں پلوشے کو بھی جھاڑ کے رکھ دیا۔
ب شموئیل سے چھپا ہوا نہیں تھا۔ اور وہ اس کا ماخذ بھی جانتا تھا۔
ح وہ اس کے اُٹھنے سے پہلے کمرے سے باہر جا چکی تھی۔ وگرنہ وہ ''گزری رات'' کے سارے
ات'' پہلے ہی جانچ لیتا جو ابھی دکھائی دے رہے تھے۔
ازم کے ہٹتے ہی وہ اسے بازو سے تھام کر کمرے میں لے آیا۔
چھوڑو مجھے۔'' اس نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑانا چاہا مگر شموئیل کی گرفت مضبوط تھی۔
اب تو یہ بات نہ کہو۔'' وہ معنی خیز لہجے میں بولا تو ژالے خفیف سی ہونے لگی۔ مگر اپنی خفت
نے کے لئے تیز لہجے میں جواب دیا۔
تم اپنی حد میں رہو شموئیل خان!''
کل رات اپنی تمام حدود و قیود نافذ کر چکا ہوں۔ تمہاری مکمل رضا مندی کے ساتھ۔'' وہ پھر
از میں بولا تو ژالے کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اب جانے یہ غصے کا اثر تھا یا شرم کا۔
ئیل نے بڑی دلچسپی سے اسے دیکھا۔
ے سے کتراتی، نگاہیں نہ ملاتی وہ ایک نئی ژالے آفریدی لگ رہی تھی۔
شموئیل! میرا دماغ خراب مت کرو۔ جو ہوا، بہت برا ہوا ہے۔ آئی ہیٹ یو۔ یاد رکھنا۔''
الغۂ پھنکاری۔
ئیل کے ہونٹوں پر خوب صورت سی مسکراہٹ آ گئی۔
ں ہمیشہ اچھی باتیں یاد رکھتا ہوں۔ جیسے کل کی خوب صورت رات۔'' وہ شرارتاً بولا تو ژالے
ڑکی بھی اس سے نگاہ نہیں ملا پائی۔
غصہ ابھی بھی کم نہیں ہوا تھا۔
ں امریکہ جا رہی ہوں۔ پھر یاد کرتے رہنا انہی خوب صورت یادوں کو۔'' وہ ہٹیلے لہجے میں
وئیل نے اسے اپنی طرف کھینچ لیا اور مسکراتے ہوئے مدھم لہجے میں کہا۔
ں جا پاؤ گی جانِ شموئیل!''
کر تو وہ اس کی اس جبری جسارت پر ہکا بکا رہ گئی۔ وہ اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔
ا، پھر اس کی گرفت توڑ کر پیچھے ہٹ گئی۔
ا ہو گا یہ تم بھی جان لو گے۔'' وہ تند لہجے میں کہتی کمرے ہی سے نکل گئی تو وہ اس کی خوشبو کو
ناطمانیت سے مسکرانے لگا۔

●●●●●

ویرا بریانی کا مصالحہ تیار کرنے کھڑی ہوئی تو ضحیٰ نے نرمی سے اسے پرے ہٹا دیا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ضحیٰ! اور پھر کام ہی کتنا ہوتا ہے بریانی کا۔"

"آپ سے کس نے کہا کہ میری طبیعت خراب ہے۔ اور ویسے بھی معید کو میرے ہاتھ کی بریا پسند ہے، اس لئے میں خود بناؤں گی۔"

وہ ڈھٹائی سے جھوٹ بولنے کے سارے ریکارڈ توڑ رہی تھی۔

"اچھا، مجھے تو معید نے نہیں بتایا کہ اسے تمہارے ہاتھ کی بنی بریانی پسند ہے۔"

ضحیٰ کو لگا وہ جل گئی ہو۔

اسے مزہ آیا۔

"آپ کو تو یہ بھی نہیں پتہ کہ انہیں میرے ہاتھ کی چائے اور کٹلس بھی بہت پسند ہیں۔ شام چائے وہ مجھ سے ہی بنوانا پسند کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ منہ سے کہتے نہیں ہیں۔" وہ ا کے بولی تو جانے کیوں ویرا ہنس دی۔

ضحیٰ کو برا تو لگا مگر اسے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ چکرا کر رہ گئی۔

"ذرا میرے دوستوں کے لئے دو کپ چائے تو بھجوا دو۔ اور ساتھ میں کٹلس بھی۔ مر پسندیدہ۔" معید کی آواز اسے اپنے عین پیچھے سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

وہ دم سادھ کر رہ گئی۔

تو یہ وجہ تھی ویرا کے ہنسنے کی۔ ظاہر ہے کہ وہ معید حسن کی موجوگی سے اچھی طرح واقف تھی۔

"اور بریانی تو یقیناً ضحیٰ ہی بنائے گی۔ ایک بار پہلے بھی اس نے بہت یادگار بریانی بنا کے کھ تھی۔" وہ کہہ رہا تھا۔

اور ضحیٰ اندازہ لگانے میں مصروف تھی کہ اس کے لہجے میں طنز و مزاح اور سنجیدگی کے عناصر تناسب ہے۔

اپنی اِدھر اُدھر دیکھے بغیر بولنے والی عادت کو بھی کوسا جو ہمیشہ ہی شرمندہ کراتی تھی۔

"تم نہیں آؤ گی ویرا؟ ____ اسد آیا ہوا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"نہیں ____ میں نہیں جاؤں گی۔" ویرا کی متوحش آواز پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ ا رنگت جانے کیوں زرد پڑ گئی تھی۔

"کب تک نہیں جاؤ گی اس کے سامنے؟ اور ویسے بھی وہ تم ہی سے ملنے آیا ہے۔" معید کا سمجھانے والا تھا۔

مگر ویرا نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں معید! میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ اب نہیں۔ میں پیچھے مڑ کر دیکھنا بھی نہیں چا

اس کی آنکھوں میں چمکتی نمی نے ضحیٰ کو حیران کیا۔

ایداس کے گھر والوں میں سے کوئی اسے لینے آیا ہو۔ اس نے اندازہ لگایا۔

ے وقوفوں جیسی باتیں مت کرو ویرا!" معید نے اسے گھر کا تو ضحیٰ کو بہت خوشی ہوئی۔

معید! پلیز، مجھے مجبور مت کرو کہ میں یہاں سے چلی جاؤں۔" وہ رونے کو تھی۔

یہ نے گہری سانس بھری، پھر اسے گھورتے ہوئے بولا۔

رقت کے ساتھ نہ چلنے والے ہمیشہ گھاٹے کا سودا کرتے ہیں۔ وہ آج یہاں آیا ہے، آئندہ بھی ے گا۔ میں تم سے ہارا نہیں، بس تمہیں سنبھلنے اور سمجھنے کا وقت دے رہا ہوں۔"

کہہ کر چلا گیا تھا۔ ویرا بھی وہاں سے چلی گئی۔

ا کے دل میں ٹھنڈ پڑ گئی۔

یا ہے نا، اس پر کٹی کو اس کے گھر والے زبردستی لے جائیں۔ یا پھر یہ خود ہی یہاں سے کہیں ئے۔ میرے شوہر کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔'

نے جل کر سوچا تھا۔ پھر خود ہی ٹھٹک گئی۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔

راشوہر ____ ' وہ متحیر سی کھڑی تھی۔

جانے کب اور کیسے اس حقیقت کو تسلیم کر گیا تھا۔

یا کہا تھا معید حسن نے۔

دل پہ دستک دیتی ہے۔ اور جب یہ دستک ہونے لگے تو دل کے دروازے وا کئے بغیر کوئی رہتا۔

کی طرف ملتفت ہونا، اسے سوچنا اور بہت اچھے معنوں میں سوچنا۔ یہ دستک ہی تو تھی۔

یں شور تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

ا تھامے کھڑی رہ گئی۔

تائی جان نے صبا کو فون کر کے نگین اور عماد کے رشتے کی بابت عندیہ لیا تو اس کا دل ڈوب سا گیا اور ذہن چکرانے لگا۔

اُن کے گھر کی فضاؤں میں عماد کا نام جس طریقے سے گونج رہا تھا اگر کوئی اور جان جاتا تو نہیں کیا قیامت آ جاتی۔ اور صبا کے تو پیر میں مزید ایک ننھی سی بیڑی پڑ گئی تھی کہ وہ کچھ سوچنے کے لائق رہی ہی نہ تھی۔

"یہ کس نے کہا آپ سے؟"

"مریم نے خود بات کی ہے۔ عماد بھی راضی ہے۔" وہ خوش تھیں۔ اور یہ خوشی ان کے لب و لہجے سے بھی جھلک رہی تھی۔

صبا کے دل میں درد کی لہریں اُٹھنے لگیں۔

"کس قدر بدقسمت ہو تم نوفل احمد! ـــــ اتنے اچھے لوگوں کا ساتھ ملا ہے تمہیں۔ اور تم کسی کی بھی قدر کرنا نہیں جانتے۔"

اگر نوفل کو اتنی بدگمانیاں نہ ہوتیں تو صبا ان کی بات سن کر خوش ہو جاتی۔

مگر اب تو اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔

انکار کرتی بھی تو کس بنیاد پر؟

"عماد بھائی بھی راضی ہیں؟" اس نے بے یقینی سے دہرایا۔

"ہاں ـــــ اس کی رضامندی سے ہی مریم نے بات کی ہے۔ اور سچ پوچھو تو میری بھی خواہش تھی کہ نگین کا گھر دوبارہ بس جائے۔ انس کے حوالے سے بہت پیاری ہے وہ ہمیں۔ ہمارا گھر روشن کر دیا تھا اسنے۔ بس قسمت میں یہاں پھلنا پھولنا نہیں لکھا تھا اس کا۔ مگر عماد بھی تو اچھا بیٹا ہے۔ انشاء اللہ بہت خوش رکھے گا اسے۔"

تائی جان آبدیدہ ہو گئیں۔ صبا کا بھی دل بھر آیا۔

"آپ براہِ راست ماما سے بات کریں۔ اس معاملے میں، میں کیا کہہ سکتی ہوں؟" اس نے بچانے کی کوشش کی۔

"اوفوہ ـــــ تم ٹٹول کے تو دیکھو، وہ اب نگین کے متعلق کیا سوچتی ہیں؟" تائی جان نے کہا۔

"اچھا ـــــ میں بات کر کے دیکھوں گی۔" وہ مریل لہجے میں بولی۔

اور پھر اس نے صالحہ بیگم سے بات کر ڈالی۔

وہ پہلے تو چپ سی ہو گئیں، پھر رونے لگیں۔

"کس ماں کا دل چاہتا ہے کہ اپنی بیٹی کو یوں برباد ہوتے دیکھے۔ یہ تو ان لوگوں کا پیار، ان کی محبت ہے۔ لیکن میں پہلے نگین سے بات کر لوں۔ تم نوفل سے پوچھ لینا۔"

"نہیں ماما! نوفل سے بھی آپ ہی بات کیجئے گا۔ وہ میری بات شاید مائنڈ کریں۔" اس نے خود کو اس معاملے سے قطعاً الگ رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"نوفل جانے اور اس کا کام۔ اگر انکار بھی کرے گا، تو توجیہہ بھی اسی کو پیش کرنی پڑے گی۔"

وہ مطمئن سی ہو گئی۔

مگر شام کو جب وہ دندناتا ہوا کمرے میں آیا تو صبا اس کا غصہ دیکھ کر ششدر رہ گئی۔

سرخ آنکھیں لئے کف اُڑاتا وہ آتے ہی اس پر چڑھ دوڑا۔

"تم کیا گیم کھیل رہی ہو ہم سب کے ساتھ؟"

اس کے بازو کو جھٹکا دے کر وہ پھنکارا تو صبا کو لگا اس کی سانسیں ابھی کے ابھی تھم جائیں گی۔

●●●●●

وہ بہت گہری نیند میں تھی۔

مگر باتوں کی آواز نے اسے ڈسٹرب کر کے جگا دیا۔

"حد کرتے ہیں لالہ! آپ بھی۔ اگر ایسی ہی بات تھی تو پہلے آپ نے مجھے آس امید کیوں دلائی؟" وہ آہستہ مگر برہم لہجے میں کسی سے مخاطب تھا۔

ژالے کو بیدار ہونے میں چند لمحے لگے۔

"اب کیسا ڈر، کیسا خوف لالہ؟ ـــــ پُلوں کے نیچے ہی نہیں، بلکہ اوپر سے بھی بہت سا پانی بہہ چکا ہے۔ جب ڈرنے کا وقت تھا تب تو آپ ڈرے نہیں۔ اب جبکہ اپنی غلطی سدھارنے کا موقع مل رہا ہے تو آپ ......"

ژالے کو پتہ چل گیا کہ وہ فرمان لالہ سے گفتگو کر رہا تھا۔

اسے غصہ آیا۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ کسی کے سوتے میں یوں ڈسٹربنس پیدا کرنا اخلاقیات کے خلاف ہے۔

"خدا کے لئے لالہ! میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ مجھ پہ پلوشے کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کی زندگی برباد ہو۔ اسے بسانے کا اٹل فیصلہ کر کے ہی تو میں اسے یہاں لایا ہوں اور اب آپ قدم پیچھے ہٹا رہے ہیں۔"

اسے لگ رہا تھا کہ وہ زچ ہو چکا تھا۔ پلوشے کا نام سن کر ژالے کے کان کھڑے ہو گئے۔

اس کی بات نے ژالے کو جیلس کیا۔

دونوں جذبات کی رو میں بہہ کے ہی سہی، جو رشتہ ایک قدم مزید آگے بڑھ گیا تھا اب اسے

توڑنا ژالے کو بہت مشکل لگنے لگا تھا۔

شموئیل خان کی محبت، اس کی گرم جوشی، والہانہ التفات، اس کے قرب کا طلسم۔

کچھ بھی تو بھولنے والا نہیں تھا۔

لیکن یہ پلوشے والا معاملہ اس کا خون کھولا دیتا تھا۔ اپنی حیثیت اسے ثانوی لگنے لگتی تو گھبرا کر وہاں سے بھاگنے کے منصوبے بنانے لگتی تھی۔

وہ خیالات سے چونکی۔

"یہ ہوئی نا بات۔" وہ خوش ہو کر ہنسا تھا۔ پھر اسٹائل انداز میں بولا۔ "میں جو آپ کو ساتھ ہونے کا یقین دہانی کروا رہا ہوں تو پھر کیوں آپ گھبراتے ہیں؟ —— یقین کریں اس معاملے میں اگر کسی کی لاش گری تو وہ پہلا شخص میں ہی ہوں گا۔"

ژالے کا دل دہل گیا۔

پلکوں کی جھری میں سے اس دلربا شخص کو دیکھا جس کے پیچھے وہ ایک دنیا کو ٹھکراتی آئی تھی۔

اور آج وہ اس کا ہوتے ہوئے بھی اس کا نہیں تھا۔

اس کی دسترس میں تو تھا مگر اسے پا نہیں سکتی تھی۔

موبائل آف کر کے شموئیل نے پہلی نظر ژالے پر ہی ڈالی تھی۔ وہ فوراً آنکھیں موند کے سوتی بن گئی۔ فی الوقت تو وہ اس بے وفا کا قطعی طور پر سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

چند ثانیوں کے بعد ژالے نے اس کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کی تو اس نے اپنی سانس تک روک لی۔ اور پھر اپنی پیشانی پر ایک لطیف سا لمس۔

اس کی روح تک میں اس لمس کی دل پذیری اتر گئی۔

"سونے والوں کی طرح لیٹی ہو مگر جاگنے والوں جیسی لگ رہی ہو۔"

اس کی شرارت سے پُر مدھم آواز ژالے کو اپنے بہت قریب سنائی دی۔

اور سچ تو یہ تھا کہ اس کا آنکھیں کھولنے کو جی ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر اب اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

اسے بے حد پاس دیکھا تو ناگواری سے سر تکیے پر کھسکا کر پرے کیا۔

"اوہو —— کیا بے رُخی ہے۔" وہ ہنسا۔ "اب تو تمہارے سب کچھ ہو چکے ہیں۔ پھر یہ اعتنائیاں کیوں؟"

"صبح صبح میرے منہ مت لگو۔" وہ ناگواری سے بولی۔

"صبح صبح منہ لگنا تمہیں پسند نہیں، رات کو منہ لگوں تو تمہیں اعتراض۔ آخر بندہ کرے تو کیا کرے؟"

"خود کو بندہ مت کہو۔"

"بندہ نہیں، بلکہ تمہارا شوہر۔"

شموئیل کو ان شربتی دل نواز آنکھوں کی خفگی بھی مزہ دے رہی تھی۔

"یہ بدصورت حقیقت مجھے بارہا بتا چکے ہو تم۔" وہ چیخی۔

شموئیل کی نگاہوں میں تاسف در آیا۔

"بے وقوفی کی حد تک جذباتی اور جلد باز ہو تم ژالے! محبت میں صبر کرنے والے تو زندگی کو تحمل سے لینے کے عادی ہوتے ہیں۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ تم اندر سے اس قدر متلون مزاج ہو۔"

اس کے اس قدر کھرے تجزیے نے ژالے کو تپا دیا۔

"میری ذات کا تیا پانچہ کرنے سے بہتر ہے کہ جا کے اپنی نئی بیگم کی زلفوں کے پیچ وخم سنوارو۔" وہ پھٹی۔

"لاحول ولا قوۃ۔" شموئیل کے انداز میں ناپسندیدگی تھی۔ "پلوشے کے متعلق اس انداز میں بات کیا کرو۔"

"اوہو —— بڑا دکھ پہنچتا ہے اس کی "بے حرمتی" سے۔" وہ تلملائی تھی۔

"دکھ تو مجھے تمہارے اس انداز سے بھی پہنچتا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو اس کے لب ولہجے میں ن تھا۔

"اپنے دکھ کی بہت پرواہ ہے تمہیں۔ اور میرا کچھ نہیں جس کی زندگی سے اتنی آسانی سے کھیل ہو تم۔"

"تم ابھی مجھے سمجھنے کی کنڈیشن میں نہیں ہو۔ مگر مجھے خوشی ہو گی اگر تم یہ یاد رکھا کرو کہ کبھی تمہیں ہم سے دعویٰ اُلفت تھا۔ یہ وقت ہے جس نے زندگی کی بساط پر ہمیں آمنے سامنے لا کھڑا کیا ہے۔"

شموئیل نے کہا تو وہ "ہونہہ" کہتی اُٹھ کر واش روم میں گھس گئی۔

"تمہارے پچھتانے کے دن بہت قریب ہیں ژالے آفریدی!"

شموئیل گہری سانس بھرتا اُٹھ کھڑا ہوا۔

●●●●●

جو پہلے ہی نوفل کی سنگ دلی کی بھینٹ چڑھ چکی تھی، اب اس کا انداز دیکھ کر غضب ناک ہو رہی تھی۔ رہا کیا تھا باقی کہ کچھ جانے کا ڈر ہوتا۔

"جو کچھ ہو رہا ہے یا ہونے جا رہا ہے اس میں آپ کی والدہ صاحبہ کی مرضی شامل ہے۔ مجھے ہر بات میں مت گھسیٹا کریں۔"

"بہت خوب —— قربت کے بہانے آپ تلاشیں اور نام دوسروں کا۔" وہ رقابت میں اپنی سطح سے نیچے آ گیا تھا۔

آج حد ہو گئی تھی۔

نوفل کے جاگنے سے پہلے ہی وہ اُٹھ گئی۔ اتوار کی چھٹی تھی۔ حسب معمول صالحہ بیگم کو ناشتہ کرا کے ان سے اجازت لے کے وجدان کو بلوایا اور اپنا سوٹ کیس اُٹھا کر میر ہاؤس آ گئی۔

اس کی خشک آنکھوں اور بے رنگ مسکراہٹ نے فی الحال تمام صورت حال پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ اس کی پژمردگی کو اس کی پریگنینسی کا شاخسانہ سمجھا گیا۔ اور یوں وہ فی الوقت بہت سے سوالوں سے بچ گئی تھی۔

●●●●●

صبا کی یوں خاموشی سے میر ہاؤس روانگی نے نوفل کو سلگایا تو وہیں نگین کو چونکا دیا۔

"تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے نگین!"

وہ اُٹھ کر صبا کو فون کرنے کا سوچ رہی تھی کہ صالحہ بیگم نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"جی —— کہئے۔"

وہ پھر سے ان کی طرف متوجہ ہوگئی تو وہ بات جو سننے میں انہیں آج بہت خوش کن اور آسان لگی تھی، نگین سے کہنا مشکل ہوگئی۔

"یہ سفید جوڑا کب تک پہنے رہو گی نگی؟ —— میری جان! ساری عمر پڑی ہے اور تم ابھی سے رنگوں سے ناتا توڑ بیٹھی ہو۔"

ان کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی۔

نگین بہ مشکل مسکرائی تھی۔

"کیا ماما! اب تو آپ کو بھی عادی ہو جانا چاہئے۔"

"میں تو اسی نگین کو دیکھنے کی عادی تھی جو صبح نہا دھو کے روزانہ جوڑا بدل کے میرے پاس آ کرتی تھی۔ یہ تو کوئی اور ہی نگین ہے۔" ان کی آواز میں دکھ جھول رہے تھے۔

"جس کے ہونے سے زندگی میں رنگ تھے، جب وہی نہیں رہا تو......" نگین کے لب کپکپا تھے جنہیں اس نے سختی سے دانتوں تلے دبا لیا۔

"زندگی مرنے والوں سے نہیں، زندہ رہنے والوں سے مشروط ہوتی ہے نگی! مرنے والوں کے ساتھ مرا نہیں جا سکتا۔ ورنہ تمہارے باپ کے ساتھ میں بھی مر جاتی۔ صرف تم دونوں کی خاطر میں نے حوصلہ کیا اور خود کو جینے کا سبق دیتی یہاں تک آ پہنچی ہوں۔ اور اب تم میرے جینے کا سامان م چھینو نگین! تمہیں دیکھتی ہوں تو لگتا ہے میری زندگی کا ایک اور دن کم ہو گیا۔ تمہارا دُکھ مجھے جیتے مار ڈالے گا۔"

وہ واقعی ڈھے گئی تھیں۔ نگین کی آنکھیں بھی چھلک اُٹھیں۔

"میں کب آپ کو کوئی تکلیف دینا چاہتی تھی ماما! میرے بس میں ہوتا تو تقدیر کو بدل دیتی۔ یہ کوئی بھی نہ دیکھتا۔"

ماحول یکلخت ہی ایک تکلیف دہ لمحے کی گرفت میں آ گیا تھا۔

"وہ دکھ تو کاتب تقدیر نے لکھا ہی تھا۔ مگر تم یوں ہر وقت سفید لباس پہنے، حواس کھوئے ہوئے رہتی ہو، اس کا کیا جواب ہے تمہارے پاس؟ کیوں مرے ہوؤں کو مار رہی ہو؟" وہ بلک اٹھیں

بے اختیار ان سے لپٹ گئی۔

ابھی تک وہ وہ فقط اپنا ہی دکھ دیکھتی چلی آ رہی تھی۔ اس سے منسلک لوگ کس قدر دکھ میں ہیں سوچا ہی نہ تھا۔

"مت روئیں ماما! —— آپ مت روئیں۔" وہ بچوں کی مانند خوف زدہ سی ان کے سینے میں چھپائے بولی۔

جو چلا گیا اس کا دکھ اپنی جگہ، مگر جو پاس تھا اسے گنوانا بھی سراسر بے وقوفی تھی۔

"خود ہی تو رُلانے والے کام کرتی ہو۔ زندہ رہ کے بھی زندگی سے دور پھر رہی ہو۔ تمہارا دکھ مار ڈالے گا۔ تم دیکھنا ایک دن۔" انہوں نے رُندھے لہجے میں کہا تھا۔

"آئی ایم سوری ماما! —— ایسی باتیں مت کریں۔ میں آپ کو دکھ دینا نہیں چاہتی۔"

"تو پھر اچھے بچوں کی طرح رہا کرو۔ جس سے میرے دل کو بھی خوشی ملے۔" انہوں نے کہا تو وہ ہنسی سے ان کی بانہوں میں سمٹی جانے کیا سوچتی رہی۔

صالحہ بیگم کے لئے یہی غنیمت تھا کہ اس نے ان کی باتوں کو مثبت انداز میں لیا تھا۔

●●●●●

تائی جان نے صبا سے عماد اور نگین کے رشتے کی بابت پوچھا تو وہ بے اختیار ہی ان سے اُلجھ گئی۔

"کیا ضرورت تھی آپ لوگوں کو یہ نیا شوشہ چھوڑنے کی؟"

"دماغ تو ٹھیک ہے تمہارا؟" وہ تحیر سے اسے دیکھنے لگیں۔

"ٹھیک ہی ہے دماغ تو کہہ رہی ہوں۔" وہ زچ ہوگئی۔

جی میں آئی، کہے کہ دماغ نہیں قسمت خراب ہے۔

"تمہیں کیا اعتراض ہے؟" انہوں نے اسی حیرت سے پوچھا۔

"مجھے نہیں، اس کے بھائی صاحب کو اعتراض ہے۔" نوفل کا ذکر کرتے ہوئے صبا کو اپنے منہ کڑواہٹ گھلتی محسوس ہوئی۔

"نوفل کو اعتراض ہے؟ مگر کس بات پر؟" وہ پریشانی سے بولیں۔

صبا کو احساس ہوا کہ یہ بات یونہی کہہ دینے والی نہیں تھی۔ اس ایک بات کے جواب میں اسے سوالوں کا سامنا کرنا پڑے گا یہ بھی اسے معلوم تھا۔

"امی! کیا کرتی ہیں آپ؟ ابھی وقت ہی کتنا ہوا ہے انس بھائی کو بچھڑے۔" اس نے گول مول بات کی تھی۔

"وقت کے ساتھ ہر زخم مندمل ہو جاتا ہے۔ لیکن تب، جب اس پر مرہم رکھا جائے۔ نگین کی طرف کیوں نہیں دیکھتے ہو تم لوگ؟" تائی جان کو تسلی ہوئی کہ نوفل کے اعتراض کی وجہ کوئی خاص نہ تھی جس پر پریشان ہوا جاتا۔ سمجھانے والے انداز میں بولیں۔

"ایسے فیصلے کرتے ہوئے سب کچھ دیکھنا پڑتا ہے امی!"

"سب کچھ نہیں، تم لوگ صرف بظاہر دیکھتے ہو۔ فی الوقت کیا مناسب ہے صرف وہ کرنا چاہتے ہو۔ یہ نہیں سوچ رہے کہ آج عماد نے نگین کی بیوگی کے باوجود ہاتھ بڑھایا ہے تو ضروری نہیں انکار کے بعد کل کو وہ آگے بڑھے یا کوئی اور بہترین شخص اس کی زندگی میں آئے۔" انہوں نے واقعی ٹھیک کہا تھا۔

عام حالات میں تو صبا بھی اس پروپوزل پر بہت خوش ہوتی۔ مگر نوفل تو حد ہی پھلانگ گیا تھا۔

ایسے میں وہ کیا خوشیاں مناتی۔

"نگین کہاں ماننے والی ہے؟ وہ تو حشر مچا دے گی یہ سب سن کر۔" صبا نے بے بسی سے کہا۔

اس کی زندگی کی کہانی کے کٹے پھٹے صفحات اگر ان سب سے مخفی تھے تو خیر تھی۔ وہ اپنی جان پر برداشت کر کے ان سب کو تکلیف سے بچانا چاہ رہی تھی۔

"میں نے صالحہ بیگم سے بات کی تھی۔ وہ اس بات پر بہت خوش ہیں۔ اپنی زندگی میں ہی وہ اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی ہیں۔ وہ نگین سے بھی بات کر لیں گی۔"

انہوں نے اطمینان سے کہا تھا۔ پھر اسے بغور دیکھتے ہوئے بولیں۔

"تمہیں اگر کوئی اعتراض ہے تو کہو۔"

"مجھے ___ مجھے بھلا کیا اعتراض ہونے لگا؟" وہ گڑبڑائی۔

"تو پھر ٹھیک ہے ___ میں تمہارے ابو سے کہوں گی، وہ نوفل سے خود بات کر لیں گے۔ سمجھدار بچہ ہے۔ اس کا اعتراض ختم ہو جائے گا۔"

انہوں نے بات ختم کر کے اسے اپنی طرف سے ٹینشن سے نکال لیا۔

مگر اسے کیا روگ لگے تھے، یہ وہ نہیں جان پائی تھیں۔

وہ کھانا پکانے کے بعد سیدھی صبا کے کمرے میں آئی۔

"کیا ہو رہا ہے ست لوگو؟" وہ ابھی تک اسے لیٹے دیکھ کر بولی تو صبا مجبوراً مسکرا دی۔

"ایسے ہی ___ طبیعت بھاری ہو رہی تھی۔"

وہ دھم سے اس کے پاس بیڈ پہ جا بیٹھی۔

"اپنی طبیعت کو سیٹ کرو یار! کیا بوریت پھیلا رکھی ہے۔ جب سے آئی ہو یونہی لیٹی بیٹھی رہتی ہو بےزار سی شکل بنائے۔" ضحیٰ کو اعتراض تھا۔

"اچھا کام کی بات کرو۔ میرا بحث و مباحثے کا موڈ نہیں ہے۔" وہ صاف گوئی سے بولی تو ضحیٰ نے گھور کر دیکھا۔

"ایسے پینترے بدلتی ہیں لڑکیاں شادی کے بعد؟"

"تم نہ بدلنا۔ کیونکہ تم شادی بلکہ رخصتی سے پہلے ہی بدل چکی ہو۔" صبا نے اس کی چوٹ کا بدلہ دیا تو وہ خجل ہو گئی۔

"تو ___ میں نے کیا پینترا بدلا ہے؟"

"ابھی کہاں سے آ رہی ہو؟" صبا نے تکیے سے ٹیک لگا کے بیٹھتے ہوئے اس کی توجہ خود پر سے ہٹانے کے لئے پوچھا۔

"کچن سے۔" وہ بے اختیار بولی۔

"ہاں، تو ابھی بھی پوچھتی ہو کہ کیا بدلا ہے تم میں۔ ہمارے لئے تو کبھی کچن میں نہیں گھستی تھیں۔ اور روز معید بھائی کو نت نئی ڈشز بنا کے کھلائی جا رہی ہیں۔"

صبا نے چھیڑا تو اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"کیا خیال ہے، رخصتی کروا دیں؟" اس نے پھر پوچھا تو ضحیٰ کو جیسے ہوش آ گیا۔

"کیا بدتمیزی ہے؟ ___ میں نے کب یہ کہا ہے؟" وہ ناراضگی کا مظاہرہ کرنے لگی۔ جبکہ دل اس بات پر بے ساختہ ہی دھڑک اٹھا تھا۔

"نکاح کے بعد اب رخصتی ہی ہو گی نا۔" صبا نے مسکرا کر کہا۔

"پہلے ویرا بیگم کی تو رخصتی کراؤ۔ جوان کی بیگم بننے کی کوشش کر رہی ہے۔" وہ جل کر بولی تو صبا نے سمجھایا۔

"اُلٹی سیدھی مت سوچا کرو۔"

"یہ کہو کہ عقل مندی کی مت سوچا کرو۔" وہ خفا ہوئی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" صبا نے پھر کہا۔

"ایسی ہی بات ہے۔ اتنے رومانٹک وہ میرے ساتھ نہیں جتنے اس کے ساتھ ہوئے پھر ہیں۔" وہ بے ساختہ بولی تو صبا کو ہنسی آ گئی۔

"تمہیں کس بات پہ اعتراض ہے؟ ویرا کے ساتھ رومانٹک ہونے پر یا تمہارے ساتھ رومانٹک ہونے پر؟"

"دونوں پر۔"

زبان پھسلی تو اس نے دانتوں تلے دبالی مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ صبا نے اس قدر کھلے اعتراف خوشگواری اور حیرت سے اسے دیکھا جواب اس سے نگاہ نہیں ملا رہی تھی۔

صبا کو محو حیرت پایا تو بوکھلا گئی۔

"میرا مطلب ہے کہ میرے سامنے کسی اور کے ساتھ یوں فری ہونا۔ ویسے تو بڑے پارسا پھرتے ہیں۔"

"تم صرف جیلس ہو رہی ہو ضحیٰ!" صبا نے کہا۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی ضحیٰ تھی جو کبھی معید کو دشمن اوّل مانتی تھی۔ اسے سڑا ہوا کباب کڑوا کریلا، کیکٹس اور جانے کیا کیا لقب دیا کرتی تھی۔

"جی نہیں ــــ میں بھلا کیوں جیلس ہونے لگی؟" اس نے پُرزور انداز میں صبا کی نفی کی تھی

"کیونکہ تمہیں ان سے محبت ہو گئی ہے۔" صبا نے اطمینان سے کہا تو وہ یوں اچھلی جیسے بچھو نے کاٹ لیا ہو۔

"دماغ خراب ہے تمہارا؟"

"مگر تم بالکل صحیح جا رہی ہو۔" وہ مسکرا رہی تھی۔

"اپنے اندازے مت لگاؤ۔" وہ مسکرا گئی۔

"اچھا، پکایا کیا ہے آج؟" صبا نے پوچھا۔

"بریانی......" وہ کہنے ہی لگی تھی کہ صبا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"پھر بریانی؟"

"معید کو پسند ہے.........."

وہ روانی میں بولی۔ پھر ایک دم سے صبا کو دیکھنے لگی تو وہ بے ساختہ ہنس دی۔

"اب آئی ہو نا لائن پر۔"

"میرا مطلب تھا کہ......."

"جو بھی مطلب تھا، بہت پیارا تھا۔ چار دن کی زندگی ہے، لڑ کے گزارنے سے بہتر ہے پیار سے

زار لو۔"

صبا نے سمجھایا تو وہ قدرے جھجکی۔

"اور وہ ــــ ویرا ــــ؟"

"ایک بار معید بھائی کے دل میں اتر گئیں تو پھر ہزار لڑکیاں بھی کچھ نہیں کر سکتیں۔" صبا نے یقین دلایا تو وہ جھینپتے ہوئے انداز میں ہنس دی۔

اس کا شرم سے سرخ ہوتا چہرہ صبا کو بہت پیارا لگا تھا۔

"شکر ہے خدا کا، تمہارے دماغ کا خلل بھی دور ہوا۔ ورنہ میں تو پریشان ہی رہتی تھی کہ یہ بیڑہ پار لگے گا۔" صبا نے اسے چھیڑا تھا۔

"اچھا ــــ ایسے ہی۔ تنگ مت کرو۔" وہ پریشان ہونے لگی۔

ایسی ہار کا اس نے بھی کب سوچا تھا۔

"معید بھائی کو پتہ ہے یا ابھی خود ہی سے اُلجھ رہی ہو؟" صبا نے پوچھا تو تنگ کر اپنے مخصوص راز میں بولی۔

"محبت وحبت کچھ نہیں۔ میں تو صرف اس رشتے کی وجہ سے کہہ رہی ہوں کہ........ اور تمہارے ن کس خوشی میں نکل رہے ہیں؟" بات کرتے کرتے صبا کو ہنستے دیکھا تو گھور کر بولی۔

"ایسے ہی۔ سوچ کے ہنسی آ رہی ہے کہ یہ دو دن میں کیا ماجرا ہو گیا۔"

صبا نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔ اسے واقعی ضحیٰ کے بدلنے کی بہت خوشی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ بس میں نے ٹھنڈے دل سے سوچا کہ اس رشتے کو نبھانا ہی ہے تو خوامخواہ ٹینشن کیوں لی جائے۔" وہ مسلسل گریزاں تھی۔

"بہت اچھا کیا تم نے ضحیٰ!" صبا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے اُٹھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "اس سے انام اور شاید ہی کچھ کرو۔ معید بھائی کے ساتھ تم بہت خوش رہو گی۔"

"اگر ویرا یہاں سے چلی گئی، تو۔" اس نے ناگواری سے لقمہ دیا۔

"میں خود بات کروں گی معید بھائی سے۔" صبا نے اسے یقین دہانی کرائی۔

"جیسے پہلے کی تھی۔" وہ خفگی سے بولی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ پریشان مت ہو۔ ہمارے بڑے بیٹھے ہیں نا ہر معاملہ سلجھانے کے لئے۔"

"تو ویرا یہاں سے چلی جائے گی؟"

معصومیت سے پوچھا۔ اس کی سُوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

صبا کو اس پر پیار آیا۔ "یہ خدشے، یہ وسوسے، سب محبت کی علامات ہیں۔"

ضحیٰ نے خفیف سے پلکیں اُٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اب پتہ نہیں، میں نے کبھی بھی ان کے متعلق کچھ اچھا نہیں سوچا۔ یہ سب اچھا اچھا کیسے ہو

گیا؟" بے چارگی سے کہا تو صبا کی ہنسی نکل گئی۔

"اچھا ـــــ یہ تو بہت اچھا ہوا۔ ورنہ میں تو اپنے بھائی کے مستقبل کی طرف سے بہت پریشان تھی۔" اسے چھیڑتے ہوئے کہا تو ضحیٰ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"میری زندگی ہے نغمہ، میری زندگی ترانہ
میں صدائے زندگی ہوں، مجھے ڈھونڈ لے زمانہ
میری زندگی ہے نغمہ، میری زندگی ترانہ"

وجدان با آواز بلند گاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ پیچھے ہی خونخوار تیور لئے حمرہ کو آتے دیکھ کر لمحوں میں سمجھ گئیں کہ کوئی مقدمہ پیش ہونے کو ہے۔

"آپی! اس کو سمجھا لیں۔ بس تھوڑے دن رہ گئے ہیں، میں چچا جان سے اس کی شکایت کرنے والی ہوں۔"

"اب کیا ہو گیا ہے؟" ضحیٰ نے دونوں کو باری باری گھورا۔

ہفتے میں ایک بار اسے ان کا ایک ایسا ہی مقدمہ نمٹانا پڑتا تھا۔

"میری زندگی ہے نغمہ، میری زندگی ترانہ۔"

وجدان نے پھر سُر چھیڑا۔

"یہ دیکھا ـــــ یہی ہوا ہے۔" وہ غصے سے بولی۔

"آواز اچھی ہے نا؟ کیسٹ آسکتی ہے مارکیٹ میں؟" وجدان نے داد چاہی۔

"تو تمہیں اس کے گانے سے کیا مسئلہ ہے؟" صبا نے مصالحت چاہی۔

"یہ مجھے چھیڑ رہا ہے۔" وہ پُر زور انداز میں بولی تو صبا نے گھور کے بہن کو دیکھا۔

"یہ صرف میری خداداد صلاحیتوں سے جیلس ہوتی ہے۔ میں اپنے مؤکلوں سے کہہ کر کسی دن اسے کبوتری بنوا دوں گا۔" وجدان کے ارادے خطرناک تھے۔

"یہ کیا بے سرو پا لڑائی شروع کر رکھی ہے تم لوگوں نے؟" صبا اُکتا گئی۔

"آپی! اسے منع کیوں نہیں کرتیں؟ یہ نہ لینے آیا کرے مجھے کالج۔" حمرہ بگڑی۔

"ارے واہ ـــــ زندگی میں ایک ہی تو "کام" کر رہا ہوں۔ وہ بھی چھوڑ دوں تو میری زندگی میں سے رنگینی ہی ختم ہو جائے۔" وہ شرارت سے بولا۔

"کیا بچپنا ہے یہ حمرہ؟ ہر وقت لڑائی جھگڑا۔" صبا نے سنجیدگی سے کہا تو وہ روہانسی ہونے لگی۔

"آپ بھی مجھے ہی کہئے۔ اس سے کوئی کچھ نہیں کہتا۔ میری دوستوں پہ ڈورے ڈال رہا ہے۔"

"یا اللہ ـــــ" وجدان سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

"کیوں بھئی ـــــ تمہاری اس معاملے میں بہت شکایتیں آنے لگی ہیں۔" اب کی بار ضحیٰ نے وجدان کی کھچائی کرنا چاہی۔

"آپی! ایسے ہی ہرایرے غیرے بلکہ نتھو خیرے کی باتوں پہ یقین نہ کر لیا کرو۔"

"یہ دیکھا، میرے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے اور میری دوستیں اسے پتہ نہیں کیا کیا لگتی ہیں" حمرہ سلگی۔

"میری زندگی ہے نغمہ، میری زندگی ترانہ"

پھر سے گنگنایا۔

"یہ دیکھ لیں۔ کتنی ڈھٹائی سے آپ لوگوں کے سامنے۔" وہ پھر سے رونے کو تھی۔

"تو تمہیں کیا تکلیف ہے اس کے گانے سے؟" صبا نے اسے ڈانٹا۔

"میری دوستوں کا نام ہے نغمہ اور ترانہ۔" اس نے پیر پٹخا۔

"اور ایک وہ بھی تو ہے، مترنم سی ـــــ ہاں ترنم۔"

وجدان نے لقمہ دیا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت صاف جھلک رہی تھی۔

"کس قدر سُریلے نام ہیں اس کی دوستوں کے۔" وہ سر دھن رہا تھا۔

"یہ جب سے میری دوستوں سے متعارف ہوا ہے، صبح جاتے ہی مجھے "کزن نامہ" بلکہ "وجدان نامہ" سنا پڑتا ہے۔"

حمرہ نے منہ بسورا۔

"تو اس میں قصور تمہاری سہیلیوں کا ہے، نہ کہ میرا۔" وہ فوراً بولا۔

"لڑکیاں تو بس ایسی ہی ہوتی ہیں۔ تم خود کیوں مسکرا مسکرا کے انہیں لفٹ کرا دیتے ہو۔" حمرہ لڑائی کے موڈ میں تھی۔

"لو۔ اتنی خوب صورت مسکراہٹ میری۔ ویسے بھی مسکرا کر ملنے سے محبت بڑھتی ہے۔" وہ اطمینان سے بولا۔

"تمہیں میری دوستوں سے محبت بڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔" وہ غرائی تھی۔

"کیا بے وقوفی ہے حمرہ؟" صبا نے گھرکا تو ضحیٰ نے اس کی حمایت کی۔

"یہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اسے کیا ضرورت پڑی ہے یوں "اٹین شین" ہو کے جانے کی؟ اور یہ جو گنگنائے جا رہا ہے۔"

"بس آج طے ہو گیا ہے۔ یہ مجھے کالج چھوڑنے نہیں جائے گا۔" حمرہ نے قطعی انداز میں کہا تو وہ بغور بولا۔

"ہاں، میں صرف تمہیں پک کرنے آیا کروں گا۔ اس وقت گیٹ پر زیادہ رونق ہوتی ہے۔"

"وجی!" اب کی بار صبا نے اسے تنبیہی انداز میں گھورا تو وہ ہنسنے لگا۔

"اس بے وقوف کو کوئی نہیں سمجھاتا۔"

"ہاں ـــــ اس بے وقوف کو تو سب سمجھا لیتے ہیں نا۔" حمرہ غصے سے اس کی جانب اشارہ کرتی کمرے سے نکل گئی تھی۔

وجدان ان دونوں کی ڈانٹ ڈپٹ کا سامنا کرنے کے لئے اکیلا رہ گیا۔

بہ مشکل جان چھڑا کے اسے ڈھونڈتا ہوا ان کے پورشن میں آیا تو وہ ٹیرس کی سیڑھیوں پہ گھ میں منہ دیئے بیٹھی ملی۔

وجدان کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

ڈوبتے سورج کی ہلکی سی دھوپ اس کے وجود کا حصار کئے ہوئے تھی۔

وہ اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھتے ہوئے کھنکھارا تو حمرہ نے کرنٹ کھا کے سر اٹھایا۔

"تم میرا پیچھا نہیں چھوڑ سکتے؟" وہ اسے دیکھ کر چڑی تھی۔

"نہ ــــ" وہ مزے سے کہتے ہوئے مسکرا دیا۔

"دیکھو وجی! مجھے اتنا ستاؤ گے تو چچا جان سے شکایت کر دوں گی۔ پہلے ہی میری دوستوں افیئر چلا چلا کر میرا دل جلاتے رہتے ہو۔"

وہ تنبیہی انداز میں بولی تو مسکراہٹ دباتے ہوئے وجدان نے بظاہر بھولپن سے پوچھا۔

"اچھا ــــ تو تم جیلس ہوتی ہو۔"

"جیلس ہوتی ہے میری جوتی۔" وہ اس کا مطلب پا کر بدکی۔

"پتہ ہے حمرہ! میں تمہاری شاعری کی کتاب شائع کرانے والا ہوں۔" وہ موضوع بدلتے ہو خوشگواری سے بولا تو حمرہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"سچ کہہ رہا ہوں۔ دنیائے ادب کے اُفق پر اب ایک اور ستارہ چمکے گا۔ حمرہ میر۔"

حمرہ ہول کر رہ گئی۔

"خبردار جو تم نے کوئی شرارت کی تو۔"

"ایک شرط پر۔" وہ شرط بازی پر اُتر آیا۔

"کوئی نہیں ــــ ہر شرط میں پنالٹی مجھ ہی کو بھرنی پڑتی ہے۔" وہ پہلو بچا گئی۔

"اور یہ جو تم نے ایگری منٹ سائن کیا تھا اپنی شاعری کے بدلے وہ؟" وجدان نے فوراً سے ایک پرچہ نکال لیا۔

حمرہ کو یاد آنے لگا۔

"یہ تم ہتھکڑی کی طرح ساتھ ہی لئے پھرتے ہو؟" اس نے طنز کیا۔

"ہاں ــــ جانے کب، کہاں ضرورت پڑ جائے۔" وہ اطمینان سے بولا۔

"یہ دیکھو، لکھا ہے کہ میں وجدان کی ہر بات مانا کروں گی۔" وجدان نے پرچے پر سے پ حمرہ نے لقمہ دیا۔

"شادی کے بعد ــــ"

"کس کی شادی کے بعد؟" وہ سادگی سے پوچھنے لگا۔

"تمہاری ــــ" وہ بول اُٹھی۔ پھر کچھ خیال کر کے کہا۔ "مطلب تمہاری الگ اور میری الگ"

"کیوں بھئی ــــ ایسا تو کبھی دیکھا نہ سنا۔" وہ حیران ہوا تھا۔

"کیوں ــــ لوگوں کی شادیاں نہیں ہوتیں؟" حمرہ نے اسے گھورا۔ وہ اکثر ہی اسے بے وقوف یا کرتا تھا۔

"ہوتی تو ہیں۔ مگر دولہے کی الگ اور دلہن کی الگ ــــ ہماری شادی کچھ عجیب سی نہیں ہو" وہ تفکر سے بولا تو اس کی بات پر غور کر کے حمرہ کا دل بے ترتیبی سے دھڑک اُٹھا۔ ناسمجھی کا تاثر ئے ہوئے بھی اپنے چہرے پر پھرے "پینٹ" کا اسے اچھی طرح احساس ہو رہا تھا۔

"شٹ اپ وجی ــــ!"

"ادھر دیکھ کے کہو ذرا۔"

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟" وہ گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئی تو وجدان بھی اس کے مقابل کھڑا ہو گیا۔

"ادھر دیکھو تو پتہ چلے جھوٹ سچ کا۔" وہ مسکرا رہا تھا۔

حمرہ کو علم تھا اسی لئے وہ اس کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھی۔

"تمہی میرا نغمہ ہو، تمہی میرا ترانہ ہو اور تمہی سے میری زندگی مترنم ہے۔ بس یا کچھ اور کہوں؟" نجیدگی سے بولا تو حمرہ کا دل ڈوبنے لگا۔ بے ساختہ اس کی جانب دیکھا۔ وہاں شرارت کی بجائے دل کی سچائی تھی۔ جذبوں کی حرارت تھی۔

"شٹ اپ ــــ" حمرہ کے لب لرزے۔

"بہت کچھ میں بھی نہیں کہنا چاہتا۔ فقط تمہارے ابہام دور کرنے کے لئے۔" وہ ابھی بھی سنجیدہ تھا۔

"بدھو ــــ" حمرہ کو ہنسی آ گئی۔ وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔

"ارے واہ ــــ کچھ تو کہو۔" وہ پیچھے سے چلایا۔

"کہا تو ہے ــــ بدھو۔" وہ ہنستی ہوئی سیڑھیاں اُترنے لگی۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ میں اپنے موکل چھوڑنے لگا ہوں تمہارے آس پاس۔ دل و دماغ کا پتہ دیں گے وہ۔" وہ اس کے پیچھے اُترتا اسے دھمکا رہا تھا۔

حمرہ دل کھول کے ہنس دی۔ وجدان اسے خوش دیکھ کے مطمئن ہو گیا۔

انہوں نے منزل تک پہنچنے کے لئے جن راستوں کا تعین کیا، وہ بالکل درست تھے۔

●●●●●

"اس سے پہلے تو صبا کبھی ایسے نہیں گئی۔ آپ سے لڑائی ہوئی ہے کیا؟" نگین نے نوفل کو جا لیا۔

"یہ تم اسی سے پوچھتیں تو بہتر ہوتا۔" جینز کی جیب میں والٹ ٹھونستے ہوئے وہ بے اعتنائی سے نگین کو تاسف ہونے لگا۔ نوفل کی تنگ نظری اور بے وقوفی پر۔

وہ صبا جیسی بے مثال لڑکی کی قدر نہیں کر پایا تھا۔

نگین کو اندازہ ہونے لگا کہ صبا نے اوّل روز سے یہاں کیسے وقت گزارا تھا۔

خود سے بے پرواہ رہنے میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ بلکہ وہ نوفل کی لاپرواہی تھی جو صبا کی

ذات سے کی بن کے جھلکتی تھی۔
نوفل سے کھل کے بات کرنا قبل از وقت تھا۔
اس نے صبا کو فون کیا۔
"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ بس جی چاہا کچھ دن امی کے ساتھ گزاروں۔" اس کا حوصلہ کمال کا
نگین کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔
"مت کرو اتنا صبر۔ شاید تمہارا صبر ہی مجھے لے ڈوبا ہے۔"
"کیا مطلب؟" صبا متحیر رہ گئی۔
"مجھے نہیں پتہ تھا کہ تمہارے اور بھائی جان کے مابین کیا غلط فہمی پنپ رہی ہے۔ میں خوشیوں میں مگن جان ہی نہیں پائی کہ تم کس جہنم کا سامنا کر رہی ہو۔ تمہیں کس نے کہا تھا اتنا اتنی برداشت کرنے کو صبا! فقط میرا گھر بچانے کو نا؟"
وہ رونے لگی۔ اور ادھر صبا بھی سسک اٹھی۔
ضبط کا یارا ہی کہاں تھا اب۔
کس کس سے اصلیت چھپاتی اور کس کس کو ذلت کا وہ داغ دکھاتی جو نوفل نے اس کے دامن لگانے کی کوشش کی تھی۔
"میں نے کبھی تمہارا برا نہیں چاہا نگین!"
"کہتیں ـــــ کچھ تو کہتیں صبا! کیوں اپنے صبر کی مار مارتی رہی ہو ہمیں؟"
"خدا گواہ ہے نگین! میں تو فقط دو گھروں کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے قربانی دیتی آئی ہو اپنی انا، اپنی عزتِ نفس اور خودی کی۔ مگر اب بات میرے کردار تک آن پہنچی ہے۔ اور اس سے کا مجھ میں یارا نہیں تھا۔" صبا کا لہجہ رندھا ہوا تھا۔
"کہاں غلطی ہو گئی ہم سے صبا! کیسے ہو گیا یہ سب کچھ؟"
نگین سمجھ کے بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ اس کے تو فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ نوفل احمد خود کو تہہ کتنی پرتوں میں چھپائے ہوئے ہے۔
"تمہیں کس نے بتایا؟" صبا کو دھیان آیا تھا۔
نگین نے مختصراً اُسے شروع میں نوفل کی غلط فہمی کے متعلق بتایا۔
"انہوں نے شروع ہی سے مجھ پر اعتبار نہیں کیا۔ پتہ نہیں میرے متعلق کیا سوچتے رہے اور یہی سمجھتی رہی کہ وہ کسی اور میں انٹرسٹڈ ہیں۔ اور وہ اوّل روز سے میرے کردار کے متعلق یہی رہے تھے جو بالآخر انہوں نے کہہ ہی دیا۔"
مارے صدمے کے اس کے آنسو بھی جیسے منجمد ہو گئے۔ دُکھ کا غلبہ اتنا شدید تھا۔
وہ نوفل کی سرد مہری کو ژالے آفریدی میں انوالومنٹ کا شاخسانہ سمجھی تھی۔ پھر ژالے نے بتایا کہ وہ شموئیل خان سے محبت کرتی ہے تو صبا کو لگا وہ پھر سے زندہ ہو گئی ہو۔ تب نوفل کی

یعنی دلی کو وہ اس کی انا سمجھی تھی۔ کس قدر نادان اور بے وقوف تھی وہ۔ کیوں اس کی ے جھلکتی نفرت نہ جان پائی ـــــ کیوں نہ سمجھ پائی کہ وہ اسے کس بھاؤ تول رہا ہے۔
کہ یہ بات تو طے ہے کہ بھائی جان نے شادی کے لئے تمہیں خود چنا تھا۔ اس غلط فہمی سے نہیں خود اپنے لئے پسند کر چکے تھے۔"
لیں نہ جانے کیا صفائیاں پیش کر رہی تھی۔ مگر وہ بہری بن گئی۔ لگا زندگی کی بساط پر عمر کی بازی

●●●●●

نہ کو عماد اور نگین کے رشتے کے بارے میں زرینہ بیگم نے بتایا تو اس کے پیروں تلے سے مین نکل گئی۔
ے عماد سے محبت نہیں تھی۔ بلکہ اسے خود کے علاوہ کسی سے بھی محبت نہیں تھی، سوائے روپے ر عماد کے یوں ہاتھوں سے نکلنے کا مطلب تھا بینک بیلنس کا ہاتھوں سے نکلنا۔
کیا بکواس ہے یہ؟ ـــــ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" پہلے تو وہ بے یقینی سے انہیں دیکھتی رہی، پھر سے بگڑی۔
بھی بھائی کے پاس سے اُٹھ کر آ رہی ہوں۔ میرا تو کلیجہ ہل کے رہ گیا ہے۔"
اتھ مسلنے لگیں۔
نہوں نے ایسے ہی منہ بھر کے کہہ دیا ہوگا۔ عماد میں کیا کمی ہے جو "داغ" لگی لڑکی کے لئے رتا پھرے؟" ادینہ نے تنفر سے کہا۔
ے میں وہ یہ بات بھول گئی تھی کہ وہ خود بھی ایک طلاق یافتہ اور زمانے کی نظروں میں ایک "گی لڑکی تھی۔
شرم نہیں آتی انہیں؟ داماد کی قبر کی مٹی بھی نہیں سوکھی اور انہوں نے بیٹی کے لئے بر تاڑنا شروع ہے۔"
ر کا کوئی وہم تھا جو اسے بکواس کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اپنے اندر کی آوازوں کو دبانے کے سلسل بول رہی تھی۔
ات تو کم از کم تمیز سے کر لیا کرو۔ بڑی ہیں تم سے۔ بلکہ رشتہ دھیان میں رکھ کے بولا کرو۔"
ہم کو اس کا انداز ناگوار گزرا۔ وہ اُن سے اُلجھنے لگی۔
آپ جیسے لوگ ہی ہوتے ہیں ہر لائن میں سب سے آخر میں کھڑے ہونے والے۔ جن کی ے آتے آتے ہر نعمت ختم ہو جاتی ہے۔ لوگوں کو اپنی باری پیش کر دینے والے۔ بے وقوفی کی حد ہاتی۔ مگر میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ اپنا حق، اپنی پسند میں چھین لینا جانتی ہوں۔ چیز میری نہ ہو میں اسے دوسروں کے لئے بھی نہیں چھوڑتی۔" وہ نخوت بھرے انداز میں کہتی ہم کو استغفار کرنے پر مجبور کر گئی۔

"جو تمہاری قسمت کا ہے وہ تمہی کو ملے گا۔ اسے نہ کوئی تم سے چھین سکتا ہے اور نہ تم کسی کی قسمت کا چھین سکتی ہو۔ خوامخواہ بدکلمات منہ سے نہ نکالو۔"

"آپ منہ بند ہی رکھیں۔ جب بھی کریں گی کوئی اُلٹی ہی بات کریں گی۔ ہزار بار سمجھایا ہے بات نہیں کرنی آتی تو منہ نہ کھولا کریں۔"

اس کا انداز بہت بدتمیزانہ تھا۔ زرینہ بیگم کا جی چاہا اس کا منہ تھپڑوں سے لال کر دیں۔

"ہاں، میری بیٹی! تمہیں بولنا سکھایا اور آج ہمیں ہی بولنا بھول گیا۔ پہلی ہی بار ایسے منہ کھولنے پر تمہیں تھپڑ لگایا ہوتا تو آج تم مجھے منہ بند رکھنے کی صلاح نہ دیتیں۔" وہ بہت ضبط کر گئی تھیں۔

"آپ تو ہیں ہی تھالی کا بینگن۔ شروع ہی سے بھابی، بھتیجے کی محبت کا دریا آپ کے اندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ نہ نوفل کو میرا ہونے دیا اور عماد کی بار بھی ویسی ہی باتیں منہ سے نکال رہی ہیں۔ اپنا پھوٹا فلسفہ اپنے پاس ہی رکھیں۔ مجھے سمجھانے کی کوشش نہ کیا کریں، میں سمجھی سمجھائی ہوں۔"

ادینہ تو دو دھاری تلوار ہو رہی تھی۔

زرینہ بیگم نے تنگ آ کر اس کے آگے ہاتھ باندھ دیئے۔

وہ اب بھی زخمی شیرنی کی طرح دھاڑتی ہوئی کمرے میں اِدھر سے اُدھر مسلسل ٹہل رہی تھی۔

●●●●●

"یہ تمہارا معاملہ نہیں ہے نگی! تم اس بات میں نہ آؤ تو بہتر ہوگا۔"

نوفل خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔

"بہت خوب۔" وہ استہزائیہ انداز میں بولی۔ "اب کیا ہو گیا ہے؟ — میرا صبا سے کوئی رشتہ نہیں رہا یا آپ سے تعلق ختم ہو گیا ہے؟"

"خوامخواہ اُلٹی سیدھی باتیں کر کے میرا دماغ خراب مت کرو۔" وہ ابھی بھی اس سے نرمی سے بات کر رہا تھا۔ شاید اس کی ذہنی کیفیت ملحوظِ خاطر ہو۔

"آپ کا دماغ تو پہلے بھی صحیح نہیں تھا۔ مجھے ہی اس وقت اندازہ لگا لینا چاہئے تھا کہ صبا کی طرف سے آپ کا دل صاف نہیں ہوا ہے۔" وہ غصے میں ادب، لحاظ سب بھول گئی تھی۔

"اپنی حد میں رہو نگی! تم بدتمیزی کر رہی ہو۔" وہ انگشت شہادت اٹھاتے ہوئے تنبیہی انداز میں بولا تو نگین نے تاسف سے اپنے وجیہہ و شکیل بھائی کو دیکھا۔

کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اپنے سرکل میں اتنا ذہین اور زیرک بزنس مین مشہور ہونے والا شخص اپنی خانگی زندگی میں اس قدر بے وقوف نکلا تھا۔

"جو کچھ آپ نے صبا کے ساتھ کیا ہے، اس کے مقابلے میں یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔" وہ ...سے بولی۔

"وہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے۔"

"وہ ہمارا "گھریلو" معاملہ ہے۔" نگین نے زور دے کر ترکی بہ ترکی کہا تو وہ سلگا۔

...تم اس کی بے جا حمایت مت کرو۔ یہ معاملہ بہت بڑھ چکا ہے۔"

...ہوا اسے ہوا دینے والے آپ ہیں۔ خدا سے ڈریں بھائی! پاک باز عورتوں پر بہتان لگانے ...ت وعید سنائی گئی ہے۔" نگین نے کہا تو وہ بھڑک اٹھا۔

...ن اپ! — جب تمہیں ایک بات کی سمجھ نہیں ہے تو پھر تم کیوں خوامخواہ اس کی وکالت ...ی ہو؟"

...کیونکہ میرا اس سے بھی کوئی رشتہ ہے۔ خون کا نہ سہی، انسانیت کا تو ہے۔"

...تم اس کے بارے میں انس کی بہن کے حوالے سے سوچ رہی ہو گی۔ میری جگہ ہوتیں تو پھر ...پتا مجھ سے الگ تم کیا کرتی ہو۔"

...نین کے دل میں ٹیسیں سی اُٹھیں۔

...یہ حوالہ تو میری زندگی ہے بھائی!" اس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی۔ "میں آپ کی جگہ ہوتی تو ...معصومیت دیکھتی، اس کے کردار کی پختگی دیکھتی، اس کی روشن پیشانی اور بے ریا آنکھیں دیکھتی ...اتنی ساری گواہیاں نا کافی تھیں کیا؟"

"کتابی باتیں مت کرو۔" اس کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔ یہ سب تو وہ بھی جھٹلا نہیں سکتا تھا۔ ...نکھوں دیکھی اور کانوں سنی —؟؟

...شیطان نے اس کے گرد بہت مضبوط جال بچھا رکھا تھا۔

"کوئی اور لڑکی ہوتی تو اب تک میرا گھر برباد کر چکی ہوتی۔ اوّل روز ہی اپنے گھر والوں کو ساری ...ت بتا کر مجھے بھی طلاق دلوا دیتی۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ سب کچھ اپنی جان پہ سہتی رہی۔"

"چھوڑ دو نگین —!" وہ غصے سے بولا تھا۔

"ہاں۔ چھوڑنا اتنا ہی آسان ہے نا۔ مگر صرف آپ کے لئے۔ کبھی یہ نہیں سوچا کہ وہ اتنی ذلت ...کے بعد آپ کو چھوڑ کے کیوں نہیں گئی تھی؟"

...نگینہ نے بھی اپنی آواز بلند کی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

...صرف میں ہی اس کی وجہ نہیں تھی۔ صرف اپنے بھائی کے گھر کی خوشیاں ہی اس کے پیشِ نظر ...تھا، وہ آپ کو بھی چاہتی تھی۔ دل کی گہرائیوں سے۔ کیونکہ وہ آپ کے دل و ذہن میں پنپتے ...سے بے خبر تھی۔ اس نے تو اپنی طرف سے مجھ پر آنچ بھی نہیں آنے دی بھائی! مگر اس کا ...پر کتنا کڑا پڑے گا، یہ تو وہ بھی نہیں جانتی تھی۔ آپ کا کیا میرے آگے آیا ہے بھائی! آپ نے ...سو دیئے تو میری ساری زندگی آنسوؤں کا دریا بن گئی ہے۔ آپ نے اسے تکلیف دی تو میں ...یف بن گئی ہوں۔ کہیں کہ ایسا نہیں ہے؟"

...ٹک سا نگین کو دیکھنے لگا۔ یہ وہ کیا کہہ رہی تھی۔

...کے ذہن کی اسکرین پر آنسوؤں سے بھری دو آنکھیں جگمگانے لگیں۔

...کی مظلومیت کے کئی روپ، اس کا رونا، بلکنا، اس کی خود سپردگی، اس کی مظلومیت۔

'فریب ہے ـــــ سب فریب۔'

ادینہ کی آواز اسے اپنی سماعتوں کی گہرائیوں میں اُترتی محسوس ہوئی تو اس نے سر جھٹکا۔

"بہت غلط کر رہے ہیں آپ۔ نہ صرف اپنا گھر برباد کر رہے ہیں بلکہ اپنی اولاد کے لئے گڑھا کھود رہے ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے نفرت کر رہے ہیں جو صرف محبت کے قا ہے۔ دل میں رکھنے کے قابل ہے۔"

نگین کی آواز بھرا رہی تھی۔ شدتِ ضبط سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"تمہارے ساتھ جو ہوا، وہ مشیت ایزدی ہے نگین! اسے میری زندگی سے جوڑنے کی کوشش مت کرو۔" وہ ضبط سے بولا۔

"واہ ـــــ کانٹے بو کر گلابوں کی تمنا کر رہے ہیں آپ۔" وہ طنز سے بولی۔

"یہ سب اس کے کئے کی سزا ہے۔ بھگتان تو اسے بھگتنا ہی ہو گا۔" وہ سرخ آنکھیں لئے بو اس کے لب و لہجہ میں پھنکار تھی۔

نگین غصے سے بولی۔

"اور جو آپ کر رہے ہیں اس کا بھگتان کون بھگتے گا؟ پہلے تو میں نے بھگتا ہے، اب جانے کے سامنے آئے گا۔"

"جس کا کیا دھرا ہے اسی کے سامنے آئے گا۔ تم اس معاملہ میں نہ آؤ۔" وہ بھی غصے سے کمرے ہی سے نکل گیا تو نگین کو اور رونا آنے لگا۔

'کاش میں تمہارے لئے کچھ کر پاؤں صبا! تو اپنی جان وار کے بھی کر گزروں۔'

اس نے بے بسی سے سوچا۔

●●●●●

ادینہ کا فون آیا تو عماد کو ایک روٹین ورک ہی لگا۔ اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی کہ دو طرف کیا آگ بھڑک رہی ہے۔

"عماد! تم نگین سے شادی کر رہے ہو؟"

اس نے ہائے، ہیلو کا کوئی بھی جواب دیئے بغیر سیدھے سبھاؤ پوچھا تو اس کے ہونٹوں پر بڑ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اپنی راکنگ چیئر سے پشت ٹکاتا وہ پوچھنے لگا۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا؟"

"تم کیوں اور کیسے کے چکر میں مت پڑو۔ صرف یہ بتاؤ، کیا یہ سچ ہے؟" وہ متوحش تھی۔

اس کے لب و لہجے پر غور کئے بغیر وہ آنکھیں موند کر جھلاتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟"

"میں یہ سب نہیں مان سکتی عماد! تم نگین سے کیسے شادی کر سکتے ہو؟" وہ غصے میں آ گئی۔

کرنٹ کھا کر رک گیا۔

یا مطلب ـــــ؟"

ائی لو یو عماد! ـــــ آئی رئیلی لو یو۔"

دھاکا تھا جو عماد کی سماعتوں کے آس پاس ہوا تھا۔

یہاں یہ سب کہہ رہے ہیں کہ تمہارا پرپوزل نگین کے لئے آیا ہے۔ تم کہہ دو کہ یہ سب ان سب کو غلط فہمی ہو رہی ہے۔" وہ بہت جذباتی ہو رہی تھی۔

ائی ایم سوری ادینہ! ـــــ کیا مطلب؟" وہ سیدھا ہوتے ہوئے گڑبڑا کر بولا۔

بہت پُراعتماد اور صاف گو شخصیت کا مالک تھا۔ مگر ادینہ کے اس قدر کھلے ڈُلے اعتراف محبت بھی متحیر کر دیا تھا۔

تھا کہ کبھی اس نے ادینہ سے شادی کر لینے کے متعلق سوچا تھا۔ مگر اس ارادے کو اس نے ی محدود رکھا تھا۔ ادینہ سے اس سے متعلق کچھ نہیں کہا تھا۔ پھر وہ کیسے اس راہ پر تنہا نکل گئی رہ بھی اتنی آگے۔

سورت حال نے عماد کو چکرا کر رکھ دیا۔

ہیں معلوم ہے عماد! اور تم بھی تو مجھ سے......" وہ بے حد جذباتی ہوتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ نے آنٹی کو صاف طور پر کہہ کے بھیجا ہوتا۔ وہ شاید غلطی سے نگین کے لئے پرپوزل دے گئی

نے ابھی نگین کے لئے پرپوزل نہیں دیا۔ وہ تو ان کی طرف گئی ہی نہیں۔" عماد نے محتاط بات کا آغاز کیا تھا۔

ـــــ" وہ ہلکی پھلکی ہو گئی۔ "مجھے پہلے ہی پتہ تھا، ممانی جان کو غلطی ہوئی ہے۔"

یہ بات صرف گھر ہی میں ہے۔ شاید بڑی مامی نے آنٹی سے تذکرہ کیا ہو۔ میری ماما نے لئے پرپوزل نہیں دیا۔" عماد نے قدرے توقف کیا۔

ـــــ؟" وہ اُلجھی۔

کہ نگین کے لئے پرپوزل میں نے دیا ہے۔"

بار دھماکا ادینہ کی سماعتوں میں ہوا تھا۔

ـــــ ہیلو ـــــ!"

نے کریڈل دبایا۔

اسے کوئی آواز نہیں آئی تو اس نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

ہ ادینہ کا طرز عمل سوچ سوچ کر یہ پریشانی ہو رہی تھی۔ جو بھی ہوا، اچھا نہیں ہوا تھا۔

●●●●●

مقامی زبان میں کچھ گنگنا رہی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ ڈسٹنگ بھی جاری تھی۔

مطالعہ کرتی ڑالے بارہا ڈسٹرب ہوئی۔

"ایسی کون سی خوشی مل گئی ہے اسے؟" اُسے چڑ ہو رہی تھی۔

"تم خاموشی سے اپنا کام نہیں کرسکتیں؟" بالآخر اُس نے ناگواری سے اُسے ٹوک ہی دیا۔

پلوشے حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں آپ سے تو کچھ نہیں کہہ رہی۔"

"مجھ سے کچھ کہہ کے تو دیکھو۔" وہ تلملائی۔

پلوشے کی خوب صورت آنکھوں میں تحیر چمکا۔

"آپ لڑنا چاہ رہی ہیں؟"

"شٹ اپ!۔۔۔ اور یہ ماسیوں والے کام کہیں اور جا کے کرو۔ ہر طرف دھول اُڑا رک ہے۔" وہ حقارت سے بولی۔

"اپنے گھر میں سبھی ایسے ہی کام کرتے ہیں۔" وہ سادگی سے بولی۔

"اپنا گھر۔۔۔؟" ژالے نے تمسخر اُڑانے والے انداز میں کہا۔ "یہ میرا گھر ہے۔ سمجھیں؟"

ژالے کو دیکھ کر وہ پھیکے انداز میں مسکرا دی۔

"میں تو کسی بھی شے پر اپنا دعویٰ نہیں کرسکتی۔"

"کرسکتی ہو۔۔۔ شموئیل خان ہے نا، تمہارا بہت اپنا۔" ژالے نے تلخی سے کہا تو خود اس کا دل مٹھی میں آگیا۔

"بہت غلط سوچتی ہیں آپ۔ جیسا آپ سمجھ رہی ہیں، ویسا میرے اور خان کے درمیان کوئی ر نہیں ہے۔" پلوشے نے قدرے جھجک کر کہا۔

"شٹ اپ!" ژالے کی رنگت سرخ پڑ گئی۔ اس نے غصے سے کہا۔ "نکاح میں آج تک کبھی کسی کو بہن بنا کے نہیں لایا۔ مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ خان نے آپ کو اصلیت کیوں نہیں بتائی۔ شاید آپ کی اسی بے اعتبار وجہ سے۔ وگرنہ انہیں اپنی زندگی خراب کرنے کا شوق نہیں۔ وہ چاہتے تو مجھے تاعمر حویلی م رکھتے۔ آپ کو ان کی شادی کا علم تو تھا ہی۔ مگر کوئی تو وجہ تھی جو انہوں نے مجھے یہاں بلایا۔ ا اعتماد کرتیں تو وہ ضرور آپ سے ڈسکس کرتے۔" وہ سنجیدگی سے کہتی ژالے کو زہر لگی۔

"میرا دماغ مت کھاؤ۔ جب میں چلی جاؤں گی تو رہنا اپنے خان کے ساتھ اس "اپنے میں۔" ژالے نے تلخی سے کہا تھا۔

وہ خاموشی سے باہر نکل آئی۔

سردیوں کی دھوپ ہر شے پر پھیلی ہوئی تھی۔ تیز دھوپ ویسے تو برداشت نہ ہوتی مگر ساتھ والی ٹھنڈی ہوا دھوپ کی چبھن کو مٹا دیتی تھی۔ وہ شال اچھی طرح اوڑھ کر لان میں نکل آئی۔

'اپنا گھر' وہ بے دلی سے مسکرائی۔

'لڑکی کا تو شاید اپنا کوئی گھر ہوتا ہی نہیں۔ اور میری زندگی؟' اس کی آنکھیں دھندلانے لگیں۔

ی زندگی تو شاید ایک سراب کے پیچھے بھاگتے بھاگتے ہی گزر جائے۔' اس کا دل خدشات ل ہو گیا۔

چاہا روئے۔۔۔ ڈھیر سارا روئے۔

اپنے ماں باپ کی اکلوتی اور لاڈلی بیٹی تھی، بھائیوں کی لاڈلی بہن۔

ان کے ہاں بیٹیوں کی قسمتوں کے فیصلے کرتے وقت ان کی رائے نہیں پوچھی جاتی تھی۔ اور کے "لاڈلے پن" کو خاطر میں لایا جاتا تھا۔

ٹ کی بیل مسلسل ہو رہی تھی۔

شال سے آنکھیں پونچھتی گیٹ کی جانب آئی۔ چوکیدار جانے کہاں چلا گیا تھا۔

مجبوراً خود گیٹ کی طرف آئی۔ پہلے پوچھا تو کوئی بھی نہیں بولا۔ اس نے ذرا سا گیٹ کھولا، ئی بھی نہ تھا۔

نے باہر جھانکا۔ اسی وقت آنے والا سائیڈ پر سے نکل کر اس کے سامنے آگیا۔

نے والا صدیوں کی مسافت طے کر کے لوٹا تھا۔۔۔ اس پر نظر پڑتے ہی پلوشے کی جیسے جان ی۔

●●●●●

سل رونے اور سوچنے کی وجہ سے اس کے سر میں درد شروع ہو گیا تھا۔

کی بے داغ زندگی اس کے سامنے تھی۔ مگر نوفل جانے کیوں جالوں کی مانند ایک ہی لکیر رہا تھا۔

اُس کی روح کے سامنے شرم سار تھی۔

ں میں تمہاری خاطر کچھ کر سکتی صبا! تو تمہاری راہوں کے سارے کانٹے اپنے دامن میں بھر نے انس سے بھی کچھ نہیں کہا۔ اپنے سگے ماں جائے سے، جس کی تم اتنی لاڈلی بہن تھیں۔ گھر خراب ہونے کے ڈر سے۔ اور میں اپنی زندگی کی خوب صورتی میں گم تمہاری زرد رنگت کا ازہ نہیں پائی۔'

ازہ کھلنے کی آواز پر وہ چونکی۔

نے اسے کہا کہ صالحہ بیگم اسے بلا رہی ہیں۔

چلو۔" اس نے رخ موڑتے ہوئے کہا۔

کے جانے کے بعد وہ منہ پر پانی کے چھپاکے مار کے خود کو فریش کرتی نیچے چلی آئی۔

بیگم اسی کے انتظار میں تھیں۔

ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد نگین کو محسوس ہوا کہ وہ کچھ "خاص" کہتے ہوئے ہچکچا

بات ہے ماما؟۔۔۔ کچھ پریشانی ہے کیا؟"

""ہے تو۔ مگر سوچ رہی ہوں کہ تم سے کیسے کہوں؟"" وہ رک سی گئیں۔

""کہہ ڈالیں ـــــ مجھ سے کیسی جھجک؟"" اس نے ان کا ہاتھ دبا کر حوصلہ دیا۔

""میر ہاؤس سے فون آیا تھا......."" وہ پھر رکیں تو نگین کا دل رُکنے لگا۔

کوئی قیامت ـــــ

""پھر ـــــ کیا کہا ان لوگوں نے؟"" وہ بے تابی سے بولی۔

""تمہارے لئے عماد کا پرپوزل دیا ہے انہوں نے۔""

وہ چور سی بولیں تو نگین کو لگا، آسمان اس کے سر پر آن گرا ہو ـــــ!

"کب سے ہارن بجا رہا تھا۔ بہری ہو گئی ہو؟ ـــــ سنائی نہیں دے رہا تھا؟ تنگ آ کے بیل
ہے۔ اور اب یہ منہ اُٹھائے کیوں کھڑی ہو؟ چوکیدار کہاں مر گیا؟ سگریٹ یا نسوار لینے گیا ہو گا۔
راستہ چھوڑ بھی دو۔"

یہ شموئیل خان تھا جو گاڑی میں سے نکل کر سامنے آتے ہوئے مسلسل بول کر شاید اس کے
ے کی کیفیت کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کی توجہ ہٹانا چاہ رہا تھا، تاکہ وہ اس اچانک "جھٹکے" کی کیفیت سے نکل آئے۔

مگر وہ چند لمحوں کے لئے ہی ششدر رہی تھی۔ اب اس کی آنکھوں میں آنسو تو تھے مگر غم و غصے کی
اس کے ہر نقش سے جھلک رہی تھی۔ وہ شموئیل خان کو کسی بھی سوال کا جواب دیئے بغیر آنے
لے کے کھلتے لبوں کو نظر انداز کرتی تیزی سے پلٹ گئی۔

شموئیل خان گہری سانس بھرتا مڑا۔

آنے والے کے ساتھ ساڑھے چار سالہ خوب صورت، کینیڈین نقوش والا بچہ بھی تھا۔

"آیئے فرقان لالہ! گو کہ آپ کا مستقبل زیادہ حوصلہ افزا نہیں لیکن مجھے علم ہے کہ آپ یہ سب
کر ہی آئے ہوں گے۔" شموئیل نے سنجیدگی سے کہا۔

یہ فرقان خان آفریدی تھا۔ شموئیل سے بڑا اور فرمان لالہ سے چھوٹا بھائی۔

بلوشے سے بچپن کی نسبت طے ہونے کے باوجود اس نے باہر کے ملک میں ہی شادی کر لی تھی۔

اب ساڑھے چار سالہ بیٹے کو لئے پھر سے اسی سرزمین پر لوٹ آیا تھا کہ دیارِ غیر میں حُسن تھا،
خوبصورتی اور پیسہ تھا۔ مگر وفا نہیں تھی۔

اس کی کینیڈین بیوی اسے چھوڑ کر اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ چلی گئی تھی۔

وہ ایک "دقیانوسی" خان کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی تھی۔

اور اب وہ فقط شموئیل خان کے بھروسے لوٹا تھا۔ شاید قسمت اس کے لئے کچھ اور آزمائشیں بھی
لئے ہوئے تھی۔ یا پھر خوشیاں۔

وہ افسردگی سے مسکراتا، بچے کو دوسرے شانے پر منتقل کرتے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہو گیا۔

شموئیل خان گیٹ کھول کر گاڑی اندر لانے لگا۔

●●●●●

وہ خالی الذہن کیفیت میں ان کو دیکھے گئی۔

”مجھے پتہ ہے تمہیں یہ بات بہت ناگوار گزرے گی۔ مگر ذرا ٹھنڈے دل سے سوچنا میری ایک ماں کا دکھی دل بھی دیکھنا اور شریعت بھی۔ میں صرف تمہیں شاد آباد دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور سے بڑی بات یہ کہ انس کی والدہ نے خود بڑے دل سے یہ بات کی ہے۔“

وہ کہے جا رہی تھیں۔ نگین کا دل پگھلنے لگا۔

’آہ ـــــ انس میر۔‘

کیسے ایک دیوار کے گرتے ہی لوگوں نے اپنا راستہ بنانے کی فکر کی تھی۔

اس کے آنسو بہنے لگے۔ یا شاید دل پگھل رہا تھا۔

پھر غم و غصہ ـــــ شدید اشتعال۔

”ان لوگوں نے ایسی بات سوچی بھی کیسے؟ شرم نہیں آئی انہیں اپنے بیٹے کی بیوہ کے لئے رشتہ بھجواتے ہوئے؟“ وہ اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

مارے غصے کے اس کے بدن پر لرزہ طاری تھا اور آنسو بنا شعوری کوشش کے جاری تھے۔

”نگین! میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ ٹھنڈے دماغ سے.......“ انہوں نے کہنا چاہا۔ مگر وہ آواز میں انہیں ٹوک گئی۔

”امی پلیز ـــــ!“

”ان کی سوچ میں کھوٹ نہیں ہے بیٹا!“ وہ بھی رو دی تھیں۔

”تو کیا میرے جذبوں میں کھوٹ ہے؟“ وہ چیخی۔

وہ زندگی میں کبھی صالحہ بیگم کے آگے اتنی اونچی آواز میں نہیں بولی تھی۔

”کیا میں انس کی وفادار نہیں تھی؟“

”ہم نے یہ تو نہیں کہا نگی!“ وہ بولیں تو نگین نے درشتگی سے ان کی بات کاٹ دی۔

”تو پھر آپ لوگوں نے یہ سوچا بھی کیسے؟ ـــــ میں کبھی بھی انس کو نہیں بھول سکتی۔ اور اور کے متعلق سوچ سکتی ہوں۔ مجھ سے اگر کسی نے اس معاملے پر بات کرنے کی کوشش کی تو وہ خود ذمہ دار ہوگا۔“

وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے اونچے لہجے میں بولی۔ اور پھر ان کی مزید کوئی بات تیزی سے چلتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی۔

شدید غصہ اب صدمے اور رنج و الم میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اسے حیرت سے زیادہ تاسف تھا کہ ان لوگوں نے یہ بات سوچی بھی کیسے۔ خاص طور پر میر ہاؤس والوں نے۔

کون سا انس کو گئے سالوں ہو گئے تھے۔

چند ماہ ـــــ صرف چند ماہ ـــــ اور کل ہی کی بات تو لگتی تھی جب وہ اس کے ساتھ تھا۔

انس کی یاد اس قدر ٹوٹ کے آئی کہ جی چاہا وہ سامنے ہو اور اس کی بانہوں میں چھپ جا

آنسو بھی ختم ہونے لگے۔ وہ انس کی تصویر سینے سے لگائے چت لیٹی تھی۔

بسی سی بے بسی تھی۔

ے یاد آنے لگا، یہ ابھی کل ہی کی بات تو لگتی تھی۔

اس کا والہ و شیدا۔

”السلام علیکم!“

پہلے اس کی سانسوں کی تپش نگین کو اپنی گردن پر محسوس ہوئی۔ پھر وہ مدھم آواز میں بولا تو ہانڈی مالہ چیک کرتی وہ اچھل کے رہ گئی۔

”یہ کیا بدتمیزی ہے انس؟“

پی کمر سے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے خفگی سے کہا مگر وہ اس کی سن کب رہا تھا۔

”سلام کا یہ جواب تو نہیں ہوتا۔“

اسے زبردستی قریب کیا۔ نگین کی نظریں کچن کے دروازے پر لگی تھیں۔

”اچھا، وعلیکم السلام۔ اب باہر جا کے بیٹھیں۔ آفس سے آ کے سیدھا کچن میں گھس آئے ہیں۔“

پلٹ بولی تو انداز میں جھلاہٹ تھی۔

کچن میں کوئی بھی آ سکتا تھا اور وہ اس کو ”لو اسپاٹ“ بنا کے کھڑا ہو گیا تھا۔

”تو کون سا جرم ہو گیا ہے سیدھا کچن میں آنے سے۔ اب اگر تم پیاری بیویوں کی طرح کمرے برا استقبال کرتیں تو مجھے یہاں نہ آنا پڑتا۔“

وہ یونہی کرتا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا۔

گھر آتے ہی نگین دکھائی نہ دیتی تو اس کی تلاش میں نکل پڑتا یا پھر کمرے میں سے ہی اُونچی آوازیں دینا شروع کر دیتا تھا۔

”اچھا ٹھیک ہے نا۔ آپ چلو، میں آ رہی ہوں۔“

”اوہو، گھبرا کیوں رہی ہو؟ بیوی ہو میری۔“ وہ شرارت سے بولا۔ ساتھ ہی اس کے بالوں کی چہرے پر سے ہٹائی تو وہ زچ ہو گئی۔

”کبھی آپ بھی میاں بن جایا کریں۔ ہمیشہ عاشق بننے کی پریکٹس کرتے رہتے ہیں۔“

س کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

اس کے قریب ہوا۔

”میری جان! لڑکیاں تو ترستی ہیں ایسے شوہروں کے لئے۔“ اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

بے اختیار سسک اُٹھی۔

میں بھی تو ترس رہی ہوں آپ کی آواز، آپ کے لمس اور آپ کے ”ہونے“ کے لئے۔

انس! آ جاؤ ـــــ لوٹ آؤ کہ زیست کا سفر بہت مشکل ہے۔ بہت مشکل۔

اور ہم سفر کوئی بھی نہیں۔

یہاں تو جو ساتھ ہیں، وہ بھی مجھے آپ سے الگ کرنا چاہ رہے ہیں۔ آپ کی یادیں تک چھڑ لینا چاہتے ہیں۔

لوٹ آؤ انس!____ بہت یاد آتے ہیں آپ مجھے۔'

وہ ماہیء بے آب کی مانند تڑپ رہی تھی۔

مگر اس کی ذرا سی تکلیف پر بے چین ہو اُٹھنے والا منوں مٹی تلے پُرسکون نیند سو رہا تھا____ ہمیشہ کے لئے!

●●●●●

سی ایل آئی پہ آنے والا نمبر اجنبی تھا۔

ضحیٰ نے نظر انداز کرتے ہوئے لاؤنج کی ڈسٹنگ جاری رکھی۔ مگر مسلسل بجنے والی بیل نے اُ اُکتا کر فون اٹھانے پر مجبور کر ہی دیا۔

''السلام علیکم!'' شائستہ سی مردانہ آواز۔

''وعلیکم السلام! کس سے بات کرنی ہے آپ کو؟'' ضحیٰ نے بڑی تمیز سے پوچھا۔ شاید تایا جا ابو کا کوئی شناسا ہو۔

''ایکچوئیلی یہاں ویرا ٹھہری ہوئی ہیں۔ مجھے ان سے بات کرنی ہے۔''

وہ قدرے جھجکا کر بولا تو ضحیٰ نے ریسیور کو گھورا۔

''وہ یہاں نہیں بلکہ انیکسی میں رہتی ہیں۔'' ناگواری سے بتایا۔

''آپ پلیز انہیں فون پر بلا لیں۔ بس چند منٹوں کے لئے۔'' وہ لجاجت بھرے لہجے میں ب

ضحیٰ کو غصہ آنے لگا۔

''مانا کہ موبائل پر آپ کو کال مہنگی پڑے گی۔ مگر عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ آپ ان موبائل پر کال کریں۔ وہ ہر وقت ان کے پاس ہوتا ہے۔'' وہ اکھڑ لہجے میں بولی تھی۔

''میں ٹرائی کر چکا ہوں۔ مگر وہ فون اٹینڈ نہیں کر رہی۔ پلیز، آپ جو بھی ہیں، اس سے کہ اسد کا فون ہے۔'' بولنے والا بے بس سا لگ رہا تھا۔

''اسد____؟'' ضحیٰ کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

یہ تو وہی تھا جو پچھلے دنوں بھی آیا تھا۔ مگر ویرا نے اس سے ملنے سے یکسر انکار کر دیا تھا۔

''او کے____ میں جا کے ان سے کہتی ہوں۔ شاید آپ کا مسئلہ حل ہو جائے۔'' وہ نرو کہہ کر ہولڈنگ ٹیون لگا کر باہر نکل آئی۔

'شکر خدا کا، اس کے پیچھے سے بھی فون آیا۔ بھائی ہوگا شاید۔ اچھا ہے، لے جائے اسے جان چھوٹے۔ بلکہ معید کا پیچھا چھوٹے۔'

وہ سوچتی ہوئی انیکسی تک چلی آئی۔

اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ ویرا کو اسد کا نہیں بتائے گی۔ ورنہ تو وہ شاید فون ہی نہ سنتی۔ جیسے

ل ریسیو نہیں کر رہی تھی۔

''ارے____ آؤ ضحیٰ!'' ویرا اسے دیکھ کر خوش ہوئی۔ وہ بستر پر لیٹی مدھم آواز میں میوزک سن تھی۔ ''شکر ہے تم بھی میرے کمرے میں آئی ہو۔ ورنہ تو میں ہی ادھر آیا کرتی ہوں۔''

''آپ کا فون آیا ہے۔'' اس کی گرم جوشی کو نظر انداز کرتے ہوئے ضحیٰ نے بتایا تو وہ چونکی۔

''میرا فون____؟''

''ہے تو آپ کا ہی۔''

''کون____ کس کا ہے؟'' وہ پریشان سی ہوگئی۔

''یہ تو آپ سن کے ہی بتا سکیں گی۔ میں تو کسی سے واقف نہیں ہوں۔'' ضحیٰ نے ڈھٹائی سے کہا وہ فوراً اس کے ساتھ چل دی۔

ویرا نے ریسیور سنبھالا اور ضحیٰ نے سن گن لینے کے لئے کونہ۔

وہ بظاہر تو کونے میں پڑے والز کو بڑا دل لگا کے صاف کر رہی تھی مگر اس کی ساری حسیات ذرا ملے پر فون پر گفتگو کرتی ویرا کی طرف لگی تھیں۔

''ہیلو____!'' اس نے اُلجھے اُلجھے انداز میں کہا۔

دوسری طرف سے بولنے والے کو وہ یقیناً پہلی ہی بات سے پہچان گئی تھی۔ بے ساختہ بولی۔

''تم____ تمہیں یہاں کا نمبر کیسے ملا؟''

''معید سے____؟'' اس نے گہری سانس بھری تھی۔

'شکر ہے معید صاحب نے بھی کوئی ڈھنگ کا کام کیا۔' ضحیٰ کو ٹھنڈ پڑی۔

''تمہیں سمجھ لینا چاہئے تھا اسد! میں تم سے اس روز نہیں ملی، تمہاری کالز اٹینڈ نہیں کیں تو تمہیں اس سے ہی سمجھ لینا چاہئے تھا کہ میں واپسی کے تمام راستے خود اپنے ہاتھوں بند کر آئی ہوں۔'' وہ نیچی آواز میں بولی تو انداز حد درجہ جذباتی تھا۔

'اونہہ، ڈائیلاگ بازی۔ محترمہ پرانا عشق تو ساتھ لے کے چل رہی ہیں۔' ضحیٰ نے جل کر سوچا۔

''اسد پلیز! اب ان ہاتھوں میں کچھ نہیں رکھا ہے۔'' وہ اس کی کسی بات پر ٹوکتے ہوئے بولی۔

''میں واپس نہیں لوٹنا چاہتی اسد!'' وہ آزردہ تھی۔

اور ضحیٰ اس کی بات سن کر پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

''بات کو سمجھنے کی کوشش میں نہیں کر رہی یا تم؟____ میں اب کس منہ سے لوٹوں؟ کس کی طرف لوٹوں؟ جب سب میرے اپنے تھے تو میں نے کسی کو اپنا نہیں جانا۔ اب جبکہ میں نے خطا کھائی ہے تو لوٹ کے پھر سے انہی راستوں پر آنا بہت مشکل ہے اسد! معید ساتھ نہ ہوتا تو میں کب کی اس بحران میں مرگئی ہوتی۔ وہ صحیح معنوں میں سچا دوست ثابت ہوا ہے۔ اس نے مجھے تنہا نہیں ہونے دیا۔'' اس کی آواز بھیگنے لگی تھی۔

ضحیٰ نے دانت کچکچائے۔

کتنی اپنائیت اور دھونس سے وہ "اپنے پن" کا اظہار کرتی تھی۔

"میرے اللہ! یہ بندہ اسے کونس کیوں نہیں کر لیتا؟"

اُس نے صدقِ دل سے دُعا کی تھی۔

"اسد پلیز! بہت ہو گیا۔ معید کی ہر بات سر آنکھوں پر۔ وہ ایک بار کہے، میں جان بھی دے دوں۔ مگر واپس لوٹنا میرے اختیار میں نہیں۔ چاہے معید ہی کیوں نہ کہے۔"

وہ قطعی انداز میں بات ختم کرتے ہوئے بولی اور پھر شاید دوسری طرف کی بات سنے بغیر ریسیور کو کریڈل پر جما کر وہ گہری سانسیں بھرنے لگی۔

ضحیٰ نے دیکھا وہ رو رہی تھی۔

ایسے ہوتے ہیں بے وقوف۔ آگے کنواں، پیچھے کھائی۔

وہ تلملائی ہوئی اپنے انجام سے بے خبر اس کے سر پر جا کھڑی ہوئی۔

"اب رو کیوں رہی ہیں؟"

حملہ بے حد اچانک تھا۔ ویرا بری طرح چونکی۔ تحیر سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اُتری سرخی دیکھ کر ضحیٰ کو اور غصہ آیا۔

"جب وہ کہہ رہے ہیں گھر واپس آ جائیں تو جاتی کیوں نہیں ہیں؟"

اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ کسی کی باتیں سننا کتنی بری حرکت ہے اور اب تو اس نے ویرا پر واضح کر دیا تھا کہ وہ اس کی باتیں سن رہی تھی۔ تبھی تو اتنے نادر و نایاب مشورے دے رہی تھی۔

"تمہیں کچھ علم نہیں ضحیٰ!" وہ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے رنجیدگی سے بولی۔

ضحیٰ تیز نظروں سے اسے گھورتی رہی، پھر تلخی سے بولی۔

"میں بچی نہیں ہوں۔ میری نظروں کے سامنے کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے، میں اچھی طرح جا ہوں۔ مجھے پتہ ہے کون سی کشش آپ کو یہاں سے جانے نہیں دے رہی۔" وہ شاید ہذیان بکنے تھی۔ اپنے الفاظ کی سنگینی پر بھی غور نہیں کر رہی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" ویرا حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

کچھ عرصے سے وہ ضحیٰ کے رویے میں انجانا سا کھچاؤ محسوس کر رہی تھی۔ مگر آج کی باتیں تو رویے پر بھی بھاری تھیں۔

"دیکھیں، نہ تو آپ چھوٹی بچی ہیں اور نہ میں۔ کلیئر کٹ بات کروں تو یوں کہ معید میرے شو ہیں۔" صاف گو تو وہ پہلے ہی تھی، اب دو دھاری تلوار بھی بنی ہوئی تھی۔

"میں جانتی ہوں ضحیٰ!" وہ ابھی تک اس کے رویے پر متحیر تھی۔ تبھی نرمی سے کہا۔

مگر اتنی ہی گرمی ضحیٰ کے لب و لہجے میں تھی۔

"جانتی تو ہیں مگر سمجھتی نہیں۔"

"تم مجھے کیا سمجھانا چاہتی ہو؟ کھل کے کہو۔" ویرا کا انداز بھی بدلا۔ ضحیٰ کی بدتمیزی اب ا

ہت محسوس ہونے لگی تھی۔

"ہاہ ۔۔۔ کھل کے ۔۔۔" وہ تمسخر سے بولی۔ "اتنے بھولے پن کی اداکاری مت کریں۔ دنیا دیکھ رکھی ہے آپ نے تو......"

"شٹ اپ ضحیٰ!" وہ غصے میں آ گئی اور ضحیٰ کو بھی اس پر غصہ آنے لگا۔

یعنی اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

"معید حسن میرے شوہر ہیں۔ آپ ان کے خواب دیکھنا چھوڑ دیں۔" وہ بم پھوڑنے والے انداز میں بولی تھی۔

ویرا پہلے تو بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی، پھر ایک دم سے ہنسی تو پھر ہنستی ہی چلی گئی۔

"خواب ۔۔۔ معید حسن کے ۔۔۔ اور میں ۔۔۔؟" وہ بولی اور پھر خوب ہنسی۔

ضحیٰ کو اپنے بے وقوف سمجھے جانے پر غصہ آنے لگا۔

"وہ کیا ہے ضحیٰ! تمہارا شوہر یعنی کہ معید حسن اب اتنا بھی ہینڈسم نہیں کہ میں اس کے چکر میں آ جاؤں۔ اور رہی بات خواب دیکھنے کی تو ان پر پابندی کیسی۔ یہ کوئی ٹی وی چینل تھوڑی ہے کہ فلاں چینل نہیں دیکھنا۔ خواب میں تو ہم بش اور اسامہ کو گلے ملتے بھی دیکھ سکتے ہیں۔"

وہ اندر آتے معید حسن کو دیکھ کر قدرے اونچی آواز میں بولی۔ ضحیٰ کی اس طرف کمر تھی ورنہ وہ ہوشیار باش ہو جاتی۔ اس کے برعکس بگڑ کر بولی۔

"مگر میں معید حسن کا آپ کے خواب میں آنا پسند نہیں کرتی۔ آپ یہاں سے چلی جائیں۔ یہ آپ کے حق میں بہتر ہو گا۔"

معید ایک دم سے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

ضحیٰ کے پاؤں زمین سے چپک گئے اور زبان تالو سے۔

وہ خشمگیں نگاہوں سے ضحیٰ کو دیکھ رہا تھا۔

"تم اس کی بہتری سوچنے والی کون ہوتی ہو؟" معید کا لہجہ اس کی نگاہوں کی طرح آگ اُگل رہا تھا۔ اس قدر معتدل مزاج بندے کا یہ روپ ضحیٰ کے حواس گم کرنے لگا۔

یوں تو وہ بہت کم غصے میں آیا کرتا تھا۔

"ڈونٹ وری معید! ہم مذاق کر رہی تھیں۔" ویرا نے پھیکے لہجے میں کہنے کی کوشش کی تو وہ ہاتھ اُٹھا کر اسے روک گیا۔ مگر اس کی نگاہ ضحیٰ میر کے چہرے پر ہی تھی۔

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ دماغ سے کام لینا شروع کر دو پھر تم نے فضول گفتگو کی ہے اس کے ساتھ۔"

وہ پُر تپش لہجے میں کہتا ضحیٰ کو قوتِ گویائی بخش گیا۔

کتنے آرام سے وہ اس کے مقابل کھڑا ویرا کا کیس لڑ رہا تھا۔

"یہ کون سا قومی ترانہ ہیں کہ ان کے ادب و احترام میں کمی کر دی ہے میں نے؟" وہ تنک کر

بولی۔

"شٹ اپ ضحیٰ!" وہ تلملایا۔

ویرا نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ضحیٰ غلط فہمی کا شکار ہے معید! خواہ مخواہ بات مت بڑھاؤ۔"

"تم خاموش رہو ویرا! اس کی غلط فہمیوں کا گراف دن بہ دن بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔"

ویرا کے سامنے معید کے انداز پر ضحیٰ نے اپنی سبکی محسوس کی۔ ان کے آپسی معاملے کا خیال کر کے ویرا وہاں سے خاموشی سے نکل گئی۔ جبکہ وہ دونوں اب بالمقابل کھڑے تھے۔

"کیا چاہتی ہو تم؟" معید نے دانتوں پر دانت جما کے پوچھا۔

ضحیٰ کو خواہ مخواہ ہی رونا آنے لگا۔

"آپ کو پتہ ہے۔"

"ہاں ــــ پتہ ہے مجھے۔ اور میں تمہیں ایک سائن شدہ پیپر دے چکا ہوں۔ اس پر جو تم چاہے لکھ کے مجھے دے دو۔ میں وہی فیصلہ تمہارا نصیب کر دوں گا۔"

وہ غصے سے کہتا چلا گیا تو وہ ہاتھوں میں منہ چھپا کے رو دی۔

●●●●●

"کوئی اپائنٹ منٹ؟"

عماد نے فون پر سیکرٹری سے پوچھا تو وہ بولی۔

"نو سر! ــــ لیکن ایک خاتون کافی دیر سے آپ سے ملنے کے لئے بیٹھی ہیں۔ میٹنگ ختم ہونے کا انتظار تھا۔"

"خاتون ــــ؟" اس نے پُرسوچ انداز میں آنکھیں سکیڑیں۔ پھر پوچھا۔ "نام نہیں بتایا انہوں نے؟"

"نو سر! نام نہیں بتا رہیں۔" سیکرٹری نے بتایا تو عماد نے گہری سانس بھری۔

"اوکے، بھیجو اندر۔ ابھی دیکھ لیتے ہیں۔" اس نے ریسیور رکھ دیا اور دروازے پر نگاہ جما دی۔

چند ثانیوں بعد آنے والی ادینہ تھی۔

وہ بے اختیار سیدھا ہو بیٹھا۔

اس سے ہونے والی ٹیلی فونک گفتگو ذہن میں تازہ ہو گئی تھی۔ اس بات کو ہفتہ بھر ہو چلا تھا۔ اور اتنے دنوں کی خاموشی کے بعد آج وہ خود چلی آئی تھی۔

وہ بالکل خاموش تھی۔ سلام میں پہل بھی عماد نے کی۔

وہ جواب دیئے بغیر اس کے سامنے کرسی پر آ بیٹھی۔

اس کا رویہ عماد کو الرٹ کر گیا۔ مگر اس نے خوش اخلاقی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا تھا۔

"کیا بات ہے بھئی۔ اتنی سنجیدہ کیوں ہو رہی ہو؟" عماد تو گویا اسے چھیڑ ہی بیٹھا تھا۔

وہ چیخ کر رہ گئی۔

"میں تو ہمیشہ سے سنجیدہ تھی عماد! ہمارے تعلق کو مذاق تو تم نے بنایا ہے۔"

وہ ششدر رہ گیا۔

"تم نے ایسا کیوں کیا عماد؟ ــــ بتاؤ، کہاں کمی رہ گئی تھی میرے جذبوں میں؟ کیا میں نے ں نہیں چاہا؟ ــــ منہ سے کچھ نہیں کہا تو صرف اس لئے کہ اپنے جذبوں کی تحقیر منظور نہ تھی۔ تم یوں ساتھ چھوڑ جاؤ گے، یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔" وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔

اتنا وسیع بزنس اور میز کے پیچھے بیٹھا یہ شخص ہاتھ سے جاتا تو بے وقوفی کی اس سے بڑی اور کوئی ت نہ ہوتی۔

عماد یکلخت ہوش میں آیا۔

"ادینہ! تم کیسی باتیں کر رہی ہو؟ ــــ اُس روز فون پر بھی اور آج پھر۔ میں نہیں جانتا کہ ے کس عمل سے تم اس غلط فہمی کا شکار ہوئی ہو۔" وہ کنفیوژ سا کہہ رہا تھا۔

ادینہ نے جیسے حیرت سے دہرایا۔

"غلط فہمی ــــ؟" پھر وہ متاسفانہ انداز میں ہنسی۔ "ہاہ ــــ غلط فہمی۔ میں ابھی تک سمجھ نہیں پائی کہ غلط فہمی کسے ہوئی ہے۔ تمہیں یا مجھے۔"

"اگر تم سمجھتی ہو کہ قصور میرا ہے تو آئی ایم سوری ادینہ!" وہ فراخ دلی سے بولا۔

ادینہ نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تمہارے ان تین لفظوں سے میری زندگی کی خوشیاں واپس تو نہیں لوٹ آئیں گی عماد! ایسا تو ن تمہارے لوٹنے سے ہی ممکن ہے۔"

اس کے الفاظ نے عماد کو جھٹکا لگایا۔

"میں تمہارا تھا ہی کب ادینہ! جو کہیں جا کے لوٹنے کا سوال پیدا ہوتا؟ یہ غلط فہمی تمہیں تھی، مجھے ں۔" اس نے تمام تر مروت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی ازلی صاف گوئی سے کہا تو ادینہ کا تملا اٹھا۔ وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ مگر بظاہر آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے گی سے بولی۔

"اور تمہارے وہ التفات، وہ توجہ جو صرف میرے لئے تھی، اسے میں کیا نام دوں؟"

"وہ ہماری دوستی تھی ادینہ! اسے کوئی اور مطلب، کوئی اور نام دینے کی کیا ضرورت ہے؟" وہ لتا سے بولا۔

"تم چاہو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے عماد! ذرا دل ہی کو تو موڑنا ہے۔" وہ بڑی آس سے بولی تو ذہن نتا وسیع و عریض کاروبار اور آسائشات گھوم رہی تھیں۔

ل سے پہلے تو عماد کبھی اتنا اچھا نہ لگا تھا۔

لکا پنجرہ توڑ کے بھاگ رہا تھا۔ ادینہ خود کو خلا میں معلق پا رہی تھی۔

"صرف دل نہیں، یہاں سب سے پہلے جذبات و احساسات کی ڈور بندھی ہے ادینہ!" عماد کے ہونٹوں پر بڑی پیاری مسکراہٹ آٹھہری۔ وہ بڑے جذب سے بولتے ہوئے رکا۔ پھر قدرے توقف کے بعد دوبارہ سلسلۂ کلام جوڑا تو اس کے لہجے میں ہلکی سی آزردگی جھلک رہی تھی۔

"یہ کوئی پیار محبت کی عام داستان نہیں ہے ادینہ! بخدا میں نے آج تک کبھی نہ نگین کو اس نگاہ سے دیکھا ہے اور نہ کبھی اپنے خیالات کا مرکز بنایا ہے۔ لیکن انس کی موت جیسے میری تمام تر حیات کو جھنجھوڑ گئی۔ اس کی محبت، نگین کے لئے اس کی جنوں خیزی، اور مرتے وقت نگین کا نام لے کر آس اور اُمید سے میری طرف دیکھنا ـــــ مجھے لگا کہ نگین کو اس بے رحم دنیا کے حوالے کر دینا بہت بڑا ظلم ہو گا۔ کل، پرسوں یا چند سالوں کے بعد اسے کہیں نہ کہیں ضرور بیاہ دیا جائے گا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ انس کے بعد اسے ویسے کوئی نہیں رکھ پائے گا جیسے میں رکھنا چاہتا ہوں۔ اسے ویسی توجہ کوئی نہیں دے گا جیسی میں دینا چاہتا ہوں۔ مجھے انس کی محبت اور اس محبت کے خالص پن سے محبت ہو گئی ہے ادینہ!" وہ بے اختیار سا بول رہا تھا۔ الفاظ خود بخود اس کے اندر سے اُبھر رہے تھے۔ بولنے کے لئے اسے سوچنے کی ضرورت نہیں تھی۔

ادینہ کا دل چاہا جا کے نگین کا منہ نوچ لے۔

پہلے بھائی اور اب بہن۔

"کچھ بھی ہو عماد! مجھے تو اپنا ہی غم سب سے بڑا لگ رہا ہے۔ میں نے بہت سچے دل سے تمہاری تمنا کی تھی۔ تمہیں چاہا تھا۔ اور تم یوں مجھے دغا دے رہے ہو۔ میرا تو کچھ بھی باقی نہیں رہا۔"

جائیداد اور بزنس کے جانے کا سوچ کر اس کا دل گھٹ رہا تھا۔

اسے یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ محبت کی راہ میں خالص پن رکھنے والوں کو ہی من کی مراد ملتی ہے دل میں لالچ رکھ کر اس سفر پر نکلنے والے بے مرادی ہی نصیب ہی پاتے ہیں۔

ان کی راہ کھوٹی اور منزل ہمیشہ بے نشان ہوتی ہے۔

ادینہ کی طرح۔

وہ بھی وہاں سے بہت بے مراد اٹھی تھی۔

عماد تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

کچن میں داخل ہوتی وہ ٹھٹک کر رہ گئیں۔

ید کو انہوں نے کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔

حیٰ اور وہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔

'کیا چاہتی ہو تم؟'' وہ بے حد مشتعل تھا۔ اس کے برعکس ضحیٰ کا لہجہ بھیگا پن لئے ہوئے تھا۔

'آپ کو پتہ ہے۔''

'ہاں، پتہ ہے مجھے۔ اور میں تمہیں ایک سائن شدہ پیپر دے چکا ہوں۔ اس پر جو جی چاہے لکھ لیے دے دو۔ میں وہی فیصلہ تمہارا نصیب کر دوں گا۔''

وبرہم لہجے میں کہہ کے چلا گیا تو ضحیٰ وہیں کھڑی ہاتھوں میں منہ چھپا کے رو دی۔

ائی جان کا ہاتھ اپنے سینے پر جا پڑا۔

یا خدا! ـــــ یہ کیا معمہ ہے؟ کون سا پیپر؟ کیسا نصیب؟' وہ لاں و خیزاں ضحیٰ کے پاس آئیں۔

'کیا ہوا ضحیٰ؟ ـــــ خیریت تو ہے نا؟'' بے تابی سے پوچھا۔

ٰ نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر انہیں دیکھا۔ اس کی آنکھیں سرخ اور آنسوؤں سے بھری ہوئی ۔ ان کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں کر لیا۔ پھر وہ روتی ہوئی ان کے گلے آ لگی۔

'کیا بات ہے میری جان! کیوں رو رہی ہو؟ ـــــ اور یہ معید کیوں ناراض ہو کے گیا ہے تم وپریشان تھیں۔

وہ مجھے چھوڑ دیں گے تائی جان! ـــــ وہ مجھے چھوڑ دیں گے۔'' وہ روتے ہوئے ایک ہی تکرار کر رہی تھی۔

ٰی جان سُن ہو کر رہ گئیں۔

کون؟ ـــــ کس کی بات کر رہی ہو ضحیٰ؟'' بہ دقت تمام انہوں نے پوچھا۔

وہ دوسرا سے شادی کر لیں گے تائی جان! آپ دیکھئے گا۔ وہ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں۔''

ٰ حواس میں ہوتی تو یوں اول فول نہ بکتی۔ مگر حواس میں ہوتی جب نا۔

ٰی جان کا رنگ اُڑ گیا۔

ہوش میں تو ہو تم؟ ـــــ کیسی باتیں کر رہی ہو؟'' انہوں نے ضحیٰ کو زبردستی خود سے الگ

کرتے ہوئے ڈانٹا تھا۔

"سنا تو ہے آپ نے بھی، ابھی کیا کہہ کے گئے ہیں۔ کہہ رہے تھے، سائن کر دوں پیپر پر.....
اس کی آدھی ادھوری داستان ہی کافی تھی۔

"اچھا، بس کرو۔ اب باقی کا ذمہ میرا ہے۔ تم یہ سب اپنے تک ہی رکھنا۔ معید کو میں اچھی طر
سے جانتی ہوں۔ وہ یقیناً کسی ٹینشن کے زیر اثر ہوگا۔ اور ہاں، زہرہ سے بھی کوئی فضول بات
کہنا۔ ماں ہے نا، پریشان ہو جائے گی۔ میں خود سارا معاملہ کلیئر کرتی ہوں۔ معید کے تو خوب
کھینچوں گی۔" انہوں نے اپنا تفکر دباتے ہوئے ضحیٰ کو تسلی دی تو اس نے بھی سکھ کی سانس لی۔
کسی طور ہی سہی، یہ معاملہ گھر والوں کو "معاملہ" تو لگا۔

●●●●●

نگین نے پھر سے فون کیا تو صبا اس سے اُلجھنے لگی۔

"جب تک تم واپس نہیں آجاتیں، میں یونہی فون کرتی رہوں گی۔"
نگین نے تحمل سے کہا تو وہ بے بس ہونے لگی۔

"خدا کے لئے نگین! تمہارے بھائی نے کون سی کسر اٹھا رکھی ہے کہ میں پھر سے اسی زندا
آجاؤں؟"

"یوں، اتنی آسانی سے معاف کر کے چلی گئی ہو؟" نگین نے گویا چیلنج دیا تو وہ بھڑک اُٹھی
"معاف تو میں انہیں کبھی بھی نہیں کروں گی۔ مجھے ناپسند کرتے تو میں برداشت کر جا
میرے کردار پر انہوں نے جو انگلی اٹھائی ہے، وہ میں انہیں کبھی بھی معاف نہیں کر سکتی۔"

"تو ایسے یہ معاملہ کیسے سلجھے گا؟"
نگین کی بھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ نوفل کی غلط فہمی کیسے دور کرے۔

"اب میں اسے سلجھانا بھی نہیں چاہتی نگی! میں کبھی نہیں واپس آؤں گی۔"
وہ رو دی۔ نگین ششدر رہ گئی۔

"صبا ــــــ!"

"کیا ملا مجھے وہاں سے؟ ـــــ ہر لمحہ کچھ ہو نہ جائے، کا ڈر۔ کسی کو پتہ نہ چل جائے، کا
تمہاری زندگی برباد نہ ہو جائے، اس کا خیال۔ مگر اب جو کچھ ہوا وہ میری برداشت اور صبر
کے ہے۔ اس شخص نے خود کو کسی رعایت کے قابل نہیں چھوڑا۔"

"نہیں صبا! یوں مت کہو۔ تم سے تو اس گھر میں رونق ہے۔ تم عزت ہو اس گھر کی۔"
نگین گڑگڑائی۔

"یہ تم اپنے بھائی سے پوچھنا، جو مجھے سرے سے عزت دار ماننے سے ہی انکاری ہیں
لہجہ کرچی کرچی تھا۔

"صبا! پلیز، تم نے کہا تھا کہ تمہارا بچہ......"

روتے ہوئے کہنے لگی تھی کہ اس کا مطمع نظر پاکر صبا تیزی سے بولی۔
ہ بچہ تم ہی لے لینا نگین! وہ میں تمہیں دے دوں گی۔ کون سا خوب صورت بیتے لمحوں کی یاد
ہی۔ تمہارے بھائی کی مجبوری کی اک داستان ہے۔"
و پیٹتے ہوئے کہا اور ریسیور رکھ کر پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔
ڈ کرے ـــــ اللہ کرے نوفل احمد ــــــ'
ا نے بددعا دینا چاہی۔ مگر زبان انکاری تھی۔
ر بھی دل سے نکلی آہ کو کسی زبان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ رب کریم سے زیادہ بھلا کون واقف
گا۔

●●●●●

کرے میں داخل ہوا تو ژالے فون پر محو گفتگو تھی۔ اسے دیکھ کر اس نے گفتگو سمیٹی اور موبائل
ر کے بیڈ پر ڈال دیا۔
آج ناشتہ نہیں کرنا کیا؟" شموئیل نے سنجیدگی سے پوچھا۔
کیوں؟" وہ تیکھے انداز میں بولی۔ "دوسری بیگم کی کمپنی نہیں ہے کیا؟"
ہت بدتمیز ہو ژالے!" شموئیل نے تاسف سے سر ہلایا۔ "بلکہ جاہل عورتوں جیسی باتیں کر رہی
ل مینرڈ اور ایجوکیٹڈ لوگوں جیسی کوئی بات نہیں ہے تم میں۔"
ں چاہتی بھی نہیں کہ تم مجھے پسند کرو۔" اس کے کمنٹس پر وہ چیخی۔
ہ بے وقوفی تو میں کر چکا۔" شموئیل نے تاسف سے کہا۔
آئی ہیٹ یو شموئیل خان!" ژالے نے دانت پیسے۔
ادکے ـــــ" اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "مگر ابھی فی الحال کوئی ناشتے کی میز پر تمہارا
ر رہا ہے۔"
ل سے کمرے سے نہیں نکلی تھی۔ پلوشے سے جھگڑنے کے بعد مکدر طبیعت لئے یونہی پڑی
رقان خان آفریدی کی آمد بھی اس سے مخفی رہی تھی۔ ابھی بھی خود فرقان لالہ نے شموئیل سے
کی بابت پوچھا تو وہ مارے بندھے اسے بلانے چلا آیا۔
ئیک تو یہاں جو جی چاہے منہ اٹھائے چلا آتا ہے۔ اب کون آگیا؟"
ے کے انداز پر شموئیل نے گہری سانس بھری۔
گر میں نے چک بیس کی کسی لڑکی سے شادی کی ہوتی تو وہ جی، جی کرتی میرے آگے پیچھے
"
بھی دو کی گنجائش ہے۔ لے آؤ چک بیس سے بھی ایک نادر پیس۔"
لے کا دل جل کے خاک ہوا۔
لو تو برداشت نہیں ہو رہی تھی، یہ چلا تیسری لانے۔ شموئیل اس سے مزید بحث کئے بغیر چلا گیا

تو وہ مارے تجسس کے ڈائننگ روم تک چلی آئی۔

فرقان لالہ اسے دیکھ کر کھڑے ہوئے تھے۔

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام!" اسے جواب دینا پڑا۔

شموئیل خان سے حیرت انگیز مماثلت رکھنے کے باعث وہ شک میں تو پڑی مگر شموئیل نے تعارف کرایا تو ڈالے کو نئے سرے سے غصہ آنے لگا۔

"اوہو ــــ تو آپ ہیں وہ فساد کی جڑ۔"

فرقان لالہ بوکھلا کر شموئیل کو دیکھنے لگے۔

وہ لاچاری سے شانے اچکا کر اپنے کپ میں چائے انڈیلنے لگا۔

"محترمہ! شاید آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ کھنکھار کے گویا ہوئے۔ مگر ادھر وہ جلا سلگا لئے بیٹھی تھی۔ بھلا شموئیل کی کبھی سنی تھی جو ان کی سنتی۔

"ہاہ ــــ یہ تو مجھے آپ کا ڈائیلاگ لگتا ہے۔" وہ انہیں قطعی خاطر میں نہیں لا رہی تھی، طنزاً بولی۔ "جیتی جاگتی پلوشے بی بی آپ کو "غلط فہمی" لگتی ہو گی، مجھے نہیں۔"

وہ اس کی بات سمجھ کر نادم سے ہو گئے۔

"بہت ہو گیا ڈالے! اب بیٹھ کے ناشتہ کر لو۔" شموئیل نے تحمل سے کہا تو وہ غصے سے بولی۔

"میرے صبر کا امتحان مت لو شموئیل خان! میں یہاں سے جاؤں، پھر جشن منانا اپنی آزادی کا۔"

وہ پاؤں پٹختی چلی گئی۔ پھر چند لمحوں بعد بال سمیٹے، شانے پہ بیگ ڈالے یہ جا اور وہ جا۔

فرقان لالہ متحیر تھا۔

"یہ کیا چل رہا ہے تم دونوں میں؟"

"یہ سب آپ کی وجہ سے چل رہا ہے۔" وہ ناراضگی سے بولا۔ "وہ پلوشے کو قبول نہیں کر پائی۔"

"مجھے تم نے داستانِ امیر حمزہ سنا کے وہاں سے بلا لیا اور اسے قائل نہیں کر پائے۔" انہوں نے طنز کیا تھا۔

"اس معاملے میں عورت کسی کی نہیں سنتی۔ عورت بھی وہ جو مرد پر جان دے سکتی ہو۔" وہ سنجیدگی سے بولا تو ڈالے کی محبت کے لئے اس کے انداز میں ہلکا سا تفاخر تھا۔

"پھر بھی ــــ تم ساری بات کلیئر تو کرتے۔ پھر وہ بھی تمہارا ساتھ دیتی۔"

"پہلے آپ اپنا معاملہ تو سلجھا لیں۔ پلوشے کو سمجھانا ہی عذاب ہو رہا ہے۔ آپ کو دیکھ کر وہ سبق بھول گئی ہے جو میں نے اسے ذہن نشین کرایا تھا۔"

شموئیل نے پریشانی سے کہا تو وہ سنجیدگی سے بولے۔

"اس کی رضا کے بغیر کچھ نہ کرنا شموئیل! میں نے پہلے بھی اس کی زندگی خراب کی ہے۔ اب میں اس کی خوشی چاہوں گا۔"

اسی وقت ننھا علی شیر آنکھیں مسلتا چلا آیا۔

"ہیلو پارٹنر!" شموئیل اس کی طرف متوجہ ہوا، مسکرا کر کہا۔ مگر وہ فرقان لالہ کی گود میں گھسنے لگا۔

"پاپا! یہ ہم کہاں آ گئے ہیں؟" وہ انگلش بول رہا تھا۔

شموئیل دلچسپی سے اس کے بھورے بالوں اور نیلی آنکھوں کو دیکھنے لگا۔ سرخ لبوں اور پھولے رخ گالوں کے ساتھ وہ بے حد پیارا لگ رہا تھا۔

"بیٹا! یہ میرا گھر ہے۔ اور یہ میرا بھائی ہے۔ تمہارے چچا جان۔"

انہوں نے اس کے بال چومتے ہوئے کہا تو اس نے ایک لمحے کو شموئیل خان کی جانب دیکھا۔ شموئیل مسکرا دیا۔

وہ دوبارہ فرقان لالہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"آپ تو مجھے میری ماما کے پاس لائے تھے۔" وہ یاد دہانی کرا رہا تھا۔

"ہوں ــــ" وہ مبہم سے انداز میں بولے تو وہ منہ بسورنے لگا۔

"پاپا! ــــ جھوٹ بولتے ہیں۔"

"نہیں جان! پاپا جھوٹ نہیں بولتے۔ آپ کی ماما اوپر کمرے میں ہیں۔" شموئیل نے سنجیدگی سے کہا تو وہ بے ساختہ اسے دیکھنے لگے۔ مگر وہ علی شیر کی طرف متوجہ تھا۔

"سیڑھیوں کے ساتھ جو پہلا کمرہ ہے، وہاں ہیں آپ کی ماما۔"

"رئیلی پاپا؟" وہ خوش ہو کر ان سے پوچھنے لگا۔

"یس مائی سن!" وہ ہار سے گئے۔

وہ اچھل کر ان کی گود سے اترا۔

"میں ابھی اپنی ماما سے مل کے آتا ہوں۔ وہ مجھ سے ملتی کیوں نہیں ہیں؟ ہمارے پاس کیوں نہیں آتیں۔" وہ کہتا ہوا سیڑھیاں طے کرنے لگا۔

"پہلے الجھے ہوئے دھاگوں کو سلجھا تو لینے دو شموئیل! یہ نہ ہو کہ جھٹکے دینے سے دھاگے ٹوٹ جائیں۔" وہ آزردہ خاطر تھے۔

"اللہ ہے نا۔ وہ سب بہتر کرے گا۔"

شموئیل نے اطمینان سے کہا اور انہیں ناشتہ کرنے کا اشارہ کیا۔

●●●●●

"کیا بات ہے؟ آپ کچھ کہنا چاہ رہی ہیں؟" تایا جان غضب کے مزاج شناس تھے۔ ابھی ابھی وہ بظاہر کتاب پڑھ رہے تھے۔ مگر تائی جان کی بے چینی بھانپ کر انہوں نے کتاب رکھ دی اور انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

وہ مسکرا دیں۔ مگر ان کی مسکراہٹ سے تازگی مفقود تھی۔

"تھک گئی ہیں؟" انہوں نے محبت سے اپنی چاہنے والی بیوی کو دیکھا۔

وہ ان کے پاس آ بیٹھیں۔

""اس عمر میں تھکن ہو ہی جاتی ہے۔ اور انس کے بعد تو میں خود کو.......""

وہ کہتے ہوئے بے اختیار ہوئیں۔ مگر پھر ایک دم رک گئیں۔ وہ تایا جان کے سامنے انس کا ذکر کرتے ہوئے بہت احتیاط کرتی تھیں۔

بظاہر اسے شیر کی آنکھ سے دیکھنے والے وہ اس کے بعد بالکل موم ثابت ہوئے تھے۔ وہ تو ماں تھیں، نازک دل۔ مگر تایا جان بھی جیسے اپنی ساری ہمت گنوا بیٹھے تھے۔

""کچھ کہہ رہی تھیں آپ؟"" انہیں خاموش دیکھ کر تایا جان نے کہا تو وہ بات بدل گئیں۔

""ایک بہت ضروری بات کرنی ہے آپ سے۔""

""ہاں جناب! میں تو کہہ رہا ہوں، کیجئے بات۔"" وہ خوش دلی سے بولے اور کتاب ساتھ والے تکیے پر رکھ دی۔

""میں چاہ رہی تھی کہ ضحیٰ کی رخصتی ہو جائے تو بہتر ہے۔"" انہوں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

""ہاں تو کیا مضائقہ ہے۔ گھر ہی کی بات ہے۔ ویسے بھی اس رشتے کو خواہ مخواہ لٹکا کے رکھنے کی تو کوئی تک نہیں بنتی۔"" انہوں نے ہی بڑھاوا دیا تو ان کی ہمت بندھی۔

""اور ساتھ ہی عماد کے لئے باضابطہ طور پر نگین کا ہاتھ مانگ لیتے ہیں۔ چاہے نکاح ہی سہی۔ جس طرح صالحہ آپا مناسب سمجھیں۔""

""ہوں ــــــ""

اب کی بار انہوں نے تبصرہ کرنے سے گریز کیا۔ محض ہنکارا بھرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ خوش ہو گئیں۔

""تو پھر میں مریم سے بات کرتی ہوں کل۔ وہ تو بے چینی سے انتظار کر رہی ہے۔""

وہ ان کی خوشی دیکھ کر افسردگی سے مسکرا دیئے۔

●●●●●

اپنے چہرے پر سرد ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں تو ایک ننھے سے وجود کو اپنے قریب پا کر اس کی نیند اُڑ گئی۔

""ماما ــــــ!"" وہ بہت خوش تھا۔ سرخ پٹی والے سفید نائٹ سوٹ میں ملبوس وہ خوب صورت سا شہزادہ لگ رہا تھا۔

پلوشے کا دل دھک سے رہ گیا۔

اسے یاد آیا، وہ فرقان خان کا بیٹا تھا۔ اس کا اور اس کی کینیڈین بیوی کا۔

وہ تکیے سے ٹیک لگا کے اونچی ہو بیٹھی۔

""آپ ماما ہو ــــــ میری ماما ــــــ انکل نے بتایا ہے۔"" وہ انگلش میں بولا۔

""کون سے انکل نے؟"" وہ بہ دقت بول پائی۔

""جو نیچے میرے پاپا کے ساتھ بیٹھے ہیں۔"" وہ معصومیت سے بولا۔

""آپ کو لگتا ہے میں آپ کی ماما ہوں؟"" وہ اسے قدرے گھور کے بولی مگر وہ ذرا نہیں گھبرایا۔

""سب کی ماما ہوتی ہیں۔ بس آپ ان سے ذرا زیادہ ہی پیاری ہیں۔ میری ماما ہیں۔""

اس کی بات سن کر پلوشے کو بے اختیار ہنسی آ گئی تو علی شیر نے بے تکلفی سے اس کے گلے میں بازو ڈال دیئے۔

""ماما! آپ ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتیں؟ میرے سارے دوستوں کے ممی پاپا اکٹھے رہتے ہیں۔ پکنک پر جاتے ہیں۔ فیئر ویل پر سکول آتے ہیں۔ آپ یہاں کیوں رہتی ہیں؟ کینیڈا کیوں نہیں آتیں؟"" وہ پوچھ رہا تھا۔

""یہ آپ اپنے پاپا سے پوچھئے۔ وہ آپ کو اچھی طرح بتاتے۔"" اس کا حلق کڑوا ہونے لگا۔

""وہ تو کچھ نہیں بتاتے۔"" وہ مایوسی سے بولا۔ پھر ہنسا۔ ""لیکن اب میں آ گیا ہوں تو آپ کو ساتھ لے کر ہی جاؤں گا۔""

""ارے واہ ــــــ ایسے ہی لے کے جاؤں گا۔"" اس نے اُردو میں بڑبڑاتے ہوئے اسے پیچھے ہٹانے کی بے ضرر سی کوشش کی۔ مگر وہ اور چمٹنے لگا۔

سچ تو یہ تھا کہ اسے بھی اس کا لمس، اس کی قربت اچھی لگ رہی تھی۔

مگر فرقان خان کی بیوی، جس کی یہ نشانی تھا۔

'یہ میرا بیٹا، میرے وجود کا ٹکڑا بھی تو ہو سکتا تھا فرقان خان!'

اسے رونا آنے لگا تو وہ ضبط کرنے کے بجائے علی شیر کو بانہوں میں بھر کے رو بھی دی۔ جبکہ وہ تحیر سے نیلی آنکھیں پھیلائے اسے ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا۔

●●●●●

نوفل کی ہٹ دھرمی نے نگین کو بہت مایوس کیا۔ وہ کسی طور صبا کو بے قصور ماننے کو تیار نہ تھا۔ جب آنکھوں پر غفلت اور بے اعتمادی کی پٹی بندھ جائے تو پھر سچ کتنا ہی صاف کیوں نہ ہو، دکھائی نہیں دیتا۔

'اور ان کا بچہ ــــــ؟'

نگین کو سوچ کے رونا آنے لگا۔

'ایسا ہی بچہ میرے پاس بھی تو تھا۔ انس کی نشانی۔ مگر اب یہ بھی مجھ سے دور ہو جائے گا۔' ان دونوں کی مفاہمت کا طریقہ سوچ سوچ کر اس کا سر دُکھنے لگا۔ مگر کچھ بھی تو سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

●●●●●

""مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم برداشت کیسے کر رہی ہو شمویل کی حرکتوں کو؟ بلکہ وہاں کر کیا رہی ہو تم؟""

وہ جانے کیوں اس قدر شدت پسند ہو رہا تھا۔

تعلق کو جڑ سے ختم کرنے والا۔
شاید خود اس عمل سے گزر چکا تھا، اس لئے۔
ژالے نے اپنا دُکھڑا بھول کر تحیر سے اسے دیکھا۔
"کیا مطلب ہے تمہارا؟ ـــــ اسے چھوڑ دوں؟"
"نہیں ـــــ اُس کا مجسمہ بنوا کر چوک میں لگا دو۔ گزرنے والا ہر بندہ خراج تحسین پیش کرے محترم کو۔" وہ چڑا۔
"شٹ اپ نوفل!" وہ ناراض ہونے لگی۔ "میں تم سے اپنے مسئلے کا حل پوچھ رہی ہوں اور تم......"
"وہ تمہیں دھوکا دے کر پلوشے کو تمہارے سر پر لا کر بٹھا چکا ہے۔ اور تمہیں کھلی آنکھوں سے بھی مسئلے کا حل دکھائی نہیں دے رہا ـــــ واہ۔" وہ تمسخر اُڑاتے ہوئے بولا تو ژالے نے بے بسی سے کہا۔
"اسے چھوڑ کے جانا میرے بس میں نہیں۔ وہ سامنے ہوتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ اس کا حشر کر دوں۔ مگر اسے چھوڑ کے جانے کا سوچتی ہوں تو جان نکلنے لگتی ہے۔"
"تبھی تو نیو یارک جانے کی محض دھمکی ہی دے رہی ہو۔ اتنے بڑے دھوکے کے بعد بھی؟"
وہ پریشان سا اُسے دیکھنے لگا۔
"دھوکا تو نہیں کہہ سکتے اسے۔" وہ قدرے پُر سوچ انداز میں بولی۔ "شموئیل مجھے اپنی پہلی شادی کے متعلق بتا تو چکا ہی تھا۔ یہ تو بس پلوشے کو دیکھ کر مجھے پتہ نہیں کیا ہو گیا۔ وہ حویلی میں رہتی، میں اسے نہ دیکھتی۔ بس غصہ اس بات کا ہے کہ وہ اسے یہاں کیوں لے آیا۔"
نوفل کو مزید جھٹکا لگا۔
"اس نے تمہارے اعتماد کو توڑا ہے ژالے!"
"وہ سب اپنی جگہ۔ مگر اب دل کو سینے سے نکال کے پھینک تو نہیں سکتی نا۔ اگر تو مجھے شموئیل خان پر اعتماد نہیں تھا تو مجھے شادی ہی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ خواہ مخواہ اپنی اور اس کی زندگی کو امتحان بنانے سے فائدہ۔ بس یہ پلوشے غائب ہو جائے ہماری زندگی سے۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر بولی۔
نوفل حیرت سے اسے دیکھے گیا۔
"مجھے تو تمہاری کوئی بھی منطق سمجھ میں نہیں آ رہی۔"
ژالے مسکرا دی۔
"دانت مت دکھاؤ۔ کبھی اس کی شکایتیں کرتی ہو، اس کی دھوکے بازی کے رونے روتی ہو۔ اور کچھ انتہائی کام کرنے کا حوصلہ ہے نہیں تم میں۔" وہ چڑ کر بولا۔
"تم جانتے ہو کہ شموئیل کے لئے میں کس انتہا تک جا سکتی ہوں۔ اور یہ انتہا ہی مجھے اس کے متعلق کچھ غلط کرنے سے روکتی ہے۔ میرا ایک غلط فیصلہ مجھے میری محبت سے سدا کے لئے دُور کر دے گا۔ میں کوئی غلط قدم اٹھانا نہیں چاہتی ہوں۔"

قطعیت سے بولی تو نوفل نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کی ذہنی خرابی پر یقین ہو۔
"محبت؟ ـــــ وہ اب بھی تمہیں اپنی محبت لگتا ہے؟ یہ تو گم گشتہ کہانی ہو چکی ژالے آفریدی!"
وہ کہنے لگا تو ژالے نے بے اختیار اسے ٹوکا۔
"ژالے شموئیل خان۔"
"مجھے تو یہ سمجھ نہیں آیا کہ تم میرے پاس کیا لینے آئی ہو؟" اس کا لہجہ زمانے بھر سے خفا تھا۔
"مجھے خود کچھ سمجھ نہیں آ رہا، کیا کروں کیا نہ کروں۔" وہ بے بسی سے بولی۔
پھر کچھ سوچ کر شکی انداز میں اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "لیکن تم اتنے تلخ اور رنجیدہ کس کھاتے میں ہو رہے ہو؟ کہیں صبا سے تو کوئی ان بن نہیں ہو گئی؟"
وہ اس کے انداز پر عش عش کر اُٹھا۔ مگر بظاہر انجان بن کے پوچھنے لگا۔
"میں کہاں سے تمہیں تلخ اور رنجیدہ لگ رہا ہوں؟"
وہ اسی سنجیدگی سے بولی۔
"تم نے آج سے پہلے کبھی مجھے یہ مشورہ نہیں دیا کہ شموئیل کو چھوڑ دو۔ ہمیشہ اسے سمجھانے کی ہی ہے۔ پھر آج یہ ذہنی پراگندگی کیوں؟ ـــــ آر یا پار والا انداز تمہارا تو نہیں ہوتا تھا۔"
چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد وہ سنجیدگی سے بولا۔
"تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے۔ ایسا کچھ بھی نہیں۔"
"تم نہ مانو تو الگ بات ہے۔ ورنہ میں تمہیں اتنا تو جانتی ہی ہوں۔" ژالے نے یقین بھرے میں کہا تھا۔
مگر نوفل نے اس بات پر مزید بحث سے گریز کرتے ہوئے کہا۔
"میں صرف تمہاری پریشانی دیکھ رہا ہوں ـــــ روز روز کے رونے سے ایک بار کا رو لینا بہتر ژالے!"
"شٹ اپ نوفل!" وہ ناراضگی سے بولی۔ "یہ کم از کم دوستانہ مشورے تو نہیں ہیں۔"
"شاباش۔" وہ سر ہلاتے ہوئے طنزیہ بولا۔ "تو تم مجھ سے تسلی مانگنے اور میٹھے میٹھے مشورے سننے آئی تھیں۔ آئی ایم سوری، میں نالائق ہوں اس معاملے میں۔"
"اب تو مجھے ضرور صبا کو فون کرنا پڑے گا۔ تمہارا موڈ اتنا خطرناک تو کبھی نہیں ہوتا تھا۔" ژالے قطعیت سے کہا۔
"وہ میکے گئی ہوئی ہیں۔ ویسے بھی تمہیں ان سے کوئی فضول بات کرنے کی ضرورت نہیں۔" نوفل ڈانٹنے والے انداز میں کہا تھا۔
"اوکے ـــــ ویسے مانو نہ مانو، ڈپریسڈ تو تم ہو۔"
وہ بات ختم کرتے ہوئے بولی تو نوفل نے بھی اسی کے انداز میں پوچھا۔
"تو اب تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"ابھی تو فی الحال میں اس کے فرقان لالہ سے نمٹوں گی، جن کی چھوڑی ہوئی بلا میرے سر پڑی ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں۔ شموئیل خان کی غیرت نے کیسے گوارہ کر لیا کہ ان کی "موجودہ" بیوی کا "سابقہ" منگیتر اس کے گھر میں آ کر رہنے لگے۔ حیرت ہے نا۔"

اس کے پُر سوچ انداز پر نوفل بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

●●●●●

تائی جان کا موڈ معید کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ وہ اس سے کبھی اتنی سنجیدہ بلکہ اُکھڑی اُکھڑی نہیں کرتی تھیں۔

"مریم کا فون آیا تھا۔ وہ باقاعدہ نگین کے لئے پیغام لے کے جانا چاہتی ہے۔"

"ضرور ــــ یہ تو بہت خوشی کی بات ہے۔" وہ طمانیت سے بولا تو انہوں نے پوچھا۔

"اور تم نے کیا سوچا ہے؟"

"مجھے کیا سوچنا ہے ماں! مریم پھپھو نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔" وہ سمجھے بغیر بولا تو انہوں نے وضاحت کی۔ "میں ویرا کی بات کر رہی ہوں۔"

اب کی بار وہ چونکا۔ "ویرا کا یہاں کیا ذکر؟"

"اب تو اس کا مسئلہ حل ہو چکا ہے۔ وہ اپنے گھر کب تک شفٹ ہو رہی ہے؟"

انہوں نے سیدھے سبھاؤ انداز میں پوچھا۔ تب معید کو اندازہ ہوا کہ ان کا موڈ اچھا نہیں ہے۔ عام حالات میں وہ کسی کے متعلق ایسی گفتگو نہیں کرتی تھیں۔

وہ سنبھل کے بیٹھا۔ دھیان سیدھا ضحیٰ کی طرف گیا۔ یقیناً اسی نے کوئی کھڑاگ ڈالا تھا۔

"جی ــــ بس جلد ہی۔"

وہ اتنا ہی کہہ سکا تھا۔

"جوان لڑکیوں کا یوں کسی کے گھر پر رہنا اچھا نہیں لگتا۔ اس کے ماں باپ کو سمجھاؤ۔ اب تو معاملہ ختم ہو چکا۔ آ کے اسے لے جائیں۔"

انہوں نے اسی سنجیدگی سے کہا تو وہ ضحیٰ کے لئے دانت پیس کر رہ گیا۔ مگر بظاہر آرام سے بولا۔

"میں ان سے بات چیت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ایکچوئلی معاملہ ویرا کے ہاتھ میں ہے۔ وہ مسقط سے اگلے ماہ تک آ رہے ہیں۔ فراز سے پسند کی شادی کرنے کی وجہ سے وہ ویرا سے ناراض ہیں۔ مگر اس کی امی اب بیٹی سے ملنے کو بے چین ہیں۔ امید تو یہی ہے کہ اس کے والد بھی کے کچھ اچھا ہی فیصلہ کریں گے۔"

"ہاں ــــ اب یہ فیصلہ ہو ہی جائے تو بہتر ہے۔ کیونکہ میں عماد کے ساتھ ساتھ تمہاری شادی کرنا چاہ رہی ہوں۔" انہوں نے ایک دم سے کہا تو وہ انہیں دیکھنے لگا۔

"اتنی جلدی کیا ہے بڑی ماں؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"کوئی جلد بازی نہیں ہے۔ اور ویسے بھی صرف رخصت ہو کے اسے ادھر ہی آنا ہے۔ ابھی تو

ان سا اِدھر یا اُدھر کا کوئی فرق باقی ہے؟ صرف کمروں کا فرق ہے۔"

انہوں نے آرام سے کہا تو اس نے گہری سانس بھری۔ پھر قصداً مسکرایا۔

"یہ تو آپ مجھ سے پوچھے بغیر ہی طے کر سکتی تھیں۔ آپ کو پورا اختیار حاصل ہے۔"

"پوچھ نہیں رہی ــــ صرف بتا رہی ہوں۔" انہوں نے بھی مسکرا کر ماؤں والا انداز اپنایا تو وہ ت بدل گیا۔

"عماد کی سنائیں، اس کے پروپوزل کے لئے سبھی راضی ہیں بشمول نگین کے؟"

وہ ہچکچائیں۔

"نگین کا تو پتہ نہیں، البتہ صالحہ آپا نے مجھے تسلی دی تھی کہ اس سے بات کر لیں گی۔"

"ایسے مت کریں۔ پہلے فون کر کے ان سے پوچھیں۔ اگر سب سیٹ ہے تب وہاں جائیں۔" د نے سنجیدگی سے کہا تو وہ بولیں۔

"ہاں تو ان سے پوچھ کے ہی جائیں گے۔ یونہی تھوڑی۔"

"اوکے۔" وہ مطمئن ہوا، پھر شرارت سے پوچھنے لگا۔ "میری طرف سے تو مطمئن ہیں نا آپ؟"

وہ بھی ہنس دیں۔

"بہت سمجھ دار ہو۔ لڑکیاں اپنے گھروں میں ہی اچھی لگتی ہیں چاہے ان کے ماں باپ کا گھر ہو یا ن کے شوہر کا۔ ویرا کو سمجھاؤ۔ اگر صورتحال بنے تو والدین سے صلح صفائی کر لے۔"

"جی ضرور۔" وہ مؤدب تھا۔

مگر یہ ادب و لحاظ محض انہی تک محدود تھا۔ ضحیٰ کے پاس تو وہ دندناتے ہوئے پہنچا تھا۔

"کیا تکلیف ہے تمہیں ضحیٰ میر! ــــ قسم کھالی ہے تم نے نہ خود چین سے رہنے کی اور نہ مجھے ن سے رہنے دینے کی۔" غصے سے کہا تو وہ آرام سے بولی۔

"یہ تو فطری بات ہے۔ اگر میں چین سے نہیں تو آپ کو بھی چین سے نہیں ہونا چاہئے۔"

"ضحیٰ! ــــ مجھے بدلحاظی پر مجبور مت کرو۔" وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔ "ویرا کے متعلق تم نے ں جو آگ لگائی ہے اس کی آنچ بھی ویرا تک نہ پہنچے۔ ورنہ انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔"

"مجھے دھمکیاں دینے سے کیا حاصل؟ ــــ جا کے گھر کے بڑوں سے بات کریں۔" وہ بے اسے بولی۔

"وہ تو میں ضرور کروں گا۔ بلکہ تم سے انہی کے سامنے فیصلہ کراؤں گا۔" معید نے سلگتے لہجے میں ا اور یہیں ضحیٰ کمزور پڑتی تھی۔

کیا کہتی؟ ــــ کیسے شکست کا اعتراف کرتی؟ وہ بھی معید حسن سے۔ کس کس طرح وہ اس کا ٹکر اُڑاتا۔

"اگر تمہیں عمر کاظمی کا انتظار ہے تو میں بھی کہیں اور انوالوڈ ہوں۔ میری زندگی میں صرف وہ لڑکی ہے جو مجھے چاہتی ہو۔ مجھ سے محبت کرتی ہو۔" وہ دھمکا رہا تھا۔

اور اس کے جانے کے بعد ضحیٰ سوچتی رہی۔

'اور اگر میں کہوں معید حسن! مجھے عمر کاظمی کے نہیں، تمہارے پلٹ آنے کا انتظار ہے تو؟____ تب تمہارا فیصلہ کیا ہوگا؟'

●●●●●

میر ہاؤس سے تائی جان اور چچی جان کے علاوہ صرف مریم پھپھو ہی عماد کے سلسلے میں آئی تھیں۔

آج اتوار کی چھٹی کی وجہ سے نوفل بھی گھر پر ہی تھا۔ انہیں دیکھ کر بلکہ ان کی آمد کے مقصد کا تعین کر کے وہ شدید ٹینشن کا شکار ہونے لگا۔

وہ اس معاملے کو سرے سے ہی ختم کرنا چاہتا تھا۔ مگر ان لوگوں کی آمد اور صالحہ بیگم کے اطمینان سے اسے لگ رہا تھا کہ یہ بیل منڈھے چڑھنے والی ہے۔

نگین سپاٹ چہرے کے ساتھ چائے سرو کر کے جانے لگی تو تائی جان نے اسے زبردستی پاس بٹھ لیا۔ وہ غائب دماغی کیفیت میں ان کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔

اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد مریم پھپھو کے اشارے پر تائی جان نے ہی بات شروع کی تو نگیں بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگی۔

''میں چاہتی ہوں کہ نگین میری بیٹی بنی رہے۔''

''ہر ممکن لگنے والی بات ممکن نہیں ہوتی آنٹی!'' عماد کا خیال کر کے نوفل کا تن بدن سلگ اٹھا تھا بے حد سنجیدگی سے بولا۔ اسی وقت نگین کا دھیان بھی اسی طرف گیا تو وہ بے اختیار نوفل کو دیکھنے لگی۔

اس کے چہرے پر چھائی نفرت اور شک کی تحریر صرف وہی پڑھ سکتی تھی۔

''ناممکن کو کوشش ہی آسان اور پھر ممکن بناتی ہے بیٹا!'' مریم پھپھو نے مسکرا کر ہلکے پھلکے اند میں کہا۔ جبکہ صالحہ بیگم نے قدرے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

''مجھے اس پرپوزل پر اعتراض ہے آنٹی!''

وہ ان کی نظروں کی پرواہ کیے بغیر اسی سرد مہر انداز میں بولا۔ نگین کا ذہن تیزی سے دوڑا۔

''مگر مجھے اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں۔''

نوفل کے سر پر ہزاروں دھماکے ہوئے ____ یہ نگین بولی تھی۔

سپاٹ اور بے تاثر لہجے میں یہ جملہ اسی کے ہونٹوں سے نکلا تھا۔

●●●●●

وہ بڑے مگن انداز میں تائی جان کے کپڑوں پر استری پھیر رہی تھی۔

''فون ہے تمہارا____ انتہائی ضروری۔''

معید بہت دنوں بعد اس سے مخاطب ہوا تو لب و لہجے میں تلخی اور ناگواری صاف محسوس کی جا تھی۔ وہ اس کے انداز پر غور کرتی ٹیلی فون اسٹینڈ تک آئی۔

''ہیلو____

ا نے ہولڈ پڑا ریسیور اٹھا کر کہا۔

ہلو!____ ضحیٰ!____ ضحیٰ! یہ تم ہو نا؟''

ہلوں دور سے آتی بے تاب سی آواز نے ضحیٰ کا لہو سرد کر دیا۔

ر کاظمی____ 'اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس پر معید حسن کی سلگتی نگاہوں نے زمین میں گاڑھ دیا تھا۔

اُس نے کبھی پڑھا تھا، آسمان پر تھوکا اپنی ہی طرف آتا ہے۔ مگر کبھی یہ نہ سوچا تھا کہ یہ عمل
اس کے ساتھ بھی پیش آ سکتا ہے۔
گنگ سا وہ نگین کو دیکھ رہا تھا۔ جواب بھی سپاٹ چہرہ لئے بیٹھی تھی۔ جیسے اپنی نہیں، کسی ا
شادی کے لئے رضامندی دی ہو۔
سب کے دل کھل اُٹھے۔
تائی جان نے نم آنکھوں کے ساتھ اس کی پیشانی چوم کر دعائیں دی تھیں۔ وہ آہستگی ۔
سے اپنا آپ چھڑاتی وہاں سے نکل گئی۔
نوفل ایک وحشت کا شکار تھا۔

●●●●●

سائیں سائیں کرتے ذہن میں گونجتی عمر کاظمی کی آواز اسے ساعت کا دھوکا لگ رہی تھی۔
"مجھے یہاں بہت اچھی جاب مل گئی تھی ضحیٰ! میں اپنے تمام مسائل آسانی سے حل کر سکتا
بلکہ ہم دونوں مل کے۔ مجھے لگا کہ میں نے تمہیں چھوڑ کر بے وقوفی کی ہے تو میں فوراً انہی را
لوٹ آیا ہوں۔ آئی رئیلی مسنگ یو ضحیٰ!" وہ آواز سے ہی بہت مطمئن لگ رہا تھا۔
ضحیٰ کے جسم پر لرزہ طاری ہونے لگا۔
"کچھ تو کہو ضحیٰ! کچھ تو کہو ــــــ لڑو، جھگڑو۔"
وہ اس کی خاموشی کو اس کی ناراضگی سمجھ رہا تھا۔
معید نے آگے بڑھ کر اسپیکر آن کیا اور ساکت کھڑی ضحیٰ کے ہاتھ سے ریسیور لے کر ا
ڈال دیا۔
"پرسوں رات ڈھائی بجے کی فلائٹ سے میں پاکستان آ رہا ہوں ضحیٰ! میں نے کبھی سوچا
تھا کہ ہماری منزل اتنی آسان ہو گی۔ مجھے پتہ ہے، تم بہت خفا ہو تبھی بات نہیں کر رہیں
یقین ہے کہ تمہاری یہ ناراضگی مجھے سامنے پا کر دور ہو جائے گی۔ میں آ رہا ہوں ضحیٰ! تمہار۔
چکراتے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامتی وہ وہیں صوفے پر ڈھے گئی تو معید حسن نے لائ
کے سرد نظروں سے اسے دیکھا اور تمسخرانہ انداز میں بولا۔
"لو ــــــ تمہاری منزل تو بہت نزدیک آ گئی ہے۔"

پ کر اُسے دیکھنے لگی۔
یقیناً تم کوئی بھی فیصلہ مجھ سے کرانے کی بجائے خود کرنا زیادہ پسند کرو گی۔" معید کا لب و
تلخی لئے ہوئے تھا۔
کے پاس نہ کوئی جواب تھا اور نہ ہی اس حقیقت سے کوئی جائے فرار۔ معید کی باتیں تیروں
اس کے دل میں کھب رہی تھیں۔ اور وہ ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔

●●●●●

ــــــ میرے لئے فرائی ایگ۔"
بر کی بے تکلفانہ فرمائش سے زیادہ پلوشے کو اس کے اندازِ تخاطب پر کرنٹ لگا تھا۔
آپ کی ماما کہاں سے ہو گئی؟" تنک کر پوچھا تو وہ مسکرانے لگا۔
خود جانتا ہوں ــــــ میرے پاپا نے بتایا ہے۔"
ٹ بولتے ہیں آپ کے پاپا۔" پلوشے نے دانت کچکچائے۔
بات پلوشے! بچوں کے سامنے کم از کم ان کے والدین کی برائی نہیں کرنی چاہئے۔"
نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ وہ ناشتے کا کہنے آیا تھا۔ وہاں علی شیر اور پلوشے کا
میں پڑا تو اسے دخل اندازی کرنا پڑی۔
کسی کا ڈر پڑا ہے؟" وہ ابھی تک تپ سلگ رہی تھی۔
ل ہنسا۔
فرقان لالہ حویلی میں رہے ہوتے تو تمہاری ان کے آگے دم مارنے کی مجال نہ ہوتی۔"
ہوتا تو وہ ہوتا، وہ ہوتا تو کچھ اور ہوتا۔ مگر ہوا تو نہیں نا؟" وہ یکلخت ہی جذباتی ہو گئی تو بات
تے آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔
زندگی ایک تماشا بن کر رہ گئی ہے۔ وہ تو وہاں بھی اپنی من پسند زندگی گزار کے آئے ہیں
کی اپنے دل کی خواہش پوری کر لیں گے۔ اور میرے جذبات و احساسات کی پرواہ کسی کو

خاموشی چھا گئی۔
خان باہر نکلا تو فرقان خان کو سنجیدہ تاثرات لئے باہر کھڑے پایا۔ اسے دیکھ کر وہ وہیں
لے۔
نے یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟'
کا شکار ہونے لگا۔

●●●●●

حیرت آمیز بے یقینی کا شکار ہوا تھا۔ مریم پھپھو نے بتایا۔
نے خود اس پروپوزل پر حامی بھری ہے۔"

وہ چپ ہو کے انہیں دیکھنے لگا تو اس کا تحیر بھانپتے ہوئے انہوں نے رسانیت سے کہا۔

"کل کو بھی اسے یہی کرنا تھا۔ سو اسے بہتر یہی لگا ہو گا۔ صالحہ بیگم کی تو از حد خواہش تھی کہ زندگی میں اسے دوبارہ ہنستا بستا دیکھیں۔ شاید اسی وجہ سے نگین نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔"

عماد کے ذہن میں انس اور نگین کی چاہت کے کئی رنگ آئے تو اس نے سر جھٹکا، پھر مسکرا کر بو

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے کہ وہ بذاتِ خود فیصلہ کرے۔"

"یہ تو ہے۔" مریم پھپھو نے کہا۔ پھر طمانیت سے بولیں۔

"خدا کا شکر ہے یہ مرحلہ تو بہ خیر و عافیت گزرا۔"

"آگے بھی اللہ بہتر ہی کرے گا۔" عماد نے یقین سے کہا تو وہ بے ساختہ بولیں۔

"انشاء اللہ۔"

"یہ اسی وقت ممکن تھا جب اللہ کی مدد حاصل ہوتی۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

مریم پھپھو نے آنکھ بھر کے اپنے خوبرو بیٹے کو دیکھا۔ اس کا خدا پر اس قدر یقین انہیں بہ تھا۔

اس کے لئے معید کا فون آیا۔ وہ بھی بہت خوش تھا۔ اس نے بھی جوش و خروش سے اسے دی۔

"ایک دکھ انس کے جانے کا ہے عماد! وہ تو ساتھ ساتھ ہی رہے گا۔ مگر تمہارے فیصلے خوشی اور اطمینان دیا ہے کہ نگین کی زندگی کی ناؤ ایک بہترین کنارے پر جا لگی ہے۔"

"بس دعا کرنا یار! میں ثابت قدم رہوں۔ یونہی وسیع القلب رہوں۔" عماد نے عاجزی

"انس تو ایک حقیقت ہے عماد! اور ایک بے حد محبت کرنے والے دلربا سے شخص کو بھولنا نا میں سے ایک ہے۔ ہاں، یہ میں ضرور کہوں گا کہ اگر انس کی نگین کی زندگی میں اپنی جگہ تھی بھی ایک الگ مقام ہو گا۔ ہر رشتے کی اپنی اہمیت ہوتی ہے۔ اور جہاں تک بات ہے تا اور وسیع القلبی کی تو میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم نے محض جذباتیت کی بناء پر اتنا بڑا فیصلہ تمہارے ہر ہر انداز میں مجھے سچائی اور مضبوطی دکھائی دیتی ہے۔ خدا آگے بھی بہتر ہی کر

معید نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔

"آمین۔" عماد دل کی گہرائیوں سے بولا۔ پھر موڈ بدلنے کی خاطر موضوع بھی بدل ڈالا

"تم سناؤ، کب تک رخصتی ہو رہی ہے تمہاری؟"

"میری نہیں، میری بیوی کی۔" معید نے تصحیح کی تو وہ ہنسا۔

"وہی پوچھا ہے ڈفر!"

"پتہ نہیں۔ میں نے انٹرسٹ نہیں لیا اس معاملے میں۔"

وہ بے نیازی سے بولا تو عماد نے قہقہہ لگایا۔

"واللہ ـــــ اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا!" اس کا انداز چھیڑنے والا تھا۔

"تمہیں اتنی بے تابی ہو رہی ہے تو خود پتہ کر لو۔ میں واقعی لاعلم ہوں۔" معید نے اسی انداز میں تو عماد گہری سانس بھرتے ہوئے بولا۔

"ہائے، بے چاری منی۔"

"جب تک شادی نہ ہو جائے تب تک تمہاری ہمدردی خواتین کے ساتھ ہی ہو گی۔ شادی کے نہیں پتہ چلے گا کہ درحقیقت بے چارہ کون ہوتا ہے۔" معید نے کہا تھا۔

عماد ہنسا۔

"تم تو جیسے پہلے تین بھگتائے بیٹھے ہو۔"

"کورٹ میں ہزاروں کیس دیکھ چکا ہوں میرے یار!" معید نے تصحیح کی۔

"بہر حال، بیسٹ آف لک۔ اور کچھ دلچسپی دکھاؤ اس معاملے میں۔ تمہاری بے تابی دیکھ کر بڑی تیزی سے رخصتی کرائیں گی۔"

عماد نے اسے وش کرتے ہوئے مشورہ دیا تو معید کو ہنسی آ گئی۔

"ایک تم اور ایک تمہارے مشورے۔"

"دوست کے لئے تو جان بھی حاضر ہے۔" عماد ڈھٹائی سے بولا تو معید نے بے ساختہ پوچھا۔

"اور کہاں ـــــ؟"

"وہ ایدھی والوں کے لئے ہے۔"

عماد نے برجستہ کہا۔ اور پھر دونوں ہی قہقہہ لگا کے ہنس دیئے۔

●●●●●

ار گئے، انکار گئے، ہم ہار گئے
کھوں سے سب آثار گئے، ہم ہار گئے
ھ یادیں اس کی بیچ سمندر ڈوب گئیں
ھ سپنے رہ اس پار گئے، ہم ہار گئے
منکر رہے ہیں جیت سے بے پرواہ لیکن
ب جیتنا چاہا، ہار گئے، ہم ہار گئے

'معید حسن! میں نے تمہیں پانے سے پہلے ہی کھو دیا۔' وہ صدمے کی گرفت میں تھی۔

'ی تو میں نے تمہیں پانے کی دعائیں مانگنا شروع کی تھیں ـــــ ابھی تو دھڑکنوں نے نام پر سُر بدلنا شروع کیا تھا۔ میں تو تمہیں پانے کی پہلی سیڑھی پر ہی کھڑی تھی معید! تمہیں چا تھا۔ ایسے ہاروں گی، یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔'

ے ایک پل کو بھی خیال نہیں آیا کہ عمر کاظمی واپس آ چکا تھا۔ بس ایک ہی صدمہ کھائے جا رہا تھا ہ معید حسن کو کھو نہ دے۔

ب کیا ہو گا ـــــ؟' اژدھا منہ پھاڑے کھڑا تھا۔

اِک عمر رہے ہیں جیت سے بے پرواہ لیکن
جب جیتنا چاہا، ہار گئے، ہم ہار گئے!!
وہ تکیے میں منہ چھپا کے سسک اُٹھی۔

●●●●●

عماد نے بہت توجہ سے ریسیور اُٹھا کر کان سے لگایا۔
اس کی ساری توجہ سامنے موجود فائل کی طرف تھی۔

''ہیلو——!''

''میں نگین بول رہی ہوں۔'' دوسری طرف سے کوئی بھی تکلف نبھائے بغیر تعارف کرایا گیا تو، تمام تر حسیات سمیت متوجہ ہوا۔

''جی——'' لمحہ بھر کو کچھ سمجھ نہیں آئی کہ آگے سے کیا کہے۔

''میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔''

نگین کی فرمائش نے عماد کو بے حد حیران کیا تھا۔ مگر وہ محتاط انداز میں بولا۔

''او کے—— میں آپ کے گھر آ سکتا ہوں۔''

''نہیں۔'' وہ فی الفور اسے ٹوک گئی۔

''میں گھر میں آپ سے ملنا نہیں چاہتی۔ مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔''

عماد کو لگ رہا تھا کہ بات اتنی سیدھی نہیں جتنی کہ دکھائی دے رہی تھی۔ مد مقابل نہ ہونے کے باوجود وہ اچھی طرح بتا سکتا تھا کہ نگین کا لب ولہجہ بالکل سپاٹ تھا۔ کسی بھی جذبے سے عاری۔

''تو پھر جیسے آپ مناسب سمجھیں۔'' وہ اسی محتاط انداز میں بولا۔

''یہیں—— روڈ پر جو پارک ہے، وہاں کل شام کو پانچ بجے۔''

وہ اسی بے رنگ لہجے میں بولی تھی۔

او کے——'' عماد نے کہا۔

چھوٹا سا پارک تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہاں نگین کو ڈھونڈنا نہیں پڑے گا۔

ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔

اس نے کوئی الوداعی کلمات کہنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔

عماد کئی لمحوں تک ریسیور ہاتھ میں تھامے لایعنی سوچوں میں گم رہا۔

●●●●●

''اپنا خیال کیوں نہیں رکھتیں تم۔ دن بہ دن صحت ڈاؤن ہوتی جا رہی ہے تمہاری۔''

معید نے اسے ڈانٹا تھا۔ اس کا دل بھر آیا۔

''خیال تو رکھتی ہوں۔''

(کیسے پیارے رشتے ہیں میرے نوفل احمد! جنہیں تمہاری شکی طبیعت نے ''مشکوک'' بنا دیا؟

ناک خیال رکھتی ہو؟ فروٹ کی ٹوکری ویسی کی ویسی بھری پڑی ہے۔'' وہ جرح کرنے لگا۔

اُوہ——اب سارا میں تو نہیں کھا جاؤں گی نا۔'' وہ قدرے جھنجلائی تو وہ مسکرایا۔

بے وقوف! کھاؤ گی تو جان بنے گی نا۔''

اچھا ٹھیک ہے۔ کھا لوں گی۔'' وہ بے دلی سے بولی۔ پھر قدرے توجہ سے اسے دیکھا۔

آپ سے ایک بات کہوں؟''

ہوں——'' بے توجہگی سے کہتے ہوئے اس نے اخبار اٹھایا۔

اُوہ——اسے بعد میں چاٹیے گا، پہلے پورے دھیان سے میری بات سنیں۔'' صبا نے اخبار ر پرے رکھا۔

لگتا ہے نوفل کی شکایتیں جمع ہو گئی ہیں کافی۔'' معید ہنستا ہوا بولا۔

کا دل اذیت میں گھرنے لگا۔

ادہ اس کے ذکر سے بچنے کی کوشش کرتی تھی، اتنا ہی بھی بطور خاص اسے یاد کرتے تھے۔

ن ہی کے متعلق بات کرنا چاہتی ہوں۔'' اس نے اپنا دھیان ہٹاتے ہوئے فی الفور کہا تو معید ے پر بل پڑ گئے۔

ب کیا تکلیف ہو گئی ہے اسے؟''

یسے کہتے ہیں؟'' صبا نے ناراضگی سے پوچھا تو وہ برجستہ بولا۔

ہوں کو ایسا ہی کہتے ہیں۔''

پ میری بات کو سنجیدگی سے نہیں لے رہے معید بھائی!''

ں اس کی ہر بات کو سنجیدگی سے ہی لیتا ہوں۔'' وہ قدرے تلخ ہوا۔

بے وقوف ہے معید بھائی! اور کچھ نہیں۔''

ل کا اشارہ اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ اسی لئے اس کی حمایت میں بولی تو نادم سی تھی کہ وہ بھی تو ن میں آ کر معید پر چڑھ دوڑی تھی، ویرا اور اس کے متعلق من گھڑت قصے پر یقین کر کے۔

یا—— دو دن پہلے ان کے والدین آ کر اسے لے گئے تھے۔

ہ زمانہ طالب علمی سے ہی ویرا کی محبت میں مبتلا تھا، اپنی محبت کا تفاخر رکھتے ہوئے بھی ویرا اسے محروم رہا۔ کیونکہ ویرا کا دل فراز کے لئے دھڑکتا تھا۔ وہ فراز جس نے شادی کے بعد کے لئے بھی اسے کوئی خوشی نہیں دی تھی۔ ویرا کے والدین اسد کی شرافت، کردار اور جاب تھے۔ مگر ویرا کی آنکھوں پہ خوش رنگ خوابوں اور وعدوں کی ایسی پٹی بندھی کہ گھر والوں سے کے فراز سے شادی کر بیٹھی۔ والدین، بھائی بہن سے شادی والے دن ہی ناتا ٹوٹ گیا۔ کے والدین بھی اس شادی سے خوش نہیں تھے۔ رفتہ رفتہ فراز بھی انہی کی طرف لوٹ گیا۔ ں آ کر وہ ویرا کو اپنے ساتھ منتقی کئے ہوئے تھا۔ وہ تو اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس رات ل گیا اور آج وہ مستقبل کے ہر خوف، خدشے سے بے نیاز اپنے والدین کے ہمراہ رہ رہی

تھی۔ اور معید اسے اسد کے لئے کونس کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ ندامت کے مارے اس کا سامنا کرنے سے بھی انکاری تھی۔

بہر حال ——

"وہ چار ایسے بے وقوف اور ہو جائیں تو دنیا کا پتہ نہیں کیا حال ہو۔" معید نے گہری سانس بھری۔

"اچھا، اب بس کریں نا۔ وہ شرمندہ ہے اپنی حرکت سے۔" صبا نے اسے یقین دلایا تو معید تیوری چڑھائی۔

"حرکت —— یا حرکات پر؟"

"اوفوہ —— کہا نا، وہ شرمندہ ہے۔" صبا نے تنگ کر کہا۔ پھر بولی۔ "اچھا، اس کی طرف سے میں سوری کر لیتی ہوں۔"

"تم کیوں؟ —— اپنی غلطیاں انسان کو خود سدھارنا چاہئیں۔" وہ بے اعتنائی سے بولا تو صبا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"آپ کب سے اتنے کینہ پرور ہو گئے؟"

"جب سے "وہ" ہمارے ہو گئے۔" وہ برجستہ بولا تو صبا کو ہنسی آ گئی۔

"میں اسے اتنی آسانی سے معاف نہیں کروں گا۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"بہر حال —— اب تو شادی کی ڈیٹ فکس ہونے لگی ہے۔ پلیز، کوئی شوشہ مت چھوڑیے۔" صبا نے منت بھرے انداز میں کہا۔

"ذرا "اُدھر" کے خیالات بھی معلوم کر لینا۔ ہو سکتا ہے کہ "شوشے" والی شکایت تمہیں وہیں پیدا ہو۔" معید کے انداز میں طنز تھا۔

"وہاں کے خیالات و حالات آپ کو کیا بتائیں۔ اُدھر تو دنیا ہی بدلی ہوئی ہے۔" صبا نے سانس کھینچی تھی۔ مگر معید متاثر نہیں ہوا۔

عمر کاظمی کی کال خود اس نے ریسیو کی تھی۔ بلکہ ضحیٰ کے تاثرات بھی ملاحظہ کئے تھے۔ وہ کیسے کی بے گناہی کا یقین کر لیتا۔

"تم اس معاملے سے الگ ہی رہو صبا! اسے اس کی بے وقوفی کی سزا دینا ضروری ہے۔ ورنہ یونہی زندگی کو مذاق بنائے رکھے گی۔"

معید نے بے لچک لہجے میں کہا تو صبا اسے دیکھ کے رہ گئی۔

●●●●●

ادینہ کی کال ریسیو کرتے ہوئے وہ ہچکچا سا گیا۔ مگر اس سے بات کرتے ہوئے عماد کو اندازہ ہوا کہ شاید وہ پچھلی ساری باتیں بھول گئی تھی۔

مگر جب تھوڑی دیر کے بعد اس نے عماد کو لنچ کرانے کا کہا تو اسے اپنے پہلے اندازے کا

...اس ہوا۔

...کچھ نئی ادینہ! میں تھوڑا بزی ہوں۔" وہ فوراً محتاط ہوا۔

...کم آن عماد! —— بہانے مت بناؤ۔ اور یہ بتاؤ کہ میں کس رنگ کا سوٹ پہن کے آؤں؟"

...بہت لاڈ سے بولی تو عماد کا دماغ چکرا گیا۔ ایسی باتیں تو انہوں نے اپنی دوستی کے زمانے میں ...ہی کی تھیں۔

...میں نہیں آ سکتا ادینہ! —— کام کا بوجھ بہت زیادہ ہے۔ مجھے تو سر کھجانے کی بھی فرصت ..." اس نے صاف صاف بات کرنے کی ٹھانی۔

"کام مجھ سے بڑھ کے کیا ہے؟" وہ ابھی بھی اسی موڈ میں تھی۔

...اد کوفت کا شکار ہوا۔

...ادینہ پلیز! —— دوستی کو دوستی ہی رہنے دو۔ اسے کوئی اور نام دینے کی کوشش مت کرو۔"

...ناگواری سے کہنے پر ادینہ چند ثانیوں کے لئے چپ رہ گئی۔ شاید وہ عماد سے اس انداز کی ...ہیں کر رہی تھی۔

...مت بھولو عماد! کہ ہم دونوں بہت قریب رہ چکے ہیں۔" کچھ وقفے کے بعد وہ عجیب سے لہجے ...لی تو عماد کو حقیقتاً جھٹکا لگا۔

...ان کے اس جملے کے کئی مطلب نکلتے تھے جو اس نے یا تو بنا سوچے سمجھے کہہ دیا تھا یا پھر اس نے ...کو اپنی مرضی کا رنگ دینے کی کوشش کی تھی۔

...میری بات سنو ادینہ......!"

...سنجیدگی سے کہنے لگا تھا کہ ادینہ تند و تیز لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔

"تم میری بات سنو عماد! —— میں کوئی بچی نہیں ہوں جسے تم اپنی باتوں کی میٹھی گولیاں دے کر ...گے۔ یہ میری پوری زندگی کا معاملہ ہے، جسے میں اپنی مرضی اور خوشی سے طے کرنا چاہتی ...میں نے تمہیں اپنے لئے چنا ہے تو تمہیں میرا ہی ہونا چاہئے۔ بھول جاؤ نگین کو۔ یہ سوچو کہ وہ ...ے بھائی کی بیوہ ہے۔ اس سے تمہارا بہت مقدس رشتہ ہے......"

...شٹ اپ ادینہ! —— شٹ اپ۔"

...ائی برداشت جواب دینے لگی تو وہ تپے ہوئے انداز میں بولا۔

...ہا —— مجھے شٹ اپ کہہ دینے سے دنیا والے تو شٹ اپ نہیں ہو جائیں گے نا۔" وہ تمسخر ...یا ہوئی۔

...میں تم سے اس بلکہ کسی بھی معاملے پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ تمہاری مہربانی ہو گی اگر تم ...مجھے فون نہ کرو۔"

...اس نے غصے سے بھرے لہجے میں کہا تو وہ ڈھٹائی سے بولی۔

...میں تمہیں فون کروں گی۔ بلکہ آفس میں بھی آؤں گی عماد! تم مجھے نہیں روک سکتے۔ میں اتنی

آسانی سے تمہیں اپنے خوابوں کو روندنے نہیں دوں گی۔"

عماد کو اس کی بے حیائی پر حیرت ہوئی۔

"شرم کرو ادینہ! اور یہ سوچو کہ تمہارا تعلق کس گھرانے سے ہے۔" اس کی سمجھ میں نہیں آیا ادینہ کو کس طرح شرمندہ کرے۔

"اپنی زندگی کو اچھی طریقے سے گزارنے کا حق ہر کسی کے پاس ہوتا ہے۔ اور میں اس حق اچھی طرح استعمال کرنا جانتی ہوں۔" وہ اپنی بات پر جمی ہوئی تھی۔

"میرا تم سے یا تمہاری زندگی سے کوئی تعلق نہیں ادینہ! اور تمہاری مہربانی ہوگی اگر تم اپنی زند سے عماد نامی شخص کو نکال دو۔" عماد نے تلخی سے کہا تھا۔

"کبھی نہیں —— پہلے تو میں لاعلمی میں ہاری تھی۔ اس بار میں یہ دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ میرے تھے اور میرے ہی رہو گے۔"

وہ ہذیان بکنے لگی۔ تب عماد نے اس سے بحث عبث جان کر ریسیور رکھ دیا۔

اس کا دماغ خراب ہو کے رہ گیا تھا۔

'یا خدا! —— یہ لڑکی ہے کیا جسے اپنی نسوانیت کا بھی احساس نہیں۔'

نہ کوئی وعدہ نہ مستقبل کے رنگین خواب۔

جانے کس بنیاد پر وہ اس قدر دھونس جما رہی تھی۔

عماد نے گہری سانس لے کر خود کو ریلیکس کرنے کی کوشش کی۔ مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ صور حال کافی بگڑ گئی تھی۔ جس گھر سے وہ اتنا معتبر رشتہ جوڑنے جا رہا تھا، وہاں اس کی پوزیشن کمز رہی تھی۔

ادینہ اتنی گراوٹ کا مظاہرہ کرے گی، اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

اپنے ذہن کو پراگندہ ہونے سے بچانے کے لئے وہ تگین سے آج شام کو ہونے والی ملا کے متعلق سوچنے لگا۔ جس کی پریشانی بھی بہرحال ساتھ ساتھ ہی تھی۔

●●●●●

چچی جان نے کمرے کی لائٹ جلائی تو ضحیٰ نے بے اختیار روشنی سے بچنے کے لئے آنکھو بازو رکھ لیا۔

"یہ دیکھو، نالائق اولاد۔ ہانڈی روٹی کا ٹائم ہو رہا ہے اور یہ منہ سر لپیٹ کے پڑی ہے۔"

وہ شروع ہوئیں۔

"لائٹ تو آف کر دیں امی!" ضحیٰ منمنائی تو انہیں اور غصہ آیا۔

"شرم کرو ضحیٰ! شرم کرو —— بیچ میں ہی سسرال ہے تمہاری۔ بھابی کیا سوچتی ہوں گی۔ سنبھالا تو ایسے کہ دن میں بیسیوں ڈشیں پک رہی ہیں۔ اور اب کمرہ ایسے سنبھالا ہے کہ جا سے بھی جاتی رہی ہو۔"

"تائی جان بہت اچھی ہیں۔ وہ ایسا ویسا کچھ نہیں سوچتیں۔" ضحیٰ نے کہا تو وہ تپ گئیں۔

"ہاں —— ایک تمہاری ماں ہی بری ہے 'ایسا ویسا' سوچنے والی۔"

"اُفوہ —— باہر سے ہی اتنا برا موڈ لے کے آ رہی ہیں یا میری شکل دیکھ کے یہ حال ہو رہا؟" وہ تنگ آ کے اُٹھ بیٹھی۔

ان کا موڈ کچھ بدلا۔

"باہر سے تو میں بہت اچھے موڈ میں آئی تھی۔" وہ مسکرائیں پھر اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

"پتہ ہے، تمہاری رخصتی کی تاریخ طے ہو گئی ہے۔" انہوں نے بڑی مسرت سے دھماکا کیا تو اس کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"صرف دو ماہ ہیں بیچ میں۔ جہیز والی تو کوئی بات نہیں، پھر بھی تیاری تو کرنی ہے نا۔ زیور سارا ہے۔ بس کپڑے جوتے لے لینا اپنی پسند سے۔"

وہ کہہ رہی تھیں اور ضحیٰ بے یقینی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"کس نے طے کی ہے تاریخ؟" اس نے ہوش میں آتے ہوئے پوچھا تو چچی جان نے شادی کی ری' بھول کے اسے گھورا۔

"کیا مطلب کس نے؟ گھر کے بڑوں نے طے کی ہے، اور کون کرے گا؟"

"اور معید؟ —— اس سے نہیں پوچھا؟" سوال کرتے ہوئے اس کا دل ڈوب سا گیا۔

"ارے، اسے کیا کہنا تھا بھلا۔ اب نکاح ہوا ہے تو رخصتی بھی ہو گی نا۔" چچی جان نے اسے اس بے وقوفی پر گھورا۔

مگر ضحیٰ مطمئن نہیں ہوئی۔

اسے آج کی تاریخ اچھی طرح یاد تھی۔

آج عمر کاظمی آ رہا تھا۔

وہ عمر کاظمی جو کبھی ضحیٰ میر کا خواب، اس کا دل، اس کی دھڑکن ہوا کرتا تھا۔

بہت پرانا قصہ تو نہیں تھا، محض ڈیڑھ سال پرانی بات تھی۔

مگر آج —— ؟

اس نے کان رکھ کے سنا۔

دل کی ہر دھڑکن معید حسن کا نام پکار رہی تھی۔

"شرم کرو۔ اور اب اچھی طرح سے گھر کی ذمہ داری سنبھال لو۔ صرف کچن ہی کا کام تو ہے، وہ بے چاری صبا نے سنبھالا ہوا ہے۔ کل کو وہ گھر چلی گئی تو پھر بھی تو تمہی کو سنبھالنا ہے نا۔ میری مت کٹوانا۔" چچی جان کا لیکچر جاری تھا۔

اور وہ سر جھکائے ہاتھوں کو گھورتی اپنے سود و زیاں کی پڑتال کر رہی تھی۔

جانے کب، کیسے، کہاں معید حسن اس کی دھڑکنوں میں بس گیا تھا۔

جانے کب وہ نگاہوں کو اچھا لگا اور دل میں اتر گیا یوں کہ اس نے منحیٰ سے اجازت لینا بھی گوارا نہیں کی۔ اور اب تو یہ حال تھا کہ اسے عمر کاظمی کی واپسی نہیں بلکہ معید حسن کے موڈ کی فکر تھی۔

'کیوں بے وقوفیاں کرتی رہی میں۔ خدا نے معید حسن کو میرا نصیب بنا ہی دیا تھا تو اس نصیب پہ سیاہی کیوں پھیر لی میں نے۔ جتنی آسانی سے وہ مجھے ملا تھا، اتنی ہی آسانی سے میں نے اسے کھو بھی دیا۔ یا خدا! اس زیاں کا کفارہ ہے کوئی؟'

'کوئی نہیں۔'

اس کا رواں رواں پکارا تھا۔

'محض اس سے پیچھا چھڑانے کے لئے میں عمر کاظمی کی آڑ لیتی رہی اور وہ سچ مچ آ پہنچا۔'

'یا اللہ! ـــــ ایسا خوشگوار معجزہ میرے ساتھ ہی ہونا تھا۔'

مگر کیا، کیا جاتا کہ منحیٰ صاحبہ پر تو یہ مصرعہ فٹ آتا تھا کہ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔ وہ اپنی قسمت کا تالا اپنے ہاتھوں بند کر بیٹھی تھی۔

"یہ کیا گیم کھیل رہے ہو شموئیل خان؟"

اس کے کمرے میں آتے ہوئے تیز لہجے میں بولی تو وہ ٹی وی اسکرین پر سے نظر ہٹا کے اسے لگا۔ مگر منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"پہلے تو تمہارا بھائی ایک لڑکی سے شادی کرنے سے انکار کرتا ہے تو پھر اب اس کے یہاں کا کیا مطلب؟ ـــــ وہ اکیلی کیا میری زندگی اجیرن کرنے کو کافی نہیں تھی جو یہ چلتی پھرتی گھر میں آ گئی ہے؟" وہ ہانپنے لگی۔

"کیا ٹینشن ہے تمہیں؟" شموئیل نے اطمینان سے پوچھا تو وہ چیخی۔

"وہ شخص جس کی وجہ سے ہماری زندگی کا پانسہ ہی پلٹ گیا وہ ٹینشن نہیں تو اور کیا ہے؟"

"تمہیں ویسے ہی ٹینشن لینے کی عادت ہے، اور کچھ نہیں۔" آرام سے کہنے کے بعد وہ پھر سے ین دیکھنے لگا تو وہ سرتاپا جل اٹھی۔

نی وہ یونہی جل کڑھ رہی تھی۔ اور اس بات کی اس کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں تھی۔

ہ تیزی سے آگے بڑھی تا کہ ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آف کر سکے۔ مگر اسی پھرتی سے شموئیل نے ہاتھ تھام لیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" ناگواری سے پوچھا تو وہ اس کے ہاتھ کو ہلکا سا جھٹکا دے کر بولا۔

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"تم توجہ سے میری بات کیوں نہیں سن رہے؟" وہ غصے سے بولی۔

"کیوں بھئی ـــــ تم کیا میری بیوی لگی ہوئی ہو؟" شموئیل نے تمسخر اڑانے والے انداز میں وہ سلگ اٹھی۔

اگر تم سوچ رہے ہو کہ میں اتنی آسانی سے تمہاری جان چھوڑ دوں گی اور تم دوسری کے ساتھ تے پھرو گے تو تم غلط ہو شموئیل خان! میں تمہارا حشر کر دوں گی۔"

جو منہ میں آیا، بول گئی۔

وئیل نے اس کا ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ انتہائی قریب تھی۔

لو ـــــ کیا حشر کرنا ہے؟ ـــــ کر لو۔"

لے نے خشمگیں نظروں سے اسے دیکھا تو وہ معصومیت سے بولا۔

"کیا اب تمہیں اس چہرے پر پیار نہیں آتا؟"

لمحوں میں اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھا تھا۔ اسے شموئیل کی معصومیت اور سادگی یاد آنے

وہ شموئیل خان، جس پر وہ مرا کرتی تھی ——— جو اُس کا رانجھا تھا ——— جس کی وہ ہیر تھی۔

"تم بہت برے ہو شموئیل خان ———؟" وہ اس کی بانہوں میں سمٹنے لگی۔

"ہاں ———" شموئیل خان نے اس کے بالوں میں منہ چھپاتے ہوئے اعتراف کیا۔

مگر اس پل وہاں محبت کی دیوی تھی۔ سو بدگمانیاں منہ چھپائے وہاں سے اڑنچھو ہو گئیں۔

●●●●●

اُسے ٹیرس پر دھوپ میں بیٹھے دیکھ کر وہ وہیں سے چلا آیا۔

ضحیٰ نے اسے سامنے پایا تو دل دھک سے رہ گیا۔ وہ بہت بگڑے ہوئے موڈ میں لگ رہا تھا

"یہ کیا گیم کھیل رہی ہو تم؟ ——— شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے اور ابھی تک تم کوئی فیصلہ نہیں کر پائیں؟"

ضحیٰ منہ اٹھائے اسے دیکھے گئی۔

"میں تمہیں اس طرح گھر والوں کی عزت سے کھیلنے نہیں دوں گا ضحیٰ! جو فیصلہ کرنا ہے، ا لو۔" وہ غصے میں تھا۔

ضحیٰ کی انا انگڑائی لے کے بیدار ہوئی۔

"ذرا دھیان سے بات کریں مسٹر معید حسن!" وہ پھنکاری۔ "میں بھی اسی عزت دار گھرانے تعلق رکھتی ہوں اور مجھے اپنی عزت کو سنبھالنا خوب آتا ہے۔"

معید سنبھلا۔ مگر اس کا لہجہ ابھی بھی شعلہ فشاں تھا۔

"میں جلد از جلد تمہارا فیصلہ چاہتا ہوں اور بس۔"

"کیوں؟ ——— اتنی جلدی کیا ہے؟ اب تو ویرا بھی چلی گئی ہے اپنے مسٹر رائٹ کے سا

ضحیٰ کا موڈ یکایک بدلا تھا۔

"مگر کوئی اور بھی ہے جس کا میں مسٹر رائٹ ہوں اور جو میرے انتظار میں ہے۔ مجھے د میں مانگ رہی ہے۔ اور میں دیر نہیں چاہتا۔" وہ بے رُخی سے بولا تو ضحیٰ دل تھام کے رہ گئی۔

وہ تو ویرا بھی تھی۔ پھر یہ کون؟

"تو جائیں، جا کے فیصلہ کر لیں اور گھر والوں کو سنا دیں۔" وہ تڑخی تھی۔

"فیصلہ تم کرو گی۔ کیونکہ تم اپنی زندگی کا کوئی اور فیصلہ کرنا چاہتی ہو۔"

"میرے شانے پہ رکھ کے بندوق مت چلائیں۔"

"دل تو چاہتا ہے سیدھا نشانہ لے لوں۔" وہ سلگا تھا۔

ضحیٰ کو مزہ آنے لگا۔

واہ ——— معید حسن کو تگنی کا ناچ نچانا کتنا آسان نکلا تھا۔

وہ اپنی زبان سے پھر جاتی۔ کوئی فیصلہ نہ کرتی تو وہ کیا کر لیتا۔

آہا ——— ضحیٰ کو ہنسی آئی۔

"یہ بہادری جا کے تایا جان کے سامنے دکھائیں۔ ہو سکتا ہے وہ آپ کی پسندیدہ لڑکی کے ہاں بارات لے جانے پر راضی ہو ہی جائیں۔"

"شٹ اپ!" معید کو مزید غصہ آیا تھا اور ضحیٰ کو مزہ۔

"آخر تم چاہتی کیا ہو؟ ——— عمر کاظمی آ گیا ہے۔ اب اپنی زندگی کے لئے کوئی فیصلہ کر لو۔"

"میرا جب جی چاہے گا، میں فیصلہ کر لوں گی۔ آپ کو کیا مسئلہ ہے؟" اس نے تنک کر پوچھا۔

معید کا جی چاہا اسے ایک ہاتھ جڑ دے۔

"بات صاف اور کھری ہے۔ ابھی تم اپنے ماں باپ کے گھر میں ہو تو جو چاہے فیصلہ کر سکتی ہو۔ رُخصتی کے بعد میں تمہاری کوئی بکواس نہیں سنوں گا۔" اس کی رنگت سرخ ہو رہی تھی۔

ضحیٰ نے لاپرواہی سے شانے اچکائے۔

"میں نے مستقبل کی پرواہ کرنا چھوڑ دی ہے۔ جو ہو گا، دیکھا جائے گا۔"

"تم عمر کاظمی سے نہیں ملو گی جب تک تم میرے نکاح میں ہو۔"

وہ دانت کچکچا کر بولا تو ضحیٰ سنجیدہ ہو گئی۔

"اتنی عقل ہے مجھ میں۔"

"اور اسے بھی سمجھا دینا، میں اس کا فون کرنا بھی پسند نہیں کروں گا۔"

"بہتر۔" ضحیٰ نے سعادت مندی دکھائی تو وہ سلگ اٹھا۔

"اداکاری بہت اچھی آتی ہے تمہیں۔"

"کبھی یہی ڈائیلاگ میں آپ کے لئے بولا کرتی تھی۔ وقت وقت کی بات ہے۔"

ضحیٰ نے گہری سانس بھری۔ معید حسن "انتہائی" کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس خیال ہی نے اسے ہلکا پھلکا اور چنچل کر دیا تھا۔

"اب جو بھی فیصلہ کرنا ہے، مجھ ہی کو کرنا ہے۔ اور مجھے کیا کرنا ہے وہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" وہ مسکرا رہی تھی۔ وہ بہ مشکل اپنے غصے پر قابو پاتا وہاں سے چلا گیا۔

●●●●●

"بات سنو پلوشے!"

وہ انہیں دیکھتے ہی وہاں سے ہٹنے لگی تھی جب فرقان خان نے اسے روک لیا۔ اور حیرت کی بات تھی کہ وہ رک بھی گئی۔

یہ وہ لب و لہجہ، وہ آواز تھی جس کا وہ سالوں سے انتظار کر رہی تھی۔ آج اس لہجے نے اسے پکارا تو اس کے قدم ہلنے سے انکاری ہو گئے۔

کتنی خوبصورتی سے وہ اس کا نام پکارتا تھا۔

"بیٹھو ـــــ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔"

فرقان خان نے صوفے کی طرف اشارہ کیا تو وہ مشینی انداز میں صوفے پر ٹک گئی۔

ان کا حوصلہ بڑھا۔ چند ثانیوں تک جیسے سر جھکا کر انہوں نے الفاظ جمع کیے۔

"دیکھو، میں تم سے نہ تو جھوٹ بولنا چاہتا ہوں اور نہ ہی تمہاری کسی مجبوری سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ اس لئے شموئیل کی بجائے میں تم سے فیصلہ مانگ رہا ہوں۔ میں نے کسی مجبوری میں نہیں بلکہ ماریانا کی محبت میں مبتلا ہو کر اس سے شادی کی تھی۔ یہ الگ بات کہ وہ بے وفا نکلی۔ اس وقت میں نے واقعی تمہارے متعلق نہیں سوچا۔ بعد میں بھی نہیں۔ لیکن بابا جان، شموئیل کی زندگی کا ایسا فیصلہ کریں گے، میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ باقی کی تمام صورت حال شموئیل تمہیں بتا ہی چکا ہے۔"

"میں کھلونا نہیں ہوں خان!" پلوشے تڑپ کر بولی۔ اس کی خوب صورت آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تھے۔

"میں نے ـــــ بلکہ ہم نے کبھی ایسا نہیں سوچا پلوشے! ـــــ تم میرے متعلق مت سوچو، صرف اپنی بات کرو۔ تم یہ مت سوچو کہ شموئیل سے الگ ہو کے تمہیں مجھ سے تعلق جوڑنا پڑے گا۔ بلکہ یہ سوچ کے فیصلہ کرو کہ شموئیل سے الگ ہو کے تمہیں ایک بہتر زندگی کی طرف بڑھنا ہے۔ چار دیواری میں قید نہیں ہو جانا۔ زندگی کی تمام خوشیاں سمیٹنی ہیں جن پہ تمہارا حق ہے۔"

فرقان نے اسے حوصلہ دیا تو وہ رونے لگی۔

"میری بات پہ ٹھنڈے ذہن سے غور کرو پلوشے!" فرقان کو تاسف ہوا۔

اندر داخل ہوتی ژالے نے ایک منٹ میں نتیجہ اخذ کیا تھا۔

"کیا بات ہے؟ ـــــ کیوں رُلا رہے ہیں اسے؟"

وہ تیزی سے بولتی قریب آئی تو سٹپٹا گئی۔

"یہ زندہ ہے، برداشت نہیں ہو رہا آپ سے؟ یا پھر ڈرا دھمکا رہے ہیں؟" اس کے لب و لہجے کی تیزی کم نہیں ہوئی تھی۔

فرقان خان آفریدی کنفیوژ ہوئے۔ وہ ابھی اپنی صفائی پیش کرنے کے متعلق سوچ ہی رہے تھے کہ پلوشے بول اُٹھی۔

"آپ اس معاملے سے الگ ہی رہیں۔"

"ارے ـــــ" ژالے مارے تحیر کے اسے دیکھنے لگی۔

آنکھیں خشک کرتی وہ کہیں سے بھی ڈری سہمی نہیں لگ رہی تھی۔

"میں تمہاری ہمدردی میں کہہ رہی ہوں اور تم......" ژالے کو غصہ آیا۔

"آپ کو کہاں سے لگا کہ میں قابل ہمدردی ہوں؟" یہ تو کوئی اور ہی پلوشے تھی۔

"وہاٹ دا ہیل ـــــ" ژالے انہیں گھورتی، پاؤں پٹختی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ جوتے اُتار کے اِدھر اُدھر پھینک کر وہ بیڈ پر دراز ہو گئی۔ ذہن ابھی تک فرقان اور پلوشے میں اٹکا ہوا تھا۔

رات شموئیل خان بہت استحقاق سے اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ ژالے کے حوصلہ افزا رویے نے بیچ موجود فاصلے ختم تو نہیں کیے مگر کم ضرور کر دیے تھے۔

"کیا بات ہے؟" وہ کپڑے چینج کر کے آیا تو وہ اسی پوزیشن میں لیٹی تھی۔

"یہ اس گھر میں کیا ڈرامے چل رہے ہیں شموئیل خان؟" وہ تلخی سے پوچھنے لگی۔

شموئیل خان ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اب کیا ہو گیا؟"

"تمہاری بیوی کو تمہارا بھائی ورغلا رہا ہے۔" اپنے تئیں اس نے دھماکا کیا تھا مگر وہ کوئی بھی ردعمل ظاہر کیے بغیر اپنی جگہ پر آ لیٹا۔

"تو ـــــ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے۔"

ژالے متحیر سا اسے دیکھنے لگی۔

یہ کیسا خان تھا ـــــ اس قدر ٹھنڈا خون، سرد رویہ۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ ـــــ یعنی تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا؟"

"نہیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہتا اسے بحر تحیر میں دھکیل گیا۔

"یا اللہ! ـــــ کیا پزل ہے یہ ـــــ" وہ کوفت کا شکار ہونے لگی۔

"تم اس معاملے میں اپنا دماغ خرچ نہ کرو۔" شموئیل نے مشورہ دیا۔

"تمہیں ذرا بھی احساس نہیں کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔ پلوشے اور تمہارے لالہ کے بیچ ابھی بھی کچھ ہے۔"

وہ اپنی بات پر زور دے کر بولی تو شموئیل نے اطمینان سے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

"آئی ہیٹ یو شموئیل خان!"

چند لمحے اسے گھورنے کے بعد وہ پھر سے اپنی جگہ پر لیٹ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد اسے اپنے بالوں میں شموئیل کی انگلیوں کی سرسراہٹ محسوس ہوئی تھی۔

وہ ناراضگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"ایسی ظالم نظروں سے نہ دیکھو۔ بندہ جان سے بھی جا سکتا ہے۔" وہ شرارت سے بولا۔

ژالے بے بس ہونے لگی۔

"یہ سب کیا ہے شموئیل؟"

"محبت ہے جانم! ـــــ صرف محبت۔"

وہ اس کے قریب ہوا تو ژالے سب کچھ بھولنے لگی۔

●●●●●

وہ سیدھا صبا کے کمرے میں جا پہنچا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پہ وہ پلٹی۔ سر پہ اور چہرے کے گرد لپٹا سفید دوپٹہ گواہ تھا کہ وہ ابھی نماز سے فارغ ہوئی ہے۔ جائے نماز ابھی اس کے ہاتھ میں تھا جسے شاید وہ تہہ کر رہی تھی۔

اسے دیکھ کے صبا نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا تھا۔ نوفل شرمسار سا اس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

''مجھے معاف کر دو صبا! میں اپنے کیئے پر بہت شرمسار ہوں۔'' وہ نادم تھا۔ مگر صبا گہری خاموشی کے ساتھ اسے دیکھتی رہی۔

''تمہارے چہرے سے جھلکتا نور، تمہاری آنکھوں سے جھلکتی پاکیزگی گواہ ہے صبا! کہ تم میری وفادار رہی ہو۔ نہ پہلے اور نہ اب تمہارے کردار میں کوئی سقم ہے۔ میں تم پر کیچڑ اچھال کے گناہ گار ہوا ہوں صبا! مجھے تم سے صرف معافی کی طلب ہے۔ مجھے معاف کر دو صبا! تاکہ مجھے چین آ جائے میرے ضمیر کی ملامت ختم ہو جائے۔'' وہ گڑگڑانے لگا۔

صبا چپ تھی۔

اس کے چہرے کے گرد روشنی سی دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے کردار کی، اس کی نیک طبع کی۔

نوفل کی طرف دیکھے بغیر اس نے جائے نماز تپائی پر رکھا اور یونہی چلتی ہوئی جا کے اپنے بستر لیٹ گئی۔

''صبا پلیز! مجھے یوں مت دھتکارو۔ معاف کر دو مجھے۔'' وہ رونے کو ہو گیا۔

''مجھ سے نہیں، اپنے خدا سے معافی مانگو نوفل احمد! کہ تم نے بنا تصدیق کے ایک باکردار عورت پر بدکرداری کا الزام لگایا ہے۔ اور تم جیسوں کے لئے ہی سخت وعید سنائی گئی ہے۔''

نوفل نے اس کا سرد و سپاٹ لہجہ سنا تو وہ بے قرار سا اس کی طرف بڑھا۔ وہ آنکھیں بند کر چت لیٹ گئی تھی۔

نوفل کے دل کو کچھ ہونے لگا۔ وہ اس پہ جھکا۔

''صبا ۔۔۔۔۔!'' بے چینی سے اسے پکارا۔ مگر وہ جیسے گہری نیند میں تھی۔

نوفل نے گھبرا کر اسے جھنجھوڑا تو اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا ۔۔۔۔۔ نوفل کرنٹ کھا کے ہٹا اور پھٹی پھٹی نظروں سے صبا کے بے جان وجود کو دیکھنے لگا۔

●●●●●

عمر کاظمی کا فون آیا تو شومئی قسمت اسی نے ریسیو کیا۔ وہ کھانے سے فارغ ہو کے سب سے اٹھی تھی اسی لئے قسمت کام کر گئی۔

''کیسی ہو ضحیٰ؟'' اس کا لب و لہجہ بہت فریش تھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' ضحیٰ کے انداز میں کوئی گرم جوشی نہیں تھی۔ یوں جیسے کسی عام ملنے والے بات چیت ہو رہی ہو۔

''میں تم سے ملنا چاہتا ہوں ضحیٰ! ۔۔۔۔۔ میں بہت شرمندہ ہوں۔ بہت جلد بازی کی میں خلوص کے لوگوں میں یہی ایک خامی ہوتی ہے۔ میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ باہر جا کے اتنی

مسائل کے حل کا سبب لگ جائے گا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ مجھے تمہارے ساتھ ایسا نہیں کرنا تھا۔ آئی ایم ریئلی ویری سوری ضحیٰ!''

وہ شرمسار تھا اور ضحیٰ اکتائی ہوئی۔

''کوئی بات نہیں عمر! ڈونٹ وری۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میں نے تمہاری کسی بات، کسی عمل کو نہیں لیا۔''

''تم سچ کہہ رہی ہو ضحیٰ میر! یا میرا دل رکھنے کو؟''

وہ بے یقین ہوا تو ضحیٰ رہ نہیں پائی۔ تلخی سے بولی۔

''جاتے ہوئے تم سارے سلسلے ختم کر گئے تھے عمر کاظمی! میں نے بہت برداشت کیا خود پر۔ اور ایک نئی ضحیٰ نے جنم لیا۔ محبت پہ جس کا یقین نہیں رہا تھا۔ محبت کے لفظ سے ہی جسے کراہت محسوس تھی۔ مگر پھر کوئی اس کی زندگی میں آیا جس کے ہونے سے بہاروں کو ثبات ہے۔ جس کے لہجے زندگی بولتی ہے۔ جس کے ہر انداز سے خود بخود محبت ہوئی جاتی ہے۔''

''تم ۔۔۔۔۔ ضحیٰ! تم ۔۔۔۔۔'' وہ گڑبڑا سا گیا۔

''ہاں عمر! ۔۔۔۔۔ میرا نکاح ہو چکا ہے۔ میرے کزن ہیں، معید حسن۔ اور الحمدللہ میں بے حد اور مطمئن ہوں۔''

وہ اطمینان سے بولی تو چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد لائن کٹ گئی۔

وہ ریسیور ڈال کر ہاتھ جوڑ کر اٹھی۔

''کس کا فون تھا؟'' معید اس کے سر پر ہی کھڑا تھا۔

''آپ ہر وقت خدائی فوجدار کیوں بنے رہتے ہیں؟'' تنک کر پوچھا تو معید نے غصے سے کہا۔

''جب میں نے اسے یہاں فون کرنے سے منع کیا تھا تو پھر یہ ۔۔۔۔۔؟''

''اوہو ۔۔۔۔۔ تو ہو گیا ہے۔ یہ سب تو آپ طے کر چکے ہیں۔ پھر اب۔''

وہ لاپرواہی سے کہتی اس کے پاس سے گزرنے لگی تھی کہ معید نے اس کی کلائی پکڑ کر جھٹکا دیا۔

''شٹ اپ! ۔۔۔۔۔ اور میری بات غور سے سنو۔'' وہ سلگ کر بولا۔ ''تم میری منکوحہ ہو۔ جان مار ڈالوں گا اگر پھر سے کوئی ایسی بات دیکھی میں نے۔''

اس کی سانسوں کی تپش ضحیٰ کو اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی۔

یااللہ ۔۔۔۔۔ اتنی قربت۔

وہ مبہوت ہی اس کو دیکھے گئی۔

کتنا اچھا لگ رہا تھا اس کا ڈانٹنا۔ یوں استحقاق سے بات کرنا۔

''اور خود جو محبوبہ پال رکھی ہے آپ نے، اس کا کیا؟'' آنکھیں پٹپٹا کر پوچھا تو وہ جھلا گیا۔

''شٹ اپ ضحیٰ ۔۔۔۔۔''

ضحیٰ کا دل اس انداز تخاطب پر جھوم اٹھا۔ کتنی اپنائیت سے بلا رہا تھا وہ۔

"خود ہی تو بتایا تھا آپ نے۔" منحیٰ نے احتیاط سے کلائی چھڑائی اور پیچھے ہٹ گئی۔

"بکواس کی تھی میں نے۔ اور اس شخص کو یہاں فون کرنے سے منع کر دو۔ ورنہ انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔" وہ یونہی جھلاہٹ سے کہتا چلا گیا تو منحیٰ ہنس دی۔

●●●●●

عماد پارک میں پہنچا تو شام کے سائے بڑھ رہے تھے۔ جلد ہی نگین اسے ایک طرف بینچ پر بیٹھی دکھائی دے گئی۔

سفید اور سیاہ لباس میں وہ بے حد کمزور دکھائی دے رہی تھی۔

اس کا دل تاسف سے بھرنے لگا۔

"السلام علیکم!" عماد نے قریب جا کر کہا۔ جواباً وہ کچھ بولے بغیر بس سیدھا سامنے دیکھتی رہی۔

عماد کنفیوژ ہونے لگا۔

"تم......آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی تھیں۔" چند لمحے یونہی کھڑے رہنے کے بعد عماد نے خو ہی کہا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

عماد نے دیکھا، اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ جیسے وہ بہت رو کے آئی ہو یا ابھی اپنا ر ضبط کر رہی ہو۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بیٹھ جائیں۔" وہ مدھم آواز میں بولی تو اس کی آواز میں بھی آنسوؤں کی نمی تھی۔

عماد خود سے اُلجھتا اس سے کافی فاصلے پر ٹِک گیا۔

کتنی ہی دیر خاموش رہ کر شاید وہ الفاظ جمع کرتی رہی۔

"میں نے انس سے بہت محبت کی ہے۔ اور میں اسے کبھی نہیں بھول سکتی۔"

خاموش ساعتوں میں نگین کی گھٹی گھٹی سی آواز گونجی تھی۔

"میں جانتا ہوں۔" عماد نے اعتراف کیا۔

"مگر آپ وہ وجہ نہیں جانتے جس کے لئے مجھے یہ پروپوزل قبول کرنا پڑا۔" نگین نے اس کچھ واضح کرنا چاہا۔

اپنی ناپسندیدگی، غیر رضامندی۔

"وجہ کوئی بھی ہو، تم نے یہ پروپوزل قبول کر لیا، میرے لئے اس سے بڑھ کے کوئی خوشی کی بات نہیں۔" عماد نے اطمینان سے کہا۔

مگر وہ بہت بے اطمینان تھی۔

"میں شاید آپ کو کبھی بھی وہ مقام نہ دے پاؤں جو انس کا تھا۔" اس کی آواز کپکپانے لگی۔

کچھ فیصلے انسان کو جلتے کوئلوں پر چل کر کرنے پڑتے ہیں۔ کانٹوں کی نوک پہ کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ دل پہ پاؤں رکھ کر چلنا پڑتا ہے۔

یہ سفر بہت تکلیف دہ تھا۔ اور نگین نے یہ سفر طے کیا تھا۔

صبا کے لئے ــــ اُس کی بے گناہی کی خاطر۔

انس کی عزیز از جان بہن کے لئے۔

"میں کبھی تم سے کچھ ڈیمانڈ نہیں کروں گا نگین! میں نہیں جانتا کہ کس مجبوری نے تمہیں یہ پروپوزل منظور کرنے پر مجبور کیا ہے۔ مگر میں تمہیں یہ گارنٹی ضرور دیتا ہوں کہ میں تمہیں خوش رکھنے کی کوشش کروں گا۔"

عماد نے یقین سے کہا تو وہ آنسو پیتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی طرف دیکھے بغیر وہ تیز قدموں چلتی پارک سے باہر نکل گئی۔

عماد کتنی ہی دیر سر موڑے اسی کی طرف دیکھتا رہا۔

اس کا دل بے حد افسردہ ہو رہا تھا۔

●●●●●

وہ نیند سے جاگا تو اس کا پورا وجود پسینے سے بھیگا ہوا تھا سرد موسم کے باوجود۔ اور دل بے ترتیبی سے دھڑک رہا تھا۔

'صبا ــــ'

اُسے یاد آیا کہ اس نے کتنا بھیانک خواب دیکھا تھا۔

وہ اُٹھ بیٹھا۔

"میرے خدا ــــ!" سر دونوں ہاتھوں میں تھامے کتنی ہی دیر وہ یونہی بیٹھا رہا۔

پھر اُٹھ کر گلاس میں پانی ڈالا اور ہونٹوں سے لگا لیا۔ اسے سخت پیاس محسوس ہوئی تھی۔ مگر اس ایک بھی گھونٹ حلق سے نیچے نہیں اُتارا گیا۔

وہ خواب اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ اس کی آنکھوں میں آ کر ٹھہر گیا۔

گلاس رکھ کر اپنے حلق کو مسلتا وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

'کیا تھا یہ؟ ــــ کیا کوئی اشارۂ قدرت؟'

اس کے اعصاب تناؤ کا شکار ہونے لگے۔

جب سے صبا گئی تھی، تب سے وہ ویسے بھی نیند کی کمی کا شکار تھا۔ دوسرے نگین نے پروپوزل کے حامی بھر کے اسے مزید ٹینس کر دیا تھا۔

اور اب خوابوں کا یہ سلسلہ۔

کل بھی اس نے خواب میں خود کو صبا سے معافی مانگتے دیکھا تھا۔ لیکن آج کے خواب نے تو جھنجوڑ کے رکھ دیا تھا۔

آج تک وہ صبا کو ہی موردِ الزام ٹھہراتا آیا تھا۔ مگر آج بے اختیار وہ دوسرے کٹہرے میں خود کو آیا۔

وہ بھی کیوں ــــ میں بھی تو غلط ہو سکتا ہوں۔

وہ بے وفا تھی تو بے وفا لگتی کیوں نہیں تھی؟

اس کی آنکھوں سے "پکڑے جانے" کا خوف کیوں نہیں جھلکتا تھا؟

اور مجھ سے محبت کا اظہار وہ کیسے کر لیتی تھی اگر اس کے دل میں عماد بستا تھا؟

کیا نگین سے شادی کر کے عماد اور وہ ایک دوسرے کے قریب آنا چاہتے تھے؟

اگر ہاں تو اب تو صبا گھر جا چکی تھی۔ عماد کو سب پتہ چل چکا ہو گا۔ تب بھی اس نے یہ پروپوزل بھجوایا۔

کیوں ——؟

مگر وہ ایک بھی 'کیوں' کا جواب ڈھونڈنے میں ناکام رہا۔

'مجھ سے بے وفا ہونے کے باوجود اگر اس نے نگین کا گھر تباہ کرنے کی کوشش نہیں کی تو اس میں بھی کوئی خاص بات ہے۔ اور یہ بات مجھے ضرور تسلیم کر لینی چاہئے۔'

نوفل نے تھکے ماندے ذہن کے ساتھ ایک حقیقت تسلیم کی تھی۔

●●●●●

تائی جان نے اسے معید کے ساتھ جا کر عروسی لباس پسند کرنے کا عندیہ دیا تو ضحیٰ کا دل خوشی سے جھوم اُٹھا۔

تیار ہونے سے پہلے اس نے اپنی پوری الماری باہر نکال کر ڈھیر کر دی۔

"یہ بھی نہیں، یہ تو پرانا ہے، کئی دفعہ پہن چکی ہوں وغیرہ وغیرہ جیسے جملے کہہ کر وہ ہر لباس کو رد کرتی جا رہی تھی۔

حمرہ نے یہ صورت حال دیکھی تو آنکھیں پھاڑ کے بولی۔

"بارات کا سوٹ پسند کرنے جا رہی ہیں تو کیا ویسے کی دلہن بن کے جائیں گی؟ کوئی سوٹ ہی پسند نہیں آ رہا آپ کو۔"

"تم چپ رہو اچھا۔" وہ کھسیاہٹ کے باعث اسے صحیح سے ڈانٹ بھی نہیں پائی اور ایک سوٹ گھسیٹ کر واش روم میں گھس گئی۔

حمرہ ہنستے ہوئے باہر چلی گئی۔

وہ بہت دل لگا کے تیار ہو کر کمرے سے نکلی تو پہلا سامنا چچی جان سے ہوا۔

انہوں نے ناقدانہ انداز میں اس کا سرتاپا جائزہ لیا۔ وہ قدرے نروس تھی۔

"یہ تم بازار جا رہی ہو یا کسی فنکشن میں؟" انہوں نے تنقید کا آغاز کیا۔

"اوفوہ امی! ذرا سے کپڑے کیا پہن لئے، آپ تو بس یونہی کہتی رہتی ہیں۔" وہ منمنائی۔

"ہاں، ذرا سا نیا جوڑا، ذرا سی لپ اسٹک اور میں بس یونہی کہتی رہتی ہوں۔" انہوں نے طنز کیا۔

"آپ کو تو تھانے میں ہونا چاہئے تھا۔" ضحیٰ نے تنگ آ کر ٹشو پیپر سے ہونٹ رگڑ ڈالے۔

"اب ٹھیک ہے۔" وہ مطمئن ہوئیں۔

"کہیں تو کچن میں کام کے وقت پہننے والے کپڑے پہن کے آ جاؤں؟" وہ چڑ گئی تھی۔

"تمہارے بھلے کو ہی کہتی ہوں۔ لڑکیوں کو شادی سے پہلے بننا سنورنا نہیں چاہئے۔ ورنہ پھر پ نہیں آتا شادی والے روز۔ اور منگیتر کے ساتھ تو بالکل بھی نہیں۔ آپا نے اصرار کیا تو میں مان ورنہ......" چچی جان نے ناصحانہ انداز میں کہا تو وہ کانوں میں انگلیاں ٹھونسے وہاں سے چل پڑی۔

"بہت ہی نالائق اولاد ہے میری۔"

چچی جان کو ہنسی بھی آئی اور غصہ بھی۔ وہ محض پیچھے بڑبڑا کر رہ گئیں۔

لاؤنج میں موجود معید نے تائی جان کی موجودگی میں بھی جن خشمگیں نگاہوں سے ضحیٰ کو دیکھا ان حیٰ کو اس کے موڈ کی "فریش نیس" کا اچھی طرح اندازہ ہو گیا۔

جل ٹو جلال ٹو کا ورد کرتی وہ گاڑی میں آ بیٹھی۔

معید نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کے دھڑ سے دروازہ بند کیا اور اگنیشن میں چابی گھمانے لگا۔

مین روڈ پر آ کر اس نے گاڑی کی اسپیڈ کم کر دی تھی۔

"مارکیٹ ادھر ہے۔" ضحیٰ نے داہنی طرف مڑنے والی سڑک کی طرف اشارہ کیا۔

"پتہ ہے مجھے۔ نیا نہیں آیا ہوں اس شہر میں۔" وہ جس طرح تپ کر بولا اس پر ضحیٰ کو اتنے زور ہنسی آئی کہ حد نہیں۔

وہ شاید ہی کبھی معید کی بات پر اتنا کھل کے ہنسی ہو۔ معید لب بھینچے اسے گھورنے لگا۔

"اچھا، تو پھر آپ کو یہ بھی ضرور پتہ ہو گا کہ شادی کا جوڑا کہاں سے اچھا ملے گا۔" ضحیٰ نے ہنسی نے کا تکلف کئے بغیر پوچھا تو معید نے گاڑی ایک سائیڈ پر روک دی۔

"میرے ساتھ ڈرامے بازی مت کرو ضحیٰ!" وہ دانت پیس کر بولا تھا۔

"تو بھلا —— میں نے کیا، کیا ہے؟" اس نے حیران ہونے کی اداکاری کی۔

"تم نے عمر کاظمی کے آنے تک کی مہلت لی تھی۔ اب وہ آ چکا ہے تو تم کیوں اس معاملے کو لٹکا ہا؟" وہ سلگ کر بولا۔

"دیکھیں، یہ میری زندگی ہے اور میں اس کا جو چاہے فیصلہ کروں۔ آپ سے مطلب؟" وہ بے ے گویا ہوئی تو معید کو غصہ آنے لگا۔

"تم اکیلی کی زندگی نہیں۔ ساتھ میں بھی جڑا ہوا ہوں۔"

"تو آپ اپنی زندگی کا فیصلہ خود کریں۔ مجھے تو ابھی چند روز پہلے آپ نے فیصلے کا حق تفویض کیا " وہ اسی لاپرواہ موڈ میں تھی۔

"اس کی کوئی حد بھی تھی۔ ٹائم لمٹ تھی۔" وہ غرایا۔

"آئی ایم سوری۔ آپ نے وقت کی پابندی ملحوظِ خاطر رکھنے کا نہیں کہا تھا۔" وہ معذرت خواہانہ ہجے میں بولی تو انداز سے شرارت واضح تھی۔

"تو تم شادی کے بعد کوئی کھڑاک کھڑا کرنا چاہتی ہو؟" معید تپا ہوا تھا۔

اس قدر ٹھنڈے مزاج کے شخص کو یوں شعلہ فشاں روپ میں دیکھنے کا ضحیٰ کو بہت مزہ آ رہا تھا۔

"تو ___ بھئی مجھے تو شادی کرانے کا بہت شوق ہے۔ پہلے شادی ہو لے، باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔" وہ شرارت سے بولی تو معید بھڑک اُٹھا۔

"تو جان لو ضحیٰ میر! میں تم سے شادی نہیں کرنے والا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اٹل لہجے میں بولا تھا۔

"شاباش! بس ایسے ہی تایا جان کے سامنے جا کر کہہ دیں۔ پھر ضحیٰ میر کی کیا مجال کہ آپ سے شادی کر جائے۔" وہ کھلکھلائی تھی۔

"جان سے مار ڈالوں گا تمہیں میں۔" وہ سلگا۔

"ارے، وکالت چھوڑ کے قاتلوں کی لائن اختیار کر رہے ہیں آپ؟" وہ جیسے چونکی تھی۔

معید کو اس کی ہنسی پر غصہ آ رہا تھا۔

جانے وہ کیا گیم کھیل رہی تھی کہ جس کا کوئی سرا ہاتھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"ہاں ___ اور پہلا قتل تمہارا کروں گا میں۔"

"ویسے مجھے یقین نہیں آ رہا کہ آپ کو بھی غصہ آ سکتا ہے۔ بڑے ٹھنڈے مزاج کے بنتے تھے آپ۔ ساری پرتیں اُتر گئی ہیں آپ کی بھی۔" ضحیٰ نے دوستانہ انداز میں تجزیہ کیا تھا۔

معید کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔

واقعی۔ اسے خیال ہوا کہ وہ خواہ مخواہ ہی غصے میں آ رہا ہے۔

بھلا ضحیٰ اور عمر کاظمی الگ ہو سکتے تھے؟

نہیں۔

تو پھر یہ اتنی مطمئن کیوں ہے؟ اتنے حوصلے اور برداشت والی تو نہیں۔ اور مجھے تو ویسے بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ پھر؟

"پریشان مت ہوں معید حسن صاحب! بہت جلد آپ کو سائن شدہ پیپر میری مرضی کے فیصلے کے ساتھ مل جائے گا۔" دفعتاً ضحیٰ نے بے حد سنجیدگی کے ساتھ کہا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

●●●●●

"اتنے دن بتائے بغیر تو صبا کبھی میکے نہیں رہی۔ خدا خیر کرے۔" صالحہ بیگم پریشان تھیں۔

خود نگین کو بھی حالات سدھارنے کی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی۔ مگر انہیں تسلی دینا مجبوری تھی۔

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ اس لئے بھائی نے اسے اجازت دی ہے رہنے کی۔"

"پھر بھی نگی! کوئی فون، کوئی خیر خبر۔"

"اوفوہ امی! ___ بھائی جاتے رہتے ہیں۔ میرا بھی فون پہ رابطہ ہے۔ اتفاق ہے کہ آپ سے بات نہیں ہو سکی اس کی۔"

نگین نے جھوٹ گھڑا۔ پھر ساتھ ہی موضوع بدل دیا۔

"آپ یہ بتائیں، میڈیسن لے لی آپ نے یا آج پھر ناغہ کرنے کا ارادہ ہے؟"

"لے لی ہے۔ تم فکر مت کرو۔ اب تو میں اپنا بہت خیال رکھنے لگی ہوں۔ تمہارے فیصلے نے پھر نئی ہمت دے دی ہے مجھے۔" وہ بے حد پیار سے بولیں۔

ان کا مطمع نظر جان کر نگین کے اندر پھر سے وحشتیں سر اٹھانے لگیں۔

یہ وہی جانتی تھی کہ کس صبر اور جبر سے اپنے جذبات، اپنے دل پہ قدم رکھتے ہوئے اس نے یہ کیا تھا۔ کیونکہ اس سے دو زندگیاں جڑی تھیں۔

صبا کی اور اس کے بچے کی۔

وہ نم آنکھیں لئے اپنے کمرے میں آ گئی۔

ایسے موقع پر خود کو سنبھالنا اس کے لئے ایک مشکل امر ثابت ہوتا تھا۔ آنسو بن بلائے مہمانوں کی طرح اُمڈے چلے آتے تھے۔ اور وہ بے بس ہونے لگتی۔

دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی تو وہ جلدی سے چہرہ خشک کر کے پلٹی۔

دروازے میں کھڑی ادینہ کے تاثرات دیکھ کر وہ چونکی تھی۔

وہ خیر و شر کی کشمکش میں مبتلا تھا۔

دل کہتا تھا کہ صبا بے گناہ ہے اور دماغ اس کی نفی کرتا تھا۔ ادینہ کی کہی باتیں اور اپنی آنکھوں دیکھا، کانوں سنا، اسے کچھ بھی جھوٹ نہیں لگتا تھا۔

'اور یہ نگین، مجھے اس سے فائنل بات کر لینی چاہئے۔ اگر اس نے عماد سے شادی کی تو میں اس شادی میں شامل نہیں ہوں گا۔ عماد اور صبا سے تعلق رکھنا ہے تو پھر اسے مجھ سے تعلق توڑنا پڑے گا۔'

وہ اٹل انداز میں فیصلہ کر کے چلا تھا۔

نگین کے کمرے کا دروازہ کھولنے کو ناب پر ہاتھ رکھا تو بری طرح ٹھٹک گیا۔

اندر سے ادینہ کی شعلہ بار آواز باہر تک آ رہی تھی۔

"زیادہ معصوم بننے کی کوشش مت کرو، جیسے تم کچھ جانتی ہی نہیں۔ پہلے بھائی نے میری زندگی برباد کی اور اب تم میرے اور عماد کے بیچ آ رہی ہو۔ مگر یاد رکھو، جیسے صبا کو اُجاڑا ہے، ویسے ہی میں تمہیں بھی برباد کر دوں گی۔"

ساری بات نہ سمجھتے ہوئے بھی نوفل کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگے۔

وہ ساکت کھڑا تھا۔

ادینہ نہ جانے کیا انکشاف کرنے جا رہی تھی۔

"کیا بکواس کر رہی ہو تم؟" نوفل ہی کی طرح کا جھٹکا نگین کو بھی لگا تھا۔

"ہاہ ـــــ اتنی بچی تو نہیں ہو کہ سمجھ نہیں پا رہیں۔" ادینہ کے انداز میں تحقیر آمیز تمسخر تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے نفع و نقصان سے عاری ہو کے یہاں آئی ہو۔

"تم نے بھائی جان کو صبا سے متنفر کیا ہے؟ ـــــ تم نے؟" نگین بے یقین تھی۔

"میں نے تو صرف ایک بات کہی تھی۔ یہ اس کے اندر کا شکی مرد تھا جو ذرا سی بدگمانی پہ بیدار ہو گیا۔ ساری محبت منٹوں میں اُڑنچھو ہو گئی نوفل احمد کی۔ بہت دعوے کرتا تھا پہلی نظر کی محبت کے۔ کم جو ادینہ کا نہ ہو سکا وہ تباہ و برباد ہی ہوا۔ یہ تم بھی نوٹ کر لو۔" اُس کے لب و لہجے میں سب کچھ کر گزرنے کا غرور بول رہا تھا۔

نوفل کا سکتہ ٹوٹا تو پورے وجود میں لہو کی بجائے گویا لاوا دوڑنے لگا۔ ذہن میں غضب کی لہریں

یں تو زوردار ٹھوکر مار کر دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا۔

وہ دونوں بری طرح چونکیں۔

"تم ـــــ تم فتنہ پرور ـــــ فساد کی جڑ۔"

وہ سرخ آنکھیں لئے منہ سے کف اُڑاتا ادینہ پہ پل ہی پڑتا اگر نگین درمیان میں نہ آ جاتی۔

"پیچھے ہٹ جاؤ نگی! ـــــ آج میں اس ذلیل عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" وہ غیض و ب کے عالم میں تھا۔

ادینہ کا رنگ جو نوفل کو سامنے بلکہ ناگہانی طور پر سامنے پا کر اُڑ گیا تھا، نگین کے درمیان آنے پر پس لوٹنے لگا۔

اُس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ تمام باتیں سن چکا ہے۔

"بات کچھ ہوا کرتی ہے تو بتنگڑ بنتا ہے نوفل احمد!"

وہ ڈھٹائی سے بولی تو نگین کو پرے دھکیل کر دانت پیستا وہ آگے بڑھا اور ایک دو تھپڑ اس کے منہ ے مارے۔

زوردار تھپڑوں نے ادینہ کو زمین چاٹنے پر مجبور کر دیا۔

"بھائی جان! ـــــ بھائی جان! پلیز۔ اس نے تو ذلالت کر ہی دی ہے، آپ تو عقل سے کام ں۔ ہوش کریں۔" نگین ایک بار پھر اپنے کمزور وجود کے ساتھ اس کے سامنے سپر ہو گئی۔

"تم پیچھے ہو جاؤ۔ زندگی برباد کر دی ہے اس بے غیرت نے میری۔ جان لے لوں گا میں اس ا۔" وہ چیخا۔

بھنچی ہوئی مٹھیاں، لال سرخ آنکھیں۔

ادینہ اُس کی حالت دیکھ کر لرزنے لگی۔

"خدا کے لئے بھائی! پہلے کیا کم فساد ہو چکا ہے جو یہ تماشہ کریں گے۔"

"اس احسان فراموش کے ساتھ جو بھی ہو، کم ہے نگی! ـــــ اس نے تو ہمارے آپسی رشتے کا ا خیال نہیں کیا۔"

نوفل نے تنفر بھرے لہجے میں کہا تو ادینہ میں جانے کہاں سے ہمت آ گئی۔ ڈھٹائی سے بولی۔

"مجھے الزام مت دو نوفل احمد! تم خود کمزور اعتماد اور کمزور سوچ کے مالک ہو۔ میں نے تو اپنا ل ہی ظاہر کیا تھا۔ بعد کے حالات تو تم خود بھی دیکھتے رہے ہو۔"

"تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" اس کی ڈھٹائی پر طیش میں آتے ہوئے نگین نے اس کا بازو پکڑ کر ازے کی جانب دھکا دیا تھا۔

"ہاں ـــــ اب تو یہی صلہ ملے گا ہمیں۔ میری ماں کی قربانیاں بھول گئیں۔ رات رات بھر ل کے ممانی جان کا خیال رکھتی ہیں اور آج یہ دھکے۔" وہ چلانے لگی۔

نوفل ایک دم سے اس کے سامنے آ گیا۔

''تو کیش کرانا چاہتی ہو ان قربانیوں کو؟'' اُس نے شعلہ بار لہجے میں کہا تو وہ بولی۔

''ان کا مول تم کیا لگاؤ گے۔''

''تمہاری قیمت میں بہت اچھی طرح جان گیا ہوں۔'' وہ سرد لہجے میں بولا تھا۔

''میں صرف اسے یہ سمجھانے آئی تھی کہ عماد کا خیال چھوڑ دے ـــــ ہم دونوں کی آپس میں کمٹ منٹ ہو چکی ہے۔'' وہ بے خوفی اور بے شرمی کی حد پر تھی۔ لگ ہی نہیں رہا تھا کہ ابھی اسے نوفل سے مار پڑی ہے۔

یکلخت ہی نوفل کو اس پر ترس آنے لگا۔

''ویسی ہی کمٹ منٹ جیسی صبا اور عماد کے بیچ تھی؟'' وہ اسی سرد اور تمسخر اُڑاتے انداز میں پوچھنے لگا تو لمحہ بھر کو وہ چپ ہو گئی۔

''ترس آ رہا ہے مجھے تم پر ادینہ! سائیکی کیس بن گئی ہو تم۔ مال دار مردوں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے اپنی عزت کی بھی پرواہ نہیں رہی تمہیں۔ اپنے پرائے کی تمیز بھول گئی ہو۔ کیا نہیں دیا ہم نے تمہیں؟ ـــــ کبھی نگین سے کم قیمت کے کپڑے، جوتے نہیں بنائے تم نے۔ پھر بھی؟ ـــــ کہاں کمی رہ گئی تھی ادینہ؟ کیوں میری زندگی میں زہر گھول دیا تم نے، اور اب نگین۔ شرم کرو، شرم۔'' وہ تلخی سے بھرپور لہجے میں کہہ رہا تھا۔

وہ گنگ کھڑی رہ گئی۔

''کمی اس کی زندگی اور آسائشوں میں نہیں، بلکہ اس کی تربیت میں رہ گئی ہے میرے بچے!''

زرینہ بیگم روتی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔

''سچ کہتے ہیں، ماں ہی کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے۔ بچہ غلط کام کرے اور ماں ہمیشہ اس کی پردہ پوشی کرتی رہے، اسے صحیح غلط کی تمیز نہ سکھائے تو بچے بڑے ہو کر اس احسان فراموش جیسے ہی نکلتے ہیں۔'' انہوں نے روتے ہوئے ادینہ کو دو ہتڑ رسید کیے تو وہ تڑپ کر بیدار ہوئی۔

''آپ.......آپ تو بات ہی نہ کریں۔ میری ماں تو نہیں آپ۔ ہمیشہ سے انہی کی ہیں اور انہی کی رہیں گی۔'' وہ دانت پیس کر غرائی۔

نگین اور نوفل متاسفانہ نظروں سے اس کی بدتہذیبی کو دیکھ رہے تھے۔

''میں اسلام کی منکر نہیں ہوں۔ مگر جب میں تجھے دیکھتی ہوں ادینہ! تو جی چاہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت لوٹ آئے تو میں تجھے زندہ ہی ریت میں دفن کر دوں۔''

وہ جھولی پھیلائے اُسے کوسنے لگیں۔ نگین نے انہیں تھام لیا۔

''یہ اپنے حواس میں نہیں ہے پھپھو جان! جب دولت کا لالچ ٹھنڈا پڑے گا تو دماغ بھی ٹھکانے آ جائے گا۔''

''دیکھ لوں گی میں سب کو۔'' وہ پھنکارتی ہوئی باہر نکلی تھی۔

زرینہ بیگم کے رونے میں تیزی آ گئی۔ انہوں نے نوفل کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

وہ سکتے میں رہ گیا۔ نگین نے تڑپ کر ان کے ہاتھ کھولے۔

''نہ بیٹا! نہ ـــــ آج مجھے سب حساب چکا لینے دو۔ جانتے بوجھتے اس نامراد کی پردہ پوشیاں ر کے میں اپنے ہی بچے کا گھر اُجاڑنے میں حصہ دار بنتی رہی اور مجھے ذرا بھی شرم نہ آئی۔ ارے نے اسے جان سے کیوں نہ مار ڈالا۔ اس نمک حرام اولاد کے پیچھے اپنا ایمان بھی خراب کرتی رہی ۔ یا اللہ! میں اس آزمائش میں کیوں پوری نہ اُتری؟'' وہ تڑپ تڑپ کے رو رہی تھیں۔

ان کی سادگی اور دب کے رہنے والی فطرت سے سبھی واقف تھے۔ سو اب بھی نوفل نے انہیں نے سے لگا لیا۔

''آپ کیوں دل پہ لیتی ہیں پھپھو؟ جو ہونا تھا، وہ ہو گیا۔ اب اس واویلے کا کیا فائدہ؟ اب تو دعا کیجئے کہ سب کام سیدھے ہو جائیں۔''

اس کی آنکھوں میں اتری سرخی میں مزید اضافہ ہونے لگا تو وہ تیزی سے پلٹ گیا۔

نگین نم آنکھیں لئے تاسف سے دیکھے گئی۔

●●●●●

''اے حسین ہم سفر
کل حسین رات تھی
تاروں کی بارات تھی
تنہائی سہیلی تھی
اور میں اکیلی تھی''

وہ با آواز بلند پڑھتا اندر داخل ہوا تو حمرہ کے نہ صرف کان کھڑے ہوئے بلکہ شکل بھی رونے ہو گئی۔

'وہ پڑھنے سے باز نہیں آتا تو میں کون سا لکھنے سے باز رہ سکتی ہوں ـــــ خبیث۔'

دل ہی دل میں دانت کچکچائے۔

''لو جی آپیو! ـــــ غور کیا آپ نے؟ ـــــ تنہائی سہیلی تھی، پھر بھی یہ اکیلی تھی۔'' وہ صبا اور ضحیٰ باقاعدہ متوجہ ہونے کی دعوت دیتے ہوئے بولا۔

''یہ کون؟'' صبا کے ہونٹوں پہ بھی مسکراہٹ آ گئی۔

''بھئی یہی اپنی شاعرہ، بتول بیگم۔'' وہ لہک کے بولا۔

''اچھا، تو تم بتول بیگم کی شاعری پڑھتے رہتے ہو۔'' ضحیٰ نے سر ہلایا۔

حمرہ کی شکل دیکھنے لائق تھی۔ بس نہیں چل رہا تھا، وجدان کا حشر کر دے۔

''آگے تو سنو! محترمہ کے خواب کس قدر رنگینی کلر ہیں۔'' شرارت اس کے ہر انداز سے عیاں تھی۔

''کھوئی تھی سوالوں میں
تیرے ہی خیالوں میں

چاہتوں کا درد ہو
پیارا سا اک گھر ہو
اوس سے ڈھکے ہوئے
پھول ہوں کھلے ہوئے
چاہتوں کی چاندنی
عشق کی ہو بے خودی"

پڑھتے پڑھتے جیسے اس کی سانس پھولنے لگی۔

"توبہ ہے —— شاعری میں بھی خواتین کتنی باتیں کرتی ہیں۔" وہ دھم سے حمرہ کے پاس بیٹھا تو اس نے غصے سے دیکھا۔

"مگر یہ بھی تو دیکھو کہ کتنی اچھی باتیں کرتی ہیں۔" ضحیٰ نے لقمہ دیا۔ مگر وہ حمرہ کی طرف متوجہ تھا جو اسے کسی پرانے دشمن کی طرح گھور رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ —— نظم پسند نہیں آئی آنسہ بتول بیگم کی؟" وہ بڑی معصومیت سے پوچھنے لگا۔

"کیا مصیبت ہے؟" وہ گھبرا کے اُٹھ کھڑی ہوئی اور چلانے لگی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" صبا نے اسے گھورا۔

"اسے دیکھ نہیں رہیں۔ کیسی فضول حرکتیں کر رہا ہے۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔

"کیا؟ —— کیا فضول حرکت کی ہے میں نے؟"

وہ فوراً پوچھنے لگا۔ حمرہ نے زبان کو دانتوں تلے دبایا۔

"یہی —— جو شاعری سنا رہے ہو۔" وہ جلدی سے بولی۔

"ہاہ —— یہ تمہیں فضول لگی؟" وجدان نے آنکھیں پٹپٹائیں۔ پھر سادگی سے بولا۔ "ہاں بھئی۔ تمہارا تجربہ زیادہ ہے۔"

"یہ دیکھ رہی ہیں آپ؟" حمرہ نے ان دونوں کی توجہ چاہی۔

"کیا بچپنا ہے حمرہ! —— تمہاری کیا دشمنی ہے آنسہ بتول بیگم سے؟" صبا نے اسے گھر کا تو اس نئے نام کو ہضم کرتے ہوئے حمرہ کی آنکھوں میں باقاعدہ آنسو بھر آئے۔ جبکہ وجدان کے حلق سے بے اختیار قہقہہ نکلا تھا۔

"وجی ——!" ضحیٰ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

وہ فوراً سنجیدہ ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔ یہ الگ بات تھی کہ جس طرح وہ سنجیدہ ہونے کی کوشش کر رہا تھا اس پر ان دونوں کو ہنسی آگئی۔

جبکہ حمرہ ان دونوں سے بھی پکی پکی خفگی پال کے وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

"اچھا اب بتاؤ، یہ شکل پر ہمہ وقت بارہ کیوں بجے رہتے ہیں؟" ضحیٰ ان دونوں کے ٹلتے ہی سابقہ موضوع پر آئی تو صبا نے پہلے لبوں کو باہم بھینچا اور پھر ہلکے سے مسکرا دی۔ مگر اس کی مسکراہٹ

ہی ایک آزردگی، ایک دُکھ کی سی کیفیت تھی۔

"ایسی حالت میں شاید کبھی کے چہرے پر بارہ ہی بجتے ہوں۔" اس نے اس کا سوال اُڑانا چاہا۔

"جی نہیں —— ہر کسی کے بارہ نہیں بجتے۔"

ضحیٰ نے پُر زور انداز میں کہا تو وہ لاپرواہی سے بولی۔

"تو پانچ دس منٹ آگے پیچھے ہو جاتے ہوں گے بس۔"

"اُف۔" وہ زچ ہو گئی۔

"کس قدر بدل گئی ہو تم شادی کے بعد۔ اتنی مشکل اور گھماؤ پھراؤ والی گفتگو۔"

"میرا پالا تو......." وہ کہتے کہتے ایک دم چپ ہو گئی۔

"خیر، پالا تو بہت سویٹ بلکہ ڈیشنگ بندے سے پڑا ہے تمہارا۔" ضحیٰ نے ستائشی انداز میں کہا۔ "تو سب کو بتاتی ہوں کہ وہ میرے بہنوئی ہیں۔ باہر نکل کے دیکھو، اتنے اتنے بڑے ہورڈنگ ہیں۔ سنا ہے ابھی کوئی ڈرامہ اور فلم بھی آفر ہوئی ہے انہیں۔"

"پتہ نہیں۔" وہ اُکتا کر بولی تو ضحیٰ نے اس کے بازو پہ چٹکی کاٹی۔

"بن مانگے مل جائے تو ایسا غرور آہی جاتا ہے۔ تمہارا کوئی قصور نہیں۔"

"ایسا کوئی مانگ کے نہیں لیتا۔" وہ بے ساختہ بولی تو ضحیٰ نے اسے گھورا۔ پھر بولی۔

"ناشکری مت کرو، اور یہ بتاؤ کہ گھر واپسی کب تک ہے؟ تائی جان بھی پریشان ہو رہی تھیں۔"

"جب میں نہیں آتی تب بھی پریشان ہوتی تھیں۔ اب جبکہ رہنے کو آئی ہوں تب بھی......" صبا لہجے میں بولی۔ ضحیٰ نے اسے ٹوک دیا۔

"بیٹیاں اپنے گھروں میں خوش ہوں تو چاہے وہاں رہیں یا یہاں، ماؤں کے دل ٹھنڈے رہتے

با کا دل ڈوب سا گیا۔

"میں اجازت لے کے آئی ہوں۔ اور اب تمہاری شادی میں دن ہی کتنے ہیں، تمنا کے ہی کی۔" وہ خود پر زبردستی بشاشت طاری کرتے ہوئے بولی تھی۔

"اُف —— کیا یاد کرا دیا۔" ضحیٰ نے شرمانے کی ناکام ایکٹنگ کی۔

"یاد تو تم کرو گی، جو حال معید بھائی تمہارا کریں گے۔" صبا نے اسے ڈرانا چاہا۔

"ارے جاؤ۔" ضحیٰ نے ہاتھ ہلا کر گویا مکھی اُڑائی۔ "ایک تم اور ایک تمہارے معید بھائی۔ تگنی کا ناچ دیا انہیں تو پھر کہنا۔ آخر کو ملکہ حُسن بیاہ کے لے جا رہے ہیں۔ جی بھر کے قدر کرنا پڑے گردن اکڑا کر بڑے تفاخر سے کہا۔

"واہ —— ملکہ حُسن۔" صبا کو بہت ہنسی آئی۔ پھر سنجیدگی کا لبادہ اوڑھتے ہوئے بولی۔ "انہیں تم سے شکایتیں ہیں۔"

"تم فکر مت کرو۔ میں ان کی سب شکایتیں دور کر دوں گی۔" وہ اسی لاپرواہی سے بولی۔

عمر کاظمی کو انکار کر کے اس نے دوسرے لفظوں میں معید حسن کی اپنی زندگی میں حیثیت اور اہمیت کو تسلیم کر لیا تھا۔

"زندگی کھیل یا ہنسی مذاق نہیں ہوتی ضحیٰ!" صبا کے لہجے میں "آپ بیتی" کا کرب تھا۔ "مسینے" کا درد تھا۔ "ابھی جس غصے میں تمہیں چارم نظر آ رہا ہے، کہیں خدا نہ کرے وہ منفی رویے میں بدل جائے۔"

"اوفوہ ـــــ کیا فلسفہ لے بیٹھی ہو۔ کچھ ایسا ویسا کیا نا معید حسن نے میرے ساتھ تو میں سارے زمانے میں غدر مچا دوں گی۔ بلکہ سب سے پہلے تو معید حسن ہی کا حشر کر دوں گی۔" وہ تنک کر بولی تھی۔ صبا گہری سانس بھر کے رہ گئی۔

"مگر ایک بات میرا بہت جی جلاتی ہے صبی!" دفعتہ وہ اُداس ہوئی۔

صبا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"یاد ہے، ایک بار میں نے معید کے لاکر میں ایک ڈائری اور کسی لڑکی کی تصویر دیکھی تھی۔"

"ایسے ہی ـــــ" صبا نے ہاتھ ہلایا۔

"ایسا تم کہہ سکتی ہو، میں نہیں۔ کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے وہ تصویر دیکھی اور وہ نظم پڑھی تھی۔" وہ خفگی سے بولی۔ کیونکہ اس معاملہ میں صبا نے بھی اس کا یقین نہیں کیا تھا۔ اور تو اور وہ تب انس کو بھی چکمہ دے گیا تھا۔

"خیر ـــــ اب کی بار تو میں وہ تصویر ڈھونڈ کے ہی رہوں گی۔" اس نے تہیہ کر لیا تھا۔

"تو پھر میں تم پر انا للہ پڑھ ہی لوں۔" صبا جل کر بولی۔

"دیکھا ـــــ پتہ ہے، اچھی طرح اپنے بھائی کی خونخواری کا۔ تبھی تو ایسا سوچتی ہو۔" ضحیٰ نے جلدی سے کہا۔

"تم ایسی فضول حرکات نہ کرو تو وہ اپنا ٹمپر لوز نہ کریں۔" صبا نے صاف گوئی سے کہا تو ضحیٰ نے اسے چٹکی بھری۔

"بہت بڑی بھابی ثابت ہونے والی ہوں میں۔ ذرا دھیان سے رہو۔"

صبا نے بازو سہلاتے ہوئے اسے گھورا۔

"بھابیوں کی چالاکیاں بھی تبھی کامیاب ہوتی ہیں جب میاں قابو میں ہو۔ ورنہ ان کی کیا مجال کہ نندوں کو ٹیڑھی نظروں سے دیکھ بھی سکیں۔"

"تم دیکھنا، یوں قابو کروں گی معید حسن کو۔" اس نے چٹکی بجا کر شوخی سے کہا۔ اس کی شرارت اور آنکھوں میں بھری جگمگاہٹ صبا کو اچھی لگی تھی اور معید جو گزرتے گزرتے صبا کو ایک کپ چائے کا کہنے آیا تھا، لب بھینچے باہر ہی سے پلٹ گیا۔

بس تم اپنے بھائی سے کہہ دو کہ شادی کی تیاریاں خراب نہ کریں۔ اس دن اتنے برے موڈ میں تھے کہ حد نہیں۔ شادی کا جوڑا بھی میں نے اکیلی نے پسند کیا ہے۔" وہ منہ بنا کے کہہ رہی تھی۔

"یا اللہ! ـــــ" صبا ہنسی۔ "یقین نہیں آتا ضحیٰ! یہ تم ہی ہو۔ یکایک معید بھائی جیسے ازلی دشمن ں اچھے کیسے لگنے لگے؟"

اس نے گہری سانس بھری۔

"بس، کیا بتاؤں؟ تم خود سمجھ دار ہو۔ تم نے تو ضرور وہ کہاوتیں ٹھیک سے یاد رکھی ہوں گی جو ے ذہن میں نہیں رہتیں۔ ایک تو وہ جس میں بکرے کی ماں کے خیر منانے کا ذکر ہے اور دوسری ں میں گیدڑ کی موت اور شہر بھاگنے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔"

"بہت بک بک کرتی ہو ضوئی!" وہ اپنی ساری ٹینشن بھولے ہنس رہی تھی۔

"بس یونہی خوش رہا کرو۔ جب سے آئی ہو اتنی بری شکل بنا کے رکھتی ہو کہ دیکھنے والے کا دل ب ہو جائے۔ تم خوش ہوتی ہو تو تائی جان اور تایا جان بھی خوش ہوتے ہیں۔ ان کی ساری ں ہم لوگوں ہی سے جڑی ہیں۔ ہماری اُداسی انہیں پریشان کرتی ہے۔ یہ بات ہمیں خود سے یاد چاہئے۔" ضحیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا دادی جان! ـــــ اب لیکچر بہت ہو گیا۔ چائے کا وقت ہو رہا ہے، چل کے چائے بناؤ۔"

با کا دل بھر آیا تو اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے ہلکے پھلکے انداز میں بولی۔

ود یہ خوش دکھائی دینے کی ملمع سازی کس قدر ضروری تھی، یہ کوئی اس سے پوچھتا۔

ائندہ کے حالات کیا اور کیسے ہونے والے تھے یہ خدا ہی جانتا تھا۔ وہ انتہا تک سوچتی تو تھی مگر والی ننھی جان اور خود سے منسلک رشتوں کا سوچ کر ڈھے جاتی۔

چھ بھی کرنے کی ہمت کھو بیٹھتی۔

یا کہتی وہ سب سے، نوفل احمد نے کیا الزام لگایا ہے۔ اور عماد ـــــ وہ نگین کے ساتھ جس میں منسلک ہونے جا رہا تھا، وہ نگین سے اور نگین اس سے نگاہیں ملا پاتی؟ ـــــ اور میں کس کے سامنے اپنی صفائیاں پیش کروں گی۔ گھر والے نہ سہی، زمانے والے۔ سینکڑوں سوال با کی طرح منہ پھاڑے اسے نگلنے کو تیار تھے۔ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی اس کے پاس ان ے کسی کا تسلی بخش جواب نہیں تھا۔

ل احمد سے وہ کسی رعایت کی امید نہیں رکھتی تھی۔

●●●●●

مر گیا تھا۔

ا ـــــ نوفل احمد مر گیا تھا۔ وہیں کھڑے کھڑے۔ ادینہ کی زبان سے تلخ سچائی سن لینے کے

بان کر کے وہ اپنی پاکیزہ کردار بیوی کو بڑی رعونت سے بدکرداری کا "سرٹیفکیٹ" دے چکا وہیں مر گیا تھا۔

ے اپنی زبان سے نکلا ہر وہ لفظ یاد آیا جو وہ صبا کے لئے استعمال کر چکا تھا۔ ہر وہ نفرت بھری

نگاہ یاد آئی جو وہ اس پر ڈالا کرتا تھا۔

اور کبھی اسے خود سے قریب بھی کیا تو یوں کہ وہ خود پہ نازاں بھی نہ ہو پائے۔

دو دن ہو گئے تھے۔

مکمل دو دن۔ وہ اپنے کمرے میں بند تھا۔

”کیا مسئلہ ہے اس کے ساتھ نگین؟ پوچھو تو سہی۔ میرا تو اب دل گھبرانے لگا ہے۔ اور فون لا میں صبا سے بات کروں۔ اب واپس آئے وہ بھی۔ جھگڑا تو نہیں کر بیٹھے یہ دونوں کہیں۔“

صالحہ بیگم مسلسل تشویش کے عالم میں کہے جا رہی تھیں۔

نگین نے جھک کر ان کے گلے میں بازو ڈال دیئے۔

”آپ کو تو بس پریشان ہونے کا موقع چاہئے ہوتا ہے۔“ اس نے اپنی پریشانی چھپاتے ہو بظاہر مسکرا کر کہا تو وہ بولیں۔

”میں یونہی پریشان نہیں ہو رہی۔ اتنا عرصہ ہو گیا شادی کو، صبا کی یہ روٹین کبھی نہیں رہی۔ وہ شوہر کے آگے پیچھے پھرا کرتی تھی۔ اتنا خیال رکھنا اس کا۔ اور کہاں یہ کہ اتنے دن میکے میں لگا دیئے۔“

”اچھا ہے، ان کو بھی ذرا قدر ہونے دیں اچھی بیوی کی۔“

وہ بولی تو تلخی خود بخود لہجے میں گھل گئی۔

”وہ قدر کیوں نہ کرے گا؟ ـــــ اپنی پسند سے بیاہ کے لایا ہے۔“ صالحہ بیگم نے اسے گھر والے انداز میں کہا تو وہ آکر ان کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔

”صبا آ جائے گی۔ اس کی طبیعت کچھ ایسی ہو رہی تھی کہ میکے میں زیادہ دل لگ رہا ہے۔ اور منی کی رخصتی کا معاملہ بھی تو چل رہا ہے۔“ وہ بروقت مسکرائی تھی۔

’اور یہاں میری رخصتی۔‘ دل کو کسی نے سختی سے مٹھی میں لے رکھا تھا۔

”ذرا بلاؤ نوفل کو۔ اسے کہتی ہوں، مجھے میر ہاؤس ہی لے چلے۔ میرے وہاں جانے پر تو کو پابندی نہیں ہے نا۔“

صالحہ بیگم آج کسی طور ٹلنے کے موڈ میں نہیں لگ رہی تھیں۔

نگین گہری سانس بھرتی اٹھی۔

”اچھا، یونہی سہی۔ میں دیکھتی ہوں بھائی جان کے ”سر کا درد“ ٹھیک ہوا کہ نہیں۔“

سیڑھیاں طے کر کے اس کے کمرے کی طرف آتی وہ تلخ سوچوں کی زد میں تھی۔

اپنے اس قدر اچھے اور پیارے بھائی کا یہ آدھا ادھورا روپ اسے بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔

کس قدر اچھی تھی صبا۔

خوب صورتی اور خوب سیرتی اس میں یکجا تھیں۔

کون کہتا ہے کہ شکلیں، قسمتیں بنایا کرتی ہیں؟ اور کون کہتا ہے کہ خوب سیرتی قسمتیں بنایا کرتی ہیں؟ قسمتیں اوپر بیٹھنے والے کے ”کن“ کہنے سے بنتی ہیں۔ ورگنہ صورت اور سیرت دونوں ہی کا

آتیں۔

اس نے دروازہ ناک کیا۔ اندر سے کوئی آواز نہیں آئی تو وہ ناب گھما کر چیک کرنے لگی۔

دروازہ لاکڈ نہیں تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی تو چکرا سی گئی۔ دن میں بھی نائٹ بلب روشن کیے، ے گرائے وہ کمرے کو غار بنائے ہوئے تھا۔

نگین کو شاک لگا۔

اس نے تیزی سے بڑھ کے لائٹ آن کی تو چیئر میں نیم دراز، ٹانگیں بستر پر ٹکائے نوفل نے یا جانے والی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔

”بند کرو اسے۔“ وہ ناگواری سے بولا۔

”بہت ڈر لگنے لگا ہے روشنی سے آپ کو؟“ نگین تلخی سے کہتی آگے بڑھی اور پردے ہٹا کر لان کی کھلنے والی کھڑکیاں کھولنے لگی۔

سورج کی کرنیں ایک دم سے کمرے میں گھسیں تو اندھیرا دُم دبا کر بھاگ گیا۔

وہ اُس کی طرف پلٹی۔

”بہت بہادری والے کام کر رہے ہیں آپ تو۔ ماما بلا رہی ہیں۔ وہ آپ کے ساتھ میر ہاؤس ہتی ہیں، صبا سے ملنے۔“

نوفل نے سرخ آنکھوں سے اسے گھورا۔

”مرے ہوئے کو مارنے آئی ہو؟“

ٹھہرے ہوئے انداز میں پوچھا تو خود پر سے قابو کھو کر وہ بولی۔

”کیوں کیا آپ نے اس کے ساتھ ایسا؟ ـــــ کیوں؟ آپ تو اس سے محبت کے دعوے دار ایک بار ـــــ ایک بار بھی آپ کے دل نے اشارہ نہیں دیا اس کی بے گناہی کا؟“

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

”ایک بار مجھ سے پوچھ لیا ہوتا بھائی! ایک بار ذکر تو کرتے۔ جانے کیسا جہنم بنا دیا ہو گا آپ ے زندہ رہنے کو۔ یہ سوچے بغیر کہ وہ اس شخص کی بہن ہے جس نے آپ کی بہن کو پھولوں پر ہے، پلکوں پر بٹھایا ہوا ہے۔“

تی سے ہونٹ بھینچے ہوئے تھا۔ چہرے کی رنگت سپید پڑنے لگی تھی۔

دن سے وہ خود احتسابی کے عمل سے گزر رہا تھا۔ بنا کچھ کھائے پیئے۔ دو گھونٹ پانی اور بس۔

کے ہاتھ نگین نے کھانے کی جوڑے بھیجی، ایک بار تو اس نے واپس کر دی اور دوسری بار یونہی یڈ ٹیبل پر رکھ دی۔

ین کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ بھوکا پیاسا خود کو سزا دینے کے عمل سے گزر رہا ہے۔

را بھی دل نہیں کانپا آپ کا؟ ـــــ یہ سن کر بھی نہیں کہ وہ پریگننٹ ہے؟ بدکرداری کا طعنہ ت کو تو لے ہی ڈوبتا ہے، مگر ایک ماں کو تو زندہ ہی مار ڈالتا ہے بھائی! آپ نے ایک پل کو

بھی نہیں سوچا کہ وہ آپ کی زندگی میں کیا حیثیت پانے جا رہی ہے۔ مرنے کی بات کرتے ہیں
جس پر یہ سب بیتتا ہے اس سے جا کے پوچھیں، اس سارے عرصے میں وہ کتنی بار مری ہے۔ کوئی بر
ہے اپنے لئے آپ کے پاس؟"

"اور میں ــــ میں نے وہ اذیت برداشت نہیں کی؟ ــــ اُس کے بے وفا ہونے کے خیال
نے مجھے زندہ درگور نہیں کیا؟" وہ پھٹ پڑا تھا۔

نگین نے ہکا بکا ہو کر اسے دیکھا، پھر زور سے بولی۔

"یہ سب خدا کی طرف سے اس سب کی سزا تھا جو آپ صبا کے ساتھ کرنے والے تھے...... بہت
خوب۔" وہ بات چھوڑ کے تلخی سے ہنسی۔

"اپنی خود ساختہ سوچوں اور کسی کی غلط بیانیوں سے تکلیف اٹھائی تو وہ آپ کا اپنا عمل تھا۔ لیکن
صبا نے تو بے قصور ہوتے ہوئے بھی سزا پائی ہے۔ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ میرا اتنا شاندار او
مکمل دکھائی دینے والا بھائی اندر سے اس قدر بدصورت اور ادھورا ہے۔"

وہ اسے بہت کچھ سنا کے گئی تھی۔

ادھ موا تو وہ پہلے ہی تھا۔

اب آئینہ مکمل طور پر سامنے آیا تو اپنی "بدنگی" اسے مار ہی گئی۔

"میں تمہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا صبا ــــ!"

اس کے دل و ذہن پھٹ جانے کو تھے۔

●●●●●

ضحیٰ کی رخصتی کے ساتھ ہی تائی جان نے فون پر نگین اور عماد کا نکاح اور رخصتی مانگ ڈالی
صالحہ بیگم نے نوفل سے مشورہ کر کے فون کرنے کا کہہ دیا۔

اور اب نوفل ان کے سامنے تھا۔ ساکت اور خاموش۔ صالحہ بیگم اسے دیکھ کر پریشان ہو اُٹھیں۔

"کیا ہوا نوفل؟ ــــ طبیعت تو ٹھیک ہے میرے چاند؟ کیسی حالت بنا رکھی ہے؟"

"بس یونہی ــــ ذرا سا ٹمپریچر ہو رہا تھا۔" اس نے نظریں ملائے بغیر کہا تو اس کی آواز بے
حد بھاری ہو رہی تھی۔

"میں کہہ بھی رہی تھی تب ہی سے، دو دن ہو گئے، نوفل کی شکل نہیں دیکھی میں نے۔ اس نے جان
بوجھ کے نہیں بتایا ہوگا مجھے۔" وہ ناراض ہونے لگیں۔

"اب تو ٹھیک ہوں میں۔" وہ ان کی تسلی کے لئے قصداً مسکرایا۔

"خاک ٹھیک ہو؟ چہرے پر ذرا بھی رونق نہیں۔ زردی پھیلی ہوئی ہے۔"

ان کا دل بے چین ہو رہا تھا۔

"یہ بس بخار کی وجہ سے ہے۔" وہ بہ مشکل اپنے آپ کو ذہنی پراگندگی سے بچا رہا تھا۔ ورنہ اپنی
داستانِ حیات کا سیاہ باب تمام تر سیاق و سباق کے ساتھ ذہن کی اسکرین پر روشن رہتا تھا۔

"وہ لوگ نگین اور عماد کی شادی کی تاریخ مانگ رہے ہیں۔ بس نکاح اور رخصتی ہے۔"
صالحہ بیگم نے بات بھی شروع کی تو کیا۔ نوفل کا دل گھبرانے لگا۔

"جو آپ مناسب سمجھیں۔" اس نے پہلو بدلا۔

"ان کا ارادہ تو ہے کہ ضحیٰ کی شادی کے دوران ہی......" وہ اس کا مشورہ لینے والے انداز میں
ں۔

"جی۔" وہ اب بھی مبہم سے انداز میں بولا۔ درحقیقت وہ اس تکلیف دہ موضوع کو جلد از جلد ختم
چاہتا تھا۔ عماد کو لے کر اس نے اپنی زندگی میں جو خود ساختہ بدگمانیاں پیدا کی تھیں ان کی یاد بھی
زمین میں گڑنے پر مجبور کر دیتی تھی۔

"کیا بات ہے نوفل؟ ــــ تم ابھی بھی اس شادی پر راضی نہیں ہو؟" اُس کا یوں کترانا اور
بچانا صالحہ بیگم کو ٹھٹکا گیا۔

"ایسی بات نہیں ہے ماما!" وہ فوراً بولا۔

"تو کیا بات ہے؟ ــــ تمہیں تو چاہئے کہ اپنی مکمل اور بھرپور رائے دو۔ آخر کو عماد بھی تو صبا کا
ہی ہوتا ہے۔"

س کے دل میں ایک اور تیر گڑ گیا ــــ پیشانی پہ عرقِ ندامت چمکنے لگا۔

"ٹھیک ہے ماما! ــــ وہ جو کہہ رہے ہیں، تاریخ دے دیں۔" نوفل نے بروقت مسکراتے ہوئے
وہ مطمئن ہو گئیں۔

"چلو ٹھیک ہے ــــ میں ابھی فون کر کے ان سے بات کرتی ہوں۔"

●●●●●

"میں ساری بات ان کی ماں کو بتاتی ہوں۔ پھر ان سب کے ہوش ٹھکانے آئیں گے۔ ذرا انہیں
پتہ چلیں ان کی اولاد کے کارنامے۔" ادینہ پھنکار رہی تھی۔

گین اور نوفل سے اچھی طرح بے عزتی کرانے کے بعد وہ زخمی ناگن بنی ہوئی تھی۔

رینہ بیگم نے غصے سے اسے دیکھا۔ "ابھی بھی دماغ ٹھکانے نہیں لگا تمہارا؟ ــــ کیوں ان
روں کی زندگیاں برباد کر رہی ہو؟"

اور میں ــــ میری زندگی نہیں برباد ہو رہی؟" وہ چیخی۔

تمہیں تو شوق ہے بربادیوں کا۔" آج وہ بھی غصے میں تھیں۔

آپ اپنا منہ بند ہی رکھیں۔ جب بھی بولیں گی، انہی کے حق میں دلائل دیں گی۔"

بکواس بند کرو۔" زرینہ بیگم کو اور غصہ آیا۔

بہت ٹھنڈے مزاج اور دبی شخصیت کی مالک تھیں۔ مگر ادینہ جیسی اولاد تو کسی کا بھی مزاج
کا ہنر رکھتی تھی۔ اور پر سے وہ اپنے لاڈلے بھتیجے کی زندگی کا جس طرح بکھرتا شیرازہ دیکھ کر آ
ما اس نے انہیں بری طرح جھنجھوڑ کے رکھ دیا تھا۔

"میں ممانی صاحبہ کو بتاؤں گی کہ ان کی "بہو رانی" کے کرتوت کس قدر سیاہ ہیں۔ پہلے اسی عماد کے ساتھ چکر چلاتی رہی اور اب نند کے ساتھ اس کی شادی کروا کے ہمیشہ پاس رہنا چاہتی ہے۔ بدکردار عورت۔" وہ نفرت آمیز لہجے میں کہتی زرینہ بیگم کا ضبط آزما گئی۔

"بدکردار وہ نہیں، تم ہو۔ اسے بدکردار مت کہو۔ وہ تمہاری طرح دوسروں کے شوہروں پر نظر رکھ کے نہیں بیٹھی۔" انہوں نے دانت پیستے ہوئے سختی سے کہا تو ادینہ کو جھٹکا لگا۔

ایسے تو وہ کبھی بھی بات نہیں کیا کرتی تھیں۔

"آپ بھی ملی ہوئی ہیں ان کے ساتھ۔ خود تو کچھ بنایا نہیں، بھائی، بھابی کے ٹکڑوں پر پڑی رہیں۔ مگر میں یوں کتے بلی جیسی زندگی نہیں گزار سکتی۔" وہ غصے سے بولی۔

اس کے انداز و الفاظ زرینہ بیگم کو آگ لگا گئے۔

بے اختیار آگے بڑھ کے انہوں نے تھپڑ کھینچ کے اس کے منہ پر دے مارا۔

"بے غیرت!۔۔۔۔ بے حیا!۔۔۔۔ ماں باپ کو گالی دیتی ہے؟۔۔۔۔ ہم نے کیا کتے بلی جیسی زندگی گزاری ہے یہاں؟"

"ہاں، ہاں۔۔۔۔" تھپڑ کھا کے وہ جیسے دیوانی ہی ہو گئی۔ "کتے بلی جیسی ہی زندگی گزاری ہے آپ نے۔ جو دیا گیا، کھا لیا، جو پہنایا گیا، پہن لیا۔ اور ان کے پیچھے دُم ہلاتے پھرے۔"

وہ جیسے پاگل ہو رہی تھی۔ صحیح غلط کی تمیز کھو کر بدلحاظی سے چلائی تو زرینہ بیگم نے غصے سے بے حال ہو کر اسے تھپڑوں پر رکھ لیا۔

"شرم کر ذلیل اولاد! شرم کر۔۔۔۔ جس تھالی میں کھایا، آج اسی میں تھوک رہی ہے۔ یہ سر چھپانے کا ٹھکانہ تمہارا "حق" نہیں، تمہاری "ضرورت" تھا جو انہوں نے دیا۔ اس سے تو میں بے اولاد ہی اچھی تھی۔ ایسے ہی اٹھا لیا کوڑے کے ڈھیر پر سے تجھے۔ گندگی کی پیداوار گندی ہی نکلی۔"

نوفل آوازیں سن کر اندر آیا تھا۔ اندر کا منظر دیکھا تو سب کچھ بھول کر تیزی سے آگے بڑھا۔

"پھپھو! کیا کر رہی ہیں؟۔۔۔۔ چھوڑ دیں اسے۔" اس نے ساکت کھڑی ادینہ اور زرینہ بیگم کے بیچ آتے ہوئے کہا۔

"تم چپ ہو جاؤ نوفل!۔۔۔۔ آج مجھے اس کو اس کی اوقات بتانے دو۔ کیا تھی یہ اور تم لوگوں نے اسے کیا بنا دیا۔ کہاں کوڑے کے ڈھیر سے اٹھائی گئی کسی کی ناجائز اولاد اور آج وہ پالنے والوں ہی کے سر پر بیٹھ کر جوتیاں برسا رہی ہیں۔"

وہ چیخ چیخ کر بے حال ہو رہی تھیں۔

اور یہ غلیظ انکشاف۔۔۔۔

ادینہ مار کے اثر سے بے نیاز، بے یقینی سے انہیں دیکھے جا رہی تھی۔

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ پھپھو؟" نوفل نے انہیں روکنا چاہا۔ "یہ تو بے وقوف ہے۔ سمجھتی نہیں کہ کسی کی قسمت کا لکھا زبردستی اپنا نصیب نہیں بنایا جا سکتا۔"

"یہ نہیں سمجھتی، میں تو سمجھتی ہوں نا۔ آج ذرا مجھے اس کو بھی سمجھا لینے دو۔" وہ حال سے بے حال ہی تھیں۔

ادینہ تیزی سے آگے بڑھی تو اس کے انداز سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ؟۔۔۔۔ کون ہوں میں؟۔۔۔۔ کہاں سے اُٹھایا ہے آپ نے مجھے؟"

یہ وہ کڑوی حقیقت تھی جسے سالوں سے چھپایا گیا تھا۔ نوفل بے بسی سے زرینہ بیگم کو دیکھنے لگا جو کسی بھی طرح رُکنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔

"ہاں، گندگی کی پوٹ! تجھے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر سے اُٹھایا تھا میں نے۔ بے اولادی کا جھیلنا مشکل ہو رہا تھا۔ مگر اب سوچتی ہوں، وہ بے اولادی اچھی تھی۔" وہ سلگتے ہوئے لہجے میں ...تو ادینہ رو دی۔

اتنی مار کھا کے بھی جو نہیں روئی تھی، تقدیر کے ایک ہی وار کے آگے رو دی۔

"جھوٹ بول رہی ہیں آپ۔۔۔۔ آپ کی سگی بیٹی ہوں میں۔" وہ خوف کے مارے چیخی۔

اپنی شناخت کھو کر "ناجائز" کا ٹھپہ لگوانا بھلا کسے اچھا لگتا تھا۔

اسے بھی لگا، آج یکایک بے نشان ہو گئی ہو۔

پیروں تلے سے زمین اور سر پر سے آسمان ہٹ گیا ہو۔

"ایسی کرموں جلی، احسان فراموش میری اولاد تو نہیں ہو سکتی۔" وہ پاگل ہو رہی تھیں۔

"جھوٹ۔۔۔۔ جھوٹ مت بولیں۔" وہ مٹھیاں بھینچتی، پاؤں پٹختی برافروختہ بھی تھی اور نڈھال...

ایک خوف ایک دم سے دل میں سرایت کر گیا تھا۔

"محض ان لوگوں کی حمایت کے لئے آپ اتنی گری ہوئی باتیں کہہ رہی ہیں۔" وہ چیخی۔

"یہ سچ ہے ادینہ! تم پھپھو کی سگی بیٹی نہیں ہو۔" نوفل سرد لہجے میں کہتا اس کے اور زرینہ بیگم کے ...آ کھڑا ہوا تو ادینہ کو لگا اس کی جنت نگاہوں سے اوجھل ہو گئی ہو۔

آنکھوں کے آگے ایک سفید سی دھند پھیلی اور پھر سنبھلنے کی ایک ناکام سی کوشش۔

لہرا کر نیچے گری تو باوجود کوشش کے نوفل بھی اسے ٹھیک سے سنبھال نہیں پایا۔

زرینہ بیگم کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبوچ لیا ہو۔

●●●●●

...ت زور و شور سے تو نہیں مگر "میر ہاؤس" میں شادی کی تیاریاں جاری تھیں۔ عماد کو بھی ساتھ ...ملایا جا رہا تھا۔

...ے میں تائی جان نے صبا کو دھر لیا۔

"تم گھر کب جا رہی ہو؟"

...وں نے وجدان کے اُٹھ کے جاتے ہی بظاہر بڑے سرسری انداز میں پوچھا تو صبا کا دل ...لگا۔ ان سے نظریں ملائے بغیر لاپرواہی سے بولی۔

"چلی جاؤں گی۔ ایسی بھی کیا افتاد آن پڑی ہے۔"

"شادی میں شرکت تو اُدھر ہی سے کرو گی نا؟" انہوں نے کہا تو وہ انہیں دیکھنے لگی۔

"اِدھر سے کیا مسئلہ ہے بھلا؟"

"بھئی وہاں کی اکلوتی بہو ہو۔ اور پھر معید کی شادی ہوتی تو الگ بات تھی۔ نگین کی بھی وہ ڈیٹ ہے۔ اس کی بھابی بن کے شرکت کرنی ہے تم نے۔"

وہ پریشان ہو رہی تھیں۔ آج سے پہلے تو صبا نے کبھی ایسی غیر ذمہ داری کا ثبوت نہیں دیا تھا۔

اور یہی وہ اصل مسئلہ تھا جس نے صبا کے دل کو دبوچ رکھا تھا۔ ایک شخص جس نے اس پ بدکرداری کا لیبل چسپاں کر دیا تھا اور وہ اس کا گھر چھوڑ چکی تھی، اب پھر سے اسی گھر میں لوٹنا او ایک "حیثیت" سے سب کچھ سنبھالنا۔ اس کے ذہن میں دھماکے سے ہونے لگتے تھے۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" تائی جان کی متفکر سی آواز نے اسے چونکایا تھا۔

"ہوں ___" وہ گم صم سی چونکی۔ "کچھ نہیں۔ یونہی بس، کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا۔" وہ آن پیتے ہوئے بولی۔

"یہ بھی خوب کہی۔ اتنا عرصہ ہو گیا شادی کو اور اب کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا۔ تم تو اتنے ا دنوں بعد میکے آیا کرتی تھیں۔ تب تمہارا یہاں آنے کو جی نہیں چاہتا تھا؟"

اس کا جی چاہا کہے۔

تب وہاں ایک آس تھی، ایک اُمید تھی کہ وہ نوفل احمد کے سنگ دل کو کبھی نہ کبھی گوشت پوس میں ڈھال لے گی۔ اس کی بے نیازی کو محبت میں تبدیل کر دے گی۔

محبت تو زمانے کے سرد و گرم سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے۔ وہ صرف محبت کی "آس" میں زمانہ بھول بیٹھی تھی۔

اور اب ___

خالی ہاتھ۔ خالی دل۔

تائی جان تو اُسے زمانے کی اُونچ نیچ سمجھا کے مطمئن ہو گئیں۔ مگر اس کا دل ہر شے سے اچا ہونے لگا۔ جی چاہا اونچی آواز میں رونا شروع کر دے۔ اپنے بال نوچے، بین ڈالے۔ سب کو اک کرے اور بتائے کہ نوفل احمد کی بے اعتنائی اور بے اعتباری نے صبا میر کو مار ڈالا ہے۔

وہ یونہی دل برداشتہ منہ سر لپیٹے پڑی تھی جب حمرہ نے اسے صالحہ بیگم کے فون کا مژدہ سنایا۔

پہلے اس کا جی چاہا کہ وہ صاف منع کر دے۔ پھر مروت کے مارے اور کچھ گھر والوں سوالات کے خوف سے اُٹھ گئی۔

صالحہ بیگم نے اس کے سلام کا جواب دینے کے بعد اس کا حال چال پوچھا اور اس کے بع شکوے شکایات کا دفتر کھول دیا۔

"میری طبیعت بہتر نہیں تھی ماما ___!" وہ ان کی محبت اور خلوص سے اچھی طرح واقف تھی۔

ہیں کو پیچھے دھکیل کر اتنا ہی کہہ پائی۔

پھر بھی میرے بچے! وقت اور حالات کی نزاکت دیکھو۔ میں یہاں ہوں، نگی اور زرینہ ہیں۔ ت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ مگر ان دنوں میں نگین کو تمہارے جذباتی سہارے کی بہت ت ہے۔ مجھے لگتا ہے اس نے مجھے خوش کرنے کی خاطر اس رشتے پر حامی بھر تو لی ہے مگر اب ں اندر گھلتی جا رہی ہے۔ چہرے پر الگ زردیاں کھنڈی ہوئی ہیں۔ میں اس کی طرف سے بہت ن ہوں صبا! تم آ جاؤ بس۔" وہ جو اس گھر سے ہر ناتا توڑ کے بیٹھی تھی، اب نگین کی "اندرونی" ں کا دھیان کیا تو دھک سے رہ گئی۔

ں یہ جان دینے والی جانے اب کس حالت میں تھی۔ کسی اور کا ہونے کا خیال پتہ نہیں اسے ی دے رہا تھا یا نہیں۔

ے انس کے جانے کے بعد ہونے والی نگین کی حالت یاد آئی۔

جی ماما! ___ میں شام کو کسی کے ساتھ آ جاؤں گی۔" وہ مستحکم لہجے میں بولی۔

خوش رہو ___ سدا سہاگن رہو میری بچی!" صالحہ بیگم کے دل میں ٹھنڈک اُتر گئی۔

یسیور رکھ کے وہ تھکے تھکے انداز میں وہیں ٹیک لگا کے بیٹھ گئی۔ کہیں نوفل اس کے اس اقدام کو تصور نہ کرے۔

مگر جو بھی ہو، وہ ایک بار اس گھر میں ضرور جانا چاہتی تھی۔ نگین کی خاطر۔

●●●●●

ہ رو رو کے مر جانے کو تھی۔

یہ کیا کر بیٹھی میں؟ ___ یہ کیا کر دیا میں نے؟ ___ انس سے بے وفائی؟'

ب سے اس نے شادی کی تاریخ فائنل کئے جانے کا سنا تھا، وہ کمرے میں بند انس کی تصویر ے لگائے روئے جا رہی تھی۔ جب تک صبا اور نوفل کے مابین غلط فہمیاں تھیں، انہیں دور کرنے لئے نگین کو یہ طریقہ سب سے بہترین لگا تھا کہ وہ عماد سے شادی کے لئے حامی بھر لے۔

لکن اب! ___ اب جبکہ نوفل کی آنکھوں پر سے ہر پردہ اُٹھ چکا تھا، اسے اپنی یہ قربانی بے دکھائی دے رہی تھی۔

کیوں کیا میں نے یہ فیصلہ؟ ___ جلد یا بدیر تو نوفل بھائی کی سچائی کا علم ہونا ہی تھا۔ پھر میں ہے یہ۔' وہ انس کی تصویر کو دیکھتے ہوئے پھر سے رو دی۔

ں تم سے آنکھ نہیں ملا سکتی انس میر! میں بہت ہلکی نکلی تمہاری محبتوں کے مقابلے میں۔ لیکن ___ ہاں، ابھی وقت ہے۔ میں انکار کر سکتی ہوں۔ میں تمام عمر بس تمہاری رہنا چاہتی ہوں انس! تمہاری۔ عماد سے یہ رشتہ جب مجبوری کے تحت استوار ہو رہا تھا، اب تو وہ مجبوری بھی نہ رہی۔' ا کے آنسو تھمنے لگے۔

ں، میں اس رشتے سے انکار کر سکتی ہوں۔' اُس نے بڑے یقین سے سوچا تھا۔

●●●●●

""تم کہاں بھاگ رہی ہو اب مجھے اکیلا چھوڑ کے؟""

ضحیٰ نے اسے اپنا بیگ پیک کرتے دیکھ کر احتجاج کیا تو وہ جو پہلے ہی مضمحل ہو رہی تھی، پھ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

""ابھی اکیلی ہو۔ کل پرسوں تک لائبہ وغیرہ آ رہی ہیں۔ پھر خوب رونق ہو جائے گی۔""

""تم تو تم ہو نا۔"" ضحیٰ نے منہ بسورا۔

""آنا تو یہیں ہے نا مجھے۔"" صبا نے اس کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی تسلی دی تھی۔

""اور اگر تمہارے بھائی نے مجھے تنگ کیا تو؟"" وہ فوراً پوچھنے لگی۔

صبا بے ساختہ مسکرا دی۔

""وہ پرمٹ رکھتے ہیں تنگ کرنے کا۔ انہیں تو میں یہاں رہ کے بھی منع نہیں کر سکتی۔""

""بکومت۔"" ضحیٰ جھینپی۔ ""دوسرے والا تنگ کرنے کا کہہ رہی ہوں۔""

""میں بھی ""دوسرے"" والے ہی کی بات کر رہی ہوں۔"" صبا نے اسے پھر سے چھیڑا تو ضحیٰ منہ پھلا لیا۔

""شادی سے پہلے تو تم ایسی نہیں تھیں۔ میری ہر بات مانتی تھیں۔""

""مجبوری کو سمجھو یار! نگین کا مسئلہ نہ ہوتا تو میں یہیں سے شادی میں شرکت کرتی۔ تمہیں پتہ ہے، اس نے اپنی حالت خراب کر لی ہو گی۔ ماما بتا رہی تھیں، ادینہ بھی دو دن ہسپتال میں ایڈمٹ رہی ہے۔ اس کی طبیعت بہت زیادہ خراب تھی۔ ابھی بھی وہ ٹھیک نہیں۔ بخار اترنے کا نام ہی نہیں لیتا۔"" صبا نے اسے اپنی مجبوری بتائی تھی۔

""وہ تو ٹھیک ہے صبا! پر تم نہ جاؤ نا۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"" وہ بے بسی سے بولی تو صبا ہنس دی۔

""اب چاہے ڈر لگے یا کچھ اور۔ شادی تو اکیلے ہی کرنا پڑتی ہے۔ مطلب کہ اس ""عدالت"" میں وکیل صاحب کا سامنا تمہیں اکیلے ہی کرنا پڑے گا۔""

""بدتمیز ـــــ"" وہ سرخ پڑ گئی۔

""میں بعد میں آ جاؤں گی۔ پرامس۔"" صبا نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا تو وہ بے یقینی سے بولی۔

""ہاہ ـــــ نوفل بھائی مانے، تب نا۔ وہ بھی تو اور اکیلے ہو جائیں گے۔""

صبا اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے باقی کے کپڑے بیگ میں ڈالنے لگی۔

شام کو وجدان اسے گھر چھوڑ آیا۔

اندر قدم رکھتے ہی اس کا دل بھرانے لگا۔

وجدان اندر صالحہ بیگم کو سلام کرنے گیا تو وہ کچھ سوچ کر انیکسی کی طرف بڑھ گئی۔

'ادینہ کی عیادت بھی کر ڈالوں'

دروازہ زرینہ بیگم نے کھولا تھا۔

""السلام علیکم ـــــ!"" صبا نے مدھم لہجے میں سلامتی بھیجی۔

رینہ بیگم جواب میں بے یقینی کی سی کیفیت میں تھیں۔

ماما نے بتایا تھا کہ ادینہ کی طبیعت خراب ہے۔ میں ابھی آئی ہوں۔ سوچا، پہلے اسے دیکھ "" وہ انہیں دروازے میں ایستادہ دیکھ کر قصداً مسکرا کر بولی تو وہ گم صم سی پیچھے ہٹ گئیں۔

بانے اندر قدم رکھا تو یوں لگا جیسے وہ اب کبھی یہاں سے ہل نہیں پائے گی۔

امنے ہی اس کی طرف پشت کئے کھڑا نوفل دوائیوں کا شاپر چیک کر رہا تھا۔

ب جانے اس نے صبا کی آمد محسوس نہیں کی تھی یا جان بوجھ کر لاعلم بن رہا تھا۔

س کا پورا وجود بھڑ بھڑ آگ میں جلنے لگا۔

ہ اپنے وجود کو گھسیٹتے ہوئے ادینہ کی جانب آئی۔

سے دیکھتے ہی ادینہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

""کیسی طبیعت ہے ادینہ؟"" صبا نے اپنی تمام تر ہمت جمع کرتے ہوئے پوچھا۔

ہ محسوس کر رہی تھی کہ ادینہ کے بیڈ کے دوسری طرف بالکل اس کے بالمقابل کھڑے نوفل کی نگاہ جمی ہوئی ہے۔

ناید غصہ ـــــ یا پھر حد درجہ بے یقینی۔

ماما بتا رہی تھیں کہ تم ہاسپٹلائزڈ تھیں۔ میں نے سوچا اندر جانے سے پہلے تمہیں دیکھ جاؤں۔ یک ہو نا تم؟""

ہاں کی خاموشی صبا کو پریشان کرنے لگی۔

بانے کیا ہوا ـــــ ادینہ نے با آواز بلند رونا شروع کر دیا۔

ہ بوکھلا کر پھپھو کو دیکھنے لگی۔

رینہ بیگم کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

طبیعت ٹھیک نہیں ہے نا اس لئے۔ اور تم نے اچھا کیا آ گئیں۔ نگین کی خبر لو۔ اس نے تو خود کو رے میں قید کر کے رکھا ہوا ہے۔"" وہ بہت سے پردے ڈال کر بات بدل گئیں۔ صبا کی نگاہ پر تھی اور نوفل کی صبا پر۔

پریشان مت ہو ادینہ! جلدی ٹھیک ہو جاؤ گی۔ میں دعا کروں گی تمہارے لئے۔"" صبا نے ر ہمدردی سے کہتے ہوئے اس کا رخسار تھپتھپایا تو اس نے صبا کا ہاتھ تھام لیا۔

تم میرے لئے ضرور دعا کرنا۔ مجھے سکون نہیں ملتا۔ نیند نہیں آتی صبا! مجھے معاف کر دو نے بہت غلط کیا ہے۔""

ہ روتے ہوئے بار بار کہے جا رہی تھی۔

با بے حد پریشان ہو گئی۔ بھلا ادینہ جیسی نڈر اور بے باک لڑکی کو کیا ٹینشن ہو سکتی تھی۔

سے نہیں معلوم تھا کہ وہ اپنے ضمیر کی قیدی بن چکی تھی۔

اس کا سارا مان، غرور ختم ہو چکا تھا۔
زرینہ بیگم نے اسے اشارہ کیا تو وہ ادینہ کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑاتی باہر نکلنے لگی۔
"نوفل! اسے کہو، یوں مت جائے۔ مجھے معاف کر دے۔ میں نے اس کے ساتھ اچھا نہیں کی
زندگی برباد کر ڈالی اس کی۔ اسے کہو مجھے معاف کر دے۔"
اسے باہر آنے تک ادینہ کی آواز آتی رہی تھی۔
وہ بلک رہی تھی۔ چیخ رہی تھی۔
"اسے کیا ہو گیا ہے پھپھو؟" صبا کا دل خوف کا شکار ہونے لگا۔ جواب میں وہ رو دیں۔
"اسے اپنی اوقات پتہ چل گئی ہے۔ خدا کی ذات ایک حد تک رسی دراز رکھتی ہے۔ تم بھی ا
معاف کر دینا۔ شاید اسے سکون مل جائے۔"
وہ پتہ نہیں کیا کہہ رہی تھیں۔ صبا انہیں دیکھ کر رہ گئی۔
صالحہ بیگم اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ وہ ان کے آگے جھکی تو انہوں نے اس کی پیشانی چو
دعائیں دیں۔
صبا کی پلکیں نم ہونے لگیں۔
"نگین کی طبیعت کیسی ہے؟"
"تم ہی دیکھو اس کو۔ صرف ناشتے، کھانے پر ملاقات ہوتی ہے۔ ہر وقت اپنے کمرے میں
پتہ نہیں کیا سوچتی رہتی ہے۔ شکل اتنی سی نکل آئی ہے۔" وہ پریشان تھیں۔
"میں دیکھتی ہوں اسے۔ اور یہ وجدان کہاں گیا؟"
"میں نے تو بہت روکا اسے۔ کہہ رہا تھا، کسی دوست کو وقت دے رکھا ہے۔"
"جی ـــ اسے ضروری کام سے جانا تھا۔" صبا نے جواب دیا۔
اسی وقت نوفل اندر آیا تو صبا کے اعصاب تن سے گئے۔
"کب سے کہہ رہی تھی، اس نالائق کو کہ صبا کو لے آؤ۔ مگر یہ کبھی کوئی بہانہ، کبھی کوئی۔" ص
بیگم کہہ رہی تھیں۔
صبا نے تھوک نگل کر حلق تر کیا۔ جانے آگے کیا کہہ دے اور بنی بنائی ساری عزت۔
"میں ذرا نگین سے مل لوں۔" وہ تیزی سے کہتی نگین کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔
اس کا دل بہت بے ترتیبی سے دھڑک رہا تھا۔
نگین کو دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئی۔ پیلی زرد رنگت اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے۔ وہ کمزور دک
دے رہی تھی۔
صبا کو دیکھتے ہی اُٹھ کر اس سے لپٹی اور رونا شروع کر دیا۔
وہ خاموشی سے اس کی پشت سہلاتی رہی۔ خود انس کی یاد نے اس کی آنکھیں بھی بھگو دی تھیں
"یہ میں نے کیا کر دیا صبا! ـــ کیا کر دیا میں نے؟" وہ تڑپ رہی تھی۔ مچل رہی تھی۔

اس کی حالت دیکھ کر صبا کو بھی رونا آ رہا تھا۔
"یہ مشیت ایزدی ہے۔ رب کا بنایا ہوا قانون ہے۔ تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے نگی! سب
خوش ہیں۔" اس کی آواز بھرا رہی تھی۔
نگین اُسے چھوڑ کے پیچھے ہٹ گئی۔
"نہیں ـــ میں نے صحیح نہیں کیا۔ میں کبھی بھی انس کو نہیں بھول سکتی ـــ کبھی بھی نہیں۔"
نی بات پہ زور دے کر بار بار کہہ رہی تھی۔
"انہیں تو کوئی بھی نہیں بھول سکتا نگی! مگر زندگی ایک جگہ جامد ہونے کا نام تو نہیں ہے نا۔ اسے تو
رہنا ہے۔ نئے رشتوں، نئے تقاضوں کے ساتھ۔" صبا نے اسے سمجھایا تو وہ ہتھیلیوں سے
یں پونچھتی اپنے بستر پر ٹکتے ہوئے قدرے اطمینان سے بولی۔
"نہیں ـــ اب سب ٹھیک ہو گیا ہے۔ میں نے محض تمہاری خاطر اس رشتے پر حامی بھری
بھائی کے دل و دماغ میں سے وہ غلط فہمی نکالنے کی خاطر۔ اب تو تم آ گئی ہو۔ سب ٹھیک ہو گیا
۔" وہ کہہ رہی تھی۔
صبا کو لگا اس کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔
"میں یہاں محض تمہارے لئے آئی ہوں نگین! میں یہاں مستقل رہنے نہیں آئی۔" صبا نے بھاری
ے دل کے ساتھ اسے حقیقت بتائی تو وہ حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔
"اب بھی؟"
"کیوں ـــ اب کیا ہو گیا ہے؟" صبا نے تلخی سے پوچھا تو وہ اُلٹا سوال کرتے ہوئے بولی۔
"تمہیں کس نے واپس بلایا ہے؟"
"ماما نے۔ وہ تمہاری طرف سے بہت پریشان ہیں۔" صبا نے بتایا۔
"اور بھائی؟ ـــ ان سے بات نہیں ہوئی تمہاری؟" نگین نے چونک کر پوچھا۔
"میں کسی سے کوئی بات نہیں کرنے آئی۔ میرا اس گھر سے صرف تمہاری ذات تک تعلق ہے۔
کے بعد میں واپس چلی جاؤں گی۔" صبا نے سختی سے کہا۔
"ان کی غلط فہمی دور ہو چکی ہے صبا! حالات ٹھیک ہو گئے ہیں......" نگین نے کہنا چاہا مگر وہ
کی بات کاٹ گئی۔
"اب کچھ نہیں ہو سکتا نگین! جس شخص کی آنکھوں پر بدگمانیوں کے پردے پڑ چکے ہوں، وہ ایسے
رے ہوئے الزامات پر اتر آتا ہے۔ مجھے ان کی غلط فہمی کے دور ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق
ں پڑتا۔" وہ تلخ و ترش لہجے میں بولی تو نگین نے تیزی سے کہا۔
"تو پھر میں بھی عماد سے شادی نہیں کر سکتی صبا!"
"کیا مطلب ہے تمہارا؟" صبا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔
"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ میں عماد سے شادی نہیں کروں گی۔"

"لیکن تم خود حامی بھر چکی ہوں اس پروپوزل کے لئے۔ اور اب تو نکاح کی تاریخ بھی......"

"وہ سب میرا مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے صرف تمہارے اور بھائی کے مابین غلط فہمی دور کرنے کے لئے عماد سے شادی کی حامی بھری تھی۔" وہ بے حد سرد لہجے میں بولی تھی۔

"واہ ـــــ کیا انداز ہے غلط فہمیاں دور کرنے کا۔" صبا نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"اور دونوں گھروں کے مکینوں کے متعلق سوچنا شاید تم بھول گئیں اپنے بھائی کی طرح۔"

نگین خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"تم بہت غلط کر رہی ہو۔" صبا نے اسے سمجھانا چاہا۔

"اور تم صحیح کر رہی ہو کیا؟" نگین نے اُلٹا اس سے پوچھا۔

وہ دُکھ کے مارے اسے دیکھنے لگی۔ پھر متاسفانہ انداز میں بولی۔

"ساری صورت حال تمہارے سامنے ہے نگین! مجھے اپنا گھر برباد کرنے کا شوق نہیں۔ تمہارے بھائی ہی کو مجھے بسانا نہیں آیا۔"

"ہر بات اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ لیکن کیا تم دونوں نے خود سے منسلک لوگوں کا ردِعمل سوچا ہے؟ جب تم بھائی سے الگ ہو گی تو کیا جواز پیش کرو گی سب کے سامنے؟ اور بالفرض تم عماد کا نام لے بھی لیتی ہو تو عماد کا اور میرا تعلق کیا ہو گا؟" وہ جذباتی ہونے لگی۔

اور یہ سب تو خود صبا نے بھی بہت سوچا تھا۔ سوچ سوچ کے اس کا سر درد سے پھٹنے لگتا لیکن کوئی جائے فرار دکھائی نہ دیتی تھی۔

"یہ سب میرا مسئلہ ہے۔ تم اسے خود سے منسلک مت کرو۔" صبا نے نظریں چرائیں۔

"صبا پلیز! پریکٹیکل بن کے سوچنا۔ جذباتیت ہمیشہ راہ کھوٹا کرتی ہے۔" نگین نے کہا تو وہ ان سنی کرتی اس کے کمرے سے نکل آئی۔

وہ پریشان سی اُنگلی اور انگوٹھے سے پیشانی مسلتی اپنے دھیان میں تھی جب اچانک صالحہ بیگم کے کمرے سے نکلتے نوفل سے جا ٹکرائی۔

ناگواری و کراہیت کا طاقتور احساس اس کے روم روم میں دوڑ گیا۔ وہ اسے نظر انداز کرتی اندر داخل ہونے لگی تھی کہ نوفل نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے صبا!"

صبا کو شدید شاک لگا۔

●●●●●

وہ بہت اُداس تھی۔

شموئیل آفس جانے کے لئے تیار ہوتا آئینے میں وقتاً فوقتاً اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"اب کیا پلاننگ کر رہی ہو؟" اسے دیکھ کر دل یونہی چھیڑنے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔

ژالے نے چونک کر اسے دیکھا، وہ مسکرا رہا تھا۔

"تمہیں کیا۔ تم خوش ہو اپنی دنیا بلکہ دنیاؤں میں۔" وہ جل کر بولی۔

شموئیل خان سے نفرت کے بہت سے مظاہرے کرنے کے باوجود وہ اس کی محبتوں کو نظر انداز ہیں کر پائی تھی۔

خود کو سنگ بناتے بناتے وہ اس کی بانہوں کی حدت سے موم کی مانند پگھل گئی تھی۔

تو اب کس طرح اور کس بات کا نخرہ دکھاتی؟

اس کا مطلب پا کر شموئیل ہلکا سا قہقہہ لگا بیٹھا۔

"میرا مطلب تھا کہیں تم نیویارک سے واپسی کا تو نہیں سوچ رہیں؟" وہ بھولپن سے پوچھتا اسکی رف پلٹا۔

ژالے اسے گھورتی رہی، پھر تھک کر تکیے پر سر ڈال دیا۔

"میں بہت بے وقوف ہوں۔" وہ با آواز بلند اپنی خوبی بیان کر رہی تھی۔

شموئیل کو ہنسی آئی۔

"تم بہت بچی ہو جانِ من!"

"پتہ نہیں کیوں میں تم سے لڑ نہیں پائی۔ حالانکہ مجھے اوّل روز ہی تمہیں چھوڑ کے چلے جانا چاہئے ا۔ میں کوئی دیسی پاکستان لڑکی تو نہیں تھی جسے لوگوں کی باتوں کا ڈر ستاتا۔ مگر پتہ نہیں کیوں۔" بہت اس لہجے میں باتیں کرتے کرتے وہ دفعتہً چونکی۔

وہ اس کے پاس دراز اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔

"کیوں شموئیل! میں کیوں نہیں چھوڑ پائی تمہیں؟" معصومیت سے پوچھا تو شربتی آنکھیں جل لیں۔

"محبت کرتی ہو مجھ سے، اس لئے۔ کوئی عام لڑکی ہوتی تو اب تک چلی جاتی۔ مگر تم تو ژالے وئیل خان ہو جس کا اس دل میں بہت خاص مقام، بہت خاص فیلنگز ہیں۔" وہ مدھم مگر پُرشدت ہ میں کہتا اُسے رُلا گیا۔

"تو پھر کیوں شموئیل! ـــــ کیوں میرا پیار بانٹا تم نے؟"

"میری بے وقوف بیوی!" شموئیل نے ہنستے ہوئے اسے سمیٹ لیا۔ "آج کا دن نکال لو بس م! کل وکیل تمام پیپرز بنا کے لا رہا ہے۔"

"کیسے پیپرز؟" وہ ٹھٹکی۔

"ڈائی وورس پیپرز۔" شموئیل پُرسکون تھا۔

"فرقان لالہ کو میں نے اسی لئے بلایا تھا۔ وہ پلوشے کو اپنانے کے لئے تیار ہیں۔" اس نے اکا کیا۔ ژالے متحیر سی سر اٹھائے اسے دیکھے گئی۔

حیرت سے کھلی آنکھیں اور نیم وا لب۔ شموئیل کو اس پر بے ساختہ پیار آیا تھا۔

"پلوشے بمشکل ہی سہی مگر مان گئی ہے۔"

"اور بابا جان؟"
"ان سے بھی ہم نمٹ لیں گے۔ زندگی گزارنا اتنا آسان تھوڑی ہے۔ جو ان مشکلات سے گھبرا جائے تو مرد ہی کیا۔" وہ تفاخر سے کہتا ژالے کو بہت اچھا لگا۔
"اور پلوشے ___ یعنی اس سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں؟" خوشی کے مارے وہ ہکلائی۔
"پیپر میرج سمجھتی ہو نا؟ کاغذی شادی۔" اُس کی سنہری آنکھوں میں سکون ہلکورے لے رہا تھا۔
"اوہ گاڈ ___ کتنے بڑے پلان میکر ہو تم۔" ژالے چلائی، پھر اُس کے سینے پر ہاتھ مارا۔
"اور اتنے دنوں میری جان عذاب میں ڈالے رکھی تم نے۔"
"وہ سب تمہاری بداعتمادی کی سزا تھی۔ محبت کرنے والے ہر حال میں اعتماد کرتے ہیں۔"
"عورتیں محبت میں 'تھڑدلی' (تھوڑے دل والی) ہو جاتی ہیں شموئیل خان! شراکت برداشت کرنا بہت حوصلے والیوں کا کام ہوتا ہے۔ چند دن اور تمہاری پیپر میرج چلتی تو شاید میں مر ہی جاتی۔" وہ بے ساختہ جذباتی ہونے لگی۔
"میں اپنی جان کے حوصلے سے واقف ہوں۔ دیکھا نہیں، کتنے وقت پر حقیقت بتائی ہے۔ مجھے تو انعام ملنا چاہئے۔" وہ مسکرایا۔
"ہاں ___ جو تم کہو۔" وہ اس کے قریب ہوئی۔
"دوسری شادی کی اجازت........"
وہ بے حد شرارت سے کہنے لگا تھا کہ ژالے چلا اُٹھی۔ شموئیل خان نے ہنستے ہوئے اسے خود سے قریب کر لیا کہ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں بدگمانیوں کو یونہی ہنس بول کے ختم کیا جاتا ہے۔ وگرنہ محبت کا وجود فنا ہو جاتا ہے۔

●●●●●

صبا نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور درشتی سے بولی۔
"مگر مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی۔"
وہ یونہی اس کی راہ میں ایستادہ تھا۔
"پیچھے ہٹئے۔" ناگواری سے اُسے کہنا پڑا۔
"تم چاہے مثبت فیصلہ کرو، چاہے منفی۔ اس کے لئے کم از کم ایک بار ہمیں بات تو لازمی کرنا پڑے گی۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔
مگر صبا کے پاس اس کے لب و لہجے اور انداز پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا۔
وہ نوفل احمد کا کبھی بھی سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔
"میں نے کہا نا، آپ جو چاہے فیصلہ کریں۔ میں یہاں چند دنوں کے لئے آئی ہوں، چلی جاؤں گی۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ بس ان تھوڑے دنوں کو کسی کے لئے پریشانی کا باعث نہ بنائیں۔"
اس کا لہجہ کانپنے لگا تھا۔ اتنی بہادر تو وہ کبھی بھی نہیں رہی تھی کہ نوفل کے سامنے کھڑی ہو کر ا

طرح کی گفتگو کرتی۔
وہ اس کی سائیڈ سے ہو کر اندر داخل ہو گئی۔ مگر اس کی ٹانگوں کے ساتھ ساتھ دل بھی لرز رہا تھا۔
'یا خدا! یہ سنگدل شخص اس موقع پر کوئی بدترین ایشو نہ بنا دے۔'
اُس کا دل بھرانے لگا۔ مگر وہ خود کو سنبھالتی صالحہ بیگم کی طرف متوجہ ہو گئی۔
"مل آئیں تگین سے؟"
"جی۔" وہ گہری سانس بھرتی ان کے پاس بیٹھ گئی۔
"دیکھا تم نے، کیسی اُجاڑ حالت بنا رکھی ہے اس نے اپنی؟ اب جب فیصلہ کر ہی لیا ہے تو سب خدا پہ چھوڑ دو۔ یوں پریشان ہونے سے بھلا کبھی دل کو سکون ملتا ہے۔"
وہ واقعی تگین کی طرف سے بہت متفکر تھیں۔
صبا جو سب کچھ انہیں بتانے کا سوچ کر آئی تھی، چپ رہ گئی۔

●●●●●

"تم کتنی نکھر رہی ہو منگنی کروا کے۔" ضحیٰ نے لائبہ کے پہلو میں چٹکی بھری تو وہ آداب بجا لائی۔
"منگنی کروا کے نہیں، کہو چاند چڑھا کے۔" اسماء بھابی نے اسے چاند کے توسط سے چھیڑا تو سب نے قہقہہ لگایا۔
"مجھے کس نے یاد کیا ہے؟"
چاند تو پورا جوکر تھا، جن کی طرح حاضر ہوا۔
اسماء بھابی اس کی راہ میں آئیں۔
"پتہ نہیں تمہیں، لڑکے والوں کا ادھر آنا منع ہے، بلکہ معیوب ہے۔" وہ ڈپٹ کر بولیں۔
"مگر میرا تو کوئی لڑکا نہیں ہے۔ میں تو خود ابھی لڑکا ہوں۔" چاند نے پھلجھڑی چھوڑ دی تھی۔
"اور چھیڑیں اسے۔" لائبہ سرخ پڑ گئی تھی۔ کچھ چاند کی نگاہوں کا اعجاز تھا۔
"میں شادی شدہ خواتین سے چھیڑا جانا پسند نہیں کرتا۔ ہاں، تمہیں اجازت ہے۔" چاند نے لثائی سے کہا تو سب کی ہنسی پر لائبہ جھینپ کر اسے گھورنے لگی۔
"انہیں باہر نکالیں ___ یہ یہاں رہے تو مقناطیس کی طرح باقی بھی باری باری کھنچے چلے آئیں گے۔" ضحیٰ نے کہا تو اسماء بھابی نے چاند کو جیسے تیسے کر کے وہاں سے رخصت کر ہی دیا۔
"اب بتاؤ بھئی، دل کا موسم کیسا ہے؟" لائبہ نے اسے چھیڑا تھا۔
"بس، گزارا ہے۔" ضحیٰ بن کر بولی تو اسماء بھابی نے ہنستے ہوئے جملہ کسا۔
"شہر کا بہترین وکیل ہمارا ہے۔"
"ہاہ ___ اب کیا ہو سکتا ہے بھلا۔" ضحیٰ نے گہری سانس بھری تو اس کے شانے پر دھپ لگائی۔
"ناشکری۔"
"پورے سو نفل پڑھوں گی آپ کے دیور کے ساتھ مل کے۔" وہ مسکرائی تھی۔

"کھنی، میسنی تو یہ ہے۔ خواہ مخواہ معید کو بدنام کرتی رہی۔" اسماء بھابی نے اپنے نومولود کو گود میں گھسیٹتے ہوئے کہا تو ضحیٰ نے بے نیازی سے شانے اچکا دیئے، پھر ایک دم ہنس دی۔

مگر اسی شام جب وہ کچن میں سب کے لئے چائے بنا رہی تھی، معید حسن نے اسے جا لیا۔ کچے پیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس، سر پر دوپٹہ اوڑھے وہ مگن سی چائے کے پین کی طرف متوجہ تھی۔

"زندگی تمہارے لئے مذاق ہو گی ضحیٰ میرا! میرے لئے نہیں۔ مجھے ابھی اور اسی وقت تمہارا فیصلہ چاہیئے۔"

اس کے بازو میں انگلیاں گاڑتے ہوئے وہ غرایا تو ضحیٰ کو اپنی سانس رکتی محسوس ہونے لگی۔

وہ صرف سٹپٹائی ہی نہیں، معید کا غصہ دیکھ کر ڈر بھی گئی۔

"بتاؤ مجھے۔ کھیل، تماشا سمجھ رکھا ہے تم نے زندگی کو؟"

اس کی انگلیاں ضحیٰ کو اپنے بازوؤں میں پیوست ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ قریب تھا کہ وہ چیخ اٹھتی، نعمان آوازیں دیتا چلا آیا۔

معید پھرتی سے فریج کی طرف پلٹ گیا اور ضحیٰ خود کو سنبھالتی چولہے پر کھولتی چائے کی طرف۔

"واہ—— آج مزہ آئے گا چائے پینے کا۔ اتنی چاہ کے ساتھ جو بن رہی ہے۔" اس نے معید کو کچن میں پا کر فقرہ کسا۔

اب یہاں کون سی رومینٹک صورت حال چل رہی تھی کہ دونوں فریق انجوائے کرتے۔

معید فریج سے پانی کی بوتل نکال کر نعمان کو ملامتی نظروں سے دیکھتا کچن سے نکل گیا۔

نعمان اس کے پیچھے لپکا تھا۔

ضحیٰ نے کب سے دبی سانس بہت اطمینان کے ساتھ خارج کی اور گنگناتے ہوئے پیالیوں میں چائے نکالنے لگی۔

●●●●●

"سنو——!"

نوفل کو اندر آتا دیکھ کر وہ فوراً باہر نکلنے لگی تھی جب اس نے پکار لیا۔

اس کی "سنئے" کی بجائے "سنو" بہت معنی خیز تھی۔

"نگین کو ساتھ لے کے تھوڑی بہت شاپنگ کر لو۔ جو بہت ضروری اشیاء ہیں وہ تو کم از کم......"

اسے دروازے کے پاس پل دو پل ٹھہرتے دیکھ کر بولا تو صبا نے تلخی سے کہتے ہوئے اس کی بات کاٹی۔

"اسے شاپنگ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ یہ شادی کرنا ہی نہیں چاہتی۔"

نوفل کے سر پر دھماکہ ہوا۔ اس نے بے یقینی سے صبا کو دیکھا۔

"نگین نے خود اس رشتے کے لئے ہامی بھری تھی۔"

"محض آپ کی آنکھوں پہ بندھی بدگمانی کی پٹی ہٹانے کے لئے۔" اس کا لہجہ اب بھی تلخ و ترش تھا۔ وہ ندامت سے چور ہونے لگا۔

"رشتے ناتے کھیل نہیں ہوتے۔ اسے سمجھاؤ۔"

"ہاں......" صبا کی آنکھوں میں نمی سی اترنے لگی اور اس کے الفاظ پہ ہنسی بھی آئی۔

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟...... آپ؟" وہ بے حد طنز سے بولی۔ "رشتے ناتوں کو یوں رگیدنا تو شاید آپ کے گھرانے کی ریت ہے یا پھر نئی نسل سے یہ رواج چل نکلا ہے؟"

"تم حق بجانب ہو۔ کچھ بھی کہہ سکتی ہو۔" وہ بہت ضبط سے بولا تھا۔

"مگر میں آپ سے کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی۔" وہ حقارت سے کہتی باہر نکل گئی۔

نوفل وہیں کھڑے کا کھڑا تھا...... بالکل تنہا، اکیلا۔

●●●●●

"آخر اس لڑکی کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ کیوں نہیں نکلتی اپنے کمرے سے؟...... پیچھے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں؟ تمہاری اپنی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ کیا کیا دیکھو گی تم؟"

نگین کی روش نے صالحہ بیگم کو پریشان کر رکھا تھا۔ ابھی بھی وہ صبا سے کہہ رہی تھیں اور وہ چاہ کے بھی اصل بات بتا نہ پائی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔ لڑ لینے دیں اسے خود سے۔ پھر اسے سکون مل جائے گا۔"

"یوں اکیلی تو وہ ختم ہو جائے گی۔ جب فیصلہ کر ہی لیا ہے تو ذہن کو بدلے۔"

"یہ اتنا آسان تو نہیں ماما! جب یادیں زور مارتی ہیں تو انسان کا بس نہیں چلتا۔ سوچ کو روکنا اختیار سے باہر ہو جاتا ہے۔ وہ بھی سنبھلنے کی کوشش کر رہی ہے۔ فیصلہ تو کر ہی چکی ہے۔ آگے بھی اللہ بہتر ہی کرے گا۔" صبا نے انہیں بہلانے کی کوشش کی۔

"تم اسے بلاؤ تو۔ آج میں اس سے خود بات کرتی ہوں۔ یوں ستائے گی اب ماں کو؟" وہ واقعتاً پریشان تھیں۔

صبا گہری سانس بھرتی نگین کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

وہ منہ سر لپیٹے پڑی تھی۔ صبا نے اُسے زبردستی اٹھایا۔

لال بوٹی جیسی آنکھیں لئے وہ غم سے بے حال اور درد سے چور دکھائی دے رہی تھی۔ اس کی بکھری حالت دیکھ کر خود صبا کا دل مٹھی میں آ گیا۔

گزشتہ دنوں میں وہ اچھی طرح جان گئی تھی کہ دل پہ پاؤں رکھ کے کوئی بھی فیصلہ کرنا آگ کا دریا پار کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ وہ نوفل جیسے بدگمان شخص کو چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی تو انس جیسے دلربا شخص کے بدلے کسی اور کا ہونا نگین کیسے برداشت کر لیتی۔

"کیوں خود کو یوں تکلیف پہنچا رہی ہو؟ بلکہ مرنے والے کو بھی؟" صبا نے سخت لہجے میں بات کا آغاز کیا تو اس کی بات سنتے ہی نگین کی آنکھیں برسنے لگیں۔

"میں یہ شادی نہیں کروں گی صبا!"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے اور کچھ نہیں۔ اُٹھو! باہر چل کے تازہ ہوا کھاؤ۔ سب صحیح غلط پتہ

جائے گا۔" اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تو نگین کو یوں لگا جیسے وہ اس کی بات کو کوئی اہمیت ہی ے رہی ہو۔

"میں انس کو نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ چیخ کر بولی۔

"کس حیثیت سے؟" صبا نے یکلخت سرد لہجے میں پوچھا تو وہ اسی انداز میں بولی۔

"وہ میرے شوہر ہیں۔"

"شوہر ہیں نہیں، تھے۔" صبا نے بڑی بے دردی سے تصحیح کی تھی۔ کم از کم نگین کو تو یہی لگا۔

"وہ اب بھی میرے شوہر ہیں۔ پاس نہیں تو کیا ہوا۔" وہ تیز لہجے میں بولی تھی۔

"بے وقوفوں جیسی باتیں مت کرو نگین! بیوی مر جائے تو بھی مرد کے لئے بیوی ہی رہتی ہے ہ وہ اس کے ہوتے ہوئے بھی دوسری، تیسری، چوتھی شادی کر سکتا ہے۔ وہ چاہے تو مرنے کے نی بیوی کو چھو سکتا ہے، غسل دے سکتا ہے۔ مگر شوہر مرتے ہی بیوی کے لئے نامحرم ہو جاتا ہے۔ سے رشتہ ٹوٹ جاتا ہے۔ بیوی کا اسے چھونا جائز نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ تمام عمر اس کی یادوں میں ی بسر کرنا۔"

با نے بڑے تحمل سے اسے سمجھایا۔ وہ پھٹی پھٹی نگاہوں میں بے یقینی بھرے اسے دیکھ رہی تھی۔

"عورت کو ایک شوہر کے ہوتے دوسری شادی کی اجازت نہیں۔ اسی لئے شوہر کی وفات کے فوراً و اس کے لئے نامحرم ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے تم خود سوچ لو کہ تم کیا کرنے جا رہی ہو۔" صبا بھر سے کہا تو وہ چیخی۔

"وہ میرے بچے کا باپ تھا......"

"وہ بچہ جو پیدا ہونے سے پہلے ہی خدا کے پاس چلا گیا۔ اگر وہ زندہ ہوتا تو تم بے شک اس ہارے بیٹھ کر انس بھائی کو یاد کرتی رہتیں۔ مگر اب نہیں۔"

با نے کہتے ہوئے جیسے اس کی جان ہی نکال لی ہو۔

"تم چاہو تو کسی عالم سے یہ مسئلہ پوچھ سکتی ہو۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔" نگین کے آنسوؤں میں روانی آ گئی۔

با تھک ہار کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔

"اچھے شخص کو اچھے معنوں، اچھی یادوں میں یاد تو رکھنا چاہئے نگی! مگر یوں کسی کے لئے پوری تج دینا، نری بے وقوفی ہے۔" اس کا ہاتھ تھام کر کہا تو وہ تلخی سے بولی۔

"یہ تو سوچ لو، جس کے متعلق تم بات کر رہی ہو وہ تمہارا بھائی ہے۔"

"مجھے اس حقیقت سے انکار نہیں۔ مگر یہ بھی سچ ہے کہ میں تمہیں ہنستا بستا دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور ائی بھی ایک بہترین انسان ہیں۔ بالکل بھائی جان جیسے۔" صبا نے دل سے اُٹھتی ٹیس دباتے کہا تو وہ تڑپ اُٹھی۔

"انس سے مت ملاؤ کسی کو۔ کوئی بھی اُن جیسا نہیں ہو سکتا۔"

''ہر کسی کی اپنی شخصیت، اپنا مقام ہوتا ہے نگی! تم غیر جانبداری سے سوچو گی تو بہتر فیصلہ کر پاؤ گی۔ زندگی میں اب وہ مقام آ گیا ہے جب خود کو اس کے دھارے پر چھوڑ دینے میں ہی عقل مندی ہے۔ یہ دھارا جہاں تمہیں لے جائے، وہ تمہاری قسمت۔ خود سے منسلک لوگوں کے متعلق سوچو۔ مجھے دیکھو۔ صرف خود اپنے لئے سوچتی تو اب تک کوئی انتہائی فیصلہ کر لیتی۔ مگر میں نے ہر بار خود سے پہلے خود سے منسلک رشتوں کے متعلق سوچا۔ تبھی اتنی قیامت سہہ جانے کے بعد بھی تم مجھے دوبارہ اس گھر میں دیکھ رہی ہو۔''

وہ بے حد یاسیت سے بولی تو نگین اس کے شانے سے پیشانی ٹیک کر سسک اٹھی۔

''میں مر جاؤں گی صبا! ــــــ میں خود کو کسی اور کے حوالے نہیں کر سکتی۔ یہ کیسی بے وقوفی، جلد بازی کی میں نے۔''

''بے وقوفی میں بھی بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے نگین! سب بہت خوش، بہت مطمئن ہیں۔'' صبا نے اپنے آنسو پیتے ہوئے اسے تھپکا۔

''میں نے بھی تو فیصلہ کرتے وقت صرف تمہارے اور بھائی جان کے متعلق ہی سوچا تھا۔ خود کا تو اس وقت خیال بھی نہیں آیا تھا۔ اور تم لوگ ابھی بھی اس سیڑھی پر ہو۔ پھر میں یہ قربانی کیوں دوں؟''

وہ پھر سے جذباتی ہونے لگی۔

اسی وقت نوفل اندر داخل ہوا۔

''بہت ہو گئی بے وقوفی نگی! ــــــ اگر مجھے زندگی گزارنے کا ڈھنگ نہیں آیا تو کم از کم تم ہی عقل مندی کا ثبوت دو۔''

اُس کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ ان کی گفتگو کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور سن چکا ہے۔ برہمی اس کے لب و لہجے سے ٹپک رہی تھی۔

صبا نے لب بھینچے۔ وہ اس شخص کے سائے سے بھی بچنا چاہ رہی تھی۔

اس کی بات سن کر نگی رونے لگی۔ نوفل موم ہو گیا۔

''اگر تم سے یہ فیصلہ ہو ہی گیا ہے تو اسے خدا کی طرف سے بہتری سمجھو گی۔ عماد بہت اچھا انسان ہے۔'' اس نے کہا تو صبا کی اس کی جانب اُٹھتی نگاہ بے حد سلگتی ہوئی تھی۔

وہ بے اختیار صبا سے نگاہ چرا گیا۔

''یہ سب آپ کا قصور ہے۔ اتنی زندگیوں کو تلپٹ کر کے رکھ دیا آپ کی بے حد جذباتیت نے۔'' نگین نے اُسے موردِ الزام ٹھہرایا تو نوفل کے چہرے سے یاسیت جھلکنے لگی۔

''یہ اپنے فیصلے میں آزاد ہے نگی! میں اس پر اب اور جبر نہیں کرنا چاہتا۔ میں نے جو کیا وہ میری نادانی تھی........'' وہ یکلخت چپ ہو گیا۔

اس کی رنگت شدت جذبات سے سرخ پڑ رہی تھی۔ شاید اسے احساس ہوا کہ اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کی یہ صحیح جگہ نہیں ہے۔ تبھی وہ بہت سنجیدگی سے بولا۔

''اب اگر تم اپنے فیصلے پر قائم رہو گی تو شاید میں کبھی میر ہاؤس والوں کے سامنے سرخرو ہو سکوں اور عماد کے سامنے بھی۔''

قدرے توقف کے بعد اس نے مدھم لہجے میں کہا تو نگین کے آنسو تھمنے لگے۔

نوفل چلا گیا تھا۔ سوچوں کے تانوں بانوں سے اُلجھتی وہ دونوں وہیں رہ گئیں۔

●●●●●

نوفل نے ژالے کی کھلکھلاہٹ اور چہچہاہٹ کو بے حد حیرت سے دیکھا۔

بہت عرصے کے بعد وہ پرانی والی، بے حد فریش اور حسین تر ژالے لگی تھی۔

''پارس پتھر ہاتھ لگ گیا ہے کیا؟''

نوفل نے اسے اپنے آفس میں پا کر کرسی آفر کرتے ہوئے پوچھا تو اس نے قہقہہ لگایا، پھر مزے سے بولی۔ ''پارس پتھر تو جانے کب سے میرے پاس پڑا تھا، میں ہی اسے نادانی میں ٹھوکروں پر [ر]کھے ہوئے تھی۔''

''لگتا ہے، خان نے پھر سے پٹا لیا ہے تمہیں۔'' نوفل مسکرایا۔

جواب میں ژالے نے اسے ساری تفصیل کہہ سنائی۔

''اوہ گاڈ! ــــــ اس قدر فلمی اسٹوری؟ ناقابلِ یقین۔'' وہ متحیر تھا۔

''اب صورت حال یہ ہے کہ نہ صرف شموئیل پلوشے کو طلاق دے چکا ہے بلکہ فرقان لالہ بھی [عد]ت پوری ہونے کے بعد اس سے نکاح کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بس پھر پلوشے کے پیپرز تیار ہو [جائ]یں گے تو وہ فرقان لالہ کے ساتھ پھر سے کینیڈا۔'' وہ ہنسی تھی۔

''اور حویلی والے؟''

''ان کو جب پتہ چلے گا، تب دیکھی جائے گی۔ ابھی تو فی الحال ان سب سے فرقان لالہ کی آمد [چ]ھپائی گئی ہے۔ ہو سکتا ہے میں اور شموئیل بھی نیویارک شفٹ ہو جائیں۔ یا پھر بابا جان کو اعتماد [میں] لے کر صورت حال سے آگاہ کر دیں۔ واٹ ایور۔'' ژالے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

نوفل نے گہرا سانس بھرتے ہوئے پشت کرسی سے ٹکائی۔

''اور جو میرا اور شموئیل کا تعلق خراب ہوا ہے، اس کا کیا؟''

''وہ تم جانو اور تمہارا دوست۔'' وہ مزے سے ہنسی۔

''بروٹس! یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا تھا۔'' نوفل نے تاسف سے کہتے ہوئے اسے آنکھیں [دکھائ]یں۔

''وہ بہت سویٹ نیچر بندہ ہے نوفل!'' وہ دفعتہً سنجیدہ ہو گئی۔

''میری بداعتمادی کی اتنی بھی سزا نہیں دی اس نے کہ ایک سخت نگاہ ہی مجھ پر ڈال دیتا۔ تمہارا تو [ب]ہت اچھا دوست ہے۔'' اس بات نے نوفل کو جانے کیا کچھ یاد کرا دیا۔

''سب میرا ہی قصور ہے ژالے! مجھے ہی رشتوں کو نبھانے کا ہنر نہیں آتا۔ بہت زیادہ شدت

پسندی نے مجھے کبھی "ہوش مندی" کا سبق سیکھنے ہی نہیں دیا۔ یا شاید مجھے اعتماد کرنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ جنہیں چاہا جائے انہیں قدم قدم پر امتحان میں تو نہیں ڈالا جاتا نا۔ مگر میں نے ایسا کیا۔ شاید مجھے چہرے پڑھنے کا ہنر بھی نہیں آتا۔ وگرنہ میں اس کی معصومیت، اس کی پاکیزگی کے آگے اپنا شک ہار جاتا۔ میں آنکھوں کی زبان سے بھی نابلد ہوں ژالے! وگرنہ ان آنکھوں سے جھلکتا اپنا عکس پا کر اپنی زبان سے ان تیروں کو نہ نکلنے دیتا جو اس کا جگر چھلنی کر گئے۔ اس کے اعتماد، اس کے مان، اس کی محبت کو لہولہو کر گئے۔ وہ محبت جو اس نے اوّل روز سے مجھ سے کی۔ اور میں —— میں نے اسے التفات کی ایک نگاہ بھی نہیں بخشی۔"

وہ کہتے کہتے ہانپنے لگا تھا۔ اسے ایک پل کو بھی احساس نہیں ہوا کہ بات کہاں سے کہاں آنکلی تھی۔ ژالے گنگ سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"کون ——؟" اس نے سرگوشی میں پوچھا۔

"صبا ——" نوفل نے تھک کر آنکھیں موندلیں۔

ژالے کو شدید جھٹکا لگا۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی اُتر آئی۔ دل بے حد پریشان ہو اُٹھا۔

"کیا ہے تمہارے اور اس کے بیچ؟"

"بہت کچھ —— یا شاید کچھ بھی نہیں۔" وہ یونہی آنکھیں موندے ہوئے بڑبڑایا۔

ژالے نے توجہ سے اُسے دیکھا۔

قدرے بڑھی ہوئی شیو اور آنکھوں کے گرد پڑتے حلقے —— وہ کافی کمزور لگ رہا تھا۔

"کیا بے وقوفی کرتے رہے ہو نوفل؟ —— صبا جیسی دل میں چھپا کے رکھنے والی لڑکیوں کو یوں رولتے رہے ہو؟" اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

نوفل نے سرخ ہوتی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور آزردگی سے مسکرا دیا۔

"دیکھا نا —— بہت زیادہ شدت پسندی واقعی اچھی نہیں ہوتی۔ تم صحیح کہتی تھیں ژالے! مجھے محبت کرنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ فوری فیصلہ اور فوری عمل —— اسی قول نے ڈبویا ہے مجھے۔"

"صبا —— صبا کہاں ہے؟" ژالے بے چین ہو اُٹھی۔

"یہیں ہے —— یا شاید کہیں بھی نہیں۔" وہ متاسفانہ انداز میں بولا۔

"اوہ گاڈ!" ژالے پریشان ہونے لگی۔

گزشتہ تمام عرصہ میں جب وہ شموئیل سے برگشتہ ہو رہی تھی تب وہ اسے کیسے دل جلے مشورے دیا کرتا تھا۔ جیسے محبت سے اس کا ایمان اُٹھ گیا ہو۔

"تم اس قدر انتہا پر کیوں اُتر آئے ہو نوفل؟ کیوں محبت کو پا کر بھی نامرادی اپنا نصب بنا لی؟"

ژالے نے دُکھ سے کہا تو اس کے ہونٹوں پہ پھیکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

"ہم جیسے بے حد شدت پسند لوگوں کا یہی مسئلہ ہوتا ہے ژالے! ہم ہر چیز، ہر رشتہ پرفیکٹ چاہتے ہیں۔ ان کی کوئی کمی، کوئی سقم برداشت نہیں ہو پاتا ہم سے۔ ادینہ تو صرف ایک "ذریعہ" بنی

ت تو میرے اندر کی خامیاں کھل کے سامنے آئیں۔ میں خود کو ہر لحاظ سے "مکمل" کہتا تھا۔ کس
ھورا ہوں اس خالق حقیقی کے سامنے جس کی ذات کامل ہے۔ جس کی کاملیت پر کسی کو شبہ
۔ خود کو "بہترین" سمجھنے کا غرور ہی آج مجھے خاک پہ لے آیا ہے۔ محبت کو پا کر بھی اسے محسوس
ر پایا میں۔ دل اور آنکھوں پہ یوں مہر لگی کہ حقیقت سامنے رہی اور مجھے دکھائی نہ دی۔ حیف
ف۔" اُس کی آواز بوجھل ہو کے گم سی ہونے لگی۔

تم سے بہت محبت کرتی تھی نوفل! کبھی مجھ سے اپنا آپ شیئر کرتے تو میں تمہیں بتاتی، اوّل روز
مجھ سے کتنا جیلس ہوتی تھی یہ سمجھ کر کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ وہ خوب صورت چہرے اور
مورت دل والی لڑکی جس نے شاید کبھی کسی سے نفرت نہ کی ہوگی، تمہاری خاطر مجھ سے جلنے
اور پھر جب اسے پتہ چلا کہ میں شموئیل کو چاہتی ہوں تب اس کی آنکھوں کی چمک میں کبھی
ملا سکتی۔ وہ تمہاری بے اعتنائی کے باوجود تم سے محبت کرتی تھی۔"

الے کو تاسف سے کہتے ہوئے اس پر غصہ آنے لگا۔

بے وقوف لگتے ہیں مجھے وہ لوگ جو محبت کو یوں گنوا دیتے ہیں جیسے مٹھی سے ریت۔"

تم کچھ بھی کہہ لو، حق بجانب ہو۔"

ل کے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ دیکھ کر ژالے ٹھنڈی پڑ گئی۔

تم بہت غلط کر چکے ہو نوفل! اب اس کا کفارہ کیسے ادا کرو گے؟"

ہ جو کہے گی۔ اب جیسے وہ چاہے گی۔" نوفل کا لہجہ مضبوط تھا۔

اور اگر —— اگر اس نے جدائی چاہی تو؟"

یک بار تو مر چکا ہوں۔ اب یہ موت بھی مجھے قبول ہوگی۔"

اس کی جانب دیکھتے ہوئے عجیب سے لہجے میں بولا تو ژالے سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

●●●●●

ین اُن کی گود میں سر رکھے رو دی۔

یہ فیصلہ جتنا مشکل تھا، اس پر عمل کرنا اس سے زیادہ مشکل ہے ماما!"

لہ بیگم کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔ انہوں نے جھک کر اس کی پیشانی چوم لی۔

یری بہادر بیٹی! تقدیر کے ہر وار کا حوصلے سے سامنا کرنے والے ہی خدا کے ہاں سرخرو
یں۔ خود کو سمجھاؤ، اپنی سوچ کو مثبت راہ پہ لاؤ۔ پھر دیکھو سب کچھ کتنا آسان ہوتا چلا جائے
ا کی مسکراہٹ بھی نم تھی۔

صبا کا دل بھی بہت بوجھل ہو رہا تھا۔ ایک تو یوں بھی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی، اوپر سے
ندگی، مستقبل کے خدشات۔

لہ بیگم کے سمجھانے پر نگین کا دل کچھ شانت ہوا تھا۔

پھر جا کے صبا کے ساتھ کچھ کپڑے وغیرہ لے آؤ۔" انہوں نے اسے پچکارا تو اس کی آنکھوں

میں پھر سے آنسو چمکنے لگے۔

""آپ صبا سے کہیں۔ یہ جو بھی لے آئے ٹھیک ہے۔" خود کو سنبھال کر اس نے کہا تو اس کی وذہنی کیفیت سمجھتے ہوئے صالحہ بیگم جلدی سے بولیں۔

""یہ ٹھیک ہے۔ صبا کی پسند بھی بہت اچھی ہے۔"

پھر وہ صبا کی طرف متوجہ ہوئیں۔

""تم یوں کرو صبا! کہ آج شام میں نوفل کے ساتھ بازار کا پروگرام رکھ لو۔ پیچھے دن ہی کتنے گئے ہیں۔"

تمکین آہستگی سے اٹھ کر وہاں سے لان میں نکل آئی۔

""پیچھے دن ہی کتنے رہ گئے ہیں؟"

اس نے سرگوشی میں خود سے سوال کیا اور انگلیوں پہ گننے کی کوشش کی۔

""ڈیڑھ ہفتہ ـــــــ فقط ڈیڑھ ہفتہ۔"

اس کے دل کو کچھ ہوا۔

""تو اس گھر سے جانے میں صرف ڈیڑھ ہفتہ باقی رہ گیا ہے۔"

اس نے ایک بار پھر سے انگلیوں پر دن شمار کرنے کی کوشش کی مگر چند پوروں سے آگے نہ سکی۔ اُس کی آنکھیں برسنے لگیں۔

اُسے محسوس ہوا کہ یہ اس گھر کو چھوڑ کے جانے کا نہیں، یہاں انس کی یادوں کو چھوڑ کے جا۔ دُکھ تھا۔

اور اس دُکھ کو آج آنسوؤں کے سنگ بہا دینے میں ہی بہتری تھی۔ یا پھر زندہ رہنے کے اُٹھایا گیا ایک قدم۔

آج وہ اس دلربا شخص کے لئے جی بھر کے رونا چاہتی تھی۔ شاید آخری بار۔

●●●●●

""کتنے عظیم ہوتے ہیں وہ لوگ جو دوسروں کا بوجھ بخوشی اٹھا لیتے ہیں۔" وجدان نے کترتے ہوئے اظہارِ خیال کیا تو سب سے پہلے ضحیٰ نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

""اور وہ بھی جو دوسروں کی تکلیفیں اپنے سر لے لیتے ہیں۔" وہ مزید بولا۔

""ہاں بالکل۔ اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں دنیا میں۔" ضحیٰ نے پھر سے کہا۔

آج کل وہ مدبرانہ اسٹائل اپنانے کی کوشش کر رہی تھی۔

""پھر تو معید بھائی کو ایک سیلوٹ کرنا چاہئے۔"

وہ اسی روانی سے بولا تو ضحیٰ جو پھر سے اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگی تھی، چونک کے اُسے د لگی۔ سب لڑکیوں کی دبی دبی ہنسی اور وجدان کی آنکھوں سے جھلکتی شرارت۔

""کیا مطلب ہے تمہارا؟" گھور کے پوچھا تو وہ معصومیت سے بولا۔

""آپی! ـــــــ تم سے شادی کر کے بھی تو وہ ثواب ہی کما رہے ہیں نا۔"

"ہاہ ـــــــ!"

سب کی ہنسی پہ ضحیٰ نے ہونق بن کے اسے دیکھا، پھر آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔

چچی جان کو زبردستی بلایا گیا۔

"دیکھ رہی ہیں آپ اس کی باتیں؟ ـــــــ مجھے بوجھ کہہ رہا ہے۔ میں اسے کون سی تکلیف دیتی جو یہ میری شادی سے اتنا خوش ہو رہا ہے؟"

"ایسے ہی مذاق کر رہا ہے تم سے۔" چچی جان نے مسکرا کر معاملہ رفع دفع کرنا چاہا۔

"ڈانٹیں تو سہی نا اسے۔" اس کا دل صاف نہیں ہوا تھا۔

"حسرت ہی رہے گی آپی! تم کون سا پیاہ کے دور دیس کے شہزادے کے ساتھ جا رہی ہو؟ یہیں لوتے سے نکل کے دوسرے کونے میں چلی جاؤ گی۔"

وہ ہنسا تو ضحیٰ کی روہانسی شکل دیکھ کے اسماء بھابی نے اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔

"کیوں تنگ کر رہے ہو فضول میں؟"

"اس کی عادت ہی ایسی ہے، دوسروں کو خواہ مخواہ میں تنگ کرنا۔" حمرہ نے مذاق سے کہا تو وہ ں کا مذاق اُڑانے لگا۔

"لو جی ـــــــ مینڈکی کو بھی زکام ہو گیا۔ یعنی کہ بات کس سے ہو رہی ہے اور یہاں بیگانی ں میں عبداللہ دیوانہ ہو رہا ہے۔"

ب تو حمرہ بھی ضرب الامثال کے اس تابڑ توڑ حملے سے سٹپٹا گئی۔

"اس سے تو بات کرنا ہی بے کار ہے۔" وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھ جاؤ!" وجدان ڈپٹ کر بولا۔

"کیوں؟" وہ ٹھٹکی۔

"بیٹھتی ہو کہ سناؤں تازہ غزل؟" وجدان نے دھمکایا تو وہ جس طرح فی الفور دھپ سے نیچے اس پر سب حیران ہوئیں۔

"تازہ غزل سنانے پر تو لوگ بھاگ اُٹھتے ہیں۔ تم رعب میں بیٹھ گئیں؟" لائبہ نے اسے گھورا تو چارگی سے بولی۔

"یہ بہت خبیث ہے۔ کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"ہاہاہا ـــــــ" وجدان نے فلمی اسٹائل میں قہقہہ لگایا۔ "جھنڈے والی سرکار کی آشیرباد ہمارے دران کے عطا کئے ہوئے نوسو پچیس مؤکل......."

"مؤکل کیا؟" لائبہ نے اشتیاق سے پوچھا تو وہ مدبرانہ انداز میں بولا۔

"کارکن سمجھ لیں۔ جادوئی طاقتوں کے مالک۔"

"وچل جھوٹے!" اُس نے مذاق اُڑایا۔

"آپ کا کام تو میں نے بن کہے ہی کر دیا، ورنہ ابھی چلا رہی ہوتیں، مجھے چاند چاہئے، مجھے چاند چاہئے۔" وہ جس طرح برجستگی سے بولا، اس پر ایک قہقہہ پڑا تھا۔ لائبہ جھینپ کر اسے مارنے دوڑی۔

اُدھر ضحیٰ نے صبا کو دسویں مرتبہ فون کھڑکایا۔

"اب آ جاؤ نا ـــــ میں اکیلی ہوں۔" ہمیشہ والا رونا۔

"اب تو سب تمہارے پاس ہیں۔ تم کہاں سے اکیلی ہو؟ اور کون سا سات سمندر پار جا رہی ہو، فکر نہ کرو، میں اچھی طرح شریک ہوں گی شادی میں۔"

صبا نے ہمیشہ کی طرح اسے تسلی دی تو وہ جل کر بولی۔

"کوئی ضرورت نہیں۔ میں ادھر شادی کا کارڈ ہی نہیں بجھوا رہی۔ مہمانوں کی کمی نہیں ہے یہاں۔"

"ارے واہ ـــــ بہت سمجھ دار ہو گئی ہو۔" صبا نے ہنسی اُڑائی تھی۔

"صبا! میرا دل گھبرا رہا ہے۔ تمہارا بھائی پتہ نہیں میرا کیا حشر کرے گا؟" ضحیٰ کے دل کی بات زبان پہ آ گئی۔

"بہت پیار سے رکھے گا میرا بھائی۔"

"ہاہ ـــــ پیار سے رکھنے والے ہوتے تو اب تک تین چار شادیاں کر چکے ہوتے۔" وہ بے ساختہ بولی تو صبا کو زور سے ہنسی آئی۔ اپنی ہی بات پر ضحیٰ خجل ہوئی تھی۔

"میرا مطلب ہے کہ تمہارا بھائی میرے ساتھ کوئی "چنگیزی" سلوک ہی کرے گا۔ جہاں بھی دیکھتا ہے، دشمنوں کی طرح حملہ آور ہوتا ہے۔"

"اچھا ہے نا۔ تم نے بھی کون سا کم ستایا ہے انہیں۔" صبا نے اطمینان سے کہا تو وہ کلسی۔

"یہ تم نہیں، تمہارا "نند پن" بول رہا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔ بس تم ہی بھابی بن کے سوچ رہی ہو۔" صبا نے اسے چھیڑا۔

"اب تو مجھے ان سے محبت ہے نا ـــــ اب کیا یہ بات اعلان کراؤں یا دیواروں پر پوسٹر لگواؤں؟ وہ سمجھ کیوں نہیں لیتے، اگر اتنی خاموشی سے ان سے شادی کر رہی ہوں تو کچھ تو وجہ ضرور ہو گی نا۔ ضحیٰ میر کو کوئی مجبور کر سکا ہے بھلا؟ ـــــ میں تو ایک زمانے میں دہائی مچا دیتی اگر مجھے مرضی کے خلاف معید حسن جیسے دشمن اوّل سے شادی کرنا پڑتی۔" وہ بے چارگی سے بولی۔

"دیکھو ضحیٰ! جب تک یہ بات معید بھائی کو پتہ نہیں چلتی کہ تم ان کی محبت میں ٹخنوں تک ڈوب چکی ہو، تب تک تو یونہی بیچ میں لٹکے لٹکے گزرے گی۔ بعد میں بتا دینا، تب ٹھیک ہو جائے گا۔" صبا نے سمجھایا۔

"تمہارا مطلب ہے کہ میں پہلے روز ہی ان سے اظہار محبت کر دوں؟" وہ تمسخر سے بولی تو صبا نے مزے سے کہا۔

"یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ بلکہ ادھر وہ گھونگھٹ اٹھائیں، ادھر تم ہاتھ جوڑ دینا۔"

"ہاتھ جڑ نہ دوں؟" وہ بھنائی۔

صبا کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"پھر تو پتہ نہیں کون کون سی دفعہ لگے گی۔"

"دفعہ کا پتہ نہیں، البتہ تم دفع رہو۔ ایسی میاں کو پیاری ہوئی ہو کہ تم سے تو باجی پیاری ہی اچھی ہیں۔ روز آتی ہیں صفائی کرنے۔" ضحیٰ نے دل کے پھپھولے پھوڑے تھے۔

"میں کیا میاں کو پیاری ہوں گی......" صبا کہتے کہتے رک سی گئی۔ نوفل عین اس کے سامنے صوفے پر آ بیٹھا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے ـــــ شام کو فون کر کے کوئی پروگرام سیٹ کرتے ہیں۔ ادھر کی صورت حال بھی تو دیکھنی ہے۔ تگین بھی بالکل تنہا ہے۔ تمہارے پاس تو پھر بھی کزنز اور فرینڈز ہیں۔" اس نے بات سمیٹی تو ضحیٰ نے منہ پھلا کر خدا حافظ کہہ دیا۔

"بے وقوف ـــــ" صبا نے زیر لب کہتے ہوئے فون رکھ دیا۔

"ٹھہرو صبا!"

وہ اُٹھتے اُٹھتے رہ گئی۔ نوفل کی پکار اس قدر غیر متوقع تھی۔

"مجھے تم سے معافی مانگنی ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

صبا کے اندر غصے کی ایک لہر سی دوڑ اُٹھی۔

"بہت آسان سمجھتے ہیں آپ معافی مانگنا اور معافی لے لینا؟" اس نے تلخی سے پوچھا تو وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اپنی غلطی کی معافی مانگنا میرے اختیار میں ہے۔ وہ میں ضرور مانگوں گا۔ معاف کرنا یا نہ کرنا تمہارے اختیار میں ہے۔ وہ تمہاری مرضی۔"

"میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی نوفل! کبھی نہیں۔" وہ بھڑک اُٹھی تھی۔

نوفل کا چہرہ تاریک پڑ گیا۔

"ایک پاک باز عورت پر اس طرح کی الزام تراشی کا گناہ نہیں سوچا تھا آپ نے؟ ـــــ اور کچھ نہیں تو یہی خیال کر لیا ہوتا کہ یہ عورت آپ کی بیوی ہے۔"

"میری آنکھوں پہ غلط فہمی کی پٹی بندھ گئی تھی۔ ادینہ نے اس طرح سے سارا چکر چلایا کہ میں کچھ سوچ سمجھ ہی نہیں پایا۔"

وہ ندامت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب کے بولا تو وہ پھٹ پڑی۔

"تو طلاق دے دیتے مجھے۔ الگ کر دیتے خود سے۔ یوں موت سے بدتر زندگی دینے کا کیا مقصد تھا؟"

"آئی ایم سوری صبا! میرے اختیار میں بس یہی تھا کہ میں اپنے ہر ایک لفظ، ہر ایک عمل کی، جس سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو معافی مانگتا ہوں۔ تم جو کہو، میں کرنے کو تیار ہوں۔" اس کی رنگت سرخ ہو رہی تھی۔

صبا نے تیز لہجے میں کہا۔ ''اب فیصلہ میں کروں گی نوفل احمد! یہ میری زندگی کا فیصلہ ہے۔ اس کا کوئی فیصلہ بھی اب آپ نہیں کریں گے۔''

وہ مضطربانہ انداز میں اُٹھ کھڑا ہوا۔

''تم جو بھی فیصلہ کرو صبا! میرا تم پر زور نہیں۔ ہاں، مگر آج میں یہ اعتراف ضرور کروں گا، تمہارے سامنے بھی اور خود اپنے سامنے بھی کہ میں نے اپنی لائف میں اگر کسی لڑکی سے محبت کی ہے تو وہ صبا میر ہے۔ جس نے مجھے محبت کا مفہوم بتایا، جس نے پہلی نظر کی محبت پر میرے یقین کو پختہ کیا۔ جسے پہلی بار دیکھتے ہی میرے دل نے کہا کہ اسے خدا نے تمہارے لئے ہی بنایا ہے۔ جسے میں نے دل کی گہرائیوں سے چاہا اور محبتوں کی سچائیوں سے چھوا۔ حالات نے ساتھ نہیں دیا اور بدگمانیوں کے سایوں نے اس محبت کو لپیٹ میں لے لیا۔ وگرنہ تم میری پہلی اور آخری چاہت تھیں۔''

وہ بوجھل لہجے میں کہتا چلا گیا۔

اور صبا ___ وہ دل پہ ہاتھ رکھے، ساکت سی یہ اعتراف سن رہی تھی۔

●●●●●

''ڈولہے راجہ آئیں گے سہیلی کو لے جائیں گے
دل تو ہمارا بھی ڈولے گا، ڈولے گا
جب ڈولی لے کے جائیں گے''

بینش اُسے چھیڑ رہی تھی۔

''اور جو میرا دل ڈوب رہا ہے وہ؟''

اُس نے گہری سانس بھری تو رائمہ نے اس کا شانہ تھپک کر حوصلہ دیا۔

''اب کیا ہوسکتا ___ تمہاری لکھی ہی معید حسن کے ہاتھوں تھی۔''

''دُر فٹے منہ ___ یہ تسلی ہے تمہاری؟'' ضحیٰ نے اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے تڑپ کر کہا تھا۔

''اُف ___ اتنا حسین دشمن خدا ہر لڑکی کو دے۔'' بینش نے آہ بھری تو ضحیٰ نے دانت کچکچائے۔

''ماشاء اللہ کہو۔''

''ہائے ___ اللہ کی شان ___ یہ دشمن اوّل عشق اوّل کب بنا؟'' کرن نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

وہ تینوں اس کے کمرے میں دھرنا دیئے ہوئے تھیں۔

''غلط ہو جائے گا۔ ورنہ کہہ دیتی کہ چودہ اگست اُنیس سو سینتالیس کو۔'' وہ جل کر بولی۔

''مہندی، مایوں کی تقریب تو ہونی نہیں۔ لیکن کمرے میں بیٹھ کے شادی کے گیت تو گائے جا سکتے ہیں نا۔'' رائمہ نے پوچھا تھا۔

''ہائے ___ یاد ہے، صبا کی شادی پہ انس بھائی کو کتنا شوق ہوتا تھا کہ ان کی طرف سے گانے گائے جائیں۔'' بینش کو بے ساختہ یاد آیا۔

ضحیٰ کے دل میں ٹیس سی اُٹھی۔

''ہاں۔ کتنی لڑائیاں ہوتی تھیں۔ لڑکے پرات بجا بجا کے گانے گا رہے تھے۔ اور بارات والے سب نے ان کا اتنا ریکارڈ لگایا۔ سبھی مصر تھے انہیں سہرا پہنانے پر۔ ساری شرارت نعمان بھائی عماد بھائی کی تھی۔ انس بھائی نے کہا کہ آج کل تو سہرے صرف گھوڑوں کے لئے مختص ہو کر رہ گئے ہیں تو عماد بھائی نے برجستہ کہا کہ نہیں، گدھے بھی پہن لیتے ہیں۔''

اُس کی آنکھوں میں آنسو اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ مگر اس مسکراہٹ کا پھیکا پن صاف عیاں ہو رہا تھا۔

''کیا کہیں اس کو سوائے یہ کہ یہ مشیت ایزدی ہے۔ جو ہمیں پیارا ہوتا ہے وہ خدا کو بھی پیارا ہوتا ہے۔'' کرن نے آہ بھری تھی۔

''خدا سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔'' ضحیٰ کے دل سے دعا نکلی جس پر ان تینوں نے صدقِ دل سے آمین کہا تھا۔

''اچھا، یہ بتاؤ لہنگا کس کلر کا پہن رہی ہو؟'' بینش کو خیال آیا۔

''ریڈ ___ ڈیپ ریڈ کلر۔'' وہ بے ساختہ مسکرا کر بولی۔

''خبردار ___!'' کرن نے آنکھیں دکھائیں۔ ''نکاح والے روز بھی تم نے یہی کلر پہنا تھا۔''

''اُن کو پسند ہے نا۔''

وہ شرمانے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی تو رائمہ نے ایک دھپ لگائی۔

''اس کا یہ مطلب نہیں کہ اب تم اسے اپنا انتخابی کلر بنا لو۔ اور بھی رنگ ہیں زمانے میں ریڈ کے سوا۔''

''تم خود ہی تو کہتی تھیں کہ خود کو ''اُن'' کے رنگ میں رنگ لینا ہی عقل مندی ہے۔''

''اُن کے رنگ میں کہا تھا، سرخ رنگ میں نہیں۔'' رائمہ نے اسے ڈپٹا تو وہ ہنسنے لگی۔

''سچی بات تو یہ ہے کہ اب کی بار مجھے کلر چوائس کی چھوٹ ہے۔ مگر یقین کرو کہ جتنی مرتبہ بھی لہنگا دیکھنے گئی ہوں، مجھے ریڈ کلر ہی میں پسند آیا ہے۔'' اس نے سچائی بھرے لہجے میں کہا تو بینش اس کا مذاق اُڑانے لگی۔

رائمہ اس وقت تو خاموش ہی رہی۔ مگر جاتے ہوئے جب کرن اور بینش اس سے چند قدم آگے تھیں تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے ضحیٰ! کہ تم نے حقیقتاً دل سے معید بھائی کو قبول کر لیا ہے۔ خود کو کسی کے قالب میں ڈھال لینا ہی محبت کا عروج ہے۔''

''جب نکاح ہوا تھا تب بات کچھ اور تھی۔ مگر اب میں چاہتی ہوں کہ وہ مجھے اپنے پسندیدہ رنگ میں دیکھیں۔'' ضحیٰ نے جذب سے کہا تو رائمہ نے مسکرا کر اسے گلے لگا لیا۔

''بیسٹ آف لک۔''

●●●●●

"ایک تو مجھے اس لڑکے کی سمجھ نہیں آتی۔ شادی میں دن کتنے رہ گئے ہیں اور یہ گھوڑے گدھے بیچ کے سو رہا ہے۔"

مریم پھپھو نے چاند اور نعمان کے سامنے دہائی دی جو آج عماد ہی کی تلاش میں ادھر آئے تھے۔

"یہ سائیڈ بزنس شروع کر رکھا ہے بچے نے۔ میں بھی کہوں، آفس کے بعد ملتا کیوں نہیں۔"

نعمان اونچی آواز میں کہتا اس کے کمرے کی طرف بڑھا۔ چاند پیچھے لپکا۔

"اسے لے کر آؤ۔ میں چائے لگانے لگی ہوں۔" مریم پھپھو نے پیچھے سے آواز دی تھی۔

"دروازہ کھٹکھٹانے کا تکلف کیے بغیر وہ دونوں اندر گھس گئے جہاں عماد تکیے میں منہ گھسائے لیٹا تھا یا شاید سو رہا تھا۔

"یہ کون سی نیندیں پوری کی جا رہی ہیں؟" چاند نے بلا تکلف تکیہ کھینچا تو وہ ہڑبڑا کے اٹھا۔

"کون ہے ——؟"

وہ شاید نیند میں تھا۔ سوئے سوئے انداز میں انہیں دیکھتے ہوئے بولا تو نعمان نے سر ہلایا۔

"بہت اچھے بیٹا! اب ہم تجھے کون اور آئس کریم ہی نظر آئیں گے۔"

"یاروں سے غداری؟ —— ابھی تو تین کلمے بھی نہیں پڑھائے گئے نکاح کے۔" چاند اس کے بستر پر گرا۔

"تم ہو —— لعنتیو!"

عماد نے حواس میں آتے ہوئے جمائی روکنے کی خاطر منہ پر ہاتھ رکھا۔

"شادی کرا لے دوست! پھر پوچھوں گا کہ دوسری کس بھاؤ بکتی ہے۔"

نعمان نے منہ پر ہاتھ پھیرا۔

"تمہارے اگر بال جھڑنے کی وجہ شادی ہے تو اس میں ہمارا کیا قصور؟" عماد نے اس کے ہلکے ہوتے بالوں کی طرف اشارہ کیا تو چاند نے گرہ لگائی۔

"شادی نہیں، بیوی کہو بیوی۔"

"چل اوئے ——" نعمان نے کھسیا کر بالوں میں ہاتھ پھیرا تو عماد نے طنز سے پوچھا۔

"ویسے یہ آج تم دونوں نے رُخِ روشن کا دیدار کیسے کرایا؟ یوں تو سالوں شکل دکھائی نہیں دیتی تھی۔"

"تو تم کون سا میرے آفس کے باہر بیٹھے رہتے ہو ملاقات کی آس لیے؟" نعمان نے جواباً طنزیہ حملہ کیا۔

"شرم کرو —— شہر کے معروف ترین بزنس مین سے اس طرح کے شکوے پالتے تمہیں شرم تو نہیں آتی۔" عماد کی بات پر چاند اُٹھ بیٹھا۔

"ہاں جی، یہ جناب دن رات قرضے لینے اور دینے میں معروف رہتے ہیں۔"

"لوگوں کو؟" نعمان نے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"ہاں، پہلے لوگوں سے قرضے لیتا ہے۔ پھر اپنے آفس کے چکر لگوا لگوا کر انہیں واپس کر دیتا ہے۔" چاند نے اطمینان سے کہا تو عماد ہنس دیا۔

"منگنی کے بعد تو تمہاری حسِ مزاح کو چار چاند لگ گئے ہیں۔"

"مذاق برطرف۔ اپنی اس "کمرہ نشینی" کی وضاحت کرو گے؟" نعمان نے سنجیدگی سے پوچھا تو عماد نے ایک اور جمائی روکی۔

"ادھر معید کا بھی یہی وطیرہ ہے۔ بھئی ہمیں کاہے کی سزا ہے کہ تم دونوں کی شادیوں کی تیاریاں نمٹاتے پھریں۔" اس کے یوں سستی دکھانے پر چاند کو غصہ آیا تھا۔

"بس یونہی یار! طبیعت سست ہو رہی تھی اور فکر مت کرو، تمہاری شادی میں بھگتاؤں گا۔ بہ نفس نفیس۔" عماد نے سنجیدگی سے وعدہ کیا جس پر چاند نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"مہربانی جناب کی۔ اپنی پہلی پہلی تو نمٹائی نہیں جا رہی، میری میں بھی بھنگ ڈالیں گے۔"

اسی وقت مریم پھپھو نے انہیں آواز دے کر چائے لگ جانے کی اطلاع دی تھی۔

"تھا جس کا انتظار وہ شاہکار آ گیا۔" چاند نے نعرہ مارا۔

"ندیدے! یہ چائے ہی کشش تھی جو تمہیں یہاں کھینچ لائی۔ ورنہ کون سا میری دید کی حسرت میں مر رہے تھے۔"

عماد نے بالوں میں ہاتھ چلائے تو وہ کورنش بجا لا کر ڈھٹائی سے بولا۔

"بجا فرمایا جناب نے۔"

"اچھا، اب اپنے منہ کا ڈیزائن ٹھیک کرو اور نیندوں کا کوٹہ شادی کے بعد کے لئے رکھ چھوڑو۔ ر ہاؤس میں بھی درجنوں کام ہیں اور ادھر بھی۔ مل جل کے ہی سب ہوگا۔"

نعمان نے تنبیہی انداز میں کہا تھا۔

"تو معید کو لے جانا۔" عماد نے لاپرواہی سے کہا۔

"اس بار اس کی بھی شادی ہے بچے! مستقبل کے اندیشوں نے اسے بھی کسی کام کا نہیں چھوڑا۔ اب تو وہ شادی ہی کرا لے بڑی بات ہے، کہاں باقی کے کام۔"

نعمان نے برجستہ کہا۔ پھر تینوں ہنسنے لگے۔

بے حد خوشگوار ماحول میں چائے پی گئی۔ عماد کو بھی اپنی طبیعت پر کئی دنوں سے چھائی کسلمندی دور ہوتی محسوس ہوئی تھی۔

"جو ہونا ہے وہ ہو ہی جاتا ہے۔ سو میرے یار! حوصلہ رکھ اور دنیا کے دھندوں میں دوبارہ سے دل لگانے کی کوشش کر۔" چاند نے جاتے ہوئے بڑے رقت آمیز انداز میں اسے تسلی دی تو عماد نے اسے ایک دھموکا جڑ دیا۔

ان کے جانے کے بعد وہ کتنی ہی دیر مریم پھپھو سے باتیں کرتا رہا۔ اِدھر اُدھر کی۔ چھوٹی چھوٹی۔ حالات حاضرہ کی۔

وہ اس کو اپنے پرانے موڈ میں دیکھ کر خوش تھیں۔

"پاپا کب آ رہے ہیں؟ مجھے تو لگتا ہے میری شادی ان کے جھوٹے وعدوں ہی میں گزر جائے گی۔" عماد کو شکوہ تھا۔ مریم پھپھو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چمکی۔

"سرپرائز دینا چاہ رہے ہیں تمہیں۔ مجھے بتانے سے منع کیا ہے۔"

"اوہو ــــــ" وہ ہلکا پھلکا ہو کے ہنسا۔ "ویری گڈ۔"

"اب تم سستی مت دکھانا۔ ورنہ وہ آ کے ناراض ہوں گے کہ آ کے بھی سب تیاریاں انہی کو کرنا پڑ رہی ہیں۔"

مریم پھپھو برتن سمیٹتے ہوئے بولیں تو وہ سر ہلا کر اپنے بجتے والے موبائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

نمبر جانا پہچانا تھا۔

"ادینہ ــــــ" عماد کا دل کوفت سے بھر گیا۔

وہ اس وقت بہت اچھے موڈ میں تھا اور ادینہ سے بالکل بھی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مگر پھر بھی پتہ نہیں کیسے اور کیوں اس نے کال ریسیو کر لی۔

"کیسے ہو ــــــ؟" سلام دعا کے بعد وہ پوچھنے لگی۔

"ٹھیک ہوں ــــــ تم کیسی ہو؟" عماد نے جواباً مروت نبھائی۔

"زندہ سلامت ہوں۔ زندگی کی ٹھوکریں کھا کر بھی۔" وہ عجیب سے لہجے میں بولی تھی۔

"فون کیا ہے تم نے۔ خیریت؟" وہ سیدھے سیدھے پوچھنے لگا۔

گزشتہ دنوں وہ عماد سے جیسی گفتگو کرتی رہی تھی، وہ ایسی مروتوں کی متقاضی نہیں تھی۔ سو اس نے گفتگو کو سمیٹنا چاہا۔

"خیریت؟" ادینہ نے آہستگی سے دہرایا۔

"یہ لفظ تو اب پرایا لگنے لگا ہے عماد! میں نے دوسروں کو اتنا تنگ کیا ہے کہ زندگی میرے لئے تنگ پڑ گئی ہے۔ دوسروں کو اتنے دُکھ دیئے ہیں کہ میں خود دُکھوں کا ایک نشان بن کے رہ گئی ہوں۔"

اس کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی تھی۔

عماد بھونچکا رہ گیا۔

اگر یہ اداکاری تھی تو کمال درجہ کی تھی۔

"کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے تمہیں؟"

وہ اپنی طبیعت کے ہاتھوں مجبور تھا۔ نرمی سے پوچھنے لگا۔

"مجھے چھوڑو، تم سناؤ، شادی کی تیاریاں کہاں تک پہنچیں؟" وہ اسی نم لہجے میں بشاشت سموئے ہوئے پوچھنے لگی تو عماد نے محتاط انداز میں کہا۔

"ہاں ــــــ ہو ہی رہا ہے سب کچھ۔"

"بارات لے کے آؤ گے تو دل بڑا کر کے آنا۔ دودھ پلائی کا نیگ میں ہی لینے والی ہوں۔ آخر کو نگین کی اکلوتی بہن ہوں......" وہ کہتے کہتے رو دی تو عماد بحرِ تحیر میں ڈوب گیا۔

اب کون سی گیم کھیلنے والی تھی وہ؟

پچھلی فون کال تک تو وہ اسے کچھ کر ڈالنے کی دھمکیاں دیتی رہی تھی۔ نام نہاد محبت کی ڈرامے بازی کر رہی تھی اور اب یہ ــــــ وہ گنگ تھا۔

"مجھے معاف کر دینا عماد! یا شاید میں معافی کے قابل بھی نہیں ہوں۔ بہت گر گئی تھی میں اپنے مقام سے۔ آسمان کے ستاروں کو مٹھی میں بھرنے کی سعی کر رہی تھی۔ مگر نیت میں کھوٹ تھا۔ تم سا اچھا شخص تو نگین جیسی خوب سیرت لڑکی کی قسمت بن سکتا تھا۔ میں یہ نہیں کہوں گی کہ تم مجھ سے پہلے جیسے روابط رکھو۔ مگر اتنا احسان ضرور کرنا کہ مجھ پر نفرت کی نگاہ مت ڈالنا۔ کبھی دیکھو بھی تو بس اجنبی بن کے گزر جانا۔ پلیز ــــــ!" وہ رو رہی تھی۔

عماد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔ فی الوقت تو وہ یہ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ واقعی اپنے کئے پر پشیمان ہے یا یہ کوئی ڈھکوسلہ تھا۔

"میں نے اسی لئے تمہیں فون کیا تھا۔ تم سمجھنا کہ کبھی ادینہ نامی کسی لڑکی سے ملے ہی نہیں تھے۔ ہو سکے ــــــ ہو سکے تو میری کمینگی کو معاف کر دینا۔ شاید اسی سے میرے دل کا بوجھ......" اس کی آواز کم ہوتے ہوتے پھر آنسوؤں میں ڈوب گئی۔

"ادینہ! ــــــ ادینہ! ــــــ بات سنو ادینہ!" عماد نے تیزی سے پکارا مگر لائن کٹ چکی تھی۔

عماد پریشان سا اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا۔ درحقیقت وہ ادینہ کو سمجھ نہیں پایا تھا۔

وہ نوفل کے بیڈروم میں رہنے کی بجائے تگین کے ساتھ رہ رہی تھی۔

تگین اسے سمجھا سمجھا کے تھک گئی۔

"تم کبھی نہیں سمجھ سکتیں تگین! بدکردار نہ ہوتے ہوئے بھی بدکردار کہلانا کوئی بیوی برداشت نہیں کر سکتی۔ وہ بھی اپنے شوہر کے منہ سے۔" وہ کٹیلے انداز میں بولی۔

"مگر وہ پشیمان ہیں ــــ شرمندہ ہیں اپنے کہے پر۔" تگین ملتجیانہ انداز میں بولی تھی۔

صبا نے زخمی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ان کی یہ شرمندگی اور پشیمانی مجھے میرا اعتماد نہیں لوٹا سکتی تگین!"

"صبا! میں تمہاری بات مان سکتی ہوں تو تم........" تگین نے کہنا چاہا۔ صبا سرد مہری سے اس کی بات کاٹ گئی۔

"تمہارا مسئلہ مجھ سے بالکل الگ ہے تگی! اور تم نے مذہب اور شریعت سے متاثر ہو کر سرنڈر کیا ہے نہ کہ میری خاطر۔"

"اور کیا مذہب کسی کو معاف کرنے کا نہیں کہتا؟ ــــ اس دنیا میں اتنی بڑی کون سی خطائیں ہیں جن کی معافی نہیں؟ صرف دل کو وسیع کرنا پڑتا ہے۔" تگین جذباتی ہو رہی تھی۔

"میرا دل اتنا وسیع نہیں ہے۔" وہ چیخ گئی۔

"بعض معاملوں میں دل وسیع ہوتا نہیں، اسے وسیع کرنا پڑتا ہے۔ میں اپنے دل کی سنوں تو تمام عمر کسی اور کو انس کی جگہ نہ دوں۔ یہ عقل ہے جو مجھے سب کی سننے کا کہتی ہے۔"

"میں سمجھوتے کی زندگی گزارنا نہیں چاہتی۔ عرصہ ہو گیا ہے سمجھوتہ کرتے کرتے۔" وہ اسی سرد مہری سے گویا تھی۔

"تو کیا کرو گی تم؟" تگین نے کچھ خوفزدہ ہو کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہاں اطمینان تھا۔

"میں نوفل احمد کے ساتھ نہیں رہوں گی۔"

"طلاق ــــ؟" تگین سُن رہ گئی۔

"ہاں ــــ میں تمام عمر کے لئے اسے ایک کسک دے کے جاؤں گی۔ میری بے گناہی کے با[illegible]ن نے مجھے سزا سنائی اور سزا دیتا رہا۔ اب وہ بھی ایک سزا بھگتے گا۔"

وہ آرام سے کہتی تگین کے کپڑوں کو ترتیب سے سوٹ کیس میں رکھ رہی تھی۔

تگین کا جی چاہا وہ سارے کپڑے بکھیر دے۔

"کیا فرق رہ جائے گا تم دونوں میں؟ ــــ اور مجھے یہ بتاؤ کہ تم دونوں ہوتے کون ہو سزا اور اختیار اپنے ہاتھ میں رکھنے والے؟ اوپر والی ذات کو (نعوذ باللہ) بھول گئے ہو تم؟ جو خالق کائنات ے۔ جو جزا اور سزا کا اختیار رکھتا ہے۔ اور تم صبا! عام سی لڑکیوں جیسی سوچ کی مالک کب سے بن یں کہ کسی کے لئے تمہاری جھولی میں معافی کا عمل نہیں رہا دان کرنے کو؟" وہ غصے سے بولی۔

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے تگین! اس لئے........"

صبا نے سرد مہری سے کہنا چاہا مگر تگین اسی درشت لہجے میں اس کی بات کاٹ گئی۔

"بہت برے لگتے ہیں مجھے وہ لوگ جو دوسروں کو سمجھانے کے لئے بات بے بات شریعت اور ن وسنت کھول لیتے ہیں۔ مگر جب خود پہ بات آتی ہے تو یہی قرآن نہ صرف بند کر کے طاق میں یتے ہیں بلکہ دلوں کو بھی تالے لگا لیتے ہیں۔"

وہ اس کا طنز پا گئی تھی۔ سو خاموش ہو رہی۔

"تم جزا اور سزا کا معاملہ خدا پر کیوں نہیں چھوڑتیں صبا؟" تگین کا ایک ہی مطالبہ تھا۔

وہ خود کو مضبوط بناتے بناتے تھکنے لگی۔

●●●●●

ہفتہ بھر گزرنے میں دن ہی کتنے لگتے ہیں۔

"میر ہاؤس" میں خوشیوں بھری شام بہت دنوں بعد اُتری تھی۔

مہندی کی تقریب تو ہو نہیں رہی تھی مگر ضحیٰ کی سہیلیاں اُسے اُبٹن لگانے آ پہنچی تھیں۔

"لو ــــ ادھر یہ محترمہ پہلے ہی پیلی ہو رہی ہیں۔" رائمہ نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"ایسے ہی؟" ضحیٰ نے خجل ہو کر ہتھیلیوں سے رُخسار رگڑ کر سرخ کر ڈالے۔

"یہ کون سا الہ دین کے چراغ والے جن کے ہاں بیاہ کے جا رہی ہے۔" کرن نے شرارت سے کہا تو وہ چلا اُٹھی۔ وہ تینوں ڈھٹائی سے ہنسنے لگیں۔

اُبٹن کی رسم میں صرف ضحیٰ کی سہیلیاں اور گھر کی خواتین ہی شامل تھیں۔

تائی جان، چچی جان اور مریم پھپھو کے بعد اس کی سہیلیوں اور کزنز نے اُسے بھر بھر کے اُبٹن لگایا۔ وجدان اپنا ہینڈی کیم لئے ہر پل کو یادگار بنانے پر تُلا ہوا تھا۔

"آپی! اُٹھتے ہی ایک کرارا سا تھپڑ حمرہ کے لگانا۔ تاکہ اس سے جلدی جان چھوٹے۔" اس نے اسے کہا تو حمرہ کا دل دُکھنے لگا۔

"ہاں ــــ اور اسے ایک مُکا رسید کیجئے گا تا کہ مجھ سے پہلے اس کا بینڈ بج جائے۔" وہ منہ پھلا وہاں سے اُٹھی تھی۔

وہ فریج میں سے گجرے نکال رہی تھی جب وجدان نے اسے جا لیا۔

"بہت شوق ہے بینڈ بجوانے کا تمہیں؟" وہ شرارت سے بولا تو حمرہ غرائی۔

"بات مت کرو مجھ سے۔ سمجھو جان چھوٹ گئی تمہاری۔"

وجدان کو ہنسی آئی۔ "میں نے کیا کہا ہے؟ تمہاری شادی ہی کی بات کر رہا تھا۔"

"ہاں۔ تاکہ جلدی سے تمہاری جان چھوٹے۔"

اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

بے وفا ـــــ پہلی سیڑھی پہ ہی۔

"ارے ـــــ" وہ اُس کے پاس چلا آیا۔ "تھپڑ لگانے کا اس لئے کہا کہ تمہاری جلدی سے شادی ہو۔ ان کی جان چھوٹے اور تم میری جان......" وہ کہہ رہا تھا کہ حمرہ حجاب سے چلا اُٹھی۔

●●●●●

"نگین! ـــــ ذرا میرا دوپٹہ تو دینا، وہیں استری اسٹینڈ پر رہ گیا تھا۔"

دروازہ کھلنے کی آواز سن کر اس نے دیکھے بغیر مصروف انداز میں بہ عجلت کہا۔ کوئی جواب نہ پا کر اس نے یونہی گردن موڑ کے دیکھا تو ادینہ کو سامنے پا کر حیران ہوئی۔

"تم ـــــ خیریت ہے نا؟"

اسے یوں ساکت وجامد اور ویران سے حلیے میں دیکھ کر صبا پریشان ہونے لگی۔

"تم بہت اچھی ہو صبا! ـــــ بہت اچھی ہو۔" وہ بڑبڑانے کے سے انداز میں بولی تو صبا اسٹول پر سے اُٹھ کر اس کی طرف بڑھی۔

"کیا بات ہے ادینہ؟"

"میں تم سے معافی مانگنے آئی ہوں صبا! مجھے معاف کر دو۔" اس نے یکلخت ہی اس کے سامنے ہاتھ جوڑے اور گڑگڑانے لگی۔

صبا کا دل غم سے بھر گیا۔

"کیا فرق پڑتا ہے ادینہ! اب تو جو ہونا تھا، ہو چکا۔" اُس کے دل میں ادینہ کے لئے نفرت کے جذبات نہیں اُبھرے تھے۔ "جو تقدیر سے نہ لڑ سکے، اُسے بندوں سے بھی نہیں لڑنا چاہئے۔"

"نہیں صبا! ایسے مت کہو۔ تمہارے پاس وقت ہے ایک اچھا فیصلہ کرنے کا۔ مجھے دیکھو، میں اپنے سارے پتے گنوا چکی ہوں۔ جی بھر کے بری بن گئی ہوں۔ وقت ہاتھ سے پھسل گیا ہے۔ تبھی تو کوئی جائے فرار دکھائی نہیں دیتی۔ تم معاف کر دو۔ شاید اس دل کو کچھ سکون مل جائے۔" وہ آنسو بھری آنکھیں لئے اس کے قدموں میں جھک گئی۔

صبا متحیر کھڑی تھی۔ بے اختیار پیچھے ہٹی۔

"اس میں صرف تمہارا قصور نہیں ہے ادینہ!" وہ ٹھہرے ہوئے انداز میں بولی تو ادینہ تڑپ اُٹھی۔

"نوفل کا کچھ قصور نہیں ہے صبا! یہ میری بدبختی تھی جو اس کے آڑے آ گئی۔ میں نے اس کی ہر راہ کھوٹی کی۔ وگرنہ وہ تو محبت بھرا دل لئے تمہاری جانب بڑھا تھا۔ کسی کی طرف نگاہ نہ اٹھانے والا پہلی نظر میں تم پہ مرمٹا تھا۔ بس میں کرموں جلی ہی برداشت نہیں کر پائی ـــــ مجھے معاف کر دو صبا!

تبھی خدا بھی مجھے معاف کرے گا۔"

وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ اندر ایک آگ لگی تھی جو کسی طور سرد ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔

صبا کی بھی آنکھیں بھر آئیں۔

مجرم سامنے تھا۔ جس نے اس کی زندگی میں کانٹے بکھیرنے کا جرم کیا تھا۔ پھر وہ وقت آیا کہ قدموں تلے سے زمین اور سر سے آسمان کی چادر تک کھینچ لی۔

'مگر کیا تم سزا کا اختیار رکھتی ہو؟' اس نے خود سے پوچھا۔

ایک نظر ادینہ کے ہلکان ہوتے وجود پر ڈالی۔

"اس میں خدا کی کیا مصلحت پوشیدہ تھی، یہ میں نہیں جانتی۔ ہاں مگر یہ ضرور ہے کہ زندگی کی اس کشاکش نے مجھے دلی و ذہنی طور پر خدا کے نزدیک کر دیا ہے۔ شاید خدا کو یہی مقصود ہو۔ میں کمزور ...ر خود پر آئی مصیبت تو نہ ٹال سکی، تمہیں معافی دینے کا اختیار کیا رکھوں گی۔ اس بزرگ و برتر سے معافی طلب کرو جس کے قبضے میں خدائی ہے۔ دل کو سکون پہنچے، ضمیر مطمئن ہو جائے تو سمجھ جاؤ کہ "اُدھر" سے معافی ہو گئی ہے۔"

صبا کی آواز بھیگ گئی تھی۔

"ہاں ـــــ مگر میرے دل میں تمہارے لئے کچھ نہیں ہے۔ نہ غصہ، نہ نفرت۔ لاحاصل سفر ...ا تم کون سا خوشیاں حاصل کئے بیٹھی ہو جو میں اپنی بربادی کا سوگ مناتے ہوئے تم سے نفرت ...روں۔ جاؤ اور سمجھو کہ کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔" وہ بتدریج خود کو سنبھال رہی تھی۔

"اور نوفل ـــــ؟" ادینہ نے آس بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ میرا قطعی ذاتی معاملہ ہے ادینہ! اب تم جاؤ۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

وہ یکلخت ہی اپنے سنجیدہ خول میں سمٹ گئی تھی۔ ادینہ تھکے قدموں سے چلتی باہر نکل گئی۔

'تمہیں تو میں کبھی معاف نہیں کروں گی نوفل احمد!' اس نے غصے سے سوچنا چاہا۔ مگر ابھی جو کچھ ادینہ کو سمجھایا تھا وہ اس کی سوچ کو کمزور کرنے لگا۔

'کیا نوفل احمد کی معافی خدا کے پاس نہیں؟'

اُس کا دل اُلجھنے لگا تو سوچوں کو ذہن سے جھٹکتی وہ اپنی بقیہ تیاری مکمل کرنے لگی۔

"پرسوں انشاء اللہ رات تک میں آ جاؤں گی۔ آپ بھی کل ضرور آیئے گا بارات پر۔" نکلتے ہوئے ...ن کو پیار کر کے اس نے صالحہ بیگم کو یقین دہانی کرائی تھی۔

"میں ضرور آؤں گی۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

وہ ہنستی مسکراتی باہر آئی تو گاڑی میں کاٹن کے سفید براق سوٹ میں ملبوس نوفل احمد کو محو انتظار پا ...اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔

فرنٹ سیٹ کو نظر انداز کرتی وہ پچھلی سیٹ کی طرف بڑھی تو وہاں مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکرے ...کر کڑھنے لگی۔ مجبوراً اُسے اگلی نشست پر بیٹھنا پڑا۔

کافی فاصلہ یونہی خاموشی اور ناراض سی فضا میں گزرا۔ پھر اس خاموشی کو نوفل ہی نے توڑا۔

"زندگی جھکنے اور جھک کر پا لینے کا نام ہے صبا! میں نہیں جانتا تھا مگر تم تو جانتی ہو۔ پھر معاف کرنے میں اتنی دیر کیوں؟" وہ عاجزی سے پوچھ رہا تھا۔

صبا کے اعصاب تن سے گئے۔

"معافی تلافی کی بات مت کریں مجھ سے۔" وہ تلخی سے بولی تھی۔

"زندگی یوں نہیں گزرا کرتی۔ کوئی فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔" وہ نادم تھا۔

صبا کے دل کو کچھ ہوا۔ ایک ٹیس سی اُٹھی۔ یہ ہمدردی تھی، دُکھ یا تاسف وہ سمجھ نہیں پائی۔

"میرا فیصلہ جلد ہی آپ کو مل جائے گا۔" وہ سرد مہری سے بولی۔

"تم اتنی ظالم نہیں ہو، یہ میں جانتا ہوں۔ اچھا ہی فیصلہ کرو گی۔ میں بھی یہ حق تمہی کو دینا چاہتا ہوں۔ تمام تر ندامت اور شرمندگی کے ساتھ۔ مگر خیال رکھنا صبا! اس زندگانی کے سفر میں ہم دو ہی نہیں، کوئی اور بھی شامل ہے۔" اس کا اشارہ آنے والے بچے کی طرف تھا۔

صبا کا دل دُکھ سے بھر گیا۔

"آپ نے کون سا سوچ لیا تھا اس کے متعلق؟"

"قسم نہیں دوں گا صبا! مگر جب سے یہ سلسلہ ہوا ہے میں نے اسے رگ جان سے قریب پایا ہے۔" وہ بے اختیار بولا۔ پھر اس کے ہونٹوں پر استہزائیہ مسکراہٹ دیکھ کر لب بھینچ لئے۔

باقی کا سفر دونوں نے اپنے اپنے دُکھ میں "سفر" کرتے گزارا۔

ضحیٰ اُسے دیکھتے ہی شکوے شکایتیں کرتی لپٹ گئی۔

"آ تو گئی ہوں نا۔ تمہیں اپنے بھائی کی دُلہن بنا کے ہی جاؤں گی۔" صبا نے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا تو وہ مزید شرما گئی۔

اُبٹن کی زردی اُس کے روپ کو انوکھا نکھار بخش گئی تھی۔

"ماشاء اللہ۔ کل بھی اتنا ہی رُوپ آیا تو وکیل صاحب تو گئے کام سے۔" اس نے بے ساختہ شرارت کی تو وہ ہنستے ہوئے پھر سے اس سے لپٹ گئی۔

مگر دل کو جو خدشات گھیرے ہوئے تھے، تنہائی پا کر وہ پھر سے اسے ڈرانے لگتے تھے۔

"پتہ نہیں تمہارا بھائی میرے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔" دونوں رات کو سونے کے لئے لیٹیں تو ہر بات کے بعد ضحیٰ کو خیال آ جاتا۔

"اب تو سب ٹھیک ہو چکا ہے۔ پھر کیا پریشانی ہے تمہیں؟" صبا نے اُسے تسلی دی تھی۔

"خدا کرے ٹھیک ہو جائے۔" ضحیٰ نے گہری سانس بھری تھی۔

"بس تم ذرا عقل سے کام لیتی رہنا۔ محبت اور توجہ سے ان کا دھیان اپنی طرف رکھنا۔ اپنی سابقہ بدتمیزیوں سے پرہیز کرنا۔ پھر دیکھنا میرے بھائی کا پیار۔" صبا نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ جھینپی۔

"ابھی تک تو غصہ ہی دیکھ رہی ہوں۔ جانے گھونگھٹ اٹھاتے ہی کون سی سزا سنا دیں۔"

دل سوزی سے کہا تو صبا زور سے ہنس دی۔

"میرا وہ مطلب نہیں تھا۔" وہ سرخ پڑ گئی۔

"بھئی سزا تو ملنی چاہئے۔ بہت تنگ کیا ہے تم نے میرے بھائی کو۔"

صبا محظوظ ہو رہی تھی۔ اسے پھر سے فکر لگی۔

"پتہ نہیں وہ میرے ساتھ کیسا سلوک کرے گا۔"

"جیسا سلوک کیا، وہ مجھے ضرور بتانا۔"

صبا نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔ ناسمجھی میں پہلے تو اس نے اثبات میں سر ہلایا، پھر اس کا ...ن سمجھتے ہوئے تکیہ اٹھا کر اسے دے مارا۔ پھر دونوں ہی ہنسنے لگیں۔

●●●●●

وہ وکیل کے ہمراہ بیٹھا تھا۔

تمام پیپرز مکمل ہو چکے تھے۔ صرف نوفل کے سائن ہونا باقی تھے۔

"آپ نے اچھی طرح سوچ سمجھ کے یہ فیصلہ کیا ہے نا؟" وکیل نے اس سے پوچھا تو وہ پھیکے ...سے مسکرا دیا۔

"ایسے فیصلے بہت سوچ سمجھ کر ہی کئے جاتے ہیں وکیل صاحب! لائیے، کہاں پر سائن کرنے ...؟"

وکیل نے پیپرز نوفل کے سامنے رکھے اور اسے سائن کی جگہ بتانے لگا۔

پیپرز مکمل ہو چکے تھے۔

نوفل نے بے جان نظروں سے تمام پیپرز تہہ کر کے اسے خاکی لفافے میں ڈالتے دیکھا۔

"یہ لیں جناب!"

اس نے لفافہ نوفل کے حوالے کر دیا جسے اس نے تھام کر کوٹ کی جیب میں ڈال لیا اور وہ وکیل ...ہاتھ ملا کر باہر آیا۔ پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے اپنی جیب کو تھپتھپایا۔ اس کے ...ں پر زخمی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

ان بے جان صفحات پر صبا میر کا پروانۂ آزادی تھا۔

●●●●●

وہ تمام ڈر، خوف اور خدشات جو اتنے دنوں سے وہ دل کے نہاں خانوں میں دھکیلتی آئی تھی، ...کا روپ دھارتے ہی اس کے سامنے یکے بعد دیگرے آن کھڑے ہوئے۔

...اسے اب شدت سے محسوس ہو رہا تھا کہ مذاق ہی مذاق میں وہ حالات کی کس سیڑھی پہ آ کھڑی تھی۔

'کیا معید حسن بھول پائے گا عمر کاظمی کو؟ ـــــ اور اس کا غصہ ـــــ' ضحیٰ کا دل لرزا۔

"ماشاء اللہ!" تائی جان نے دیکھتے ہی اس کی پیشانی چوم لی۔ اس پر دلہناپے کا روپ ٹوٹ کے

برس رہا تھا۔

"میں بھی اپنی شادی پر اسی پارلر سے تیار ہوں گی۔" حمرہ نے باآواز بلند اپنے "بلند ارادوں" سے آگاہ کیا تو سب قہقہوں اور وجدان کی گھوری نے اسے سٹپٹا دیا۔

"صبا ــــ!" ضحیٰ نے اس کا ہاتھ دبایا تو وہ اس کی طرف جھکی۔

"تمہارے بھائی کا موڈ کیسا ہے؟"

"یا اللہ ــــ" صبا نے اسے گھورا۔ "دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ آج بھی یہی سوچ رہی ہو؟"

"اوفوہ ــــ" وہ پہلو بدل کے رہ گئی۔

'یعنی دلہن بن کے اب میں سوچ بھی نہیں سکتی۔' وہ کڑھی تھی۔

ایش گرے پرنس کوٹ سوٹ میں ملبوس معید حسن کی وجاہت کسی طور نظر انداز کئے جانے والی نہیں تھی۔ اب دونوں کو اکٹھے بٹھایا گیا تو تائی جان اور چچی جان نے ان پر سے کتنے ہی سرخ نوٹ وار کے کام والیوں کو دیئے۔

ہر نگاہ ان دونوں کی جوڑی کو سراہ رہی تھی۔

خوشیاں، ہنگامے، بے فکری۔

مگر ایسے میں ڈر ڈر کے دھڑک رہا تھا ضحیٰ میر کا دل۔

اب کیا ہوگا ــــ؟

بہت بہادری سے وہ اس اسٹیج پر تو آ پہنچی تھی مگر اب بازی معید حسن کے ہاتھ تھی۔

کیا کیا رسمیں ہوئیں، حمرہ اور صبا نے دودھ پلائی کے لئے کتنا جھگڑا کیا، لڑکوں نے انہیں کیسے تنگ کر کر کے نیگ کی رقم دی، اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔

اس کا دل مسلسل ورد کر رہا تھا۔

'یا خدا! ــــ معید حسن کے دل کو میری طرف پھیر دے۔'

"آپی! منہ کھول کے جماہی لے لو۔" جدان کی آواز پر وہ چونکی تھی۔

اب وہ حاضرین سے مخاطب تھا۔

"دراصل میری آپی کبھی اتنی دیر خاموش نہیں بیٹھی نا، اس لئے میں نے سوچا کہیں جبڑے ڈکے نہ لگ گئے ہوں۔"

سب کی ہنسی سن کے ضحیٰ دانت پیس کے رہ گئی۔

'صبح سب سے پہلے وجی کے بچے کی چٹنی بناؤں گی۔'

اس کے انتقامی جذبات بیدار ہونے لگے۔

انہی ہنگاموں میں وہ رخصت ہو کر معید حسن کے بیڈ روم میں آ گئی جسے گلاب اور موتیے ڈیکوریٹ کر کے حسین تر بنا دیا گیا تھا۔

"نہ جاؤ صبا! مجھے اکیلی چھوڑ کے۔"

وہ کسی طور صبا کو پاس سے ہلنے نہیں دے رہی تھی۔

"جا کے معید بھائی کو بھیجوں گی۔ ابھی تنہائی دور ہو جائے گی۔" وہ چھیڑ رہی تھی۔

مگر ادھر شرم و حیا کی بجائے خوف کے جذبات کا ملبہ زیادہ تھا۔

اپنی تمام تر "کرنی" فلم کی طرح آنکھوں کے آگے سے گزر رہی تھی۔

"مجھے نہیں پتہ۔ تم یہیں سوؤ گی۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔

صبا کو زوروں کی ہنسی آئی۔

"معید بھائی مجھے پھانسی سے کم کی سزا نہیں سنائیں گے اس جرم پر۔"

'وہ مجھے بھی یہی سزا دینے والا ہے۔' ضحیٰ نے سوچا تو اپنا حلق تنگ ہوتا محسوس ہوا۔

"بس یار! ڈیڑھ بج رہا ہے۔ مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔ ادھر معید بھائی تو اُڑ کے اندر آنے کو بے اب ہوں گے۔" صبا بروقت اپنا ہاتھ چھڑاتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"صبا ــــ!"

اُس کی شکل دیکھ کے صبا ہنسنے لگی۔

"کل ایسی شکل بنا کے دکھانا مجھے۔ پھر یقین آئے گا مجھے۔"

"دفع ہو جاؤ۔" ضحیٰ کو غصہ آیا۔ یعنی اس کے ڈر، خوف کو وہ کوئی اہمیت دینے کو تیار ہی نہیں تھی۔

"اوکے ــــ بیسٹ آف لک۔" وہ اس کی شکل دیکھ کے ہنستی ہوئی چلی گئی۔

اب وہ تھی اور اس کی سوچیں۔

پچھلے دنوں وہ جتنا اسے تنگ کرتی رہی تھی۔

'وہ تو مجھے کچا ہی چبا لے، تب بھی اس کا غصہ نہیں اُترے گا۔'

ضحیٰ نے تھوک نگل کا حلق تر کیا۔

'کچھ تو ــــ کوئی تو سدباب ــــ'

اس نے بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ نگاہ معید کی الماری پر جا ٹکی۔

'اگر مجھے اس لڑکی کی تصویر مل جائے تو حساب کافی حد تک برابر ہو سکتا ہے۔'

یہ خیال آتے ہی وہ اپنے حلیے اور ماحول کی پرواہ کئے بغیر تیزی سے نیچے اُتری اور ننگے پاؤں ا چٹکیوں سے لہنگا اُٹھائے الماری تک آئی۔

اسے حیرت آمیز خوشی ہوئی۔ لاکر لاکڈ نہیں تھا۔

ظاہر ہے وکیل صاحب کو اپنے کمرے میں کسی سے کیا ڈر؟ اُس نے احتیاط سے لاکر کھولا تو وہ لی اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ وہ مایوس ہوئی۔

پھر یونہی لاکر میں موجود دراز کو کھینچا تو دل اُچھل کر حلق میں آن اٹکا۔

وہاں وہی بلیو ڈائری رکھی تھی۔

ضحیٰ نے بے تابی سے دیکھنا چاہا۔ اس میں کوئی تصویر بھی تھی۔

کسی نے اس کا کندھا ہلایا۔

"صبر تو کرو۔"

پھر اس نے جھٹکے سے گردن موڑی۔

"معید ــــــ" اُس کے لب وا ہوئے۔

"بہت خوب ــــــ آج کی رات بھی تمہیں چین نہیں آیا۔ تم کبھی نہیں بدل سکتیں ضحیٰ میر!" اس کی نگاہ حیران تھی اور لہجہ کڑا۔

یقیناً اسے اپنی دلہن سے شب زفاف میں یہ امید نہیں رہی ہوگی۔

"تو آپ کون سا بدل گئے ہیں؟" دفعتاً ضحیٰ کی سانس آسان ہوئی۔ ایک پکا ثبوت ہاتھ لگ گیا تھا۔ وہ اُلٹے قدموں پیچھے ہٹی۔

ایک مٹھی بند ــــــ دوسری میں دبی ڈائری۔

"اور تم ــــــ تم کیا سوچ بیٹھی ہو، وہ خبر دی ہے تم نے مجھے؟ اوپر سے میری الماری، میرا لاکر بلا اجازت کھول لیا۔ چورنی!" وہ برس پڑا۔

"مائنڈ یو! اس کمرے کی ہر شے پر اب میرا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا کہ آپ کا۔" اس کے حوصلے بلند تھے۔

"ڈائری ادھر دو۔" معید نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ وہ پیچھے ہٹی۔

"آپ بھی اتنے ہی قصوروار ہیں جتنی کہ میں۔ پھر میں ہی کیوں قابل سزا ہوں؟" وہ تنکی تھی۔

"ابھی بتاتا ہوں تمہیں۔" وہ دانت پیستا آگے بڑھا۔

ضحیٰ الماری سے لگ گئی۔

"لاؤ ادھر۔"

"نہیں۔" ضحیٰ نے دونوں ہاتھ پیچھے کر لئے۔

"ایسی کی تیسی ــــــ" معید نے آگے بڑھ کے اس کے ہاتھ سے ڈائری جھپٹنے کی سعی کی مگر خوشبوؤں میں بسے نازک وجود نے اسے ٹھٹکا دیا۔

دونوں ہاتھ پیچھے کیے وہ ڈائری کو اس کی پہنچ سے دور رکھنے کی سعی میں اس کے بہت قریب آ گئی تھی۔ جس کا شاید خود اسے بھی احساس نہیں تھا۔

اب معید رکا تو وہ بھی اسے دیکھنے لگی۔

اس کی بانہوں کے گھیرے میں محصور ــــــ

معید کے یوں ساکت رہ جانے پر وہ کسمسائی تو وہ چونکا۔ پھر ایک دم سے اس کے ہاتھ سے کچھ چھین لیا۔

"یہ کیا ہے ــــــ؟" چرمرایا ہوا کاغذ دیکھتے ہوئے وہ بولا۔

"یہ ــــــ یہ مجھے دے دیں۔ یہ میرا ہے۔" ضحیٰ کاغذ دیکھتے ہی بے چین ہو اُٹھی۔

معید کے دل کو سکون آیا۔

"وہ ڈائری میری ہے۔ وہ مجھے دے دو۔"

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اچھا ــــــ تو پھر میں یہ پڑھ لیتا ہوں۔" وہ کاغذ کھول کے اس کی شکنیں نکالنے لگا۔

وہ پڑھ رہا تھا۔

"اُف ــــــ میری شکست کا اعلان۔" ضحیٰ نے آنکھیں میچیں۔

"اوہو ــــــ تو یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔" معید نے دیکھا۔ یہ وہی پیپر تھا جس کے آخر میں اس نے بھی دستخط کر کے ضحیٰ کو دیئے تھے۔ مگر اب اوپر ایک تحریر بھی درج تھی۔ وہ غور سے پڑھنے لگا۔

"آج ایک اور ہیر اپنے رانجھے کی، ایک لیلیٰ اپنے مجنوں کی، ایک شیریں اپنے فرہاد کی اور ضحیٰ میر، معید حسن کی محبت میں مبتلا ہو گئی ہے۔
یہ میرا فیصلہ ہے معید حسن! میں اس سزا کو تا عمر کاٹنا چاہتی ہوں۔ تمہاری تحویل میں رہ کر۔"

دو بار ــــــ سہ بار۔

اس تحریر کا ایک ہی مطلب نکلتا تھا۔

وہ نظر اٹھا کے اُسے دیکھنے لگا۔ وہ دم سادھے، نگاہ جھکائے کھڑی تھی۔

"کیا فائدہ؟ ــــــ اب اس اعتراف کا کیا فائدہ جبکہ میں بہت عرصے سے کسی کے عشق میں ب چکا ہوں۔"

اس کی آواز میں ضحیٰ کو عجیب سی کھنک محسوس ہوئی تھی۔ اُس کا دل دُکھی ہونے لگا۔

کتنی آسانی سے دل کا راز اس ستم گر کے حوالے کر دیا جو ساری عمر اب مذاق ہی اُڑاتا رہے گا۔

"میں بھی ــــــ دیکھنا، میں بھی یہ ثبوت تایا جان کو دکھاؤں گی۔ ابھی اور اسی وقت۔" اُسے طیش یا۔ وہ آگے بڑھی، لہنگے میں اُلجھی اور معید حسن سے جا ٹکرائی۔

"غصے میں تم اپنی آنکھوں کا استعمال ہمیشہ بھول جاتی ہو۔" ایک اور فقرہ آیا۔

ضحیٰ نے اپنا آپ چھڑانا چاہا۔ مگر ادھر گرفت مضبوط تھی۔

"ساری عمر سزا کاٹنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔" وہ نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔

ضحیٰ کا دل بھرانے لگا۔ ایسے ہی اپنی کمزوری اُس کے ہاتھ میں دے دی۔

"ہاں ــــــ بے وقوفی کی ہے میں نے یہ۔ ایسے ہی تو آرام سے دلہن بن کے آپ کے کمرے ں نہیں آ بیٹھی۔ کچھ سوچ ہی رکھا تھا میں نے۔ ورنہ آپ مجھے جانتے ہیں۔" وہ بھڑک کے بولی۔

"ہاں ــــــ جانتا ہوں میں اس ضحیٰ میر کو۔ مجھ سے اُلجھتی، لڑتی، جھگڑتی، بدگمان ہوتی، پیاری حیٰ معید حسن کو جواب مجھ سے محبت کرتی ہے۔"

وہ نرمی سے اس کے چہرے کے نقوش کو چھو رہا تھا۔

ضحیٰ کی جیسے سانسیں تک تھم گئیں۔

معید نے آرام سے اس کے ہاتھ سے ڈائری لے لی۔

''میں نے تم سے شادی کی ہے تو نبھاؤں گا بھی۔ لیکن میری پہلی محبت، پہلا پیار ہمیشہ میرے دل میں رہے گا اور تمہیں بھی مجھے اس کی اجازت دینا ہوگی۔''

وہ دھونس سے بولا اور ڈائری میں سے تصویر نکال کر اس کی آنکھوں کے آگے نچا دی۔

ضحیٰ کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

''اجازت ہے ——'' نگاہ جھکائی۔

''ارے، یوں منہ بنا کے۔ اِدھر دیکھو، میرے انتخاب کی داد دو، پھر خوشی سے اجازت دو۔ اب جیسی بھی ہو، زندگی تو گزارنی ہی ہے نا۔''

''ارے ——'' اُس کا دل دھک سے رہ گیا۔ ''چھوڑیں مجھے۔''

''کہاں جا رہی ہو؟'' اس کی آنکھوں سے بھی مسکراہٹ عیاں تھی۔

''تایا جان —— وہ یہ —— تصویر ——''

اس قدر قربت نے اس کے حواس اُڑا دیئے تھے۔

''پہلے خود تو دیکھ لو میری اوّلین چاہت کو۔'' وہ بڑا پُرسکون لگ رہا تھا۔

مگر اس کے انداز ضحیٰ کے ہوش اُڑا رہے تھے۔ اُسے احساس ہوا کہ وہ ایک ''دلہن'' تھی اور یہ اس کی ''شب زفاف'' تھی۔

''نہیں —— مجھے نہیں دیکھنی۔'' اس سے پلکیں نہیں اٹھائی گئیں۔ معید کے انداز اس کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔

''پچ —— پچ —— پھر تو ساری عمر دل پہ بھاری بوجھ لے کے گزرے گی، کوئی تو ہے جو معید حسن کے دل پہ راج کر رہی ہے۔''

اس کے رخسار کو چومتی بالوں کی لٹ کو انگلی سے پیچھے کیا تو ضحیٰ باقاعدہ لرزنے لگی۔

''اوہو —— دشمن اوّل! کیا ہوا؟ تم تو خوف سے کانپ رہی ہو۔ میک اپ کا رنگ بھی ڈھل رہا ہے۔'' وہ اسے بغور دیکھتا جیسے ''تجزیاتی رپورٹ'' پیش کر رہا تھا۔

''یہ ایسے ہی جھوٹ —— آئی ہیٹ یو تو ——''

اس کا لہجہ کمزور تھا۔ معید ہنسا۔

''اچھا —— خود کو میری تحویل میں دے دیا ہے تم نے۔'' اُس نے سفاکی کی حد ہی کر دی تھی۔

ضحیٰ نے آہ بھرتے ہوئے تصویر پر نگاہ ڈالی۔ وہ تصویر کی اُلٹی سائیڈ تھی۔

''محبت دل پہ دستک ہے''

اُس کی دُھندلاتی نگاہ اسی نظم پر پڑی تھی۔

ہاں ——

محبت دستک ہی تو ہے۔ وہ دستک جو ہوتی ہے تو اس قدر شور برپا کرتی ہے کہ دل کے دروازے کئے بنا کوئی چارہ نہیں رہتا۔

اس نے بھی اپنے دل کے دروازے کھول دیئے تھے۔ اور اب وہاں محبت کی دیوی پورے طمطراق کے ساتھ براجمان تھی۔

''اور اب —— یہ۔'' معید نے چٹکی میں تھامی تصویر کو پلٹا۔

ضحیٰ نے ایک نگاہ ڈال کے چہرہ گھما لیا۔

اس قدر جانا پہچانا چہرہ۔

اس نے ایک جھٹکے سے دوبارہ تصویر کی طرف دیکھا۔

کھلے بالوں کے درمیان کسی بات پہ دلکشی سے ہنستا چہرہ ——

''یہ —— یہ ——'' وہ ضحیٰ میر کا چہرہ تھا۔

آج کا دن ہی شاید انکشافات کا دن تھا۔

''یہ اس کی تب کی تصویر ہے جب یہ سیکنڈ ایئر میں پڑھتی تھی۔'' وہ شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

''اور میں تب سے اس سے محبت کرتا ہوں۔ اس کی ہر ضد، اس کی ہر خواہش مجھے عزیز تھی۔ لیکن تھ ہی ساتھ اسے لوگوں کی نگاہ سے بچا کے رکھنا، زمانے کے سرد و گرم سے بچانا، ہر پل مجھے یان رہتا تھا۔ شاید اسی لئے میری چاہت میں تھوڑی سی شدت پسندی شامل ہوگئی۔ اور وہ مجھ سے تی، جھگڑتی مجھ سے دُور ہوتی چلی گئی۔ مگر جذبے صادق ہوں تو فاصلوں کو قربتوں میں بدلتے دیر ں لگتی۔''

وہ اپنی داستانِ محبت سنا رہا تھا۔

ضحیٰ اس کے شانے سے لگ کے بے اختیار رو دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد معید نے اس کا سر تھپکا۔

''اب بس کرو۔ اتنی اچھی تو پہلے بھی نہیں لگ رہی تھیں، اب رو کے اور ستیاناس کر دیا۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

ضحیٰ نے چہرہ اُٹھا کے متورم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

''آئی —— آئی ایم سوری۔''

معید نے گہری سانس بھری۔

''میں نے سوچا آج کے دن کا لحاظ کر کے شاید تم آئی لو یو کہہ دو۔'' اس کے انداز سے شوخی لج تھی۔

''سچ میں معید! میں بہت بے وقوف ہوں۔'' وہ رُندھے لہجے میں کہنے لگی تھی کہ معید نے اس لبوں پہ انگلی رکھ کے اسے روک لیا۔

''اوں ہوں —— آج کی رات اپنی تعریفیں صرف میرے لئے رہنے دو۔ مختصراً یہ کہ اب جبکہ تم

میرے نکاح میں آنے کے بعد میرے کمرے میں ہو تو میں مطمئن ہوں کہ تمہارے دل و ذہن میں فقط میرا ہی عکس ہے۔ باقی سب بھول جاؤ اور......" وہ رُکا۔

"اور ـــــ؟" ضحیٰ ٹھٹکی۔

"اور مجھے بھی سب بھلا دو۔" وہ دھیمے جذبات سے بھرپور لہجے میں بولا۔ پھر ضحیٰ کو خائف ہوتے دیکھ کر بے ساختہ ہنس دیا۔

ضحیٰ کا دل اطمینان سے بھرنے لگا۔

"چلیں پھر۔" وہ اعتماد سے بولی تو معید حیران ہو کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کہاں ـــــ؟"

"آج رات کے لئے میں نے اپنے اور آپ کے لئے نوافل مانے تھے، وہ پڑھنے ہیں۔"

"شاباش ـــــ اور کوئی وقت نہیں ملا تمہیں؟"

"اس کے لئے وقت کی کوئی قید نہیں۔"

"وقت اور موقع دیکھ لیا کرتے ہیں ضحیٰ میر!" وہ بھنایا۔

"شرم کریں ـــــ ویسے بھی تو نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔" ضحیٰ نے اس کا دھیان اپنی طرف سے ہٹانا چاہا۔

"ہوں ـــــ یہ نوافل تو پڑھنے ہی پڑیں گے۔ آخر خدا نے اتنی خوب صورت دعا قبول کی ہے۔" مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہوا تو فضا میں ضحیٰ کی کھنکھناتی ہوئی ہنسی گونج اُٹھی۔

محبت وہاں سے بہت شاداں و فرحاں گئی تھی۔

●●●●●

وہ ولیمے میں شرکت کے لئے تیار ہو رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ ذہن مکمل طور پر کل اپنی اور نگین کی منعقد ہونے والی نکاح کی تقریب میں اُلجھا تھا۔

جہاں دل اپنے فیصلے پر مطمئن تھا، وہیں نگین کے انداز کی ہلکی سی چبھن بھی فطری طور پر اسے مستقل ڈسٹرب کئے ہوئے تھی۔

موبائل کی آواز نے اُسے چونکایا۔

"یہ کون ہے اس وقت ـــــ؟" اس نے اجنبی نمبر دیکھتے ہوئے موبائل کان سے لگا لیا۔

"السلام علیکم!" دھیما سا، مدھر سا لہجہ۔

"وعلیکم السلام ـــــ نگین! آپ ـــــ؟" وہ فی الفور پہچان گیا۔

نگین لحظہ بھر کو چپ ہو گئی۔ پھر گہری سانس بھرتے ہوئے بولی۔

"جی ـــــ میں ہوں۔"

"خیریت؟" اس کی پریشانی فطری تھی۔

"جی ـــــ مجھے آپ سے ضروری بات کرنا تھی۔ یوں مناسب تو نہیں لگتا مگر......" وہ ہچکچائی۔

"اِٹس او کے ـــــ آپ کہئے۔" عماد کا ذہن خدشات کی آماجگاہ بننے لگا۔

نگین نے چند ثانیوں تک رک کر جیسے الفاظ جمع کئے۔

"زندگی کھیل تماشا نہیں ہوتی عماد! شاید میں نے ایسا سمجھ لیا تھا۔ کسی کی زندگی میں شرائط لے کے شامل ہونا زندگی گزارنے کے عمل کو بہت مشکل بنا دیتا ہے۔ انس میری زندگی کا ایک حصہ تھے، ری زندگی نہیں۔ میں آپ کی زندگی میں آؤں گی تو خود کو سمجھا کے۔ بس مجھے تھوڑا سا وقت چاہئے۔ ید ہے کہ آپ میرا ساتھ دیں گے۔" اس کی آواز کپکپا رہی تھی۔

عماد نے اُس کے دُکھ کو شدت سے محسوس کیا، پھر نرمی سے بولا۔

"نہ مجھے کل تمہارے فیصلے پر کوئی اعتراض تھا اور نہ آج ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا نگین! اور ریوں ہو گا کہ کسی نئی صبح کا سورج ہم دونوں طلوع ہوتا دیکھیں گے۔"

فون بند ہو گیا تھا۔

عماد کا ذہن پُرسکون ہونے لگا۔ اس کے لبوں پر طمانیت بھری مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

●●●●●

"ہاں جی ـــــ اب بتائیں دُلہن صاحبہ ـــــ؟"

معید تو فریش ہو کے باہر چلا گیا تھا جبکہ وہ ڈرائیر لئے اپنے بالوں سے اُلجھنے لگی۔ تبھی دروازہ کھٹا کے صبا اندر آئی تو اسے دیکھتے ہی بولی۔

ضحیٰ ہنستی ہوئی اُٹھ کے اس سے لپٹ گئی۔

"نالائق، گدھی۔" صبا نے اس کی پشت پر دو جڑیں۔

"اتنے دنوں میں تمہارا اتنا خون خشک نہیں ہوا جتنا تم نے میرا کر دیا ہے۔ اور اب ہنسی ہی نہیں رہی۔" صبا مطمئن ہو گئی تھی، بظاہر ناراضگی سے بولی۔

"یہ دیکھو ـــــ یہ میں ہوں۔"

ضحیٰ نے ہنستے ہوئے ڈریسنگ پر سے ایک تصویر اٹھا کر صبا کو دکھائی۔

"ہاں ـــــ تو اس میں نئی بات کیا ہے؟" صبا کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ حیرت سے اس کے ے کی تمتماہٹ کو دیکھا۔ وہ پھر سے ہنسی۔

"یہ وہی تصویر ہے جو کبھی معید کے لاکر میں تھی۔"

"ہاہ ـــــ" تحیر سے اس کی آنکھیں کھل گئیں۔

"اور اب دل کے لاکر میں۔" وہ شرماتی ہوئی صبا کو بہت پیاری لگی۔

"یا اللہ! ـــــ تیرا شکر ہے۔" اس نے بے اختیار گہری سانس بھری۔

"ہم یہاں اونٹ کی کروٹ دیکھنے کے انتظار میں رہے۔ یہاں تو اونٹ بیٹھا بھی نہیں، لیٹا ہوا وہ بھی پورے اطمینان سے۔"

"میں تو پہلے ہی کہتی تھی، تمہارا بھائی گھنا، میسنا ہے۔"

اسے منہ دکھائی میں ملنے والا گولڈ کا نیکلس دکھاتے ہوئے ضحیٰ نے مزے سے کہا تھا۔

''خوش رہو۔ یونہی مسکراتی اپنے میاں کے دل پہ راج کرتی رہو۔'' صبا نے اسے دل سے دعا دی تو آنکھیں جانے کیوں نم سی ہونے لگیں۔

انس کی کمی، تمکین کا دُکھ یا اپنی خانہ بربادی۔

''چلو، جلدی سے تیار ہو کے آجاؤ۔ ناشتے پہ سب انتظار کر رہے ہیں۔''

اس نے اپنا دھیان بٹانا چاہا۔

''سب ____؟'' اُسے شرم آئی۔

''ابو اور چچا جان کے علاوہ۔ وہ ناشتہ کر چکے ہیں۔''

''تو پھر مجھے ساتھ لے کے جاؤ نا۔ میں ایک دن کی دلہن، اکیلے جاتے شرماؤں گی یار!'' وہ بے چارگی سے بولی تو صبا کو ہنسی آ گئی۔

''چلیں، دلہن اک رات کی صاحبہ!'' وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

وہ جلدی جلدی اپنی تیاری مکمل کرنے لگی۔

ولیمے کی تقریب بے حد شاندار رہی تھی۔

صبا نے حسب سابق نوفل کو مکمل طور پر نظرانداز کیے رکھا۔

مگر ژالے پر ایسی کوئی پابندی نہیں تھی۔ اس نے فوراً ہی اسے اکیلا پا کے دھر لیا۔

''کیا بات ہے؟ ____ آج اتنی حسین لگ رہی ہو، مگر لفٹ نہیں دے رہیں۔''

وہ نوفل کے ہمراہ تھی۔ صبا کو آواز دے کر روک لیا تو اسے بھی مجبوراً مروت نبھانا پڑی۔

''بہت کام ہیں نا، اس لئے۔''

''ارے، میرج ہال میں کیسے کام؟ تمہیں تو بس اپنے میاں کا دل لبھانا چاہیے۔''

وہ دلکشی سے ہنسی۔

صبا نے رشک سے اسے دیکھا۔ شموئیل کی محبتوں نے اسے حسین تر بنا دیا تھا۔

اس کے لفظوں کے چناؤ نے صبا کو جھینپنے پر مجبور کر دیا۔

ژالے کے ساتھ کھڑے نوفل کی نگاہ کو وقتاً فوقتاً وہ خود پہ پڑتا محسوس کر رہی تھی۔

''یہ کام اب میں نے چھوڑ دیا ہے۔ اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔'' وہ قصداً ہنسی مگر نوفل اس کا طنز پا گیا تھا۔

''ارے ____ محبتوں کے داعی، اور ایسی دل چھوڑنے والی باتیں۔'' ژالے نے مصنوعی حیرت کا مظاہرہ کیا تھا۔

''کہیں کوئی ناراضگی تو نہیں ہوگئی تم دونوں کے درمیان؟ ایسا ہے تو فوراً بتاؤ۔ میں اپنے فیورٹ کپل میں کوئی بھی ناچاقی برداشت نہیں کر سکتی۔''

وہ باری باری دونوں کو گھورتے ہوئے بولی تو صبا نے ہونٹوں پہ جبری مسکراہٹ پھیلائی۔

''ایسا کچھ نہیں ہے ژالے! آپ فکر مت کریں۔ آپ کے دوست سے بڑھ کر میری ''خوشیوں'' کا اور کون خیال رکھے گا۔ آپ فنکشن انجوائے کریں۔''

وہ معذرت کرتی ان کے پاس مزید نہیں رکی تھی۔

ژالے ملامت بھری نظروں سے نوفل کو دیکھ کر رہ گئی۔

''ایکسکیوزمی صبا!''

ولیمے سے واپسی پر وہ اسی کی گاڑی میں تھی۔ مجبوراً ہی سہی، سب کی تسلی کے لئے صبا کو اس 'التفات'' کا مظاہرہ کرنا پڑ رہا تھا۔

وہ اُتر کر اندر بڑھنے لگی تھی جب نوفل نے اسے پکارا۔ باقی سب لوگ گھر پہنچ چکے تھے۔

وہ ٹھٹکی۔

''یہ آپ کی امانت۔''

وہ ایک خاکی لفافہ اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔

صبا نے ناسمجھی کی کیفیت میں اسے دیکھا۔

''صرف تمہارے سائن باقی ہیں۔ میں اپنا فیصلہ کر چکا۔ تمہارا فیصلہ تم پہ چھوڑتا ہوں۔'' نوفل نے جیسے دھماکا کر دیا تھا۔

صبا کو اپنی پوری ذات کے پرخچے اُڑتے محسوس ہوئے۔

''طلاق ____''

اس کا ذہن سائیں سائیں کرنے لگا۔

''آپ نے ____ آپ نے مجھے طلاق دے دی؟'' وہ چیخی۔

بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

لگا آج روزِ محشر ہو۔ دنیا ختم ہو رہی ہو۔

نوفل اس کے طرزِ عمل پر گڑبڑا گیا۔

''صبا! میری بات سنو۔'' وہ جلدی سے گاڑی سے اُترا۔

''میرے خدا! ____ میں نے یہ کب چاہا تھا؟'' اس کی رنگت خطرناک حد تک زرد پڑ گئی۔

اگلے ہی پل وہ لہرا کر گری تو نوفل اسے بمشکل سنبھال سکا۔

خالی لفافہ جیب میں ٹھونستے ہوئے اس نے بلند آواز میں عماد کو پکارا تو ذرا سی دیر میں سبھی وہاں جمع، صبا کی حالت دیکھ کر ہراساں ہو گئے۔

●●●●●

وہ ہوش میں آ رہی تھی۔

لرزتی پلکیں دیکھ کر وہ تیزی سے اس پر جھکا۔

''صبا ____!''

اُس کا ذہن غنودہ تھا۔

نوفل نے اس کا ہاتھ لبوں سے چھوا۔

"صبا ـــــ!" اسے لگا زندگی نے اسے پکارا ہو۔

صبا نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا۔

انجانا سا ماحول۔ دوائیوں کی مہک۔ وہ یقیناً ہسپتال میں تھی۔

"کیا ہوگیا تھا تمہیں؟ اتنا چھوٹا دل؟" نوفل کی انگلیاں اس کے بالوں میں سرسرا رہی تھیں۔

صبا کو سب کچھ یاد آنے لگا تو آنکھوں کے کونوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"کیوں نوفل! ـــــ ایسا کیوں کیا آپ نے؟ ـــــ میں نے طلاق کب مانگی تھی آپ سے؟"

وہ وحشتوں میں گھرنے لگی۔ یہ لمس اب پرایا ہوگیا تھا۔

"تم میرے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھیں صبا! میں تمہاری مرضی کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔" نوفل کو اس کے آنسو پریشان کرنے لگے۔ اپنی صفائی میں بولا تو وہ غصے میں آ گئی۔

"میں نے کہا تھا کہ اپنی زندگی کا فیصلہ میں خود کروں گی۔ پھر بھی آپ......آپ نے مجھے......"

وہ کہتے کہتے پھر سے رونے لگی تو نوفل سے برداشت نہیں ہوا۔

"میں بہت برا، بہت غلط ہوں صبا! مجھ پر اتنا بڑا احسان مت کرو۔" وہ مضمحل لہجے میں بولا۔

صبا تڑپ اُٹھی۔

"حالات برے تھے نوفل! میں نے اسے خدا کی رضا جان لیا تھا۔ جیسے نگین نے سمجھ لیا۔"

نوفل نے وہی لفافہ جیب سے نکالا تو وہ سپید پڑنے لگی۔

وہ اب لفافے میں سے پیپرز نکال رہا تھا۔

"پھاڑ دیں ـــــ پھینک دیں انہیں نوفل!" وہ وحشت زدہ ہوئی۔

نوفل نے جھک کر اس کی پیشانی پر مُہرِ محبت ثبت کی۔

"دیکھو تو سہی میری جان!"

وہ اُس کے طرزِ عمل پر ششدر رہ گئی۔

"ایک بار کاغذ کھول کے پڑھ لیتیں تو ابھی پھر سے تپیا دکھا رہی ہوتیں۔" وہ اب مسکرا رہا تھا۔

پھر کاغذات کھول کر اس کے سامنے پھیلا دیئے۔

صبا نے نگاہ چرانا چاہی۔ مگر فطری تجسس اسے پڑھنے سے نہ روک سکا۔

صبا نے تحریر پڑھ کے بے یقینی سے دیکھا تو وہ مسکرا دیا۔

"یہ طلاق نامہ نہیں ہے صبا! بلکہ تمہاری خواہش کے مطابق میں تمہیں آخری فیصلہ کرنے کا اختیار دینا چاہتا تھا۔ ان کاغذات کی رو سے میں نے طلاق کا حق تمہیں تفویض کر دیا ہے۔ تم جو چاہو، فیصلہ کر سکتی ہو۔"

صبا کے دل پر سے کوئی بھاری بوجھ ہٹا تھا۔ اُس کی آنکھیں بھر آئیں۔

"میں نے ـــــ ایسا کب کہا تھا میں نے؟" وہ رُندھے لہجے میں بولی۔

"مگر میں ایسے ہی اپنے کیئے کا مداوا کر سکتا تھا صبا! آئی ایم سوری۔" وہ سراپا ندامت بنا ہوا تھا۔

محبت اس کے قدموں کی باندی بنی ہوئی تھی۔ وہ کیوں نہ سرنڈر کرتی۔

اس کے لبوں پہ خوب صورت سی ہنسی بکھر گئی۔ نوفل نے اس کا "فیصلہ" جان کر طمانیت کا گہرا ساس دل میں اترتا محسوس کیا تھا۔ اس کی ہنستی روتی آنکھیں ہر دکھ، ہر خدشے سے پاک تھیں۔

"اب کوئی غم، کوئی پریشانی میں تم تک آنے نہیں دوں گا صبا! یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔ اب فقط ت ہماری ہم سفر ہوگی اور خوشیاں ہماری ساتھی۔"

وہ اس کے کانوں میں امرت ٹپکا رہا تھا۔ اور اس کی بانہوں کے گھیرے میں سمٹی صبا رب العزت ے آگے شکر گزار تھی جس نے زندگی کے ہر مرحلے پر اس کی عزت رکھی اور اس کی مشکلات کو آسان با تھا۔

محض اس کی برداشت اور صبر کے عوض۔

بمشکل ہی سہی مگر نوفل کے دل کے دروازے بھی اس کے لئے وا ہو گئے تھے۔

اور اب اپنی آزمائش کے صلے میں اسے ساری عمر محبتوں کے سائے میں گزارنا تھی۔

اُس نے طمانیت سے مسکرا کر آنکھیں موند لیں۔

(تمت بالخیر)